قیمتِ جنس فزوں تر ہوئی بازاروں سے
دل بھی آباد ہوا دیکھ خریداروں سے
نور علیٰ نور
مُرقّعِ انوار
نہیں معلوم ہوا کیا ہے جبھی تو حسان
گونج اٹھا مکتبِ انوار پرستاروں سے

قیمت جنس فزوں تر ہوئی بازاروں سے
دل بھی آباد ہوا دیکھ خریداروں سے
تیرہویں صدی ہجری کے نامور عالم، صوفی، ادیب وشاعر،
اتالیق سلاطین آصفیہ شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ
کی تاریخ ساز شخصیت، عہد ساز خدمات کا دلآویز سہ لسانی مصور یادگار ضخیم تذکرہ
مُرقّعِ انوار
تدوین وترتیب
شاہ محمد فصیح الدین نظامی
ناشر
مجلسِ اشاعۃ العلوم
جامعہ نظامیہ شبلی گنج
حیدرآباد الہند
انوار احمدی
شمیم الانوار
افادۃ الافہام
خدا کی قدرت
مقاصد الاسلام
الکلام المرفوع

تفصیلات

نام کتاب : مرقع انوار (حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ تجدیدی وادبی خدمات)

زیر نگرانی : امیر شریعت مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب مدظلہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ ورکن معزز آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

تدوین وترتیب : شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، ناظم ادارہ تصنیف وتالیف ''اسلامی افکار سیریز'' حیدرآباد

صفحات : ۱۲۲۰ بارہ سو (سیاہ وسفید)، ۱۵۶ ایک سو چھپن (رنگین)

کمپیوٹر کتابت : جامعہ نظامیہ کمپیوٹر سنٹر۔ حافظ عمادالدین انور۔ سید عبدالمغنی ارشد۔ سید عبدالسلام شکیل۔ حافظ میر محمد علی صدیقی۔
حافظ محمد محی الدین قادری۔ ذکی الدین لیاقت، عاصم بن عبدالسلام الخطاط۔ عبدالغنی۔

کمپیوٹر ڈیزائننگ : جناب ظہیر (امیج پرنٹرس)۔ جناب سید عبدالسلام شکیل (شکیل کمپوزنگ سنٹر)
جناب محمد عقیل (اسٹار گرافکس)۔ جناب سید شاہ عبدالقادر حسینی سلمان (لمعان گرافکس)

طباعت : ایس کے گرافکس، نمبولی اڈہ، حیدرآباد، اے پی، الہند۔ سل: 9441184732

سنہ طباعت وتعداد طبع اول : ربیع الاول 1429 ھجری، اپریل 2008 عیسوی، 1000 (ایک ہزار) نسخے

قیمت فی نسخہ : ہندوستان -/800 Rs، بیرون ملک 25 امریکی ڈالر

ناشر : مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔ فون 24416847, 24576772

ای میل : fatwa@jamianizamia.org۔ ویب سائٹ: www.jamianizamia.org

یہاں سے حاصل فرمائیں

- ادارہ منہاج القرآن، مغلپورہ روبرو درگاہ حضرت امراللہ شاہ قبلہؒ، فون: 24517630, 9246161142
- دکن ٹریڈرس، مغلپورہ پانی کی ٹانکی حیدرآباد، فون: 040 - 24562203
- ہمالیہ بک ڈسٹری بیوٹرس، منور جنگ کامپلکس، مکرم جاہی روڈ، حیدرآباد، فون: 040 - 24732097
- نظام عطار، مجبوب چوک، لاڈ بازار حیدرآباد، فون: 24578582 / 9849949961
- عرشی کتاب گھر، منڈی میر عالم حیدرآباد، فون: 9440068759
- تصانیف حضرت بندہ نوازؒ، گیارہ سیڑھی، گلبرگہ شریف۔ مکتبہ رفاہ عام، گیارہ سیڑھی، گلبرگہ شریف

اس کتاب کی اشاعت اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش کی جزوی اعانت سے عمل میں آئی

ترتیب

باب اول

شیخ الاسلامؒ شخصیت، خاندانی پس منظر

باب دوم

شیخ الاسلامؒ کی اصلاحی و تجدیدی خدمات

باب سوم

شیخ الاسلامؒ کی علمی و ادبی خدمات

باب چہارم

شیخ الاسلامؒ بحیثیت صوفی کامل

باب پنجم

شیخ الاسلامؒ کے مشہور تلامذہ وخلفاء طریقت

باب ششم

شیخ الاسلام کی متاع عزیز ''جامعہ نظامیہ''

باب ہفتم

شیخ الاسلامؒ جامعہ نظامیہ اور شاہی فرامین

باب ہشتم

شیخ الاسلامؒ کے افکار و نظریات

باب نہم

شیخ الاسلامؒ کا ذوق شعروسخن

باب دہم

شیخ الاسلامؒ کے معاصر عالمی علماء ومشائخ کرام

باب یازدھم

شیخ الاسلامؒ مشاہیر عالم کی نظر میں

باب دوازدہم (عربی)

شیخ الاسلام و آثاره العلمية والدينية والدعوية والثقافيه

باب سیزدھم (انگریزی)

Reformer of the Mellennium

منظومات و مناقب

بشان حضرت شیخ الاسلام و مادر علمی جامعہ نظامیہ

ابتدائی رنگین صفحات۔ عکوس آثار و باقیات الصالحات

خانوادۂ شیخ الاسلامؒ

شجرات طریقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ
اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے ہی ڈرتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ
وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا
وَلَا دِرْھَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ
فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ
بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء سے انہیں دینار و درہم کی
وراثت نہیں پہنچی بلکہ انبیاء کی وراثت علم ہے۔ پس جو علم سے
فیضیاب ہوا، اس نے کثیر حصہ پایا۔
(رواہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

تاثرات

شیخ العرب والعجم

حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ

"ان دنوں ایک عجیب وغریب کتاب لاجواب مسمّٰی **بانوارِ احمدی**

مصنفہ حضرت علامۂ زماں وفریدِ دوراں، عالمِ باعمل وفاضلِ بے بدل، جامعِ علومِ ظاہری وباطنی، عارف باللہ مولوی **محمد انوار اللہ** حنفی وچشتی سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے گزری اور بلسانِ حق ترجمان مصنف علامہ، اول سے آخر تک سنی تو اس کتاب کے ہر ہر مسئلہ کی تحقیقِ محققانہ میں تائیدِ ربانی پائی گئی کہ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی کررہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کے علم اور عمل اور عمر میں برکت دے اور نعماءِ عرفانی اور دولت وقربتِ ربانی سے مشرف فرما کر مراتبِ علیا کو پہنچادے اور اس کتاب کو مقبول کرے تا طالبانِ حق اس سے مستفید ہوتے رہیں۔ آمین یارب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

کاتب الحروف

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

(انوار احمدی۔ بار پنجم (۵) مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد، اگست ۲۰۰۲ء)

فرمان

اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع

(سابقہ مملکت آصفیہ)

مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ بہادر (علیہ الرحمہ) اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس وتورع وایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامتہ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم کے اور میرے، نیز میرے دو بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کیلئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے متمتع ہوتے ہیں، مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا اور مظفر جنگ کے انتقال ہونے پر معین المہامی امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کر سکے گا۔ بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔

مطلع الانوار صفحہ ۲۹، ۳۰ (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ)

قطعات فرمودہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع

بانیٔ مکتب کی عثماںؔ یاد بھی آتی رہے
نغمے بھی اوس ذات کے صبح و مسا گاتی رہے

بر سرِ قبرِ مطہر کہتا ہے سارا جہاں
آمدِ فصلِ بہاری پھول برساتی رہے

(منقول از نظام گزٹ، مرقوم: ۱۵ر سپٹمبر ۱۹۶۱ء)

چہ مستی از شراب ناب گشتہ
ہمہ تشنہ دہن سیراب گشتہ
ز فیضِ بانیٔ اوستادِ سلطان
ریاضِ علمِ دین شاداب گشتہ

حضرت شیخ الاسلام کے ننھیالی جد
فخر المحدثین حضرت شاہ محمد رفیع الدین قندھاریؒ
کی گنبد (قندھار شریف مہاراشٹرا)
کا ایک خوبصورت منظر

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون
نور علی نور
روضۂ عالیہ شیخ الاسلام حضرت العلام امام شاہ محمد انوار اللہ فاروقی چشتی قادری قدس سرہ العزیز

امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کے
اسفار حرمین شریفین
و
زیارات مقامات مقدسہ
• پہلا سفر حج و زیارت نبوی سنہ ۱۲۹۴ ہجری مکرر بیعت و خلافت
از مرشد العلماء حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
• دوسرا حج و زیارت نبوی سنہ ۱۳۰۱ ہجری
مع شاگرد رشید مولانا مظفر الدین صاحب معلّی و احباب
• تیسرا سفر حج و زیارت نبوی سنہ ۱۳۰۵ ہجری، براہ مصر، ینبوع، مدینہ منورہ
۳ سال تک قیام تصنیف ''انوار احمدی''، نقل و کتابت نادر مخطوطات از کتب خانہ حرم
• چوتھا سفر حج و زیارت نبوی سنہ ۱۳۰۷ ہجری انتقال فرزند عبد القدوس
• سفر مقامات مقدسہ سنہ ۱۳۱۴ ہجری نجف اشرف، کربلائے معلّی،
کاظمین شریفین، بغداد شریف و بصرہ (عراق)
حرم بیت اللہ
بلدہ مدینہ منورہ
جامع ازہر مصر
سابقہ مملکت آصفیہ حیدر آباد دکن
بغداد شریف
کاظمین شریفین
کربلائے معلی
نجف اشرف

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی جائے قیام
انوار منزل
انوار منزل
حیدرآباد، دکن

جُبّہ مبارک شیخ الاسلام حضرت شاہ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ

(۱) حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے قلمدان کا عکس

(۲) حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی مِسطَر (Scale) کا عکس

مدینہ منورہ سے حاصل کردہ
کنز العمال (حدیث نبوی، نویں صدی ہجری) کے نادر مخطوطہ پر
امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے خوبصورت قلمی حاشیے

۴۹ ۳۲

کتاب الایمان والنذور باب المعاریض فی الایمان
عن سوید بن حنظلة قال خرجنا نرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعنا
وائل بن حجر فاخذه عدو له فتحرج القوم ان یحلفوا وحلفت انه اخی
فخلی سبیله فاتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرته ان القوم تحرجوا
ان یحلفوا وحلفت انه اخی قال صدقت المسلم اخو المسلم
باب فی الحلف کاذبا متعمدا عن ابن عباس ان رجلین اختصما الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الطالب البینة فلم یکن
له بینة فاستحلف المطلوب فحلف باللہ الذی لا اله الا هو فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بلی قد فعلت ولکن غفر لک باخلاص قول لا اله الا اللہ

امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک انتہائی نادر ونایاب مخطوطہ

"مجموعة منتخبه من الصحاح"

سنہ کتابت 1305 ھجری
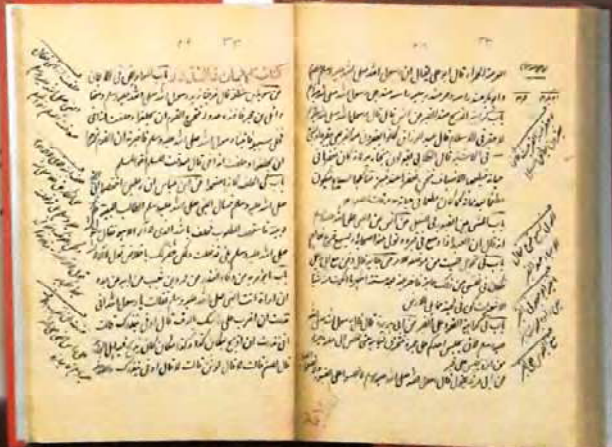
امام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کا تحریر کردہ
"انتخاب فتوحات مکیہ"
مخزونہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ
حیدرآباد، دکن
سنہ کتابت 1306 ہجری

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے تحریر کردہ "فتوحات مکیہ" کے حاشیہ کے قابل دید دو صفحے

درس نظامی کی مشہور کتاب ''مسلم الثبوت'' پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ
قلمی حاشیہ
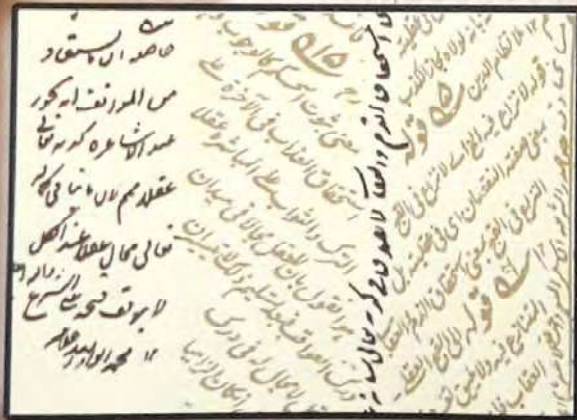
نام تصنیف :

مقاصد الاسلام

حصہ اول

زبان: اردو

موضوع: ایمان، تمدن، میلاد شریف، محبت خدا اور رسول

سنہ اشاعت 1327 ہجری

صفحات: 142
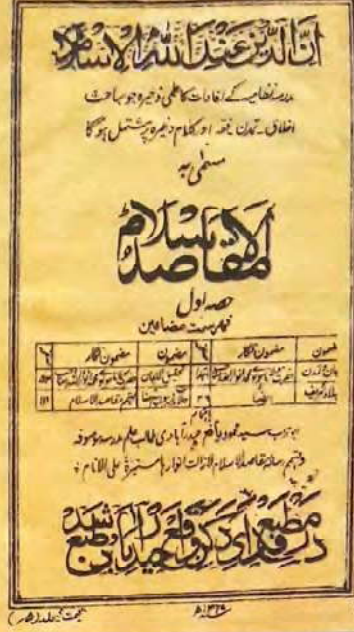
نام تصنیف :

مقاصد الاسلام

حصہ دوم

زبان: اردو

موضوع: عقل، درایت، معجزات

سنہ اشاعت 1331 ہجری

صفحات: 208
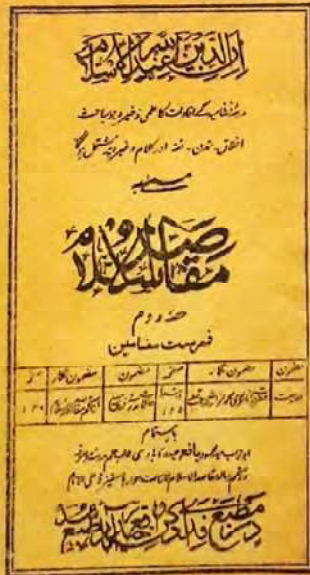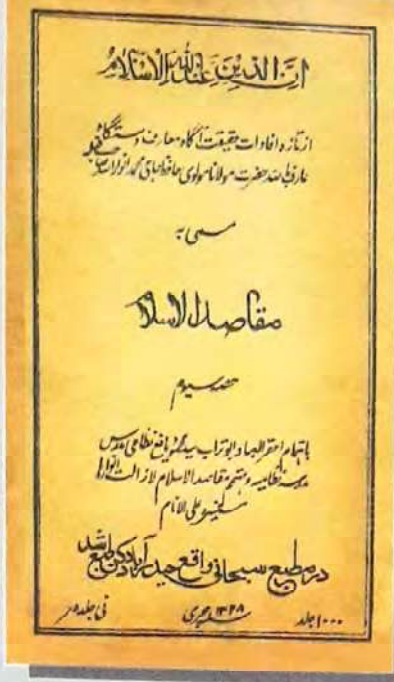
نام تصنیف :
مقاصد الاسلام
حصہ سوم
زبان: اردو
موضوع: اسلامی روحانی نظام
جدید فلسفہ اور حکمت کی روشنی میں
سنہ اشاعت 1328 ہجری
صفحات: 126
نام تصنیف :
مقاصد الاسلام
حصہ چھارم
زبان: اردو
موضوع: درس نظامی، فضیلت حج،
فضائل علم وعلماء، استحقاق خلافت
سنہ اشاعت 1338 ہجری
صفحات: 120

نام تصنیف :
مقاصد الاسلام
حصہ پنجم
زبان: اردو
موضوع : حقیقت تصوف و خلافت، فضائل اہل بیت و خلفائے راشدین،
سنہ اشاعت 1337 ہجری
صفحات: 249
مقاصد الاسلام
نام تصنیف :
مقاصد الاسلام
حصہ ششم
زبان: اردو
موضوع: عظمت سادات کرام، شہادت حضرت عثمان غنی رض، حقیقت شیعہ و خارجیت
سنہ اشاعت 1332 ہجری
صفحات: 299
حصہ ششم
مقاصد الاسلام
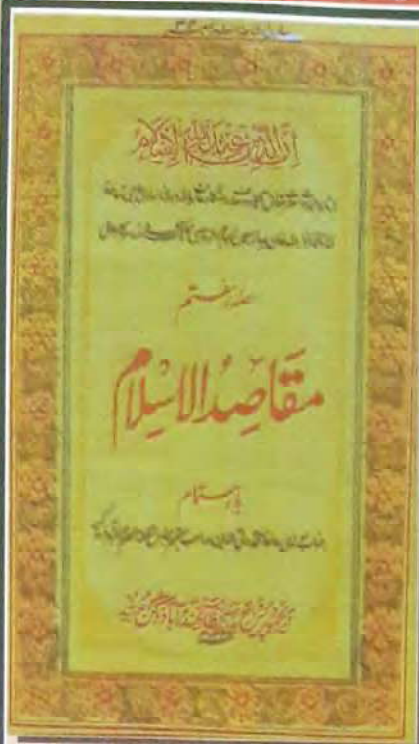
تصنیف
مقاصدالاسلام "حصہ ہفتم"
موضوع
اسلام اور ڈاکٹری، تخلیق انسان
جدید سائنس کی روشنی میں
ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کا رد
سنہ طباعت 1332 ہجری
صفحات (184)
مقاصد الاسلام
تصنیف
مقاصدالاسلام "حصہ ہشتم"
موضوع تفسیر سورۂ ناس
اللہ ورسول سے کامل محبت
کے فیوض وبرکات
اصلاح معاشرہ،
عظمت وتصرف اولیاء اللہ
صفحات (253)
سنہ طباعت: 1334 ہجری
ان الدین عند اللہ الاسلام
حصہ ہشتم
مقاصد الاسلام
باہتمام
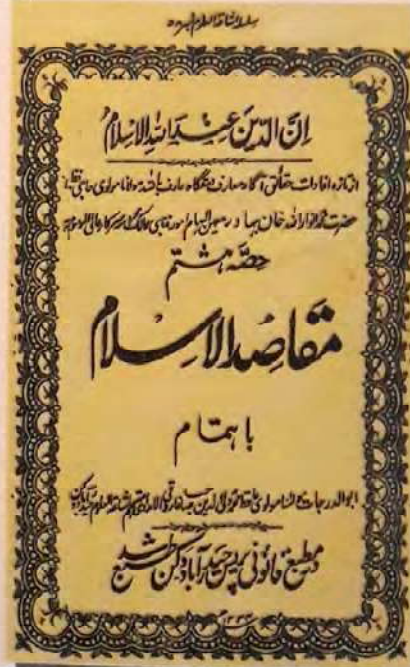
نام تصنیف :
مقاصد الاسلام
حصہ نہم
زبان: اردو
موضوع: معجزات، تصرفات، اختیارات، تبرکات نبوی، عطائے خداوندی، تائید اہل سنت والجماعت، رد مذاہب باطلہ
سنہ اشاعت ہجری
صفحات: 307
مقاصد الاسلام
نام تصنیف
مقاصد الاسلام
حصہ دھم
زبان: اردو
موضوع: حالات و آداب صحابہ کرام، اطاعت رسول ﷺ، حقیقت بیعت، ندائے یا محمد ﷺ، سیرت النبی ﷺ
سنہ اشاعت ہجری
صفحات: 168
مقاصد الاسلام
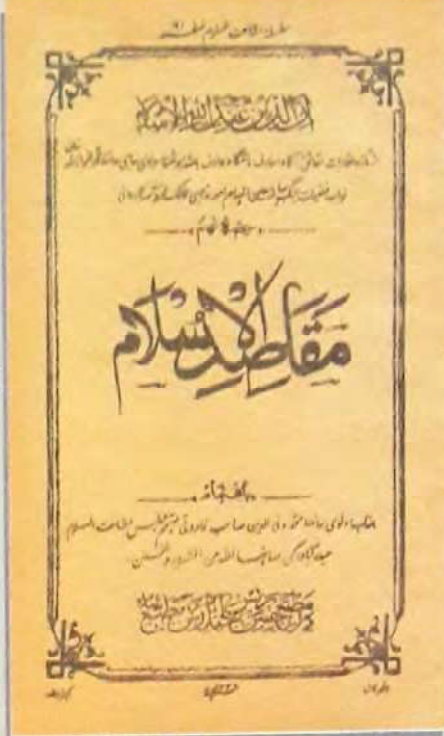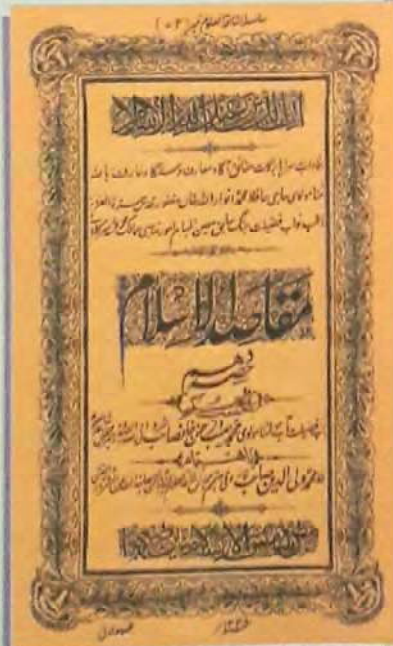
نام تصنیف :
مقاصد الاسلام
حصہ یاز دھم
زبان: اردو
موضوع: عظمت رسول کریم بہ آیات قرآن حکیم، مراسم عید میلاد النبی ﷺ، فرق محبّ و غیر محبّ، علم طب، تشریح، اساریر، اکتاف، قیافہ، ریافہ، اختلاج، تجربات حضرت شیخ الاسلام
سنہ اشاعت 1339 ہجری
صفحات: 307
مقاصد الاسلام
حصۂ یازدہم
نام تصنیف :
انوار اللہ الودود
فی مسئلۃ وحدۃ الوجود
زبان: اردو
موضوع: مسئلہ وحدت الوجود کے عقلی دلائل، اعیان ثابتہ، وجود وعدم،
سنہ اشاعت 1365 ہجری
صفحات: 6
اللہ نور السموات والارض
انوار اللہ الودود
فی
مسئلۃ وحدۃ الوجود
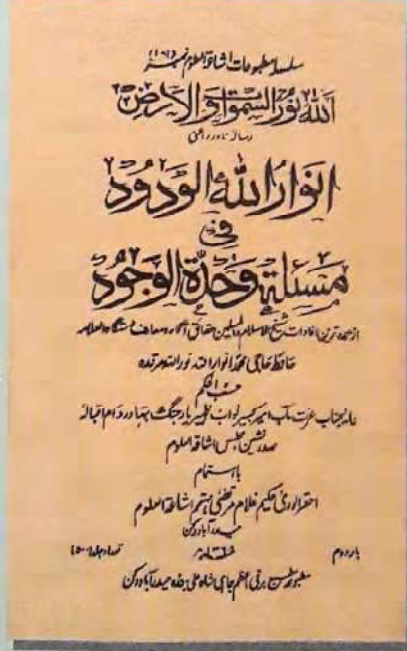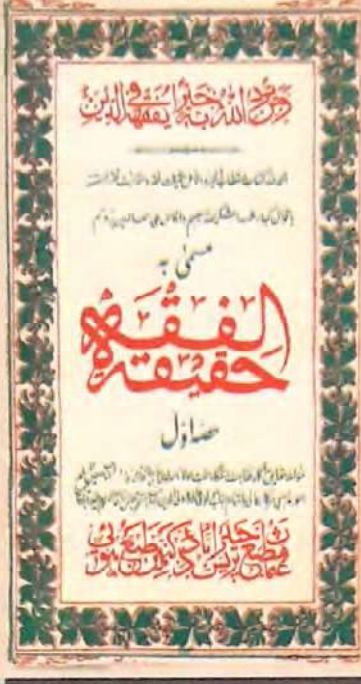
نام تصنیف :
حقیقۃ الفقہ
حصہ اول
زبان: اردو
موضوع: فقہ، تدوین فقہ،
فضیلت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
سنہ اشاعت 1327 ہجری
صفحات 403
نام تصنیف :
حقیقۃ الفقہ
حصہ دوم
زبان: اردو
موضوع: فقہ، تدوین فقہ،
فضیلت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
سنہ اشاعت 1327 ہجری
صفحات 246
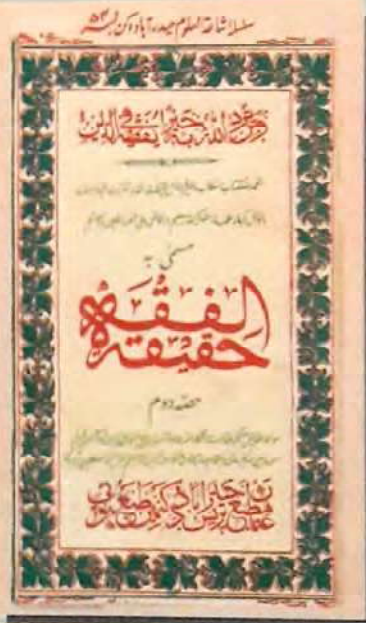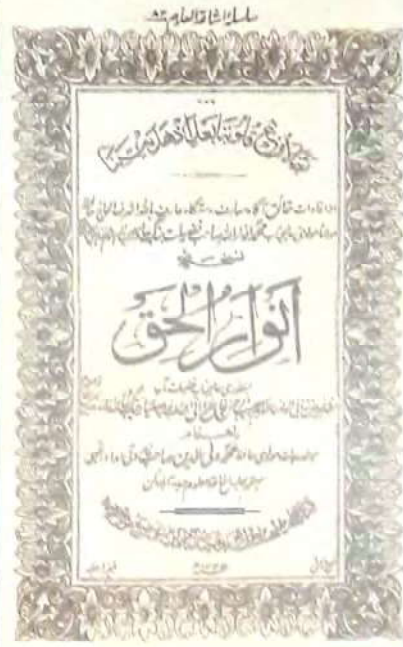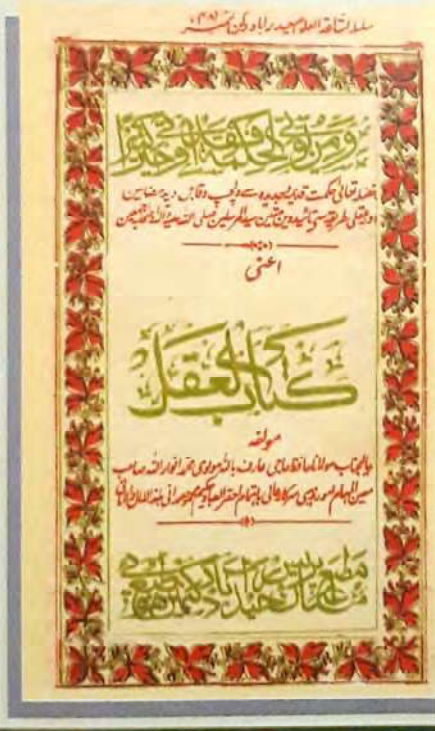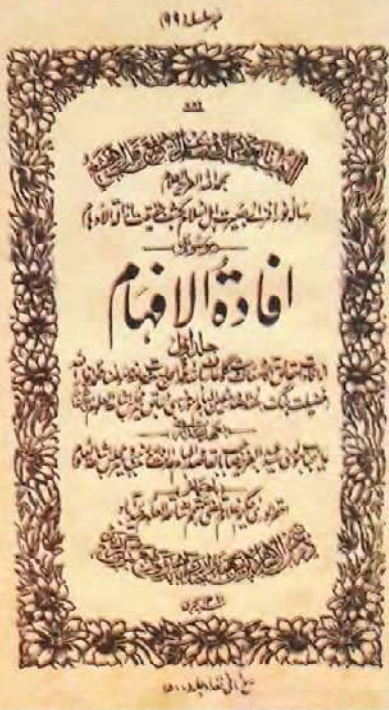
نام تصنیف :
افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوہام
حصہ اول
زبان: اردو
موضوع: رد قادیانیت
سنہ اشاعت 1322 ہجری
صفحات 472
افادۃ الافہام
نام تصنیف :
افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوہام
حصہ دوم
زبان: اردو
موضوع: رد قادیانیت
سنہ اشاعت 1322 ہجری
صفحات 263
حصہ دوم

www.ataunnabi.blogspot.com
نام تصنیف :
رسالۂ خلق افعال
زبان: اردو
موضوع: اللہ تعالیٰ ہی فاعل حقیقی، سزا و جزاء کے دلائل، رد توہمات، اعتراضات، فرقہ معتزلہ وقدریہ،
سنہ اشاعت ہجری
صفحات: 20
رسالۂ خلق افعال
باہتمام
نام تصنیف :
مسئلة الربوا
زبان: اردو
موضوع: بینک انٹرسٹ، بینک سے حاصل ہونے والی زائد رقم، (تعریفات) دارالاسلام، دارالحرب، مسلم، حربی،
سنہ اشاعت 1341 ہجری
صفحات: 27
یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات
مسئلة الربوا
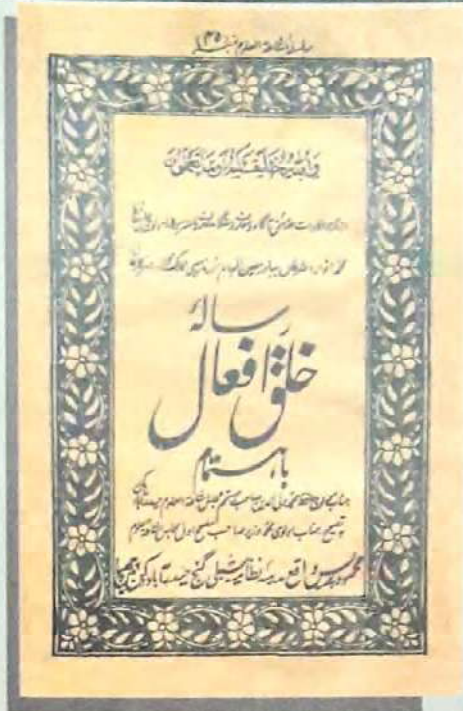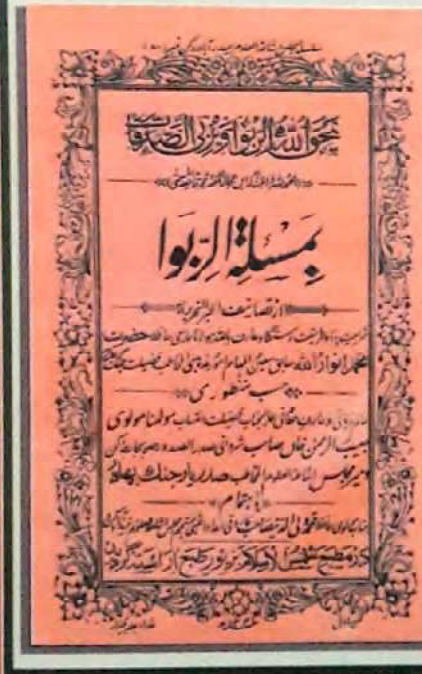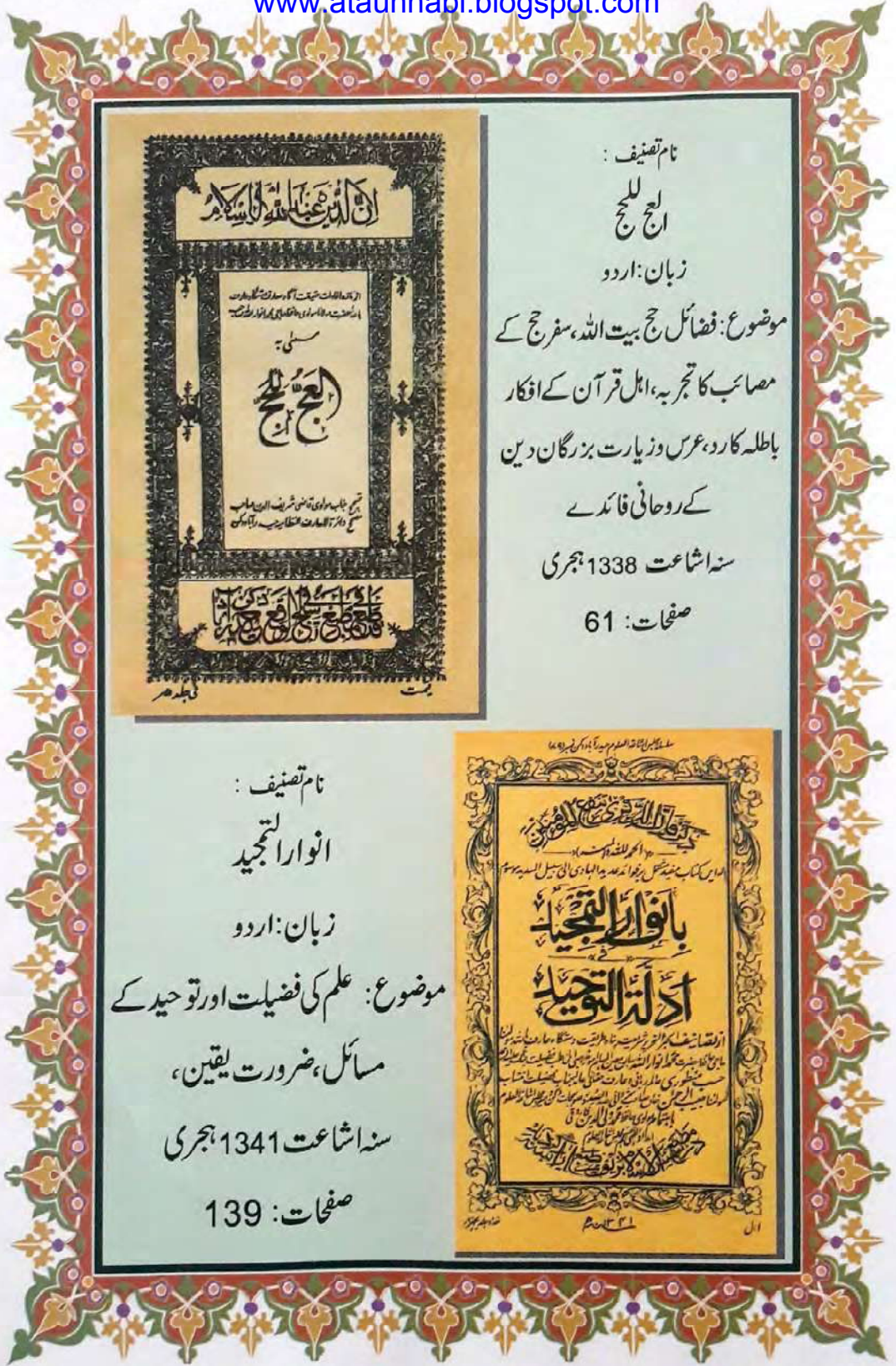
نام تصنیف :
العج للحج
زبان: اردو
موضوع: فضائل حج بیت اللہ، سفر حج کے مصائب کا تجربہ، اہل قرآن کے افکار باطلہ کا رد، عرس وزیارت بزرگان دین کے روحانی فائدے
سنہ اشاعت 1338 ہجری
صفحات: 61
نام تصنیف :
انوار التمجید
زبان: اردو
موضوع: علم کی فضیلت اور توحید کے مسائل، ضرورت یقین،
سنہ اشاعت 1341 ہجری
صفحات: 139

نام تصنیف :

شمیم الانوار

زبان:اردو اور فارسی

موضوع: مجموعہ کلام،نعتیہ کلام،صوفیانہ غزلیات،مثنوی

سنہ اشاعت 1336 ہجری

صفحات:34
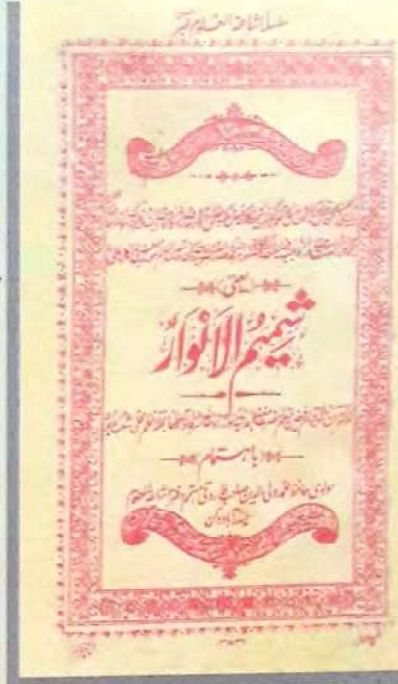
نام تصنیف :

خدا کی قدرت

زبان:اردو

موضوع: تشریح اشعار مولانا خرم ودلائل مذہب حقہ اہل سنت و جماعت

سنہ اشاعت 13 ہجری

صفحات:16
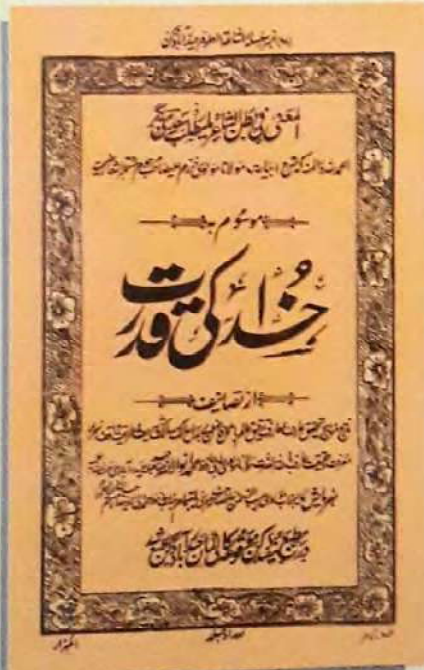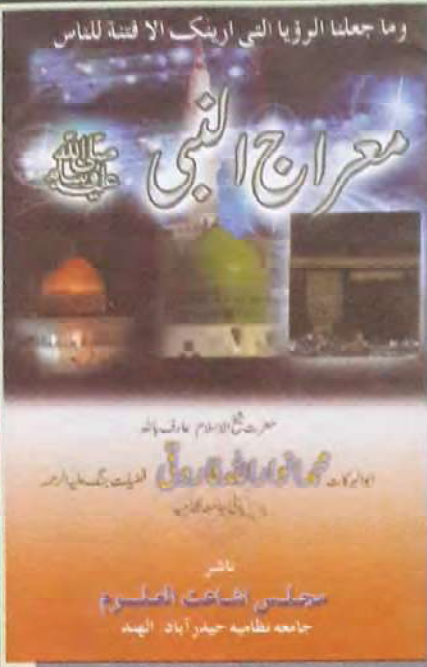
وما جعلنا الرؤيا التی اریناک الا فتنة للناس
معراج النبی ﷺ
ناشر
مجلس اشاعت العلوم
جامعہ نظامیہ حیدر آباد الهند
نام تصنیف :
معراج النبی ﷺ
زبان: اردو
موضوع: معراج جسمانی بحالت بیداری، مقامات انبیاء، رد مرزا غلام احمد قادیانی، اقتباس افادۃ الافہام
سنہ اشاعت 1422 ہجری
صفحات: 53
منظوم
مسدس انوار احمدی
پسند فرمودہ شیخ العرب والعجم
حضرت شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
نام تصنیف :
منظوم مسدس انوار احمدی
زبان: اردو
موضوع: میلاد پاک حبیب کبریا ﷺ معجزات و واقعات ولادت،
سنہ تحریر: 1304 ہجری
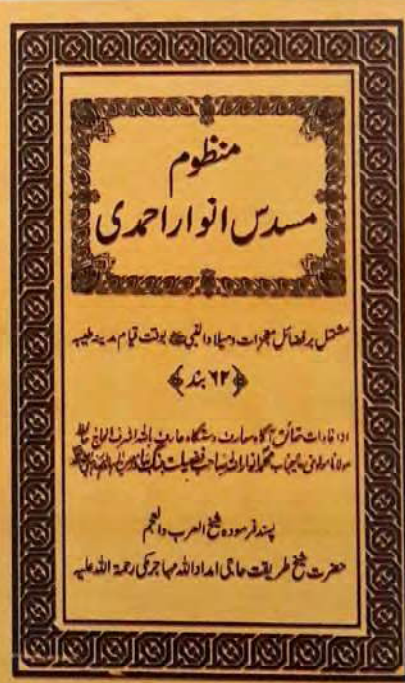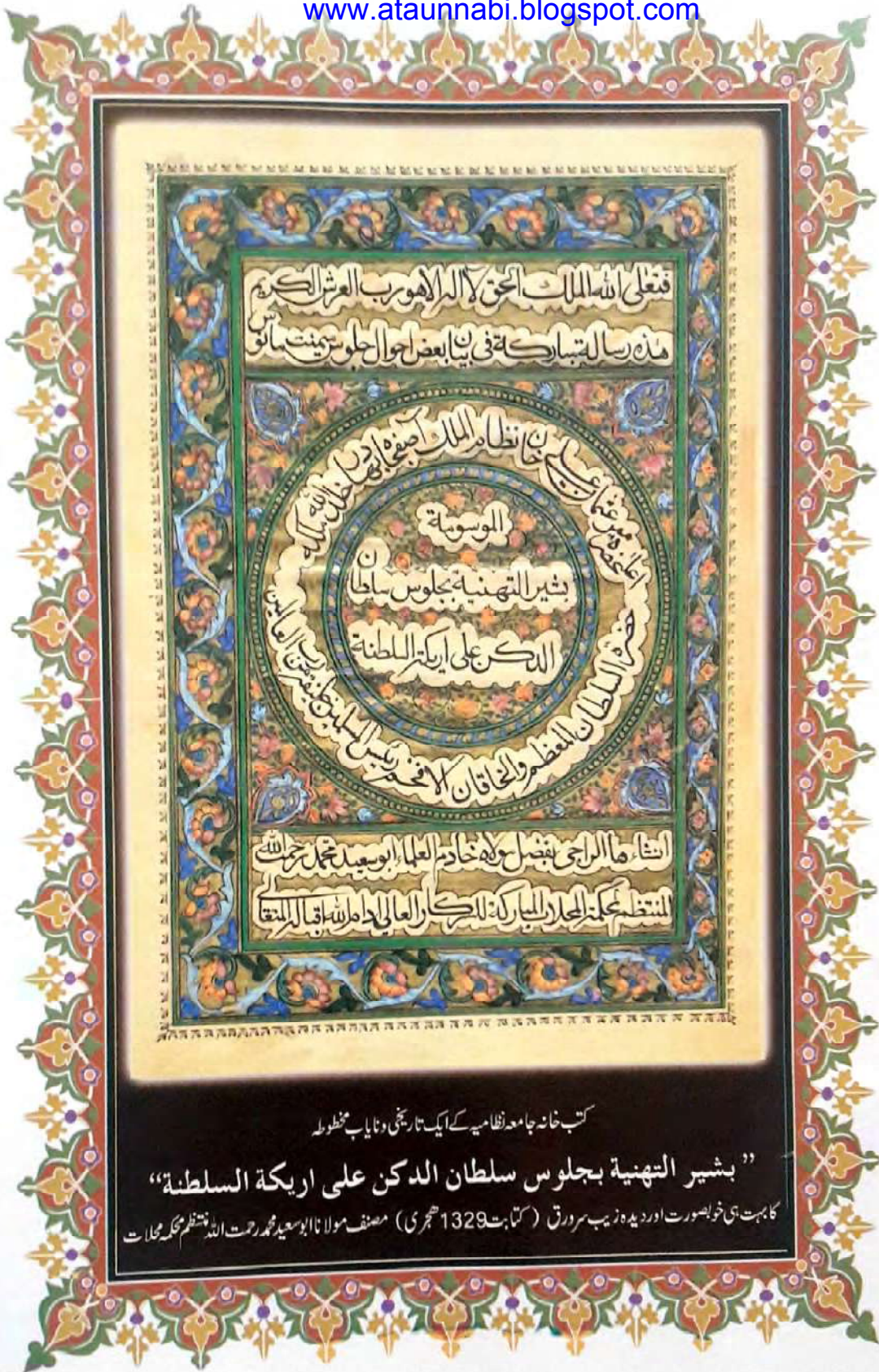
کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے ایک تاریخی ونایاب مخطوطہ

"بشير التهنية بجلوس سلطان الدكن على اريكة السلطنة"

کا بہت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب سرورق (کتابت 1329 ھجری) مصنف مولانا ابو سعید محمد رحمت اللہ منتظم محکمہ محلات

باب اول

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

شخصیت، خاندانی پس منظر

مقدمہ

بقلم : شاہ محمد فصیح الدین نظامی

دکن میں مسلمانوں کی آمد اس وقت ہوئی جب کہ بارہ سو چورانوے عیسوی (1294ء) میں سلطان جلال الدین خلجی کے بھتیجے اور داماد علاؤالدین خلجی نے فوج کا ایک دستہ لے کر وسطی ہند کے دشوار گزار جنگلوں اور بندھیا چل کی پہاڑیوں کو جن کے پار جانے کی ابھی تک کسی مسلمان سپہ سالار کو ہمت نہ ہوئی تھی، عبور کر کے دیوگری پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے یہاں کے راجہ رام دیو کو سلطنت دہلی کا باجگذار بنالیا لیکن مستقل قیام کا آغاز محمد تغلق کے عہد سے ہوا جب کہ اس نے 1322ء میں بیدر اور ورنگل کو بھی سلطنت اسلامی میں شامل کرلیا تھا اور اس کے بعد اپنے دارالحکومت کو دہلی سے دیوگری منتقل کر کے اس کا نام ''دولت آباد'' رکھا اور سنہ تیرہ سو سینتالیس عیسوی (1347ء) میں حسن گنگو بہمنی تخت نشین ہوا اور بہمنی خاندان نے حسن گنگو بہمنی سے کلیم اللہ بہمنی تک تقریباً دو سو برس تک بڑی شان اور دبدبے کے ساتھ دکن پر حکومت کی اور اس کے عہد میں اسلامی تہذیب کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا۔ اس طرح حسن گنگو بہمنی کے عہد میں دکن سیاسی، سماجی حیثیت سے ایک اہم مقام بن گیا اور اس کا پایہ تخت گلبرگہ ایک ثقافتی، تمدن وروحانی مرکز کی صورت اختیار کرگیا۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ جو دکن کے پہلے شاعر اور نثر نگار کہلائے۔

پندرہویں صدی کے آخر میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ پر مملکت دکن پانچ چھوٹی سلطنتوں برار میں عماد شاہی (1490ء تا 1574ء) احمد نگر میں نظام شاہی (1490ء تا 1633ء) بیدر میں برید شاہی (1487ء تا 1619ء) بیجاپور میں عادل شاہی (1490ء تا 1686ء) اور گولکنڈہ میں قطب شاہی (1518ء تا 1687ء) میں منقسم ہوگیا۔

1518ء میں سلطان قلی نے ''قطب شاہی'' حکومت کی داغ بیل ڈالنے کے بعد وجیانگر اور کھامٹے کے راجاؤں کا ملک فتح کر کے اپنے حدود سلطنت کو شمال میں دریائے گوداوری تک وسیع کردیا تھا اس کے بعد اس کا بیٹا جمشید قلی (950ھ م 1543ء تا 957ھ م 1550ء) 1543ء میں بادشاہ ہوا۔ 1550ء میں سبحان قلی پھر اسی سنہ میں ابراہیم قلی قطب شاہ (957ھ تا 1550ء تا 988ھ م 1580ء) تخت نشین ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا تیسرا بیٹا محمد قلی قطب شاہ (988ھ م 1580ء تا 1020ھ م 1611ء) اس کا جانشین ہوا۔ جس نے شہر حیدرآباد بسایا۔

1687ء م 1099ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر قبضہ کرنے کے بعد دکن کو سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا۔ ابوالحسن تانا شاہ کو قید کر کے پہلے بیدر پھر وہاں سے دولت آباد کے قلعہ میں نظر بند کیا گیا جہاں اس نے 1704ء م 1116ھ میں وفات پائی اور اس طرح قطب شاہی

سلطنت کا ٹمٹماتا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔

قطب شاہوں کے بعد آصف جاہوں کے عہد کا آغاز ہوا جس کے بانی نواب میر قمر الدین خاں نظام الملک آصف جاہ تھے ان کا نامور خاندان شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد میں ہے اور سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، خلیفہ اول سے ملتا ہے۔ ان کے جداعلیٰ خواجہ عابد، شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان آئے اور اورنگ زیب کے عہد میں ''چین قلیج خاں'' کے خطاب اور چار ہزاری منصب سے سرفراز ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد مغلیہ سلطنت کی ابتر حالت ہو رہی تھی۔ تخت دہلی کے لیے آپس میں خانہ جنگی برپا تھی۔ مغلیہ عہد کا دور اقتدار آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ سلطنت کے مختلف صوبہ دار خود مختار ہو گئے تھے۔ اسی طرح نظام الملک آصف جاہ اول نے بھی دکن میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ آصف جاہی سلطنت کا پرچم دکن پر دو سو برس تک لہراتا رہا۔ اس طویل عرصہ میں حسب ذیل سات آصف جاہی تاجداروں نے پوری آب و تاب سے دکن کو عالمی نقشہ میں ہر اعتبار سے ممتاز و نمایاں مقام کا مالک بنا دیا۔

سلاطین آصف جاہی

1۔ نواب میر قمر الدین علی خاں۔ آصف جاہ اول۔ پیدائش: 1661ء وفات 1748ء

2۔ نواب میر نظام علی خاں۔ آصف جاہ دوم۔ پیدائش: 1734ء وفات 1803ء

3۔ نواب میر اکبر علی خاں سکندر جاہ۔ آصف جاہ سوم۔ پیدائش: 1767ء وفات 1829ء

4۔ نواب میر فرخندہ علی خاں ناصر الدولہ۔ آصف جاہ چہارم۔ پیدائش: 1792ء وفات 1857ء

5۔ نواب میر تہنیت علی خاں افضل الدولہ۔ آصف جاہ پنجم۔ پیدائش: 1827ء وفات 1869ء

6۔ نواب میر محبوب علی خاں غفران مکاں۔ آصف جاہ ششم۔ پیدائش: 1867ء وفات 1911ء

7۔ نواب میر عثمان علی خاں اعلیٰ حضرت۔ آصف جاہ ہفتم۔ پیدائش: 1886ء وفات 1967ء

حیدرآباد فرخندہ بنیاد

آصف جاہوں نے اپنے دو سو سالہ عہد سلطنت میں حیدرآباد کو دار الخلافہ بنایا اس لیے کہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد اسلامی تہذیب و ثقافت کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کے ثقافتی نظام اقدار سے ہندوستان کی تاریخ میں شاید پہلی بار اسلامی تہذیبی وحدت کا ظہور ہوا۔ پاکیزہ ماحول، پسندیدہ اخلاق و آداب شہر کی خصوصیات رہی ہیں۔ گفتگو اور برتاؤ میں ایک خاص موزونیت اور دلکشی بھی یہاں پائی جاتی ہے۔ افتتاح کے وقت اس شہر کو 'فرخندہ بنیاد'' کا لقب دیا گیا تھا اس سے 1692ء کا سال نکلتا ہے۔ جہاں تک جغرافیائی وحدت کا تعلق ہے یہ شہر پہاڑوں، دریاؤں سے گھرا ہوا ہے اور سب سے الگ ہے۔ یہاں آرام و آسائش کے قدرتی وسائل موجود تھے اور بظاہر اس کو کسی اقتصادی یا مالی احتیاج کی ضرورت نہیں تھی۔ یہاں شر ار نفس سے دھرتی کا

دل دھڑکتا ہے اور نوائے سحر سے آفتاب تازہ کی نمود ہوتی ہے۔ چار مینار دکن کے ایک شوریدہ سر عاشق کی محبت کی نشانی ہے جس کے افسانے آج تک موسی ندی کی موجوں کو یاد ہیں۔

مشہور مورخ فرشتہ (1623ء-1570ء) جس نے مغلوں کے بڑے بڑے شہر دیکھے ہوئے تھے کا کہنا ہے کہ سارے ہندوستان میں حیدرآباد جیسا شاندار اور دلنشین شہر نہیں ہے اس کے علاوہ سترہویں صدی کے کئی یوروپی سیاحوں کے بیانات بھی حیدرآباد کی شان وشوکت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان میں اطالوی، مانوچی (Manucci) ولندیزی سکورر (Schorer) انگریزی میتھوولڈ (Methwold) اور فرانسیسی تیورنیر (Tavernier) تیونو (Thevenot) برنیر (Bernier) قابل ذکر ہیں۔

تاریخ کی کتابوں کی چھان بین کے بعد اس بات پر زیادہ حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ شمالی ہند کے تقریباً تمام مورخوں نے دکن کے خطے کو یکسر نظر انداز کر دیا نہ وہاں کے صوفیہ کا ذکر ہے اور نہ ان کی بے لوث دینی خدمتوں کا، ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے بھی بندھیا چل کے جنوب میں جھانک کر دیکھنے کی زحمت ہی نہیں کی۔ دکن کی بارونق علم وعرفان سے معمور دلنشین دلآویز و دلکش تصویر جوش ملیح آبادی کے ان اشعار میں ملتی ہے۔

پہلے جس چیز کو دیکھا وہ فضا تیری تھی	پہلے جو کان میں آئی وہ صدا تیری تھی
جس نے گہوارے میں چوما وہ صبا تیری تھی	پالنا جس نے ہلایا وہ ہوا تیری تھی
خندۂ گل کی خبر تیری زبانی آئی	تیرے باغوں میں ہوا کھا کے جوانی آئی
ذرے الماس کے تیرے خس وخاشاک میں ہیں	ہڈیاں اپنے بزرگوں کی تیری خاک میں ہیں

بانی شہر حیدرآباد محمد قلی قطب شاہ اردو کا سب سے پہلا صاحب دیوان شاعر ہے۔ اس نے پچاس ہزار شعر کہے ہیں اور شاعری کی ہر صنف میں کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا تقریباً آدھا کلام غزل کی صنف میں ہے اور آدھا دوسری صنفوں یعنی قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، رباعی، تذکرہ، بانی شہر نے اپنی سرزمین کے لیے تڑپ کر دعا مانگی تھی۔

مناجات میرا تو سن یا سمیع	منجے خوش تو رکھ رات دن یا سمیع
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر	رکھیا جوں تو دریا میں من یا سمیع

شمس العلماء عزیز جنگ ولاؔ نے ہندوستان بھر کے اہل کمال کو دعوت عام دی کہ

حیدرآباد میں ہے قدرِ کمال	اہلِ ہندوستاں ادھر آؤ
ڈھونڈتے کس کو تم ہو اہلِ زباں	ہم ہیں اہلِ زباں ادھر آؤ
آج کل ہے دکن میں لطفِ سخن	شاعرِ خوش بیاں اِدھر آؤ

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ بے ساختہ کہہ اٹھے۔

جہاں فرد اپنی جگہ انجمن ہے	جہاں پر کلی اک مہکتا چمن ہے
جہاں کی زمیں رشکِ چرخِ کہن ہے	جہاں شوخیاں ہیں ادا ہے پھبن ہے
جہاں سادگی میں بھی اک بانکپن ہے	جہاں رقص فرما ہوا موجزن ہے
جہاں شعریت ہے جہاں قدرِ فن ہے	جہاں علم و فن کے لیے اک لگن ہے
جہاں حیرت و زور کا بھی وطن ہے	جہاں انجمن واقعی انجمن ہے
جو سچ پوچھتے ہو سحرؔ تو وہ خطہ	دکن ہے دکن ہے، دکن ہے دکن ہے

چنانچہ یہاں شاہ نصیرؔ دہلوی، داغؔ دہلوی آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ حسرتؔ، انیسؔ، دبیرؔ، امیر مینائیؔ آئے۔ ماہرؔ القادری، جوشؔ ملیح آبادی، ملا عبدالقادر بیدلؔ آئے۔ غلام آزاد بلگرامی، انور محمد آصفؔ، مرزا تقی علی خاں، عارف الدین عاجزؔ، چھمی نارائن شفیقؔ، شاہ تجلیؔ، ماہ لقا چنداؔ، میر اسد علی خاں تمناؔ، منت دہلوی، مرزا لطف علی دہلوی، شیر خاں ایماںؔ، میر عالمؔ، ذوالفقار علی صفاؔ لکھنوی، شیخ حفیظؔ دہلوی، میر حسنؔ علی خاں، میر خیر الدین فائقؔ، مرزا عبدالباقی وفاؔ، نادر علی برترؔ، عبدالحلیم شررؔ، حالیؔ، شبلی نعمانیؔ، ظفر علی خاں شعلہؔ دہلوی، مسعود علی محویؔ، مولانا عبداللہ العمادی، ہوشؔ بلگرامی، امیر خاں کوکبؔ، حسنین زیباؔ، فصاحت جنگ جلیلؔ مانک پوری، جلال الدین توفیقؔ بھی آئے۔

حیدرآباد فطرتاً وسیع القلب رہا، اس نے ہمیشہ باہر سے آنے والوں کی مہمانداری کی۔ بقول صفیؔ اورنگ آبادی

آسودہ حال تم نے صفیؔ کو سمجھ لیا
اے اہلِ شہر کوئی پرایا نہیں ہوں میں

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"اس وقت جب ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا آفتاب ڈوب رہا تھا اس نظام شمسی سے ایک ستارہ ٹوٹ کر ایک اور نظام شمسی بجائے خود بن گیا۔ اس کا نام نظام الملک آصف جاہ اول ہے۔.................. حیدرآباد دکن کا رقبۂ حکومت محدود ہے مگر سچ یہ ہے کہ اس کے انوار کرم کی تابانی سے ملک ہند کا ذرہ ذرہ روشن ہے۔ وہ اپنی تاریخی روایات کی بناء پر سلطنت مغلیہ کی یادگار اور ہندوستان کی امیدوں کا چراغ ہے جس میں امن وامان، عدل وانصاف اور ہندو مسلمان کی باہمی یکجہتی آنکھوں کے سامنے گذرتی ہے"۔

دائرۃ المعارف کے روشن و علمی کارناموں پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

"حیدرآباد کی علمی کاوشوں کا تیسرا میدان دائرۃ المعارف ہے جہاں سے قدیم مشرقی کتابیں چھپ کر شائع ہوتی ہیں...... اس کے ذریعہ سے بہت سی قدیم اور نادر کتابیں چھپ کر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچی اور جنھوں نے نسیم بہار بن کر حیدرآباد کی علم دوستی کی

خوشبو چار دانگ علم میں پھیلا دی"۔

(حیدرآباد ماضی کے جھروکوں میں ص ۲۰، ۲۱، مرتبہ۔ خواجہ معین الدین مدنی، عائشہ آفسیٹ پرنٹرس حیدرآباد۔ ۲۰۰۵ء)

آصف جاہ سابع کے روشن ودرخشاں کارناموں کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر سید یوسف الدین رقمطراز ہیں۔

"ان کا ابر کرم سرسید کے علیگڑھ پر برسا تو دوسری طرف پنڈت موہن مالویہ کی بنارس یونیورسٹی، ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے شانتی نکیتن، پونا کے بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور بیرون ہند، لندن یونیورسٹی میں اردو کی پروفیسری کا قیام، بغداد، نجف اشرف، کربلائے معلی، بیت المقدس، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ غرض ہر جگہ کے علمی ادارے اس دربار آصفی سے فیضیاب ہوئے تھے"

(اقبال یار جنگ ص ۹، نواب سید تاج الدین، ناشر ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد۔ 1970ء)

ملکی فتوحات، علمی ادبی اور روحانی فتوحات کے بغیر گہرا اور پائیدار اثر نہیں چھوڑتی ہیں۔ چنانچہ تاریخ کا یہ راز ہندوستانی مسلمانوں پر اپنی پوری حقیقت کے ساتھ منکشف ہو چکا ہے کہ محمود غزنوی کے ساتھ البیرونی تلاش وتحقیق کے لعل وجوہر کے انبار لگا رہا تھا۔

شہاب الدین غوری کے ساتھ حضرت شیخ خواجہ معین الدین چشتی عرفان ودرد محبت کو عام کر رہے تھے۔

شمس الدین التمش کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی سلطنت قائم تھی۔

خلجیوں کا دربار حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے دربار کے سامنے ماند تھا۔

تیموری بادشاہوں میں ہمایوں حضرت شاہ غوث گوالیاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حلقہ اثر میں تھا۔

اکبر کو حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے جو عقیدت تھی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

جہانگیر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا عقیدت مند تھا۔

شاہجہاں بچپن ہی سے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھا۔

عالمگیر نے سلوک ومعرفت کی تعلیم حضرت مجددؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پائی تھی۔

دکن میں آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں، آصف جاہ ہفتم نواب میر عثمان علی خاں، اعظم جاہ بہادر، معظم جاہ بہادر نے شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خان بہادر سے اکتساب فیض علم کیا تھا۔

علماء ومشائخ سلطنتوں کے معمار تھے ان کی درویشی میں شاہی اور قلندری میں شان سکندری تھی۔

فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ کا شمار ایسی ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے علم وفضل، اخلاص واختصاص سے جنوبی ہند کے علاقہ کو تاریخ عالم میں جاوداں بنادیا، آپ کابل (افغانستان) کی معزز ترین ہستی حضرت شیخ شہاب الدین علی المعروف بہ فرخ شاہ کابلی الفاروقیؒ کے خاندان کے چشم وچراغ تھے، تجدید واحیاء دین کا آفتاب جہاں نصف النہار پر تھا اور مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (1564ء، 1624ء) شیخ کبیر بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ (1265ء) جیسے اکابرین اس گھرانے نے دنیا کو عطاء کئے تھے جن کے فیوضات علمی وعملی وخاندانی کا سرچشمہ، خلیفۂ دوم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وارضاہ عنا کی ذات گرامی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام نے (4 ربیع الثانی 1264ھ) حضرت ابومحمد شجاع الدین فاروقیؒ کے خانوادے میں بمقام ناندیڑ آنکھیں کھولیں۔ حضرت یتیم شاہ مجذوبؒ کی بشارت اور مادر مہربان کے قبل ولادت خواب میں رویت النبی الخاتم ﷺ بصورتِ تلاوتِ کلام مبین کی تعبیر جمیل، جلیل القدر اساتذہ فضل وکمال اور شیوخ سلوک وتصوف کی صحبتِ بافیض کے اثر سے ایک صاحب بصیرت عالم، باخبر مصلح، اور وسیع النظر مصنف میں ڈھل گئی، ایک طرف علم ومعرفت کا حسین سنگم '' جامعہ نظامیہ '' آپ کی اشاعتِ علوم نبوت کا علمی نشان بن گیا تو دوسری طرف '' کتب خانہ آصفیہ '' (موجودہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے قیام میں کلیدی وبنیادی رول اور تیسری طرف بین الاقوام والملل تحقیقی وثقافتی مذاق کو فروغ دینے والی اکیڈمی '' دائرۃ المعارف العثمانیہ '' کی تاسیس آپ کے کتابی ذوق کی پہچان اور تحقیقی کردار کو اجاگر کرتا ہے، تو چوتھی طرف مروجہ بے جا رسومات وخرافات کا انسداد، اصلاحِ نفس واصلاح معاشرہ اور دینی تعلیم کو عام کرنے مصلحانہ جدوجہد اور داعیانہ کوشش وسعی نے آپ کو مصلحین امت کی صف میں شامل کر کے صاحبِ کار نہیں بلکہ صاحب کارنامہ بنادیا ہے۔

ذرا دیکھو انورؔ کہ انوارِ غیبی
نہاں کسقدر ہیں عیاں کیسے کیسے

حضرت شیخ الاسلام کی ذات والاصفات کے خورشید نصف النہار کی ضیاء پاشیوں سے علم وعرفان کا گوشہ گوشہ اس ندر بقعۂ نور بنا ہوا ہے کہ ہر ذرے سے پھوٹنے والی ایک اک شعاع آسمانِ علم وحکمت اور فلکِ قلب ونظر کے مہر عالمتاب کے لئے باعثِ رشک بنی ہوئی ہے۔ آپ کی شخصیت اس قدر ہمہ گیر، ہمہ جہت، ہمہ رنگ، ہمہ نوع ہے کہ اس طوطیٔ ہزار داستان کا احاطہ کرنا بس کی بات نہیں۔ آپ کی شخصیت وعلمیت پر اگر ایک رُوائۂ نگاہ ڈالیں تو وہ ہمیں علوم دینیہ کے بحرِ ذخار کے ایسے تیز نظر غواص نظر آتے ہیں جن کی ژرف نگاہی سے عمیق گہرائیوں میں بھی در شہوار پوشیدہ نہیں۔ کمال محنت، مہارت، عشق ومستی، بلند نگاہی، عزمِ صمیم، ہمتِ مردانہ کے تابدار موتی اس تاجدارِ علم وفضل کی دستارِ فضیلت میں اس طرح جگمگ جگمگ کرتے ہیں کہ آسمان کے ستارے بھی ان کی چمک کے آگے ماند پڑ جاتے ہیں۔ علوم وفنون کے جواہر انہوں نے علامہ عبداللہ یمنیؒ، علامہ فیاض الدین اورنگ آبادیؒ، حضرت عبدالحلیم فرنگی محلیؒ، حضرت عبدالحئی فرنگی محلیؒ، شیخ العرب والعجم حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت قاضی ابومحمد شجاع الدین الفاروقیؒ (تلمیذ حضرت کرامت علی دہلویؒ) جیسے اربابِ علم وفضل سے حاصل کئے اور اپنی فطری ذہانت، طبعی فطانت، خداداد صلاحیت سے ان کو اس انداز سے تراشا کہ ان کی رخشندگی وتابندگی سے سمک تا فلک روشن ہو گئے۔

''حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت و علمیت میں ایسے کامل اور ان کی حیات کا ہر جز اس درجہ وسیع و بسیط ہے کہ دیکھنے والے کی فکر و نظر اس کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ تصنیف و تالیف، تذکیر و تفکیر، ترتیب و تنظیم، تدریس و تفہیم، تصحیح و تعلیق، تحقیق و تنقید، تحریر و تقریر، تشکیل و تسہیل، تحکیم و تقویم، ترویج و تجویز، ترغیب و ترہیب، تجدید و تردید، تعمیر و تسخیر، تسبیح و تہلیل، تصویب و تجویب، تعبیر و تاثیر ہر پہلو و ہر زاویہ انہوں نے اپنے نقوش ثبت کئے۔ وہ عالم جید بھی ہیں مفتی نکتہ رس بھی، وہ مفسر بلند نظر بھی ہیں اور محدث متبحر بھی، وہ میدان شریعت کے شہسوار بھی، اور میدانِ طریقت کے راہبر بھی، وہ مجدد بھی ہیں اور مصلح بھی، وہ فصیح البیان بھی اور بلیغ اللسان بھی، وہ قادر الکلام شاعر بھی ہیں، اور ''شمیم الانوار'' کے تخلیق کار بھی، وہ عاشق صادق بھی ہیں اور محب بے مثال بھی، وہ مخلص بھی ہیں اور متخصص بھی، وہ محسنِ علم و ادب بھی ہیں وہ معمار شعر و ادب بھی ہیں، وہ حمدِ خدا میں رطب اللسان بھی وہ مداحِ حبیب رحمٰن بھی، وہ امیر سالکاں بھی ہیں، اور سفیر عارفاں بھی، وہ علوم دیں کے بحر بیکراں بھی ہیں اور مقامِ فقہ میں عرش آستاں بھی، وہ بہارِ گلشن عرفانیاں بھی ہیں اور نگارِ محفلِ دانشوراں بھی، وہ عالمِ علمِ بیان بھی، اور شاعرِ معجز بیان بھی الغرض قدرت نے ان کی ذاتِ بابرکت کو دریائے فیض کے مانند بنادیا ہے جسکی موجوں کی روانی کے سامنے اہلِ طلب کی بھیڑ ہے۔ عربی کے شہرہ آفاق شاعر ابوتمام کا یہ شعر آپ پر بہ تمام صادق آتا ہے''۔

هُوَالْبَحْرُ مِنْ أَيِّ النَّوَاحِيْ أَتَيْتَهُ
فَلُجَّتُهُ الْمَعْرُوْفُ وَالْعِلْمُ سَاحِلُهُ

حضرت شیخ الاسلام، علم و فضل، حلم و انکساری، فراست و تدبر، جیسے جواہر حیات سے مزین ہونے کی وجہ عوام اور سلطنت آصفیہ کے آخری تاجدار نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دونوں کے ہاں مقبول اور ممتاز مقام کے حامل تھے چنانچہ آصف سادس اور آصف سادس بوجہ رشتہ تلمذ کے نہ صرف قدرداں و مداح تھے بلکہ اصولِ سلطنت، تدبیرِ مملکت، نظم و نسق عامہ، اصلاح معاشرہ کی تدابیر، محکمہ امور مذہبی کی تنظیم جدید، شرعی قوانین و احکام کے نفاذ ہر موقع پر آپ سے مشاورت اور اس پر عمل آوری کیلئے دل و جان سے سعی کرتے۔ چنانچہ آصف سابع فارسی کلام میں اپنے استاذ کے بارے میں فرماتے ہیں

با ادب سر رانگوں کردہ بہ پیش عالمے
از علومِ دیں نگر ما استفادہ کردہ ایم
(عثمانؔ)

مستقبل کے مورخ آصفجاہوں کی عظمت و شہرت کے اسباب دریافت کرنا چاہیں گے کہ اس دور میں علوم و فنون بالخصوص اردو ادب کو اتنا اعلیٰ مقام اور اردو کی اولین یونیورسٹی ''جامعہ عثمانیہ'' کو اتنا امتیاز کسطرح حاصل ہوگیا تھا، اس کا جواب خانوادہ آصفی کے ایک فرد جناب میر احمد علی خاں یوں دیں گے کہ

''اس کا سبب حضرت سلطان العلوم کا ذاتی علمی و ادبی ذوق تھا تخت نشینی سے پہلے ہی آپ کی تعلیم تکمیل کو پہنچ چکی تھی اور علم و ادب کا

صحیح مذاق پیدا ہو چکا تھا آپ کے استاذ مولوی انوار اللہ خاں بہادر نواب فضیلت جنگ مرحوم نہ صرف ایک زبردست عالم تھے بلکہ اعلی درجہ کے انشاء پرداز بھی تھے انہوں نے متعدد موضوعوں پر اردو کتابیں لکھی جو اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتابیں سمجھی جاتی ہیں"۔

(عہد عثمانی میں اردو خدمات' ص ۱۴۰ ر میر احمد الدین علی خاں)

برصغیر کے عظیم مصلح و مجدد

پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر رقمطراز ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین پر مسلم معاشرہ کی اصلاح کیلئے رشد و ہدایت؛ تصنیف وتالیف کی شمعیں فروزاں کرنے میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث صوفی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز مقام کے حامل ہیں انہوں نے گرچہ کبھی بھی مجدد ہونے کا دعوی نہیں فرمایا لیکن تجدید واصلاح کا پورا سامان مہیا فرما دیا تھا۔ قوم کی اخلاقی، معاشرتی، ملی، سماجی، روحانی قباحتوں کو انہوں نے بے نقاب کرنے کتابیں تصنیف کیں اور ملک میں قرآن فہمی و درس حدیث نبوی کے شیریں چشمے جاری فرما دیئے، پھران کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث صوفیؒ نے اس کاروان کو آگے بڑھایا۔ ان دونوں شخصیتوں کے بعد جس جامعیت سے اسلامی تہذیب وثقافت اور علوم وفنون کے بیش قیمت سرمایہ کا تحفظ وفروغ اور زندگی کے ہر شعبہ میں قوم وملت کی رہنمائی کیلئے جو شخصیت ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگؒ بانی جامعہ نظامیہ کی عبقری شخصیت ہے۔ جس نے اپنی ساری زندگی قومی خدمات کے لئے وقف کردی ویسے اس دور میں مجددانہ اور مجاہدانہ کردار پیش کرنے اور مسلمانوں کی دینی ملکی رہنمائی کیلئے مذہبی دانشور اور مفکر علماء ومشائخ سامنے آئے جن میں بطور خاص مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ نامور ہوئے لیکن سرزمین دکن پر جہاں قطب شاہی، عادل شاہی سلطنتوں کے تعیشات کو جاگیردارانہ نظام میں پروان چڑھنے کا موقع ملا تھا حضرت شیخ الاسلام کے تجدیدی واصلاحی کارناموں سے قوم وملت کو سہارا ملا آپ کی رہنمائی میں آصف سابع نے علم دوستی، علم پروری، رعایا کی فلاح وبہبودی کے وہ رفاہی کارنامے انجام دیئے جسکی وجہ سے دکن کے علاقے کو پورے برصغیر میں ایک اعلی اور نمایاں مقام حاصل ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام، معاشرہ اور ملک وملت کو اسلامی نصب العین انسانیت، اخلاص ومروت ورواداری، وابستگی وپاسداری، اور اسلام کے فلسفہ امن وسلامتی، بقاء باہم جیسے نکات پر عمل آوری کیلئے زندگی کی آخری سانس تک مسلسل جدوجہد میں مصروف رہے۔ جس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے چنانچہ تاریخ کے اس مشاہدہ کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ آج ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی دکن کی فضاؤں میں اس کے اثرات کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی مزاج، اخلاق وکردار، اخلاص فی المذہب کے نظارے دکن کی درسگاہوں اور خانقاہوں، علماء ومشائخ میں پائے جاتے ہیں شیخ الاسلام کی پرخلوص کوششوں کا نتیجہ ہے۔

مراکز علم وادب کا قیام وامداد

مراکز علوم دینیہ کے فروغ واشاعت کے لئے شیخ الاسلام کی زندگی وقف تھی جن میں سے بعض کو شیخ الاسلام نے قائم فرمایا اور بعض کے نام امداد منظور کروائی۔ حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدینؒ نے ان مدارس واداروں کی فہرست "مطلع الانوار" میں درج فرمائی ہے وہ یہاں پیش کی جاتی ہے،

۱۔ قیام مدرسہ معینہ عثمانیہ اجمیر شریف بہ اجرائی امداد ایک ہزار ماہانہ

۲۔ اضافہ امداد مدرسہ دارالعلوم چھ سو ماہانہ

۳۔ امداد مدرسہ کولھا پور دو سو ماہانہ

۴۔ قیام مدرسہ حفاظ خلد آباد شریف بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس

۵۔ قیام مدرسہ حفاظ مکہ مسجد بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس ماہانہ

۶۔ امداد مدرسہ بدایون ماہانہ ایک سو پچیس

۷۔ امداد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سو ماہوار

۸۔ امداد مدرسہ فتح پوری دہلی ماہانہ پچاس

۹۔ امداد انجمن ہدایت الاسلام اورنگ آباد ماہانہ پچاس

۱۰۔ امداد مدرسہ میواڑ اودے پور ایک سو پچیس

۱۱۔ امداد مدرسہ برار ماہوار و یکمشت برائے تعمیر مدرسہ

۱۲۔ قیام مدرسہ دینیہ مسجد چوک، حیدرآباد

۱۳۔ قیام مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک مرحوم حیدرآباد

۱۴۔ قیام مدرسہ دینیہ افضل گنج، حیدرآباد

۱۵۔ قیام مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدر شریف، کرناٹک

(نوٹ) جن مدارس کے ساتھ رقمیں درج نہیں ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔

اعزاز علماء و مشائخ

۱۶۔ مولوی عبداللطیف خان صاحب بھوپالی نے مختلف صنعتوں سے قرآن مجید کتابت کرائی تھی اور اس کو طبع کرانا چاہتے تھے جب مولانا نے اس کو دیکھا تو اس جدت کی داد دی اور خزانہ شاہی سے پچاس ماہوار تا حیات کا وظیفہ جاری کرایا اور تین ہزار کلدار برائے طباعت دلائے۔

۱۷۔ حکیم یعقوب خاں صاحب ساکن بمبئی نے ان علاقوں میں اشاعت اسلام کے خیال سے جہاں عموماً مرہٹی بولی جاتی ہے کلام مجید کو مرہٹی زبان میں ترجمہ کر کے پیش کیا۔ مولانا نے اس کے صلہ میں پچاس ماہوار کا وظیفہ تا حیات منظور کرایا اور پندرہ ہزار کلدار نقد طباعت کے لئے دلوائے۔

۱۸۔ متولی صاحب اجمیر شریف کے نام تین سو ماہانہ اور ایک ہزار نقد رخصتانہ

۱۹۔ خطیب صاحب جامع مسجد دہلی ماہانہ تین سو

۲۰۔ شیخ حمزہ خادم روضہ اطہر مدینہ طیبہ ماہانہ تین سو روپیہ

۲۱۔ ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب معالج خصوصی سمیات کے نام صرف خاص مبارک سے تین سو اور علاقہ دیوانی سے دو سو ساٹھ ماہانہ (صاحب موصوف ہر جانور اور ہر قسم کے زہر کا علاج کرتے ہیں، سابق میں ایسے مریض دوسرے مقامات پر جانے کے مصارف ومصائب برداشت کرتے تھے)

۲۲۔ حضرت مفتی اعظم علی صاحب شائق کے انتقال کے بعد ان کی ماہوار سرکار سے بند ہوگئی تھی، مولانا نے دوبارہ جاری فرما کر ان کے کمسن صاحبزادوں کی تعلیم کا انتظام کروادیا اور حیدرآباد کے دار الافتاء کو مٹنے سے بچالیا۔

۲۳۔ منتظم صاحب نقار خانہ اجمیر شریف ماہانہ پچھتر

۲۴۔ تفسیر روح الایمان کی طباعت کے لئے مولوی فتح الدین صاحب پنجابی کو دو ہزار کلدار۔

۲۵۔ مولوی محمد شاہ صاحب قمیصی کو حضرت رکن الدین تولہ گلبرگہ شریف کی درگاہ کا متولی مقرر کرکے معاش اجرا فرمایا۔ سابق میں درگاہ مذکور کا متولی نہیں تھا اس کے علاوہ ملک کے تقریباً چار سو علماء ومشائخین وغیرہ کو خزانہ شاہی سے ماہواریں کرائیں، حرمین شریفین و دیگر ممالک کے لوگ اس کے سوا ہیں۔

تحفظ مساجد ومزارات

۲۶۔ امداد برائے تعمیر مسجد آسٹریلیا چالیس ہزار

۲۷۔ امداد برائے تعمیر مسجد بصرہ، عراق

۲۸۔ نل اندازی بہ مساجد

۲۹۔ انتظامی برقی روشنی بہ مساجد

۳۰۔ انتظام فرش سنگ سیلو، شامیانہ برائے عیدگاہ اورنگ آباد

۳۱۔ تعمیر مسجد مٹھواڑہ، اس مسجد کی بناء میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ نزاع تھی، آپ نے اپنے تدبر سے رفع نزع کرکے اخراجات سرکاری سے مسجد کی تعمیر کروادی۔

۳۲۔ تعمیر مسجد مخدوم پورہ گلبرگہ شریف اس مسجد کی بناء میں اہل سنت وجماعت اور اہل حدیث کا اختلاف تھا آپ نے نہایت دانائی سے آپس میں صلح کرواکے اخراجات سرکاری سے مسجد بنوادی۔

۳۳۔ تعمیر نقار خانہ اجمیر شریف (راجستھان)

۳۴۔ تعمیر شاہ راہ قندھار (مہاراشٹرا)

۳۵۔ برائے خریدی جانماز دو ہزار سالانہ، ان مساجد میں جہاں مصلے نہ ہوں یا بوسیدہ ہو گئے ہوں جانمازوں کی خریدی کے لئے یہ رقم منظور کروائی سابق میں ایسا کوئی انتظام من جانب سرکار نہیں تھا۔

۳۶۔ جھالرہ اجمیر شریف کی صفائی، جھالرہ درگاہ شریف کے متصل ایک باؤلی ہے جس سے تمام آبادی سیراب ہوتی تھی، سوتے بند ہو جانے سے قلت آب کی تکلیف ہوگئی تھی آپ نے بہ مصارف سرکاری صاف کروادیا جس کی وجہ سے اجمیر شریف کی آبادی کو پانی کا بہت آرام ہوگیا۔

۳۷۔ تعمیر سرائے متصل درگاہ حضرت سعید الدین عرف حاجی سیاح سرور مخدومؒ واقع قندھار شریف (مہاراشٹرا)

۳۸۔ تقریباً چالیس سال سے مساجد کے لئے جدید ماہواروں کی اجرائی موتوف ہوگئی تھی اور یہ مد موازنہ سے خارج ہو گیا تھا، آپ نے بڑی کوششوں سے دس سال کے لئے سالانہ دو ہزار چار سو کی منظوری حاصل فرمائی۔

۳۹۔ پہلے مصارف سرکاری سے تین سو آدمی حج وزیارت جایا کرتے تھے آپ نے اور دوسو آدمی کا اضافہ کروادیا اوران کے مصارف کے لئے جیب خاص شاہی سے دس ہزار سالانہ منظور کروائے۔

۴۰۔ سڑکوں پر روشنی عموماًرات میں ساڑھے گیارہ بجے کے بعد گل ہو جاتی تھی آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ ایام متبرکہ میں روشنی تمام رات رہا کرے تا کہ ان لوگوں کو جو مجالس وعظ وغیرہ میں سے لوٹتے ہیں تکلیف نہ ہو۔

۴۱۔ سابق میں میلاد النبیؐ اور معراج مبارک کی تعطیل ایک ایک روز کی ہوتی تھی آپ نے بلحاظ تقدس وعظمت ان تقاریب کے علاوہ ایک ایک یوم کی تعطیل کا اضافہ منظور کروادیا۔ آج بھی تعطیلیں ہوتی ہیں مگر مسلمانوں کو اس کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہ تعطیلیں کیوں دی گئی ہیں اور ہم اس کو کس طرح صرف کریں۔

۴۲۔ حیدرآباد میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحیح تاریخ وفات بھی معلوم نہیں تھی آپ نے ان کے ایام وصال میں انعقاد مجالس کی بنیاد ڈالی جو مکہ مسجد میں سررشتہ مذہبی کی جانب سے ہوتی ہیں بعد میں اعلی حضرت نے ایک ایک یوم کی تعطیل بھی منظور فرمائی۔

(مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ / مطلع الانوار، ص ۴۸ تا ۵۲، رجب ۱۴۰۵ھ)

ملک کے ممتاز محقق ڈاکٹر داؤد اشرف تحریر کرتے ہیں۔

'' آصف سابع نے مولوی انوار اللہ خاں فضیلت جنگ بہادر کو محکمۂ امور مذہبی میں کلیدی اور اعلیٰ ترین عہدوں پر مامور کیا تھا

جنہوں نے ریاست حیدرآباد میں متعدد اہم مذہبی اصلاحات نافذ کیں۔ انہوں نے ریاست کے مسلمانوں خاص کر دیہات کے مسلمانوں کی مذہبی اصلاح اور سدھار کی جانب خصوصی توجہ دی۔ اُن کے پیش کردہ ایک معروضے کی سفارشات منظور کرتے ہوئے آصف سابع نے بذریعہ حکم ریاست کے دیہاتوں کے مسلمانوں کی دینی اور مذہبی اصلاح کے لیے واعظین کے تقرر کے بارے میں یہ احکام جاری کیے ''اس بارے میں معین المہام (وزیر) اُمور مذہبی کی رائے منظور کی جاتی ہے۔ حسب، ہر ضلع کے لیے سردست ایک واعظ کا تقرر کیا جائے۔ اُن کو پچاس روپے ماہوار اور بھتہ بیس روپے ماہانہ دیا جائے۔ ہر واعظ کے پاس ایک ایک چپراسی آٹھ روپے ماہوار پر متعین کیا جائے لیکن واعظین کو اچھے طور پر ہدایت دی جائے کہ وہ اپنا وعظ اور دینیات کی تعلیم کو دورہ کر کے صرف مسلمانوں کی جماعت تک محدود رکھیں اور دیگر مذاہب والوں کی ہدایات یا مناظرے سے متعلق کچھ سروکار نہ رکھیں''۔

(ڈاکٹر داؤد اشرف، گنجینۂ دکن، صفحہ ۱۴۲، شگوفہ پبلیکیشنز، حیدرآباد، نومبر ۲۰۰۷)

ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے

حضرت شیخ الاسلام نے اپنی تجدیدی فکر ونظر کے فروغ کا ایک ذریعہ قلم کو بھی بنایا چنانچہ جب چاہے آپ اپنے اشہب قلم کو جنبش دیتے اور لکھنے میں مصروف ہو جاتے آپ کا دماغ معلومات کا ایک مخزن تھا۔ جہاں سے لفظ وبیان کا کارواں رواں دواں نظر آتا ہے۔ یہ اردو زبان وادب کی خوش قسمتی ہے کہ اسکو امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ جیسے قلمکار حاصل ہوئے جنہوں نے اس زبان کو اعلیٰ درجہ کے افکار کی ترجمانی کا وسیلہ بنایا۔ کتنے ایسے اچھے خیالات ہیں جو انسانی دماغوں کے صندوق میں مقفل ہیں اور صرف اسلئے دنیا ان کی افادیت سے محروم رہی کہ سوچنے والوں کی پست ہمتی نے ان کو اظہار سے باز رکھا لیکن یہ حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت تھی جس نے بہت سوچ سمجھ کر بڑی جرأت وبے باکی سے اپنے خیالات کو صفحات قرطاس پر منتقل فرمایا چنانچہ رئیس القلم علامہ ارشد القادریؒ، حضرت شیخ الاسلام کے اسلوب تحریر کو خراج فکر ونظر پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''انوار احمدی کا مطالعہ کر کے میں حضرت فاضل مصنف کے تبحر علمی، وسعتِ مطالعہ، ذہنی استحضار، قوتِ تحقیق، ذہانت ونکتہ رسی اور بالخصوص انکے جذبہ حب رسول اور حمایت مذہب اہل سنت کی قابل قدر خصوصیات سے بہت زیادہ متاثر ہوا، جی چاہتا ہے کہ نوک قلم کو آنکھوں سے لگالیں، ہونٹوں سے چومیں دل میں اتارلیں۔ حضرت مصنف کے قلم کی روانی چشمہ کوثر کی لہراتی ہوئی موج بن گئی ہے علم وحکمت، عشق وعرفان کے ایسے قیمتی جواہرات بکھیرے ہیں کہ ان کی جگمگاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں''۔

(انوار احمدی، تلخیص وتسہیل، مولانا ارشد القادری، ناشر مکتبہ جام نور، دہلی۔ 1989ء)

انوار احمدی، مقاصد الاسلام، حقیقۃ الفقہ، انوار اللہ الودود، انوار التمجید، مسئلۃ الربوا، خدا کی قدرت، شمیم الانوار، انوار الحق، افادۃ الافہام، منتخبۃ من الصحاح (قلمی) تلخیص فتوحات مکیہ (قلمی) کتاب العقل، الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع جیسے شاہکار آپ کے قلم

فیض رقم کا نتیجہ ہیں جن کے سینکڑوں صفحات بلاشبہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا کہے جاسکتے ہیں۔ جن میں تہذیب وتمدن، عقائد واعمال، تقدیر وتدبیر، نبوت وولایت، سلوک وتصوف، جزاوسزا، جنت ودوزخ، جبر وقدر، وحدۃ الوجود، وحدت الشہود، معجزہ وکرامت، تذکرہ وتاریخ، شخصیات وفردیات، فصاحت وبلاغت، زبان وادب، شعروسخن، اتباع صحابہ، تقلید واجتہاد، استنباط واستخراج، اجماع وقیاس، سائنس وٹکنالوجی، فلسفہ وہیئت، حکمت وطبابت، منطق وکلام، عشق ومحبت، بدعت وسنت، تدوین وتحقیق، علماء وصوفیاء ذکر وفکر، علم وحلم، دارالاسلام ودارالحرب، سود وربوا، امن وسلامتی، اخوت ورواداری جیسے سینکڑوں موضوعات پر علم وفن کی ایک کہکشاں بکھیر دی ہے اور اسلام کے نام پر لکھی جانے والی غیر اسلامی کتب کا نہ صرف تعاقب ورد کیا بلکہ بحیثیت ایک مصلح ومجدد امت ان کے مسموم اثرات سے امت کو آگاہ بھی کیا ہے۔ یہی وجوہات ہیں کہ تجدید واحیاء دین کی تاریخ میں آپکو "مجدد الدعوۃ الاسلامیہ" کی حیثیت سے یاد کیا جاتا رہیگا۔

حضرت شیخ الاسلام نے اپنی اردو، عربی، فارسی شاعری کو توحید ورسالت، عظمت صحابہ واولیاء، عظمتِ اسلام، اور اصلاح قوم وملت جیسے نکات کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ الشعراء تلامیذ الرحمٰن کے مصداق آپ کی شاعری میں ضمیر کی آواز، روح کی بیداری، عشق کی سرمستی، فکر ونظر کا فروغ، والہانہ طرزِ اظہار، کلام کی برجستگی، محاورات کی دلآویزی، تصوف کی چاشنی، علم وعرفان، پند ونصیحت، اخلاق واخلاص سبھی کچھ ملتا ہے جو سمع وبصر کے ذریعہ دلوں کی دنیا میں اتر جاتا ہے۔ آپ کی ساری گفتگو کا محور عشق محمدی ﷺ ہے۔ ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر گلبرگوی نے اپنے تحقیقی مقالہ "حضرت شیخ الاسلام شخصیت علمی وادبی خدمات" میں اس موضوع پر بڑی جامع اور تفصیلی گفتگو کی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

لفظ "امام" کی تحقیق

حضرت شیخ الاسلام کے نام کے ساتھ لفظ امام جو بطور سابقہ استعمال کیا جاتا ہے اسکی وضاحت ضروری ہے،

قرآن حکیم میں ہے:۔ "یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ" سورہ بنی اسرائیل (آیت نمبر ۷۱، پارہ ۱۵)

ترجمہ:۔ (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے............ اس کے علاوہ خاص لفظ "امام" دو مقامات پر............ "اماما" چار مقامات پر...... "امامهم" ایک مقام پر...... "آئمة" پانچ مقامات پر آیا ہے۔

القاموس الفقہی، لغۃ واصطلاحا (مصنف سعدی ابوجیب) میں لفظ امام کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

الامام، من یاتم بین الناس من رئیس، أوغیرہ، محققاً کان اومضبطاً .... ومنہ، امام الصلاۃ (ج) آئمة ...... العالم المقتدیٰ بہ، وفی القرآن الکریم، (انی جاعلک للناس اماما (البقرۃ ۱۲۴) .... الخلیفہ .... قائد الجند ...... اللوح المحفوظ، وفی التنزیل العزیز : (وکل شئی احصیناہ فی امام مبین) یٰس ۱۲ ...... وھو قول لفیروز آبادی، ومجاھد،

وقتادہ وعبدالرحمن بن زید، وقال الحسن: فی کتاب مبین .... وقال غیرہ، ھو القرآن الکریم.
عند الحنابلہ ،ھو الخلیفہ ، ومن جری حجراہ من سلطان، ونائبہ ...... فی قول عیاض ، ھو کل من الیہ نظر فی شئی من وصالح المسلمین من الولاۃ والحکام.
(القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحاً ص ۲۴ ،مطبوعہ دار الفکر، دمشق، شام، ۱۴۱۹ھ ،۱۹۹۸ء)

اردو کی مشہور زمانہ لغت، فیروز اللغات، میں امام کے متعلق اس طرح درج ہے۔
''امام'' (ا مام) (ع) ...... ۱) پیشوا، ہادی (۲) نماز پڑھانے والا (۳) تسبیح کے دانوں کے اوپر کا لمبا دانہ، جمع آئمہ۔
(مولوی فیروز الدین صاحب، ۱۲۰، مطبوعہ چمن آفسیٹ پرنٹرس، دہلی ۱۹۸۷ء)

مصباح اللغات ص ۴۰ پر ''امام'' کی لغوی تحقیق اور اس کے معنی اسطرح بیان کیے گئے ہیں۔
''الامام'' (مذکر و مونث دونوں کے لئے) پیش امام، جس کی اقتدا کی جائے، پیشوا، ڈوری جس سے معمار عمارت کی سیدھ قائم کرتے ہیں، نمونہ، واضح راستہ، سبق جتنا ہر روز لڑکے پڑھیں، قرآن، خلیفہ، امیر لشکر، مصلح اور منتظم۔
(مصباح اللغات، مکمل عربی اردو ڈکشنری، ص ۴۰ مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی، مطبوعہ ۱۹۷۶ء)

''امام'' فرقہ اثنائے عشری کے عقائد کے بموجب ایک اصطلاح ہے اور ایک منصب کا نام ہے، اس کے برخلاف اہل سنت ''امام'' کو ایک لفظ مانتے ہیں اور ایسے اکابر علماء کو جو دینی علوم میں اعلیٰ مرتبہ کے حامل ہوتے ہیں اور پیشوا کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں اس علم کا ''امام'' قرار دیتے ہیں مثلاً مفسرین میں حضرت فخر الدین رازی کو امام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، محدثین میں صحاح ستہ کو مدوّن کرنے والوں میں سے ہر ایک کو علم حدیث کا امام قرار دیا گیا، علم فقہ کی حد تک حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ چاروں میں سے ہر ایک کو امام کا درجہ ملا، اس طرح حضرت محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو کلام کا امام قرار دیا گیا۔ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ان کی علمی، ادبی، اصلاحی، سماجی، معاشرتی، تجدیدی خدمات و کارناموں کے پیش نظر امام کہا اور لکھا جاتا ہے۔

عالمی معاصرین

حضرت شیخ الاسلام کے عالمی معاصرین میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (فلسطین) علامہ حسین بن محمدؒ (طرابلس)، مولانا حمید الدین فراہی، الشیخ محمد حفنی ناصف (مصر) شیخ احمد عرب، (صاحب نجم الیمن)، بحر العلوم عبد العلی، مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلی، مولانا حسن الزمان الفاطمی (روضۃ الحدیث) الشیخ محمد عبدہ (مصر) محمد علی جوہر، عبد الحلیم شرر اقبال یار جنگ، احمد عبد العزیز جنگ ولا، حضرت سید عمر حسینی خلیق، عماد الملک بلگرامی، ملا عبد القیوم، حضرت پیر بغدادی، حضرت بیدل رامپوری وغیرہ شامل ہیں ۔حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے خلافت و نیابت کے بعد دکن کے اہل سلسلہ کو آپ سے رجوع ہونے کی ہدایت کی تھی۔ فضیلت الشیخ یحیی بن محمد الیافعی نے اپنے ایک عربی قصدے میں حضرت شیخ الاسلام کو ''مجدد وقت'' کہا ہے بلاشبہ آپ مجدد اسلام ہیں۔

جامعہ نظامیہ......ازہرِ ہند

جامعہ نظامیہ، حضرت شیخ الاسلام کی متاعِ حیات، حاصلِ زیست، محورِ فکر، مرکزِ خیال اور دل کی دھڑکن تھا۔ جامعہ نظامیہ اسلامی تہذیب و تمدن کا ترجمان، ملت اسلامیانِ ہند کی پہچان، دینی آثار و اقدار کا نقیب، قرآن و سنت کی تعبیر و امانت اور آپ کی حیات کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

جامعہ نظامیہ مذہب حق کا ترجمان، جامعہ نظامیہ، علم و ادب کا عظیم مینارۂ نور، جامعہ نظامیہ، تاریک دلوں کو منور کرنے والا آفتاب رشدوہدایت، جامعہ نظامیہ، نسلوں کیلئے علم و حکمت کا گلستانِ شاداب، جامعہ نظامیہ، عرفان و محبت کا چشمۂ صافی، جامعہ نظامیہ، عداوت و نفرت کے ماحول میں اخوت و مروت کی درس گاہ، جامعہ نظامیہ، حق و صداقت کا فصیل بند قلعہ، جامعہ نظامیہ، علم و یقین کی شمع فروزاں، جامعہ نظامیہ، اہلِ وفا کی بستی، جامعہ نظامیہ، دلیلِ عظمتِ اسلام، جامعہ نظامیہ، مقبول بارگاہِ رسولِ ہاشمی، جامعہ نظامیہ، اہلِ بیتِ اطہار کی محبت و مودت کا حامی، جامعہ نظامیہ، اصحابی کالنجوم کی الفت کا داعی، جامعہ نظامیہ، منبع علم و ہنر، جامعہ نظامیہ، مرکزِ اہل نظر، جامعہ نظامیہ، مرضئ خیر البشر، جامعہ نظامیہ، عشق احمد کا اثر، جامعہ نظامیہ، گلشنِ اہلِ نظر، جامعہ نظامیہ، تیز تر گرم سفر، جامعہ نظامیہ، ضامنِ فتح و ظفر، جامعہ نظامیہ، حق شناس و حق نگر، جامعہ نظامیہ، راحتِ قلب و نظر، جامعہ نظامیہ، گردشوں سے بے خبر، جامعہ نظامیہ، امن و عافیت کا گھر، جامعہ نظامیہ، آج بھی دیارِ ہند میں گھر گھر علم کا چراغ جلانے کا مقدس فریضہ انجام دے رہا ہے اور انشاء اللہ العزیز تا قیامِ قیامت انجام دیتا رہے گا۔

بارگاہ نبوت میں جامعہ نظامیہ کی مقبولیت

اہل سنت کی اس عظیم و قدیم جامعہ نظامیہ کی مقبولیت کا اندازہ اس خواب سے کیا جاتا ہے کہ ۲۲/ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ جامعہ کے جلسہ تقسیم اسناد جس میں مشاہیر علماء و مشائخ اور علم دوست اصحاب شریک تھے۔ مولانا عبدالصمد قندھاری جو جامعہ کے ستائیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں، اپنے دست مبارک سے اسناد تقسیم فرما رہے تھے۔ جلسے میں مولانا مفتی رکن الدین صاحب بھی موجود تھے۔ مولانا عبدالحق مصنف تفسیر حقانی نے فضیلت علم و تعلیم علوم دینیہ کی ضرورت اور اہمیت پر تقریر فرمائی۔ اسی شب حضرت مولانا شرف الدین رودولویؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اسناد جامعہ کو اپنی دستخط خاص سے مزین و منور فرمانے کے لیے طلب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ منتظم مدرسہ سندیں لے کر حاضر ہوئے۔ یہ بشارت تمام نظامیہ کے حقیقی وابستگان کے لیے ہے کہ ان کی سعی بارگاہ رحمۃ اللعالمین میں شرف قبولیت پا گئی۔

اس مبارک خواب کا ذکر مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے اپنے مضمون ''نصاب تعلیم'' میں بھی کیا ہے۔ خواب کے اس واقعہ کے دوسرے ہی سال مجلس ندوۃ العلماء کے ماہوار علمی رسالے ''الندوہ'' بماہ شعبان ۱۳۲۲ھ میں مولانا کا یہ مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا انوار اللہ کے اس مضمون کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''اور اس نصاب کی مقبولیت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ حال کا ذکر ہے کہ مدرسہ نظامیہ میں اس سال جب جلسہ دستار بندی ہوا

اور طلبہ کی سندوں پر علماء نے دستخطیں کر کے ان کو دیں تو اس ہی شب میں ایک بزرگ نے جو مشائخین عظام سے ہیں خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور کل اسناد اس غرض سے طلب فرمارہے ہیں کہ خود بھی ان کو اپنی دستخط خاص سے مزین فرمادیں، جن حضرات کے نزدیک اس قسم کے خواب کی وقعت ہے وہ خیال فرماسکتے ہیں کہ یہ نصاب کس قدر قابل قدر ہے''۔

(مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ شخصیت علمی وادبی کارنامے ص۳۵-۳۶، ڈاکٹر ایم اے حمید اکبر)

جامعہ نظامیہ سے امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کی اٹوٹ وابستگی کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ بعدِ وصال بھی اس سے جدائی گوارانہ کی اور آج بھی احاطۂ جامعہ کے درمیان آپ کا گنبد بارونق مرجعِ خلائق ہے یہی وجہ ہے کہ جامعہ نظامیہ روحِ سخن بھی ہے نازشِ انسانیت بھی یہاں کے چپہ چپہ پر رحمت حق سایہ فگن ہے یہاں کے ذرے ذرے پر نور ونکہت کا سماں ہے۔ جامعہ نظامیہ عظمت نشان بھی ہے یہاں کی سرزمین رشکِ مہروماہ وکہکشاں ہے۔ ارض دکن پر اشارۂ خیر البشر، وادی گنگ وجمن میں اس کا وجود خوب تر ہے۔ عالمی ایوانِ علم وادب اس کی خدمات کے معترف ہیں۔ ''درسِ نظامی'' کے ساتھ عصری تقاضوں کو اپنے دامن میں جگہ دینے والی یہ دانشگاہ بارگاہِ خدا و بارگاہِ حبیب الہ میں ''مقبول سند'' کا درجہ رکھتی ہے۔ جس پر النبی الخاتم ﷺ کی مہر تصدیق ثبت ہے، امن وآشتی، مذہبی رواداری، تحقیق وتصنیف، شعر وادب کے ذریعہ ملک وقوم کا نام روشن کرنے کے صلہ میں یہاں کے فرزندوں حضرت علامہ ابوالوفاء الافغانیؒ، حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضوی القادریؒ، حضرت علامہ مفتی محمد عظیم الدین، حضرت مولانا محمد سلطان محی الدین، حضرت علامہ ابوبکر محمد الہاشمی کو صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ وتوصیف نامے عطا کئے گئے۔

جامعہ نظامیہ کی خدمات کا اعتراف

ملک کے ممتاز محقق مورخ ڈاکٹر ضیاء الدین اے دیسائی جامعہ نظامیہ کی خدمات کے بارے میں رقمطراز ہیں

"The Jamia has produced eminent Scholars,theologians teachers and administrators who have made their mark in different spheres of life as well as in the academic field. Prominent among its alumni apart from the members of the erstwhile royal family of the Nizams including its rulers are Moulana Adul Basit, the pioneer of the independence movement in the erstwhile Hyderabad State, Moulana Muneer uddin,the khatib of the Mecca Masjid,Hyderabad, professor Dr.Adul Haq,Professor Adul Majeed siddiqi, Dr.M. Hameedullah the celebrated jurist and scholar of International renown, Dr.M.Nizamuddin,the celebrated Persian scholar of International fame,

Moulana Shaik Ahmed Shuttari,Hakeem Mahmood Samdani, Hakeem Abulfida, Mahmood Ahmed and Moulana Abul-wafa Qandhari, the living spirit until very recently, behind the Majlis Ihyaul-Maariff-in-Nomaniya."

(حضرت مولانا محمد انوار اللہؒ فاروقی شخصیت علمی وادبی کارنامے ص ۳۲ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد ۲۰۰۰ء)

عصری تقاضوں کی تکمیل

الحمدللہ یہ بے پناہ شکر کا مقام ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کی تکمیل آپ کے جانشینوں کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ جامعہ نظامیہ نے اب دختران اسلام کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظم بھی "کلیۃ البنات" کے ذریعہ سنبھال لیا ہے جہاں اعدادیہ سے پی ایچ ڈی تک تعلیم کا نظم ہے۔ اس وقت ایک پرشکوہ عمارت (محلہ قاضی پورہ) میں چار سو سے زائد طالبات، ایک صدر معلمہ اور کئی تجربہ کار معلمات کے زیر نگرانی اس کا تعلیمی کاروان جاری ہے۔ جس کے مثبت نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ ایک طرف مجلس اشاعۃ العلوم کے ذریعہ قدیم واہم کتب کی اشاعت عمل میں لائی جاری ہے تو دوسری طرف "اسلامک ریسرچ سنٹر" اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹے پروپگنڈوں کا مثبت ومسکت مدلل جواب اپنی تحقیقات سے دینے میں سرگرم وفعال رول ادا کر رہا ہے۔ تیسری طرف مستقبل کے علماء وحفاظ کے ہاتھوں میں سندِ فضیلت تو دوسری طرف زبان انگریزی اور کمپیوٹر کی مہارت کا ڈپلوما "فی الدنیا حسنة وفی الأخرة حسنة" کی بہترین وجامع تعبیر بن کر سامنے آرہا ہے۔ چوتھی طرف 125 سالہ جشنِ تاسیس کے موقع پر مرتب کئے گئے پروگرام کے مطابق بزم طلباء قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ (جدہ، سعودی عرب) کے حسن تعاون واشتراک سے ایک عظیم الشان عصری سہولتوں سے آراستہ "علامہ ابوالوفاء افغانی پرنٹنگ پریس" کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے اور تصنیف وتالیف، اشاعت وطباعت کے منصوبوں کی حسنِ تکمیل ہو رہی ہے۔

جامعہ نظامیہ، کی عظمت وشہرت کے پیچھے حضرت شیخ الاسلام کی ہدایات کارفرما ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ کارکنانِ جامعہ کو دیا کرتے تھے چنانچہ وصال سے قبل 1917ء میں آپ نے علماء، دین طلبہ وذمہ داروں کے سامنے جن خیالات کا اظہار فرمایا ان میں یہ ہدایت بھی شامل تھی کہ

> "یہ مدرسہ توکل علی اللہ کی بنیاد پر کارکرد رہے گا اور بنا کسی فیس کے تعلیم مہیا کی جائے، ابتدائی تعلیم خاص اہتمام سے پڑھائیں تاکہ اعلیٰ تعلیم میں یہ مدد دے سکے نیز اساتذہ سب کے سب اہل سنت وجماعت اور میرے ہم مشرب ہوں تو زیادہ بہتر ہوگا"۔ (مطلع الانوار)

یہ بڑی خاص ہدایات ہیں کیونکہ ایک بے پروا اور غیر ذمہ دار، نااہل سرجن ایک مریض کی ہلاکت کا باعث ہوسکتا ہے لیکن ایک بے پروا، غیر ذمہ دار اور منتشر دماغ کا استاذ رمعلمہ ایک نسل ہی تباہ نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی تہذیب وثقافت کا بھی خون کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام صد سالہ تقاریب

مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے 92 سالہ عرس پر تقدس (2007ء) کے موقع پر خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''حضرت شیخ الاسلام کا نہ صرف دکن بلکہ اقطاع عالم پر احسان عظیم ہے کہ جامعہ نظامیہ کے فارغین سارے عالم کے گوشوں کو مہکار ہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ حکومتیں بدل گئیں حالات بدل گئے اور لوگوں کی کیفیات بدل گئیں لیکن چمن جامعہ جس طرح پہلے پر بہار تھا آج بھی ویسے ہی ہے، آئندہ بھی رہے گا۔ مولانا نے حضرت بانی جامعہ کے 92 سالہ عرس کی تکمیل پر اعلان کیا کہ آئندہ آٹھ سال بعد حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کے عرس کی صدی تقاریب بڑے ہی دھوم دھام سے منائی جائے گی''۔

(روزنامہ سیاست، حیدرآباد۔ مورخہ ۱۷/جون ۲۰۰۷ء)

ہدیۂ سپاس وتشکر

حدیث نبوی کے مطابق جو لوگوں کا شکر گذار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں۔ میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کی بارگاہ عظیم میں صد ہزار سجدہ شکر ادا کرتا ہوں کہ بطفیل معلم کائنات صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اس عاجز کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب مدظلہ کا صد درجہ ممنون کرم ہوں کہ آپ نے ہمیشہ کی طرح سرپرستی ونگرانی کے علاوہ مادر علمی جامعہ نظامیہ کے مطبوعات ومخطوطات سے معمور عظیم سرمایہ کتب خانہ سے حضرت شیخ الاسلامؒ کے نادر مخطوطات وگرانقدر مطبوعات، حواشی وشروحات کے عکس وطباعت کی اجازت خاص مرحمت فرما کر حضرت شیخ الاسلام کی دینی، مذہبی، تہذیبی، قومی، ملی، ثقافتی، تحقیقی وتجدیدی خدمات کو وسیع پس منظر میں عالمی سطح پر صاحبان ذوق کے روبرو پیش کرنے کا حوصلہ بخشا۔

حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری سجادہ نشین بارگاہ حضرت شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ وامیر جامعہ نظامیہ کا بھی سپاس گذار ہوں کہ جامعہ نظامیہ اور اسلاف جامعہ کی خدمات وکارناموں کو منظر عام پر لانے کی تحریک کو فروغ اور جذبہ کو مہمیز کے ذریعہ پشتیبانی فرمائی۔

اظہار تشکر وسپاس یقیناً نامکمل ہوگا اگر میں عالی جناب محترم سید احمد علی قادری صاحب معتمد جامعہ نظامیہ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش نہ کروں جن کی متحرک فعال دردمند اور پرخلوص شخصیت نے جامعہ کے وقار اور تحفظ وصیانت میں اپنی ساری توانائیوں کو صرف کر کے جامعہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

صدر نشین مجلس اشاعۃ العلوم حضرت علامہ مفتی محمد عظیم الدین صاحب ومعتمد مجلس حضرت علامہ محمد خواجہ شریف صاحب مدظلہ کا سپاس گذار ہوں کہ مجلس کے تحت اس کتاب کی اشاعت کی منظوری عنایت فرمائی۔ اور جمیع ارباب وارکان مجلس بالخصوص شریک معتمد مولانا محمد عبیداللہ فہیم صاحب و مولانا قاضی سید لطیف علی قادری صاحب کا عملی تعاون شامل حال رہا۔

اس عاجز کے وجود کی شناخت وپہچان کے دو عظیم سرچشمے یعنی میرے مشفق ومہربان والدہ مخدومہ مدظلہا ووالد گرامی قدر حضرت الحاج محمد وزیر الدین صاحب مدظلہ ابن حضرت الحاج محمد کریم الدین صاحب یمنیؒ کی دعائیں شب وروز شریک حال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے۔

شیخ طریقت حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی صاحب قبلہ سجادہ نشین ہفتم آستانہ عالیہ رضویہ کی بے پناہ عنایتیں، شفقتیں اور دعائیں

قدم قدم شریک سفر ہیں اور کتابت سے اشاعت تک مختلف کٹھن مراحل میں دستگیری فرمائی۔

سرزمین گلبرگہ (کرناٹک) پر اس کتاب کی ترتیب واشاعت پر اپنی بے پناہ مسرتوں کا اظہار اور سرپرستی فرمانے والی شخصیتوں میں روضۂ شیخ دکن کے باوقار سجادہ نشین حضرت شیخ شاہ محمد تاج الدین جنیدی قادری مدظلہ العالی کی خدمت عالی مرتبت میں ہدیۂ سپاس پیش کرنا حق وانصاف کا تقاضہ ہے کہ حضرت والا نے نہ صرف اپنے حلقۂ ارادت میں اس کتاب کا تعارف اور اشاعت کے لیے قرض حسنہ بھی عنایت فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

پیر طریقت حضرت صوفی سید محمد شاہ عبدالقادر قادری چشتی صاحب قبلہ المعروف آنندمنی بابا صاحب بانی وسربراہ اعلیٰ خانقاہ صابریہ پردوٹور کڑپہ (اے پی) کی خصوصی دعوت پر قطب پردوٹور حضرت سید حسین شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے 605 ویں عرس شریف میں شرکت وخطاب کی سعادت ملی۔ بابا صاحب قبلہ نے "مرقع انوار" کی تالیف پر بے پناہ اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میری دلی خواہش تھی کہ حضرت شیخ الاسلام کی حیات وخدمات پر جامع کتاب تالیف کی جائے۔ آپ نے جب اس کتاب کے مسودے کو ملاحظہ فرمایا تو اس کو ایک معلوماتی انسائیکلو پیڈیا قرار دیتے ہوئے اس کی طباعت و اشاعت کو یقینی بنانے اپنی بھرپور سرپرستی اور دعاؤں سے نوازا جس کے لیے میں حضرت کا بے حد سپاس گذار ہوں۔

مواد کی فراہمی

مواد کی فراہمی میں جن حضرات نے اپنا قیمتی تعاون دیا ان میں مولانا قاضی محمد قادر علی، صدر قاضی عظیم تر شہر حیدرآباد شریعت پناہ بلدہ، مولانا حافظ عبیداللہ فہیم، مولانا سید عبدالرشید چشتی قادری، مولانا ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر (صدر شعبہ فارسی واردو گلبرگہ یونیورسٹی)، مولانا عرفان اللہ شاہ نوری، بانی ومہتمم دارالعلوم سیف الاسلام، مولانا حافظ غلام دستگیر قریشی اشرفی (بانی دارالعلوم انوار اشرفیہ)، مولانا حافظ وقاری غلام احمد قریشی (بانی مرکزی مجلس شیخ الاسلامؒ)، مولانا سید غوث محی الدین نصر الحق قادری، مولانا شیخ عبدالغفور قادری، مولانا ابوزاہد سید وحیداللہ حسینی، مولانا عبدالمقتدر قادری، منتظم شعبہ تدریس، مولانا ڈاکٹر فاروق حسین نظامی، مولانا شبیر احمد یعقوبی، مولانا جلال رضا جامع از ہرمصر، مولانا محمد انوار احمد، سپلیمنٹ ایڈیٹر روزنامہ "اعتماد"، مولانا لطیف احمد، مولانا حافظ محمد جواد صدیقی، ناظم المعہد الدینی العربی، مولانا محمد حنیف قادری، مولانا محمد آصف الدین نظامی، مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر وفا، جناب صوفی محمد سعید شاکر صاحب چشتی، مولانا عرفان قادری، قابل ذکر ہیں۔

پروف ریڈنگ کے جانگداز لمحات

پروف ریڈنگ کے جانگداز وصبر آزما لمحات میں مولانا عمر الہاشمی (مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ)، مولانا شیخ محمد عبدالغفور، نائب شیخ التجوید، مولانا لطیف احمد نظامی، مولانا محمد امین الدین قادری، مولانا حافظ محمد قاسم صدیقی تسخیر، محترمہ امینۃ الہاشمیہ فاضلہ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ، حافظ محمد تقی الدین احمد سلمہ نے بے پناہ تعاون کیا۔ مالک لوح وقلم ان سب کو اجر جزیل سرفراز فرمائے۔

محبانِ شیخ الاسلام کو سلام

میں ان تمام مشتہرین کی خدمات میں تشکر پیش کرتا ہوں جنہوں نے میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی بے پناہ اور اٹوٹ عقیدت، محبت کا ثبوت اپنے ادارہ جات کے اشتہارات، نیک تمناؤں اور خراج عقیدت کی صورت میں پیش کیا۔

میں صد بار اظہار تشکر پیش کرتا ہوں مولانا قاضی سید رؤف علی قادری (کاورم پیٹ)، مولانا عبدالخالق حیرت نظامی (وازی کرناٹک)، مولانا سید عبدالرشید چشتی قادری (گلبرگہ شریف)، مولانا سید جعفر علی نظامی (بادے پلی)، مولانا قاضی سید لطیف علی قادری، مولانا حافظ عبدالقدیر شاہ نگری، مولانا سید احمد محی الدین قادری محمودی عرف جیلانی پاشاہ صاحب (نبیرہ محی السنہ حضرت سید مکی میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ)، مولانا محمد مکی الدین قادری، مولانا غلام غوث صدیقی (بلہاری کرناٹک)، مولانا محمد مصباح الدین نظامی (بیجاپور کرناٹک)، مولانا حافظ محمد عبدالشکور نظامی، مولانا محمد عبدالجلیل نظامی قادری تسکینی، مولانا حافظ رفیق احمد نظامی، مولانا سید شاہ امین الدین البصری قادری (رائچور)، مولانا محمد تسلیم القادری نظامی، مولانا معصوم نقشبندی، مولانا شبیر احمد (بادے پلی)، مولانا محمد صبغۃ اللہ (کاورم پیٹ)، مولانا محمد محسن پاشاہ نقشبندی قادری، ایڈیٹر ہفت روزہ ادراک، مولانا محمد قاسم حیدر قادری بندہ نوازی (گنگاوتی)، مولانا محمد سلطان احمد نظامی (حیدرآباد)، مولوی محمد صوفی عبدالقادر ثانی، مولانا حافظ محمد عدیل نظامی قادری تسکینی، جناب محمد سمیع اللہ (حیدرآباد)، مولانا حافظ محمد ظہیر الدین نقشبندی، مولانا عبدالمطلب خضر، مولانا شاہ محمد افضل الدین سراج بابا جنیدی (گلبرگہ شریف)، مولانا ڈاکٹر سید شاہ تاج الدین قادری (رائچور)، مولانا غلام ربانی، مولانا حافظ محمد صابر پاشاہ قادری خطیب وامام حج ہاوز (حیدرآباد)، مولانا حافظ محمد فرید الدین نقشبندی، مولانا حافظ محمد صابر، مولانا سید اشرف جہانگیر اشرفی الجیلانی محمد پاشاہ، مولانا عبدالباری ساجد نظامی، مولانا سید شاہ مختار احمد قادری ملتانی (بیجاپور)، مولانا حافظ محمد مشتاق احمد، مولانا محمد الیاس نقشبندی (محبوب نگر)، مولوی محمد صدر الدین عطاری (نارائن پیٹ)، مولانا سید نعمت اللہ قادری افتخاری، مولوی محمد عظمت اللہ نقشبندی، مولانا سید صادق انواری نظامی (بیجاپور)، مولوی حافظ محمد ایوب نظامی (بلہاری)، مولانا شیخ محبوب نظامی (حیدرآباد)، مولانا اسحاق محی الدین قادری، جناب انجم جنیدی (گلبرگہ)، مولانا حافظ محمد قمر الدین نقشبندی (سکندرآباد)، جناب محمد نعیم الدین، جناب حمید الظفر (اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش)، جناب سید عثمان قادری (رائچور)، مولانا حافظ عبدالستار نقشبندی (BHEL)، مولانا قاضی محمد غضنفر علی اسد ثنائی (حیدرآباد)، مولانا عبدالوہاب قادری، امام حج ہاوز حیدرآباد کی خدمات میں جنہوں نے اشتہارات کے حصول کی جدوجہد میں میری معاونت فرمائی۔

کمپیوٹر کتابت وتزئین کاری

خوبصورت کمپیوٹر کمپوزنگ کے لیے جامعہ نظامیہ کمپیوٹر سنٹر، جناب حافظ عماد الدین انور، جناب سید عبدالمغنی ارشد (ایس کے گرافکس)، جناب حافظ میر محمد علی صدیقی (اقرا، کمپیوٹرس)، جناب حافظ محمد خواجہ محی الدین قادری (المعہد الدینی العربی)، جناب لیاقت صاحب (ممتاز کمپیوٹرس)،

مولانا سید شاہ مصطفیٰ علی صوفی سعید قادری (ایس ایس ایس کمپیوٹرس)، جناب حافظ سید عبدالسلام شکیل (عائش آفسیٹ پرنٹرس)، جناب عاصم بن عبدالسلام، جناب عبدالغنی کا شکریہ ادا کرنا میرا اخلاقی فریضہ ہے۔

کمپیوٹر ڈزائننگ کے لیے ممنون ہوں جناب ظہیر صاحب (امیج پرنٹرس)، جناب سید عبدالسلام شکیل (شکیل کمپیوٹر سنٹر)، جناب محمد عقیل (اسٹار گرافکس)، جناب سید شاہ عبدالقادر سلمان (لمعان کمپیوٹر گرافکس) کا جنھوں نے فنی مہارت، دلچسپی، لگن اور بڑی محنت سے رنگین صفحات کی خوبصورت، عمدہ، جدت پرمبنی ڈیزائننگ کے ذریعہ اس کتاب کی ظاہری خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ کردیا۔

جناب سید عبدالمغنی ارشد فرزند حضرت مولانا سید خواجہ صاحبؒ، سابق منتظم شعبہ تدریس جامعہ نظامیہ خصوصی شکریہ کے اس لیے مستحق ہیں کہ انہوں نے حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے ددھیالی ننھیالی، وچہل پشتی شجرے انتہائی محنت اور فنی مہارت سے تیار کئے۔

شجرات خانوادۂ شیخ الاسلام

تقریباً سو سالہ قدیم یہ شجرے خانوادۂ شیخ الاسلام کی دو محترم شخصیتوں عالی جناب محمد صفی الدین فاروقی صاحب (پ 1940ء) ولد جناب قاضی محمد نورالدین فاروقیؒ اور مولانا قاضی عبدالحق محمد رفیع الدین فاروقی صاحب (پ 1964ء)، قاضی قندھار شریف برادر زاد نبیرہ حضرت شیخ الاسلام نے عنایت فرمائے۔ ان شجروں کی شمولیت سے کتاب کی افادیت دوبالا ہوگئی۔ ہر دو حضرات کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔

مکاتیب شیخ الاسلام:

امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ نے بحیثیت شیخ الاسلام مملکت آصفیہ حیدرآباد دکن اپنے معاصرین تلامذہ و مریدین و دیگر اہم شخصیات کو مکاتیب تحریر فرمائے "مرقع انوار" کی تدوین و ترتیب کے آغاز سے ہی ان کی سرگرم تلاش و جستجو رہی اسی دوران "وجدان نعت" "نعتیہ مجموعہ کلام حضرت واصل صدیقی دستیاب ہوئی جس میں ان کے جد محترم حضرت مولانا مفتی محمد تراب الدین صدیقیؒ جو شیخ الاسلام کے ہم عصر اور ہمدرس تھے کے مابین مراسلت کا ذکر دیکھ کر فوراً ہی ان کے حصول کے لئے حضرت واصل صدیقی سے ملاقات کی لیکن موصوف نے بتایا کہ ان کے خانوادہ کا علمی سرمایہ وقت کے ہاتھوں ضائع ہو چکا ہے۔ (وجدان نعت، حضرت واصل صدیقی، ص ۹، مطبوعہ ۲۰۰۶ء حیدرآباد)

اس کے علاوہ "القول الاظهر فيما يتعلق بالاذان عند المنبر" کی اشاعت کے بعد حضرت شیخ الاسلام اور امام احمد رضا خان رضاؒ کے درمیان مراسلت کا مجموعہ "**اجلیٰ انوار الرضا**" (مرتبہ حضرت مولانا حامد رضا خانؒ) کے حوالہ سے مولانا پیر محمود احمد قادریؒ نے مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ لاہوتی پرنٹ ایڈ (دہلی) میں تذکرہ مکتوب اور ڈاکٹر شمس مصباحی پورنوی کی تالیف "کلیات مکاتیب رضا" جلد اول، ناشر دارالعلوم قادریہ برکات رضا، کلیر شریف ۲۰۰۵ء میں مکتوب اور جواب مکتوب ترتیب وار درج ہے۔ ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر گلبرگوی نے اپنے

ڈاکٹریٹ کے مقالہ (پونہ یونیورسٹی) حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی شخصیت علمی وادبی کارنامے کے ص ۳۲۸ پر امام احمد رضا خاں رضا اور حضرت شیخ الاسلام کے ایک مکتوب اور جوابِ مکتوب جو غالباً اجلی انوار الرضا (مطبوعہ ۱۳۳۴ھ) سے اخذ کیا گیا ہے، کا عکس شائع کیا ہے۔ مکاتیب کی تلاش و تحقیق کا یہ سفر جاری ہے انشاء اللہ دستیاب مکاتیب کو شیخ الاسلام صدی تقاریب کے موقع پر نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کر کے اہلِ ذوق کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔

ادارے جن کا علمی و تحقیقی گرانقدر تعاون حاصل ہوا

(۱) دائرۃ المعارف العثمانیہ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، (۲) اسلامک ہیریٹج فاؤنڈیشن، مانصاحب ٹینک حیدرآباد، (۳) دفتر معتمدی جامعہ نظامیہ حیدرآباد، (۴) صدر دفتر شریعت پناہ بلدہ، حیدرآباد، (۵) صدر دفتر قضاءت قندھار شریف، ضلع ناندیڑ (مہاراشٹرا)، (۶) اردو اکیڈیمی واقع حج ہاؤز، حیدرآباد، آندھراپردیش، (۷) سید الصوفیہ اکیڈیمی، حیدرآباد، (۸) کتب خانہ جامعہ نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد، (۹) شعبۂ مخطوطات، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، (۱۰) مرکزی انجمن سیف الاسلام، حیدرآباد، (۱۱) ادارہ الانصار، ریاست نگر، حیدرآباد، (۱۲) جنیدیہ سوسائٹی، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد، (۱۳) انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، (۱۴) مجلس احیاء المعارف النعمانیہ، جلال کوچہ، حیدرآباد، (۱۵) دفتر شعبہ تدریس جامعہ نظامیہ حیدرآباد، (۱۶) حضرت شاہ رضا ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی حیدرآباد، (۱۷) المعھد الدینی العربی، شاہ علی بنڈہ حیدرآباد، (۱۸) مجلس اشاعۃ العلوم، شبلی گنج، حیدرآباد، (۱۹) آئی کیو اسلامک سنٹر، بالاپور، حیدرآباد، (۲۰) نوشین پبلی کیشنز، بتوسط لمعان کمپیوٹر گرافکس حیدرآباد، (۲۱) شاہ راجو اکیڈیمی، مصری گنج، حیدرآباد، (۲۲) ادبستان دکن بہ یادگار حضرت صفیؔ اورنگ آبادیؒ۔

منامات و مُبشّرات

قارئین محترم ''مرقع انوار'' کی تدوین وترتیب کے دوران مختلف منامات ومبشرات خاکسار مرتب و دیگر اصحاب نے مشاہدہ کئے۔ جن میں یہاں صرف دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ پہلی بشارت کا شاہد خود راقم ہے۔ دیکھا گیا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ اپنے مرقد منور میں آرام فرما ہیں۔ آپ کے جسد مبارک پر پھولوں کی چادر ہے اور جسدِ انور متحرک ہو رہا ہے۔

دوسرے مشاہدہ کی کیفیت خود شاہد مولانا شفیع محمد خان فاضل جامعہ نظامیہ کی زبانی سنئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ 23 ذوالحجۃ الحرام 1428 ہجری مطابق 3 جنوری 2008ء پنجشنبہ قبل فجر 4:30 ساعت صبح حضرت شیخ الاسلامؒ کی خواب میں احقر (شفیع محمد خان) کو زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اسی میں مولانا محمد فصیح الدین نظامی مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ وخطیب جامع مسجد سکندرآباد کو بھی شیخ الاسلامؒ کے بائیں طرف بیٹھے دیکھا گیا کہ ایک کانفرنس ہال جس کے درمیان ایک میز ہے جس کے دونوں طرف کرسیاں ہیں، حضرت شیخ الاسلامؒ سبز رنگ کی ٹوپی پہنے جسم پر چکن کا کرتا وتہبند باندھے ہوئے صدارتی کرسی پر رونق افروز ہیں اور خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں دو قلم نما مائک ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا خطاب مکمل

حرف کاف میں ہے۔ شیخ الاسلام کے بائیں جانب مولانا محمد فصیح الدین نظامی ایک قصیدہ حضرت شیخ الاسلامؒ کو سنا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت کے کسی ہم جلیس نے ان کو (مولانا فصیح الدین) کو دیا ہے اور مولانا نظامی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ شیخ الاسلامؒ کی کسی بھی کتاب میں یہ قصیدہ شائع نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت ایسی شخصیت ہے جن کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دروازہ مبارک ملا ہے۔ چنانچہ مولانا نظامی کے کلمات کی ادائیگی کے وقت روضۂ رسول اکرم ﷺ کے قدیم منظر اور جالی ضریح مبارک کی زیارت کے شرف سے خادم مشرف ہوا اور درمیان میں ایک دروازہ بھی ہے۔ احقر خواب میں یہ سمجھ رہا ہے کہ آیا مولانا نے جس دروازہ کا تذکرہ کیا ہے کہیں وہ یہی دروازہ تو نہیں۔ مولانا نظامی حضرت شیخ الاسلامؒ کی بارگاہ میں جو قصیدہ ترنم کے ساتھ سنا رہے ہیں ایک بڑے کاغذ میں لپٹا ہوا ہے جو بہت ہی بوسیدہ ہے۔ شیخ الاسلامؒ اس کو چہرہ پر ہلکا سا تبسم لئے سماعت فرما رہے ہیں اور مولانا نظامی کی طرف نظر التفاف فرما رہے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی شبیہ مبارک بعض جگہ دیکھی گئی۔ بالکل وہی شباہت وہی چہرہ کشادہ پیشانی، رنگ گورا سرخی مائل چاق و چوبند چنانچہ اس بزرگ شخصیت کو دیکھنے کے بعد قلب میں یہ بات آرہی ہے کہ یہ تو حضرت شیخ الاسلامؒ ہیں جن کو ہم آج تک کتابوں میں پڑھتے آرہے ہیں۔ احقر خواب میں یہ سوچ رہا ہے لوگ تو کہتے ہیں کہ حضرت کا انتقال ہوگیا ہے۔ ہر سال جامعہ میں عرس کی تقریب بھی ہوتی ہے مگر آپ تو یہاں موجود جلوہ فرما اور تقریر فرما رہے ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج مجھے ملاقات و دست بوسی کا شرف ملا اور میں اس وقت اپنے گھر والوں کو یاد کر رہا ہوں کہ کاش وہ بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کی ملاقات سے مشرف ہوتے۔ اس طرح حضرت شیخ الاسلامؒ اپنے خطاب کے بعد مولانا نظامی اور مجھ خادم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آخر میں اس ہال سے اٹھ کر حضرت وہاں سے تشریف لے گئے۔ (یہ مولانا شیخ محمد خاں صاحب کا حلفیہ بیان ہے جسے انہوں نے تحریر کر کے مرتب کو عنایت فرمایا)۔

گنبد حضرت شیخ الاسلامؒ کی تزیینِ جدید

اس کتاب کی تدوین و ترتیب کے دوران گنبد حضرت شیخ الاسلامؒ کی تزئین جدید کی جارہی ہے۔ نیز حضرت شیخ الاسلامؒ کی بارگاہ کے سامنے برسوں قدیم حوض بھی انتہائی خوبصورت اور فن تعمیر کے نادرۂ روزگار شکل میں ابھر کر سامنے آیا۔ زین المشائخ حضرت خواجہ سید ابراہیم شاہ قادری چشتی بندہ نوازی جانشین حضرت قدیرؒ کے حسن عقیدت کا مظہر ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مدظلہ صدر مفتی جامعہ نظامیہ نے دونوں کی تعمیر جدید کا قطعۂ تاریخ استخراج فرمایا ہے۔ ''**تزیین جدید گنبد حقائق آگاہ بانی جامعہ نظامیہ**'' (2008ء)۔

''**حوض نادر عصر**'' (1429ھ)۔ ''**واھب خواجہ سید ابراھیم شاہ قادری صاحبِ قدیری**'' (2008ء)

مولانا پروفیسر سید عطا اللہ الحسینی کی آمد

مرقع انوار کی ترتیب و تدوین کے آخری مراحل سے گذر رہا تھا کہ کراچی سے جامعہ نظامیہ کے قابل فخر فرزند ممتاز محقق و مفکر شاعر و ادیب حضرت مولانا پروفیسر سید عطا اللہ حسینی مدظلہ علمی و تحقیقی دورہ پر حیدرآباد تشریف لائے۔ راقم الحروف نے پروفیسر صاحب کو مرقع انوار کی تفصیلات سے واقف

کروایا۔ آپ نے اس مرقع کی ترتیب، اشاعت وطباعت پر بے حد پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے بہت ساری دعاؤں سے نوازا۔

نبسۂ شیخ الاسلام کا وصال پر ملال

مرقعِ انوار کی طباعت کے دوران جناب عثمان علی خاں کی اطلاع کے بموجب حضرت شیخ الاسلامؒ کے نواسے مولانا محمد شجاع الدین صاحب موظف پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف ولد محمد عبدالغفور صاحب مرحوم کا انتقال جمعہ 23 نومبر 2007ء بمقام شکاگو امریکہ ہوا۔ (امریکہ کا فون نمبر: 001-815-582-9091، مقامی نمبر: 23306052) موصوف کے ایصال ثواب کے لیے جامعہ نظامیہ میں بتاریخ 29 نومبر 2007ء قرآن خوانی وفاتحہ خوانی کی گئی۔ تعزیتی پیام میں مولانا مفتی خلیل احمد صاحب نے آپ کی خدمات کو سراہا۔ آپ کو آپ کے نانا کے قائم کردہ جامعہ نظامیہ سے قلبی لگاؤ تھا اور اپنے مکان کا موروثی حصہ بھی جامعہ نظامیہ کے لیے وقف کردیا تھا۔ جامعہ کی ترقی کے لیے آپ ہمیشہ فکر مند رہا کرتے تھے۔ جب بھی موصوف کا حیدرآباد میں قیام ہوتا جامعہ ضرور تشریف لاتے۔ (بحوالہ: روزنامہ سیاست، 25 نومبر 2007 حیدرآباد۔ روزنامہ اعتماد، 2 دسمبر 2007 حیدرآباد)

اعتراف واعتذار

3 سال 6 ماہ کے عرصہ میں تیار کردہ اس کتاب کے تمام قارئین تک یہ بات ضرور پہنچانا چاہوں گا کہ مجھے علم وفہم کا کوئی بلند بانگ دعویٰ نہیں اور نہ ہی کوئی زعم، نہ صلہ کی تمنا نہ ستائش کی پرواہ، یاد رہے کہ اس کتاب کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط اور ذمہ دارانہ انداز میں کی گئی ہے اس کے باوجود بھی اگر کسی قرآنی آیت شریف یا حدیث نبویؐ یا کسی قول اسلاف کے متن، ترجمہ، تفہیم مطالب ومعانی یا کسی اور تحریر وتقریر میں کوئی بھی بات سواد اعظم مسلک حق اہل سنت وجماعت کے منافی یا خلاف واقعہ ہو تو میں بوسیلہ حضرت شیخ الاسلامؒ نہایت الحاح وزاری کے ساتھ توبہ ورجوع الی اللہ کرتا ہوں۔ اللہ رب کریم مجھے اپنی چادر عفو وکرم میں ڈھانک لے اور حفظ وامان عطا فرمائے۔ حضرت الامام محمد انوار اللہ فاروقیؒ سے منسوب یہ تذکرۂ جمیل بروز حشر ذریعۂ بخشش اور وسیلۂ نجات بن جائے۔ آمین بحق طٰہٰ و یٰس و الہ و اصحابہ اجمعین و الحمد للہ رب العالمین۔ فقط

بندۂ مولائی

شاہ محمد فصیح الدین نظامی

مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ دکن، الہند

10 صفر المظفر 1429ھ

مطابق 18 فروری 2008ء، دوشنبہ

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ بیک نظر

مولانا حافظ وقاری محمد شبیر احمد نظامی یعقوبی، استاذ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

اسم مبارک: محمد انوار اللہ

کنیت: ابوالبرکات

خانوادہ: فاروقی

خطابات: خان بہادر، فضیلت جنگ

القاب: شیخ الاسلام، عارف باللہ

والد بزرگوار کا اسم گرامی: حضرت قاضی ابو محمد شجاع الدین فاروقیؒ

دادا کا اسم گرامی: حضرت قاضی سراج الدین فاروقیؒ

نانا کا اسم گرامی: حضرت قاضی محمد سعد اللہؒ

خسر محترم کا اسم گرامی: حضرت حاجی امیر الدین محتسب بنولہؒ

جد اعلیٰ: حضرت شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلیؒ

سلسلہ نسب: انچالیسویں پشت میں خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے

ولادت باسعادت: ۴؍ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام قندھار، ضلع ناندیڑ (مہاراشٹرا)

والد ماجد کی حیدرآباد آمد: ۱۲۸۱ھ

والد ماجد کی وفات حسرت آیات: ۱۲۸۸ھ میں ہوئی آپ حضرت شاہ شجاع الدین صاحبؒ برہان پوری کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔

ابتدائی تعلیم: والد ماجد کے پاس حاصل فرمائی۔

حفظ قرآن کی ابتداء: سات سال میں ہوئی گیارہ (۱۱) سال کی عمر شریف میں مولانا حافظ امجد علی صاحبؒ کے ہاں حفظ قرآن مکمل فرمایا۔

اساتذہ کرام: حضرت ابو محمد شجاع الدین صاحبؒ۔ حضرت مولانا فیاض الدین صاحبؒ اورنگ آبادی۔ حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلیؒ۔ علامہ شیخ عبداللہ یمنیؒ نزیل حیدرآباد۔ مولانا حافظ امجد علی صاحبؒ۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ۔

عقد سعید: ۱۲۸۲ھ میں حضرت حاجی محمد امیر الدین صاحبؒ کی صاحبزادی سے ہوا۔ حاجی امیر الدین صاحب کے صاحبزادے دو ہیں محی الدین۔ نظام الدین۔ صاحبزادیاں تین ہیں۔ انور بی (زوجہ شیخ الاسلام) صاحب بی۔ نجیبہ بیگم۔

ملازمت واستعفاء: ۱۲۸۵ھ محکمہ مالگزاری میں خلاصہ نویسی پر مامور ہوئے ڈیڑھ سال اس خدمت کو انجام دینے کے بعد ۱۲۸۷ھ میں مستعفی ہوئے استعفی کا واقعہ مطلع الانوار ص۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تاسیس جامعہ نظامیہ: دوشنبہ ۱۹ ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ

زیارت حرمین شریفین: پہلا سفر مبارک ۱۲۹۴ھ اس سفر مبارک میں آپ نے شیخ الوقت فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور بلا طلب خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔

آصف جاہ سادس کی تعلیم پر تقرر: ۱۲۹۵ھ

دوسرا سفر حجاز مقدس: ۱۳۰۱ھ۔ اہلیہ محترمہ کا انتقال ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ حیدر آباد دکن میں ہوا جس کے بعد تمام عمر شریف عالم تجرد میں بسر فرمائی۔

تیسرا سفر حجاز مقدس: ۱۳۰۵ھ اس سفر میں حضرت شیخ الاسلام نے قلمی نوادر کنز العمال (۸ جلد) جامع مسانید امام اعظمؒ الجوہر النقی علی سنن البیہقی اور احادیث قدسیہ کو ہزاروں روپئے ذاتی صرف فرما کر نقل کروائے۔ قیام مدینہ منورہ کے درمیان آپ کی ہمشیرہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا پھر ۶ر شوال ۱۳۰۷ھ کو آپ کے فرزند عبدالقدوس کا انتقال ہوا۔

چوتھا سفر حج وزیارت: ۱۳۰۸ھ چوتھے حج کے بعد حیدر آباد واپس ہوئے۔

مدت تعلیم آصف جاہ سابع: اعلی حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر کی تعلیم کی مدت ۱۳۰۸ھ تا ۱۳۲۹ھ (۲۱ سال)

سفر بغداد ومقامات مقدسہ: ۱۳۱۴ھ

آصف جاہ سابع کے فرزندوں کی تدریسی مدت: چار سال ۱۳۳۱ھ تا ۱۳۳۵ھ

وفات حسرت آیات: ۲۹ر جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ م ۱۹۱۷ء

نماز جنازہ: تاریخی مکہ مسجد میں پڑھائی گئی

تدفین: دکن کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ کے وسیع وعریض صحن میں ہوئی۔

اولاد: دو لڑکے تین لڑکیاں جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔ (۱) عبد الجلیل پیدائش جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ وفات رمضان المبارک ۱۲۹۵ھ (۲) عبد القدوس پیدائش صفر ۱۲۹۷ھ وفات شوال ۱۳۰۷ھ (۳) وجیہ النساء پیدائش ربیع الاول ۱۲۸۵ھ وفات ۱۳۴۲ھ (۴) فرید النساء پیدائش محرم ۱۲۹۱ھ کم سنی میں فوت ہوئیں (۵) رحمت النساء پیدائش ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ وفات شعبان ۱۳۳۲ھ۔

حلیہ مبارکہ: رنگ ہلکا سرخ وسفید، چہرہ کتابی، آنکھیں بڑی بڑی اور داڑھی گھنی، قد بالا، سینہ کشادہ اور جسم دوہرہ ورزشی اور مضبوط تھا وصال کے وقت اکثر بال سفید ہو گئے تھے۔

تصانیف: انوار احمدی، مقاصد الاسلام (گیارہ حصے) حقیقۃ الفقہ (دو حصے) بشری الکرام، الکلام المرفوع، افادۃ الافہام (دو حصے) انوار التمجید، شمیم الانوار (حمدیہ، نعتیہ وصوفیانہ کلام) انوار الحق، کتاب العقل، خدا کی قدرت، انوار اللہ الودود، مسئلۃ الربوا، منظوم مسدس میلاد النبی۔

مخطوطات: مجموعہ منتخبہ من کتب الصحاح (حدیث عربی)، انتخابات فتوحات مکیہ

حواشی: فتوحات مکیہ، مسلم الثبوت، فصوص الحکم پر آپ نے حاشیئے تحریر کئے ہیں۔

باقیات صالحات: جامعہ نظامیہ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) مجلس اشاعت العلوم، امداد المعارف، مدرسہ شاہی مکہ مسجد، دار العلوم معینیہ اجمیر شریف۔

حضرت کے ملکی ہمعصر ادیب: حضرت حسن الزماں الفاطمی، عزیز جنگ ولاؔ، عبد الحلیم شررؔ، مولانا وحید الزماں، حضرت سید محمد علی حسین اشرفی میاں، حضرت مولانا احمد رضا خاں رضاؔ، عماد الملک بلگرامی، محسن الملک، مولانا فراہی، عبد الجبار خان صوفی، محمد حسین آزاد، نذیر احمد، مانک راؤ وٹھل راؤ، شبلی نعمانی، سر سید احمد خان۔

عالمی معاصرین: حضرت یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ (فلسطین) جرجی زیدان (بیروت) جمال الدین افغانی (مصر) علامہ شیخ احمد عمر بن محمد صاحب نفحۃ الیمن (مصر) حضرت وارث علی شاہ، حضرت مہر علی شاہ (پاکستان) علامہ شہاب الدین آلوسی (صاحب تفسیر روح المعانی)۔

چند مشہور تلامذہ: محدث دکن حضرت سید عبد اللہ شاہ نقشبندی، حضرت مفتی سید احمد علی قادری صوفی، حضرت مفتی محمد رکن الدین، حضرت سید ابراہیم ادیب رضوی، نواب میر محبوب علی خان، نواب میر عثمان علی خان، حضرت مظفر الدین معلّی، حضرت مفتی محمد رحیم الدین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وہ باطل نظریات جن کا آپ نے رد فرمایا: وہابیہ، شیعہ، قادیانیت، غیر مقلدیت، قدریہ، معتزلہ، جبریہ اور اہل قرآن۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی

کے ننھیالی جد اعلیٰ

حضرت سید احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس سرہٗ

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کا ننھیالی سلسلہ واقف اسرار طریقت، حامل علوم شریعت، مالک گنجینہ ء معارف، غریق دریائے عوارف، ولی کامل، عارف واصل، شیخنا المعظم، حضرت محی الدین ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعی الحسینی الشافعی قدس سرہٗ العزیز پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ مناسب خیال کرتے ہوئے حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مختصر حالات بھی شامل کردیئے جائیں اس لئے کہ ہندوستان میں اکثر لوگ آپ کے حالات اور خاندان رفاعیہ کے بانی کی سوانح حیات سے بہت کم واقف ہیں۔

آپ کا نام مبارک سید احمد کبیر تھا ابوالعباس کنیت اور محی الدین لقب تھا چونکہ آپ کے اجداد میں ایک صاحب کا نام ''رفاعہ'' تھا ان کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے رفاعی مشہور ہیں اور نسباً شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اسی وجہ سے حسینی کہلاتے ہیں اور چونکہ مسائل فقہیہ میں آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے پابند تھے، اس وجہ سے شافعی کہلاتے ہیں آپ ۱۵/رجب المرجب ۵۱۲ھ کو مقام حسن میں پیدا ہوئے جو ام عبیدہ کے قریب نواح واسطہ میں واقع ہے آپ کے زمانہ ولادت میں خلفاء عباسین میں خلیفۃ المسلمین مسترشد باللہ سریر آراء خلافت تھے، آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ علامہ ابومحمد ضیاء الدین احمد وتری موصلی نے اپنی کتاب ''روضۃ الناظرین'' میں یوں بیان کیا ہے۔

سیدنا حضرت سید احمد کبیر ابن علی سید حسن رفاعہ الہاشمی المکی مقیم اشبیلی بن سید مہدی بن سید ابوالقاسم محمد بن سید حسن ابوموسیٰ بغدادی مقیم مکہ مکرمہ بن سید حسن رضی بن سید احمد اکبر صالح بن سید موسیٰ ثانی جن کی کنیت ابوسجہ اور بوالحی بھی مشہور تھی ابن سید ابراہیم مرتضی بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کی پیدائش سے قبل ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں شیخ وقت حضرت باز اشہب منصور بطائحی نور اللہ مرقدہٗ کو آپ کی پیدائش کی بشارت سنادی تھی پیدائش سے چالیس دن پہلے ایک رات شیخ منصور نے سرکار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے منصور چالیس دن کے بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام احمد رکھنا، اولیاء کرام میں وہ ایسا ہی سردار ہوگا جس طرح کہ میں انبیاء کا سردار ہوں اور جب وہ ہوشیار ہوجائے تو تعلیم کے واسطے شیخ علی قاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا، اس خواب کے پورے چالیس دن بعد آپ مقام

حسن میں پیدا ہوئے اور سات سال تک وہیں اپنے شفیق والدین کے سایہ عاطفت میں گذارے آپ کی عمر مبارک کا ساتواں سال تھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید علی نور اللہ مرقدہٗ کسی ضرورت سے بغداد کی طرف سفر میں گئے اسی سفر میں بغداد میں انتقال ہوگیا۔

شفیق باپ کے وصال کے بعد بظاہر آپ کی تعلیم وتربیت کا کوئی سہارا نہ تھا اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت بازالاشہب شیخ منصور بطائحی قدس سرہٗ نے آپ کو معہ آپ کی والدہ محترمہ کے اپنے پاس بلالیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق تعلیم وتربیت کی طرف پوری توجہ کی قرآن پاک تو آپ نے مقام حسن میں ہی شیخ عبدالسمیع الحربونی کے پاس حفظ کرلیا تھا، کچھ دن کے بعد حضرت شیخ منصور نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق واسطہ میں زبدۃ العلماء شیخ علی ابوالفضل قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیجد یا شیخ علی واسطی نے بھی آپ کی تعلیم وتربیت میں خاص توجہ سے سعی کی۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہٗ میں بچپن سے ہی صلاحیت وسعادت مندی اور زہدو اتقا کے آثار پائے جاتے تھے بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

چنانچہ آپ کی محترمہ ہمشیرہ سیدہ صالحہ جو نہایت عابدہ زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں وہ فرماتی ہیں کہ سید صاحب جس وقت شیر خوار تھے تو رمضان کے مہینے میں کبھی دن میں دودھ نہ پیتے تھے چنانچہ اول اول تو یہ خیال کیا کہ شاید اس مرضعہ (دودھ پلانے والی) کا دودھ نہ پیا ہو دوسری عورت کو دیا آپ نے اس کا بھی نہ پیا اسی طرح چند عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی مگر آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا ہاں مغرب کے بعد آپ دودھ پیتے تھے۔ جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف آپ کو بالکل توجہ نہ تھی اسی سبب سے بہت تھوڑی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور جب آپ تحصیل علم کے لئے واسطہ گئے تو وہاں بھی ایسی محنت اور توجہ سے پڑھا کہ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ غرض تمام فنون مروجہ کی تکمیل کرلی اور آپ کے استاد محترم نے آپ کو حدیث شریف اور دیگر علوم کی سند اور اجازت عطاء کی آپ شیخ علی واسطی کے علاوہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبدالملک الحربونی کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے جو اس زمانہ کے علماء میں نہایت باکمال مشہور تھے اور اپنے علم وفضل کی وجہ سے مرجع خلائق تھے، غرض جب حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے علوم دینیہ کی تکمیل کرلی اور آپ کے اساتذہ نے سند اور اجازت عطا کی تو آپ نے بھی وہاں سلسلہ تدریس شروع کردیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں صاحب شیخ بازالاشہب منصور بطائحی قدس سرہٗ سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی شروع کردی لطف خداندی اور مناسبت طبعی کی وجہ سے آپ نے اس فن شریف یعنی علوم باطنیہ میں بھی بہت جلد کمال حاصل کرلیا، ادھر تو علوم ظاہری میں آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علماء وفضلاء آپ کے درس میں استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے اور ادھر جب آپ نے نصاب طریقت اور سلوک ومعرفت کے مدارج عالیہ کو طے کرلیا اور آپ کے زہد واتقا

اور پارسائی کا خاص وعام میں شہرہ ہوگیا، اورآپ کے ماموں صاحب نے خرقہ ءسجادگی پہنا کر خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو بلالیا تا کہ آپ وہاں رہ کرلوگوں کو ہدایت ورہنمائی کریں اوراپنے علوم ظاہری وباطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں پھرتو آپ سے استفادہ کیلئے خلق اللہ ٹوٹ پڑی اورخانقاہ ام عبیدہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء وفقراء تحصیل علم اورتزکیہ باطن کے واسطے رہنے لگے، خانقاہ مبارک میں جتنے آدمی رہتے تھے سب کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تا کہ سالکین اور طلباء فراغ قلب اوراطمینان سے حصولِ مقصد میں لگے رہیں اورفکرِ معاش میں مبتلا ہوکر ذکرِ خداوندی سے غافل نہ ہوں، بعض مستند اور ثقہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ بعض ایام میں ہم نے دیکھا کہ دس ہزار آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں تھااورسب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت اقدس میں ۱۵ر شعبان کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس دن خانقاہ ام عبیدہ میں تقریباً ایک لاکھ انسان جمع تھے اورسب کے قیام و طعام کا انتظام سید صاحب کی جانب سے تھا۔آپ کے اخلاق وعادات اورتمام وکمال اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کانمونہ تھے۔عجز وانکسار،تواضع ومسکینیت آپ میں حد سے زیادہ تھی چنانچہ آپ خودفرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک ومعرفت کے سب طریقوں کودیکھا اورغورکیالیکن تواضع اور انکسار سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا اس واسطے میں نے اسی کو اپنے واسطے پسند کیا۔اتباع سنت کے آپ خود بھی بہت پابند تھے اورخدام کوبھی تاکید فرماتے تھے، دنیا کمانے والے مکار صوفی منش لوگوں نے جو باتیں خلاف شرع ایجاد کررکھی تھیں آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے اورایسےلوگوں سے نفرت کرتے تھے،لباس اور طعام میں سادگی کو پسند فرماتے تھے دنیاوی تکلفات اورسامان تعیش سے نفرت تھی ،طبیعت میں شرم وحیا بہت غالب تھی حتیٰ کہ عادت مبارک یہ ہوگئی تھی کہ پہنے ہوئے کپڑے جب میلے ہوجاتے تو آپ دریامیں اتر کر بدن پر ہی کپڑوں کومل کرصاف کرلیتے اور پھر دھوپ میں کھڑے رہتے۔

ابتداً آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اورتعلیم وتعلم ہی آپ کا مشغلہ تھامگراس کے ساتھ آپ اپنے ماموں شیخ منصور بطائحیؒ سے تصوف اورمعرفت کی تحصیل بھی کرتے تھےتھوڑے ہی عرصہ میں عرفان وسلوک کے مدارج عالیہ کو طے کرکے عارف کامل بن گئے اورحضرت شیخ منصور بطائحی نے ۵۳۹ھ میں اپنے انتقال سے ایک سال پہلے خلافت عطا کرکے خرقہ پہنادیا اورخانقاہ ام عبیدہ میں آپ کواپنا جانشین بنادیا اورمشائخ وسالکین واسطہ اروق اور بصرہ وغیرہ کو آپ نے ہدایت کی کہ آئندہ وہ حضرت سید احمد رفاعی قدس سرہٗ سے رجوع کریں اورانہیں کواپنا شیخ سمجھ کر استفادہ کریں اس سے ایک سال بعد ۵۴۰ھ میں جب شیخ منصور کا وصال ہوا ہےتو آپ کی عمر ۲۸رسال تھی ،اس کے بعد آپ کےفضل وکمال، اتقا وریاضت کا اس قدر شہرہ ہوا کہ دور دور سے لوگ رشدوہدایت کی تلاش میں آپ کی خدمت میں آتے اورآپ کےحلقہ ءعقیدت میں شامل ہوکر کامیاب اور بامراد جاتے۔

علامہ شیخ بن مہذب اپنی کتاب ''عجائب واسطہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کےخلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک

سوتھی، عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ نہ ہوں، اور عقیدت مند مریدوں کا تو کوئی شمار نہ تھا آپ کے بعض خلفا اور مشائخ نے اور ان کے بعد بھی بہت سے بزرگوں نے آپ کے حالات ومناقب میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کا ہم تذکرہ کرتے ہیں، ربیع العاشقین، تریاق المحبین نفحۃ المسکیہ، ام البراہین، شفاء الاسقام، روضۃ الناظرین وغیرہ ان میں سے بعض کتابیں کمیاب ہیں اور بعض مصروشام میں کثرت سے ملتی ہیں مگر ہندوستان میں کم۔ اگر چہ آپ علوم شریعت وطریقت میں کامل وماہر تھے اور شانِ علمیت کا غلبہ بھی تھا لیکن تصنیف وتالیف کی طرف خاص توجہ نہ تھی البتہ اکثر خاص مجالس میں اور کبھی مساجد میں وعظ فرماتے تھے یا روزمرہ کی گفتگو میں خلفاء کو نصائح فرماتے تھے تو آپ کی اجازت یا ایما سے آپ کے خدام اس کو قلبند کر لیتے اس طرح چند کتابیں آپ کی تصنیف سے مشہور اور موسوم ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ مجالس الاحمدیہ، کتاب الحکم آثارا لمنافعہ الحکم الساطعہ، البرہان المؤید۔ حقیقت یہ ہے کہ تقرب خداوندی میں آپ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا جو کسی دوسرے ولی اللہ کو میسر نہ آیا ہوگا، آپ علمِ شریعت وطریقت کے جامع تھے آپ سے بہت سی عجیب باتیں بطور کرامت صادر ہوئیں جن سے آپ کے علوئے مرتبت اور تقرب الٰہی کا حال معلوم ہوتا ہے سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ کی یہ ہے کہ جب آپ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے، گنبد خضرا کے قریب پہونچ کر آپ نے باآواز بلند کہا السلام علیک یا جدی فوراً روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے ندا آئی کہ وعلیک السلام یا ولدی اس نداء مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری ہوگیا آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے سب نے آواز کو سنا تھوڑی دیر کے بعد بحالت گریہ آپ نے یہ دو شعر پڑھے:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

جدائی (دوری) کی حالت میں تو اپنی روح کو روضہء مطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا تھا تاکہ میری طرف سے آپ کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرلے۔

وھذہ دولۃ الاشبا قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

اور جبکہ یہ دولت دیدار مجھے اصالۃً حاصل ہے تو آپ مبارک ہاتھ دیجئے کہ میں اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کروں۔

اس وقت روضہء مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً نوے ہزار عاشقان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ومشتاقانِ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجمع تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے، انہیں میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الاموئؒ اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی عجیب کرامتیں ہیں جن کا یہاں ذکر طوالت کا باعث ہوگا، اس واسطے صرف اسی واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں اور حقیقت حال

تو یہ ہے کہ اس کے بعد کسی چیز کے ذکر کی حاجت بھی نہیں ہے۔

آپ کی پہلی شادی حضرت شیخ ابوبکر بن لجی انصاری بخاری کی صاحبزادی سیدہ خدیجہ انصاریہ سے ہوئی جو نہایت نیک طبیعت عبادت گذار خاتون تھیں ان کے بطن سے دو صاحبزادیاں فاطمہ اور زینب پیدا ہوئیں پھر جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے ان کی بہن حضرت رابعہ سے نکاح کیا اور ان کے بطن سے ایک فرزند قطب الدین پیدا ہوئے جو سترہ سال کی عمر میں لاولد اپنے شفیق باپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے، آپ کی صاحبزادیوں کی شادیاں آپ کے ہمجد چچازاد بھائی اور ہمشیرہ زادہ سے ہوئیں جن کے نام مہذب الدولہ علی بن سیف الدین اور ممہد الدولہ عبدالرحیم ہیں ان دونوں صاحبزادیوں سے آپ کا سلسلۂ نسب چلا اور آپ کی اولاد میں بڑے بڑے عالم وفاضل اور باکمال بزرگ ہوئے اگر چہ بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ آپ کے فرزند قطب الدین صالح نے ایک لڑکا چھوڑا تھا جس سے اولاد کا سلسلہ چلا مگر یہ قول صحیح نہیں ہے درست قول یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادہ لاولد فوت ہوئے اور آپ کا سلسلہءنسب صاحبزادیوں سے ہی چلا۔

آپ نے ٦٦ سال کی عمر تک اس دارفانی میں رہ کر خلق اللہ کی خدمت کی اور ۵۷۸ھ میں آپ نے اس عالم فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا، نوراللہ مرقدہٗ، آپ کی وفات کی خبر فرشتہءغیب نے اطراف ونواح ام عبیدہ میں مشہور کردی لوگ دوردور سے آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ کی شرکت کیلئے ام عبیدہ میں جمع ہونے لگے بعض مورخین کا بیان ہے کہ آپ کی

نماز جنازہ کے وقت تقریباً ٩ لاکھ مرد عورت کا مجمع تھا بعد نماز آپ کی میت کو ام عبیدہ کی اسی خانقاہ میں سپرد خاک کیا جس میں آپ کے نانا صاحب کا مزار تھا، عارف باللہ سید سراج الدین رفاعی نے ایک شعر میں آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور عمر کی مقدار بھی لکھی ہے۔

ولادتــہ بشــری ولـلـــہ عـمـره

٦٦　　　　٥١٢

وجـائـت بشـری الله بالقرب والزلقی

٥٧٨

آپ کی ولادت خدا کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر اللہ کے واسطے تھی اور آپ کے تقرب الٰہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اور لفظ اللہ (٦٦) کے عدد آپ کی عمر پر دلالت کرتے ہیں اور بشری اللہ (٥٧٨) سے سنِ وفات معلوم ہوتا ہے۔

(ماخوذ: بنیان المشید، ص ١٥ تا ٢٣ مکتبہ تھانوی، دفتر الابقاء، مولوی مسافر خانہ، ایم اے جناح روڈ کراچی، مطبوعہ ١٣٧٥ھ)

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی

کے ننھیالی جد

حضرت شاہ محمد رفیع الدین قندہاری

نام ونسب:۔

آپ کا اسم گرامی غلام رفاعی عرف محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین ابن محمد تاج الدین ہے۔ سلسلہ نسب چھتیسویں واسطے سے امیر المومنین حضرت سید نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے ملتا ہے اس طرح آپ فاروقی النسب ہیں۔

تاریخ انوار القندہار میں آپ نے اپنے حسب ونسب سے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ

"حضرت سید نا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سید نا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے منسوب تھیں، جن کی اولاد میں سے ہم ہیں، اس طرح ہم حضرت سید نا عمرؓ کی اولاد اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آل سے ہیں۔"

شجرہ نسب:۔

غلام رفاعی عرف محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین ابن قاضی محمد تاج الدین ابن قاضی عبدالملک ابن قاضی محمد تاج الدین کلاں ابن محمد قاضی کبیر ابن قاضی محمود بن قاضی کبیر بن قاضی محمود بن قاضی احمد بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن زین الدین بن نورالدین بن محمد شمس الدین بن شریف جہاں بن صدر جہاں بن شیخ اسحاق بن شیخ مسعود بن بدر الدین بن محمد سلیمان بن شیخ شعیب بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی بن محمد اسحاق بن شیخ مسعود بن عبداللہ واعظ اصغر بن عبداللہ واعظ اکبر بن ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حضرت سید نا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ۔

ولادت باسعادت:۔

قصبہ قندہار شریف میں بتاریخ ۱۹؍ جمادی الثانی ۱۱۶۴ھ پنجشنبہ کی صبح بعد نماز فجر آپ کی والدہ ماجدہ جو صالحہ اور عابدہ تھیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت حاصل فرمائی تھیں، تلاوت قرآن میں مصروف تھیں کہ آپ کی ولادت باسعادت بعد ختم تلاوت عمل میں آئی۔

واقعات ولادت:۔

آپ کے والدین کو ایک عرصہ تک اولاد نہ ہوئی آپ کے والد بزرگوار حضرت محمد شمس الدین ابن حضرت محمد تاج الدین جو مرد صالح تھے اور سلسلہ عالیہ رفاعیہ میں بیعت حاصل کرچکے تھے اور حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے نہایت معتقد تھے۔ دھانورہ کے جاگیردار اور قاضی بنولہ تھے۔ بہ نیت فرزند حضرت سید نا حاجی سیاح سرور مخدوم قدس سرہٗ کے روضہ مبارکہ کی مسجد میں معتکف تھے کہ حضرت سید نا حاجی سیاح سرور مخدوم قندہاری قدس سرہٗ نے عالم رویا میں آپ کو بشارت دی کہ تجھے ایک فرزند باکمال وصاحب باطن تولد ہوگا، اور اس کا ہمارا نام رکھنا، چنانچہ بموجب بشارت آپ کی والدہ ماجدہ کے ایام حمل کی

تکمیل کے بعد تاریخ مذکورہ پر آپ کے دادا حضرت تاج الدینؒ کی حویلی میں آپ کی ولادت ہوئی، اور بموجب حکم حضرت سیدنا حاجی سیاح سرور مخدوم قدس سرہٗ آپ کا اسم گرامی غلام رفاعی عرف محمد رفیع الدین رکھا گیا۔

عہد طفلی:۔

بچپن ہی سے بزرگی کے علامات چہرہ مبارک سے ظاہر تھے اور ابتداء ہی سے آپ کی نسبت بطریق اویسیہ حضرت سیدنا حاجی سیاح سرور مخدوم قدس سرہٗ سے قائم تھی چنانچہ حضرت مخدومؒ کے مزار فیض بار سے بعہد طفلی ہی آپ بہرہ ور تھے۔ علم رویاء میں حضرت سیدنا مخدوم سرور قدس سرہٗ نے آپ کو ایک کتاب عنایت فرمائی اور مشغول بذکر یاد مسمی فرمایا آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ان ہی دنوں سے آپ کی نسبت اویسیہ جاری ہے۔ وقتاً فوقتاً ضروری اشارات اور احکام آپ کو حضرت مخدوم سرور قدس سرہٗ کی بارگاہ سے ملتے رہے۔

کم عمری میں ایک مرتبہ جب آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی درگاہ شریف پہنچے تو مزار مبارک سے آواز آئی کہ یہ تمہارے کھیلنے کی عمر نہیں ہے علم حاصل کرنے کیلئے اورنگ آباد جاؤ چنانچہ تحصیل علم کیلئے حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے حکم پر آپ اورنگ آباد تشریف لے گئے۔

تحصیل علم:۔

ابتدائی تعلیم والد بزرگوار اور دیگر مقامی علمائے قندہار سے تا شرح ملائے جامیؒ حاصل فرمائی، مزید تعلیم کے حصول کیلئے اورنگ آباد تشریف لے گئے اور حضرت سید قمر الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے اورنگ آباد کی خدمت میں رہ کر استفادہ فرمایا اور تا حاشیہ بیضاوی وغیرہ کی تعلیم تمام فرمائی۔ اورنگ آباد میں نو (۹) سال کی مدت تک آپ کا زمانہ طالب علمی جاری رہا۔ ویسے آپ بچپن ہی سے نہایت ذکی تھے۔ لیکن تحصیل علم میں آپ کی دلچسپی ویکسوئی کا یہ عالم تھا کہ روایت مشہور ہے بزمانہ طالب علمی وطن سے جو بھی خطوط آپ کو موصول ہوتے ان کو ملاحظہ نہ فرماتے بلکہ محفوظ فرما دیتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ خطوط پڑھنے سے وطن اور خاندان کے حالات وواقعات معلوم ہونے پر تعلیم سے توجہ ہٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ بزمانہ طالب علمی اورنگ آباد میں جس حجرہ میں آپ نے قیام فرمایا تھا وہ ''حجرۃ الرفیع'' کے نام سے موسوم اور کچھ عرصہ پہلے تک آپ کی یادگار کے طور پر باقی تھا۔ روایت ہے کہ بزمانہ طالب علمی اورنگ آباد میں اکثر آپ راتوں میں تن تنہا روضہ بیگم تشریف لیجا کر اس قدر روتے کہ صبح میں علامت اشک زمین پر دکھائی دیتے۔ چنانچہ مقامی لوگوں میں اس بات کی شہرت تھی۔ بسلسلہ تحصیل علم اورنگ آباد کا یہ طویل قیام آپ کی سوانح میں بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت مولانا سید قمر الدین اورنگ آبادیؒ کی فیض صحبت میں آپ کے طویل قیام کی وجہ حضرت موصوف سے آپ کو انتہائی انس وعقیدت ہوگئی تھی۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مولانا قمر الدین اورنگ آبادیؒ اور حضرت شاہ محمد عظیم الدین بلخی علیہ الرحمہ سے آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں نعمت پائی اور ذکر واشغال کے طریقے سیکھے اور اجازتیں حاصل فرمائیں۔ آپ کی تالیف ''وظائف الصالحین'' اسی دور کی یادگار ہے۔ جس کا ایک قدیم قلمی نسخہ حضرت والدی ومرشدی قبلہ گاہیؒ کے پاس محفوظ ہے۔ وہی زمانہ تھا کہ آپ مولوی میر غلام علی آزاد بلگرامی کی طرز نگارش سے متاثر ہوئے اسکی وجہ یہ ہوئی کہ میر موصوف کو حضرت مولانا سید قمر الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمہ سے نہایت نیازمندانہ ربط ضبط حاصل تھا۔ حضرت مولانا سید قمر الدین علیہ الرحمہ اور میر موصوف بیس بیس روز تک

اورنگ آباد کے باغات کی سیر کے لئے جاتے تھے، چنانچہ آپ بھی استادِ محترم کی اتباع میں ساتھ رہتے۔ اس طرح میر غلام علی آزاد بلگرامی کی صحبت میں رہنے کا زیادہ اتفاق ہوتا ان کے مسلک سے متاثر ہو کر آپ نے بھی نثر نگاری میں وہ ادیبانہ شان پیدا فرمائی کہ آپ کی نثر میں انتہائی شیرینی پائی جاتی ہے۔ آپ نے حضرت قاضی شیخ الاسلام خاں سے عربی و دیگر علوم کی تحصیل و تکمیل فرمائی اور یہاں آپ کو مولانا کا لقب ملا۔ پھر سورت میں حضرت خیر الدین مرحوم سے بخاری شریف اور تحقیق مسائل حق وسلوک کی تکمیل فرمائی۔ من بعد مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ میں رئیس المحققین حضرت محمد بن عبداللہ مغربی اور دیگر علماء مشائخ ومحدثین وقت کہ جو، حرمین شریفین میں موجود تھے ان سے صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث شریف اور اعمال واشغال طرق شتی میں عملاً استفادہ فرمایا اور تجوید وقراءت قرآن سیکھ کر سند حاصل فرمائی اور اپنے وقت کے متبحر عالم اور یگانہ روزگار ہوئے۔ آپ نے اپنی کتاب ''انوار القندہار'' میں اپنے اساتذہ اور تعلیمی سرگرمیوں کا ذکر جس طرح بزبان فارسی فرمایا ہے اس کو من عن یہاں درج کیا جاتا ہے جس سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے اور آپ کے اساتذہ کے اسمائے گرامی کی تفصیل بھی ملتی ہے۔

''در قندہار از سید شاہ عبدالرسول اوائل ابجد واز حضرت قبلہ گاہی قرآن شریف وکتب فارسیہ ونوشت وخواند از شاہ محمد مرحوم واخوی محمد قطب الدین مرحوم وسید چاند مرحوم گلستان واز عموی قاضی محمد سراج الدین سکندر نامہ وابوالفضل واصلاح خط ہم واز اخوی محمد برہان الدین مرحوم ومحمد امان اللہ سلمہ اللہ تعالی کتبِ صرف ونحو وبعضے فقہ واز مولوی مراد قندہاری ومولوی شیخ احمد بسمت نگری قدرے نحو وکتب فارسی ودر اورنگ آباد از حضرت سید مجاہد وحضرت سید نور العلی در شرح ملا سبقے چند واز میر انوار الدین اکثر شرح ملا وشرح تہذیب وغیرہ رسالہ ہائے منطق واز مولوی معین الدین بعضے از قطبی واز مولوی قادر علی شریفی فرائض وشرح مطالع واز مولوی محمد داور ناظم طغری واز مولوی محمد مراد عرفی وغیرہ واز محمد عثمان خوشنویس اصلاح خط شکستہ واز مولوی قدرت اللہ بلیغ تخلّص ناصر علی ودوا دین اشعار واز حضرت غلام نور قدس سرہٗ مثنوی شریف وغیرہ رسالہ علم حقائق وتسویہ، قاضی محبّ اللہ وسلم زاہدین معہ حواشی واز سید نور الہدی از قطبی تا این جا مراد تمام کتب تحصیلی واز زبدۃ العلماء قاضی شیخ الاسلام خاں ہدایہ فقہ وحاشیہ قدیم معہ حواشی وبیضاوی شریف ودر بندر مبارک سورۃ بخاری شریف وتحقیقِ مسائل حق وسلوک از حضرت مولوی خیر الدین مرحوم ومغفور ودر مجلس مولوی میر عبداللہ ومولوی ولی اللہ مرحومین جہت سماعت حدیث وغیرہ تیمناً دو چار بار حاضر گشتیم ودر مدینہ منورہ مقدسہ از حضرت محمد بن عبداللہ المغربی ثم المدنی در مسجد شریف نبوی بخاری شریف قرأۃ سند نمودہ اجازت صحاح ستہ ومشکواۃ المصابیح ومسند امام احمد بن حنبل وموطاء امام مالک ودلائل خیرات گرفتہ شد حق تعالی تمام استاد ہائے ما را کہ آسامی مبارک ایشان قلمے است واز ہر کسے کہ گرفتہ باشم جزائے خیر دہد وخاتمۂ ایشاں وجمیع امت مرحومہ بخیر گرداند۔''

بحیثیت محدّث:۔

مدینہ طیبہ میں دوران قیام آپ نے اپنا درس حدیث مسجد نبوی ﷺ میں جاری فرمایا اور وہاں لوگوں نے آپ سے حدیث پڑھکر سندیں حاصل کیں۔ کتاب ''وسائل الوصول شمائل الرّسول''، مطبوعہ بیروت میں مؤلف کتاب نے سند حدیث تحریر کی ہے۔ جو آپ ہی کے سلسلہ کی ہے۔ مؤلف کتاب کے شیوخ نے مدینہ منورہ میں یہ سند آپ سے پڑھ کر حاصل کی تھی، اسی سلسلہ سے علامہ نبہانی جو جامعہ ازہر میں

شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔ اسی سند حدیث کے حامل تھے (۱) اس طرح آپ کے سلسلے کی سند حدیث جامعہ ازہر سے جاری ہوئی۔ ہندوستان کے علمائے فرنگی محل سے حضرت عبدالباقی مہاجر فرنگی محلی کے شیوخ نے اپنے تلامذہ کو آپ ہی کے سلسلہ کی سند حدیث دی ہے، چنانچہ اکابر علمائے عرب و عجم آپ کے سلسلہ کی سند حدیث کے حامل رہے۔ اور یہی وہ آپ کے عظیم الشان دینی خدمات بلاد عرب و عجم میں تھے کہ جس کی وجہ آپ شیخ العرب والعجم کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کے سلسلے کی سند حدیث اکابر علماء کے نزدیک ثقہ اور مرجح سمجھی گئی ہے۔ سند حدیث آگے کتاب کے اس حصہ میں مذکور ہوئی ہے۔ جو شجرہائے طریقت اسناد اور اجازت نامہ جات کیلئے مخصوص ہے۔ اگرچہ وہب وعطا کی نعمت سے بہ نسبت اویسیہ و بہ استفادۂ روحانیت حضرت سیدنا حاجی سیاح سرور مخدوم قدس سرہ آپ عہد طفلی ہی سے مالا مال تھے۔ لیکن کسب کے راستے کو بھی آپ نے نہیں چھوڑا اور علم ظاہر و علم باطن کے حصول میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

فن شعر و سخن:۔

بزمانہ شباب آپ مشق سخن فرماتے تھے۔ آپ کا تخلص نطق تھا۔ اور عروض میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کے طبع موزوں سے چند شعر جو مختلف تواریخ میں پائے گئے، بطور نمونہ کلام درج ذیل ہیں،

بیا بیا کہ شہید توبے دفن باقیست
برنگ شمع بفانوس در کفن باقیست
زروئے لطف بکس بوسہ دادۂ شاید
کہ ہمچو شبنم گل نقش بردہن باقیست
سپندو ارز سوز تو نالہ ہا کردیم
سخن تمام شدو آخریں سخن باقیست
یار در بردارم و مشتاق دیدارم ہنوز
مید ہی اے دل چرا از وصل آزارم ہنوز
خواندہ ام برلوح دل حرف تجلی کسے
محواز خودگشتہ ام محتاجِ تکرارم ہنوز
الٰہی بازبنمارو ئے آں ابر وہلالی را
منور کن چوروز عیدایں غمگیں لیالی را
زپا مال خلائق از گراں خوابی نمیخیزد
فتادہ سایہ بر تختم مگر تصویر قالی را

روایت ہے کہ شاعرانہ مشغلہ آگے جاری نہ رہ سکا اور حضرت شیخ المشائخ، وحید العصر، قطب الدہر، عارف باللہ سیدنا خواجہ رحمت اللہ (نائب رسول ﷺ) قدس سرہٗ کی فیض صحبت میں آپ کا ذوق ہی بدل گیا چنانچہ اس کے بعد نہ صرف آپ نے شعر گوئی ترک فرمادی بلکہ اپنے سابقہ سرمایہ شاعری کو بھی تلف فرمادیا۔

اخلاق وعادات اوقات وحالات:۔

آپ کی طبیعت میں غیر معمولی حلم سنجیدگی اور بردباری تھی۔ فضول گوئی سے تنفر تھا اور کبھی مبالغہ آمیز گفتگو نہ فرماتے مریدین معتقدین کی کثرت کے باعث جیسے بھی آپ کے مصروفیات ہوں گے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے لیکن اس کے باوجود آپ کا معمول تھا کہ نصف شب کو بیدار ہوکر مسجد تشریف لاتے، تہجد کی نماز ادا فرما کر فجر تک مسجد میں مراقب تشریف فرمارہتے۔ اور پھر نماز فجر سے فارغ ہوکر اشراق تک مسجد ہی میں مراقب رہتے اور ماسویٰ اللہ سے آنکھ بند رکھتے، نماز اشراق کے بعد دولت خانہ کو تشریف لے جاتے اور نصف النہار تک بزرگوں کی حکایات و روایات سنا کر حاضرین کی ضروری تربیت فرماتے۔ پھر انکے ساتھ کچھ تناول فرماتے اور قیلولہ فرماتے پھر

اول وقت ظہر اُٹھ کر مسجد تشریف لاتے نماز ظہر ادا فرما کر نماز عشاء تک مسجد سے قدم باہر نہ نکالتے۔ بعد نماز عشاء گھر تشریف لے جا کر حاضرین کے ساتھ کچھ تناول فرماتے۔ ہمیشہ باوضو رہتے وضو کے بعد دو رکعت تحیتہ الوضو ادا فرماتے۔ چوبیس گھنٹے غیر حق سے آنکھ بند رکھتے اور دوام مراقبہ کی کیفیت رہتی۔ آپ کے مناقب میں لکھا ہے کہ اگر (۱۰۰سو) آدمی آپ کی مجلس میں حاضر رہتے تو تمام کو اپنی توجہ سے رجوع بہ حق فرماتے اور ان کی آنکھ غیر کے معاینہ سے بند فرماتے۔ حضرت مولانا ابوسعید والاؒ نے اپنی کتاب ''بحر رحمت'' میں لکھا ہے کہ دوام مراقبہ کی کیفیت جو خانوادۂ خواجگان چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین میں ہم نے سنی ہے، وہی کیفیت آپ کی ذات بابرکت میں دیکھی ہے، اور ان ہی سے روایت ہے کہ بہ سبب نورانیت باطن چہرۂ مبارک مثل آفتاب چمکتا دمکتا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا امتحان لیا کہ حضرت کا روئے شریف دیکھ سکتا ہوں یا کیا لیکن خود میں وہ تاب وتواں نہ پایا وہ مزید فرماتے ہیں کہ دیگر اشخاص بھی آپ کے روئے شریف کے تعلق سے اسی طرح کہتے تھے۔ مؤلف تاریخ ''گلزار آصفیہ'' نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ جب وہ معہ حکیم عافیت طلب خان حضرت کی قدمبوسی کا شرف حاصل کئے تو آپکا ایک ایسا جمال دیکھا کہ آج تک ایسا جمال نظر سے نہ گذرا اور آپ بمصداق آیت ماھذا بشراً ان ھذا الاّ ملک کریم ،جلوہ فرما تھے۔ آپ خدمت خلق کو افضل ترین عبادت خیال فرماتے تھے۔ انتہائی خوش اخلاق بامروت اور منکسر المزاج تھے۔ کمال عجز اور فروتنی کے ساتھ ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم کے لیے جگہ سے اٹھتے۔ مؤلف بحر رحمت نے لکھا ہے کہ گفتگو میں ہر ایک کے ساتھ الفاظ میں ایسے آداب ملحوظ فرماتے کہ جو مخاطب کے مرتبہ سے کہیں زیادہ ہوتے۔ آپ کسر نفسی اور شکستہ دلوں کی پاسداری کو تمام عبادات پر مقدم سمجھتے تھے۔ مولانا ابوسعید والاؒ نے لکھا ہے کہ کسی ادنی واعلی کا دل آپ نے نہیں توڑا۔ نام ونمود شہرت وعزت سے بالکلیہ بے نیاز تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ توجہ فرماتے اس کے بعد ضمار ہستی کو اٹھانے کی تربیت فرماتے۔ اور آخر زمانہ میں مقام تمکین پر فائز ہونے کے سبب رسمِ توجہ کو بالکل آپ نے موقوف فرما دیا تھا۔ اور اگر کوئی التجا کرتا تو آپ اس کو اپنے خلیفہ حضرت شیخ مدارؒ کے سپرد فرماتے لیکن آخر زمانہ میں آپ کا فیض صحبت بہ نسبت سابق بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ باوجود کثرت عبادت وشدت ریاضت سلسلہ درس وتدریس جاری تھا اور سلسلہ تصنیف تالیف بھی جاری رہا۔ آپ کی انگشتری مبارک پر الموت خیر الواعظ یارفیع کندہ تھا۔

مرشد کامل کی طلب:۔

اورنگ آباد میں علم ظاہر کی تکمیل کے بعد دستار فضیلت حاصل فرما کر حسب الطلب والد بزرگوار آپ نے اپنے وطن مالوفہ قندہار شریف مراجعت فرمائی اور کچھ مدت قندہار میں قیام کے بعد بموجب استخارہ واشارہ حضرت سیدنا حاجی سیاح سرور مخدوم قدس سرہ، مرشد کامل کی طلب میں رحمت آباد شریف تشریف لے گئے اور حضرت شیخ المشائخ وحید العصر قطب الدہر سیدنا خواجہ رحمت اللہ نائب (رسول اللہ ﷺ) قدس سرہ، کے آستان عرش آشیاں پر پہنچے حضرت ممدوح سے نیاز حاصل ہونے کے دوسرے روز حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بارے میں محمد علی خاں بہادر والا جاہ کو لکھ دیتا ہوں خط لیکر ان کے پاس جائیں وہ ہر طرح تمہارے ساتھ معقول سلوک کرینگے۔ یہ سنکر آپ کو نہایت رنج ہوا اور آپ نے عرض کی کہ غلام کے بزرگوں نے جو معاش پیدا کر رکھی ہے وہ بندہ کے احتیاج سے زیادہ ہے لیکن اس کو اپنے حق میں حرام سمجھتا ہے اور محض تربیت

باطن کی توقع پر حسب الاشارہ ہادی اشباح وارواح محمد سیاح قدس سرہ، آنجناب کے آستان عرش آشیاں تک خود کو پہنچایا ہے۔ جونہی آپ کا معروضہ سماعت فرمایا حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے بے اختیار رونا شروع فرمایا اور ارشاد فرمایا بارک اللہ، لوگ ان دنوں آتے ہیں جن میں بعض سفارش کی غرض سے اور بعض برائے اجازت عمل تسخیر اور بعضے نسخہ کیمیاء کی طلب میں بیعت کرتے ہیں، چنانچہ فقیر اسی طرح خیال کیا پھر حضرت سیدنا خواجہ علیہ الرحمہ نے آپکو اجازت دوگانہ رویت رسول اللہ ﷺ مرحمت فرمائی، اور فرمایا کہ رات میں عمل کریں۔ حقیقت واقعہ فراموش نہ کریں اور صبح میں تفصیلاً بیان کریں چنانچہ اس عمل کے بعد آپ کی تفصیل جیسا کہ خود آپ نے تحریر فرمائی حسب ذیل ہے۔

خواب اور رویت النبی ﷺ:۔

آپنے اس عمل کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک صحرائے عظیم میں تنہا ہیں اور ایک ہولناک شخص دراز قامت سیاہ رنگ آپ کا قصد کیا ہے اور آپ اس سے حیران ہیں۔ ناگاہ بزرگوں کی ایک فوج اسی وقت تیز تیز آئی اور اس شخص ہولناک کو اس فوج نے شمشیروں اور لکڑیوں سے مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا آپ نے دریافت کیا کہ یہ فوج کونسی ہے، کہنے لگے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا جلو خاص ہے اور آنحضرت ﷺ بھی تشریف لا رہے ہیں۔ جب یہ بات سنی تو آپ نہایت خوش حال ہو گئے اور اس مبارک ومعلّٰی فوج کے کنارہ کھڑے ہو گئے۔ مختلف اقسام کے بزرگ فوج درفوج گذرتے گئے، ناگاہ سواری مبارک آنحضرت ﷺ ظاہر ہوئی اور آنحضرت ﷺ تخت پر تشریف فرما تھے۔ اور لوگ اطراف اس تخت کو پکڑے ہوئے تھے۔ جب تخت مبارک آپ کے نزدیک پہنچا آپ نے آداب بجالایا اور نہایت تضرع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے نگاہ شفقت وتبسم آپ کے حال پر مرحمت فرمایا اور ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ آپ کو حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کے پاس لیجائیں اور تخت مبارک گذر گیا۔ آپ رخصت ہو کر اس شخص کے ہمراہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ، کی طرف راہی ہوئے، راستہ کا ایک حصہ قطع کئے ایک باغ میں پہنچے جس کے اوصاف خارج از احاطۂ تحریر وتقریر تھے اور درمیان باغ چبوترہ تھا بہت ہی مطبوع اور اس پر حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ، تشریف فرما تھے ان کے گرداگرد چند بزرگ مراقب حلقہ کئے ہوئے تھے۔ اور حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ، کی صورت آپ کو خوب یاد تھی، سرخ رنگ، سفید ڈاڑھی، میانہ قد اور گرد چہرہ رکھتے تھے اور وہ سفید لباس میں ملبوس تھے، نورانیت باطن کے سبب آفتاب کے مانند روشن نظر آرہے تھے۔ آپ کے ساتھی شخص نے آپ کو حضرت عبدالخالقؒ کے قریب لے جاکر کہا کہ ان کو جناب سرور عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ متوجہ ہو کر آپ کو اپنے سامنے طلب فرمائے، جب آپ درمیان حلقہ بزرگان مراقبین متصل حضرت عبدالخالقؒ پہنچے، باشتیاق تمام اپنے سر کو حضرت عبدالخالقؒ کے قدم مبارک پر رکھدیئے۔ حضرت عبدالخالقؒ نے آپ کے سر کو اپنے دست مبارک سے اٹھا کر آپ کو سرفراز فرمایا اور ایک چیز ارشاد فرمائی کہ جس کے اظہار کی اجازت نہیں تھی، جب بیداری کے بعد آپ اس واقعہ کو حضرت مرشد کی خدمت میں عرض کئے تو حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بہرہ کلی حاصل ہوگا۔ کہ بموجب حکم جناب رسالت پناہ ﷺ جناب عبدالخالقؒ جو رئیس نقشبندیاں ہیں، تمہاری طرف بہت متوجہ ہیں اس کے بعد اس رویت نبوی ﷺ کے طفیل میں بہت بشارت میسر ہوئی چنانچہ آپ نے لکھا ہے اس کا تحریر کرنا طولانی ہے اور برائے ادائی شکر وتیمن اس محل میں اسی قدر کافی ہے۔

بیعت وخلافت:۔

اس کے بعد آپ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سلسلہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ رفاعیہ وغیرہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور ایک سال تک رحمت آباد میں حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر تمام منازل سلوک طئے فرمائے اور پھر طریقہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، رفاعیہ، سہروردیہ، شطاریہ، مداریہ، وغیرہ معہ اصول وفروعہ میں خلافت واجازت عامہ ومصافحہ حاصل فرمایا اور تمام اشغال واعمال طرق موصوفہ میں پوری تلقین اور توجہ پا کر بہ اجازت حضرت خواجہ علیہ الرحمہ مراجعت فرمائی۔ جہاں علم ظاہر میں زبردست کمال حاصل تھا وہیں علم باطن میں آپ کو بہرۂ کلّی حاصل ہوا۔

سفر حجاز مقدس:۔

اثنائے راہ میں بعض اس فن شریف کے طلباء کی تربیت کی خاطر پانچ سال حیدرآباد میں قیام فرمایا اور پھر مکہ معظّمہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ فریضۂ حج وزیارت سے فارغ ہو کر تین سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور رئیس المحققین حضرت محمد بن عبداللہ مغربی وغیرہ مشائخ ومحدثین وقت کہ جو حرمین شریفین میں موجود تھے۔ ان سے صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث شریف اور اعمال واشغال طرق شتی میں عملاً استفادہ فرمایا اور تجوید وقرأت قرآن سیکھ کر سند حاصل فرمائی آپ نے دو دفعہ حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمایا اور مدینہ طیبہ میں درس حدیث کا سلسلہ جاری فرمایا تھا۔ آپ کا سلسلہ طریقت بھی مدینہ طیبہ میں جاری ہوا چنانچہ آپ کے ایک خلیفہ حضرت مولانا عبداللہ مکی علیہ الرحمہ مدینہ طیبہ میں تھے۔ حرمین شریفین کی حاضری آپ کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوئی۔ چنانچہ شب جمعہ حطیم کعبہ میں آپ حاضر تھے کہ آپ کو بشارت ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ دیوار کعبہ شریف سے ایک کتاب اور ایک قلمدان برآمد ہوا، اور آپ نے بشاد مانی تمام ان دونوں کو لے لیا۔ پھر ایک بزرگ نے آواز دی کہ یہ کتاب اور قلمدان جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف سے تجھ کو عنایت ہوا ہے، مبارک ہو، چنانچہ اس بشارت کی تفصیل آپ نے ثمرات المکیہ کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے۔ اس بشارت کے بعد آپ نے مکہ معظّمہ ہی میں کتاب ''ثمرات المکّیہ'' کی تالیف آغاز فرمائی اور وہیں ۱۹۸اھ میں پایہ تکمیل کو پہنچایا جو آپ کے سلسلہ کی نہایت اہم کتاب ہے۔ اس کتاب کے قدیم قلمی نسخے حضرت والدی مرشدی قبلہ گاہی کے پاس محفوظ ہیں۔

مدینہ طیبہ میں نہ صرف آپ کے علم ظاہر کے سلسلے جاری ہوئے بلکہ علم باطن کے سلسلے بھی پھیلے، چنانچہ واقعہ مشہور ہے کہ مولانا انوار اللہ خان بہادر المخاطب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن، آپ کے حقیقی نواسہ حضرت حافظ شجاع الدین علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ تھے۔ جب حج وزیارت کے لئے مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں دوران قیام کسی ضیافت کے موقع پر شجرہ طریقت سننے کا اتفاق ہوا اور کچھ شیوخ کے اسمائے گرامی کے بعد آپ کا اسم گرامی **عن شیخ رفیع الدین قندھاری الدکنی** پڑھا گیا جس پر مولانا انوار اللہ خان بہادر کو تعجب ہوا اور تقریب کے اختتام پر مولانا انوار اللہ خان بہادر نے میزبان شیخ سے دریافت فرمایا کہ یہ سلسلہ حضرت مولانا رفیع الدین قندہاری الدکنی قدس سرہ، کا یہاں کیسے پہنچا، میزبان شیخ نے فرمایا ''**ھو شیخ العرب والعجم**'' (وہ عرب اور عجم کے شیخ ہیں) پھر تفصیل بتلائی کہ جب حج وزیارت کے لئے آ کر آپ نے یہاں قیام فرمایا اس وقت آپ کے سلسلے یہاں پھیلے۔ مولانا انوار اللہ خاں بہادر نے بعد واپسی

حج حیدرآباد میں لوگوں سے یہ واقعہ تعجب کے ساتھ بیان کیا۔

تعمیر خانقاہ شریف:۔

حرمین شریفین سے واپسی پرآپ نے ایک خانقاہ بنام حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام، حضرت سیدنا غوث الثقلین اور حضرت سیدنا شاہ نقشبند رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تعمیر کروائی۔ جس میں فقراء مساکین، ومریدین، وطلباء، کی تعلیم وتربیت ذکرو شغل، قیام وطعام کی سہولت مہیا تھی۔ آج بھی یہ خانقاہ اندرون احاطہ درگاہ شریف بہ قصبہ قندہار موجود ہے۔

سلسلہ درس وسلسلہ رشد وہدایت:۔

تاریخی روایات کے بموجب آپکے مریدین ومعتقدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی لیکن پھر بھی آپ کے تدریسی مشاغل جاری رہے۔ اورآپ کی خانقاہ شریف سے پڑھ کر اکابر علماء نکلے جیسے حضرت مولانا امین الدین کثرتؔ علیہ الرحمہ جو آپ کے شاگرد اور خلیفہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنی تصنیف ''فوائد کثرتؔ'' کے دیباچہ میں اپنی شاگردی کی نسبت آپ سے اسطرح ظاہر کی ہے ''کہ ازآغاز صبح یوم التمیز تاحال کہ سنہ ثانیہ است ازقرن ثانی از والد ماجد خودخصوص از بعضے اساتذہ ملایک تلامذہ مثل بہارؔ گلشن معرفت عندلیبؔ بوستان طریقت شیرؔ بیشہ اتقاء وبب نیستان اهتداء، مرجع نشین ارایک فضیلت ومتکادہ چار بالش افادیت وافاضت خورشیدؔ آسمانِ سرایر ربانی شہبازاوج فیوضات سبحانی، شمع جمیع ارباب حق ویقین، حضرت مولوی رفیع الدین مداللہ ظلال جلال کمالہ علی مفارق الطالبین''۔

لاکھوں اشخاص نے آپ کی ذات بابرکات سے فیض پایا جو بھی آپ کی صحبت پایا، درجہ کمال کو پہنچا اور جو بھی آپ کے جمال باکمال کی زیارت سے مشرف ہوا، وہ آپ کا سایہ دار ملازم ہوا اور آپ کے دامان دولت سے وابستہ رہا، ہم عصر بزرگوں نے آپ کو شیخ وقت اور افضل المتاخرین لکھا ہے۔

سفروقیام بلدہ حیدرآباد:۔

دومرتبہ آپ بلدہ حیدرآباد رونق افروز ہوئے پہلی دفعہ جب تشریف لاکر مکہ مسجد میں قیام فرمایا شہر میں آپ کی باکمال شخصیت آپ کی بزرگی اور تقدس کا شہرہ ہوا۔ لاکھوں آدمیوں نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا لوگوں کا اس قدر اژدھام تھا کہ فرداً فرداً بیعت لینا محال تھا۔ چنانچہ آپ نے عمامہ کا ایک سرا اپنے دست مبارک میں تھام رکھا تھا اور لوگ جوق درجوق اس عمامہ کو چھوکر داخل سلسلہ ہورہے تھے۔ آپ کے اس سفر حیدرآباد کا حال تواریخ میں لکھا ہے چنانچہ آپ کی ذات بابرکات کی جب کافی شہرت ہوئی تو اسکی اطلاع اعظم الامراء ارسطو جاہ تک پہنچی جواس وقت مدارالمہام تھا اس نے چاہا کہ آپ سے نیاز حاصل کیا جائے اورآپ کو اپنے گھر تشریف لانے کی دعوت دی لیکن آپ نے یہ جواب دیا کہ ''میں جس علم کا خدمت گذار ہوں اس کا اقتضاء یہ نہیں ہے کہ سلاطین وامراء کے دروازوں پر جبیں سائی کروں'' اس جواب سے ارسطو جاہ مکدر ہوگیا اور بادشاہ وقت نواب سکندر جاہ کو یہ عرض کروایا کہ آج کل قندہار سے ایک شاہ صاحب آئے ہوئے ہیں، انہوں نے رعایا کو اپنا اس قدر گرویدہ بنالیا ہے کہ اگر چند روز ان کا شہر میں قیام رہے تو اس کا قوی احتمال ہے کہ سیاست ملکی میں خلل واقع ہو اس معروضہ کی بناء پر فرمان شاہی صادر ہوا کہ مولوی صاحب اپنے وطن مالوفہ قندہار تشریف لے جائیں۔ آپ نماز ظہر ادا فرما کر مکہ مسجد تشریف فرما تھے۔ اور لوگوں کا زبردست اژدھام تھا، بیعت کا سلسلہ جاری تھا کہ یہ فرمان آپ کو سنایا گیا معاً آپ نے کمبل کندھے پرڈالی ''ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست'' فرمایا اور

تشریف لے چلے ہزار ہا اشخاص آپ کے ساتھ ہو گئے جو اس واقعہ سے نہایت متاثر اور رنجیدہ تھے اور چاہتے تھے کہ ہمیشہ آپکا قیام حیدرآباد میں ہوتا کہ یہاں کے لوگ آپ کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوتے رہیں، چنانچہ جب آپ پرانے پل کے دروازہ سے باہر تشریف لے گئے پولیس نے اژدھام کو روکنے کے لئے پل کا دروازہ بند کر دیا لیکن لوگ جوش عقیدت میں فصیل پر چڑھ کر پار ہوئے اور آپ کے ساتھ ہو گئے ۔ آپ نے لوگوں کو سمجھایا اور واپس کرنے کی کوشش فرمائی، حضرت حسین شاہ ولی علیہ الرحمہ کی درگاہ شریف تک اژدھام چھٹ چھٹ کر مخصوص لوگوں تک باقی رہ گیا۔ اس درگاہ شریف میں چند دن قیام فرما کر آپ قندہار شریف تشریف لے گئے اور ادھر اچانک اعظم الامراء ارسطو جاہ راہی راہ فنا ہوا۔ اور عہدۂ مدارالمہامی کا جائزہ میر عالم نے حاصل کیا پہلا فرمان شاہی منسوخ کر دیا گیا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ آپ نواب شمس الامراء بہادر امیر کبیر (نواب فخر الدین خاںؒ) کی درخواست اور بہت اصرار پر حیدرآباد دکن رونق افروز ہوئے اس وقت آپ بوجہ ضعیف العمری نحیف ہو چکے تھے۔ اور بصارت ظاہری میں بھی کافی فرق آچکا تھا۔ دوسری مرتبہ تشریف آوری کے موقع پر جبکہ آپ مقبرۂ جان علی خاں مرحوم کے باغ میں قیام فرما تھے۔ مؤلف گلزار آصفیہ خان زمان خان صاحب معہ حکیم عافیت طلب خان آپ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے جس کا تذکرہ اپنی کتاب گلزار آصفیہ میں کئے ہیں۔ اس دوسرے سفر میں آپ چونکہ لوگوں کے اجتماع واژدھام کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپکی قیام گاہ پر عوام کی ویسی کثرت نہ تھی بلکہ خاص خاص لوگ ہی حاضر خدمت رہتے پھر وہاں سے نواب شمس الامراء بہادر نے آپ کو شمس آباد لیجا کر ٹھیرایا، تمام خاندان پائیگاہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا دراصل آپ کے اس دوسرے سفر کی غرض وغایت بھی یہی تھی۔ اس کے بعد شمس الامراء بہادر نے شمس آباد جاگیر کی سند بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ نواب تم، ہم کو لالچ دیتے ہو، نواب شمس الامراء بہادر خوف زدہ ہو کر عاجزی کے ساتھ طالب معافی ہوئے۔ آپ نے معاف فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ آیندہ ایسا نہ کرنا، نواب محمد فخر الدین خان شمس الامراء بہادر پر آپ کی بہت عنایت اور شفقت تھی۔ چونکہ نواب موصوف کے بہت اچھے اوقات تھے، صوم وصلوٰۃ کے سخت پابند اور تہجد گذار تھے، ضروری اوراد وظائف کی بھی پابندی ملحوظ رکھتے تھے۔ اپنے پیر روشن ضمیر سے کمال اعتقاد رکھتے تھے۔ اور ایسے پیر پرست تھے کہ جب ان کو فرزند تولد ہوئے تو ان کا نام اپنے پیر روشن ضمیر کے نام پر محمد رفیع الدین خان رکھا۔ جو بعد میں بڑے بڑے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ نواب شمس الامراء بہادر کے تمام فرزندان نواب بدرالدین خان تمیز المخاطب رفعت جنگ معظم الدولہ معظم الملک، دوسرے فرزند نواب رشید الدین خان المخاطب اقتدار الملک، نواب رفیع الدین خان المخاطب عمدۃ الملک منجھلے میاں سب کو آپ سے بیعت حاصل تھی۔ امیر کبیر نواب محمد فخر الدین خان شمس الامراء بہادر کو آپ نے خلافت واجازت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ اور ایک تسبیح مرحمت فرمائی تھی، جس کو شمس الامراء بہادر نے کبھی خود سے جدا نہیں کیا ان کی ہر تصویر میں ان کے سیدھے ہاتھ میں ایک تسبیح لپٹی ہوئی نظر آتی ہے، یہ وہی تسبیح تھی جو آپ نے ان کو مرحمت فرمائی تھی۔ حیدرآباد کے دوسرے سفر کی دعوت پر آپ نے فرمایا کہ اب ہماری عمر کے اعتبار سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے آنے میں مجبوری ہے لیکن شمس الامراء بہادر نے باصرار معروضہ کیا کہ غلام حضرت کا قدم چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ غلام کا تمام

خاندان حضرت کی قدمبوسی کا مشتاق ہے اور حضرت کے دست مبارک پر بیعت حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ چنانچہ مجبوراً آپ راضی ہو کر تشریف لائے اور تقریباً ایک ماہ حیدرآباد میں آپ کا قیام رہا۔

نواب بدرالدین خان تمیز فرزند نواب شمس الامراء بہادر کے مندرجہ ذیل اشعار سے خاندان پائیگاہ کی آپ سے والہانہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

تب سے اس کے اور بھی رتبہ ہوا آئین کا
جب سے بدر الدیں ہوا بندہ رفیع الدین کا
اک نگاہِ لطف سے جس کے ہے عالم فیضیاب
ہے تصور دل کو اسکی چشم فیض اولین کا
دوجہاں کی بادشاہی ہم کو حاصل ہوگئی
منہ سے نکلا اسکے ایسا حرف اک تسکین کا
دین ودنیا کے ہیں مالک پیر ومرشد اے تمیز
حامیٔ روزِ جزا ہے کون اس مسکین کا

ریاست حیدرآباد کے اکثر عمایدین سلطنت کو آپ سے شرف ارادت وبیعت حاصل تھا، اور اکثر اکابر علماء آپ کے دامان ارادت سے وابستہ تھے۔ آپ کا حلقہ ارادت اجنّا تک وسعت کر گیا تھا چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ایک مرید جو جن تھے آپ نے ان کو ان کی خواہش پر انسانی شکل میں اپنی خدمت میں رکھا اور ان کا نام مبارک علی رکھا تھا جو آپ کے وصال تک آپ کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد کافی عرصہ تک حضرت قادر بی بی پیرانی ماں صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں رہے، اور ایک روز سر میں کچھ چبھنے کی شکایت کی چنانچہ ان کے سر سے کیلا نکالا گیا جس پر یکایک ان کا قد طویل ہو گیا دریافت پر انہوں نے بتایا کہ وہ اجنا سے ہیں اور حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے ان کو انسانی شکل میں رکھا تھا۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ چاہتے ہیں کہ مابقی زندگی حضرت قبلہ قدس سرہ، کی درگاہ شریف میں گذار دیں چنانچہ حضرت پیرانی ماں صاحبہ قبلہ کی اجازت حاصل کر کے رخصت ہوئے اور آج تک بھی قندھار شریف میں مبارک ماموں کے نام سے مشہور ہیں اور کبھی کبھی کسی کو نظر آجاتے ہیں، ایسا بھی ہوا ہے کہ درگاہ شریف میں اگر کسی نے کوئی بے ادبی کی تو انہوں نے اس کو ڈرادیا اور مشہور ہے کہ ہمیشہ درگاہ شریف میں حاضر رہتے ہیں۔

اسمائے گرامی حضرت مرشدان طریقت:۔

کتاب ''انوار القندہار'' میں آپ نے اپنے مرشدان طریقت کا اسطرح تذکرہ فرمایا ہے جو من وعن درج ذیل ہے۔

''اولاً از شاہ محمد عظیم الدین بلخی ثم الکھنوی ثم اورنگ آبادی گرفتم از یشان در طریقہ عالیہ نقشبندیہ از لطیفہ قلبی تا ذکر سلطانی معہ رسوم مشائخ بایں طریق التعین جزاہ اللہ عنا خیر الجزا ثانیاً از حضرت مولوی سید قمرالدین اورنگ آبادی قدس سرہ، تکرار رسوم مشائخ نمودہ تقریر اشغال ماخوذہ در طریق نقشبندیہ نودہ تا ذکر سلطانی رسانیدہ شدو حزب البحر وغیرہ اعمال بطریق اجازت گرفتم ونور الکریمتین تصنیف حضرت موصوف من اولہ وآخرہ از زبان مبارک سند کردہ ایم تحقیق بلیغ درحال مسلمہ حقایق بایں فقیرا رشاد فرمودند جزاہ اللہ عنی احسن الخیر ورحمۃ اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً ومزار مقدس در اورنگ آباد نزد بھڑکل کلاں در حویلی حضرت موصوف معہ مزار مقدس فرزندار جمند ایشان حضرت نورالہدیٰ صاحب مرحوم ومغفور واقع است یزار ویتبرک، ثالثاً از حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ ﷺ قدس سرہٗ گرفتم از یشان تمام سلوک طریقہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ ورفاعیہ وچشتیہ وسہروردیہ وشطاریہ ومداریہ وغیرہ معہ اصول وفروع بیعت مصافحہ نمودہ تمام اشغال واعمال طریقہ

موصوفہ بہ تفصیل بہ طریق تلقین وتوجہ یافتم خرقہ خلافت واجازت عمامہ از جناب ایشان بہ فقیر عنایت گشتہ جزاہ اللہ وعن سائیر مستفیدین خیر الجزاء پس بہ فقیر درطریقہ نقشبندیہ از سہ بزرگان فائدہ رسیدہ لیکن اتمام سلوک درخدمت حضرت خواجہ رحمت اللہ گشتہ۔"

اسمائے گرامی بزرگان صحبت:۔

کتاب "انوار القندہار" میں بزرگان صحبت کے تعلق سے آپ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے جومن وعن درج ذیل ہے،

"شاہ محمد عظیم الدین مرید شاہ عبدالرحمٰن قدس سرہ، ونزد یک قلعہ ارکہ خجستہ بنیاد آسودہ اندو شاہ ابراہیم نقشبندی متصل کنکر دروازہ خجستہ بنیاد آسودہ اندو شاہ رشید کہ درمسجد بیگم پورہ بودند ومحمد شاکر واعظ و نیز فخرالدین وشاہ عبدالصمد وشاہ فہم رسول مرید شاہ پیرمحمد سبز پوش گجراتی وشاہ غلام حسین فرزند شاہ شیخن احمد صاحب وازیشان اجازت جواہر خمسہ ہم رسید جزا ہم اللہ خیراً وفراغ یافت ازتالیف وتسوید رسالہ انوار القندہار روزسہ شنبہ بوقت چاشت درخانقاہ نواحداث موصوف بتاریخ نہم رجب المرجب ۱۲۱۳ھ یکہزار دودصد وسیزدہ ہجری مقدسہ درآن وقت عمرایں کاتب یک کم وپنجاہ سال بودحق تعالی ازطفیل حبیب خود صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم جمیع امت مرحومہ ازجمیع غفلت ومناہی بازداشتہ این چند انفاس کہ باقی ماندہ باشند دریاد خود برآردو بہ فضل خود بمقام دوستان خود برساند صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد آلہ وازواجہ واصحابہ واتباعہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔ آمین آمین آمین

تصنیف وتالیف:۔

باوجود غیر معمولی عبادت وریاضت آپ نے سلسلہ تصنیف وتالیف کوجاری رکھا، چنانچہ تواریخ کے حوالہ سے آپ کے مندرجہ ذیل تصنیفات وتالیفات کا ہونا ثابت ہے۔

۱) ثمرات المکیہ:۔

یہ آپ کی نہایت اہم تالیف ہے جس کی بتاریخ ۱۵ رمحرم الحرام بروز پنجشنبہ ۱۱۹۸ھ مدرسہ شیخ عبدالکریم قطبے (شبا کی میں) جو بیت اللہ شریف کے مقابل تھا آپ نے تکمیل فرمائی، سبب تالیف آپ نے کتاب کے مقدمہ میں تفصیلی طور پر تحریر فرمایا ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ آپ اندرون حرم شریف حطیم مکہ معظّمہ میں بہ شب جمعہ حاضر تھے کہ بعض مبشرات میں آپ نے دیکھا کہ دیوار کعبہ شریف سے ایک کتاب اورایک قلمدان برآمد ہوئے جن کو پوری مسرت وشادمانی سے آپ نے لے لیا۔ اسی وقت ایک بزرگ نے آواز دی کہ" یہ کتاب وقلمدان جناب سرورکائینات وخلاصہ موجودات صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے تجھے عنایت ہوا ہے۔ مبارک ہو' چنانچہ آپ نے اس کتاب کی تالیف متذکرہ بالا بشارت کی روشنی میں آغاز فرمائی اور اس کتاب کا نام "ثمرات المکیہ" رکھا۔ یہ کتاب مقدمہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ بیعت اوراس کے لوازم کے بیان واقع ہے۔ باب اول فروع طرق عالیہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ باب دوم اصول طرق عالیہ کے بیان پر مشتمل ہے جوسلوک طرق سے متعلق ہے۔ اس کتاب کے دو نسخے ہیں، ایک نسخہ بڑی ثمرات المکیہ (بہ نسخہ کلاں) کہلاتا ہے۔ اوردوسرا چھوٹی ثمرات المکیہ (بہ نسخہ خورد) کے نام سے مشہور ہے۔ ثمرات المکیہ بہ نسخہ کلاں میں آپ نے تصوف، معرفت وحقیقت کے نازک مسائل پر قرآن وحدیث اوراکابردین کے اقوال کی روشنی میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور تمام سلاسل طریقت کے مستند سلوک کو قلمبند فرمایا ہے۔ تاکہ سالکین راہ طریقت سلوک کی تکمیل میں تقدیم وتاخیر سے محفوظ رہیں۔ آپ کی اس کتاب کے ضرورت مند آپ کے خلفاء اور متوسلین ہی نہیں بلکہ دیگر سلسلوں کے شیوخ بھی ثمرات شریف

کے ضرورت مندرہے۔ چنانچہ اکثر شیوخ کے کتب خانوں میں ثمرات المکیہ کے نسخے پائے گئے ہیں ۔ ونیز تصوف ومعرفت وحقیقت کے مسائل پر دیگر سلسلوں کے شیوخ نے بطوراستدلال واستناد اپنی تالیفات میں ثمرات المکیہ کے حوالے دیئے ہیں کتاب فصل الخطاب بین الخطاء والصواب مؤلفہ مولانا سید شاہ عبداللطیف المشہور بہ سید شاہ محی الدین قادری ویلوریؒ میں ص ۱۶۳ پر مؤلف کتاب نے مسلہ وحدت الوجود کی بحث میں وجود کی حقیقت اور معانی سے متعلق ثمرات المکیہ کی عبارت کا حوالہ سنداً پیش کرکے تحریر فرمایا ہے کہ **کذا فی سلوک القادریہ لمولانا المولوی رفیع الدین نقشبندی القادری القند ھاری** ۔الغرض آپ کی یہ معرکتہ الآراء کتاب دنیائے طریقت میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ مسائل تصوف کے علاوہ سلوک طریقت میں ہر سلسلہ کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ آپ مجمع السلاسل ہیں۔تمام سلسلوں کے سلوک میں آپ کو وہ تحقیق بلیغ حاصل تھی اور ایسا درک حاصل تھا کہ نہ صرف آپ کے پیر بھائی بلکہ دوسرے سلسلوں کے ہم عصر شیوخ بھی مختلف سلاسل کے سلوک کی تحقیق وتدقیق میں آپ کی ذات گرامی سے رجوع کرتے تھے۔تمام سلسلوں کے سلوک میں کسبی اور وہبی راستوں سے کمال آپ کی ذات بابرکات میں پایا جاتا تھا۔جس کو آپ نے ثمرات المکیہ میں جمع فرمادیا ہے۔ اور ہر سلسلہ کے شجرہائے طریقت قلمبند فرمادیئے ہیں۔ باوجود اس قدر اہمیت کے یہ کتاب طبع نہو سکی ، اگر چیکہ اس کی طباعت کیلئے اکابر نے بڑی بڑی کوشیش کیں۔البتہ اس کے متعدد قلمی نسخے ہوئے اس کتاب کے قدیم چھ(۶) قلمی نسخے حضرت قدوتی مرشدی ووالدی قبلہ گاہی کے پاس محفوظ ہیں۔ جن میں چار نسخے ثمرات المکیہ بہ نسخہ کلاں اور دو (۲) بہ نسخہ خورد ہیں۔ان کے منجملہ ایک نسخہ نہایت قدیم جو اصل تالیف کے چھ ماہ بعد کا ہے۔مولوی محمد عظیم الدین عرف محمد علی متوطن قصبہ کوٹگیر کا قلمی ہے۔ جو بماہ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو اختتام پذیر ہوا۔اس کے علاوہ ایک قدیم نسخہ حضرت مولانا امین الدین کثرت علیہ الرحمہ کا قلمی ہے جو آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس کتاب کے اختتام پر آپ نے خدمت خلق کے پیش نظر تعویذات اور طلسمات کو بھی جمع فرمایا ہے۔ بالخصوص آپ کے متوسلین کے لیے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے۔اس کی نقلیں کتب خانہ آصفیہ وغیرہ میں موجود ہیں۔آپ کے خلفاء نے اس کتاب کی بدست خود نقل کر کے آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کیں تاکہ اپنے دست مبارک سے کتاب پر انکا نام آپ تحریر فرما کر مرحمت فرمائیں جوان کے لئے سنداً محفوظ رہے، چنانچہ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے جو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد اویس شہید علیہ الرحمہ کو عطاء ہوا تھا۔جس پر آپ نے اپنے قلم سے'' بپاس خاطر میاں محمد اویس دادہ شد'' تحریر فرمایا ہے(۲)۔ایک دوسرا قدیم قلمی نسخہ جس کی نقل آپ کے خلیفہ حضرت مولانا میر شجاع الدین حسین علیہ الرحمہ نے کی ہے خلافت کے بعد ان کو عطاء ہوا جس پر آپ نے اپنے قلم سے''للسید الصّالح حافظ میر شجاع الدین حسین'' تحریر فرمایا ہے۔اس نقل کی تکمیل پر کتاب کے آخر میں حضرت مولانا میر شجاع الدین حسین علیہ الرحمہ نے بزبان عربی تحریر فرمایا ہے کہ

:''قدحصل الفراغ بعون الله تعالی وتوفیقه من کتابة النسخة المبارکة المیمونة المسمی بثمراة المکیة من تالیفات قدوتی ومرشدی حضرت المولوی محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین القندھاری الدکنی مدالله تعالی ظلال ارشاده علی رؤس الطالبین وادخلنی ببرکة انفاسه الشریفة فی زمرة الصالحین وصلی الله تعالی علی

سید نا محمد و الہ وصحبہ وسلم۔''

۲)انوار القندہار:۔

یہ آپ کی وہ اہم تالیف ہے کہ جس میں آپ نے قندہار شریف کے بزرگوں کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ وہ بزرگ جن کے تذکرے تواریخ موجود نہ تھے اور نہ کسی کو معلوم تھے، آپ نے ذریعہ کشف معلوم کر کے ان کے حالات تحریر فرمائے ہیں اور آپ نے خود اپنا تذکرہ بھی قلمبند فرمایا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ نقل سید ناظم حسین رضوی موہانی نے بعہد میر محبوب علی خان بتاریخ ۲۹ رجمادی الاول ۱۳۱۰ھ روز شنبہ وقت یک و نیم ساعت شب وحیدرآباد دکن کی ہے۔

۳) تذکرۂ نوبہار:۔

یہ تذکرۂ شعراء ہے۔ اس میں آپ نے (۵۷) فارسی شعراء کا تذکرہ معہ نمونہ کلام قلمبند فرمایا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے خود اپنا تذکرہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ حضرت قدوتی مرشدی ووالدی قبلہ گاہی کے پاس محفوظ ہے۔

۴)راحت الانفاس:۔

اس کی تالیف ۱۱۹۵ھ میں آپ نے فرمائی۔ تواریخ میں اس کا نام غلطی سے انفاس العاشقین لکھا ہے۔

۵)رسالۂ اجازت نامہ جات:۔

اس رسالہ میں آپ نے شجرہ ہائے طریقت جمع فرمائے ہیں طریقہ قادریہ، طریقہ نقشبندیہ، طریقہ رفاعیہ، طریقہ چشتیہ، طریقہ سہروردیہ، طریقہ شطاریہ، طریقہ مداریہ کے شجرے اور اجازت نامہ صحاح ستہ سند قراءت، اجازت نامہ حزب البحر شریف، اجازت نامہ برزنجی، اجازت نامہ مولد النبی ﷺ، اجازت نامہ دلائل الخیرات جمع فرمائے ہیں۔ اس کا قدیم نسخہ حضرت قدوتی مرشدی ووالدی قبلہ گاہی کے پاس محفوظ ہے۔ یہ نقل بقلم حضرت مولانا امین الدین کثرتؒ کی گئی ہے۔ جس پر انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ''حسب الحکم حضرت قبلہ نقل کی گئی ہے'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی موجودگی میں یہ نقل ہوئی تھی۔ یہ آپ کی قدیم تالیف ہے جس میں آپ نے مختلف اوراد واشغال اور اعمال و وظائف کو جمع فرمایا ہے۔ اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ حضرت قدوتی مرشدی ووالدی قبلہ گاہی کے پاس محفوظ ہے۔

۷)رسالہ چشتیہ:۔

اس رسالہ میں آپ نے طریقہ عالیہ چشتیہ کے ذکر و شغل کے طریقے اور سلوک قلمبند فرمایا ہے۔

۸)رسالۂ نقشبندیہ:۔

اس رسالہ میں آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ذکر و شغل کے طریقے اور سلوک قلمبند فرمایا ہے۔

۹)تحفۃ البدیع:۔

سلوک مداریہ میں یہ رسالہ آپ نے ۱۲۲۹ھ بپاس خاطر مولوی محمد قائم شاہ صاحب خلیفہ حضرت سید میراں شاہ مکہ اولیاء قدس سرہٗ (ناندیڑ) تالیف فرمایا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ حضرت قدوتی مرشدی ووالدی قبلہ گاہی کے پاس محفوظ ہے۔

یہ قلمی کتابیں اکثر کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ متذکرہ رسالہ جات کے نسخے بھی حضرت قدوتی مرشدی ووالدی قبلہ گاہی کے پاس موجود ہیں۔

﴿جدول بصراحت سنِ وسال آپ کے مناقب کے مختلف اہم موقعوں پر﴾

ا۔ ۱۱۶۴ھ بتاریخ ۱۹ رجمادی الثانی بروز پنجشنبہ بوقت صبح بعد نماز فجر ولادت باسعادت بقصبہ قندہار۔

۲۔ بموجب کتاب ''انوار القندہار'' آپ کی پہلی شادی آپ کے چچا حضرت غیاث الدین کی صاحبزادی سے ہوئی اس وقت عمر شریف (۱۴/سال)

۳۔حسب الحکم حضرت سرور مخدوم اورنگ آباد تشریف لیجا کر (۹) سال کی مدت تک علم ظاہری کی تکمیل فرمائی دستار فضیلت حاصل فرمایا، عمر شریف (۲۳ سال)

۴۔ ۱۱۹۵ھ آپ نے دربیان پاس انفاس دار السلطنت حیدر آباد میں رسالہ ''راحت الانفاس'' تالیف فرمایا، عمر شریف (۳۱ سال)

۵۔ ۱۱۹۷ھ روز دوشنبہ بوقت بتاریخ ۲۱/ربیع الاول آپ نے ''رسالہ سلوک نقشبندیہ'' بعض حضرات کی درخواست پر بوقت روانگی حج بندر مبارک سورت میں تالیف فرمایا، عمر شریف (۳۳ سال)

۶۔ ۱۱۹۸ھ مدینہ منورہ میں حضرات شیخ عبد القادر بن شیخ محمد سعید الطاہر الکردی سے اجازت مولد النبی ﷺ معہ سند حاصل فرمائی، عمر شریف (۳۴ سال)

۷۔ ۱۱۹۸ھ آپ نے حضرت حافظ محمد حیات بن طالب علیخان المحمدی القادری الحنبلی سے مدینہ منورہ میں سند قرأت قرآن مجید بروایت سیدنا حفص رضی اللہ عنہ حاصل فرمائی، عمر شریف (۳۴ سال)

۸۔ ۱۱۹۸ھ آپ نے مکہ معظّمہ میں کتاب ''ثمرات المکیہ'' تالیف فرمائی۔عمر شریف (۳۴ سال)

۹۔ ۱۱۹۹ھ آپ حرمین شریفین سے واپس قندہار تشریف لائے اس وقت عمر شریف (۳۵ سال)

۱۰۔ ۱۲۰۳ھ روز جمعہ ۲۰/ربیع الاول کو آپ نے بپاس خاطر حضرت سید شاہ محمد اویس رضی اللہ عنہ جو آپ کے خلیفہ تھے، قصبہ قندہار خانقاہ شریف میں ''رسالہ سلوک چشتیہ'' تالیف فرمایا اس وقت، عمر شریف (۳۹ سال)

۱۱۔ ۱۲۱۳ھ ۹/رجب المرجب بوقت چاشت قصبہ قندہار خانقاہ شریف میں ''انوار القندہار'' تالیف فرمائی، عمر شریف (۴۹ سال)

۱۲۔ ۱۲۱۵ھ آپ نے قندہار شریف میں سند قرأت قرآن مجید طلباء کو مرحمت فرمائی اس وقت عمر شریف (۵۱ سال)

۱۳۔ ۱۲۱۶ھ آپ نے کتاب تذکرہ نوبہار تالیف فرمائی، عمر شریف (۵۲ سال)

۱۴۔ ۱۲۱۹ھ بہ ماہ محرم اعظم الامراء ارسطو جاہ راہی راہ فنا ہوا اس طرح حیدر آباد تشریف آوری کے وقت آپکی عمر شریف (۵۴ سال)

۱۵۔ ۱۲۲۹ھ آپ نے قصبہ قندہار میں تحفۃ البدیع کی تالیف بپاس خاطر حضرت قائم شاہ فرمائی اس وقت آپکی عمر شریف (۶۵ سال)

۱۶۔ ۱۲۳۷ھ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد نجم الدین قبلہ قدس سرہٗ کا وصال ہوا اس وقت آپکی عمر شریف (۷۳ سال)

۱۷۔ ۱۲۴۱ھ ۱۶/رجب المرجب حضرت سرور مخدوم قدس سرہٗ کے صندل مبارک کے روز آپ کا وصال ہوا اس وقت عمر شریف (۷۷ سال)

رشتہ ازدواج:۔

آپ کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی حضرت انور بی بی صاحبہ بنت حضرت غیاث الدین قاضی قصبہ نرسی، دوسری بیوی حضرت قادر بی بی صاحبہ جو قصبہ کوٹگیر کے خاندان قضاءت سے تھیں، تیسری بیوی حضرت پیرماں صاحبہ جو مدنی تھیں، بزمانہ قیام مدینہ منورہ آپ کے عقد نکاح میں آئی تھیں، آپ کی اولاد اور آل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔آپ کے جملہ پانچ صاحبزادے تھے، اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ چنانچہ تواریخ کے حوالے سے بھی پانچ صاحبزادوں اور چار صاحبزادیوں کا ہونا ثابت ہے۔

(ماخوذ:۔انوار الرفیع ص ۱ تا ۲۹ طبع اول، مطبوعہ دائرہ پریس حیدر آباد ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء)

حواشی وحوالہ جات

(۱) قال جامعه الفقير يوسف بن اسماعيل بن يوسف بن اسماعيل بن محمد ناصر الدين النبهاني عفا الله عنه لما كان هذا الكتاب الشريف الفائق المشتمل على الكثير الطيب من شمائل خير الخلائق متفرعا عن كتاب الشمائل للامام ابي عيسى الترمذي و اصول كتب الحديث المعتمدة التي اجلها و اشهرها الكتب الستة وهي دواوين الاسلام صحيحا البخاري ومسلم و سنن ابي داؤد و جامع الترمذي و سنن النسأى وابن ماجه رأيت من الصواب ان اذكر اسانيدي فيها الى مؤلفيها ☆ فاقول: اني اروى هذه الكتب وغيرها بالاجازة عن علامة عصره الامام الكبير سيدي الشيخ ابراهيم السقا المصري الشافعي شيخ مشائخ الجامع الازهر وقد ذكرت اجازته لي في ذيل كتابي "الشرف المؤيد لآل محمد" في ضمن ترجمة لي اقتصرت فيها على بيان بعض ماتمس الحاجة اليه من التعريف بي وهو رحمه الله يرويها عن عدة اشياخ اجلاء منهم الاستاذ العلامة ولي الله الشيخ ثعيلب عن شيخيه الامامين الشهاب احمد الملوى والشهاب احمد الجوهري عن شيخهما مسند عصره وفرد زمانه الشيخ عبدالله بن سالم صاحب الثبت الشهير ☆ ومنهم الاستاذ محمد بن محمود الجزائري عن شيخه علي بن عبدالقادر بن الأمين عن شيخه احمد الجوهري عن شيخه عبدالله بن سالم ☆ ومنهم العلامة المحقق الشيخ محمد صالح البخاري عن شيخه رفيع الدين القندهاري عن الشريف الادريسي عن عبدالله بن سالم رحمهم الله تعالیٰ.

حضرت سید شاہ محمد علیم الدین انور، راقم کے برادر بزرگ نے حضرت کی منقبت میں ایک نظم تحریر فرمائی تھی جس کا ایک مصرعہ ہے۔ ''سند سے آپ ہی کی
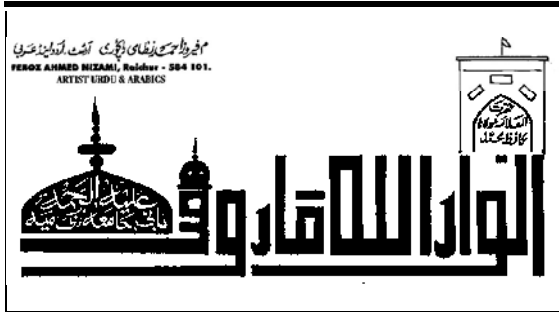
شام میں راوی ہیں نبہانی''۔ ہندوستان میں حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی بھی اس سند کے حامل تھے۔ اس طرح عرب اور عجم میں کئی اکابر اس سند کے حامل تھے اسی لیے آپ کو شیخ العرب والعجم تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نواسہ مولانا انوار اللہ شاہؒ نے دکن میں جامعہ نظامیہ کا قیام وانصرام فرمایا۔ جس سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہورہے ہیں اور اسی جامعہ کو جنوبی ہند کی منفرد دینی درسگاہ کا مقام حاصل ہے۔ مولانا انوار اللہؒ کو حضرت ہی کے سلسلہ میں بیعت وخلافت بھی حاصل تھی۔ چنانچہ مولانا مفتی سید محمود صاحب سابقہ خطیب مکہ مسجد کو مولانا نے اسی سلسلہ میں بیعت لے کر خلافت عطا فرمائی تھی۔

بحوالہ: کتاب، ثمرات المکیۃ

مؤلف: شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین فاروقی (قندھاری)

مترجم: ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ فاروقی قادری ملتانی

سنہ اشاعت: ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ م ۲۰ مئی ۲۰۰۵ء

(۲) کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے شعبۂ مخطوطات میں بھی ''ثمرات المکیۃ'' کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس پر مؤلف کی مہر ''الموت خیر الواعظ یا رفیع'' کے علاوہ سنہ ۱۱۹۴ھ نیز دو مزید سنین ۱۲۳۲ھ اور ۱۲۹۰ھ ہیں جن پر غلام رحمت اللہ نام کے ساتھ یہ وضاحت بھی ہے کہ ''ایں رسالہ را مصنف بدست بنشستہ است''۔

☆☆☆

والد گرامی شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی

کے پیر طریق چشتیہ

حضرت حافظ سید محمد علی خیر آبادی

حضرت حافظ سید محمد علی صاحب خیر آبادیؒ، خواجہ تونسویؒ کے اولین خلفا میں سے تھے۔ خیر آباد میں ان کی خانقاہ علم وفضل کا مرکز اور فیوض و برکات کا منبع تھی۔ اودھ اور دکن میں چشتیہ سلسلہ کی اشاعت کا کام اسی خانقاہ میں بیٹھ کر کیا گیا تھا وہ بے پناہ عزم واستقلال کے مالک تھے۔ نامساعد حالات سے بالکل متاثر نہ ہوتے تھے۔

ولادت اورنسب:۔

حافظ صاحبؒ کی ولادت باسعادت ۱۱۹۲ھ کو ہوئی تھی (۱) ان کے والد ماجد مولوی شمس الدینؒ ایک علمی خاندان کے فرد تھے۔ ان کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت شیخ سعد خیر آبادیؒ، حضرت شاہ میناؔ لکھنویؒ کے خلیفہ تھے اور ان کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ حافظ صاحبؒ کا خاندان بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ علم وفضل میں اس گھرانے کوایک امتیازی رتبہ حاصل تھا۔

ایام طفلی:۔

بچپن ہی سے حافظ صاحبؒ کی طبیعت عبادت کی طرف راغب تھی۔ رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر وہ یادحق میں مشغول ہو جاتے تھے۔ (۲) شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی جگہ جارہے تھے۔ راستہ میں بیر کے درخت ملے۔ سب لڑکوں نے ان درختوں سے پھل توڑ کر کھائے۔ حافظ صاحبؒ سے کھانے کے لیے کہا گیا تو فرمایا یہ درخت غیر کی ملک ہیں، بغیر مالک کی اجازت کے کیوں کر کھاؤں (۳)

تعلیم:۔

سب سے پہلے حضرت سید محمد علی صاحبؒ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد خیر آباد میں مولانا عبدالوالی صاحب سے جو اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ شرح وقایہ تک علم حاصل کیا۔ پھر شاہ جہاں پور تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تک تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ یہاں شہر کے باہر ایک مسجد میں ان کا قیام رہا۔ شاجہاں پور کی علمی دنیا جب ان کی تشنگی علم کو نہ بجھا سکی تو دہلی کا رخ کیا کہ وہی ہندوستان میں علم وادب، احسان وسلوک کا آخری مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اس وقت حضرت شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے نے علم کی وہ شمع روشن کر رکھی تھی، جس کے گرد دور دور سے علمی پروانے جمع ہورہے تھے۔ دہلی میں مشکوٰۃ کا سبق انہوں نے حضرت شاہ عبدالقادرؒ سے لیا، (۴) پھر حرمین شریفین میں صحیح بخاری کی سماعت فرمائی۔ جب شاہ سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صحیح مسلم کی سماعت کی (۵)۔ دہلی میں شاہ عبدالقادرؒ میں خدمت میں فصوص الحکم کا کچھ حصہ پڑھا (۶)۔

مجاہدات:۔

حافظ صاحبؒ نے ابتدائی زمانہ میں سخت مجاہدات کیے تھے۔

سب سے پہلے وہ حضرت سید محمد مشتاق عرف چھیدا میاں کے مزار پر چلہ کش ہوئے۔ پھر شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرکہ پر ریاضت شاقہ میں مشغول ہوگئے۔ نمازیوں کے لیے پانی بھر بھر کر لاتے۔ باقی وقت میں عبادت کرتے۔ اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ پھر حضرت قطب صاحبؒ کے مزار پر دہلی میں حاضر ہوئے اور حسب معمول مجاہدوں میں مشغول ہوگئے۔ چند مکانوں میں اُجرت پر پانی بھر کر اپنی گزر اوقات کرتے تھے اور اکثر روزہ رکھتے تھے۔ تمام رات قرآن پاک کی تلاوت میں گزرتا تھا۔ دہلی سے وہ اجمیر شریف پہنچے اور وہاں بارہ سال تک ایک مسجد میں مقیم رہے۔ یہاں سے پاک پٹن کا ارادہ کیا پاک پٹن میں خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی شہرت سن کر دل اس طرف متوجہ ہوگیا۔ یہاں ان کو عقیدت وارادت کا ایسا مرکز مل گیا، جس نے ان کے مجاہدوں اور ریاضتوں کو صحیح راستہ پر لگا دیا۔ شاہ محمد سلیمانؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ فطرت کی ودیعت کی ہوئی صلاحیتیں ابھر آئیں اور ان کے چمکنے کا موقع مل گیا۔

بیعت:۔

حافظ صاحبؒ انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ پاک پٹن سے تونسہ روانہ ہوئے۔ شاہ محمد سلیمانؒ کی خدمت پہنچ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی خواہش کا ابھی اظہار نہ کرسکے۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ ایک دن حافظ صاحبؒ کے دل میں خیال کہ افسوس حضرت شاہ صاحبؒ میرے حل کی جانب متوجہ نہیں ہوتے شاہ صاحبؒ کو معلوم ہوا تو فرمایا، جس شخص سے مجھے تعلق ہوتا ہے بظاہر میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا ہوں یہ سن کر حافظ صاحبؒ کے بے چین قلب کو اطمینان ہوا شاہ صاحبؒ نے پہاڑ پر پاؤں رسی میں باندھ کر عبادت کرنے کی ہدایت کی۔ عرصہ تک حافظ صاحبؒ اس کے مجاہدے کرتے رہے۔ اس کے بعد شاہ محمد سلیمان صاحبؒ نے اپنے سلسلہ میں داخل کرلیا، اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حافظ صاحبؒ نے کچھ عرصہ تک کسی شخص کو مرید نہیں کیا۔ شیخ کو علم ہوا تو وجہ پوچھی عرض کیا اہل ہند نہایت درجہ معاصی میں مبتلا ہیں۔ اسی وجہ سے سلسلہ میں داخل نہیں کیا۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا تم کو اس سے کیا کام میں نے اجازت دی ہے۔ نیک خواہ بد جو کچھ ہوں گے مجھ سے ہوں گے۔ شیخ کا یہ حکم سننے کے بعد حافظ صاحبؒ نے بیعت کا سلسلہ شروع کردیا۔ اودھ، پنجاب اور حیدرآباد کے ہزاروں باشندوں نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی پھر حافظ صاحبؒ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ وہاں دس سال تک مقیم رہے اور کچھ لوگوں کو مرید بھی کیا۔

پیرومرشد سے عقیدت:۔

حافظ صاحبؒ کو اپنے پیرومرشد سے بڑی عقیدت تھی شیخ کے نوکروں کی تک عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ صاحبؒ کا سائیس لکھنو میں مل گیا، اسکی بے حد تعظیم کی (۷) حافظ صاحبؒ جب اپنے شیخ کی خدمت میں جاتے تو کئی کوس پہلے سے پیادہ پا چلنے لگتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے سوار ہونے درخواست کی تو فرمایا

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد (۸)

شاہ صاحبؒ ان کی صحبت اور خلوص کی بے حد قدر کرتے تھے اور انتہائے تعلق میں ان کو ''شاہ ہوری'' کہتے تھے۔ (۹)

بری رسموں کو دور کرنے کی کوشش:۔

حافظ صاحبؒ کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کی سوسائٹی کی نشو ونما اسلامی اصول پر ہو وہ ہمیشہ اسلامی رسم ورواج اور طرز زندگی پر زور دیتے تھے کہ بری رسموں کو روکنے کی جدوجہد کرنا سب سے زیادہ اہم کام

ہے۔خود ان کے متعلق مناقب کے مصنف کا بیان ہے ہمیشہ سنت نبویہ کے زندہ رکھنے اور اہل ہند کی باطل رسومات کو مٹانے کے واسطے مستعد اور آمادہ رہتے تھے۔(۱۰)

حافظ صاحبؒ کی اصلاحی کوششوں کی ابتداء خود ان کے گھر سے ہوئی۔انھوں نے اپنے گھر میں ان تمام رسومات اور توہمات کو ختم کیا جن کو وہ غیر شرعی سمجھتے تھے۔پہلی بیوی کے انتقال کے بعد ان کو قصبہ موہان کا سفر پیش آیا حاضرین نے کہا کیا حضرت بی بی صاحبہ کی رسومات نہیں کریں گے فرمایا جہاں ہوگا وہاں فاتحہ کردوں گا کیوں کہ اس سے غرض ایصال ثواب ہے اور وہ ہر جگہ ممکن ہے۔یہ کیا ضرور ہے کہ اسی جگہ سیوم کی فاتحہ کروں۔(۱۱)

شادی کے معاملے میں وہ غیر ضروری رسومات کو ناپسند کرتے تھے۔ایک دن اچانک صاحبزادے حافظ جمال الدین کو دلہن کے مکان پر لے گئے اور نکاح کے لیے کہا دلہن کے گھر والوں نے بے سرو سامانی کا عذر کیا تو فرمایا جو کچھ اللہ اور رسول کا حکم ہے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے چنانچہ قواعد شرعیہ کے مطابق نکاح ہوگیا اور کوئی غیر شرعی رسم ادا نہ کی گئی۔

حافظ صاحبؒ کے برادرزادے حافظ تراب علی صاحب کی شادی میں کاغذ کے پھول تیار کیے گئے تھے۔حافظ صاحبؒ کی نظر پڑی تو سخت رنج ہوا۔فرمایا یہ بزرگ زادے ہیں اور ایسے مراسم قبیحہ کرتے ہیں یہ کہہ کر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے (۱۲) وہ ایسی شادیوں میں جن میں اسلامی شعار کی پابندی نہیں ہوتی تھی شرکت نہ کرتے تھے۔ ایک شخص واجد علی خاں نے شادی میں شرکت کی درخواست کی۔فرمایا اس زمانہ میں اس قدر مہر قرار دیا جاتا ہے کہ اس کا ادا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔یہ امر ناروا ہے پس ایسی تقریب نکاح میں میں شریک نہیں ہوا کرتا۔(۱۳) خاں صاحب کے اس یقین دلانے پر کہ جو مہر قرار پائے گا، وہ اسی وقت ادا کیا جائے گا۔آپ شادی میں تشریف لے گئے۔

تقاریب میں رنڈیوں کے ناچ سے سخت نفرت تھی۔(۱۴) اگر کہیں رنڈیوں کا ناچ ہوتا ہرگز شریک نہ ہوتے۔(۱۵) ایک مرتبہ حیدرآباد میں حضرت شاہ یوسفؒ کے مزار پر حاضری کا اتفاق ہوا تو دیکھا وہاں طوائفوں کا ناچ ہورہا ہے۔آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ محفل میں پہنچ کر مشائخ کو للکارا یہ بال تمہاری داڑھی کے نہیں بلکہ زنار کے تار یں ہیں۔اولیاء اللہ کے مزاروں پر ایسا فسق و فجور ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔(۱۶)

حافظ صاحبؒ مشرکانہ تہواروں میں شرکت پسند نہ فرماتے تھے۔کہتے تھے۔جس مسلمان نے رسم کفر کو رغبت دل سے مشاہدہ کیا اس کے ایمان میں خلل پڑا (۱۷) جب کسی قوم کے قوائے عمل مضحل ہو تے ہیں تو ان علوم اور شعبدوں میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے جو بغیر ہاتھ پاؤں کو جنبش دیے آسایش کی زندگی کا دلکش خواب دکھاتے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں عام لوگوں کو کیمیا بنانے کی فکر رہتی تھی۔ہر شخص اسی دھن میں وقت گزارتا تھا۔حافظ صاحبؒ نے اپنے ملفوظات میں جگہ جگہ ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے۔(۱۸)

اخلاق:۔

حضرت حافظ محمد علی صاحبؒ اخلاق محمدی کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔انسانی مساوات واخوت پر ان کا ایمان تھا۔اپنے عمل سے اس کی تائید کرتے تھے۔ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھے تھے۔نظر پڑی تو دیکھا ایک موچی، میاں اسلم کے جوتے سی رہا ہے۔فرمایا اپنے ہاتھ دھوکر آ اور کھانا کھا۔اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا۔(۱۹) جاڑے کے موسم میں ایک جولاہا ان کے پاس آ کر ٹھہرا، اس کے پاس جاڑے کا لباس نہ

تھا۔ حافظ صاحبؒ نے اس کو اپنے بستر میں اپنے پاس سلایا۔ (۲۰)

حافظ صاحبؒ جب محفل میں مدعو کیے جاتے تو کبھی ممتاز جگہ پر نہ بیٹھتے (۲۱) سفر و حضر میں خادموں کے ساتھ کام میں شریک رہتے تھے۔ بعض اوقات روٹیاں اپنے ہاتھ سے پکا لیتے تھے۔ (۲۲) اظہار مشیخت سے نفرت تھی، بلکہ اس قسم کا تواضع جس سے ترک تجرید کا اظہار ہو پسند نہ کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ترک کو بھی ترک کرنا چاہیے۔ (۲۳)

اتباع سنّت:۔

حافظ صاحبؒ اتباع سنّت پر بہت زور دیتے تھے۔ مناقب حافظیہ میں لکھا ہے: حضرت شیخ الاسلام کو چونکہ اتباع نبوی میں بہت کدو کوشش تھی، ہمیشہ سنّت نبویہ کے زندہ رکھنے اور اہل ہند کی باطل رسومات کو مٹانے کے واسطے مستعد اور آمادہ رہتے تھے۔ (۲۴) ان کی مجلسوں میں مسائل شریعت اور سنّت کے علاوہ کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔ (۲۵) اپنے مریدوں کو سنت نبوی پر عمل کرنے کی برابر تاکید کرتے تھے۔ ایک شخص ہر روز صبح کو آکر قدم بوسی کرتا تھا ایک روز فرمایا آیا یہ ڈنڈوت ہے کہ فجر کو اٹھ کر ہندوؤں کی طرح ایسا کرتا ہے۔ السلام علیکم کہہ کر بیٹھا جانا چاہئے، حافظ صاحبؒ اپنے مریدوں کو بتایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے اتباع کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور محبت الٰہی کا دعویٰ بغیر اتباع نبوی جھوٹا دعویٰ ہے۔ (۲۶) حافظ صاحبؒ اپنے مریدوں کو احسان وسلوک کی صرف ان کتابوں کے مطالعہ کی ہدایت فرماتے تھے، جن میں شریعت پر خاص زور دیا گیا ہو۔ عوارف المعارف ان کو بہت پسند تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں ہر مسئلہ حدیث شریف سے لکھا گیا۔ (۲۷)

مریدوں کی تربیت:۔

حافظ صاحبؒ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے، مرشدوں کو مریدوں کا اسطرح خیال رہتا ہے، جس طرح ماں کو اپنے لڑکوں کا خیال رہتا ہے۔ (۲۸)

حافظ صاحبؒ اظہار مشیخت سے ناراض ہوتے تھے۔ ان کا حکم تھا کہ ہر چیز کا اخفا کیا جائے۔ ایک دن ان کے ایک مرید میر محمد علی ان لکڑیوں پر جن سے کپڑا بناجاتا ہے بیٹھے ہوئے تھے، اتفاقاً حافظ صاحبؒ کی نظر ان پر پڑگئی۔ فرمایا ایسا فعل نہیں کرنا چاہئے، جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ شخص نہایت متواضع اور منکسر ہے۔ (۲۹) ایک مرید نے اپنی رضائی ایک مسکین کو دے دی تو سخت ناراض ہوئے فرمایا اس فعل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص ایسا باخدا ہے کہ ایک رضائی اسکے پاس تھی وہ بھی خدا کی راہ میں دے دی (۳۰)، فرمایا کرتے تھے ترک کو بھی ترک کرنا چاہیے۔ مریدوں کے بال رکھنے کو اس وجہ سے ناپسند کرتے تھے کہ اس سے اظہار مشیخت ہوتا۔ (۳۱)

حافظ صاحبؒ اپنے مریدوں کی ظاہری وباطنی زندگی کی اصلاح میں بڑی جدوجہد کرتے تھے۔ مرید کرتے وقت یہ ہدایتیں فرماتے تھے۔

(۱) شریعت پر قائم رہو۔
(۲) اللہ کی محبت میں دل کو مضبوط رکھو۔
(۳) جب تک تحصیل علم سے فارغ ہو ذکر نہ کرو۔
(۴) دنیا کی محبت میں مت بیٹھو، اس محبت الٰہی کی لذت سلب ہوجاتی ہے۔ (۳۲)

تعویذ و عملیات سے اجتناب:۔

جب مذہبی ذہن پریشان ہوتا ہے تو عملیات میں غیر معمولی اعتقاد پیدا ہوجاتا ہے۔ اس طرح سے قوائے عمل شل ہوجاتے ہیں اور اوہام کا تاروپود، زندگی کے سرچشموں کو خشک کردیتا ہے، حافظ صاحبؒ

کو یہ چیز سخت ناپسند تھی مناقب میں لکھا ہے۔

''شیخ الاسلام عملیات سے نفرت رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے منع فرماتے ہیں۔(۳۴) آپ نے کبھی کسی کو تعویذ نہیں دیا، ایک شخص بے حد مصر ہوا تو مولانا رومؒ کا یہ شعر کاغذ پر لکھ دیا۔

ہم دعا ازتو اجابت ہم زتو
ایمنے از تو مہابت ہم زتو(۳۵)

مثنوی مولانا روم:۔

حافظ صاحبؒ کو مثنوی مولانا روم پر بڑا اعبور تھا۔انہوں نے عارف روم کے معارف ربانیہ کا مطالعہ نہایت بالغ نظری سے کیا تھا اوران کو نہایت ہی بلیغ اور دل نشین انداز میں بیان کرتے تھے۔ مناقب المحبوبین میں لکھا ہے۔

''گویند مثنوی رامثل ایشاں کسے نمی خواند''(۳۵)

اشراق کی نماز کے بعد وہ مثنوی کا درس دیتے تھے۔(۳۶)

مرتب مناقب حافظیہ کا بیان ہے۔

''اس کتاب شریف کے ساتھ حضرت شیخ الاسلامؒ کو کمال تعلق اورمحبت تھی اوراس کے معانی اور مطالب اس زمانہ میں آنحضرت کی مانند کوئی نہیں بیان کرتا تھا۔''(۳۸)

حافظ صاحبؒ اپنے مریدوں کو مثنوی کے مطالعہ کی ہدایت فرماتے تھے(۳۹) وہ مثنوی کو حقائق ومعارف اسرار رموز کا ناپیدا کنار سمجھتے تھے اس لیے اس کی شرح لکھنے کو کبھی اچھا نہ سمجھا ایک روز مجلس میں فرمانے لگے کہ مولانا جامیؒ نے مثنوی کی شرح لکھنی شروع کی۔اس کے دوتین اشعار کی شرح لکھنے پائے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب تمہارے شرح لکھنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔انہوں نے اپنے اسرار کو درپردہ رکھا ہے اورتم اس کو ظاہر کرنا چاہتے ہو یہ سن کر مولانا جامیؒ نے شرح لکھنی بند کردی۔(۴۰)

حافظ صاحبؒ کے درس مثنوی میں ہندو بھی شریک ہوتے تھے۔(۴۱)

درس وتدریس:۔

حافظ صاحبؒ خانقاہ میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔مولانا رومؒ حضرت ابن عربی اور مولانا جامیؒ کی تصانیف کا درس وہ خوددیتے تھے اوراس انداز میں دیتے تھے کہ بڑے بڑے عالم ان سے استفادہ کیلئے حاضر ہوتے تھے۔مولانا فضل حق خیرآبادیؒ جو خود بڑے جید عالم تھے۔فصوص کا درس لینے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔(۴۲)

حافظ صاحبؒ معاصرین کی نظر میں:

حافظ صاحبؒ ان مخصوص بزرگوں میں تھے،جن کی روحانی عظمت اورعملی تبحّر کی تعریف کرنے پر خود ان کے معاصر علماء ومشائخ مجبور ہوگئے تھے۔مولانا انوارالحق صاحب قدس سرہٗ لکھنو کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔حافظ صاحبؒ کو وہ ہمیشہ شبلی وقت کہا کرتے تھے۔(۴۳)ایک مرتبہ حافظ صاحبؒ ان کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ایک شخص نے آکر مولانا سے مصافحہ کیا۔مولانا نے حافظ صاحبؒ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ان کے ہاتھ پر بوسہ دو۔یہ شیرِحق ہیں(۴۴) ایک مرتبہ مولانا انوار الحق صاحب نے اپنی مجلس میں فرمایا حافظ صاحبؒ دولہا ہیں اورہم سب براتی۔(۴۵)

لکھنؤ کے ایک دوسرے عظیم المرتبت بزرگ مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ عزت کرتے تھے۔ایک مرتبہ فرمانے لگے۔حافظ صاحبؒ اپنے عہد کے سلطان المشائخ ہیں(۴۶)،حافظ صاحبؒ جب دلی تشریف لائے تھے تو شاہ غلام علی صاحبؒ اورشاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی تھی(۴۷)۔حاجی نجم الدین، حافظ

صاحبؒ کے متعلق پیر ملانی میں لکھتے ہیں۔

اور محمد علی شاہ ساکن خیرآباد
کری جوانی خرچ جن بیچ خدا کی یاد
یہ ہیں صاحب سلسلہ صد ہا لوگ مرید
دن دن شہر اجگ اندران کا ہوا مرید(۴۸)

امراء سے اجتناب:۔

حافظ صاحبؒ کا صحبۃ الاغنیاء للفقراء سم قاتل، پر راسخ اعتقاد تھا وہ کسی امیر کے پاس جانا اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی صحبت سے اجتناب کرتے تھے، لیکن اگر کوئی آجاتا تو سنت نبوی کے مطابق اخلاق سے پیش آتے، حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ محی الدولہ احمد یارخاں نے عرض کیا کہ حضور یہاں کے رئیس کو آپ سے ملنے کا بے حد شوق ہے فرمایا تم اور وہ دونوں جھوٹے ہو۔ اگر اس کو ملاقات کا اشتیاق ہوتا تو میرے پاس نہ آتا، اجازت کی کیا ضرورت ہے،'' میرے دروازے پر نہ بواب ہیں نہ حجاب ہیں''۔(۴۹)

بہادرشاہ ظفر اور حافظ صاحبؒ:۔

بہادر شاہ ظفر نے چند مرتبہ حافظ صاحبؒ کی خدمت حاضر ہونے کی اجازت چاہی اور ملاقات کا شوق ظاہر کیا۔ لیکن حافظ صاحبؒ نے ہمیشہ یہ فرمایا کہ ملاقات کی حاجت نہیں ہے، شوق کو دل ہی میں رہنا اچھا ہے۔ بہادر شاہ نے اصرار کیا، لیکن حافظ صاحبؒ راضی نہ ہوئے، بالآخر بہادرشاہ نے کالے صاحب کی وساطت سے ملنے کی کوشش کی، کالے صاحب وقت کے منتظر رہے۔ قطب صاحبؒ کے عرس کے دنوں میں حافظ صاحبؒ آستانہ شریف کی مسجد میں رونق افروز تھے، کالے صاحب نے فرمایا، حافظ صاحبؒ ایک ضرورت سے جاتا ہوں جب تک میں حاضر نہ ہوں آپ تشریف رکھیں یہ کہہ کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس کو لے آئے۔ حاضرین نے شور کیا کہ بادشاہ مسجد کی طرف آتے ہیں جب آواز حافظ صاحبؒ کے کانوں میں پہنچی فوراً دیوار پھاند کر چلے گئے۔(۵۰)

وہ کلمہء حق کے کہنے میں بے باک تھے اور کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قطب صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ مزار شریف کے قریب چھتوں پر قناتیں لگی ہوئی ہیں اور ان کی رسیاں مزار مبارک کی طرف ہیں پوچھا کہ یہ قناتیں کس کی ہیں کہا گیا کہ بادشاہ دہلی کے محلات کے واسطے ہیں۔ حافظ صاحبؒ نے غصہ ہو کر فرمایا، یہ انتہائی بے ادبی ہے۔ ان رسیوں کو کاٹ دو تا کہ یہ قناتیں گر پڑیں۔(۵۱)

نواب بہاول خاں اور حافظ صاحبؒ:۔

نواب بہاول خاں ثانی، خواجہ تونسویؒ کا مرید تھا۔ حافظ صاحبؒ سے ملاقات کی تمنا رکھتا تھا، مگر کبھی اس کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دن شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں اپنی اس تمنا کا اظہار کیا۔ شیخ نے حافظ صاحبؒ کو طلب کیا۔ حافظ صاحبؒ حاضر ہوئے تو سلام عرض کرنے کے بعد شیخ کے روبرو بیٹھ گئے۔ خان موصوف کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ تھوڑی دیر کے بعد پیر و مرشد کی اجازت سے اپنے مقام واپس آ گئے۔(۵۲)

''مناقب المحبوبین'' میں لکھا ہے کہ حافظ صاحبؒ ایک مرتبہ احمد پور تشریف لے گئے تھے۔ نواب بہاول خاں کو جب تشریف آوری کا علم ہوا تو ملاقات کا ارادہ کیا۔ آپ کو خبر ہوئی تو فوراً تونسہ شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔(۵۳)

انگریزوں سے تنفر:۔

حافظ صاحبؒ کے زمانہ میں انگریزوں کا اقتدار ہندوستان میں پوری طرح سے قائم ہو گیا تھا۔ انگریزی معاشرت کے اثرات

ظاہر ہو رہے تھے۔ حافظ صاحبؒ کو انگریزی طور وطریقہ او رطرز معاشرت سے سخت نفرت تھی۔ اگر کوئی انگریزی وضع اختیار کرتا تھا تو طبیعت پر گراں گزرتا تھا۔ بوٹ پہن کر کوئی شخص آتا تو ناخوش ہوتے اور فرماتے یہ نصاریٰ کی وضع ہے۔(۵۴) مصنف ''مناقب حافظیہ'' کے چچا واجد علی خاں نے ایک کوٹھی بنائی اور حافظ صاحبؒ کو برکت کے لیے مکان میں لائے۔ حافظ صاحبؒ نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ واجد علی خاں نے خوب مکان بنایا ہے، مگر مجھ کو پسند نہیں آیا کیونکہ اس میں دروازے انگریزی وضع کے ہیں۔(۵۵) ایک مرتبہ ایک صاحب کے نام کے ساتھ انگریزی لفظ سن کر اس قدر ناراض ہوئے کہ اس کا خط تک نہ پڑھا۔(۵۶)

وحدتِ وجود:۔

وحدت وجود پر وہ عوام میں گفتگو کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے پوچھا کہ عوام جو وحدتِ وجود پر گفتگو کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ فرمایا، یہ الحاد وزندقہ ہے۔(۵۷)

سماع:۔

سماع کے معاملے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے، کہا کرتے تھے کہ زمان، مکان، اخوان (۵۸) کی شرطیں جب تک پوری نہ ہوں مجلس منعقد نہیں کرنی چاہیے۔ قوال ہمیشہ باشرع ہونا چاہیے(۵۹)

ہندوؤں کو عقیدت:۔

ہندوؤں کو بھی حضرت حافظ صاحبؒ سے بڑی عقیدت تھی، مثنوی رومیؒ کے درس میں ہندو بھی شریک ہوتے تھے۔ حیدرآباد کے راجہ چندولال کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔(۶۰) اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ دہلی کا ایک کائستھ ہندوان کی خدمت میں حاضر ہوکر اس قدر متاثر ہوا تھا کہ مع اہل وعیال مسلمان ہوگیا۔(۶۱) شاہ صاحبؒ کا اخلاق بے حد اچھا تھا۔ ہر ملنے والا ان سے مل کر خوش ہوتا تھا اور ان کی محبت کا نہ مٹنے والا نقش لے کر ان کی مجلس سے جاتا تھا۔

واجد علی شاہ اور حافظ صاحبؒ:۔

واجد علی شاہ کے ہنگامہ ہائے ناؤ نوش اور حکومت کے کاموں سے بے تعلقی کو دیکھ کر حافظ صاحبؒ کو سخت صدمہ ہوا۔ انہوں نے متعدد بار واجد علی شاہ سے شکایت کی اور اس کے فرائض سے آگاہ کیا۔ جب تمام نصیحتیں صدا بہ صحرا ثابت ہوئیں تو حافظ صاحبؒ لکھنو تشریف لائے اور واجد علی شاہ سے کہلا بھیجا کہ ہم جنگ کے واسطے آئے ہیں۔ اگر تجھ کو زور اور بہادری کا دعویٰ ہو تو مقابلہ کر۔ اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ تلواریں ہمراہ لاؤ ہم جنگ کریں گے مصنف ''مناقب حافظیہ'' کو بھی تلوار لانے کا حکم ہوا۔ متفکر ہوکر کئی بار فرمایا:

''میرے دل میں آتا ہے کہ اس رئیس سے تخت خالی کرادوں''(۶۲)

ایک رات شاہ میناصاحبؒ کی درگاہ میں بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے ''یہ تختے کا تختہ الٹے'' ایک پیر مرد اُن کے قریب بیٹھے تھے۔ بار بار عرض کرتے تھے۔ ایسا نہ فرمایئے آخر مسلمان ہے۔ حافظ صاحبؒ اور زیادہ جوش میں آجاتے اور فرماتے، اگر نصاریٰ کی عمل داری ہو تو اس حکومت سے بہتر ہے۔(۶۳)

حافظ صاحبؒ بہ حیثیت شاعر:۔

حضرت حافظ صاحبؒ کو شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی۔ غزلیں اور رباعیاں بہت اچھی کہتے تھے۔ مشتاق تخلص تھا۔ ایک غزل ملاحظہ ہو

دلم بر بود جانا نے کہ آنی دلستاں دارد
شکر لب خندہ نمکینی خمار میکشاں دارد
چوگل رخ نرگسیں چشمے بر دیش سنبلی زلفے
لب نازک ترا زلا لئہ قدسرو رواں دارد

کہ از تمکین نمی پرسد زحال زار من دلبر
خدایا مہرباں سازش کہ دل سنگیں چناں دارد
ازیں نا مہرباں شوخی چہ آسایش دہد وستم
کہ باکم التفاتے بازمن خاطر گراں دارد
بکیش دلبری شاید روا دارد دل آزاری
کہ ازمژگان زند پیکاں ازا بر وکماں دارد
متاع صبر از دلیا کند غارت بیک لمحہ
مگر در گوشہ وچشمے چنیں ہامرد ماں دارد
بیا مشتاق زیں بگذر تو خاکپائے سلیمان شو
کہ ہر کس از جمال اوکمال بیکراں دارد

وصال:۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آخر عمر میں فالج کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ مرض اس قدر بڑھ گیا کہ ہاتھ پاؤں بے کار ہو گئے، عبادت میں بھی بہت دقت ہونے لگی تو فرمایا، جسم بھاڑے کا ٹٹو تھا آخر ساتھ نہ دیا (۶۴)، ماہ ذی قعدہ (۱۲۶۶ھ) کو وصال فرمایا، کھیری میں سپرد خاک کیے گئے۔

خلفاء:۔

حضرت حافظ صاحبؒ کے تین خلیفہ صاحب سلسلہ اور صاحب ارشاد ہوئے۔ (۱) مرزا سردار بیگؒ (۲) شاہ حبیب شاہؒ (۳) مولانا حسن الزماںؒ، یہ تینوں بزرگ حیدرآباد میں رہے اور وہیں سلسلہ کی اشاعت اور توسیع کا کام کیا مولانا حسن الزماں صاحبؒ جید عالم اور بڑے پایہ کے محدث تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ فخر الدین صاحبؒ کی مشہور کتاب فخر الحسن کی ضخیم شرح عربی زبان میں ''القول المستحسن فی شرح فخر الحسن'' کے نام سے لکھی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے علوم اہل بیت کے نام سے ایک کتاب چوبیس جلدوں میں تصنیف فرمائی تھی جس میں انہوں نے اہل سنّت کا اثبات، روایات اہل بیت سے کیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کا بندوبست نواب محبوب علی خاں نے کیا تھا۔ لیکن صرف ایک جلد طبع ہونے پائی تھی کہ نظام کا انتقال ہوگیا اور وہ کام نامکمل رہ گیا۔

(ماخوذ:۔ انوار اصفیاء ص ۵۵۱ تا ۵۶۰، ادارہ تصنیف وتالیف شیخ غلام علی اینڈ سنسز، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۵ء)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) تذکرہ اولیائے دکن، جلداول، ص ۳۰۸
(۲) مناقب حافظیہ، ص ۹۳، ۹۴
(۳) مناقب حافظیہ ص ۹۳، ۹۴
(۴) مناقب حافظیہ ص ۹۳، ۹۴
(۵) مناقب حافظیہ ص ۹۳، ۹۴
(۶) مناقب حافظیہ ص ۹۹
(۷) مناقب حافظیہ ص ۹۹
(۸) مناقب حافظیہ ص ۱۲۱
(۹) مناقب حافظیہ ص ۱۰۶
(۱۰) مناقب حافظیہ ص ۱۰۶
(۱۱) مناقب حافظیہ ص ۱۰۷
(۱۲) مناقب حافظیہ ص ۱۰۷
(۱۳) مناقب حافظیہ ص ۱۰۷
(۱۴) مناقب حافظیہ ص ۱۰۳
(۱۵) مناقب حافظیہ ص ۱۰۸

(١٦)مناقب حافظيه ص١٣١

(١٧)مناقب حافظيه ص١٧٧

(١٨)مناقب حافظيه ص٢٠٤

(١٩)مناقب حافظيه ص١٠٩

(٢٠)مناقب حافظيه ص١٢

(٢١)مناقب حافظيه ص١١٠

(٢٢)مناقب حافظيه ص١١٢

(٢٣)مناقب حافظيه ص١١٥

(٢٤)مناقب حافظيه ص١٠٦

(٢٥)مناقب حافظيه ص١٣٦

(٢٦)مناقب حافظيه ص١٤٨

(٢٧)مناقب حافظيه ص١٧٧

(٢٨)مناقب حافظيه ص٢١٢

(٢٩)مناقب حافظيه ص١١٥

(٣٠)مناقب حافظيه ص١١٥

(٣١)مناقب حافظيه ص١٦٣

(٣٢)مناقب حافظيه ص٢١٩

(٣٣)مناقب حافظيه ص٢١٩

(٣٤)مناقب حافظيه ص٢١٩

(٣٥)مناقب المحبوبين ص٣٥٧

(٣٦)مناقب حافظيه ص١١٥

(٣٧)مناقب حافظيه ص١١٦

(٣٨مناقب حافظيه ص٢١٤

(٣٩)مناقب حافظيه ص٢٥٦

(٤٠)مناقب حافظيه ص٢٥٦

(٤١)مناقب حافظيه ص١١٦

(٤٢)مناقب حافظيه ص١٠٢

(٤٣)مناقب حافظيه ص١٠٢

(٤٤)مناقب حافظيه ص١٠٣

(٤٥)مناقب حافظيه ص١٠٣

(٤٦)مناقب حافظيه ص١٦٧

(٤٧)پیرملانی ص٥

(٤٨)مناقب حافظيه ص١٣٥

(٤٩)مناقب حافظيه ص١٣٥

(٥٠)مناقب حافظيه ص١٢٨

(٥١)مناقب حافظيه ص١٣٥

(٥٢)مناقب حافظيه ص٥٤۔٥٥

(٥٣)مناقب حافظيه ص١٣٧

(٥٤)مناقب حافظيه ص١٣٧

(٥٥)مناقب حافظيه ص١٣٧

(٥٦)مناقب حافظيه ص١٥٥

(٥٧)مناقب حافظيه ص١٥٥

(٥٨)مناقب حافظيه ص١٥٨

(٥٩)مناقب المحبوبين ص٣٥٧۔٣٥٨

(٦٠)مناقب المحبوبين ص٣٥٧۔٣٥٨

(٦١)مناقب حافظيه ص٢٦٠

(٦٢)مناقب حافظيه ص٢٦٠

(٦٣)مناقب حافظيه ص٢٩١

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی
کے پیر طریقت
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

ولادت باسعادت حضرت والا بتاریخ ۲۲ ماہ صفر المظفر بروز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ مقدسہ بمقام نانوتہ ضلع سہارنپور ہوئی۔ قصبہ مذکور وطن اجداد مادری حضرت کا ہے۔ اسم مبارک والد ماجد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نواسۂ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہما نے بہ لقب ''امداد اللہ'' ملقب فرمایا۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت حافظ محمد امین تھا۔ اور حضرت صاحب کے دو برادر کلاں ایک برادر و ہمشیرہ خورد بھی تھیں۔ بڑے بھائی ذوالفقار علی و منجھلے فدا حسین نام تھے، اور تیسرے خود حضرت اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمشیرہ بی بی وزیر النساء نام تھیں۔ ابھی زمانہ سن حضرت کا صرف سات سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینی بنت حضر شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی نے انتقال فرمایا۔ وقت وفات انھوں نے حضرت کے لیے ان الفاظ میں وصیت فرمائی کہ بعد میری وفات کے میرے اس تیسرے بچہ کو کسی وقت اور کسی وجہ سے کبھی کوئی شخص ہاتھ نہ لگاوے اور زجر وحزب نہ کرے چنانچہ ان کی اس وصیت کی تعمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپ کی تعلیم کی طرف کچھ توجہ والتفات نہ ہوا، چونکہ تائید ربانی ابتدائے خلقت سے مربی حضرت کی تھی، اس زمانہ صغرسنی میں بھی باوجود عدم توجہی و مطلق العنانی کبھی لہو ولعب نامشروع میں مشغول نہ ہوتے تھے اور اپنے باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرمایا۔ اپنے شوق سے اکثر حفاظ کو استاذ بنایا۔ مگر تقدیرات سے کچھ ایسے موانع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ کی نہ پہنچی یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی ۱۲۵۸ھ چند دن میں مکہ معظمہ میں اس کی تکمیل ہوگئی اور سولہ سال کے سن میں وطن شریف سے بہمراہی حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی نوراللہ مرقدہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا اسی زمانہ میں چند مختصرات فارسی تحصیل فرمائے اور کچھ صرف نحو اساتذہ عصر کی خدمت میں حاصل کی اور مولانا رحمت علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ سے تکمیل الایمان شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کی قرأت اخذ فرمائی۔

ہنوز تکمیل علوم ظاہرہ میسر نہ ہوئی تھی کہ ولولہء خدا طلبی جوش زن ہوا اور نوعمری میں حضرت مولانا نصیر الدین حنفی نقشبندی مجددی کے ہاتھ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور اذکار طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فرمائے اور چند دن تک اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر اجازت وخرقہ سے مشرف ہوئے، بعدازاں بہ الہام مشکوٰۃ شریف کا ایک ربع قراۃ حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی پر گزرانا اور حصن حصین وفقہ اکبر حضرت مولانا عبدالرحیم مرحوم نانوتوی سے اخذ کیا اور یہ ہر دو بزرگوار ارشد تلامذۂ عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے تھے۔

زیارت رسول ﷺ :۔

ایک دن آپ نے خواب بیان کیا: میں مجلس اعلی واقدس حضرت سرور عالم مرشد اتم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وسلم میں حاضر ہوں، غایت رعب سے قدم آگے نہیں بڑھتا ہے کہ ناگاہ میرے جدامجد حضرت حافظ بلاقی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبوی ﷺ میں پہنچا دیا اور آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میانجیو صاحب چشتی قدس سرہ کے کردیا اوراس وقت تک بعالم ظاہر میانجیو صاحب رحمۃ اللہ تعالی سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا۔ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہو اعجب انتشار وحیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب یہ کون بزرگ وار ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو ان کے سپرد فرمایا۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن حضرت استاذی مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت وعنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو، موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے۔ وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ملاقات کرو، شاید مقصود دلی کو پہنچو اور اس حیص وبیص سے نجات پاؤ۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سنا متفکر ہوا اور دل سے سوچنے لگا کہ کیا کروں آخر بلا لحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی اور شدت سفر سے حیران وپریشان چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، بارے بہ کشش وکوشش آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال باکمال ملاحظہ کیا، صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا، بخوبی پہچانا اور محو خودرفتگی ہو گیا اور آپ سے گزر گیا۔ افتاں وخیزاں ان کے حضور میں پہنچکر قدموں پر گر پڑا۔ حضرت میانجیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سر کو اٹھایا اور اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت وعنایت فرمایا کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق ویقین ہے۔ یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجیو صاحبؒ کی ظاہر ہوئی اور دل کو بکمال استحکام مائل بخود کیا، الحاصل ایک مدت خدمت بابرکت جناب موصوف میں حلقہ نشین رہے تکمیل سلوک سلاسل اربعہ عموماً وطریق چشتیہ صابریہ خصوصاً کیا خرقہ وخلافت نامہ واجازت خاصہ وعامہ سے مشرف ہوئے بعد عطاء خلافت حضرت میانجیو صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا جس کی رغبت ہو وہ تم کو بخشوں، آپ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے خدا کو چاہتا ہوں، وہی مجھ کو بس ہے۔ حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ یہ جواب سن کر بہت مسرور وخوش مزہ ہوئے اور بغل گیر فرما کر علو ہمت پر آفریں کی اور دعاہائے جزیلہ وجمیلہ دیں اور خود حضرت میانجیو صاحب انار اللہ ضریحہ نے ۱۲۵۹ھ میں رحلت فرمائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یادِ الٰہی :۔

بعد ازاں قلبِ مبارک میں جذبہ الٰہیہ پیدا ہوا اور آپ آبادی سے ویرانہ کو چلے گئے مخلوق سے نفرت فرماتے تھے، اور اکثر دولت فاقہ سے کہ سنت نبویہ ﷺ ہے، مشرف ہوتے تھے، یہاں تک کہ آٹھ آٹھ روز اور کبھی زیادہ گزر جاتے اور ذراسی چیز حلق مبارک میں نہ جاتی اور حالت شدت بھوک میں اسرار وعجائب فاقہ مکشوف ہوتے تھے۔ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن بہت بھوک کی تکلیف میں ایک دوست سے کہ نہایت خلوص دلی رکھتا تھا، چند روپے میں نے بطور قرض مانگے باوجود موجود ہونے کے انکار صاف کردیا۔ اس کی اس ناالتفاتی سے تکدر وملال دل میں پیدا ہوا، چند منٹ کے بعد تجلی توحید افعالی نے استعلا فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ فعل فاعل حقیقی سے متکون ہوا ہے، اس

وقت سے خلوص اس دولت کا زائد ہوا اور وہ تکدر مبدل بہ لطف ہو گیا۔ اس واقعہ کو چند ماہ گزرے تھے کہ میں مراقبہ میں تھا سیدنا جبرئیل و سیدنا میکائیل علیہما السلام کو دیکھا محو خود رفتہ ہو گیا جو لذت کہ حاصل ہوئی احاطہء بیان میں نے آسکتی اور وہ دونوں تبسم کناں دزدیدہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسی طرح چلے گئے اور کچھ نہ کہا۔

سفر حجاز مقدس:۔

سید کائنات اشرف مخلوقات ﷺ کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ۔ یہ خواب دیکھ کر خواہش زیارت مدینہ طیبہ دل میں متمکن ہوئی۔ یہاں تک کہ بلا فکر زاد راحلہ کے آپ نے عزم مدینہ منورہ کر دیا اور چل کھڑے ہوئے جب ایک گاؤں میں پہنچے آپ کے بھائیوں نے کچھ زاد راہ روانہ کیا۔ حضور نے اس کو بخوشی خاطر قبول کیا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو بمقام بندر لیس کہ متصل بندر جدہ کے ہے، جہاز سے اُترے اور براہ راست عرفات کو تشریف لے گئے او جملہ ارکان حج بجالائے اور مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ و حضرت عارف باللہ سید قدرت اللہ حنفی بنارسی ثم المکی سے کہ کرامات و خرق عادات میں مشہور تھے فیض و فوائد حاصل کیے اور حضرت مولانا محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے چند وصایا فرمائے۔

شاہ اسحاقؒ کے وصایا:۔

ازاں جملہ یہ کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا چاہیے اور یہ کہ تاامکان خود قوت حرام و مشتبہ سے پرہیز واجب جانے، کیوں کہ لقمہ مشتبہ و حرام سے برابر نقصان ہے اور مراقبہ ﴿الم یعلم بان اللہ یریٰ﴾ تعلیم فرمایا تا کہ ملاحظہ معنی صورت رویت حق تعالی خود کو ملاحظ کرے اور اس پر مواظبت رکھے تا کہ وجدان صورت ملکہ کا ہووے اور دوسری باتیں تعلیم فرمائیں اور اپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اور فرمایا کہ فی الحال بعد زیارت مدینہ طیبہ تمہارا ہند کو جانا قرین مصلحت ہے، پھر انشاء اللہ تعالی تمام تعلقات منقطع کر کے اور بہ ہمت تمام یہاں آؤ گے۔ البتہ چندے صبر ضروری ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ کا راستہ مامون تھا اور کوئی شورش بدوؤں وغیرہ کی نہ تھی اور آپ کے دل کو سخت اضطراب و قلق مدینہ طیبہ کی حاضری کا تھا کہ علت غائی اس سفر کی یہی تھی۔ خیال تھا کہ اگر وہاں جانا نہ ہوا تو یہ تمام محنت مفت رائگاں ہوئی، بالآخر آپ نے یہ انتشار بحضور جناب سید قدرت اللہ عرض کیا۔ حضرت سید صاحب نے تسکین فرمائی اور چند بدوی مریدان خود کو آپ کے سپرد کیا اور حکم دیا، کہ بحفاظت تمام ان کو مدینہ طیبہ لے جاؤ اور ان کے قلب کو کوئی رنج نہ پہنچنے پاوے کیونکہ ان کے ملال سے تمہاری عاقبت کی خرابی متصور ہے، مولانا فرماتے ہیں۔

ہیچ تومے را خدا رسوا نہ کرد
تا ازو صاحبدلے نامد بدرد

بالجملہ آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی عامل کامل و عارف واصل بلا میری طلب کے اجازت پڑھنے درود تنجینا کی دیتا تو بہت اچھا ہوتا بارے بفضلہ تعالی اس جوار پاک شاہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلوٰۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے اور عارف خدا حضرت شاہ غلام مرتضی جھنجھانوی ثم المدنی سے ملاقات فرمائی اور اپنے شوق دلی کا نسبت قیام مدینہ منورہ کے اظہار فرمایا حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ابھی جاؤ چندے صبر کرو پھر انشاء اللہ یہاں بہت جلد آ ؤ گے اور صاحب جذب و احسان حضرت مولانا شاہ گل محمد خانصاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کہ متوطن قدیم رام پور تھے اور عرصہ تیس سال سے مجاور روضہ

شریف تھے، ملاقات کی اور ان کی خدمت سے بہت فوائد حاصل کیے، حضرت خانصاحب موصوف نے بلا ذکر وطلب اجازت درود تنجینا کی دی کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر اس قدر میں بھی دقت ہو تو اکتالیس بار تو ضرور پڑھا کرو اور ہرگز ناغہ نہ ہونے پاوے کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ آپ گو ظاہری علم شریعت میں علامہ دوران اور مشہور زمان مولوی نہ تھے مگر علم لدنی کے جامہ سے آراستہ اور نور عرفان وایقان کے زیورات سے سرتاپا پیراستہ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کو مہبط انوار و برکات او رفیوض وتجلیات بنائے ہوئے تھے۔ خلقۃً ضعیف ونحیف خفیف اللحم اس پر مجاہدات وریاضات اور تقلیل طعام ومنام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخواں تک کو گلا دیتا ہے، جس کے باعث آخر میں کروٹ تک بدلنا دشوار تھا۔

ہجرت غدر کے بعد:۔

ایام غدر میں فساد والزام بغاوت کے زمانہ میں مکہ معظّمہ ہجرت فرما ہوئے۔ اور کل چوراسی سال تین مہینہ بیس روز گوشہ ہائے عالم دنیا کو منور فرما کر بارہ یا تیرہ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ بروز شنبہ بہ وقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت معلیٰ (مقبرہ مکہ معظّمہ) میں مولوی رحمت اللہ کی قبر کے متصل مدفون ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

استغنا اور قناعت:۔

اعلی حضرت گھر سے خوشحال اور موروثی جائداد کا معقول حصہ پائے ہوئے تھے جو بہ ظاہر الحال گزران معیشت کے لیے کافی ووافی سامان تھا، مگر آپ کا قلب سلیم چونکہ بالطبع زہد وتوکل کا شیدا تھا۔ اس لیے آپ نے اپنی ساری جائداد سکنی وزرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کردی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنایا تھا۔ اعلی حضرت زاویہ خمول کی زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گزاری کی جانب بہت راغب تھے۔ اس لیے ہمیشہ اپنے کو چھپایا اور علحدگی ویکسوئی کو اخفاء کتمان حال کا سبب بنایا مگر بقول، ﴿مشک انست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید!﴾

اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے۔ خدائی مخلوق نے جبہ سائی کو فخر سمجھا اور جیسا کہ دین کا اپنے زمانہ ولادت سے حال رہا ہے۔ غربا ومساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی، مجبوراً امتثالا للامر آپ طالبین کو بیعت فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کے لیے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے۔ آخر میں طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا، آپ اسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی بھاوج نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائداد آپ منتقل فرما چکے خود توکل پر بہ عسرت وفقر گزران ہے، پھر اس پر مہمانوں کی کثرت اور نو وارد مسافروں کی زیادتی گو آپ کو بار نہ معلوم ہو مگر میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں۔ اس لیے آج سے جتنے مہمان آئیں ان کی اطلاع غریب خانہ پر فرمادیں، ان کا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئے گا۔ اوّل تو اعلیحضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں میرے مہمان ہیں ان کی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے مگر آخر بھابھی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے ساتھ تھا آپ نے قبول فرمالیا اور اس روز سے مہمانوں کا کھانا دونوں وقت وہاں سے آنے لگا، اعلیحضرت کی بھاوج کا حسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا، کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگ دل نہ ہوتی تھیں۔

ہجرت مکہ معظّمہ ونکاح:۔

ایام غدر ہندوستان میں بوجہ بے نظمی دین وتغلب معاندان دین

قیام ہندگراں خاطر ہوا اور ارادۂ ہجرت و اشتیاق زیارت روضۂ حضرت رسالت پناہ ﷺ جوش و خروش میں آیا اور ۱۲۷۶ھ میں براہ پنجاب روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں پاک پٹن و حیدر آباد سندھ وغیرہ مواضع میں زیارات بزرگان مقامات مذکور سے مشرف اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے ہوئے کراچی بندر پہنچے، وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور انوار و برکات ہجرت ابتدائے سفر سے مشاہدہ فرمانے لگے، اور بعد طے منازل خیر البلاد مکہ معظّمہ پہنچے اور انوار و برکات اس مقام متبرک سے فیض یاب ہوئے اور اس مقام مقدس کو مسکن و ماویٰ اپنا بنایا۔ اوّلاً چند سال تک جبل صفاء پر اسمٰعیل سیٹھ کے رباط کے ایک خلوۃ میں معتکف رہے اور مشغولی حضرت حق جل وعلا مہلت نہ دیتی تھی، کہ جو دوسرے سے مخاطب ہوں ناچار مخلوق سے کم ملتے تھے، لیکن مشاہیر علماء و شیوخ کے ساتھ کبھی کبھی خلوت و جلوت میں اکٹھا ہوتے تھے اور کلمات رمز و اسرار و لطف و اخلاق درمیان میں آتے تھے اور باہم رسم دوستی مستحکم رکھتے تھے اور یہ حضرات کمال تعظیم و احترام حضرت فرماتے تھے۔

آپ کے ارشادات پر از حکمت ہیں:۔

ایک شخص نے تصوف کے معنی پوچھے، فرمایا کہ تصوف کے معنی میں بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق مسائل کا جواب دیتا ہے، یعنی مبتدی سائل کو از روئے معاملات مذہب ظاہر اور متوسط کو از روئے احوال، منتہی کو از روئے حقیقت البتہ تمام اقوال میں اظہر قول یہ ہے کہ اوّل ابتدائے تصوف علم ہے اور اوسط عمل و آخر عطاء و بخشش و جذبہ الٰہی ہے اور علم مراد مرید کی کشایش کرتا ہے اور عمل اس کی توفیق و طلب پر مدد کرتا ہے اور بخشش مرتبہ غایت رجا کو کہ احاطہء بیان سے باہر ہے، پہنچاتی ہے، اور حق سبحانہٗ کے ساتھ واصل کرتی ہے اور اہل تصوف تین قسم کے ہیں یعنی تین مراتب رکھتے ہیں: اوّل مرید کہ اپنی مراد طلب کرتا ہے، دوم متوسط کہ طلب گار آخرت ہے، سوم منتہی کہ اصل مطلوب تک پہنچ گئے ہیں، اور انتقالات احوال سے محفوظ ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ طالب طریق تصوف کو چاہئے کہ ادب ظاہر و باطنی کو نگاہ میں رکھے۔ ادب ظاہر یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحسن ادب و کمال تواضع و اخلاق پیش آئے، اور ادب باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات و احوال مقامات میں با حق سبحانہ رہے۔ حسن ادب ظاہر سرنامہء ادب باطن کا ہے اور حسن ادب ترجمان عقل ہے بلکہ ﴿التصوف کلّہ ادب﴾ دیکھو حق تعالیٰ اہل ادب کی بزرگی کی مدح فرماتے ﴿انّ الّذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ وّاجر عظیم﴾ جو کوئی کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیرات و مبرات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قرب حق سے بھی محروم ہے۔

> از ادب پر نور گشت است ایں فلک
> واز ادب معصوم و پاک آمد ملک

❁ ایک شخص نے حاضرین سے عرض کیا صوفی کون ہے اور ملامتی کون؟ فرمایا صوفی وہ ہے کہ سوائے اللہ کے دنیا و خلق سے مشغول نہ ہو اور رد و قبول مخلوق کی پرواہ نہ رکھے، مدح و ذم اس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو چھپائے اور بدی کو ظاہر کرے۔

❁ ایک آدمی نے فقیر کے معنی دریافت کئے فرمایا فقر دو طرح پر ہے، اختیاری و اضطراری، فقر اختیاری جو واسطے رضائے حق کے ہو، دولت مندی سے بدر جہا افضل ہے کہ حدیث الفقر فخری میں اسی فقر کی طرف اشارہ ہے اور فقر اضطراری عوام کو ہلاکت کفر تک پہنچا تا ہے کہ حدیث کاد الفقر ان یکون کفراً، سے یہی مراد ہے، اور

معنی فقر کے محتاجی ہیں اور فقیر حقیقی وہ ہے، کہ اپنے نفس سے بھی محتاج ہو یعنی مالک اپنے نفس کا بھی نہ رہے کیوں کہ جس قدر فقیر کا ہاتھ ہر چیز سے خالی ہوگا، اسی قدر اس کا دل ماسوی اللہ سے خالی ہوگا فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو جائے گا۔

❁ ایک دن بطور نصیحت کے بیان فرمایا کہ ہرگز ہرگز گرد دنیا کے نہ جاؤ اور دل کو اسکا گرویدہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا کی مثال آدمی کے سایہ کی ہے، اگر کوئی سایہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کے آگے آگے بھاگتا نظر آئے اور اگر سایہ کو پس پشت کرے وہ خود پیچھا نہ چھوڑے، یہی حال دنیا کا ہے کہ جو کوئی دنیا کو ترک کرتا ہے، دنیا اس کا پیچھا کرتی ہے، اور جو کوئی طلب دنیا میں کوشش کرتا ہے اس سے کوسوں دور رہتی اور ترک کرنے والے کو تلاش کرتی ہے۔

❁ ایک دن ایک شخص نے سوال کیا کہ طالب راہ حق کو کیا کیا ضرور ہے، فرمایا اوّل طالب شے کو لازم ہے کہ حقیقت و ماہیت شئے مطلوبہ کی دریافت کرے تا کہ رغبت اس کے حاصل کرنے کی دل میں پیدا ہو پس جو شخص کہ ارادہ کرے کہ صوفیوں کے طریق و راہ حق پر چلے، اولاً ماہیت و حقیقت و غایت تصوف کہ راہ حق ہے معلوم کرے بعد ازاں اس کے اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی کو سمجھے۔ خصوصاً اطلاقات کو کہ ان کے حال وقال و تصنیفات میں آتے ہیں، جانے اور خاص خاص اصطلاحات کہ ان کے کلمات میں پائی جاتی ہیں ان سے واقف ہو تا کہ تابعداری ان کے افعال و اقوال و احوال کی کر سکے۔

❁ ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت وجود کا سوال کیا فرمایا کہ یہ مسئلہ حق و صحیح مطابق الواقع ہے۔ اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے، مگر قال وقرار نہیں ہے۔ البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقن اور تصدیق قلبی کافی ہے اور استتار اس کا لازم اور افشانا جائز ہے کیوں کہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحد دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفا سے عاری ہیں، نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسرے کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچتے ہیں، اس مسئلہ سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکرِ نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا، اس جگہ پر زبان کو روکنا واجب ہے۔

❁ فرمایا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے اقرار باللسان اشارہ طرف شریعت کے ہے اور تصدیق بالجنان سے مطلب طریقت ہے۔ پس ایک بغیر دوسرے کے کام کا نہیں، اقرار بدون تصدیق نفاق ہے۔ اور تصدیق بلا اقرار بے کار۔ فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا۔ میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہئے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگر چہ اللہ فرماتا ہے **فضلنا بعضهم علیٰ بعض** جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے، اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں کہ محض رائے سے ایسی جرأت کریں البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت بہ اعتبار محبت کے دینا مضائقہ نہیں، کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے، اس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے قدمی علی رقاب اولیاء اللہ فرمایا تو حضرت معین الدینؒ نے فرمایا بل عینی یہ ثبوت افضلیت حضرت غوث اعظم کا ہے، میں نے کہا کہ اس سے تو فضیلت

حضرت معین الدین صاحبؒ کی حضرت غوث اعظم پر ثابت ہوسکتی ہے نہ برخلاف اس کے کیوں کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوثؒ اس وقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت یعنی نزول میں اور نزول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے۔

❁ فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے بہ اعتبار مراتب مردمان کے تین معنی ہے لامعبود لامطلوب لاموجود الا اللہ اور یہ سب مراتب اعلی۔

❁ فرمایا سیر تین طرح پر ہے سیر الی اللہ وفی اللہ ومن اللہ۔

❁ فرمایا کہ ایمان رجا اور خوف میں ہے ہم لوگ رجا پر بھروسہ اور غرور کررہے ہیں اور خوف کو بھول بیٹھے ہیں۔

فرمایا عاشق دوطرح پر ہے عاشق ذاتی وعاشق صفاتی اور مرتبہ عاشق ذاتی کا عاشق صفاتی سے زیادہ ہے کیونکہ عاشق ذاتی پر جو کچھ وارد ہوتا ہے اس کو ذات الٰہی سے جانتا ہے۔ پس اس وجہ سے رضا وتسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے، اک دن حضرت غوث الاعظمؒ سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے آپ نے ہمت توجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا وہ ساتوں آدمی کہ عاشق ذات اور مرتبہ رضاوتسلیم میں ثابت قدم تھے۔ اس امر حضرت غوث کو خلاف خیال کرکے آپ سے ناخوش ہوئے اور اپنی مجلس سے علحدہ کردیا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے مسلم رکھے ہیں دریافت ہوا کہ ایک درندے نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھ کو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا وہ ساتوں آدمی پیش کیے گئے اور اس درندے نے گوشت ان مردان خدا کا کھانا شروع کیا جس وقت درندہ دانت مارتا تھا وہ لوگ ہرگز دم نہ مارتے تھے یہاں تک کہ تمام گوشت اپنا راہ مولی میں نثار کردیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

❁ فرمایا انما الاعمال بالنیات تصوف کی جڑ ہے۔

❁ فرمایا ایک آدمی نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی غیبت کی، آپ نے ایک طبق دینار کا اس کو ہدیۃً دیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسا الٹا معاملہ ہے امام صاحب نے فرمایا **ھل جزاء الا حسان الا الاحسان** اس شخص نے مجھ کو نعمت اخروی دی تو کیا میں اس کو دنیا کی نعمت بھی نہ دوں۔

❁ فرمایا تواضع نفاق کے ساتھ ممنوع ہے۔

❁ فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے، البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں، اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

❁ فرمایا واسطے تقویت حافظہ کے **یا علیم علمنی مالم اکن اعلم یا علیم** اکتالیس بار بعد نماز عصر پڑھنا چاہیے اور سورۂ فاتحہ بعد نماز فجر گیارہ بار پڑھنا چاہیئے یا روٹی پر لکھ کر کھائیں۔

❁ فرمایا:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بھتر از صد سالہ طاعت بے ریا

❁ فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں نو ہوں یا گیارہ

❁ فرمایا اصل ذوق وشوق محبت ہے کشف وکرامات ثمرات زائدہ ہیں، ہوئے ہوئے نہ ہوئے، عارف اس کو ایک جو کے برابر نہیں سمجھتے بلکہ اکثر حجاب ہوتا ہے۔

❁ فرمایا صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہئیے، سیرت اللہ تعالی درست کردے گا کیونکہ وہ واہب فیاض ہے۔ دریافت کیا گیا کہ

ساحران موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ ایمان ہوئے اور فرعونیاں کافر رہے اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ ساحروں نے صورت موسوی اختیار کی تھی اس کے طفیل وہ نیک ہوئے۔

❁ فرمایا کہ مراتب (عرفا) چار ہیں: مجذوب، سالک، مجذوب سالک، سالک مجذوب، اور یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے ایک آدمی قوم ہندو ناتھونامی حالت جذب میں تھا، ایک دن مجھ سے کہا کہ اولے گریں گے، ایسا ہی ہوا اگر کافر سے ایسا ظاہر ہوتو اسے استدراج کہتے ہیں اور ایسے آدمی حالت کفر میں مرتے ہیں۔

❁ فرمایا کہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے بلکہ جسم مثالی پر کہ خواب میں نظر آتا ہے ہوگا و نیز روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے، عذاب نہ ہوگا وہ مثل آفتاب کے ہے اور روح حیوانی مانند چراغ۔

❁ فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب نے مجھ کو چار چیزیں تلقین فرمائیں: (۱) طلب رزق حلال (۲) تمام عالم سے اپنے کو بدتر سمجھنا (۳) مراقبہ احسان (۴) ترک اختلاط غیر جنس۔

❁ فرمایا کہ مولانا فخرالدین وشاہ ولی اللہ وخواجہ میر درد ومرزا مظہر جان جاناں رحمہم اللہ تعالیٰ کی کسی شخص نے ضیافت کی اور اپنے گھر بٹھا کر خود غائب ہوگیا اور بہت دیر کے بعد یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا، آکر دو دو پیسے سب کے ہاتھ پر رکھ دیے مولانا صاحب پر چونکہ اخلاق رحمت اور انکسار غالب تھا آپ نے اس کی تعظیم اور پیسوں کو سر و چشم سے لگا کر قبول کیا، اور مرزا صاحب چونکہ بہت نازک طبیعت مزاج تھے (یہاں تک کہ زمانہ بچپن میں بدصورت دایہ کی گود میں نہ جاتے تھے) کہنے لگے کہ میاں اگر یہی ارادہ تھا تو خواہ مخواہ اتنی دیر کی اور دوسرے حضرات نے کچھ نہیں کہا۔ فرمایا کہ شیر خاں صاحب خلیفہ حضرت میاں جی شاہ نور محمد صاحب قدس سرہ میرے برادر ارشادی جب قریب رحلت ہوئے وقت نزع لوگوں نے تلقین کلمہ شروع کیا اور وہ منہ پھیر لیتے تھے۔ سب کو تعجب تھا کہ ایسے بزرگ کی یہ حالت ہے کہ جس سے سوئے خاتمہ کا خیال ہوتا ہے، جب حضرت مرشد تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا الحمد للہ، لیکن یہ لوگ مجھ کو پریشان کرتے ہیں اور مسمی سے طرف اسم کے لاتے ہیں، پس مراتب لوگوں کے مختلف ہیں۔ اعراض کلمہ سے سوء خاتمہ پر استدلال نہ کرنا چاہئے ممکن ہے اس میں کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا۔ اقول پس وہ شخص معذور ہوگا، لیکن اس سے زیادہ کمال جامعیت ہے کہ باوجود مشاہدہ مسمی کے اسم کا حق بھی ادا کرے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون سی کتاب ہے۔ احیاء العلوم حجۃ الاسلام امام غزالی کی ہے فرمایا یہ لقب عطیہ حضرت ﷺ ہے۔

❁ فرمایا کہ کوئی مہم پیش آئے سورۂ یٰسین پڑھیں اور ہر دفعہ مبین پر پہنچ کر سات بار سورہ فاتحہ مع تسمیہ پڑھیں اور اوّل واخر سورۃ کے درود شریف پڑھیں۔ درود مثل صندوق کے ہے کہ اپنے اندر لپیٹ کر (وظیفہ ودعا کو) لے جاتا ہے۔ یا سورۂ مزمل سات بار پڑھیں کہ معمولات مشائخ سے اور مجرب ہے اور سورۃ فاتحہ اکتالیس بار جو میں نے اپنے آدمیوں (مریدوں) پر لازم کیا ہے۔ اس سے بہتر امور دینی ودنیاوی کے لیے کچھ نہیں ہے۔ فقط

❁ فقیر کو چاہئے کہ نہ طمع کرے نہ منع کرے۔

❁ مومن خاں دہلوی، مجھ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے، میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے جواب دیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا، اساتذہ کے نزدیک مثنوی سند ہے۔ بعد انتقال خاں

صاحب کے لوگ حسب وصیت ان کی قبر پر گئے، ان کا حال عمدہ پایا۔

❁ فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا کہ میں نوکری چھوڑ دوں میں نے (حضرت نے) جواب دیا کہ جب ایسی حالت ہو کہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تب چھوڑیو۔

❁ فرمایا دعا میں درود مثل صندوق کے ہے۔

❁ فرمایا کہ جو مزہ میں فقر و فاقہ میں دیکھا اور اس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام و ملائک مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار و تجلیات مجھ پر نازل ہوئے وہ امور پھر فراغت میں میسر نہ ہوئے فرمایا فقر و فاقہ بڑی نعمت ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں الفقر فخری۔

❁ فرمایا کہ مومن خاں صاحب دہلوی فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے حدیث شریف پڑھ رہے تھے۔ شاہ صاحب نے تذکرہ اکابرین دین کا کیا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اب بھی کوئی ایسا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ پرسوں ہمارے پاس فلاں حلیہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آوے گا وہ مرد کامل ہے اور سمت و وقت بھی معین کر دیا۔ ہم لوگ روز موعود میں زینت المساجد میں کہ کنارے جمنا کے واقع ہے، ان کے اشتیاق میں بیٹھے تھے۔ وقت مقررہ پر دریا کے کنارے سے اسی حلیہ کے ایک بزرگ صاحب نمودار ہوئے۔ ہم لوگ دوڑے اور زیارت سے مشرف ہوئے، وہ شاہ عبدالرحیم صاحب تھے۔ مومن خاں صاحب اس واقعہ کی وجہ سے مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

❁ فرمایا کہ دہلی میں چند مشائخ کامل ہمعصر تھے۔ چشتیہ نظامیہ میں حضرت فخرالدن صاحب اور قادریہ میں حضرت میر درد صاحب، نقشبندیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور صابریہ میں حضرت غلام سادات صاحب۔

❁ فرمایا کہ حضرت غلام سادات صاحب کے تھانہ بھون میں اکثر لوگ مرید تھے، اس وجہ سے وہ اکثر یہاں تشریف لاتے تھے، ایک مرتبہ آپ آئے تو تمام لوگ گئے، مگر حافظ ضامن صاحب کے دادا میر عبدالغنی حاضر نہ ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ میر عبدالغنی کیوں نہیں آئے، لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا ایک حسین و جمیل لڑکا انتقال کر گیا ہے۔ اس وجہ سے مخبوط الحواس ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ ایک بار انہیں میرے پاس لاؤ، مگر وہ نہ گئے۔ اتفاقیہ راستہ میں حضرت غلام سادات کو مل گئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، عشق بر مردہ نباشد پائدار، اسی وقت ان کا خبط جاتا رہا اور عشق حق غالب ہو گیا۔ مسجد میں بیٹھے رہے اور خدا کی یاد میں راہی ملک بقا ہوئے۔

❁ فرمایا کہ عذاب اُخروی اس عالم میں بھی بعض اشخاص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ (جلال آباد میں جو ہمارے قصبہ کے قریب ایک بستی ہے) ایک رئیس نے بہ طمع دنیوی ہنود کو اپنی زمین بت خانہ بنانے کو دے دی، جب ان کا وقت اخیر آیا حکیم غلام حسن ان کے معالج نبض دیکھ رہے تھے، مریض نے پکار کے کہا کہ حکیم جیو مجھے اس پنجرہ آہنی آتشیں سے بچاؤ مجھ کو اس پنجرے میں ڈالے دیتے ہیں۔ لوگ متعجب تھے اور کچھ تدارک نہیں کر سکتے تھے۔ آخر اسی فریاد و زاری میں اس کی روح پرواز کر گئی۔

❁ فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہانپوری جب حافظ عبدالکریم تاجر میرٹھ کے ملازم تھے، یہاں مع حافظ عبدالکریم کے زیارت حرمین شریفین کو گئے، میں نے کہا مولانا مملوک علی صاحب نے میرا سبق گلستان آپ کے سپرد کیا تھا۔ اس وجہ سے آپ میرے استاد ہیں مگر میں ایک بات عرض کروں گا۔ اگر ناگوار نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں جو فرمایئے بسر و چشم منظور ہے۔

میں نے کہا آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ حافظ عبدالکریم وغیرہ آپ کو کام کا حکم دیں، بلکہ انکو آپ کا محکوم ہونا چاہیئے، لیکن نوکری بجز محکومی چارہ نہیں۔ اب آپ اپنے مکان پر درس احادیث نبویہ ﷺ کا فرمایا کریں تا کہ خلق کو فیض ہو۔ مولانا صاحب نے قبول کر کے فرمایا کہ آپ حرم محترم میں میرے لئے دعا کریں چنانچہ یہاں سے جا کر ترک تعلق کر کے درس حدیث کا شغل اختیار کیا اور صدہا طلبہ کو محدث بنادیا اور حافظ عبدالکریم نے میرے سامنے بہت کچھ معذرت کی کہ مولانا کو ہم لوگ اپنا مخدوم جانتے ہیں۔ میں نے کہا سچ ہے، مگر نوکر در حقیقت خادم ہی ہوتا ہے چاہے اس کا آقا اسے اپنا مخدوم بھی تصور فرمائے او رلفظ خادمی کا زبان پر نہ لائے۔

❁ حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں، مگر نفع نہیں ہوتا حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا یہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست
دین نیاز و سوز دردت پیک ماست

❁ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا، بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ آخر جب بہت دیر ہوئی تو میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا حضرت فرمانے لگے کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا کہ نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں۔

❁ حضرت حاجی صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت ہی کہا، لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔

حضرت کی کرامتیں:۔

❁ ہنگام قیام رباط اسمعیل سیٹھ اس کے لڑکے سے بعض باتیں خلاف طبع مبارک ہوئیں اس وجہ سے آپ نے وہاں کا قیام ترک کر کے رخ توجہ بحضور رباری تعالی کیا، اسی بارے مں بلا کسی تحریک کے ایک حکم نامہ بتا کید ریاست حیدرآباد سے وہاں کے وکلا کے نام پہنچا کہ منجملہ دو مکانات ریاست کے جو مکان وجگہ آپ پسند فرمائیں، اس کی کنجی خدام حضرت کے سپرد کردی جائے۔ چنانچہ وکلا ریاست نے بڑی التجا سے یہ کیفیت حضوری میں عرض کی اور ایک مکان کی کنجی حوالہ ملازمان عالی کردی۔

❁ اسی زمانہ میں ایک مہندس نے آپ کے قریب ایک مکان تعمیر کیا اور اس میں ایک راستہ رکھا جس سے حضرت کے دولت خانہ کی بے پردگی ہوتی تھی۔ وہ انواع واقسام کے ظلم وجبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا۔ حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ سے کلمۃ الخیر تبلیغ فرمایا، لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا۔ لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے بجواب اس کے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکم حقیقی کے یہاں ہے۔ حکام مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے۔ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ تیغ برہنہ اہل چشت نے اس پر گزر کیا اور باوجود اعزاز بلیغ واعتبار عظیم بلا وجہ ظاہری اپنے منصب وعہدے سے علحدہ کردیا گیا اور ایسی ذلت وخواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھاوے۔ میاں امیر احمد رام پوری کا واقعہ میرے سامنے کا ہے، امیر احمد بار بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں اور حضرت فرماتے تھے کہ ہاں جاؤ، مگر

امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کا قوی خطرہ تھا۔اس واسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزایاب ہوں گا،اس واسطے باجود حضرت کے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور بار بار دریافت کرتے تھے۔ایک روز حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے میاں جاؤ تب میں نے ان سے کہا کہ اب تو شک وشبہ چھوڑ و اور حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے خدا کا نام لے کر چلو اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔چنانچہ وہ میرے ساتھ ہندوستان آئے اور چندروز دہلی ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیے گئے اور بالآخر تمام مقدمات سے بری ہو کر اپنے گھر بخیریت تمام پہنچ گئے۔

❁ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مہمان بہت سے آ گئے، کھانا کم تھا،حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس کو ڈھانک دو کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھالیا اور رکھانا بچ گیا۔ حضرت حافظ ضامن صاحب کو خبر ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت آپ کا رومال سلامت چاہئے اب تو قحط کیوں پڑے گا،۔حضرت شرمندہ ہو گئے اور فرمایا کہ واقعی خطا ہوگئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا۔

صورت وسیرت:۔

سر مقدس کلاں و بزرگ ہے اور پیشانی کشادہ و بلند ہے اور انوار حقانی پیشانی مبارک سے واضح ولائح ہیں ۔ ابرو وسیع وخمدار چشمان مبارک کلاں ہیں اور ہمیشہ خمار ذوقیہ ربانیہ میں سرشار رہتی ہیں ۔ رنگ شریف گندم گوں ہے ،نحیف الجسم معتدل القامت گونہ مائل بطوالت ،لیکن نہ اتنا کہ طویل کہنے کے قابل بلکہ جیسا کہ قامت شریف آنحضرت ﷺ کے بارے میں آیا ہے خفیف العارضین،طویل اصابع الیدین گویا حجازی ہیں فصیح البیان، عذب الکلام ،کثیر المروت،عظیم الاخلاق جس کسی سے بات کرتے ہیں بکمال بشاشت وخوشی وتبسم فرماتے ہیں اورافضل ترین اخلاق حضرت ایشاں تخلق بہ اخلاق قرآن ہے کماورد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی وصف خلقہ ﷺ جمیع اخلاق حسنہ کہ قرآن شریف میں ان کی مدح ہے ذات مبارک میں جمع ہیں اور جتنے اخلاق رذیلہ کہ قرآن شریف میں ان کی برائی ہے بالطبع ان سے متنفر۔اتباع سنت سنیہ واجتناب بدعات قبیحہ عادات جبلیہ سے ہے او راستقامت بہ شریعت غراو طریقت بیضا اخلاق لازمہء رضیہ سے ہے کہ **الا ستقامۃ فوق الکرامۃ والکرامۃ یتحصل بعد الاستقامۃ** خمیر شریف آپ کا ہے،ذات پاک صاحب اشارات علمیہ وحقائق قدسیہ جامع انوار محمدیہ ومنازل عرشیہ ہے دال علی اللہ سبحان وعلی سبیل الجنان وداعی الی العلم والعرفان ہے اور حامل لواء عرفان وضیاء قلوب ناقصاں ومبین اسرار وکاشف ومظہر عوارف معارف مربی علم وحال صاحب ہمت ومقال ہے۔طریقہ شریفہ آپ کا متضمن جذب ومجاہدہ وعنایت ہے۔سکر آپ کا ادب کو پہنچاتا ہے اور صحو مقامات حجاب سے ترقی کو پہنچاتا ہے ۔حقائق توحید سامی باشریعت دمساز ہیں واسرار مجاہدات گرامی معرفت سے ہمراز۔اولیاء عصر آپ کی ولایت پر اجماع رکھتے ہیں اور علماء زماں آپ کے علو منزل کا اعتراف کرتے ہیں۔حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے علوم اسماء وصفات سے مخصوص فرمایا ہے اور معارف خاص وخصوصیات علوم اعلی سے مقامات مرحمت فرمائے ہیں اور مقام اکبرو مدد اکثر وعطاے انفع ونوال اوسع پر ممتاز فرمایا ہے۔(شمائم امدادیہ ص ۳۵)

(اقتباس از:''انوار اصفیاء'' ادارہ تصنیف وتالیف، شیخ غلام علی اینڈ سنس، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۵ء)

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کے پسندیدہ صوفی

الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

بقلم: بحر العلوم حضرت عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ علیہ الرحمہ (سابق ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ)

نام مع ولدیت:۔الشیخ محی الدین محمد بن علی بن محمد العربی الطائی الحاتمی۔ یہ قبیلہ بنی طے اور حاتم طائی کی اولاد میں سے ہیں۔

ولادت:۔سترھویں رمضان ۵۶۰ھ میں تولد ہوئے آپ کی تاریخِ ولادت ''نعمت'' ہے۔

مولد:۔مریسیہ ازمتعلقات اندلس یا اسپین یا ہسپانیہ۔

وفات:۔ بائیس ربیع الثانی ۶۳۸ھ میں اس جہانِ فانی سے جہان باقی کی طرف توجہ کی۔آپ کا سال وفات ''صاحبُ الارشادُ'' سے نکلتا ہے۔

مزار:۔آپ کا مزار دمشق شام میں ہے مزار پر نہایت عمدہ گنبد ہے اور ایک بہت عمدہ مسجد اس سے ملحق ہے یہ مزار محلّہ صالحیہ میں ہے پاس قاسون پہاڑ ہے جس پر غارِ اہلِ کہف ہے اس پہاڑ پر ہابیل کا خون بھی بتاتے ہیں۔

شیخ ابن عربی کا طریقہ اکبریہ

سید المرسلن حبیب رب العالمین محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم

وعنه الامام مظهر العجائب على ابن أبى طالب رضى الله عنه

وعنه سيد نا الحسن البصرى رضى الله عنه

وعنه سيدنا أبو محمد الحبيب العجمى رضى الله عنه

وعنه سيدنا داؤد الطائى رضى الله عنه

وعنه سيدنا معروف كرخى رضى الله عنه

وعنه سيدنا السرى السقطى رضى الله عنه

وعنه سيدنا سيد الطائفه ابو القاسم جنيدالبغدادى رضى الله عنه

وعنه سيدنا ابوبكر محمد بن خلف شبلى رضى الله عنه

وعنه سيدنا عبدالعزيز التميمى رضى الله عنه

وعنه سيدنا عبدالواحد بن عبدالعزيز التميمى رضى الله عنه

وعنه سيدنا ابو الفرح محمد بن عبدالله الطرطوسى رضى الله عنه

وعنه سيدنا على بن احمد الهنكارى رضى الله عنه

وعنه سيدنا أبو سعيد المبارك بن على المخرمى المخزومى رضى الله عنه

وعنه سيدنا ابو محمد الغوث الأعظم محى الدين عبدالقادر الحسنى الحسينى الكيلانى رضى الله عنه

وعنه سيدنا ابو السعود ابن الشبلى رضى الله عنه

وعنه سيدنا الشيخ محى الدين محمد بن على بن محمد

الاندلسی الدمشقی المشهور بالشیخ اکبرر ضی الله عنه

شیخ کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے

سیدنا مرآة الذّات واوّل التجلیات محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم

وعنه الامام الهمام أسد الله الغالب علی ابن ابی طالب رضی الله عنه

وعنه سیدنا الشیخ الحسن البصری رضی الله عنه

وعنه سیدنا عبدالواحد بن زید رضی الله عنه

وعنه سیدنا فضیل بن العیاض رضی الله عنه

وعنه سیدنا سلطان ابراهیم بن أدهم البلخی رضی الله عنه

وعنه سیدنا ابوعلی شقیق بن علی بن ابراهیم رضی الله عنه

وعنه سیدنا أبو تراب عسکر بن الحصین النخشی رضی الله عنه

وعنه سیدنا ابو عمر والا ضطخری رضی الله عنه

وعنه سیدنا جعفر الحذاء رضی الله عنه

وعنه سیدنا ابو عبدالله بن الحفیف رضی الله عنه

وعنه سیدنا الحسن الاکّار رضی الله عنه

وعنه سیدنا ابو اسحاق بن شهر یا ر المرشد رضی الله عنه

وعنه سیدنا ابوالفتح محمودبن احمدبن علی رضی الله عنه

وعنه سیدناابو الحسن علی بن محمد البصری رضی الله عنه

وعنه سیدنا ابو الفتح محمدبن قاسم الفاسی العد ل رضی الله عنه

وعنه سیدنا شیخ الاکبر محی الدین بن علی العربی الطائی الاندلسی الدمشقی رضی الله عنه

شیخ کے معاصرین

الشیخ شہاب الدین عمر الصدیقی السہر وردی رضی اللہ عنہ

الشیخ اوحد الدین الکرمانی رضی اللہ عنہ

الشیخ صدرالدین القونوی رضی اللہ عنہ

الشیخ موئدالدین الجندی رضی اللہ عنہ

الشیخ عمر بن فارص البکری المصری رضی اللہ عنہ

الشیخ فخر الدین العراقی رضی اللہ عنہ

شیخ کے آخر زمانے میں جلال الدین صدیقی رومی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کے تصنیفات

عقلہ المستو فرہ

عقیدۂ مختصرہ

عنقائے مَعَرَّ ب

قصیدہ البلادرات العینیہ

القول النفیس

کتاب تاج الرسایل

کتاب الثمانیہ والثلا ثین وہو کتاب الازل

کتاب الجلالہ

کتاب ما اتی بہ الوارد

کتاب النقبا

کتاب الیا دہو کتاب الہود

مجموعہ رسایل ابن العربی

مراتب الوجود

مواقع النجوم

فتوحاتِ مکیہ: چار بڑی بڑی جلدوں میں ہے۔

نقش النصوص:۔اس کی شرح مولانا جامیؔ نے کی ہے اوراس کا نام نقد النصوص ہے بمبئی میں ملتی ہے۔

تفسیر صغیر:۔ جو مطبوعہ مصر ہے عام طور سے ملتی ہے۔

تفسیر کبیر:۔ جو سنتے ہیں کہ فرانس کے کتب خانے میں قلمی ہے

کتب مندرجۂ بالا کتب خانہ آصفیہ میں موجودہ ہیں اور ان میں کی بہت سی کتابیں فقیر کے پاس بھی موجود ہیں ان کے سوا شیخ کی بہت سی تصنیفات ہیں جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

عقاید شیخ اکبر

شیخ فتوحات مکیہ جلداوّل صفحہ(۳۶) میں فرماتے ہیں۔

اے میرے برادران واحباب اللہ تعالیٰ تم سے راضی رہے۔تم کو گواہ بناتا ہے ضعیف مسکین جو ہرآن ہر لحظہ فقیر محتاج الی اللہ ہے۔وہ اس کتاب کا مصنف ومنشی ہے۔وہ تم کو اپنے نفس پر گواہ کرتا ہے بعداس کے کہ وہ گواہ کرتا ہے اللہ کواس کے فرشتوں کواور تمام حاضر مومنین کواور جو سنیں ان کوبھی اپنے قول وعقیدے پر شاہد بناتا ہے کہ

اللہ ایک ہے، الوہیت میں اس کا ثانی نہیں وہ بیوی بچوں سے پاک ہے منزہ ہے وہ سب کا مالک ہے، اسکا کوئی شریک نہیں بادشاہ ہے، اسکا کوئی وزیر نہیں، صانع ہے اس کو کوئی تدبیر بتانے والا نہیں وہ بذاۃ موجود ہے، وہ کسی موجد کا محتاج نہیں اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں اپنے وجود میں سب اس کے محتاج ہیں پس تمام عالم اس سے موجود ہے۔ وجود بالذّات وبنفسہ سے صرف وہ موصوف ہے، وہ عرض نہیں ہے کہ اس کی بقا مستحیل ہو، وہ جسم نہیں ہے کہ اسکے لئے جہت اور مقابلہ ہو، وہ جہات واقطار سے مقدس و پاک ہے اس کا دیدار دل سے بھی ہوسکتا ہے اور آنکھوں سے بھی جب چاہے اپنے عرش پر مستوی وجلوہ گر ہوتا ہے اس استوا سے اللہ کی جو مراد ہومیں اس پر ایمان رکھتا ہوں، عرش و ماسوائے عرش حق جل وعلاہی سے قائم ہے دنیا بھی اسی کی ہے آخرت بھی، اول آخر سب اسی کا ہے، اس کا مثل معقول نہیں ، اسکی بے نظیری مجہول نہیں، زمانہ اس کو محدود نہیں کرسکتا، مکان اس کو بلند نہیں کرسکتا، وہ اس دم بھی تھا جب مکان نہ تھا وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا اور رہے گا، مکان اور متمکن دونوں کواس نے پیدا فرمایا، زمانے کو بھی اس نے پیدا کیا، وہ فرماتا ہے میں ایک ہوں زندہ ہوں مجھے حفاظت مخلوقات دشوار نہیں، اس کی کوئی صفت ایسی نہیں جو مصنوعات کے پیدا کرنے میں پہلے سے نہ تھی اللہ تعالی اس سے اعلیٰ ہے کہ حوادث اس میں حلول کریں یااس کے صفات اس کے بعد پیدا ہوئے ہوں یا اللہ تعالیٰ اپنے صفات سے پہلے ہو، کیونکہ یہ قبل ومابعد زمانے کے لحاظ سے ہیں جواس کا مخلوق ہے وہ تھا اوراس کے ساتھ کوئی دوسری شئے نہ تھی، وہ قیوم ہے اس پر سب کا قیام ودارومدار ہے، وہ کبھی نہیں سوتا، وہ قہار ہے اس کی ساحت عزت تک کسی کی رسائی نہیں، اس کا مثل کوئی نہیں، اس نے عرش پیدا کیا اور استوا کو سلطنت کی حد بنایا، اس نے کرسی پیدا، پست زمین اور بلند آسمانوں سے اس کو وسیع تر پیدا کیا، اس نے لوح وقلم کو پیدا کیا اور روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اپنے علم کے مطابق قلم سے لکھوایا، اس نے بغیر کسی سابقہ نمونے کے عالم کو پیدا کیا، مخلوقات کو پیدا کیا اوران کو کہنہ بھی کردیا، ارواح کو اجساد میں امین بنا کر اتارا۔ جن میں روح اتری ہے اپنا خلیفہ بنایا، آسمان زمین میں جو کچھ ہے اسکو اپنی قدرت سے انسان کا مطیع فرمادیا، جو ذرّہ حرکت کرتا ہے اس سے اسی کی طرف حرکت کرتا ہے، سب کچھ اس نے پیدا کیا، اس کو کسی کی حاجت نہ تھی، اس پران کے پیدا کرنے کو کسی نے واجب نہیں

کیا، پیدا کرنے سے پہلے اس کو ان سب کا علم تھا لہذا وہی اوّل ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے، وہ ہر شئی پر قادر ہے سب کو علم سے احاطہ کیا ہوا ہے، تمام اشیا کے عدد سے وہ واقف ہے، وہ رازوں کو اور خفی تر چیزوں کو جانتا ہے، آنکھوں کی خیانت اور سینے جن چیزوں کو چھپاتے ہیں سب کو جانتا ہے، بھلا جس کو اس نے پیدا کیا ہو اس کو کیوں نہ جانے گا، کیا خود خالق بھی ہوگا اور پھر مخلوق کو نہ جانے گا، وہ لطیف وخبیر ہے، اشیاء کے پہلے ان کو جانتا تھا پھر اپنے علم کے موافق ان کو پیدا کیا، جب علم کے مطابق اشیا مخلوق ہوئے تو اسکا علم متجدد نہ ہوا، تمام چیزوں کو اتفاق وضبط سے پیدا کیا، اسی علم کے موافق تمام اشیا پر حکومت کرتا ہے اوران پر دوسروں کو حاکم بناتا ہے، وہ تمام کلیات کو جانتا ہے، جیسے وہ تمام جزئیات کا علم رکھتا ہے، اس مسئلے پر تمام عقل سلیم ورائے صحیح رکھنے والوں کا اتفاق واجماع ہے پس وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے، جن چیزوں سے لوگ شرک کرتے ہیں ان سے وہ اعلیٰ وارفع ہے، اس کی قدرت کسی شئے سے متعلق ہوتی ہے تو اس سے پہلے اس کا ارادہ متعلق ہوتا ہے، اس کا ارادہ کسی شئے سے متعلق نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس سے پہلے علم متعلق رہتا ہے، یعنی جان کر ارادہ کرتا ہے، ارادہ کر کے کام کرتا ہے، عقل محال سمجھتی ہے کہ بغیر علم کے ارادہ کرے اور پھر فاعلِ مختار صاحب قوت واقتدار بھی ہو، ترک فعل کی طاقت رکھتا بھی ہو، اسی طرح محال ہے کہ صفات بغیر ذات کے قائم رہیں، پس پہلے ذات کا مرتبہ ہے پھر صفات کا، صفات میں پہلے حیات ہے پھر علم پھر ارادہ پھر قدرت وکلام، اس سے معلوم ہوگیا کہ تمام چیزیں ارادہ الٰہی ہی سے ہیں، خواہ طاعت ہو خواہ عصیان خواہ فائدہ ہو خواہ نقصان، بندہ ہو یا آزاد حیات ہو یا موت حصول ہو یا قوّت، دن ہو یا رات، اعتدال ہو یا میل، بر ہو یا بحر جفت ہو یا طاق، جوہر ہو یا عرض، صحت ہو یا مرض، خوشی ہو یا غمی روح ہو یا جسد، روشنی ہو یا تاریکی، زمین ہو یا آسمان، ترکیب ہو یا تحلیل، کثیر ہو قلیل، صبح ہو یا شام، سپیدی ہو یا سیاہی، سونا ہو یا جاگنا، ظاہر ہو یا باطن، متحرک ہو یا ساکن، خشک ہو یا تر، پوست ہو یا مغز، یہ نسبتیں جو متضاد بھی ہیں مختلف بھی، مماثل بھی سب تحت ارادہ حق جل وعلا ہیں، یہ تحت ارادہ الٰہی کیونکر نہ ہوں گی جب کہ اللہ ان کا ایجاد کرنے والا ہے، کیا بے ارادہ کام کرنے والا مختار بھی ہوسکتا ہے، کوئی اس کے ارادے کو روک نہیں سکتا، کوئی اس کے حکم سے پیٹھ نہیں پھیر سکتا، جس کو چاہتا ہے ملک حکومت دیتا ہے، جس سے چاہتا ہے ملک وحکومت کو نکال لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، جو چاہا ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا، بغیر اللہ کے ارادے کے کوئی ارادہ بھی نہیں کرسکتا بندے کسی کام کا لاکھ ارادہ کریں جب تک خدا نہ چاہے وہ کام نہ ہوگا، نہ اس کے کرنے کی استطاعت وقوّت ہی پیدا ہوگی، پس کفر وایمان طاعت وعصیان اس کی مشیت وحکمت وارادت سے ہیں خدائے تعالیٰ کا ارادہ ازلی ہے، عالم، بالذّات معدوم ہے غیر موجود فی الخارج ہے اگر چہ ذات الٰہی میں ثابت موجود ذہنی کے طور پر ہے، عالم کو خدا نے ایجاد کیا مگر اس نے نہ فکر کی نہ جہل وعدم علم سے تدبیر کیا اور نہ تفکر وتدبر سے علم مجہول حاصل ہوا، وہ اس سے اعلیٰ وارفع ہے، اللہ نے عالَم کو ایجاد کیا تو اپنے علم سابق کے موافق اور ارادہ منزہ ازلی کے فیصلے اور تعیین کے مطابق خواہ مکان ہو یا زمان یا اکوان حقیقی وبالذّات ارادہ اللہ ہی کا ہے، وہ خود فرماتا ہے وماتشاؤن الاان یشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے علم کے موافق حکم کیا، ارادے کے موافق

خصوصیتیں عطاء کیں انداز ہ وتقدیر کے موافق ایجاد کیا جو متحرک وساکن ہے، جو عالم اعلیٰ واسفل میں ناطق وگویا ہے سب کو دیکھتا سنتا ہے بُعد اس کی سماعت کا حجاب نہیں ہوسکتا، وہ قریب ہے قرب اس کی بصارت کا حجاب نہیں ہوسکتا، وہ بعید ہے دل ہی دل میں جو گفتگو کرو اسکو وہ سنتا ہے، ہاتھ کی رگڑ کی خفیف سی خفیف آواز سنتا ہے، سیاہ چیز کو اندھیری وظلمت میں پانی کو پانی میں دیکھتا ہے نہ ریزش وامتزاج حجاب ہوتا ہے نہ ظلمات ونور مانع، ھو السمیع البصیر ، اللہ تعالیٰ کلام فرمایا، مگر اس سے پہلے نہ وہ صامت تھا نہ ساکت جیسا اس کا علم ، ارادہ اور قدرت قدیم ہے اسی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اپنے کلام کا نام تنزیل وزبور وتورات انجیل رکھا، اس کا کلام نہ انسان کی طرح حرف ہے نہ صوت نہ نغمہ نہ لغات بلکہ وہ خالق اصوات وحروف ولغات ہے، اس کے کلام کے لیے نہ زبان کی ضرورت ہے نہ کوّے کی حاجت۔ جس طرح کہ اس کی سماعت کیلئے نہ سوراخ گوش کی ضرورت ہے نہ کان کی جس طرح اس کی بصر کے لیے نہ دیدے کی ضرورت ہے نہ پپوٹے کی، جیسے اس کے ارادے کا مقام نہ دل ہے نہ دماغ، اسکا علم نہ اضطرار سے ہے نہ دلیل وبرہان میں غور وفکر سے، نہ اس کی حیات اس بخار سے ہے جو امتزاجِ ارکان سے تجویف قلب سے نکلتا ہے، اس کی ذات نہ قابل زیادت ہے نہ نقصان، سبحان اللہ وہ قریب بعید ہے، اس کی سلطنت عظیم ہے اس کے احسانات عمیم ہیں اس کا امتنان کثیر ہے، ماسویٰ اللہ اس کے جود وسخا سے فایض ہے اس کا فضل وعدل، باسط ہے قابض ہے، عالم کی پیدایش کو کامل وعجیب وغریب بنایا جب کہ اس کو ایجاد کیا اختراع کیا، اس کا اس کے ملک وسلطنت میں کوئی شریک نہیں، نہ اسکے ملک میں کوئی اس کے ساتھ مدبر ہے نہ مشیر ہے، اگر اس نے انعام عطا کیا اور اچھا انعام عطا کیا تو اس کا فضل ہے، اگر عذاب میں مبتلا کیا تو اس کا عدل ہے، اپنے غیر کے ملک میں اس نے تصرف نہیں کیا کہ جو روستم کی اس کی طرف نسبت کی جائے، کوئی اس پر حکم نہیں لگا سکتا کہ اسے جزع وفزع کرنا پڑے، ہر ایک اس کے سلطان قہر کے ماتحت ہے، وہ اپنے ارادے وامر سے متصرف ہے، وہ نفوس مکلفین میں تقویٰ وفجور ڈالتا ہے، لوگوں کے گناہوں سے جس سے چاہتا ہے تجاوز کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے مواخدہ کرتا ہے، یہاں بھی اور روز قیامت میں بھی، فضل کے موقع پر عدل نہیں کرتا اور عدل کے موقع فضل نہیں کرتا، عالم دو مٹھیوں سے نکالا، اور ان کے دو درجے کیے پھر فرمایا یہ جنت کیلئے اور مجھے اسکی کیا پروا ہے اور یہ دوزخ کیلئے اور مجھے اس کی کچھ پروا نہیں، اس وقت اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا کیونکہ اس وقت اس کے سوا کوئی تھا ہی نہیں، سب اس کے اسما کے زیر تصرف ہیں ایک مٹھی میں کے تو بلا انگیز اسما کے ماتحت ہیں اور ایک مٹھی میں انعام واکرام بخش اسما کے ماتحت ہیں، اللہ سب کو خوش بخت کرنا چاہتا تو ہوسکتا، بدنصیب کرنا چاہتا تو کرسکتا، مگر اس نے ایسا نہ چاہا، ہوا وہی جیسا کہ اس نے چاہا، لہذا اُن میں سے بعض شقی ہیں بعض سعید، یہاں بھی اور آخرت میں بھی، اللہ کے حکم قدیم میں تغیر وتبدل نہیں ہے، نماز کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا بظاہر یہ پانچ ہیں اور درحقیقت پچاس ہیں۔

میری بات بدل نہیں سکتی، میں بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا، میرا تصرف میری ملک میں ہے اور میری مشیت میری ملک میں ہے، اس کی ایک حقیقت ہے، جہاں تک نہ بصارت کی رسائی ہے نہ بصیرت کی اور نہ فکر وضمیر کو اس سے واقفیت ہے مگر یہ کہ اللہ کی موہبت اور

رحمان کی سخاوت ان بندوں سے متعلق ہو، جن پر توجہ خاص مبذول ہے، اُس کے نظام نامے میں مکتوب ہے، ان سب سے معلوم ہو گیا کہ شان الوہیت نے یہ تقسیم کی ہے، اور اس میں حکمت قدیم ہے، سبحان اللہ اس کے سوا کوئی فاعل نہیں، وہ سب کا خالق ہے۔اس کا کوئی خالق نہیں **خلقکم وما تعملون** اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے افعال کو بھی، **لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون** اسکے کام پر کسی کو سوال کرنے کا مقدور نہیں، بندوں سے جواب پرسی کا اس کو حق ہے، **للہ الحجۃ البالغۃ لو شاء لھدکم اجمعین** ، اللہ کی حجت تام ہے، وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کر دیتا۔

دوسری شہادت:۔

میں گواہ بناتا ہوں اللہ کو نیز اس کے فرشتوں کو اور تمام خلق کو اور تم کو اپنے نفس پر کہ میں توحید الٰہی کا قائل و معتقد ہوں نیز اللہ سبحانہ کو گواہ بناتا ہوں اور فرشتوں کو اور تم کو اپنے نفس پر کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ مختار و مجتبیٰ برگزیدہ خلایق و موجودات صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں، اللہ تعالی نے آپ کو تمام لوگوں پر بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، آپ سراج منیر ہیں، شمع روشن ہیں، اللہ تعالی نے آپ پر جو کچھ اتارا اس کی تبلیغ کی، اللہ کی امانت کو آپ نے ادا، کیا آپ نے حجۃ الوداع آخر حج میں تمام حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھا، آپ نے نصیحت کی ڈرایا دھمکایا خوشخبری دی وعد و وعید فرمایا، گویا آپ برسے بھی گرجے بھی، آپ کی نصیحت کسی سے خاص نہ تھی یہ سب بحکم واحد وصمد تھا، پھر آپ نے فرمایا دیکھو کیا میں نے تبلیغ نہیں کر دی، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تبلیغ کی سب کچھ پہنچا دیا، آپ نے فرمایا اللہ تو گواہ رہ، پھر آپ سے کہتا ہوں کہ حضرت جو کچھ عقاید و احکام لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا ہوں، میں اس کا مومن ہوں، احکام نبوی میں سے جن کو جانتا ہوں جن کو نہیں جانتا سب پر ایمان ہے، میں ایسا ایمان رکھتا ہوں جس میں نہ شک ہے نہ شبہ، میں ایمان رکھتا ہوں کہ وقت مقرر پر موت حق ہے میں ایمان رکھتا ہوں کہ قبر میں، منکر نکیر کا سوال حق ہے اجساد کا قبروں سے بعث اور اٹھنا حق ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض اور پیش ہونا حق ہے، حوض کوثر حق ہے میزان حق ہے، اعمال ناموں کا اڑ کر ہاتھوں میں آنا حق ہے، صراط پر سے گزرنا حق ہے، جنت بھی حق ہے دوزخ بھی حق ہے۔بعض لوگوں کا جنت میں جانا اور بعض کا دوزخ میں جانا حق ہے، بروز قیامت بعض لوگوں پر کرب و بے قراری بھی حق ہے، بعض لوگوں کو اس پریشانی کے وقت حزن و غم نہ ہونا بھی حق ہے، انبیاء ملائکہ اور مومنین کی شفاعت بھی حق ہے، ارحم الراحمین کا سب کی شفاعتوں کے بعد بعض کو دوزخ سے نکالنا بھی حق ہے، خواہ کبیرہ گناہ کرنے والے گناہگاروں کو دوزخ میں ڈالنا پھر نکالنا بھی حق ہے، خواہ شفاعت سے، خواہ امتنان واحسان سے مومنین و موحدین کا جنت میں دائمی نعمتوں میں ابد تک رہنا بھی حق، دوزخیوں کا ابد تک دوزخ میں رہنا بھی حق ہے۔کتب آسمانی اور انبیاء سے جو کچھ پہنچا ہے حق ہے، خواہ ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو، یہ میری شہادت ہے میرے نفس پر، یہ میری امانت ہے جس کے پاس یہ امانت پہنچے، اگر اس سے کوئی سوال کرے تو وہ اس کو ظاہر کر دے، اللہ تعالی ہم کو تم کو اس ایمان سے نفع بخشے، جب ہم اس دار فانی سے انتقال کریں اس پر ثابت و قائم رکھے۔

شیخ کا فلسفہ

شیخ کے فلسفے یا تصوّف کا دارومدار ان اصول پر مبنی ہے۔

(۱) وجود بالذّات حق تعالی میں منحصر ہے، ماسوا اللہ کا وجود بالعرض ہے۔

ممکن کا بالعرض وجود
ہستی حق ہی حقیقت ہے
(حسرتؔ)

(۲) وجود بمعنی مابہ الموجودیۃ عینِ ذات حق ہے، حق تعالٰی کے سوا جتنے ہیں سب انتزاعی ہیں ان کا وجود مستقل تو کجا وجود انضمامی بھی نہیں ہے۔

خارج میں ہے اصل وجود
علم میں ساری حقیقت ہے
(حسرتؔ)

(۳) اسمائے الٰہیہ نیز ممکنات لاعین ولا غیر ہیں یعنی ان کا منشا ذات حق ہے اور بعد انتزاع ومفہوم ہونے کے غیر ہیں۔

ذات وصفت ہیں فہم میں
منشا میں عینیت ہے
(حسرتؔ)

(۴) علم ومعلومات حق یعنی اعیان ثابتہ کا مرتبہ قبل قدرت وارادہ ہے یعنی غیر مخلوق ہیں۔

کن سے پہلے جو کچھ ہے
وہ مافوق القدرت ہے
(حسرتؔ)

(۵) اعیان ثابتہ وحقایق اَشیا ظہورات اسمائے الٰہی کے امکانات ہیں جن کو وجود خارجی کی بو تک نہیں پہنچی۔

اعیان، امکانات ہی ہے
ان میں کب موجودیت ہے
(حسرتؔ)

(۶) کُن سے پہلے مراتب داخلی والٰہی ہیں، اور کن کے بعد مراتب خارجی ومخلوقات ہیں۔

(۷) اعیانِ ثابتہ مخلوقات وحقایق کونیہ، وطباع ممکنات پر اسماء صفات الٰہی کی تجلی ہوتی ہے یا یوں کہو کہ علم کے ساتھ قدرت الٰہی ملتی ہے، تو ان دونوں کے ملنے سے جو چیز نمایاں ہوتی ہے وہ مخلوقات وممکنات ہیں۔

عین سے جب کن ملتا ہے
حادث ساری خلقت ہے
(حسرتؔ)

(۸) اعیانِ ثابتہ وحقایق ممکنات پر ویسی ہی تجلی ہوتی ہے جیسا ان کا اقتضا ہے،

دیتا ہے ہر اک کو حکیم
جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے
جس کی جیسی فطرت ہے
(حسرتؔ)

(۹) حقیقت کلی پر تجلی کلی، اور حقیقت جزئی پر تجلی جزئی ہوتی ہے۔

قدرِ وسعِ آئینہ
ظاہر ہوتی صورت ہے
(حسرتؔ)

(۱۰) اَعیان وحقایق کے متعلق سوال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایسے کیوں ہیں۔

کیونکہ سوال کی حد بھی ہے
خارج اس سے حقیقت ہے
(حسرتؔ)

(۱۱) تقدیر کیا ہے۔ عالم میں جو کچھ نمایاں ہونے والا ہے، اس کا نظام

العمل یا پروگرام ہے۔

ترتیب اعیاں میں ظہور
عینِ قدر و قسمت ہے
(حسرت)

(۱۲) اسے ب پیدا ہوا، ب کا نتیجہ ج ہے ج کو د لازم ہے تو یہ استلزام ہے نہ کہ جبر، جبر کیا ہے کسی کو اس کے افعالِ طبیعی سے کسی خارجی قوت کا روکنا۔

استلزام نہیں ہے جبر
جبر تو غیر کی قوت ہے
(حسرت)

(۱۳) وجودِ مطلق، غیرِ مطلق ہے اور عدمِ محض شرِ محض وجود اضافی کے ساتھ عدمِ اضافی لگا رہتا ہے لہذا اس سے کچھ شر ظاہر ہوتا ہے۔

شرّیت سب عدم سے ہے
ہست میں سب خیریت ہے
فہم میں جو شر آتا ہے
مرجع اس کا اضافت ہے
(حسرت)

(۱۴) مرکبات کو جو اعتباری مگر واقعی ہونے میں مخلوقیت مجہولیت یعنی پیدا ہونا عارض ہوتا ہے نہ کہ بسایط کو۔

(۱۵) مرکب گو اعتباری ہوتا ہے مگر اس کی بھی ایک طبیعت و حقیقت ہوتی ہے اور اس کے لوازم و آثار ہوتے ہیں جو اجزاء کے آثار کے سوا ہیں۔

خلق بسیط نہیں ہوتا
غیر میں مخلوقیت ہے
اجزا کے احکام ہیں اور
کل کی اور علامت ہے
(حسرت)

(۱۶) علم معلوم کا تابع ہوتا ہے یعنی جیسی چیز ہوتی ہے ویسا ہی خدائے تعالیٰ جانتا ہے یہ کہ کچھ اور ہے اور جانتا کچھ اور طرح ہے۔

(۱۷) انقلاب حقایق جائز نہیں پس عدم، وجود نہیں ہو سکتا نہ وجود عدم۔

نیست بھلا کیا ہوگا ہست
باطل قلبِ حقیقت ہے
(حسرت)

(۱۸) وجود علمی کو ثبوت، اور وجود خارجی کو وجود کہتے ہیں بعض دفعہ ثبوت وجود علمی کو عدم بھی کہہ دیتے ہیں لہذا اعیانِ ثابتہ، جو معلوماتِ حق ہیں غیر موجود فی الخارج اور معدوم ہیں

(۱۹) عین ثابتہ کی استعداد کلی کے مطابق عین خارجی کے استعدادات پیدا ہوتے ہیں۔

(۲۰) حق تعالیٰ سے ہر دم و ہر لحظہ امداد وجود ہے اور ممکن و مخلوق ہر لحظہ اس کی طرف محتاج ہے حق تعالیٰ قیوم السماوات والارض ہے۔

(۲۱) ظہورات و تعلقات کے حدوث سے اصل شئے کا حدوث لازم نہیں آتا۔

(۲۲) شئے کے دو تعین ہوتے ہیں ایک تعینِ ذاتی، ذات کے لحاظ سے جو کبھی نہیں بدلتا، دوم تعینِ وصفی جو اوصاف کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے اس تعین کے بدلنے سے ذات کی جزئیت و تشخص پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(ماخوذ از: فصوص الحکم (ترجمہ) اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، جون ۱۹۸۷ء)

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا خاندانی پس منظر

از: مولانا قاضی عبدالحق محمد رفیع الدین فاروقی، قاضی قندھار شریف (نبیرہ حضرت شیخ الاسلام)

☆☆ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ محتاج تعارف نہیں خلیفہ دوم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے بعد امت مرحومہ کے افضل ترین فرد ہیں آپ کی شان میں متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی وارد ہیں۔ عدل و انصاف وعلم وفضل کے اعتبار سے غیر مسلم مورخین نے بھی آپ کی عظمت کو سلام کیا ہے۔

❁ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی تھے۔ زہد وتقویٰ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں۔

❁ خواجہ ناصر بن عبداللہ تابعین میں سے تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ خواجہ ابراہیم بن ناصر بھی تابعین سے تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ اسحاق بن ابراہیم تبع تابعین اور عظیم مجتہد تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ ابوالفتح بن اسحاق بھی تبع تابعین سے تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ خواجہ عبداللہ واعظ الاکبر جید عالم دین اور واعظ ومحدث تھے آپ ابوالفتح کے بڑے فرزند تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ خواجہ عبداللہ واعظ الاصغر بن عبداللہ واعظ الاکبر ظاہری و باطنی علوم کے مخزن تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ خواجہ مسعود بن عبداللہ وقت کی نامور شخصیت ہوئے ہیں خلفائے آل عباس نے بڑی منت سماجت سے آپ کو مکہ سے بلا کر بغداد رکھا وہ آپ کے از حد معتقد تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ سلیمان بن مسعود علم وعمل کا حسین پیکر تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ محمود بن سلیمان علم وفضل کے علاوہ عسکری امور میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے خلیفہ وقت نے آپ کو ترکستان کے محاذ پر سپہ سالار بنا کر بھیجا آپ کامیاب ہوئے پھر آپ نے غزنی کا قلعہ فتح کیا خلیفہ نے آپ کو غزنی کا حکمران بنا دیا۔(رضی اللہ عنہ)

❁ نصیر الدین بن محمود، باپ کے بعد حکمران ہوئے کابل فتح کیا اور اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا آپ کی وجہ سے ہی حضرت مجدد کابلی بھی کہلواتے ہیں۔(رضی اللہ عنہ)

❁ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی، والد بزرگوار کے بعد حکمران ہوئے آپ نے ہندوستان، ایران، توران بدخشاں اور خراسان پر کامیاب حملے کئے آپ اوصاف حمیدہ کے مالک اور عدل گستر فرمارواتھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ یوسف بن فرخ شاہ کامیاب حکمران ہوئے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ احمد بن یوسف نہایت متقی اور صاحب حال بادشاہ تھے باطنی استفادہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے کیا۔(رضی اللہ عنہ)

❁ شعیب بن احمد باپ کے بعد خانقاہ میں ان کے خلیفہ مقرر ہوئے نہایت صاحب کشف وکرامت تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ عبداللہ بن شعیب نے شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ سے

استفادہ کیا ان کے خلیفہ بھی تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ اسحاق بن عبداللہ صاحب حال بزرگ تھے اپنے والد کے مرید تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ یوسف بن اسحاق علوم ظاہر وباطن کے جامع تھے۔(رضی اللہ عنہ)

❁ سلیمان بن یوسف نہایت متقی اور پارسا شخصیت کے مالک تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

❁ نصیرالدین بن سلیمان نے مشائخ چشتیہ سے فیض لیا کامل بزرگ تھے۔(رضی اللہ عنہ)

حضرت فریدالدین گنج شکر فاروقیؒ

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ: مسعود بن سلیمان کا شمار برصغیر پاکستان و ہند کے مشہور ومعروف جن کا شمار صوفیہ اسلام کے سلسلہ چشتیہ مشائخ عظام میں ہوتا ہے۔ پاکستان و ہند کے لاکھوں مسلمان ہر دور میں ان کی عقیدت مندی پر آئے ہیں۔

ارباب سیر میں سے اکثر نے لکھا ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے ۹۵ برس کی عمر پائی۔(اقتباس الانوار،ص ۱۷۵،کرمانی: سیراولیاء،ص۹۱) عمر کے بارے میں اس روایت کو صحیح سمجھا جائے تو ان کا سن ولادت ۵۷۵ھ/۴-۱۱۷۵ء نکلتا ہے۔ اس تاریخ کی تصدیق ایک دوسری روایت سے ہوجاتی ہے کہ شیخ مسعود نے پندرہ سال کی عمر میں خواجہ بختیارؒ اوشی کے ہاتھ بیعت کی اور بیعت کے بعد اسی سال زندہ رہے۔(کرمانی: سیراولیاء،ص ۹۱، محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار،ص ۱۷۵)

شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے والد کمال الدین یا جمال الدین سلیمان اور دادا شعیب ملتان کے قریب ایک مقام کھوتی وال (سیر اولیاء: کھتوال، تاریخ فرشتہ: کھوتوال، مرقع ملتان، ص ۵۱۰، آج کل تلفظ کوٹھی وال) کے قاضی تھے جو سلطان شہاب الدین غوری معز الدین سام کی مہمات سندھ وملتان (۵۶۷ھ/۱۱۷۵ء کے بعد) کے دوران میں کابل سے قصور میں آئے تھے (تاریخ فرشتہ، طبع برگس، بمبئی، ۲:۲۵۷، طبع نولکشور لکھنو، ۲: ۳۸۳، میرزا آفتاب بیگ: تحفہ الابرار، ص۳۴)، اور قصور کے قاضی نے شیخ مسعود کے دادا شعیب کو کھوتی وال (بستی کا یہ نام غالبًا جاٹوں کے ایک قبیلہ "کھوتی" سے منسوب ہے، دیکھئے A Glossary Of : A.H.Rose the Tribes and Castes of the Panjab etc، ۳:۴۲۴، بذیل مادۂ سندھو، ۴۲۷ بذیل مادۂ سوھی) کا قاضی مامور کروا دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے جداعلیٰ یعنی قاضی شعیب کے والد نے جو وہیں کابل میں قیام پذیر تھے۔ چنگیز خان مغول کے ہاتھوں شہادت کا رتبہ حاصل کیا تھا (کابل پر چنگیز خاں کی یلغار، ۶۲۶ھ/۱۲۲۰ء)۔ یہ خاندان فرخ شاہ کابلی (ایک بزرگ جنہیں سیرت نگار کابل کا بادشاہ بیان کرتے ہیں) کی اولاد سے تھے۔

فریدالدین گنج شکرؒ قصبہ کھوتی وال میں پیدا ہوئے، انہوں نے ملتان کی ایک مسجد میں مولانا منہاج الدین ترمذی سے تحصیل علم کی، یہیں انہوں نے عمر کے پندرہویں یا اٹھارویں سال میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (رک باں) کے ہاتھ پر بیعت کر کے صوفیہ کے سلسلۂ چشتیہ میں شمولیت حاصل کی۔

مزید تحصیل علم کی غرض سے وہ کچھ عرصے تک قندھار میں مقیم رہے، وہاں سے بغداد، بلاد ایران اور بخارا کی سیاحت اختیار کی اور مشائخ وقت سے فیض پایا۔ ان میں سے حسب ذیل قابل ذکر ہیں: شہاب

الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء) (رک باں)، سعد الدین حموی (م حسب بیان تاریخ گزیدہ، ۶۵۸ھ/۱۲۶۰ء وحسب بیان جامی: نفحات الانس بحوالہ یافعی، ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) (رک باں)، اوحد الدین کرمانی (م ۶۳۵ھ/۱۲۳۷ء)، فرید الدین عطار نیشاپوری (م ۶۲۷ھ/۱۲۲۹ء) (رک باں)، شیخ سیف الدین باخرزی (م ۶۵۸ھ/ ۱۲۵۹ء) (رک باں)، بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۶۶۴ھ/۱۲۶۶ء) (رک باں)۔

بالآخر وہ ملتان واپس آئے اور اپنے مرشد اور شیخ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ (م ۶۳۴ھ/۱۳۳۶ء) کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور خرقۂ خلافت پاکر وہیں دروازہ غزنویہ کے نزدیک ایک برج میں مجاہدے میں منہمک ہو گئے۔ دہلی میں انہوں نے اپنے دادا پیر خواجہ معین الدین اجمیریؒ عرف خواجہ غریب نواز (م ۶۲۷ھ/۱۲۳۰ء) (رک باں) کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی روحانی فیوض حاصل کیے اور کچھ عرصہ بعد ان کے شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حکم پر چند سال ہانسی میں اقامت گزین رہے۔ شیخ کی وفات کی اطلاع پاکر وفات کے چوتھے روز دہلی پہنچ گئے اور شیخ کی وصیت کے مطابق قاضی حمید الدین ناگوری کے ہاتھ سے شیخ کا خرقہ، عصا اور نعلین حاصل کیں اور اس طرح اپنے پیر کے جانشین بنے۔ کچھ دن وہاں قیام کرنے کے بعد ہانسی میں ایک مجذوب سرہنگا نامی کے اصرار پر پھر واپس چلے گئے۔ آخر اژدہام خلائق سے تنگ آ کر اپنے آبائی گھر کھوتی وال پہنچے۔

لاہور سے وہ اجودھن چلے گئے۔ اور وہاں خانقاہ کی بنا ڈال کر صوفیۂ اسلام کے طریق پر دین اسلام کی تبلیغ، اشاعت اور مریدوں اور عقیدت مندوں کی اخلاقی روحانی تربیت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ شیخ فرید الدین مسعودؒ نے گنج شکر کے لقب سے شہرت پائی۔ اس بارے میں متعدد روایات کتب سیر میں مذکور ہیں جو شکر کے ساتھ ان کی رغبت اور اس سلسلے میں ان کی بعض کرامتوں کو بیان کرتی ہیں، (مثلاً تاریخ فرشتہ، بمبئی ۲:۳۴۷، طبع لکھنو، ۲:۳۸۸)

شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے اوقات تمام تر عبادت، مجاہدہ نفس واستغراق اور مریدوں کی روحانی تربیت میں گزرتے تھے۔ اس لیے جید عالم ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اوشی کے ملفوظات وارشادات کو مرتب کرنے کے علاوہ اور کوئی کتاب تالیف نہیں کی۔ خود ان کے ارشادات واقوال کا مجموعہ ان کے خلیفہ اور جانشین خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے مرتب کیا جو راحۃ القلوب کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ ایک بہت بڑی تعداد تبلیغ دین اور اصلاح اخلاق عوام کے لیے اپنے پیچھے چھوڑی۔ ان میں سے چند مشائخ کبار کی صف میں شمار ہوئے، مثلاً خواجہ نظام الدین اولیاء، شیخ علی احمد صابری، جمال الدین ہانسوی، وغیرہ (تفصیل کے لیے دیکھئے اقتباس الانوار، ص ۱۸۱)۔

تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ (   ) لاہور پاکستان۔

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی

حضرت شیخ احمد سرہندی ابن شیخ عبدالاحد فاروقی، کا نسب اٹھائیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ وہ سرہند کے بزرگوں میں سے تھے، بلکہ برصغیر ہند، پاکستان کے لیے باعث فخر تھے، عالم ربانی مجدد الف ثانی علوم ظاہر و باطن میں فاضل تھے اور انسانی شرافت کے لیے روشن دلیل تھے۔ ۹۷۱ھ ۶۴-۱۵۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کر لی اور اس کے بعد علوم مروجہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

اول اپنے والد ماجد سے بعض علوم حاصل کئے۔ پھر سیال کوٹ گئے اور مولانا کمال الدین کشمیری نزیل سیال کوٹ سے نہایت محققانہ انداز میں علم معقول کی کتابیں پڑھیں اور علم حدیث مولانا محمد یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ پھر مولانا عبدالرحمٰن کی خدمت میں حدیث مسلسل بواسطہ واحد اور دیگر مفردات کی اجازت حاصل کی۔ مولانا عبدالرحمٰن ہندوستان کے نامور محدث تھے۔ (شیخ احمد سرہندی) سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کر کے تدریس وتصنیف میں مشغول ہوگئے۔ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد سے خلافت پائی تھی اور سلسلۂ قادریہ وغیرہ کی اجازت شیخ سکندر کیتھلی سے ملی، حجاز جانے کے ارادہ سے دہلی پہونچے، وہاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ امکنکی سے ملاقات ہوئی، ان سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی، دو ماہ اور کچھ دن میں سلسلۂ نقشبندیہ میں ان کو نسبت حضوری حاصل ہوگئی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنے ایک مخلص سے فرمایا کہ ''سرہند کے ایک شخص شیخ احمد نامی نے جو کثیر العلم اور قوی العمل ہے فقیر کے ساتھ کچھ دنوں نشست و برخاست رکھی ہے۔ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا آفتاب ہوگا کہ دنیا اس سے روشن ہوجائے گی'' اور اسی زمانہ میں ان کی شہرت ہوگئی۔ ان کا آستانہ اہل کمال اور صاحب حال حضرات کا مرکز بن گیا۔ دور ونزدیک کے علماء اور ترک وتاجیک کے امراء حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر بہرہ ور ہوتے اور مشائخ سلسلہ ارادت میں منسلک ہوجاتے ان کا سلسلہ ہند۔ پاکستان سے ماوراء النہر، روم، شام اور مغرب تک پہنچا۔ ان کی ذات بابرکات خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی، ہزار سال سے علماء اور صوفیاء کے درمیان جو نزاع تھا وہ انہوں نے ختم کردیا اور صلہ کا جو حدیث میں مژدہ ہے اس کا مصداق ہوئے اس لیے کہ علمائے ظاہر اور صوفیاء کے درمیان اتحاد کا باعث ہوئے اور دونوں فریق میں مسئلہ وحدت وجود کے متعلق جو اختلاف تھا اس کو صرف لفظی قرار دیا، صبر ورضا، تسلیم وشفقت اور ارباب حقوق کے ساتھ صلۂ رحمی ورعایت، سلام میں سبقت اور گفتگو میں مخلوق کے ساتھ نرمی ان کی عادت کریمہ تھی اور ان سب باتوں کے باوجود ہزار فضائل سے مقدم کتاب وسنت کی پابندی تھی۔

علمائے ظاہرین نے سلطان جہانگیر ابن اکبر شاہ سے شکایت کی کہ شیخ احمد دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا مقام صدیق اکبرؓ کے مقام سے بلند ہے۔ سلطان نے شیخ کو بلایا اور حقیقت حال پوچھی۔ شیخ نے جواب دیا کہ آپ کسی خدمت کے لیے اپنے کسی ادنیٰ خادم کو طلب فرمائیں اور ازراہِ مہربانی اس سے کوئی پوشیدہ بات کہیں تو ضروری ہے کہ وہ ادنیٰ خادم امرائے عالی قدر کے مقام کو طے کر کے آپ تک پہنچے گا اور پھر وہ خادم واپس لوٹ کر اپنے مقام پر کھڑا ہوجاتا ہے۔ پس اس آمد ورفت سے یہ الزام نہیں آتا ہے کہ ادنیٰ خادم کا مرتبہ امرائے نامدار سے بلند ہوگیا، بادشاہ خاموش ہوگیا اور غصہ سے منہ پھیر لیا اسی وقت دربار شاہی کے حاضرین میں سے ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ کے گھمنڈ کو دیکھئے کہ آپ کو سجدہ نہیں کیا، حالانکہ آپ ظل اللہ اور اس کے خلیفہ ہیں بادشاہ کو جلال آگیا شیخ احمد سرہندی کو قلعہ گوالیار میں محبوس کردیا۔ جہانگیر کے بیٹے شاہجہاں نے جو شیخ سے خلوص رکھتا تھا ان کے دربار میں آنے سے پہلے افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو فقہ کی بعض کتابیں لے کر شیخ کے پاس بھیجا تھا اور پیغام دیا تھا کہ علماء نے بادشاہوں کے لیے سجدہ، تحیت جائز رکھا ہے ان (شیخ سرہندی) کو

چاہیے کہ وہ ملاقات کے وقت بادشاہ کو سجدہ کریں میں ضامن ہوں کہ بادشاہ سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ شیخ نے اس کے جواب میں کہا کہ سجدہ کی اجازت بصورت مجبوری ہے اور عزیمت یہ ہے کہ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ القصہ شیخ تین سال تک قید رہے اس کے بعد جہانگیر نے ان کو اس شرط کے ساتھ قید سے رہا کیا کہ وہ لشکر سلطانی کے ساتھ رہ کر گشت کریں۔ چنانچہ شیخ کچھ دنوں لشکر سلطانی کے ساتھ رہے اس کے بعد بادشاہ سے وطن کی اجازت لے کر سرہند میں رونق افروز ہوئے۔ ۲۸ صفر بروز سہ شنبہ ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء میں وصال ہوا اور سرہند میں دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات ''رفیع المراتب'' سے نکلتی ہے۔ نور اللہ مضجعہ۔

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں

رسالہ تہلیلیہ، رسالۂ اثبات نبوت، رسالہ مبداء و معاد، رسالہ مکاشفاتِ غیبیہ، رسالہ آداب المریدین، رسالہ معارف لدنیہ، رسالہ رد الشیعہ، تعلیقات العوارف، شرح رباعیات، خواجہ باقی باللہ، مکتوبات (امام ربانی) سہ جلد۔

مجدد الف ثانیؒ

حدیث شریف ''ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجددلھا امر دینھا '' اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کر دیتا ہے۔ سنن ابن داؤد وغیرہ۔ کتب معتبرہ میں مروی ہے اور اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ ''راس مائۃ'' سے مراد آخر صدی ہے اور مجدد کی علامات و شرائط یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہر و باطن کا عالم ہووے اور اس کے درس و تالیف و وعظ سے مخلوق کو فائدہ ہو اور سنت کے احیاء اور بدعت کے رد میں سرگرم رہے اور ایک صدی کے آخر میں اور دوسری صدی کے شروع میں علوم کا اشتہار اور فوائد دینیہ کی اشاعت ہووے پس مولانا شیخ احمد کے فضائل و اوصاف بلند آواز سے پکارتے ہیں کہ مجدد ہیں اور ایک صدی کے مجدد نہیں بلکہ ہزار سال کے۔ سو اور ہزار میں فرق ظاہر ہے۔ سرہند، دہلی اور لاہور کے درمیان شارع عام پر ایک شہر ہے جس کا ذکر حسان الہند (غلام علی آزاد بلگرامی) نے سبحۃ المرجان میں کیا ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند ص ۸۸ تا ۹۰ / مولوی رحمٰن علی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء)

محمد حبیب الدین صغیرؔ

محمد حبیب الدین صغیرؔ بائیس رجب ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے تخلص صغیرؔ کے اعداد میں سن ولادت بھی موجود ہے۔ صغیر کے جد اعلیٰ محمد تاج الدین قاضی و خطیب قندھار کو سلطنت دہلی سے ''قاضی القضاۃ لشکر فیروزی'' کا خطاب ملا تھا۔ ان کا سلسلہ نسب اور خاندانی حالات ''تاریخ قندھار دکن'' (مولفہ منشی محمد امیر حمزہ محتسب قندھار) اور ''انوار القندھار'' (مولفہ شاہ رفیع الدین) میں تفصیل سے درج ہیں۔

قندھار شریف کے مشہور و معروف صاحب فیض بزرگ مولانا شاہ رفیع الدین (جو خاندان نواب محمد فخر الدین شمس الامراء اور مولانا حافظ شاہ شجاع الدین کے مرشد تھے) صغیر کے ہم جد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کا سلسلہ خاندان مولانا شاہ رفیع الدین اور مولوی حافظ انوار اللہ خاں فضیلت جنگ سے اس طرح ملتا ہے:

☆☆☆

حضرت مفتی حکیم احمد اللہ طاؔب: یہ بزرگ ایک ذی علم شاعر اور خاندان انوار اللہ فضیلت جنگ بانی جامعہ نظامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔(۲)

(۱) مرقع سخن، صفحہ نمبر 323 اور 324، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زوؔر، مطبوع اعظم اسٹیم پریس، چار مینار، حیدر آباد دکن ۔1935ھ۔بشکریہ: جناب معلم سعد الکثیر ی ابن حضرت الحاج معلم عبیدی القدیریؒ، شاہ علی بنڈہ حیدر آباد۔

(۲) بحوالہ: آدم تا ایں دم، حصہ اول، تالیف حضرت مولوی احمد علی شاہ اورنگ آبادی، ناشر احمد ہادی شاؔذ، دسمبر 2007ء، حیدر آباد

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کے آباء واجداد کی ہندوستان میں آمد

بقلم: حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے جداعلیٰ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کابل کے بڑے امراء میں سے تھے۔ ہندوستان آکر آباد ہوئے۔ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ ان ہی کی اولاد میں ہیں۔

اورنگ زیب عالمگیر کا فرمان

مولانا کی چھٹی پشت میں قاضی تاج الدین اس پایہ کے عالم گذرے ہیں کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر خلد مکاں نے ذریعہ فرمان مصدرہ ۱۴ رمحرم ۴۸ھ جلوس قندھار (دکن) کے عہدہ قضاء پر ممتاز فرمایا۔ قاضی صاحب موصوف نے اسی تعلق سے قندھار کو اپنا وطن بنالیا تھا۔

حضرت قاضی محمد برہان الدین فاروقیؒ

آپ کے بعد آپ کے پوتے مولوی قاضی محمد برہان الدین ذریعہ فرمان نواب میر نظام علیخاں غفران مآب مزینہ ۲۷ رشعبان ۱۱۸۶ھ قندھار کے عہدہ قضاء پر مامور ہوئے۔

حضرت قاضی محمد سراج الدین فاروقیؒ

بعدازاں مولوی قاضی برہان الدین کے پوتے مولوی قاضی محمد سراج الدین بموجب سند نواب صاحب ممدوح محررہ ۱۵ رمحرم ۱۲۰۹ھ اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے۔ پچھلے زمانہ میں قاضی زمانہ حال کے ناظم عدالت کا ہم پایہ تھا اور تمام مقدمات وہی فیصل کرتا۔ اس لیے عہدہ قضاء پر ایسے ہی لوگ معمور کئے جاتے تھے جو علم وفضل اور زہد و تقویٰ میں مشہور انام ہوتے تھے۔ اب تو قاضی صرف قاری النکاح یا سیاہہ نویس سمجھا جاتا ہے۔

حضرت قاضی ابومحمد شجاع الدین فاروقیؒ

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے والد ماجد قاضی ابومحمد شجاع الدینؒ صاحب بڑے پایہ کے عالم گذرے ہیں۔ ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن قندھار کے مشہور عالم غلام جیلانی صاحب سے پائی۔ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لائے قرآن حفظ کیا، تجوید سے فارغ ہوکر مولوی کرامت علی صاحب (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ) سے دینیات کی تکمیل کی علوم ظاہری کے علاوہ آپ علوم باطن سے بھی فیضیاب تھے۔ ابتداء سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ میں اپنے نانا مولانا شاہ محمد رفیع الدین قندھاریؒ (خلیفہ شاہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ) جو بارھویں صدی ہجری میں بڑی جلالت وشان کے عالم گذرے ہیں اور اپنی متعدد تصانیف کے باعث گروہ صوفیا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بیعت کی اور خلافت سے سرفراز فرمائے گئے اور پھر حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی نزیل حیدرآباد سے طریقہ چشتیہ میں بیعت کی۔

حضرت حافظ صاحب کی آپ پر خاص نظر تھی۔ اس لیے حلقہ درس میں آپ ہی مثنوی شریف سنایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ سعد اللہ صاحب خلیفہ مولانا شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ آپ کے پیر صحبت تھے۔ غرض جب آپ نے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر کے شہرت پائی تو نواب سراج الملک بہادر مداء المہام وقت نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور ۱۲۶۳ھ میں مضفی دھارور پر تقرر فرمایا۔ آپ نے ۱۴ سال تک دھارور، راجورہ اور بیڑ (ریاست مہاراشٹرا) پر مفوضہ خدمت نہایت قابلیت اور نیک نامی سے انجام دی۔ ۱۲۷۷ھ میں نواب سر سالار جنگ اول نے آپ کو نرمل کو صدر منصف کے عہدہ جلیلہ پر ممتاز فرمایا جو اس زمانہ میں ایک اعلیٰ عہدہ سمجھا جاتا ہے ۱۲۸۱ھ میں جب آپ کا تبادلہ اورنگ آباد پر ہوا تو آپ نے بوجہ کبرسنی و خرابی صحت خدمت سے سبکدوشی چاہی اس طرح آپ ۱۲۸۱ھ میں وظیفہ حسن خدمت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور ۱۲۸۸ھ میں بعارضہ ضیق النفس رحلت فرمائی۔ آپ مولانا شاہ شجاع الدین صاحب برہان پوری کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ عبداللہ حسین صاحب افسر نے تاریخ وفات کہی ہے

گفت تاریخ رحلتش افسر
رحمت رب بہ روح اطہر باد
۱۲۸۸ھ

آپ (مولانا قاضی ابو محمد شجاع الدین فاروقیؒ) کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی حضرت سانگڑے سلطان مشکل آسان قندھاریؒ کے سجادہ نشین صاحب کی صاحبزادی۔ دوسری محمد سعد اللہ صاحب قاضی کلمنوری کی صاحبزادی جن کے بطن سے دو صاحبزادے تھے ایک مولانا انوار اللہ فاروقی خاں بہادر اور دوسرے قاضی محمد امیر اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(اخذ و استفادہ مطلع الانوار ص ۱۰ تا ۱۲/ علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ)

امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ کے اکابرین نے پچھلی صدیوں میں اعلیٰ مذہبی و دینی خدمات کے تسلسل کو اپنے خاندانی روایات کے امتیاز کے ساتھ باقی و قائم رکھا۔ مورخین نے ان تمام شخصیات کی خدمات وخطابات کی تواریخ میں اس طرح درج کیا ہے۔ جس سے ان کے اعلیٰ علمی مراتب کا پتہ چلتا ہے۔

قاضی الملک حضرت الشیخ قاضی محمد عبد الملک فاروقی اولیٰؒ "**شمس الاسلام**"

حضرت قاضی محمد سلیمان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ "**برھان الاسلام**"

حضرت قاضی عبد الملک فاروقی ثانی رحمۃ اللہ علیہ "**حسام الاسلام**"

حضرت قاضی محمد عبد الصمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ "**مدارالاسلام**"

حضرت قاضی محمد مسیح الدین فاروقی اولیٰ رحمۃ اللہ علیہ "**عماد الاسلام**"

برہان الشریعہ حضرت قاضی محمد بدیع الدین فاروقی اولؒ "**فخر الاسلام**"

حضرت قاضی محمد مسیح الدین فاروقی ثانی رحمہ اللہ "**تاج الشریعه**"

حضرت قاضی محمد بدیع الدین فاروقی ثانی رحمہ اللہ "**فخر الاسلام**"

حضرت قاضی ابو محمد شجاع الدین فاروقی رحمہ اللہ "**میرِ عدل**"

حضرت ابو البرکات محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ "**شیخ الاسلام**"

(از: شجرہ نسبی قدیم مخزونہ جناب محمد صفی الدین فاروقی (پ 1940ء) ابن حضرت قاضی محمد نور الدین فاروقیؒ، ساکن اکبر باغ، حیدرآباد، اے پی)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر اساتذہ کرام

بقلم: مولانا حافظ وقاری قاسم صدیقی تسخیر، استاذ جامعہ نظامیہ

حضرت عبدالحلیم فرنگی محلی

حضرت عبدالحلیم فرنگی محلی بن ملا امین اللہ بن ملا اکبر بن ملا ابی الرحم بن ملا یعقوب بن ملا عبدالعزیز بن ملا سعید آپ ۲۱۔شعبان المعظم ۱۲۳۹ھجری میں پیدا ہوئے اور کتب درسیہ اپنے والد اور مفتی محمد ظہور اللہ اور مفتی محمد اصغر اور مفتی محمد یوسف اور مولانا نعمت اللہ سے تحصیل کیں اور حدیث مرزا حسن علی محدث اور مولوی حسین احمد محدث اور دیگر شیوخ مکہ و مدینہ سے حاصل کی۔ایک مدت تک درس وتدریس میں مشغول رہے کچھ دنوں باندے وجونپور میں مدرس رہے پھر ریاست حیدرآباد و دکن میں جاکر عدالت قضامین حاکم ہوئے آپ کثیر التصانیف ہوئے جوحسب ذیل ہیں۔

(۱) رسالہ فی الاشارۃ فی التشھید

(۲) حل المعاقد فی شرح العقائد

(۳) نظم الدرر فی سلک شق القمر

(۴) التحلیہ شرح التسویہ

(۵) ونور الایمان فی آثار حبیب الرحمن

(۶) برکات الحرمین

(۷) والا ملا فی تحقیق الدعا وانعقاد

(۸) المصابیح فی صلوٰۃ التروایح

(۹) غایۃ الکلام فی مسائل الحلال والحرم

(۱۰) خیرالکلام فی مسائل الصیام

(۱۱) القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن

(۱۲) عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر

(۱۳) السقایۃ لعطشان الھدایۃ

(۱۴) قمرالاقمار حاشیہ نور الانوار

(۱۵) التعلیق الفاضل حاشیۃ الطھر المتخلل

(۱۶) رسالہ فی احوال سفر الحرمین

(۱۷) التحقیقات المرضیہ لحل حاشیۃ الزاھد علی الرسالۃ القطبیہ

(۱۸)القول الاسلم لحل شرح السلم

(۱۹)الاقوال الاربعہ

(۲۰) کشف المکتوم فی حاشیۃ بحرالعلوم

(۲۱) القول المحیط فیما یتعلق بالجعل المؤلف والبسیط

(۲۲) معین الغائصین فی ردالمغالطین

(۲۳) والایضاحات لمبحث المختلطات

(۲۴) کشف الاشتباہ فی حل شرح السلم لمولوی حمد اللہ

(۲۵) البیان العجیب شرح ضابطۃ التھذیب

(۲۶) کاشف الظلمۃ فی بیان اقسام الحکمۃ

(۲۷) العرفان حاشیۃ بدیع المیزان

(۲۸) حواشی الحاشیۃ القدیمہ

(۲۹) حل النفیسی

مفصل احوال آپ کے ''حسرۃ العالم وفاۃ مرجع العالم'' میں حضرت مولانا عبدالحی قدس اللہ سرہ العزیز نے تحریر فرمائے ہیں آپ کا عقد دختر مولوی ظہور علی بن ملا حیدر سے ہوا ایک صاحبزادے مولانا عبدالحی صاحب کو چھوڑ کر ۱۲۸۵ ہجری میں وفات فرمائی اور پائین مزار حضرت شاہ یوسف قادری قدس اللہ سرہ العزیز ریاست حیدرآباد دکن میں مدفون ہوئے۔

(احوال علماء فرنگی محلی ص ۶۲۔۶۳ ر مولوی شیخ الطاف الرحمٰن، مطبع مجتبائی لکھنو ۱۳۲۴ھ)

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ

آپ ۱۲۶۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ افراد عالم اور اجلہ مشاہیر علماء میں ہوئے جن کا ذکر مشارق ومغارب میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار اور مولانا نعمت اللہ سے کتب درسیہ تمام کیے اور مشائخ حرمین شریفین سے سند احادیث حاصل کی۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ مفیدہ اور حواشی عدیدہ ہوئے عرب اور عجم نے آپ کی ذات سے فیض پایا اور خلق کثیر آپ کے تلمذ سے شرف اندوزی ہوئی۔ تصانیف آپ کے حسب ذیل ہیں۔

علم صرف (۵)

چارگل، امتحان الطلبہ، تبیان شرح میزان، تکملہ میزان، شرح میزان

نحو (۲)

ازالہ الحمید، خیر الکلام

مناظرہ (۱)

الہدیۃ المختاریہ

منطق وحکمۃ (۱۷)

ھدایۃ الوری حاشیہ قدیمہ علی حاشیۃ المحقق غلام یحییٰ البھاری، مصباح الدجی حاشیہ جدیدہ علی حاشیہ المحقق غلام یحییٰ البھاری، نور الھدیٰ حاشیہ اجد علی حاشیہ المحقق غلام یحییٰ البھاری، علم الھدی حاشیہ اجد علی حاشیۃ المحقق غلام یحییٰ البھاری، تعلیق العجیب لحل حاشیۃ الجلال لمنطق التھذیب، حل المغلق فی بحث مجھول المطلق، میسر العسیر، الافادۃ الخطیرۃ، مفید الخائفین، التعلیق النفیس، تکملہ حل النفیسی، المعارف بما فی حواشی شرح المواقف، تعلیق الحمائل علی تعلیق، سید الزاھد المتعلق بشرح الھیاکل، دفع الکلال، حاشیہ بدیع المیزان، الکلام الوھبی، الکلام المتین.

تاریخ (۱۵)

حسرۃ الکلام، الفوائد البھیہ، الیتعلقات السنیہ،

ابراز الغی، تذکرۃ الراشد، النافع الکبیر، مقدمۃ التعلیق الممجد، مقدمہ عمدۃ الرعایہ، مقدمۃ السعایہ مقدمۃ الھدایہ، مذیلہ الدرایہ، طرب الاماثل، فرحۃ المدرسین، خیر العمل، النصیب الاوفرفی تراجم علماء الائمۃ الثالثۃ عشر، رسالہ فی ذکر تراجم السابقین من علماء الھند.

فقہ۔حدیث۔سیر (۵۵)

حسن الولایہ. عمدۃ الرعایہ. السعایۃ. الفلک المشحون. القول الجازم. الفلک الدوار. الافصاح تحفۃ النبلاء. الکلام الجلیل. ترویح الجنان. زجر ارباب الریان. روع الاخوان. دافع الوسواس. زجر الناس. الآیات البینات. الانصاف فی حکم الاعتکاف. نفع المفتی والسائل. تحفۃ الطلبہ. اقامۃ الحجہ. افادۃ الخیر. التحقیق العجیب. رفع الستر. سباحۃ الفکر. خیر الخبر. امام الکلام. غیث الغمام. آثار المرفوعہ. نزھۃ الفکر. زجر الشیبان والشیبہ. عمدۃ النصائح اللطائف المستحسنۃ الھسھسہ. القول المنثور. القول المنشور. آکام النفائس. الرفع والتکمیل. ظفر الامانی. الکلام المبرم. الکلام المبرور. السعی المشکور. قوت المغتذین. القول الاشرف. تحفۃ الاخیار. نخبۃ الانظار. التعلیق الممجد. تبصرۃ البصائر. تحفۃ الثقات. جمع الغرر. احکام الفطرہ. غایۃ المقال. ظفر الانفال. تدویر الفلک. درک المآرب فی شان ابی طالب، تحفۃ الامجادبذکر خیر الاعداد. آپ کے مفصل احوال ''حسرۃ الفحول لوفاۃ نائب الرسول'' میں جناب مولانا عبدالباقی صاحب مدظلہ نے تحریر فرمائے ہیں آپ کا عقد دختر مولوی مہدی بن ملا مفتی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما سے ہوا۔ ایک دختر زوجہ مفتی محمد یوسف بن مولوی محمد قاسم صاحب کو چھوڑ کر ۲۹ ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۳۰۴ھ ہجری میں بعمر ۳۹ سال وفات فرمائی اور باغ میں حضرت مولانا احمد انوار الحق قدس اللہ سرہ العزیز کے مدفون ہوئے۔

(ماخوذ احوال علماء فرنگی محل ص ۶۳ تا ۶۴ مولوی شیخ الطاف الرحمٰن صاحب مطبع مجتبائی لکھنو 1324ھ)

حضرت بدیع الدین رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۲۹ھ قندھار شریف، وفات ۱۳۰۹ھ م ۱۸۹۱ء بلدہ حیدرآباد

یہ بزرگ قندہار ضلع ناندیڑ (ریاست مہاراشٹرا) کے مشہور صاحب علم صوفی اور حضرت سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۴۶ھ) کی اولاد سے تھے، سلسلہ نسب اس طرح ہے، سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندہاری بن سید شاہ محمد بن سید شاہ جلال الدین رفاعی خاں بن سید شاہ نجم الدین رفاعی بن سید شاہ سالار ثانی بن سید شاہ احمد ثانی بن سید شاہ سالار بن سید شاہ میرانجی بن سید معین الدین بن سید احمد منجھلے چلہ دار بن سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان قندہاری رحمۃ اللہ علیہ۔

خاندانی سلسلہ میں اپنے ہم جد سید شاہ برہان اللہ حسینی سروری (متوفی ۱۲۷۰ھ) سجادہ درگاہ سانگڑے سلطانؒ کے مرید اور خلیفہ تھے، مولانا انوار اللہ خاں (بہادر) فضیلت جنگ مرحوم استاد رئیس دکن نواب میر عثمان علی خاں آصفجاہ سابع ان ہی کے شاگرد تھے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ (۱۲۷۳ھ تا

۱۳۲۶ھ) تھے جو علامہ محی الدین قادری زورؔ کے حقیقی دادا ہوتے تھے۔

آخری زمانے میں شاہ صاحبؒ اپنے فرزند صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ کے یہاں حیدر آباد چلے آئے تھے اور اپنی تمام عمر کے آخری پندرہ سال یہیں گزارے اسی (80) سال کی عمر میں بعارضہ بخار و پیچش بتاریخ ۸؍محرم الحرام ۱۳۰۹ھ م ۱۸۹۱ء آپ کا وصال ہوا اور محی الدین صاحب کے تکیہ میں واقع محلّہ چمپا دروازہ جہاں اب سٹی کالج کی عمارت ہے دفن ہوئے چونکہ طغیانی رود موسیٰ کے باعث حضرتؒ کے مزار کا نشان باقی نہ رہا تھا، اس لئے درگاہ حضرت مشکل آسان ثانیؒ میں حضرت شاہ صاحب سے متعلق ایک کتبہ قطعہ تاریخ بطور یادگار سنگ مزار نصب کیا گیا ہے۔(دیکھئے: مشاہیر قندھار دکن ر پروفیسر اکبر الدین صدیقی ص ۳۹، مشکل آسان ثانی ص ۳۳ تا ۴۹)

کتبہ: یہ کتبہ حضرت مشکل آسان ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد کے اندر مزار شریف کے سرہانے کی دیوار میں درمیانی کمان کے بائیں جانب نصب ہے کتبہ نہایت ہی خوش وضع طریقے پر مستطیل و مصفا سنگ سیلو میں کندہ ہے اور نہایت خوش خط اور شاندار ہے۔

الحمد لله علی کل حال

اسی گنبد شریف یا اس کے قرب و جوار میں حضرت سید شاہ غلام محمد ابوالبرکات قدس سرہٗ کے حقیقی دادا حضرت سید شاہ بدیع الدین رفاعی القندہاری دفن ہیں جو حضرت فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ قادری الچشتی القندہاریؒ کے استاد تھے اور جن کا وصال اپنے فرزند حضرت صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ کے مکان میں واقع محلّہ چمپا دروازہ جہاں اب سٹی کالج کی عمارت ہے ۸؍محرم الحرام ۱۳۰۹ھ کو ہوا تھا اور جسکا مادہ تاریخ محمد قطب الدین مرحوم خطیب

قندہار نے داغ شد ۱۳۰۹ھ نکالا تھا جس کو حضرت ابوالبرکات زعمؔ قدس سرہٗ نے ایک قطعہ میں منظوم کر کے اپنے سوانح حیات میں درج فرمایا۔ چونکہ طغیانی رودِ موسیٰ کے باعث حضرت کے مزار کا نشان باقی نہ رہا تھا اس لئے یہ قطعہ تاریخ بطور یادگار سنگِ مزار یہاں نصب کیا گیا۔

حضرت بدیع دیں کہ جدّ حقیقی ام
زیں رہگذر چوں راہی فردوس باغ شد
ازبہرِ فاتحہ بہ مزارش چو رفتہ ایم
آوازایں زغیب برآمد کہ داغ شد
(۱۳۰۹ھ)

(تلخیص تذکرہ اولیائے حیدر آباد، حصہ چہارم ص ۵ تا ۷
تالیف مراد علی طالعؔ ر ناشر مینار بک ڈپو حیدر آباد (اے۔پی) ۱۹۷۵ء)

✪✪✪

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

معارف، عوارف، کوائف

بقلم: امیر ملت استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالحمید صاحب ؒ سابق شیخ الجامعہ، نظامیہ ورکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ انْفَلَقَتْ مِنْہُ الْاَنْوَار وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہِ الْاَخْیَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَار ۞

ظہورِ نور

اس خاکدانِ عالم میں جب کسی بندۂ خاص کو وجود بخشا جاتا ہے تو اس کے موجود ہونے سے پہلے غیبی اشارہ ہوتا ہے۔ جسمیں اسکے خصوصی نوعیت کار کی بشارت ہوتی ہے' چنانچہ بانی مدرسہ نظامیہ مولانا محمد انواراللہ نوّراللہ مرقدہ کی ولادت سے قبل انکی والدۂ ماجدہ نے ایک رات خواب میں حضور سراپا نور صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ الی یوم النشور کو قرآن مجید کی تلاوت فرماتے دیکھا۔ ایک بزرگ (۱) نے خواب سن کر فرمایا۔ ایک لڑکا تولد ہوگا جو حافظ قرآن اور محافظ علومِ فرقان ہوگا۔ وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا' حالات ذیل اسی کے آئینہ دار ہیں۔

خاندانی حالات:

آپ کے جداعلیٰ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی' کابل کے بڑے امراء میں سے تھے ہندوستان آکر آباد ہوئے۔ خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ اور حضرت امام ربّانی شیخ احمد سرہندیؒ ان ہی کی اولاد میں ہیں۔ مولانا کی چھٹی پشت میں قاضی تاج الدین اس پایہ کے عالم گزرے ہیں کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر خلد مکان نے ذریعہ فرمان مصدرہ ۱۴؍محرم ۴۸ھ جلوس قندہار (دکن) کے عہدہ قضاء پر فائز کیا۔ قاضی صاحب موصوف نے اسی تعلق سے قندھار کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے پوتے قاضی محمد برہان الدین ذریعہ فرمان نواب میر نظام علیخاں غفران مآب مزینہ ۲۷؍شعبان ۱۱۸۶ھ قندہار کے عہدہ قضاء پر مامور ہوئے بعد ازاں قاضی برہان الدین کے پوتے قاضی محمد سراج الدین بموجب سند نواب صاحب ممدوح محررہ ۱۵؍محرم ۱۲۰۹ھ اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے پچھلے زمانہ میں قاضی زمانہ حال کے ناظم عدالت کا ہم پایہ تھا۔ اور تمام مقدمات وہی فیصل کرتا۔ اس لئے عہدۂ قضاء پر ایسے ہی لوگ مامور کئے جاتے تھے جو علم وفضل اور زہد وتقوی میں مشہور انام ہوتے تھے۔ اب تو قاضی صرف قاری النکاح یا سیاہہ نویس سمجھا جاتا ہے۔ (۲)

ابتدائی حالات:

مولانا حافظ محمد انواراللہ ۴؍ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ کو بمقام نانديڑ پیدا ہوئے ۵؍سال گزرنے کے بعد مولانا سید شاہ بدیع الدین صاحب رفاعی قندھاری سے قرآن شریف ناظرہ کی تکمیل فرمائی' اور سات سال کی عمر میں حافظ امجد علی صاحب کے پاس قرآن مجید کا حفظ شروع فرمایا' اور گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ آپ نسباً فاروقی ہیں سلسلہ نسب انچالیسویں پشت میں خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظمؓ پر منتہی ہوتا ہے۔

سلسلہ نسب:

محمد انوار اللہ بن ابو محمد شجاع الدین بن القاضی سراج الدین بن بدر الدین بن برہان الدین بن سراج الدین بن تاج الدین بن القاضی عبد الملک بن تاج الدین بن القاضی محمد کبیر الدین بن القاضی محمود بن القاضی کبیر بن القاضی محمود بن القاضی احمد بن القاضی محمد بن یوسف بن زین العابدین بن بدر الدین بن شمس الدین بن شریف جہاں بن صدر جہاں بن اسحاق بن مسعود بن بدر الدین بن سلیمان بن شعیب بن احمد بن محمد بن یوسف بن شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ اسحاق بن شیخ مسعود بن عبد اللہ الاصغر بن عبد اللہ الاکبر بن ابو الفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن سیدنا ناصر بن سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تعلیم وتربیت:

حفظ قرآن مجید سے فراغت کے بعد ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا ابو محمد شجاع الدین صاحب قندہاری سے پائی۔ دیگر اعلیٰ علوم وفنون کی تکمیل مولانا عبد الحلیم صاحب فرنگی محلی اور مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی رحمہما اللہ اور مولوی فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے کی۔ تفسیر وحدیث کا درس شیخ عبد اللہ یمنی سے بھی حاصل کیا۔ آپ کی خداداد ذہانت واستعداد سے اساتذہ بھی دنگ تھے۔ مولانا عبد الحی صاحب نے اپنی بعض تالیفات (۳) میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تکمیلِ علوم کے بعد غیر درسی مختلف متعدد کتابوں کا مطالعہ اور ان پر مفید حواشی بھی تحریر فرمائے۔ آپ اپنے دور میں منقول اور معقول کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کے علم وفضل کے خود معاصر علماء معترف ومداح ہیں۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف کا آخری وقت تک سلسلہ جاری تھا۔

جملہ سلاسل میں بیعت:

علوم شریعت کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے پائی اور جملہ سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ) میں بیعت کی اور مدینہ منوّرہ میں شیخ وقت مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مکرر بیعت کی اور منازل سلوک کی تکمیل فرمائی۔ حضرت حاجی صاحب نے بلا طلب خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام کا طریقہ تربیت:

حضرت مولانا مرحوم ہر شخص کی صلاحیت استعداد، مصروفیات ومشاغل کے پیش نظر تربیت کا انتظام فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا مرحوم کی خدمت میں جو شخص طالب علم ہوکر آتا، آپ اس کے میلان طبع کے لحاظ سے اس سلسلہ میں داخل فرماتے، جس سے اُس کا لگاؤ ہوتا، پھر اس کے مشاغل دنیوی کے اعتبار سے اذکار کا تعین فرماتے، آپ کے نزدیک طریق تربیت میں عوام اور اہل علم کے درمیان فرق تھا یعنی عوام کے لئے ذکر وفکر کا تعین کیا جاتا اور اہل علم کو ارشاد ہوتا کہ علمِ دین کی تعلیم واشاعت ہی آپ کے لئے سلوک راہ خدا ہے اسی میں آپ کے مراتب ومدارج کی ترقی وتکمیل ہے اور ذکر کی مختصر مقدار بتلائی جاتی اس طریق سے ہر دو کا سلوک اور اس کے روحانی منازل طے ہوتے تھے۔ خود حضرت ممدوح کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ علم شریعت کی تعلیم اور کتب دین ومذہب کی تالیف وتصنیف بھی فرماتے اور ذکر وشغل میں بھی وقت لگاتے، اس کی قدرے وضاحت ''اصلاحی کارنامے'' اور علمی خدمات کے تحت ملاحظہ

ہو۔ مطلع الانوار میں مولانا رکن الدین صاحب رقمطراز ہیں۔

اقوال:

عموماً ذی علم اشخاص کو ہدایت فرماتے کہ اوراد' اذکار کے بجائے ہمیشہ علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم اور ان کی اشاعت میں کوشاں رہیں۔ کیونکہ اس کے برابر کوئی عبادت باعثِ تقرب الٰہی نہیں ہے۔

راقم (مولانا رکن الدین صاحب) نے بارہا آپ سے تلقین اذکار کی خواہش کی مگر جب کبھی آپ کوئی ذکر تلقین فرماتے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے۔ دین کی خدمت کرو اس میں چنداں مصروف ہونے کی ضرورت نہیں' آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ابتداء ذکر اذکار کیا کرتا تھا۔ مگر اب اس کے بدلے اس وقت کو علم دین کی خدمت میں صرف کرتا ہوں کیونکہ ذکر سے انجلاء باطن ہوتا ہے اور انسان کو اپنے مدارج معلوم ہوتے ہیں جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں رعونت نہ آجائے' عبادت سے محض تقربِ الٰہی مقصود ہے۔ اور بعد ادائی فرض کے افضل عبادات تحصیل علم دین اور اس کی اشاعت ہے اگر کوئی شخص اس میں مصروف ہو تو اس کے مدارج روز افزوں ترقی کرتے ہیں' گو اس کو اس کا علم نہو اور خدا اور رسول ؐ کی خوشنودی اور قربت حاصل ہوجاتی ہے۔

ازدواج' ملازمت' استعفاء:

آپ کا عقد ۱۲۸۲ھ میں حاجی محمد امیر الدین صاحب محتسب بنولہ کی صاحبزادی سے ہوا' اور ۱۲۸۵ھ میں محکمہ مالگزاری میں ''خلاصہ نویسی'' کی خدمت میں مامور ہوئے۔ اس خدمت کو تقریباً ڈیڑھ سال انجام دینے کے بعد ۱۲۸۷ھ میں مستعفی ہوگئے۔

استعفاء کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ ملازمت سرکاری کو جو آج عزّت ومسرت کا واحد ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔ مولانا نے محض اس بات پر چھوڑ دیا کہ ایک سودی لین دین کی مثل کا خلاصہ لکھنا پڑتا تھا۔ گو آپ کی دیانت داری وکارگزاری کی وجہ سے افسر بالا نے استعفاء قبول کرنے میں تأمل کیا۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ سے ایسا کام آپ کے تفویض نہیں کیا جائے گا مگر آپ یہ کہہ کر کہ ''جب تک آپ ہیں یہ رعایت' دوسروں سے اتنی توقع نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جب ملازمت ہی ٹھیری تو حاکم جو کہے ماننا پڑے گا۔ خدمت سے کنارہ کش ہوگئے۔ اس وقت آپ متأہل اور صاحب اولاد تھے۔ جب تک والد صاحب زندہ رہے ترک ملازمت کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ تقریباً ایک سال کے بعد سایہ پدری سر سے اُٹھ گیا اور اس کی جگہ مصائب اور آلام نے لی اور سب ملنے جلنے والے آپ کو ترک ملازمت پر ملامت کرنے لگے۔ مگر آپ **وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** (۴) پر نظر رکھے ہوئے اپنے شغل درس وتدریس میں منہمک ہوگئے۔ یہ زمانہ تھا ابتلاء کا جس میں آپ کا قدم پایہ صبر واستقلال سے ہٹنے نہ پایا اور بمصداق ''**اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا**'' (۵) کے وہ مرتبہ عظیم حاصل ہوا جس سے اچھی طرح تلافی آفات ہوگئی۔

سفر ہائے حجاز:

۱۲۹۴ھ میں آپ نے حج کا ارادہ فرمایا کہ مکّہ معظّمہ پہنچ کر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے مکرر بیعت فرمائی' مدینہ منورہ کی حاضری اور روضہء اقدس کی زیارت کے بعد حیدرآباد واپس آئے۔

دوسرا سفر ۱۳۰۱ھ میں فرمایا اور ۱۳۰۵ھ میں تیسرا سفر کیا' حج سے فارغ ہوکر مدینہ منوّرہ پہونچے اور یہاں تین سال تک مقیم رہے۔ اسی تین سال کے عرصہ میں مولانا مرحوم نے کتب خانہ شیخ الاسلام اور

کتب خانہ محمودیہ میں زیادہ تر وقت مطالعہ کتب کے لئے وقف فرمادیا تھا' اور بصرف کثیر نادر کتابیں نقل کروائیں ازاں جملہ:

۱۔کنز العمال (۸ جلد)	(حدیث) (۶)
۲۔الجوہر النقی علی سنن البیہقی	(حدیث)
۳۔الاحادیث القدسیہ	(حدیث)
۴۔جامع المسانید للامام الاعظم	(حدیث)

رمضان المبارک گزار کر مکہ معظّمہ آئے اور حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کیا ارشاد ہوا' عرض کیا: کہ سرکارؐ نے دکن جانے کا حکم دیا ہے۔ ہجرت کے ارادہ سے آیا تھا۔ تردّد میں پڑ گیا ہوں۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا حکم کی تعمیل کی جائے۔ اس اثناء میں ہمشیرہ اور فرزند نے داعی اجل کو لبیک کہا' مکرر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تعمیل حکم میں دارین کی سعادت ہے۔ تردد کچھ نہ کرو۔ واپسی کے سوا چارہ نہ تھا۔ بادیدہ پرنم زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتے ہوئے۔

شادی میتواں مردن بکوئے یار اے انوؔر
نباشی لائق ایں بارگاہ گرچشم نم کردی

۱۳۰۸ھ میں مراجعت فرمائے بلدہ ہوئے۔

انوؔرا قصدِ تقرب باسگِ کویش کنی
ہیچمیدانی کہ آں سگ پاسبان کوئے کیست

مصداق حال تھا۔

شاہانِ آصفیہ کی تعلیم:

مولوی مسیح الزماں خان صاحب برادر محمد زمان خاں صاحب شہید' اعلیٰ حضرت غفران مکان کی تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے مگر ان کے ذمہ دیگر امور سلطنت بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے اس خدمت کے لئے مولانا علیہ الرحمہ کا انتخاب کیا۔ سالار جنگ بہادر سے مشورہ کرنے کے بعد دربار سے منظوری حاصل کر لی۔ مولانا کو اس کا علم نہ تھا۔ فرمان دیکھ کر مولانا نے فرمایا ''قومی خدمت بادشاہوں کی خدمت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اس کو قبول نہیں کر سکتا'' مولوی مسیح الزماں صاحب نے حیرت زدہ ہو کر کہا کہ میں نے بہ امید قبولیت آپ سے استمزاج کئے بغیر تمام مراحل طے کر لئے ہیں' آپ قبول نہ فرمائیں تو مجھے خفیف ہونا پڑے گا اور اس پر اصرار فرمایا تو مولانا نے آمادگی ظاہر فرمائی۔ ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۰۱ھ تک سلسلہ تعلیم جاری رہا۔ اعلیٰ حضرت غفران مکان مولانا کی بڑی قدر و منزلت فرماتے اور بے حد ادب کیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کہ ''مجھے جو کچھ حاصل ہوا' مولانا ہی سے حاصل ہوا''۔ ۱۳۰۸ھ میں آصف سابع اعلیٰ حضرت میر عثمان علیخاں کی تعلیم آپ سے متعلق کی گئی اور یہ سلسلہ تعلیم تخت نشینی تک جاری رہا ۱۳۳۲ھ میں نواب اعظم جاہ بہادر اور نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم بھی آپ کے ذمہ کی گئی ۱۳۳۵ھ میں مولانا علیل ہونے کی وجہ سے دستبرداری فرمائی۔ آصفِ سابع بھی آپ کے نہایت قدرداں تھے' اور اپنی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ مختلف فرامین میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں جامعہ نظامیہ کی جانب توجہ فرمائی اور تحریر فرمایا:

''مرحوم سرکار کا لگاؤ مولوی صاحب مرحوم سے خاص قسم کا تھا بوجہ مشفقانہ برتاؤ استاد کے۔ چنانچہ میری تعلیم کے زمانے میں بھی اسی قسم کا انتظام مرحوم سرکار نے کیا تھا اور ہم ہر دو شاگرد استاد کے گرویدہ تھے۔ جامعہ نظامیہ کی امداد کے سلسلے میں ہر دو شہزادوں کو حسب ذیل متوجہ فرمایا: میرا خیال ہے کہ برادرانِ والا شان بھی اپنی حد تک اپنے

اپنے ٹرسٹ سے سالانہ یکمشت امداد دے کر سعادت دارین حاصل کریں گے۔ کیونکہ یہ بھی کم عمر شاگرد مولوی صاحب مرحوم کے تھے''۔

خلاصہ یہ کہ اسی منبع کُل کے یہ جُز ہیں۔ جو کسی طرح سے جدا نہیں ہو سکتے بلکہ ہمیشہ پیوست رہیں گے۔ (نظام گزٹ ۹ر ستمبر ۱۹۶۱ء)۔

برادرانِ والا شان نے مجھے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے بھی اپنے اپنے ٹرسٹ سے سالانہ یکمشت دو ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔ ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء سے اور اس کی تحریری اجازت فینانشل اڈوائزر خان بہادر تارا پور والا کو دی ہے۔ کس لئے کہ مولوی صاحب مرحوم خاندن نظام کے مسلّمہ استاد تھے۔

بانیٔ مکتب کی عثماںؔ یاد بھی آتی رہے
نغمے بھی اُس ذات کے صبح ومسا گاتی رہے

اخلاق وعادات:

اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کے بلندترین مقام پر ہونے کی شہادت دی اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۷) آپ نے دینی تعلیم وتربیت سے ہر مستفیض کو اسکی استعداد و صلاحیت کے لحاظ سے فیض حاصل کرنے کا موقع فراہم فرمایا۔ ارشاد ہے کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْأَخْلَاقِ (۸)۔ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل و تتمیم کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا ممدوح کے مندرجہ ذیل اخلاق وعادات سے واضح ہے کہ فیض نبویؐ کے اکتساب کی آپ میں کتنی بہتر صلاحیت وعمدہ استعداد تھی۔

غذا:

آپ کی غذا بالکل سادہ تھی جو کچھ بھی سامنے آتا تناول فرماتے کسی چیز کی فرمایش نہ کرتے، اعلیٰ حضرت ظل سبحانی کے پاس سے اکثر میوہ اور مٹھائیاں وغیرہ آتیں اس میں سے کبھی کبھی کچھ کھالیا کرتے ورنہ سب تقسیم کر دیتے۔ دو وقت کھانے کی عادت تھی اور وہ بھی بہت مختصر ایک یا دو پھلکے تناول فرماتے۔

لباس:

آپ کا لباس بھی بالکل سادہ تھا۔ آپ لباس کے مقصد اصلی یعنی تن پوشی پر اکتفا کرتے محض زینت کے لئے اسراف اچھا نہ سمجھتے۔ نماز کے وقت آپ ہمیشہ پورا لباس یعنی جبّہ عمامہ وغیرہ پہن لیا کرتے تھے۔ اور کبھی عمامہ پر سے چادر بھی اوڑھ لیتے اور سخت گرمی میں بھی اس کی پابندی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے اس کے متعلق استفسار کیا۔ جواب میں فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔(۹)

''نماز کے وقت پوری زینت نہ کرنا حکمِ خداوندی کے خلاف ہے قطع نظر اس کے جب ہم دنیا کے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو پورا لباس پہن لیتے ہیں تو پھر اللہ کے سامنے معمولی لباس سے کس طرح جائیں''۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکابر دین کی سنت پر عمل کرنا اچھا سمجھتے تھے ابتداً آپ میانہ میں سوار ہوتے تھے جب اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے تو بعد مسافت کے خیال سے گھوڑا گاڑی خرید لی۔ وزارت کے زمانے میں آپ کے پاس موٹر اور جوڑی گاڑی اور کئی سواریاں تھیں۔

مشاغل روز وشب:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۱۰)

چند ایسے مردان خدا ہیں جن کو تجارت اور بیع، ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتی۔ مولانا علیہ الرحمہ بھی انہی مردانِ خدا سے ایک مردِ عظیم تھے۔ آپ کے مشاغل روز وشب ذکرِ الٰہی کے تحت تھے ۱۳۲۰ھ میں حضور

نظام آصفجاہ سابع نے نظامتِ امورِ مذہبی وصدر الصدور صوبہ جاتِ دکن کی خدمت پر مامور فرمایا۔ احکام ملنے پر آپ نے معذرت خواہی کی تو حضور نظام نے فرمایا اس ملک میں ان خدمات کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں۔ اور ۱۳۳۲ھ میں معین المہام امور مذہبی کی خدمت پر فائز کئے گئے۔

ان خدمات کے ساتھ روزانہ مدرسہ کے حالات آپ کے ملاحظہ میں پیش کئے جاتے اور آپ ضروری ہدایات دیتے۔ مدرسہ کی نگرانی بذات خود فرماتے تھے۔ طلبہ کے امتحانات لیتے، ان گراں بار خدمات کے ساتھ مختلف علوم وفنون پر تصنیف وتالیف بھی فرماتے۔ شب کے دس بجے سے علوم ظاہری و باطنی کا درس دیا کرتے۔ اس سے فارغ ہوکر سلسلہ قادریہ کا ذکر شروع کیا جاتا۔ یہ نمازِ تہجد تک چلتا۔ نماز تہجد کے بعد نماز فجر و اشراق سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر آرام کرتے، پھر روز مرہ کے مشاغل کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ شدید علالت تک یہ سارے مشاغل بہ پابندی جاری رہے۔

پابندی احکام شرع:

آپ کی زندگی ملّت بیضاء کے بالکل مطابق تھی کھانے، پینے، سونے، بیٹھنے، چلنے پھرنے غرض ہر بات میں اسکا خیال رکھتے کہ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہونے پائے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی خلاف شرع ظاہر نہ ہوتیں۔

نماز:

پابندیٔ نماز کا یہ عالم تھا کبھی کوئی نماز قضا ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ مرض الموت میں جب آپ کو اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوگیا تھا۔ تیمّم کرکے لیٹے لیٹے ہی نماز ادا فرماتے۔ حتی کہ دورہ غش میں جو نمازیں قضا ہوجاتیں وہ بھی ادا فرماتے۔ سرطان پیٹھ میں تھا جس کی تکلیف سے چت لیٹنا نہایت دشوار تھا مگر آپ نماز کی خاطر یہ تکلیف بھی برداشت فرمائے۔ وصال سے دو تین گھنٹے پہلے جبکہ آپ کو اس قدر تنفس تھا کہ دور تک آواز سنائی دیتی تھی اور اس کی شدت سے زبان کو حرکت دینا متعذر تھا تو راقم (۱۱) نے دیکھا کہ صرف آنکھوں کے اشارہ سے نماز ادا فرمارہے ہیں۔ اس وقت محسوس ہوا کہ یہ آخری نماز ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ دیر سے اسی میں مشغول ہیں۔

آپ ہمیشہ فرض نماز باجماعت (جیسا کہ لباس کے بیان میں گزرا) پورا لباس پہن کر اس قدر خشوع وخضوع سے ادا فرماتے تھے کہ دیکھنے والا متاثر ہوجاتا۔ علاوہ فرائض کے صرف تہجد اور صلوۃ اوابین کے پابند تھے کیونکہ آپ کا زیادہ وقت تالیف وتصنیف میں گزرتا تھا۔

روزہ:

چونکہ نماز دوسرے مشاغل سے روکتی ہے اور روزہ میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ مشاغل علمی میں حارج ہو۔ اس لئے آپ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ علاوہ مفروضہ ومسنونہ روزوں کے نفل کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ ایّام متبرکہ و ایام بیض (ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں و پندرھویں) کے علاوہ ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی روزہ رکھتے تھے۔ آخر میں جب یہ کافی معلوم نہ ہوا تو صوم داؤدیؑ شروع فرمادیا۔ (صوم داؤدی ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے دن نہ رکھنے کو کہتے ہیں)۔ احادیث میں صوم داؤدی کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس واسطے کہ روزانہ روزہ رکھنے سے نفس عادی ہوجاتا ہے اور اس پر کچھ گراں نہیں گزرتا۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا طبیعت پر بے حد شاق گزرتا ہے۔

زکوۃ:

آپ کی خیرات کا ذکر جودوسخا کے عنوان میں گزر چکا ہے سچ تو یہ ہیکہ آپ اس عبادت سے محروم تھے۔کبھی آپ صاحب نصاب ہوتے ہی نہ تھے۔آپ پر زکوۃ واجب کیسے ہوتی۔اوائل عمر میں تو عسرت سے گزری اس میں گزر بسر ہی مشکل تھی بعد میں جو کچھ آتا اس پر ایک سال تو کیا ایک مہینہ بھی بمشکل گزرتا تھا۔

حج:

آپ نے کل تین (۳) حج کئے اور کئی سال تک مدینہ طیّبہ میں قیام فرمایا جس کی تفصیل پچھلے اوراق میں گزر چکی ہے۔(۱۲)

مجاہدہ نفس:

علم وعبادت ظاہری کا خاصہ ہے کہ کبرونخوت انسان میں پیدا ہوجاتی ہے اور جب تک نفس کو قابو میں نہ کیا جائے یہ بات دور نہیں ہوسکتی اس لئے صوفیائے کرام‘ علماء ظاہر کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی نظر ہمیشہ ظاہر پر رہتی ہے باطن پر نہیں اور وہ صرف باطن کو دیکھتے ہیں۔مولانا صرف عالم ظاہر ہی نہ تھے بلکہ ان لوگوں میں تھے جن کو امام غزالیؒ نے علمائے آخرت یا علمائے باطن کے نام سے موسوم کیا ہے۔تصوف میں سب سے اہم اور پہلی بات مجاہدہ نفس ہے۔اسی سے انسان اخلاق حسنہ سے متصف اور اخلاق سیئہ سے پاک ہوتا ہے۔اسی لئے صوفیاء اس کو جہاد اکبر کہتے ہیں۔کسی شاعر نے کہا ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا

نہنگ واژدہا وشیرِ نر مارا تو کیا مارا

کیونکہ آپ جامع الکمالات تھے‘ عالم بھی تھے اور صوفی بھی اسلئے ادھر شریعت ظاہری کی پابندی بھی کرتے اُدھر تصوف کی منزل بھی طے فرماتے سابقہ بیانات سے ظاہر ہے کہ آپ نے ہر طریقہ سے مجاہدہ نفس فرمایا‘ کھانے میں‘ سونے میں‘ رہنے سہنے میں۔بہر حال جس طرح ضرورت پڑتی یا جس طرح نفس قابو میں آتا ہو اس طرح عمل فرماتے۔برسوں شب بیداری میں گزاردی۔کبھی اس طرح بسر کرتے کہ رات و دن میں کچھ دیر سوتے اور پھر بیدار ہوجاتے کبھی روزہ رہتے کبھی افطار کرتے۔سخت بچھونے پر سوتے۔سادہ غذا کھاتے‘ یہی وجہ ہے کہ آپ مجسم اخلاق تھے۔

تجرّد:

اس عنوان سے ناظرین کو ضرور تعجب ہوگا کہ آپ نے نکاح کیا اولاد ہوئی پھر تجرّد کیسا؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ اُدھر اتباع سنّت کے لئے نکاح ضروری تھا آپ نے نکاح کرلیا۔ادھر تزکیہ نفس و دینی قومی خدمات کے لئے بموجب ارشاد باری تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ (۱۳) کے تجرد کی ضرورت تھی چنانچہ جب آپ کی زوجہ محترمہ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر (۳۹) سال تھی۔قویٰ نہایت اچھے تھے۔آمدنی معقول تھی اور مزید یہ کہ اولاد ذکور میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا۔بہر حال اگر آپ دوسرا عقد فرما سکتے تھے مگر آپ نے محض رضائے الٰہی اور مجاہدہ نفس کی خاطر سب کچھ برداشت فرمایا۔دوسرا عقد نہیں کیا۔

رمضان المبارک کا احترام واہتمام:

رمضان المبارک کے سایہ فگن ہونے سے دوتین ماہ قبل ہی سے پانچ چھ سو روزہ داروں کی دووقتہ ضیافت کے لئے خریدی غلہ وغیرہ کا انتظام شروع کیا جاتا یکم/رمضان المبارک کو دو بجے سے تنور سلگا یا جاتا اور نہایت عمدہ نان پکوائی جاتی۔قورمہ اور کھیر کا انتظام کیا جاتا۔

اس کا سلسلہ رمضان کے ختم تک چلتا برادری کے لوگ، مریدین، طلبہ اور اکثر بخارا کے مسافر دسترخوان پر رہتے جنکے ساتھ مولانا بھی بلا تکلف تناول فرماتے۔ مریدین، جوشب وروز رہتے۔ انکے لئے افطار کا بھی انتظام کیا جاتا، اس طرح اس ارزانی کے زمانے میں تقریباً پانچ ہزار روپیے صرف کئے جاتے اور جملہ مصارف خود مولانا برداشت فرماتے۔ تراویح باجماعت ادا کئے جانے کا اہتمام بھی تھا۔ رمضان المبارک میں ہوٹلوں میں علانیہ خورد ونوش کے امتناعی احکام جاری کروائے تھے اوراسکی بھی ممانعت کرادی گئی تھی کہ افطار سے قبل تک کوئی تقریب عمل میں نہ لائی جائے۔

سماع:

حضرت مرشد العلماء حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ چشتیہ میں بیعت تھی، اسلئے کبھی کبھی آپ سماع کا اہتمام بھی فرماتے تھے مگر اس میں بھی شریعت کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھا جاتا تھا۔ محفل سماع میں کوئی ایسا شریک نہیں ہوسکتا تھا جو اس کا اہل نہ ہو، اور کبھی کبھی آپ تنہا ہی سماعت فرماتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ حجرہ میں ہوتے، دروازہ بند اورقوال دروازہ کے باہر دروازہ سے متصل غزل سرائی کرتا سماع کا متفق علیہ محتاط طریقہ حسب ذیل ہے:

قال اللہ تعالی: يَزِيْدُ فِيْ الْخَلْقِ عَلٰى مَايَشَاءُ. اللہ تعالیٰ خلق میں جو خاصہ ہے بڑھاتا ہے مفسرین نے حسنِ صوت سے اسکی تفسیر کی ہے۔

غنا کے معنی، الحان خوش اورآواز خوب کے ہیں۔ ارشاد نبوی: مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا. اسی معنی میں ہے یعنی قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہ پڑھنے والا ہمارے طریقہ پر نہیں ہے اور حکم یہ ہے کہ زَيِّنُوْا الْقُرآنَ بِالصَّوْتِ الْحَسَنِ۔ حسن صوت سے قرآن کو زینت دو۔ اور غنا مزامیر کے ساتھ حرام ہے۔ چنانچہ ارشاد نبی کریم صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ صَوْتُ وَيْل عِنْدَ مُصِيْبَتٍ وَصُوْت مِزْمَارٍ عِنْدَ نَغْمَةٍ ۔ دوآواز ملعون ہیں ایک آواز واویلا جو بوقت مصیبت کیا جاتا ہے دوسری آواز مزمار جو بوقت نغمہ ہوتا ہے۔ اورحرمت کی وجہ صدرشہید نے جامع صغیر میں لہو قرار دی ہے۔ اَلْغِنَا حَرَامٌ بِالْمَزَامِيْرِ لِاَنَّهَا لَهُوٌ وَ اللَّهْوُ حَرَامٌ ۔ مزامیر کے ساتھ غنا حرام ہے اس لئے کہ وہ لہو ہے اور ہر لہو حرام ہے۔ لہذا اگر غنا میں لہو نہ ہو تو وہ حرام بھی نہیں۔ چنانچہ حسامی میں ہے۔ وَاِذَاعَدُمُ الْعِلَّةِ عَدَمُ الْحُكْمِ ۔ علت معدوم ہو تو حکم بھی معدوم ہوتا ہے۔ قول محقق یہ ہے کہ حسن صوت دل میں کچھ پیدا نہیں کرتا دل میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو جنبش میں لاتا اور حرکت دیتا ہے۔

شیخ الاسلام نظام الحق والدینؒ نے رسالہ شمسیہ میں لکھا ہے کہ۔ ''سماع نہ مطلق حرام ہے نہ مطلق حلال، عوام پر جو لہو ولغو کے طریقہ سے سنتے ہیں حرام ہے زاہدوں کے لئے حلال ہے اہلِ تصوف کے لئے مستحب ہے''۔

حضرت شاہ نقشبندؒ سے سماع کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا: نہ من ایں کار میکنم ونہ انکار میکنم ۔ یعنی میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ میں اسکا انکار کرتا ہوں۔ چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اس لئے محتاط صورت ہے کہ اسکو نہ کیا جائے۔ اوراس کا ثبوت بھی ہے بعض بزرگ سماعت فرماتے تھے اسلئے اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا یہ بات بالکل ویسی ہی ہے۔ جیسے ضبّ (گھوڑ پھوڑ) کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا اٰكُلُهُ وَلَا اُحْرِمُهُ. میں

اس کو کھاتا بھی نہیں اور حرام بھی قرار نہیں دیتا۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ ان جملہ امور کے پیش نظر بلا مزامیر کے قوال سے اشعار سنا کرتے تھے اور اس میں بھی ممکنہ احتیاط ملحوظ رکھا جاتا تھا۔

اصلاحی کارنامے:

ملک میں جہالت کا دور دورہ تھا عیش و نشاط گانے بجانے عام تھے، فسق و فجور کا بازار گرم تھا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے نہایت خاموشی سے ان کی اصلاح کی جانب توجہ فرمائی اور بہ تدریج ان کی اصلاح کا کام شروع کیا گیا۔ چونکہ مولانا سے امور مذہبی و صدارت العالیہ متعلق تھے اسلئے اولاً اسی جانب توجہ کی گئی یہ دفاتر غیر منظّم اور برائے نام تھے۔

۱ ان کی تنظیم کرائی گئی۔ اہل خدمات شرعیہ کے لئے انعامات وغیرہ مقرر تھے مگر شرعی خدمات کی انجام دہی کا نام نہ تھا۔

۲ ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست فرمایا۔

۳ تعلیم یافتہ اہل خدمات سے اہل دیہات کے تعلیم و اخلاق کی درستگی کا کام متعلق کیا گیا۔

۴ واعظین مقرر کئے گئے نکاح و ازدواج کے سلسلہ میں جب کبھی زوجین میں تفریق ہو جاتی تو مہر وغیرہ منضبط نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑے کھڑے ہو جاتے، عدالت تک نوبت آتی اس خرابی کو دور کرنے کے لئے سیاہہ جات مرتب کروائے گئے جن میں ایجاب و قبول، شہادت، مقدار مہر وغیرہ کا اندراج ہوتا۔

۵ عدالت العالیہ کو پابند کیا گیا کہ مقدمہ طلاق وغیرہ پیش ہو تو صدارت العالیہ کو تاریخ طلاق سے آگاہ کیا جائے کہ انقضاء عدت پر بموجب احکام شرع شریف نکاح ثانی عمل میں آئے۔

۶ مساجد میں باجماعت بہ پابندی ادائے نماز کے لئے تقرر امام و موذن کی خاطر موازنہ حکومت میں سالانہ معتد بہ رقم شریک کرائی گئی اور بتوسط امور مذہبی، ائمہ و موذنین کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

۷ مسالخ میں ذبیحہ جانوران کے لئے مسائل ذبح سے واقف ملاؤں کا تقرر لازمی قرار دیا گیا۔

۸ شراب و سیندھی مسکرات کی دوکانیں اندرون بلدہ تھیں انکو حدود بلدہ سے برخواست کرادیا گیا۔

۹ رمضان المبارک کے احترام کے مدنظر ہوٹلوں پر پردہ ڈالنے کے احکام جاری کروائے گئے اور علانیہ کھانے پینے سے ممانعتی احکام کا اجرا کرایا گیا۔

۱۰ بزم عرس میں مینا بازار قائم کئے جاتے تھے اور مزارات اولیاء و صلحاء پر طوائف بازی مجرا ادا کیا کرتے تھے ان تمام کو بند کروادیا گیا۔

۱۱ پست اقوام کی غیر مسلم عورتوں میں مرلی بننے کی رسم تھی جس کے بعد وہ جس سے چاہے ناجائز تعلق پیدا کرنے میں آزاد تھیں۔ اسی طرح مرد مخنث بنتے تھے اور زنانی لباس پہنا کرتے تھے۔ اس کو جرم قرار دیا گیا اور آئندہ سے اس رسم کو مسدود کرادیا گیا۔ اور حضرت مولانا کی تحریک پر مذہبی کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر حضرت ممدوح ہی مقرر ہوئے۔ اس کمیٹی نے بہت سے اصلاحی کام انجام دئے۔

امور مندرجہ بالا نہایت اختصار کے ساتھ ضبط تحریر کئے گئے جن کے دیکھنے سے واضح ہے کہ مولانا ملک میں ایک مجاہد اعظم اور مصلح کبیر تھے، اخلاص اور رضائے الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اس کی کوئی شہرت اور ان عظیم امور کی مولانا کی جانب نسبت عام نہیں ورنہ عام طور سے کام

تھوڑا اور شہرت عالمگیر کی جاتی ہے۔

دینی علمی خدمات:

شارع اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے ہر مرد و زن مسلمان پر علم دین کا حاصل کرنا لازم قرار دیا ہے مگر عام طور سے مسلمان اس سے غافل و بے خبر تھے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے ان کو اس جانب متوجہ ہونے کے لئے اولاً واعظین مقرر فرمائے اور اہل خدمات شرعیہ کے تعلیم یافتہ افراد کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان کے اپنے فرائض کی تکمیل کے لئے مقرر فرمایا اور اس کے ساتھ متعدد مدارس کھلوائے۔ ہندوستان میں اس قسم کے جو مدارس قائم تھے انکی فہرست طلب فرما کر ان کی نوعیت کار کے لحاظ سے حکومت کی جانب سے رقمی امداد جاری کروائی جسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) مدرسہ کولھاپور ۳۰۰ روپیہ ماہانہ (۲) مدرسہ بدایون ۱۲۵ روپیہ ماہانہ (۳) مدرسہ میواڑ اودھے پور ۱۲۵ روپیہ ماہانہ (۴) مدرسہ سبحانیہ الہ آباد ۱۰۰ روپیہ ماہانہ (۵) مدرسہ فتح پور ۵۰ روپیہ ماہانہ (۶) مدرسہ اجمیر شریف ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ۔

مسجد آسٹریلیا کی تعمیر کے لئے چالیس ہزار اور بصرہ کی مسجد کے لئے خطیر رقم منظور کروا کر بھجوائی گئی۔

کتب خانہ آصفیہ:

حیدرآباد میں عوام کے مطالعہ کے لئے کتب خانہ قائم کیئے جانے کی تحریک فرمائی ملّا محمد عبدالقیوم اور عماد الملک کی تائید سے ۱۳۰۸ھ میں کتب خانہ آصفیہ قائم کیا گیا۔ جو تا حال قائم ہے اور جس سے عوام علمی استفادہ کیا کرتے ہیں۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ:

عربی علوم وفنون کی قابل طباعت کتابوں کے لئے قیام دائرۃ المعارف کی تحریک فرمائی جو مذکورہ ہر دو بزرگوں کی تائید سے منظور ہوئی۔ اور سب سے پہلے اس میں حدیث کی جامع ضخیم کتاب کنز العمال کی اشاعت عمل میں آئی جس کو مولانا علیہ الرحمہ نے بزمانہ قیام مدینہ منورہ بصرف زر کثیر نقل کروایا تھا اور وہ کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ کی گئی جنکو مولانا مرحوم نے نقل کروایا تھا اور سلسلہ طباعت جاری رہا اور جاری ہے اور اب تک کئی سونادر و نایاب کتابیں شایع ہو چکی اور اس علمی دائرہ کی وجہ سے بیرون ہند حیدرآباد دکن کی نہایت ہی قدر و منزلت ہے۔

مجلس اشاعت العلوم:

احاطہ مدرسہ نظامیہ میں اشاعت العلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا کہ جس میں دینی ضروری معلومات پر مشتمل محققانہ کتابیں شائع ہوں چنانچہ اس وقت تک اس ادارہ سے تقریبا (۱۰۰) کتابیں شائع کی گئیں (۱۴) اور ہر کتاب اس لائق ہے کہ اس سے عام مسلمان واقف ہوں خود مولانا مرحوم نے اپنی تالیفات وتصنیفات بھی اسی ادارہ سے شائع کروائیں جن میں سے حسب ذیل کتابیں کئی مرتبہ طبع کرائی گئیں۔

۱۔ انوار احمدی:

اس کتاب میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل حضور پر درود بھیجنے کے فوائد صحابہ کرامؓ اولیاء عظامؒ کے آداب اور دیگر ضروری مسائل کی تحقیقات ہیں۔ کتاب ہر مسلمان کے مطالعہ کے لائق ہے۔

۲۔ مقاصد الاسلام حصہ اول:

اس حصّہ میں تمدن، اخلاق، فقہ، کلام پر تحقیقی مباحث ہیں۔

حصہ دوم:

اس میں معجزات، کرامات اور مرزا صاحب قادیانی کا معقول رد ہے۔

حصہ سوم:

تخلیق آدم، معرفت الٰہی، روح، نفس ناطقہ، تصوف وغیرہ مفید امور پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔

حصہ چہارم:

علم، اہل علم کی فضیلت، اسلام پر معترضین کے اعتراضات کے معقول جوابات دئے گئے ہیں۔

حصہ پنجم:

ضرورت عبادت، جزا وسزا، جنت و دوزخ، اہلبیت کرام، خلافت، خلفاء اربعہ پر مباحث قابل دید ہیں۔

حصہ ششم:

اسلام میں فتنہ وبغاوت کی تاریخ، حصول ولایت، تقوی، مسئلہ جبر وقدر پر عالمانہ مباحث ہیں۔

حصہ ہفتم:

عجائب جسمانی، تجدد امثال، اقسام وحی، ارادت مریدی، عذاب قبر، مختلف مضامین کی تحقیق ہے۔

حصہ ہشتم:

اصلاح تمدن، سلطنت اسماء حسنیٰ، ایمان واسلام وسوسہ شیطانی۔ سماع موتی پر مدلل مباحث ہیں۔

حصہ نہم:

معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل، فطرت شناخت محبت ومخالفت، ضرورت محبت، دنیا وبت پرستی وغیرہ عام معلومات پر عالمانہ بحث بحوالہ کتب معتبرہ''۔

حصہ دہم:

کمال ایمان حضرت صدیق اکبرؓ، عدل فاروقی، صبر و استقلال حضرت خالدؓ۔ مسئلہ بیعت، ندائے یا محمد ﷺ و دیگر مہمات مسائل پر مشتمل ہے''۔

حصہ یازدہم:

وہابیہ کے خیالات، اللہ نور السمٰوٰت والارض کی تفسیر، ضرورت اتباع صحابہ، مختلف علوم کی تحقیق۔

حقیقۃ الفقہ حصہ اول ودوم:

حدیث، فقہ، اجتہاد کی ضرورت پر شرح وبسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

کتاب العقل:

عقل کی اہمیت وفضیلت، امور دینیہ میں عقل کا کس حد تک دخل ہے۔ حکمت قدیمہ وفلسفہ جدیدہ کے مخالف مذہب کے اعتراضات کا شافی جواب کتب مندرجہ بالا سے حضرت شیخ الاسلام کے تبحر علمی ومعلومات علمی کا پتہ چلتا ہے۔

افادۃ الافہام حصہ اول ودوم:

مرزا صاحب کے ازالۃ الاوہام کا معقول جواب کتاب مذہب قادیانی کا آئینہ ہے جس میں اس کے خدوخال نمایاں ہوجاتے ہیں اکثر حضرات نے مذہب قادیانی کی تردید میں اس کتاب کو پیش نظر رکھا ہے۔

انوار الحق:

اس کتاب میں مرزا صاحب کی تردید۔ وہابیت کا ابطال' ابہام اوراس کے اقسام پرنہایت شرح وبسط سے بحث کی گئی ہے۔

ان کتب کے علاوہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے دیگر مفید کتب بھی ہیں یہ کتب اور دیگر علماء کی ایسی کتابیں جن کے مطالعہ کی دورِ حاضر میں شدید ضرورت ہے دفتر اشاعت العلوم واقع احاطہ جامعہ نظامیہ سے مل سکتی ہیں۔

مدرسہ نظامیہ کا قیام:

۱۲۹۲ھ میں مدرسہ نظامیہ کا قیام اس مقصد سے کیا گیا کہ ہمیشہ اہل علم کی ایک جماعت پیدا ہوتی رہی اورعلم دین وعربی کی حفاظت واشاعت کا فریضہ انجام پاتے رہے اسکے ساتھ دارالاقامہ بھی قایم کیا گیا جس میں طلباء کے قیام' طعام' لباس' کتب درسیہ اور دیگر ضروریات کامنجانب مدرسہ انتظام بھی رکھا گیا۔ یہ دینی علمی ادارہ ابتداء بہ شکل مکتب تھا۔مولانا علیہ الرحمہ نے ہندو بیرون وہند کے جید علماء کو مقرر فرماکر درس نظامیہ کو جاری فرمایا جسکے فیوض وبرکات سے صدہانامی گرامی علماء نکلے جوشہرہ افاق ہیں۔اس کی وجہ سے مدرسہ کی بھی شہرت دوردورتک پہنچ گئی اوراقطاء عالم افغانستان' بلوچستان' بخارا' پنجاب' بنگال وغیرہ سے طالبان علوم اس مدرسہ میں شریک ہوئے اور فارغ ہوکراپنے اپنے وطن کو واپس ہوئے اورعلم دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ دارالاقامہ میں رہنے والے طلبہ کی اس وقت تعداد پانچسو سے متجاوز تھی مگراس وقت دیڑھ سو کے اندر ہے کیونکہ انقلاب حکومت کے بعد حکومتی امداد مسدود ہوگئی اور مدرسہ مالی پریشانیوں سے دوچار ہے۔مقام عبرت ہے کہ جس مدرسہ کے بانی نے دیگر مدارس کو امداد جاری کروائی تھی آج ان ہی کا یہ مدرسہ محتاج امداد ہوگیا ہے اب تمام تر ذمہ داری مسلم قوم کے ذمہ ہے خصوص وہ جو تاجز' فن کار اور سرمایہ دار ہیں امید ہے کہ وہ اس کی جانب پوری توجہ مبذول فرمائیں گے اور اللہ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ موجودہ پریشانی باقی نہیں رہے گی اور مدرسہ علم دین کی بیش ازبیش خدمات انجام دے گا۔

مدرسہ نظامیہ کی مقبولیت:

حضرت بانی مدرسہ شیخ الاسلامؒ نے کتاب ''مقاصد الاسلام'' (۱۵) میں ایک بزرگ کا خواب نقل فرمایا ہے جس سے جامعہ ہذا کی اہمیت اور باگاہ رسالتؐ میں اس کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماہیں اورکل اسناداس غرض سے طلب فرمارہے ہیں کہ خود بھی ان کو دستخط سے مزین فرمائیں۔و الحمد للہ علی ذلک

اسباب سے زیادہ مسبب پرنظر:

ارشادالہٰی ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۱۶) جس کا اللہ پر بھروسہ ہوتواللہ اس کے لئے کافی ہے اوریَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۱۷) ایسی جگہ سے روزی پہونچاتا ہے۔ جہاں اس کا خیال وگمان بھی نہ تھا۔یعنی اسباب جواللہ تعالی کے پیدا کردہ ہیں اُنکو صحیح طریقہ سے ضروراستعمال کیا جائے انکوترک کرنا مناسب نہیں مگر بھروسہ ذاتِ اِلہ پر رکھا جائے کہ وہی ہر چیز کا خالق ہے اور ہر بات کا کارساز ہے مولانا ممدوح بھی اسی پر کاربند تھے۔

چنانچہ آپ جس طرح اپنے معاملات میں اللہ عزوجل کی ذات پر بھروسہ فرماتے تھے' اسی طرح مدرسہ نظامیہ کے معاملہ میں بھی توکل پیش نظر تھا آپ نے فرمایا کہ خرچ کو ہمیشہ آمد سے زاید رکھنا

چاہتے تا کہ احتیاج الی اللہ باقی رہے، ہم تو یہ سمجھے ہیں کہ یہ ان لوگوں کیلئے مناسب ہے جن کے پیش نظر ہمیشہ خدائے تعالی اور اس کا قادر مطلق اور رزاق ہونا ہو۔ ورنہ ہم جیسوں کے لیے تو وَلَاتَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۱۸) ہی بہتر ہے۔ وفات سے کچھ روز پہلے جب آپ نے مدرسہ کی مجلس انتظامی بدلی تھی تو بعض اراکین نے چاہا کہ مدرسہ کا ایک موازنہ مرتب کریں اور اخراجات کو اس سے بڑھنے نہ دیں اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک بات کہتا ہوں غالبًا آپ حضرات اس کو پسند نہیں فرمائیں گے وہ یہ کہ جس طرح میں نے مدرسہ کو توکل پر چلایا ہے اسی طرح آپ بھی طلبہ کی تعداد مقرر کی نہ ان کے اخراجات کا کوئی اندازہ کیا یہی وجہ ہے کہ اب تک برابر طلبہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور اضافہ طلبہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے آمدنی بھی بڑھادی۔ (۱۹)

وفات:

۱۳۳۶ھ کے اوائل میں مرض سرطان کا حملہ ہوا اور یہ اندر کا اندر بڑھتا ہی گیا اس کی اطلاع حضور نظام آصف سابع کو جو اس وقت بمبئی میں تشریف فرما تھے، ذریعہ ٹیلی گرام اطلاع دی گئی وہاں سے ہدایت آئی: ڈاکٹر ارسطو یار جنگ اور چند قابل سرجن اور ڈاکٹروں سے معائنہ کراکے ان کی رائے لیں۔ بعد معائنہ اس پر اتفاق ہوا کہ اپریشن کرنا ضروری ہے چنانچہ ڈاکٹر ارسطو یار جنگ نے آپریشن کیا۔ آپریشن کے بعد مولانا پر بے ہوشی طاری رہی آپریشن کے تین گھنٹہ بعد روز پنجشنبہ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ کا ہلال افق مشرق پر نمودار ہوا اور یہ آفتاب علم و عمل غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ مکہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور بموجب فرمان خسروی۔

جس مدرسہ سے مولوی صاحب کو لگاؤ، محبت شغف تھا اور جس مقام سے مولانا کو از جوانی تا پیرانہ سالی تعلق تھا وہیں رکھنا مناسب ہے۔ (یعنی جامعہ نظامیہ کے صحن میں)

جامعہ نظامیہ میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے انتقال پر آج (۶۹) سال ہوئے (۲۰) مگر مدرسہ سے مولانا کو جو تعلق تھا وہ برقرار ہے۔ کیونکہ حضرت علیہ الرحمہ کو مدرسہ سے روحانی تعلق تھا۔ روح جسم سے علحدہ ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (۲۱) (راہ خدا میں جو قتل کئے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو) روح پر موت کا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ روح بدن سے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے وہ بدن کی طرح عرض نہیں بلکہ بذاتہ قائم ہے وہ خود کو اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے۔ معقولات کا ادراک کرتی ہے۔ مومنین کے ارواح اجسام نورانی ہیں اور اپنے حُسن عمل سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور نعیم جنت کے ادراک سے خوش حال رہتی ہیں۔ اسی لئے اہل سنت و جماعت کے نزدیک وفات اولیاء کے بعد بھی ان کی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اس مضمون میں مولانا کے کرامات کا عنوان نہیں رکھا گیا جس قدر حالات بیان ہوئے وہ تمام از قسم کرامات ہی ہیں۔

اقسام کرامات:

کرامات کی دو قسمیں ہیں: حسّی، معنوی عام لوگ حسی کرامات اور صاحب کرامات کو ولی سمجھتے ہیں حالانکہ معنوی کرامت خاص اہل اللہ میں موجود رہتی ہے جن میں سب سے زیادہ بزرگ کرامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے آداب شریعت کی حفاظت کرائے اور اخلاق کریمہ پر عمل کرنے اور بُری باتوں سے بچنے کی توفیق دے واجبات اور سنن کی بر وقت ادائی کا اس کو خوف رہے۔ خیرات و صدقات کی

طرف سبقت کرے، حقد وحسد اور ہر بُری صفت سے قلب کو پاک کرے اعمال صالحہ سے آراستہ ہو۔ محققین کے نزدیک یہ ایسی کرامت ہے جس میں مکر واستدراج کو دخل نہیں مولانا علیہ الرحمہ کی زندگی میں یہ جملہ مذکورہ امور بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس کرامت معنوی کے ساتھ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے زندگی کے بعد بھی کرامت حسّی کا ظہور ہوا مگر ان کے بیان سے عوام کو کوئی معتد بہ فائدہ نہیں۔ کرامت حسّی کا ظہور صاحب کرامت کے عنداللہ اکرام واعزاز کی دلیل ہے۔ مولانا علیہ الرحمہ کے بعد مدرسہ پر جس قدر آفات ومصائب آئے جاننے والے جانتے ہیں کہ ان کی مدافعت میں مولانا علیہ الرحمہ کی روح پرفتوح ہی کارگررہی ہے۔ اوران شاء اللہ آئندہ بھی مولانا کی روح مقدس مدرسہ کی جانب متوجہ رہی گی حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب پانی پتی ؒ تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

''بہت سے اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور دشمنوں کو برباد کرتے رہے ہیں اور جنکو اللہ چاہتا ہے انکو اللہ کا راستہ بھی دکھاتے رہے ہیں۔ (۲۲)

نجیبہ بیگم صاحبہ آپ کی ایک مریدہ ہیں جن کو مولانا سے رشتہ داری بھی تھی۔ کثرت ذکر سے ان کا قلب اتنا صاف ہوگیا تھا کہ ان کے انکشافات صحیح ہوتے تھے جس کا ذکر خود مولانا نے بھی بارہا فرمایا تھا۔ اس لئے وصال کے بعد راقم نے ان سے خواہش کی کہ آپ مولانا کے کچھ مراتب باطنی بیان فرمائیں تاکہ درج سوانح کروں چنانچہ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی مراقبہ میں مولانا کا تصور کیا ہے تو آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں آبرو سے نور کی زبردست شعائیں نکل کر آسمان تک جاری ہیں اور آپ بے خود ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو یہ مرتبہ محض اعلاء کلمہ حق اور اشاعت دین مصطفوی کی وجہ سے حاصل ہوا۔ بی بی صاحبہ ہمیشہ فتوحات مکیہ کے حلقہ درس سے استفادہ کے لئے قریب کے ایک کمرے میں بیٹھتیں اور سنتی تھیں ان کا بیان ہے کہ میں نے بارہا حضرت غوث پاک کو حلقہ درس میں تشریف لاتے دیکھا ہے۔ کبھی کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے، کبھی بیٹھ بھی جاتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہوتا ہے۔ ایک دفعہ بہ وقت درس حضرت سردار دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ ایک دوسرے کمرے میں تشریف فرما ہیں اور مولانا درس دے رہے ہیں اسی طرح آنحضرت بھی درس میں مصروف ہیں ایک اور دفعہ مولانا کسی اہم مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رک جاتے تھے میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے حضرت سرور دو عالم ﷺ حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں۔ آپ کے رک جانے سے آنحضرت ﷺ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ حل مضمون سے قاصر ہوگیا ہے اور مولانا کی جانب توجہ فرمائی۔ جب توجہ پاک سے مضمون حل ہوگیا تو رسول انور ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقۂ درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی (۲۳)۔

اعلحضرت کی مزار شریف پر حاضری:

اعلحضرت نواب آصفجاہ سابع وصال کے تقریباً ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بعد بمبئی سے تشریف لائے۔ اور رونق افروز حیدرآباد ہوتے ہی مولانا کی مزار شریف پر تشریف فرما ہوکر فاتحہ خوانی کے بعد دیر تک فیض

حاصل فرماتے رہے اور تعمیر مزار مبارک اور عود وگل اظہار افسوس وعقیدت کے لئے جو فرمان شرف صدور لایا ہے وہ اس قابل ہے کہ یہاں درج کیا جائے ناظرین یہ معلوم کرلیں کہ شاہ والا جاہ کے دل میں مولانا کی کیا وقعت تھی۔

فرمان مبارک:

''مولوی محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس وتورع وایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامتہ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم کے اور میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے متمتع ہوتے ہیں مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا۔ اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہارمی امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہونچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کرسکے گا بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہونچا اور مجھکو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ انکی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفہ ۲۵۔۲۵ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کئے جائیں یہ وظیفہ کس درجہ کے طالب علموں کو کس مدت کیلئے اور کن شرائط سے دیئے جائینگے اس کے متعلق علحدہ تجاویز پیش کرکے میری منظوری حاصل کی جائے۔ میرا یہ حکم جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے''۔

بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی ۱۲/رجب المرجب ۱۳۳۶ھ شرح دستخط مبارک اعلحضرت آصف سابع (۲۴)۔

حلیہ:

مولانا کا رنگ ہلکا سرخ وسفید، چہرہ کتابی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور ڈاڑھی گھنی تھی وصال کے وقت اکثر بال سفید ہوگئے تھے۔ قد بالا سینہ کشادہ، اور جسم دوہرہ ورزشی اور مضبوط تھا۔

شعروشاعری:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بوجہ منصب نبوت ورسالت شعر گوئی مناسب نہ تھی مگر احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آپ اشعار کو پسند فرماتے تھے اور شعراء سے اشعار سنانے کی فرمائش کرتے اور اشعار سنکر لطف اندوز ہوتے اور دادِ سخن دیتے چنانچہ حضرت لبیدؓ کے شعر سے متعلق فرمایا کہ حق ترین بات لبید کا قول ''اَلاَ کُلُّ شَیئٍ مَاخَلاَ اللّٰہ بَاطِلٌ '' ہے یعنی اللہ کے سوا ہر چیز مٹ جانی والی ہے۔ اسی کے پیش نظر مولانا علیہ الرحمہ نے بھی اس وقت کی مروجہ زبان فارسی اور عام بول چال اُردو میں اشعار کہے جن کا مجموعہ شمیم الانوار کے نام سے دفتر اشاعت العلوم نے شائع کیا ہے۔ اس میں سے ایک اُردو نظم درج ذیل ہے ہر شعر حقائق کا خزینہ معارف کا گنجینہ اور اسرار کا دفینہ ہے۔

نظم

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے
ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے

الٰہی یہ دل ہے کہ مہمان سرا ہے
چلے آتے ہیں کارواں کیسے کیسے
شیاطین وجن وملک جملہ عالم
ترے در پہ ہیں پاسباں کیسے کیسے

❁❁❁

حواشی وحوالہ جات

(۱) حضرت یتیم شاہ مجذوب قدس سرہٗ حضرت سانگڑے سلطانؒ کے روضہ کے راستہ میں مسجد سے متصل رہتے تھے۔ ہمیشہ دلی جوش اور مستانہ حالت میں ہر طرف بلند آواز سے بڑ لگاتے پھرتے تھے۔ اگر کوئی آپ سے دلی مراد کا طالب ہوتا تو وہ ان سے پوری ہوتی۔ ہر ہفتہ بازار کا چکر لگاتے اور جو غلہ وغیر ہاتھ لگتا سب کا مجموعہ ایک دیگ میں پکاتے پہلے اپنے اطراف کی بلیوں کو کھلاتے پھر دوسروں کو دیتے اور اگر جی چاہتا تو خود بھی کچھ کھا لیتے۔ اکثر لوگ اس ''دیوانی ہانڈی'' کے شیدائی تھے کہتے تھے کہ اس جیسا ذائقہ کسی کھانے میں نہیں ملتا۔ راقم (مولف) نے بھی بچپن میں ان کی زیارت کی ہے اگر کوئی لذیز کھانے پیش کرتا تو لکڑی سے مار بھگاتے اور ناشائستہ الفاظ کہتے۔ مدار خان نامی ایک سپاہی آپ کا سچا معتقد تھا۔ مار کھاتا اور گالیاں سنتا لیکن آپ کے ساتھ رہتا۔ ایک دفعہ آپ کی مسجد کے صحن میں سو رہا تھا آدھی رات کو کسی ضرورت سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ مجذوب صاحب کی جگہ ایک قوی شیر بیٹھا ہوا ہے، کانپنے لگا کہ شاید شیر نے مجذوب صاحب کو لقمہ بنالیا ہے اور ان کی جگہ بیٹھ گیا ہے۔ پھر کچھ ہی دیر بعد دیکھتا ہے کہ مجذوب صاحب اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ صبح اٹھا تو اپنی مراد پا چکا تھا یعنی وہ مجذوب صاحب کے رنگ میں رنگ چکا تھا۔ مجذوب صاحب کی وفات کے بعد یہ ان کا قائم مقام ہوا ان دونوں پیر و مرید کی قبریں اسی مسجد کے صحن میں واقع ہیں۔ راقم اکثر فاتحہ گذارتا ہے۔

(ماہنامہ محبوب حیدرآباد، ص ۲۵، جون ۲۰۰۶ء، بحوالہ ''انوار القندہار، حضرت شاہ محمد رفیع الدین فاروقیؒ، فارسی سے اردو ترجمہ: ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ قادری ملتانی)

(۲) مطلع الانوار رمولانا مفتی محمد رکن الدینؒ رناشر جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ ۱۴۰۵ھ

(۳) رسالہ ''حل المغلق فی بحث المجھول المطلق''

(۴) القرآن الحکیم، سورۃ الطلاق، آیت ۴

(۵) القرآن الحکیم، سورۃ الانشراح آیت ٦

(٦) ۲۲ جلدوں میں ایڈیٹنگ کے بعد دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد الہند سے شائع ہو چکی ہے۔

(۷) القرآن الحکیم، سورۃ القلم، آیت ۴

(۸) حضرت علی متقیؒ کنز العمال جلد ۳، حدیث نمبر ۵۲۱۷، مطبوعہ مؤسۃ الرسالہ، بیروت لبنان۔ 1979ء

(۹) القرآن الحکیم، سورۃ الاعراف، آیت ۳۱

(۱۰) القرآن الحکیم، سورۃ النور، آیت ۳۷

(۱۱) حضرت مولانا محمد رکن الدین صاحبؒ تلمیذ شیخ الاسلام مفتی اول جامعہ نظامیہ حیدرآباد

(۱۲) حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ ۴ حج ادا فرمائے جیسا کہ خود حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف مقاصد الاسلام حصہ چہارم ص ۴۱ میں تحریر فرمایا ہے۔

(۱۳) القرآن الحکیم، سورۃ التغابن، آیت ۱۴

(۱۴) ۱۵۰ سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔

(۱۵) حضرت شیخ الاسلام رماہنامہ الندوہ شعبان ۱۳۲۲ھ

(۱٦) القرآن الحکیم، سورۃ الطلاق، آیت ۳

(۱۷) القرآن الحکیم، سورۃ الطلاق، آیت ۳

(۱۸) القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۹

(۱۹) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ مطلع انوار صفحہ نمبر ۷۹۔۸۰

(۲۰) یہ اس وقت کی بات ہے جب معارف انوار لکھی گئی تھی۔ اب حضرت شیخ الاسلام کے وصال کو ۹۲ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

(۲۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۴

(۲۲) جلد اول صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

(۲۳) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ مطلع انوار صفحہ نمبر ۸۲

(۳۱) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ مطلع انوار صفحہ نمبر ۲۹۔۳۰

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ومنہاج العقیدہ

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

شریعت اسلامیہ کے مسائل دوقسم کے ہیں (۱) وہ جن کا تعلق صرف اعتقاد اور تصدیق قلب سے ہے (۲) وہ جن کا تعلق عمل سے ہے، پہلی قسم کا نام ''عقائد'' ہے اور دوسری قسم کو اعمال کہتے ہیں، عقائد اسلام کو اعمال اسلام سے وہی تعلق ہے جو درخت کی جڑ کو اس کی شاخوں اور عمارت کو اس کی بنیادوں سے ہوا کرتا ہے، اصل الاصول عقائد توحید، رسالت، قیامت ہیں، علم العقائد کے تمام مسائل انہیں تین اصولوں کی فروع اور شاخیں ہیں جن پر ایمان ہر مسلمان کیلئے فرض عین ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اس لئے شریعت اسلامیہ نے ہر معاملہ میں اعتقادات ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا سیاسیات فطرت انسانی کا لحاظ کرتے ہوئے متوازن رہبری کی اور مسلمانوں کے سامنے ایسی شاہراہ رکھ دی جو افراط وتفریط سے پاک، غلو وتنقیص سے منزہ اور ہر قسم کے معائب سے محفوظ ہے، مسلمانوں کو ''امتِ وسط'' کے لقب سے سرفراز کیا گیا، اس کے معنی وہ ملت ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں افراط وتفریط سے بچ کر توسط کے راستہ پر قائم رہتی ہے، اسلام توازن واعتدال اور کمال وجمال کا مذہب ہے یہی توسط اسلامی تعلیمات کی روح بھی ہے اور مذہب کی جان بھی۔ شریعت کی تشکیل وتکمیل میں توسط دستوری واساسی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ فرمان نبوی ہے ''خیر الامور اوسطھا'' بہترین معاملہ وہ ہے جو درمیانی ہو۔ امر کا اطلاق ہر چیز پر ہوتا ہے، اعتقادات کے باب اور ایمانیات کے مسئلہ میں جو کہ پہلی اور بنیادی سیڑھی ہے اس میں بھی یہی پابندی ہے کہ افراط وتفریط سے بچیں اور معتدل طریقہ اپنائیں، ملت اسلامیہ کے نفوس قدسیہ اسی راہ پر گامزن اور داعی رہے بانی جامعہ نظامیہ، حامی کتاب سنت، ماحی شرک وبدعت، شیخ الاسلام، حضرت امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ شیخ العرب والعجم حضرت امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ) رقمطراز ہیں۔

''دوسرے اَدیان میں افراط وتفریط کا ہونا اور دین اسلام اس سے بری ہونا اس سے ثابت ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی توحید میں افراط وتفریط ہے اور دین اسلام میں توسط، دیکھئے یہود خدائے تعالیٰ میں صفات نقص بندوں کے ثابت کرتے ہیں چنانچہ اسکو معاذ اللہ فقیر کہتے ہیں، اور ان کا قول ہے کہ خدائے تعالیٰ جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تو معاذ اللہ تھک گیا، اور نصاریٰ مسیح ابن مریم اور اللہ کے ثالثِ ثلاثہ ہونے کے قائل اور اَحبار اور رُہبان کیلئے ربوبیت ثابت کرتے ہیں دیکھئے یہود نے خدا تعالیٰ کو بندوں کے برابر کردیا اور نصاریٰ نے بندوں کو خدا کے ہمسر بنادیا، بخلاف اہل اسلام کے کہ خدائے تعالیٰ کو تمام نقائص سے منزہ اور بری سمجھتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ مقربان بارگاہ الٰہی کی عظمت اس حد تک کرتے ہیں کہ شانِ کبریائی تک نہ پہونچنے پائے۔

اسی طرح مسئلہ نبوت میں بھی افراط وتفریط ہے چنانچہ

یہود انبیاء کی توہین کرتے ہیں بلکہ قتل کرڈالتے تھے اور نصاریٰ حواریوں کو بھی رسول سمجھتے اور ان کی اتباع کو مثل انبیاء کی اتباع کے بالذات لازم سمجھتے ہیں بخلاف اہل اسلام کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو وہ بالذات ضروری سمجھتے ہیں اور علماء کی اطاعت بھی کرتے ہیں مگر اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی علیہ وسلم کے احکام کو انہوں نے خوب سمجھا ہے، تلاش کرنے سے بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں کہ دوسرے ادیان میں افراط وتفریط ہے، اور ہمارا دین متوسط ہے کیوں نہ ہو حق تعالیٰ فرماتا ہے و کذالک جعلنکم امۃ وسطاً ."(۱)

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ آگے مزید تحریر فرماتے ہیں:

"پھر جس طرح ہمارا دین متوسط ہے اسی طرح اہلِ سنت کا مذہب بھی متوسط اور افراط وتفریط سے دور ہے، دیکھئے صفاتِ الٰہیہ میں کس قدر افراط وتفریط ہے معتزلہ تو ان کی بالکل نفی ہی کر دیتے ہیں اس وجہ سے کہ قدم خاص صفتِ الٰہی ہے اگر کُل صفات بھی قدیم ہوں تو تعدّدِ قدماء لازم آئیگا جیسا کہ مواقف کے باب وغیرہ میں لکھا ہے، اور مجسمہ جتنے آیات واحادیث صفات کے باب میں وارد ہیں سب کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں چنانچہ انکا اعتقاد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی صورت ظاہری انسان کی سی ہے ان کے خدا کا قد سات بالشت کا ہے گوشت وغیرہ سے مرکب دوموبہ نورانی تاج اوڑھے عرش پر ٹیکا لگائے بیٹھا ہے، سب اعضاء اس کے ہلاک ہوجائیں گے مگر چہرہ باقی رہیگا جیسا کہ مواقف اور تلبیس ابلیس اور تمہید میں لکھا ہے،

دیکھئے کس قدر افراط وتفریط ہے بخلاف انکے اہلِ سنت وجماعت خدائے تعالیٰ کے ان تمام صفات کو مانتے ہیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں مگر اسکے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس طرح اس نے فرمایا ہے "لیس کمثلہ شیئی و ھو السمیع البصیر" اس کا کوئی کسی بات میں مثل اور شبیہ نہیں نہ اس کی سماعت اعصاب سے متعلق ہے نہ بصارت آنکھ کے پردوں سے کیونکہ ہر صفت موصوف کی شان کے لائق ہوا کرتی ہے جیسے خدائے تعالیٰ جسمانیت اور لوازم جسمانیت سے منزہ ہے اسکے صفات بھی منزہ ہیں چوں کہ ہم لوگ اس قسم کی صفات جسمانیات میں دیکھتے ہیں اس لئے عموماً خیال اسی کی طرف منتقل ہوتا ہے حالانکہ غور کیا جائے تو ان امور کو جسم سے عقلاً کوئی تعلق اور مناسبت نہیں سماعت اور کان کے پٹھے کو خیال کیجئے تو دونوں میں کوئی ذاتی علاقہ نہ سمجھا جائیگا اور ممکن نہیں کہ عقل دونوں میں تعلق ثابت کر سکے، اسیطرح اور صفات کا بھی حال ہے بہرحال مسلمان کا کام یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جسطرح اپنے صفات کی خبر دی ہے اس کو اعتقاداً مان لے اور اس کی کیفیات کو علم الٰہیٰ پر حوالہ کردے اور ہر صفت میں مایلیق بشانہ خیال کیا کرے کیونکہ عقلاء نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ قیاس الغائب علے الشاہد صحیح نہیں غرضکہ اہل سنت وجماعت کا مذہب صفات الٰہیہ میں افراط وتفریط سے بری اور متوسط ہے، حضرت شیخ الاسلام آگے مزید تحریر فرماتے ہیں

"مواقف میں لکھا ہے کہ شیعہ میں ایک فرقہ ہے جس کو"

مفوضہ'' کہتے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے تمام دنیا کا پیدا کرنا آپ سے متعلق کر دیا، وہابیہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ بھی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے، اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ بیشک آدمی ہیں مگر آدمیوں سے بلکہ تمام عالم سے افضل ہیں خدائے تعالیٰ نے آپ کو ''رحمۃ للعالمین'' بنایا اور ''علمِ اولین وآخرین'' آپ کو عطاء ہوا اس کے سوا اور بہت ساری خصوصیتیں ہیں جن کو حقانی علماء خوب جانتے ہیں،

''کرّامیہ'' کہتے ہیں خدائے تعالیٰ جس حادث کی طرف ایجادِ خلق میں محتاج ہوتا ہے اس کو اپنے میں پیدا کرتا ہے یعنے ارادہ اور لفظ کن قدرت قدیمہ سے اپنے میں پیدا کرتا ہے، اور یہ حوادث چوں کہ اس میں موجود ہیں اسلئے وہ محل حوادث ہے ''جبّائیہ'' کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ اس ارادہ کی وجہ سے مرید ہے، اہل سنت کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ میں صفت ارادہ قدیم ہے البتہ اسکے تعلقات حادث ہیں اس سے اس ذات منزہ کا محل حوادث ہونا لازم نہیں آتا، غرضکہ اہل سنت وجماعت درجہ توسط میں ہیں''۔(۲)

امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ مذہب سنت وجماعت کی حقانیت کے متعلق رقم طراز ہیں۔

''اسلام میں قدیم سے جو مذہب قرناً بعد قرنٍ چلا آرہا ہے وہ مذہب ''اہل سنت وجماعت'' ہے اور اس کے سوا جتنے مذاہب ہیں سب حادث ہیں جنکا موجد ایک شخص ہوا کیا، مثلا مذہب قدریہ کا موجد معبد جہنی ہے جو صحابہ کے زمانہ میں تھا اور جس صحابی نے اسکی یہ بدعت سنی اس سے ابرای ذمہ کر کے اسکی مخالفت کا اعلان کیا اسی طرح مذہب اعتزال کا موجد واصل ابن عطا ہے جو تابعین کے زمانہ میں تھا، اسی طرح کل مذاہب باطلہ کا حال ہے جو مذہب اہل سنت وجماعت سے علحدہ ہو کر قرآن میں ایسی بدنما تاویلیں کرتے جو صراحۃً تحریف ہیں، اور اپنی مرضی کے مطابق بحسب ضرورت حدیثیں بنا لیتے اور جو حدیثیں اپنے مقصود کے مخالف تھے انکو موضوع قرار دیتے یا تاویلیں کرتے کیونکہ نئی بات کا موجد جو تمام امت موجودہ سے علحدگی اختیار کرتا ہے، جب تک ایسی کارسازیاں نہ کرے کوئی شخص اس کا ہم خیال نہیں بن سکتا، بخلاف اسکے اہل سنت وجماعت کو جو ہر ایک موجد کے زمانہ میں موجود تھے ایسی کاروائیوں کی ضرورت ہی نہ تھی اس سے ظاہر ہے کہ صرف اہل سنت وجماعت کا مذہب ایسا ہے جس میں کسی کے ایجاد کو دخل نہیں اور یہ مسلم ہے کہ ہمارا آسمانی دین کسی ایجاد اور اختراع کو جائز نہیں رکھتا، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے صاف فرمایا دیا کہ اس دین میں (۷۳) تہتر مذہب بنائے جائیں گے مگر وہ کل مذاہب ناری ہیں اور ناجی ایک ہی مذہب ہے کسی نے پوچھا وہ کونسا مذہب ہے فرمایا جسپر میں اور میرے صحابہ ہیں

كمافي المشكوٰة عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ وتفترق امتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار الاملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله ﷺ قال ماانا عليه واصحابي

روا ہ الترمذی وفی معناہ ما رواہ احمد وابوداؤد

اسی وجہ سے تابعین نے احادیث اور اقوال صحابہ کو محفوظ کرلیا تا کہ وہ ناجی مذہب ہاتھ سے جاتا نہ رہے اور ان کے بعد کے طبقات میں بھی ان کی پوری پوری حفاظت ہوتی گئی ہر چند اہلِ مذاہبِ باطلہ نے بہت کچھ فکریں کیں کہ اپنے خیالاتِ باطلہ کو دینی مسائل اور اعتقادات میں مخلوط کردیں چنانچہ طلاقت لسانی سے کام لیا بعض سلاطین کو اپنے ہمخیال بنا کر مسلمانوں پر دباؤ ڈالا، جلسازیاں کیں مگر بفضلہٖ تعالی ان کی کچھ نہ چل سکی، اوران کے تراشیدہ خیالات دین میں ایسے ممتاز رہے جیسے دودھ میں مکھی جنکو مسلمانوں نے نکال کر پھینکدیا اور بفضلہٖ تعالیٰ وہی خالص دین ہم تک برابر پہونچ گیا نحمداللہ علی ذٰلک۔(۳)

شیخ الاسلام مجدد الدعوۃ الاسلامیہ حضرت شاہ محمد انوار اللہ فاروقی رضوان اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ تحریر فرماتے ہیں:

عظمت نبی وآداب رسالت:

''شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے قرآن شریف صرف توحید اور احکام معلوم کرانے کے لئے نازل ہوا ہے مگر یقین ہے کہ جب ان آیات میں غور وتامل کیا جائے گا تو ضرور یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ قرآن شریف علاوہ ان احکام کے انخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آداب سے بھی روشناس کرتا ہے''۔(۴)

رسول کی توہین کا جواب:

آخری زمانے کے بعض لوگ رسول کے معنی ہرکارہ لیکر توہین کرتے ہیں کس قدر خدا تعالی کی مخالفت کی جارہی ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کے جوابات دیکر حضرت کی فضیلت ثابت کریں۔(۵)

حضورا کرم ''خاتم النبیین'' ہیں:

''وصف خاتم النبیین خاصہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو دوسرے پر صادق نہیں آسکتا اور موضوع لہ اس لقب کا ذات آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ عندالاطلاق کوئی دوسرا اس مفہوم میں شریک نہیں ہوسکتا پس یہ مفہوم جزئی حقیقی ہے''۔(۶)

جب حضور کا آخری نبی ہونا مسلم ہو چکا یہ بات بھی طئے ہوگئی کہ حضور کا کوئی مثل نہیں جیسا کہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہیں:

اس میں شک نہیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے مثل نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ خالق ہے اور آپ مخلوق، مگر یہ کہنا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جس طرح حق تعالی کا کوئی مثل نہیں، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مثل نہیں''۔(۷)

حضورا کرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ''نور'' ہیں:

مفسرین نے ''الم تر'' کے معنی **الم تعلم** لکھا ہے، مگر اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت اپنی نورانیت کے ساتھ اس وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے کہ ہاتھی آپ کو سجدہ کررہا ہے اور تمام لشکر کو پرندے ہلاک کررہے ہیں اور سب بھاگے جارہے ہیں''۔(۸)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضور نور تھے اس لئے آپ کا سایہ بھی نہ تھا۔ شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت کا جسم ہی نرالا تھا۔ دیکھنے کو تو پورا جسم مگر اس کا سایہ ندارد''۔(۹)

انکار حدیث:

حدیث کو بلاوجہ رد کردینا اس سے انکار کرنا سوا اس کے نہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن بنالینا ہے۔عیاذاباللہ۔اگر سمجھ میں نہ آئے تو سکوت چاہئے نہ یہ کہ حکم بالوضع کرنا (یعنی موضوع کہہ دینا) جو من وجہ رد ہے''۔(۱۰)

کثرت درود اہلسنت کی نشانی:

صرف ایک یا دو بار درود شریف ادائے فرض کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریریں کرنا کہ مسلمانوں کی رغبت کم ہو جائے مسلک اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے اور خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خلاف مرضی حق تعالی بھی ہے۔اعاذنا اللہ من ذالک''۔(۱۱)

صلاۃ وسلام عرض کرنے کا طریقہ:

جب کسی خاص وقت میں سلام عرض کرے تو چاہیے کہ کمال ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور دست بستہ ہو کر عرض کرے۔السلام علیک یا سیدنا رسول اللہ۔السلام علیک یا سیدنا سید الاولین والاخرین۔اسی طرح کے الفاظ کے ساتھ سلام کرے جن سے حضرت کی عظمت معلوم ہو۔(۱۲)

قیام تعظیمی:

اب یہاں شاید کوئی یہ اعتراض کرے کہ قیام عبادت کے مشابہ ہے اس لئے جائز نہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ، جب عین عبادت میں یہ سلام جائز ہوا تو مشابہ بالعبادہ میں کیونکر جائز نہیں ہوگا۔(۱۳)

فقہ قرآن وحدیث سے ثابت:

ہر شخص میں صلاحیت نہیں کہ خود قرآن و حدیث سے وہ (مسائل) نکال سکے اس لئے علماء شکر اللہ سعیہم نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ مختلف آیات واحادیث اقوال صحابہ وغیرھم سے تحقیق کر کے ہر ایک مسئلہ مختصر الفاظ میں بیان کر دیا کہ ان میں یہ کرنا چاہئے، چنانچہ ایک مدت کی کوشش میں انہوں نے ہر ایک جزئی مسئلہ کا حکم قرآن وحدیث سے نکال کر ایک علم ہی مستقل مدون کر دیا جس کا نام فقہ ہے۔یہ ہے ''حقیقت فقہ''۔(۱۴)

اس لئے مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ غیر مذہب والوں کی صحبت اور انکی کتابوں سے پرہیز کریں کیونکہ گمراہی کا اندیشہ ہے جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

''غیر مذہب والوں کی مصاحبت (دوستی کرنا ساتھ رہنا) اور مکالمت (بات چیت کرنا) اور ادیان باطلہ کے کتابوں کے مطالعہ سے اعتقاد پر برا اثر پڑتا ہے، گو آدمی دیندار اور فاضل ہو۔(۱۵)

فرقہ وہابیہ وخوارج کی حقیقت:

''احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ فرقہ وہابیہ، خوارج کی ایک شاخ ہے مگر اس وجہ سے کہ نئے طور پر اس کا خروج ہوا اس لئے اس کا نام جداگانہ قرار پایا اور وہ فرقہ اپنے بانی کی طرف منسوب ہوا، اسی وجہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں۔مگر محتاط علماء نے جب یہ دیکھا کہ عوام الناس انہیں ضرور برا بھلا کہیں گے اور اس میں حضور کے نام مبارک کے لفظ کی توہین ہوگی اس لئے وہ وہابی کے نام سے موسوم کئے گئے۔(۱۶)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس:

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ذکر شریف کی مجلسیں ہوا کریں اور اس کی برکتوں سے مسلمان فیض یاب ہوتے رہیں تو اس سے کسی کا کیا نقصان؟(۱۷)

آثار مبارک کا ادب:

ہم آخری زمانے کے مسلمانوں کو کس درجہ کا ادب ان آثار

کے ساتھ کرنا چاہئے جن کا بطور واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونا لاکھوں کے عقیدوں سے ثابت ہے۔(۱۸)

صحابہ کرام، معیار حق:

ہم پر ان (صحابہ) کی حق شناسی اور تعظیم لازم ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے حق میں وجود دین باعث ہوئے اگر وہ جانفشانیاں نہ کرتے تو دین ہم تک نہ پہونچتا۔(۱۹)

فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت خدمت امامت جو ذات مبارک سے وابستہ تھی آپ کے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) تفویض فرمایا اور اپنا خاص مصلی یعنی سجادہ آپ کے حوالے کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع عام میں آپ کو اپنا سجادہ نشین قرار دیا۔(۲۰)

امور خیر کی پابندی:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک حدیث اور ترجمۃ الباب کے لکھنے سے قبل غسل کر کے مقام مقدس (قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور منبر شریف کے درمیان) میں دو رکعت نماز پڑھنے کا جو التزام کیا تھا۔ وہ نہایت خوش اعتقادی پر مبنی ہے۔ چند امور خیر کا کسی خاص امر میں التزام کرنا کوئی قباحت نہیں بلکہ مستحسن ہے۔(۲۱)

بیعت کی حقیقت:

چونکہ وہ بیعت سنت نبوی تھی اس زمانے میں فوت ہونے لگی تو بزرگان دین نے اس بیعت کا طریقہ جاری کر دیا اور اپنے مریدوں کو تلقین کی کہ اپنی جان و مال خدا کے ہاتھ بیچ دو۔ یعنی احکام الہی کی تعمیل کرو تو تمہیں خدا تعالی جنت دے گا۔ جب انہوں نے قبول کر کے بیعت کی یعنی ہاتھ میں ہاتھ ملایا اور حضرات نے بھی خدا کی طرف سے ہاتھ ملایا تو وہ اصل بیعت پوری ہوگئی۔(۲۲)

صالحین کا توسل:

اپنی حاجت روائیوں کے واسطے شفاعت طلب کرنا تو کسی طرح شرک نہیں ہوسکتا اب رہا یہ کہ وہ سنتے ہیں یا نہیں یہ مسئلہ دوسرا ہے اس کے دلائل کتب کلامیہ میں مذکور ہیں اتنا تو قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ خدا تعالی ان کو لوگوں کی باتیں سنا سکتا ہے۔ **کما قال الله تعالی ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من في القبور.**

جب یہ ثابت ہے کہ خدا تعالی ان کو زائرین کے باتیں سناتا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے تو دور رہنے والوں کی دل کی باتیں بھی ان کو سنا دے تو کیا تعجب ہے۔(۲۳)

بزرگوں کی بے ادبی:

اب بہت غور فکر کے بعد مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس (شیطان) نے بے ادبی کا دروازہ کھولا اور بے ادبی کو راست گوئی کا نام دیا۔ اب کیسی ہی ناشائستہ بات کیوں نہ ہو اس لباس میں آراستہ کر کے احمقوں کے دماغ میں اتار دیتا ہے اور کچھ ایسا بے وقوف بنا دیتا ہے کہ راست گوئی کی دھن میں نہ ان کو کسی بزرگ کی حرمت و توقیر کا خیال رہتا ہے اور نہ اپنے انجام کا۔(۲۴)

مسلمانوں کے راستہ سے ہٹنے کا انجام:

ہمارا دین و ایمان وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا اور وہ ہم تک نسلا بعد نسل پہونچا کیونکہ خدائے تعالی قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے کہ مسلمان لوگ جس راستے پر ہوں وہی

اختیار کرو اور جو کوئی اس راستے سے جدا ہوا وہ دوزخی ہے۔(۲۵)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ششم، صفحہ ۲۴۸ تا ۲۵۲)
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ششم، صفحہ ۲۴۸ تا ۲۵۲
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۴۴ تا ۴۵،
مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدر آباد

(۴)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی۔صفحہ 216،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۵)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ 11۔صفحہ 216،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۶)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی صفحہ 22، مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۷)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ 11 صفحہ 57،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۸)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ 11 صفحہ 47،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۹)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ 11 صفحہ 65،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۰)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، الکلام المرفوع صفحہ 53،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۱)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی صفحہ 139،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۲)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، صفحہ 26،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۳)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی صفحہ 175،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۴)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، حقیقۃ الفقہ صفحہ 3-2، مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۵)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، حقیقۃ الفقہ صفحہ 38،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۶)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، صفحہ 314،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۷)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی صفحہ 247،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۸)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی صفحہ 230،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۱۹)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام 10 صفحہ 23،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲۰)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ 10 صفحہ 9،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲۱)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، الکلام المرفوع صفحہ 53،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲۲)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ 10 صفحہ 57،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲۳)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ 4 صفحہ 86-87،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲۴)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی صفحہ 275،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

(۲۵)امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ 4 صفحہ 81،
مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدر آباد۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت مفسر قرآن حکیم

بقلم: مولانا محمد حنیف قادری نظامی، کامل الفقہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو مفسرین پیدا ہوئے ان میں تیرہویں صدی ہجری کی نابغۂ روزگار شخصیت، جامع الصفات ہستی، فضیلت جنگ شیخ الاسلام علامہ محمد انوار اللہ فاروقیؒ بھی شامل ہیں، جو بیک وقت قوم کے ریفار، علوم اسلامیہ کے محقق، ماہر تعلیم، محدث، فقیہ، صاحب تصنیف و تالیف اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اسلامیات کے علاوہ آپ کو ادب، فلسفہ، تاریخ جغرافیہ، طب، سائنس وغیرہ پر بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔ عربی فارسی اردو میں بے تکان لکھتے تھے، جس کی شاہد آپ کی اکثر تصانیف ہیں۔ ''تفسیرات انوار'' آپ کے رواں قلم اور شستہ تحریروں پر مبنی کتب انوار احمدی، مقاصد الاسلام (گیارہ حصے) افادۃ الافہام (دو حصے) انوار الحق، حقیقۃ الفقہ (دو حصے) کے ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے تفسیری نکات کا نقش جمیل اور آپ کے قرآنی افکار کی آئینہ دار ہے۔ جس کی خوبی یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے معانی کے درہائے نایاب کے حصول کے علاوہ دعوت اسلامی کی تفہیم و تدبر کا شعور نیز عصر حاضر کی اعتقادی و فکری نفسیات و زیغ کے کامل علاج کا نسخۂ کیمیاء بھی ہے۔ شیخ الاسلامؒ کے تفسیری نکات میں سوادِ اعظم کے مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور ترجمانی اور طرزِ بیان میں دل نشینی ملتی ہے، جس سے کلام خداوندی کو سمجھ کر پڑھنے کا داعیہ اور جذبہ ابھرتا ہے۔ یہ آپ کے قلم فیض رقم کا فیضان ہی ہے کہ وصال کے ۹۲ سال بعد بھی آپ کے رشحات آج بھی ارباب ذوق اور امت کے دانشور طبقہ کی راحت و فرحت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلامؒ کی قائم کردہ دانش گاہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل سپوتوں نے علم و ادب کی راہوں میں ہیروں کو تراشا ہے ان کی سنجیدہ علمی و قلمی کاوشیں زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور وقت کی ضرورتوں کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔

''تفسیرات انوار'' کے جامع و مؤلف مولانا محمد حنیف قادری کا شمار ایسے قلمکاروں میں ہوتا ہے، جو جامعہ کی اعلیٰ سند ''کامل الفقہ'' یافتہ، جواں سال محقق، خطیب، قرآن و سنت کے سرگرم مبلغ، باصلاحیت معلم ہونے کے ساتھ تصنیف، تالیف، تحقیق اور ترجمہ کا ذوق لطیف رکھتے ہیں۔ بانی و مادر علمی کی بے پناہ محبت کے وسیلے بڑی جانفشانی، کمال استعداد اور غیر معمولی کاوش کے ذریعہ قابل ستائش علمی خدمات انجام دی ہے، جیسا کہ انہوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے علمی و عرفانی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ''تفسیرات انوار'' کے پیش لفظ میں تحریر کیا ہے ''خواص کے ساتھ عوام کے فائدۂ کثیر کے لیے مختلف تصانیف میں لعل و موتی بکھیرے آپ کے عقائد و افکار، آراء و تدابیر، جو در اصل قرآن و حدیث کا خلاصہ و نچوڑ ہیں ان کو یکجا کرنا بے حد مفید اور وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اور مفکرِ اسلام مولانا مفتی خلیل احمد مدظلہ کے الفاظ میں ''تفسیرات انوار'' کی ترتیب کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ و اساتذہ

اورعوام کو یہ معلوم ہوجائے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کیا ہے اور یہ ثابت کیا جائے کہ غلط تفسیر وتشریح کی وجہ سے کس طرح گمراہی آتی ہے۔حضرت علیہ الرحمہ کا یہ اسلوب خاص رہا ہے کہ مسئلہ کو اپنی رائے یا قیاس کے ذریعہ سمجھانے کے بجائے قرآن وحدیث کے صحیح استدلال سے ثابت کرتے ہیں، اس کی وجہ سے ہر پڑھنے والا اور سننے والا متاثر ہوتا ہے اور حق کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی''۔ ویسے بھی یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآنی آیات یا اس کے تفسیر وترجمہ کا اثر اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب استفادہ کرنے والا خوش عقیدہ اور یقین پختہ کا حامل ہو۔تفسیرات انوار ''یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم'' کی توثیق کی شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے۔اکیسویں صدی کے مشینی مادہ پرست، جنس زدہ اور اخلاقی گراوٹ کے ماحول اور قرآنی آیات کی بے جا تاویلات، اسلاف کے اعمال وافکار اور اقدار پر مباحثہ ومناظرہ کی گرم بازاری میں یہ تفسیری جواہر جیسے جیسے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتے ہیں قارئین کے لیے نور افزائے بصارت وبصیرت ہوتے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے ''تفسیرات انوار'' عنایات الٰہی اور فضل نا متناہی ہے خدمت قرآن کی یہ توفیق لائق صد تبریک وتہنیت ہے۔ ''تفسیرات انوار'' شاہراہِ ہدایت کا سنگ میل، نوجوان نسل کی ذہنی، اعتقادی وفکری امراض کا سدباب ہے۔۷۰ اذیلی عناوین ۲۷۰ ڈیمی سائز صفحات، مشینی خطاطی، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل وطباعت، مفکرِ اسلام کی گراں قدر تقریظ کے ساتھ ممتاز عالم شیخ الحدیث مولانا محمد خواجہ شریف صاحب کے بنا کردہ جنوبی ہند کے دینی وعصری علوم کے امتزاج المعہد الدینی العربی شاہ علی بنڈہ میں واقع نشریاتی ادارہ مرکز احیاء الادب الاسلامی نے اس کو اہتمام سے شائع کیا ہے ذیل کے مضمون میں بطورِ تلخیص حضرت شیخ الاسلام کے چند تفسیری نکات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔(مرتب)

تخلیق کائنات کا اہم ترین مقصد معرفت محمدی:

حضور اکرم ﷺ کی شان "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی "ھے،وحی قرآن وحدیث دونوں پر شامل لھذا اس کے مضامین میں اختلاف نہیں پایا جاتا، ارشاد ھے "لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا" چنانچه حدیث شریف "لولاك لما خلقت الدنیا" (مواھب لدنیه) اور آیت مبارکه "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں تطبیق دیتے ھوئے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ھیں:

''پس اس حدیث شریف کو ایسی سمجھنا چاہیے جیسے آیہ شریفہ ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ''یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر تا کہ میری عبادت کریں اور ایک تفسیر میں'' تا کہ پہچانیں مجھ کو'' اب یہاں ایک دوسرا شبہ یہ پیدا ہوا کہ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جن وانس کی تخلیق عبادت یا معرفت کے لئے ہے اور حدیث ابن عباس ؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کے فضائل پر واقف کرانے کے لئے جواب اسکا یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ ہر کام میں ایک ہی مقصود ہوا کرے ادنی عقلمند کے ایک ایک کام میں کتنے اغراض ہوا کرتے ہیں چہ جائے کہ خدائے تعالی کا کام اور وہ بھی اتنا بڑا جو آفرینش عالم ہے اسمیں صرف ایک ہی مقصود رہنا کیا ضرور دیکھ لیجئے عناصر اربعہ سے کتنے کام لئے جاتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو عقل حیران ہوجائے، کیا تخلیق کے وقت یہ سب اغراض ومنافع پیش نظر نہ ہونگے، پھر اگر آفرینش ثقلین سے دونوں مقصود ہوں تو کیا قباحت لازم آئے

گی، بلکہ ثقلین اگر باحسن وجوہ عبادت کریں اور تقرب الٰہی انہیں حاصل ہو جائے تو حضرت ﷺ کا مرتبہ باحسن وجوہ سمجھ لیں گے، ہاں جن وانس کی نسبت اتنا لازم آسکتا ہے کہ ایک قصداولی ہو اور ایک قصد ثانوی اور ممکن ہے دونوں اولی ہوں، اگر کہا جائے کہ جب مقصود یہ تھا تو کفار نے پھر تصدیق کیوں نہ کی، سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہی اعتراض بعض لوگ آیہ شریفہ پر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ تخلیق عبادت کے لئے ہے پھر کفار عبادت کیوں نہیں کرتے، جو جواب اس کا دیا جاتا وہی جواب یہاں بھی ہوگا، حالانکہ کفار کا حضرت ﷺ کو جاننا خود قرآن شریف سے بھی ثابت ہو چکا، اگرچہ مناسب اس موقع کے اور احادیث ومباحث ہیں مگر بخوف تطویل اختصار کیا گیا ہے''(۱)۔

سلام عبادت محضہ کا حصہ ہے

تشہد میں سلام حکائی ہے یا انشائی ہے اس پر بحث کے دوران فرماتے ہیں سلام جب عبادت محضہ کا اک حصہ ہے تو دوسرے اوقات میں ہمیں اسکا کتنا اہتمام کرنا چاہئیے سلام کے وقت کھڑے ہونے پر ''قوموا لله'' کو جو معرض اعتراض میں لا یا جاتا ہے اسکا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الغرض جب کسی وقت خاص میں سلام عرض کرے تو چاہئیے کہ کمالِ ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور دست بستہ ہو کر **السلام علیک یا سیدنا رسول اللہ ﷺ السلام علیک یا سیدنا سید الاولین والآخرین** وغیرہ صیغہ جن میں حضرت کی عظمت معلوم ہو عرض کرے اب یہاں شاید کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قیام میں تشبیہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب عین عبادت میں یہ سلام جائز ہوا تو تشبیہ بالعبادت میں کیوں نہ ہو۔ اگر کہا جائے کہ ''**قوموا للہ قانتین**'' سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہئیے تو ہم کہیں گے کہ بے شک نماز کا قیام خاص اللہ تعالی کے واسطے ہے اور اگر مطلق قیام کی اسمیں تخصیص ہوتی تو لفظ للہ کی ضرورت نہ تھی خلاصہ یہ کہ اس آیہ شریفہ سے نماز کا قیام فرض ہوا نہ یہ کہ انحصار قیام کا اسمیں ثابت ہوا اگر یہی بات ہوتی تو کوئی قیام درست ہی نہ ہوتا حالانکہ جمہور محدثین وفقہاء کے نزدیک علاوہ اور مقاموں کے کسی کے اکرام کے واسطے کھڑا رہنا بھی درست ہے، چنانچہ اس مسئلہ کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں بشرح وبسط لکھا ہے''(۲)۔

یا ایہا النبی خطاب محمدی است

اللّٰہ تعالی نے حضور شفیع المذنبین ﷺ کو کہیں نام لیکر ندا نہیں فرمائی، بعض لوگ نام لیکر پکارنے لگے تو انکو لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا سے ادب سکھایا گیا۔

دعاء الرسول میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہو تو معنی ہوا رسول کا طلب فرمانا، اور مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہو تو ترجمہ ہوا رسول کو بلانا۔ اضافت فاعل کی طرف ہو یا مفعول کی ہر دو صورت میں ادب لازمی امر ہے۔ اسکی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اور بعض لوگ کبھی آنحضرت ﷺ کو بحسب عرف وعادت صرف نام کے ساتھ پکارتے ان کو ادب سکھایا گیا کہ:

"لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا "ترجمہ مت ٹھیراؤ رسول اللہ (ﷺ) کا بلانا درمیان اپنے اس کے برابر جو بلاتا ہے تم میں ایک کو ایک۔

الحاصل حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوارا ہے کہ اپنے حبیب کریم ﷺ کو کوئی شخص نام لیکر پکارے، اور طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالی نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت ﷺ کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا یا ایہا النبی وغیرہ صفات کمالیہ ہی ذکر کئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آنخضرت کی معلوم کرانا حق تعالی کو منظور ہے، ورنہ وہی حضرت آدم اور دوسرے انبیائے الوالعزم علیہم السلام ہیں کہ جنکو باوجود اس جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ برابر خطاب ہوا کیا جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ شعر

یا آدم است باپدر انبیا خطاب

یا ایہا النبی خطاب محمدی است

یہاں سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے، اس لئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود ندا سے یہی ہوتا ہے کہ منادیٰ اپنی ذات سے ندا کرنے والے کی طرف متوجہ ہو تو چاہئے کہ ندا ان الفاظ کے ساتھ ہو جو منادی کی ذات پر دلالت کریں، اس مقصود کے پورا کرنے میں علم یعنی نام درجہ اول میں سمجھا جائیگا کیونکہ اصل غرض اس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے، پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جائز ہے اسکی یہی وجہ ہوگی کہ اس سے ذات پر دلالت ہو جاتی ہے جو اس مقام میں مقصود بالذات ہے، ورنہ معنی وصفی جو زائد علی الذات اور مقتضی نکارت ہیں اس کو ندا کے ساتھ جو مقتضی تعیین ہے کوئی مناسبت نہیں۔ بہر حال منادی کا علم ذکر نہ کر کے اوصاف جو ذکر کئے جاتے ہیں وہاں دو مقصود پیش نظر ہوتے ہیں ایک توجہ منادی کی دوسری توصیف اگرچیکہ باعتبار ندا کے توصیف ایک امر زائد ہے لیکن اسوجہ سے کہ قصداً اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں تو توصیف بھی وہاں ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہو جاتی ہے۔ اب اس تقریر کو مانحن فيه پر منطبق کیجئے کہ حق تعالیٰ نے جو اوصاف آنخضرت ﷺ ندا کے ساتھ ذکر کئے ہیں اگرچیکہ وہاں ندا مقصود بالذات ہے مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود اصلی اور مستقل برأسہ ہے ورنہ مثل اور انبیاء علیہم السلام کے نام مبارک کے ساتھ ندا فرماتا جب تمامی قرآن شریف میں یہ التزام کیا گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالی کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے"(۳)۔

گستاخِ رسول گردن زدنی کے قابل

بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب کی تعلیم میں اولًا تو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا پھر خدمت میں کچھ عرض کرنے کے لئے نام لیکر پکارنے سے روکا گیا اور ایسے الفاظ کے استعمال کو بھی حرام کیاجومحل تعظیم میں استعمال ھوں مگر اسمیں کسی اور کے پاس بے ادبی کا پھلو ھو، استاذ سلاطین دکن حضرت بانی جامعہ علیہ الرحمہ آیہ مبارکہ "لا تقولوا راعنا" پر تفصیلی روشنی ڈالتے ھوئے فرماتے ھیں:

"حاصل یہ کہ ہر چند صحابہ اس لفظ کو نیک نیتی سے تعظیم کے محل میں استعمال کیا کرتے تھے، مگر چونکہ دوسری زبان میں گالی تھی حق تعالی نے اس کے استعمال سے منع فرما دیا، اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

جس لفظ میں کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ صرف دوسری زبان کے لحاظ سے استعمال اسکا ناجائز ٹھیرا تو وہ الفاظ ناشائستہ جسمیں صراحۃً کسر شان ہو کیونکر جائز ہوں گے اگر کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس لفظ کو استعمال نہ کریں تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے مگر اسمیں شک نہیں کہ نہی صراحۃً خاص مومنین کو ہوئی جن کے نزدیک یہ لفظ محل تعظیم میں مستعمل تھا تو مثل اور انکی شرارتوں کے اسکا ذکر بھی یہیں ہو جاتا۔ صرف مومنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ نیک نیتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں پھر سزا اسکی یہ ٹھیرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ کافر ہو یا مسلمان اسکی گردن ماردی جائے بالفرض اگر کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام تھا بے شک مارا جاتا اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ تم نے اس سے کیا مراد لی تھی، اب غور کرنا چاہیئے کہ جو الفاظ خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں، آنحضرت ﷺ کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً کس درجہ قبیح ہوگا اگر صحابہ کے روبرو جن کے نزدیک راعنا کہنے والا مستوجب قتل تھا کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا تو کیا اسکے قتل میں کچھ تامل ہوتا یا یہ تاویلات باردہ مفید ہوسکتیں؟ ہرگز نہیں مگر اب کیا ہوسکتا ہے سوائے اسکے کہ اس زمانہ کو یاد کر کے اپنی بے بسی پر رویا کریں، اب وہ پرانے خیالات والے پختہ کار کہاں جنکی حمیت نے اسلام کے جھنڈے مشرق و مغرب میں نصب کردیئے تھے، ان خیالات کے جھلملاتے ہوئے چراغ کو آخری زمانہ کی ہوا دیکھ نہ سکی، غرض میدان خالی پا کر جسکا جی چاہتا ہے کمالِ جرات کے ساتھ کہہ دیتا ہے، پھر اس دلیری کو دیکھئے کہ جو گستاخیاں اور بے ادبیاں جو قابل سزا تھیں، انہیں پر ایمان کی بنا قائم کی جارہی ہے جب ایمان یہ ہو تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور تامل درکار ہے'' (۴)۔

اور اس آیہ شریفہ میں حق تعالیٰ نے ایک قسم کی تادیب کی ہے''

قولہ تعالیٰ: ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللّٰہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذلک کان عند اللّٰہ عظیما ان تبدوا شئیا او تخفوہ فان اللّٰہ کان بکل شئی علیما ''ترجمہ: نہیں لائق ہے تم کو کہ ایذا دو رسول اللہ ﷺ کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو تم ان کے ازواج مطہرات کو کبھی بعد ان کے یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ظاہر کرو تم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

ازواجِ مطہرات کی شان میں بے ادبی عذاب کا داعی

اور اس آیہ شریفہ میں بھی ادب سکھایا گیا ہے ''**قال اللّٰہ تعالیٰ: ولو لا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم یعظکم اللّٰہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین**'' ترجمہ: اور کیوں نہ جب تم نے اسکو سنا تھا کہا ہوتا ہمکو نہیں لائق کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تمکو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر ہو تم ایمان والے انتہی، منافقوں نے حضرت عائشہؓ کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی تھی جسکی حکایت بھی مذموم سمجھی جاتی ہے جب ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگا صحابہ نے بھی اس خبر کو حیرت سے آپس میں ذکر کیا ہر چند آنحضرت ﷺ نے اس امر میں نہایت حلم کو کام فرمایا مگر حق تعالیٰ کو یہ کب گوارا تھا کہ اپنے حبیب ﷺ کے ناموس میں کسی قسم کا دھبہ مسلمانوں کے خیال میں لگے ساتھ ہی غیرت کبریائی جوش میں آئی اور کمالِ عتاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہدیا کہ یہ بہتان ہے پھر فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم بچ گئے ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جاتے چنانچہ۔

ارشاد ہوتا ہے ''ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته فی الدنیا والاخرۃ لمسکم فیما افضتم فیه عذاب عظیم اذ تلقونه بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم به علم وتحسبونه ھینا وھو عنداللہ عظیم '' ترجمہ: اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر دنیا اور آخرت میں تو البتہ پہونچتا تمکو اس چرچا کرنے میں عذاب بڑا جب لینے لگے تم اس خبر کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اسکو ہلکی بات اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑی ہے انتہی۔ اسمیں شک نہیں کہ جن لوگوں نے یہ خبر اڑائی تھی منافق تھے جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے ''والذی تولی کبرہ منھم له عذاب عظیم '' جسکی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے جو سرغنہ منافقوں کا تھا، مگر صحابہ یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ وہ لوگ منافق ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے (جنکو دشمنوں کی بھی پردہ دری منظور تھی) منافقوں کے نام عموماً بتلائے نہ تھے جس سے سننے والے جان لیتے کہ منشا اس خبر کا انہیں موذیوں کا خبث باطن ہے پھر ان حضرات کے نزدیک کونسی دلیل تھی جس سے اس خبر کی قطعاً تکذیب کر دیتے اور اس عام شہرت کو باطل سمجھتے، اگر نفس خبر کو دیکھئیے تو شرعاً اور عرفاً ہر طرح سے محتملِ صدق وکذب ہے اور اگر مخبروں کی تعداد اور خبر کی شہرت کا لحاظ کیجئے تو دوسری جانب کی ترجیح ہوئی جاتی ہے، باوجود اس کے کلامِ الٰہی جوز جر و توبیخ کر رہا ہے کہ اسکی تکذیب میں تامل کیوں کیا پھر اس پر علاوہ یہ سرزنش کے خدائے تعالیٰ کا فضل تھا جو بچ گئے ورنہ اس معاملہ میں سخت عذاب نازل ہوتا اسکی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی سوائے اسکے کہ پاسِ ادب میں تساہل کیا گیا مقتضائے ادب اور حسنِ عقیدت یہی تھا کہ صاف کہہ دیتے کہ ازواجِ مطہرات جنکو ایک خاص نسبت آنحضرت ﷺ کے ساتھ حاصل ہے ان کی شان میں ہم ایسا گمان فاسد ہرگز نہیں کر سکتے اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ ایسا کافی ووافی تھا کہ اسکے مقابل اگر ہزار شہرت ہو قابلِ التفات نہیں۔

الحاصل: اس معاملہ میں ایک قسم کی کسرِ شان آنحضرت ﷺ کی لازم آتی تھی، اس لئے ان آیات میں مسلمانوں کی تادیب کر دی گئی اور اسکے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ہمیشہ اس قسم کے امور سے احتراز اور اجتناب کیا کریں چنانچہ ارشاد ہے ''یعظکم اللہ ان تعودوا لمثله ابدا ان کنتم مومنین '' اگرچہ کہ سوائے اسکے اور بہت آیات ہیں جن میں تعلیم ادب کی گئی ہے'' (۵)۔

حضور اکرم ﷺ بحیاتِ ابدی تشریف رکھتے ہیں

اسی سے متعلق حدیث بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

''بخاری شریف میں روایت ہے ''عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد رجل فحصبنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذھب فامتنی بھذین لھما قال من انتما او من این انتما قالا من اھل الطائف قال لو کنتما من اھل البلد لاوجعکتما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ''

ترجمہ: حضرت سائب بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو عمر بن خطابؓ ہیں کہا جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ جب ان دونوں کو انکے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو یا کہاں والے ہو کہا طائف والے فرمایا اگر تم اس شہر والے ہوتے تو میں ضرور تمکو اذیت پہنچاتا اور مارتا، رسول اللہ ﷺ کی

مسجد میں تم آواز بلند کرتے ہوا نتہی ، اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز بلند نہیں کرسکتا تھا ، اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا باوجود یکہ سائب بن زید چنداں دور نہ تھے مگر اسی ادب سے حضرت عمرؓ نے انکو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا ، یہ تمام ادب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت ﷺ بحیاتِ ابدی وہاں تشریف رکھتے ہیں ، کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو فی مسجد رسول اللہ ﷺ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ، دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہلِ بلد کیلئے خاص فرمایا جنکو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہلِ طائف بھی معذور نہ کہے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں'' (۶)۔

پھر بھی لستُ مِثلُکُم فرمادیا اَخیار سے

حضور اکرم ﷺ کی یہ متواضعانہ شان تھی کہ دشمنوں کی ایذا رسانی کی بھی پروا نہ فرماتے اور صحابہ کرام سے (اخی) بھائی سے مخاطب فرماتے "انما انا بشر مثلکم" اور اس جیسی آیات واحادیث کا سہارا لیکر بعض بے ادبوں نے ہمسری کا دعوی کیا ان کے اس باطل خیال کا رد فرماتے ہوئے حضرت سیدنا شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اگر عام جن وانس آنحضرت ﷺ کی عظمت کو نہ مانیں تو انہیں کا نقصان ہوگا اس سے عظمت میں حضرتؐ کے کسی قسم کا دھبہ نہیں آسکتا ، اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود اتنے معجزات اور کھلی کھلی دلیلوں کے کیا سبب تھا کہ کفار کو آنحضرت ﷺ کی عظمت میں کلام رہا کیا ، بات یہ ہے کہ ہر نفس کی جبلت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ہم جنس پر اپنی تعلي اور بڑائی ہو ، چنانچہ لڑکوں تک یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اگر ان کے ہم جنس کسی لڑکے سے انہیں اچھا کہے تو خوش اور برا کہے تو ناخوش ہوتے ہیں بلکہ رونے لگتے ہیں چونکہ مرتبہ رسالت کا کفار کے ذہنوں میں نہایت جلیل القدر تھا اور تصدیق رسالت میں انبیاء کی ہر طرح ان پر فضیلت ثابت ہوتی تھی جس سے وہ اپنی کسر شان سمجھے تھے اس لئے نفوس پر ان کے یہ امر نہایت شاق ہوا اور کہنے لگے ''ان انتم الا بشر مثلنا'' یعنی تم تو ہم جیسے بشر ہی ہو کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مانی جائے حالانکہ ابتداءً دعوت انبیاء کی صرف توحید کی طرف تھی جس کے کفار بھی مقر تھے ، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ''ولئن سالتهم من خلق السموات والاض ليقولن الله '' ترجمہ: اگر پوچھیں آپ کہ کون پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو البتہ کہیں گے اللہ ، وقال اللہ تعالی ''ولئن سالتهم من خلقهم ليقولن الله'' ترجمہ: اگر پوچھیں آپ ان سے کہ کون پیدا کیا انکو البتہ کہیں گے: اللہ ، وقال تعالی ''قل تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله'' ترجمہ: کہئے کہ آؤ ایک طرف ایک بات کہ جو برابر ہے تم میں اور ہم میں کہ نہ عبادت کریں ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے انتہی ، خلاصہ یہ کہ جو بات انکے مسلمات سے تھی اسکو ماننا بھی ان کے نفوس پر شاق تھا کیونکہ اس سے رسالت کی تصدیق سمجھی جاتی تھی ، پھر اگر کوئی طالب حق عاقبت اندیش انبیاء کی طرف مائل ہوتا تو اسکو بھی عار دلاتے کہ یہ تو مثل تمہارے کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں کچھ فرشتے نہیں جو انکی تم پر فضیلت ہو اپنے ہم جنس کی اطاعت کرنا بڑی ذلت کی بات ہے کما قال تعالی حکایۃً ''قال مالهذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق '' ترجمہ: اور کہنے لگے یہ کیا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور پھرتا ہے بازاروں میں انتہی ایضافقال الملاء

الذین کفروا من قومه ما هذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لا نزل ملئکة'' ترجمہ: تب بولے سردار جو منکر تھے اس قوم کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اتارتا فرشتے انتہی ایضا وقال الملاء الذین من قومه الذین کفروا و کذبوا بلقاء الاخرة واترفناهم فی الحیوة الدنیا ما هذا الابشر مثلکم یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما تشربون" ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون '' ترجمہ: اور بولے سردار انکی قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو جنکو آرام دیا تھا ہم نے دنیا کی زندگی میں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم کھانا کھاتا ہے جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو، اور اگر اطاعت کی تم نے اپنے برابر کے آدمی کی تو تم بیشک خراب ہوئے انتہی ۔

الحاصل خود بینی اور خودسری نے انہیں اندھا بنا دیا تھا، کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اگر خدائے تعالی کسی خاص بشر کو اپنے فضل سے سب پر فضیلت دیدے تو کونسا نقصان لازم آجائیگا، چنانچہ خود انبیاؑ نے اس قسم کا جواب بھی دیا کما قال تعالیٰ ''قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عباده '' ترجمہ: کہا ان کو انکے پیغمبروں نے کہ ہم بھی بشر ہیں جیسے تم لیکن اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ مگر یہ جواب کب مفید ہوسکتا تھا وہاں تو مہار اختیار کی نفس امارہ کے ہاتھ تھی، پھر اسکو کون ضرورت تھی، جو خواہ مخواہ اپنی خاص صفت تعلّی کو چھوڑ کر ذلت اختیار کرے، یہ تو انہیں کا کام تھا جنہوں نے پہلے پہل نفس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ زمام اختیار کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا، پھر اسکی اصلاح کے درپے ہوئے، اور ما شاء اللہ خوب ہی اصلاح کی، یا تو وہ تھا کہ نبیؑ کے مقابلہ میں اسکو ذلت ناگوار ہوتی تھی یا یہ حالت ہوئی کہ اپنے جنس والے ہر ادنی واعلی کے مقابلہ میں ہمسری کا دعویٰ نہیں چنانچہ حق تعالیٰ انکی صفت میں فرماتا ہے ''اذلة علی المومنین '' جب عموماً مومنین کے ساتھ یہ حالت ہو تو خیال کرنا چاہئے کہ خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ انکا کس قسم کا معاہدہ ہوگا، ایک بات تو ابھی معلوم ہوئی کہ سب صحابہ حضرتؐ کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے، اگر کسی کو عقل سلیم اور فہم مستقیم حاصل ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر عظمت آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے پیش نظر ہوگی جس نے اس کمال تذلل کو جو سجدہ کرنے میں ہے آسان کر دیا تھا اب سمجھنا چاہئے کہ اس قدر عظمت آنحضرت ﷺ کی صحابہ کے دلوں میں کیونکر متمکن ہوئی حالانکہ خود آنحضرت ﷺ نے بموجب ارشاد حق تعالی فرمادیا ''قل انما انا بشر مثلکم '' وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے جب دیکھا کہ کفار کو آیۂ شریفہ ''ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عباده '' کے مضمون کی طرف بالکل توجہ نہیں اور صرف دعوی ہمسری میں خراب ہوئے جاتے ہیں اسلئے برخلاف انکے اس آیت کے مضمون کو اپنا پیش رو بنایا اور اسمیں اسقدر استغراق حاصل کیا کہ گویا ''انما انا بشر مثلکم '' کو سنا ہی نہیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سجدہ پر آمادگی ظاہر کی اور حضرتؐ کو پھر بشریت کا مضمون یاد دلانے کی گویا ضرورت ہوئی، چنانچہ فرمایا کہ بشر کو بشر کا سجدہ کرنا مناسب نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا، مولانا روم فرماتے ہیں ؎

شاہ دین را منگر اے ناداں بطیں
کیں نظر کردہ است ابلیس لعیں
نیست ترکیب محمدؐ لحم وپوست

گرچہ در ترکیب ہرتن جنس اوست
گوشت دار د پوست دارد استخواں
ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کاندراں ترکیب باشد معجزات
کہ ہمہ ترکیب ہاگشتند مات

اس قسم کی عظمت آنحضرت ﷺ کی جیسی صحابہ کے دلوں میں بھی تھی ایک مدت تک مسلمانوں کے دل میں رہی جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھا جائے گا، مگر افسوس ہے کہ چند روز سے پھر وہی مساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے سروں میں سمایا، اور گویا یہ فکر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہو جائیں کبھی انما انا بشر مثلکم میں خوض ہوتا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت نے بھائی کہا ہے اسلئے حضرت بڑے بھائی ہیں، اب اس خیال نے یہاں تک پہونچا دیا کہ وہ آیات واحادیث منتخب کیجاتی ہیں جس سے ان کے زعم میں منقصت شان ہو، اور وہ احادیث کہ آنحضرت ﷺ نے براہ تواضع کچھ فرمایا ہے اپنی دانست میں انکو کسرِ شان کے باب میں قرار دیکر شائع کیجاتی ہیں، ہم نے مانا کہ نقلاً اور عقلاً ہر طرح سے اس مسئلہ میں زور لگایا جائے گا لیکن یہ دیکھنا چاہئیے کہ انتہا اسکی کہاں ہوگی ہم یقین سمجھتے ہیں کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں آنحضرت ﷺ کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کرینگے کہ جس قدر کفار سمجھے تھے یعنی بشر مثلنا مگر معلوم نہیں اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا اتنی بات تو کافروں سے پوچھنے میں حاصل ہو جاتی ہے اس میں یہ قرآن کی ضرورت ہے، نہ حدیث کی اب اسکے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا جائے، کہ ہم لوگ جو آیات واحادیث سے استدلال کر کے بیان عظمت میں آنحضرت ﷺ کے مبالغہ کرتے ہیں انتہا اسکی کہاں ہوگی۔

یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت مخلوق اور بشر ہیں اور حق تعالیٰ خالق ہے، اب انتہا اس مبالغہ کی یہی ہوگی، کہ حضرت کا مرتبہ قریب مرتبہ مسجودیت کے سمجھا جائیگا، وہ بھی اس وجہ سے کہ ایک عالم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا، اور صحابہ بھی سجدہ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے، غرض اس مبالغہ کی حد وہ ہوگی جو صحابہؓ کی حسن عقیدت تھی، اب ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ جس راہ کو صحابہؓ مدت العمر طے کیا کئے، اور جس مقام پر عمر بھر سر لگائے رہے جہاں سے انہیں فتح یاب ہوا اس مقام کو چھوڑ دیں اور اس راہ میں رجعت القہقری کر کے وہ راستہ چلیں جو کفار کی حد اعتقاد کو یعنی ان انتم الا بشر مثلنا کو پہونچا دے جہاں سے کفار بڑھ نہیں سکتے، شعر

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی تبرکستان است

کسی بزرگ نے ہم لوگوں کے اعتقاد کی شرح ایک چھوٹے سے جملے میں بہت نہایت ہی مبسوط کی ہے کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' یقین ہے کہ اس تقریر سے اہلِ انصاف پر دونوں راستے اور انکی انتہا اور حسن وقبح ہر ایک کی منکشف ہوگئی ہوگی، طالبِ راہ حق کو چاہئیے کہ جب کسی کو اپنا راہبر بنائے تو پہلے اس امر کی بخوبی تحقیق کر لے کہ کونسی راہ لیجائیگا، اگر بیچارے جاہل کوتاہی نظر سے دریافت نہ کرسکیں تو معذور ہیں مگر اہلِ امتیاز اندازِ کلام اور طرزِ بیان سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ شخص کس راہ کی آمادگی کر رہا ہے، مثلاً کسی نے وہ حدیث پڑھی جس میں آنحضرت ﷺ نے متاخرین کو اپنا بھائی فرمایا ہے یہاں ایک تو وہ شخص ہوگا کہ مارے شرم کے سر نہ اٹھا سکے گا کیونکہ اگر کوئی اچھی طرح آنکھیں مل کے اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم ہو کہ کس قدر آلودہ

عصیان ہے اسی کتاب میں بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ جب کبھی اپنے احوال پر نظر ڈالتے نفاق کا خوف آجاتا معلوم نہیں کہ باوجود ان سچی بشارتوں کے کس چیز نے انہیں اس خوف میں ڈال رکھا تھا جب ان حضرات کا یہ حال ہو تو پھر کس کا منہ ہے جو کچھ دعوی کر سکے غرض کہ بھائی سمجھنا تو کہاں ایسے خیالات کبھی تو نسبت غلامی سے بھی خجالت پیدا کئے دیتے ہیں، چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم ۔منشا اسکا اگر دیکھئے تو صرف یہی ہے کہ نقشہ اپنے سارے اعمال کا آنکھوں کے سامنے کھینچ لیا ہے جس سے ندامت کے پورے پورے آثار دل میں نمایاں ہیں اور قریب ہے کہ دروازہ توبہ کا کھل جائے اور کبھی اشفاق ومراحم شفیع المذنبین ﷺ کا تصور ادائی شکریہ میں مصروف کر دیتا ہے کہ ہر چند ہم میں قابلیت نہیں، مگر شان رحمۃ للعالمینی ہے کہ اس درجہ قدر افزائی کی ایسے آقائے مہربان پر قربان ہونا چاہئے کہ ہم جیسے غلاموں کو بھی یاد کیا اور اس سرفرازی کے ساتھ جو دوسروں کو نصیب نہیں۔

الحاصل اس حدیث شریف کے ذکر کے وقت اس شخص کی کچھ کیفیت ہی اور ہے اور وہ نورانیت کے آثار مرتب ہیں جو عموماً اعمال پر غالباً مرتب ہوسکیں اس قسم کے قدر افزائیوں کا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جن کو بارگاہِ نبوی کے ساتھ خاص قسم کی نسبت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار آنحضرت ﷺ سے عمرہ ادا کرنے کے لئے اجازت چاہی حضرتؐ نے اجازت دیکر فرمایا اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولو وہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد مجھ میں اسقدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک ہوجائے توان الفاظ کے مقابلہ میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں، کمافی کنز العمال ''عن عمرؓ قال استاذنت النبی ﷺ فی العمرة فاذن لی وقال لا تنسنا اخی من دعائک او قال اشرکنا یا اخی فی دعائک کلمة ما احب ان لی بها ما طلعت علیه الشمس ''وابن سعد حم دت حسن صحیح ہ ع والشاشی ص ق بظاہر یہ ارشاد حضرت کا کوئی ایسی بڑی بات نہیں صرف دعا کرنے کو فرمایا تھا مگر اس کی وقعت کا اندازہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہی دل کر سکتا تھا کہ تمام روئے زمین کی سلطنت ایک طرف تھی اور اس مختصر سے کلمہ کی شان دلربائی ایک طرف غرض کہ اس حدیث مذکورہ بالا کو سن کر ایک شخص کے دل کی وہ حالت ہوگی جو خارج از بیان ہے اور ایک شخص وہ ہوگا کہ اسی حدیث شریف سے یہ بات نکالے گا کہ اخوۃ امر اضافی ہے تقدم وتاخر زمانے کے اعتبار سے اگر فرق ہے جو بڑے چھوٹے کا ہے یعنی حضرت بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی نعوذ باللہ من ذالک ایسے شخص کو اس حدیث شریف سے اسی قدر حصہ ملا کہ سر میں ہمسری سمائی اور یہ خیال بڑھتا چلا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان انتم الا بشر تک پہنچا دیا اب یہ شخص اس دھن میں ہوگا کہ جہاں خود پہونچا ہے اور انکو بھی وہیں پہونچا دے، شاید اسکے خیال میں یہ کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم کہاں اور شانِ رحمۃ للعالمین وسید المرسلین کہاں چہ نسبت خاک را عالم پاک، اکثر اکابر وسلاطین خادموں اور غلاموں کو بھائی کہہ دیا کرتے ہیں بلکہ خود احادیث میں وارد ہے کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔

اگر بادشاہ کے کہنے سے یا اس حدیث سے خدام اور غلام اپنے آقا کو بھائی کہنے لگیں تو ظاہر ہے کہ نہایت بے ادب اور احمق سمجھے جائیں گے حضرت عمرؓ نے باوجود اس قرابت کے جو اظہر من الشمس ہے اپنے کو حضرتؐ کی غلامی کے ساتھ منسوب کیا ہے چنانچہ مستدرک میں

حاکم نے روایت کیا ہے ’’عن سعید بن المسیب قال لما ولی عمر بن الخطابؓ خطب الناس علی منبر رسول اللہ ﷺ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس انی قد علمت انکم تؤنسون منی شدۃ وغلظۃ وذلک انی کنت مع رسول اللہ ﷺ فکنت عبدہ وخادمہ وکان کما قال اللہ تعالی بالمؤمنین رحیما فکنت بین یدیہ کالسیف المسلول الا ان یغمدنی او ینھانی عن أمر فاکف والا قدمت علی الناس لمکان لینتہ ھذا حدیث صحیح الاسناد۔ ترجمہ: روایت ہے سعید بن مسیّبؒ سے کہ جب عمر بن خطابؓ مسند نشین خلافت ہوئے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ پڑھا کہ آپ لوگ جو مجھ میں شدت اور سختی دیکھتے ہو اسکا سبب یہ ہے کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا غلام اور خادم تھا چونکہ حضرت رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ’’وکان بالمومنین رحیما‘‘ اور لوگ حضرت کی نرمی کی وجہ سے جرأت کرتے تھے اس سبب سے میں حضرت کے روبرو مثل شمشیرِ برہنہ کے رہتا اگر میان کرتے اور اور منع فرمادیتے تو باز رہتا تھا ورنہ پیش قدمی کرتا کہا حاکم نے یہ حدیث صحیح ہے‘‘ (۷)۔

واقعہ فیل سرکار ﷺ کے مشاہدے میں:

مواہب لدنیہ کی راویت سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا نور مبارک اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی مبارک میں مکین رہا اور واقعہ فیل کا مشاہدہ کیا، چونکہ لبادۂ بشریت میں حضور اکرم ﷺ اس وقت تشریف فرما نہ تھے اسی لئے الم تر کی تفسیر میں مفسرین نے الم تعلم فرمایا۔

مفسرین کرام کی اس تفسیر میں لفظ کے معنی حقیقی کو ترک کرنا لازم آتا ھے حقیقت پر عمل دشوار ھو تو مجاز پر عمل کیا جاتا ھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ھیں:

’’چونکہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریف اس واقعہ کے بعد ہوئی، اس لئے مفسرین نے الم تر کے معنی الم تعلم لکھا ہے مگر اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت اپنی نورانیت کے ساتھ اسوقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھ کہ ہاتھی آپ کو سجدہ کر رہا ہے، اور تمام لشکر کو پرندے ہلاک کر رہے ہیں اور سب بھاگے جا رہے ہیں، اگر کہا جائے کہ اس نور کو ادراک نہ تھا، کیونکہ ادراک کا زمانہ بعد وجود عنصری ہے تو ہم کہیں گے کہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی، دیکھئے کل ملائک نورانی ہیں اور انکا ادراک جسمانی ادراک سے بڑھا ہوا ہے، اسی طرح روح کا ادراک پھر یہ بھی بے ادبی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت کے حالات کو ہم اپنے خیالات پر قیاس کریں، دیکھئے عالم جسمانی میں آنے کے بعد بھی حضرت کی حالت نرالی تھی چنانچہ مواہب لدنیہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کامل نو مہینے شکم مادر میں رہے، مگر اس مدت میں کبھی نہ ان کے سر میں درد ہوا اور نہ اعضاء ومفاصل میں استرخا اور نہ شکم کی کوئی شکایت اور نہ کسی چیز پر رغبت ہوئی جیسا کہ ہر حاملہ کو ہوتی ہے حضرت کی والدۂ ماجدہ فرماتی ہیں کہ مجھے اتنا تو خواب میں معلوم ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تمہیں سردار امت کا حمل ہوا ہے اس کے بعد نہ مجھے پیٹ میں کچھ ثقل معلوم ہوا نہ کسی چیز پر رغبت ہوئی، جیسے حمل والی عورتوں کو ہوا کرتی ہے، نئی بات یہ ہوئی کہ حیض موقوف ہوگیا‘‘۔ انتہی (۸)

طبرانی میں روایت ہے کہ جب آپ زمین پر رونق افروز ہوئے تو سب انگلیاں بند کرکے سبابہ سے اشارہ کر رہے تھے جیسے کوئی تسبیح کرتا ہے اور روایت کی گئی ہیکہ آپ پیدا ہوتے ہی بہ لسانِ فصیح فرمایا

''لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا'' انتہی۔

اب کہئے کہ کیا کوئی لڑکا پیدا ہوتے ہی اس قسم کی تہلیل وتکبیر وتسبیح اور سجدہ کرتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ بے شعوری کے زمانہ میں حضرت کو اعلیٰ درجہ کا شعور اور علم تھا یہاں تک کہ اسی زمانہ میں آپ نے رسالت کا دعوی کیا یہ لوازم اس نور کے تھے جو ہر کمال میں یگانہ روزگار تھا جس کو جسمانیت سے کوئی تعلق نہ تھا، اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابرہہ کے واقعات کو آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے جس طرح حق تعالی فرماتا ہے''الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل''

لیس کمثلہ شئ میں کاف تشبیہ کا ہے:

جو اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہے''اللہ نور السموات والارض'' مگر اس نور کی حقیقت معلوم ہی نہیں ہوسکتی، کیونکہ زمین میں بظاہر نور نہیں ہے، اگر آفتاب وغیرہ کا نور نہ ہو تو بالکل تاریکی ہی تاریکی نظر آئیگی حالانکہ اسمیں اللہ تعالیٰ کا نور موجود ہے جو نصِ قطعی سے ثابت ہے یہ بات اور ہے کہ سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے نور سے مراد منور لی لیجائے مگر ایمانی طریقہ سے وہ درست نہیں ہوسکتا، غرض کہ حق تعالیٰ کا وجود عقل سے سمجھ میں نہیں آسکتا عقل کا کام اسی قدر ہے کہ چند جزئیات کو دیکھ کر ایک کلی بنالیتی ہے جس کے مفہوم میں وہ جزئیات داخل ہوتے ہیں، اور جو چیز ایسی ہو کہ دوسری جزئی اس کے مثل نہ ہو تو وہ حیران ہوجاتی ہے کیونکہ اس کو دوسری چیز کا سہارا نہیں مل سکتا کہ یہ کہہ سکے کہ یہ فلاں چیز کے جیسی ہے اسی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں کرسکتی، کیونکہ اس کا مثل نہیں چونکہ حق تعالی نے آنحضرت ﷺ کو بھی ایسا ہی پیدا کیا کہ عالم میں کوئی آپکا مثل نہیں اسلئے آنحضرت ﷺ کے ادراک سے بھی عقل عاجز ہے مگر چونکہ آنحضرت ﷺ خالق اور مخلوق کے بیچ میں واسطہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے آپ کا نور پیدا ہوا ہے، اور آپ کے نور سے تمام عالم اسوجہ سے آپ میں دو جہتیں ثابت ہیں تحتانی جہت سے آپ محسوس اور مدرک ہیں اور فوقانی جہت سے آپ کا ادراک ممکن نہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے''وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون''یعنی آپ ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں مگر وہ آپ کو دیکھتے نہیں، یعنی بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں مگر وہ آپ کو دیکھتے نہیں، یعنی بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں مگر درحقیقت دیکھتے نہیں حاصل یہ کہ من جمیع الوجوہ آپ کا ادراک ممکن نہیں کیونکہ کوئی ملک یا بشر اس برزخیت میں آپ کا مثل نہیں ہوسکتا، اسمیں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے مثل نہیں ہوسکتے کونکہ وہ خالق ہے اور آپ مخلوق مگر یہ کہنا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جس طرح حق تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں، آنحضرت ﷺ کا بھی مثل نہیں، اس صورت میں بعض حضرات صوفیہ نے لیس کمثلہ شيء کی تفسیر میں جولکھا ہے کہ ایک اعتبار سے اس میں کافِ تشبیہ ہے، اس تقریر سے اس توجیہ کا بھی یہ محمل ہوسکتا ہے اس تقریر کے بعد اہل انصاف کو یہ سمجھنا آسان ہوسکتا ہے کہ جس طرح حق تعالی نے اقسام کے اجسام کے نور بنائے اگر ایسا ایک جسم پیدا کرے کہ اسمیں جسمانیت کے بھی لوازم وآثار ہوں اور نور کے بھی تو کیا تعجب ہے، بلکہ ایک جسم ایسا نرالا پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔(۹)

حدیث کے مقابل اہلِ فقہ گمراہ ہوں تو قرآن کے مقابل اہلحدیث گمراہ ہیں:

آیہ شریفہ ''ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین'' کے سیاق میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں:

''مسلمان لوگ جس راستے پر ہوں وہی اختیار کرو اور جو کوئی اس راستے سے جدا ہوا وہ دوزخی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ'' ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا ''اور نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں حق تعالیٰ فرماتا ہے'' انا ارسلناک شاهدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللّٰہ ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بکرة واصیلا ''یعنی اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا احوال بتانے والے اور خوشی اور ڈر بتانے والے تا کہ تم لوگ اے مسلمانو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور رسول کی تعظیم وتوقیر واجلال کرو، اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو، اگر تسبجوہ کی ضمیر خدائے تعالیٰ کی طرف راجع ہے تو ظاہر ہے کہ وہ تمام عیوب سے منزہ ہے، اور اگر سیاق کلام اور انتشار ضمائر کے لحاظ سے نبی ﷺ کی طرف راجع ہو تو حضرت کی تنزیہ وہی ہوگی جو حضرت کے مناسب حال ہو، یعنی بے دین جو حضرت پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ بھی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے کوئی فضیلت آپ میں نہ تھی یا ساحر تھے وغیرہ وغیرہ ان سب نقائص سے آپ پاک ہیں، جب خدائے تعالیٰ نے حضرت ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنے کا ہمیں حکم دیا اور حضرت نے تعلیم کی کہ عین نماز میں ایہا النبی کہہ کر اپنے دل میں مجھے پکارو اور خطاب کر کے السلام علیک کہو تو اب ہمیں کس کا خوف ہے۔

گر طمع خواهد زمن سلطان دیں
خاك بر فرق قناعت بعد ازیں

اگر خوف ہے تو ان لوگوں کو ہے جو نہ خدا کی مانیں نہ رسول کی خدائے تعالیٰ نے تو تعظیم وتوقیر کرنے کو فرمایا جس سے مقصود آپ کی تعظیم وتوقیر کرانی ہے اس صورت میں آپ کی توہین خدائے تعالیٰ کی توہین ہوگی۔

دیکھئے خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ آدم علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر ہو تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان کو سجدہ کریں چونکہ وہ مقربین بارگاہ تھے فورا بے چوں وچرا سب سجدہ میں گر پڑے اور ابلیس گو پرانا عابد تھا مگر جنگلی تھا لگا کہنے کہ حضرت کہاں شان مسجودیت اور کجا آدم بیچارے ابھی مٹی پانی میں پڑے لوٹ رہے تھے بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ سجدہ جو خاص شان کبریائی کے شایاں ہے ان کے روبرو کیا جائے آخر اس توہین کا جو نتیجہ ہوا ظاہر ہے، یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ شیطان آدمی کا جانی دشمن ہے اس کو منظور ہے کہ کسی طرح آدمیوں کو کافر اور دوزخی بنادے، یوں تو بہت سے طریقے گمراہ کرنے کے اسے یاد ہیں مگر خاص طریقہ اس کو ایک ایسا معلوم ہے جس میں حتماً کامیابی ہو کیونکہ اس کا ذاتی تجربہ ہے کہ وہ موثر ثابت ہو گیا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جن حضرات کی تعظیم وتوقیر کرانی منظور ہے ان کی توہین کی جائے، اور اس کا ذریعہ یہ کہ شرک کے مضامین میں موشگافیاں کر کے اس کا دائرہ ایسا وسیع کیا جائے کہ اس تعظیم وتوقیر میں شرک کی جہت قائم ہو جائے، یہ طریقہ اس نے ان لوگوں کے لئے خاص کر رکھا ہے جن کو عبادت اور فضیلت ذاتی پر گھمنڈ ہو، کیونکہ ان کی نظروں میں سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی عظمت نہیں ہوتی کیسا ہی معزز شخص ہو ان کو حقیر دکھائی دیتا ہے، دیکھئے آدم علیہ السلام جیسے معزز شخص کو ابلیس نے حقیر سمجھا ہر چند خدا کے مقابلے میں ان کی کوئی عظمت نہ تھی مگر اس کو تو ان کی تعظیم اور سجدہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اپنی عبادت اور موحد ہونے پر اسے گھمنڈ تھا شرک کو گوارا نہ کیا اور ان کی تعظیم نہ کر کے ابد الآباد کے لئے ملعون ٹھہرا۔

بخلاف اس کے جو لوگ اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر اپنی بخشائش کی فکر میں رہتے ہیں پہلے ان کی نظر مقبولان بارگاہ الٰہی پر پڑتی ہے اور اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں ذلیل سمجھ کر صدق دل سے ان کی تعظیم وتوقیر اس خیال سے کرتے ہیں کہ شاید کبھی ان کی توجہ ہمارے حال پر مبذول ہو جائے اور بارگاہ الٰہی میں ہماری طرف سے بطور شفاعت کچھ عرض کر دیں تو ان کی سفارش سے ہماری دینی اور دنیوی مقاصد بہ آسانی حاصل ہو جائیں، کیونکہ صحیح حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ حق تعالیٰ ان کی دل شکنی نہیں چاہتا، وہ خدائے تعالیٰ کو ارحم الراحمین ضرور جانتے ہے مگر جہاں توجہ رحمت کے اور اسباب ہیں، ایک یہ بھی سبب قوی ہے کہ مقبولان بارگاہ ان سے راضی ہوں اور یہی وجہ تھی کہ صحابہء کرام آنحضرت ﷺ کے روبرو ایسے بیٹھتے تھے کہ کوئی غلام بھی اپنے آقا کے ساتھ ایسی عاجزی نہیں کرتا، اس کی چند نظائر ہم احادیث سے ''انوار احمدی'' میں ذکر کر چکے ہیں، اب اگر اس لحاظ سے کہ عبادت غایت تذلل کا نام ہے یہ تذلل بھی معاذ اللہ شرک ہی کی قطار میں شریک کر لیا جائے تو نسبت دورنگ ہو جائے جس کو کوئی مسلمان جائز نہیں رکھ سکتا''۔(۱۰)

اب وہ حضرات (جو مسلمانوں کو بات بات میں مشرک بناتے تھے خصوصاً حنفیہ اور مشائخین کو مشرک بنانے کا تو ٹھیکہ ہی لے لیا تھا) دم بخود ہیں کہ شرک فی الکلمہ اور شرک فی العبادت وغیرہ باتیں وہی معمولی ہیں جو ہماری زبانوں پر دن اور رات جاری ہیں مگر اس مصنوعی شرک کا گولہ بے طور داغا گیا جس سے جان بچانا مشکل ہے، ممکن ہے کہ چند روز سوچنے میں کوئی جواب خیال میں آ جائے تاہم اس فرقہ کے جہال پر اس کا اثر ضرور پڑے گا وہ اپنے علماء سے ضرور پوچھیں گے کہ حضرت ہم تو مسلمانوں کو بڑے ذوق وشوق سے مشرک بنائے نبی ﷺ کے تصور کو بھی شرک کہا کرتے تھے مگر یہ ہمارے بھی استاد نکلے کہ ہم سے سیکھ کر ہم ہی کو مشرک بنا رہے ہیں، اور بات بھی ٹھیک ہے کہ التحیات اور درود کا پڑھنا تو ضرور مگر اس کے معنی کا خیال حرام جس پر ''کجد اروم ریز'' کی مثل صادق آتی ہے اور نبی ﷺ کو اپنے برابر کے بھائی سمجھنا اور ان کی حدیثوں پر عمل کر کے اہل حدیث کہلانا البتہ محل اعتراض ہے اگر حدیث کے مقابلے میں اہل فقہ گمراہ ہیں تو قرآن کے مقابلے میں اہل حدیث بھی ہدایت پر نہیں ہو سکتے غرض کہ اس فرقے کا کچھ نہ کچھ اثر ان کے دلوں پر ضرور ہوگا۔

یہ نتیجہ اس افراط وتفریط کا ہے جو قرآن وحدیث میں توسط کی راہ جو بتلائی گئی اس کو چھوڑ کر ایک پہلو اختیار کیا گیا، مگر الحمد للہ اہل سنت وجماعت کے اعتقاد پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا، ہمارا ایک ہی جواب ہے کہ ان وساوس شیطانی پر لاحول پڑھ کر کہیں گے کہ ہمارا دین وایمان وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ارشاد فرمایا اور وہ ہم تک نسلاً بعد نسل پہونچا''۔(۱۱)

مزاروں پر مرادیں پوری نہ ہوتیں تو مشقتیں اٹھا کر لوگ کیوں حاضر ہوتے:

''ان اللہ یسمع من یشاء'' کی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

''شاید یہاں یہ اعتراض کیا جائے گا کہ اولیاء اللہ کی زیارت کو جا کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں یہ شرک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی حاجت روائیوں کے واسطے شفاعت طلب کرنا تو کسی طرح شرک نہیں ہو سکتا، اب رہا یہ کہ وہ سنتے ہیں یا نہیں سو یہ مسئلہ دوسرا ہے، اس کے دلائل کتب کلامیہ میں مذکور ہیں، اتنا تو قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ ان لوگوں کی باتیں سنا سکتا ہے'' کما قال اللہ تعالی

''ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور''
یعنی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سنا تا ہے، جب یہ ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ ان کو زائرین کی باتیں سنا تا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے تو دور رہنے والوں کے دل کی باتیں بھی ان کو سنادے تو کیا تعجب ہے پھر قطعِ نظر اس کے کہ وہ سنیں یا نہ سنیں جب خدائے تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ ان کے نیک نام کرے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو جن امور میں لوگ ان سے شفاعت چاہتے ہیں خود ان کی حاجت روائیاں کردے تو کیا بعید ہے یہی وجہ ہے کہ باوجود یکہ صدہا سال گزر گئے ہیں مگر اولیاء اللہ کی قبروں پر میلے لگے رہتے ہیں، اگر لوگوں کی مرادیں ان کے طفیل میں حاصل نہ ہوتیں تو کس کو غرض تھی کہ مشقتیں اٹھا کر ان کی زیارتوں کو جائے اور ہزاروں روپیہ ایصالِ ثواب کے لئے خرچ کرے! یہ فقط ان کی مقبولیت کا اثر ہے، ورنہ صدہا سلاطین مرگئے اور اپنا نام باقی رکھنے کے لئے لاکھوں روپیوں کی گنبدوں میں مدفون ہوئے مگر کوئی ان کو پوچھتا بھی نہیں، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے، چنانچہ اس کے یہی اسباب ہوتے ہیں کہ لوگوں کی مرادیں ان کے طفیل میں حاصل ہونے لگتی ہیں، جب خدائے تعالیٰ اپنے دوستوں کا حامی ہو تو ان کی توہین کرنے اور مسلمانو ں کو ان کی تعظیم وتوقیر کرنے سے مشرک بنانا کس قدر خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوگا، ہاں اس کا اہتمام کرنا ضرور ہے کہ ان کی نسبت یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر خدائے تعالیٰ کسی کام کو نہ بھی چاہے تو وہ مستقل طور پر کر سکتے ہیں۔

''الحاصل شرک کے دائرے کو اس قدر وسیع کرنے کی ضرورت نہیں کہ حتی الامکان کل یا اکثر مسلمان اس میں داخل ہوجائیں، اسی توسیع پسندی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ جن کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں کل مسلمانوں بلکہ صحابہ تک کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک''۔(۱۲)

مرشد کامل کی تلاش بے حد ضروری ہے:

''کلینی صفحہ ۱۰۹ میں روایت ہے: قال ابو جعفر علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ ''ونورا یمشی فی الناس'' اماما یوتھم بہ ''کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا'' قال الذی لا یعرف الامام یعنی اس آیت شریفہ میں نور سے مراد امام اور مرشد ہے جس کی پیروی کی جائے اور جو مثال اس شخص کی دی گئی ہے کہ اندھیروں سے نکل نہیں سکتا اس سے مراد وہ شخص ہے جو امام کو نہ پہچانے یعنی جو شخص پیر کی تلاش نہ کرے جو اس کا مقتدا اور امام ہو سکے وہ ہمیشہ گمراہی کی تاریکی میں پڑا رہے گا، غرضکہ امام وہی ہے جو سالک کو راہِ تحقیق میں علی وجہ البصیرت لیجا سکے''۔(۱۳)

علم باطن وہ جو سینہ بہ سینہ چلا آئے:

آیت شریفہ ''اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم'' کی تفسیر میں امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ فرماتے ہیں:

''اگرچہ بعض علماء ظاہر میں علمِ باطن کا انکار کرتے ہیں، مگر مذاہبِ اربعہ کے محققین علماء اس کے قائل ہیں بلکہ مرید ہو کر فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے ہیں، دراصل علمِ باطن وہ علم ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے ہر پیر اپنے جانشین کو علاوہ اتباعِ ظاہرِ شریعت کے خاص خاص باتوں کی وصیت کرتا ہے جو علماءِ ظاہر کے مسلک کے مخالف ہیں مگر اہل طریقت ان وصایا پر عمل کرنے کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں

کیونکہ دراصل وہ قرآن وحدیث کے لب لباب ہیں''۔(۱۴)

لفظِ قُل کی تفسیر:

مصدر میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا اور تمام افعال واسماء اسی سے مشتق ہوتے ہیں اور تمام مشتقات میں ماضی کو صدارت حاصل ہے، اس قسم کی وضاحت کے بعد حدیث شریف انا من نور اللہ کی شرح میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کو جو خاص نسبت خالق عزوجل کے ساتھ ہے دوسرے کو نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ صادر اول ہیں، جو اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے''انـا مـن نـور الله و كـل شيء من نوري''۔(۱۵)

مقدس نور نے عالم امکان کو وجود بخشا:

امر بنانے کیلئے علامت مضارع حذف کرنے کے بعد اسکا ما بعد ساکن ہو تو اس سے پہلے متحرك حرف لانے کی ضرورت ھوئی اور اس حرف کا عالم حروف میں سب سے پہلے وجود ھوامگر حلق کاانتھائی حصه اسکا مخرج ھے، اسی طرح عالم جو سکون عدم میں تھا سکون کی وجه سے اسکا وجود ممکن نه تھا، اسکے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ قدس سرہ فرماتے ھیں:

''اس لئے پہلے اسی عالم میں سے ایک مقدس ذات کو متحرک فرمایا یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کے نورِ مبارک کو جس کو تمام عالم پر ایسا تقدم ہے جیسے ہمزہ کو عالم حروف پر، اگر ہمزہ قول کے پہلے نہ لایا جاتا تو قول کا عالم حروف میں ظہور محال تھا، اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ کا نور مبارک متحرک نہ ہوتا تو عالم کا ظہور محال تھا جیسا کہ حدیث شریف ''لـو لاک لـما خلقت الافلاک '' سے ظاہر ہے۔ اور جس طرح ہمزہ کی کوئی شکل نہیں جیسا کہ کتب صرف میں مصرح ہے کہ کبھی بشکل واو لکھا جاتا ہے اور کبھی بشکل یا وغیرہ، اسی طرح اس مقدس نور کی کوئی شکل نہیں جیسا کہ اس حدیث شریف سے مستفاد ہے''انـا مـن نـور الله و کل شئی مـن نوری ''غرضکہ اس متحرک ہمزہ نے گویا صیغہ امر کو وجود بخشا جس طرح اس مقدس نور نے عالم امکان کو''۔(۱۶)

''الحاصل اس ضرورت سے امر کے آخر میں سکون آ گیا اب اقول بنا دو ساکن ایک جمع ہوئے ایک ساکن حذف کیا گیا کیونکہ دو ساکنوں کے ملنے سے کوئی کام نہیں ہوسکتا، اگر ایک ساکن اور دوسرا متحرک ہو تو متحرک کے طفیل میں ساکن بھی کچھ کرلے گا جس طرح نابینا دیکھنے والے کے طفیل میں منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے اور اگر دونوں اندھے اور راستہ سے ناواقف ہوں تو کبھی نہیں پہونچ سکتے آپ جانتے ہیں کہ عدم میں جتنی چیزیں ہیں خواہ وہ ذوات ہوں یا افعال ان کو کسی قسم کی حرکت نہیں، سب کے سب عدم آباد میں ساکن ہیں جو خدائے تعالیٰ کی پیش نظر ہیں، جب تک ان کو قادر مطلق کن کہہ کر حرکت نہ دے کبھی حرکت ان کو نہیں ہوسکتی، کیونکہ حق تعالیٰ جو خالق عالم ہے اس نے خبر دی ہے کہ جب کسی چیز کو ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کن کہہ دیتے ہیں اور وہ وجود میں آ جاتی ہے''کـما قال تعالیٰ: انما قولنا لشئی اذا اردنـاه ان نـقـول لـه کن فیکون ''اس سے ظاہر ہے کہ عدم سے وجود میں لانے کی تحریک قدرت سے ہوتی ہے''۔(۱۷)

صرفی مباحث میں الٰہیات اور اخلاقی مسائل:

''اگرچہ یہ تقریر بظاہر دل لگی سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ صرفی

مباحث میں الٰہیات واخلاقی مسائل کی جوڑ لگادی گئی ہے مگر اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں ایسے امور کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ اس آیت شریف سے مستفاد ہے''فاعتبروا یا اولی الابصار'' دیکھئے کل عقلمندوں اور اہلِ بصیرت کو عبرت حاصل کرنے کا حکم ہورہا ہے، جن کی نظر اصولِ لغت پر ہے وہ جانتے ہیں کہ جس لفظ میں (ع ب ر) ہو اس میں عبور اور تجاوز کے معنی ضرور ہوں گے دیکھئے''معبر'' رہگزر کو کہتے ہیں جہاں آدمی ٹھہر سکتا اور عبور کے معنی اس پار اتر جانے کے ہیں، اسی طرح عرب کا نام بھی''عرب'' اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ ایک جگہ مقیم نہیں رہتے تھے اسی طرح کل تقالیب میں تجاوز کے معنی ہیں''۔(۱۸)

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی فقہی بصیرت:

لفظ "برب" کے رب کی تفسیر میں کلام نفسی اور لفظی کی بحث میں امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ رقمطراز ھیں:

''انبیاء علیہم السلام پر جو وحی آتی تھی اس کا بھی یہی حال تھا کہ بذریعہ فرشتہ ان پر کلام نفسی الٰہی کا القاء ہوتا تھا، جس کا ظہور کلام لفظی کے صورت میں عمل میں آتا یہی وجہ ہے کہ کلام اللہ شریف کو جنابت کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں، اور اس کے بعد صورت مکتوبی میں اس کا تنزل ہوا، اسی وجہ سے بغیر طہارت کے اس کو ہاتھ لگانا درست نہیں، اسی طرح جس صورت میں اس کا تنزل ہوا واجب التعظیم ہے، اسی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فوٹو گراف کی تختیوں اور ٹیپ ریکارڈ کے فلیتے وغیرہ میں جو خطوط یا نشان ہوں جن سے قرآن کی آواز نکلتی ہے تو ان کو بھی بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا درست نہ ہوگا، کیونکہ ان ہی خطوط پر آلہ سے آواز نکلنے کا مدار ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ان خطوط میں وہ موجود ہے''۔(۱۹)

سماعِ موتیٰ:

''سینہ کو عربی میں صدر کہتے ہیں ظاہرا سینہ گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ ہے مگر اس کی حقیت کچھ اور اسمیں انشراح بھی ہوتا ہے اور انقباض بھی اسی طرح انسان کا جسم غلاف ہے، اس طرح کی تفہیم کے بعد سماع موتی سے متعلق''فی صدور الناس'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''یہ جسم جس کو دیکھنے والے انسان کہتے ہیں وہ انسان کا قدرتی غلاف یا لباس ہے، جس کے ٹوٹنے پھوٹنے سڑنے گلنے سے انسان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، بلکہ اپنی حالت پر محفوظ رہتا ہے مقاصد الاسلام کے حصہ دوم میں ہم نے یہ امر بدلائل ثابت کیا ہے کہ مسمر یزم والے اس امر کا مشاہدہ کرادیتے ہیں کہ جسم انسانی اپنے مقام پر پڑا رہتا ہے اور انسان ہزارہا کوس جا کر وہاں کی خبریں چند دقیقوں میں لاتا ہے۔

حکمتِ جدیدہ تصدیق اس امر کی کر رہی ہے جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال پیشتر دی تھی، دیکھئے تمام کتب احادیث وسیر سے ثابت ہے کہ غزوۂ بدر میں جب کفار کو ہزیمت ہوئی اور ان کے مقتولوں کی لاشیں پھول سڑ گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لاشوں کو کنویں میں ڈال دو! چنانچہ سب ڈال دی گئیں اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقتولوں کو پکار کر فرمایا اے کنویں والو اے عتبہ اے شیبہ اے امیہ، اے ابوجہل! کیا تمہارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو تم نے حق پایا؟ میں نے تو وہ وعدہ حق تعالی نے جو مجھ سے کیا تھا حق پایا، صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ایسی قوم کو پکارتے ہو جس کی لاشیں سڑ گئیں؟ آپ نے فرمایا میں ان سے کہہ رہا ہوں اس کو وہ لوگ ایسا سن رہے ہیں کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن وہ میرا جواب نہیں دے سکتے، چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے

اس موقعہ پر ایک قصیدہ لکھا جس کے دو شعر ہیں:

ینادیھم رسول اللہ لما
قذفناھم کباکب فی القلیب
ألم تجدوا کلا من کان حقا
وامر اللہ یاخذ بالقلوب

دیکھئے صحابہ نے یہی خیال کیا تھا کہ سڑی ہوئی لاشوں کو پکار کر ان سے باتیں کرنی بالکل خلاف عقل ہے مگر آنحضرت ﷺ نے یہ بات اشارۃً بیان فرمادی کہ آدمی جسم کا نام نہیں جسم بمنزلہ غلاف ہے، اصل آدمی جو سننے والا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں جیسے وہ زندگی میں سنتے تھے اب بھی سنتے ہیں، صحابہ اور قوی الایمان تو مان گئے، مگر خلافِ عقل ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اس میں تاویلیں کیں۔

اسی طرح صدر کی بھی حقیقت دوسری ہے صرف ہڈیوں کا نام نہیں، گو اس حقیقت کا یہی مقام ہوگا، اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء** یعنی جس کی ہدایت کا ارادہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو نہایت تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے''۔

یہ امر ظاہر ہے کہ اسلام لاتے وقت سینہ کی ہڈیاں پھیل نہیں جاتیں اور نہ کفر کی حالت میں ہڈیاں سمٹتی ہیں، بلکہ کشادہ اور تنگ ہونے والا سینہ ہی دوسرا ہے، یہ ایک وجدانی امر ہے کہ ایمان والوں کے دل میں ایک وسعت پیدا ہوجاتی ہے اور جو بات بات میں انقباض ہوا کرتا ہے کہ اگر ہم اپنا دین چھوڑ دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے اور خلاف عقل باتیں ماننا لوگوں کی طعن و تشنیع کا باعث ہوگا کیونکہ وہ کہیں گے کہ اگر ان کو عقل ہوتی تو یہ لوگ خلاف عقل باتوں کو نہ مانتے اور یہ دلیل سفاہت اور حماقت کی ہے چنانچہ کفار اسی وجہ سے مسلمانوں کو سفہاء کہتے تھے، اس کے سوا بڑا انقباض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ تمام کنبہ کے لوگ اور احباب دشمن ہوجائیں گے، غرضکہ اس قسم کے جتنے اسباب تنگدلی اور انقباض کے ہوتے ہیں سب دفع ہوجاتے ہیں اور سینہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور سب کو قبول کر لیتا ہے۔ اور شرح صدر کے بعد جو کام ان سے لیا جاتا ہے نہایت خوشی اور کشادہ دلی سے کرتے ہیں، اگر مال دینے کو کہا جائے تو نہایت ممنونیت سے امتثال امر کرتے ہیں چنانچہ صحابہ کے حالات سے ظاہر ہے کہ صرف چندہ کے لئے ارشاد نبوی ہوا تھا بعض حضرات نے اپنا نصف مال حساب کر کے حاضر کر دیا اور بعض نے پورا کا پورا، اگر جان دینے کو کہا جائے تو اس کو سعادت سمجھتے ہیں''۔(۲۰)

مکاں سے لامکاں تک ہے حکومت غوثِ اعظم ؓ کی:

حضرت سیدنا پیران پیر غوث اعظم دستگیر ؓ کے تصرف اور کرامت کا ایک واقعہ نقل فرما کر حضرت شیخ الاسلام ؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''اس سے جنوں کے علم کا بھی حال معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ تو کرخ میں کھینچا گیا اور مسافت بعیدہ پر بادشاہ کو خبر ہوگئی کیونکہ رات بھر چل کر قریب صبح اس دائرہ کے پاس پہونچا جو صرف حضرت شیخ کی نیت پر کھینچا گیا تھا اور اس سے حضرت غوث الثقلین ؓ کے تصرف کا حال بھی معلوم ہوگیا کہ جنوں پر آپ کا کیا اثر تھا کہ صرف لکیر جو آپ کی نیت پر کھینچی گئی تھی وہاں پادشاہ بذات خود حاضر ہوا اور زمین بوسی کی، غرض کہ لکیر کی تاثیر خاص طور پر ہوتی ہے۔

حضرت غوث الثقلین ؓ کی سلطنت معنوی کا جو حال لکھا گیا ہے

اسی مناسبت سے ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جو خالی از دلچسپی نہیں وہ یہ ہے:

میرے ایک دوست ہیں، جن کو میں چالیس سال سے جانتا ہوں کہ نہایت متقی محتاط اور باخدا شخص ہیں، جن کے تقدس پر صدہا شخص گواہی دیتے ہیں اور ان کے فرزند جن کی نشو ونما صلاح وتقوی میں ہوئی، ان دونوں سے خود میں نے سنا ہے اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ ان کی صدق بیانی میں مجھے ذرا بھی شک نہیں ان کا نام کسی مصلحت سے میں ظاہر نہیں کرسکتا، ان دونوں صاحبوں کا بیان ہے کہ صاحب مرقوم الصدر نے اپنے چھوٹے لڑکے کی شادی کی اس کے ساتھ ہی دولھا بیمار ہوا چونکہ صاحب موصوف خود بھی عامل ہیں انہوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جن مسلط ہوگیا ہے، بہت کچھ تعویذ فلیتے کیے کچھ فائدہ نہ ہوا، آخر لوگوں کی نشاندہی پر حضرت میراں داتار قدس سرہ کی خدمت میں مع بیمار حاضر ہوئے جن کا مزار اناواہ ٔ شریف اسٹیشن علاقہ اونچا صوبہ ٔ گجرات میں واقع ہے، جب وقت مقررہ پر مزار شریف کے قریب بیمار بغرض علاج لایا گیا تو اس پر بیہوشی طاری ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگا کہ تم نے مجھے بلا کر قید کردیا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس بیمار کے واسطے بلاتے ہو تو میں کبھی نہ آتا بیمار کی حالت اور دیکھنے کی ہیئت گواہی دے رہی تھی کہ وہ صاحب قبر کو دیکھتا ہے اور خاص ان سے سوال وجواب کررہا ہے، اثناء گفتگو میں کچھ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونکتا جاتا تھا جیسے کوئی عامل مخاطب پر اثر ڈالنے کے لئے پھونکتا ہے، بیمار کی تقریر سے صاف معلوم ہورہا تھا کہ حضرتؒ نے ہماری طرف سے اسے کچھ فرمایا جس کا وہ جواب دے رہا ہے، اس نے کہا کہ میں جو مسلط ہوا ہوں اس میں میرا کوئی قصور نہیں میں نے ان سے کئی بار مختلف طریقوں سے کہہ دیا تھا کہ اس لڑکی سے نکاح مت کرو مگر انہوں نے نہیں مانا آخر میں نے اس کی اطلاع میر محمود صاحبؒ کو دی جن کا مزار حیدرآباد کے مغرب میں ایک پہاڑی پر ہے، جس خاندان کی یہ لڑکی ہے وہ لوگ میرا حق ادا کیا کرتے تھے یعنی نرسو کے نام پر کچھ نکالتے تھے، حضرتؒ نے فرمایا یہ لوگ مسلمان ہیں ان سے کوئی توقع مت رکھ یہ تجھے کچھ نہ دیں گے کہا اگر نہ دیں تو لڑکی میرے حوالے کردیں، حضرتؒ کی جانب سے کسی قسم کی تہدید ہوئی تو اس نے کہا تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جیسے تم ایک عہدہ دار ہو میں بھی عہدہ دار ہوں اور میرا ماموں محکمۂ صفائی کا افسر اور صاحب فوج ولشکر ہے، چنانچہ اس کا ماموں آیا اور یہ بات قرار پائی کہ آج مقدمہ ملتوی کردیا جائے کل ایک کمیٹی ہو جس کے چھ اراکین ہوں جن میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ میرِ مجلس اور اراکین حضرت بابا شرف الدین صاحبؒ برہماوی، حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ حضرت ابوسعید بغدادیؒ، حضرت بابا شرف الدین صاحبؒ بھی شریک ہوں جن کا مزار حیدرآباد کے جنوب میں پہاڑی پر ہے، چنانچہ مجلس برخواست ہوئی اور بیمار کو ہوش آگیا، دوسرے روز وقت مقررہ پر جب بیمار مزار شریف کے پاس لایا گیا تو تھوڑی دیر میں بیہوش ہوگیا اور اراکین کی آمد شروع ہوئی ہر ایک کو وہ مثل ہنود کے اس صفائی سے ڈنڈوت کررہا تھا جیسے مہذب ہنود کیا کرتے ہیں حالانکہ اس لڑکے نے عمر بھر ڈنڈوت نہیں کیا، اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی، اس لب ولہجہ سے وہ گفتگو کرنے لگا جیسے کوئی اعلیٰ درجہ کا بیرسٹر کرتا ہے، اور عبارت ایسی شستہ تھی جیسے ناولوں کی ہوتی ہے جس کے سننے کو جی چاہتا تھا اثنائے گفتگو میں مڑ کر حکم دیتا تھا کہ فلاں فوج کو آراستہ کرکے لاؤ اور فلاں فوج کو یہ حکم دو! منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل اس نے یہ بھی پیش کی کہ میں نے ان کو کئی بار مختلف قرائن سے کبھی خواب میں کبھی دوسرے

طریقوں سے منع کیا اور انہوں نے نہ مانا تو میں نے میر محمود صاحبؒ کو باضابطہ اس کی اطلاع دے دی، اگر شبہ ہو تو اس کی مسل ان سے طلب کرلی جائے! چنانچہ ایک سوار مسل لانے کو روانہ ہوا اور بیمار خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر کے بعد مسل آئی اور پھر گفتگو شروع ہوئی اور ایسے دلائل اس نے قائم کئے کہ جن کا جواب نہیں ہوسکتا تھا، اس کے بعد ہر چند اہل کمیٹی نے اس پر زور دیا کہ آئندہ کوئی کسی قسم کا تعارض بیمار سے نہ کرے! مگر اس نے نہیں مانا اور کہا کہ میں اس کمیٹی کے حکم سے راضی نہیں ہوں شہنشاہ کے پاس اس مقدمہ کی مسل روانہ کردی جائے! چنانچہ بغداد شریف کو مسل روانہ کردی گئی اور مجلس برخاست ہوئی، تیسرے روز جب اجلاس ہوا تو حضرت غوث الثقلین کا فرمان صادر ہوا جس میں یہ حکم تھا کہ: تو کیا سمجھتا ہے اگر میں چاہوں میں تجھے جلا کر خاک سیاہ کردوں مگر تو نے جب ان کو اطلاع کردی تھی تو معاف کیا گیا، مگر ہمارے لوگوں کی شان میں تو نے جو بے ادبی کی ہے اس کی پاداش میں یہ سزا دی جاتی ہے کہ پابہ زنجیر کرکے اجمیر کے فلاں پہاڑ پر پانچ سال بامشقت محبوس رکھا جائے گا، اور روشن علی صاحب داروغہ مجلس کو حکم دیا گیا کہ دو دفعہ مشقت لی جائے، اور طرف ثانی پر ایک ہزار روپیہ جرمانہ کیا گیا، اس کے بعد بیڑیاں اور ہتھکڑیاں لائی گئیں اور بیمار کے دونوں ہاتھ مل گئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور اس کے بعد بیڑیاں پہنا دی گئیں، اور ساتھ ہی بیمار کو ہوش آ گیا، اور اس وقت سے اب تک جس کو ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا بیمار پر کسی قسم کا اثر نہیں، دیکھئے ہتھکڑیاں بیڑیاں پہننا ایک قسم کا مشاہدہ ہوگیا اور اس کے آثار بھی مرتب ہوئے کہ بیمار کو صحت ہوگئی، اب وہ بیڑیاں وغیرہ معلوم نہیں کہ لوہے کی تھیں یا اور کسی چیز کی؟ مگر اتنا تو ضرور ثابت ہوا کہ وہ ایسی مضبوط تھیں کہ جن ان کو نہ توڑ سکیں، ہرچند یہ واقعہ عقل کے معیار پر قابلِ تصدیق نہیں، مگر کئی صاحبوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حضرت میراں داتارؒ کی قبر پر ہمیشہ آسیب زدہ آتے ہیں اور صحت پا کر جاتے ہیں، روزانہ اس قسم کے صدہا واقعات کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت غوث الثقلینؒ کو اس وقت بھی وہی سلطنت حاصل ہے جو زندگی میں تھی، جنوں کو چونکہ بوجہ لطافت روحانیت سے مناسبت ہے اس لئے وہ اس عالم کے حالات کو مشاہدہ کرتے ہیں اور انسان نہیں کرسکتے، مگر حضرت انسان کو بھی ایک ایسی قوت دی گئی ہے کہ اگر اس میں کمال حاصل کریں تو علاوہ اس عالم کے مشاہدہ کے ایسے ایسے کرشمے بتائیں کہ ''جن'' بھی حیران ہوجائیں' وہ وقت یہی خیال ہے جب وہ پختہ کیا جاتا ہے تو خیال منفصل کا جو عالم ہے اس میں تصرفات کرنے لگتا ہے چنانچہ اپنی صورت کا خیال منفصل میں قائم کردیتا ہے''۔(۲۱)

مرید صادق مرشد کے قدم بقدم ہوتا ہے:

آیۂ مبارکہ وکان حقا علینا نصر المؤمنین کی تفسیر میں فرماتے ھیں:

''تاریخ خمیس میں حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل ردت سے جہاد کرنے کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ کا ایمان تمام مسلمانوں کے ایمان سے بڑھ گیا۔ انتہی

اس کی وجہ یہی ہے کہ تمام صحابہ عقل کی بات کہہ رہے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ کا ایمان اور یقین کامل تھا کہ دین اسلام کامل ہوگیا ہے، قیامت تک باقی رہے گا، گو ملک عرب مرتد ہوگیا ہو، مگر وہ عارضی طور پر ہے اور ان کا غلبہ مسلمانوں پر ہرگز نہیں ہوسکتا، کیونکہ خدائے تعالیٰ جب

اس دین کا خود حافظ وحامی ہے تو عرب کیا کل روئے زمین کے لوگ مخالف ہو جائیں تو بھی فتح ہماری ہی رہے گی، اسی وجہ سے آپ تن تنہا جہاد کو نکل کھڑے ہوئے، کیونکہ جس کا حامی خدا ہو اسکو کسی کا کیا خوف۔

جب عقلی اسباب کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ پر اتنا بھروسہ اور توکل ہو تو اس وقت خدائے تعالیٰ مدد فرماتا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے، ''**وکان حقا علینا نصر المومنین**'' یعنی ایمانداروں کی مدد کرنے کا ہم پر حق ہے جب ایسا کامل ایمان ہو تو ممکن نہیں کہ امداد الٰہی نہ ہو، اور اگر امداد نہ ہو تو سمجھنا چاہیئے اسمیں قصور ہمارا ہی ہے کہ ہمیں پورا یقین نہیں یہاں یہ بات قابل توجہ ہیکہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس اعلائے کلمۃ اللہ کا ارادہ فرمایا تھا، حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی اسی سنت پر عمل کیا، کہ بغیر کسی کے بھروسہ کے اشاعت دین کا عزم بالجزم کرلیا اور عملی طریقہ سے یہ تعلیم کردی کہ مریدِ صادق الاعتقاد کو چاہیئے کہ اپنے مرشد کے قدم بقدم اور اس طرح پیروی کرے۔

پیروے باید دریں رہ کش نبا شدبیم سر
در رود سربا یدش افتد بپائے راہبر

کہ خدا کی راہ میں سب سے بے تعلق ہو جائے، اور خیر خواہ ہزار عقلی اور نقلی دلیلیں پیش کریں ایک نہ مانے اور جانبازی پر مستعد ہو جائے۔

جناب عشق راد رگہ بسے بالاتر ازعقلست
کسے ایں آستاں بوسہ کہ جاں در آیتیں دارد

ہر چند نفس ''**لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**'' اور ''**لا رھبانیۃ فی الاسلام**'' اور اسی قسم کے آیات اور احادیث پیش کرے مگر اپنی ہمت اور جزم میں فرق نہ آنے دے۔

وقفہ یك گام نا جائز بود دراہ عشق
گرد وصدروباہ بازی عقل در پیش آورد

جس قسم کی اتباع حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا ممکن نہیں کہ ہر شخص اپنے پیر کی اتباع کرے، ہزاروں بلکہ لاکھوں میں چند ہی افراد ہوتے ہیں جو اس قسم کی اتباع کرکے درجہ ولایت اور صدیقیت کو پہونچتے ہیں''۔(۲۲)

مستند وسیلہ کو کھو بیٹھنا سوء قسمت ہے:

آیۂ موصوفہ ان اللہ اشتری صحابہ کرام کے ہمیشہ پیش نظر رہتی تھی اس لئے ہر معرکہء کار زار میں جان ومال کی قربانی دینا اور جہاد میں شریك ہونا انکے لئے بے حد آسان تھا اور جنگ میں جب پسپا ہونے یا شکست کے آثار دکھائی دیتے تو بے ساختہ وا محمداہ وغیرہ کلمات استغاثہ انکی زبان سے ادا ہوتے، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام قد س سرہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ھیں:

''بعد فتح روماسؒ کی بی بی حضرت خالدؓ کے پاس آئیں، اور کہا کہ آج کی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نہایت خوبصورت نورانی چہرہ تشریف فرما ہیں، اور فرماتے ہیں کہ شام وعراق مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوگئے، میں نے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں، ارشاد فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں، پھر مجھے اسلام لانے کو فرمایا چنانچہ میں مسلمان ہوگئی اور اس کے بعد حضرت نے مجھے دو سورتیں قرآن کی سکھلائیں حضرت خالدؓ نے کہا کہ کیا وہ سورتیں تم پڑھ سکتی ہو کہا ہاں، چنانچہ سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھ کر سنادیں، چونکہ ان کو روماس رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا حال معلوم نہ تھا، حضرت خالدؓ سے کہا کہ روماس یا مسلمان ہو جائے یا مجھے چھوڑ دے، تاکہ میں مسلمانوں میں اپنی زندگی بسر کروں، حضرت خالدؓ نے ہنس کر کہا کہ وہ تو تم سے پہلے ہی

مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سن کر وہ نہایت خوش ہوئیں، انتہی ملخصا۔

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ روماسؓ مسلمان ہونے کی وجہ سے جلاوطن ہو رہے ہیں، آپ کی طبع غیور نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ بالکل بے مونس و بے غمخوار ہو جائیں اس لئے انکی بی بی کو مسلمان ہونے کے لئے حکم فرمایا چنانچہ صرف اسی ایک ارشاد پر مسلمان ہوگئیں اور اسلام بھی کیسا کہ اپنا خان ومان اور شوہر کو چھوڑ کر جلاوطن ہونے پر انکو آمادہ اور مستعد کر دیا، حکومت اسے کہتے ہیں کہ ادھر حکم ہوا اور ادھر تعمیل ہوگئی، کیا یہ بغیر تصرف کے ممکن ہے، پھر تصرف بھی کہاں، عالم ارواح میں جہاں دلوں پر تصرف ہوا کرتا ہے کیونکہ درحقیقت دل تابع روح ہے جس کو اصطلاح میں نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

غرض کہ کئی طرح سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تصرفات اس عالم میں جاری ہیں، جن کا اثر اس عالم میں نمایاں ہوتا ہے اسی وجہ سے کعب ابن ضمرہؓ جن کا حال ابھی معلوم ہوا انہوں نے جب دیکھا کہ کفار کی بے شمار فوج کے مقابلے میں اہل اسلام کا سر بر ہونا دشوار ہے، آنحضرت ﷺ کو پکارا کہ جلد مدد فرمایئے اور اسکا ظہور بھی اس طور پر ہوا کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اور فتح بھی کیسی کہ خود بادشاہ فریق مخالف اسلامی فوج کا ایک سپاہی خیر خواہ بن گیا یہ ان حضرات کی خوش اعتقادی کا اثر تھا کہ اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنی کامیابیوں میں وسیلہ بناتے اور مواقع مہلکہ میں باعث نجات سمجھتے تھے، اب ایسے مستند وسیلہ کو کوئی کھو بیٹھے تو وہ قسمت کی بات ہے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ صرف کعب ہی نے آنحضرت ﷺ کو نہیں پکارا، بلکہ صحابہ کا عام دستور تھا کہ سختی کے وقت حضرت کو پکارتے اور مدد طلب کرتے تھے، چنانچہ تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب کی فوج تقریباً ساٹھ ہزار اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ لوگ بہت کم تھے، جب ان کے سخت حملے ہونے لگے تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

لکھا ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں نے ایسی مصیبتیں اور سختیاں اٹھائیں کہ کسی جنگ میں نہیں اٹھائیں، جب حضرت خالدؓ اور ان کے رفقاء نے جو ثابت قدم تھے دیکھا کہ نہایت نازک حالت ہے، آنحضرت ﷺ کو پکارا، چنانچہ وامحمداہ وامحمداہ ہر صحابی کی زبان پر اس وقت جاری تھا، پھر بفضلہٖ تعالیٰ اسکا یہ اثر ہوا کہ مسیلمہ کذاب واصل جہنم کیا گیا، اور اسکی فوج کو شکست ہوئی انتہی ملخصا۔

دیکھئے اس جنگ میں کل صحابہ تھے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی ساتھ ہی یہ جنگ ہوئی، اب کیا کوئی کہہ سکتا ہیکہ یہ حضرات مصیبت کے وقت آنحضرت ﷺ کو پکارنے اور مدد مانگنے سے معاذ اللہ مشرک ہوگئے تھے، اگر چہ یہ حضرات مشرک ہوں تو یہ مضمون صادق آئے گا۔ مصرع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

صحابہ کے طریقہ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو اشد ضرورت کے وقت پکارتے تھے، ہر وقت اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنے کی عادت نہیں تھی''۔(۲۳)

أنتم أعلم بأمور دُنیاكم:

''عرب میں دستور تھا کہ جب کھجور کے درخت کو پھول آتا تو نر کے پھول مادہ کے پھول پر اس غرض سے ڈالے جاتے کہ بار زیادہ آئے اس کو عرب میں ''توبیر'' کہتے ہیں، ایک بار آنحضرت ﷺ کا گذر ایک قوم پر ہوا جو توبیر کر رہی تھی، آپ نے فرمایا کہ اگر توبیر نہ بھی کرتے تو اچھے یعنی بالیدہ ہونے والے ہو ہی جاتے، لوگوں نے اس

سال رسم مذکور کوترک کردیا اتفاق سے اس سال کھجوریں خراب ہوگئیں، صحابہ نے واقعہ عرض کیا، حضرت نے فرمایا تم اپنے دنیا کے کام خوب جانتے ہو، مقصود یہ کہ اشیا کی خاصیات اور تاثیرات بیان کرنا نبوت سے متعلق نہیں، نبوت کا تو یہ کام ہے کہ خدائے تعالیٰ کے تقرب کے طریقے بتائے جائیں، جو کام آدمی کو اس عالم میں مفید یا مضر ہوتے ہیں، بیان ہوں، جس کے ضمن اصلاح اخلاق ہو جو اصلاح تمدن کا باعث قوی ہے۔

حضرت ﷺ نے جو عدم ضرورت تو بیر بیان فرمایا تھا وہ ایک اعتقادی مسئلہ تھا، کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہیکہ بغیر حکم خدا کے کوئی چیز پیدا نہیں ہوسکتی ہزار تو بیر کیجائے جب تک حکمِ الٰہی نہ ہو نہ درخت بار آور ہوسکتا ہے نہ بار عمدہ، اب رہا یہ کہ عادت جاری ہے کہ تو بیر سے کھجور بالیدہ ہوتی ہے تو وہ دنیا سے متعلق ہے، جس کے توفیر کی تدابیر دنیا دار لوگ خوب جانتے ہیں، مگر یاد رہے کہ تو بیر ہو یا اور اسباب اگر کوئی ان کو مستقل سمجھے اور اس کا اعتقاد نہ رکھے کہ اصل خالق خدائے تعالیٰ ہے، اور یہ اسباب صرف برائے نام ہیں تو اس کے بیدین ہونے میں شک نہیں، **انتم اعلم بامور دنیا کم** کے الفاظ سے عتابِ نبوی آشکار ہے جسکو لفظ دنیا کم سے ظاہر فرما دیا کہ تم دنیا دار ہو، اور اپنی دنیا کے حالات کو ہم سے زیادہ جانتے ہو، ہمیں نہ تمہاری دنیا سے تعلق ہے نہ دنیا داروں سے مطلب، اسی وجہ سے صحابہء کرام اور اولیائے عظام دنیا سے بالکل علحدہ رہتے تھے، خلفائے راشدین کے حالات آپ نے مقاصد الاسلام کے حصہ پنجم میں دیکھ لیا کہ باوجود خلافت اور سلطنت کے کیسے فقر وفاقہ کی حالت میں انہوں نے عمر بسر کی، اور خود آنحضرت ﷺ کی معیشت کی کیا حالت تھی، غرض کہ حضرت ﷺ نے اس موقع میں نہایت بلیغ پیرایہ میں عتاب ظاہر فرمادیا، اور دنیا داروں نے سمجھا کہ حضرت ان کے علم کی تعریف فرماتے ہیں کہ (تم ہم سے زیادہ جانتے ہو) حق تعالیٰ فرماتا ہے ''**ذق انک انت العزیز الکریم**'' یعنی کفار جب دوزخ میں جائیں گے تو ان سے کہا جائے کہ اب چکھو تم تو بڑے عزیز و کریم ہو، کیا یہ توصیفی الفاظ فی الواقع توصیف ہوسکتے ہیں، ہرگز نہیں، اسی طرح ''**انتم اعلم**'' توصیف نہیں ہوسکتی''۔(۲۴)

قرآن وحدیث کے مضامین سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں:

آیت شریفہ "فلا جناح علیہ أن یطوف" کی تفسیر صحیح مسلم کی حدیث شریف سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ سے میں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اگر کوئی شخص صفا و مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا، انہوں نے فرمایا کیا وجہ میں نے کہا اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ''**ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت اواعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما**'' یعنی صفا و مروہ نشانیاں ہیں اللہ کی جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اس کو طواف کرے ان دونوں میں اس سے ظاہر ہے کہ سعی نہ کرنا چاہئیے اور اگر کوئی کرلے تو مضائقہ بھی نہیں، انہوں نے فرمایا یہ بات ہے کہ جاہلیت میں وہاں دو بت تھے جن کا نام اساف اور نائلہ تھا انصار کی عادت تھی کہ سمندر کے کنارے سے احرام باندھ کر آتے اور ان کا طواف کرتے اور بعض منات کے نام سے احرام باندھتے تو وہ صفا و مروہ کے طواف کو حرام سمجھتے تھے پھر جب وہ مسلمان ہوئے اور حج کرنا چاہا تو ان بتوں کے خیال سے صفا و مروہ کی سعی کو مکروہ سمجھنے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر سعی کریں تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اب وہ بت رہے نہ وہ نیت پھر آنحضرت ﷺ نے خود سعی کی اور تمام مسلمانوں نے اقتدا کی جس سے سعی مسنون اور ضروری

ہوگئی، اگر یہ مقصود ہوتا کہ طواف نہ کریں تو مضائقہ نہیں جیسا کہ تم نے خیال کیا ہے تو ''فلا جناح علیہ ان یطوف بھما '' ہوتا اب دیکھئے کہ ظاہر قرآن سے ہر شخص یہی سمجھے گا کہ طواف نہ کرنا بہتر ہے مگر چونکہ حضرت عائشہؓ شان نزول پر مطلع اور اس واقع سے واقف تھیں اس لئے اسی آیت سے جواب دیدیا کہ آیت میں یہ کہاں ہے کہ طواف نہ کریں تو مضائقہ نہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو اور یہ بات ثابت کردی کہ اس موقع میں اسی قدر ضرورت تھی کہ طواف کو جو وہ مکروہ سمجھتے تھے انکے ذہن سے نکل جائے اب رہی یہ بات کہ وہ ضروری ہے یا نہیں اور اس کا وقت کونسا ہے اور اسکے نہ کرنے میں مواخذہ ہوگا یا نہ ہوگا سو یہ امور دوسرے ہیں، ان سب کا فیصلہ ایک ہی بات میں کردیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ فرمائیں اس کو قبول کرلو کما قال تعالیٰ: ''ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا '' اس سے ظاہر ہے کہ ہر چند قرآن شریف میں سب کچھ ہے اور بحسب آیۂ شریفہ ''الیوم اکملت لکم دینکم '' دین کی تکمیل بھی ہوچکی، مگر بغیر قبول احادیث کے کسی کا دین کامل نہیں ہوسکتا غرضکہ فہم مضامین ہر کسی کا کام نہیں''۔(۲۵)

قرآن میں سب کچھ ہے مگر سمجھنا دشوار ہے:

آیت شریفہ ''و نزلنا علیک تبیانا لکل شيء '' کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''رہا یہ کہ آیۂ موصوفہ سے ظاہر ہے کہ ہر چیز کا بیان قرآن میں موجود ہے پھر قیاس کی کیا ضرورت، تو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف میں سب کچھ ہے مگر سمجھ کر اسکو نکالنا مشکل ہے کیا ممکن ہے کہ جتنے واقعات پیش ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں ہر شخص قرآن سے ان کا حکم نکال سکے ہرگز نہیں اس سے ظاہر ہے کہ اہلِ رائے کی ضرورت خود آیۂ موصوفہ سے ثابت ہوتی ہے جو اپنی رائے اور قیاس سے ہر مسئلہ قرآن سے نکال سکیں اسی وجہ سے حدیثِ معاذؓ میں رائے کی تحسین وارد ہے۔

جس طرح آیۂ موصوفہ سے مجتہد کی رائے اور قیاس کی ضرورت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح اس آیت سے قیاس مجتہد کی اجازت ثابت ہے وہو قولہ تعالیٰ ''فاعتبروا یا اولی الابصار '' اس آیۂ شریفہ میں اعتبار کرنے کا حکم ہے کشف بزدوی میں لکھا ہے کہ اہل لغت اعتبار کے معنی رد الشئی الی نظیرہ لکھے ہیں اور محاورہ میں کہا جاتا ہے اعتبرت ھذا الثوب بھذا الثوب، أي سویتہ في التقدیر '' یعنی جب کسی کپڑے کے برابر دوسرا کپڑا قطع کیا جاتا ہے تو اعتبرت ہذا الثوب بہذا الثوب کہتے ہیں، چونکہ قیاس فقہی میں بھی رد الشئی الی نظیرہ اور تسویۃ الشيء صادق ہے کہ اس لئے مثلاً جو چیز مسکر ہونے میں خمر کی نظیر ہو، اس کو خمر کی طرف پھیر کر اسکے حکم یعنی حرمت میں برابر کردیتے ہیں جیسے کپڑے میں برابری کردی جاتی ہے، اس وجہ سے اعتبار کے معنی پورے طور سے قیاس فقہی پر صادق آگئے اس سے معلوم ہوا کہ خطاب فاعتبروا یا اولی الابصار سے اہلِ بصیرت قیاس فقہی کے مامور ہیں''۔(۲۶)

ہمارے پاس کی ضعیف روایت دوسرے مذہب کی قوی روایت سے اقویٰ ہے:

مرزا قادیانی نے ان احادیث پر اعتماد اور صحت کو گھٹانے کے لئے جن میں ختم نبوت کا ذکر ہے کہا کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو اس کے جواب میں حضرت سیدنا شیخ الاسلام قدس سرہ آیۂ شریفہ سے استدلال کرتے ہوئے اسکے تحت فرماتے ہیں:

''اصل سبب اسکا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس دین کی حفاظت

منظور ہے جو قولہ تعالیٰ ''وانا لہ لحافظون '' سے ظاہر ہے اس لئے ایسے افراد منتخب روزگار پیدا کر کے ان سے یہ کام لیا ان حضرات نے وہ وہ موشگافیاں کیں کہ فن حدیث ایک سوفنون پر مشتمل ہو گیا جسکی تصریح امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں کی ہے اور ان حضرات نے بفضلہٖ تعالیٰ ان میں اعلیٰ درجے کی ترقی کر کے ان سب کو کمال پر پہنچا دیا اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ کیا ان حضرات کے روبرو کسی کے داو پیچ اسلام میں چل سکتے تھے، کیا ممکن ہے کہ کسی کی بتائی ہوئی حدیث ان کی غامض نظروں سے چھپ کر صحبت کے پیرائے میں آ سکتی تھی، اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہمارے یہاں کی ضعیف حدیث دوسری ملتوں کی قوی اور صحیح روایتوں سے بدر جہا قوی ہوگی ۔

مــادل مــا آخــر هــر مــنتهــی
آخــر مــاجیــب تــمــنــا تهــی

مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہوا خطا کی ہوگی سو یہ ظاہراً درست ہے کیونکہ امکان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جس چیز کا نہ کبھی وجود ہونہ ہوگا وہ بھی اس میں داخل ہے مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان حضرات نے نہ عمداً خطا کی ہو نہ سہواً پھر اس کی کیا وجہ کہ خطا کا امکان پیش کر کے وہ اکابر دین نشانہ ملامت بنائے جایں، قرائن مذکورہ بالا پر نظر ڈالنے کے بعد یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ ہزار ہا اکابر دین اور متدین علما نے جب فن حدیث کا اسقدر اہتمام کیا ہے تو صرف ایک خفیف سا احتمال اس قابل نہیں کہ اس کے مقابل پیش ہو سکے یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اکابر محدثین جنوں نے نہ سلاطین وامرا کی صحبت اختیار کی جس سے احتمال ہو کہ ان کی خاطر سے کوئی حدیث بنائی ہو نہ اشاعت علوم پر ماہوار یا کسی قسم کا چندہ مقرر کیا جس سے خیال ہو کہ کثرت احادیث کی ضرورت سے کچھ حدیثیں بنائی ہوں ان حضرات نے تو اشاعت علوم میں جان دینے میں بھی دریغ نہیں کیا، چنانچہ امام نسائی کا حال مشہور ومعروف ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کی حدیثیں شائع کرنے کی غرض سے شام تشریف لے گئے جہاں علی کرم اللہ وجہہ کی سخت منقصت ہوا کرتی تھی اور جان کی کچھ پروا نہ کی چنانچہ اسی جرم میں شہید کئے گئے ایسے حضرات کی روایات میں تو اقسام کے احتمالات پیدا کئے جائیں، اور مرزا صاحب عیسویت اور وحی کی وجہ سے لاکھوں روپے حاصل کریں ان کی خبروں میں احتمال بھی قائم نہ کیا جائے عجیب بات ہے اگر عقل سے تھوڑا بھی کام لیا جائے تو معاملہ بالعکس ثابت ہو جائیگا، فن اصول حدیث وفقہ میں یہ بحث نہایت مبسوط ہے کہ احادیث صحیحہ قابل تصدیق اور واجب العمل ہیں، انہیں احادیث پر اکثر مسائل فقہ کا دارومدار ہے اگر وہ بے اعتبار قرار دئے جائیں تو تمام مذاہب حقہ درہم وبرہم ہو جائیں گے، اور بے دینوں کو آیات قرآنیہ میں تصرف کا موقع ہاتھ آ جائیگا چنانچہ ملاحدہ نے یہی کام کیا ہے، اس میں شک نہیں کہ جو چیز تواتر سے ثابت ہو، اس کا علم یقینی اور ضروری ہوتا ہے اور احادیث غیر متواترہ کا علم ظنی ہے مگر شریعت نے اس ظن غالب کو اعتبار کر لیا ہے دیکھ لیجئے دو گواہوں کی خبر سے جملہ حقوق ثابت ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں دو گواہوں کی سے مسلمان کا قتل قصاص میں مباح ہو جاتا ہے اب دیکھئے کہ دو شخصوں کی خبر کس طرح متواتر نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے صرف ظن غالب ہو جاتا ہے باوجود اس کے شریعت نے اس کا اعتبار کر لیا ہے، اسی طرح ثبوت نسب صرف باپ کے اقرار پر ہو جاتا ہے اگر اس کے لئے تواتر شرط ہو تو ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے آباء واجداد کی میراث اور جائداد کا مالک بنے، پھر

باپ جولڑکے کے نسب کا اقرار کرتا ہے اس کا مدار صرف ظن غالب پر ہے جو اپنی زوجہ کے بیان اور قرائن خارجیہ عفت وغیرہ کے لحاظ سے اسکو حاصل ہوتا ہے اگر اس ظن غالب کا اعتبار نہ کرے کسی غیور شخص کے نسب میں شائستہ احتمال پیش کئے جائیں تو کیا ان احتمالوں کو وہ قابل تسلیم سمجھیگا یا کسی اور طریقے سے پیش آئیگا جو دشنام کے جواب میں اختیار کیا جاتا ہے، اسی طرح جہاں قبلہ مشتبہ ہو جائے تو ظن غالب پر عمل لازم ہو جاتا ہے گو وہ خلاف واقع ہو اور اسی طرف نماز صحیح بھی ہو جاتی ہے اگر چہ سمت قبلہ کی خلاف پڑھی ہو، غرضکہ جو چیز ظن غالب سے ثابت ہوتی ہے شرعاً عقلاً قابل تصدیق سمجھی جاتی ہے''۔(۲۷)

حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں:

''حق تعالیٰ نے تیرہ سو برس پہلے اپنے کلام قدیم میں یہ بات شائع کر دی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا کما قال تعالیٰ:''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ''اب اس کے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے تو وہ مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہم کی قطار میں داخل ہے جس کے جہنمی ہونے میں کسی کو شک نہیں، کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمادیا ہے کہ قیامت سے پہلے بہت سے دجال نکلیں گے جو رسول ہونے کا دعویٰ کرینگے جیسا کہ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی نے راویت کی ہے''عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ ''مرزا صاحب کو کمالات وفضائل کے ساتھ کمال درجے کی دلچسپی ہے وہ ہمیشہ تلاش میں لگے رہتے ہیں جہاں کوئی کمال پیش نظر ہو جاتا ہے بے دھڑک اس کا دعوے کر بیٹھتے ہیں''۔(۲۸)

معجزۂ معراج خواب میں ہوتا تو لوگ انکار کیوں کرتے:

آیہء شریفہ''وما جعلنا الرویا التی ارینٰک ''کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اور معراج کی خبر خود خدائے تعالیٰ دیتا ہے اس میں اقسام کے احتمالات پیدا کر کے تاویلیں کی جاتی ہیں کہ جسم کثیف اس مدت قلیل میں اتنی مسافت کیونکر طے کر سکتا ہے اس لئے برائے نام اس پر ایمان لانے کی یہ تدبیر نکالی گئی کہ وہ ایک کشفی واقعہ ہے اب اگر کوئی ایماندار جس کو خدا کی قدرت پر پورا ایمان ہو اور یقین سمجھتا ہو کہ حق تعالیٰ صرف کُن سے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے یہ اعتقاد رکھے کہ وہ قادر مطلق جو بعض اجسامِ کثیفہ کو ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل چلاتا ہے اپنے حبیب ﷺ جن کا جسم مبارک ہماری جان سے بھی زیادہ تر لطیف تھا ان کو تھوڑے عرصہ میں آسمانوں کی سیر کرالائے تو کونسی بڑی بات ہوگئی کیا ان مسلمانوں کے نزدیک خدا کی اور اپنے نبی کریم ﷺ کی بات کی اتنی بھی وقعت نہ ہونا چاہیئے جو اہل یورپ کی بات آجکل ہو رہی ہے مقتضائے ایمان تو یہ تھا کہ اگر کوئی ضعیف حدیث بھی اس باب میں وارد ہوتی تو اس خیال سے مان لی جاتی کہ آخر حدیث تو ہے کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں چہ جائیکہ قرآن کی آیتوں اور صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر ہر کسی کو یہ گراں بہا دولت ایمانی کہاں نصیب ہو سکتی ہے ہزار ہا معجزات دیکھنے پر بھی تو اشقیا اس دولت سے محروم ہی رہے، دراصل خود حق تعالیٰ کو منظور نہیں کہ یہ دولت عام اور بے قدر ہو جائے اسی وجہ سے خود کتابِ ہدایت یعنی قرآن شریف کی خاصیت''یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا ''رکھی گئی اور معراج شریف کی نسبت بھی اسی قسم کا ارشاد ہے قولہ تعالیٰ''وما جعلنا الرؤیا

التی اریناک الا فتنة للناس '' یعنی جوتمکوشب معراج ہم نے دکھلایا اس سے لوگوں کی آزمائش مقصود ہے احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت معراج ہی کے باب میں نازل ہوئی، یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کسی کا کام نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے امتحان میں پورا اترے، اس موقع میں تو ایمانداروں کا ایمان ہی سلامت رہ جائے تو غنیمت ہے کافروں کے ایمان کی کیا توقع چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجودیکہ حضرت نے بیت المقدس کی پوری نشانیاں بتلادیں اور کفار اس کا انکار بھی نہ کرسکے گامگر ایمان کسی نے نہ لایا اور صحابہ جو ہمیشہ معجزات دیکھتے تھے باوجود اس فیضان معنوی کے وہ بھی متزلزل ہوگئے اور بعض تو نعوذ باللہ مرتد ہی ہوگئے اور اسی واقعہ کی عمدہ طور پر تصدیق کرنے کی بدولت ابوبکر رضی اللہ عنہ' صدیق کہلائے ان مضامین کی تصدیق روایات ذیل سے ہوتی ہے''۔(۲۹)

واخرج احمد وابو یعلی وابن مردویه وابو نعیم عن ابن عباسؓ قال اسر بالنبی ﷺ الی بیت المقدس فی لیلة فحدثهم بمسیرة وبعلامة بیت المقدس وبعیرهم فقال ناس لا تصدق محمدا (ﷺ) بما یقول فارتدوا کفارا فضرب اللہ اعناقهم مع ابی جهل. کذا فی الدر المنثور

یعنی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت بیت المقدس جاکر اسی شب واپس تشریف لائے اور واقعہ جانے کا اور علامت بیت المقدس کی اور کفار کے قافلہ کا حال بیان فرمایا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کی تصدیق ان امور میں نہیں کرسکتے چنانچہ وہ مرتد ہوگئے اور آخر ابوجہل کے ساتھ ان کی گردنیں ماری گئیں انتھی، ان روایات سے ظاہر ہیکہ یہ واقعہ ظاہراً خلاف عقل ہونے کی وجہ سے وہ لوگ ان کی تصدیق نہ کرسکے جس سے ان کا ایمان سلب کرلیا گیا، یہاں غور کیا جائے کہ کیا خواب میں بیت المقدس کو جانا اس قدر خلاف عقل تھا کہ اس کے سننے سے مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے عقل سلیم اس کو ہرگز قبول نہیں کرسکتی، یہ واقعہ خلاف عقل اسی وقت ہوسکتا ہے کہ عالم بیداری میں ہوا ہو جس کی تصدیق حضرت ابوبکرؓ کرکے مستحق لقب صدیق ہوئے۔

ابویعلیٰ' عساکر درمنثور کی روایت جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معجزۂ معراج کی تصدیق کا ذکر ہے، نقل کرکے فرماتے ہیں:

''اس سے ظاہر ہے کہ معراج جسمانی کی تصدیق کی وجہ سے حق تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو لقب صدیق عطا فرمایا گیا اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار کو بھی اس میں کلام نہ ہوتا کیونکہ خواب میں اکثر دور دور کے شہروں کی سیر کیا ہی کرتے ہیں۔

الحاصل اسلام میں معراج کا واقعہ گویا محک (کسوٹی) امتحان ہے جس نے اس کا انکار کیا اسکی شقاوت ازلی کا حال کھل گیا اس سے بڑھکر اور کیا شقاوت ہوگی کہ سب جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے جو جو نشانیاں پوچھتے گئے سب بتلادیں اور راستے کے قافلہ کا حال پوچھا وہ بھی بیان کردیا جس کی تصدیق بھی ہوگئی پھر بھی تصدیق نہ کی اور مثل دوسرے معجزات کے اس کو بھی سحر ہی قرار دیا۔

اب یہاں یہ امر غور ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نیند کی حالت میں ہوا تھا کیا وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں ان کو کتنے واقعات کا انکار کرنا پڑتا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ خواب کیسا ہی عجیب وغریب ہو اس کے بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور نہ سننے والا اس کا انکار کرتا ہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس واقعے کا

بیان کرنا بخوف تکذیب قرین مصلحت نہیں سمجھا گیا تھا''۔(۳۰)

ابن ابی شیبہ' احمد' نسائی' بزاز' طبرانی' ابن مردویہ' ابونعیم' ابن عساکر سے معراج شریف کے تفصیلی واقعہ اور اعلان کے بعد قوم کے احوال کا ذکر جس حدیث شریف میں ہے اسکو نقل کر کے فرماتے ہیں:

یہاں چند امور قابل یاد رکھنے کے ہیں:

(۱) حدیث صحاح اور مسند امام احمد اور مختارہ میں ہے اور بحسبِ تصریح محدثین ثابت ہے کہ ان کتابوں کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

(۲) حضرت ﷺ کا یقین کرنا کہ اس واقعہ کی تکذیب کرینگے دلیل ہے اس بات پر کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں کیونکہ خواب میں اکثر عجیب وغریب خلاف عقل واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر نہیں ہوتی ہے کہ لوگ سن کر اس کی تکذیب کرینگے۔

(۳) حضرت ﷺ بجائے اس کے کہ اس واقعہ معراج شریف سے شاداں وفرحاں رہتے بیان کرنے کے پہلے نہایت غمگین رہے اس وجہ سے کہ کفار اس خلاف عقل واقعہ کی ضرور تکذیب کرینگے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب یہی خیال تھا تو بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور اگر ضرور بھی تھا تو صرف راسخ الاعتقاد چند مسلمانوں سے بطور راز کہا جاتا بخلاف اس کے ام ہانیؓ نے کفار کے روبرو بیان کرنے سے بہت روکا اور خود حضرت ﷺ کو بھی کمال درجہ کی فکر دامنگیر تھی یہیں تک کہ حزین وغمگین بہت دیر بیٹھے رہے مگر آخر بیان کرنا پڑا ان امور میں غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ﷺ اس واقعہ کے بیان کرنے پر من جانب اللہ مامور اور مکلّف تھے، اگرچہ اصل مقصود عجائب قدرت حضرت ﷺ کو دکھلانا تھا مگر اس کے بعد اس مسئلہ کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہوگئی اور ایک دینی مسئلہ ٹھیر گیا پہلے حضرت ﷺ مامور ہوئے کہ کفار اور مسلمانوں میں اس کا اعلان کردیں پھر قرآن شریف میں اس کا ذکر فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی اور منجملہ ان مسائل کے ٹھیرایا گیا جن پر ایمان لانا ضروری ہے گو خلاف عقل ہوں جیسے مسائل بعث ونشر ومقدورات الٰہی وغیرہ چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالیٰ ''**سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا**'' الایہ، یعنی وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندہ محمد مصطفی ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانۂ کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں دیں اور اس لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نمونہ معائنہ کرائیں انتہی۔

اور اس واقعہ کے بعض اغراض اس طرح بیان کئے قولہ تعالی ''**وما جعلنا الرؤ یا التی اریناک الا فتنة للناس**'' یعنی یہ جو تم کو دکھایا گیا اے محمد ﷺ اس واسطے تھا کہ لوگوں کی آزمائش ہوجائے، چنانچہ آزمایئش اور فتنے کا حال بھی ابھی معلوم ہوگیا کہ بعض مسلمان کافر ومرتد ہوگئے اور کافروں کا کفر وانکار اور بڑھ گیا۔

(۴) کفار نے جب پوچھا کہ کیا آپ رات بیت المقدس کو جاکر صبح ہم میں موجود ہوگئے تو آپ نے اس کی تصدیق کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم کے ساتھ حالت بیداری میں تشریف لے گئے تھے ورنہ جواب میں فرماتے کہ یہ واقعہ خواب کا تھا میں جسم کے ساتھ یہاں سے گیا ہی کب تھا جو پوچھا جاتا ہے کہ **ثم اصبحت بین ظهر انینا** یعنی صبح یہاں موجود ہوگئے۔

(۵) ایسے موقع میں تالیاں بجانا اپنی کامیابی اور خصم کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی اپنی وہ اسی میں سمجھتے تھے کہ جھوٹ ثابت کریں

اور ظاہر ہے کہ خلاف عقل خواب سننے سے یہ جوش طبائع میں ہرگز نہیں پیدا ہوتا اس میں تو توہین مقصود ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اضغاث احلام یعنی پریشان خواب ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہوسکتے حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہ کیا جائیگا کہ کسی مخالف نے اس واقعہ کو سنکر پریشان خواب کہا ہو۔

(۶) مقامی علامتیں بطور امتحان دریافت کرنا خواب کے واقعہ میں نہیں ہوا کرتا اسلئے کہ خواب کے بیان کرنے والے کو یہ دعوی ہی نہیں ہوتا کہ جو دیکھا ہے وہ واقع کے مطابق ہے اسی وجہ سے اس میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے اگر یہ واقعہ خوب میں دیکھا گیا ہے تو نہ ان کو علامت پوچھنے کا موقع ملتا نہ حضرت کو جواب دینے کی ضرورت ہوتی اور نہ فکر وکرب طبع غیور کو لاحق ہوتی۔

(۷) امتحان کے وقت نقشہ مسجد کا پیش نظر ہونے سے ظاہر ہے کہ کشف اس موقع میں ہوا تھا جس کی تصریح فرمادی اگر پورا واقعہ کشفی ہوتا تو اسی طرح صراحۃً فرما دیتے کہ رات بیت المقدس وغیرہ میرے پیش نظر ہو گئے تھے۔

الحاصل حدیثِ موصوف میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا ہے۔

کفار نے جب حضرت ﷺ سے یہ واقعہ سنا تو ان کو یقین ہوگیا کہ یہ خبر ایسی کھلی جھوٹ ہے کہ جو سنے گا عقل میں نہ آنے کی وجہ سے اس کی تکذیب کردیگا اس لئے انہوں نے پہلے یہ خیال کیا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو فتنے میں ڈالیں جب نعوذ باللہ وہ حضرت سے پھر جائیں گے تو پھر کوئی حضرت کی رفاقت نہ دیگا اس لئے فوراً وہ صدیق اکبرؓ کے مکان پر پہنچے اور کہا کہ لیجئے آپ کے رفیق اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس جا کر آ گئے کیا اس کی بھی تصدیق کی جائیگی مگر وہاں شان صدیقی جلوہ گر تھی ایسے بادہوائی شبہات سے کب جنبش ہوسکتی تھی آپ نے فرمایا کہ اس کی بھی تصدیق میں کوئی تامل نہیں بشرطیکہ حضرت نے فرمایا۔(۳۱)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی ص ۱۸، مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی ص ۱۷۵، ۱۷۶
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، ص ۲۱۷/۲۲۱
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، ص ۲۲۲/۲۲۳
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۵) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، ص ۲۳۳
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۶) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، ص ۲۶۴/۲۶۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۷) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، انوار احمدی، ص ۱۹۷/تا ۲۰۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۱، ص ۴۷
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۹) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ۱۱، ص ۵۶/۵۷
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۱۰) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ۴، ص ۸۰/۸۱/۸۲
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۱۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۴، ص ۷۹
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۱۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ۴، ص ۸۴/۸۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔حیدرآباد

(۱۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۶ ص ۲۸
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۱۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حص ۶ ص ۳۳
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۱۵) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ہشتم صفحہ ۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۱۶) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۸، ص ۷
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۱۷) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۸، ص ۸/۹
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۱۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ۸، ص ۹/۱۰
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۱۹) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ۸، ص ۴۸
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۰) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ ۸، ص ۱۴۱/۱۴۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۸، ص ۱۷۰/۱۷۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۰، ص ۱۳/۱۴/۱۵
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۰، ص ۹۱ تا ۹۴
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۰، ص ۱۵۲/۱۵۴
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۵) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، حقیقۃ الفقہ، حصہ اول صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۶) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، حقیقۃ الفقہ، حصہ اول صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۷) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، افادۃ الافہام، جلد دو صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۲۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، افادۃ الافہام، حصہ ۲، ص ۵۱، مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد

منقبت استاد العلماء والسلاطین

حضرت الحاج مولانا انوار اللہ فاروقی نواب فضیلت جنگ بہادر نور اللہ مرقدہٗ

شیدائے رسول کون و مکاں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
اصحاب رسالت پر قرباں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
پروانۂ روئے شاہِ زمن ہیں لعل یمن ہیں دُر عدن
سرشارِ مئے غوث جیلاں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
اطراف جہاں میں تابانی ہے جن کے علوم انور کی
و نیر افلاک عرفاں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
پُر نور ہے ان کی ضو سے وطن تلمیذ ہے خود سلطانِ دکن
لاریب وہ استادِ ذیشاں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
بخشی ہے خلافت حضرت کو خود شاہِ امداد اللہ نے
سلطان مشائخ شیخ زماں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
نواب فضیلت جنگ بہادر جن کا خطاب شاہی ہے
وہ مولوی انوار اللہ خاں ہیں مولوی انوار اللہ خاں
توصیف ہو صآبر کیا ان کی تعریف ہو صآبر کیا ان کی
مخدومِ صفِ جن و انساں ہیں مولوی انوار اللہ خاں

(از جناب صآبر براری، بہشت مناقب ص 47، مطبوعہ 1993ء)

(۲۹) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، افادۃ الافہام، حصہ ۲، ص ۱۹۶/۱۹۷
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۳۰) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، افادۃ الافہام حصہ ۲، ص ۲۰۰/۲۰۱
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد
(۳۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، افادۃ الافہام حصہ دوم، ص ۲۰۴ تا ۲۰۷
مجلس اشاعت العلوم، شبلی گنج۔ حیدر آباد

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت محدّثِ جلیل

بقلم: عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، وبانی المعہد الدینی العربی)

حضرت عارف باللہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ کی ولادت ۴/ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام ناندیڑ ہوئی، آپ خاصان خدا اور اہل اللہ سے ہیں آپ کی شان اعلی وارفع ہے آپ شیخ الاسلام ہیں، دین ودنیا کی ریاست آپ کو حاصل ہے تمام علوم دینیہ میں کمال کے ساتھ ممتاز ہیں اور علم حدیث شریف میں آپ معرفت تامہ رکھتے ہیں عامل بالحدیث اور متبع سنت ہیں، آپ کا شمار اپنے وقت کے کبار صوفیہ اور کبار محدثین میں ہوتا ہے، ہرفن میں آپ کی تالیفات ہیں اور آپ نے اپنی تصانیف کے ذریعہ تمام انسانوں خصوصاً مسلمانوں کی خیرخواہی اور نصیحت کی ہے۔ داعیانِ اسلام میں آپ کا مرتبہ بلند اور خدمات عظیم ہیں۔ علم حدیث میں آپ کو حضرت شیخ عبداللہ یمنیؒ نزیل حیدرآباد سے شرف تلمذ حاصل ہے، آپ کو حضرت یمنیؒ کے علاوہ اور طرق سے بھی کتب حدیث میں سند حاصل ہے۔ آپ استاذ محترم کے پاس روزانہ درس میں حدیث شریف کی کتاب کے آٹھ صفحات قرأت فرماتے استاذ کے پاس درس لینے اور قرأت کرنے سے پہلے گہرائی کے ساتھ مطالعہ فرماتے اگر کوئی حل طلب مسئلہ ہوتا استاذ صاحب کی تقریر سے کامل انشراح ہوجاتا تھا، کمال ضبط واتقان اور درایت وتفقہ میں آپ کی کمال بصیرت کے آپ کے تمام اساتذہ کرام معترف تھے۔

اصحاب حدیث کے چار مراتب ہیں (۱) حاکم (۲) حجۃ (۳) حافظ (۴) محدث، ایک محدث کیلئے جو امور لازمی اور ضروری ہیں وہ سب بدرجہ اتم آپ میں ودیعت تھے، جوامع وسنن واسانید وغیرہ کی تمام احادیث پر آپ کو اطلاع اور استحضار تھا اور تمام طرقِ حدیث اور اسانید پر احاطہ تھا، مراتبِ حدیث کی صحت وضعف وغیرہ پر کمال واقفیت تھی، آپ کی تصانیف سے امور مذکورہ واضح اور عیاں ہیں۔ کسی کے مبلغِ علم کا اندازہ صرف کثرت تصانیف سے نہیں ہوتا بلکہ ان کے احاطہ علمی اور معانی ومطالب کی گہرائی سے ہوتا ہے۔ آپ کی تمام تصانیف اپنے معانی، مطالب، اسلوبِ بیان استنباط واستخراج مسائل اور حل مبہمات میں مسلم وممتاز اور نہایت وقیع ہیں اور ہر جہت سے آپ سب میں بلند ہیں۔

علم حدیث شریف کے دوشعبے ہیں (۱) روایت (۲) درایت، اور ان دونوں شعبوں کے جملہ (۶۰) سے زائد علوم ہیں حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی تمام تالیفات میں حسب ضرورت مقام کہیں روایت کہیں درایت اور ان کے مختلف اقسام سے سیر حاصل بحث فرمائی۔ حضرت شیخ الاسلام کی بیس سے زیادہ کتابیں طبع ہوچکی ہیں علم حدیث شریف میں آپ کا ایک قلمی مخطوطہ بنام ''مجموعة منتخبة من الكتب الصحاح'' جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ میں موجود

ہے۔اس کتاب سے آپ کے تبحرِ علمی کی شان نمایاں ہے، اس پر یہ عبارت بھی ہے''محتوية على فوائد مزيدة ومنافع كثيرة'' یہ کتاب نادر فائدے اور کثیر منافع پر مشتمل ہے۔حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس کو بخاری شریف مسلم شریف اوران کی شروح قسطلانی،نووی اور دیگر کتب صحاح وغیرہ سے انتخاب فرمایا ہے یہ کتاب مختارات حدیث ہے، اس میں احادیثِ شریفہ کو کتب صحاح ستہ کے ابواب کے تحت ذکر فرمایا پھر حاشیہ اوراس کا نیا باب قائم فرمایا اور بعض جگہ اس پر عربی میں حاشیہ لکھا۔ اصلاحِ باطن، استبراک بالآثار، تزکیہ نفس اور حبّ رسول ﷺ جیسے معانی استنباط فرمائے اور اسی کو باب اور عنوان بنایا، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ حاشیہ نہایت مختصر اور وسیع مطالب کا جامع، گویا دریا کو کوزہ میں بھر دیا گیا، اور یہ مخطوطہ باحثین (ریسرچ اسکالرس) کے لئے ایک نادر موضوع اور بہترین مواد فراہم کرتا ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی جانب توجہ کی جائے (۱) اس میں سے صرف دو مثالیں پیش ہیں،

(۱) امام بخاری عنوان''اذا خاف الجنب على نفسه المرض'' کے تحت جو حدیث شریف لائے''عن ابی وائل قال قال ابو موسى لعبدالله بن مسعود اذا يجد الماء لايصلى قال عبدالله لو رخصت لهم فى هذا كان اذا وجداحدهم البرد قال هكذاعنى تيمم وصلى'' اس حدیث شریف کونقل فرماتے ہوئے حضرت شیخ الاسلامؒ نے حاشیہ پرعنوان قائم فرمایا''لحاظ المصلحة فى الفتوى مع انه خلاف النص'' فتوی میں مصلحت وقت کا لحاظ کر کے شرعی حکم بتایا جائے گا، ایک نہایت وسیع قانون اصول فقہ کا اس سے استنباط فرمایا اور ایک جملہ میں اس کو ظاہر کر دیا، جس میں معانی ومطالب کی گہرائی ایک سمندر جیسی ہے اور ہر زمانے میں دنیا کے قضاۃ ومفتیان کے لئے بہترین رہنما ہے۔

(۲) امام بخاری نے''باب فضل من بات على الوضوء''وضوء کی حالت میں رات گزارنا، میں جو حدیث لائی ہے، اس میں یہ ہے کہ صحابی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو سناتے ہوئے''بنبیک''کے لفظ کی جگہ''برسولک''سنایا، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا''بنبيك''پڑھو۔اب حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس پر حاشیہ قائم فرمایا''للتاثير فى ماور دفى الحديث دون معناه''حدیث شریف میں جو کلمہ ہے اس میں جو تاثیر ہے اس کے ہم معنی لفظ میں نہیں، صرف ایک جملہ میں آپ نے معانی ومطالب کا ایک سمندر سمو دیا۔

(۳) باب البزاق کی حدیث شریف کا عنوان''الاستبراک بالنفحاته والبزاق''اوراستعمال فضل وضوء الناس کا عنوان''التبرک بشرب ماء مج فيه صلى الله عليه وسلم''اوراس کی دوسری حدیث پر''الاقتتال على وضوئه صلى الله عليه وسلم''قائم فرمایا، ساری کتاب اوراس کے حواشی معطر مضامین سے مہک رہے ہیں آپ کا اسلوب محدثین متقدمین کا اسلوب ہے کہ تقریر مختصر ہو اور جامع ہو، برخلاف متاخرین کے ان کی تقریرات طویل سے طویل ہوتی ہیں۔

''الكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع''حضرت شیخ الاسلامؒ کی معرکتہ الآرا کتاب ہے علم حدیث میں''حدیث موضوع''(گڑھی ہوئی بات) جس کو حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کی طرف منسوب کر دیا گیا اور حقیقت میں وہ حدیث شریف نہیں ہے، اس موضوع پر یہ نہایت وقیع اور جامع کتاب ہے اس کے مطالعہ سے علم حدیث شریف میں آپ کے تجربہ اور علوشان کا پتہ چلتا

ہے، اس موضوع پر اس قدر تفصیل کے ساتھ اردو زبان میں پہلی اور آخری کتاب ہے، یہ کتاب شمالی ہند اور جنوبی ہند ہر دو جگہ سے شائع ہوئی،

آپ نے اس کتاب کو قیام مدینہ منورہ کے دوران کتاب ''انوار احمدی'' کی تالیف کے بعد قلم بند فرمایا، اس کتاب کے موضوعات کا تعلق زیادہ تر روایت سے ہے، اس میں آپ نے قرائن وضع اور قواعد جرح وتعدیل سے بحث فرمائی ہے اس موضوع پر تمام علمی مباحث کا عطر کشید کر دیا ہے آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں

''الحاصل راویوں کی جرح وتعدیل میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے، ایک ہی شخص کسی کے پاس مقبول ہے اور کسی کے پاس مخدوش یہ بات فن رجال سے بخوبی ثابت ہوسکتی ہے اور اس کا مدار قدماء محدثین رحمہم اللہ کی رائے اور اجتہاد پر ہے، جنہوں نے تجربہ اور وجدان سے قاعدے ایجاد کئے اور اپنے معاصرین کی جرح وتعدیل کی چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نکت میں لکھا ہے'' **فاختلف فاقوالهم لا ختلاف اجتهاد هم** '' پھر متاخرین نے اپنے اپنے معتمد علیہ کی تقلید کرکے ہر ایک پر حکم لگایا اور اسی وجدان یا تقلید کی وجہ سے جس کی نسبت جو اعتقاد کیا قائم رہے'' حالانکہ تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں، اسی بحث میں فرماتے ہیں محدثین کے حکم بحسب ظاہر ہے ''نفس الامری'' نہیں ہے کتاب کے شروع میں فرماتے ہیں اس مقام پر مسئلہ وضع کہتے ہیں، آیا وہ واقع میں کسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے یا صرف ظن ہوا کرتا ہے محدثین نے لکھا ہے کہ موضوعیت حدیث کی کئی طرح سے معلوم ہوا کرتی ہے۔

(۱) کبھی راوی میں کوئی قرینہ ہوتا ہے

(۲) کبھی نفس حدیث میں

(۳) اور کبھی خارج میں

پھر اس پر اور اسکے ہر قاعدہ اور اصل پر سیر حاصل بحث فرمائی، جو کئی صفحات پر مشتمل ہے، مزید برآں اس کتاب میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے مجتہدین ومحدثین کا فرق اور ہر ایک کے وظائف، فرقہ ضالہ اور متبدعہ اور وضّاع ومتروک کی روایتوں کا حکم، عالم رؤیا میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارتِ مبارکہ اور احادیث شریفہ کی بابت تصدیق حاصل کرنے کا حکم ونیز بعض محدثین کرام کے احوال، مثلاً حضرت امام شافعی، محمد بن یحیی، محمد بن جعفر، علی بن مسہر ابن جوزی، امام بخاری، امام مسلم، امام ذھبی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے احوال اور ان کی روایتوں اور ان کے تفردات سے مفصلاً بحث فرمائی، اس کتاب سے علم حدیث شریف اور اسکے متعلقات، فن رجال، اصول نقد، قواعد جرح وتعدیل میں آپ کی رفعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے محدثین کرام میں بلند مرتبہ اور ان کے امام تھے۔

آپ کی تمام تصانیف میں احادیث وآثار کے مضامین ہیں چنانچہ آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے علاوہ مسند احمد بن حنبل، سنن دارمی، سنن بیہقی، بزاز، طبرانی، حاکم، ابونعیم، ابن عساکر، دیلمی، کنز العمال اور بیشتر حدیثی کتب سے حدیث شریف کے متن کی بڑی بڑی عبارتیں نقل کرتے جاتے ہیں، پھر فن حدیث ورجال کے نقطہ نظر سے بحث کرتے ہیں۔

آپ کی تالیف ''انوار احمدی'' جو حضور ﷺ کی شان رفعت میں بزبان اردو سب سے روشن کتاب ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ

''اس کتاب میں التزام اس امر کا کیا گیا ہے کہ حتی الامکان احادیث وآثار کا مضمون لکھا جائے، مگر کہیں کہیں بطورِ نکات کے اور

مضامین بھی جو منقول ہی سے مستفاد ہیں بڑھائے گئے ہیں باقی رہی یہ بات کہ سواء صحاح ستہ کے اور کتب حدیث سے بھی احادیث اس میں نقل کی گئی ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ کل احادیث صحاح ستہ میں موجود ومنحصر نہیں ہے۔(۲)

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس کے اثبات کے لئے جو تقریر کی ہے اور کتاب مستطاب میں ایمان وحلاوت سے بھر پور تعظیم حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق مضامین پر احادیث شریفہ کی روشنی میں جو بحث کی ہے وہ قلب کو روشن کر دیتی ہے ......قدوۃ المحققین ، ہادی منازل تحقیق ، حضرت شاہ امداد اللہ قدس سرہ العزیز اس پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انی سمعت ھذ الکتاب من اولہ الی آخر بحث الاداب ووجدتہ موافقا للسنۃ السنیۃ''(۳)۔

اصول ترجیح وتصحیح کے تحت احادیث میں تطبیق پر اللہ تعالی نے آپ کو عظیم فراست وملکہ عطاء فرمایا تھا ''الابذ کر اللہ تطمئن القلوب '' کی تفسیر میں درمنثور سے نقل فرماتے ہیں ذکر اللہ سے مراد ذکر محمد واصحابہ ہے اس پر تعلیق کرتے ہوئے امام ترمذیؒ کی عبارت نقل فرماتے ہیں ''انھم خسروا القرآن فلیس الظن بھم انھم قالوا فی القرآن بغیر علم او من قبل انفسھم وقدروی عنھم ماید ل علی ماقلنا انھم لم یقولو امن قبل انفسھم بغیر علم''

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقع احتیاط میں اقوال متقدمین کی نسبت کسی قدر حسن ظن چاہئے کہ نہ ہمیں ویسا علم ہے نہ ویسا فہم''۔

حدیث ''لولاک'' کے تمام طرق کا احاطہ کرتے ہوئے اصول تطبیق سے بحث کرتے ہیں کہ اکثر احادیث میں بظاہر اختلاف ہوتا ہے کہ جس کی توفیق ہر شخص سے ہو نہیں سکتی ، ایسے مواقع میں یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ دونوں حدیثوں میں کچھ ضعف آجاتا ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر ایک حدیث کو دوسری حدیث سے تعداد کی وجہ سے قوت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے کہ ہر ایک حدیث نقل واقعہ کی صداقت پر گویا دوسری حدیث کی گواہ ہوتی ہے ہاں جن امور زائدہ میں تعارض ہے، ان میں شک پیدا ہوگا نہ کہ نفس واقعہ اس میں غرض یہ کہ ہر کتاب میں علم حدیث کی اصولی بحثیں ہیں۔

کتاب ''حقیقۃ الفقہ'' جلد اول میں قرآن وحدیث شریف سے استنباط مسائل ، محدثین وفقہاء کے فرائض منصبی ، روایت ودرایت ، محدثین کی اہمیت ، محدثین کا حافظہ تبلیغ احادیث ، وضع روایات ، تخالف درایت ، احتیاط محدثین ، کتابت حدیث ، تدلیس ، روایت بالمعنی ضرورت اعتبار حدیث جیسے بے شمار موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور درایت حدیث کے اصول سے جگہ جگہ بحث کرتے ہیں، ناسخ منسوخ کو جاننا نہایت مشکل کام ہے، اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے تقریبا ایک سو صفحات تک درایت وروایت سے متعلق امور کی بحثیں ہیں۔

''افادۃ الافہام'' (حصہ دوم) جو رد قادیانی میں ہے، آغاز ہی سے روایت ودرایت حدیث کے متعدد دقیق امور پر گفتگو کی ہے صفحہ ۵ پر ''شرح الاشباہ والنظائر ص ۳۹۷'' کی ایک صفحہ کی طویل عبارت نقل فرماتے ہوئے پھر اس پر چشم کشا تبصرہ بھی فرمایا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ آدمی کامل محدث نہیں ہوسکتا ، جب تک کہ امور ذیل پر پورے طور

سے واقف اور ماہر نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخبار اور احکام جو حضرت شیخ الاسلام مقرر فرمائے ہیں و نیز صحابہ کرام کے اخبار وحالات اور تابعین اور جمیع علماء کے احوال تواریخ ہر ایک کا نام کنیت وطن زمانہ اور احادیث کے اقسام، کونسی حدیث مسند ہے اور کونسی موقوف وغیرہ اسکے سواء رسم الخط اور صرف ونحو اور لغت کا بھی ماہر ہو اور عمر بھر خالصا لوجہ اللہ اسی کام میں لگا رہے الغرض امور مذکورہ سے علم حدیث شریف میں حضرت شیخ الاسلام کا مرتبہ معاصرین میں سب سے بڑا ہے۔

علم حدیث سے آپ کو ہمیشہ اشتغال رہا، سینکڑوں بزرگوں نے آپ سے استفادہ کیا ہے آپ کے شاگردوں میں کتنے ایک اہل اللہ اور علماء وصالحین، اصحاب ورع وتقوی اور بے بدل اہل علم وفضل ہیں۔ علم حدیث میں آپ کا یہ اشتغال ہمیشہ قائم رہا حتی کہ سفر میں بھی اس میں فرق نہ آنے دیتے تھے چنانچہ حرم نبوی علی صاحبہ وآلہ الصلوۃ والسلام کے تین سالہ قیام کے دوران وہاں کے اہم کتب خانوں سے نادر کتابوں کو نقل فرمائے ان میں سے تین کتابیں حدیث شریف میں بہت اہم ہیں

(۱) **کنز العمال**

(۲) **جامع مسانید امام اعظم**

(۳) **جوھر النقی علی سنن البیھقی**

تین مرتبہ خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دیدار مبارک سے مشرف ہوئے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے کے امتثال میں حیدرآباد کو مراجعت فرما ہوئے جامعہ نظامیہ کا استحکام فرمایا، ''دائرۃ المعارف'' اور ''کتب خانہ آصفیہ'' کے قیام کے لئے تحریک فرمائی اور دائرۃ المعارف سے سب سے پہلے ''کنز العمال'' کی طباعت کا اہتمام فرمایا، آپ ہی کی مساعی جمیلہ کی بدولت دنیائے بر صغیر ان کتابوں سے استفادہ کر سکی ہے، کتب خانہ میں اور کتابوں کے علاوہ کتب حدیث شریف کا بڑا ذخیرہ جمع ہوا، خود آپ کے کتب خانہ میں حدیث شریف کی سب سے زیادہ کتابیں جمع تھیں آپ کے وصال کے بعد اس کتب خانہ کو بنام ''انوار المعارف'' جامعہ نظامیہ میں منتقل کر دیا گیا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے درس وتدریس کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ علم وفضل میں باکمال اور خصوصاً علم حدیث شریف میں کامل معرفت رکھنے والے سینکڑوں علماء کا ایک سلسلہ جاری ہوا، جنہوں نے اپنے آپ کو علمی خدمت اور درس وتدریس کے لئے وقف کر دیا۔ آپ کا طریقہ درس جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے واضح ہے علماء متقدمین کا طریقہ تھا اور اعجاز واختصار کے ساتھ ہر مسئلہ اور ہر بحث میں احادیث سے استدلال ان کے مراتب ورجال سے بحث، ایمانی حلاوت اور عشق ومحبت سے بھر پور گفتگو آپ کی درسی خصوصیات تھیں، اور یہی صبغۃ اللّٰہی رنگ جامعہ نظامیہ کے تمام محدثین وشیوخ حدیث میں ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔

(بشکریہ: روزنامہ سیاست حیدرآباد۔ جمعہ ۳/اکتوبر ۱۹۹۷ء)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے نادر قلمی مخطوطہ حدیث شریف ''مجموعہ منتخبہ من الکتب الصحاح'' پر باضابطہ تحقیقی مقالہ مولانا شبیر احمد یعقوبی نظامی استاذ جامعہ نظامیہ ترقیم و تکمیل کر رہے ہیں۔ مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کی سرپرستی اور صاحب مقالہ ہذا شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد خواجہ شریف قادری مدظلہ، ناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ کے زیر نگرانی یہ عظیم تحقیقاتی پراجکٹ سرانجام دیا جا رہا ہے۔

(۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ / انوار احمدی، ص و، طبع پنجم، اگست 2000، مطبوعہ، مطبعہ ابوالوفا افغانیؒ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ / انوار احمدی، ص ۳، طبع پنجم، اگست 2000، مطبوعہ، مطبعہ ابوالوفا افغانیؒ جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ ☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی سند حدیث وسند مصافحہ

از: حضرت علامہ ابوعلی محمد اعظم حسین صدیقی حنفی خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ(۱)

بسم الله الرحمن الرحيم

الاسناد الأعظم بأعلى سند يوجد فى العالم (۲)

الحمدلله رافع من استند بصحيح العمل الى عليّ بابه و واصل من انقطع بحسن الأمل الى عزيز جنابه ـ والصلوة والسلام على سيدنا محمدن المرسل رحمة للعالمين وعلى اٰله المسلسل فضلهم وشرفهم على ممر السنين واصحابه الذين اقاموا الدين والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين وعلينا معهم برحمة الله اٰمين اما بعد! فيقول العبد الضعيف الراجى الى رحمة ربه الهادى ابوعلى محمد اعظم حسين الصديقى الحنفى الخيراٰبادى نزيل بوفال والمتمنى ان يكون بمنه سبحانه مدنينا فى المال غفرالله تعالى له ولوالديه ووفقه للصدق فى الحال والقال: لما كان العلم اقوى سبب يتوصل به العاقل اللبيب الى الكمالات واسنى طرق يسلكها الفاضل الاديب الى معرفة رب الأرض والسموات ـ لاسيما علم الحديث منه فانه المقتبس من مشكوة مصباح صاحب الرسالة والهدى الذى اشرقت شمسه من سماء الجلالة وكان الاسناد فى العلوم من اجل ما به يعتنى وانفس مايدخر ويقتنى لكونه كما ورد الاسناد من الدين و سننا ماثوراالسلف والخلف المهتدين وقد خص الله تعالى هذه الامة المحمدية بهذه الخصوصية كما خصهم بمراتب الاقربية فكان كل من سنده اقرب ولو برجل واحد اجل ممن فاته ذلك فى المبادى والمقاصد فقد ـ رحل جابر بن عبدالله الانصارى رضى الله عنهما مسيرة شهر الى عبدالله بن انيس رضى الله عنه فى حديث واحد وقال يحيى بن معين: الاسناد والعالى قربة الى الله والى رسوله سيد الانبياء والمرسلين۔ وقد طلب من الفقير الحقير الذى ليس فى العيرو لا فى النفير الاجازه بجميع مروياتى و مسموعاتى ومقروء اتى العارف العلامة والكامل الفهامةمولانا محمد انوارالله ادام الله تعالى ظله واوصله الى مايتمناه فاجبته لما طلب واسعفته فيما رغب طلبا للنفع العام ورجاء للدعاء منه بدو ام التوفيق وحسن الختام فى جوار سيد الانام عليه وعلى اٰله افضل الصلوة والسلام يعد ان سمع منى الحديث المسلسل بالاولية بالاولية الحقيقة فاقول مستعينا بذى الطول متبرا من القوة

الحوال اجزت العارف الكامل المرشد الواصل ....اجازة تامة مطلقة عامة بشرطهاالمعتبر لدى اهل الحديث والاثر و هو كمال الضبط والتحرى وان يقول فيما لا يدريه :"لا ادرى" كما اجازنى بذلك المشائخ الأعلام والأساتذة الكرام ــ ولى ــ ولله الحمد ــ فى جميع العلوم مشائخ اجلة، هم فى سماء العلوم بدور واهلة وساذكر بعض اسانيدى العالية لكونه سنة مطلوبة والقرب من سيدنا رسول الله ﷺ خصلة مرغوبة ــ اما القرآن المجيد والفرقان الحميد، كلام رب العلمين جل ذكره نشأت فى خدمته عزائمى من قبل ان تناط عنى تمائمى ولله الحمد على ذلك ــ أماتنا الله تعالى عليه وأحيانا عليه من كرمه ــ تلقيته عمن لا تحصى كثرتهم ولا يعد عددهم منهم شيخى واستاذى ومرشدى الثقة الثبت الرحلة مولانا شاه عبدالقيوم ــ قدس سره ــ وهو تلا علينا من الفاتحة الشريفة الى سورة الناس بطريق الاسناد والتحديث فسمعته من لسانه المنيف فى جمع كثير من العلماء والفضلاء كاملا مكملا وهو يرويه كذلك عن شيخه الشيخ محمد اسحاق المحدث وهو عن شيخه العلامة مولانا شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى وهو عن شيخه و والده العلامة مولانا شاه ولى الله المحدث الدهلوى الى آخر ما هو مذكور فى مسلسلاته و مؤلفاته ومنهم الشيخ الاجل الامام العلامة مولانا السيد محمد على ظاهر الوترى المدنى ــ قدس سره ــ حضرت فى دروسه للتفسير وسمعت الفرقان الحميد خلفه فى التراويح وسمعت منه سورة الصف واكثر السور الشريفة بطريق التحديث وهو يرويه عن شيخه العلامة البركة الشيخ احمد منة الله المالكى الى آخر اسناده ومنهم الشيخ سليم البشرى الازهرى مفتى المالكية فى مصر وهو يرويه عن شيخه الشيخ محمد الصفتى وهو ايضا عن شيخه الاكبر السيد محمد الامير الكبير صاحب الثلث الشهير ومنهم السيد عبدالله السكرى الدمشقى وهو يرويه عن شيخه التميمى شيخ عباس باشا خديوى مصر وهو يرويه عن السيد الامير الكبير الموصوف وهو يقول فى ثبته قرأت على الامام ابى عبدالله محمد بن حسن المنير السمانودى ثلاث ختمات من طريق الشاطبية و الدرة والطيبية كما هو قرأ على شيخه نور الدين الشيخ على الرملى المالكى وهو أخذ عن الشيخ محمد البقرى الكبير وهو أخذ عن الشيخ عبدالرحيم اليمنى وهو أخذ عن والده الشيخ شحاذى اليمنى وهو عن الشيخ أحمد الطلاوى وهو عن شيخ الاسلام زكريا الانصارى وهو عن العلامة النويرى وهو عن الامام ابى الفرج عبدالرحمن بن على الجوزى الحافظ واسانيده مشهورة فى كتبه الى سيدنا رسول الله ﷺ منها ما هو يروى عن الشيخ اسمعيل بن ابى صالح النيسابورى وهو عن العلامة الشيخ ابى طاهر محمد بن محمدبن محمش الزيادى وهو عن الشيخ ابى حامد احمد بن محمد بن يحيى البزاز وهو عن الشيخ عبدالرحمن بن بشر بن الحكم النيسابورى عن سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابى قابوس مولى عبدالله

بن عمرو بن العاص وعن عدة من التابعين عن عبدالله بن عمرو بن العاص وعن الجم الغفير من الصحابة الكرام عليهم الرضوان عمن انزل عليه القرآن سيدنا رسول الله ﷺ وشرف وكرم۔

الحديث المسلسل بالأولية

فانى ارويه بالاولية الحقيقية والاضافية بطرق متعددة بعضها اعلى من بعض ۔ فمنها ما ارويه بالاولية الحقيقية عن الشيخ الاجل المعمر الثقة الثبت الرحلة مولانا الشيخ فضل رحمن المّلاوى قدس سره وهو اول حديث سمعته منه وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن شيخه العلامة مولانا شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى قدس سره وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن والده القطب الشهير مولاناشاه ولى الله المحدث الدهلوى وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن شيخه واستاذه السيد عمر المدنى الى آخرما ذكره فى مسلسلاته ۔ ومنها ما ارويه عن شيخى واستاذى ومرشدى العلامة الثقة الثبت الرحلة سند الدهر وامام العصر مولاناشاه عبدالقيوم ۔ روح الله تعالى روحه وعطر ضريحه ۔ وهو اول حديث قرأت عليه فى اول درس المسلسلات وهو يرويه عن شيخه واستاذه مولانا شاه محمد اسحاق المحدث بالاولية الحقيقية وهو يرويه عن شيخه واستاذه وجده مولانا شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى وهو يرويه عن شيخه و والده مولانا شاه ولى الله المحدث الدهلوى الى آخر السند المذكور فى مسلسلاته ۔ ومنها ما ارويه عن شيخى واستاذى الثقة الثبت الرحلة استاذ العلماء وملاذ العرفاء ۔ مولانا السيد محمد على ظاهر الوترى المدنى ۔ قدس سره ۔ وهو اول حديث قرأت عليه فى درس المسلسلات وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن شيخه البركة العلامة الشيخ احمد منة الله المالكى الازهرى تلميذ الشيخ الاكبر الامير الكبير صاحب الثبت الشهير قال: هو اول حديث سمعته منه قال حدثنا به محدث الشام العلامة الشيخ عبدالرحمن بن محمد الكزبرى وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنا به البدر محمد بن بدير المقدسى وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنى به ابوالنصر مصطفى الدمياطوى وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنى به العلامة الشيخ محمد بن احمد عقيلة المكى صاحب المسلسلات وهو اول حديث سمعته منه ومنها ما ارويه عن الشيخ الاجل العلامة المعمر شيخ الوقت فى علماء الازهر الشيخ سليم البشرى مفتى المكية وهو اول ما قرأت عليه فى داره فى القاهرة وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن شيخه العلامة الشيخ محمد الصفتى وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن شيخه الاكبر الامير الكبير المتقدم ذكره وله فى هذا الحديث اشياخ كثيرة كما هو مذكور فى ثبته ومنها ما ارويه عن الشيخ المعمر السيد عبدالله الركابى

السكرى الدمشقى فى داره بدمشق وهو اول حديث سمعته منه بالاولية الحقيقية وهو يرويه بأسانيده المتعددة العالية ــــ منها ما يرويه بالاولية الحقيقية عن شيخه الشيخ التميمى شيخ عباس باشا خديوى مصر وهو يرويه بالاولية الحقيقية عن العلامة الشيخ الامير الكبير المتقدم وكذلك يرويه عن شيخه العالم الفاضل الشيخ محمد القاؤقجى بسنده المذكور فى ثبته فمن جملة هذه الطرق اقتصر على السند الذى ذكره الشيخ العلامة مولانا السيد محمد على ظاهر الوترى المدنى من طريق الشيخ محمد بن احمد عقيلة المكى قال حدثنى به العلامة الشيخ احمد بن محمد الدمياطى المشهور بابن عبدالغنى وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنا به الشيخ المعمر محمد بن عبدالعزيز المنوفى وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنى به الشيخ المعمر ابو الخير ابن غموس الرشيدى وهو اول حديثه قال حدثنى به شيخ الاسلام القاضى زكريا وهو اول حديثه قال اخبرنى به الحافظ احمد بن حجر العسقلانى وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنى به الحافظ ابو الفضل زين الدين عبدالرحيم بن الحسين العراقى وهو اول حديثه قال حدثنى به الشيخ محمد بن الميدومى وهو اول حديثه قال حدثنى به النجيب ابوالفرج عبداللطيف بن عبدالمنعم الحرانى وهو اول حديثه قا ل حدثنى به ابو الفرج عبدالرحمن بن على بن على الجوزى الحافظ وهو اول حديثه قال حدثنى به ابوسعيد اسمعيل بن ابى صالح المؤذن النيسابورى وهو اول حديثه قال حدثنى به والدى ابوصالح وهو اول حديثه قال حدثنا ابوطاهر محمد بن محمد بن محمش الزيادى وهو اول حديثه قال حدثنا ابوحامد احمد بن محمد بن يحيى البزاز ــ بزاءٍ مكررة ــ وهو اول حديثه قال حدثنا عبدالرحمن بن بشر بن الحكم النيسابورى وهو اول حديث سمعته منه قا ل حدثنا به سفيان بن عيينة وهو الحديث سمعته منه (واليه ينتهى التسلسل بالاولية على الاصح) عن عمرو بن دينار عن ابى قابوس مولى عبدالله بن عمرو بن العاص عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال: الرّاحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالى، ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء ــ قال الترمذى حسن صحيح وجمع طرقه جماعة وهو اصح المسلسلات ــ وأيضا اخرجه الامام البخارى فى الكنى والأدب المفرد، و الحميدى فى مسنده ابويعلى الزعفرانى وابوداؤد فى سنده واخرجه الامام احمد وابوبكر بن ابى شيبة وصححه الحاكم وفيه تحريك السلسلة الرحمة من اول وهلة اما صحيح الامام الهمام ابى عبدالله محمد بن اسمعيل البخارى عليه رحمة الله البارى فانى ارويه ــ ولله الحمد ــ باعلى سند يوجد فى الدنيا الآن عن جملة من المشائخ الاعيان منهم شيخى واستاذى مولانا السيد محمد على ظاهرى الوترى المدنى المتقدم ذكره وهو يرويه عن شيخه الشيخ عبدالمغنى المتقدم بن العلامة الحافظ الشيخ محمد عابد

الانصاری السندی ثم المدنی عن خاتمة المحدثین الشیخ صالح العمری الفلّانی ثم المدنی عن المعمر العلامة الشیخ محمد بن سنّة العمری الفلّانی عن العلامة ابی الوفا احمد بن العجل الیمنی المکی عن مفتی مکة العلامة قطب الدین محمد بن احمد النهر والی عن العلامة ابی الفتوح الطاؤسی عن المعمر العلامة بابایو سف الهروی المشهور بسه صد ساله ای المعمر ثلث مائة سنة عن المعمر محمد بن شاذ بخت الفارسی الفرغانی عن المعمر الابدال بسمرقند ابی لقمان یحیی بن عمّار بن مقبل بن شاهان الختّلانے عن ابی عبدالله محمد بن یوسف بن مطر الفربری عن الامام الهمام البخاری وهذه طریقة المعمر ین فیکون بینی وبینه اثنتا عشرة واسطة فتقع لی ثلاثیا له بستة عشر وهذا اعلی مایوجد ولله الحمد ومنهم الشیخ الاجل والامام الاکمل قطب الارشار رحلة العباد من اقصی البلاد مجدد المائة الحاضرة حجة الله تعالی علی العالمین حافظ الحدیث مولانا الشیخ محمد بدرالدین الدمشقی مدظله العالی تبرك بنقل الفاظ الشریفة ملخصا من اجازاته المنیفة افتخارا بانتسابی الیه واشعارا ببذل افضاله واکرامه علی بمالا مزید علیه فقال مدالله تعالی ظلاله اما بعد! فان الاسناد من الدین والأخذ به متمسك بالحبل المتین ـ فمن ثم عکف اهل العلم علیه وتوجهت مطایا هممهم الیه ـ ولما کان منهم مولانا الشیخ محمد اعظم حسین الصدیقی الخیرآبادی نزیل بوفال ـــ وفقه الله تعالی لارشاد العباد وسهل الله لنا وله طریق السداد ـ فطلب منی الاجازة التی هی امان عند اقتخام المفازة وانی لمثلی ان یستجاز وهل یقال بهذا الجوار الا انه حسن فی ظنه ـ اثابه الله تعالی علی قصده الجنة ـــ فاجزته بالمعقول والمنقول من فروع واصول کما اجازنی بذلك فضلاء العصر وجهابذة مصر منهم بحر الفضلاء ومغترف الفحول والنبلاء افضل من عنه یتلقی العلامة الشیخ ابراهیم السقا عن الامام المهذب العلامة الشیخ ثعیلب عن العلامة الشهاب الملوی ذی النور فی الدیجور عن الامام الشیخ عبدالله بن سالم صاحب الثبت المشهود وعن العلامة الشیخ محمد الامیر عن والده الشیخ الکبیر وقد ذکر فی ثبته الاسانید مفصلة لاتحتاج الی مزید ۔ فروی صحیح البخاری عن العلامة الشیخ علی الصعیدی حال قراء ته بالجامع الازهر عن العلامة الشیخ محمد ابن احمد عقیلة المکی عن الشیخ حسن بن علی العجیمی عن الشیخ احمد بن محمد العجلی الیمنی عن الامام یحیی الطبری قال اخبرنا البرهان ابراهیم بن محمد بن صدقة الدمشقی عن الشیخ عبد الرحمن بن عبد الاول الفرغانی عن ابی عبدالرحمن محمد بن شاذان بخت الفرغانی الی اخر السند المتقدم ـ ضاعف الله تعالی له الاجور ونورا العالم بطول بقائه ـ الی ممر الاعوام والشهور ـ واما بقیه اسانیدی فی باقی الکتب الستة وغیرها من کتب الحدیث وسائر الفنون النقلیة والعقلیة، فانها مذکورة فی اثبات مشائخی و مشائخهم کالمسلسلات الوتریة و ثبت شیخ

شيخنا المسمى باليانع الجنى من اسانيد الشيخ عبدالغنى وثبت شيخه المسمى بحصر الشارد من اسانيد محمد عابد وثبت شيخ مشائخى العلامة محمد الامير الكبير۔ وقد اجزت العارف بالله المرشد الواصل مولانا محمد انوارالله ۔ ادام ظله وابقاه ۔ بشرطها المعتبر لدى اهل الحديث والاثر،موصيالى وله بتقوى الله تعالى سرا وعلنا وان يخشى الله تعالى ولا يعجب بنفسه فقد قال ﷺ ۔ كفى بالمرء علما ان يخشى الله وكفى بالمرء اثما ان يعجب بنفسه ۔ واوصيه ان لا ينسانى من صالح دعواته فى خلواته وجلواته ۔ نفعه الله تعالى ونفع به ووصل سببنا اجمعين بسببه انه على ذلك قدير وبالاجابة جدير ۔ وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وعلى جميع اخوانه من الانبياء والمرسلين وآله و صحبه والتابعين وعلينا معهم اجمعين۔

الحديث المسلسل بالضيافه

واماالحديث المسلسل بالضيافه على الاسودين التمر والماء فكذلك ارويه بالطرق المتعددة بعضها اعلى من بعض۔ منها ما اضافنى شيخى واستاذى ومرشدى مولانا شاه عبدالقيوم ۔قدس سره ۔ فى داره على الاسودين التمر والماء وحدث به وقال اضافنى على الاسودين التمر والماء مولانا الشيخ محمد اسحق المحدث وحدث به قال حدثنابه واضافنا على الاسودين التمر والماء شيخنا ومولانا شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى قال اضافنا وحدثنا به الشيخ الاجل مولانا شاه ولى الله المحدث الدهلوى الى اٰخر ما هو مذكور فى مسلسلاته عن شيخه مولانا الشيخ ابى طاهر المدنى و منها ما ارويه مع الضيافة عن شيخى واستاذى العلامة المحقق الفهامة مولانا السيد محمد على ظاهر الوترى المدنى ۔ قدس سره ۔ فاقتصر على سنده و احيل الباقى على ماهو مفصل فى اثبات شيوخ شيوخنا ۔ روح الله تعالى ارواحهم ۔ واقول اضافنا على الاسودين التمر والماء شيخنا العلامة السيد محمد على ظاهر الوترى المدنى مرتين فى داره عند باب الرحمة فى المدينة المنورة ۔ زادها الله تعالى شرفا ونورا ۔ وحدث بحديث الضيافة وقال اضافنا عليهما شيخنا العلامة مولانا الشيخ عبد الغنى المجددى الفاروقى النقشبندى الدهلوى ثم المدنى وهو يروى الحديث مع الضيافة عليهما عن شيخه الشيخ اسمعيل اٰفندى الرومى وهو عن شيخه محمد بن عبدالرحمن الكزبرى مع الضيافة عليهما وهو عن والده الشيخ عبدالرحمن الكزبرى مع الضيافة عليهما وهو عن الشيخ العلامة الشيخ محمد بن عقيلة المكى صاحب لمسلسلات مع الضيافة على الاسودين التمر الماء قال الشيخ

محمد بن احمد عقیلة اخبرنا به واضافنا الشیخ الصالح الناسك حسین بن عبدالرحیم رحمه الله تعالی ـ علی الاسودین التمر والماء۔ قال اخبرنی به العلامة الشیخ احمد بن محمد بن ناصر واضافنی علی الاسودین التمر والماء قال اخبرنی به العلامة عبدالله العیاشی واضافنی کذلك وقال اخبرنی به سیدی ابومهدی عیسی بن محمد الثعالی الجعفری واضافنی کذلك وقال اضافنی سیدی سعید بن ابراهیم الجزائری الشهیر بقدوره واضافنی کذلك قال اخبرنی به ابوعثمان سعید المقری واضافنی کذلك قال اخبرنی به سیدی الشیخ محمد ابوهرانی واضافنی کذلك قال اخبرنی به سیدی الامام ابراهیم التازی واضافنی کذلك قال اخبرنی ابوالفتح محمد بن الحسین المراغی بالمدینة المشرفة وقرء علینا قال اخبرنی الحافظ نفیس الدین سلیمان بن ابراهیم العلوی الیمنی بقراء تی علیه بتغره قال اخبرنی به والدی اجازة قال اخبرنیه تقی الدین عمر بن علی الشعبی قال اضافنی القاضی فخرالدین الظیری بمنزله بربید علی الاسودین التمر والماء قال اضافنی فخرالدین محمد ابراهیم الجبرتی الفاسی قال اضافنا الحافظ ابوالعلاء الهمدانی بهما اضافنی ابوبکر عبدالفرج الکاتب المعروف بابن اخت الطویل الهمدانی قال اضافنا ابو جعفر محمد بن الحسین بن احمد الصوفی علیهما قال اضافنی علی بن الحسین الواعظ علیهما قال اضافنا ابوشیبة احمد بن احمد بن ابراهیم العطار المخزومی بالبردان علیهما قا ل اضافنی جعفر بن محمد بن عاصم الدمشقی علیهما قال اضافنا نوفل بن اهاب علیهما قال اضافنی عبدالله بن میمون القداح علیهما قال اضافنا الامام جعفر الصادق ـ رضی الله تعالی عنه ـ علیهما۔ قال اضافنا ابو جعفر محمد باقر ـ رضی الله تعالی عنه ـ علیهما ـ قال اضافنا ابی علی بن الحسین ـ رضی الله تعالی عنهما ـ علیهما ـ قال اضافنی ابی الحسین بن علی بن ابی طالب ـ کرم الله تعالی وجهه ـ علی الاسودین التمر والماء ـ قال اضافنی رسول الله ﷺ۔ علی الاسودین التمر والماء ـ ثم قال من اضاف مؤمنا فکانما اضاف اٰدم علیه السلام ـ ومن اضاف مؤمنین فکانما اضاف اٰدم وحواء ـ ومن اضاف ثلثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل ـ ومن اضاف اربعة فکانما قرأ التوراة والانجیل والزبور والفرقان ـ ومن اضاف خمسة فکانما صلی الصلوات الخمس فی الجماعة من یوم خلق الله الخلق الی یوم القیمة ـ ومن اضاف ستة فکانما اعتق ستین رقبة من ولد اسماعیل ـ ومن اضاف سبعة غلقت عنه سبعة ابواب جهنم ـ ومن اضاف ثمانیة فتحت له ثمانیة ابواب الجنة ـ ومن اضاف تسعة کتب الله له حسنات بعدد من عصاه من اول یوم خلق الله الخلق ای یوم القیمة ـ ومن اضاف عشرة کتب الله له اجر من صلی وصام وحج واعتمر الی یوم القیمة۔

الحديث المسلسل بالمصافحة

اما الحديث المسلسل بالمصافحة فكذلك ارويه عن اشياخ كثيرة منها ما ارويه مع المصافحة عن شيخى ومرشدى واستاذى مولانا الشيخ عبدالقيوم قدس سره وهو يرويه مع المصافحة عن شيخه مولانا الشيخ محمد اسحاق المحدث وهو عن شيخه مولانا شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى وهو عن شيخه وابيه مولانا شاه ولى الله المحدث الدهلوى الى اٰخر ما ذكر فى مسلسلاته ـ ومنها ما ارويه مع المصافحة عن شيخى واستاذى الثقة الثبت الرحلة مولانا السيد محمد على ظاهر الوترى المدنى ـ قدس سره ـ وهو يرويه مع المصافحة عن شيخه العلامة مولانا الشيخ عبدالغنى المتقدم ذكره وهو عن شيخه الشيخ اسمعيل اٰفندى الرومى مع المصافحة وهو عن شيخه الشيخ محمد بن عبدالرحمن الكزبرى مع المصافحة وهو عن والده وهو عن شيخه العلامة الشيخ محمد بن احمد عقيلة المكى صاحب المسلسلات الى اٰخر ما ذكره فى مسلسلاته ومنها ما ارويه عن الشخ المعمر السيد عبدالله بن درويش الركابى السكرى الدمشقى و صافحته بكفى هذا كفه الشريف وسمعت منه حديث المصافحة فكتب هو فى اجازته وقال بلسانه صافحت الشيخ محمد اعظم حسين حين مجيئه الى دمشق الشام ذاهبا الى الحج الشريف بكفى هذا الذى هو احد عشر كفا إلى سيدنا رسول الله ﷺ فانى قد صافحت بكفى هذا كلا من شيخنا فقيه النفس من يكنى بابى حنيفة الصغير سيدى الشيخ سعيد الحلبى وشيخنا المحدث الكبير والعلامة النحرير سيدى الشيخ عبدالرحمن الكربزى وهما يرويانه عن والد الثانى العلامة الشيخ محمد بن عبدالرحمن الكزبرى و هو يرويه عن والده العلامة الشيخ عبدالرحمن الكزبزى وهو يرويه عن المسند المحدث الشيخ محمد بن احمد عقيلة المكى قال فى مسلسلاته وقد صافحنى الشيخ البركة الشيخ احمد بن محمد النخلى قال ـ قد صافحنا العارف بالله الكبير مولانا الشيخ تاج الدين النقشبندى قال صافحنى الشيخ عبدالرحمن الشهير بحاجى رمزمى قال صافحنى الشيخ الحافظ على الا وهى قال صافحنا الشيخان الشيخ محمود الاسفزازى والسيد امير على الهمدانى قالا صافحنا ابوسعيد الحبشى الصحابى المعمر قال صافحنى النبى ﷺ ثم قال الشيخ محمد بن احمد عقيلة المكى فى مسلسلاته هذا السند كله مشتمل على النقاة الاجلاء العلماء العرفاء ـ وعلى هذا السند رونق القبول فتكون يد العبد الفقير سابع يد الى رسول الله ﷺ ـ فحينئذ تكون يد العبد الفقير محمد اعظم حسين الصديقى ثانى عشر يد الى سيدنا رسول الله ﷺ ـ ويروى السيد عبدالله السكرى الموصوف بسند اٰخر متصل بالمعمر الى العباس المُلَثَّم قال كذلك صافحنى رسول الله ﷺ قال من صافحنى او صافح من صافحنى الى يوم القيامة دخل الجنة فاجزت بها واذنت له ان يصافح ويجيز اهل الصلاح ۔

سند دلائل الخیرات

واما دلائل الخیرات فانی ارویها بطرق متعددة بعضها اعلی من بعض نازلة وعالیة اما النازلة فانی ارویها عن شیخی واستاذی السید محمد بن السید احمد بن السید رضوان شیخ الدلائل فی الحرم الشریف النبوی علی صاحبها الف صلوة وسلام زکی بقراء تی علیه من اولها الی اٰخرها وعن شیخی واستاذی امام العصر مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری المدنی المتقدم وهما یرویان عن شیخهما العلامة البرکة الصالح السید علی افندی بن یوسف ملك باشلی الحریری المدنی عن العلامة السید محمد بن احمد الشریف المدغری عن ابی البرکات سیدی محمد بن احمد بن احمد المثنی عن العلامة سیدی احمد بن الحاج عن العلامة سیدی عبدالقادر الفاسی عن العلامة سیدی احمد المقری عن سیدی احمد بن ابی العباس الصمعی عن سیدی احمد بن موسی السملانی عن سیدی عبدالعزیز التباع عن مؤلفها سیدی السید محمد بن الجزولی الشریف الحسنی ۔ واما العالیة وهی اعلی بدرجتین وهو اعلی سند یوجد فی الدنیا الاٰن کما اخبربذلك ارباب هذا الشان فعن شیخنا العلامة مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری المدنی المتقدم عن شیخه العلامة الشیخ عبدالغنی المجددی المتقدم عن العلامة الشیخ اسمعیل افندی المدنی عن العلامة محمد افندی اخسخوی عن العلامة السید مرتضی الزبیدی شارح الاحیاء والقاموس عن العلامة محی الدین نور الحق بن عبدالله الحسینی عن السید سعدالله بن محمد الهندی عن المعمر الشیخ عبدالشکور الحسنی عن مؤلفها ۔ قدس الله تعالی سره ۔

سند البردة الشریفة

واما البردة الشریفة فانی ارویها ایضا بطریق متعددة عن الشیوخ الکثیرة بعضهم ارباب المجاهدات والدعوات فیها بترك الحیوانات والاقتصار علی اللقیمات من خبز الشعیرات الی اثنتی عشرة سنة جالسا شط البحار فی الفلوات وبعضهم من العاملین فیها متورعا من الشبهات واقتصر منها علی السند الذی فیه العلولقلة الوسائط وتوثیق الرواة فانی ارویها عن الشیخ الاجل الامام الاکمل العارف بالله تعالی مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری المدنی المتقدم ذکره وهو یرویها عن شیخه العلامة المحقق الفهامة المدقق الشیخ احمد منة الله المالکی الازهری تلمیذ الامیر الکبیر صاحب الثبت الشهیر عن العلامة الشیخ ممد البهیئ المالکی عن العلامة الشیخ یوسف الشباسی الضریر عن الاستاذ السکندری المعروف بالصباغ عن سیدی محمد الزرقانی عن العلامة سیدی علی الاجهوری عن العلامة سیدی النور القرافی عن الامام الحافظ جلال الدین السیوطی عن العلامة سیدی العز

عبدالرحیم بن الفرات عن العلامة سیدی العزبن جماعه عن ناظمها العلامة الامام محمد بن سعید بن حماد البوصیری ـ روح الله تعالی روحه وعطر ضریحه ونفعنا بأسراره ـ آمین۔

سندالحزب الأعظم

واما **الحزب الاعظم** والورد الافخم فانی ارویه عالیا عن شیخی واستاذی مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری المتقدم عن شیخه الشیخ عبدالغنی المتقدم عن العلامة الشیخ اسمعیل افندی عن المحدث العلامة الشیخ صالح العمری الفلّانی ثم المدنی عن المعمر العلامة الشیخ محمد بن سنة العمری الفلّانی عن المعمر مولای الشریف محمد بن عبدالله ولولاتی المغربی عن مفتی مکة العلامة الشیخ عبدالقادر الطبری الحسینی المکی عن جامعه الملا علی القاری ح ویرویه عالیا مولای الشریف محمد عن جامعه الملا علی القاری نفعنا الله تعالی بعلومهم آمین واما احزاب الامام الشاذلی العشرة ومنها حزب البحر وغیره فانی اورویها عن شیخی وسیدی مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری الموصوف بالاسناد المتقدم فی البردة الشریفة الی النور القرافی عن الحافظ القلقشندی عن الامام الواسطی عن الامام المیدومی عن سیدی ابی العباس المرسی عن العارف بالله تعالی الامام الشاذلی ـ روح الله تعالی روحه وعطرضریحه واما حزب الامام النووی وسائر تالیفاته فانی اورویها عن شیخی واستاذی مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری المتقدم عن شیخه العلامة الشیخ احمد منة الله المالکی الازهری عن العلامة محمد الامیر الکبیر عن العلامة الاستاذ محمد الحفنی عن العلامة البدری عن البرهان ابراهیم الکورانی عن العارف سیدی احمد القشاشی عن العارف سیدی احمد بن علی الشناوی عن والده عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی عن البرهان بن ابی شریف المقدسی عن البدر القبابی سیدی محمد بن الخبّاز عن مؤلفه الامام محی الدین محمد النووی۔ روح الله تعالی روحه و عطر ضریحه ـ

سند المناولة بالسبحة

واما سند المناولة بالسبحة فقد ناولنی السبحة الشیخ الکامل العارف بالله تعالی مولانا السید محمد علی ظاهر الوتری المدنی المتقدم مرتین فی المدینة المنورة زادها الله تعالی شرفا ونورا اولا فی السنة الخامسة وثانیا فی السنة الاحدی والعشرین بعد الف وثلثمائة ورأیت فی یده السبحة قال ناولنی العارف بالله تعالی الشیخ عبدالغنی المتقدم ورأیت فی یده السبحة قال ناولنی الشیخ اسمعیل افندی الرومی ورأیت فی یده السبحةقال :ناولنی لشیخ محمدبن عبدالرحمن الکزبری ورأیت فی یده السبحة قال ناولنی والدی الشیخ عبدالرحمن الکزبری ورأیت فی یده

السبحة قال ناولنى الشيخ محمد بن احمد عقيلة المكى جامع السلسلات السبحة قال : ناولنى شيخنا الشيخ عبدالله بن سالم البصرى المكى ورأيت فى يده السبحة قال: ناولنى سيخناابوعثمان المقرى رأيت فى يده السبحة اخبرنا سيد احمد حجّى وفى يده سبحة اخبرنا السيد ابراهيم الشناوى وفى يده سبحة عن ابى الفتح المراغى وفى يده سبحة عن ابى العباس احمد بن ابى بكر الردادى وفى يده سبحة عن مجد الدين محمد بن يعقوب بن محمد الفيروزآبادى اللغوى وفى يده سبحة عن جمال الدين يوسف بن محمد القرمزى وفى يده سبحة عن تقى الدين ابى الثنا محمود بن على وفى يده سبحه عن مجدالدين عبدالصمد بن ابى ن الجيش ابى الحسن وفى يده سبحة عن ابيه وفى يده سبحة عن ابى الفضل محمد بن الناصر وفى يده سبحة عن محمد بن عبدالله بن احمد السمرقندى وفى يده سبحة عن ابى بكر محمد بن على السلامى الحدادوفى يده سبحة عن ابى نصر عبدالوهاب بن عبدالله بن عمرو وفى يده سبحة عن ابى الحسن على بن الحسن بن قاسم الصوفى وفى يده سبحة قال سمعت ابا الحسن المالكى وقد رأيته وفى يده سبحة فقلت يا أُستاذو انت الى الأن مع السبحة فقال كذا رأيت استاذى الجنيد وفى يده سبحة فقلت يا استاذو انت الى الأن مع السبحة قال كذا رأيت استاذى السرى بن مفلس السقطى و فى يده سبحة فقلت يا استاذ وانت الى الأن مع السبحة ۔ قال كذا رأيت استاذى معروف الكرخى وفى يده سبحة فسئلته عما سئلتنى عنه فقال كذا رأيت استاذى بشر الحافى وفى يده سبحة ۔ فسئلته عما سئلتنى عنه فقال رأيت استاذى عمر المكى وفى يده سبحة فسئلته عما سئلتنى عنه فقال رأيت استاذى الامام الحسن البصرى وفى يده سبحه فقلت يااستاذ مع عظم شانك وحسن عبادتك وانت الى الأن مع السبحة فقال هذا شئ كنا استعملناه فى البدايات ما كنا لنتركه فى النهايات انا احب ان اذكرالله بقلبى ويدى ولسانى فقط

أعظم الإجازات فى الطرق العاليات

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على اشرف المرسلين سيدنا ونبينا ومولانا محمد وعلى اٰله واصحابه اجمعين اما بعد! فيقول العبد الضعيف المعترف بالعجز والتقصير الراجى عفو ربه العزيز القدير محمد اعظم حسين الصديقى الحنفى الخيراٰبادى مولداً والداعى بمنه سبحانه ان يجعله المدنى اخره عهداً هذه عدة من الافاضات الشريفة والاجازات اللطيفة التى من الله سبحانه بمنحه علىّ مع ما فىّ من النقص والعجز و التقصير بغيرالجد والاجتهاد والتشمير من السادة العظام والشيوخ الكرام ائمة السلوك والمعارف والحقائق

والتفسير جمعتها فى هذه الاوراق تحديثا لنعمة الرب المنعم الكبير وتذكرة للاخلاف ووردا باسماء السادة الصالحين تنزيلا للرحمة +وطلبا للكرامة+كماورد من احاديث سيدنا البشير النذير ﷺ تنزل الرحمة عند ذكر الصالحين وتوسلا فى الدعوات الصالحات امتثا لا وانقياد المانطق به الكتاب المنير يا ايها الذين اٰمنوا اتقوالله وابتغوا اليه الوسيلة من اجلها واولها ما وصل الى الحقير من الشيخ الاستاذ والسند الملاذ مرشد الحقائق شيخ الطرائق بقية السلف الصالحين مسلك المريدين الى مقامات العارفين مولانا شاه عبدالقيوم قدس الله تعالى ـــ سره العزيزـــ فهو فى الحقيقة شيخى ومرشدى فى السلوك والطريقة اصل نسبتى اليه وجلّ انتفاعى لديه بايعت بيعة الارادة على يديه ودخلت فى المشغولية بطرق الصوفية الصافية مع قرأة بعض الكتب من السلوك عليه وكان ـ قدس سره ـــ قطب دائرة الارشاد ونخبة اهل التحقيق فى الطريق من العباد فاجازنى هو ـ قدس سره ـ عند السفرالى الاوطان الذى سافر فيه من هذه الدار الى دار الجنان اجازة باللسان مصرحا فيها بالاجازه التامة المطلقة العامة فى ارشاد الطرق العالية والقاء الذكر وتدريس العلوم الظاهرية والباطنية واعطانى الشجرة الطيبة القادريةٓ ـ على ساداتها السلام والتحية ـ مرتبة باللسان الفارسية فناسبنى ان اوردها بحروفها من غير تبديل اللسان والهيئة وبها يجنى اثمار الاتصال والانسلال لى سيدنا ومولانا سيد العالمين خير البرية عليه افضل الصلوة واكمل التحية۔
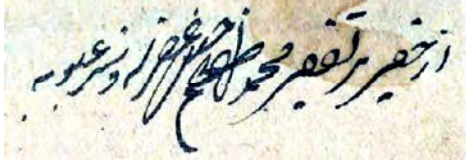
حواشی وحوالہ جات

(۱)**مولانا آعظم حسین الخیر آبادی:** الشيخ العالم الصالح اعظم حسين بن لطف حسين الحنفى الخير آبادى احد كبار العلماء، ولد ونشا بخير آباد، وقرأ العلم على العلامة عبدالحق ابن فضل حق العمرى الخيرآبادى وعلى غيره من العلماء، ثم سافر إلى بهوپال وقرأ الصحاح والسنن على مولانا عبدالقيوم بن عبدالحى البكرى البرهانوى وأخذ عنه الطريقة ولازمه مدة، ولم يزل موظفا في بهوپال إلى أن توفى وفى كل عصر كان مشارا إليه في الفقه والديانة مع الاستقامة على الطريقة والصلاح الظاهر، لقيته غير مرة في بهوپال، وكان هاجر إلى الحجاز في آخر عمره وأقام بها نحو عشر سنين.مات فى سنة سبع وثلاثين وثلاثمائة والف بالمدينة المنورة۔

(عبدالحی الحسنی ،نزہۃ الخواطر جلد۸،ص۶۳،دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد۱۹۵۹ء)

(۲) یہ سند حدیث نبوی ودیگر اسنادات عظیم تر کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔(مرتب)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت فقیہ وصدر الصدور

بقلم: مولانا قاضی محمد قادر علی، صدر قاضی شریعت پناہ بلدہ، حیدر آباد

مملکت آصفیہ کے ساتویں تاجدار سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں نے ناظم امور مذہبی وصدر الصدور صوبہ جات دکن کے اہم ترین عہدوں کے لیے شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کا انتخاب کیا۔ اس سلسلے میں ایک مراسلہ بہ حکم کشن پرشاد صیغہ امور مذہبی کی جانب سے مولانا کے نام مورخہ ۲۳؍ رجب ۱۳۳۰ھ جاری ہوا جس میں مولانا کو بحیثیت ناظم امور مذہبی اور خدمت صدارت کا جائزہ، مولوی لطیف احمد مینائی اور نواب نظامت جنگ بہادر سے لینے کے لیے عرض کیا گیا تھا۔ یہ مراسلہ والی دکن میر عثمان علی خاں کے فرمان مزینہ ۱۹؍ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ کے مطابق تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی نے مہاراجہ سرکشن پرشاد کو امور مذہبی کے دفتر نظامت کے جائزہ اور معائنے کے بعد اس کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے مراسلے کا جواب ارسال کیا۔ مولانا کے اس جوابی مراسلے کے الفاظ اس طرح ہیں:

''دعاء گو نے اجمالی طور پر دفتر نظامت امور مذہبی دیکھا۔ معلوم ہو کہ نہایت ابتر اور نا قابل اعتماد ہے نہ امثلہ باضابطہ ہیں نہ عملہ قابل اطمینان۔ صدہا مثلیں ایسی ہیں کہ جن کی فہرست ہی نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ کل کواغذ مثل محفوظ ہیں۔ امیدوار جن کی کچھ ماہوار نہیں وہ صیغہ دار بنائے گئے ہیں۔ سالہا سال کے مقدمات ملتوی اور کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں''۔(۱)

دفتر کی ذمہ داریوں اور مطلوبہ کارگذار کے متعلق مولانا اس مراسلے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

''پھر اس وقت کی ذمہ داریاں بھی بہ نسبت اور دفاتر کے بڑھی ہوئی ہیں، کیونکہ کل مذاہب کا تعلق بحیثیت امور مذہبی اسی دفتر سے ہے۔ کل اہل خدمات شرعیہ اور معابد، اوقاف وغیرہ کا تعلق اسی دفتر سے ہے جن کے مصارف لاکھوں روپیوں کے ہیں، غرضکہ یہاں کے عہدیدار خصوصاً مددگار جب تک اعلیٰ درجے کے دیانت دار اور کارگذار نہ ہوں جس طرح چاہیے کام نہیں چل سکتا چونکہ سب ذمہ داریاں دعا گو سے متعلق کی گئی ہیں اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ مولوی سید احمد صاحب سوم تعلقہ دار مددگار صوبہ گلبرگہ شریف کا تبادلہ میری مددگاری پر فرمایا جائے۔ کیونکہ زمانہ دراز سے میں ان کی دیانت داری اور کارگذاری سے واقف ہوں اور میرا پورا اعتماد ان پر ہے۔ اصولاً اور قانوناً مسلم ہے کہ مددگار ناظم کا معتمد علیہ ہونا چاہیے اس لیے مجھے امید قوی ہے کہ یہ میری درخواست قبول فرمائی جائے''۔(۲)

حضرت شیخ الاسلام کے اس مذکورہ جوابی مراسلے پر مہاراجہ سرکشن پرشاد نے ایک تجویز پیش کی جو معتمد صاحب عدالت کے نام ہے۔ تجویز کے الفاظ اس طرح ہیں:

''مولوی صاحب کی خواہش بالکل واجبی ہے۔ مددگار مولوی

صاحب کے اطمینان کے قابل ہونا ہر حال میں مناسب ہے۔ باضابطہ اس بارے میں کارروائی کی جائے تاکہ اس تغیر وتبدل میں واجبی حقوق پر کسی کے اثر نہ پڑے۔"(۳)

ان عہدوں کی قبولیت کے لیے مولانا نے عذرخواہی بھی کی تھی لیکن شاہِ وقت کی نظر میں آپ سے زیادہ موزوں کوئی دوسری شخصیت ملک میں موجود نہ تھی اس لیے مولانا کی عذرخواہی کے باوجود ان ہی کو منتخب کیا گیا۔ مفتی رکن الدین صاحب کے مطابق مولانا نے اس طرح والی دکن سے کہا تھا کہ "جہاں پناہ، سرکاری ملازمت کے لیے انتہائی عمر پچپن سال مقرر ہے اور پچپن سال سے متجاوز ہوں" تو شاہِ وقت نے عرض کیا کہ مولانا "اس وقت ملک میں ان خدمات کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں"۔ اس طرح حکم شاہی کی بنا پر مولانا نے ۱۲؍تیر ۱۳۲۱ف کو ان خدمات کا جائزہ حاصل کیا اور اس کام کو بہت خوبی سے انجام دیا اور انہوں نے نواب مظفر جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی کے انتقال کے بعد وزارت امور مذہبی کا عہدہ بھی سنبھالا۔(۴)

اس طرح حضرت شیخ الاسلام، ناظم امور مذہبی کے عہدے پر ۹؍خورداد ۱۳۲۳ف سے دم آخر تک فائز رہے۔ اس عہدے کے ذریعے مولانا نے ملک وقوم کے لیے ناقابل فراموش خدمات انجام دیے ہیں۔ نواب میر لائق علی خاں سالار جنگ دوم کو بھی مولانا پر بہت اعتماد تھا وزیر اعظم کی حیثیت سے امور مذہبی کے علاوہ دوسرے امور سلطنت میں بھی وہ مولانا کی رائے پر عمل کرتے اور کونسل میں بھی ان کے مشورے بڑی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

مولانا کی ان خدمات کا اندازہ نظام ہفتم میر عثمان علی خاں کے اس اعتراف سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے فرمان مورخہ ۳۰؍رجب ۱۳۳۶ھ میں لکھا ہے کہ "مولوی صاحب (مولانا انوار اللہ فاروقی) نے سررشتۂ مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں۔(۵)

حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے بعد والی دکن نے صدر الصدور کے عہدے پر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کو منتخب کیا جنہوں نے شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ کی کارگزاری پر ان الفاظ میں انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"محکمہ صدارت العالیہ نے ابتدائے زمانہ صدارت حضرت فضیلت جنگ مرحوم سے ۱۳۲۸ف تک کلی امور کے علاوہ جزئی امور پر بھی توجہ کی ہے۔ یہ امور ایسے ہیں کہ انتظامی نقطہ نظر سے شمار میں آنے کے قابل ہیں اور ان سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی انتظامی نظر بھی بہت وسیع تھی۔ انہوں نے محکمہ صدارت العالیہ میں انتظام کی ایسی داغ بیل ڈالی ہے کہ اس کی وجہ سے صدارت العالیہ بھی نہ صرف شرعی بلکہ انتظامی حیثیت سے باضابطہ محکمہ سمجھا جاسکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کی طرف سے جناب مغفور کو جزائے خیر بخشے"۔(۶)

حضرت شیخ الاسلام نے اپنے دور صدارت میں سینکڑوں احکام اور گشتیات جاری فرمائے جس کی دو جلدیں نواب صدر یار جنگ بہادر صدر الصدور ممالک محروسہ کے دور میں شائع کی گئیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام نے احکامات کے صادر کرنے میں بھی اپنی فقہی بصیرت کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔ قارئین کے استفادہ کے لیے یہاں ان دو جلدوں میں صرف ایک فہرست پیش کی جارہی ہے جو دفتر شریعت پناہ بلدہ حیدر آباد کی وقیع لائبریری میں محفوظ ہے۔

فہرست ابواب مجموعۂ احکام محکمۂ صدارت العالیہ سرکار عالی (حصہ اول)

ابواب	نوعیت	تفصیل	
۱	۲	۳	
باب اول	اختیارات	(۱) اختیارات محکمہ صدارت العالیہ	
		(۲) اختیارات عہدہ داران مقامی	
		(۳) اختیارات قضاۃ	
باب دوم	افعال ممنوعہ	(۱) اہل خدمات شرعیہ کو چند افعال کی ممانعت	
باب سوم	طریقۂ کارروائی	(۱) طریقہ کارروائی محکمۂ صدارت العالیہ	
		(۲) طریقۂ کارروائی دفاتر قضاۃ	
		(۳) تنقیح دفاتر قضاۃ وغیرہ	
		(۴) انتظام اجرائی کار اہل خدمات شرعیہ بذریعہ نائبین۔	
		(۵) قواعد رخصت اہل خدمات شرعیہ	
		(۶) انتظام تقسیم سرویس ٹکٹ دفاتر قضاۃ	
باب چہارم	انتظام عطائے اسناد	(۱) انتظام عطائے اسناد اہل خدمات شرعیہ ومذہبیہ	
		(۲) اصلاح طریقۂ میلاد خوانی وانتظام عطائے اجازت نامجات	
باب پنجم	انتظام تربیت وتنظیم تحفظ وسیاہجات نکاح	(۱) انتظام ترتیب وتنظیم تحفظ سیاہجات	
باب ششم	اصلاح حالات مسلمانان دیہات	(۱) اصلاح حالات مسلمانان دیہات	
		(۲) دورہ اہل خدمات شرعیہ	
باب ہفتم	انتظام تعلیم فرزندان اہل خدمات شرعیہ	(۱) انتظام تعلیم فرزندان اہل خدمات شرعیہ	
باب ہشتم	امتحان اہل خدمات شرعیہ	(۱) امتحان اہل خدمات شرعیہ	
		(۲) امتحان ائمہ وموذنین بلدیہ	
		(۳) امتحان غسالان	

تفصیلی فہرست ابواب مجموعہ احکام صدارت العالیہ سرکار عالی (حصہ اول)

۱	نشان	تاریخ	مقدمہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴	۵
			باب اول **اختیارات فصل (۱)** **اختیارات محکمۂ صدارت العالیہ**	
رزولیوشن	۳/۱۱ متفرقات	۱۱۔فروری ۱۳۲۰ف	صدر الصدور کو اختیار ہوگا کہ جو اہل خدمات شرعیہ اپنے فرائض منصبی کی ادائی میں قصور کریں اُن پر ماہانہ معاش کے ربع تک جرمانہ کریں۔	۳۰۶
اعلان	۔	۶۔بہمن ۱۳۲۹ف	محکمۂ صدارت العالیہ کو راست بارگاہ خسروی جہاں پناہی میں معروضات پیش کرنے کا شرف حاصل ہے	۱۶۵

گشتی	۱۲	۲۳۔خورداد ۱۳۳۱ف	بلدہ میں بلا اجازت قاضی نکاح پڑھانے والوں کو جرمانہ کرنے کا اختیار ناظم امور مذہبی کو اور ان کی تجویز کے مرافعہ کی سماعت کا اقتدار صدر الصدور کو ہوگا	۲۰۳
گشتی	۹۹	۶۔بہمن ۱۳۰۷ف	اہل خدمات شرعیہ علاقہ دیوانی وصرف خاص و پائیگاہ و جاگیرات مستثنیٰ کو محکمہ صدارت العالیہ سے سند دینے کا اختیار	۷

فصل (۲)

اختیارات عہدہ داران مقامی

گشتی	۱۲	۲۳۔خورداد ۱۳۳۱ف	بلدہ حیدرآباد میں بلا اجازت قاضی نکاح پڑھانے والوں کو جرمانہ کرنے کا اختیار ناظم امور مذہبی سرکار عالی کو ہوگا	۲۰۳
//	۳	۱۳۔اسفندار ۱۳۲۷ف	نظمائے امور مذہبی اضلاع وتعلقات کو دفاتر قضاۃ کی تنقیح کرنے کا اختیار	۱۱۲
//	۳	۳۔اسفندار ۱۳۲۳ف	عہدہ داران مقامی کو بحیثیت نظماء مذہبی اہل خدمات شرعیہ کے فرائض مفوضہ کی انجام دہی کی نگرانی رکھنے کا اختیار	۳۳
//	۱	۲۷۔بہمن ۱۳۳۳ف	نظماء عدالت ہائے اضلاع کو دفاتر اہل خدمات شرعیہ کی تنقیح کا اختیار	۲۵۳
//	۱	۳۔دی ۱۳۲۴ف	مقدمات عقد خوانی بلا اجازت قاضی میں سزائے جرمانہ کی نسبت نظماء مذہبی اضلاع کے اختیارات	۶۴
گشتی	۱۷	۴۔شہریور ۱۳۳۱ف	ناکحین اور ان کے اولیاء پر جرمانہ کرنے کا اختیار تعلقہ داروں کو بارگاہ خسروی جہاں پناہی سے عطا ہوا ہے	۲۰۸

فصل (۳)

اختیارات قضاۃ

گشتی	۹	۹۔خورداد ۱۳۲۲ف	سرکاری سندی ملا کے سوائے قاضیوں کو دیگر ملاؤں کی بحالی و برطرفی کا اختیار	۲۵
//	۶	۴۔تیر ۱۳۲۴ف	قاضیوں کو درخواست زدوکوب شوہران لینے کا اختیار	۷۱

″	۲	۷۔آذر ۱۳۲۹ف	قضاۃ کو امور ملازمت سے متعلق ہر محکمہ میں معافی رسوم و اسٹامپ درخواست پیش کرنے کا اختیار	۱۵۵
″	۶	۲۸۔اروی بہشت ۱۳۳۳ف	نائبین کی جزا وسزا کی نسبت قاضیوں کے اختیارات	۲۵۹
اعلان	۲۰۲	۲۹۔دی ۱۳۳۴ف	قاضی یا نائب قاضی کو فارخطی کی تصدیق کا اختیار	۳۰۵
گشتی	۱۶	۱۸۔تیر ۱۳۲۳ف	دفتر قضاءت کے لفافہ جات سیت سندیوں کے ذریعہ روانہ کرنے کا اختیار	۴۶
″	۳	۲۳/اسفندار ۱۳۳۳ف	قضاۃ کو فارخطی کی تصدیق کا اختیار	۲۵۶
″	۹	۱۵۔فروردی ۱۳۲۳ف	اوزان ومکیال کی جانچ پڑتال کا کام محتسبوں کا ہے اور جہاں محتسب نہ ہوں قضاۃ سے متعلق کیا گیا ہے	۳۸
گشتی	۵	۳۱۔اروی بہشت ۱۳۳۰ف	اہل خدمات شرعیہ کو مدارس کی دینی تعلیم کا معائنہ کرنے اور کتاب الرائے پر اندراج کا اختیار	۱۷۶

باب دوم افعال ممنوعہ

فصل (۱)

اہل خدمات شرعیہ کو چند افعال کی ممانعت

گشتی	۷	۵۔فروردی ۱۳۲۲ف	(۲۹) تاریخ کو چاند نہ ہوتو اس کی اطلاع دینے اور کسی مہینے میں نکاح نہ ہوتو تختہ صفر زدہ روانہ کرنے کی ممانعت	۲۲
″	۸	۳۰۔اسفندار ۱۳۲۳ف	مسلمانوں اور ملاؤں سے اہل خدمات شرعیہ کو پٹیاں وصول کرنے کی ممانعت	۳۷
″	۶	۴۔تیر ۱۳۲۴ف	مقدمات طلاق۔خلع طلب مہر کے درخواستیں قضاۃ کو لینے کی ممانعت	۷۱
″	۶	۲۹۔تیر ۱۳۲۶ف	ہندو مسلمان اور مذاہب کے وارڈز جو زیر نگرانی ہوں ان کا عقد بلا منظوری کورٹ آف وارڈز نہیں ہوسکتا۔	۱۰۶

//	۱	۲۹۔اسفندار ۱۳۲۸ف	مشروط الخدمت معاش متصدیان خدمت کے ذاتی قرضہ میں مکفول کرنے کی ممانعت۔	۱۲۷
//	۱	۳۔آذر ۱۳۲۹ف	اوزان میزان مکیال کی جانچ کا اختیار اہل خدمات شرعیہ کو نہیں بلکہ تعلقہ دار و تحصیلدار اور ناظم عدالت اور محکمۂ صفائی کو ہے۔	۱۵۴
//	۷	۹۔امرداد ۱۳۳۳ف	وارڈز جو زیرنگرانی کورٹ آف وارڈز ہیں اُن کی فہرست اور ان کا عقد بلا اجازت پڑھنے کی ممانعت۔	۲۶۰
//	۸	۲۰۔امرداد ۱۳۳۰ف	بلا اجازت محکمۂ صدارت العالیہ اہل خدمات شرعیہ کو ملازمت یا کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت۔	۱۸۰
//	۱۰	۱۲۔آبان ۱۳۳۳ف	نائبین قضاۃ کو بلا اجازت ملازمت یا کوئی پیشہ کرنے کی ممانعت۔	۲۶۷
//	۴	۲۳۔دی ۱۳۳۱ف	نکاح ثانی میں فیس نکاحانہ سے زیادہ وصول کرنے کی ممانعت۔	۱۹۲
گشتی	۱۲	۹۔آبان ۱۳۲۸ف	قاضی یا نائب قاضی کو اپنی ولایت سے کسی نابالغ کا (جس کے اولیائے جائز موجود نہ ہوں) عقد پڑھنے کی ممانعت۔	۱۴۳
//	۱	۴۔دی ۱۳۳۲ف	شافعی المذہب شخص کا نکاح مذہب حنفی کی تقلید میں پڑھنے کی ممانعت۔	۲۲۷
//	۶	۸۔خورداد ۱۳۳۰ف	نابالغ جس کا ولی جائز موجود نہ ہو اس کے ولایت کی اجازت نظماء عدالت سے حاصل کرنے کی ہدایت۔	۱۷۷
مراسلہ	۶۹۵۶ تا ۶۹۵۸	۲۳۔آبان ۱۳۳۲ف	بلدہ میں اجازتی چٹھیات نکاح خوانی کے طریقہ کی مسدودی۔	۲۵۱
//	۱۹۵،۱۹۶،۱۹۷	۲۵۔آذر ۱۳۳۳ف	قاضی صاحبان بلدہ قلعہ محمد نگر لشکر فیروزی سے اجازتی چٹھیات کا حکم اٹھا لینے کی اطلاع	۲۸۴
گشتی	۶	۲۔اسفندار ۱۳۳۱ف	اہل خدمات شرعیہ کو دیہاتی مسلمانوں پر اخراجات دورہ کا بار ڈالنے کی ممانعت۔	۱۹۴

باب سوم

طریقہ کارروائی محکمۂ صدارت العالیہ و دفاتر اہل خدمات شرعیہ

فصل (۱)

طریقہ کارروائی محکمہ صدارت العالیہ

گشتی	۱۷	۱۸۔تیر ۱۳۲۳ف	بلحاظ نوعیت کار نظامت کے مراسلات بنام ناظم امور مذہبی اور صدارت کی مراسلت بنام صدر الصدور ہوا کرے۔	۴۷
اعلان	۷۲۹	۲۵۔دی ۱۳۲۵ف	درخواست کے ساتھ ٹکٹ ٹپہ نہ ہو تو فہمائش نہیں دی جائے گی	۹۰
گشتی	۷	۱۳۔امرداد ۱۳۲۷ف	مراسلت بنام مولٰنا مولوی حبیب الرحمٰن خان شروانی صدر الصدور ہوا کرے۔	۱۱۵
اعلان	۔	۲۱۔بہمن ۱۳۲۷ف	معافی اسٹامپ مقدمات محکمہ صدارت العالیہ	۱۲۲
؍؍	۶۸۸۱	۲۷۔شہریور ۱۳۳۰ف	وثیقہ منظوری وراثت کے خلاف محکمہ صدارت العالیہ میں کارروائی نہ ہوگی۔	
؍؍	؍؍	؍؍	درخواست تجویز ثانی پر کارروائی سابقہ میں فروگذاشت پائی جائے تو اس کی اصلاح بذریعہ ضمیمہ گزارش کرائی جاسکتی ہے	۱۸۹
گشتی	۱۱	۲۲۔خورداد ۱۳۳۱ف	تقسیم نوعیت کار محکمہ صدارت العالیہ و امور مذہبی	۲۰۱
؍؍	۱۲	۱۱۳امرداد ۱۳۳۲ف	امور مذہبی سے متعلق کارروائیوں میں عہدہ نظامت یا معتمدی سے اور صدارت العالیہ کے معاملات میں محکمہ صدارت العالیہ سے خطاب کرنے کی اجازت	۲۴۰

فصل (۲)

طریقہ کارروائی دفاتر قضاۃ

گشتی	۲۱	۱۳۔شہریور ۱۳۲۳ف	دفاتر قضاۃ میں رجسٹر فارخطی رکھنے کی ہدایت	۵۲
؍؍	۶	۲۶۔بہمن ۱۳۲۹ف	دفاتر قضاۃ کے لیے چند ضروری رجسٹرات کے نمونے	۱۵۸
؍؍	۷	یکم اردی بہشت ۱۳۳۱ف	دفاتر قضاۃ میں کتاب الرائے رکھنے کی ہدایت۔	۱۹۵

گشتی	۸	۲۱۔امرداد ۱۳۲۷ف	رجسٹر داخلہ فیس نکاحانہ رکھنے کی ہدایت	۱۱۶
//	۱۴	۱۰۔امرداد ۱۳۳۱ف	اجازتی چٹھیات نکاح خوانی کا رجسٹر رکھنے کی ہدایت	۲۰۴
//	۱۸	۷۔شہریور ۱۳۳۱ف	رجسٹر رسائد نکاحانہ رکھنے کی ہدایت	۲۰۸
//	۹	۱۱۔شہریور ۱۳۳۳ف	رسید فیس نکاحانہ میں خرچ سواری کی فیس کا اندراج	۲۶۶
//	۴	۲۳۔اردی بہشت ۱۳۲۶ف	گشتیات چکٹ بک میں چسپاں کر کے رکھنے کی ہدایت	۱۰۴
//	۶	یکم مہر ۱۳۲۵ف	دفاتر قضاۃ میں بلامہور سادہ کاغذ پر درخواست لی جائے گی	۱۸۷
//	۵	۱۲۔خورداد ۱۳۲۸ف	قضاۃ ملازم سرکار ہیں ان کے منسوبہ الزامات کی تحقیقات اگر ان کا بادائی فرائض منصبی سرزد ہونا ثابت ہو جائے تو بمتابعت دفعہ ۲۰۱ ضابطہ فوجداری ہوا کرے۔	۱۳۴
//	۶	۸۔تیر ۱۳۲۸ف	فارغخطی کی اطلاع دفاتر قضاۃ کو دینے کی نسبت عدالتوں کو ہدایت	۱۳۵
//	۱۱	۱۳۔امرداد ۱۳۲۲ف	اہل خدمات شرعیہ کے منسوبہ الزامات کی تحقیقات حسب دفعہ (۲۰۱) ضابطہ فوجداری کرنے کی ہدایت	۲۳۸
//	۱	۱۸۔دی ۱۳۳۴ف	اہل خدمات شرعیہ کے کاموں میں دفاتر تحصیل وضلع کے توسط کا لزوم۔	۲۸۴

فصل (۳)

تنقیح دفاتر اہل خدمات شرعیہ

گشتی	۳	۱۳۔اسفندار ۱۳۲۷ف	نظمائے امور مذہبی ضلع وتعلقہ کو قضاۃ کے دفاتر کی تنقیح کرنے اور تنقیح پٹی محکمہ صدارت العالیہ میں روانہ کرنے کے احکام۔	۱۱۲
مراسلہ	۷۹۲/۷۹۳	۲۴۔دی ۱۳۲۷ف	صاحبان اضلاع کو اپنے دورہ میں دفاتر قضاۃ کی تنقیح کرنے اور تنقیح پٹیاں بدرج ہدایت دفاتر قضاۃ وصدارت العالیہ میں روانہ کرنے کی ہدایت۔	
گشتی	۱۳	۲۱۔امرداد ۱۳۳۱ف	تنقیح دفاتر اہل خدمات شرعیہ کے لیے تنقیح پٹی کا نمونہ	

//	۱	۲۷۔ بہمن ۱۳۲۳ ف	ناظم عدالت ضلع کو تنقیح دفاتر اہل خدمات شرعیہ کا اختیار	

فصل (۴)

انتظام اجرائی کار اہل خدمات شرعیہ بذریعہ نائبین

گشتی	۱	۹۔ بہمن ۱۳۲۲ ف	نائب ایسے مقرر ہوں جو اپنے فرائض منصبی کو عمدگی سے انجام دے سکیں۔	
اعلان	۱۸۴۸	۳۱۔ فروردی ۱۳۲۷ ف	امیدواران خدمت نیابت اہل خدمات شرعیہ اپنا نام بصراحت پتہ محکمہ صدارت العالیہ کے رجسٹر میں شریک کرائیں	
مراسلہ	۴۴۶	۲۷۔ آذر ۱۳۳۱ ف	تقرر نائب کی اطلاع دفاتر نظماء عدالت دیوانی اضلاع کو دیا جایا کریگی۔	
اعلان	۳	۱۰۔ خورداد ۱۳۲۸ ف	بصورت وفات اہل خدمات شرعیہ ورثاء کو لازم ہوگا کہ صدارت العالیہ کو اس کی اطلاع دے کر اجرائی کار کی نسبت حکم حاصل کریں۔	
رزولیوشن	۳/۱۱	۱۱۔ فروردی ۱۳۲۰ ف	امام موذن ملا امتحان اہل خدمات شرعیہ میں کامیاب نہ ہوں تو ان کی جگہ نائب مقرر کیا جائے۔ جو ادائی خدمت کا اہل ہو	۳۰۶
گشتی	۸	۱۸۔ مہر ۱۳۲۸ ف	جو اہل خدمات شرعیہ مدرسۂ نظامیہ کی سند پیش نہ کریں ادائی خدمت کا انتظام ہونے تک اُن کی دو ثلث معاش برانیدہ ہوگی	۱۲۷
اعلان	۶۲۱۴	۲۳۔ امرداد ۱۳۳۰ ف	کوئی شخص بغیر امتحان انجام دہی خدمت کا مجاز نہ ہوگا اگر کسی کو ایسے وقت کام شروع کرنا پڑے کہ امتحان سالانہ نہ ہو چکا ہو یا منعقد ہونے میں تین ماہ سے زائد عرصہ درکار ہے تو تعلقہ دار ضلع کے اجلاس پر امتحان دے اور ضلع سے اجازت حاصل کرکے کام شروع کرے۔	۱۸۶

فصل (۵)

قواعد رخصت اہل خدمات شرعیہ

گشتی	۷	۷۔ مہر ۱۳۲۵ ف	بیرون ملک سرکار عالی اہل خدمات شرعیہ کو سفر کرنے کی ممانعت۔	۸۸
//	۳	۲۹۔ اردی بہشت ۱۳۳۰ ف	اہل خدمات شرعیہ کے رخصتوں کا قاعدہ	۱۷۱

//	۲	۵۔اسفندار ۱۳۳۳ف	اہل خدمات شرعیہ کی درخواست رخصت خاص و بیماری کے ساتھ تختہ رخصت بھیجنے کی ہدایت	۲۵۴
//	۴	۸۔اردی بہشت ۱۳۳۳ف	توضیح قواعد رخصت اہل خدمات شرعیہ	۲۵۷

فصل (۶)

انتظام تقسیم سرویس ٹکٹ دفاتر قضاۃ

مراسلہ	۴۱۱	مہر ۱۳۱۹ف	طلب تختہ سرویس ٹکٹ دفاتر قضاۃ	۱۱
//	۸۴۹	یکم فروری ۱۳۲۳ف	دفاتر قضاۃ کو سرویس ٹکٹ کی منظوری کی اطلاع	۵۹
گشتی	۱۲۰الف	۳۰۔امرداد ۱۳۲۳ف	سرویس ٹکٹ حاصل کرنے کا طریقہ	۵۱
مراسلہ	۲۶۲۹	//	صاحبان اضلاع کو اجرائی اجازت نامہ سرویس ٹکٹ کی تحریک۔	۶۲
گشتی	۸	یکم مہر ۱۳۲۴ف	مطلوبہ سرویس ٹکٹ کی اجرائی دفتر تنقیح ضلع سے ہوگی	۷۳
//	۲	۲۱۔بہمن ۱۳۲۵ف	سرویس ٹکٹ کے مطلوبہ کے ساتھ رسید گودام خزانہ کا رہنا	۸۲
//	۹	۲۱۔آبان ۱۳۲۵ف	ہر دفتر قضاءت کے لیے (۱۲/عہ) کے سرویس ٹکٹ کی منظوری	۸۹
گشتی	۲	۲۳۔بہمن ۱۳۲۶ف	موازنہ منقسمہ سرویس ٹکٹ بابتہ ۱۳۲۶ف کی تقسیم	۹۹
مراسلہ	۸۵۴	۳۔بہمن ۱۳۲۷ف	علاقہ پائیگاہ کے قضاۃ کو دیوانی علاقہ سے سرویس ٹکٹ نہیں دیئے جاسکتے۔	۱۲۱
گشتی	۴	۱۰۔خورداد ۱۳۲۸ف	بلحاظ وزن لفافہ ٹکٹ نصب کئے جائیں اور لفافوں پر دستخط بھی ثبت ہوا کرے۔	۱۳۳
مراسلہ	۱۱۳۳	۲۹۔اسفندار ۱۳۲۸ف	مطلوبہ رقم سرویس ٹکٹ دفتر تنقیح میں پیش کر کے رقم کا اجازت نامہ حاصل کرنا چاہیے۔	۱۴۵
گشتی	۸	۲۱۔فروری ۱۳۲۹ف	موازنہ منقسمہ ۱۳۲۹ف کی تقسیم۔	۱۶۲
//	۴	۳۱۔اردی بہشت ۱۳۳۰ف	سرویس ٹکٹ کو سرکاری مراسلت میں صرف کرنے کی ہدایت	۱۷۳
//	۳	۵۔دی ۱۳۳۱ف	موازنہ منقسمہ ۱۳۳۰ف کی تقسیم۔	۱۹۱

؍؍	۸	۴۔اسفندار ۱۳۳۲ف	دفاتر اضلاع کو (للعہ) کے سرویس ٹکٹ تقسیم کرنے کی اطلاع	۲۳۶
مراسلہ	۸۶۹	۲۲۔دی ۱۳۳۳ف	(الماء ۸؍) کے سرویس ٹکٹ تقسیم کرنے کی اطلاع	۲۶۹
؍؍	۸۱۱	۱۷۔بہمن ۱۳۳۴ف	تقسیم موازنہ ۱۳۳۴ف	۳۰۴

باب چھارم

فصل (۱)

انتظام عطائے اسناد اہل خدمات شرعیہ

گشتی	۹۹	۶۔بہمن ۱۳۰۷ف	اہل خدمات شرعیہ کا تقرر بلا سند دفتر صدارت العالیہ کے مستند نہ سمجھا ئے۔	۷
اعلان	۴۴۶۹	۲۹۔شہریور ۱۳۳۴ف	کارروائی عطائے سند میں ناراضی فیصلہ صدارت کے متعلق اندرون (۹۰) یوم عذرداری پیش ہونی چاہیے۔	۷۹
اعلان	۳	۱۰۔خورداد ۱۳۲۸ف	بصورت وفات اہل خدمات شرعیہ ورثاء کو لازم ہوگا کہ سررشتہ مال میں رجوع ہوکر بعد تصفیہ حکم آخر کی نقل پیش کرکے سند کی درخواست کریں۔	۱۳۲
گشتی	۷	۲۸۔تیر ۱۳۳۰ف	معاشداروں کے تختہ وراثت کے ساتھ وارث نے مدرسہ نظامیہ یا جس دینی مدرسہ میں تعلیم پائی اس کی سند کی نقل منسلک رہے	۱۷۸
؍؍	۹۰	۱۸۔شہریور ۱۳۳۰ف	جو اہل خدمات شرعیہ نصاب مقررہ کی تکمیل نہ کریں ان کو شاہی سند کے عوض صدا قتنامہ دیا جائے گا۔	۱۸۱
اعلان	۶۸۸۱	۲۷۔شہریور ۱۳۳۰ف	سررشتہ مال سے معاش بحال ہونے کے بعد با اعتبار وثیقہ منظوری وراثت بحصول منظوری سرکار سند دی جائے گی۔	۱۸۹
؍؍	۶۸۸۱	۲۷۔شہریور ۱۳۳۰ف	متولیان معابد اہل اسلام و ہنود جن کو سرکار سے معاش نہیں ہے ان کو بھی اسناد دئے جائیں گے۔	۱۸۹

گشتی محکمہ سرکار صیغہ مالگزاری	۲۷	۲۴۔شہریور ۱۳۲۸ف	معاشداران مشروط الخدمت مذہبی کو لازم ہوگا کہ بفور منظوری وراثت بغرض حصول سند محکمۂ صدارت العالیہ میں رجوع ہوجائیں۔	۳۱۴

فصل (۲)

اصلاح طریقۂ میلادخوانی وانتظام عطائے اجازت نامجات

اعلان	۴۴۲	۱۵۔اردی بہشت ۱۳۳۱ف	پیشہ ور مولودخوانان بلدہ کو اقرار نامہ داخل کرکے اجازت نامہ میلادخوانی حاصل کرنا چاہیے۔	۲۱۴
اعلان	۳۹۶۷	۴۔شہریور ۱۳۳۱ف	ہدایات میلادخوانی کی پابندی کا اطمینان ہونے کے بعد مولودخوانوں کو اجازت نامے عطا کئے جائیں گے۔	۲۲۴
اعلان	۳۹۶۷	۴۔شہریور ۱۳۳۱ف	میلادخوانان اضلاع کو بھی اقرار نامہ پابندی آداب میلادخوانی داخل کرکے اجازت نامہ میلادخوانی حاصل کرنا چاہیے	۲۲۴
//	۵۱۷۰	۸۔آبان ۱۳۳۲ف	زنانہ جماعتہائے میلادخوانی کو بھی اقرار نامہ پابندی آداب میلادخوانی داخل کرکے اجازت نامہ میلادخوانی حاصل کرنا چاہیے۔	۲۵۰
//	۔	۲۳۔اسفندار ۱۳۳۳ف	فہرست مولودخوانان اجازت یافتہ محکمہ صدارت العالیہ	۲۷۳
//	۵۲۰۲	۱۲۔آبان ۱۳۳۳ف	بجز جماعت ہائے میلادخوانی اجازت یافتہ کے دوسرے اشخاص مولودخوانی کے مجاز نہ ہوں گے۔	۲۸۰

باب پنجم

فصل (۱)

انتظام ترتیب وتنظیم وتحفظ سیاہجات نکاح

گشتی	۴	۹۔بہمن ۱۳۲۲ف	ہر نکاح خوانی میں اجازت قاضی وسیاہہ کی ضرورت ہے اگرچیکہ نکاح اپنے معتقد علیہ سے پڑھایا گیا ہو۔	۱۹
اعلان	۔	۹۔بہمن ۱۳۲۲ف	قضاۃ کو ماہانہ سیاہجات محکمہ صدارت العالیہ میں روانہ کرنے کی تاکید۔	۲۶

//	۔	//	سیاہہ شرعی دستاویز ہے بصورت نزاع عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں اور ان کوشہادت کا منصب ملتا ہے۔	۲۶
اعلان	۔	۹۔بہمن ۱۳۲۲ف	جن دفاتر کونقل سیاہہ کی ضرورت ہوگی وہ مقامی قاضی سے طلب کر کے محکمہ صدارت العالیہ سےتصدیق کرالیا کریں گے۔	۲۶
//	۱	۲۰۔بہمن ۱۳۲۳ف	سیاہجات کی ترتیب کی نسبت ہدایات	۳۰
//	۲	یکم اسفندار ۱۳۲۳ف	ماہانہ سیاہہ مرتب اور دوسرے مہینہ کی دس تاریخ تک محکمہ صدارت میں روانہ کرنے کی تاکید۔	۳۲
//	۴	۴۔اسفندار ۱۳۲۳ف	سیاہجات عقدخوانی کی نقل عدالت مقامی میں روانہ کرنے کی ہدایت۔	۳۳
گشتی	۱۱	۵ تیر ۱۳۲۳ف	صفرزدہ سیاہہ بھیجنے یا بذریعہ مراسلہ اطلاع دینے کی ممانعت	۴۰
//	۱۰	۳۰۔آبان ۱۳۲۴ف	سیاہہ پر وکیل منکوحہ کی دستخط کافی ہوسکتی ہے۔	۷۶
//	۱	۲۴۔دی ۱۳۲۵ف	بلا اجازت قاضی نکاح پڑھانے والوں کو جرمانہ کرنے کے بعد صاحبان اضلاع سیاہہ کوبغرض اندراج رجسٹر سیاہہ دفاتر قضاۃ میں بھیج دیا کریں۔	۸۱
گشتی	۱	۱۰۔آذر ۱۳۲۶ف	صدارت العالیہ سے مطبوعہ سیاہجات روانہ کرنے کی اطلاع اوراس کی تکمیل کی نسبت مفصل ہدایات	۹۴
//	۴	۲۳۔اروی بہشت ۱۳۲۶ف	غیر مطبوعہ کاغذات پر سیاہجات بھیجنے کی ممانعت	۱۰۴
//	۵	۲۹۔خورداد ۱۳۲۶ف	قواعد ترتیب وترسیل سیاہجات کی نسبت گشتی مجلس عالیہ عدالت کی ترمیم۔	۱۰۵
//	۵	//	ماہانہ گوشوارہ سیاہہ عدالت ضلع وصدارت العالیہ میں بھیجنے کی ہدایت۔	۱۰۵
//	۵	//	رجسٹرات سیاہہ پر عدالتہائے اضلاع کی مہر و دستخط کی خصوصیت نہیں تحصیل سے بھی مہر ودستخط کرائی جاسکتی ہے۔	۱۰۵
گشتی	۵	۲۹۔خورداد ۱۳۲۶ف	بلدہ وحوالی بلدہ کے دفاتر قضاۃ کے رجسٹرات سیاہہ پر محکمہ صدارت العالیہ کی مہر ودستخط ثبت ہوا کرے گی۔	//

اعلان	-	۱۳۲۶ف	سیاہہ کی نقل کیلئے محکمہ صدارت العالیہ میں درخواست کرنے کی ممانعت	۱۰۸
گشتی	۲	۲۸۔بہمن ۱۳۲۷ف	سال تمام کے عقود کے لحاظ سے وقت واحد میں رجسٹرات سیاہہ مطبوعہ طلب کرنے کی ہدایت	۱۱۱
//	۳	۱۳۔اسفندار ۱۳۲۷ف	سیاہجات کی تکمیل اور ان کے مثنیٰ محکمۂ صدارت العالیہ وعدالت میں ارسال ہوا کرتے ہیں یا نہیں اس کی تنقیح کی عہدہ داران اضلاع کو ہدایت۔	۱۱۲
//	۵	۱۱۔تیر ۱۳۲۷ف	اصل پرت سیاہہ کو رجسٹر میں محفوظ رکھنے مثنیٰ محکمہ صدارت اور مثلث مقامی عدالت میں بھیجنے کی ہدایت۔ نیز اس امر کی توضیح کہ مقامی عدالت سے (نظامت عدالت دیوانی مراد ہے)	۱۱۴
//	۲	۲۰۔اروی بہشت ۱۳۲۸ف	صدر رجسٹر سیاہہ کے ہر ورق پر عدالت دیوانی ضلع یا تحصیل یا منصفی کی مہر ثبت کرنے کی ہدایت۔	۱۳۱
گشتی	۱۳	۱۱۔آبان ۱۳۲۸ف	سیاہجات ماہانہ عدالت وصدارت میں روانہ کرنے اور عدالت کوئی سقم برآمد کرکے اصلاح کا حکم دے تو اس کی تعمیل کرنے کے احکام	۱۴۴
//	۷	۲۸۔اسفندار ۱۳۲۹ف	تنقیح سیاہجات کے لیے صاحبان اضلاع ونظماء عدالتہائے اضلاع کے پاس فہرست قضاۃ کی تقسیم۔	۱۶۱
//	۱	۲۲۔آذر ۱۳۳۰ف	سیاہجات میں زرمہر الفاظ وہندسہ میں لکھا جانا چاہئے۔ .... اور مکمل خانہ پری سیاہجات کی ہونی چاہئے	۱۷۰
گشتی	۲	۲۹۔اردی بہشت ۱۳۳۰ف	نومسلمین کے اصلی والدوں کا نام سیاہجات عقد میں لکھا جانا چاہیے۔	۱۷۰
//	۱۶الف	۴۔تیر ۱۳۳۰ف	سوالات مندرجہ سیاہہ کے جوابات میں بجائے صفر کے لفظ (نہیں) لکھا جانا ضرور ہے۔	۱۷۷
//	۵	۲۶۔دی ۱۳۳۲ف	عدالت ہائے اضلاع میں سیاہجات وصول نہ ہوں یا دیر سے وصول ہوں تو اُن کی نسبت تحصیلات کو لکھ کے مثنیٰ محکمہ صدارت میں روانہ کرنے کی ہدایت	۲۳۲
گشتی	۲	۱۰۔بہمن ۱۳۳۴ف	ترتیب سیاہہ نومسلمین ومعافی نکاحانہ عقود	۲۸۶

باب ششم

فصل (۱)

اصلاح حالات مسلمانان دیہات

گشتی	۱۴	۱۶ تیر ۱۳۲۳ف	لڑکی والوں کولڑکے کے اولیاء سے زر نقد لے کےلڑکی بیاہ دینے کے طریقہ کاانسداد۔	۴۳
//	۵	۱۴۔خورداد ۱۳۲۴ف	اہل خدمات شرعیہ مناہی ومنکرات میں مبتلا ہوں تو اس کی اطلاع محکمۂ صدارت میں کرنے کی ہدایت	۷۰
//	۳	۶۔اسفندار ۱۳۲۶ف	اہل خدمات شرعیہ کا فرض ہے کہ مسلمانان دیہات کو بت پرستی اورتقلید رسوم اہل ہنود سے باز رکھیں۔	۹۹
گشتی	۱	۱۷۔بہمن ۱۳۲۷ف	اہل خدمات شرعیہ کومسلمانان دیہات کے مذموم حالات سے آگاہ ہونے اور پند ونصیحت کے ذریعہ سے اُن کے ترک پرآمادہ کرنے اور محکمۂ صدارت کوان حالات سے اطلاع دینے کی ہدایت	۱۰۹
//	۱۲	۱۰۔آبان ۱۳۲۷ف	وعظ و پند کے ذریعہ مسلمانوں کے ناموں کی اصلاح کرنے اوراہل اسلام کواسلامی نام رکھنے کی ہدایت	۱۱۹
//	۱۱	۲۵۔مہر ۱۳۲۸ف	اہل خدمات شرعیہ کواطفال لائق تعلیم کی فہرست قلمبند کر کے مدرس کے حوالے کرنے اورورثاء اطفال کوشریک مدرسہ کرانے کی ہدایت	۱۴۲
اعلان		۳۰۔اسفندار ۱۳۲۹ف	نفاذ قانون انسداد طریقہ مختّاں	۱۶۵

فصل (۲)

دورہ اہل خدمات شرعیہ

گشتی	۴۳	۱۲۔دی ۱۳۲۱ف	اہل خدمات شرعیہ دورہ کی رپورٹ نہ روانہ کریں تو اُن کی ماہانہ معاش کے ربع تک جرمانہ کیا جائے گا۔	۱۲

رزولیوشن	۳/۱۱	۱۱۔فروری ۱۳۲۰؁ف	اہل خدمات شرعیہ پر لازم ہوگا کہ وہ خود یا اپنے نائبین کو بھیج کے اپنے حدود ارضی میں دورہ کریں اور اس دورہ میں ان کو چاہیے کہ اہل خدمات شرعیہ مثل امام موذن ملا کے متعلق اطمینان حاصل کریں کہ آیا وہ مسائل اسلام سے واقف ہیں اور جو لوگ واقف نہ ہوں اُن کو اس کی تعلیم دیں۔ اہل خدمات شرعیہ پر لازم ہوگا کہ وہ مسائل مذہب اسلام متعلقہ عبادات وعقائد کے متعلق وعظ و نصائح سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں اور اپنے دورہ کی مفصل رپورٹ صدرالصدور کے پاس پہنچایا کریں۔	۳۰۶
مراسلہ	۲۵۷	۱۳۔فروری ۱۳۲۲؁ف	اہل خدمات شرعیہ کے تختہ جات دورہ کی نگرانی میں تعویق ہوگی تو جرمانہ کیا جائے گا۔	۲۸
؍؍	۲۱۹۷	۸۔مہر ۱۳۲۲؁ف	انتظام اخراجات دورہ کے لیے عہدیداران اضلاع کی رائے کا مطالبہ۔	۲۹
گشتی	۳	۳۔اسفندار ۱۳۲۳؁ف	عہدیداران مقامی بحیثیت نظماء مذہبی اہل خدمات شرعیہ کے دورہ کی نگرانی رکھیں۔	۳۳
مراسلہ	۳۳۲	۱۶۔آبان ۱۳۲۱؁ف	عہدہ داران مقامی بحیثیت نظماء مذہبی اہل خدمات شرعیہ کو بوقت ضرورت امداد دیں گے۔	۱۶
گشتی	۸	۵۔فروردی ۱۳۲۲؁ف	اہل خدمات شرعیہ کو مواضعات متعلقہ کا دورہ کر کے ماہانہ رپورٹ بھیجنے کی ہدایت۔	۲۳
؍؍	۲۲	۲۸۔شہریور ۱۳۲۳؁ف	امور نگرانی دورہ اہل خدمات شرعیہ کی تفصیل اور دورہ کے فرائض۔	۵۴
؍؍	۲۰	۲۶۔تیر ۱۳۲۳؁ف	امور متعلقہ دورہ میں پٹیل پٹواری مدد دینے کیلئے تحصیلداروں کو ہدایت۔	۵۰
؍؍	۹	۲۲۔آبان ۱۳۲۴؁ف	اہل خدمات شرعیہ سب سے پہلے دورہ میں ملاؤں کو تعلیم دینے کا فریضہ ادا کریں۔	۷۴
گشتی	۴	۲۲۔امرداد ۱۳۲۵؁ف	اہل خدمات شرعیہ کے دورہ کی رپورٹیں تحصیلات مقامی میں بھیجنے اور ضلع اور صوبہ کے توسط سے محکمۂ صدارت العالیہ میں روانہ کرنے کی ہدایت۔	۸۴
گشتی	۵	۹۔شہریور ۱۳۲۵؁ف	قضاۃ کو چاہیے کہ دورہ میں قاری النکاح اور ملاؤں کو حرام رشتے یاد کرائیں۔	۸۴

مراسلہ	۲۵۔۴	۱۲۔آبان ۱۳۲۷ف	اہل خدمات شرعیہ کی رپورٹ دورہ تحصیلدار و تعلقہ دار کے ریویو کے بعد محکمۂ صدارت العالیہ میں وصول نہیں ہوتی ہے اس لیے ان کی توجہ کرنے کی ہدایت۔	۱۲۴
گشتی	۷	۱۴۔تیر ۱۳۲۸ف	اہل خدمات شرعیہ کو ایام وبا میں مزید دورہ کرنے کی ہدایت اور التواء دورہ کی ممانعت۔	۱۳۶
//	۱۱	۲۵۔مہر ۱۳۲۸ف	اہل خدمات شرعیہ بوقت دورہ اطفال اہل اسلام لائق تعلیم کی فہرست مدرس کو دین اور ورثاء اطفال کو شرکت مدرسہ کی تاکید کریں۔	۱۴۲
گشتی	۳	۴۔بہمن ۱۳۲۹ف	رسالہ واعظ سے اہل خدمات شرعیہ فائدہ اٹھائیں اور دورہ میں اس کے مضامین سے جاہل مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں۔	۱۵۵
//	۱۰	۲۸۔اردی بہشت ۱۳۲۹ف	اہل خدمات شرعیہ کو ہر موضع میں دس دس یوم قیام کرکے مسلمانان دیہات اور بالخصوص ملاؤں کو ضروری مسائل سکھلانے کی ہدایت۔	۱۶۳
مراسلہ	۱۵۰۱ ۱۵۱۶	یکم اسفندار ۱۳۳۱ف	اہل خدمات شرعیہ کے ایام دورہ کا تعین اور ترسیل روزنامچہ دورہ کا انتظام	۲۱۹
گشتی	۳	۲۴۔دی ۱۳۳۲ف	رپورٹ ہائے دورہ اہل خدمات شرعیہ دفاتر تحصیل و ضلع میں دو ہفتہ سے زیادہ نہ رہیں بلکہ بعد ریویو محکمۂ صدارت العالیہ میں روانہ ہوا کریں۔	۲۳۰
گشتی	۱۰	۲۷۔اردی بہشت ۱۳۳۲ف	اہل خدمات شرعیہ اطلاع دیں کہ کتنی اور کن نشانات کے ذریعہ دورہ کی رپورٹیں تحصیلات میں روانہ کی گئی ہیں۔	۲۳۷

باب ہفتم

فصل (۱)

انتظام تعلیم فرزندان اہل خدمات شرعیہ

رزولیوشن	۱۱/۳	۱۱۔فروردی ۱۳۲۰ف	اہل خدمات شرعیہ جن کی آمدنی سالانہ دوسو سے زائد ہو اُن کی اولاد کی تعلیم لازم ہوگی وہ اپنے ایک ایسے لڑکے کو جو شرعاً اس کا قائم مقام ہو مدرسہ نظامیہ میں تعلیم دلائیں۔	۳۰۶

״	۱۱/۳	۱۱۔فروردی ۱۳۲۰ف	جن اہل خدمات شرعیہ کی معاش دوسو سے کم ہواُن پر بھی ان کے لڑکے کی تعلیم مذہبی لازمی ہوگی۔	
گشتی	۷	۳۰۔اسفندار ۱۳۲۳ف	دفاتر تحصیلات سے اطلاع ملنی چاہیے کہ اہل خدمات شرعیہ اپنے لڑکوں میں سے کس لڑکے کو بغرض تعلیم مدرسہ نظامیہ بھیجیں گے۔	۳۷
مراسلہ	۴۹۵۱	۲۴۔امرداد ۱۳۲۵ف	ہدایت نسبت پابندی فقرہ (۵) دستور العمل تعلیم قضاۃ وائمہ	۹۱
اعلان	۔	۱۷۔اردی بہشت ۱۳۲۸ف	فرزندان اہل خدمات شرعیہ کی تعلیم کا نصاب	۱۵۳
گشتی	۸	۱۸۔مہر ۱۳۲۸ف	اہل خدمات شرعیہ کی اولاد جب تک مدرسۂ نظامیہ میں تعلیم پاکے وہاں کی سند پیش نہ کرے بجائے سالم معاش کے ایک ثلث معاش اجرا ہوگی۔	۱۳۷
گشتی	۴	۴۔بہمن ۱۳۲۹ف	اہل خدمات شرعیہ کی برادری کے اطفال بھی مدرسہ نظامیہ میں شریک کئے جاسکتے ہیں۔	
اعلان	۶۲۱۴	۲۳۔امرداد ۱۳۳۰ف	فرزندان اہل خدمات شرعیہ جن کی عمریں ۲۰ سال سے متجاوز ہو تعلیم کے لیے بلدہ کے قیام پر مجبور نہیں کئے جاسکتے۔	۱۸۶
مراسلہ	۵۳۴۰	۱۳۳۳ف	فرزندان اہل خدمات شرعیہ جو زیر نگرانی محکمۂ صدارت العالیہ مدرسۂ نظامیہ میں تعلیم پارہے ہیں اُن کی رخصت کے قواعد۔	۳۰۱

باب ہشتم

فصل (۱)

امتحان اہل خدمات شرعیہ

مراسلہ	۳۱۲	۹۔آبان ۱۳۰۰ف	عہدہ داران اضلاع سے قضاۃ کی لیاقت کے تختہ کا مطالبہ	
اعلان	۔	۳۔شہریور ۱۳۰۱ف	عہدۂ قضاءت وامامت کیلئے بلحاظ عمر تعلیم کے مدارج مقرر کئے گئے ہیں۔	۲
مراسلہ	۳۳	۲۷۔آذر ۱۳۰۲ف	امتحان قضاۃ بمقام بلدہ	۴
اعلان	۔	یکم مہر ۱۳۲۱ف	بلدہ کے ائمہ وموذنین مدرسہ نظامیہ میں امتحان دے کر سند حاصل کریں۔	۱۵

گشتی	۶	۱۱۔بہمن ۱۳۲۲ف	قواعد امتحان پیش امام موذن ملا موقوعہ اضلاع۔	۲۱
//	۵	۲۰۔اسفندار ۱۳۲۳ف	منظوری نصاب امتحان نائبین قضاۃ و قاری النکاح۔	۳۴
گشتی	۶	۳۰۔اسفندار	اہل خدمات شرعیہ استعداد علم کی اطلاع اپنے قلم سے لکھ کر روانہ کریں۔	۳۶
//	۱۳	۱۶۔تیر ۱۳۲۳ف	طلب تختہ تعلیم و امتحان نائبین قضاۃ و ملایان از دفاتر قضاۃ	۴۱
//	۱۵	۱۸۔تیر ۱۳۲۳ف	جو ملا امتحان میں کامیاب نہ ہو اس کو ضروری مسائل کی تعلیم دینا اہل خدمات شرعیہ کا فرض ہوگا۔	۴۴
مراسلہ	۶۰۱	۱۹۔بہمن ۱۳۲۳ف	نتیجہ امتحان کے ساتھ مختصر رپورٹ روانہ کرنے کی ہدایت	۵۵
//	۷۳۹	۱۰۔اسفندار ۱۳۲۳ف	ایک امتحان سے دوسرے امتحان میں بارہ ماہ کا فصل ہونا چاہیے۔	۵۶
مراسلہ	۷۶۶	۱۵۔اسفندار ۱۳۲۳ف	بلا لحاظ رعایت جو شخص جملہ ابواب میں کامیاب ہو اسی کو سند کا مستحق قرار دینا چاہیے۔	۵۷
//	۸۴۷	۳۰۔ //	امتحان اہل خدمات شرعیہ میں عام معلومات اور واقفیت مسائل کی جانچ بھی ہونی چاہیے۔	۵۸
//	۱۷۸۱	۳۰۔خورداد ۱۳۲۳ف	غیر حاضر شدہ اشخاص کے ساتھ بھی تین سال تک رعایت کی جاسکتی ہے۔	۶۲
مراسلہ	۱۷۸۱	۳۰۔خورداد ۱۳۲۳ف	امتحان نائبین قضاۃ میں غیر لوگ بھی فیس دینے پر شریک کئے جاسکتے ہیں۔	۶۲
مراسلہ	۲۶۷۰	یکم شہریور ۱۳۲۳ف	نتیجہ امتحان کی اشاعت جریدۂ اعلامیہ میں۔	۶۱
گشتی	۲	۱۸۔دی ۱۳۲۴ف	اہل خدمات شرعیہ ملاؤں کو ضروریات عقد نکاح و ذبیحہ سے واقف کریں اور اُن کو ادائی فرائض اور امتحان کا اہل بنادیں۔	۶۵
//	۴	۱۴۔خورداد ۱۳۲۴ف	تقسیم رسالہ رہبر اہل خدمات شرعیہ ترتیب نصاب امتحان تعلیم ملا قاری النکاح نائبین پیش اماموں اور موذن کو تیاری امتحان کے لیے تاکید کرنے کی ہدایت	۶۸
گشتی	۹	۲۲۔آبان ۱۳۲۴ف	اہل خدمات شرعیہ کو امام و موذن کی نسبت اطمینان حاصل کرنا چاہیے کہ وہ مسائل اسلام سے واقف ہیں یا نہیں۔ ملاؤں کو تعلیم نہ دی جائے گی تو اہل خدمات شرعیہ سے مواخذہ کیا جائے گا۔ اہل خدمات شرعیہ تعلیم نہ دیں گے تو عہدہ داران مقامی اس کی اطلاع محکمہ صدارت کو دیں گے۔	۷۴

مراسلہ	۱۸۲۳	۱۰۔اردی بہشت ۱۳۲۴ف	مجموعہ رہبر اہل خدمات شرعیہ سے سوالات امتحان کی ترتیب میں مدد لی جاسکتی ہے۔	۷۷
//	۳۵۳۰	۱۷۔تیر ۱۳۲۴ف	منظوری نمونہ صداقتنامہ کامیابی امتحان وقرارداد مدارج اعلیٰ وادنیٰ	۷۸
//	۳۰۴۵	۱۸۔امرداد ۱۳۲۶ف	منظوری اخراجات امتحان اہل خدمات شرعیہ وطریقہ ادائی رقم۔	۱۰۹
//	۳۶۹۰ ۳۶۹۱	۹۔مہر ۱۳۲۶ف	قضاۃ مفتی محتسب جنہوں نے مدرسۂ نظامیہ یا کسی اور دینی مدرسہ میں عربی کی تعلیم نہ پائی ہو اوران کی عمر بھی قابل تعلیم نہ رہی ہوتو اُن کو امتحان کا پابند کرنا اور مجالس امتحان اضلاع ہی میں ان کا امتحان لیا جانا چاہیے۔	۱۰۸
//	۳۳۳۳ ۳۳۲۴	۲۔امرداد ۱۳۲۷ف	قیام رجسٹر امتحان اہل خدمات شرعیہ وطریقہ تکمیل اور بذریعہ دفاتر تحصیلات تقاضہ کرکے اہل خدمات شرعیہ کو امتحان میں شریک کرنے کی ہدایت۔	۱۲۳
گشتی	۱۰	۱۹۔مہر ۱۳۲۸ف	نصاب اہل خدمات شرعیہ کی تیاری کی اطلاع اوران میں امتحان دینے اور سوالات مرتب کرنے کی ہدایت اور نصاب ملا کی تقسیم کا طریقہ۔	۱۳۹
مراسلہ	۳۴۰	۲۷۔آذر ۱۳۲۹ف	خطباء کا امتحان نصاب پیش امام میں لینے اور اُن سے بالمشافہ ایک دو خطبے سن لینے کی ہدایت	۱۶۴
گشتی	۲	۱۴۔آذر ۱۳۳۱ف	اضلاع میں اسناد امتحان کی جس قدر ضرورت ہو محکمۂ صدارت العالیہ سے طلب کرنے کی ہدایت اور جزمعاش کامیاب شدہ سے اس کی قیمت لینے کی ممانعت۔	۱۹۰
//	//	//	اسناد و بعد دستخط صاحبان اضلاع محکمۂ صدارت العالیہ میں آئیں گے جو بعد دستخط جناب صدرالصدور صاحب واپس کردیے جائیں گے۔	۱۹۰
//	۲۰	۱۶۔مہر ۱۳۳۱ف	امتحان اہل خدمات شرعیہ کے ابواب کا تعین اوران ابواب میں امتحان لینے کی ہدایت	۲۱۱
مراسلہ	۲۷۲۹	یکم خورداد ۱۳۳۱ف	امتحان کے اسناد کی کاپیاں محکمۂ صدارت العالیہ سے روانہ کرنے کی اطلاع	۱۲۲۰

گشتی	۲	۲۴۔دی ۱۳۳۲ف	نصاب اہل خدمات شرعیہ کے حصہ موذنین دفاتر تحصیلات میں بھیج دیئے گئے ہیں ان کی تقسیم میں تحصیلداروں کو دلچسپی لینے کی صاحبان اضلاع ہدایت فرمادیں۔	۲۲۹
گشتی	۴	۲۶۔دی ۱۳۳۲ف	امتحان اہل خدمات شرعیہ میں پبلک کو بھی شرکت کا موقع دیا جائے۔	۲۳۱
//	۴	//	اہل خدمات شرعیہ کے سوا جو شخص امتحان میں شریک ہو اس سے ایک روپیہ فیس لی جاسکتی ہے۔	۲۳۱
//	۷	۳۔اسفندار ۱۳۳۲ف	نصاب اہل خدمات شرعیہ حصہ پیش امام کی تقسیم کا طریقہ اور تحصیلداروں کو اس کی تقسیم میں توجہ کرنے کی ہدایت	۲۳۴
مراسلہ	۵۷/۵۵	۱۱۔آذر ۱۳۳۳ف	تاریخ امتحان اہل خدمات شرعیہ ۲۹ اور ۳۰۔آذر مقرر کرنے کی ہدایت اور پرچہ جات امتحان محکمۂ صدارت سے روانہ کرنے کا اہتمام۔	۲۸۳
//	۸۶تا۱۰۱	۱۱۔آذر ۱۳۳۴ف	جوابات کی تنقیح کیلئے قابل بھروسہ شخص کے انتخاب کی ہدایت درجۂ اعلیٰ کیلئے (۵۰) درجہ اوسط کیلئے (۴۰) اور درجہ ادنیٰ کیلئے (۳۰) نمبر حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔	۲۹۸
//	۵۷۹۶ ۵۷۹۷	۲۷۔امرداد ۱۳۳۲ف	امتحان کی تاریخ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ایک ہی مقرر ہے۔	۲۵۰
رزولیوشن	۱۱/۳	۱۱۔فروری ۱۳۲۰ف	امام مسجد موذن ملا پر امتحان مذہبی لازم ہوگا جب تک کوئی اہل خدمات امتحان کی سند پیش نہ کرے خدمت پر بحال نہ ہوگا اور اگر وہ امتحان میں کامیاب نہ ہو تو اس کی جگہ نائب مقرر کردیا جائے گا۔	۳۰۶

فصل (۲)

امتحان ائمہ وموذنین بلدہ

اعلان	//	یکم مہر ۱۳۲۱ف	بلدہ کے ائمہ وموذنین مدرسہ نظامیہ میں امتحان دے کر سند حاصل کریں۔	۱۵

مراسلہ	۲۲۹۱	۱۵۔فروردی ۱۳۲۵ف	پیش امام موذن کا امتحان لینے کے بعد سند کامیابی دینے کی مدرسہ نظامیہ کو ہدایت۔	۹۰
اعلان	۔	۹۔تیر ۱۳۲۵ف	ائمہ وموذنین کو امامت اور چند سورے حفظ کرا کے امتحان دینے کی ہدایت۔	۹۱
//	۴۶۷	۳۰۔آذر ۱۳۲۷ف	خدمات ملاگری کا امتحان محکمۂ صدارت میں ہونے کا اعلان اور بعد کامیابی کامیاب شدہ کا نام درج رجسٹر کرنے کی ہدایت۔	۱۲۷

فصل (۳)

امتحان غسالان بلدہ

اعلان	۶۸۹۴	۲۲۔آبان ۱۳۲۵ف	بلدہ کے غسالوں کو رسالہ غسل و تجہیز و تکفین حاصل کرنے اور مفتی صاحب کو امتحان لینے اور بعد کامیابی امتحان سند محکمۂ صدارت العالیہ میں پیش کرنے کی ہدایت۔	۹۲
//	۳۱۹۳	۲۲۔خورداد ۱۳۳۱ف	معلم ومعلّمہ غسالان کے تقرر کی اطلاع غسالوں کو تعلیم پانے کی ہدایت اور جو لوگ کامیاب ہوں گے ان کو علاوہ سند کے برنجی بلہ دینے کی اطلاع۔	۲۲۱
اعلان	۳۳۴۶	۱۴۔امرداد ۱۳۳۳ف	امتحان غسالان میں کامیاب شدہ مرد عورتوں کو برنجی بلہ دئے جانے کی اطلاع اور عوام الناس کو ناواقف جاہل غسالوں سے کام لینے کی امتناع۔	۲۷۷
//	//	۳۰۔آبان ۱۳۳۳ف	غیر تعلیم یافتہ غسالوں کو تعلیم پانے کی ہدایت۔	۲۸۱

باب نهم

تحفظ آداب اسلام و پابندی احکام شرعیہ

فصل (۱)

ارکان اسلام

گشتی	۸	یکم اردی بہشت ۱۳۳۱ف	اہل خدمات شرعیہ کا فرض ہے کہ اپنے اپنے مستقر میں مسلمانوں کو نماز پنجگانہ ونماز جمعہ ادا کرنے کی ہدایت کیا کریں۔	۱۹۶

اعلان	۱۶۷۸	یکم خورداد ۱۳۲۸ف	آداب نماز جمعہ کے ضروری مسائل۔	۱۴۷
//	۳۵۴۱	۲۵۔مہر ۱۳۲۹ف	نماز استسقاء ادا کرنے کا طریقہ	۱۶۸
//	۳۸۷۵	۳۵۔خورداد ۱۳۳۳ف	ائمہ مساجد کو امامت کے وقت فرض نمازوں میں خلاف احکام شرع شریف طویل قرأت پڑھنے کی ممانعت۔	۲۷۱
//	۔	۱۳۲۷ف	مسلمانوں کو بے حرمتی ماہ صیام کے ارتکاب سے روکنے اور ماہ مبارک کی حرمت وآداب کا لحاظ رکھنے کی ہدایت۔	۱۲۶
گشتی	۱۱	۳۰۔شہریور	ماہ صیام میں خرافات اور لہولعب کے کام کرنے کی ممانعت	۱۱۸
اعلان	۲۰۸۹	۲۶۔// ۱۳۲۸ف	اضلاع کے مسلمانوں کو ماہ صیام کی پابندی کی ہدایت اور مسلمان سیندھی وشراب فروشوں کو ماہ صیام میں دن کے وقت علانیہ فروخت کرنے کی ممانعت	۱۴۹
گشتی	۹	۱۸۔مہر ۱۳۲۸ف	احکام ماہ صیام کی خلاف ورزی کی پاداش میں اہل خدمات شرعیہ کو سزاء اور تجویز نافذ کرنے کی ممانعت	۱۳۸
اعلان	۲۲۶۶	۱۳۔تیر ۱۳۲۹ف	ماہ صیام میں مسلمانوں کو سیندھی وشراب خواری سے احتراز کرنے کی ہدایت اور مسلمانان ملک سرکار عالی کو احکام ماہ صیام کی حرمت کے متعلق پابندی کرنے کی تاکید۔	۱۶۶
اعلان	۴۲۲۸	۶۔خورداد ۱۳۳۰ف	ماہ صیام میں ہوٹل والوں کو دن میں علانیہ کھلانے کی ممانعت اور مسکرات فروشوں کو سیندھی اور شراب فروخت کرنے کی ممانعت	۱۸۲
//	۲۶۳۷	۲۸۔اردی بہشت ۱۳۳۱ف	ماہ صیام میں عقد ہوتو بجائے صبح کے شام میں کھانا کھلانیکی ہدایت اور ہوٹلوں اور شراب خانوں کو مستور رکھنے سگریٹ و بیڑی کا استعمال راستوں اور دفاتر مدارس میں نہ ہونے کی ممانعت۔	۲۱۸

نوعیت	نمبر	تاریخ	مضمون	صفحہ
//	۴۰۰۵	۲۷-فروردی ۱۳۳۲ف	ماہ صیام کا نظام الاوقات افطار وسحر بنانے والوں کو محکمہ صدارت العالیہ میں درخواست کرنے کی ہدایت اور اس کی اشاعت کا انتظام۔	۲۴۷
اعلان	۴۰۰۸	۲۷-فروردی ۱۳۳۲ف	عوام الناس کو پابندی آداب ماہ صیام کی ہدایت اور عہدہ داران سرکاری و پولیس اور قضاۃ کو نگرانی رکھنے کی تاکید۔	۲۴۸
//	۲۴۵۵	۷-اردی بہشت ۱۳۳۳ف	حرمت وآداب ماہ صیام ملحوظ رکھنے کی ہدایت	۲۷۰
//	۲۶۳۶	۳۰-فروردی ۱۳۳۴ف	منجملہ پانچ ارکان دین کے جن پر اسلام قائم ہے ایک رکن عظیم روزہ ہے روزہ کا رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کی حرمت وآداب کی نگہداشت ہر مسلمان کے ذمہ واجب ولازم ہے۔	۲۹۹
گشتی	۱۳	۱۶-تیر ۱۳۳۱ف	خیرات وصدقات کا حقیقی مصرف اور گداگری کے متعلق دین اسلام کے احکام۔	۲۰۴

فصل (۲)

انسداد نکاح محارم

نوعیت	نمبر	تاریخ	مضمون	صفحہ
گشتی	۵	۹-شہریور ۱۳۲۵ف	قضاۃ کو چاہیے کہ اپنے علاقہ کے قاری النکاح وملاؤں کو حرام رشتے یاد دلایا کریں۔	۸۴
//	۶	۲۸-تیر ۱۳۲۷ف	اعلان محارم نکاح کی تقسیم اور اس کی تفہیم وتعلیم کس طرح عمل میں آئی اس کی اطلاع دینے کی ہدایت۔	۱۱۵
اعلان		۸-آذر ۱۳۲۹ف	کوئی مسلمان مرد کسی ایسی عورت سے دانستہ نکاح کرے جو شرع شریف کے احکام کی رو سے اس پر حرام ہو اس کو قید کی سزا دی جائے گی۔	۱۶۴

فصل (۳)

احترام اوراق متبرکہ

		۱۵۔آذر ۱۳۱۷ف	کاغذات مقدس کو ردی میں فروخت کرنے اور اس کو راستوں میں بے احتیاطی سے پامال کرنے کی ممانعت اور بصورت خلاف ورزی کے مرتکب مستوجب تدارک قرار دیا گیا ہے۔	
اعلان	۴۱۴۷	۲۱۔مہر ۱۳۲۷ف	کوئی متبرک کاغذ کسی کو ایسی حالت میں مل جائے جس سے بے حرمتی ہوتی ہو تو وہ محکمۂ صدارت العالیہ میں بھیج دیا جائے ورنہ وہ شخص جس کو ایسا کاغذ ملے اور وہ اس کو اسی حالت میں چھوڑ دے جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔	۱۲۵
مراسلہ	۲۹۲۱ ۲۹۲۲	۲۳۔شہریور ۱۳۲۸ف	اردو ردی کے کاغذات بنئے بقال کے ہاتھ فروخت کرنے کی ممانعت اور اُن کو صدارت العالیہ میں داخل کرنے کا حکم	۱۵۱
گشتی	۵	۲۶۔بہمن ۱۳۲۹ف	دفاتر اضلاع کی ردی کاغذات تعلقداری ضلع میں جمع کرنے اور مستقر ضلع پر ڈپو کا قیام اوران کو فروخت کرنے کا انتظام۔	۱۵۷
اعلان	۴۲۲۷	۶۔خورداد ۱۳۳۰ف	عوام الناس کو ردی کاغذات محکمۂ صدارت العالیہ میں بھیجنے کی ہدایت اور بصورت خلاف ورزی سزا ہوگی۔	۱۸۵
گشتی	۵	۵۔خورداد ۱۳۳۰ف	اوراق کلام مجید کو مسلمان میت کی طرح پاک کپڑے میں لپیٹ کے دفن کرنے اور اضلاع سے بذریعہ ڈاک روانہ کرنے کی ہدایت۔	۱۷۵
//	۱	۱۹۔آذر ۱۳۳۱ف	گشتیات نشان ۵ ۱۳۲۹ف ونشان ۵ ۱۳۳۰ف حسب الحکم سرکار جاری ہوئی ہیں۔	۱۹۰
//	۹	۱۳۔خورداد ۱۳۳۱ف	دفاتر موقوعہ مستقر ضلع کا ڈپو دفتر ضلع اور دفاتر موقوعہ تحصیل کا ڈپو دفاتر تحصیل قرار دیئے گئے ہیں۔	۱۹۸

گشتی	۲۱	۱۸۔آبان ۱۳۳۱ ف	دفاتر سرکاری میں اجتماع ردی کے لیے صنادیق رکھنے اور دفاتر موقوعہ بلدہ سے تھیلوں میں ردی کاغذات روانہ کرنے کی ہدایت۔	۲۱۳
رر	۲۲	۲۷۔آبان ۱۳۳۱ ف	اوراق متبرکہ نہ صرف دفتر ضلع میں ہی بلکہ دفاتر ڈویژن و تحصیلات میں ہی داخل کئے جاسکتے ہیں۔	۲۱۳
مراسلہ	۵۲۶۱ ۵۲۸۴	۱۳۔آبان ۱۳۳۱ ف	ردی کاغذات ہراج کرنے کا طریقہ	۲۲۴
گشتی	۱۰	۱۴۔خورداد ۱۳۳۱ ف	ردی کاغذات کی قیمت کے جمع کرنے اور حساب رکھنے کا طریقہ۔	۲۰۰
اعلان	۵۶۶۲	۲۷۔آبان ۱۳۳۱ ف	اضلاع میں جو اوراق دستیاب ہوں وہ قریب تر دفاتر ضلع یا تحصیل یا ڈویژن میں داخل کئے جاسکتے ہیں۔	۲۲۶
گشتی	۶	۱۰۔شہریور ۱۳۳۴ ف	ایسے مقامات کے ردی کاغذات جہاں کارخانہ کاغذ سازی نہیں ہیں وہاں کی ردی بعد وزن دفن کردی جاسکتی ہے۔	۲۹۱
اعلان	۴۲۵۶	۱۰۔شہریور ۱۳۳۴ ف	ایسی دیواروں پر جہاں بے حرمتی ہوتی ہو اعلانات چسپاں کرنے کی ممانعت۔	۲۸۹

باب دھم

فصل (۱)

انتظام تشہیر رویت ہلال

گشتی	۲۴۱	۱۹۔آبان ۱۳۱۹ ف	عہدہ داران اضلاع کو لازم ہوگا کہ بفور رویت بموجب شرع شریف و معتبر گواہوں کی شہادت قلمبند کرکے اسی وقت تختہ رویت صدارت العالیہ میں روانہ کریں۔شعبان و رمضان و ذیقعدہ و ذی الحجہ کی ۲۹۔تاریخ کو بفور رویت بعد اخذ شہادت ذریعہ (باکس پریس) تار مستقر ضلع سے صدارت العالیہ کو اطلاع دینا چاہیے۔	۱۲

گشتی	۷	۵۔فروردی ۱۳۲۲ف	جس مقام پر (۲۹) تاریخ چاند نہ ہو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں البتہ چاند ہونے کی صورت میں فوراً اطلاع دینا چاہیے۔	۲۲
مراسلہ محکمہ سرکار	۱۸۴۱	یکم۔شہریور ۱۳۲۴ف	جن مقامات میں مشہود رویت بسواری ریل صبح تک بلدہ پہنچ جاسکیں وہاں کے عہدہ داروں کو لازم ہوگا کہ وہ مسلمان گواہوں کے اظہارات کسی مسلمان عہدہ داران عدالت کے روبرو لے کے ذریعہ مراسلہ اصل اظہارات شہود مع شہود چپراسی کے ساتھ اسی رات کو ریل پر سوار کر کے بلدہ روانہ کردیا کریں۔	۳۱۱
مراسلہ	۱۱۳۳	۲۹۔اسفندار ۱۳۲۸ف	رویت ہلال کی اطلاع دہی میں جو مصارف عائد ہوں گے وہ ہر ضلع یا ضلع کے ڈویژن و تعلقات میں جہاں جیسی ضرورت ہو بحکم صاحب ضلع سال تمام میں صرف کئے جاسکتے ہیں۔	۱۴۵

باب یازدھم

متفرقات

فصل (۱)

منظوری رقم برائے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مراسلہ	۷۹۸	۱۱۔دی ۱۳۳۱ف	جشن میلاد مبارک منانے کی غرض سے گلبرگہ شریف ورنگل و اورنگ آباد کے لیے فی صوبہ تین سو روپیہ سالانہ صوبہ پٹن چیرو اور ہر ضلع کے لیے ایک ایک سو روپیہ سالانہ کی منظوری۔	۲۱۷
مراسلہ	۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰	۱۳۔دی ۱۳۳۲ف	برکات جشن مبارک ملک میں زیادہ اشاعت پذیر ہونے کی غرض سے (۱۳) ڈویژنوں اور ایک مستقر تحصیل لاتور میں بلحاظ آبادی بحساب فی ڈویژن ( ) سالانہ تقسیم کرنے کی منظوری۔	۲۴۵
مراسلہ	۵۷۱	۳۰۔آذر ۱۳۳۲ف	صوبہ داروں کی برخاست کی وجہ سے رقم جشن میلاد مبارک کی گنجائش جو برآمد ہوئی اس کو تقسیم کرنے کی منظوری کی اطلاع۔	۲۴۴

مراسلہ	۳۳۰۷	۲۶۔اسفندار ۱۳۳۲ف	بقیہ رقم جشن میلاد مبارک سے اور چھ ڈویژنوں میں تقسیم کرنے کی منظوری۔	۲۴۶

فصل (۲)

نکاحانہ عقود وخرچ سواری

گشتی	۱۲	۵۔تیر ۱۳۲۳ف	قضاۃ نکاح خوانی کا حق حسب حیثیت عاقدین لے سکتے ہیں۔	۴۰
//	۴	۵۔فروردی ۱۳۲۷ف	سواری کا انتظام نہ ہوتو قاری النکاح کو خرچ سواری دینا ہوگا۔	۱۱۳
//	۵	۲۹۔خورداد ۱۳۲۶ف	رسوم نکاح قاضی یا نائب قاضی کو ملنا چاہیے۔	۱۰۵
//	۴	۲۳۔دی ۱۳۳۱ف	نکاح ثانی میں مقررہ فیس نکاحانہ سے زائد وصول کرنے کی ممانعت	۱۹۲
//	۱۵	۲۲۔امرداد ۱۳۳۱ف	بلدہ واضلاع میں ہر جگہ حق نکاحانہ پانچ روپیہ مقرر کیا گیا ہے۔	۲۰۵
//	۶	۲۶۔دی ۱۳۳۲ف	نکاحانہ واخراجات صادر دفتر ہے برادری میں اس کی تقسیم نہیں ہوسکتی۔	۲۳۳
//	۵	۲۸۔اردی بہشت ۱۳۳۲ف	لوگ جو فواحش میں مبتلا ہوں نکاح کر لینے رضامند ہو جائیں اور معافی نکاحانہ کی درخواست کریں تو ان سے نکاحانہ نہ لینا چاہیے۔	۲۵۸
//	۸	۹۔امرداد ۱۳۳۳ف	حصہ قاری النکاح میں فیس نکاح خوانی بھی شریک ہے علیحدہ لیا جانا صحیح نہیں ہے۔	۲۶۴
//	//	//	اجازتی چھٹی نکاح کے اخراجات نکاحانہ ہی میں محسوب ہوں گے۔	۲۶۴
//	//	//	نکاحانہ اور خرچ سواری کے لینے میں غرباء کے ساتھ رعایت ہونی چاہیے۔	۲۶۴
//	۱۰	۱۲۔آبان ۱۳۳۳ف	نکاحانہ میں قاضی اور نائب قاضی کے حق کا تعین۔	۲۶۷
//	۲	۱۰۔بہمن ۱۳۳۴ف	زن وشوہر کے مشرف بہ اسلام ہونے کی اطلاع ملنے پر قاضی کا فرض ہے کہ بلا اخذ نکاحانہ تجدید عقد کی ضرورت پائی جائے تو تجدید کرے یا فسخ نکاح کی ضرورت ہو تو زوجین کو علیحدہ رہنے کی ہدایت کرکے محکمہ صدارت العالیہ میں اطلاع دے۔	۲۸۶

			فصل (۳)	
			اصلاح طریقۂ استعمال خلعت عیدین	
گشتی	۱۹	۷۔شہریور ۱۳۳۱ف	رقم خلعت عیدین سے یابندۂ خلعت کو ہر دس سال میں شال اڑھانے کی ہدایت	۲۰۹
//	//	//	اہل خدمات شرعیہ کی حاضری عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں لازمی قرار دی گئی ہے۔	۲۰۹
			فصل (۴)	
			انتظام مسالخ بلدہ	
اعلان	۱۲۳	۹۔دی ۱۳۲۲ف	جو شخص اپنے پاس محکمۂ صدارت العالیہ کی سند نہ رکھتا ہو وہ ذبح گاوان و گوسفندان مسالخ کا مجاز نہ ہوگا۔	۲۵
گشتی	۱۵	۱۸۔تیر ۱۳۲۳ف	اضلاع میں مسالخ کی تعمیر کا انتظام	۴۴
//	۸	۲۷۔مہر ۱۳۲۵ف	انتظام مسالخ اضلاع کے عملی نتائج سے اطلاع دینے کی ہدایت	۸۹
//	۱۶	۲۶۔امرداد ۱۳۳۱ف	ملا کا حق فی گوسفند ۶/ اور فی گاؤ ۱/ مقرر کیا گیا ہے۔	۲۰۷
			فصل (۵)	
			ترتیب صدر فہرست اہل خدمات شرعیہ	
مراسلہ	۲۵۹	شہریور ۱۳۲۱ف	مطالبہ فہرست اہل خدمات شرعیہ۔	۱۴
گشتی	۲	۹۔بہمن ۱۳۲۲ف	طلب فہرست مواضعات علاقہ قضاۃ	۱۸
//	۵	۱۱۔// //	صاحبان اضلاع سے فہرست اہل خدمات شرعیہ کا مطالبہ	۲۰
//	۷	۳۰۔اسفندار ۱۳۲۳ف	دفاتر تحصیل سے اہل خدمات شرعیہ کے معاشوں کی رپورٹ کا مطالبہ۔	۳۷
گشتی	۱۰	۲۱۔اردی بہشت ۱۳۲۳ف	اہل خدمات شرعیہ کے ناموں اور مقام سکونت کی فہرست کا مطالبہ	۳۹
//	۱۸	۱۸۔تیر ۱۳۲۳ف	اہل خدمات شرعیہ سے معاش کے تختہ کا مطالبہ	۴۸

۸۳	ترتیب رپورٹ نظم ونسق کے لیے تختہ جات معاش کا مطالبہ	۲۶۔تیر ۱۳۲۵ف	۳	"
۱۰۷	صدر فہرست اہل خدمات شرعیہ کے لیے تختجات معاش کا مطالبہ	یکم مہر ۱۳۲۶ف	۸	"
۱۶۳	فہرست اہل خدمات شرعیہ تحقیق شدنی کا مطالبہ	۲۸۔اردی بہشت ۱۳۲۹ف	۹	"

فصل (۶)

نکاح خوانی بلا اجازت قاضی

۱	بجز قاضی و نائب قاضی کے کوئی شخص نکاح خوانی کا اقدام کرے تو مستوجب سزا ہوگا۔	۲۰۔امرداد ۱۲۹۸ف	۔	اعلان
۱۸	نکاح خوانی بلا اجازت قاضی یا نائب قاضی کی نسبت جو حکم سرکار ہے اس کی پابندی کی ہدایت۔	۹۔بہمن ۱۳۲۲ف	۳	گشتی
۶۴	مقدمات عقد خوانی بلا اجازت قاضی میں سزائے جرمانہ کی نسبت نظمائے مذہبی اضلاع کے اختیارات اور مرافعہ کے درجہ کا تعین	۳۔دی ۱۳۲۴ف	۱	"
۲۰۳	بلدہ میں بلا اجازت قاضی نکاح پڑھانے والوں کو جرمانہ کرنے کا اختیار اوران کے مرافعہ کی سماعت کا اقتدار	۲۳۔خورداد ۱۳۳۱ف	۱۲	"
۲۰۸	اول تعلقہ داروں کو ناکحین اوران کے اولیا پر جرمانہ کرنے کا اختیار حسب فرمان بارگاہ خسروی جہاں پناہی عطا ہوا ہے۔	۴۔شہریور ۱۳۳۱ف	۱۷	"

فصل (۷)

متفرق احکام

۷	رود موسیٰ کی طغیانی کے مصیبت زدوں کی امداد کے واسطے باغ عامہ میں جلسہ کا انعقاد	۴۔دی ۱۳۱۸ف	۲۹	مراسلہ
۱۰	مصیبت زدگان طغیانی رود موسیٰ کی امداد کا دوسرا جلسہ۔	۲۔بہمن ۱۳۱۸ف	۵۸	مراسلہ
۸۱	متولی اور سجادہ کا فرق۔	۱۵۔دی ۱۳۲۴ف	۵۶۱	"

اعلان	۔	۳۰۔آبان ۱۳۲۴ف	پھولوں کی خرید وفروخت کا نرخ مقرر کرنے اور نرخ گل محکمۂ صدارت العالیہ سے دریافت کرنے کی ممانعت۔	۸۰
گشتی	۹	۱۹۔شہریور ۱۳۲۷ف	سپاہیان جنگ جو میدان جنگ میں ہوں اُن کی منگنیاں لوگ توڑیں نہ توڑائیں حکم شرع اور اپنے قراردادوں کا پاس ولحاظ رکھیں۔	۱۱۷
〃	۱۰	۱۹۔شہریور ۱۳۲۷ف	شوکت عثمانیہ کی ترتیب کیلئے فراہمی مواد کا انتظام۔	۱۱۷
〃	۱۹	۲۶۔تیر ۱۳۳۳ف	سرکاری اوزان ہر جگہ نہیں ہیں اس کے عام کرنے کی ہدایت۔	۵۰
〃	۲۰	۲۶۔تیر ۱۳۲۳ف	نئے بقالوں کو اوزان میزان کی تنقیح کرانے کی نسبت پٹیل پٹواری کو ہدایت۔	۵۰
〃	۷	۲۵۔امرداد ۱۳۲۴ف	تعدیل اوزان میزان کے مقدمات کا چالان منتظم پولیس کے پاس بھیجنے کی ہدایت۔	۷۲
مراسلہ	۴۴۸۳	۹۔مہر ۱۳۳۴ف	پروانہ نومسلم	

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا محمد انواراللہ فاروقیؒ /مراسلہ بنام مہاراجہ کشن پرشاد

(۲) مولانا محمد انواراللہ فاروقیؒ /مراسلہ بنام مہاراجہ کشن پرشاد

(۳) مہاراجہ کشن پرشاد/مراسلہ تجویز بنام معتمد صاحب عدالت

(۴) مولانا مفتی محمد رکن الدین /مطلع الانوار، صفحہ نمبر ۲۴۔ ناشر جمعیت الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد ۱۴۰۵ھ، مانک راؤ وٹھل راؤ بستانِ آصفیہ، حصہ سوم ۱۷۲

(۵) مولانا مفتی محمد رکن الدین /مطلع الانوار، صفحہ نمبر ۲۴۔ ناشر جمعیت الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد ۱۴۰۵ھ، مانک راؤ وٹھل راؤ بستانِ آصفیہ، حصہ سوم ۱۷۲

(۶) مولانا قطب الدین انصاری /نورالانوار سوانح حیات حضرت شیخ الاسلام (قلمی) صفحہ نمبر ۷۸۔ مخزونہ مولانا سید شاہ راجو حسینی صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت سید شاہ راجو قتال حسینی رحمۃ اللہ علیہ، مصری گنج۔ حیدرآباد۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت صدر الصدور حکومت آصفیہ

از: حضرت قطب معین الدین انصاریؒ (سوانح نگار حضرت شیخ الاسلام)

استاذ العلماء والسلاطین حضرت محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے صدر الصدوری پر تقرر کا ذکر کرنیسے قبل اس خدمت سے متعلق کسی قدر گذشتہ تاریخ کا اعادہ یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ انتظام امور مذہبی کے ساتھ صدر الصدوری کا وجود شاہان مغلیہ سے قبل ہندوستان میں پایا جاتاہے.......................

سلطنت بہمنی کے دور میں صدر الصدور یا قاضی القضاۃ ''صدر جہاں'' کہلاتے تھے۔ حضرت فضیلت جنگ کے اجداد میں صدر جہاں گذرے ہیں۔ نیز حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے اولاد میں سمرقند کے نام آور مشائخ خواجہ عابد خان المخاطب چین خاں بہادر عہد شاہجہاں بادشاہ جب ہندوستان آئے تو خدمت صدر الصدوری سے سرفراز کئے گئے تھے۔ اس خدمت کی ضرورت یوں داعی ہوئی تھی کہ مذہبی عبادت۔ مسافروں کی آسائش محتاجوں کی پرورش، ذی علم اور باخدا حضرات کی خدمت کی خاطر روساء وقت، شاہانِ زمانہ نے اپنے مقبوضہ مقامات اور حدود سلطنت میں مساجد، معابد، خانقاہیں، گنبدیں، سرائیں، عاشور خانے، دھرم شالے بنوادئے۔ ان کے بقاء وقیام کے لئے معاش مقرر کردیں اوران کا تحفظ واہتمام کسی موزوں شخص کے تفویض کردیتے جو صدر الصدور کے نام سے موسوم ہوتا۔ وہ وظائف نقدی اور مدد معاش کے نگران ہوتے۔ معاش کی یہ قسمیں ہوتیں:

(۱) اراضی: جاگیر، انعام (موضع انعام اراضی انعام) مقطعہ (اراضی مقطعہ یا موضع مقطعہ) اگرہار (پن یا بلا پن) بھٹ۔

(۲) نقدی: یومیہ، معمولی، رسوم کُل اجاریہ، خلعتانہ بہ لحاظ نوعیتِ کاران سب معاشوں کی دو قسمیں تھیں: (۱) مشروط الخدمت (۲) غیر مشروط الخدمت یا مدد معاش۔

مساجد: خطابت، پیش امامی، موذنی، جاروب کشی، معمول رمضان، تیل چراغ۔

درگاہ: عرس، عود وگل، خدمتیاں، مجاوری وغیرہ۔

خدمت شرعیہ: قضاءت، افتاء، احتساب، ذبیحات، اہل ہنود سے متعلق یہ ابواب متعلق تھے۔

جاترا: اگنی ہوتر، نندا دیپ، سدابرت، خدمت مٹھ، پوجا گیری۔

ریاست حیدرآباد میں صدر الصدوری کا وجود تقریبا دو سو سال سے چلا آتا رہا۔ حکیم الحکماء محی الدولہ بہادر اوران کے خاندان میں یہ خدمت سالہائے سال سے چلی آتی رہی یہاں تک کہ مولانا عزت یار خاں محی الدولہ بہادر بموجب فرمان مندرجہ جریدہ غیر معمولی مورخہ ۹/خورداد ۱۳۲۱ف مطابق ۱۴/ربیع الثانی ۱۳۳۰ف

اس خدمت سے معزول کیئے گئے۔

بتاریخ ۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ تخت نشینی اعلحضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر آصف جاہ سابع عمل میں آئی۔ بوجہ تعلیم حضرت کے ذمہ اس روز سے کوئی کام نہ رہا۔ سارے اوقات علمی مشاغل درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں صرف فرمانے لگے۔ نو ماہ بھی نہ گذرنے پائے کہ اعلحضرت نے آپ کا تقرر ۳ر تیر ۱۳۲۱ف مطابق ۱۹ر جمادی الاول ۱۳۳۰ھ نظامت امور مذہبی وصدر الصدوری ممالک محروسہ پر فرمادیا۔

حضرت عالم باعمل نہایت قانع واقع ہوئے تھے۔ استاد شاہ کی حیثیت سے جو تنخواہ ملتی تھی (ماہوار پانچسو روپے) کافی سمجھتے' جاہ دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھتے۔ یہ خیال بھی خاطر میں نہ لاتے کہ آپ کے ساتھی آغا مرزا بیگ سردار الملک بہادر اور آغا سید علی شوشتری ستار الملک بہادر ہوگئے اور آپ ''خان بہادر'' مولوی محمد انوار اللہ ہی رہے۔ آپ کے اشعار سے اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے:۔

دیکھئے جس کو ہے بس نام آوری کا پابند
ہے وہ عنقا جو ہو خلقت سے جدا نام سے دور
جس کو دل جمعی ہو جہاں میں انورؔ
مثلِ مرکز رہے وہ گردشِ ایام سے دور

باوجود اسکے آپ کی خاص عزت و وقعت رعایا و راعی دونوں کی نظروں میں از ابتدا تا انتہا جاگزیں رہی چالیس پر پانچ برس آپ کے وصال کو ہوئے اس میں سرِ موفرق نہ آیا۔ (اس وقت 92 برس ہوچکے ہیں)

یہاں بتلانا یہ ہے کہ تقرر کے احکام آپ کو ۳ر تیر ۱۳۲۱ف ملے۔ اس پر بارگاہ شاہی میں عرض کی ''جہاں پناہ۔ سرکاری ملازمت کے لئے انتہائی عمر (۵۵) سال مقرر ہے میں اس سے متجاوز ہوگیا ہوں''۔ ارشاد ہوا ''اس وقت ملک میں ان خدمات کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے''۔ بہ تعمیل حکم ۸ر تیر ۱۳۲۱ف م ۲۴ر جمادی الاول ۱۳۳۰ھ سے آپ بہ اخذ جائزہ نظامت امور مذہبی وصدر الصدوری کا کام آغاز فرمائے اپنے مفوضہ کام کو نہایت دیانت داری سے انجام دیتے دو سال نہ گذرے کہ نواب مظفر جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی کے انتقال پر جہاں پناہ نے آپ کی حسنِ کارگزاری وقابلیت کے مد نظر ۹ر خورداد ۱۳۲۲ف مطابق ۱۶ر جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ وزارت مذہبی کے عہدہ جلیلہ سے بطور خاص ممتاز فرمائے۔ جس کو تادمِ آخر آپ نہایت عمدگی اور جانفشانی سے انجام دیتے رہے۔ جب ہی تو ذات شاہانہ کے سواء مدار المہام عماد السلطنۃ نواب سالار جنگ ثانی آپ پر بہت اعتماد رکھتے۔ صیغہ مذہبی کے علاوہ دیگر امور ریاست میں آپ کی رائے پر عمل فرماتے۔ کونسل میں بھی آپ کے مشورے وقیع نظروں سے دیکھے جاتے۔

بحیثیت صدر الصدور معین المہام دولت آصفیہ حضرت فضیلت جنگ نے اتنی بڑی ذمہ دارانہ خدمات کو بعمر (۶۷ تا ۷۲) چھ سال کس طرح انجام دیئے اس کا کسی قدر خاکہ نذرِ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یقیناً جواں ہمت عہدہ داران کے لئے نشانِ راہ ثابت ہوگا۔

نواب سر سالار جنگ بہادر اولیٰ نے قلمرو دولت آصفیہ کی جدید ترتیب وتنظیم ضرورت زمانہ کا لحاظ کرتے مستحکم بنیادوں پر فرمائی تھی۔ مال وعدالت، فوج وکوتوالی اور محاسبی غرض تقریباً ہر ایک سررشتہ کو مزین کیا۔ زندگی نے دفا نہ کی۔ سررشتہ مذہبی چھوٹ گیا۔ وہ حضرت مولاناؒ کے حصہ میں آیا۔

جب آپ نے ''صدارت العالیہ'' کا جائزہ حاصل فرمایا۔

ایک اہلکار ایک متعینہ منصب ار مکتب نائب صدر الصدور۔ دو افراد۔ اسناد متفرقات دو صیغہ جات پر کل کام مشتمل تھا۔ سارے فرائض برائے نام تھے۔ صرف عطاء اسناد یا کچھ متفرق کام انجام پاتا تھا۔ آپ نے اولاً مددگار سے لے کر چپراسی تک کے عملہ کی منظوری حاصل فرمائی۔ تنظیم جدید میں مزید پانچ ابوابِ کار کے اضافہ کے ساتھ محکمہ صدارت العالیہ کو گیارہ ابواب۔ آٹھ صیغہ جات پر منقسم کیا گیا۔

آپ کے قبل محکمہ صدارت العالیہ کی کارکردگی کی نسبت بس یہ بتلا دینا کافی ہے کہ اہل خدمات شرعیہ کو معہ ۱۳۰۶ الغایۃ ۱۳۳۰ پچیس سال کے عرصہ میں (۳۹) اسناد اجرا ہوئے تھے۔ صرف (۱۳۸) قضاۃ کا داخلہ مندرج تھا۔ محکمہ صدارت العالیہ اہل خدمات شرعیہ کی صحیح تعداد سے لاعلم تھا کہ اُن سے کوئی ربط ہی قائم نہ تھا۔

بڑی کاوش سے حضرت مولانا نے (۲۴۵) قضاۃ (۵۶) محتسبین (۱۷) مفتی اس طرح (۳۱۸) اہلخدمات شرعیہ کا ریکارڈ بہم پہونچایا۔ من ابتداء جمادی الاول ۱۳۳۰ھ لغایۃ ۱۳۳۶ھ سات سال کے عرصہ میں بمنظوری سرکار (۴۸) اہلخدمات کو اسناد جاری فرمائے۔ صدر الصدور کا نذرانہ اک لخت موقوف کر کے طالبانِ سند کی پریشانی وبیجا زیرباری کا سدباب کر کے آیندہ حصول اسناد میں کافی سہولت پیدا فرمادی۔

سیاہ جات نکاح دستاویزات شرعی ہوتے ہیں بصورت نزاع عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں اور تحریری شہادت کا اہم درجہ رکھتے ہیں۔ ان سے قرابت نسبی ثابت وراثت متعلق اور یہ ثبوت وراثت کا دارومدار رکھتے ہیں۔ برین بناء حضرت مولانا نے سیاہ جات کی ترتیب وتحفظ کی جانب خاص توجہ مبذول فرمائی۔ سیاہ جات کو مرتب کر کے ان کی طباعت اس طور کروائی کہ ہر ایک کی تین کاپیاں اصل دفتر قضات ثنیٰ صدارت مثلث متعلقہ عدالت میں محفوظ کروادئے۔ اصل میں تغیر وتبدل پر صدارت وعدالت کے کاپیوں سے بعد تصدیق ثابت ہوجائے۔ یہ تمام رجسٹرات سیاہ جات نمونہ مقررہ بہ نگرانی صدارت العالیہ طبع ومحفوظ ہوتے۔ ہر ایک قضاءت کو حسب الطلب بھیجدیئے جاتے۔ اس طرح ساری احتیاط کے ساتھ یکسانیت عمل بھی قائم فرمادیئے۔

مقررہ حق نکاح خوانی سے زائد کی ممانعت کر کے حسب نمونہ منظورہ رجسٹر فیس عقد خوانی قائم بوقت ترتیب سیاہیہ اس کی بھی تکمیل کرانے کے لئے جمیع قضاۃ ممالک محروسہ کو پابند فرمادیا۔

قاضی یا ان کے نائب کو مستقر سے چار چھ میل دور کبھی ایک ہی دن میں مختلف مقامات پر جانا پڑتا آپ نے اس کے لئے خرچ سواری فی میل دو آنے کے حساب سے مقرر فرمادیا۔

ہر دفتر قضاۃ میں رجسٹر فارغ خطی کا ہونا ضروری تھا تاکہ عقد ثانی کے وقت مطلقہ کی ختم مدت عدت معلوم ہوسکے یہ کام عدالت سے متعلق تھا۔ آپ نے عدالت العالیہ کو تحریک فرما کے وہاں سے جمیع نظماء عدالت کو پابند فرمادیا کہ وہ ہر فارغ خطی کی اطلاع متعلقہ دفتر قضاۃ کو کردے۔ اس طرح فارغ خطی کے عملیات تکمیل اور حدود شرع قائم ہونے کا انتظام فرمادیا۔

دیہات کے مسلمان عموماً غیر مسلم رعایا کے ارتباط سے نام۔ کام صورت وسیرت میں مسخ ہوچکے تھے۔ جس کی بناء پر اہلخدمات شرعیہ (قاضی، مفتی، محتسب) اپنے حلقہ جات میں دورہ کے پابند کئے گئے کہ ان کو اسلام کے ضروری مسائل، عبادات۔ اعتقادات سے مطلع کریں اور جہاں ضرورت ہو واعظین بھی اس کام پر مامور کئے گئے چونکہ دورہ کا کام بالکل جدید تھا۔ بہت سارے موانعات پیش ہورہے ان سب کو رفع

فرمادیا۔فرائض دورہ معین کئے۔اہل خدمات شرعیہ سے دورہ کی رپورٹیں طلب کیں۔بعد تنقیح صدارت العالیہ سے ضروری ہدایات جاری فرمانے لگے۔اس سے چند ہی روز میں مسلمانان دیہات کے مذہبی احساسات جاگ اٹھے۔ چندہ سے جابجا مسجدیں تعمیر کر کے آپ کے پاس درخواستیں مصارف مسجد کے بابتہ پیش کرنے لگے۔معتمدی متعلقہ کوتوجہ دلانے پر مفید نتائج برآمد نہ ہونے پر مجبوراً سرکار میں گذارش پیش کر کے منظوری حاصل فرمائی۔اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

''سرکار کی توجہ اصلاح حالات اہل اسلام کی طرف مبذول ہے ان کے اصلاح کے تدابیر سوچنے کے لئے ایک خاص کمیٹی صدر مجلس اصلاح حالات مسلمانان منعقد ہے۔

مسلمانوں میں اب مذہبی احساس ہو چلا ہے اور وہ لوگ چندہ کر کے مسجدیں جابجا تیار کر رہے ہیں مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی درخواستیں پیش ہو رہی ہیں کہ ہم لوگوں میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ ماہانہ مصارف پیش امام ومؤذن وغیرہ کے اخراجات برداشت کرسکیں اس لئے سرکار سے اس کا انتظام فرمایا جائے۔

محکمہ معتمدی عدالت صیغہ مذہبی سے عدم گنجایش کا عذر ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ درخواست گذاروں کو صاف جوابات دیدیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ دیہات کے مسلمان نماز روزہ سے واقف نہیں ہیں۔جب تک کوئی پیش امام پنج وقتہ نماز نہ پڑھائے وہ نماز پڑھ سکتے ہیں نہ ان کی نماز صحیح ہوسکتی ہے۔اور نہ وہ نماز کے مسائل سیکھ سکتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ جہاں تعمیر وترمیم امکنہ کے لئے بیس پچیس ہزار سالانہ صرف ہوتے ہیں وہاں دوسو ماہانہ خاص تقررات پیش امام و موذنین کے لئے ہرسال شریک موازنہ ہوا کریں تو ممالک محروسہ کے متفرق مقامات میں بہ لحاظ ضرورت پیش اماموں اور موذنوں کے تقررات ہوسکتے ہیں۔جس سے مسجدیں معمور ہوجائیں گی۔اس لحاظ سے اتنی رقم کا صرف ہونا کوئی بے موقع نہ ہوگا بلکہ علاوہ ثواب جزل کے تمام اہل اسلام کی شکرگزاری کا باعث ہوگا جو پنج وقتہ نماز پڑھ کے دعائے سلامتی واز دیاد جاہ جلال سرکار میں مشغول وموظف رہینگے۔

لہذا امید ہے کہ یہ رائے پیشگاہ حضرت اقدس واعلے خلد اللہ ملکہٗ میں پیش فرما کے منظوری حاصل فرمائی جائے گی۔

مدارالمہام بہادر نے آپ کی اس واجبی گذارش پر لحاظ فرما کے بارگاہ خسروی جہاں پناہی سے ۲۴۴۰۰ کی منظوری دس سال کے لئے ہر سال ۲۴۰۰ کے حساب سے حاصل فرمائی۔۱۳۲۳ف سے بتوسط امور مذہبی ماہوارات اجراء ہونے لگے۔

رزولیوشن محکمہ سرکار ۳، ۱۳۲۰ف میں اہلخدمات شرعیہ کا ہر سال امتحان مستقر ہائے اضلاع پر منعقد کرنے کی صراحت تھی۔لیکن ابواب امتحان کی کوئی صراحت نہ تھی۔اس کا تعین کرتے ہوئے ہر ماہ آذر میں امتحات منعقد کر کے ان کے نتائج سے مطلع کرنے آپ نے صاحبان اضلاع کو ذریعہ گشتی نشان ۱۳۲۲ف پابند فرمادیا۔اہلخدمات کا ہرنوعیت علحدہ علحدہ نصاب موسومہ ''رہبر اہلخدمات شرعیہ'' مولوی غلام محی الدین صاحب قاضی گھن پورہ سے مرتب کروا کے شریک امتحان فرمایا۔ملاّ، موذن، پیش امام، نائب قاضی کے امتحانات سے مفید نتائج برآمد ہوئے۔ان کی بدولت بہت سارے مسلم ضروریات دین سے واقف ہوگئے۔اہلخدمات شرعیہ کے ان امتحانات میں (۹۹۸) افراد ۱۳۲۲ف لغایتہٗ ۱۳۲۸ف کامیاب ہوئے۔

زمانہ سلف سے دارالافتاء بلدہ حیدرآباد میں قائم تھا۔سلسلہ

مفتیان میں محبوب نواز الدولہ نامی گرامی ذی علم مفتی گذرے ہیں۔ حضرت مولانا کے دور میں دار الافتاء کو چار چاند لگ گئے۔ صدارت العالیہ کے فتاوے ممالک محروسہ تک محدود نہ رہے۔ بلادِ ہند سے استفسار آنے اور ان کے جوابات جانے لگے۔ اس کی خصوصیت و وقعت روز افزوں بڑھتی گئی۔ بعض فتاوے اپنی نوعیت سے خاص ہیں۔ دوجلدان فتاوے کے مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحبؒ نے مرتب کر کے بغرض استفادہ عام طبع کروائے ہیں۔

اسلام میں ذبیحہ کی خاص اہمیت ہے۔ اسی پر گوشت کی حلت وحرمت کا دارومدار ہے۔ سلاطین نے اسی اہمیت کے مدنظر مسائل ذبیحہ سے واقف موزوں ملاؤں کے نام معاشیں اجراء کر کے انہیں اس خدمت پر مامور کردیا تھا۔ امتداد زمانہ نے غیر موزوں اور جاہل ملاؤں کو ان کی جگہ بحال رکھا اور وہ برابر معاشہائے عطیہ سلطانی پر قابض بتصرف تھے۔ اصل منشاء مصرف فوت ہورہا تھا۔ حضرت مولانا نے جملہ مسالخ بلدہ کے ذبیحہ کا انتظام عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا خانگی بہ منظوری جہاں پناہی زیر نگرانی صدارت العالیہ لے لی۔ ملاؤں کے لئے امتحان کا لزوم عائد فرمادیا۔ جو ملاّ مسائل سے واقف تھے صرف انہیں کو بحال رکھا گیا۔ زمانہ سلف میں مسالخ کی آمدنی صدر الصدور کے ذاتی تصرف میں آیا کرتی تھی۔ قصاب من مانے اجرت لے کر جس سے چاہے ذبیحہ کا کام لے لیا کرتے۔ آپ نے اس کو مسدود فرمادیا۔

حق ذبیحہ بمنظوری سرکار حسب ذیل مقرر فرمایا۔

فی گوسفند ۲ پائی

فی گاؤ ۶ پائی

فی حلوانِ نرا پائی فی بچہ گاؤ ۳ پائی

ذبیحہ کی رقم سرکار میں جمع ہو کر اس سے ملاؤں کی تنخواہ مقرر کی گئی۔ مسائل سے واقف ملا کی شناخت کے لئے پرنچی پلے "ملا علاقہ صدارت العالیہ سرکار عالی" تیار کرواکے حوالہ فرمادیا۔

محارم شرعی جیسے خالہ۔ بھانجی۔ دو بہنوں کو نکاح میں جمع رکھنا صریح خلاف احکام اسلام ہے۔ بارگاہ جہاں پناہی میں حضرت نے عرضداشت پیش فرمائی کہ بعض مسلم عیر اقوام کے میل جول کی وجہ محارم شرعیہ کو اپنے نکاح میں جمع رکھتے ہیں۔ عدم جواز سے آگاہ کرنے پر بھی ترک پر راضی نہیں ہوتے لہذا ایسے لوگوں کے لئے قانونی سزا تجویز ہونا لازمی ہے۔ اس پر فرمان صادر ہوا کہ ایک کمیٹی بصدارت حضرت فضیلت جنگ بہادر۔ مشیر قانونی۔ نواب نظامت جنگ بہادر میر مجلس عدالت العالیہ اور مفتی نور الضیاء الدین منعقد ہو اور تجویز رائے سے اطلاع دی جائے۔

اس کمیٹی کی رائے پر حضرت کے انتقال کے بعد تعزیرات آصفیہ کی دفعہ (۴۲۱) الف میں یہ اضافہ ہوگیا کہ "کوئی مسلمان مرد کسی ایسی عورت سے دانستہ نکاح نہ کرے جو شرع شریف کے احکام کی رو سے اس پر حرام ہو۔ اس کو قید کی سزا دی جائے گی جسکی معیاد سات سال تک قرار دی جاسکے گی۔

قطعی حرمت وشدید ممانعت کے باوجود مسلمان استعمال ام الخبائث ودیگر مسکرات کے عادی ہوگئے تھے۔ حضرت کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی حد تک مسکرات کا استعمال تعزیری جرم قرار دیا جائے تاکہ وہ دین ودنیا کی خرابیوں سے بڑی حد تک محفوظ ہوجائیں۔ یہ آرزو پوری ہوتی نظر نہ آئی تو آپ نے کم از کم ایام متبرکہ میں سیندھی وشراب کی دوکانیں بمنظوری جہاں پناہی بند کروادیئے۔

آبادی سے باہر بہت سی ویران مساجد ایسی تھیں کہ جن کی

بے حرمتی ہورہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان حُب المسجد علامۃ الایمان کا تقاضہ یہی تھا کہ ان کو چنوا دیا جائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ خانہ ہائے خدا کو خرابات بننے سے بچالیا۔

تحفظ آداب و پابندی احکام شرع کے سلسلہ میں احترام ماہ رمضان المبارک ہر ایک مسلم پر واجب ہے۔ دن میں ہوٹلیں کھلی اور ان میں لوگ علانیہ کھاتے پیتے۔ تقاریب کے موقعوں پر دن دھاڑے دعوتیں ہوتی رہتیں۔ آپ نے مدافعتی احکام جاری کر کے اس کا انسداد فرمادیا۔ ہوٹلوں پر دے پڑنے لگے۔ علانیہ احکام شرع کی بے حرمتی کرنے کی لوگ جراءت کرتے تھے۔

مدارس میں تعلیم دینیات کی بابتہ حضرت مولانا نے سرکار میں تحریک فرمائی جس کی بناء پر ''کمیٹی تعلیم مذہبی'' کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔ اور آپ اس کے صدر قرار دیئے گئے۔

کمیٹی تعلیم مذہبی کی تشکیل:

مولانا مولوی محمد انوار اللہ خاں صدر۔ مولوی نظیر حسین فاروقی معتمد۔ مولوی حبیب الدین رکن۔ مولوی عبدالحق صدر مہتمم اورنگ آباد رکن۔ مولوی الٰہی بخش صدر مہتمم دار العلوم رکن۔ جناب ناظم صاحب تعلیمات رکن۔ صوبیدار گلبرگہ رکن۔ جناب پرنسپل صاحب نظام کالج رکن۔

اعراس کے مواقع پر طوائف اولیائے کرام کی مزارات پر مجرا دیا کرتی تھیں۔ یہ قبیح رسم یقیناً اولیائے کرام کی ناراضی کا سبب اور برائیوں کی طرف راہ نمائی کا باعث تھی۔ حکماً آپ نے اس کو بند کروادیا۔ نیز شاہراہوں اور بازاروں میں بھی ان کا رہنا سہنا بند کروادیا۔ پست اقوام کی بعض لڑکیوں کو مرلی بنا کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وہ جس مرد سے چاہتے تعلق پیدا کر لیتی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ علی ہذا مخنثان کا گروہ بھی معاشرہ کے لئے بدنما داغ تھا۔ آیندہ کے لئے مرلی و مخنث بنانا آپ نے روک دیا اور قانوناً جرم قرار دلوایا۔

عطیہ شاہی:

مشروط الخدمت جاگیر کا سودی قرض میں مکفول رہنا بہ ہر آئین درست نہ تھا۔ آپ نے اس مسئلہ کو بارگاہِ جہاں پناہی میں پیش فرمایا۔ آپ کی بموجب رائے محکمہ مال سے حسب فرمان مسترشدہ ۱۴؍ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ معاش مشروط الخدمت کسی قرضہ و کفالت میں مکفول نہ ہوسکی۔ اسکی نسبت ممانعتی احکام ہوگئے۔ قرض کی بابت اصل رقم بھی اسٹیٹ سے ادا کردی گئی۔ نہ صرف صاحب سجادہ خرد بلکہ ہندو مسلم جمیع مشروط الخدمت معاش پانے والے حضرات مولانا کے اس فیض سے ہمیشہ کے لئے مستفید ہوگئے۔

بعض حصے حضرت کے کارہائے نمایاں سے بوجہ اختصار چھوڑ دیئے گئے۔ انشاء اللہ آپ کے مبسوط تذکرہ ''نور الانوار'' میں مندرج کئے جائیں گے۔

ہے دکن کی سرزمین ہیروں کی زمیں
جس کی ہے تنویر کوہ نور سے روشن جبیں
کیسے کیسے کوہ نور اُبھرے یہاں ہر دور میں
نت نئے جو ہر عیاں ہوتے رہے ہر دور میں

لکل زمانٍ واحدٌ یقتدیٰ بہ
وھذا زمانٍ انتَ لا شک واحدٌ

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور مقام مجددیت

از: نبیرہ حضرت فخر ملت محترم فخر الدین اویسی المدنیؒ (جنوبی افریقہ)

﴿قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها﴾

آج سے ایک ہزار چار سو سال قبل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دے دی تھی کہ جب یہ امت مرحومہ یا اس کا کوئی حصہ علم وروح کے لئے پیاسا ہوگا، تو رب ذوالجلال ایسی شخصیتیں اٹھائیگا جو اس کے صحیح ساقی بنیں گے اور اسے جام وحدت اور مئے عشقِ رسالت بھر بھر کر پلائیں گے، یہی وہ اشخاص ہیں جنہیں مجدد کہا جاتا ہے اور جو اس دین کو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تازہ وتر کر دیتے ہیں۔

اللہ کے فضل وکرم اور انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزمین ہندوستان کے علاقہ دکن کو بھی اس بشارتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حصہ ملا چنانچہ ہمارے سامنے عہدِ قریب کی ایک شخصیت ہے جسے ہم پورے اطمینان سے اسی نبوی بشارت کا ایک حصہ کہہ سکتے ہیں اور وہ شخصیت ہے بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، اگر مجدد دین اسلام کی تاریخ دیکھی جائے تو ہمیں پانچ ایسی باتیں ملیں گی جو ہر مجدد میں پائی گئیں، وہ پانچ باتیں ہیں:

شریعت۔

طریقت۔

ھیبت۔

خدمت۔

ثمرات۔

اگر حضرت شیخ الاسلام کی حیات دیکھی جائے تو ہمیں یہ پانچوں باتیں آپ میں بدرجۂ اتم ملیں گی۔ علوم شرعیہ کے امام ہونے کے علاوہ حضرت انوار اللہ رحمۃ اللہ علیہ سرزمین دکن میں علم وفن کا چراغ روشن کرنے والے بھی تھے۔ آپنے وقت کے اکابر علماء سے سندیں حاصل کیں اور آج بھی آپ کے فتاویٰ ومؤلفات علم شریعت پر گہری نظر کی چمکتی دلیل ہیں۔ انہی شرعی وفقہی صلاحیتوں کی بناء پر آپ مملکت کے صدر الصدور وقاضی القضاۃ بھی بنے۔

دوسری طرف آپ علوم طریقت کے بھی حامل تھے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اکابر وقت سے خلافت حاصل کی زمانے کے علماء ومشائخ نے آپ کی ولایت کا اعتراف کیا۔

ہیبت کا معاملہ تو آج بھی تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ آپ ''استاذ سلاطین دکن'' بلکہ صحیح معنوں میں مخدوم سلاطین تھے نہ کہ خادم، اور شاہی خاندان آصفیہ اپنی شان وشوکت کے باوجود آپ کے سامنے ادب وخشوع سے حاضر ہوتا تھا۔

رہی مجددیت جو سب سے اہم صفت ہے آپ کی نظیر عہد قریب میں بہت کم ملتی ہے۔ کتب خانہ آصفیہ اور دائرۃ المعارف جیسے

عظیم عالمی اسلامی اداروں کے قیام کے علاوہ آپ کا سب سے عظیم کارنامہ مشہور آفاق جامعہ نظامیہ کا قیام تھا۔ وہ جامعہ جو (۱۳۵) سال سے جنوبی ہند کے مسلمانوں کے لئے علم وہدایت کا مینار ہے اور جس کے ذریعہ حضرت شیخ الاسلام کی مجددیت آج تک ظاہر ہورہی ہے۔ بے شک دکن کا مسلمان اس عظیم خدمت کے لئے قیامت تک آپ کا مرہون منت رہیگا۔ اسی جامعہ نظامیہ کے ذریعہ حضرت شیخ الاسلام کی بے لوث خدمات کے ثمرات ظاہر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مجدد دوسرا مجدد پیدا کرتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کے اداروں نے بھی دکن میں اسلام کے مختلف پہلوؤں میں مجدد نمایاں کئے، علم فقہ کی بات آتی تو مولانا ابوالوفاء افغانیؒ جیسی شخصیتیں چمکتی نظر آتی ہیں، طریقت کا ذکر آتا ہے تو محدث دکن حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندیؒ اور بحر العلوم حضرت عبدالقدیر صدیقیؒ جیسی ہستیاں نظر آتی ہیں، سیاست کی بات آتی ہے تو راقم کے جد امجد فخر ملت مولانا عبدالواحد اویسیؒ کا نام ذہن میں آتا ہے جن کی خدمات نے مسلمانان دکن کو پھر سے مسند عزت وخود داری پر بٹھایا اور جو زندگی بھر جامعہ نظامیہ اور شیخ الاسلام سے اپنی نسبت پر بڑا فخر کرتے تھے۔

بارگاہ شیخ الاسلام میں اس مختصر نذرانہ کے اختتام میں ہم اللہ عزوجل سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ وہ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے درجات جنات الفردوس میں بلند کرے اور آپ کے بنا کردہ جامعہ نظامیہ کو ترقی دے اور تمام دینی ودنیوی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین یارب العالمین)

☆☆☆

تفسیرات انوار

''تفسیرات انوار'' تیرہویں صدی ہجری کی نابغہ روزگار شخصیت اور جامع الصفات ہستی شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے تفسیری نکات کا نقش جمیل اور آپ کے قرآنی افکار کی آئینہ دار ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے معانی کے درہائے نایاب کے حصول کے علاوہ دعوت اسلامی کی تفہیم وتدبر کا شعور نیز عصر حاضر کی اعتقادی وفکری نفسیات وزیغ کے کامل علاج کا نسخہ کیمیاء بھی ہے شیخ الاسلامؒ کے تفسیری نکات میں سواد اعظم کے مسلک اہل سنت وجماعت کی بھرپور ترجمانی اور طرز بیان میں دل نشینی ملتی ہے جس سے کلام خداوندی کو سمجھ کر پڑھنے کا داعیہ اور جذبہ ابھرتا ہے۔

شیخ الاسلامؒ کی قائم کردہ دانش گاہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل سپوتوں نے علم وادب کی راہوں میں ہیروں کو تراشا ہے ان کی سنجیدہ علمی وقلمی کاوشیں زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور وقت کی ضرورتوں کی تکمیل ہوا کرتی ہیں، موجود الوقت قلمکاروں کے قافلہ میں ''تفسیرات انوار'' کے جامع ومؤلف مولانا محمد حنیف قادری کا بھی شمار ہوتا ہے جو جامعہ کی اعلی سند کامل الفقہ یافتہ، تخلیقی صلاحتوں کے حامل، جواں سال محقق، قلمکار خطیب، قرآن وسنت کے سرگرم مبلغ، باصلاحیت معلم ہونے کے ساتھ تصنیف، تالیف وتحقیق اور ترجمہ کا ذوق لطیف رکھتے ہیں۔

۷۰ اذیلی عناوین ۲۷۰ ڈیمی سائز صفحات، کمپیوٹر خطاطی، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل وطباعت سے مزین ہے۔

(روزنامہ منصف مورخہ ۲۶/اگست ۲۰۰۵ء حیدرآباد اے.پی)

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

یا استاد! یا پیر!

تلمیذ شیخ الاسلام حضرت الحاج مولانا مفتی سید محمود صاحبؒ کان اللہ لہ سابق خطیب مکہ مسجد

حضرت مفتی صاحبؒ مولانا فضیلت جنگؒ کے مرید اور شاگرد خاص تھے۔ باوجود علالت کے لیٹے لیٹے آپ نے حسب ذیل تقریر کی جسے مدیر مجلہ "ارشاد" نے نوٹ کرلیاتھا۔

وفور محبت سے مفتی صاحب اپنے پیر کو یاد کرتے جاتے اور آھیں بھرتے جاتے تھے۔ بار بار آنسو آنکھوں سے ڈھلکتے جاتے تھے۔ عجیب رقت انگیز منظر تھا۔ سعادت مند شاگردوں کی ایسی نشانیاں اب آیندہ کھاں دیکھنے میں آئیں گی۔

....

میرے پیر الحاج مولانا انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ بہادرؒ پایے کے زاہد، متقی، شب بیدار اور صائم الدہر تھے۔ اپنے والد محترم حافظ شجاع الدینؒ سے ارادت تھی۔ (جو) حضرت شاہ رفیع الدین قندھاریؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل نہایت ہی مستند علماء مثلاً مولوی عبدالحلیم لکھنوی وغیرہ سے کی۔

محکمہء مالگزاری میں ملازم ہوئے۔ ڈنلپ نامی کوئی انگریز آپ کے عہدہ دار تھے۔ واکر صاحب معین المہام تھے۔ اس زمانے میں مولانا ظہر کی نماز اس مسجد میں ادا فرماتے تھے جو اب حضرت عبداللہ شاہ صاحبؒ کی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ (قریب حسینی علم)۔ بوجہ خشوع وخضوع نماز طویل ہوجاتی تھی۔ ایک دن دو پہر میں ڈنلپ نے آپ کو طلب کیا۔ معلوم ہوا نماز سے واپس نہیں ہوئے۔ اس نے حیرت سے کہا: نوکری اور نماز۔ کیا تعلق؟

جمعدار پیشی نے جو حضرت کا معتقد تھا آپ کے آنے کے بعد عرض حال کیا۔ آپ نے اسی وقت ملازمت سے استعفاء لکھ دیا۔ قندھار کی قضاءت بھائی کے نام کردی اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ حاجی امداد اللہؒ سے وہیں سلسلہء چشتیہ میں بیعت فرمائی۔ اسی قیام میں ایک مسدس لکھا اور اس کی شرح ''انوار احمدی'' لکھنا شروع کی۔ اس پر حاجی صاحب کی تقریظ موجود ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ''عقائد اہل سنت کے مطابق اور مستند کتاب ہے''۔

مدینہ میں اوقات اشغال واعمال میں صرف ہوتے تھے۔ باب جبرئیل کے پاس جو کتب خانہ تھا وہاں ذوق مطالعہ کی تکمیل فرماتے۔ وہیں سے کئی غیر مطبوعہ قلمی نسخے لیکر نقلیں کیں۔

رمضان گذار کر مکہ آئے تھے۔ جب مکہ پہونچے حاجی صاحبؒ نے پوچھا: ''رات کو بشارئ ہوا؟'' جواب دیا: ''سرکار ﷺ نے دکن جانے کا حکم دیا ہے''۔ حاجی صاحبؒ نے بھی اجازت دی، مگر دیار حبیب ﷺ چھوڑ کر جانا بڑا شاق گذر رہا تھا حج سے واپس آنے

پر بیوی بیمار ہوکر مرگئیں۔حاجی صاحبؒ نے کہا: احکام رسولؐ کی نافرمانی میں دنیا وعقبیٰ کی خرابی ہے۔عرض کیا: ''ہجرت کی نیت کس دل سے توڑوں''۔اسی دوران میں اٹھارہ سالہ صاحبزادے نے انتقال کیا۔ مولانا فرمایا کرتے تھے:

''محمود! تجھ جیسا ہی تھا میرا بیٹا!''۔

حاجی صاحب نے مکہ بلوا کر دکن جانے کیلئے سختی کی۔ جدّہ آ کر ذریعہ جہاز ہند پہونچے۔دکن جا کر ایک مدرسہ دینی قائم کرنے کا بارگاہ رسالت سے حکم ہو چکا تھا۔قیام مدرسہ کے لئے مسجد افضل گنج میں اترے۔طلباء کو جمع کر کے تعلیم دینا شروع کر دی۔تفسیر، فقہ، حدیث وغیرہ کی باقاعدہ تعلیم ہوتی۔ ابتدائی شاگردوں میں مظفر الدین معلیٰ وغیرہ شامل تھے۔سال بھر تک اس درس کا سلسلہ جاری رہا۔اسی سال زماں خاں شہیدؒ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔مسیح الزماں استاد شاہ مقرر ہوئے۔اس کے ساتھ ساتھ توشہ خانہ، میز خانہ اور جواہر خانہ بھی انہی سے متعلق تھے۔کثرت کار کی وجہ سے پریشان تھے۔نواب سالار جنگ سے ذکر کیا۔استادی کے کام کو علحدہ کر دیا گیا اور مولانا انوار اللہ خاںؒ سے خواہش کی گئی کہ استاد شاہ کے فرائض انجام دیں۔(۳۰۰) روپے ماہانہ مشاہرہ مقرر ہوا۔ظہر کی نماز کے بعد سے چار بجے تک مولانا یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

حضرت مولانا کا معمول یہ تھا کہ شب بیدار رہتے اور اشراق کے بعد آرام فرماتے۔ظہر کو بیدار ہوکر خاصہ تناول فرماتے اور پڑھانے چلے جاتے اس زمانے میں مولانا نے مدرسہ نظامیہ قائم فرمایا۔ پرانی حویلی میں پڑھا کر سیدھا مدرسہ آتے اور مغرب تک نگرانی فرماتے۔

گھر پر نصف شب تک خاص شاگردوں کو پڑھاتے۔ پھر تین بجے شب تک تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے۔ پھر فجر تک تہجد میں مصروف رہتے۔تہجد کی بارہ رکعتوں میں قرآن شریف ختم فرماتے۔وتر کے ساتھ اذاں ہوتی۔بعد نماز فجر تلاوت اور اوراد سے فارغ ہوکر مراقبے میں بیٹھ جاتے۔روزہ نہ رہتے تو ناشتہ آتا ورنہ سحر کر کے تہجد پڑھتے۔

تصوف کی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' کا درس خاص شاگردوں کو عشاء کے بعد دیتے۔فتوحات مکیہ کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں۔

میری عمر ۲۱ سال کی تھی۔ میں نے بھی درس میں شامل ہونے کی گذارش کی۔فرمایا: تمہاری عمر ابھی اتنی نہیں کہ اس درس میں شامل کئے جاؤ۔ میں نے ایک دو میری ہی عمر کے شاگردوں کا حوالہ دیا تو فرمایا: وہ شادی شدہ ہیں۔تم بھی شادی کرلو تو تمہیں بھی شریک کرلوں۔ میں نے عرض کیا: راضی ہوں آپ ہی کسی سے شادی کرادیں۔پھر میں نے عرض کیا: الماس حسین کی شادی کہاں ہوئی ہے؟ انہیں آپ نے شریک فرمایا ہے۔مسکرا کر فرمایا: شادی سے مطلب غلامی میں راہ سلوک طے کرنا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ کی غلامی میں حاضر ہوں۔ مجھے بھی مرید فرمالیجئے۔فرمایا: ۱۱ر ربیع الثانی کو طریقہء قادریہ میں مرید کرونگا۔(بعد میں مجھے سلسلہ چشتیہ میں بھی مرید فرمایا)۔ایک سال بعد درس میں شریک کروں گا۔مگر چالیس دن تک کوئی شک دل میں آئے تو خاموش رہنا۔ایک سال بعد درس میں شریک ہونے کی آرزو پوری ہوئی۔مولوی رکن الدین اور میں کتاب کی عبارت پڑھتے اور حضرت مولاناؒ تفہیم فرماتے جاتے۔ پہلے ہی درس میں خیال گذرا کہ کتاب کفریات سے مملو ہے۔مگر ہر دوسرے روز پہلے روز کے شبہات دھلتے جاتے تھے۔

چالیس دن کے بعد سبق سے پہلے ہی فرمایا: محمود! آج جو چاہے اعتراض کرو۔ میں نے عرض کیا: آپ کے چالیس روزہ درس کے بعد اعتراض کی کیا گنجایش رہ سکتی ہے۔

کتاب ''فتوحات مکیہ'' کو مشہور مولف ''ابن عربی'' نے کعبے کے سامنے بیٹھ کر لکھا تھا۔ کتاب لکھ کر کعبے کی چھت پر ڈال دی۔ سال بھر کے بعد بھی اس کا ایک حرف بھی مٹا نہیں۔ اس کتاب سے استفادہ کے لئے شیخ پر اعتماد کر کے چالیس روزہ درس لینا پڑتا ہے۔ میرے پیر کے پاس روزانہ ڈھائی گھنٹے اس کا درس ہوتا تھا۔

ایک دن عبدالقادر کتب فروش آیا۔ میزان الصرف کی شرح پسند آئی۔ اس نے قیمت دو روپے بتائی۔ میں نے عرض کیا کتاب تو بارہ آنے میں ملتی ہے۔ مگر حضرتؒ نے مسکرا کر دو روپے ادا کر دئے۔ اور فرمایا: وہ ہمارے کام اور ذوق کی کتابیں چن چن کر لاتا ہے۔ گھر بیٹھے ہماری خدمت کرتا ہے۔ اس کو قیمت اضافہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جو کتاب بھی لیتے آٹھ دس روز تک مسلسل زیر مطالعہ رکھتے۔ اور حاشیہ لکھتے جاتے۔ کسی کتاب کو بغیر ختم کئے الماری میں نہ رکھتے۔ میرے پیر کی ساری عمر خدمت علم اور خدمت خلق میں صرف ہوئی۔

آخری عمر میں راج پھوڑا ہوا۔ ارسطو یار جنگؒ علاج کے لئے مامور ہوئے اور آپریشن کرنا تجویز کیا۔ حضرتؒ آپریشن کے مخالف تھے۔ مگر حکم سرکار سے آپریشن کیا جانا طے ہوا۔ اس وقت میں میسرم کا مفتی تھا۔ حضرتؒ مندوزئی کی دیوڑھی میں مقیم تھے۔ میں بھاگا بھاگا آیا معلوم ہوا، آپریشن ہو رہا ہے۔ آپریشن کے بعد جب کمرے میں لائے گئے تو بیہوشی طاری تھی۔ دروازے پر حکیم محمود صمدانی متعین تھے۔ وہ میرے طب کے استاد تھے۔ انہوں نے مجھے اندر جانے سے روکا۔ میں

نے کہا: پیر کو دیکھوں گا۔ بہت روکا مگر زور کر کے اندر گھس گیا۔ اس وقت تک ہوش آچکا تھا۔ کرب واضطراب بیحد تھا۔ قبلہ رو لیٹے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا: محمود! مت رو۔ ہم کو بلاوا آچکا ہے۔ یہ وقت مقرر ہے۔ اسی روز دنیا سے پردہ فرمایا۔ اقرباء کا خیال تھا کہ خاندانی ہڑواڑ میں حافظ شجاع الدینؒ کی گنبد کے بازو رکھا جائے مگر مولوی رکن الدین اور میں نے طے کیا کہ مدرسہ نظامیہ میں رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ اس وقت اعلحضرت بمبئی میں تشریف فرما تھے۔ بمبئی کو تار کئے گئے۔ اور روضہ ءمبارک آج تک مرجع خلائق خاص وعام ہے۔

میرا ایقان ہے کہ میرے پیر ہی آج تک وہاں سے مدرسہ کا انتظام چلا رہے ہیں۔ چالیس سال غلامی میں گذارا ہوں۔ ایک ایک دن کی تفصیل دماغ پر نقش ہے۔ کیا کیا کہا جائے۔ اب بھی انہی کے سرہانے بیٹھا ہوں۔ رات دن انہی کا تصور ہے۔

(بشکریہ: ماہنامہ ارشاد ستمبر۔ 1960ء)

✪✪✪

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

نابغۂ روزگار ہستی

بقلم: قاضی برہان الدین احمد صدیقی (علیگ)

الھیٰ آں کہ نامش را بنام خویش ضم کردی
مرا سویش نمودی رہ چھا برمن کرم کردی
(مولنا مرحوم)

مولٰنا انوار اللہ خاں بہادر نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ اہلِ برادری میں ''مولوی صاحب حضرت'' سے مخاطب تھے۔ان کی برادری میں قندھار کے فاروقی۔احمد پور۔اودگیر اور بیڑ کے قاضی بھی داخل تھے (اوران میں اکثر حضرات فریدی تھے) ان میں خاص افراد اہل برادری تھے جو مولٰینا کے علمی۔دینی مشاغل میں شریک ہوتے تھے۔شب کے دس بجے سے محفل جس کو سبق کہا جاتا تھا منعقد ہوتی۔قابل الذکر حضرات میں راقم الحروف کے حقیقی نانا حضرت معلٰی (مولینا مظفر الدین مددگار ٹپہ) قاضی شریف الدین صاحب۔مولٰینا رکن الدین، برہان اللہ حسینی۔حکیم محمود صمدانی۔عبدالرحیم حاضر باش رہتے تھے۔سبق شب کے دس بجے سے نمازِ تہجد تک ہوتا تھا۔اس میں فتوحات مکیہ۔قدوری۔شرح جامی کا درس اور سلسلہ قادریہ کا ذکر ہوتا تھا۔نمازِ فجر ادا فرما کر مولٰینا آرام فرماتے تھے۔لیکن تعجب ہے کہ روز و شب بیداری، سرکاری فرائض، معین المہام امور مذہبی، صدر الصدور کے ادائی خدمات اور دیوڑھی اعلحضرت کی حاضری میں حارج نہیں ہوتی تھی۔مدرسہ نظامیہ کی نگرانی بھی فرماتے تھے۔

مجھے اپنے نانا حضرت معلٰی مرحوم کے ساتھ اکثر تقاریب سرکاری میں شرکت اور مولٰینا کے پاس حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔چنانچہ میری تسمیہ خوانی مولوی صاحب حضرت کے ہاتھوں نواب فیروز یار جنگ کی دیوڑھی میں انجام پائی۔حضرت معلٰی کو مولوی صاحب حضرت سے بیعت حاصل تھی اور حضرت مرحوم، مولوی صاحب حضرت کے خاص مریدوں اور دوستوں میں تھے۔اسی لئے پورا رمضان حضرت معلٰی کا اپنے پیرومرشد کے پاس مندوزی کی دیوڑھی واقع شکر کوٹھا میں گذرتا تھا۔مولوی صاحب حضرت اوپر کے حصہ میں رہتے تھے۔اور حضرت قبلہ نیچے کے حصہ میں مقیم رہتے تھے۔رمضان میں خاص چہل پہل اور رونق رہتی تھی۔روزانہ پانچ چھ سو روزہ داروں کی ضیافت کا انتظام ہوتا تھا۔دو بجے دن سے تندور سلگتا تھا اور نان کی روٹیاں تیار کی جاتیں۔روزانہ ہر روزہ دار کے لئے نان کی روٹی۔قورمہ اور کھیر کا انتظام کیا جاتا تھا۔داخلہ کے لئے ٹکٹ (پاس) دیئے جاتے تھے۔اور یہ پاس پورے رمضان کا ہوتا تھا۔ان دنوں بخارا کے غریب مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان ہجرت کر کے آئے ہوئے تھے۔اور حیدرآباد میں بھی ان کی خاصی تعداد درآمد ہوئی تھی۔ان کے لانبے۔موٹے۔کثیف چوغہ۔سرخ سفید رنگ اوران چوغوں میں سے میل کی کثیف بوکراہیت پیدا کرتی تھی مگر مولوی صاحب حضرت کے

دسترخوان پر ان کی خاصی تعداد رہتی تھی۔ اور مولینا ان کے درمیان بلاتکلف تشریف رکھتے تھے۔ اور خاصہ تناول فرماتے تھے۔ حضور نظام کا استاد، حکومت کا وزیر، مسلمانوں کا صدر الصدور اسی کثیف اور میلے ماحول میں بلا تکلف بیٹھ کر تناول وطعام فرمایا کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی ایسی مثال اس صدی میں پیش کی جاسکتی ہے۔ حضرت کی سالی صاحبہ جو زنانہ انتظام کی نگران کارتھیں آپ کے لئے کوئی اچھی چیز تیار کرکے روانہ کرتیں۔ مگر مولینا اس کو بھی تقسیم فرمادیتے۔ مولوی عبدالرشید صاحب مرحوم، مولینا کے خانگی حساب کے محاسب تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ماہ رمضان میں تقریباً چار ہزار خرچ ہوجاتے تھے۔ جس کا تکملہ دوسرے شہور کے خرچ کو گھٹا کر کیا جاتا تھا۔ دسترخوان پر ایک ہی وضع کی رکابیاں۔ کٹورے ہوتے تھے۔ میں نے کئی ہزار انامل کی رکابیاں دیکھی ہیں۔ برادری کے اکثر حضرت پورا رمضان یہیں گذارتے اور مرید تو حاضر ہی رہتے تھے۔ ان کے لئے افطار وسحر ہر دو وقت کا انتظام ہوتا تھا۔

میری دادی دولت بی صاحبہ حضرت کی مرید تھیں۔ اکثر اپنے پیرومرشد کے پاس رہتی تھیں چنانچہ وہ اپنے پوتوں کے سامنے جب کبھی اپنے فرزندوں جن میں حکیم اسعدالدین صاحب سابق ناظر الاطباء بھی داخل ہیں خفا ہوتیں قدیم دکنی زبان میں یہ گیت گاتیں۔ ''مر گئے انوار اللہ۔ بجھ گیا میرا چولھا''۔ ان کے بچے فوراً ان کا حق مادری گذارتے۔

مولنا کے پاس نماز تراویح پابندی سے ہوتی۔ اگرچہ مولینا خود حافظ قرآن تھے۔ مگر تراویح میں مولینا کے اہلِ برادری کے ایک بزرگ حافظ شاکر اللہ صاحب صدیقی عرف بغدادی صاحب قرآن مجید سناتے۔ ۲۶ کو ختم ہوتا اور اہل برادری عید کے اہتمام کیلئے اپنے اپنے گھر واپس ہوجاتے۔

اسی ایک رمضان کا ذکر ہے۔ میری عمر نو یا دس سال کی ہوگی کہ فٹ بال میں میرے بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ حضرت معلیٰ کو معلوم ہوا۔ انہوں نے مجھے اور میری والدہ کو مولوی صاحب حضرت کے پاس دیوڑھی مندوزی طلب فرمالیا۔ مولینا مرحوم کے پاس حکیم محمد قاسم صاحب فروکش تھے جن کا دعوی تھا کہ ہڈی بلا بیانڈیز کے جڑی بوٹی سے جڑ جاتی ہے۔ مولینا مرحوم اس کا تذکرہ مدارالمہام (وزیر اعظم) وقت نواب سالار جنگ سوم (نواب یوسف علی خاں) سے فرمایا۔ نواب مدارالمہام کو اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔

اتفاق سے میرے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی اور مولینا مرحوم حکیم سے میرا علاج شروع ہوا۔ چند دنوں کے بعد مولینا مرحوم نے مجھے بمعہ حکیم صاحب دو گھوڑوں کی بدوم گاڑی میں دیوان کی دیوڑھی روانہ کی گئی۔ نواب مدارالمہام نے حکیم صاحب کو تین سو تنخواہ کردیا۔

عید کی نماز ادا فرما کر مولوی صاحب حضرت کنگ کوٹھی مبارک سے واپسی میں حضرت معلیٰ کے مکان موقوعہ عثمان شاہی تشریف لاتے۔ بعد ضیافت تھوڑی دیر سماع ہوتا۔ محمد علی خاں قوال اپنے مخصوص انداز میں مولینا مرحوم کی فارسی غزل گاتے اور محفل پر ایک خاص کیفیت چھا جاتی۔ ایک شعر مقطع کا مجھے اب تک یاد ہے۔

حال چہ گوئم انورا تاچہ نمود لطفہا
بد رخویشتن مرا عکس جمال یار من

یہ ہے حیدرآباد کے ایک وزیر اور قندھار کے عالم باعمل کی زندگی کا ایک پہلو جو میرے قلب پر نقش کالحجر ہے۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایک آفاقی شخصیت

از۔مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی، سابق صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

الحمد لله رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین، الداعی الی الله باذنه، والسراج المنیر. سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه. والمهتدین بهدیه والداعین بدعوته الی یوم الدین. وبعد!

اللہ کا آخری پیغام اسلام، کامل طور پر دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ارشاد الٰہی ہے" اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا "(المائدۃ) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور دین کی حیثیت سے اسلام کو تمہارے لئے پسند کرچکا۔

اللہ کا دین مکمل ہے تو دوسری طرف زندگی متحرک ہے۔اس کا ساتھ دینے کے لئے اللہ نے آخری طور پر جس دین کو بھیجا ہے وہ ابدی حقائق سے بھرا ہوا زندگی سے پر ہے۔اس میں یہ صلاحیت رکھی کہ ہر حال میں دنیا کی رہنمائی کرسکے وہ کسی دور کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ وہ ایک زندہ دین ہے۔ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ (الانعام) امت محمدیہ (علی صاحبها افضل الصلوۃ والسلام والتحیة) آخری اور عالمگیر امت ہے۔اسلئے مختلف زمانوں اور ادوار سے اس کا واسطہ رہا اور رہیگا۔اس کو ایسی کشمکش کا سامنا پڑا جو کسی امت کو پیش نہیں آئی۔اس کا زمانہ تغیرات اور انقلابات سے بھرا ہوا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مکان وزمان کی تبدیلیوں اور ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اس امت کے لئے دو غیبی انتظامات کئے۔ایک تو یہ کہ ہر کشمکش اور تبدیلی کا مقابلہ کرنے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مکمل شریعت عطا فرمائی۔ دوسرا یہ کہ اس امت کو ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص دیئے جو عملی زندگی کے ذریعہ ان تعلیمات کا نمونہ بن گئے۔اور ہر دور میں اس دین کو زندہ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے، اس امت کو جو افراد ملے اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔جس دور میں جس صلاحیت اور قوت کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے وہ عطا کی۔ شروع ہی سے اسلام پر ایسے شدید حملے ہوتے رہے کہ دنیا کا کوئی مذہب ان کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔لیکن اسلام نے ان حملوں کا مقابلہ کیا اور مخالفین کو شکست دی۔اور اپنی اصلی شکل باقی رکھی۔صلیبیوں اور تاتاریوں کا حملہ مسلمانوں کو میدان زندگی سے بے دخل کرنے کے لئے کافی تھا۔ایک وقت باطنی تحریک اسلام کے نظام عقائد کے لئے سخت خطرہ بن گئی۔کوئی دوسرا مذہب ہوتا تو ان حملوں کے مقابلہ میں دم توڑ دیتا۔اور ایک تاریخی داستان بن جاتا۔لیکن اسلام نے داخلی اور خارجی حملوں کا مقابلہ کیا اور اپنی ہستی کو باقی رکھا۔تحریفات تاویلات، مادیت، نفس پرستی تعیّشات اور عقلیت پرستی کے مقابلہ میں صلح کرنے سے اس نے انکار کردیا۔ ہر دور میں ایسی قدسی صفات ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے دین پر آئے ہوئے غبار کو صاف کیا۔ مادیت، تعیش، عقل پرستی کے مقابلہ علانیہ جہاد کیا۔اپنے زمانہ کے مترفین کی مذمت کی

اور جابر سلاطین کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔ اسلام میں نئی جان ڈال دی۔ اور مسلمانوں میں نیا ایمان اور نئی زندگی پیدا کر دی۔ بجھی ہوئی انگیٹھیوں کو سلگایا۔ یہ ہستیاں اخلاقی اور روحانی حیثیت سے ممتاز تھے انہوں نے تاریکی کا پردہ چاک کیا اور حق کو روشن کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس دین کی بقاء منظور تھی اور رہنمائی کا کام اسی دین سے لینا تھا اب وہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین اور علماء اور صلحاء سے لینا تھا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔

دراصل کوئی مذہب اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتا جب کہ ہر زمانہ میں اسکے ماننے والوں میں ایسی ہستیاں پیدا نہ ہوں جو اپنے یقین، روحانیت، بے غرضی وایثار اور صلاحیتوں سے اسکے ماننے والوں میں اعتماد اور قوت عمل پیدا نہ کریں اسلام کی طویل تاریخ میں کوئی مدت ایسی نہیں گزری جسمیں حقیقت اسلام بالکل دب گئی ہو اور تمام عالم اسلام پر اندھیرا چھا گیا ہو جب کبھی کوئی فتنہ ظاہر ہوا، مادیت اور مفاد پرستی کا کوئی حملہ ہوا۔ کوئی طاقتور ہستی ضرور میدان میں آ گئی جس نے اس فتنہ کا پوری طرح مقابلہ کیا، قدریت، جبریت، اعتزال، خلق قرآن، دین الٰہی جیسی بڑی تحریکیں آج انکا وجود نہیں رہا۔ کیونکہ تعلیمات اسلامیہ کی حفاظت کی جدوجہد، دعوت واصلاح کا تسلسل شروع اسلام ہی سے قائم ہے۔

انہی قدسی صفات شخصیات میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد انواراللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے۔ ان کی سیرت اور کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر عظیم کردار اور مثالی شخصیت کے مالک تھے، اور اپنے دائرۂ عمل میں رہکر کس قدر اسلامیت کو نافذ کرنے کی جدوجہد کی۔ چنانچہ باوجود معاشی شدت کے مالگزاری کی ملازمت اسی لئے چھوڑ دی کہ سودی لین دین کی کتابت کرنی پڑتی تھی، (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ) جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نجات کی شکل نکالتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے رزق دیتا یہ جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔ (سورہ طلاق) صدارت العالیہ کو مستقل محکمہ کی صورت دی تا کہ عامتہ المسلمین کی صحیح مذہبی رہنمائی ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ''انجمن اصلاح مسلمانان'' قائم فرمائی۔ اضلاع کے لوگوں کی مذہبی بیداری کے لئے واعظین مقرر کئے۔ مکہ مسجد میں نماز دو بجے ہوا کرتی تھی اسکو احادیث کے مطابق اول وقت کر دیا۔

شرعی خدمات انجام دینے والوں کے لئے اہل خدمات شرعیہ کا نصاب لازم کر دیا۔ ام الخبائث پر پابندی لگانے کیلئے جدوجہد کی۔ طوائف پر پابندیاں لگائیں۔ آپ کی حیات اور کارناموں اور تصنیفات کا مطالعہ کرنے والا اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ آپ تعلیم کو دراصل بنیاد کا پتھر سمجھتے تھے۔ جس پر ملک اور قوم کی عملی اور فکری زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اگر یہ پہلی اینٹ سیدھی ہے تو پوری عمارت سیدھی ہوگی۔ اور اگر یہ بنیاد ٹیڑھی ہو تو ''تا ثریا میرود دیوار کج'' والی بات صادق آتی ہے، آپ کی عملی زندگی کا اکثر حصہ تعلیم وتدریس کے اداروں کو قائم کرنے اور ان کو چلانے اور آگے بڑھانے میں گزرا۔ جامعہ نظامیہ جیسی عظیم درسگاہ کا قیام، اشاعت العلوم، دائرۃ المعارف، اجمیر شریف میں مدرسہ معینیہ کا قیام، دارالعلوم ودیگر دینی اداروں کو امداد کی اجرائی وغیرہ جیسے علمی کارہائے نمایاں آپ نے نہ صرف انجام دیئے بلکہ ہر دم اسی کی فکر میں رہتے اور فرمایا کرتے کہ:

''اذکار اور ادعیہ کے بجائے ہمیشہ علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم اور ان کی اشاعت میں کوشاں رہیں، کیونکہ اسکے برابر کوئی عبادت باعث تقرب الٰہی نہیں ہے''۔

اور فرماتے تھے کہ ''میں بھی ابتداء ذکر کرتا تھا، مگر اب اسکے بدلے اس وقت کو علم دین کی خدمت میں صرف کرر ہا ہوں کیونکہ ذکر سے انجلاء باطنی ہوتا ہے اور انسان کو اپنے درجات معلوم ہوتے ہیں جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں رعونت نہ آجائے، عبادت سے تقرب الٰہی مقصود ہے، اور بعد ادائی فرض افضل عبادت تحصیل علم دین اور اسکی اشاعت ہے، اگر کوئی شخص اس میں مصروف ہو تو اسکے مدارج روز افزوں ترقی کرتے ہیں۔ گو اسکا علم نہ ہو، اور خدا اور رسول کی خوشنودی اور قربت حاصل ہو جاتی ہے''۔

طلبہ جامعہ نظامیہ کا وقتاً فوقتاً امتحان لیتے۔ تقریریں اور مناظرے کرواتے، بیت بازی کے مقابلہ ہوتے۔ تفریح کو لے جاتے۔ آپ کے اصلاح وتجدید کے کارنامے بڑے وسیع اور متنوع تھے، اس میں علمی اور فکری رنگ غالب تھا تدریس واشاعت کتاب وسنت، عقل ونقل میں تطبیق، اسرار ومقاصد شریعت کی توضیح، علوم اسلامیہ میں مجتہدانہ فکر ونظر، سب شامل تھے۔

فضیلت جنگ ؒ کے تذکرہ اور انکے تجدیدی کارنامہ پر روشنی ڈالنے کے سلسلہ میں اس تاریخی حقیقت کو پیش نظر رکھنے اور اس اصول پر عمل کرنے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے کہ ان کی ذہنی علمی تربیت میں حجاز مقدس کا بنیادی حصہ تھا جہاں آپ نے تین سال سے زیادہ قیام فرمایا، اور تقریباً ہر پانچ سال پر سفرِ حجاز اختیار فرماتے تا کہ اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ علیہ الرحمہ سے استفادہ بھی ہو سکے۔ آپ نے مصر اور بغداد کے بھی سفر اختیار کئے، اس طرح علماء حرمین ومصر وشام سے تعلقات علمیہ قائم تھے۔ ان کے ساتھ طویل صحبتیں رہیں۔ جہاں دنیا کے گوشہ گوشہ سے لوگ اکٹھا ہوتے تھے۔ وہاں بیٹھکر پورے عالم اسلام کی روحانی، علمی، اخلاقی، سیاسی حالت کا جائزہ بآسانی لیا جاسکتا تھا۔

فضیلت جنگ ؒ نے ان سب سے فائدہ اٹھایا ہوگا اور اثر لیا ہوگا۔ آپ نے اپنے تمام تجربوں اور صلاحیتوں سے مسلمانوں کی ہمہ جہتی اصلاح کیلئے جو قدم اٹھایا ان کا مکمل جائزہ لینے کی ضرورت ہے، آپ کا رہن سہن سادہ، اصول پسندی اور سادگی، ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں تساہل سے کام نہ لینے۔ ایثار وقربانی، سخاوت، توکل، ہمدردی، دینی حمیت کے واقعات ایسے تھے کہ سلف صالحین، اور صحابہ کرام کی زندگیاں یاد آجاتی ہیں۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت ساری شخصیات ایسی بھی ہیں جن کی مکمل سیرت اور کارنامے عرصہ دراز تک لکھے نہیں گئے۔ یہ بات ان کے ماننے والوں پر ایک فرض کی حیثیت رکھتی ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ انکی سیرت اس انداز سے پیش کیجائے کہ دنیا انکے صحیح حال سے واقف ہوتی اور ان کی سیرت ایک نمونہ اور مثالی کردار کے طور پر سامنے آتی۔

انہی ہستیوں میں سے جنکی مکمل سیرتیں دنیا کے سامنے نہیں آتیں۔ حضرت مولانا شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے۔ ان کے کمالات وخصوصیات سے دنیا بے خبر رہی ہے ان کی سیرت کو اس طرح پیش کیا جانا چاہئے جس سے ان کے صحیح مقام سے دنیا آگاہ ہو۔ ان کی سیرت کم از کم ان کے ماننے والوں کے لئے ایک مثالی کردار کے طور پر سامنے آئے۔ ان کی سیرت اس بات کا ثبوت بنے کہ اسلام ایسے مردانِ کار اور نوادر روزگار پیدا کرنے کی لافانی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا اصول تھے جن کے وہ سختی سے پابند رہے وہ کیا اقدار تھے جن کو وہ زندگی بھر حرز جان بنائے رہے۔ مشکلات کا سامنا کس اصول پسندی اور دینی واخلاقی معیار بلند سے کیا، انتظامی وتعلیمی امور میں ان کی بنیادی فکر کیا تھی۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایک جامع الکمالات شخصیت

رشحات قلم: ڈاکٹر عقیل ہاشمی، سابق صدر شعبہ اُردو، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد۔اے پی

اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھنے والے خوش نصیبوں کے بارے میں آخرت میں انعامات رکھے گئے ہیں جن کا تصور کرنا بھی ہمارے لئے محال ہے، لیکن دنیا میں وہ لوگ جن عطیات اور نعمتوں سے سرفراز کئے جاتے ہیں وہ خود بھی غیر معمولی ہوتے ہیں، ان میں کا ایک صلہ دیندار لوگوں کے درمیان ان کی مقبولیت ہے ہزاروں لاکھوں دین دار و صالح اشخاص ان سے محبت کرتے ہیں، ان سے عقیدت رکھتے ہیں، اور ان کا احترام کرتے ہیں، خواہ وہ زندہ رہیں یا دنیا سے پردہ پوشی کرلیں۔ اس صلے کا بیان قرآن مجید بھی کرتا ہے اور احادیث نبوی اسے بھی اس کی تائید ہوتی ہے سورہ مریم کے آخری رکوع میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے (یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں عنقریب وہ رحمٰن ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کردے گا)۔

یہ آیت مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی تھی اور اس کے اولین مصداق صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین تھے لیکن ایمان و عمل صالح کا یہ امر، ان کے ساتھ مخصوص ہوکر نہیں رہ گیا بلکہ قیامت تک جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے اعلیٰ درجات پر پہنچے اور پہنچیں گے انہیں اچھے لوگوں کے درمیان حسن قبول حاصل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ قرآن حکیم کے بعد حدیث کی دو کتابوں بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت رکھ پھر جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم لوگ بھی اس سے محبت رکھو تو اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس شخص کے لئے زمین میں حسن قبول پیدا کردیا جاتا ہے۔

(ریاض الصالحین بحوالہ بخاری ومسلم باب علامات حب اللہ العبد)

قرآن اور حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے نیک و مقبول بندوں کے بارے میں سوچیں تو اللہ کے ایسے لاتعداد بندے ہماری نظروں میں آجاتے ہیں کہ جن کے اعمال وافعال نہ صرف انسانیت کی رہبری کرتے ہیں بلکہ ایمانیات کو غیر معمولی جلا بخشتے ہیں، ان حضرات کی مقبولیت ان کے جیتے جی اور ان کے مرنے کے بعد بھی اتنی ہی اہم اور قابل قدر ہوجاتی ہے جتنی کہ ان کی زندگی میں تھی، اسی کے ناطے ہمارے دل ان کی محبت اور عقیدت میں ڈوب جاتے ہیں اور ان کی یاد منانے جمع ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام خان بہادر محمد انوار اللہ فاروقی نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا اسم گرامی دکن کی قدیم عظیم الشان دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کے قیام اور اس کے استحکام سے اس قدر مربوط و

وابستہ ہے جیسے کوئی پھول اور اس کی خوشبو۔ حضرت شیخ الاسلام ۴/ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ کو بمقام ناندیڑھ پیدا ہوئے آپ کا خاندانی تعلق قندھار کے قاضی گھرانے سے تھا کہتے ہیں کہ آپ کے اجداد کو شاہان تیموریہ کے دربار میں عہدۂ قضاءت حاصل تھا۔ نسبی سلسلہ انچالیسویں (۳۹) پشت میں خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، آپ مشہور زمانہ بزرگ حضرت شاہ رفیع الدین قندھاری کے نواسے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ تعلیم طریقت یا سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد کے ہاں ہی پائی، بعد ازاں شیخ وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی، ابتدائی ملازمت ۱۲۸۵ھ میں رشتہ مالگزاری میں اختیار کی لیکن جلد ہی محض سودی لین دین کی کاروائیوں سے متنفر ہو کر مستعفی ہو گئے۔ ۱۲۸۴ھ میں حاجی محمد امیر الدین محتسب بنولہ کی صاحبزادی سے شادی ہوئی اور اسی دوران والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ طبیعت کا اقتضا دین داری اور آپ کے چند مخلص دوستوں جن میں خاص طور پر مولوی غلام قادر مہاجر مدنی قابل ذکر ہیں ان کے مشوروں سے ایک خالص دینی مدرسہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا یوں ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو اس مکتب کی بنیاد رکھی جو آگے چل کر ایک مہتمم بالشان جامعہ میں بدل گیا جسے جامعہ نظامیہ کہا جاتا ہے۔ ۱۲۶۵ھ میں شاہ محمد زماں خاں شہیدؒ (جو استاد شاہ تھے) کی شہادت کے بعد حضرت نظام الملک آصفجاہ سادس نے آپ کو اپنا استاد مقرر کیا۔ اور ۱۳۰۱ھ میں جشن تخت نشینی کے موقع پر ''خان بہادر'' کا خطاب اور ایک ہزاری منصب عطاء کیا حضرت شیخ الاسلام کی علمی ادبی مذہبی شخصیت اور اس کی وجاہت کے تعلق سے ڈاکٹر زورؔ نے عہد آصفجاہ سادس نواب میر محبوب علی کے صاحبان کمال اور اساتذہ میں آپ کا شمار کیا ہے اور اپنی کتاب داستانِ ادب حیدر آباد'' میں لکھتے ہیں۔

''یہ قندھار کے قاضی تھے اور علوم اسلامی کے ماہر، محبوب علی خاں غفراں مکاں اور عثمان علی خاں سلطان العلوم دونوں کے استاد اور حیدر آباد کے علماء میں ممتاز تھے۔ وزیر امور مذہبی کی خدمت پر بھی فائز ہوئے تھے اور اس شہر میں مذہبی اصلاح اور علوم دینی کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا۔ پچاس سے زیادہ کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں اور چھپوائیں اردو اور فارسی کے شاعر بھی تھے۔ انور تخلص کرتے تھے اور حیدر حسین خاں حیدرؔ فرزند شیخ حفیظ کے شاگرد ان کے کلام کا ایک مجموعہ ''شمیم الانوار'' چھپ چکا ہے اور دوسرے مجموعہ کا قلمی نسخہ ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ ہے ان کی تصنیفات میں انوار احمدیؐ، مقاصد الاسلام (کئی جلدیں) مفاتیح الاعلام وغیرہ بہت مشہور ہیں''۔

اس اقتباس میں حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت کا مختصر سا تعارف ملتا ہے حالانکہ آپ کی عظمت و بزرگی کے لئے ایک مبسوط تحریر چاہئے، آپ نہ صرف آصفجاہ سادس اور آصفجاہ سابع کے استاد تھے بلکہ دونوں شاہزادوں نواب اعظم جاہ اور نواب معظم جاہ کے بھی استاد رہے اور حیدر آباد کے قابل احترام قدر و منزلت مصلح و مذہبی رہنما تھے۔ آپ نے جامعہ نظامیہ کے قیام اور اس کی ترقی کے لئے گویا خود کو وقف کر دیا تھا۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ نے یہاں کے اساتذہ وطلباء کو معاشرہ اسلامی کا نمونہ بنانے کی جدوجہد میں مثالی کارنامے انجام دیئے ہیں یہی نہیں بلکہ تمام ریاست کو اسلامی طرز فکر و دانش سے وابستہ

کرنے کی شعوری کوشش کی۔ اس سلسلہ میں آپ کی اصلاحیں بڑی دوررس نتائج کی حامل رہیں ان اصلاحات کی ایک تفصیل ہے یہاں اجمالا چندایک باتوں کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اسلام اپنے مخصوص انداز میں انسان کواعلی سے اعلی مدارج حیات پر متمکن دیکھنا چاہتا ہے اس کی رہنمائی کرتا ہے تا کہ انسان کے جسم و روح، قلب و قالب ظاہر و باطن، دین و دنیا سب کی ترقی کا سامان رہے قرآن مجید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین امور کا ذکر کیا ہے وہ بجز ''ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ'' یعنی تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ہے یہاں کتاب سے مراد ایات قرآنی کے ظاہری معنی یا ظاہر سے متعلق مسائل اور حکمت سے نفسی اور روحانی حقائق اور معارف حیات کے ہیں۔ بالفاظ دیگر انسان ان امور کی وساطت سے معراج مومن کا حامل ہوجائے اور یہ معراج اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان اپنی حقیقت کی جہت سے مقرب بارگاہ خداوندی ہوجائے نیز ایک فرد کی حیثیت سے معاشرہ ملک اور ملت کو اسلامی نصب العین کے مطابق کامیاب و کامران بنانے کی جد جہد میں مصروف رہے تا کہ ''کنتم خیر امۃ'' کا اعزاز حاصل ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت شیخ الاسلام نے مدرسہ نظامیہ کے قیام کو ذہن میں رکھتے ہوئے شہر اور بیرون شہر اضلاع اور ملک کے دوسرے حصوں میں متعدد مدرسوں کی جانب توجہ کی اور ان درسگاہوں کو مالی نوعیت سے استحکام بخشا، خصوصیت سے دور دراز علاقوں میں جیسے بیدر شریف، اورنگ آباد کے علاوہ فتح پور، اودے پور، میواڑ، اجمیر شریف اور دیگر مدارس کے لئے رقمی تعاون کا بندوبست کرایا۔ اور شہر میں مکہ مسجد میں مدرسے قائم کئے جہاں دینی تعلیم کی اساسی ضرورتوں اور عقائد صحیحہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مزید آپ نے خدمات شرعیہ، اصلاح المسلمین کی انجمنیں بھی قائم کیں۔ سلطنت آصفیہ میں اس اہم دینی ترقی و ترویج کے لئے افہام و تفہیم پر فوری توجہ کرتے ہوئے واعظین کو مقرر کیا تا کہ عوام الناس اسلامی تعلیمات سے خاطر خواہ واقف ہوں۔ اسی طرح اولیاء اللہ بزرگوں کی مزارات پر اعراس کے موقعوں پر طوائفیں مجرا کیا کرتی تھیں آپ نے اس لعنت کو دور کیا اور معاملات نکاح کے لئے سیاہہ جات تیار کروائے، مشائخین عظام کے صاحبزادوں کو اہل خدمات شرعیہ کے امتحانات کی پابندی پر توجہ دلائی ریاست کے سرکاری مدارس میں دینیات کو لازمی قرار دیا، غرض اس مرد حق آگاہ نے حیدرآباد کے علمی ادبی ماحول کے ساتھ ساتھ دینی ماحول کو ایک خاموش انقلاب سے آشنا کیا جس کا ایک عرصہ دراز تک اثر قائم و باقی رہا۔ یہ حضرت شیخ الاسلام ہی کی ذات بابرکات تھی جس نے ریاست میں آصفیہ کتب خانہ جو آج کل اسٹیٹ لائبریری کہلاتی ہے اور دائرۃ المعارف عثمانیہ کے قیام پر زور دیا یہ صحیح ہے کہ دائرۃ المعارف عثمانیہ کی بنیاد میں عماد الملک اور ملا عبد القیوم کی دلچسپی و تائید کو بڑا دخل تھا دائرۃ المعارف العثمانیہ کے قیام کی اصل وجہ یہ تھی کہ عربی علوم فنون کی بے بہا کتابیں طباعت سے آراستہ ہوکر عام استفادہ کے لئے اہل ذوق تک پہنچ جائیں، کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام نے اس ادارہ سے سب سے پہلے حدیث کی جامع اور ضخیم کتاب ''کنز العمال'' طبع کروائی تھی۔ آج بھی یہ ادارہ عالم گیر سطح پر قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جہاں سے سینکڑوں نادر و قیمتی کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں اور کئی ایک نامی گرامی حضرات اس ادارہ سے وابستہ رہے ہیں۔

عبارت مختصر! حضرت شیخ الاسلام نواب فضیلت جنگ رحمۃ

اللہ علیہ کی ملی ودینی خدمات بے مثال اور لازوال ہیں آپ کی شخصیت کا وہ پہلو جس میں آپ میدان تصنیف وتالیف کے شہسوار نظر آتے ہیں اس کی تفصیلی تشریح کے لئے یقیناً اہل دل اور اہل نظر کا ہونا ضروری ہے احقر کے اس مختصر و بے ربط مضمون میں اس کی گنجائش نہیں اور نہ ہی میں خود کو اس کا اہل سمجھتا ہوں کہ جناب کی جامع الکمالات شخصیت کی مختلف النوع خدمات دینیہ، قومی تعلیم وتربیت اصلاح قلوب واعمال تہذیب واخلاق کا احاطہ کرسکوں۔ حضرت کی شریعت وطریقت کی خدمات اور مسائل پر تفصیل سے گفتگو کا موقع فراہم کیا جانا چاہئے تاکہ اسلامی تعلیمات کی عظمت مترشح ہو جس کے شیخ الاسلام علمبردار تھے۔

سچ ہے جس عبادت کی محرک محبت ہو اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے، میں نے اپنے مضمون کی ابتداء میں اللہ تعالی سے محبت کرنے والوں کی بابت قرآن وحدیث کی جن باتوں کی جانب توجہ دلائی تھی اسی محبت الٰہی کے اس پیکر عظیم حضرت شیخ الاسلام کی بزرگی وعظمت کی وضاحت میں اتنا ضرور کہوں گا، اللہ تعالی نے ''وجعل بینکم مودة ورحمة'' (اورتمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی) سورہ روم رکوع ۲، کے مصداق اللہ تعالی سے بندے کی محبت یہ ہے کہ وہ اس کی والہانہ اطاعت میں سرگرم عمل ہو اس کی رضا وقرب کا طالب اور اس کی نگاہ لطف وکرم کا آرزومند ہو تب ہی تو اللہ کی محبت اس کے حق میں یہ رہے گی کہ دنیا میں وہ اس کا حامی ناصر اور کارساز ہوگا اور آخرت میں وہ اپنی نعمتوں سے سرفراز کرے گا اپنے دیدار جاں نواز سے مشرف فرمائے گا اور اس کا یہ دیدار جنت اور اس کی بیش بہا نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ اس محبت کی کسوٹی پر وہی پورے پورے اترتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں خود کو

مشغول ومنہمک کردیتے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کی کچھ نشانیاں بھی بتلائیں ہیں یعنی وہ لوگ توبہ کرنے والے پاکیزگی اختیار کرنے والے متوکل وانصاف پسند متقی اور صابر ہونے کے ساتھ ساتھ محسن بھی ہوتے ہیں۔ گویا احسان توبہ پاکیزگی توکل عدل وانصاف تقوی وطہارت صبر قتال فی الارض یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دشمنان حق سے جنگ کرنا یہ وہ صفات ہیں جو خدائے برتر وبزرگ رؤف ورحیم کو پسند ہیں اور جو لوگ ان صفات سے متصف رحیم کو پسند ہوں وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی ساری زندگی اسی محبت کی آئینہ دار رہی آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے جدا نہ رکھا۔ اور عامۃ المسلمین واہل علم کو اپنی ان تھک محنت بے لوث محبت دین کی خدمت سے مالا مال کردیا، آخر میں میں اس حقیقت آشنا صاحب دل، زاہد شب زندہ دار عاشق رسول کردگار کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں بقول علامہ اقبال۔

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کا جذبۂ ایثار وقربانی

از: مولانا سید عزیز اللہ قادری، شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ

امام اہلسنت عارف باللہ عاشق رسول اللہ شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ (بانی جامعہ نظامیہ) کی ولادت باسعادت علاقہ ناندیڑ کے قصبہ قندھار شریف میں 4 ربیع الاخر 1264ھ میں ہوئی 5 سال گذرنے کے بعد حضرت مولانا سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف ناظرہ کی تکمیل فرمائی اور سات سال کی عمر شریف میں حضرت مولانا حافظ امجد علی صاحبؒ کے پاس قرآن مجید کا حفظ شروع فرمایا اور گیارہ سال کی عمر شریف میں حفظ قرآن مجید کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے آپ نسباً فاروقی ہیں سلسلہ نسب انچالیسویں پشت میں خلیفہ دوم امیر المومنین امام المجاہدین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ نے علوم وفنون کی تکمیل حضرت عبدالحلیم صاحب فرنگی محلیؒ اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلیؒ اور مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمہ سے کی اور تفسیر وحدیث کا درس حضرت شیخ عبداللہ یمنیؒ سے بھی حاصل فرمایا آپ کی خداداد ذہانت واستعداد سے اساتذہ بھی دنگ تھے علوم شریعت کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا ابومحمد شجاع الدین بن القاضی سراج الدین صاحب قبلہؒ سے کی اور جملہ سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، وغیرہ) میں بیعت کی اور مدینہ منورہ میں شیخ وقت مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہؒ سے مکرر بیعت اور منازل سلوک کی تکمیل فرمائی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بلا طلب خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ قبلہ فاروقی علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذات بابرکات میں حبیب پاک سید المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ کردار، بلندی اخلاق، حسن سلوک کے جلوے چمکتے تھے۔ انسان میں بڑی چیز اس کی سیرت وکردار ہے تعلیم کا سب سے بڑا نصب العین پاکیزہ سیرت اور نیک کردار انسان بنانا ہے ورنہ کھانا پینا اور افزائش نسل یہ تو جانور بھی کرتے ہیں انسانی طرۂ امتیاز جو تعلیم سے حاصل ہوتا ہے ان کے اعلی کردار پاکیزہ افعال واعمال اور بلند خیالات ہوتے ہیں۔ اخلاقیات میں ہمدردی کا مقام بلند ہے۔

بانی جامعہ نظامیہ الرحمۃ والرضوان میں نہایت ہمدردی ورحم لی پائی جاتی تھی جسکا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شب میں ساری ضروریات سے فارغ ہو جاتے تو خفیہ طور پر مدرسہ نظامیہ تنقیح کی غرض سے نکل جاتے تھے، ایک مرتبہ سرما کے موسم میں آپ لبادہ اوڑھے چلے شب کے بارہ بج چکے تھے مدرسہ کی پھاٹک جو نو بجے مامور ہو جاتی تھی کھٹکھٹائے مولانا سید محمود علیہ الرحمۃ طالب علمی کے علاوہ نگرانی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے فوری پھاٹک کھول کر

آپ علیہ الرحمۃ الرضوان کو اندر لے گئے حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ اولرضوان ہر ایک کمرہ کا معائنہ کرتے جاتے تھے چند طلباء مطالعہ میں منہمک اور بعض اونگتے اور اکثر طالب علم فرش مدرسہ کی شطرنجی یا ٹاٹ اوڑھے سردی کے مارے کروٹیں بدلتے سو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا محمود یہ کیا ہے؟ حضرت محمود صاحبؒ نے کہا حضرت اوڑھنے کے لئے کچھ نہیں ہے مدرسہ کا فرش اوڑھے سو رہے ہیں۔ اس سے متاثر ہی نہیں آبدیدہ ہوکر مولانا مفتی سید محمود صاحبؒ کو لئے آپ علیہ الرحمۃ والرضوان ،نواب معزز یار جنگ بہادر کی دیوڑھی گئے۔ ماں باپ کو چھوڑ۔ گھر سے علحدہ وطن سے دور طالبان علم دین کی حالت بیان کرنے پر نواب صاحب موصوف بھی بہت متاثر ہوئے دوسرے ہی روز لحاف و چادر مدرسہ نظامیہ روانہ کئے۔

اعلحضرت آصفجاہ سابع اپنے شفیق استاد (بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ الرضوان) کیلئے نعمت کے خوان بھجواتے آپ رسید پر وصولی کی دستخط فرما کر جامعہ نظامیہ روانہ کر دیتے تھے خود کو نہیں آئندہ ملک اور قوم وملت کے نونہال خدمت گذاروں کو اس کا مستحق قرار دیتے تھے۔ یہ سب کچھ کر کے نام نمود نہیں بلکہ رضاء الٰہی ڈھونڈتے رہتے تھے۔

مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام 1305ھ یا 1307ھ میں کسی نے آپ سے آکر کہا فلاں صاحب بوجہ فاقہ مٹی گھول کر پیا کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ بے قرار ہوئے فرمائے ''سبحان اللہ کیا لوگ ہیں فاقہ کی تکلیف دفع کرنے مٹی گھول کر پیتے ہیں مگر سوال نہیں کرتے۔ اسی وقت امداد مساکین مدینہ الرسول ﷺ کیلئے انجمن بنائی کثیر رقم چندہ دیا اور احباب سے دلوائے جب تک رہے اسکے بعد بھی انکو بھولے نہیں (۱)۔

اپنے تلمیذ خاص اعلحضرت آصفجاہ سابع سے فرما کر شیخ حمزہ خادم روضۃ النبی ﷺ کو تیس 30 روپئے اور ایسے کئی مستحقین کو ماہانہ وظائف جاری کروائے۔ آپ کی ہمدردی ورحم دلی اپنے ملک اور اہل ملک تک محدود نہیں عالم اسلام کو احاطہ کئے ہوئے تھی۔

فیاضی وفراخدلی:

آپ کی زندگی مبارک رضاء الٰہی وخوشنودی خداوندی میں فراخدلی کے ساتھ فیاضی جیسے پاکیزہ صفات سے آراستہ تھی۔ سلسلہ قادریہ میں منسلک بیعت وحلافت سے سرفراز ہونے والے کیلئے بقول حضرت سیدنا غوث اعظم دستگیر یہ ضروری تھا کہ مستحق غیر مستحق سب کو دے کہ اللہ تعالیٰ بغیر استحقاق کے تجھے بھی اپنے فضل سے زیادہ دے۔

مذکورہ واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو فیاضی اور صلہ رحمی کا مادہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان میں انتہائی وسعت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی آپ ملنے جلنے والے کی حاجت روائی کرتے، بیواؤں یتیموں کی امداد کرتے۔ گھر،مساجد، درگاہوں، کے فقیروں کا سوال رد نہ کرتے، متبرک ایام میں زیادہ خیر وخیرات کرتے طلباء کی خاص طور پر اعانت فرماتے یہاں تک ایک ہاتھ سے دیتے تو دوسرے ہاتھ کو خبر ہونے نہیں دیتے۔ آپ کا دسترخوان وسیع، دل کا دروازہ کشادہ تھا۔ سو پچاس عزیز اقارب غرباء ہمیشہ لگے رہتے۔ سادہ مہانوں کیلئے پر تکلف پکوان کرواتے۔ انکی خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ جاتے وقت ضرورت پر انکی مدد بھی دل کھول کر فرماتے۔ ہر ماہ رمضان المبارک میں کئی سو افراد کیلئے افطار وسحر کا انتظام کرواتے اتنا خرچ کرتے کہ مقروض ہوجاتے تھے اس پر اگر کوئی تواضعاً کہدیتا آپ بہت ثواب کماتے ہیں تو ناراض ہوجاتے۔ آپ کی عادت تھی آمد وخرچ کا حساب ملاحظہ نہیں فرماتے ساری تنخواہ اپنے

باطمینان منشی مولوی عبدالرشید رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تحویل میں کر دیتے ختم ماہ پر ضروران سے پوچھ لیتے تمام روپیہ خرچ ہوجانے کی صورت میں خدا کا شکرادا کرتے ورنہ مابا قی رقم کار خیر میں صرف کروا دیتے۔

ایثار و قربانی: فیاضی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو ایثار و قربانی کہلاتی ہے۔حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی فیاضی حد تمام پر پہونچکر ایثار و قربانی کا مقام حاصل کرچکی تھی۔حضرت کے والد بزرگوار اپنے حین حیات آپ کے نام منصب جاری کروانا چاہتے تھے۔آپ اس وقت باوجود اہل وعیال رکھتے اوران کے لئے مستقل ذاتی معاش نہ ہونے کے سبب یہ منصب برادر خورد مولانا قاضی محمد امیر اللہ فاروقی قبلہ علیہ الرحمہ کے نام کروادی یہی نہیں اس سے زاید یہ ایثار فرمایا بلکہ آبائی قضائت قندہار شریف حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان ہی کو بخش دیا۔آپ اپنی کمائی کا زیادہ تر حصہ جامعہ نظامیہ اوراس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء پر صرف کردیتے۔

اعلحضرت نظام الملک آصفجاہ سابع ہر سال عیدین میں بحیثیت مشفق استاذ جو اشرفیاں نذر دیتے تھے وہ بھی ایثار فرمادیتے۔ یہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ مسرف تھے لیکن اسراف میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔بھلائی ہوتی ہے تو وہ اسراف نہیں کہلاتا **لا خیر فی الاسراف ولا اسراف فی الخیر** ۔آپ کی حیات بابرکات کا سرمایہ تو جامعہ نظامیہ تھا۔اس سے بڑھ کر ایثار و قربانی یہ تھی اپنے متروکہ میں ایک ثلث حصہ طالبان علم دین کیلئے آپ نے وصیت کے ذریعہ مختص فرمادیا۔جس کو مابعد آپ کے ورثاء جامعہ نظامیہ میں داخل کر دیتے۔علاوہ انکے ہزاورں روپئے کا غیر منقولہ کتب خانہ بھی آپ ہی کے وصیت نامہ کے مطابق جامعہ نظامیہ میں ''انوار المعارف'' کے نام سے محفوظ کروادیا اور ساری صلاحیتوں کے ساتھ اپنی زندگی ملک وقوم کیلئے وقف کردی۔اس سے بڑھ کر ایثار و قربانی کیا ہوسکتی تھی اپنے بعد متروکہ میں برابر شریک۔سرمایہ حیات، جامعہ نظامیہ کے نونہالان ملک وقوم کے استفادہ کی خاطر آپ نے وقف فرمادیا تھا۔ایسی عظمت والے عالم جلیل ولی کامل، اللہ پاک کے چہیتے و پیارے بندہ، اس کے شان ورفعت والے حبیب سیدنا محمد ﷺ کے لاڈلے اپنے حبیب ﷺ کے اشارہ پر دکن تشریف لائے روز پنجشنبہ جمادی الاخر 1336ھ میں وصال شریف فرمایا۔اناللہ وانا الیہ راجعون، آپ کا بابرکت گنبد شریف جامعہ نظامیہ کی زینت بن کر چمکتا رہتا ہے اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ وطفیل حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان کو طلبائے کرام، اہل دکن وجمیع اقطاع عالم پر ہمیشہ جاری رکھے آپ کی جامع و عظیم تصانیف سے ملت اسلامیہ اپنے دلوں کو روشن کرتے رہے

وآخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ ,مطلع الانوار، صفحہ ۱۴۱۔مطبوعہ ۱۴۰۵ھ زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

عرفان وعزیمت کا نیر تاباں

از: مولوی حافظ محمد آصف عرفان قادری، منتظم مدرسہ باب العلم انوار محمدی ملحقہ جامعہ نظامیہ

قدرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ جب عالم کی فضائے بسیط پر تاریکی چھاجاتی ہے نور سے پردہ ظلمت چاک ہونے لگتا ہے جب رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے اور ستارے جھلملانے لگتے ہیں تو وہ وقت آتا ہے جب آثار سحر نظر آنے لگتے ہیں بقول علامہ اقبالؒ

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
ہوا نورِ سحر پیدا گیا دورِگراں خوابی

صاحب علم عمل ، صوفی باصفا، تقویٰ وطہارت اور عمدہ خصائل وشمائل میں اسلاف کی یادگار، اکابرین کی پاکیزہ روایات کے محافظ، آسمان علم کے نیّر تاباں، جامع المعقول والمنقول، حامی سنت گوناگوں اوصاف کے حامل، عارف باللہ شیخ الاسلام امام اہلسنت حضرت حافظ محمد انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ (المخاطب بہ فضیلت جنگ) کی ولادت باسعادت ۴؍ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ ضلع ناندیڑ میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد سے ہوئی سات سال کی عمر میں تکمیل حفظ قرآن کریم کی سعادت پائی فارسی اور عربی کی تعلیم کے لئے وقت کے اکابر اساتذہ سے اکتساب کیا۔ آپ کا نسب والد ماجد کی طرف سے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور والدہ محترمہ کی طرف سے سید احمد کبیر رفاعیؒ سے جاملتا ہے آپ کے والد ماجد حضرت ابو محمد شجاع الدین بڑے متقی پرہیز گار متبحر عالم دین اور باکمال بزرگ تھے شیخ الاسلامؒ کی تفسیر حدیث، فقہ، ادب اور معقولات کی تکمیل فرنگی محل لکھنؤ کے جلیل القدر علماء علامہ عبدالحلیمؒ، علامہ عبدالحئیؒ سے ہوئی ۱۲۸۴ھ میں اپنے وقت کے جید عالم دین حضرت مولانا حاجی محمد امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کے ساتھ آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے ۱۲۸۵ھ میں محکمہ مالکذاری میں خلاصہ نویسی کی حیثیت سے مقرر ہوئے ایک مرتبہ سودی کاروبار کی مثل خلاصہ لکھنے کے لئے آپ کے پاس آئی جس کی وجہ سے اسی دن آپ نے اس ملازمت سے سبکدوشی حاصل کرلی ترک ملازمت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا علمی تبحر کے نکتہ رسی کے فیضان نے دور دور تک شہرت کردی چنانچہ دور دراز مقامات سے جوق درجوق تشنگان، علم و عرفان کے اس چشمۂ فیض کے کنارے جمع ہونے لگے تقریباً ہر فن کی کتابیں زیر درس رہیں خصوصاً دن میں درس حدیث، حجۃ اللہ البالغہ، علم فقہ اور شب کو فتوحات مکیہ کا درس دیا کرتے، خیر العلوم علم الفقہ، خالق کونین کا ارشاد ہے، ومن یوتی الحکمۃ فقدأ وتی خیرا کثیرا ۔مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے الحکمۃ ، کی تفسیر علوم فروع یعنی علم فقہ، تصوف سے فرمائی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر فرمایا معلوم ہوا کہ تمام علوم میں جو اہمیت فقہ کو حاصل ہے کسی اور کو نہیں چنانچہ فقہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ، خلاصہ کلام الٰہی اور آقائے دوجہاں ﷺ کی سنت کی روح ہے شریعت کے عمومی مزاج کا ترجمان اور اسلامی زندگی کیلئے خضر طریق ہے اس لئے

حضرت شیخ الاسلامؒ نے پوری توجہ وانہماک اور فقہ کی نکتہ رسی کیساتھ اپنے تلامذہ کو فیضاب فرمایا اور اسی نظریہ پر آپؒ کے قائم کردہ جامعہ نظامیہ کے شیوخ واساتذہ بھی علم فقہ پر اپنی منفرد خدمات میں مصروف ہیں۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے کسی کے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہ گذری ہوگی کہ برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں دینی مدارس کا عظیم کردار ہوگا اوران مدارس دینیہ کے تربیت یافتہ راہ حق کے مسافر صرف ہندوستان یا برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند کریں گے اسی فکر اورعزم کیساتھ حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے اورتوکل کی اساس پر حضرت شیخ الاسلامؒ نے جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی اسے چمنستان فاروقی بھی کہا جاسکتا ہے۔حضرت شیخ الاسلام نے اپنے علمی ذوق، تفکرو تدبر، عزم وحوصلہ ،صبروتحمل، جرأت وجسارت،ہمت و استقامت، دینی بصیرت کے ساتھ حکم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسموم ہواؤں اورمختلف فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس سرزمین کی سیرابی کی، اسے خوب سنوارا اورنکھارا جامعہ نظامیہ نے ایک صدی کے عرصے میں جوکارہائے نمایاں ہمیں دکھلائے ہیں ان پر اس ادارے یا اس کی نہج پر چلنے والے اوراس سے روشنی پانے والے کسی بھی ادارے کے منتسبین جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔جامعہ نظامیہ کا سن تاسیس ۱۲۹۲ھ در اصل عقلیت پسندی کا دور تھا اسلام کے دفاع کے لئے نقل کے ساتھ استمد ادضروری تھا تو آج بھی عقلیت کے بغیر اسلام کا دفاع ممکن نہیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے جامعہ نظامیہ کے قیام کے مقاصد میں یہ بھی ہے کہ اسلام کی تبلیغ واشاعت ، دین کا تحفظ ودفاع اور مسلمانوں میں تعلیم وتربیت کے ذریعے سے خیر القرون اورسلف صالحین جیسے اخلاق واعمال اور جذبات پیدا کرنا اور یہ حقیقت ہے کہ فرزندان مدارس اس مقصد کے پہلے عنصر اسلام کی ترویج و اشاعت ، میں اپنے تن من دھن سے لگے ہوئے ہیں ملک کے گوشے گوشے میں قائم مدارس اسلام کے مضبوط ترین قلعے بن چکے ہیں یقیناً یہ فیضان فاروقیؒ ہے۔دکن کواس بات پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے کہ جس طرح قرون اولیٰ اورقرون وسطی میں عراق اور ماوراء النہر کے علاقے کواشاعت اسلام کا موقع ملا آج وہ خدمت اس خطے سے انجام دیجارہی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کیلئے سیروفی الارض کے تحت علمی دینی اسفار کے لئے بھی خالق کونین نے آپ کوسفر کے اسباب بھی پیدا کردیئے۔ چنانچہ شیخ الاسلامؒ کے والد ماجد کوحضرت شاہ رفیع الدین قندھاریؒ سے خلافت تھی انہوں نے سلوک کی تعلیم تو اپنے والد ہی سے حاصل کی اورذکروشغل میں مصروف رہے بعد فراغ تعلیم انہوں نے چار مرتبہ بلاد اسلامیہ کا سفر کیا پہلی مرتبہ ۱۲۹۴ھ میں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچے اس وقت شیخ المشائخ حضرت شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے ان سے حضرت شیخ الاسلام نے تمام سلسلوں میں تجدید بیعت کی اس موقع پر آپ کی علمی، عملی اورروحانی کیفیات کودیکھ کر حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے حضرت شیخ الاسلام کوخلافت سے سرفراز کیا اور ۱۳۰۱ھ میں حجاز مقدس کا دوسرا سفر اور ۱۳۰۵ھ میں تیسرا سفر کیا اور تین سال تک آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں سکون قلب ونظر حاصل کرنے کے لئے ہر وقت، ہر لحظہ، ہر لمحہ اور ہر آن مدینہ کی گلیوں کی سیر، گنبد خضرا کا نظارہ، روضہ اطہر کو چومنے کی خواہش سرورکونین کے روبرو گلہائے عقیدت پیش کرنے سعادت پائی اور'ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن' ہر تفکر وتدبر اور ایمان کے استحکام کے جذبے نے آپ کا وقت حرم محترم کے اہم کتب خانے میں گذارا چنانچہ آپ کی مایہ ناز تصانیف میں ''انوار احمدی' بھی یہیں لکھی گئی اسی دوران حضرت شیخ الاسلام نے یہاں

کے قدیم کتب خانوں سے تفسیر، حدیث فقہ کی نادرالوجود کتابوں کی نقول حاصل کیں جن میں علی متقی کی کنز العمال' جامع مسانید امام اعظم ، جواہر النقی علی سنن بیہقی اوراحادیث قدسیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مقاصدالاسلام (۱۱ جلدیں)، حقیقۃ الفقہ ،افادۃ الافہام ، کتاب العقل ، الکلام المرفوع ، انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود، علم ادب فقہ وتصوف کے عظیم شاہکار ہیں اور اپنے موضوع پر امت کیلئے ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔ان میں بہت سی کتابوں کا ترجمہ اور کئی مرتبہ طباعت عمل آئی اور آپ کے منتخبہ مضامین کے خاص مواقع پر کروڑوں کی تعداد میں پمفلٹ کی صورت میں اشاعت عمل میں آئی۔

آپ کو فن شاعری میں بھی خاصہ ملکہ حاصل تھا آپ کا فارسی، عربی اور اردو کلام پھولوں کی دل آویز نکہتوں کی طرح فرزندان توحید و غلامان رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشام دل وجان اور ایمان کو معطر کرتا ہے۔سادہ مزاج، نرم خو، خوش خلقی اور خوش گفتاری وسلیقہ مندی آپ کا وصف خاصہ تھا۔تواضع وانکساری قدرت نے خاص طور پر آپ کو ودیعت کیا تھا۔حلم وبردباری آپ کی طبیعت ثانیہ، آپ کی زندگی صدق وصفا سے پُر اور سچائی وفاشعاری کا نمونہ رہی۔آپ کے عظیم کارناموں میں جامعہ نظامیہ کا قیام ہے جہاں سینکڑوں تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھا کر ساری دنیا میں قال اللہ قال الرسول کی صدائیں بلند کئے ہوئے دنیا میں حق کے علمبردار ہیں تر سٹھ سال کی عمر میں اسلام کی ایمان افروز روایات کا امین، محافظ، داعی اور حق آفتاب شریعت وطریقت ، زہد وتقوی، ایثار و اخلاص، ذہانت وبصیرت، عزیمت جرأت واستقامت، حق گوئی وحق رسی جیسے اوصاف عالیہ سے منور علمی ، عملی اور روحانی زندگی کی روشن راہیں صدیوں تک آنے والی نسلوں کی رہنمائی کیلئے چھوڑ کر خالق ارض وسماء سے جاملا انا للہ وانا الیہ راجعون جامعہ نظامیہ کے احاطہ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا گنبد پرانوار آج تک زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔☆☆☆

مقالات طاہر

ہند کی عظیم دینی دانش گاہ جامعہ نظامیہ کے صدر الشیوخ حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضوی قادریؒ کے شاہ کار مقالات کا تازہ مجموعہ ہے۔حضرت علامہ کے حین حیات ان رشحات کو مع حالات ان کے ایک تلمیذ رشید مولوی محمد فصیح الدین نظامی نے بڑے سلیقہ کے ساتھ مرتب کر دیا تھا جو دیدہ زیب گٹ اپ اور معیاری طباعت سے آراستہ ہے۔

اس مجموعہ میں مراتب حق تعالیٰ ، شانِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ، مولوی اور صوفی ،قولِ ثابت، شانِ نبوت، شانِ ولایت ، فرق مابین ذات وصفا، قال اور حال ، عوالم قرآن ، انسان حامل خلافتِ الٰہیہ ، ظاہر وباطن ، حقائق ودقائق ، شان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم وحدت الوجود، سجدۂ تعظیمی اور جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ جیسے اہم ۳۶ موضوعات پر مقالات موجود ہیں ونیز صاحب مقالات کے منظوم عربی کلام دیگر تصنیفات وتالیفات کا تعارف اور انکے زرین افکار واقوال بھی شامل ہیں۔

کتاب کی ابتداء میں اکابر علماء اور اہل قلم کے تاثرات اور ان کی تقریظیں شامل کی گئی ہیں۔

مقالات کے مجموعی عنوانات کے علاوہ جگہ جگہ ذیلی عنوانات کا اضافہ بھی مرتب نے محنت اور جانفشانی سے کیا ہے اور کتاب سے استفادہ کو مزید آسان کر دیا ہے، کتابت کمپیوٹر سے کرائی گئی ہے اور اعلی معیار پر اسے شائع کیا گیا ہے توقع ہے کتاب کی ہر سطح پر پذیرائی ہوگی اور اس سے زندگی کے بہت سے تاریک گوشے منور کئے جاسکیں گے۔طلباء مدارس اور خطباء کے لئے مفید ہوگی اور عام مسلمانوں کو ایمان کی تازگی اور شریعت کی پابندی نصیب ہوگی۔

تبصرہ، مولانا ڈاکٹر سید فہیم اللہ قادری

(روزنامہ سیاست، دوشنبہ ۴ راگست ۲۰۰۳ء حیدرآباد اے. پی)

باب دوم

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

اصلاحی و تجدیدی خدمات

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کی خدمات جلیلہ اور عصر حاضر

از: حضرت پروفیسر نثار احمد فاروقیؒ، شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی

اسلام وہ مذہب ہے جس کی تکمیل اللہ نے کر کے اسے سب انسانوں کے لئے پسند کیا ہے یعنی یہ عالمی مذہب ہے، ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے ہے۔ ایسا ہے تو عالمی سیاق وسباق میں اس کا سابقہ مختلف قوموں کی معاشرت سے، ان کے اسلوب زندگی سے، تاریخی اور جغرافیائی حالات سے بھی ہوگا، اگر اسلامی تاریخ کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو ایسا ہوا بھی ہے پہلے جزیرۂ عرب کے مشرکین سے واسطہ پڑا پھر یہود سے پھر نصاریٰ سے پھر پارسی مذہب سے پھر بدھ مت اور آخر میں ہندوازم سے۔

جب اتنے وسیع دائرے میں اس کا پھیلاؤ ہو اور اتنے مختلف عقائد وافکار سے رابطہ ہو تو فطری اور منطقی طور پر یہ لازمی ہو جاتا ہے کہ اس میں لچک بھی ہو اور جن حالات میں جن لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ہے، ان کے مزاج، مذاق میلان اور ضرورت کا لحاظ رکھا جائے۔ مذہبی ماحول ایسا ہوگا جس کی بعض یا بیشتر باتیں اسلامی اصول وعقائد سے ملتی جلتی ہوں گی، کہیں ایسے مذہب سے سابقہ پڑے گا جس کی کوئی کل سیدھی نہ ہو کہیں تو افق ہوگا تو کہیں تصادم ہوگا۔ ان حالات میں دو باتیں ضروری ہو جاتی ہیں۔

۱) ایک یہ کہ اصول دین کی حفاظت کی جائے ان پر کسی سے کوئی سمجھوتا یا مداہنت کا رویہ ممکن نہیں۔ اسلام میں توحید، رسالت اور آخرت تین بنیادی پتھر ہیں۔ اعمال میں عبادات ارکان دین ہیں۔

۲) دوسرے بہت سے امور جن کا تعلق اسلامی معاشرت سے ہے، یا جن کا تعین فقہاء نے قرآن وسنت کی تشریح وتاویل سے کیا ہے، وہ دین تو ہیں مگر اصول دین میں سے نہیں۔ مثلاً ذبیحہ گاؤ سے اگر کسی دوسری قوم کو جذباتی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر اصرار کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اس طرح کے مسائل کا تصفیہ کرنے کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنا بہتر ہوگا۔ ہم کوئی فیصلہ مغلوب ومقہور ہو کر کریں تو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ایسا فیصلہ اپنی صوابدید سے کر لیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اصول دین کا تحفظ کس طرح ہو؟ یہ عوام کے بس کی بات نہیں، صحیح اور معتدل مزاج رکھنے والے علماء کا کام ہے۔ یہ دین کے لفظ یعنی ظاہر دین کے شارح ہیں۔

عام آدمی تک دین کی صاف ستھری شکل پہنچے یہ ذمہ داری ہمارے علماء وفقہاء کی ہے۔ دینی اعمال واشغال پاکیزہ، شفاف، دلکش اور دلنواز ہوں، یہ منصب ہمارے صوفیہ کا ہے، جو دین کی روح کے ممثل ہیں، اس کی انسان دوستی، دردمندی اور بیکراں محبت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

دین کی تعلیم، تشریح وتفسیر، تحفظ وتبلیغ کے لئے فقہاء اور صوفیہ دونوں ضروری ہیں۔ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ''جوانِ صالح اور فقیہ صوفی'' کبریت احمر کا حکم رکھتے ہیں یعنی

نہایت کمیاب ہیں''۔

ہمارے حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ ایسے ہی ''کبریتِ احمر'' تھے انکی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ جوان صالح بھی تھے اور فقیہ صوفی بھی۔

فقیہ کی نظر رسوم وشعائر پر ہوتی ہے، جب ایک جرم واقع ہوجاتا ہے تب وہ ''دست اندازی پولیس'' کے تحت آتا ہے جسے تعزیرات کی زبان میں (COGNIZABLE) کہا گیا ہے۔

قوت، ارادہ اور فعل تین مرحلے ہیں۔ میرے اندر یہ قوت ہے کہ چوری کرسکتا ہوں، اس پر نہ فقیہ مجھے پکڑ سکتا ہے، نہ پولیس میرا کچھ بگاڑ سکتی ہے، اب میں دوسرے مرحلے میں قدم رکھتا ہوں یعنی چوری کا ارادہ کر کے گھر سے نکلتا ہوں، یہاں بھی فقیہ کا کچھ زور نہیں چلتا، نہ پولیس کے فرشتوں کو میرے ارادے کی خبر ہوتی ہے۔

جب تیسرا مرحلہ سر ہوگیا یعنی میں نے چوری کرلی تو اب دین اور دنیا دونوں کے قوانین جاگ جائیں گے۔

صوفی کی نظر اسرار وخفایا پر ہوتی ہے وہ اپنی نظر کیمیا اثر سے گناہ کی قوت اور عزیمت ہی کو ادھ موا کر دیتا ہے، اس کے زیر تربیت رہ کر منازل سلوک طے کرلیں تو پھر وہ ہوتا ہے کہ ''نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری''۔

صحرائے دلم عشق تو شورستان کرد
تا مہر دگر کسے نروید ہرگز

فقیہ صوفی اندر باہر کی، صورت وسیرت دونوں کی اصلاح، آرائش اور زیبائش کر دیتا ہے۔ یہ سلطنت آصفیہ کی خوش نصیبی تھی کہ آخر صدی میں یہاں حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کا ظہور ہوا جن کی محبوب محترم شخصیت کمالات کا مجموعہ ہے، وہ مفسر ومحدث بھی ہیں، فقیہ اور اصولی بھی، متکلم اور فلسفی بھی ہیں، مصلح و مجدد بھی وہ ادیب وانشا پرداز بھی ہیں، شاعر بھی۔ مورخ اور سیرۃ نگار بھی معلم اور مربی بھی۔ واعظ اور خطیب بھی ہیں، مناظر اور منطقی بھی۔

لَیْــسَ عَـلٰـی الـلّٰــهِ بِـمُسْتَـنْـكِـرٍ
اَنْ یَّـجْـمَـعَ الْـعَـالَـمَ فِـیْ الْـوَاحِـدِ

اللہ نے ان کے ظاہر کو علم وفضل سے آراستہ کیا تھا تو باطن کو نورِ عرفان سے جگمگا دیا تھا ان کا محض نام ہی انوار اللہ نہیں، انوار الٰہی سے ان کا ظاہر بھی روشن ہے باطن بھی منور ہے، وہ نور بھی کیسا کہ اس کی کرنیں آج بھی پھیل رہی ہیں، اقصائے عالم میں اجالا کر رہی ہیں۔ جامعہ نظامیہ منبع انوار ہے، یہاں سے فارغ ہوکر نکلنے والے علماء انوار الٰہی کی شعاعیں ہیں۔ اللہ اس سر چشمۂ انوار کو نظر بد سے بچائے اور یہ جوت یوں ہی چلتی رہے۔

ابھی میں نے عرض کیا تھا کہ دین کو اس کی نتھری شکل میں باقی رکھنا تحفظ کرنا اور عام لوگوں تک پہنچانا علماء وفقہاء کی ذمہ داری ہے۔ اس میں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ علماء کی بھی بہت سی قسمیں ہیں ایک گروہ وہ بھی ہے جسے علمائے سوء کہا گیا ہے۔ اس گروہ نے اکثر حالات میں حکومت وقت سے ساز باز کر کے وقتی فائدے اٹھائے ہیں، جاہ طلبی وہ مرض ہے جس کے لئے کہا گیا ہے آخِـرُ مَـا یَـخْـرُجُ عَنْ رُؤسِ الصِّدِّیْقِیْنَ حُبُّ الْجَاهُ۔

جب صدیقوں کے سر سے یہ دھن سب سے آخر میں نکلتی ہے تو ہمہ شما کس شمار میں ہیں۔ فرقہ ہائے اسلامی پر ''الملل والنحل'' جیسی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں انہیں پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ باطل مذاہب بھی عوام نے نہیں علمائے سوء کی کج روی، کج فہمی، نفسانیت یا نفاق نے پیدا

کئے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا کہ دین میں فساد اگر ہو تو کہاں سے ہوگا؟ انہوں نے بہت مختصر مگر نہایت بلیغ اور جامع جواب دیا تھا ''مِنْ قِبَلِ الْعُلَمَاءِ'' یہ بالکل درست ہے سنت الٰہی یہ ہے کہ ہر چیز میں تعمیر اور تخریب دونوں پہلو رکھے ہیں۔ پھل خوش نما، خوش ذائقہ، خوش بو ہے مگر اس میں سڑنے اور کیڑے پڑنے کی صلاحیت بھی ہے۔ غالبؔ نے کہا تھا۔

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولٰی برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

ہر زمانے میں ایسے علماء پیدا ہوئے ہیں اور آج بھی ہیں، جنہوں نے آیات واحادیث کی غلط تاویلیں کر کے دین میں فساد یا گڑ بڑ گھٹالے کئے ہیں، مگر وہ دین کا کچھ بگاڑ نہیں سکے۔ اسلام کا اساسی دستور قرآن کریم ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے کہ ''اِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ'' ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ جو شئے اللہ کی حفاظت میں ہے وہ بے زلل اور بے خلل رہے گی۔

یہ بات اس لئے عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی دینی حمیت وغیرت کا ضرورت سے زیادہ مظاہرہ کر کے نہایت ہیچ و پوچ، جاہل اور آبرو باختہ لوگوں کو بھی شہرت دے کر ان کی اہمیت میں اضافہ کر دیتے ہیں، اسلام سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں ان کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے۔ اس کی تازہ مثال سلمان رشدی ہے جس کی کتاب ایک مجذوب کی بڑ سے بھی زیادہ مہمل ہے، دوسری مثال بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین ہے جو بنگالی کی تیسرے درجے کی ادیبہ بھی نہیں تھی، ہم نے دونوں کو بانس پر چڑھا دیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم بے غیرت اور بے شرم ہو جائیں، گونگے بہرے بن جائیں لیکن یہ ضرور سوچنا ہوگا کہ اس کے دور رس نتائج کیا ہوں گے اور معاندین اس کا فائدہ کس شکل میں اٹھائیں گے۔

ماضی میں ایک دو نہیں سیکڑوں فتنے اٹھے ہیں، اسلامی دنیا میں ان فتنوں کا ہاتھ سے، زبان سے، قلم سے ہر طرح مقابلہ بھی کیا گیا ہے، مگر گہرا مطالعہ بتاتا ہے کہ جس کی زیادہ مخالفت کی گئی ہے وہ فرقہ جم گیا ہے، جسے نظر انداز کر دیا گیا وہ فنا کے گھاٹ اتر گیا۔

مغل بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں ایک پاکھنڈی پیدا ہوا جو مہمل اصطلاحوں میں کلام کرتا تھا، اپنا نام خفشاں نمود بتاتا تھا اس کے مرید ومعتقد فربود کہے جاتے تھے، اس نے ایک کتاب بھی ایسی ہی مہمل بنالی تھی جسے اقوزۂ مقدسہ کہتا تھا۔ مریدوں کی خاصی تعداد اکٹھا کر لی تھی یہی نہیں خود بادشاہ فرخ سیر اس کے پاس دعا کرانے جاتا تھا، بادشاہ جاتا تھا تو امراء کیوں نہ جاتے۔ ہمارے علماء نے مقامی طور پر اس کے مکر وفریب کا پردہ تو چاک کیا، پھر وہ کہنے لگا کہ میں کوئی نیا مذہب نہیں لایا، دین محمدی کی تائید کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کی تردید میں کتابیں وغیرہ زیادہ نہیں لکھی گئیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سامعین کی اس محفل میں اکثر ایسے ہو سکتے ہیں جنہوں نے خفشاں نمود کا نام پہلی بار سنا ہو۔

انیسویں صدی کے آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی اٹھے۔ اگر تاریخ کے چوکھٹے میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ صلیبی جنگوں کے بعد عیسائی دنیا جہاد کے نام سے ڈرنے لگی تھی، اسلام کا مقابلہ کرنے اور اسے زک پہنچانے کے لئے اس نے تلوار کی جگہ قلم سنبھال لیا تھا۔ ہندوستان میں برطانوی استعمار نے سید احمد شہید کی تحریک کو سر اٹھاتے دیکھا۔ پنجاب میں سکھوں کا راج تھا اور اس پر قبضہ کرنے کی نیت بہت دنوں سے تھی اس لئے کہ پنجاب بہت زرخیز

اور سیاسی اعتبار سے اہم علاقہ تھا۔ انگریز شاطروں نے ایک تیر سے دو شکار کیے، سید احمد شہید اصل میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی نیت سے اٹھے تھے اسی لئے انہوں نے ٹونک کے نواب امیر خاں سے توسل اختیار کیا تھا کہ وہ ایک بہادر جنگ آزما تھا اور سب سے بڑا توپ خانہ بھی اس کے پاس تھا۔ ۱۸۱۶ء میں انگریزوں نے اس کی ریاست کو سند تو دے دی مگر ریاست کے پانچوں اضلاع میں میلوں کا فاصلہ رکھا، امیر خاں سے جو معاہدہ ہوا تھا اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر اس ریاست میں افیون کی کاشت ہو تو کمپنی بہادر اس میں معاون ہوگی اور اس کی پیداوار خرید یگی۔ اس معاہدے کے بعد حضرت سید احمد رائے بریلوی ٹونک سے دل برداشتہ ہو کر دہلی آ گئے یہاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی رہنمائی میں کوئی منصوبہ بنا ہی رہے تھے کہ انگریزوں کے جاسوسوں نے پنجاب میں سکھوں کے مظالم کی داستانیں خوب مبالغے کے ساتھ پہنچانی شروع کیں۔

یہاں تک نوبت پہنچی کہ پہلے سکھوں سے جنگ کا فیصلہ کیا گیا۔ اندھا کیا چاہے، دو آنکھیں۔ یہی انگریزوں کی سب سے بڑی خواہش تھی یہی ان کی سیاست تھی۔ نتیجہ آپ سب جانتے ہیں۔ ۱۸۴۲ء میں انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ انیسویں صدی کی نصف دوم میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ ابتداء میں مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل لکھتے تھے ذہن تو شروع سے صاف نہ تھا، مگر مشق اتنی ہوگئی تھی کہ دو اور دو کو پانچ ثابت کرنے کے لئے ایک ہزار صفحات کالے کر سکتے تھے۔ انگریزوں پر جہاد کا کابوس سوار تھا انھیں ایسے کسی شخص کی ضرورت تھی جو اپنے جھنڈے کے نیچے بھیڑ جمع کرے اور جہاد کی طرف سے مسلمانوں کا رخ موڑ دے۔

غور فرمایئے مرزا صاحب عیسی مسیح موعود ہونے کا دعوی کر رہے ہیں۔ حضرت عیسی یقیناً اس گروہ انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تصدیق کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، مگر عیسائی تو انکی امت ہیں، ان کے پیرو ہیں حضرت عیسٰی ان کے سرخیل ہیں، مگر عیسائیوں نے مرزا صاحب کے دعوے کی تردید کے لئے کبھی محاذ نہیں کھولا۔ ہم سے زیادہ تو انہیں فکر ہونا تھی کہ حضرت عیسٰی قادیان میں کیسے نازل ہوئے؟ اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارے اخبار و آثار میں فتنہ دجال کی جو روایات آتی ہیں ان کے مفہوم کو خبط کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں دجال سے مراد پادری ہیں کوئی ایک پادری نہیں صیغہ جمع میں سارے پادری۔ کسی تیلی نے جاٹ سے کہا تھا جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ اس نے پلٹ کر کہا: تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولھو۔ تیلی نے کہا کہ تک نہیں بھڑی، یعنی قافیہ نہیں ملا، جاٹ نے کہا: تو بوجھوں تو مرا۔ یعنی کھاٹ کے مقابلے میں کولھو کا وزن کئی ہزار گنا زیادہ ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے ایک دجال کو سارے پادریوں میں بانٹ دیا، واحد کو جمع کر دیا، عیسائیت کے روز اول سے جتنے پادری آج تک ہوئے ہیں سب دجال کی ایک چادر میں لپیٹ کر رکھ دئے۔ مگر دیکھیئے پادریوں نے برا نہیں مانا، تردید نہیں کی، مقابلے پر نہیں آئے۔ حالانکہ مسلمانوں سے زیادہ تو ان پر زور پڑ رہی تھی۔

پھر مرزا نے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا۔ ان سے پہلے بھی بہت سے مغوی مہدی بن چکے تھے، مگر: او خویشتن گم است کرا رہبری کند! آخر ظلمات ضلالت میں گم ہو کر رہ گئے ہماری روایات میں ظہور مہدی کا حوالہ ملتا ہے اور اس کے مقصود و مراد میں اختلاف بھی ہے۔ بعض علماء نے نظریہ مہدویت کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ مگر شیعہ فرقے کے لئے تو وہ

آخری امام منتظر ہیں، ان کے عقیدہ امامت کے سلسلے کی مضبوط کڑی ہیں، شیعوں نے مرزا کے مہدی ہونے کا نوٹس ہی نہیں لیا۔ کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو ایک ہو، یا ڈیڑھ ہو، یا پون ہو حالانکہ سب سے زیادہ برافروختہ شیعوں کو ہونا چاہئے تھا کہ یہ مہدی سنیوں میں کیسے جا نکلے!

ہم مسلمانوں کا دینی جوش ایک دم خطرے کے نشان کو چھونے لگتا ہے۔ ہمیں اول تو ان کے وجود سے ہی بے خبر ہو جانا تھا قادیان ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، وہاں کون کب آسمان سے نازل ہوا، ہمیں اس کی اطلاع ہی نہیں دی گئی۔

اگر کوئی عیسٰی ہے تو عیسائیوں سے تصدیق کراؤ ہم بھی مان لیں گے، مہدی ہے تو اس کی شناخت شیعوں سے کرالو ہم بھی جان لیں گے۔ خیر یہ تو برطانوی سامراج کی بچھائی ہوئی بساط تھی اس کا مقابلہ ہمارے علماء نے خوب کیا۔ حضرت حاجی امداداللہ فاروقی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے حرم میں بیٹھ کر ہندوستان کے بدلتے ہوئے سیاسی اور معاشرتی حالات پر نظر رکھی تھی۔ انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم مشنریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مدارس اسلامیہ کے قیام اور عوامی سطح پر انتظام وانصرام کی بھرپور تائید کی۔ حاجی صاحب کی مالی حالت بہت اچھی نہیں تھی، مگر اس کے شواہد موجود ہیں کہ وہ مدارس کے لئے دعا بھی کرتے تھے اور حتی المقدور بعض مدرسوں کو اپنی طرف سے عطیہ بھی بھیجتے تھے۔

ان کی زندگی کے آخری دور میں قادیانی فتنہ بھی سر اٹھانے لگا تھا۔ انہوں نے پنجاب میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت مہر علی شاہ چشتی نظامیؒ کا انتخاب کیا اور دکن میں حضرت مولانا انوار اللہ خاں بہادر فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنی سطح پر نہایت قابل قدر خدمات انجام دیں۔

علماء کی اتنی کوشش وکاوش کے باوجود یہ فتنہ اپنے اثرات چھوڑ گیا۔ پچھلی صدی میں ہندوستانی مسلمانوں میں جو نہایت ممتاز اور محترم شخصیات ہوئی ہیں ان میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد اور شاعر مشرق علامہ اقبال کی امتیازی حیثیت سے کسی کو انکار نہ ہوگا، ان تینوں کے بھائی یعنی ذوالفقار علی گوہر، غلام یسین آہ اور شیخ عطا محمد قادیانی ہوگئے تھے۔ قادیانیت کو بڑھاوا دینے کے لئے برطانوی حکومت ہند نے بعض ریاستوں کو بھی استعمال کیا۔ نواب رام پور نے اپنی خاص نگرانی میں ایک مناظرہ قادیانی اور علمائے اہل سنت کے درمیان کرایا جس کی روداد اس زمانے میں رام پور کے اخبار دبدبہ سکندری میں شائع ہوئی تھی، اس میں اگرچہ قادیانی حریف کو شکست ہوئی، مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ بھلا نواب رام پور کو اس میں اتنی دل چسپی کیوں ہوئی؟

اس مقصد سے سابق ریاست حیدرآباد مرزائیوں کی بڑی جولان گہ بلکہ مضبوط قلعہ بھی بن سکتی تھی۔ مگر اس کی پیش بندی حضور مولانا انوار اللہ خاں بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ نے کردی انہوں نے افادۃ الافہام، مفاتیح الاعلام اور انوار الحق جیسی کتابوں میں نہایت ہی مدلل انداز میں قادیانیت کا رد کیا۔ بعد کو مولانا محمد الیاس برنی نے رد قادیانیت میں اپنی بے مثل کتاب لکھی۔ شمالی ہند کے علماء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد حسن محدث امروی، مولانا انور شاہ کشمیری وغیرہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس فتنے کے لئے میدان تنگ کردیا۔

لیکن مغربی ممالک خصوصا یورپ اور امریکہ میں آج بھی قادیانیت منظم طریقے سے کام کررہی ہے، اسے وہاں کی حکومتوں کی تائید ونصرت بھی حاصل ہے۔ اس کا مقابلہ ہمارے علماء نہیں کررہے

ہیں۔میں یہ سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہا ہوں کہ بعض افراد اور ادارے اپنے موقف پر نظر ثانی، تجدید و تطہیر یعنی تعبیر وتفسیر سے کیوں خوف کھاتے ہیں۔وہ اپنے پروگرام کو''واحد نسخہ'' کیوں سمجھتے ہیں؟ وہ جہاں کام کرتے ہیں وہاں کی مقامی زبان کو اہمیت کیوں نہیں دیتے؟ وہ اپنے نصاب میں طلبہ کو اسلامی تاریخ کے نشیب و فراز سے آگاہ کیوں نہیں کرتے؟

پاکستان کے ایک مشہور کثیر الاشاعت اخبار میں ہفتے میں ایک دن مذہبی مسائل پر سوال وجواب کا کالم ہوتا ہے ایک بار کسی نے مسئلہ پوچھا کہ اسلامی عبادات میں اکثر کا تعین رؤیت ہلال سے ہوتا ہے، اگر چاند میں آبادی ہو جائے اور مسلمان وہاں جائیں تو ان معمولات کے اوقات کا تعین کیسے ہوگا؟ مسائل کا جواب دینے والے مولوی صاحب نے ایسا دندان شکن جواب دیا کہ ان کا منھ موتیوں سے بھر دیا جائے۔ فرمایا: مسلمان کو وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ایک مستشرق کی کتاب اسلام کے بارے میں پڑھ رہا تھا اس میں جگہ جگہ اس کے عناد کی جھلک ملتی ہے۔مگر اس نے کتاب کے دیباچے میں لکھا کہ بعض لوگ یہ کہیں گے میں نے اسلام کا مطالعہ اس زاویے سے کیوں کیا؟ میرا کہنا یہ ہے کہ وہ بھی جس زاویے سے چاہیں عیسائیت کا مطالعہ کرلیں۔

ہر زمانے کے مطالبے جدا ہوتے ہیں اگر ہم اپنے پروگرام کو جانچتے پرکھتے ہیں تو وسائل اور طریق کار میں بھی سہولت پیدا ہوتی ہے۔بعض امراض ایسے تھے کہ طب یونانی کے پاس ان کا علاج نہ تھا یا تھا تو بہت پیچیدہ تھا حمی کی ایک قسم ایسی بھی تھی جس کے لئے لکھا ہے مریض کا سر مونڈ کر اس پر مشک سے پانی بہایا جائے۔آج ایک گولی یا دو گھونٹ شربت سے اس مرض کا علاج ہوسکتا ہے۔

ہم نے معاندین کو کھلی چھوٹ دے دی اور وہ بے خوف تردید اپنے عناد کو شائع کرتے رہے۔ان بڑے مدارس کو مستشرقین کا مقابلہ کرنے والے علماء کو بھی تیار کرنا چاہیئے تھا۔جامعہ نظامیہ کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے فرانس میں بیٹھ کر وہ کام کیا جو کسی بڑے ادارے سے بھی ممکن نہ ہوتا۔

جب مدارس کے نظام اور نصاب میں ترقی اور توسع کی بات سوچی جائے تو رفتہ رفتہ نئے شعبوں کا اضافہ ہوسکتا ہے مثلاً ایک شعبہ ترجمہ قائم کیا جائے جس میں ذی صلاحیت طلبہ کو فراغت کے بعد کسی ایک علاقائی یا مغربی زبان میں ترجمہ کرنے کی تربیت دی جائے۔ایک شعبہ ایسا ہو جو مستشرقین کی کتابوں سے بحث کرے اور ان کا جواب لکھے وغیرہ۔

حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ کا مسلک اعتدال تھا، انہوں نے اختلاف بین المسلمین کو کبھی ہوا نہیں دی، اپنی ساری توجہ تعلیم کی اشاعت، مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح، طلبہ کی کردار سازی، عامۃ المسلمین کی رہنمائی پر مرکوز رکھی۔ وہ انگریزی تہذیب کے مضر اثرات سے بھی باخبر تھے یہ بھی جانتے تھے کہ سماجی انقلاب ڈنڈے کے زور سے نہیں آتا خاموشی سے کام کرتے رہنے سے آتا ہے۔وہ تصوف کی افادیت سے بھی واقف تھے خود ایک مکمل صوفی تھے، معقولی ومنقولی تھے اور تاریخ اسلام پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ان کی قوت استدلال بہت زبردست ہے مطالعہ نہایت وسیع ہے اور ساری خوبیوں کا جوہر ان کا اخلاص ہے اخلاص ہی سب سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے یہ اگر ہو تو پھر کسی وسیلے اور سرمائے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔

جامعہ نظامیہ کو اپنے بانی کی انہیں صفات کو نصب العین بنا کر قدم آگے بڑھانا ہوگا۔جو وقت آرہا ہے اس میں جو فتنے سر اٹھانے والے ہیں ان کی سرکوبی کرنے والے طلبہ کو ابھی سے تیار کرنا ہوگا۔☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کی تجدیدی خدمات

از: حضرت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری، صدر سید الصوفیہ اکیڈمی حیدرآباد

شہرۂ آفاق جامعہ نظامیہ کے بانی ومبانی امام اہلسنت، شیخ الاسلام، عارف باللہ، عاشق رسول اللہ حضرت علامہ محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا صفات کی پر انوار بارگاہ فضیلت پناہ میں اپنا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت، مجھ ناچیز کے حق میں نعمت بالائے نعمت سے کم نہیں کیوں کہ حضرت ممدوح کی تصنیف منیف، انوار احمدی میں نقل کردہ یہ حدیث نبوی کے الفاظ **ذکر الصالحین کفارۃ** کی رو سے یہ مقالہ خود میرے حق میں سامانِ نجات اور مغفرت کا پیش خیمہ ہے تو دوسری نعمت یہ کہ شیخ الاسلامؒ ہی کے ایک تلمیذِ خاص یعنی میرے والد ماجد حضرت سید الصوفیہ مفتی سید شاہ احمد علی صوفی علیہ الرحمۃ کے واسطے اور وسیلہ سے اکتساب فیض علوم کے ناتے مجھکو شیخ الاسلامؒ کے خرمنِ فیوض وبرکات کی خوشہ چینی کا شرف بھی حاصل ہے۔ یوں بھی خالق کائنات کی عظیم ترین نعمتوں میں علماء ربانیین کی مقدس جماعت خود ایک عظیم نعمت الٰہی ہے **وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث** کا ایمانی وایقانی سہارا لے کر اپنے ممدوح شیخ الاسلامؒ کی شخصیت، تجدیدی خدمات اور اصلاحات کو اگر چہ کہ خراج تحسین پیش کرنے کی جرأت تو کر رہا ہوں لیکن حیران ہوں کہ اظہار نیازمندی کے لئے بیان وادب کا سرمایہ کس طرح اکٹھا کروں اور زبان وانشاء کے گوہر آبدار کہاں سے ڈھونڈ لاؤں تا کہ شیخ الاسلامؒ کی عبقری شخصیت کے علمی وقلمی احسانات کا شایان شان حق ادا کیا جا سکے جن کے علم وفضل کا آفتاب ملک ہی میں نہیں بلکہ اقطاعِ عالم میں پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی ضیا پاشی کر رہا ہے۔

اس حقیقت سے کون واقف نہیں اس جہاں رنگ وبو میں انسانیت کی ہدایت کے لئے اللہ عزوجل کی جانب سے انبیاء ومرسلین کے نورانی قافلہ کی آمد آمد کا سلسلہ اس وقت ختم ہو چکا جبکہ سارے پیغمبر کے قافلہ سالار، تمام نبیوں کے میر کارواں اور جملہ رسولوں کے امام بن کر حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے انبیاء آچکے، مرسلین آچکے، مقتدی آچکے اب امام آگیا۔ سورہ احزاب کی آیت

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

باب نبوت کے ہمیشہ کے لئے بند ہوجانے کا واضح حق کی ترجمانی ہے لیکن حضور ختمی مرتبت علیہ التسلیم والتحیۃ نے 14 صدی قبل یہ پیشن گوئی بھی فرمادی کہ قیامت کے قریب مخلوق میں ضلالت وگمراہی، ظلم وستم اور بداعمالی ومعصیت کا بازار گرم ہوجائے گا تو ان کی تبلیغ واصلاح کا جو فریضہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء سرانجام دیں گے۔ اسکی تصدیق ان ارشادات نبوی سے بھی ہوجاتی ہے کہ

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہے یا پھر

العلماء ورثة الانبياء

یعنی علماء علم انبیاء کے وارث ہیں۔

اسی قدرتی نظام کے مطابق شیخ الاسلامؒ حضرت فضیلت جنگؒ بھی ایسے پرآشوب دور میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتے ہیں کہ دکن کے علاقہ میں زرخیزی اور خوشحالی کے سبب مسلمان عموماً یادِ خدا سے غافل، عیش وعشرت میں مبتلا اور الحاد وبے دینی کے پرفریب جال کا شکار ہورہے تھے۔ قادیانیت اور وہابیت کے فتنے اپنا سر اٹھارہے تھے اور ختم نبوت کے شیشہ نازک کو چکنا چور کرنے کی سازشیں ہورہی تھیں۔ علم وفضل کے نام پر صاحبانِ جبہ ودستار کی طرف سے بارگاہِ رسالت میں نت نئی بے ادبیاں اور گستاخیاں ایجاد کی جارہی تھیں۔ عبا وقبا کے فریب لبادہ میں طریقت کے نقلی دعویدار اپنی محفلوں کو طوائفین کے مجروں اور ناچ گانوں سے سجا کر ابلیس کی شاگردی کا حق ادا کررہے تھے۔ شریعت مطہرہ کو ہر شعبہ حیات میں فراموش کر کے اقدار کو پامال کیا جارہا تھا۔ جہالت عام تھی اور علم وفضل مفقود ہوتا جارہا تھا۔ ضلالت اور گمراہی کے ان ہی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ایک مردِ مجاہد نے دکن کی دھرتی پر قدم رکھا اس نے اپنی خداداد علمی فضیلت اور روحانی بصیرت کو کام میں لا کر جہالت کی ساری تاریکیوں کا پردہ چاک کیا اور اسکو اجالے سے بدل دیا۔ اس مردِ مومن نے اپنے علمی انوار اور عملی کردار سے ایسی ان گنت قندیلیں روشن کی ہیں جو اپنی نورانیت سے ایک دنیا کو ہمیشہ تابناک بنائے رکھیں گی۔ یہ ایک زندہ وتابندہ حقیقت ہے کہ شیخ الاسلامؒ کی حق آگاہ، حق پسند اور حق گو شخصیت ایسی کچھ وحیدِ عصر اور فریدِ دہر ثابت ہوئی کہ تیرھویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں صدی کے اوائل میں آپ کے قلمِ رمز شناس سے جب علوم ومعارف کے بے شمار سوتے پھوٹ پڑے تو دنیائے علم کے بڑے بڑے صاحبانِ فضل وکمال نے آپ کو مجمع البحرین تسلیم کرتے ہوئے آپ کے علمی دبدبے کے آگے اپنے سرِ نیاز کو خم کردیا اور لاتعداد طالبانِ حق نے آپ کے سرچشمہ علوم وفنون سے راست نہیں تو بالواسطہ اپنی تشنگی بجھائی۔ شیخ الاسلامؒ کے علمی قلمی احسانات سے دنیائے علم ودانش کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ آپ نے اپنی ساری صلاحیتیں، اپنی پوری توانائیاں، اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ بلکہ ساری متاعِ حیات کو محض اسلام کی سربلندی اور رضائے خدا اور رسول کے حصول کی خاطر وقف کردیا تھا۔

حق تو یہ ہے کہ

شیخ الاسلامؒ اپنی شخصیت اور وجاہت میں کسی فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ شیخ الاسلامؒ دینی تحریک کا نام ہے۔

شیخ الاسلامؒ ظلمتوں میں طلوع ہونے والے اجالے کا نام ہے۔

شیخ الاسلامؒ رحمتِ خدا اور عظمتِ مصطفیٰ کی ترجمانی کا نام ہے۔

شیخ الاسلامؒ علم وفضل کے ایک معدن زرخیز کا نام ہے۔

شیخ الاسلامؒ عشقِ رسول کے پیکر کا نام ہے کیونکہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ایک عقیدہ تھے، ایک مسلک تھے، ایک مشرب تھے، ایک درسگاہ تھے اور ایک خانقاہ تھے۔ انہوں نے فقیری کی چٹائی پر بیٹھ کر دنیائے علم وعرفان میں شہنشاہی کی اور مسلمانوں کے مردہ دلوں میں نئی جان ڈال دی۔

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے علمی وارث کی حیثیت

سے شیخ الاسلامؒ نے اپنی عرفانی بصیرت کے انوار سے دکن یا برِ صغیر ہند کو ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے گوشہ گوشہ کو تاباں و درخشاں کر دیا شیخ الاسلامؒ کی پُر شکوہ شخصیت، علم و فضل اور صلاح و تقوی کا ایک عجیب و غریب مرقع تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے دل کی ہر دھڑکن سے وحدت کے نغمے بلند ہوتے تھے اور جسکی ہر نگاہ انوارِ مدینہ سے جگمگاتی تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کا سینہ عشقِ رسول کا مدینہ تھا اور جسکی ہر ہر ادا سنت نبوی سے عبارت تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کی ایک ایک بات میں صدیق کی شانِ صداقت جلوہ فرما تھی

وہی شیخ الاسلامؒ جس کی منور پیشانی سے فاروقی رعب و جلال ٹپکتا تھا۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے قلب میں عثمان غنی کی سخاوت مچلتی تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کی زبان اسد اللہی جراءت و بے باکی کی سچی ترجمان تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کی شرح حدیث میں امام بخاری و مسلم کے جلوے روشن دکھائی دیتے تھے۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے فتووں میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی علمی ذہانت فقہی فطانت جھلکتی تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے رشد و ہدایت میں غوث الوریٰؒ کی ولایت کی تجلیاں چمکتی تھیں۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کی فقیرانہ شان میں غریب نوازؒ کا انداز استغنا نظر آتا تھا۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے کلام کو پڑھکر علامہ جامیؔ کے جذبِ وارفتگی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے صرف نام کی گونج سے قادیانیت کے ایوانِ باطل میں زلزلہ آ گیا تھا۔

وہی شیخ الاسلامؒ جس کے تصور ہی سے دنیائے وہابیت لرزہ براندام ہو جاتی تھی۔

وہی شیخ الاسلامؒ جو غزالی دوراں بھی تھا،

جو اپنے زمانہ کا رازی بھی تھا، اپنے عصر کا رومی بھی تھا،

اپنے وقت کا ابن عربی بھی تھا وہ معلم اسباق بھی تھا اور مربی اخلاق بھی،

وہ مفتی بھی تھا اور محدث بھی،

وہ مفسر بھی تھا اور مفکر بھی،

وہ مصنف بھی تھا اور مولف بھی،

وہ خطیب بھی تھا اور ادیب بھی،

وہ فصیح بھی تھا اور بلیغ بھی،

وہ فقیہ بھی تھا اور وجیہ بھی اور اسکے ساتھ ساتھ

وہ صوفی باصفا بھی تھا اور عابد شب بیدار بھی،

وہ درسگاہوں کے گیسوئے تابدار کو سنوارنے کا سلیقہ بھی جانتا تھا اور خانقاہوں کے رموز کا آشنا بھی۔

وہ علومِ شریعت کا بحرِ بیکراں بھی تھا اور معرفت کا دانائے راز بھی چنانچہ صاحبانِ فکر و نظر نے عینی مشاہدہ کیا ہے کہ ممدوحِ گرامی شیخ الاسلامؒ جب قرآن مجید کی تفسیر یا احادیث کی شرح بیان کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ کے لب سے حکمتوں کے پھول ہیں کہ جھڑ رہے ہیں اور نکتہ سنجیوں کے جواہرات ہیں کہ لٹائے جا رہے ہیں۔ شیخ الاسلامؒ

کا ایک مخصوص حلقہ تصوف ہوا کرتا تھا، جس میں عرصہ تک میرے والد ماجد حضرت سید الصوفیہ علیہ الرحمۃ الرضوان آپ کی سیدھی جانب بیٹھتے، حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی مشہور ومعروف عربی تصنیف، ''فتوحات مکیہ'' کا متن پڑھتے جاتے اور شیخ الاسلامؒ ایک ایک جملہ میں پنہاں تصوف ومعرفت کے اسرارِ سربستہ واشگاف کرتے جاتے۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا جیسے کہ آپ کا طائرِ عرفان لامکانی بلندیوں پر پرواز کررہا ہے۔ سچ ہے ایسی تاریخ ساز اور عبقری شخصیتیں صدیوں میں کہیں جاکر پیدا ہوتی ہیں جنہیں قدرت نے بیک وقت کئی لازوال خوبیوں اور کمالات سے نوازنے میں بڑی فیاضی سے کام لیا ہو۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی پاکیزہ زندگی کا مختصر جائزہ اس روشن حقیقت کو آشکار کردیتا ہے کہ سعادت مندی اور فیروز بختی ازل ہی سے آپ کے نصیب میں لکھدی گئی تھی۔ بتاریخ ۴ ؍ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام قندھار ضلع ناندیڑ، ایک عالمِ باعمل، متبعِ سنت اور بڑے پایہ کے بزرگ حضرت ابو محمد شجاع الدین صدر قاضی قندھار کے چشم وچراغ بنکر آپ اس خاکدانِ گیتی میں رونق افروز ہوئے جنکا شجرۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ کی والدہ محترمہ جو حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کی اولاد سے تھے، فرماتی ہیں:

''میری شادی کے بعد ایک عرصہ تک
اولاد نہ ہوئی تو شمس الدین عرف یتیم شاہ
نامی ناندیڑ ہی کے ایک مجذوب بزرگ سے
رجوع ہونے پر خوشخبری ملی کے مجھے بہت
جلد ایک لڑکا ہوگا جو بڑا عالم وفاضل ہوگا''۔

علاوہ ازیں جب آثارِ حمل ظاہر ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ سب کچھ پیدا ہونے والے فرزند کے ارجمند و نیک اطوار ہونے اور آگے چلکر ہادی دین اور نقیبِ اسلام بننے کے واضح غیبی اشارے تھے۔ حفظِ قرآن کی بعمر گیارہ سال مکمل کرلینے اور بہت جلد معقولات منقولات اور جملہ علوم وفنون میں دستگاہ حاصل کرلینے کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں حاجی محمد امیر الدین محتسب بنولہ کی صاحبزادی سے ۱۲۸۲ھ میں عقد فرمایا کچھ عرصہ بعد نظام سرکار کے محکمہء مالگزاری میں ''خلاصہ نویسی'' کی خدمات پر مامور ہوئے۔ مگر چونکہ رب العزت نے آپ کو اس ملازمت کیلئے نہیں بلکہ دینی وعلمی خدمات کے لئے پیدا فرمایا تھا آپ کی دینی غیرت وحمیت نے ملازمت سے مستعفی ہوجانے پر مجبور کردیا۔ جسکے بعد آپ نے اپنی ساری توجہ درس وتدریس کی جانب مرکوز فرمادی اور یہی آپ کی دینی وعلمی سرگرمیوں کا نقطہ آغاز ثابت ہوا۔ دینی علوم کی اشاعت کے لئے ایک خالص مذہبی درسگاہ کے قیام کی جو تڑپ اور امنگ آپ کے سینہ میں کروٹیں لے رہی تھی آپ کے چند مخلص وہمدرد رفقاء کے تعاون نے اس خواب کو ایک حقیقت بنادیا اور بتاریخ ۱۹؍ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی گئی جو آپ کی خصوصی توجہ سے دن بدن ترقی کے زینے طئے کرتا چلا گیا اور بہت جلد اپنے اعلیٰ معیار کیلئے دور دور تک مشہور ہوگیا۔ یہی وہ ابتدائی درسگاہ تھی جو پروان چڑھتے ہوئے ایک اقامتی ''جامعہ نظامیہ'' کے نام وصورت میں علوم ومعارف کا ایک روشن مینار بن گیا ہے جو شیخ الاسلامؒ کے تاریخی کئی کارناموں کے منجملہ ایک

جیتی جاگتی یادگاری تصویر ہے جہاں سے اب تک فارغ لاکھوں علماء فضلاء انوار الٰہی چراغ بن کر نکلے اور دنیا کے کونے کونے میں اپنی تابانیاں پھیلائے اور پھیلاتے رہے ہیں اور اپنے اس عظیم مشن کی تکمیل کے دوران حائل ہر مشکل وآزمائش کا بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے جی جان کی بازی لگادی ہے۔

صلیب و دار سہی دشت و کوہسار سہی
جہاں بھی تم نے پکارا ہے جاں نثار چلے

شیخ الاسلامؒ نے جملہ چار بار حج وزیارت نبوی کا شرف حاصل فرمایا۔ پہلے حج کے موقعہ پر شیخِ کامل حضرت حافظ امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے بھی بیعت کر کے منازل سلوک طئے کئے اور بلاطلب تمام سلاسل میں خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔ قبل ازیں خاندانی طور پر یہ نعمت عظمیٰ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے بھی عطا کی جاچکی تھی۔ آخری حج کے موقع پر کوئی تین سال تک آپ نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا وہاں آپ کا زیادہ تر وقت یا تو روضہ نبوی میں گزرتا یا پھر حرم شریف کے کتب خانہ میں بیٹھے مطالعہ میں صرف ہوتا۔ اسی دوران آپ نے کئی نادر ونایاب قلمی کتب کی نقول حاصل کیں جو بعد میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع بھی ہوچکی ہیں۔ آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''انوار احمدی'' اسی زمانہ کی یادگار ہے جو عظمتِ مصطفیٰ وعشقِ رسول کا ایک ایسا بے مثال شہکار ہے کہ اسکے ایک ایک ورق وسطر بلکہ ایک ایک لفظ و حرف سے محبتِ رسول کی ایسی خوشبو مہکتی ہے جو قاری کے مشام جان و ایمان کو معطر ومعنبر کر دیتی ہے۔ مدینۃ الرسول میں قیام ہی کے دوران آپ کو عالم رؤیا میں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کو حکم دیا

''انوار اللہ! حیدرآباد واپس جاؤ اور مدرسہ سے اشاعت علوم ودین کے کام کو دوبارہ جاری کرو''۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں وطن واپس ہوگئے لیکن دیارِ حبیب کی یاد اس قدر ستاتی کہ بظاہر آپ کا جسم تو دکن میں تھا مگر آپ کی روح، گنبد خضرا کی ٹھنڈی چھاؤں میں چلتی پھرتی محسوس ہوتی تھی۔

شیخ الاسلامؒ کے علمی فیضان سے کیا امیر کیا غریب اور کیا راجہ کیا پرجا سب ہی سیراب ہوتے جہاں عامۃ المسلمین جامعہ نظامیہ میں علوم سے آراستہ ہوتے رہے تو وہیں آپ پہلے آصف سادس کے پھر آصف سابع اور ان کے شہزادوں کے عرصہ تک استاد واتالیق رہے اور یہ آپ ہی کی علمی برکت اور فیض نظر کا اثر تھا جس نے سلطان دکن کو سلطان العلوم بنادیا۔ آصفجاہی حکمرانوں کی تین پشتوں پر آپ کے علمی احسانات کے اس منفرد اعزاز کی قدر افزائی یوں ہوئی کہ ''خان بہادر'' اور ''فضیلت جنگ'' کے خطابات سے دربارِ آصفی میں نوازے گئے۔ یہی نہیں بلکہ امورِ مذہبی کی نظامت اور وزارت پھر صدر الصدور اور شیخ الاسلامؒ کے اعلیٰ ترین عہدوں پر بھی فائز کئے گئے۔ اس دوران اپنا پورا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے آپ نے دینی سماجی اور اخلاقی اصلاحات کے کئی کارہائے نمایاں انجام دئے۔ ایک مصلح قوم کی حیثیت سے عامۃ المسلمین کو جہالت، بدعات اور گمراہی وضلالت کے قعرِ مذلت سے نکالا اور بے دینی وبدعقیدگی کی تاریکیوں کو چھاٹ کر، امت مرحومہ کو اسلام کے حقیقی اجالے میں لا کھڑا کیا۔

چنانچہ تمام سرکاری مدارس میں دینیات کی تعلیم کا لزوم، شہر اور دیہاتوں میں واعظین کے خطابات، دینی لٹریچر کی غیر مستطیع مسلمانوں میں مفت تقسیم، پیش امام خطیب، موذن، ملا اور قاضی وغیرہ خدمات

شرعیہ کیلئے مثالی نصاب امتحان کی تدوین اوراس میں کامیابی کے بعد ہی تقررات، مساجداوردرگاہوں کی تعمیر وتحفظ، سجادگان ومتولیان میں اہلیت پیدا کرنیکا دستوراورانکی اولادکی جامعہ میں مفت تعلیم، دارالافتاء کا قیام، شعبہ قضاءت کا نظم، عقدنکاح کا نمونہ سیاہہ کی ترویج، سیاہجات نکاح کے ریکارڈ کا تحفظ اورانکی نقول کی اجرائی کا طریقہ کار، شریعت کے مطابق میت کی تجہیز وتکفین کے لئے تربیت یافتہ غسالوں کا اور مسلخ میں ذبیحہ حلال کرنے مستند ملاؤں کا تقرر، محکمہ صدارت العالیہ، کتب خانہ آصفیہ جواب اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کے نام سے موسوم ہے نیز دائرۃ المعارف عثمانیہ وغیرہ اداروں کا قیام حضرت فضیلت جنگؒ کے تنظیمی اورتجدیدی کارناموں کے وہ شہہ پارے ہیں جن کے پرانوار نقوش، انقلابات زمانے کے باوجودآج تک زندہ، تابندہ اور پائندہ ہی نہیں بلکہ ہرکسی کیلئے ایک قابل تقلیدنمونہ بھی ہیں۔

جہاں تک سماجی اوراخلاقی سدھار کاتعلق ہے مسکرات اورنشہ آوری کا تدارک، اولیاء اللہ کے مزارات پر مینابازار وغیرہ خرافات پر پابندی، ماہ صیام میں روزہ کے وقت علانیہ کھانے پینے پرممانعت اور بطوراحترام ہوٹلوں اورطعام خانوں پر پردے آویزاں کرنے کےلزوم اور ایسے ہی دیگر کئی مستحسن شرعی اقدامات حضرت شیخ الاسلامؒ ہی کی فکرِ صالح کی بدولت عام مسلمانوں کا دینی مزاج بنتا اورنکھرتا گیا نیز احترام شریعت کاشعور بیدار ہوگیا۔

شیخ الاسلامؒ کی گراں بہاتصنیفات نے بھی تجدیدواحیائے دین کے مقصد میں بڑااہم کرداراداکیا ہے۔آپ نے کئی علوم وفنون پراپنے قلمی شاہکارچھوڑے ہیں جوپچاس کے لگ بھگ ہیں جن کے منجملہ چند تصنیفات کا مختصرسا تذکرہ اس موقع پرمناسب معلوم ہوتا ہے۔آپ نے جس کسی علمی وفنی عنوان پر قلم اٹھایا تو ایسے گوہر آبدار بکھیر دئے کہ صاحبان ذوق اور ماہرین فن کی آنکھیں خیرہ ہوکر رہ گئیں۔تفسیر، حدیث یافقہ ہوکہ انکے اصول، عقائد ہوکہ کلام، ادب ہوکہ تاریخ، منطق ہوکہ فلسفہ غرض معقول ہوکہ منقول ہرعلم وفن پرآپ کی کتب اورحواشی ایسے درشہوار بن کرآج بھی جگمگارہے ہیں کہ جن کواہل علم ودانش اپنی آنکھوں اورکلیجے سے لگاتے ہیں۔

ایک گمراہ فرقہ کی جانب سے علم فقہ کوغیرضروری قرار دیتے ہوئے مسلمانوں میں فقہ سے دوری ونفرت پیدا کرنے اورفقہاء کی شان میں اہانت وگستاخی کرنے کی ایک منصوبہ بند سازش سامنے آئی تو بانی جامعہ نظامیہ نے بروقت ''حقیقۃ الفقہ'' کےایک سے دوجلدوں میں فقہ پرجملہ اعتراضات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اورعقلی ونقلی استدلال کے ساتھ مسکت اور دندان شکن جواب دیکر معترضین کو لاجواب کردیا اورسادہ لوح مسلمانوں کودینی گمراہی سے بچادیا۔

مرزاغلام احمد کے قادیانی مذہب کا فتنہ جب سراٹھانے لگا تو شیخ الاسلامؒ نے قادنیت کے ردمیں ''افادۃ الافہام'' جیسی بے نظیر کتاب تصنیف کرکے قادیانی مذہب کا اصلی چہرہ جب بے نقاب کردیا تو اس فتنہ کی خودبخود سرکوبی ہوگئی۔

گیارہ حصوں پر مشتمل مقاصدالاسلام بھی آپ کی وہ عظیم الشان تصنیف ہے جس میں تہذیب وتمدن سےلیکرسیروتاریخ جبروقدر سے جزاء وسزاء تک اور ولایت کی حقیقت سے معجزہ کے اثبات تک مختلف النوع موضوعات پر سیر حاصل معلومات جمع کی گئی ہیں۔آپ کی کتاب ''شمیم الانوار'' کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فن شاعری میں بھی آپ کو یدطولی حاصل تھا۔آپ کے اشعار نعتیہ میں خصوصا جہاں ایمان کی شیرینی و

حلاوت ملتی ہے وہیں عشق و مستی اور جذب و وارفتگی بھی اپنے کمال پر دکھائی دیتی ہے۔ خصوصا (58) بند پر مشتمل آپ کی ایک طویل نظم میں تو عظمتِ رسول اور اختیارات مصطفیٰ کے جو انوار چمکتے اور جگمگاتے ہیں اس کے صرف پڑھنے سے عشق رسول کا ایک سمندر سینہ میں موجزن ہو جاتا ہے کیونکہ اسکا ہر شعر محبت واخلاص کا آئینہ داراور عشق وعقیدت سے لبریز ہے پھر خوبی یہ کہ ہر جا ادب واحترام رسالت کا پاس ولحاظ بدرجہء اتم پایا جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ کا ہر قدم اتباع سنت رسول میں اٹھتا تھا۔ آپ نے رسول کی کئی مردہ سنتوں کو زندہ کر کے خود کو زمرۂ شہیداں میں شامل کرلیا اور زندۂ جاوید بن گئے۔ ۷۲ سال کی عمر میں بتاریخ 29 / جمادی الاولی 1336 ہجری دنیائے فانی سے آپ نے پردہ فرمایا۔

ابرِ رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی نازبر داری کرے

آخر میں انجمن اشاعت العلوم کے ذکرِ جمیل کے بغیر یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا جسکا مقصد اشاعتِ دین کے لئے کتب کو طباعت کے زیور سے آراستہ کرنا تھا اور جسکی تکمیل شیخ الاسلامؒ ہی کے ذاتی صرفہ سے ہوتی تھی۔ ایک عرصہ تک اس انجمن نے شاندار کام کیا ہے لیکن آجکل کے دور پرفتن میں جبکہ آپ کی تصنیفات کی پہلے سے زیادہ ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ اربابِ انجمن وجامعہ سے دور حاضر کے تقاضے پرزور مطالعہ کرتے ہیں کہ اس انجمن میں نئی روح پھونک کر اسے پھر سے متحرک، فعال اور سرگرم ادارہ بنایا جائے تاکہ شیخ الاسلامؒ کے سارے علمی شہ پارے زیور طبع سے آراستہ ہو کر عرب وعجم کی لائبریریوں تک پہنچ سکیں اور جس کے مطالعہ سے اہل دانش وبینش کو شیخ الاسلامؒ کی قدر آور علمی شخصیت، انفرادیت اور عبقریت کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

گفتگو مختصر! شیخ الاسلامؒ کا وجود ملت کی زندگی کے تمام نشیب و فراز میں ایک مخلص نقیب، ایک مصلح قوم، ایک معمارِ ملت اور ایک مجددِ دین بنکر احساس وجدان پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ کے علم وفضل کی آفاقیت، آپ کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں کی ہمہ گیری نے نہ صرف اپنی سطوت کا لوہا منوالیا بلکہ ایسے گہرے، انمٹ اور روشن نقوش چھوڑے ہیں جو کبھی مٹ نہیں سکتے۔ بلکہ رہتی دنیا تک جگمگاتے رہیں گے۔ لہذا بے ساختہ ہماری زبان پر آپ کیلئے دعا وتشکر کے یہ کلمات خود جاری ہو جاتے ہیں۔

شیخ الاسلامؒ کے تاریخ ساز ہر کام کو ہمارا سلام، انوار اللہ فاروقی کے ساتھ چمکتے انوار کو ہمارا سلام۔ فضیلت جنگ کی ہر فضیلت کو ہمارا سلام۔ امامِ اہل سنت کی سنیت و امامت کو ہمارا سلام۔ آپ کی مثالی وجاہت کو ہمارا سلام۔ اور آپ کی پاکیزہ روحانیت کو ہمارا سلام۔ ''خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را''

بڑا ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے
جمال یار کی زیبائیاں بیاں نہ ہویں

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخ ساز کارنامے

از: پروفیسر اکبر الدین صدیقی، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد

آپ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں بمقام ناندیڑ پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا کے والد بزرگوار مولانا ابومحمد شجاع الدین قندہاریؒ نے دی مولانا سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندہاریؒ کے یہاں قرآن شریف شروع کیا۔ سات سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن مجید کے لئے حافظ امجد علی صاحب نابینا کے تفویض کیا گیا۔ آپ نے چار سال میں کلام مجید حفظ کیا۔ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلیؒ، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلیؒ، مولوی فیاض الدین اورنگ آبادیؒ سے فقہ کی تکمیل کی۔ شیخ عبداللہ یمنیؒ جو اس زمانے میں آپ کو تفسیر و حدیث کے درس دیتے تھے۔ آپ کے ذوق علم کی تشنگی دیکھ کر آپ کے استاد بھی انگشت بدنداں تھے۔ اور اپنے ذکی شاگرد کا اپنی تصنیفوں میں مختلف مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے سلوک کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ اور تمام سلسلوں میں بیعت کی۔

ازدواج وملازمت وغیرہ:

۱۲۸۲ء میں حاجی امیر الدین محتسبؔ بنولہ کی صاحبزادی آپ سے منسوب ہوئیں ۱۲۸۵ء میں محکمہ مالگذاری میں خلاصہ نویسی کی خدمت پر مامور ہوئے لیکن اس ملازمت سے محض اس وجہ سے سبکدوشی حاصل کرلی کہ اس میں سودی لین دین کی مثل کا خلاصہ لکھنا پڑتا تھا۔ آپ کی تعلیم کی شہرت نے اتنی ترقی پائی کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد اسلامیہ سے شائقین علم اپنی تشنگی علم بجھانے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

۱۲۹۴ء میں آپ نے حج کا ارادہ فرمایا مکہ معظّمہ پہنچ کر شیخ الوقت فانی فی اللہ باقی باللہ حاجی امداد اللہ احمدؒ سے تمام سلسلوں میں مکرر بیعت کی اور سلوک کے منازل کی تکمیل کی۔ آپ کے ذوق علم اور اعلیٰ قابلیت کی بناء پر آپ کے پیرومرشد نے بلاطلب خلعت مرحمت فرمایا۔

مولانا بحیثیت استاد مغفرت مکان:

۱۲۹۵ء میں محمد زماں خاںؒ نے جو اعلحضرت غفران مکان کے استاد تھے درجہ شہادت پایا اور ان کے بجائے ان کے بھائی مولوی مسیح الزماں خاں تعلیم کے لئے مقرر ہوئے لیکن آپ کو دیگر امور سلطنت بھی انجام دینے پڑتے تھے۔ اس لئے مولانا انوار اللہ کا اس خدمت پر انتخاب کیا۔ اور نواب سرسالار جنگ سے رائے لیکر دربار سے منظوری بھی حاصل کی لیکن اس کی اطلاع مولانا کو اس وقت تک نہ ہوئی جب تک فرمان شرف صدور نہ لایا۔ فرمان دیکھ کر مولانا نے کہا:

’’قومی خدمت بادشاہوں کی خدمت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ پس اس کو قبول نہیں کرسکتا‘‘۔

لیکن مولانا مسیح الزماں نے آپ کو سمجھا دیا میں نے پہلے پہل تمام مراحل طے کر کے منظوری حاصل کی ہے۔ اگر آپ انکار کرینگے تو مجھے خفیف ہونا پڑیگا۔ مولانا نے بعد میں اس کو منظور کرلیا۔ اس سلسلے میں آپ کو چارسو روپیہ ماہانہ خزانہ صرف خاص سے تاحیات ملتے رہے۔

۱۳۰۱ء میں دربار جشن تخت نشینی میں آپ کو خطاب ''خان بہادر'' اور ایک ہزاری منصب عطا ہوا۔

۱۳۰۱ء میں حجاز کا دوسرا سفر کیا۔ ۲۶/رمضان المبارک ۱۳۰۴ء میں مولانا کی اہلیہ نے حیدرآباد میں انتقال کیا۔ ۱۳۰۵ء میں حجاز کا تیسرا سفر کیا۔ اور اس سفر میں مصر ہوتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور یہاں تین سال تک اقامت اختیار کی۔ یہاں آپ کا تقریبا تمام وقت حرم محترم اور کتب خانہ میں گذرتا۔ آپ کی تصنیف ''انوار احمدی'' اسی زمانہ میں لکھی گئی ہے۔ اس تین سال کے عرصہ میں مولانا نے کتب خانہ شیخ الاسلام اور کتب خانہ محمودیہ سے نادر نسخوں کے نقل کرانے میں ہزاروں روپیہ صرف کیا جن میں سے حسب ذیل مشہور ہیں:

۱۔ کنز العمال۔ (حدیث کی کتاب ۸ جلدوں میں)

۲۔ جامع مسانید امام اعظمؒ۔

۳۔ جواہر نقی علی سنن بیہقی۔

۴۔ احادیث قدسیہ۔

۱۳۰۷ھ میں آپ کی ہمشیرہ اور فرزند نے وہیں انتقال کیا ہمراہیوں نے بلدہ چلنے پر مجبور کیا۔ اس لئے آپ ۱۳۰۸ھ میں مراجعت فرمائے بلدہ ہوئے۔ آپ کی واپسی پر اعلحضرت غفران مکان نے آپ کو اعلی حضرت نواب میر عثمان علیخاں آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ، کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا۔ اور یہ سلسلہ تخت نشینی ۱۳۲۹ھ تک جاری رہا۔ ۱۳۱۴ھ میں آپ پھر مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف اندوز ہونے کے لئے معہ احباب کھڑے ہوئے۔ بغداد شریف نجف اشرف وغیرہ ہوتے ہوئے ہندوستان کے بھی بزرگان دین کی زیارت حاصل کی۔ ۱۳۲۱ء میں بحسب فرمان عطوفت نشان آپ ناظم امور مذہبی وصدر الصدور صوبہ جات دکن مقرر ہوئے۔ اور جب نواب مظفر جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی نے ۱۳۲۳ف رحلت کی تو جہاں پناہ نے اس عہدۂ جلیلہ پر آپ ہی کو ترقی دی۔ ۱۳۳۲ھ میں پرنس والا شان نواب اعظم جاہ بہادر پرنس آف برار اور والا شان نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ اور ۱۳۳۵ھ تک اس خدمت کو انجام دیا۔ اور علالت کے سبب اس خدمت سے دستبرداری حاصل کی۔ اسی سال آپ کو ''نواب فضیلت جنگ بہادر'' کا خطاب سرفراز ہوا۔ ۱۳۳۵ھ کے طاعون میں آپ اعلحضرت قدر قدرت کے ہمراہ ورنگل تشریف لے گئے تھے۔ اور ۱۲/ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کے جلسہ میلاد النبی منعقدہ مکہ مسجد میں شرکت کے لئے اجازت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور جشن میلاد النبی کے بعد پھر ورنگل واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کی کمر میں درد شروع ہوگیا۔ ورنگل پہنچنے کے بعد جب فرمان ایک مسجد کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حرکت سے درد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس لئے اجازت لے کر حیدرآباد آگئے اور تین ماہ مختلف امراض میں علیل رہے۔ اوائل ۱۳۳۶ھ میں مرض سرطان میں مبتلا ہوگئے۔ اور آخر پنجشنبہ کے دن جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ کا ہلال افق مشرق پر نمودار ہوا اور یہ آفتاب علم وعمل غروب ہوگیا۔

بعد نماز جمعہ مکہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کی گئی مولانا نے اپنی زندگی میں اپنا تن من دھن مدرسہ نظامیہ کے لئے وقف کردیا تھا اور وہیں دفن بھی کرنے کی وصیت کی تھی۔ لہذا حسب ارشاد تعمیل کی گئی۔

مولانا نے مدرسہ نظامیہ کو بے حد ترقی دی۔ پہلے معلم پھر صدر بنکر اس کو جس معیار پر لاکھڑا کیا اس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا دیا جاسکتا ہے کہ بلاد اسلامیہ کے طلبہ کا ہندوستان بھر میں صرف یہی ایک ملجاو ماویٰ تھا۔ مولانا کا دوسرا عظیم الشان کارنامہ ''دائرۃ المعارف النظامیہ'' ہے۔ ۱۳۰۸ھ میں جب مولانا مدینہ طیبہ سے واپس ہوئے اور

اپنے ساتھ علم کے وہ گنجینے ہزاروں روپیہ کے صرفہ سے نقل کروایا تھا لے آئے تو انہیں زمانہ کی دست برد سے بچانے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اخراجات کی مجبوری نے عرصہ تک مولانا کو پریشان رکھا لیکن مولانا کے ارشاد پر ملا محمد عبدالقیوم سابق کمشنر اول تعلقدار نے دائرۃ المعارف قائم کردیا تا کہ مولانا کے ارادہ کی تکمیل باحسن الوجوہ انجام پاسکے۔ اسکے قیام کے کچھ دنوں بعد سرکار سے پانچ سو روپیہ ماہوار کی منظوری ہوئی اور کنز العمال دائرۃ المعارف کی سب سے پہلی شائع کردہ کتاب ہے جس کو مولانا نے مکہ معظمہ میں نقل کروایا تھا ۱۳۰۸ھ حیدرآباد کی تاریخ میں یادرہے گا کہ مولانا کی تحریک اور ملا محمد عبدالقیوم اور عماد الملک کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان کے مشہور ''کتب خانہ آصفیہ'' کا قیام عمل میں آیا۔

مولانا نے اپنی صدارت امور مذہبی کے زمانہ میں اور اس سے پہلے جو اسلامی خدمات انجام دیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مولانا نے اشاعت تعلیم دینی کی غرض سے کئی مدارس مختلف مقامات پر قائم کروائے۔ اور انہیں سرکاری امداد دلوائی۔ ریاست ابدمدت سے باہر جن مدارس کو امداد ملی حسب ذیل ہیں:

(۱) مدرسہء معینہ عثمانیہ اجمیر شریف ایک ہزار روپیہ سالانہ۔ (۲) مدرسہ دیوبند چھ سو روپیہ ماہانہ۔ (۳) مدرسہ کوٹھاپور دوسو روپیہ ماہانہ۔ (۴) مدرسہ بدایون ایک سو پچیس روپیہ ماہانہ۔ (۵) مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سو روپے ماہانہ۔ (۶) مدرسہ فتح پور دہلی پچاس روپیہ ماہانہ۔ (۷) مدرسہ میواڑ اودے پور ایک سو پچیس روپیہ ماہانہ۔

اس کے علاوہ عبداللطیف خاں صاحب بھوپالی نے مختلف صنعتوں سے قرآن مجید کی کتابت کروائی تھی اور طبع کرانا چاہتے تھے۔ مولانا نے ان خوبیوں کو دیکھ کر پچاس روپیہ ماہوار تاحیات وظیفہ اور تین ہزار کلدار طباعت کے لئے اخراجات دلائے۔ حکیم یعقوب خاں صاحب نے کلام مجید مرہٹی میں ترجمہ کیا۔ اس کے صلہ میں پچاس روپیہ تاحیات اور پندرہ ہزار روپیہ طباعت کے لئے دلادیئے۔

تفسیر روح الایمان کی طباعت کے لئے مولوی فتح الدین پنجابی کو دو ہزار روپے کلدار دلائے۔ مسجد آسٹریلیا کی تعمیر کے لئے چالیس ہزار اور بصرہ کی مسجد کے لئے بھی گرانقدر رقم دلوادی۔ یہ سب کچھ اسلام کے لئے تھا لیکن مولانا نے اپنے عزیز واقارب کے لئے کچھ نہ کیا۔ حیدرآباد کے لئے انہوں نے بہت کچھ کیا۔ محکمہ صدارت عالیہ کی مستقل و منظّم شکل آپ ہی کی مرہون منت ہے۔ دیہات میں پھرنے اور جاہل مسلمانوں کو ان کے فرائض یاد دلانے کے لئے واعظین مقرر کئے گئے۔ قاضیوں کو دورہ کر کے مسلمانوں کو ''مسلمان'' بنانے کے لئے احکام نافذ کئے جس سے خود قاضیوں کی اصلاح ہوئی۔ اور دیہات کی حالت درست ہونے لگی۔ یہ طریقہ اب تک بھی جاری ہے۔ اہل خدمات شرعیہ اب تک وراثتاً چلے آتے تھے اور ان میں اپنی خدمتوں کو ادا کرنے کی قابلیت نہ ہوتی تھی۔ مولانا نے اس طریقہ کو مسدود کر کے ان کے لئے امتحانات مقرر کروائے اور صرف انہیں کو اس خدمت کا اہل سمجھا گیا جو امتحان اہل خدمات شرعیہ کامیاب ہوں۔ مدرسہ نظامیہ میں غریب اہل خدمات شرعیہ کے لڑکوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا جہاں انہیں اب تک بھی کھانے رہنے اور پڑھنے کے لئے غذا کمرے اور کتابیں دی جاتی ہیں نہ صرف یہ بلکہ لباس بھی۔

طوائفین سر بازار رہ کر تہذیب وتمدن اخلاق وعادات پر بہت برا تاثر ڈالتی تھیں۔ آپ نے ان کو بازاروں سے برخواست کردیا۔ ناپ تول کے پیمانوں کی تصحیح عمل میں آئی۔ عرس وغیرہ میں مینا بازار منعقد ہوتے تھے۔ انہیں بھی بند کروایا۔ غرض مولانا کی اصلاحات ان گنت ہیں۔ اور ان کا ذکر کرنے کے لئے ایک علحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔

مولانا بحیثیت ادیب:

مولانا کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کی عدیم الفرصتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔لیکن اس پر بھی مولانا اپنے وقت کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔آپ نے جتنی کتابیں اس زمانہ میں لکھیں ان سے حیدرآباد کی ادبیات میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔تمام کتابیں مذہبی ہیں لیکن ان کے موضوع مختلف ہیں۔حدیث، فقہ اور سیرت پر متعدد کتابیں تصنیف کیں اور ایک رسالہ ''مقاصد الاسلام'' جاری کیا۔جو بلاتعین وقت شائع ہوتا تھا۔

بعض مذاہب کے علم برداروں نے اسلام اور حنفی فقہ پر اعتراضات کئے تھے۔جن کے جوابات مولانا نے ان ضخیم کتابوں کی صورت میں شائع کئے ہیں۔چنانچہ ''افادۃ الافہام'' مرزا غلام احمد قادیانی کے جواب میں لکھی گئی۔اور مرزا صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔

''حقیقت الفقہ'' یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔فرقہ اہل حدیث کے عقائد کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ابتداء میں مولانا نے فقہ کی تاریخ بتلائی اور اس کی تدوین میں فقہا نے جو زحمتیں برداشت کی ہیں ان کو گنایا ہے جس سے فقہ پر عاید ہونے والے الزامات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

''الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع'' اس میں جمع احادیث واہمیت راوی، وحقیقت محدثین وفقہاء واسناد وغیرہ سے بحث فرمائی ہے۔

''خدا کی قدرت'' یہ ایک مختصر منظوم رسالہ ہے جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ انبیائے کرام اور اولیاء عظام سے استمداد کی جاسکتی ہے۔

رسالہ ''خلق افعال'' اس میں حق تعالیٰ کا خالق افعال ہونا ثابت کیا گیا ہے اور فرقہ معتزلہ اور قدریہ کے اعتراضات کے جوابات فلسفیانہ طرز میں دئے گئے ہیں۔ان کے علاوہ حسب ذیل کتابیں بھی لکھیں۔

(۱) رسالہ ''انوار اللہ الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود''۔(۲) رسالہ انوار اللہ (حج)۔(۳) رسالہ چہل حدیث۔(۴) رسالہ بشری الکرام (میلاد شریف کو محققانہ حیثیت سے ثابت کیا ہے)۔(۵) کتاب التوحید (نفس توحید کے مسائل کو واضح کیا گیا ہے)۔(۶) کتاب العقل (اس کتاب میں یہ بتلایا گیا کہ انسانی عقل خواہ اس کا معیار کتنا ہی بلند ہو غلطی کی ضرور مرتکب ہوتی ہے۔(۷) انوار احمدی (یہ قیام مدینہ منورہ کے زمانہ میں لکھی گئی ہے۔مولانا کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے اس پر ایک تقریظ بھی لکھی ہے)۔

مولانا بحیثیت شاعر:

مولانا کہنہ مشق شاعر نہ تھے لیکن جذبات کے اظہار کا (جو تصوف میں ڈوبا ہوا ہو) بہترین ذریعہ اشعار ہیں اور اسی بناء پر وہ مجبوراً شعر کہتے تھے۔آپ کا کلام ''شمیم الانوار'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔لیکن ان میں اشعار کی تعداد بہت کم ہے۔زیادہ اشعار جن میں غزلیں وغیرہ شامل ہیں۔فارسی میں مولانا نے عرفیؔ کے قصیدہ حمد کی طرز میں خود بھی ایک حمد اسی بحر و وزن میں لکھی ہے۔جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

اے ہوایت طرح رنگِ کن فکاں انداختہ
طبع عشق اندر ہیولائے جہاں انداختہ
در سرشتِ مہوشاں سرمدی اندر ازل
رنگ نیرنگِ تجدد از زماں انداختہ
اے کہ عشقت شد فروکش ہر کجا کاندر وجود
عقل رابیرونِ سرحد موکشاں انداختہ
بردرِ گنجینہء اسرار و خلوت گاہِ خویش
قفلِ وسواس از خیال ایں وآں انداختہ

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کی سماجی، معاشرتی اصلاحی خدمات

بقلم: پروفیسر ڈاکٹر سید عطاء اللہ الحسینی قادری الملتانی، سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ، جامعہ ملیہ گورنمنٹ کالج۔ کراچی

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ کے احسانات بالعموم مسلمانان ہند اور بالخصوص مسلمانان دکن پر بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے دنیا میں ایسے وقت آنکھ کھولی جب پورا دکن لہو ولعب، کھیل تماشوں، عیش وعشرت اور جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ قطب شاہی عادل شاہی اور برید شاہی سلطنتوں کے وراثت میں چھوڑے ہوئے تعیّشات کو سلطنت آصفیہ کے جاگیر دارانہ نظام میں پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ ان تعیّشات نے پورے دکن کو علمی اور اخلاقی طور پر بھسم کر کے رکھ دیا تھا۔ البتہ خانقاہی نظام کے تحت صوفیہ کرام کی جلائی ہوئی شمعیں کہیں کہیں ضرور روشن تھیں لیکن بزرگوں کی ان خانقاہوں میں بھی ان کے نااہل جانشینوں کی وجہ سے بہت سی بداعمالیاں گھس گئی تھیں۔

دکن کو جہالت کے اس غار سے نکالنے اور معاشرے کی اصلاح کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے لیے مقدر کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے شاگرد بادشاہ وقت کا ذہن علم دوستی، علم پروری اور اصلاحات کی طرف موڑ کر بڑے علمی اور اصلاحی کام کیے۔ جس کی وجہ سے ریاست حیدر آباد کو پورے برصغیر میں ایک نمایاں مقام حاصل ہو گیا۔ میر عثمان علی خاں آصف جاہ ہفتم کے عہد میں جتنے علمی، اصلاحی تعمیری کام ہوئے ان سب میں بالواسطہ حضرت شیخ الاسلام کا ہاتھ ضرور شامل رہا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی اولاد میں ۳۹ ویں پشت میں تھے۔ آپ کے جداعلیٰ شہاب الدین علی تھی جن کا لقب فرخ شاہ کابلی تھا اور کابل کے رؤساے شہر میں سے تھے۔ (حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ ان ہی کی اولاد میں ہوئے ہیں) اورنگ زیب عالمگیر نے جب دکن کو فتح کیا تو انہیں قندھار (دکن) میں قاضی یعنی ناظم عدالت کے تقرر کی ضرورت پیش آئی۔ نگاہ انتخاب علامہ قاضی تاج الدین پر جا ٹھہری جو شیخ الاسلام کے چھٹی پشت میں دادا ہوتے تھے چنانچہ اس تقریب سے علامہ قاضی تاج الدین دکن میں جا بسے پھر قضاءت کا یہ منصب شیخ الاسلام کے خاندان میں گویا موروثی بن گیا۔

حضرت شیخ الاسلام ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ ہجری کو ضلع ناندیڑ میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ اور حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا قاضی شجاع الدین قندھاری سے پائی اور علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مولانا عبد الحلیم فرنگی محلیؒ، مولانا عبد الحی فرنگی محلیؒ اور مولانا فیاض الدین اورنگ آبادیؒ کے آگے زانوے تلمذ طے کیا۔ نیز تفسیر اور حدیث کا درس آپ نے شیخ عبد اللہ یمنیؒ سے بھی لیا۔

شیخ الاسلام اپنی شادی کے تین سال بعد محکمہ مال گزاری میں سرکاری ملازم ہو گئے۔ ڈیڑھ سال بعد آپ کے پاس قرض کے معاملے

کی ایک ایسی فائل آئی جس میں سود بھی شامل تھا، آپ نے وہ کاغذ لکھنے کے بجائے استعفاء لکھ کر پیش کر دیا۔ افسر اعلی نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ حضور ﷺ نے سودی کاغذ لکھنے والے پر لعنت بھیجی ہے لہذا یہ ملازمت کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔ افسر نے کہا کہ آئندہ آپ کے پاس ایسی کوئی فائل نہیں بھیجی جائے گی۔ استعفاء واپس لے لیجے لیکن آپ نے بڑی دیانت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے پیش کش مسترد فرمادی کہ ملازم کی حیثیت سے تعمیل حکم میرا فرض ہے انکار میرے لیے جائز نہیں۔ آپ کی دی ہوئی یہ رعایت عارضی ہوگی۔ ممکن ہے آپ کے بعد آنے والا افسر مجھے یہ رعایت نہ دے۔ دیانت داری اور تقویٰ کی یہ عظیم الشان مثال ہے۔ استعفاء کے بعد آپ کو معاشی تنگی کا پھر وہی سامنا کرنا پڑا جس سے آپ ملازمت سے پہلے دو چار تھے۔ اہل دنیا نے آپ کو ترک ملازمت پر ملامت کی مگر آپ کے پیش نظر اللہ تعالی کا وعدہ تھا۔ ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله کل شیء قدرا۔

(ترجمہ) اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ اپنا کام (بہر حال) پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر شئے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ ۶۵/۲-۳)

ترک ملازمت کے بعد آپ بڑے صبر وتحمل کے ساتھ درس وتدریس میں لگ گئے اور بہت جلد آپ کے حلقہ درس اور علمی تبحر کی شہرت عام ہوگئی۔ اسی زمانے میں مولانا مسیح الزماں (برادر حضرت زماں خاں شہیدؒ) آصف جاہ ششم نواب میر محبوب علی خاں مرحوم کی تعلیم کے لیے مقرر کئے گئے لیکن ان کے پاس دیگر امور سلطنت بھی تھے اس لیے انہوں نے بادشاہ وقت کی دینی تعلیم کے لیے اپنی جگہ حضرت شیخ الاسلام کا انتخاب کیا اور اپنے طور پر ہی ایوان بادشاہی میں شیخ الاسلام کا نام تجویز کر دیا جو آصف جاہ ششم نے سالار جنگ سے مشورہ کے بعد منظور کر لیا۔ مولانا مسیح الزماں پروانہ تقرری لے کر جب شیخ الاسلام سے ملے تو انہوں نے یہ کہہ کر یہ پیشکش مسترد کر دی کہ ملت اسلامیہ کی خدمت بادشاہوں کی خدمت سے زیادہ بہتر ہے لیکن مولانا مسیح الزماں نے بے حد اصرار کیا اور کہا کہ آپ یہ پیش کش قبول نہ کریں گے تو مجھے سبکی اٹھانی پڑے گی۔ تب شیخ الاسلام نے ان کی خاطر داری میں بادل ناخواستہ قبول کر لی۔ پھر یہ سلسلہ اس قدر طویل ہوا کہ زندگی بھر جاری رہا۔ آصف جاہ ششم کے بعد آصف جاہ ہفتم نواب میر عثمان علی خاں مرحوم پھر ان کے بعد دونوں شہزادے اعظم جاہ اور معظم جاہ نے آپ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔

اگرچہ شیخ الاسلام ۱۲۹۴ ہجری اور ۱۳۰۱ ہجری میں دو حج کر چکے تھے لیکن ۱۳۰۵ ہجری میں آپ نے ترک وطن کر کے مدینہ منورہ ہجرت کی تیسرا حج کیا اور جوار رسول ﷺ میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں آپ نے قیام مدینہ کے دوران ایک گراں قدر کتاب ''انوار احمدی'' تصنیف کی اور وہاں کے کتب خانوے سے بھر پور استفادہ کیا اور ایک بڑی رقم خرچ کر کے بعض نادر ونایاب کتابوں کی نقلیں تیار کرائیں چنانچہ ان نوادرات میں حدیث کی چار اہم کتابیں قابل ذکر ہیں۔

(۱) کنز العمال (۸) جلدیں

(۲) الجوہر النقی علی سنن البیہقی

(۳) الاحادیث القدسیہ

(۴) جامع المسانید للامام الاعظم۔

بے مثال عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ میں ابھی قیام کے تین سال ہی گذرے تھے کہ آپ کو بارگاہ رسالت سے دکن واپس جانے کا حکم صادر ہوا۔ آپ سخت پریشان ہوئے جوار رسول میں پوری زندگی بسر کرنے کا منصوبہ ختم ہوا جارہا تھا۔ آپ فوراً اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور بشارت کی تعبیر لی۔ شیخ نے فرمایا حکم کی تعمیل کرو، ہرگز تردد نہ کرنا۔ کون مسلمان اس آستانہ کو بطیّب خاطر چھوڑتا ہے مگر ایمان کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ حکم رسول آگے سر تسلیم خم کردو خواہ تمہاری آرزوؤں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو چنانچہ عشق رسول میں ہجرت کرنے والا یہ مہاجر عشق رسول ہی میں حکم رسول سے پھر واپس دکن پہنچ گیا۔

ایک جلوہ ہزار رنگ

حضرت شیخ الاسلام کی ابتدائی زندگی بڑی عُسرت اور تنگدستی میں گزری مگر جب ملازمت ملی تو آپ نے دین کے لیے اس کو ٹھکرا دیا شاید (بلکہ یقیناً) اسی وجہ سے اللہ نے آپ کو ایسا نوازا کہ شہزادے اعظم آپ کی جوتیاں اٹھاتے تھے۔ شاہ کی طرف سے ''نواب فضیلت جنگ'' کا خطاب ملا ہوا تھا۔ آپ جس شان وشوکت سے دربار شاہی میں تشریف لے جاتے تھے اسے دیکھ کر حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہارون رشید کے دربار میں جانا یاد آتا تھا۔ اس عظیم منصب کے علاوہ آپ کے پاس ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور کے مناصب بھی تھے۔

ایک طرف یہ کروفر اور شان وشوکت تو دوسری طرف درویش کامل، کھانے پینے میں، سونے جاگنے میں، رہنے سہنے میں، مکمل مجاہدہ نفس، شب بیدار، تہجد تک سلسلہ درس وتدریس کبھی روزہ، کبھی افطار، سخت بچھونا، سادہ غذا، عجز وانکسار، عبادات میں فرائض کے علاوہ اوابین، تہجد، اشراق، ایام بیض کے روزے، رمضان تو ایک جشن بہاراں کے طور پر گزرتا تھا۔ دو تین ماہ پہلے ہی سے اس کی تیاریاں شروع ہوتیں۔ پورا رمضان پانچ چھ سو روزہ داروں کو دو وقتہ ضیافت، مہمانوں کے لیے انواع واقسام کے کھانے دوست احباب، علماء ومشائخ، طلبہ ومریدین سب ہی دستر خوان پر ہوتے لیکن خاص طور دلجوئی اور پذیرائی طلبہ کی زیادہ ہوتی۔

حضرت شیخ الاسلام نے سلوک وطریقت کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی تھی اور چاروں زبان کلمہ ہل من مزید سے ہمیشہ تر رہتی وہ جہلاء کی طرح قناعت واکتفا پر فخر نہیں کرتے چنانچہ شیخ الاسلام جب پہلی مرتبہ ۱۲۹۴ ہجری میں حرم شریف پہنچے تو آپ نے حضرت مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر مکرر بیعت کی۔ حضرت نے خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ شیخ الاسلام چشتیہ سلسلہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی سماع کا بھی اہتمام فرماتے تھے لیکن مزامیر کے بغیر۔ سلف صالحین کے مقرر کردہ آداب کا پورا لحاظ رکھا جاتا۔ کسی نااہل کو محفل میں آنے کی اجازت نہ ہوتی۔ کبھی ہم مشربوں کے ساتھ اور کبھی تنہا سنتے اور کبھی تو آپ نے اس طرح بھی سنا ہے کہ خود حجرے میں بند ہوں اور قوال دروازے کے باہر کلام سنا رہا ہے۔

شیخ الاسلام کی شخصیت کے مختصر تعارف کے بعد اب ذرا آپ

کی خدمات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجئے۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ:

مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے چودہ سو سال میں جو علمی خدمتیں کی ہیں اور نادرۂ روزگار تصانیف اپنے پیچھے چھوڑی ہیں وہ آج بھی دنیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں اور ان میں ہزاروں ایسی ہیں جو کبھی طبع نہ ہوسکیں، ایسی نادرۂ روزگار کتابوں کی طباعت واشاعت کے لیے شیخ الاسلام نے ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' کے قیام کی تحریک کی اور اسے قائم کرایا۔ سب سے پہلے اس ادارہ سے حدیث کی نادرۂ روزگار کتاب کنز العمال (۸ جلدیں) شائع ہوئیں۔ اس کتاب کو سب سے پہلے شیخ الاسلام ہی نے روشناس کروایا۔ اس ادارے سے کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ۱۹۷۹ھ کی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۷۰ سے زیادہ نادر قدیم عربی مخطوطات اس ادارے سے شائع ہو چکے ہیں۔

مجلس اشاعت العلوم:

حضرت شیخ الاسلام نے ایک ایسا ادارہ بھی قائم فرمایا جو صرف اسلامی تحقیقی تصانیف شائع کرے۔ اس ادارے سے اب تک تقریباً ایک سو پچاس کے لگ بھگ تحقیقی کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور بعض کتابیں مقبول عام ہوکر کئی بار چھپ چکی ہیں۔

کتب خانہ آصفیہ:

حیدرآباد دکن میں کوئی ایسا معیاری کتب خانہ نہیں تھا جس سے عوام وخواص یکساں استفادہ کرسکیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے اس کی تحریک کی اور ۱۳۰۸ھ میں کتب خانہ آصفیہ قائم کرایا۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کتب خانہ ہے جس کی مثال برصغیر میں نہیں ملتی۔ زوال حیدرآباد کے بعد اس کا نام تبدیل کر کے اب اسٹیٹ لائبریری رکھدیا گیا ہے۔

تعلیمی اداروں کی تاسیس:

ان عظیم اداروں کی تاسیس اور بناء کے علاوہ بھی آپ نے دکن میں متعدد دینی مدرسے قائم کرائے برصغیر کے متعدد دینی مدارس کو گرانقدر امدادیں جاری کرائیں۔ مساجد کو امدادیں فراہم کیں۔ اسٹریلیا کی مسجد کی تعمیر کے لیے چالیس ہزار کی رقم بھجوائی۔ اسی طرح بصرہ کی مسجد کے لیے بھی ایک بھاری رقم ارسال کرائی۔ پھر ان اداروں کی فہرست خاصی طویل ہے جو شیخ الاسلام کے شاگردوں اور مریدوں نے قائم کئے ایسے ادارے بھی درحقیقت شیخ الاسلام کے فیض کے ہی مظہر ہیں۔ صفحات کی تنگ دامانی ان تفصیلات کی متحمل نہیں۔

ان ساری علمی اور تعلیمی خدمات کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام اپنا خاصا وقت تصنیف وتالیف میں صرف فرماتے چنانچہ مختلف موضوعات اور حساس مسائل پر داد تحقیق دی۔ جن میں

انوار احمدی
کتاب العقل
انوار الحق
افادۃ الافہام (۲ جلدیں)
حقیقۃ الفقہ (۲ جلدیں) اور
مقاصد الاسلام (۱۱ جلدیں) نہایت عمدہ اور لاجواب تصانیف ہیں۔

اصلاحات کا نفاذ:

حضرت شیخ الاسلام نے جو اصلاحات خود نافذ کیں یا حکومت سے کرائیں ان کا مختصر تذکرہ بھی یہاں ضروری محسوس ہوتا ہے۔ آپ

نے امور مذہبی کے دفاتر منظّم کیئے۔ اہل خدمات شرعیہ کو تبلیغ اور دینی خدمات پر عملاً مامور فرمایا ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ واعظین مقرر کیئے۔ نکاح نامے مراتب کرائے جن میں ایجاب وقبول، شہادت، مقدار مہر اور تاریخ نکاح کا اندراج لازم قرار دیا ورنہ اس سے قبل یہ سارے معاملات زبانی ہوتے تھے اور نزاع یا طلاق کی صورت میں پیچیدہ ہو جاتے تھے۔

مساجد میں با جماعت ادائے نماز کے لئے ائمہ اور موذنین کا تقرر وانتظام حکومت کی جانب سے کرایا۔ منشیات کی دکانیں بیرون شہر منتقل کرائیں اور شہر میں منشیات کے کاروبار کو قانوناً ممنوع قرار دیا۔ احترام رمضان کے سلسلے میں ہوٹلوں پر پردے ڈلوائے اور علانیہ خورد ونوش کو ممنوع قرار دیا۔ بزرگان دین کے مزارات پر طوائفوں کے جانے پر پابندی عائد کی۔ عورتوں کے مرلی اور مردوں کے مخنث بنے کی رسم کو لائق تعزیر جرم قرار دے کر فحاشی کا ایک بہت بڑا دروازہ بند کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

سرزمین دکن کا یہ مصلح اعظم، آفتاب علم وارشاد زندگی بھر ملت اسلامیہ اور دین اسلام کی خدمت کر کے یکم جمادی الاخر ۱۳۳۶ ہجری کو غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مگر وہ لوگ جن کے دلوں میں عشق (فروغ علم وحکمت اصلاح ملت اسلام کا درد، رسول کی محبت) کے چراغ جل اٹھتے ہیں وہ کہاں مرتے ہیں۔ گردش لیل ونہار کا ان کی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ان کی حیات ابدی ہوتی ہے۔

☆☆☆

مادۂ تاریخ بنائے عمارت جدید برائے مدرسہ نظامیہ بیت العلوم مشرقیہ

فرمودہ حضرت سلطان العلوم آصف سابع

جامعہ نظامیہ کی مرکزی عمارت پر سہ الواح نصب ہیں جن پر بزبان فارسی اشعار خوبصورت تحریر میں کندہ ہیں درج ذیل ہیں۔

بہ پیشِ مصحفِ قدسی تو شوجبیں سائے
زبہر ہر یکے بنگر تو نیز ملجائے
چہ شان مکتبِ انوار گفت ایں عثماںؔ
علومِ مشرقیہ رابخواں تو ایں جائے

....

میان زائیراں بنگر ہجوم است
پئے ہر مکتبے عثماںؔ لزوم است
چہ تعمیر ے بہ الطافِ الٰہی
نگر بادل کہ انوارِ علوم است

....

دہد نوید کہ ایں مکتبِ معالی را
نگر بہ چشمِ دل ایں اسوۂ غزالی را
زمان و ساعت فرخندہ فال اے عثماںؔ
دہد چہ کر شئے ایام و ہم لیالی را

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی دینی واصلاحی کارنامے

از: مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری، صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی

یوں تو دنیا میں بہت سے مصلحین اور رہنماؤں نے اپنی طاقت کے مطابق علمی واصلاحی میدان میں عظیم الشان خدمات انجام دیں لیکن آپ بہت کم ایسے نفوس کو صفحات تاریخ پر ستاروں کی طرح درخشاں پاؤ گے جو علمی واصلاحی دنیا کے مکمل تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی اور علمی واصلاحی شعبوں کے مختلف پہلوؤں پر انکی نظر تھی۔ انہیں معدودے چند میں سے حضرت شیخ الاسلامؒ کا شمار ہوتا ہے۔ جہاں شیخ الاسلامؒ نے جہالت کی تاریکی میں علم دین کی شمع روشن کرنے کے لئے جنوبی ہند کی سرزمین پر ایک عظیم الشان علمی قلعہ ''جامعہ نظامیہ'' کی بنیاد رکھی وہاں آپ نے ایک عظیم الشان کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔ جو ہزار ہا بیش قیمت اور نایاب وکمیاب کتابوں پر مشتمل ہے یہ درحقیقت مولانا کا ذاتی کتب خانہ تھا جس پر آپ ہزاروں روپئے صرف فرمائے آخر کار اس محبوب دولت کو محبوب ذخیرہ آخرت مدرسہ نظامیہ کے نام وقف فرمادیا۔ پھر علم دین کی شمع کو مسلسل روشن رکھنے کے لئے اور علوم قدیمہ کے بیش بہا خزانہ کو محفوظ کرنے کے لئے وقت کی ایک اہم ضرورت تھی کہ ایک مطبع کا قیام عمل میں لایا جائے جو اسلامی نایاب کتب کے ترکہ کو زیور طبع سے آراستہ کر کے دنیائے علم میں ایک علمی تحقیقی فضاء پیدا کرے چنانچہ ''دائرۃ المعارف'' کی تحریک اٹھائی اور ایک عظیم الشان مطبع کا قیام عمل میں آیا اس دائرے سے سب سے پہلی کتاب شیخ علاء الدین برہان پوریؒ کی تصنیف ''کنز العمال'' کی طباعت عمل میں آئی جو احادیث نبویہ کا بہترین مجموعہ بلکہ احادیث نبویہ کا انسائیکلو پیڈیا تصور کیا جاتا ہے جو تقریبا 22 ضخیم جلدوں میں دستیاب ہے یہ ان کتابوں میں سے ایک ہے جسے شیخ الاسلامؒ نے اپنے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ہزاروں روپے خرچ کر کے نقل کروائی تھی یہ تو طالبان علوم دینیہ کے لئے فیض کا ذریعہ تھا، عوام الناس کی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے ایک جنرل لائبریری کی تحریک فرمائی یہاں تک کہ قلب شہر میں ''کتب خانہ آصفیہ'' کا وجود عمل میں آیا۔ جب مسائل کی کثرت بڑھنے لگی تو جامعہ نظامیہ ہی کے احاطے میں ایک ''دارالافتاء'' کی بنیاد ڈالی، پھر عوام الناس کے استفادہ کے خاطر اپنی تمام مذکورہ مصروفیتوں کے باوجود تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری فرمایا جن کی تعداد تقریباً چالیس تک پہنچتی ہے جن میں خصوصاً قابل الذکر کتابیں انوار احمدی، مقاصد الاسلام، حقیقۃ الفقہ اور کتاب العقل ہیں ان کتب اور ابنائے جامعہ کے کتب کی طباعت کے لئے ایک انجمن ''مجلس اشاعت العلوم'' کی تاسیس جسکے تحت بہت سی کتابیں طبع ہوئیں اور طبع ہورہی ہیں۔ آپ اس حقیقت پر بھی نظر ڈالئے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے جس کام کا بیڑا اٹھایا اور تحریک فرمائی آپ کے اخلاص کے نتیجہ میں اسے مثالی شہرت مل گئی چنانچہ جامعہ نظامیہ کی حیثیت ایک

چھوٹے سے مکتب کی تھی مگر آپ کی انتھک کوششوں سے تمام عالم میں اسکی دھوم مچ گئی تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ نہ صرف ہند بلکہ بیرونِ ہند ایران، یمن، افغانستان، سمرقند، بخارا، سری لنکا وغیرہ سے طالبانِ علوم کا سلسلہ شروع ہوگیا۔136 ایک سو چھتیس سال کا طویل عرصہ گزر جانے پر بھی جامعہ نظامیہ کی یہ جیتی جاگتی تصویر انکی عظمت کی دلیل اور انکی دینی کاوش اور اخلاص نیت اور حسنِ کمالِ علم کی نشانی بنی ہوئی ہے کیوں نہ ہو جبکہ اسکی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قائم ہے۔

مطبع دائرۃ المعارف کو وہ افتخار حاصل ہے جو آج تک ہندوستان کے کسی عربی مطبع کو حاصل نہ ہوا اور نہ اس معیار کے کسی عربی مطبع کا وجود ہے پھر کتب خانہ آصفیہ بلحاظ علمی نوادر، ہندوستان کے مایہ ناز کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔دار الافتاء جامعہ نظامیہ کا فیض آج تک قائم ہے۔ جب امت مسلمہ کسی مسئلہ میں پریشان ہوجاتی ہے مختلف مقامات سے فتاوی منگوائے جاتے ہیں مگر اس وقت تک لوگ چین وسکون کی سانس نہیں لیتے جب تک کہ جامعہ کا فتوی نہیں آجاتا۔ جب آپ تصنیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ایسی ایسی کتابیں جو آپ کے ذہنی استحضار، قوتِ تحقیقی کی بین دلیل اور بالخصوص جذبہء حب رسول اور حمایتِ مذہب اہلِ سنت کی قابلِ قدر خصوصیات سے مزین ہیں ان تصنیفات میں ''انوار احمدی'' کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اربابِ فکر وقلم نے یہاں تک لکھ دیا کہ ''اردو زبان میں آج تک ایسی کتاب فضائلِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم طبع نہیں ہوئی''۔

جس طرح آپ نے اپنے فیوضِ ظاہری سے ایک بڑی مخلوق کو فیضیاب کیا اسی طرح اپنے باطنی کمالات سے کئی قلوب کی ویرانیوں میں معرفت کے چراغ روشن کیے۔ جس طرح آپ کے درِ اقدس پر طالبانِ علوم اور عوام الناس کا ہجوم رہتا تھا وہیں علماء وفضلاء بھی آپ کے فیض سے مستغنی نہیں تھے۔ چنانچہ تقریباً آدھی آدھی رات تک علماء فضلاء کی جماعت کو تصوف کی دنیا کے معروف ومشہور مصنف محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کی مایہ ناز کتاب ''الفتوحات المکیہ'' کا درس دیا کرتے تھے ان مجالس میں انوار وتجلیات کا نزول ہوا کرتا تھا۔ اسکے مغلقات کو نہ صرف آپ اپنی اعلیٰ علمی صلاحیتوں سے حل کرتے تھے۔ بلکہ بسا اوقات اپنی توجہ کو بزرگانِ دین اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر کر حلِ مغلقات میں روحانی فیض اور مدد طلب کرتے تھے۔ بعض صاحبِ کشف وصاحبِ نظر نے ارواحِ قدسیہ کی تشریف آوری کو بھی دیکھا ہے۔

جس طرح آپ کے فیض کا دائرہ علمی میدان میں حد درجہ وسیع تھا اس طرح اصلاحی میدان میں آپ کے عمل کا دائرہ کار بغایت درجہ پھیلا ہوا تھا شیخ الاسلامؒ نے ناموسِ اسلام کے تحفظ وبقاء کے لئے تمام ممکنہ وسائل کو استعمال کیا خواہ وہ معاملہ مسجدوں سے متعلق ہو یا درگاہوں کے انتظامات سے متعلق ہو یا مسلخوں کی بدنظمی کی اصلاح ہو یا شاہراہوں اور پر رونق بازاروں میں طوائف کے گھومنے کی روک تھام سے متعلق ہو، ہر میدان میں ہمیں آپ کی ذات فسق وفجور کا انسداد کرتے ہوئے ایک عظیم الشان مصلح کی حیثیت سے نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ جہاں بھی احساسات اسلامی کو تھوڑی سی بھی ٹھیس پہنچتی ہے وہاں آپ کا اصلاحی جذبہ پورے زور وشور کے ساتھ ابھرتا ہے قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کی متعدد مثالیں شاہدِ عدل ہیں مسلمانوں کی اصلاح کی خاطر آپ نے ''صدارت العالیہ'' کو مستقل محکمہ کی صورت عطاء فرمائی اور اسی سلسلہ میں ایک انجمن ''انجمن اصلاحِ مسلمانان''

قائم فرمائی جس کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے اور کئی واعظین کو مقرر کیا جن کے ذمہ یہ خدمات تفویض تھیں کہ نہ صرف وہ شہر میں لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں بلکہ اضلاع و دیہی علاقوں میں جا کر مسلمانوں کی اصلاح کریں آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امورِ مذہبی کے لئے اتنی رقم منظور کروائی کہ بعض عہدیدار کہنے پر مجبور ہوگئے کہ کیا آپ ملک کا خزانہ اسی میں خرچ کروائیں گے۔

دیکھنے میں انوار اللہ رحمہ اللہ ایک ذات کا نام ہے درحقیقت وہ ایک انجمن ہے ہر میدان میں آپ شہسوار نظر آتے ہیں آپ کی ذات جہد وسعی کا ایک حیرت انگیز نمونہ تھی بہت کم ایسے دماغ ہوا کرتے ہیں جو وقتِ واحد میں کئی کام انجام دیتے ہیں ان کے اعمال میں خدا کی قدرت کے جوھر نظر آتے ہیں جب وہ کسی کام کا بیڑا اٹھاتے ہیں تو خدا کی قدرت یاد آجاتی ہے میرے ان کلمات کو مبالغہ آمیزی پر محمول مت کیجئے کیونکہ مردان خدا کی یہ عظمت وطاقت بخاری شریف کی اس حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب میں کسی کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے وَلَئِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اِسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور ضرور اس کو پورا کرتا ہوں اور اگر وہ پناہ طلب کرے تو میں ضرور ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔

اندازہ کیجئے کہ جس کی یہ شان ہو تو اس کی عظمت وطاقت کا اندازہ لگانا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ جس طرح شیخ الاسلامؒ نے اصلاحِ اعمال میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس طرح اصلاحِ عقائد میں بھی آپ نے ایک بڑا میدان سر کیا اس پرفتن دور میں جب کہ بدعات و منکرات عام تھیں مختلف افکار ونظریات کی حامل تحریکیں اسلام کے استحکام کو ختم کرنا چاہتی تھیں شانِ رسالت میں گستاخیاں کی جارہی تھیں عین اس ماحول میں آپ کی رگِ فاروقی جوش میں آتی ہے اور اپنی تصنیفات کے ذریعہ اہلِ اسلام کو عقائدِ حقہ کی روشنی دکھاتے ہیں اور اہلسنت والجماعت کے مسلک کو واضح کر کے اس کے ثبوت واستقلال کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی توجہ کسی ایک خاص جماعت ہی کے رد کرنے پر مرکوز نہیں رہی بلکہ جس جماعت نے بھی مسلکِ حق کے خلاف قدم اٹھایا تو آپ نے ان کے کذب وافتراء کے جوابات انتہائی متانت سے دے کر باطل کا قلع قمع کیا اور ہر باطل پرست کے عقائدِ باطلہ کا پردہ چاک کیا خواہ وہ عقیدہ وہابیت ہو یا نظریہ قادیانیت یا خیالات رافضیت ہوں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت شیخ الاسلامؒ کی تحریر کی سطر سطر سے نمایاں ہے ان کے رشحات قلم اس دورِ بے ادبی کے لئے ہدایت ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار فضیلتوں سے نوازا اس طرح آپ کو شعر گوئی کی اعلیٰ صلاحیتیں بھی عطا فرمائی آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے چنانچہ آپ کا شعری مجموعہ ''شمیم الانوار'' سے مشہور ہے آپ کی معرکتہ الاراء تصنیف ''انوار احمدی'' آپ کی ایک طویل نظم کا خلاصہ ہے جس میں آپ کی شعری وادبی کمال کے گوہر موجود ہیں اس کا ایک ایک شعر عقائدِ صحیحہ کی ایسی ترجمانی کرتا ہے کہ جس کو سن کر روحِ ایمانی وجد میں آجاتی ہے چنانچہ چند قطعات ملاحظہ فرمائیے۔ نعت

شریف کی فضیلت پر اپنے جذبۂ دل کو شعر کے قالب میں ڈھالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

نعت وہ ہے جس کا حضرت نے کیا خود اہتمام
حق تعالیٰ نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اس کا نا تمام
اور جو دشمن ہو تو اس کے کفر میں پھر کیا کلام
کی بذاتِ خود خدا نے نعت جب محبوب کی
پھر ثنا دل سے کریں کیونکر نہ سب محبوب کی

میلاد و قیام کے جواز میں نہایت مسکت اور تشفی بخش دلیل کو کتنے اچھوتے پیرائے میں قلمبند کرتے ہیں۔

مجلسِ میلاد بھی حاکیِ ہے وقتِ خاص کی
جس میں حسبِ حکمِ خالق خَلق نے تعظیم کی
پھر بھلا تعظیم وقتِ ذکرِ میلادِ نبی
ہو خلافِ مرضیِ حق یہ نہیں ممکن کبھی
حق تعالیٰ تو کراوے سجدے باصد عزو شان
اور کھڑا رہنا نہو جائز یہ کیسا ہے گمان
بو لہب جس کی ہے ذم میں سورۂ تبت یدا
مژدۂ میلادِ حضرت جب ثوبیہ سے سنا
ہو کے شاداں اَنـتِ حُـرہ اِذھَبِـی اس کو کہا
ساتھ اس کہنے کے اس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا
عین آتش میں ہے جاری آب اس کے ہاتھ سے
جس کے پینے سے ہے تسکیں پیاس کے صدمات سے
یہ اثر اللہ اکبر مجلسِ میلاد کا
کفر و دوزخ میں ہو جس کی آ بیاری برملا
پھر جو ایمان بھی ہو ساتھ اس جشن کے سوچو ذرا
مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا

یہ نہیں ممکن کہ رنج و شادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں انتہائی محققانہ انداز میں اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت موسیٰ نے جب دیکھی تجلّی طور پر
گو نہ دیکھا حق کو پھر بھی بڑھ گئی ایسی نظر
کہ شبِ یلدا میں دس فرسخ پہ چیونٹی ہو اگر
دیکھ لیتے طور کی رویت کا تھا ایسا اثر
پھر جو خود اللہ کو دیکھا شہِ دین نے دوبار
کونسی شئی ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار

فرقہ ہائے باطلہ کا رد منقول جوابات کے ساتھ معقول طور پر بھی کرتے تھے، ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے، آپ افادۃ الافہام حصہ دوم میں قادیانیت کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کا امکان پیش کر کے وہ اکابرین نشانہ ملامت بنائے جائیں''۔

آپ کی حیات طیبہ اس حدیث شریف کے مطابق احقاق حق اور ابطال باطل کا نمونہ تھی جیسا کہ صاحب مشکواۃ المصابیح نے کتاب العلم میں بیہقی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک دوسرے کے پیچھے آنے والی پرہیز گاروں کی جماعت اس علم کی وارث ہوگی جو غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی دروغ بیانی اور جاہلوں کی تاویل کی اس علم سے دور کرتے رہیں گے۔

غرض کہ آپ دین کے ''ہادی'' اور ضلالت کو مٹانے میں ''مجاہد اعظم'' تھے گرچیکہ آپ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں لیکن ان کی روحانیت کا اثر اوران کا فیض آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت بانیٔ جامعہ نظامیہ

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر، ایم اے، پی ایچ ڈی۔ (گلبرگہ شریف)

حضرت شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ ۱۲۶۴ھ ناندیڑ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے علاوہ دیگر علمائے کرام سے حاصل فرمائی۔ ۱۲۸۱ھ میں آپ کے والد حیدرآباد تشریف لائے تو ساتھ میں حضرت شیخ لاسلام بھی حیدرآباد آگئے اُس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ حیدرآباد میں مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی سے اکتسابِ علوم وفنون فرمایا۔ حصولِ علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ نہایت نظم وضبط کے ساتھ اسلامی علوم کی تکمیل فرمائی کیونکہ آپ کو علوم اسلامیہ سے ذاتی دلچسپی بھی تھی اس لئے درسِ نظامی کی وہ کتابیں جو عام طور سے ۱۲ سے ۱۶ سال میں پڑھائی جاتی ہیں، حضرت شیخ الاسلام نے ان کو صرف چار پانچ سال کے قلیل عرصے میں حاصل فرمائیں اس دوران ۱۲۸۲ ھ میں آپ کی شادی ہوئی اور ۱۲۸۵ ھ میں محکمہ مال گذاری میں ملازمت اختیار فرمائی پھر کسی معقول وجہ کی بنا پر ۱۲۸۷ھ میں ملازمت سے استعفی دے دیا اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے ۱۲۸۷ھ میں افضل گنج موسیٰ ندی کے کنارے ایک مکتب شروع کیا تھا۔ کوئی پانچ سال بعد ۶ رذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو حیدرآباد کی علمی مقتدر شخصیت مولانا زماں خاں صاحبؒ کو مسجد میں تلاوتِ قرآن کے دوران شہید کردیا گیا۔ مہدویت کا زور بڑھنے لگا شیعیت بھی اپنے بال وپر بکھیرنے لگی، ادھر نجد میں تحریک وہابیت پروان چڑھ رہی تھی، اِدھر دہلی میں مولوی اسماعیل دہلوی اوران کے ہمنوا وہابیت کی توسیع کے لئے ہندوستان کو بھی میدانِ عمل بنانا چاہتے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کا سودا بھی مارکیٹ میں آنے کو تھا۔ ان حالات میں علمائے حق نے یہ سوچا کہ اہل اسلام کی مرکزیت اوراس کی تنظیم کے لئے ایک نہایت اعلی اور معیاری مدرسہ کا قیام ضروری ہے۔ چنانچہ مولانا زماں خان صاحب کی شہادت کے صرف ۱۳ دن بعد ہی ۱۹رذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو حضرت شیخ الاسلام کے ایک دیرینہ رفیق مولانا غلام قادر مہاجر مدنی اوران کے شاگرد مولانا مظفرالدین معلّیٰ نے شیخ الاسلام کے شغفِ علمی کو دیکھ کر ایک مجلس منعقد کی جس میں طئے کیا گیا کہ اب تک حضرت کا فیضان خاص احباب تک محدود تھا اور اب ان کے فیضانِ علمی کو عام کرنا ایک دینی ضرورت بھی ہے اور وقت کا تقاضہ بھی لہذا اس مدرسے کی صدارت کے لئے حضرت شیخ الاسلام ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس طرح مفتی رکن الدین علیہ الرحمہ کے بیان کے مطابق مدرسہ نظامیہ مولوی مظفرالدین معلّیٰ کے مکان واقع افضل گنج میں قائم ہوا۔ دارالاقامہ کے انتظام کے بعد جب جگہ ناکافی ہوئی تو قیام کے دس سال بعد دوسری مرتبہ ۱۳۰۲ھ میں مولوی امیرالدین صاحب پونیری (شاگردِ شیخ الاسلام) کے مکان بمقام چنمپا دروازہ منتقل ہوا جس کے مہتمم امیرالدین پونیری بنائے گئے۔ پونیری

صاحب نے نہ صرف مکان حوالے کیا بلکہ دامے درمے قدمے سخنے مدرسے کی بلا معاوضہ خدمت انجام دی اور مدرسہ کو خوب ترقی دی۔ ضرورت کے مطابق دوتین مکانوں میں مزید منتقلی کے بعد مدرسہ کے لئے سرکارِ عالی سے ایک مکان محلہّ شبلی گنج میں عنایت ہوا۔ جہاں جامعہ نظامیہ اب موجود ہے منتقلی کا پانچواں مرحلہ تھا۔

حضرت شیخ الاسلام کی نسبت بانی مدرسہ نظامیہ نہ ہونے یا کسی اور کے بانی ہونے پر آج کل کچھ زیادہ ہی خیال آرائیاں ہو رہی ہیں۔ اس اختلاف کے سلسلے میں راقم الحروف کی نظر ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کی کتاب ''داستانِ ادبِ حیدرآباد'' پر پڑی جس کے صفحہ ۲۴۹ پر انہوں نے یوں لکھا ہے۔

''مدرسہ نظامیہ جس کو امیر الدین پونیری نے قائم کیا تھا اور بعد کو انوار اللہ خان فضیلت جنگ نے اپنے ہاتھ میں لیکر ترقی دی''۔

زورؔ صاحب کے اس بیان سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ مدرسہ نظامیہ کے بانی مولوی امیر الدین پونیری صاحب تھے۔ حیرت ہے کہ مظفر الدین معلیؔ کے مکان میں ۱۹؍ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ جب مدرسہ نظامیہ کی تاسیس قرار دی جارہی تھی تو اس تاسیسی مجلس میں مقتدر علماء کی فہرست میں امیر الدین پونیری صاحب کا ذکر ہی نہیں ملتا۔ یہ وہی امیر الدین پونیری ہیں جن کے مکان میں مدرسہ نظامیہ کے قیام کے دس سال بعد ۱۳۰۲ھ میں مدرسہ کی منتقلی عمل میں آتی ہے اور انہیں اس مدرسہ کا مہتمم بنادیا جاتا ہے۔ جو خود حضرت شیخ الاسلام کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے ''مطلع الانوار'' کا صفحہ ۸۴ جہاں شاگردانِ شیخ الاسلام کی ایک طویل فہرست دیگئی ہے جس میں نمبر دس پر مولانا امیر الدین پونیری سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ کا نام بھی شامل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام روزِ تاسیس ہی سے مدرسہ کے صدر وناظم رہے اور اپنی آخری سانس تک مدرسہ نظامیہ سے دیوانگی کی حد تک وابستہ ہے۔ حضرت کی وابستگی ہی سے مدرسہ نظامیہ اس پورے برِاعظم ایشیا میں ایسا معروف ہوا کہ دور دور ممالک سے طالبانِ علم وفن اس مدرسے میں شریک ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ حضرت شیخ الاسلام کی خدمات مدرسہ نظامیہ کے سلسلے میں قابل ذکر ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہیں۔ مولانا غلام قادر مہاجر مدنی اور مولوی مظفر الدین معلیؔ اور دیگر احباب مدرسہ کی بناء میں معاون ومددگار ضرور رہے۔ سارے اکابر واصاغر جانتے ہیں کہ مدرسہ کی ترقی وترویج میں حضرت شیخ الاسلام کی مساعیٔ جمیلہ کے علاوہ اُن کا خونِ جگر شامل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کے بانی جامعہ ہونے پر چند معتبر اور مستند حوالے ملاحظہ ہوں۔

۱......میر محبوب علی خاں آصفِ سادس نے مدرسہ نظامیہ کی سرپرستی قبول فرماتے ہوئے ایک جریدہ اعلامیہ جلد نمبر ۴۹ بتاریخ ۸؍ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ دسمبر ۱۹۰۰ جاری کرتے ہوئے فرمایا۔

''مدرسہ نظامیہ میرے ملک کا ایک غیر سرکاری دینی تعلیمی ادارہ ہے۔ جس کو حضرت مولوی حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر نے قائم کیا ہے''۔

۲......آصفِ سادس کے بعد ان کے ولی عہد میر عثمان علی خان سلطان العلوم کی رائے بھی دیکھئے ''مطلع الانوار'' صفحہ ۲۹ کے حوالے سے کہ ''وہ (حضرت شیخ الاسلام) والدِ مرحوم کے اور میرے ونیز میرے دونوں بچوں کے اُستاد بھی تھے اور ترویج علومِ دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا۔ جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ ہو کر فیوض ومعارف وعوارف سے متمتع ہوتے ہیں''۔

۳......آصفِ سابع میر عثمان علی خاں، اپنے ایک اور فرمان مصدرہ ۲۲/ربیع الاول ۱۳۴۰ھ بحوالہ مطلع الانوار، صفحہ ۷۶، ۷۷ حضرت شیخ الاسلام کے بانی مدرسہ نظامیہ ہونے کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

''مدرسہ نظامیہ کی بنیاد، ڈالی ہوئی ایک عالم وفاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت ہی میں صرف کی اور دنیاوی معاملات سے احتراز کیا یعنی مولانا انوار اللہ صاحب فضیلت جنگ مرحوم ومغفور، چونکہ یہ مدرسہ خاص انکا ایجاد کردہ ہے''۔

۴......حضرت شیخ الاسلام کے بانی جامعہ نظامیہ ہونے پر شاہان آصفیہ کی شہادت کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام کے ہم عصر عالم لکھنو کے امین ندوۃ العلماء مولانا عبدالحیٔ والدِ بزرگوار مولانا ابوالحسن علی ندوی بھی اپنی معرکتہ الآراء کتاب ''نزھۃ الخواطر'' عربی، جلد ہشتم صفحہ ۸۰ پر حضرت شیخ الاسلام کے بانی جامعہ ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

''واسس الجامعۃ النظامیۃ بحیدرآباد ''اورانہوں نے (مولانا انوار اللہ فاروقی) حیدرآباد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی۔

۵......میر احمد الدین علی خاں ایم۔اے عثمانیہ، نواب میر عثمان علی خان کی رسم تسمیہ خوانی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مقالے ''عہد عثمانی میں اُردو خدمات'' صفحہ ۱۹/ پر لکھتے ہیں۔

''مولوی انوار اللہ خان صاحب فضیلت جنگ بہادر مدرسہ نظامیہ کے بانی اور صدر المہام امورِ مذہبی تھے''۔

۶......ضیاء الدین اے دیسائی اپنی انگریزی تصنیف ''Centres of Islamic learning in India'' کے صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں۔جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

''وہ (جامعہ نظامیہ) جس کی بنیاد تقریباً دارالعلوم دیو بند کے وقت ہی شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خان فضیلت جنگ کے ہاتھوں رکھی گئی''۔

۷......کرنل مرزا بسم اللہ بیگ اپنی کتاب ''قاریانِ ہند'' جلد دوّم صفحہ ۳۱۵ پر لکھتے ہیں۔

''آپ (شیخ الاسلام) نے حیدرآباد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی''

اس طرح حضرت شیخ الاسلام کے بانی مدرسہ نظامیہ ہونے پر ان کے ہم عصر علماء جیسے عبدالحیٔ لکھنوی، میر محبوب علی خان، آصفِ سادس میر عثمان علی خان آصفِ سابع کے علاوہ خود مولانا کے شاگرد مفتی رکن الدین صاحب نے بھی اتفاق کیا ہے۔ معاصر علماء اور بعد کے سوانح نگار اور مضمون نگاروں نے بھی حضرت شیخ الاسلام کے بانی جامعہ نظامیہ ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

جہاں تک امیر الدین پونیری کے بانی مدرسہ ہونے کا تعلق ہے اس میں محی الدین قادری زورؔ، عبدالقادر سروری، پروفیسر اکبر الدین صدیقی وغیرہ اپنی کتابوں میں ہجری اور فصلی تاریخ کے مابین تسامح کے پیش نظر غلط فہمیوں کا شکار ہوگئے۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں روزنامہ ''منصف'' میں بھی ایک مضمون چھپا تھا جس میں امیر الدین پونیری کو مدرسہ کا بانی لکھا گیا تھا اور بنیاد کا سنہ ۱۸۸۳ء لکھا ہوا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نظامیہ کا قیام ۱۸۷۴ء میں ہوا۔ یہ ۹، ۱۰ سال کا فرق بتلا رہا ہے کہ مدرسہ کے قیام کے دس سال بعد ان ہی امیر الدین پونیری کے مکان میں مدرسہ منتقل ہوا تھا جس کا سنہ ۱۸۸۳ء تھا۔ ان تمام شواہد دلائل براہین وقرائین سبھی سے مولوی امیر الدین پونیری کا بانی مدرسہ ہونا ثابت نہیں۔ جب کہ یہ خود حضرت شیخ الاسلام کے شاگرد ہیں۔

بانی لفظ عربی جس کا معنی بنیاد رکھنے والا ، شروع کرنے

والا ہیں۔مصباح اللغات (عربی) میں

بـنـی (ض) بنیاً وبِناءً وبنیاناً وبنیةً وبنایةً کے معنی گھر تعمیر کرنا یا زمین آباد کرنا، البـنـیة والبـنـیة کے معنی عمارت، ڈھانچہ، شکل لکھے گئے ہیں۔

البانی: اسم فاعل ہے، یعنی تعمیر کرنے والا، آباد کرنے والا، شکل وصورت گری کرنے والا۔

بانی کے ان تمام مذکورہ معانی کے تناظر میں حضرت شیخ الاسلام ہی مدرسہ نظامیہ کے بانی ثابت ہوتے ہیں۔اختلاف تو کعبہ کی بنیاد پر بھی ہوا ہے۔کہ آیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس کے بانی ہیں یا حضرت آدم علیہ السلام،علی گڑھ مسلم یونیوسٹی کے بانی سرسید ہیں یا کوئی اوراسی طرح دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی ہیں یا کوئی اور منظر اسلام کے بانی مولانا احمد رضا خاں ہیں یا کوئی اور، جامعہ نظامیہ کے بانی مولانا انوار اللہ فاروقی ہیں یا کوئی اور لیکن ان تمام اختلافات کے باوجود زبان زدِ عام یہی ہے کے کعبہ کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام نے ڈالی،مسلم یونیوسٹی کے بانی سرسید ہیں،دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی نانوتوی ہیں،دارالعلوم منظر اسلام کے بانی مولانا احمد رضا خان ہیں،اسی طرح جامعہ نظامیہ کے بانی حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ہی ہیں۔

نواب میر عثمان علی خاں ،۲۲ رسال کا طویل عرصہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل فرمائی تھی۔ان کی شان میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کچھ اس طرح نغمہ سنج ہیں

بانیٔ مکتب کی عثماںؔ یاد بھی آتی رہے
نغمے اس ذات کے صبح ومسا گاتی رہے

مخفی مبادکہ یہ شعر جامعہ نظامیہ کی اندرونی عمارت کی دیوار پر کندہ ہے۔

اردو شعروادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ

جامعہ نظامیہ نے صرف دین کی ہی نہیں اردو ادب کی بھی خدمت کی ہے اس جامعہ سے فیض یاب ہونے والے کئی مشہور شاعر ہیں جن میں خاص طور پر امجدؔ حیدرآبادی صفیؔ اورنگ آبادی، علی افسرؔ (شاعر محمد نامہ) ابوزاہد یحی قدرؔ عریضی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر کتاب حضرت شیخ الاسلامؒ کے ادبی وشعری تسلسل کی ایک زرین کڑی ہے جس میں آپ کے بنا کردہ دبستان علم وادب جامعہ نظامیہ کے فرزندوں کی اردو شعروادب کے میدان میں خدمات کا وسیع پس منظر میں جائزہ کی کوشش کی گئی ہے۔جامعہ کی ادبی تاریخ میں بلا مبالغہ یہ ایک اولین کوشش ہے۔

اس کتاب کے ذریعہ علمی دنیا میں جہاں اردو زبان وادب کے نئے گوشوں، اسالیب اور شعری آہنگ کا انکشاف ہوگا وہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت صفیؔ، حضرت امجدؔ، حضرت روحیؔ قادری، ابن احمد تابؔ، حامد تنویرؔ، علی افسرؔ اسد انصاری، جیسے قد آور بلند پایہ شاعروں کا علمی وادبی تعلق مرکز علم وفن ''جامعہ نظامیہ'' سے رہا ہے اور وہ اس کے فیض یافتہ فرزند ہیں، جس کے ثبوت میں ''دکن میں اردو'' مؤلفہ جناب نصیرالدین ہاشمی ''تلامذہ صفی'' مؤلفہ جناب محبوب علی خاں اخگرؔ قادری ''جنوبی ہند میں رباعی گوئی'' جناب سید مظفر الدینؔ صاحب حیدرآبادی اور ''سخنوران دکن'' مؤلفہ تسکینؔ عابدی جیسی تاریخی اور مستندو معتبر کتب کے حوالے دئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے زیر اہتمام عمل میں آئی، اردو اکیڈمی آندھراپردیش نے جزوی تعاون کے علاوہ مولف مولانا محمد فصیح الدین نظامی کو ادبی توصیفی ورقمی ایوارڈ عطا کیا۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور جامعہ نظامیہ

رشحہ قلم: حضرت مولانا ڈاکٹر سید محمد حمید الدین حسینی رضوی شرفی، ڈائرکٹر آئی ہرک

شیخ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ فاروقی نوراللہ مرقدہ المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ صدر الصدور صوبہ جات دکن و معین المہام سرکار عالی صیغہ امور مذہبی نے بمقام ناندیڑھ بتاریخ ۴/ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۴ھ م ۱۸۴۸ء اس دنیائے رنگ وبو میں آنکھ کھولی۔ والد ماجد کا اسم گرامی قاضی ابو محمد شجاع الدین تھا جو قندھار کے قاضی گھرانے کے چشم و چراغ تھے اور جن کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی ابتدائی تعلیم وتربیت والد بزرگوار کی نگرانی میں ہوئی حضرت حافظ امجد علی نے خاص توجہ سے قرآن مجید حفظ کروایا بعد ازاں فقہ، تفسیر و حدیث شریف اس دور کے جید علماء سے پڑھی متداولہ علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد سلوک کی تعلیم اپنے والد گرامی سے پائی اور جملہ سلاسل طریقت میں بیعت کی اور خرقہ خلافت پایا۔ محتسب بنولہ مولوی حاجی محمد امیر الدین مرحوم کی صاحبزادی سے عقد نکاح کیا اور ۲۱ سال کی عمر میں محکمہ مال گزاری میں ''خلاصہ نویس'' کی حیثیت سے مامور ہوئے بمشکل اٹھارہ ماہ اس خدمت کی انجام دہی کے بعد کنارہ کشی اختیار کی۔ والد ماجد کے انتقال ہو جانے اور ترک ملازمت کے باعث معاشی مسائل پیدا ہو گئے لیکن آپ نے متوکلانہ زندگی بسر کی اور درس وتدریس کے مبارک مشغلہ کو اختیار کیا۔ مدرسہ نظامیہ کے قیام کے دو سال بعد آپ نے حرمین شریفین کا عزم کیا اور توکلت علی اللہ کہتے ہوئے رخت سفر باندھا۔ اس مبارک سفر میں آپ نے ایک مرد حق آگاہ شیخ طریقت حضرت حافظ حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ بیعت کی اور منازل سلوک طے کر کے نعمت خلافت پائی اور حیدرآباد مراجعت کی۔

حجاز مقدس سے واپسی کے بعد حضرت غفران مکان آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں بہادر کی تعلیم وتربیت کے لئے تقرر عمل میں آیا۔ شاہی اتالیق ہو جانیکے باوجود حضرت شیخ الاسلام نے ملی خدمات کے سلسلے کو منقطع نہ فرمایا بلکہ درس وتدریس کے سلسلے کو جاری رکھا اور ساتھ ہی تصنیف وتالیف کی طرف توجہ کی۔ دربار شاہی سے خطاب و منصب کی عطائی کے بعد سنہ ۱۳۰۱ھ میں دوبارہ حج و زیارت روضہ اطہر کے لئے سفر حجاز کیا۔ حضرت شیخ الاسلام کی اہلیہ محترمہ نے سنہ ۱۳۰۴ھ میں وفات پائی اس کے بعد پھر آپ حرمین شریفین کے لئے سامان سفر تیار کیا اس دفعہ تین سال تک مدینہ طیبہ میں قیام کی سعادت پائی۔ اس دوران مدینہ منورہ کے کتب خانوں سے علمی نوادرات کی نقلیں تیار کیں اور تصنیف وتالیف کے مشغلہ کو جاری رکھا۔ وہیں پر آپ کی ہمشیرہ اور فرزند دلبند نے انتقال کیا۔ ان حادثات سے قبل ہی آپ علیل ہو گئے تھے۔ دن بہ دن حالت گرتی جارہی تھی یہ دیکھ کر آپ کے

ساتھیوں اور چاہنے والوں نے حیدرآباد واپس ہونے کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے اس بارے میں استخارہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اجازت ملنے پر کعبۃ اللہ پہنچے چوں کہ ایام حج تھے لہٰذا اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد حیدرآباد واپس لوٹے۔

نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس نے آپ کی مراجعت پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے فرزند نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع کی تعلیم پر آپ کو مقرر کیا۔ کم و بیش ۲۱ سال آپ نے آصف جاہ سابع کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا اسی دوران حضرت شیخ الاسلام نے بلاد اسلامیہ مقامات مقدسہ اور پیران سلسلہ کے مزارات کی زیارت کے لئے جماعت کثیر کے ساتھ سفر کیا۔

آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں نے اپنی تخت نشینی کے بعد استاد محترم حضرت شیخ الاسلام کو ناظم امور مذہبی و صدر الصدور صوبہ جات دکن کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا بعد ازاں وزارت مذہبی کے فرائض آپ کے تفویض کئے۔ پھر اپنے دونوں شہزادوں کی تعلیم بھی آپ سے متعلق کردی سنہ ۱۳۳۵ھ میں جشن سالگرہ کے موقع پر ''فضیلت جنگ'' کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اسی سال اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع کے ساتھ ورنگل کا سفر کیا۔ اثناء سفر جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ایک دن کے لئے حیدرآباد آئے تھے اور واپسی کے سفر میں ریل کے ایک واقعہ میں اندرونی چوٹ کے باعث علیل ہوگئے جس کا سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔

اوائل سنہ ۱۳۳۶ھ میں حضرت شیخ الاسلام دوبارہ علیل ہوئے ڈاکٹر عبدالحسین کے مشورہ پر عمل جراحی کی گئی تاہم افاقہ کی کوئی صورت نہ نکلی آخر ۲۹ر جمادی الاول سنہ ۱۳۳۶ھ کو جب کہ جمادی الآخر کا ہلال نمودار ہو چکا تھا۔ علم و عرفان کا یہ آفتاب اہل دنیا کی نظروں سے غائب ہوا۔ جامعہ نظامیہ میں آخری آرامگاہ بنی۔ حضرت شیخ الاسلام کو دو فرزند تھے جنھوں نے صغرسنی ہی میں علی الترتیب حیدرآباد اور مدینہ منورہ میں وفات پائی علاوہ ازیں تین صاحبزادیاں تھیں۔ ہلکے سرخ و سفید رنگت' کتابی چہرہ بڑی آنکھوں اور گھنی ڈاڑھی' قد بالا' کشادہ سینہ اور ورزشی و مضبوط جسم کے مالک شیخ الاسلام وجاہت و جاذبیت کا اعلیٰ نمونہ تھے آپ کو دیکھنے والا آپ کی غیر معمولی شخصیت اور علمی جلالت سے مرعوب و متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام کی زندگی بڑی سیدھی سادی اور شریعت مطہرہ کی پابندی کے لحاظ سے قابل تقلید نمونہ تھی۔ غذا بہت ہی سادہ تھی۔ لباس بھی تکلفات سے بری رہا کرتا جبہ و عمامہ پہنا کرتے نماز کے وقت خوب اہتمام و زینت فرماتے تھے آپ کے پاس مختلف ادوار میں مختلف سواریاں رہیں رات میں بارہ بجے سے تین بجے تک استراحت فرماہوتے مابقی سارا وقت علمی مشاغل' درس و تدریس' عبادت و ریاضت' ذکر و مراقبہ میں گزرتا سرکاری خدمات اور مفوضہ فرائض کی ادائیگی میں کسی بھی وقت تعطل یا فرق نہیں آسکا دن میں دو تا تین گھنٹے قیلولہ کیا کرتے تھے۔ خانگی زندگی اسلامی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ حضرت شیخ الاسلام کو مطالعہ کا بہت شوق تھا آپ نے زندگی بھر نہایت ہی اعلیٰ پائے کی قدیم و جدید کتابیں جمع کیں آپ کے کتب خانہ میں کئی ہزار بیش قیمت اور نایاب و کمیاب کتابوں کا ذخیرہ جمع تھا آپ نے جامعہ نظامیہ کے لئے وقف کردیا۔

حسن خلق' جود سخا' حلم و تواضع' مہمان نوازی' غرباء پروری' ایثار و قربانی' جذبہ ہمدردی' بے ریا معمولات اور سادگی میں آپ نمونہ

اسلاف تھے۔ عبادات و ریاضتوں میں اپنے عہد میں یکتا تھے سخت مجاہدات کے عادی فرائض دین کی ادائیگی میں بے حد مخلص اور سخت مشقت کرنے والے متدین بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مجاہدہ نفس کے سلسلے میں بڑے بلند مرتبہ صوفی تھے۔ باطنی صفائی اور تزکیہ قلب کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ کا فیضان تا حیات جاری رہا۔ ہزاروں لوگوں نے علمی استفادہ کیا ہزاروں کی مالی امداد فرمایا کرتے۔ آپ کی صحبت کا فیض ہر کس وناکس کے لئے عام تھا۔

حضرت شیخ الاسلام علوم دین کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں ہمیشہ دامے درمے سخنے قلمے قدمے مصروف جہدر رہے اپنی ذات سے اوراپنے سرکاری رسوخ سے اس مبارک کام کے لئے ممکنہ اعانت کرتے اورکرواتے رہے۔ حضرت فضیلت جنگ کی کوششوں سے ایسے بیسیوں مدارس اور دینی ادارے ہیں جو قائم ہوئے یا ان کی ممکنہ امداد ہوئی۔ اصلاح معاشرہ کے ضمن میں حضرت شیخ الاسلام کی خدمات کو اہلیان دکن صدیوں تک فراموش نہیں کرسکتے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف حضرت کا سب سے مبارک مشغلہ تھا۔ مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے میں مرتب کردہ کتاب مستطاب انوار احمدی و نیز کتاب العقل، حقیقۃ الفقہ (دوحصے) مقاصد الاسلام (گیارہ حصے)، افادۃ الافہام، انوار الحق، ان کے علاوہ دیگر کئی کتابیں مولانا کی یادگار ہیں۔

(اخذ واستفادہ مطلع الانوار)

انجمن اشاعت العلوم، دائرۃ المعارف النظامیہ، کتب خانہ آصفیہ، جامعہ نظامیہ وغیرہ حضرت شیخ الاسلام کے دینی، اصلاحی، دعوتی، تبلیغی، علمی اور اشاعتی جذبہ عمل کے آئینہ دار ہیں۔ بالخصوص جامعہ نظامیہ حضرت شیخ الاسلام کی وہ عظیم الشان یادگار ہے جس کا فیضان علمی گزشتہ ۱۳۶ سال سے جاری وساری ہے۔

جامعہ نظامیہ نے ہجری تقویم کے لحاظ سے ۱۳۶ سال پورے کرلئے ہیں یہ عظیم دینی درسگاہ حیدرآباد کے قدیم محلّہ شبلی گنج میں واقع ہے ابتداء میں یہ مدرسہ نظامیہ کہلاتا تھا جس کا قیام ۱۹؍ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو عمل میں آیا۔

مدرسہ نظامیہ کی تاسیس حیدرآباد میں مذہبی درسگاہ کی شدید ضرورت کے زیر اثر ہوئی۔ مدرسہ نظامیہ اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر علوم دینیہ کی تعلیم اور حنفی مسلک کے طلبہ کو ترجیح کے باوصف مذاہب اربعہ میں مابقی تین طریقوں کے مقلدین کو تعلیم کی اجازت وسہولت، ایسی جماعت کا تیار کرنا جو اشاعت علوم دین، اسلامی احکام کی تبلیغ، تعلیم علوم دین کے علاوہ عامۃ المسلمین کی مذہبی ضروریات کی تکمیل میں رہبری کرسکے۔ عامۃ المسلمین کے لئے بقدر ضرورت دینی تعلیم کا نظم، اہل خدمات شرعیہ کی تعلیم کا خصوصی انتظام، تبلیغ واشاعت دین کے لئے تقریر وتحریر، تصنیف وتالیف ہر شعبہ میں ترغیبی مہم کے مقاصد رکھتا ہے۔

مدرسہ نظامیہ کے اولین سرپرستوں میں آصف جاہ سادس اور آصف جاہ سابع شامل رہے۔ مدرسہ نظامیہ پہلے جامع مسجد افضل گنج میں قائم تھا بعد میں چنپا دروازہ گھانسی بازار منتقل ہوا۔ کچھ عرصہ شاہ گنج میں رہا بعد ازاں شبلی گنج میں موجودہ عمارت میں منتقل ہوگیا۔ مدرسہ نے معنوی خدمت کے سلسلے میں بہت شہرت پائی دور دور سے تشنگان علوم دین آنے لگے ایک وقت ایسا بھی تھا کہ طلبہ کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوگئی تھی۔

۱۹؍ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۱۹۳۵ء کے دن ۶۲ ویں یوم تاسیس کے موقع پر ابنائے قدیم اور علماء کرام کی تحریک پر مدرسہ نظامیہ کو جامعہ

نظامیہ سے موسوم کیا گیا۔

مدرسہ کے نصاب میں تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ اصول حدیث، مناظرہ، معانی، بلاغت، ہیئت، ہندسہ، صرف، نحو اور کلام کی ۲۷ کتابیں شامل ہیں جسے دو حصوں میں منقسم کرکے "تحصیلی" اور "ضروری" کے نام دئے گئے۔ تحصیلی میں پورا نصاب اور ضروری میں ایک ثلث سے زائد نصاب کم کرکے تعلیم دی جانے لگی۔ "درس نظامی" سے موسوم نصاب کی تعلیم کے حصول کے بعد فارغین جامعہ نظامیہ گزشتہ کئی دہوں سے اندرون و بیرون ملک مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی اور دینی خدمات کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ نظامیہ کی غیر معمولی خدمات اور علوم دین کے سلسلے میں تاریخ ساز سرگرمیوں کے باعث نہ صرف حیدرآباد اسٹیٹ بلکہ پورے ملک سے مذہبی مسائل کے سلسلے میں لوگ رجوع ہونے لگے اور کثرت سے استفتاء آنے لگے تو رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۸ھ م ۱۹۱۰ء میں دارالافتاء قائم کیا گیا۔ جو تا حال قائم ہے اور ملت اسلامیہ کی ٹھوس خدمت انجام دے رہا ہے۔

جامعہ نظامیہ جب مدرسہ کہلاتا تھا اس وقت بھی اس کی حیثیت اقامتی درسگاہ کی تھی اور آج بھی ایک عالیشان اقامت خانہ موجود ہے جہاں سینکڑوں طلبہ کے خورد و نوش کا مناسب انتظام موجود ہے۔ طلبہ کے لئے تمام رہائشی سہولتوں کے ساتھ سالانہ مفت لباس کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ جامعہ نظامیہ اس وقت پانچ علحدہ عمارتوں پر مشتمل ایک وسیع و محصور کامپلکس میں قائم ہے جس کے احاطہ میں ایک دیدہ زیب مسجد واقع ہے جس کے روبرو ایک خوشنما مقبرہ ہے جس میں حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ مطبخ و طعام

خانہ عقبی حصہ میں ہیں جب کہ جامعہ نظامیہ میں زائد از پچیس ہزار مطبوعات اور کم و بیش دو ہزار مخطوطات موجود ہیں۔

جامعہ نظامیہ میں ابتداء سے تکمیل تک جملہ سولہ سالہ کورس ہے شعبہ حفظ بالکل علحدہ ہے تحتانی و سطانی درجات میں آٹھ سالہ نصاب کی تکمیل کے بعد مولوی کے لئے دو سال، مولوی عالم کے لئے دو سال، مولوی فاضل کے لئے دو سال اور مولوی کامل کے لئے دو سال اس طرح اعلی تحصیلی نصاب کی تکمیل کے لئے آٹھ سال کی مدت رکھی گئی ہے۔ گزشتہ ۱۳۶ سال کے دوران حیدرآباد کی اہم دینی علمی اور سماجی شخصیات جامعہ نظامیہ سے کسی نہ کسی حیثیت سے متعلق رہی ہیں زیادہ تر مجلس مشاورت اور مجلس انتظامی کے ارکان کے طور پر بہترین اور اعلی صلاحیتوں کے حامل لوگ بہ نظر سعادت وابستہ رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ انشاء اللہ تعالی اپنی اعلی تعلیمی کارگردگی کے ذریعہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حاجی حافظ محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے فیضان علم و عرفان کو پھیلاتا رہے گا۔

☆☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور دائرۃ المعارف العثمانیہ

از: پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد عبدالمجید نظامی، سابق ناظم دائرۃ المعارف العثمانیہ وصدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دائرۃ المعارف العثمانیہ کے عمومی حالات و واقعات سے ہر کسی کو آگہی حاصل ہے۔ گذشتہ دو دہوں کے دوران مختلف ذرائع ابلاغ کے واسطے سے دائرہ اور اس کے کارناموں کی کافی تشہیر ہوچکی ہے۔ لہٰذا ان کو دہرائے بغیر میں براہ راست آج کچھ خاص خاص سخن ہائے گفتنی آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔

اس بات سے تقریباً سب ہی واقف ہیں کہ دائرۃ المعارف کی تاریخ تاسیس 1888ء ہے، لیکن اس بات سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ اس مخصوص سال کی کیا خصوصیات ہیں اور اس سے دائرہ کو کیا مناسبت حاصل ہے، جی ہاں! بغور سنیں کہ 1888ء امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا سال پیدائش ہے جو جب بولتے تو منہ سے موتی جھڑتے اور جب لکھتے تو موتی رولتے۔ آج بھی ان کی نگارشات بآسانی دستیاب ہیں جو لفظی ہیرے جواہرات کا مرقع ہیں ان کے انداز نگارش کا ایک جملہ پیش خدمت ہے۔

''مرور ایام کی صاعقہ ریزیوں نے خرمنِ گیتی پر پھیلی ہوئی کتنی تہذیبوں کے دامن چاک چاک کردیئے'' تعبیری قوت کے ساتھ ساتھ اس جملہ کا ایک لفظ ہیرے جواہرات کی طرح مرصع ہے۔ اب اس طرح کی اردو تو خواب کی بات بھی نہیں رہی۔

اسی طرح اسی 1888ء میں ہیرے جواہرات کی مشہور کمپنی DE Beers کی بنیاد پڑی جواب بھی وابستۂ میدان عمل ہے، 1888ء میں پیدا ہونے والے مولانا ابوالکلام آزاد کلامی ہیرے جواہرات کے بادشاہ تھے اور اسی 1888ء میں شروع ہونے والی کمپنی آج تک ہیرے جواہرات کی تجارت میں مشغول ہے۔ بالکل اسی طرح اسی سال 1888ء میں قائم شدہ دائرۃ المعارف کا کام بھی ہیرے جواہرات کی نکاسی سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ دائرہ کی طبعیت عملی یعنی Nature Of Work میں ہیرے جواہرات کا تصور بڑے چابک دستانہ انداز میں پیوست ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ دائرہ کی کتابوں کے عنوانات میں ہیرے جواہر اور اس سے متعلق دیگر قیمتی اشیاء کا نام منفرد انداز میں جگمگا رہا ہے، بطور مثال دائرہ کی مشہور کتاب نظم الدرر جو تفسیر کے باب میں ایک انسائیکلو پیڈیا ہے اس کا اردو نام ''موتیوں کی لڑی'' اور انگریزی نام Pearls String ہے اور اسی طرح ابن الترکمانی کی مشہور کتاب الجوهر النقی ہے جو دائرہ نے اپنے ابتدائی ایام میں چھپائی ہے اور اس کا اردو نام ''خالص جوہر'' اور انگریزی نام Pure Gem ہے۔ دیگر بہت سی کتابیں بھی ہیرے جواہرات کی کہانی سناتی ہیں۔ جیسے الدرر الكامنة یعنی پوشیدہ موتی یا Undisloved Pearl، الجواهر المضية یعنی روشن جواہر Lucent Gems الجوهرة المنيفة یعنی چمکدار گوہر یا

Lustrens Gems احسن السبک سونے کا بہترین کام یا Best Caoling کتاب الفصوص یعنی نگینوں کی کتاب Book Of Precious Stones بلکہ دائرۃ المعارف نے خود ہیرے جواہرات کے بارے میں ایک کتاب چھاپی ہے جس کا نام **الجماھر فی معرفة الجواھر** یعنی جواہرات کی شناخت کے اصول Principles of Jewel Identification ہے، یہ کتاب انتہائی نادر ہے اوراس کے مولف ابوریحان بیرونی ہیں جن کی ایک اور کتاب ''ہندوستان کے بارے میں'' بڑی مشہور کتاب ہے جسے دائرہ نے کئی بار چھاپا ہے، بغداد کے ایک مشہور تاجر عدنان جوہر جی نے صرف جواہرات کی کتاب کے حصول کے لیے حیدرآباد کا سفر کیا تھا۔ ہیرے جواہرات سے دائرہ کی گہری وابستگی کا احساس ایجاد بندہ نہیں بلکہ جامعہ عثمانیہ کے وائس چانسلر جناب ڈی ایس ریڈی نے دائرہ میں ایک استقبالیہ نشست کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"Dairatul Maarif is pickingout the pearls from the Depth of oceans" یعنی دائرۃ المعارف علم و معرفت کے بحرنا پیدا کنار سے موتیاں نکال رہا ہے۔ قارئین! ہیرے جواہرات کے اس کاروبار میں دائرۃ المعارف نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے اوراسی محنت شاقہ کا پھل ہے کہ عرب، عربی زبان میں اپنی برتری کے شدید احساس کے باوجود، دائرہ کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف کرنے پرخودکومجبور پاتے ہیں۔ مصر کے مشہور عربی رسالہ ''**صوت الشرق**'' کے ایڈیٹر جرجیس خلیل جرجیس جب دائرہ تشریف فرما ہوئے اورانھوں نے ابن قتیبہ کی' بلحاظ لفظیات مشکل ترین کتاب ''**کتاب المعانی الکبیر**'' کا مشاہدہ کیا اور علمائے دائرہ کی تحقیق دیکھی تو بے ساختہ اُن کے منہ سے نکل گیا ''**نحن نحنی رؤسنا امام ھؤلاء الأعاجم**'' یعنی ہم ان غیر عرب محققین کے آگے اپنے سر جھکاتے ہیں۔

We low our heads before these non Arab Scholors عرب مالی داد و دہش کے بارے میں بہت فیاض واقع ہوئے ہیں لیکن الفاظ کے استعمال میں بہت محتاط ہیں۔ ان کے منہ سے اس طرح کے جملہ کی ادائیگی صرف بے ساختگی کی دین ہے جو آج بھی دائرۃ المعارف کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ تحقیقی اور ثقافتی میدان میں دائرۃ المعارف نہ صرف حیدرآباد بلکہ پورے ہندوستان کی پہچان بن گیا ہے، اب بھی عربی جامعات سے جو بھی تحقیقی مقالے یا کتابیں شائع ہوتی ہیں ان کی فہرست کتابیات میں دائرہ کی کئی مطبوعات شامل رہتی ہیں اور وہ لوگ کتاب کے بالمقابل دائرۃ المعارف کی جگہ حیدرآباد یا الہند لکھنے ہی پر اکتفاء کرتے ہیں، گویا وہ لوگ دائرۃ المعارف کو بلکہ صرف دائرۃ المعارف کو علمی حیدرآباد یا علمی ہندوستان کا ترجمان سمجھتے ہیں۔

دائرۃ المعارف کی بنیاد دراصل تین مشہور شخصیتوں کی مرہون منت ہے جنہیں اس زمانہ میں ''سرکردہ تکون'' Elite Trio کا نام دیا جاتا تھا اور وہ ہیں مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ، نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی اور ملا عبدالقیوم جو جمال الدین افغانی کے اسلامی فلسفہ سے متاثر تھے۔ اس باب میں خاص بات یہ ہے کہ دائرہ کی تاسیس کے لیے اس وقت کے نظام دکن نے ایک خاص شاہی فرمان جاری کیا تھا جو آج بھی اسٹیٹ سنٹرل ارکائیوز میں محفوظ ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حدیث شریف کی مشہور کتاب **کنز العمال** کے مخطوطہ کی بے حرمتی دائرۃ المعارف کی بنیاد کا پتھر بنی اور

جب دائرہ عالم وجود میں آیا تو اسی کتاب کو انتخاب اول کا شرف حاصل ہوا اور اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسے بار بار طباعت کے مراحل سے گذارا گیا اور دائرہ کے ایک سو تیرہ سالہ سفر میں شاید ہی کوئی سال ایسا گذرا ہو جس میں یہ کتاب طباعت یا مکرر طباعت کے پروگرام میں شامل نہ ہوئی ہو، سال گذشتہ میں بھی ہم نے کنز العمال کی آٹھویں جلد کی مکرر طباعت کا کام سرانجام دیا ہے۔

دائرۃ المعارف عربی کتب کی تحقیق وطباعت کا مرکز ہے۔ یہ سنتے ہی ذہن میں عام طور پر یہ خیال گذرتا ہے کہ دائرہ کی ساری کتابیں عرب مصنفین کی ہیں، مگر دائرہ کے طباعتی پروگرام میں نہ صرف عرب مصنفین بلکہ ہندوستانی مصنفین کی بھی بہت سی کتابیں ہیں اور کتاب کنز العمال خود علی متقی م 975ھ کی ہے جن کے نام کے ساتھ الہندی کا شہرہ جڑا ہوا ہے، دیگر ہندوستانی مصنفین میں ان کے نام اور ان کی تصانیف یہ ہیں:

1۔شاہ ولی اللہ دہلوی ''شرح تراجم ابواب صحیح البخاری''

2۔محمد یار جنگ ''احسن السبک فی شرح قفانبک''

3۔عبدالحی لکھنوی ''نزهة الخواطر'' ہندوستانی علماء کے حالات پر اس سے مبسوط اور کوئی کتاب نہیں۔

4۔محمد ارتضا علی خاں مدراسی ''المنحة السراء'' اور ''النفائس الارتضية''

5۔عبدالنبی احمد نگری ''دستور العلماء''

6۔معین الدین الندوی ''معجم الامكنة''

7۔شہاب الدین دولت آبادی ''مصدق الفضل''

دستور العلماء کے بارے میں خاص بات یہ ہے کہ یہ کتاب علمی اصطلاحات کی انسائیکلو پیڈیا ہے اور سارے علوم وفنون کا احاطہ کرتی ہے، کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے اور کتاب المنحۃ السراء کا ترجمہ خود حیدرآباد میں ہوا ہے جس کا نام ''سوغات مسرت'' ہے اور جو عاملین کے لیے ایک نسخۂ کیمیا ہے، اس کی طباعت کا سارا بار مرحوم فیاض الدین نظامی صاحب ماہر تعمیرات نے اٹھایا تھا۔ دائرہ کی موجودہ عمارت انہیں فیاض الدین صاحب کے فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ اللھم اغفرلہ و ارحمہ۔ دائرۃ المعارف نے قرآن وحدیث، رجال واسانید اور اسلامی تاریخ پر مشتمل کتابوں کی تحقیق وطباعت کے شانہ بہ شانہ جدید علوم کی بھی کافی خدمت کی ہے اور جس میں بطور خاص قابل ذکر یہ علوم ہیں۔

ریاضیات Mathamatics

فلسفہ Philosophy

فقہ اللغۃ Philology

کلام منطق Dialect

علم المیاہ Hydrology

علم الکون Cosmology

فلکیات Astronomy

عوارض چشم Opthalmology

علم الاوزان Metrology

احجار کریمہ (انمول پتھر) Precious Stones

جراحت Surgery

طب Medicine۔

اس ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ دائرہ نے بین الاقوامی تعلقات پر بھی ایک کتاب چھاپی ہے جس کا نام ''شرح السیر

الکبیر ‘‘ ہےاور جس کے مصنف امام سرخسی ہیں۔ یہ کتاب امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ تالیف ’’السیــر الکبیــر ‘‘ کی شرح ہے۔

دائرہ نے علوم قدیمہ وجدیدہ کے ساتھ ساتھ موسیقی پر بھی ایک کتاب چھاپی ہےاور گیت کا عربی ترجمہ بھی چھاپا ہے،

فلکیات پر دائرہ کی کتاب کا نام ’’صــور الکــواکب ‘‘یعنی Figures of Stam ہے، انگریزی زبان میں اس کتاب پر ایک مبسوط جائزہ بھی کتاب میں شامل ہے جو دائرہ کے سابق ناظم مرحوم سید نظام الدین صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہےاور اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس دور میں بھی جب کہ طباعت کی ٹکنالوجی نہ ہونے کے برابر تھی، یہ کتاب Illustrated یعنی پوری فلکیاتی تصویروں اور نقشوں کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ بصریات اور رویت Opthalmology, Dculogy اور Optics کے بارے میں دائرہ نے علامہ ابوالحسن فارسی کی ایک کتاب ’’تــنــقــیــح الــمــنــاظــر لــذوی الابــصــار والبــصــائر ‘‘طبع کی ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب بصری معلومات کا خزانہ ہےاور آج کے اس دور میں بھی جدید بصری معلومات پر ایک چیالنج ہے۔ انکسار بصر Refraction کے متعدد توضیحی رسوم Illustrative Figures اس کتاب میں موجود ہیں۔ ان توضیحی رسوم و اشکال کی تعداد (216) ہے اور اسی سے کتاب کی جامعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

طب پر دائرہ کی مایۂ ناز کتاب ’’الــحــاوی ‘‘ کے تذکرہ کے بغیر دائرہ کے بارے میں کوئی بھی مضمون ناقص اور تشنہ سمجھا جائے گا۔ اس کتاب کو طبی انجیل بھی کہا جاتا ہے Materin Medica یا طبی مواد پر اس سے جامع اور کوئی کتاب نہیں، اس کتاب کے مختلف ابواب کا انگریزی ترجمہ پوری جامعات میں پڑھایا جاتا تھا، حال ہی میں ہالینڈ سے ایک ریسرچ اسکالر دائرۃ المعارف آئے تھے جو کینسر جیسے موذی مرض پر تحقیق کررہے ہیں، جب انہیں بتایا گیا کہ الحاوی کی 12 ویں جلد کینسر اور اورام خبیثہ کے بارے میں ہے تو انہوں نے فی الفورہ جلد خرید لی، پاکستان میں اس کتاب کا انگریزی ترجمہ چل رہا ہے۔

تفسیری مطبوعات میں برہان الدین بقاعی کی تالیف ’’نــظــم الــدرر فی تناسب الآیات والسور ‘‘دائرہ کی مطبوعات میں ایک شاندار اضافہ ہے، کتاب صرف آیات وسور کے باہمی ربط وتعلق ہی کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ بے شمار قرآنی دقائق ونکات سے پردہ اٹھاتی ہےاور قرآنیات سے متعلق ہر If and But کا جواب فراہم کرتی ہے، کتاب کے مؤلف، حافظ ابن حجر عسقلانی کے خاص شاگردوں میں تھے، عربی زبان وادب پر بڑا اعبور حاصل تھا اور خاص بات یہ ہے کہ ان کے استاد نے اپنی کتاب ’’انبــاء الغــمــر ‘‘میں اپنی شاگرد کی تحریر کو بڑے فخر کے ساتھ پیش کیا ہے جو قبرص پر مسلمانوں کی فوج کشی کے بارے میں ہے، رابطۂ عالم اسلامی کے آفس سکریٹری جناب محمد الطراوری نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے کے لیے اسی کتاب کو بنیاد بنایا ہے، پی ایچ ڈی کی بات جب آ ہی گئی ہے تو عرض کرتا چلوں کہ ملک و بیرون ملک کی بیشتر جامعات میں عربی علوم وفنون کے محققین نے اپنی تحقیقات کی طباعت کے لیے دائرۃ المعارف ہی کو منتخب کیا ہے اور اس کی وجہ ان کے بیان کے مطابق دائرۃ المعارف کا معیار تصحیح ہے، ان محققین میں ڈاکٹر عزیز سوریال عطیہ، (امریکہ)، ڈاکٹر قیس فرح اور ڈاکٹر حافظ عبدالعلیم (علی گڑھ) کا نام بطور مثال پیش ہے۔ حیدرآباد

کے ایک ہونہار نوجوان (جمیل الکاتب) نے ایک پی ایچ ڈی مقالے کے لیے خود دائرۃ المعارف کو عنوان بنایا ہے اور شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی کے زیرنگرانی اس کی تکمیل ہوئی۔

ان خاص خاص سخن ہائے گفتنی کو ہم دائرۃ المعارف کی کتاب **خاص الخاص للثعالبی** کے ذکر پر ختم کرتے ہیں، یہ کتاب عربی ادبیات میں ایک شاندار اضافہ ہے، خاص الخاص کی خاص بات یہ ہے کہ حال ہی میں الجزائر کی جامعات کے کچھ اساتذہ دائرۃ المعارف تشریف لائے تھے، مذکورہ کتاب کا ایک ایک نسخہ جب انہیں ہدیۃً پیش کیا گیا تو انہوں نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا اور یہ انکشاف کیا کہ الجزائر میں کسی ایک شیخ کے پاس خاص الخاص کا نسخہ ہے لیکن وہ نہ تو کسی کو عاریۃً دیتے ہیں اور نہ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ کتاب ان سے ایک لمحہ بھی دور رہے، یہ بخیلانہ طرز عمل کتاب کے تئیں ان کی بیکراں عقیدت کا غماز ہے۔

اور آخر میں عرض ہے کہ دائرۃ المعارف جس نے اب تک بڑے سرد و گرم حالات جھیلے ہیں اور کئی بار اپنے وجود و بقا کی جنگ بھی لڑی ہے آج بحمداللہ اکتفاء ذاتی Self Relations کی منزل سے بس چند قدم دور ہے، دعا فرمایئے کہ دائرہ کا یہ علمی کارواں آگے ہی آگے بڑھتا رہے۔

جنوں سلامت تو اپنی ٹھوکر میں یہ زمیں بھی یہ آسماں بھی
ہمارے عزم سفر کی زد میں ہیں ماہ و انجم بھی کہکشاں بھی

☆☆☆

دائرۃ المعارف کی بنیاد

دراصل تین مشہور شخصیتوں کی مرہون منت ہے جنہیں اس زمانہ میں ''سرکردہ تکون'' Elite Trio کا نام دیا جاتا تھا اور وہ ہیں مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ، نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی اور ملا عبدالقیوم جو جمال الدین افغانی کے اسلامی فلسفہ سے متاثر تھے۔ اس باب میں خاص بات یہ ہے کہ دائرہ کی تاسیس کے لیے اس وقت کے نظام دکن نے ایک خاص شاہی فرمان جاری کیا تھا جو آج بھی

اسٹیٹ سنٹرل ارکائیوز میں محفوظ ہے

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا عظیم کارنامہ دائرۃ المعارف

از: مولانا ڈاکٹر شیخ احمد محی الدین شرفی، (پی ایچ ڈی) ناظم اعلیٰ دارالعلوم النعمانیہ حیدرآباد)

حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی تحریک پر ملا محمد عبدالقیوم حکومت نظام اور نواب عماد الملک کی مشترکہ کاوشوں سے سرزمین حیدرآباد پر ایک ایسے علمی ادارہ کا قیام عمل میں آیا جس کے باعث دنیا بھر کے اعلیٰ علمی و دینی حلقوں میں حیدرآباد کی شناخت گذشتہ ایک صدی سے قائم ہے، اور اس شہر کو گہوارہ علم و دانش سے موسوم کیا جاتا ہے، یعنی ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' جس کا قیام ۱۳۰۸ھ م ۱۸۸۸ء میں عمل میں آیا۔ ''دائرۃ المعارف'' کے قیام کے ضمن میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے اپنے سفر حج کے موقع پر مدینہ منورہ میں کچھ قدیم ترین اور نایاب مخطوطات و کتب کی نقولات تیار کروائیں اور اپنے ساتھ حیدرآباد لے آئے۔ وہ دل سے اس بات کے آرزومند تھے کہ ان کا علمی ذخیرہ دست برد زمانہ سے محفوظ رہے، اس کے لئے ایک ہی صورت تھی کہ ان کو طبع کروا کر محفوظ کیا جائے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا سارا سرمایہ مدینہ منورہ میں ان مخطوطات کے نقل کروانے کے ضمن میں صرف ہو چکا تھا۔ بہرحال انہوں نے ان مخطوطات کی اشاعت کے بارے میں ملا محمد عبدالقیوم صاحب سے جو کمشنر انعام رہ چکے تھے اور سرکار میں بڑا رسوخ رکھتے تھے مشورہ کیا اور ایک ادارہ کے قیام کی تجویز پیش کی، تاکہ اس کے وسیلہ سے نایاب علمی ذخائر طبع کر کے محفوظ کئے جائیں۔ چنانچہ ملا عبدالقیوم نے حضرت شیخ الاسلام کی تجویز کے موافق نواب عماد الملک کے ساتھ مشاورت کی اور اس تحریک کو عملی جامہ پہناتے ہوئے دائرۃ المعارف کی بنیاد ڈالی۔ یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اس کا قیام خود حضرت شیخ الاسلام نے عمل میں لایا تھا اور اس کا نام ''دائرۃ المعارف النظامیہ'' رکھا۔ جو در حقیقت ایک مطبع تھا، جہاں سے پہلی کتاب ''کنز العمال'' مؤلفہ شیخ علاء الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ طبع ہوئی۔

جب سرکار سے دائرۃ المعارف کے لئے ماہانہ پانچ سو روپئے کی امداد منظور ہوئی، تو حضرت شیخ الاسلامؒ نے دائرۃ المعارف کے انتظامات کے لئے ایک مجلس بنائی اور تمام ذمہ داری اس کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد سے دائرۃ المعارف مستحکم بنیادوں پر تدوین و تصحیح اور طباعت کے خالص علمی کام انجام دینے لگا۔ لگ بھگ ۶۵ سال قبل کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے قیام کے بعد سے چالیس سال کے دوران اس عظیم الشان اشاعتی مرکز سے ۷۶ نادر الوجود عدیم المثال کتابوں کے ۱۶۰ حصے شائع کئے جا چکے تھے۔ دائرۃ المعارف النظامیہ بعد میں دائرۃ المعارف العثمانیہ سے موسوم ہوا (۱)۔

تمام عالم اسلام سے یہاں قدیم اور نایاب عربی کتابیں اور مخطوطات وغیرہ تصحیح وطباعت کی غرض سے بھیجی جاتی تھی۔ لگ بھگ آٹھ دہوں تک دائرۃ المعارف اپنی معنوی خدمات کے سلسلہ میں پورے عالم عرب اور دنیا بھر کے علمی حلقوں کا مرکز نگاہ تھا۔ یہاں پر منتخب روزگار علماء ان علمی شہ پاروں کو زیورطبع سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے رہے۔ یقیناً جب سے عرب دنیا میں مطابع کثرت سے قائم ہونے لگے، تدریجی طور پر اس کا اثر دائرۃ المعارف پر پڑنے لگا، تاہم اس ادارہ کا اعلی معیار، قدیمی وقار اورشہرت میں کوئی کمی واقع نہ ہوسکی۔

ہر دور میں دائرۃ المعارف سے بلند قامت علمی و دینی شخصیات وابستہ رہیں، جن پر دائرۃ کے اعلی روایتوں کی پاسداری اور علمی خدمات کے سلسلہ میں دائرہ کے معیار کی برقراری کی بھاری ذمہ داری ہوا کرتی۔ بانیان دائرۃ کی نیتوں کا حسن وکمال اور برکات کا اثر ہے کہ آج تک دائرۃ چنندہ علمی ہستیوں کے سبب منفرد شہرت رکھتا ہے۔ یہاں عربی زبان اور اسلامیات کی بے شمار وقیع ونادر کتابیں شائع ہوچکی ہیں، جن کی مکمل فہرست (کیٹلاگ) مطبوعہ شکل میں مل جاتی ہے۔ گزشتہ دس سال سے دائرہ کی علمی واشاعتی خدمات بجائے خود ایک زبردست علمی موضوع ہے، جس پر کئی محققین نے نہایت مبسوط کام کیا ہے اور دائرہ کی خدمات کے ضمن میں سینکڑوں مقالے اور مضامین دنیا کے اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ حیدرآباد آنے والی ہر علمی شخصیت کی اولین تمنا اس ادارے کا معائنہ وزیارت ہوا کرتی ہے اور دائرۃ المعارف کی بے مثال خدمات پر ان کے قلوب متاثر ہوا کرتے ہیں۔ حالیہ دور میں ہندوستان کی جن عظیم المرتبت علمی شخصیات نے دائرۃ المعارف کی خدمات انجام دیں، ان میں ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب، ڈاکٹر میر ولی الدین، پروفیسر محمد عبدالمعید خاں مرحوم، پروفیسر سید عبدالوہاب بخاری مرحوم، جسٹس شرف الدین صاحب، ڈاکٹر مہرالنساء، ڈاکٹر ایم اے احمد، ڈاکٹر سلیمان صدیقی، پروفیسر محمد احمد اللہ خاں اور پروفیسر محمد عبدالمجید شامل ہیں۔ دائرۃ کی معنوی خدمات انجام دینے والوں میں مولانا شریف الحسینی صاحب، مولانا ہاشم ندوی صاحب، مولانا حبیب عبداللہ المدیح صاحبؒ، ڈاکٹر عبدالستار خاں صاحب، حضرت علامہ سید محمد حبیب اللہ قادری (رشید پاشاہ) مؤظف صدر مصحح، حضرت مولانا حافظ عزیز بیگؒ، حضرت مولانا محمد عطاء اللہ نقشبندیؒ، حضرت مولانا ابوبکر الہاشمی، حضرت مولانا سید صدیق حسینی قادری، حضرت مولانا محمد الطاف حسین فاروقیؒ، حضرت مولانا محمد عمران اعظمی، حضرت مولانا قاضی محمد عبدالرشید، حضرت مولانا غوث محی الدین صدیقی، مولانا ڈاکٹر محمد سمیع اللہ خانصاحب، حضرت مولانا سید عمر فاروق الہاشمی اور دیگر قابل احترام علماء شامل ہیں۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدین، مطلع الانوار، ص 67، (1405ھ) زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور عالمی ادارۂ تحقیق دائرۃ المعارف

از: مولانا ڈاکٹر قاضی محمد نسیم احمد، نائب شیخ الادب جامعہ نظامیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرد وعورت مسلمان پر علم دین کا حاصل کرنا لازم قرار دیا مگر عام طور سے مسلمان اس سے غافل اور بے بہرہ رہے ملک میں اور خاص طور پر حیدر آباد میں جہالت اور ناخواندگی عام تھی عیش ونشاط، گانے بجانے اور فسق وفجور کا بازار گرم تھا۔حضرت فضیلت جنگ انوار اللہ رحمۃ اللہ نے ان برائیوں اور جہالت کی تاریکی کو ختم کرنے کے لئے جہاں ایک علم دین کی شمعِ روشن عظیم الشان علمی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی، وہیں آپ نے کتب خانہ آصفیہ کے علاوہ دائرۃ المعارف کو قائم کیا اور مدارس قائم کرنے کا ذہن حضور نظام میر عثمان علی خان آصف سابع کو دیا، جس کے نتیجہ میں حیدر آباد تعلیم کا گہوارہ بن گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی دینی وملی واصلاحی خدمات بے مثال اور قابل تقلید ہیں آپ کی شخصیت کا وہ شاندار پہلو ہے جس میں آپ نے کئی کتابیں تصنیف وتالیف کی، اس کی تفصیل وتشریح اس مختصر سے مضمون میں ناممکن ہے۔

دائرۃ المعارف کے قیام کی اصل وجہ یہ تھی کہ عربی علوم وفنون کے بیش بہا مخطوطات طباعت سے آراستہ ہوکر عام استفادہ کے لئے اہل علم تک پہنچ جائیں چنانچہ حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ علیہ الرحمہ، نواب عماد الملک اور ملا عبد القیوم مرحوم کی کوششوں سے ۱۳۰۸ھ م ۱۸۸۸ء میں یہ ادارہ قائم کیا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس ادارہ سے سب سے پہلے حدیث کی جامع اور ضخیم کتاب کنز العمال طبع کروائی تھی جس کے نسخے خود مولانا نے بزمان قیام مدینہ منورہ نقل ومقابلہ کرکے اپنے ساتھ لائے تھے، اس کے علاوہ جامع مسانید امام اعظم رحمہ اللہ جوہر نقی علی سنن البیھقی اور احادیث قدسیہ کو بھی مجلس دائرۃ المعارف نے شائع کیا، آج بھی یہ علمی ادارہ عالمگیر سطح پر قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، جہاں کئی ایک نامور اور قابل ترین علماء شبانہ روز علمی ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں سے سینکڑوں قدیم نادر علمی ادبی تاریخی اور ثقافتی بلند پایہ مخطوطات کی تصحیح اور تعلیقات کے ساتھ طباعت اور اشاعت ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ علوم اسلامیہ اور حقائق تاریخیہ کا بڑا حصہ زمانہ کے ہاتھوں تباہ وبرباد نہ ہو اس لئے شیخ الاسلام نے ان قیمتی ذخائر کے تحفظ وبقاء اور نشر واشاعت کی پوری جدو جہد کی اور اس علمی ادارہ کا قیام عمل میں لایا تاکہ آئندہ ہماری نسلیں انہیں اپنے لئے سرمایہ حیات بناسکیں۔

الحمدللہ دائرۃ المعارف سے تاحال ہزاروں کتابیں شائع ہوئیں، ان تمام کا تذکرہ اس مضمون میں مشکل ہے تاہم ان میں سے

تفسیر، حدیث، فقہ و تاریخ کی قابل ذکر کتابوں کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) تاویل سورۃ الفاتحۃ تفسیر سورہ فاتحہ.

(۲) کنز العمال ۔

(۳) شفاء الاسقام اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کو احادیث اثار صحابہ رضی اللہ عنھم اور اقوال ائمہ سے ثابت کیا گیا۔

(۴) خصائص الکبریٰ ۔

(۵) دلائل النبوۃ۔

(۶) تھذیب التھذیب۔

دائرۃ المعارف کی شہرت وعزت ہندوستان سے زیادہ ممالک اسلامیہ مثلاً سعودی عربیہ، مصر، شام، ترکی، جزائر، ایران، عراق اور بلاد یورپ، اٹلی، برطانیہ، فرانس، وغیرہ میں ہے۔

دائرۃ المعارف سے سب سے پہلے حدیث کی جامع کتاب کنز العمال جو (۸) جلدوں میں ہے، کی اشاعت عمل میں آئی جس کو شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے بزمانہ قیام مدینہ منورہ کثیر رقم صرف کرکے نقل کروایا تھا اس کے علاوہ دیگر قلمی کتابیں بھی اشاعت سے آراستہ کی گئی اور اب تک دیگر سینکڑوں نایاب کتب شائع ہوچکی ہے اس شہرہ آفاق ادارہ کی وجہ سے بیرون ہند، حیدرآباد کی نہایت قدر ومنزلت ہے۔

چنانچہ اس تحقیقی ادارہ کی شہرت اور عربی کتب کے ذخائر کی بناء اہل ذوق علماء، دانشور حیدرآباد کا رخ کرتے ہیں اور یہاں کے علمی گہوارہ سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ آج بھی اس کی شہرت اور مقبولیت میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ علماء، مفکرین، دانشور و محققین اس علمی ادارہ کا معائنہ اور اسکی کارکردگی پر اظہار مسرت کرتے ہیں۔ ☆☆

مدحتِ شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ

یہ اکتسابِ فیض ہے انوار نبیؐ کا
انوار اللہ اسم بامسمیٰ ہوگیا
استاذِ زماںؒ خاں کے یہ شاگرد انوکھے
فیضانِ امداد اللہ نے تھا رنگ چڑھایا
توفیق دی خدا نے انہیں خدمت دیں کی
بنیاد جامعہ کا بندھا سرپہ جو سہرا
وہ دارترجمہ کے بھی ہیں اصل میں بانی
قائم ان ہی سے کتب خانہ آصفی ہوا
قائم ہوا امور مذہبی کا محکمہ
اور اس کی صدارت بھی ہوئی ان ہی کو عطا
پھیلائے ریاست کے ضلعوں میں علوم دیں
قائم کیا ہر ضلع میں ایک دینی ادارہ
اور ان کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے
ان کو ملا خطاب فضیلت جنگ کا
ہیں ان کے تصانیف تو انمول جواہر
وہ تھے علوم دیں میں بڑے کامل و یکتا
کتنے ہی فاضلین ہوئے فارغ التحصیل
ہے جامعہ عظیم دکن کا نظامیہ
عثمان آصفی کے اتالیق وہ رہے
سلطان العلوم کا جن کو لقب ملا
یہ عالمِ عظیم کی یارب ہو مغفرت
اور ان کو عطا کیجئے خدمات کا صلہ
واصلؔ ہمیں فضیلتؔ انورؔ کو سمجھنے
واجب ہے تصانیف کا ان کے مطالعہ

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی قائم کردہ پبلی کیشن اکیڈمی ’’مجلس اشاعۃ العلوم‘‘

از: مولانا حافظ محمد عبید اللہ فہیم قادری، مولوی کامل جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

۱۳۳۰ھ میں مجلس اشاعۃ العلوم کا قیام دراصل مصلح قوم وملت شیخ الاسلام علامہ محمد انوار اللہ فاروقیؒ کی علمی بیداری کا ایک اہم اورواضح ثبوت ہے کتب کی اشاعت سے آپ کا مقصد ملت میں اخلاق وکردار کا عملی نفاذ' مطالعہ اور علم کو عام کرنا تھا اس بات کو شاہ وقت آصف سابع میر عثمان علی خاں نے بھی بہت شدت سے نہ صرف محسوس کیا بلکہ پانچ سو روپئے ماہانہ امداد جاری کی۔ حضرت شیخ الاسلام جو اس اشاعتی ادارہ کے میر مجلس بھی رہے کے عہد میں مختلف موضوعات پر کئی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں۔

اشاعۃ العلوم کا جملہ نظم ونسق مجلس انتظامی کے ذمہ رہتا ہے جو صدر ، معتمد، شریک معتمد اور گیارہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے مولانا محمد ولی الدین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام مرتضی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید ندیم اللہ حسینی بختیاری، محترم مجید عارف، نواب صدر یار جنگ بہادر، مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی' حضرت علامہ رشید پاشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے سرکردہ اصحاب اس مجلس کے ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے اور اس کو فروغ دیا، مولانا مفتی خلیل احمد صاحب نے عصری خطوط پر اس مجلس کی صورت گری کی اور طباعت اشاعت ، فروخت وانتظامی مسائل پر ایک نئی روشنی دکھائی جس نے مجلس کے وقار اور افادیت کو دوبالا کردیا۔ اس وقت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب صدر نشین اور مولانا محمد خواجہ شریف صاحب معتمد ہیں مولانا محترم مجلس کو پروان چڑھانے میں شبانہ روز مصروف ہیں ۔ راقم الحروف اور مولانا قاضی سید لطیف علی شریک معتمد کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں اس وقت مجلس کئی قدیم اور اہم کتب کی اشاعت کے لئے کوشاں ہے اس کے لئے ملت کے اہل ثروت اصحاب کا تعاون ضروری ہے مجلس کی رکنیت صرف ۱۰۰۰ روپئے ہے، اشاعۃ العلوم جامعہ کی جانب سے بھی سالانہ امداد دی جاتی ہے اور اب تک تفسیر، حدیث فقہ، اسلامی، تاریخ، سیرت النبی، اخلاق، تہذیب اسلامی، عقائد وکلام، فتاوی جیسے اہم موضوعات پر ۱۵۰ سے زائد اردو عربی ، انگریزی، تلگو کتب شائع کرنے کا اعزاز اس مجلس کو حاصل ہے،

ذیل میں چند کتب کا مختصر تعارف دیا جارہا ہے جس سے مجلس اور کتب کی افادیت کا اندازہ ہوگا۔

مقاصد الاسلام (حصہ اول)

(بزبان اردو): تصنیف حضرت مولٰنا الحافظ علامہ محمد انوار اللہ خان بہادر (فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ) استاد شاہان دکن، اس میں مباحث اخلاق، تمدّن، فقہ، کلام وغیرہ ہیں۔ میلاد شریف سے متعلق مواہب لدنیہ شفاء قاضی عیاض وخصائص کبری وغیرہ معتبر کتابوں سے روایتیں لکھی گئی ہیں۔ اہل علم حضرات کے اصرار وطلب پر دوبارہ نہایت عمدگی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ یہ حصّہ نہایت کارآمد مقبول خاص وعام ہے ٹائیٹل رنگین لکھائی چھپائی نہایت واضح۔ ضخامت (۱۲۶) صفحے۔

مقاصد الاسلام (حصّہ دوم)

(بزبان اُردو): مؤلفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس میں عقل ودرایت سے مرزا قادیانی وسَر سید صاحب کا رداور معجزات وخوارق عادات کے متعلق عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ضخامت (۲۱۴) صفحے۔

مقاصد الاسلام حصّہ سوم

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ، اس حصّہ میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ انسان کی ترکیب، اوصاف نفس ناطقہ وباری تعالیٰ، معرفت الٰہی، خلق آدم علی صورتہ کے معنی، مقصود از تخلیق انسان، پیدائش روح کا حال، حضرت آدم کی پیٹھ سے ذرّیت کیونکر نکالی گئی، صورت نوعیہ کیونکر محفوظ رہتی ہے، بعض کو وعدہ میثاق یاد ہے، روح کی صورتیں ہر موطن میں مختلف ہیں، بحث مسئلہ تقدیر، اعیان ثابتہ، ایجاد واحداث۔ جبر وقدر، قدم عالم اوراس کا جواب، شبلی صاحب کے خیالات اور اُن کا جواب اور عدم تناہی کا ابطال، قیاس کی غلطی۔ نفس ناطقہ کی دلچسپی، فناء عالم، ایجاد عالم کا سبب، مادہ ایتھر، کچے صوفیوں کا تصوف۔ اصلی تصوف وغیرہ وغیرہ۔ضخامت (۱۳۲) صفحے۔

مقاصد الاسلام (حصّہ چہارم)

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ، اس حصہ میں تحصیل علوم عربیہ حسب نصاب نظامیہ پر پاکیزہ بحث، علم اور اہل علم کی فضیلت، زکواۃ کی ترغیب، فضائل علم کے متعلق چالیس احادیث علوم عربیہ اور دنیاوی ترقی، حج کے فضائل اور اس کی ترغیب، اسلام پر بے دینوں کا حملہ، چکڑالوی کا رد۔ اطاعت رسول، کلام مجید اور فقہ اتحاد۔ مذاہب عالم کا جواب، توہین شیطان۔ شفاعۃ علمائے موجودہ، طلبائے مدرسۂ نظامیہ کے چند تقاریر وغیرہ یہ حصّہ بھی مثل اور دیگر حصوں کے قابل دید ہے۔کل مضامین عالمانہ تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ضخامت (۱۴۰) صفحے۔

مقاصد الاسلام (حصّہ پنجم)

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ جس میں تصوف کی تعریف، صوفی کے اصطلاحی معنی، ضرورت عبادت الٰہی۔ معرفت الٰہی، جزاء وسزاء، جنت ودوزخ، کے متعلق ایک عقلی بحث جزاء سزاء کا عقلی ثبوت۔تصوف کا اصل اصول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زاہدانہ زندگی اہل بیت اور خلافت۔شان نزول سورہ قدر وکوثر، مدارج حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ وعلی کرم اللہ وجہہ۔حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ وعلیؓ کے اورع ہونے کے متعلق شیعہ وسنّی کا اتفاق۔ حضرت ابوبکرؓ وعلیؓ کا قبول خلافت سے انکار۔ خلافت کی ذمہ داریوں سے خوف، معنی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ، محاربہ صفین وجمل۔ ہر فتنہ کی پیشن گوئی۔علم قرون اولیٰ تا قیامت۔خلفائے ثلاثہ کی خلافت، مدت خلافت راشدہ، ارتداد صحابہ کی تردید، اثبات بیعت حضرت علیؓ با خلفائے ثلاثہ۔ فضیلت شیخین۔ اتفاق حضرت علیؓ بر خلافت حضرت ابوبکرؓ، ایکدلی واتفاق صحابہ وقت حضرت ابوبکرؓ اعتراف اسلام صحابہ وقت حضرت عمرؓ حقانیت خلافت حضرت صدیقؓ پر قرائن شجاعت علی کرم اللہ وجہہ۔ واقعہ اخراج حضرت ابوذر، واقعہ در قلعہ خیبر۔عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی اور زندقہ۔احراق قائلین الوہیت حضرت علیؓ، یہودیت ابن سبا اور اسکا ملعون ہونا خوف از عالم منافق۔ قصہ بولس۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دولتمندی وغیرہ وغیرہ یہ حصہ بھی قابل دید ہے ضخامت (۲۴۰) صفحے۔

مقاصدالاسلام (حصہ ششم)

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ جس میں عبداللہ بن سبا کے حالات ۔ فتنہ وبغاوت کی ابتداء، وقائع متعلقہ شہادت حضرت عثمان، آرزوئے تبادلہ اہل شام یا شیعہ ۔ مسئلہ رجعت ۔ فرق قائلین رجعت علم باطنی حصول ولایت ۔ فضیلت تقوی، تقیہ کا اصل راز وحقیقت شیعہ وخوارج کی تراشی ہوئی روایتیں، مسئلہ جبر وقدر ۔ ومناظرہ امام اشعری وجبائی اس کے سوا اور مختلف مضامین بصراحت مذکور ہیں جس کے اظہار کی یہاں گنجائش نہیں ۔ ضخامت (۳۰۰) صفحے ۔

مقاصدالاسلام (حصہ ہفتم)

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ اس حصہ میں عجائب جسمانی کے طبی حالات ۔ اسلام اور طب ۔ قیامت، وید آسمانی کتاب نہیں ۔ آریہ مذہب فطرت کے خلاف ہے، مذھب ارتقاء کا رد، تجد د امثال، معدے کے حیرت انگیز حالات ۔ وحی کے اقسام، مردے پر عذاب، محبت وشوق کے معنی ۔ عشق حقیقی عارفوں کی اجمالی حالت، شریعت کی ضرورت، ارادت مرید مشاہدہ جناب قدس، خوارق عادت، اسرار طبیعت ۔ واعظوں کو کرامات ومعجزے بیان کرنے کی ضرورت ونیز بہت سے مضامین مختلفہ نہایت متانت وسنجیدگی سے بیان ہیں جو سراسیمگان وادیء اشتیاق کے لئے رہبر کامل ہے ضخامت (۱۸۷) صفحات ۔

مقاصدالاسلام (حصہ ہشتم)

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ اس حصہ میں تفسیر سورۃ ناس سے متعلق چند اشارات ومضامین ودریافت اصل ہر شئے واعظین کو شیطان کے مکائد بیان کرنے کی ضرورت ۔ اصلاح تمدّن، عدم امکان ہمسری مخلوق باخلق، سلطنت اسماء حسنٰی، ابطال تناسخ، سلطنت نفس ناطقہ، عبودیت، تفسیر وسواس تصرف شیطان اور نفس، اعلی درجہ کا شکر ۔ وسوسہ، اثر افعال برنفس، حق العباد، سماع، موتی، ایمان واسلام واحسان، جن سرقہ جسم انسانی، غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی سلطنت ۔ کرامات اولیاء اللہ، مسئلہ وحدۃ الوجود، وخلق افعال، برقی روشنی وغیرہ مضامین نہایت سنجیدگی سے بیان کئے گئے ہیں ضخامت (۲۰۴) صفحات ۔

مقاصدالاسلام (حصہ نہم)

(بزبان اُردو): مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ، اس حصہ میں اثر دست مبارک آنحضرت ﷺ سے کھجور کی ڈالی کا تلوار ہو جانا ۔ اجزاء دیمقراطیہ کا حال اور قلب ماہیت کا امکان، شیوع اسلام میں تاخیر کی وجہ، قدرتی علاج، دست مبارک سے چہرہ کا روشن ہوجانا اور محبت کا پیدا ہونا ۔ فرشتوں کا لشکر کے ساتھ رہنا، حفظ قرآن بہ برکت دست مبارک ۔ اہل یورپ کا جنّوں کو مان لینا ۔ دستِ مبارک سے بھوک جاتی رہنا ۔ معجزات کا ظہور ۔ طریقہ موعظت حسنہ، وجہ اختلاف قراءت قرآن، صحیح احادیث سے تصرف فی الاکوان کا ثبوت اوراس کی حقیقت ۔ حضرت کے دئے ہوئے کنکریوں سے کنوئیں کا پانی سے بھر جانا ۔ اکیس کھجوریں دس ہزار ہوگئیں ۔ ایک پسّو سے اسی ۸۰ آدمی کا سیر ہونا ۔ کرشمۂ توفیق ۔ حضرت کی معیشت کا ثبوت پر دال ہونا ۔ مرزا قادیانی کا معجزات انکار ۔ لاغر قریب مرگ بکری کا دودھ دینا، لکڑی کا تلوار ہوجانا ۔ ایک مشت خاک سے کافروں کا اندھا ہونا، چھڑی کے اشارے سے بتوں کا گر جانا ۔ واقعہ جنگ تبوک، مقام عبودیت،

واقعہ حدیبیہ، وفدنجران سے مباہلہ، کنکریوں کا بات کرنا، مسئلہ فطرت، معجزہ شق القمر،تجددامثال،شناخت محبت ومخالفت۔تبدیل فطرت۔دنیاو بت پرستی کی حقیقت۔حقیقت بت عزیٰ ونائلہ۔آنحضرت ﷺ کوقدرت دئے جانے کا منشاء، منافقوں کے خیالات،صحابہ کی تہذیب وفضیلت وضرورت محبت واقعۂ خندق۔اقتدارآنحضرت ﷺ،اسلامی تعلیم متعلقۂ احسان۔استبراک ازبول وآب دہن وبلغم سماؔع احجارو جمادات۔استبراک ازتابوت سکینہ وغیرہ وغیرہ تمام مضامین عالمانہ تحقیقات کے ساتھ بحوالہ کتب معتبرہ درج ہیں ضخامت(۳۲۴)صفحات۔

مقاصدالاسلام(حصّہ دہم)

(بزبان اُردو):مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ نوراللہ مرقدہ، اس حصہ میں واقعات لشکر اسامہؓ مخالفتؔ حضرت صدیق اکبرؓ زہمہ صحابہ کمال ایمان وپیروی صدیق وتلقین مسائل تصوف وجہاد بامانعین زکواۃ، مسئلہ اتباع پیر،حکم روانگی افواج برملک کسریٰ وقیصر۔مقابلہ ابن عمر ازروبلیس،حکم حضرت عمرؓنسبت سوختن مکان حضرت سعد بن وقاصؓ ،حال سعد بن وقاصؓ کیفیت مکانات آنحضرت ﷺ، واقعات عدل فاروقی، حالات زہد فاروقی، صبر واستقلال حضرت خالدؓووجہ آن۔ثبوت مراقبہ۔معنی مراقبہ۔مسئلہ بیعت وجہ حدوث بیعت مشائخین واقعۂ ایۃ ان اللہ اشتریٰ،معنی ومارمیت اذرمیت الخ گرفتن عمرؓنصف مال ازحضرت عمروبن عاصؓ۔نفوسؔ قدسیہ صحابہ۔فتح قلعۂ حلب،تجلی الٰہی وقت جنگ،حسرت برعدم شہادت واقعہ آراستہ کردن معاًذفرزندخودنوبالغ رابرائے مقابلہ شخص قوی،واقعہ حلب حالاتؔ یوقنا ویوحنا مسئلہ ندائے یامحمد ﷺ اسلامؔ یوقناق قویؔ تصرف آنحضرت درآں عاؔلم، اسلام روماس وزوجہ اوندائے وامحمد در جنگ مسیلمہ کذاب،واقعہ مرج القبائل وابوالہول،حالاتؔ فتح دمشق۔واقعہ غزوہ یرموک۔واقعاتؔ فتح انطا کیہ خوابؔ بنی ہرقل نسبت زول سلطنت خود۔وفاداری صحابہ وحالات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین در بارہ حمایت دین، واقعات تمنائے شہادت شجاعت قوتؔ ومروّتؔ تواضع وفصاحتؔ وکمالؔ عقل وراستبازیؔ وحلم وعفو وسخاوتؔ آنحضرت ﷺ اخلاص وتوکل صحابہ مراعاتؔ ابوعبیدہؓ بہ اہل حمص نفوس قدسیہ صحابہ۔ اثر خط حضرت عمرؓ اسلاؔم جارج قاصد ہامان وغیرہ وغیرہ مضامین نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ضخامت(۱۸۰)صفحے۔

مقاصدالاسلام(حصّہ یازدہم)

(بزبان اُردو):مولّفہ حضرت مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ اعلی اللہ مقامہ،ضرورت اتباع صحابہ،فضائل نبی کریم ﷺ،فرشتوں کا حضرت کا کلمہ پڑھنا۔وہابیہ کے خیالات،منشاءغلطی وہابیہ حضرت کی تعظیم قرآن سے رسالت وسلطنت،فرشتوں کی حضرت کے ملاقات کی آرزو،ہرنی کا کلمہ پڑھنا۔ہوا کا انتثال امر،آتش کا انقیاد،آتش کارومال میں اثر نہ کرنا، نام مبارک سے دوزخ کا بجھ جانا، اللہ نورالسموات والارض کی تفسیر،آدم علیہ السلام کی کنیت ابومحمد ہونے کی وجہ،فرشتوں وغیرہ کا امتی ہونا،رسالت حضرت سرداردوعالم سفلی وعلوی،ابراہیم علیہ السلام کے نہ جلنے کا سبب،حمل شریف کے خصوصیات وبرکات۔کل انبیاء سے حضرت کا اعلم ہونا،جوازخلابرمذہب اہل حکمت جدیدہ،بحث مادّہ علم طب،علم تشریح۔علم الفراستہ،علم القیافۃ البشر،علم الریافۃ،بارش کا علم،علم عرافہ،حکایت اسکندر۔حکایت ہارون رشید،حکایت مہدی۔علم احکام النجوم،حضرت کا علم مغیبات پر،بوقت ولادت باسعادت بی بی مریم وآسیہ وغیرہ کا آنا تخفیف عذاب ابولہب باظہار مسرت میلا د رسول

اکرم ﷺ ضرورت خلوص۔ محفل میلاد بدعت حسنہ ہے مسئلہ بدعت عید میلاد مقرر نہونے کا سر، فضیلت شب میلاد وغیرہ اور بہت سے مضامین ہیں جن کے اظہار کی اس مختصر میں گنجایش نہیں ضخامت (۱۱۸) صفحات۔

افادۃ الافہام حصہ اول و دوم

(بزبان اردو): 'مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ازالۃ الاوہام کے، نہایت محققانہ ومہذبانہ دئے گئے ہیں جن کے ضمن میں کئی ضروری دینی مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہیں، اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے،، ہندوستان کے مختلف مقامات سے اکثر اس کی مانگ رہتی ہے، رد مذہب قادیانی کے متعلق آج تک ایسی کتاب طبع نہیں ہوئی جلد اول ضخامت (۴۷۲) صفحے جلد دوم ضخامت (۲۶۳) صفحات۔

حقیقۃ الفقہ حصہ اول و دوم

(بزبان اردو): اس کتاب میں محدثین اور فقہاء کے فرائض منصبی اور انکے کارنامے اور حدیث فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کا گئی ہے خصوصا امام اعظمؒ کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ ضخامت (۴۱۴) صفحے۔ جلد دوم ضخامت (۲۵۶) صفحے۔

کتاب العقل:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس کتاب میں عقل کی حقیقت کھول دی گئی ہے دینی ابواب میں کہاں تک عقل چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ وفلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا انکے جوابات عقل سے دئے گئے ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے مولانا کے تبحّر علمی کا پتہ چلتا ہے ضخامت (۳۲۸) صفحات۔

انوار احمدی:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہیں جس کی واعظوں کو سخت ضرورت ہے یہ کتاب اپنی خوبی وپسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوچکی ہے علم دوست حضرات کے اصرار پر اعلی پیمانہ پر رنگین ٹائیٹل کے ساتھ چھاپی گئی ہے ضخامت (۳۶۲) صفحے۔

انوار الحق:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس کتاب میں تائید الحق مصنفہ حسن علی قادیانی کا جواب ہے نیز ازالۃ الاوہام مولفہ مرزا قادیانی کے بعض مباحث پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مرزا قادیانی کا کل مسلمانوں کو مشرک قرار دینا، علامات قیامت، دجال کے خوارق عادات، فتنہ وہابیان، مرزا قادیانی کی تحریفیں۔ مرزا کا دعوائے رسالت، قرآن مجید میں قادیان کا نام، الہام کے اقسام وغیرہ مضامین نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ضخامت (۱۱۶) صفحے۔

الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس کتاب میں قرائن وضع حدیث۔ قرینہ در راوی وایجاد محدثین، قواعد جرح وتعدیل، فرق میان فقہا ومحدثین ووجہ عدم جو از رویت از روافض ومبتدعہ، فضیلت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اسناد سلسلۃ الذہب، احوال محمد بن یحییٰ۔ جرح وتعدیل متقدمین، وعمل متا

خرین، عدم افادہ تعدیل بعد جرح، تقلید امام بخاری خلاف نص۔ بلا وجہ حدیث را موضوع نباید گفت، تصحیح احادیث ذریعہ کشف، فضیلت صلوۃ التسبیح، احوال ابن جوزی وخوش اعتقادی جلال الدین سیوطی، ادخال ابن جوزیؒ بعضے احادیث صحیحہ را بموضوعات، التزام فعل حسن در امور خیر، واقعہ مقلد غیر مقلد، تشدد مسئلہ میلاد شریف وفاتحہ سوم اموات، مذہب روافض وخوارج ومعتزلہ وغیرہ اقوال حسن بصریؒ متعلق رویت الٰہی بہ شب معراج ثبوت رویت الٰہی از اقوال صحابہؓ، ضرورت تقلید اعتقاد امام بخاری نسبت قرآن، اختلاف کمی وزیادتی در ایمان مذہب امام صاحب نسبت ایمان، تعریف بندہ مومن وغیرہ وغیرہ ضخامت (۱۲۰) صفحات۔

خدا کی قدرت:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، یہ رسالہ تضمین اشعار مولوی خرم علی جو استمداد کی ممانعت اور تحذیر کی تھی حضرت مولانا ممدوح نے انہیں اشعار کی تضمین وتطبیق گو بظاہر مرحوم کے اشعار کی شرح ہے لیکن باطن میں منکرین استمداد کا جواب مدلل ہے جو مفید اہل سنت والجماعت، ضخامت (۸) صفحے طبع ثانی۔

خلق افعال:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا حافظ انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس رسالہ میں خلق افعال کے متعلق دلائل عقلی ونقلی اور فرقہ معتزلہ قدریہ کے توہمات کا دفعیہ کیا گیا ہے اور حق تعالی شانہ کا خالق افعال ہونا اور جزاء وسزاء کا ہر ایک کے فہم وجدان سے متعلق ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ضخامت (۲۰) صفحات۔

انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ قبلہ اعلی اللہ مقامہ، اس رسالہ میں وحدۃ الوجود کا اثبات نہایت عمدہ پیرایہ میں دلائل عقلیہ کے ساتھ محققانہ طرز سے کیا گیا ہے۔

شمیم الانوار:

(بزبان اردو فارسی) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ انوار اللہ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ، یہ مولانا ممدوح کے اردو فارسی غزلیات کا مجموعہ کلام ہے جو عین قیام بمدینہ منورۃ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً نظم سے محلی ہوا تھا دوسری مرتبہ نہایت صحت وعمدگی کے ساتھ رنگین ٹائیٹل کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ ضخامت (۳۶) صفحات۔

نثر المرجان فی رسم نظم خط القرآن، ۷ جلد:

(بزبان عربی) مولفہ حضرت مولانا محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین نائطی ارکاٹی، اس کتاب میں قرآن مجید کے متعلق رسم خط ونظم قرآن واختلافات قراء وقواعد تجوید وغیرہا بکمال تحقیق بتلائے گئے ہیں آج تک رسم خط قرآن مجید وفرقان حمید کے متعلق ایسی کتاب طبع نہیں ہوئی فن رسم خط واختلاف القراء میں بے نظیر ہے، اکثر کتب مستندہ فن ہذا سے استدلال کیا گیا ہے ہر ہر جلد میں قرآن مجید کی ایک ایک منزل ختم ہوئی ہے۔ ضخامت حصہ اول (۷۱۶) صفحے، جلد دوم (۶۴۸) صفحات، جلد سوم (۵۱۶) صفحے، جلد چہارم (۷۴۰) صفحات جلد پنجم (۶۰۲) صفحے ششم (۶۸۰) صفحے، جلد ہفتم (۸۰۰) صفحے۔

روح الایمان فی آیات تشریح القرآن جزو اوّل:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا محمد فتح الدین صاحب از برخوشابی، سورۃ فاتحہ وسورۃ بقرۃ کی تفسیر بطرز جدید لکھی گئی ہے، اصل متن کے تحت ترجمہ فارسی وار دو شان نزول حل لغات وترکیب نحوی وصرفی ولطائف ونکات قرآن بتلائے گئے ہیں غرضکہ یہ تفسیر عجیب وغریب جلیل القدر عظیم النفع

سہل العبارت،مفید خواص وعوام ہے۔ضخامت (۶۷۰) صفحات۔

مکارم الحفظہ :

(بزبان اردو) مولفہ مولانا حفیظ اللہ خاں صاحبؒ۔اس رسالہ میں حفظ قرآن مجید سے متعلق تاریخی واقعات شرعی احکام اور حفاظ کے فضائل وآداب مع متعدد فوائد وہدایات کتب تفسیر وحدیث وفقہ وتجوید وتاریخ وسیر وغیرہ سے جمع کئے گئے ہیں جو حفاظ کیلئے نہایت مفید وموجب تحریص وترغیب کلام پاک ہے ضخامت (۸۴) صفحات۔

انبیاہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا حفیظ اللہ خان صاحبؒ۔اس رسالہ میں آنحضرت ﷺ ودیگر انبیا علیہم السلام کی حیات بعد انتقال کمال تحقیق و توضیح سے ثابت کی گئی ہے اور حدیث معارض کا متعدد طُرق سے بدلائل جواب دیا گیا ہے۔ضخامت (۳۴) صفحات۔

السّمعُ الأسمع:

(بزبان عربی) مولفہ مولانا احمد مکرم عباسیؒ چریا کوٹی۔ یہ ایک بلیغ خطبہ ہے جو صنعتِ غیر منقوطہ میں نہایت قابلیت سے لکھا گیا ہے چونکہ ایسا کلام خالی از لغات نہیں ہوتا اس لئے حل لغات بھی ساتھ ساتھ ہے۔ضخامت (۲۰) صفحات۔

العروۃ الوثقی:

(بزبان عربی) مولفہ مولانا سید محمد برہان الدین مہاجرؒ اس کتاب میں فضائل رویت آنحضرت ﷺ وجواز محفل میلاد، موجبات موانعات رویت ﷺ وتربیت باطنہ وفضائل قیام وقت ذکر ولادت فضائل وکرامات حضرت غوث الاعظمؓ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ضخامت (۱۷۴) صفحات۔

الو سیلۃ العظمی :

(بزبان عربی) مولفہ مولانا سید محمد برہان الدینؒ اس کتاب میں جواز قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت ﷺ اور اثبات مولد شریف کا سنت سے اور اثبات قیام تعظیم کے لئے مطلقا باستنشہا د قیام نبی ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بایراد اقوال ثقات سنت استحباب اور استحسان قیام فضیلت مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ وشرافت علمائے حرمین الشریفین وغیرہ بہ تفصیل مذکور ہیں۔ضخامت (۱۳۶) صفحات۔

فوز المرام فی طبقات اولیاء کرام:

(بزبان اردو) مؤلفہ،مولانا محمد سید برہان الدینؒ اس کتاب میں ولی اور ولایت کی تعریف، اشتغال امور دینوی اور زہد، بیان عظمت نور مومن مطیع وعاصی، مرشد کا خلیفۃ اللہ ہونا۔ بیان خاتم الاولیاء، اولیاء مظاہر ہوتے ہیں۔ اسماء الٰہی ، خدا جس کسی کو ولی بنانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ کیا کرتا ہے۔مماثلت احوال الاولیاء وانبیاء علیہم السلام، شروط مشیخت ، مومن کی زندگی، درجات انسان، صوفی اور فقیر کا امتیاز، احادیث کا وجود اولیاء اہل مناصب ۔ ذکر خواتم اولیاء ۔ اقطاب خاصہ اقطاب کا نسب اور مدت قطبیت وجہ تسمیہ غوث۔ خصوصیات اہل مناصب با امت مرحومہ درجات اقطاب، اقطاب کے انواع، اسامی اقطاب، ابدال اوتاد زمانہ تفاضل فیما بین ابدال، فضیلت علماء باطن معرفت اولیاء، فضیلت شریعت وحقیقت اور ان کا فرق طریق واتباع شریعت، جذب وسلوک، شطحیات معجزہ وکرامت اور استدراج کا فرق، انواع وحی، جمع قرآن مجید۔ وابتدا وضع اعراب مصحف وخط عربی فوائد متعلقہ برختم قرآن مجید ۔ آداب قراء ت قرآن مجید باعتبار مکان وبیعت وجلوس فضیلت قراءت قرآن شمار کائنات وحی بعہد نبوی، مسائل

متعلقہ در باب اخذ اجرت بتعلیم قرآن وامامت واذان ۔فوائد محبت با اولیا اللہ، مضرات انکار اولیاء کرام استبراک بہ آثار صالحین، ذکر سماع سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ، وجد صوفیہ غرضکہ یہ کتاب طبقات اولیاء کرام میں بے نظیر ہے ہر ایک صوفی مشرب وغیر صوفی کے لئے یکساں مفید ہے ۔اس کے مطالعہ سے دل کے تمام خطرات دور اور مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں جا بجا کتب معتبرہ ومستندہ سے استدلال واستشہاد کیا گیا ہے۔ ضخامت (۳۰۴) صفحات ۔

انوار البہیہ فی الاستعانۃ من خیر البریہ:

(بزبان اردو) مولفہ (مولانا محمد سید برہان الدینؒ) اس کتاب میں استعانت واستمداد از ذات پاک حضرت غوث اعظم کا ثبوت بہ دلائل شرعیہ نہایت بسط کے ساتھ دیا گیا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تفسیر، طریقہ امداد از انبیاء علیہم السلام، واولیاء اللہ حکمت توسل بمقربان الٰہی مانعین ندا کی غلطیاں، علامات متوکل وغیرہ بحوالہ کتب مستندہ بیان کئے گئے ہیں ۔ضخامت (۲۲۲) صفحات ۔

زاد السبیل الی دار الخلیل:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا سعد اللہ صاحبؒ، اس کتاب میں حج کی فرضیت وفضائل حج وعمرہ واحرام باندھنے کے موقع وطرق ممنوعات ومکروہات ومباہات وقت احرام وطریقہ عمرہ وادائی حج وبیان جنایات وبیان زیارت مکہ معظّمہ مدینہ منورہ ودیگر مسائل مختلفہ نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، عازمین حج کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔

سفر نامہ حرمین الشریفین:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا محی الدین حسین صاحبؒ ویلوری، اس کتاب میں سفر کی تعریف، آداب سفر، زیارات کی اجمالی صورت، شہر مدینہ اور اسکے دیگر حالات مدینہ کے مآثر مشہورۃ اور مشاہد متبرکہ مدینہ منورہ کے مصارف، مدینہ والوں کا تمدن ومعاشرت اور وہاں کے مدارس وحمام وماکولات وفواکہات ولباس وکیل وزن وسکہ جات ونرخ انتظام مسجد اہل مکہ کے اخلاق اور ان کا سلوک وادائی حج وگفتگوے اسفار بحری وبری وغیرہ بصراحت مذکور ہیں، گویا عازمین حج کے لئے یہ کتاب زادراہ ہے۔ضخامت (۳۵۴) صفحات ۔

خیر المواعظ جلد اول:

(عربی معہ ترجمہ فارسی) مولفہ مولانا محمد زماں خاں شہیدؒ اس کتاب میں تمام احادیث متعلقہ مسائل طہارت وصلواۃ وجنائز وزکواۃ وصیام وحج نکاح وطلاق وعتاق احادیث قصاص اور فضائل قرآن شریف وحرمین شریفین ویمن عجم وشام بصراحت مذکور ہیں ۔(۶۶۰) صفحات ۔

خیر المواعظ جلد ثانی:

(عربی معہ ترجمہ فارسی) مولفہ مولانا محمد زماں خاں شہید رحمۃ اللہ علیہ، اس کتاب میں مضامین خانہ داری، آداب سلام، استیذان مصافحہ ومعانقہ جلوس قیام ومشی وضحک، مما نعت مزامیر ومعازف وعلامات قیامت حفظ لسان وترک فحش وشماتت وطعن، حقوق والدین، حق جیران وتربیت اولاد حسب فی اللہ وحسن خلق، توکل وصبر استغفار وتوبہ ومناقب النبی، علامات نبوت ومناقب صحابہ واہل بیت وازواج مطہرات وغیرہا احادیث مذکور ہیں ضخامت (۴۵۰) صفحات ۔

مذہب منصور:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا حکیم منصور علی خاںؒ اس کتاب میں اصطلاحات صوفیہ وجودیہ واسماء صفات الٰہیہ کی تفصیل وعقائد ضروریہ

صیحہ اہل سنت و جماعت حالات صحابہ ورد وہابیہ، ارکان اسلام ورسوم جہال، ردفرقہ قادیانی ومذہب جدیدہ، حالات مسلمین، زمانہ واثبات تقلید شخصی وقرآن مجید کا کلام الٰہی ہونے کے دلائل ووجوہ تخلیق اخلاط حیوانی بہ تفصیل مذکور ہیں جسکی توضیح اورفوائد تامہ دیکھنے سے متعلق ہیں ضخامت (۳۴۴)۔

ہدایۃ الترتیل جلداول:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا سید عبدالحی صاحب بخاریؒ) اس کتاب کے مقدمہ میں قرآن شریف صحیح پڑھنے کی تخصیص اور غلط پڑھنے کی تہدید بامثال وحکایات مرقوم ہے باب اول میں قرآن شریف کے فضائل (۴۳۱) آیات مع تفسیر ہیں۔ باب دوم میں قرآن شریف کے فضائل (۷۴۵) حدیث (۵۶) فصلوں میں فوائد مذکور ہیں۔ باب سوم میں قرآن شریف سے تعلق رکھنے والے مسائل فقہیہ کتاب نفع المفتی والسائل سے (۹۲) مسائل مع فوائد اور کبیری شرح منیۃ المصلی کا ترجمہ جس میں زلۃ القاری یعنی قرآن غلط پڑھنے سے نماز فاسد ہونے کے مسائل اور سجدہ تلاوت کے مسائل مع فوائد بوضاحت مذکور میں اس کتاب کو لکھ کر فاضل مصنف نے فن تجوید میں قابل قدر اضافہ کیا ہے ضخامت (۴۲۲) صفحات۔

ہدایۃ الترتیل جلد ثانی:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا حکیم منصور علی خان صاحبؒ۔ اس کتاب میں قرآن شریف کے لغات بہ ترتیب حروف ہجا بیان کئے گئے ہیں ایسی آیتوں کا ترجمہ بیان گیا ہے جو ایک آیت پڑھتے پڑھتے دوسری آیت پڑھنے سے فساد معنی واقع ہوتا ہے قرآن مجید کے رسم الخط کی تحقیق نکات قرآنیہ وحکایات لطیفہ جو قرآن شریف سے تعلق رکھتے ہیں۔ کلام مجید کے خصائص وفصاحت وبلاغت خاتمہ میں قرآن مجید کی تقسیم اور اس کے رموز بوضاحت بتلائے گئے ہیں ضخامت (۴۳۲) صفحات۔

مرجع غیب:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا سید غوث الدین صاحبؒ قادری مدرس جامعہ نظامیہ اس کتاب میں احادیث واخبار صیحہ سے علم غیب ذاتی ووہبی کے متعلق بحث کی گئی ہے اور علم الٰہی وعلوم وہبیہ انبیاء علیہم السلام میں تفاوت بتلایا گیا ہے اور جو لوگ مطلقاً اس کے منکر ہیں ان کا جواب ادلہ شرعیہ ونقلیہ سے دیا گیا ہے ضخامت (۱۰۰) صفحات۔

اصطلاحات صوفیہ:

بزبان عربی مصنفہ علامہ کمال الدین ابوالدائم عبد الرازق کاشی۔ اس رسالہ میں اصطلاحات صوفیہ کی شرح فصوص الحکم وشرح منازل السائرین سے مذکور ہے کہ بطرز عالمانہ وطرز محققانہ ہر ایک کی توضیح کی گئی ہے جو سالکین طریقت کے لئے ہادی کامل ہے مصنف اکابر محققین واعاظم مدققین سے ہیں (۱۸۸) صفحات۔

شرح الحجب والاستار:

(بزبان عربی) مصنفہ علامہ فاضل روز بہانؒ یہ رسالہ فن تصوف میں بے نظیر ہے اس میں احکام مواجید ومکاشفات غیوب وسماع الخطاب مذکور ہیں اور سالکین حق کو طرق سلوک میں جو موانع اور حجب پیش آتے ہیں اس کی توضیح نہایت بسط سے کی گئی ہے کیونکہ نہ ہو اس کے مصنف نہایت محقق اور کاملین اولیاء اللہ اور قدماء سے ہیں جن کے توصیف کی یہاں گنجائش نہیں غرضکہ یہ رسالہ دیکھنے سے متعلق ہے ضخامت (۷۶۱) صفحات۔

عمران القلوب والارواح فی ادلۃ الجواز شدالرحال قبور الاولیاء والروح:

بزبان اردو مولفہ مولانا معوان حسین صاحبؒ اس کتاب میں بہ

نیت زیارت آنحضرت ﷺ آستانہ روضۂ منورہ پر حاضر ہونا یا دور دراز سے سفر کر کے عام اولیاء ومشائخ کے مزارات شریفہ پر بغرض حصول فیوض وبرکات بامید نیلِ مرادات واِنجاحِ مقاصد وحاجات جانا ازروئے ادلۂ شرعیہ ودلائل نقلیہ ثابت کیا گیا ہے اور جو سفر وزیارات قبور اولیاء سے منع کرتے ہیں اور اس کے جواز کے متعلق احتمالات پیدا کرتے ہیں اس کا جواب مدلل دیا گیا ہے جو نہایت مفید عام ہے ضخامت (۳۲۱) صفحات۔

انوار العاشقین:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ۔ اس کتاب میں ذکر ولادت باسعادت آنحضرت ﷺ ذکر ایام جاہلیت اور اس کی اصلاح مناقب وحالات صحابہ ؓ واہلبیت اطہار، ذکر حالات وکرامات اولیاء اللہ وخاندان عالیہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کے حالات نہایت عمدگی کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ بزرگان دین کے حالات میں آج تک ایسی جامع کتاب نہیں طبع ہوئی ضخامت (۳۲۱) صفحات۔

تحقیق مسح الجوربین:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ۔ یہ رسالہ تحقیق مسح الجوربین میں لاجواب ہے۔ فتاوی مختصر واحادیث صحیحہ واخبار مرفوعہ سے اس مسئلہ خاص میں نہایت وضاحت سے تحقیق کی گئی ہے ضخامت (۲۴) صفحے۔

فیصلہ شاہ صاحب دہلوی:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ، اس رسالہ میں وحدۃ الوجود کا ثبوت نہایت خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے اور توحید وجودی کا ثبوت باحسن الوجوہ آیات قرآنی واحادیث سے دیا گیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ضخامت (۲۶) صفحے۔

ثبوت ذکر جہر:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ۔ اس رسالہ میں ذکر اللہ کا جہر محققانہ فتاوی واحادیث سے ثبوت دیا گیا ہے اور جو لوگ ذکر جہری پر معترض ہیں ان کا بدلائل شرعی دفع احتمال کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ترجیح اخفاء ذکر کی صرف ریاء سے بچنے کے لئے ہے جس کو ریاء کا خوف نہیں اس کے حق میں ذکر جہری اچھا ہے ضخامت (۱۰) صفحے۔

تحفۃ السالکین:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ۔ اس رسالہ میں سلوک وطریقت کے متعلق افکار واشغال بطریق علیہ چشتیہ صابریہ ونیز بعض ضروری فوائد مذکور ہیں ضخامت (۲۴) صفحات۔

تفسیر سورہ اعلیٰ:

(بزبان فارسی) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ۔ اس رسالہ میں سورہ اعلیٰ کی تفسیر نہایت عمدگی کے ساتھ کی گئی ہے ضخامت (۲۴) صفحے۔

الدلیل الاظہر:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مشتاق احمد انبیٹوی ؒ۔ اس رسالہ میں پیشاب کرنے کے بعد صرف ڈھیلے یا پتھر سے استنجا پاک کرنے کا ثبوت اجماع وقیاس ودلائل شرعیہ سے دیا گیا ہے۔

سخاوت الشرافت:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا سلامت اللہ صاحب ؒ۔ اس رسالہ میں اسرار جہر ومخافت قرات نماز بیان کیا گیا ہے ضخامت (۴۰) صفحے۔

شعائر اللہ فی فضائل شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

(اردو مولفہ مولانا سلامت اللہ خاں صاحب ؒ) اس رسالہ میں موئے مبارک نبوی کی فضیلت اور بزرگی اور اس کا موجب فیوض وبرکات

ہونا اوران کے ضمن میں تصویر نعلین مبارک کے خواص وبرکات آیات قرآنی اور مبطلین حقایق شعائر اللہ کا دندان شکن جواب ہے ضخامت (۷۰) صفحے۔

رفع الحجاب عن مسئلة الخضاب:

(اردو) مولفہ مولانا سلامت اللہ خاں صاحبؒ۔اس رسالہ میں مہندی اورنیل کا خضاب اخبار صحیحہ دلائل فقہیہ سے ثابت کیا گیا ہے اور مانعین خضاب کا جواب ادلہ شرعیہ سے دیا گیا ہے ضخامت (۳۲) صفحے۔

احکام الحجیٰ فی احکام اللحیٰ:

(بزبان اردو)۔مولفہ مولانا سلامت اللہ خاں صاحبؒ۔اس کتاب میں ڈاڑھی کے احکام، منڈوانے اور ترشوانے کی ممانعت کتاب اللہ اوراحادیث قولی وفعلی آنحضرت ﷺ وصحابہ رضوان اللہ علیہم وتمام سلف وخلف صالحین سے ثابت کی گئی ہے، ونیز روایات فقہیہ و براہین نقلیہ وعقلیہ سے استدلال کیا گیا ہے اوراس کا عدم جواز اورمرتکب اس کا مستوجب سزاوعقاب ہونا براہین شرعیہ سے ظاہر کردیا گیا ہے جو بجائے خودواعظ وہادی الی سبیل الرشاد ہے اور جواس میں اکثر لوگ راغب ومرتکب ہیں اس کی خرابی وشومی ثابت کی گئی ہے کتاب مفید عام ہے ضخامت (۱۷۸) صفحات۔

القول الاظهر فيما يتعلق با لاذان عند المنبر:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا معین الدین اجمیریؒ صدر مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف، اس رسالہ میں جمعہ کے روز خطیب منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے اندر منبر کے قریب اذاں دینے کے متعلق بعض علماء نے جو اختلاف کیا ہے اسکا کافی جواب دیا گیا ہے اور حدیث کراہت کا ضعف افعال محدثین سے ثابت کرکے قریب منبر داخل مسجد اذان کا ثبوت تعامل واجماع سے محققانہ اصول پر بتلایا گیا ہے ضخامت (۵۴) صفحے۔

نقشہ جات فقہ:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا عبیداللہ صاحب منشی فاضل۔یہ کامل نقشہ پانچ قطعوں پر مشتمل ہے جن میں مسائل ضروریہ احکام اسلام ووضونماز کے شرائط و فرض وواجبات ومکروہات ونواقض وضووصلواۃ نہایت خوبی کے ساتھ بتلائے گئے ہیں کوئی مکان مسلم اس سے خالی نہ رہنا چاہئے۔

نقشہ انوار الفرائض:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا فتح الدین صاحبؒ از برخوشابی۔اس نقشہ کو مولف نے بکمال محنت وعرق ریزی احکام توریث اسلام وہنود اس مختصر نقشہ میں جمع کئے ہیں ترکہ میت کی تقسیم مذہب اسلام وشاستر ہنود کے مطابق نہایت خوبی کے ساتھ بتلائی گئی ہے اورعلم فرائض کے مشکلات ومغلقات کی نہایت شرح وبسط کے ساتھ آسانی کی ہے جسکو کم استعداد والاشخص بھی سمجھ سکتا ہے۔

فتاوی نظامیہ جلد اول:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مولوی محمد رکن الدینؒ سابق مفتی اول جامعہ نظامیہ) اس کتاب میں مسائل دینیہ وفقہیہ مع استفسار وجواب ومختلف مسائل تضمن مسائل طہارت وصلواۃ وصوم وزکواۃ ونکاح حضانت ورضاعت وحج وطلاق وعدت وظہار واجارہ حظر واباحۃ ذبائح وبیوع وقف وہبہ وغیرہا بصراحت مذکور ہیں۔

فتاوی نظامیہ جلد ثانی:

(بزبان اردو) مولفہ مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ۔اس کتاب میں فہرست مضامین حسب ذیل مسائل پر حاوی ہے طہارت کتاب

الصلواۃ کتاب الجنائز۔کتاب الزکواۃ ۔ کتاب الغصب۔کتاب النکاح۔کتاب الایمان۔کتاب الترکتہ۔کتاب الوقف۔ کتاب الحجروالماذون۔کتاب الصید۔کتاب الذبائح۔کتاب الاضحیہ۔کتاب العقیقہ۔کتاب الحظر والاباحتہ۔کتاب السیر والجہاد۔کتاب الوصایا مسائل متفرقہ وسیرات وغیرہ ہر بات کے تحت مختلف مسائل مع استفسار جواب مذکور ہیں غرضکہ بہترین معلومات کا ذخیرہ ہے مفید وکار آمد خاص وعام ہے ضخامت(۴۹۰)صفحات

الحجۃ البازغۃ فی حکمۃ البالغہ:

(بزبان عربی) مولفہ مولانا برکات احمد ٹونکیؒ) اس کتاب میں حکماء کا استدلال صورت جسمیہ متصل ہونے کے متعلق باعتماد حجج ثلاثہ اوراس کی تفصیل اورانہیں کے اقوال سے اس پرشبہات واقع ہوتے ہیں اس کا بیان اور بلحاظ بیانات اورانکے دلائل کے اسکی تردید۔جسم طبعی مقدار متصل ذوالاجزار وہمیہ متشارکہ فی الحدود کے استدلال پرنقص اور چندوجوہ پرانہیں قول سے اس کا فساد اورصورت جسمیہ ہیولیٰ سے قائم ہونے کے متعلق ان کی دلیلوں کے ضعف کا بیان جسمیہ کے لئے فی نفسہ اجزاء ہونے کا بیان اوران کے اس دعوے کے بیان میں کہ صورت جسمیہ ماہیت نوعیہ ہے ہیولی جو ہر مستعدالصورت ہونے کا بیان حکماء پرتر دیدوغیرہ وغیرہ انہیں کی تردیدانہیں کے دلائل سے کتاب کی خوبی کے متعلق مصنف کا نام خودکافی ضمانت ہے ضخامت(۵۷۰)۔

سلام الاسلام:

(بزبان اردو)مولفہ مولانا محمد کاظم حسین صاحب نقویؒ کنتوری۔اس رسالہ میں سلام اوراس کے فضائل اوراس سے متعلقہ مسائل قرآن مجید واحادیث معتبرہ کتب تفاسیر وفقہ سے اخذ کئے گئے ہیں اور دوسرے مذاہب کا طریقہ سلام بھی بتلایا گیا ہے سلام کے معنی اوراس کی ابتداء قبل ظہوراسلام اہل عرب کے سلام کرنے کا طریقہ۔ سلام اور جواب سلام کا طریقہ چندمسائل متعلقہ اسلام طریقہ سلام میں اس زمانہ کے مسلمانوں کے ایجادات یہودیوں کے سلام کا طریقہ نصرانیوں وپارسیوں وہندوؤں کا طریقہ ضمیمہ میں وہ آیات بتائے گئے ہیں جن میں لفظ سلام عموماً واقع ہے ہر مسلمان کواس کتاب کا مطالعہ ضرورکرنا چاہیئے ہے ضخامت(۴۲)صفحات۔

فیصلہ آسمانی حصہ سوم:

(بزبان اردو)مولفہ مولانا سید ابواحمد رحمانی۔ یہ رسالہ فرقہ قادیانی کے تردید میں لاجواب ہے مرزا قادیانی کے کاذب ہونے کی روشن دلیلیں مرزا قادیانی کے مکائدوداؤپیچ۔مرزا قادیانی کی پیشین گوئیوں کا غلط ثابت ہونا اوران کی انشاء پردازی کا نمونہ اظہار مافی الضمیر پرقادرنہ ہوناوغیرہ وغیرہ مضامین نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔اور جا بجا نصوص قرآنیہ اور احادیث معتبرہ سے استدلال واستشہادکیا گیا ہے آخر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کسی مدعی نبوت کی ایک پیشینگوئی بھی ثابت ہوجائے تووہ جھوٹا ہے ضخامت(۱۵۰)صفحات۔

''غایۃ البیان''(فی مسائل)''صیام رمضان'':

(بزبان اردو) مولفہ مولانا حاجی محمود حسین خاں صاحب ویلوریؒ المتخلص بہ علاؔم ، اس رسالہ میں فضیلت روزہ تعریف روزہ وبیان روزہ داروبیان نیت۔وبیان سحر وافطار وہلال رمضان وشوال وبیان روزہ نفل اورروزہ ہائے مستحب وفضیلت روزہ بابتہ سالتمام ۔بیان روزہ ہائے حرام ومکروہ ابواب غیرناقص صوم بیان ان امور کا جن سے روزہ ٹوٹ جا تا ہے بیان کفارہ بیان ان صورتوں کا جس میں قضا

وکفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ بیان ان صورتوں کا جن میں قضا لازم ہوتی ہے۔ بیان تراویح وزلۃ القاری واعتکاف وشب قدر وعید الفطر وفطرہ وغیرہ ضخامت (۹۴) صفحات۔

انوار التمجید فی ادلۃ التوحید:

(بزبان فارسی) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ الحاج محمد انوار اللہ فاروقی قبلہ اعلی اللہ مقامہ، یہ مولانا کی جلیل القدر عظیم النفع تصنیف ہے جس میں مسائل توحید کمال خوبی سے جمع کئے گئے ہیں فضیلت علم۔ ضرورت عمل۔ تفہیم اعمال وضروت یقین وغیرہ سے متعلق تمام احادیث جمع کی گئی ہیں ضخامت (۲۴۶) صفحات۔

مسئلۃ الربوا:

(بزبان اردو) مولفہ حضرت مولانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ فاروقی اعلی اللہ مقامہ۔ بنک سے ہندوستان اور حیدرآباد میں ربوالینا درست ہے یا نہیں یہ مسئلہ ان دنوں معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس مسئلہ پر محققانہ وعالمانہ گفتگو فرمائی ہے۔ ضخامت (۳۲) صفحات

شروط الائمۃ الستۃ:

(بزبان فارسی) مولفہ ابوبکر محمد بن عثمان بن موسی بن غازم الخازمی رحمۃ اللہ علیہ اس رسالہ میں امام خازمیؒ نے اصول احادیث وشرائط بیان فرمایا ہے ضخامت (۲۸) صفحات۔

شروط الائمۃ الخمسۃ:

(بزبان اردو) مولفہ علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی القدسیؒ یہ رسالہ بھی مقدسی علیہ الرحمۃ کا اصول حدیث میں ہے جس میں شرائط حدیث بیان کئے گئے ہیں ضخامت (۱۶) صفحات۔

خلاصہ ملتقی الابحر:

(بزبان اردو) مولفہ علامہ غلام ابراہیم حلبیؒ یہ ابراہیم حلبیؒ کی فقہ میں مشہور تصنیف ہے جامعہ عثمانیہ کی تحریک پر شعبہ دینیات کے لئے ضروری ابواب کا خلاصہ کیا گیا ہے ضخامت (۲۱۶) صفحات۔

دفتر اشاعت العلوم میں بغرض افادیت نادرالوجود کتب دینیہ طبع اور شائع ہورہی ہیں اور کتب مندرجہ فہرست دفتر اشاعۃ العلوم سے مل سکتے ہیں جو جامعہ نظامیہ محلّہ شبلی گنج حیدرآباد دکن میں واقع ہے اہل ذوق وعلم دوست حضرات اس پتہ سے کتابیں خرید فرماسکتے ہیں۔

نمبر سلسلہ	نام کتاب	زبان
۱	مقاصد الاسلام حصہ اول	اردو
۲	〃 〃 حصہ دوم	〃
۳	〃 〃 حصہ سوم	〃
۴	〃 〃 حصہ چہارم	〃
۵	〃 〃 حصہ پنجم	〃
۶	〃 〃 حصہ ششم	〃
۷	مقاصد الاسلام حصہ ہفتم	〃
۸	〃 〃 حصہ ہشتم	〃
۹	〃 〃 حصہ نہم	〃
۱۰	〃 〃 حصہ دہم	〃
۱۱	〃 〃 حصہ یازدہم	〃
۱۲	افادۃ الافہام حصہ اول	〃
۱۳	〃 〃 حصہ دوم	〃
۱۴	حقیقۃ الفقہ حصہ اول	〃
۱۵	〃 〃 حصہ دوم	〃
۱۶	کتاب العقل	〃

۱۷	انواراحمدی	〃
۱۸	الکلام المرفوع	〃
۱۹	انوارالحق	〃
۲۰	خدا کی قدرت	〃
۲۱	خلق افعال	〃
۲۲	انواراللہ الودود	〃
۲۳	شمیم الانوار	〃
۲۴	انوارالتمجید	فارسی واردو
۲۵	مسئلۃ الربوا	اردو
۲۶	نثرالمرجان فی رسم نظم القرآن جلداول	عربی
۲۷	〃 〃 جلدثانی	〃
۲۸	〃 〃 جلدثالث	〃
۲۹	〃 〃 جلدرابع	〃
۳۰	نثرالمرجان جلدخامس	〃
۳۱	〃 〃 جلدسادس	〃
۳۲	〃 〃 جلدسابع	〃
۳۳	روح الایمان فی تشریح آیات القرآن	اردو
۳۴	حیات الانبیاء ترجمہ انباہ الاذکیاء	〃
۳۵	مکارم الحفظہ	〃
۳۶	السمع الاسمع (خطبہ بےنقط)	عربی
۳۷	العروۃ الوثقی	〃
۳۸	الوسیلۃ العظمی	〃
۳۹	فوزالمرام	اردو
۴۰	انوارالبہیۃ فی الاستعانۃ من خیرالبریہ	〃
۴۱	زادالسبیل الی دارالخلیل	〃
۴۲	سفرنامہ حرمین الشریفین	〃
۴۳	خیرالمواعظ جلداول ترجمہ فارسی	عربی
۴۴	〃 〃 جلدثانی	〃
۴۵	مذہب منصور	اردو
۴۶	ہدایۃ الترتیل جلداول	〃
۴۷	ہدایۃ الترتیل جلدثانی	〃
۴۸	مرجع غیب	〃
۴۹	اصطلاحات الصوفیہ	عربی
۵۰	شرح الحجب والاستار	〃
۵۱	عمران القلوب	اردو
۵۲	انوارالعاشقین	〃
۵۳	تحقیق مسح الجوربین	فارسی
۵۴	فیصلہ شاہ صاحب دہلوی	اردو
۵۵	ثبوت ذکر جہر	〃
۵۶	تحفۃ السالکین	〃
۵۷	تفسیرسورہ اعلی	فارسی
۵۸	الدلیل الاظہر	اردو
۵۹	سخاوت الشرافت	〃
۶۰	شعائراللہ فی فضائل شعررسول اللہ ﷺ	
۶۱	رفع الحجاب عن مسئلۃ الخضاب	〃
۶۲	احکام الحجی فی احکام اللحی	〃
۶۳	القول الاظہر	〃
۶۴	نقشہ جات فقہ	〃
۶۵	فتاوی نظامیہ جلداول	〃
۶۶	ایضاً جلدثانی	〃

۶۷	ایضاً جلد ثالث	〃
۶۸	فتاویٰ نوازل	عربی
۶۹	فتاویٰ لبس حریر	〃
۷۰	نقشہ انوار الفرائض	〃
۷۱	الجنۃ البازغہ	〃
۷۲	سلام الاسلام	اردو
۷۳	فیصلہ آسمانی	〃
۷۴	غایۃ البیان فی مسائل صیام رمضان	اردو
۷۵	شروط الائمۃ الخمسہ	عربی
۷۶	شروط الائمۃ الستہ	〃
۷۷	خلاصہ لمتقیٰ الابحر	〃
۷۸	التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح جلداول	〃
۷۹	〃 〃 جلددوم	〃
۸۰	〃 〃 جلدسوم	〃
۸۱	〃 〃 جلدچہارم	〃
۸۲	تفسیر مظہری جلداول	〃
۸۳	〃 〃 جلددوم	〃
۸۴	حمایۃ الصلواۃ جلداول	اردو
۸۵	حمایۃ الصلواۃ جلددوم	〃
۸۶	سرمایہ نجات تلنگی معہ اردو	〃
۸۷	معجم المصنفین جلداول	عربی
۸۹	معجم المصنفین جلددوم	〃
۹۰	معجم المصنفین جلدسوم	〃
۹۱	معجم المصنفین جلد چہارم	〃
۹۲	شمائل الاتقیاء	فارسی
۹۳	مقالات مفکر اسلام	اردو
۹۴	اہل خدمات شرعیہ	〃
۹۵	اہل خدمات شرعیہ	انگریزی
۹۶	سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر	اردو
۹۷	استعانت	〃
۹۸	امام اعظم امام المحدثین	〃
۹۹	الکلام المرفوع	عربی
۱۰۰	فتاویٰ نظامیہ (جدید)	اردو
۱۰۱	بنک انٹرسٹ	اردو
۱۰۲	اردو شعر و ادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ	〃
۱۰۳	تصرف خیر المرسلین	〃
۱۰۴	سالنامہ انوار نظامیہ	〃
۱۰۵	ثروۃ القاری	〃
۱۰۶	علماء العربیۃ ومساھماتہم فی الادب العرب فی العہد الآصفجاہی	عربی
۱۰۷	انوار التفاسیر	اردو
۱۰۸	سیرت مبارکہ	〃
۱۰۹	علامہ سید طاہر رضوی ارباب علم ودانش کی نظر میں	〃
۱۱۰	ڈاکٹر حمید اللہ عالمی مشاہیر کی نظر میں	〃
۱۱۱	اسلامی آداب	〃
۱۱۲	صلوٰۃ الرسول	〃
۱۱۳	مرقع انوار (سوانح وخدمات حضرت شیخ الاسلامؒ)	〃

☆٭☆٭☆

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ماڈل نکاح نامہ کے موجد

از: مولانا قاضی غلام غوث صدیقی اشرفی نظامی، صدر قاضی بلہاری (کرناٹک)

تاریخ اسلام میں منصب قضاء بھی بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، بقول مولانا قطب معین الدین انصاری قضاءت کا منصب تاریخ اسلام میں بہت ارفع واعلیٰ ہے، جس کی ابتداء خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے ہوئی خلفائے راشدین بھی اس خدمت کو انجام دیتے رہے قاضی کی ذات راعی سے رعایا تک ان کے اعمال میں انصاف کے ترازو کی حیثیت رکھتی تھی اس لئے قاضی کے لئے ضروری تھا کہ وہ نہایت متقی پرہیزگار، صاحب وقار، راستباز، دیانت دار، ذکی، فہیم، سنجیدہ مزاج، قانون داں ہونے کے ساتھ ساتھ رعایا کے مذہب اور قومی رسم ورواج سے بھی واقف ہو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قاضی کے لئے سو درہم مشاہرہ مقرر فرمایا تھا اور بعد میں اس میں اضافہ بھی ہوتا رہا، قضاءت کے اس منصب کا سلسلہ حضرت شیخ الاسلام مولانا انواراللہ فاروقیؒ کے والد مولانا قاضی حافظ ابو محمد شجاع الدین تک پہنچتا ہے اور ان سے ان کے چھوٹے برادر مولانا قاضی محمد امیر اللہ فاروقیؒ کے خاندان میں یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ مولانا انواراللہ فاروقیؒ ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور کے منصب پر فائز ہوئے اور انہوں نے قاضیوں کو شاہی ملازمین میں شمار کرنے کی تجویز پیش کی جس کی قبولیت پر شاہی فرمان جاری کردیا گیا، اس ضمن میں مولانا قطب معین الدین انصاری لکھتے ہیں،

(حضرت شیخ الاسلام) کی توجہ پر عدالت العالیہ نے قانوناً قاضی صاحب کا شمار ملازمین شاہی میں کرنے، مراعات ملازمان شاہی سے استفادہ کرنے ذریعہ احکام ۲۳۰۲ مورخہ ۲۴ رشہر یور ۱۳۲۷ء ف اطلاع دے دی۔(۱)

اس طرح حضرت شیخ الاسلام کی تجویز پر قاضی صاحبان کو صاحب دفتر اور دفاتر قضاءت کو باضابطہ سرکاری دفاتر قرار دیا گیا۔

پیامات نکاح کے تحفظ کے سلسلے میں حضرت شیخ الاسلام نے باضابطہ جو نظام قضاءت قائم فرمایا مولانا قطب معین الدین انصاری کے بقول سارے ملک میں ان کا یہ منفرد کارنامہ ہے۔ مولانا سید رشید پاشاہؒ سابق امیر جامعہ نظامیہ کے خیال کی رو سے قضاءت کے نظام میں سیاہہ جات کا ترتیب دیا جانا شیخ الاسلام مولانا انواراللہ فاروقی کا ایسا نادر کارنامہ ہے کہ اس ملک کے علاوہ بیرون ملک بھی ایسا کام نہیں ہوسکا (۲)۔

مولانا ڈاکٹر حمید الدین شرفی کا خیال ہے کہ مولانا سیاہہ نامے کے موجد ہیں (۳)۔ انہوں نے جو سیاہہ جات مرتب کروائے ان میں، ایجاب وقبول، شہادت مقدار مہر وغیرہ کا اندراج ہوتا ہے اس سے قبل یہ تمام امور زبانی ہوا کرتے تھے۔ اس قضاءت کے نظام کو مولانا نے صدارت العالیہ سے متعلق فرما کر اس کے ذمے آپ نے، اصلاح

1298ھجری میں جاری کردہ شریعت پناہ بلدہ حیدرآباد دکن کا ایک نکاح نامہ کا عکس
بشکریہ، مولانا قاضی میر قادر علی صاحب، صدر قاضی شریعت پناہ بلدہ، حیدرآباد۔

مسلمانان، انتظام سیاہہ جات نکاح اور تنقیح خدمات شرعیہ کا کام بھی تفویض فرمایا، اور عدالت العالیہ کو پابند کیا گیا کہ مقدمہ طلاق وغیرہ پیش ہوتو صدارت العالیہ کو تاریخ طلاق سے آگاہ کیا جائے تاکہ عدت کے اختتام پر احکام شریعت کے مطابق نکاح ثانی کیا جاسکے۔(۴)

حضرت شیخ الاسلام کی ان کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی یہ سیاہہ نامے ہر ملک کی عدالتوں میں قبول کئے جاتے ہیں، اس سلسلے میں رضی الدین معظم کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''محسن علم دین حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ (مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ) کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سرزمین دکن میں محکمہ قضاءت کا قیام عمل میں آیا جس کے تحت ہر نکاح مسعود پر تحریری دستاویز کا نظم قائم ہے یہ امر لائق تحسین ہے کہ قاضی صاحبان کے جاری کردہ سیاہہ نامے ملک و بیرون ملک کی عدالتوں میں قابل قبول ہیں۔''(۵)

(اخذ و استفادہ مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ شخصیت علمی و ادبی کارنامے مصنفہ ڈاکٹر عبدالحمید اکبر، گلبرگہ)

آج سے ایک صدی قبل سیاہہ نامہ کا تصور اور اس کا نفاذ حضرت شیخ الاسلام کا ایسا کارنامہ ہے جس کا اعتراف دیوبند کے عالم دین نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''ہندستان کے بعض علاقوں میں ''نکاح نامہ'' کا رواج بہت خوب ہے اور شریعت کے مزاج اور منشا کے موافق ہے، یوں تو مختلف شہروں میں نکاح نامے مروّج ہیں لیکن دکن اور بھوپال کے علاقہ میں قریب ترین عہد تک مسلم حکومت کے موجود ہونے کی وجہ سے نکاح خوانی کا نسبتاً بہتر رواج پایا جاتا ہے بھوپال کا نکاح نامہ تو دیکھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن دکن میں مروّج نکاح نامہ بہت جامع، منضبط اور شرعی قیود و تنقیحات کی روشنی میں مرتب کردہ ہے جسے حضرت مولانا انوار اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ نظامیہ) نے اپنی نگرانی میں مرتب کرایا تھا''۔

نکاح نامہ یا نکاح کے تحریری ریکارڈ کے بارے میں قرآن مجید کی ایک اصولی ہدایت سے روشنی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اے وہ لوگ جو ایمان لاچکے ہو' جب کسی مقررہ مدت کے لیے تم آپس میں دَین کے لین دین کا معاملہ کرو، تو اسے لکھ لیا کرو، تمہارے درمیان ایک لکھنے والا انصاف کے ساتھ دستاویز تحریر کرے جسے اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے لہذا وہ لکھے اور جس شخص پر حق باقی ہو وہ املاء کرائے، اور اسے اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتے رہنا چاہئیے اور جو بات طے ہوئی ہے اس میں کوئی کمی نہ کرے، جس پر حق ہے اگر وہ ناسمجھ یا ضعیف ہو، یا املا کرانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو تو اس کے ولی کو انصاف کے ساتھ املاء کرانا چاہئیے اور اپنے مردوں میں دو کو گواہ بھی بنالو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، یہ ایسے لوگ ہوں جن کی گواہی تمہارے درمیان قابل قبول ہو، (دو عورتیں اس لئے کہ) ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے اور جب گواہوں کو گواہ بننے کے لیے کہا جائے تو وہ اس سے انکار نہ کریں، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، مدت کی تعیین کے ساتھ اس کو لکھ لینے میں سستی سے کام نہ لیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ صورت زیادہ منصفانہ اور گواہی کے لیے مدومعاون ہے اور امید ہے کہ اس سے تم شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوگے، الخ (البقرۃ:۱۸۲)

اس آیت کا تعلق اصل میں مالی معاملات سے ہے لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا نکاح زندگی کا اتنا اہم اور سنجیدہ معاملہ ہے کہ اس کی اہمیت مال سے کہیں بڑھ کر ہے کیوں کہ اس سے انسانی عزت

وشرافت، نسل کی حفاظت اور بہت سے حقوق متعلق ہیں اس لیے جن مالی معاملات کو اللہ تعالی نے لکھنے کا حکم دیا ہے تو نکاح کا لکھا جانا بہ درجہ اولیٰ مطلوب ہوگا، اسی لئے فقہاء نے اس آیت کو ان تمام معالات سے متعلق رکھا ہے جس میں کسی چیز کی مدت متعین کی گئی ہو، ینتظم سائر **عقود المداینات التی یصح فیھا الآجال** (احکام القرآن للجصاص: ۲/۴۷۹) بلکہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے خاص طور پر ایسے نکاح کا ذکر کیا ہے جس میں مہر بعد میں ادا کیے جانے والا ہو، اور خلع کو بھی تحریری طور پر منضبط کرنے کی تلقین کی ہے **والمھر اذا کان مؤجلا، وکذالک الخلع الخ** (حوالہ سابق: ۲/۲۰۸) قرآن مجید کی اس سب سے طویل آیت میں ہمیں ایسی دستاویزات کے لیے واضح اشارات اور اصول بھی ملتے ہیں‘‘۔(۶)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی معرفت سارے ہندوستان میں اس ماڈل نکاح نامہ کو رائج کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا قطب معین الدین انصاری، نور الانوار، ص ۲۷ (قلمی) مخزونہ مولانا سید رفیع الدین حسینی سجادہ نشین حضرت شاہ راجو حسینی رحمۃ اللہ علیہ مصری گنج حیدرآباد۔

(۲) مولانا سید حبیب اللہ قادریؒ رشخصی انٹرویو ۳۱؍ڈسمبر ۱۹۸۹ء حیدرآباد اے پی۔

(۳) ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی رمقالہ جشن شیخ الاسلام سمینار ۲۲ نومبر ۱۹۹۲ء حیدرآباد۔

(۴) مولانا مفتی عبدالحمیدؒ رمعارف انوار ص ۱۹۔۱۸، حیدرآباد۔اے پی۔

(۵) مولانا محمد رضی الدین معظم رمضمون رہنمائے دکن ۲؍مارچ ۱۹۹۲ء حیدرآباد اے پی۔

(۶) خان لطیف خان رروزنامہ منصف مورخہ جولائی ۲۰۰۴ء، حیدرآباد آندھرا پردیش۔

☆☆☆

ہیں بہرِ مدنی شمعِ منور انوار اللہ

ہے اصل علم معرفت غامض اسرار اللہ
چشم دل کھلائے دکھائے انوار اللہ
کیا ہے احد و مظہر عشق خدا احمدؐ
از دور بین تسمیہ دیکھیں انوار اللہ
امعان نظر قلبی پر ہے پردہ قدیم
جب تک نہ نکلے کیوں نظر آئیں انوار اللہ
انجن ہی غوث صمدانی کا کاشف القلوب
چشم قلوبی کھلنے سے دیکھیں انوار اللہ
کیا ذات پاک اقدس واطہر ہیں خوش نصیب
کوشش سے کر نفی لا رہ گئے انوار اللہ
ہو ماسوا سے منحرف کیوں نا ہوں متصف
نوری نہ کیوں ہوں دل سے نکالیں اغیار اللہ
فرقہ میں ناجی کیوں نہوں ناری ہوں کس طرح
کر نیست ہستی ہست کل کرلیں انوار اللہ
اوصاف عالی جب سے میرے گوش زن ہوئے
بن گئے ہیں گوشوارے پیارے انوار اللہ
وردِ زباں ہے صبح و مسا اس پتنگ کے
ہیں بہرِ مدنی شمعِ منور انوار اللہ
کیا جوئے مفلسی چڑھے مجھ پر اللہ اللہ
لیکن رکھا ہے جان سے اب تک سبحان اللہ
ہوکر پریشان موج تلاطم سے جگ میں ڈھونڈ
رہبر خضر سے پایا ایک زندہ انوار اللہ

(از کتاب قلمی بنام: معروضہ سید شاہ محمد غوث مدنی القادری گلیم پوش ۱۳۳۲ھ۔تاریخی نام ’’مضطرب القلبی حق‘‘ مخزونہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔اے پی)۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا تشکیل کردہ نظام قضاۃ

از: حضرت قاضی انجم عارفیؒ، سابق معتمد انجمن قضاۃ و ناظر القضاۃ، آندھرا پردیش وقف بورڈ

نظام قضاۃ علاقہ تلنگانہ میں تقریباً دوسو سال سے نافذ و مروج ہے۔ سابق ریاست حیدرآباد (مرہٹواڑہ) و (حیدرآباد۔ کرناٹک) میں بھی یہی عمل رہا اور ابھی تک یہی عمل درآمد ہے اور متعلقہ وقف بورڈ امور قضاءت کا نگرانکار ہے۔ ہندوستان میں اس نظام کو مغلیہ دور میں کافی استحکام پہنچا۔ قضاۃ کے نام ذریعہ اسناد معاشیں ازقسم جاگیر، انعام، مقطعہ، نقدی وغیرہ عطا کی گئیں تاکہ قاضی صاحبان فکر معاش سے بے نیاز ہوکر مذہبی خدمات انجام دیں چنانچہ توریث، طلاق وخلع کے ہر نازک سے نازک مسئلہ پر منصفانہ فیصلے ہوتے رہے۔

مغلیہ دور کے بعد جب انگریزوں کی عملداری شروع ہوئی تو انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں میں ''قاضیوں'' کی اہمیت وعزت ہے جو سوسائٹی کے اہم فرد کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں میں ان کے اثرات کم کرنے اور ملت کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لیے قاضی صاحبان سے عدالتی اختیارات چھین لئے اور نظام قضاۃ میں انتشار پیدا کیا۔ مغلیہ دور کے زوال کے بعد انگریزوں کی اس شاطرانہ چال کے باوجود متحدہ ہندوستان میں سلطنت آصفیہ کے علاقہ میں اس قانون کا نفاذ کیا جاسکا چنانچہ فرمان مبارک کے ذریعہ اس نظام کو شرعی حدود کے اندر قانونی حیثیت دی گئی اور امور قضاءت کی انجام دہی کے لیے محکمہ صدارت العالیہ قائم کیا جاکر ایک عہدہ دار ''صدر الصدور'' مقرر کیا گیا، اس محکمہ کے زیرنگرانی احکام وگشتیات کے ذریعہ نظام قضاءت پروان چڑھتا رہا اور اس نظام کو نشاۃ ثانیہ ملی۔ بانی جامعہ نظامیہ حضرت انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور احکام شرع شریف کی روشنی میں سیاہہ عقد مرتب کیا اور تنقیحات نکاح قائم کئے تاکہ احکام شرع شریف کی خلاف ورزی کا کوئی احتمال باقی نہ رہے اور بلا اجازت قاضی، تکمیل عقد کو تعزیرات آصفیہ کے تحت قابل سزا قرار دیا جاکر اسے قانونی شکل دی گئی۔ یہاں تک احتیاط برتی گئی کہ قاضی صاحبان و نائبین کو ناخواندہ اشخاص کے ذریعہ آلات علامات ابہام لیے جانے کی محکمہ نظامت کوتوالی اضلاع (صیغہ ایریشن) میں باضابطہ ٹریننگ دی جاکر صداقت نامہ اجراء کئے جاتے تھے تاکہ حقوق توریث میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہ رہے اور شائد حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی دوررس نظر نے موجودہ دور کے حالات کا اندازہ کرلیا تھا کہ ملکوں کے فاصلے کم سے کم ہوجائیں گے۔ نئے نئے ملکی قوانین بنائے جائیں گے تو ایسی صورت میں نکاح کے لیے بھی تحریری ثبوت کی نوبت آئے گی چنانچہ سیاہہ کے تین پرت بنائے گئے جو آج بھی رائج ہیں جو اصل دفتر قضاءت، مثنیٰ دفتر وقف بورڈ اور مثلث محکمہ ڈائرکٹر اسٹیٹ آرکیوز حکومت اے پی تارناکہ روانہ کئے جاتے ہیں۔

گشتی محکمہ صدارت العالیہ ممالک محروسہ سرکار عالی

(برائے جدید ترتیب سیاہ نامہ)

واقع ۱۰/آذر ۱۳۲۶ف

منجانب مولوی محمدؐ انوار اللہ خان بہادر صدر الصدور صوبجات دکن

خدمت جملہ قاضی صاحبان ممالک محروسۂ سرکار عالی

مقدمہ

انتظام ترتیب سیاہجات ملک سرکار عالی

بسلسلہ گشتی نشان (۴) واقع ۲/محرم ۱۳۳۱ء بمقدمہ صدر نگارش ہے کہ اگرچہ گشتی مذکورہ کے ذریعہ سیاہہ نکاح کا نمونہ روانہ کر کے حکم دیا گیا تھا کہ آئندہ سیاہجات نمونۂ منسلکہ کے موافق مرتب ہوا کریں۔ مگر اب بعد تجربہ اس امر کی ضرورت داعی ہوی کہ ترمیم نمونۂ سابقہ دوسرا نمونہ وضع کیا جائے۔ چنانچہ بعد ترمیم واضافۂ ضروری جو نمونہ تجویز کیا گیا ہے اوس کو زیر نگرانی محکمۂ ہذا طبع کرا کے بصورت رجسٹر آپ صاحبوں کی خدمات میں روانہ کیا جاتا ہے اور حسب ذیل ہدایات اس کے متعلق صادر کئے جاتے ہیں۔

ف ا: ہر رجسٹر میں دس دس ورق اور ہر ورق میں تین تین پرت (اصل، مثنی، مثلث) شامل ہیں جس کے ہر ورق (یعنی اصل ومثنی ومثلث تینوں پرت) پر صرف ایک ہی سیاہہ لکھا جائے گا۔ گویا ہر رجسٹر میں دس دس سیاہجات مندرج ہونگے۔

الف۔ اصل پرت تو رجسٹر میں محفوظ رہیگا بقیہ دو پرت میں سے مثنی محکمۂ صدارت میں اور مثلث مقامی عدالت میں بھیجد یا جائے گا۔

ف ۲: یہہ رجسٹر اوس علاقۂ قضاءت میں جہاں عقد نکاح سالانہ دس ہوتے ہوں ایک کافی ہوسکیگا لیکن جہاں دس سے زیادہ ہوتے ہوں وہاں بہ لحاظ تعداد نکاح رجسٹرات کی ضرورت ہوگی اور نشان سلسلہ اون میں اسطرح ڈالا جائے گا کہ پہلی جلد میں (۱) سے (۱۰) تک۔ اور دوسری میں (۱۱) سے (۲۰) تک وقس علیٰ ہذا۔

ف ۳: ہر علاقۂ قضاءت میں انتظام عقد خوانی کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) یہہ کہ تمام علاقہ میں نکاح خوانی کا کام بذات خود قاضی صاحب ہی انجام دیتے ہوں۔

(۲) یہہ کہ قاضی صاحب خود نہیں بلکہ اونکی جانب سے کوئی اور شخص اس کام کی انجام دہی کے لئے مامور ہو۔

(۳) یہہ کہ مستقر پر قاضی صاحب انجام دیتے اور باقی علاقہ میں قاری النکاح مقرر ہوں۔

الف: پہلی صورت میں تو یہی رجسٹر کافی ہے کہ قاضی صاحب خود مجلس عقد میں اس کو ساتھ لیجا کر سیاہہ کی تکمیل کریں گے اور مثنی ومثلث محکمہ صدارت وعدالت میں بھیجدیں گے۔

ب: دوسری اور تیسری صورتوں میں یہہ رجسٹر ذیلی کہلائیگا اور قاری النکاح کے حوالہ کردیا جائے گا۔ اور ایک دوسرا غیر مطبوعہ رجسٹر دفتر قضاءت میں رکھا جائے گا جس کا نام صدر رجسٹر ہوگا۔ ذیلی رجسٹرات سے جیسے جیسے سیاہجات قاریان نکاح کے یہاں سے وصول ہوتے جائیں بمجرد وصول اس میں درج کرلئے جایا کریں نیز قاضی صاحب ذیلی رجسٹرات میں جن سیاہجات کی تکمیل اپنی ذات سے کریں اونکو بھی صدر رجسٹر میں درج کرلیں اس کے بعد صدر رجسٹر کا نشان درج کر کے سیاہجات صدارت وعدالت میں بھیج دیں۔

شریعت پناہ بلدہ حیدرآباد دکن سے جاری کردہ 1200 ھجری کے ایک قلمی نکاح نامہ کا عکس
بشکریہ، مولانا قاضی میر قادر علی صاحب، صدر قاضی شریعت پناہ بلدہ، حیدرآباد۔

(ج) صدر رجسٹر میں صدر نمبر کے محاذی ذیلی نمبر کا اندراج بھی بتصریح علاقۂ قاریان نکاح ہوا کرے۔

(د) صدر رجسٹر کا عنوان وہی ہوگا جو مطبوعہ کا ہے البتہ اس میں صرف ایک پرت کافی ہے نیز پشت پر تنقیحات شرعی کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اوسکا خلاصہ بدیں الفاظ کہ تنقیحات کی تکمیل کر لی گئی کوئی امر مانع نکاح نہیں، خانۂ کیفیت میں لکھدیا جائے گا۔

ف۴: ایسے تمام رجسٹرات جو قاریان نکاح کو دیئے جائینگے۔ وہ ختم سال پر قاضی صاحبو نکے یہاں واپس آجائینگے اور دواماً دفتر قضاءت میں باحتیاط تمام محفوظ رہینگے۔

ف۵: جو رجسٹرات قاریان نکاح کو دیئے جائیں گو اون کے اوراق محدود ہوتے ہیں تاہم تعداد ورق کی تصریح قاضی صاحب اپنے قلم سے آخر صفحہ پر کر کے رجسٹر حوالہ کیا کریں۔ اس امر کی ذمہ داری کہ رجسٹر یا رجسٹر کا کوئی ورق تلف و مفقود نہوگا۔ پوری طرح قاضی صاحبوں کے سر رہیگی۔

الف: تکمیل سیاہہ کے وقت اس کی سخت احتیاط رہے کہ کوئی ورق محکوک و مشکوک نہونے پائے اگر احیاناً ہوجائے تو ایسی حالت میں اصل پرت پر یہہ شرح کیجا کر (کہ یہہ سیاہہ محکمۂ صدارت کو روانہ کیا گیا) بقیہ دونوں پرت (مثنی و مثلث) راست محکمۂ ہذا میں بھیجد یئے جائیں تا اون کو یہاں تلف کر دیا جائے۔

ف۲: سیاہہ پر جو ہدایات مرقوم ہیں اونکی پابندی سے خانہ پری کیجایا کرے۔ نیز سیاہہ کی پشت پر جو تنقیحات مندرج ہیں اونکی تکمیل نہایت صحت واحتیاط سے ہونی چاہئے چونکہ انکی تکمیل کیلئے مسائل حلت و حرمت نکاح کا وقوف ازبس ضروری ہے لہذا اشخاص قاری النکاح پر لازم ہے کہ مسائل ضروریہ سے پوری طرح واقف ہوں اور ہمیشہ اون کو یاد رکھیں۔

الف: چونکہ عقد نکاح کا وقت بہت کم ہوتا ہے اسلئے سیاہہ کی خانہ پُری اور تنقیحات کی تکمیل میں عجلت ممکنہ سے کام لیا جایا کرے تا کہ کسی کو کچھ شکایت کا موقع نہ ملے۔

ب: تکمیل سیاہہ کے بعد قاضی صاحب کو اسکی جانچ کر لینی چاہئے کہ آیا بپابندی ہدایات مرقومہ سیاہہ کی خانہ پری اور صحت کے ساتھ تنقیحات کی تکمیل ہوی ہے یا نہیں اس کے بعد خانۂ کیفیت میں شرح تصدیق بالفاظ ذیل کرنی ضروری ہے "مسمی .... ولد .... ساکن .... قاری النکاح علاقۂ ہذا نے میری اجازت وایماء سے سیاہہ ہذا کی تکمیل کی ہے باعتبار مسمی موصوف صحت خانہ پری کی تصدیق کیجاتی ہے"۔

ج۔ اگر سیاہہ کی تکمیل خود قاضی صاحب نے کی ہو تو شرح تصدیق کی ضرورت نہیں۔

ف ۷۔ قاریان نکاح پر لازم ہوگا کہ رجسٹر سیاہہ تکمیل سیاہہ کی غرض سے مجلس عقد میں ساتھ لیجائیں اور سیاہہ کی تکمیل خاص اسی رجسٹر میں کریں یہہ کبھی کسی حال میں درست نہوگا کہ مجلس عقد میں کسی اور کاغذ پر مسودہ مرتب کر کے پھر دوسرے وقت اوس کو رجسٹر میں لکھیں بلکہ ہمیشہ سیاہہ مجلس عقد ہی میں خاص اوسی رجسٹر میں درج کر لیا جانا چاہئے اگر باایں ہمہ کوئی صاحب خلاف ورزی کریں یعنی سیاہہ پہلے کسی سادہ پرچہ پر مرتب کر کے متعاقب اوس کو درج رجسٹر کریں تو اون سے سخت باز پرس کیجائے گی۔

ف ۸: اگر کسی قاری النکاح کے علاقہ میں ایک ہی روز متعدد عقد واقع ہوں اور ایک شخص ان تمام عقود کو انجام نہ دے سکے تو ایسی حالت میں ضرور ہوگا کہ قاری النکاح ماموراپنی ذمہ داری سے کسی اور شخص کو جو اس

کام کا اہل ہو روانہ کردے اب رہا رجسٹر چونکہ وہ ایک ہوتا ہے جو ہر مقام پر پہنچ نہیں سکتا اسلئے مجبوراً وضرورتاً اُسکو کھولنے اور اوس کے اوراق بقدر ضرورت بہ ثبت نمبر ذیلی اشخاص مذکور کو دینے کی اجازت دیجاتی ہے مگر اس کا سخت اہتمام رہے کہ بفور تکمیل عقد ایسے اوراق واپس آجائیں اور شریک رجسٹر کردیئے جائیں تاکہ روانگی صدر میں سہولت و آسانی ہو اور اتلاف وفقدان کا احتمال باقی نہ رہے۔

ف۹: سیاہجات کی روانگی بپابندی گشتی محکمۂ ہذا نشان (۲) واقع، یکم اسفندار ۱۲۲۳ف ہونی چاہئے یعنی ایک ماہ کے سیاہجات دوسرے ماہ کے دس تاریخ تک محکمۂ ہذا وعدالت مقامی میں روانہ کردیئے جایا کریں۔ اس کی ضرورت نہیں کہ ہر سیاہہ بفور تکمیل روانہ ہو کیوں کہ فرداً بھیجنے سے سرویس تکٹ کا بار اور کام کی کثرت ہوگی۔ بلکہ ہر مہینے کے سیاہہ جات ایک ساتھ تاریخ مقررہ کے اندر بھیجد یئے جاسکتے ہیں۔

ف۱۰: گشتی ہذا کے وصول کے ساتھ ہی آپ صاحبوں کا پہلا کام یہہ ہونا چاہئے کہ اپنے اپنے علاقہ قضاءت کے سالانہ نکاحوں کی تعداد مشخص کر کے اوس کے لحاظ سے رجسٹرات سیاہہ بترسیل زر قیمت دفتر ہذا سے طلب کرلیں اور اگر کسی صاحب کو یہی ایک رجسٹر جو اس کے ساتھ روانہ کیا گیا ہے کافی ہوجائے تو اس کی مقررہ قیمت (۴) روانہ کر کے اطلاع دیدیں کہ علاقہ ہذا میں مزید رجسٹرات کی ضرورت نہیں ہے۔

الف: چونکہ تمام دفاتر قضاۃ میں یکساں عمل اور ایک ہی طریقہ قایم رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے اسلئے طبع وترسیل رجسٹرات کا کام فی الحال محکمۂ ہذا سے متعلق رہیگا۔ چنانچہ اسوقت یہہ رجسٹرات زیر اہتمام دفتر طبع ہو کر تیار ہیں جو اصل لاگت پر قاضی صاحبوں کے پاس روانہ کئے جائینگے۔

ب: اس گشتی کے اجرا کے بعد کوئی سیاہہ غیر مطبوعہ کاغذ پر مقبول نہو گا بلکہ واپس کردیا جائے گا۔

ف۱۱: چونکہ سیاہہ نکاح عقد نکاح کا ایک اعلیٰ ثبوت ہے مقدمات نسب وطلاق ونکاح کا فیصلہ اکثر وبیشتر محض سیاہہ جات کی بناء پر کیا جاتا ہے۔ اور جلسہ نکاح کے شہود ووکلاء ہی ثبوت وتردید میں پیش کئے جاتے ہیں لہذا سیاہہ کی ترتیب میں خاص اہتمام اور خالص توجہ کی ضرورت ہے۔ پس آپ صاحبوں سے امید کیجاتی ہے کہ اس اہم فریضہ کی ادائی میں خاص دلچسپی سے کام لیکر خوشنودی سرکار حاصل کرینگے۔

فقط

مددگار صدر الصدور

آزادی کے بعد دیسی ریاستوں کا انڈین یونین میں انضمام عمل میں آیا تو اس دور میں بھی جبکہ حیدرآباد میں پی۔ رام کشن راؤ صاحب آنجہانی کی وزارت تھی انہوں نے بھی اس نظام کی اہمیت کے پیش نظر اس کی سرکاری حیثیت کو باقی رکھا اور یہ نظام محکمہ مجلس مال (انڈومنٹ) کے تحت رکھا۔ اور آج بھی ہندوستان بھر میں، آندھراپردیش کے علاقہ تلنگانہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ نظام باقی وبرقرار رہنے کے علاوہ اس کا ریکارڈ اسنادی حیثیت سے محفوظ ہے اور جو عدالتوں میں قابل قبول دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ نظام علاقہ تلنگانہ میں، آج بھی موروثی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں وقف بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کے حسب الحکم جاری کردہ اہم فتاویٰ

بقلم: تلمیذ شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ، مفتی اول جامعہ نظامیہ حیدر آباد، دکن

حضرت عارف باللہ مولانا محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے حسب الحکم اشاعت العلوم سے ''فتاویٰ نظامیہ'' تین جلدوں میں شائع کروائے گئے تھے، ان فتاویٰ میں ان تمام امور پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے جو آج کل عام مسلمانوں میں ایک ذہنی انتشار کا موجب بن گئے ہیں، ہر دور میں ان سوالات کو عوام میں پھیلا کر ان کو اہل سنت والجماعت کے زمرہ سے نکال لے جانے کی مذموم کوشش کی جاتی رہی، مگر اس میں ان کو کسی وقت بھی کامیابی نہیں ہوئی، اس دفعہ بھی اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مشترکہ مہم چلائی گئی، اور منظم طریقہ کار اختیار کیا گیا اور ہر طبقہ خیال کے مخصوص لوگوں کو شعوری اور غیر شعوری انداز میں اس مقصد کے لئے جمع کیا جا کر ہر جہت سے اقدام کیا گیا جسکی وجہ سے مسلمان کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوئے اور اس تاثر میں بعض ایسی باتیں بھی موئد ہوگئیں جو بلا شبہ قابل بندش ہیں، ان تمام باتوں کے پیش نظر ضرورت محسوس کی گئی کہ مطبوعہ فتاویٰ نظامیہ کے ان سوالات وجوابات کو بعینہا شائع کردیا جائے تا کہ اہل سنت وجماعت میں پیدا شدہ انتشار زائل ہوجائے یہ فتنہ پیدا کرنے والے خود کو حنفی سنّی کے نام سے ظاہر کررہے ہیں، حالانکہ جن عقائد وخیالات کی نشر واشاعت کی گئی زیادہ تر فرقہ خوارج وہابیہ کی ہے جنکے

منجملہ عقائد کے یہ ہیکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، اور اہلِ قبر خواہ نبی ہو یا ولی وہ عام مردوں کی طرح ہیں اپنی قبروں سے مچھر ومکھی کو تک دفع نہیں کرسکتے ان سے توسل واستعانت شرک ہے ایسا ہی میلاد شریف وفاتحہ ونذر ونیاز بدعت ہے، یادرہے کہ یہ کوئی نیا فتنہ نہیں بلکہ اس فرقہ نے بارہویں صدی میں اہل حرمین شریفین اور دیگر مسلمانوں کا خون ناحق کیا اور ان پر بے حد ظلم ڈھائے، ان کے کچھ ظلم علّامہ شامیؒ نے بیان کیا ہے جسکی تفصیل آخری فتویٰ میں موجود ہے اور سیف الجبار وغیرہ تاریخ کی کتابوں میں ان کے بے شمار ظلم بیان کئے گئے ہیں انہوں نے حرمین میں بے گناہ مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا اور انکی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کیا اور بہت سے سادات کو قتل کیا۔ مسجدِ نبوی کے قالین وفانوس نجد لے گئے اور تمام صحابہ کرام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا اس فرقہ کی نسبت جو پیشن گوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اسکو صراحت کے ساتھ خوارج کے باب میں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب ''انوار احمدی'' میں ذکر فرمایا ہے اس میں مولانا ممدوح نے احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ فرقہ نجد سے نکلے گا اور ان کی یہ علامت ہے کہ سر منڈایا کریں گے اور نجد کے تعلق سے فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہونگے، وہاں

شیطان کا سینگ (گروہ) نکلے گا وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہ اتریگا جب یہ سینگ کاٹا جائیگا پھر نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ انکی آخری جماعت دجال کے ساتھ نکلے گی یہ بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کرینگے۔

بخاری شریف، مسلم شریف، اور مشکوٰۃ شریف، باب المعجزات میں بھی یہی مذکور ہے زیر بحث مسائل صرف فتاویٰ نظامیہ کے تین جلدوں سے نقل کئے گئے ہیں ورنہ ہر مسئلہ سے متعلق مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں جو "دفتر اشاعۃ العلوم" جامعہ نظامیہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(۱) الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص بکرا محبوب سبحانیؓ یا اور کوئی ولی کی نیاز کے واسطے خریدا وہ حرام ہو گیا اور اس کی مثال میں لکھا ہے کہ کتے کو اگر بسم اللہ پڑھکر کاٹیں تو حلال نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر اللہ کے سوا کسی ولی کی نیاز کے واسطے خرید کر کاٹیں تو حلال نہیں ہوتا یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب

مذبوحہ جانور کے متعلق شرعاً ذبح کے وقت کی نیت کا لحاظ واعتبار کیا گیا ہے فتاویٰ ردالمحتار کے جلد (۵) ص۲۰۳ میں ہے، **واعلم ان المدار علی القصد عند ابتدأ الذبح**: بنا بریں اگر کوئی شخص جانور کو اس نیت سے ذبح کرے اس کی جان فلاں بزرگ کے لئے لیتا ہوں اور ان بزرگ کو از روئے تعظیم اسطرح جان قربان کئے جانے کا مستحق بھی جانتا ہے تو ایسا ذبح کیا ہوا جانور اگر چہ وہ اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے شرعاً حرام ہے درالمختار مطبوع برحاشیہ ردمحتار کے جلد (۵) ص۲۰۳ میں ہے (**ذبح لقدوم الامیرو نحوه**) **کواحد من العظام (یحرم) لانه اهل به لغیر الله (ولو) وصلية (ذکر اسم الله تعالی)** اور اگر کوئی اس نیت سے ذبح کرے کہ اس جانور کی جان اللہ کے نام پر لی جاتی ہے اور وہی اس جان کے نثار وقربان کئے جانے کا مستحق ہے مگر اس جانور کا گوشت فلاں بزرگ کی نیاز وایصال ثواب میں صرف کیا جائیگا اس سے فلاں شخص کی دعوت وضیافت کی جائیگی یا اس سے ولیمہ ادا ہوگا یا اسے بیچ کر نفع اٹھایا جائیگا اور بوقت ذبح اللہ کے نام کے سوا کسی کا نام بھی نہ لے تو ایسا ذبح کیا ہو جانور شرعاً حلال ہے درمختار میں اسی جگہ **(ولو) ذبح (للضيف لايحرم لانه سنة الخليل واكرام الضيف اكرام الله تعالى والفارق انه ان قدمها لياكل كان الذبح لله والمنفعة للضيف اوللوليمة وان لم يقدمها ليأكل منها بل يد فعها لغيره كان لتعظيم غيرالله فتحرم** تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی کے ص۵۲ میں ہے،

ومن ههنا علم ان البقرة للاولياء كماهو الرسم فی زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله وقت الذبح وان كا نواينذرو نهاله

پس صورت مسئلہ میں اگر جانور حسب تفصیل سابق اللہ کے لئے ذبح کیا جائے اور اسکے گوشت سے محبوب سبحانیؓ یا کسی بزرگ کی نیاز کی جائے اور اسی نیت سے خریدا بھی جائے تو ایسے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت حلال ہے اور صاحب کتاب کی تحریریں معتبر کتب کے مقابل قابل لحاظ نہیں ہے۔

(۲)**الاستفتاء** جلد(۲)ص۳۱۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بزرگوں کے لئے کچھ کھانا پکا کر بغرض ایصال ثواب غرباء کو کھلائے جیسے نیاز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ اپنے کسی عزیز کے انتقال کے بعد فاتحہ سوم ودہم وچہلم وغیرہ کرے اور مولودخوانی کرائے تو کیا ایسا شخص شرعاً بدعتی وگنہگار ہے یانہیں؟

الجواب

اگرکوئی شخص کچھ عملِ خیر کرے مثلاً نماز پڑھے یاروزہ رکھے یاصدقہ دے یا کھانا پکا کر کھلائے یا وعظ ونعت خوانی کی مجالس منعقد کرائے اوراس عمل سے اسکی یہ غرض ہوکہ اسکا ثواب بزرگان دین یا اپنے عزیز واقارب کی ارواح کو پہنچے تو اس کا یہ فعل شرعاً جائز ہے،اور اسکی نیت کے موافق خدائے پاک اس کا ثواب ان ارواح کو ایصال فرماتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار جلد(۱)ص۳۲۱ میں ہے۔للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوما او صدقة او غیرها کذا فی الهدایة ۔اسی صفحہ میں ہے۔وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة الجماعة کذا فی البدائع اوردرمختار مطبوعہ برحاشیہ ردمختار جلد(۲) کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں ہےالاصل ان کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره وان نواها عند الفعل لنفسه کظاهر الدلالة ۔ اوراسی طرح ردالمحتار میں کہ قوله بعبادة ای سواء کانت صلاةً اوصوماً اوصدقةًاو قراءة او ذکراًطوافاً اوحجاًاوعمرةً اوغیرذالک من زیارة قبورالانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام والشهداء والصالحین وتکفین الاموات وجمیع انواع البر کذافی الهندیه، پس صورت مسؤلہ میں بغرض ایصالِ ثواب ارواح بزرگان وارواح اہلِ قرابت کھانا پکا کر فقراء ومساکین وغیرہ کو کھلانا اورایسا ہی مولودشریف پڑھانا کہ جس میں حضوراکرم ﷺ کی میلادشریف کا ذکراورآپکی منقبت ہو یا اکابرین کا ذکرِ خیراوران کے خصائلِ حمیدہ کا تذکرہ ہوشرعاًدرست ہے۔

(۳)**الاستفتاء** جلد(۳)ص۳۴۱

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اولیاء اللہ کے مزاروں پر جو غلاف اورعمامے اور کپڑے پردے وغیرہ بغرضِ اظہارِ تجمل وشان ڈالے جاتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب

اگرچہ بعض فقہانے اسکومکروہ لکھا ہے مگر متأخرین نے صاحب مزار کی عزت وتوقیر کیلئے ڈالنا جائزرکھاہے تاکہ عام لوگ صاحبِ مزار کی تعظیم کریں اورناواقف زائرین خشوع وادب کےساتھ زیارت کریں،جیسا کہ ردالمحتار جلد(۵) کتاب الحظر والاباحۃص۲۵۳ میں ہے۔کره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجة وتکره الستور علی القبور اه. ولکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبرو لجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات وان کان بدعة فهو کقولهم بعد طواف الوداع یرجع القهقری حتی یخرج من المسجد اجلالا لبیت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیه سنة مرویة

ولاله محكى وقد فعله اصحابنا اه. كذا فى كتاب كشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبدالغنى النابلسى قدس سره والله اعلم بالصواب.

(۴)**الاستفتاء** جلد(۳)ص۳۵۰

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی عالم یا فقیہ کو بلا وجہ گالی دینا گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب

عالم دین کو گالی دینے سے گالی دینے والے کے کافر ہوجانے کا خوف ہے اسلئے اس سے بہت احتراز کرنا چاہئے، فتاوی عالمگیری جلد(۲) كتاب السير باب موجبات كفر منها مايتعلق بالعلم والعلماء میں هے ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالماً اوفقيها من غير سبب۔

(۵)**استفتاء** جلد(۳)ص۶۸

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبروں پر پھول ڈالنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قبروں پر پھول ڈالنا سبزی یا درخت لگانا درست ہے ردالمحتار کے کتاب الجنائز میں ہے تر پتوں اور گھاس کو (قبرستان) یعنی قبروں سے کاٹ دینا مکروہ ہے خشک گھاس کو نکالنا مکروہ نہیں بحر الرائق، درر اور شرح منیہ میں بھی اس کی صراحت ہے امداد الفتاویٰ میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے، کہ جب تک یہ تر رہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے میت اس سے انست لیتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے خانیہ میں بھی یہ مذکور ہے، صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں کہ اسکی دلیل حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضور ﷺ سبز ڈالی کو چیر کر دو قبروں پر رکھدئے جنکو عذاب ہو رہا تھا اور یہ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہونگے ان کے عذاب میں کمی ہوگی یعنی ان دونوں کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ سبز چیز کی تسبیح خشک کی تسبیح سے کامل تر ہوتی ہے اسلئے کہ سبزی میں ایک قسم کی زندگی پائی جاتی ہے اس بناء پر اسے کاٹ دینا مکروہ ہے اور اگر کوئی سبزی از خود اُگی ہے اور اس کا کوئی مالک نہیں ہے تو اس کو کاٹ دینے میں میت کے حق کو ضائع کرنا ہے حدیث مذکور سے پھول اور پتوں کا ڈالنا مندوب ثابت ہوتا ہے، ہمارے زمانے میں قبروں پر چنبیلی کی ڈالی لگائی جاتی ہے وہ اسی بناء پر ہے شوافع کی ایک جماعت نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔

(۶)**الاستفتاء** جلد(۲)ص۴۶۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کی قبروں پر لوگ عرضیاں باندھتے ہیں اور اس میں یہ لکھا ہوتا کہ اگر آپ میری مراد پوری کریں تو میں آپ کی نیاز ادا کروں گا اور بعض یوں لکھتے ہیں کہ میری مراد بَر آنے کے لئے دعا فرمائیے یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

نذر شریعت میں عبادت مقصودہ کا نام ہے جو کسی کام کے حاصل ہونے کے لئے بغرضِ تقربِ الٰہی مانی جاتی ہے، درمختار مطبوعہ بر حاشیہ ردمختار جلد(۳)ص۶۸ کتاب الایمان میں ہے وهو عبادة مقصودة اور ردمختار میں وفى البدائع ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة پس حاجت براری کیلئے بزرگانِ دین کی نذریں ومنتیں جو مانی جاتی ہیں اگر نذر ماننے والے کی یہ نیت ہے کہ اس نذر سے

بزرگ کا تقرب حاصل کیا جائے اور کام نکلنے پر کھانا یا کپڑا یا سونا چاندی وغیرہ حسب قرارداد ان کو نذر پیش کیا جائے اور وہ اس بزرگ کو کام کے نکالنے میں بدون ارادۂ خدائے تعالیٰ کے مستقل جانتا ہے اسلئے ان کو قابلِ تعظیم جان کر یہ نذر کررہا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ میں جس چیز کو پیش کروں گا وہ بزرگ کی ملک ہے اور انہیں کے لئے یہ چیز پیش کی جارہی ہے تو ایسی نذر ومنت شرع میں بالاجماع حرام وباطل ہے اور اس کا مرتکب گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے کیونکہ اس میں مخلوق کیلئے نذر کی گئی ہے حالانکہ نذر تو عبادت ہے جو اللہ کے سوا کسی مخلوق کیلئے نہیں ہوسکتی اور نذر کو جومیت کی ملک میں داخل کررہا ہے وہ بھی شرعاً ناجائز ہے اس کے علاوہ اسکا اعتقاد یہ بھی ہے کہ یہ بزرگ بلاارادہ ومشیت خداوندِ عالم کے خود مستقل طور سے میرا کام نکال سکتے ہیں اور یہ اعتقاد شریعت میں کفر ہے پس ایسی نذر کی ادائی اس کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اسکا کسی کو کھلانا اور دینا بھی درست نہیں ہے اور اگر نذر اس طریقہ سے کیجائے کہ یاالٰہی میں تیرے لئے یہ نذر کرتا ہوں کہ اگر میرا کام نکل آئے تو میں فلاں بزرگ کی درگاہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤنگا یا کپڑے پہناؤنگا یا سونا چاندی تقسیم کرونگا یا درگاہ کی مسجد کے لئے بوریا وغیرہ بنوادونگا تو چونکہ اس میں نذر خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے اور اس بزرگ کی درگاہ کے فقراء اور مسجد کا کام نکلتا ہے اس لئے یہ شرعاً جائز ہے اور ایسی نذر کے پیسے وغیرہ فقیروں ہی کو دینا چاہئے مالداروں کو اس کا لینا درست نہیں اور درگاہ کے خادم اگر مالدار ہیں تو ان کیلئے بھی یہ نذر درست نہیں اگر فقیر ہیں تو لے سکتے ہیں درمختار مطبوعہ حاشیہ ردمحتار مصری جلد (۲) ص ۱۳۱ کتاب الصوم میں ہے، اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیریہ مصری کے جلد (۱) ص ۲۱۶ متفرقات کتاب الصوم میں بھی یہی مضمون ہے پس

مسلمانوں کو چاہئے کہ غیر خدا کسی کی نذر ومنت نہ مانیں اور اللہ کے لئے نذر ومنت مان کر فقراء ومساکین درگاہ بزرگان پر اس کو تقسیم کرنے کی نیت کریں البتہ بدون نذر ومنت کے ایصال ثواب کیلئے کوئی چیز پکا کر لوگوں کو کھلانا جسکو اموات کی فاتحہ اور بزرگان دین کی نیاز کہا جاتا ہے یا سونا چاندی وغیرہ صدقہ دینا یا نماز روزہ وقرأۃ قرآن وغیرہ عبادات بدنیہ کا ثواب بخشنا یہ تمام امور شرعاً درست ہے اور ہر ایک شخص کو چاہئے کہ ایسے ایصال ثواب میں مخصوص ارواح کے ساتھ زندہ ومردہ تمام مؤمنین ومؤمنات کی ارواح کو بھی شریک کرلے خداوند عالم اپنے فضل سے ہر ایک کو اسی قدر پورا پورا ثواب عطاء فرماتا ہے ردمحتار مصری جلد (۱) ص ۲۳۱ کتاب الجنائز میں ہدایہ سے منقول ہے، صرح علماء نافی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاةً او صوماً او صدقةً او غیرها کذافی الهدایه تاتارخانیہ سے منقول ہے بل فی زکاة التاترخانیه عن المحیط الافضل من یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لأنها تصل الیهم ولاینقص من اجره شئی اه هو مذهب اهل السنة والجماعة اور بحرالرائق سے منقول ہے وفی البحر من صام او صلیٰ وتصدق وجعل ثوابهٗ لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابهٗ الیهم عند أهل السنة والجماعة کذافی البدائع اسی جگہ ردمحتار میں ہے ویقرأیٰس وفی الحدیث من قرأالاخلاص احدیٰ عشرة مرة ثم واهب اجرها للأموات اعطی من الأجر بعدد الاموات ردمحتار میں ہے (قوله ویقرأیٰس) لماورد من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس خفف الله عنهم یومئذ وکان له

بوعده من فیها حسنات بحروفی شرح اللباب ویقرأ من القران ماتیسرله من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون واٰیة الکرسی واٰمن الرسول وسورة یٰس وتبارک الملک وسورة التکاثر والاخلاص اثنتی عشرة مرة اواحدیٰ عشرة لوسبعاً اوثلاثا ثم یقول اللّٰهم اوصل ثواب ماقرأناه الی فلان او اوصل الیهم اورص۶۳۲ میں ہے سئل ابن حجر المکی عمالوقرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم اویصل لکل منهم مثل ثواب ذالک کاملاً فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل پیران طریقت واساتذہ وسلاطین وامراء کے پاس ایسی چیز کے پیش کرنے کو جو اصطلاح میں نذر کہا جاتا ہے فی الحقیقت یہ نذر شرعی نہیں ہے بلکہ عوام کے بلحاظ ادب ان مکرم و معظم ہستیوں کے پاس ہدایا وتحائف گذارنے کو بھی ضرورۃً نذر نام رکھا ہے اس سے عبادت مقصود نہیں ہوتی ہے اور نہ یہ پہلے سے بغرض تقرب اپنے پر لازم کرلی جاتی ہے محض پیش کرنے کے وقت اسکو نذر کہا جاتا ہے اسی طرح اگر بزرگانِ دین کے ارواح پر ایصال ثواب کرنے کی غرض سے کوئی چیز پکا کر فقراء کو تقسیم کی جائے یا روپیہ سونا وغیرہ صدقہ کیا جائے اور تقسیم کرنے کے وقت اسکا نام نذر رکھا جائے اور قبلِ تقسیم مذکور الصدر نذر الٰہی کے طریقہ پر یہ اپنے ذمہ لازم نہ کرلیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جب کہ سلاطین وامراء کے پاس پیش ہونے والے اشیاء کا نام نذر رکھا جاتا ہے تو ان خاصانِ بارگاہ خداوندی کے ارواح پر پیش ہونے والی چیز تو بدرجہ اولیٰ نذر نام رکھے جانے کی مستحق ہے۔

ف۔ کسی کام میں جو کسی سے مدد اور توجہ چاہی جاتی ہے یا کسی کو وسیلہ بنایا جاتا ہے اس کو عربی میں استغاثہ، استنصار، استعانت، استمداد، تشفع، توسل وغیرہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ استغاثة عربی میں غوث طلب کرنے کو کہتے ہیں غوث کے معنی ازالہ شدت یعنی تکلیف وسختی کو رفع کرنا ہے معیشت دنیا میں جو تکالیف کہ ایک دوسرے کو لاحق ہوتے ہیں اس کے دفعیہ کی ہر ایک دوسرے سے درخواست کرتا ہے چنانچہ سورہ قصص کے دوسرے رکوع میں آیۃ کریمہ فاستغاثه الذی هو من شیعته علی الذی من عدوه سے ثابت ہے کہ ایک مخلوق دوسرے مخلوق کی شدت وتکلیف کو دفع کرسکتی ہے اور مصیبت میں مدد دے سکتی ہے اسی طرح استنصار طلب نصر یعنی غیر سے مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں اور سورہ انفال کے آٹھویں رکوع میں آیۃ کریمہ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الایۃ سے ثابت ہے کہ ایک بندۂ خدا دوسرے بندۂ خدا کو مدد دے سکتا ہے استمداد، استنصار کا ہم معنی ہے اور استغاثہ بھی طلبِ عون یعنی مدد چاہنے کو کہتے ہیں کلام الٰہی میں تین جگہ یعنی سورہ بقرۃ کے سولھویں اور پانچویں رکوع میں اور سورہ اعراف کے تیرہویں رکوع میں آیۃ کریمہ استعینوا بالصبر والصّلوٰة سے ثابت ہے کہ انسان کو صبر وصلوٰۃ سے طلبِ عون یعنی مدد لینا چاہئیے پس ان آیات بیّنات سے ظاہر ہے کہ انسان کو خداوندِ عالم کے سوا دیگر اشیاء سے بھی مدد لینے کی شریعت میں اجازت ہے۔ تشفع کے معنی شفاعت یعنی سفارش لے جانے کے ہیں مخلوق کا ایک دوسرے کی سفارش کرنا اور خداوند عالم کے پاس کسی مخلوق کی سفارش کرنا سورہ نساء کے نویں رکوع میں آیۃ کریمہ من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها اور سورہ بقرہ کے چھبیسویں رکوع میں من ذا الذی

یشفع عندہ الا باذنہ سے ثابت ہے۔احادیث سے بھی اس کے فضائل ثابت ہیں اور بروز قیامت رسول اللہ ﷺ کا تمام گنا ہگاروں کیلئے خداوندِ عالم سے شفاعت یعنی سفارش کرنے کے ثبوت میں تو کسی کو کلام نہیں، توسل کے معنی لغت میں نیک کاموں کے ذریعہ خداوندِ عالم کے پاس قرب حاصل کرنے کے ہیں چنانچہ سورہ مائدہ کے چوتھے رکوع آیۃ کریمہ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں مسلمانوں کو خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور نیک کاموں کے ذریعہ اس کا وسیلہ یعنی تقرب چاہو تفسیر کبیر کے جلد (۲) ص ۴۱۰ میں ہے فکان المراد طلب الوسیلۃ الیہ فی تحصیل مرضاتہ وذالک بالعبادات والطاعات اعمال صالحہ کے سوا انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام کو بھی خدائے تعالیٰ کے پاس وسیلہ وذریعہ بنانا ثابت ہے چنانچہ سورہ بقرہ کے نویں رکوع میں آیۃ کریمہ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا آیۃ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے قبل چونکہ یہودیوں کو توریت میں حضرت ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی گئی تھی اس لئے نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل جب کبھی عرب کے مشرکین سے ان کی لڑائی ہوتی تو حضرت ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے تفسیر کبیر کے جلد (۱) ص ۴۲۸ میں ہے ان الیہود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسالؤن الفتح والنصرۃ وکانوا یقولون اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی تفسیر درمنثور کے جلد (۱) ص ۸۸ میں بھی یہی لکھا ہے، نسائی وابن ماجہ وترمذی میں ایک حدیث شریف کی تخریج کی گئی ہے جسکو ترمذی اور ابو اسحٰق نے صحیح کہا ہے حدیث شریف یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اندھا ہو گیا ہوں آپ میرے لئے دعا فرمائیں حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگنا کہ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت پوری کرے اے اللہ تو اُن کو میرا شفیع بنا بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسمیں یہ زیادہ کیا کہ وہ اندھا دعا مانگا اور بینا ہو گیا ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی کے ص ۱۰۰ باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ میں عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ تعالیٰ لی ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک وھو خیر وان شئت دعوت ادعہ فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ ویصلی رکعتین ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یامحمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی قال ابو اسحٰق ھذا حدیث صحیح انجاح الحاجتہ. حاشیہ ابن ماجہ میں اسی جگہ ہے ھذا الحدیث اخرج النسائی والترمذی فی الدعوات مع اختلاف یسیر وقال الترمذی حسن صحیح وصححہ البیھقی وزاد فقام وقد ابصر وفی روایۃ ففعل الرجل فبری آیۂ کریمہ (وکانوا یستفتحون الایۃ) سے قبل ولادت رسول اکرم ﷺ کو وسیلہ لینا ثابت ہے اور اس حدیث سے آپکا زندگی میں وسیلہ بنانا ثابت ہے اور بعد وفات آپ سے مدد چاہنے کے متعلق انجاح الحاجہ میں اسی جگہ ایک حدیث ہے شیخ عابد سندھی کے

رسالہ سے نقل کیا ہے جسکی بیہقی و ابن ابی شیبہ نے مالک دار سے تخریج کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ قحط آیا تب ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کیلئے خدائے تعالیٰ سے پانی مانگئے آپ ﷺ اس کے خواب میں تشریف فرما ہوئے اور یہ فرمایا کہ عمرؓ کو میری طرف سے سلام پہنچانے کے بعد یہ کہنا، صاحبِ حاشیہ نے اسی قدر قصہ لکھ کر ابن عبدالبر کی کتاب استیعاب میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے لکھا ہے انجاح الحاجہ کی عبارت یہ ہے وذکر فیها حدیث البیهقی و ابن ابی شیبه عن مالک الدار قال اصاب الناس قحط فی زمان عمربن الخطابؓ فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ وقال یارسول الله ﷺ استسق الله لا متک فانهم قد هلکوا فاتاه رسول الله صلی علیه وسلم فی منامه فقال ائت عمر فاقرء ه السلام واخبره۔ والقصة مذکورة فی الاستیعاب لابن عبدالبر اسی مقام میں صاحب انجاح الحاجہ نے طبرانی کبیر کی ایک اور حدیث نقل کی ہے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمانؓ کے پاس روزانہ اپنی کچھ ضرورت لیجایا کرتا تھا مگر آپ ﷛ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے تب عثمان ابن حنیفؓ نے اسکو وہی حدیث توسل سکھائی اور دعا کا طریقہ بھی حسبِ روایتِ سابق بتادیا جیسا ہی ایک دفعہ پڑھ کر حضرت عثمانؓ کے پاس گیا آپ اس کی حاجت کو نہایت توجہ سے سنکر پوری فرمائے۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء کرام سے بھی ان کے حین حیات میں توسل و امداد لینا اوران کی دعا سے لوگوں کا کام نکلنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ مسلم شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے امت کی مغفرت کیلئے دعا چاہنے کے متعلق حکم فرمایا تھا اور بخاری شریف کے کتاب الجهاد باب من استعان بضعفاء والصالحین فی الحرب میں مصعب بن سعد سے مروی ہے قال رای سعد ان له فضلاً علی من دونه فقال النبی ﷺ هل تنصرون وترزقون الابضعفاء کم یعنی سعدؓ نے اپنے کو دوسروں پر مکرم سمجھا تب حضرت رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہوا کہ تم کو جو رزق و مدد دیجاتی ہے وہ بے مایہ ضعیفوں کی برکت سے ہے اس حدیث کی شرح میں عینی جلد (۲) ص ۶۳۰ میں لکھتے ہیں، واخبر ﷺ ان بدعائهم ینصرون ویرزقون لان عبادتهم ودعائهم اشد اخلاصاً واکثر خشوعاً لخلو قلوبهم من التعلق بزخرف الدنیا وزینتها وصفاء ضمائرهم عما یقطعهم عن الله تعالیٰ فجعلوا همهم واحداً فزکت اعمالهم واجیب دعائهم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ نے چونکہ دنیا میں عیش و عشرت کو چھوڑ کر ریاضت و مجاہدہ سے اپنے کو اللہ کے لئے وقف کردیا ہے اور جو عبادت و مجاہدے یہ کرتے ہیں وہ خلوصِ دل سے خاص خداوند عالم کیلئے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ ہوا کرتی ہے اس لئے اللہ ان کے اعمال کو پاک کردیا ہے اور ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے اگرچہ یہ بظاہر ضعیف و منکسر الحال معلوم ہوتے ہیں مگر خداوند عالم انہیں کی برکت و دعاء سے اہل عالم کو رزق دیتا ہے اور سارے کام بناتا ہے اس حدیث کے بعد بخاری شریف میں ایک دوسری حدیث ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے آں سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ جب لوگ جہاد کریں گے تو پوچھا جائیگا کہ کیا تم میں صحابہ

ہیں جب ان میں صحابہ ہونگے تو انہی کی برکت سے فتح نصیب ہوگی پھر اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا جس میں تابعین پوچھے جائیں گے اور ان ہی کی برکت سے فتح ہوگی' اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا جس میں تبع تابعین پوچھے جائیں گے اور انہیں کی بدولت مسلمانوں کی فتح ہوگی حدیث شریف یہ ہے، **عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یأتی زمان یغزو قوم من الناس فیقال فیکم من صحب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح لھم ثم یأتی زمان فیقال فیکم من صحب اصحاب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح ثم یأتی زمان فیقال فیکم من صحب اصحاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیفتح** بخاری شریف کے باب الاستسقاء میں

انس بن مالکؓ سے مروی ہے، **ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب قال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون** یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ قحط کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش چاہی تھی اور یہ دعا فرمائی کہ اے خداوند عالم ہم تیرے پاس اپنے نبی کریم کے توسل سے پانی مانگا کرتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اب ہم تیرے پاس اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے پانی مانگتے ہیں تو ہم پر پانی برسا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کی اس دعا سے پانی برسنے لگا اور عینی شرح بخاری کی جلد (۳) ص ۴۳۷ میں اس حدیث کی شرح میں ہے **قال فارخت السماء شآبیب مثل الجبال حتی اخصبت الارض وعاش الناس** یعنی اس دعا سے پہاڑوں کی طرح ابر اور اس کثرت سے بارش ہوئی اور اتنی سرسبزی ہوگئی کہ اچھی طرح ارزانی ہوگئی پس ان آیات قرآنی واحادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ مخلوق الٰہی میں انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے اپنے ضروریات میں مدد چاہنا اللہ کے پاس ان کا وسیلہ لینا ان سے دعا کی درخواست کرنا ان کے حینِ حیات اور بعد ممات بلکہ انبیاء علیہم السلام سے تو ان کے قبل ولادت بھی شرعاً درست ہے چنانچہ عقائدِ اہل سنت والجماعۃ میں کرامات اولیاء کی حقانیت کی تفصیل میں یہ بتایا گیا ہے کہ اولیاء کرام کی توجہ سے انسان کو مصیبت سے نجات ملتی ہے اور دشمنوں پر کامیابی حاصل ہوتی ہے ضرورتیں پوری ہوتی ہے اور مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں، شرح عقائد نسفی مطبوعہ انوار محمدی کے ص ۲۲۰ میں کہ **وکرامات الاولیاء حق فظھر الکرامۃ علی طریق نقض العادۃ للولی من قطع المسافۃ البعیدۃ فی المدۃ القلیلۃ وظھور الطعام والشراب عند الحاجۃ والمشی علی الماء والطیران فی الھواء وکلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجہ من البلاء وکفایت المھم عن الاعداء وغیر ذالک من الاشیاء** پس صورت مسئولہ میں بزرگانِ دین سے دعا کی درخواست کرنا شرعاً جائز ہے **واللہ اعلم بالصواب۔**

(۷) **الاستفتاء**۔ جلد (۳) ص ۵۸

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مشائخین جو بزرگوں کی وفات کے دن مزار پر روشنی وغیرہ کرکے مجمع کرتے ہیں جس کا نام ''عرس'' ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ہر سال کی ابتداء میں شہداء اُحد کے قبور پر بغرض زیارت تشریف فرما ہوتے تھے ردالمختار جلد (۱) ص ۶۳۰ باب الجنائز میں ہے وفیــہ یستحب ان یزور شهداء جبل احد لماروی ابن ابی شیبه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یأتی قبور الشهداء باحد علی رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم نعم عقبی الدار اورحدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہے کے سوال وجواب کے بعد نیک بندہ کی قبر چار ہزار نوسو گز کشادہ کردی جاتی ہے اوراس میں نور پھیلایا جاتا ہے پھر یہ کہا جاتا ہے کہ تو اس میں سورہ تب وہ خوشی میں کہتا ہے کہ میں اپنے لوگوں کو اس انعام وافضال الٰہی کی خبر دیتا ہوں تب اس کو کہا جاتا ہے کہ تو یہاں قیامت تک اس طرح سورہ جیسے عروس یعنی دولہا سورہتا ہے اس کے محبوب کے سوا اس کو کوئی اور جگا نہیں سکتا اب خداوند عالم ہی اس جگہ سے اٹھائے گا ترمذی شریف مطبوعہ نظامی کے جلد (۱) ص ۱۲۷ باب عذاب قبر کی طویل حدیث میں ہے ثم یفسح له فی قبره سبعون ذراعاً فی سبعین ثم ینور لــه فیــه ثم یقال لـه نم فیقول ارجع الی اهلی فاخبرهم فیقولان نم کنومة العروس الذی لا یوقظه الا احب اهله حتی یبعثه الله من مضجعه ذلک صورت مسولہ میں مشائخین وغیرہ کا سال میں ایک دفعہ صالحین واولیاء کبار کے قبور پر بغرض زیارت جمع ہونا یہ حدیث زیارت شہداء اُحد سے ثابت ہے اور وفات کے دن کا م عرس رکھنا یہ حدیث نم کنومة العروس سے مستفاد ہے کیونکہ اس روز محبوب حقیقی کے وصال اور اسکے بے غایت انعام وافضال نے ان کو جو مسرور کیا ہے اس کی مثال دنیا میں اہلِ دنیا کی شادی کے دن کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے، اور ملک مغرب کے بعض

مشائخین عظام کے اقوال سے ثابت ہے کہ بزرگوں کے عرس کے دن زائرین کو جو برکات وفیوض حاصل ہوتے ہیں وہ بہ نسبت دوسرے ایام کے بہت کچھ زائد ہوتے ہیں، ماثبت بالسنۃ کے ص ۶۸ میں مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدثؒ دہلوی فرماتے ہیں فان قلت هل لهذ العرف الذی شاع فی دیار نافی حفظ اعراس المشائخ فی ایام و فاتهم اصل فان کان عندک علم بذالک فاذکره قلت قد سئلک عن ذالک شیخنا الامام عبد الوهاب المتقی المکی واجاب بان ذالک من طریق المشائخ و عاداتهم ولهم فی ذلک نیات قلت کیف تعین الیوم دون سائر الایام فقال الضیافة مسنونة علی الاطلاق فاقطعوا النظر عن تعیین الیوم وله نظائر کمصافحة بعض المشایخ بعد الصلوٰة وکالا کتحال یوم عاشوراء فانه سنة علیٰ الإطلاق وبدعة من جهة الخصوصیة ثم قال وقد ذکر بعض المتاخرین من مشائخ المغرب ان الیوم الذی وصلوافیه الی جناب العزة وحظائر القدس یرجی فیه من الخیر والکرامة والبرکة والنورانیة أکثر وأو فرمن سائر الأیام ثم اطرق ملیاًثم رفع رأسه وقال ولم یکن فی زمن السلف شئی من ذالک وانماهومن مستحسنات المتاخرین پس عرس کے دن صاحبِ عرس کی مزار پر حاضر ہوکر بغرضِ ایصالِ ثواب سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص، اوائل سورہ بقر، سورہ تبارک، امن الرسول، سورہ یٰس آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھنا فقراء ومساکین کو خیرات کرنا یا کھانا کھلانا موجبِ برکت وثواب ہے ایصال ثواب کرنے والے کو چاہئے کہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو خواہ زندہ ہوں یا مردہ اسی

ثواب میں شریک کرے خداوندِ عالم سب کو برابر ثواب پہنچاتا ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد (۲) ص ۶۳۱ باب الجنائز میں یہی عبارت ہے لما ورد من دخل المقابر فقراء سورة يٰسين خفف الله منهم يومئذٍ وكان له بعد دمن فيها حسنات (بحر) وفي شرح اللباب و يقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة واوائل البقرة الى المفلحون وآية الكرسي و آمن الرسول و سورة يٰسين و تبارك الملك و سورة التكاثر والاخلاص اثنتي عشرة مرة او احدى عشرة او سبعاً او ثلاثاً ثم يقول : اللهم أوصل ثواب ما قرأناهُ الىٰ فلان أواليهم (تنبيه): صرح علماء نا في باب الحج عن الغير بان للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً او صدقة أو غيرها. كذا في الهدٰية بل في زكاة التاتارخانيه عن المحيط: الافضل لمن يتصدق نفلا أن ينوي لجميع المؤمنين المؤمنات لأنها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شي اھ هو مذهب اهل السنة والجماعة . اسی صفحہ میں ہے وفي البحرمن صام او صلّى او تصدّق وجعل ثوابه لغيره من الموات والإحياء جاز و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذافي البدائع. اورص ۶۳۰ میں ہے وان اتخذطعاماً للفقراء كان حسناً عرس کے دن روشنی ودیگر تکلفات کرنا سلف صالحین وفقہاء اہلِ سنت کے اقوال سے ثابت نہیں ہے ،والله اعلم باالصواب۔

(۸) **الاستفتاء** جلد (۲) ص ۴۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انبیاء اور اولیاء سے ان کے حین حیات اور بعد ممات توسل واستغاثہ یعنی کسی کام کے پورا کرنے میں ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

عبدالقادر شيئاً لله کہنے کے متعلق کیا حکم ہے،ہم نے بعض مشائخین کو ذکر میں لااله الاالله عبدالقادر شيئاً لله کہتے سنا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں بینوا تؤجروا،

الجواب

انبیاءاوراولیاء سے ان کے حین حیات وبعد ممات توسل و استعانت و استغاثہ جائز ہے کیونکہ کرامت بعد الموت کا منکر فاسد الاعتقاد بلکہ اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے (عبدالقادر شیئاً للہ) اگر اس معنی سے کہا جائے کہ خدائے تعالیٰ محتاج ہے اوراس کے لئے عبدالقادر (رحمہ اللہ) سے کوئی چیز طلب کی جارہی ہے تو بیشک اس کے کلمہ کفر ہونے میں کچھ کلام نہیں مگر اس سے عوام الناس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا بلکہ حسنِ اعتقاد سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ توسل اوراستمداد کیا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ یا عبدالقادر اعطني شيئاً لله یعنی اے عبدالقادر (رحمہ اللہ) اللہ کے لئے مجھے کچھ دیجئے پس اس معنے کے لحاظ سے عبدالقادر شیئاً للہ کہنا نہ کفر ہے نہ حرام۔

لااله الاالله عبدالقادر شيئاً لله یہ دو جملے ہیں ہر ایک اپنے اپنے صحیح معنے پر دلالت کرتا ہے یعنی لااله إلا الله توحید پر اور عبدالقادر شيئاً لله توسل واستغاثہ پر، اس لئے یہ کہنا بھی نہ کفر ہے نہ حرام ،مگر اس ترکیب سے چونکہ یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ عبدالقادر شیئاً للہ بجائے محمد الرسول اللہ کے کہا گیا ہے اس لئے ایسے الفاظ منہ سے نکالنے میں احتیاط کرنا بہتر ہے۔

تنبیہ:

توسل میں کمالِ ادب کا لحاظ رہے اور ہرگز ایسے الفاظ کا استعمال نہ کریں کہ جن سے کفر وشرک کا وہم ہو مثلاً یہ کہنا کہ یا عبدالقادر مجھے اولاد دو یا خواجہ مجھے نوکری دو اگر چہ کہ ایسا کہنا نہ کفر ہے اور نہ حرام ہے کیونکہ ہر ایک مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقۃً کوئی شخص نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اسلام کے قرینہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دینے کی نسبت جو غیر خدا کی طرف کر رہا ہے وہ مجازی ہے اور حقیقۃً ہر شئی کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تاہم ایسا طلب کرنا آدابِ توحید کے خلاف ہے اور خصوصاً عوام الناس کے لئے ایسے طریقہ سے باز رہنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ توسل کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اے پروردگار بطفیل فلاں بزرگ کے میرا یہ کام پورا کردے علامہ رملیؒ اپنے فتاوی کے ص ۳۸۲ میں اور علامہ شوبری شرح المنہج کے ص ۵۱۷ میں لکھے ہیں،

ویجوز التوسل إلی اللہ تعالیٰ والإستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والعلماء والصالحین فی حیاتھم وبعد مماتھم لأن معجزات الأنبیاء وکرامات الأولیاء لا تنقطع بموتھم أماالأنبیاء فلأنھم احیاء فی قبورھم ویصلون ویحجون کماوردت الأخبار وتکون الإغاثۃ منھم معجزات لھم والشھداء أحیاء عند ربھم شُوھدو انھاراً یقاتلون الکفار، وأما الأولیاء فھی کرامۃ لھم ویقع من الأولیاء بقصد وبغیر قصد فی حیاتھم وبعد مماتھم امور خارقۃللعادۃ یجریھا اللہ بسببھم والدلیل علی جوازھا انھا امور ممکنۃ لایلزم من جوازھا وقوعھا محال وبالجملۃ ماجاز أن یکون معجزۃ لنبی جاز أن یکون کرامۃ لولی ولا فارق بینھما إلا التحدی انتھٰی.

علامہ رملی لکھتے ہیں کہ وکرامات الأولیاء مشاھدۃ لا نکرھا والذی نعتقدہ وندین بہ ثبوتھا فی حیاتھم و بعد مماتھم ولا تنقطع بموتھم و منکرھا یخشیٰ علیہ من سوء الخاتمۃ.

حافظ ابن حجر شرح بخاری میں لکھتے ہیں ولا ینکر الکرامۃ بعد الموت إلا فاسد الإعتقاد انتھٰی

امام تقی الدین سبکی شفاء السقام کے صفحہ ۳۷ میں لکھتے ہیں نحسن التوسل والإستغاثۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی ربہ وأیضاً یجوز التوسل بسائر عباداللّٰہ الصالحین والقول بالخصوص بالنبی ﷺ قول بلادلیل.

اور مکہ معظّمہ کے مفتی شافعیہ علامہ سید احمد زینی دحلان اپنی کتاب درر سنیہ کے ص ۳۳ میں علماء سے نقل کر کے لکھتے ہیں والسلف والخلف من أھل مذاھب الأربعۃ استحبوا للزائر أن یقول تجاہ القبر الشریف یارسول إنی جئتک مستغفرا من ذنبی مستشفعاً بک إلی ربی، اسی صفحہ میں ہے وذکرا لفقھاء فی أداب السفر أن المسافر إذانفلتت دابتہ بأرض لیس بھا أنیس فلیقل یاعباداللہ احبسوا، واذاضل شیئاً وأرادعوناً فلیقل یاعباداللہ أعینونی أواغیثونی فان للّٰہ عباداًلاتراھم

ردالمحتار کے ص ۳۱۷ جزء ثالث میں ہے وفی شرح الوھبانیہ بدرویش درویشان کفربعضھم وصحیح ان لاکفروھو المحرر وکذاقول شیئاً للہ قیل بکفرہ ویاحاضرویاناظر

ليس بكفر (قيل بكفره) لعل وجهه انه طلب شيئاًلله تعالٰى غنى من كل شئى والكل مفتقر ومحتاج إليه وينبغى ان يرجح عدم التكفيرفانه يمكن ان يقول أردت ان طلب شيئاً إكرامالله تعالٰى انتهى۔

علامہ شیخ داؤد صلح الاخوان کے ص۹۴ میں لکھتے ہیں وقال الشيخ خير الدين الرملى الحنفى فى الفتاوى و اماقولهم يا عبدالقادر فهو نداء واذ اضيف اليه شيئاً لله فهوطلب شئى اكراماً لله فماالموجب لحرمته اوراسی کتاب میں ہے ومعنى شيئاً لله على ماسمعت من يقولها من العوام ايها المنادى اعطنى شيئاً لله اى لا جل الله كمايقول السائل فمن يسئله اعطنى درهماً لله اى كرامة لله.

بغية المسترشدين ص ۳۳۰ باب الرد على اهل البدع میں ہےسئل السيد عمر البصرى عن قول الشيخ يافلان الخ فأجاب قول العامة يافلان شيئاً لله غير عربيه لكنها من مولدات اهل العرف ولم يحفظ لأ حدمن الائمة نص فى النهى عنها وليس المراد بها فى اطلاقهم شيئاً يستدعى مفسرة الحرام أو المكروه لأنهم انما يذكرونها استمداداً وتعظيماً لمن يحسنون فيه الظن......

انتھی اسی صفحہ میں ہےينبغى تنبيه العوام على الفاظ تصدر منهم تدل على الفلاح فى توحيدهم فيجب ارشادهم واعلانهم بان لانافع ولاضار إلا الله تعالٰى لايملك غيره لنفسه ضاراً ولانفعاً الابارادة الله تعالٰى انتهى دررسنیہ کے ص۱۵میں ہے ينبغى ان يكون التوسل بالأدب وبألفاظ التى ليس فيها ايهام كان يقول المتوسل ”اللهّم انى أسئلك وأتوسل إليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم وبالأنبياء قبله وبعبادك الصالحين ان تفعل بى كذا وكذا ، مع ان تلك الألفاظ الموهمة لتاثير غيرالله تعالٰى يمكن حملها على المجازمن غير احتياج الى التكفير للمسلمين وذلك المجاز مجازعقلى شائع معروف عند أهل العلم ومستعمل علٰى السنة جميع المسلين واردفى الكتاب والسنة فالمسلم الموحدمتى صدر منه اسناد لغير من هوله يجب حمله على المجاز العقلى والا سلام والتوحيد قرينه على ذالك المجاز كمانص علٰى ذالك علماء المعانى فى كتبهم واجمعوا عليه ولاوجه لكونه شركًا ولا لكونه محرّمًا انتهیٰ والله اعلم بالصّواب.“

(۹) **الاستفتاء** جلد(۱) ص۱۹۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فرقہ غیر مقلدین مسمٰے بہ عامل بالحدیث یا اہل حدیث سنی مذہب میں داخل ہیں یا خارج؟ سوائے اہل سنت و جماعت کے بہتر فرقوں میں سے کسی فرقہ کا نام سنی ہے یا نہیں؟ کیا فرقہ عامل بالحدیث یعنی وہابین اپنے سنی ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں حق یا باطل؟ مذکورہ بالا فرقہ کی بنا کب سے ہے مذکورہ فرقہ نو پیدا کے پیشتر جن مسلمانوں نے مساجد بنائی ہیں انکے ارادے کے موافق یہ فرقہ والے ان مساجد میں نماز پڑھنے کے مستحق ہیں یا نہیں بینوا توجروا؟

الجواب

صحیحین کی حدیث عليكم بسنّتى وسنّة الخلفاء

الراشدين المهدين تمسكوابها وعضواعليها بالنواجذ سے یہ ثابت ہے کہ ہرایک مسلمان پرآں سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اوران کے خلفاء راشدین کی سنت پرعمل کرنا اوراسکودانتوں سے مضبوط پکڑنا (یعنی جمے رہنا) واجب ولازم ہےاسی طرح ترمذی کے حدیث صحیح ان الله لا يجمع امتى على الضلالة ويد الله على الجماعة من شذشذ فى النار سے ثابت ہے کہ جس مذہب پر امت کا اجماع ہووہی مذہب حق ہےاور جماعت پرخدا کا ہاتھ ہے،اور جوشخص جماعت عامہ سے خارج ہووہ نار میں داخل ہوگا اورایک حدیث میں سواد اعظم کے اتباع کا حکم بھی آیا ہے جب کہ حدیث سابق الذکر سے اتباع سنت اور بعد والی حدیثوں سے جماعتِ عامہ یعنی سواداعظم کیساتھ رہنے کاحکم ثابت ہےتو اسوقت مذاہب اربعہ (یعنی حنفی،شافعی، مالکی، حنبلی، جن پر اجماع امت ہوگیا ہے اور ہرایک مذہب کے علماء نے ایک دوسرے کی حقانیت پرفتویٰ دیدیا ہے) کے سوائےکوئی اور مذہب حق نہیں ہےاور چونکہ یہی سواداعظم ہےاس لئے باجماعِ امت اسکے مجموعہ کانام اہل السنۃ والجماعۃ رکھا گیا ہےجیسا کہ اشباہ ونظائر وتفسیر احمدی میں اور حافظ ابن حجر شافعی فتح المبین فی شرح الاربعین میں اورعلامہ ابراہیم بن مرعی سرحی مالکی نے فتوحات وہبیہ میں لکھا ہے اور فتاوائے شامی کے جلد(۳)صفحہ ۳۱۹ خوارج کے بیان میں اس طرح صراحت کی گئی ہے کہ ۱۲۳۳ھ میں خارجیوں کاایک فرقہ عبدالوہاب نجدی کا تابع تھا جواپنے کوحنبلی مذہب ظاہرکیا تھامگراس کاعقیدہ یہ تھا کہ دنیامیں اس کےسواءکوئی مسلمان نہیں اوراس کےخلاف جتنے اہل مذہب ہیں وہ سب مشرک ہیں چنانچہ وہ اور اسکے متبعین اہل سنّت اوران کےعلماءکوقتل کرنا مباح جانتے تھے اوراسی بنیاد پرانھوں نے صدہا مسلمانوں کی خونریزی کی اورحرمین شریفین پر قابض ہوگئے آخرکارخدائے تعالی نے مسلمانوں کوان پرفتح دی جس سے انکی شان وشوکت ٹوٹ گئی اوران کے شہرویران ہوگئے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ خارجی فرقہ کے ہیں جوکسی طرح اہل سنت سے نہیں ہوسکتے بلکہ علامہ شامی کے اس جملہ (وظفربھم عساکر المسلمین) سےتو ان کےمسلمان ہونے میں کلام ہے پس ایسی حالت میں ان کا اپنے کوسنی کہنا بالکل لغواور باطل ہے۔

ف۔شریعت میں اس قسم کےلوگوں کوکہ جنکے مسجد داخل ہونے سےفساد پیدا ہوتا ہےاورمسلمانوں کواذیت پہونچتی ہے مسجد میں آنے کی ممانعت کی گئی ہے،درمختار مطبوعہ محمدی کےص۱۰۲میں ہے و يمنع منه و كذا كل موذ لو بلسانه۔اوراہل محلّہ کویہ حق دیا گیا ہے کہ جوان میں سے نہیں ہےاس کواپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کریں۔جیسا کہ درمختار کےاسی صفحہ میں ہے۔بل ولاهل المحلة منع من ليس منهم عن الصلاة فيه پس جبکہ یہ فرقہ (غیرمقلدین)اہل سنّت وجماعت سے خارج ہےاوراعتقادات فاسدہ کی وجہ سے سنیوں کوان کےمسجد میں آنے سےاذیت ہوتی ہےتو سنّیوں کوچاہیے کہ ان کواپنی مسجد میں داخل ہونے سےاورنماز پڑھنے سےمنع کریں، والله اعلم بالصواب.

محمدرکن الدین عفی عنہ(دارالافتائی مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۹ھ

نوٹ:۔یہ فتاوے آج سےتقریباً۹۹سال قبل جاری کئے گئے تھے۔

☆☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

دکن کا مینارۂ نور

بقلم: مولانا محمد فرحت علی صدیقی اشرفی صاحب

﴿اللھم صل علی سید نا ومولانا محمد وعلی آل سید نا ومولانا محمد کما تحب وترضی بأن تصلی علیہ﴾

اللہ تبارک وتعالی بہ زبان مصطفیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتا ہے کہ **اول ماخلق اللہ القلم** ۔سب سے پہلے خدا نے قلم پیدا فرمایا۔اس نوعیت کا ایک اور فرمان مذہبی کتب میں ملتا ہے کہ **اول ماخلق اللہ العقل**۔ سب سے پہلے خدا نے عقل پیدا کیا، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے اس کو حدیث مرسل لکھا ہے جبکہ اس کو بعض نے روایت بالمعنی میں شمار کیا ہے، اس طرح ایک مشہور ومعروف حدیث پاک ہے''**اول ماخلق اللہ نوری**''سب سے پہلے خدا نے نور نبی علیہ السلام کو پیدا فرمایا(۲)۔تینوں احادیث میں قلم ،عقل، اور نور کو پہلے پیدا کرنے کا ذکر موجود ہے ان تینوں بیانوں میں صوفیاء عظام اسطرح تطبیق کرتے ہیں کہ سب سے پہلے تو اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نور سے نور مصطفیٰ علیہ السلام ہی کی تخلیق فرمائی ، چنانچہ اسی نور محمدی علیہ السلام کے جلوہ کو کہیں عقل سے تعبیر فرمایا، کہیں نور قلم سے ۔ انتہاء یہ کہ نور محمدی علیہ السلام کی تخلیق کے بعد سبھی جلوے خدا کے حبیب علیہ السلام ہی کے ہیں

اس سے یہ اشارہ ملا کہ عقل ہی وہ صفت ہے جس کی وجہ سے ہمیں ہر قسم کا ادراک وعرفان حاصل ہوتا ہے۔قلم ہی وہ نور ہے جس سے عرفان ونورانی تحریریں اور علمی صفات عالم وجود میں آ کر صفحہ قرطاس ،صفحہ ہستی وصفحہ ذہن پر ابھرتی ہیں۔اور نور مصطفیٰ ہی وہ عظیم نعمت ہے جن کے فیض سے عقل، قلم اور علوم کے انوار کو سمجھا جا سکتا ہے۔کیونکہ ''نور محمدی'' خدا کے صفات سے متصف ہے۔چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ الباری (سن ۱۰۵۲ھ) اس خصوص میں ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کے حبیب ولبیب اللہ تبارک تعالی کی تمام صفات سے متصف ہیں (۳)۔

محدث دہلوی رحمۃ اللہ الباری کی اس وضاحت کی روشنی میں خداتعالیٰ کی صفت ''علیم'' سے بھی یقیناً رحمت عالم وعالمیاں علیہ السلام نہ صرف نوازے گئے ہیں بلکہ سارے جہاں کو یا مخلوقات میں جس کسی کو جو بھی علم ملے گا بواسطہ محمد عربی علیہ السلام ہی ملے گا۔

چنانچہ رحمت للعالمین علیہ السلام سے علم کا نور پانے اور علوم شریعہ سے اکتساب کرنے والے حضرات ''علماء کرام'' ہی کی مقدس جماعت ہے چاہے وہ دور رسالت میں ہوں جنہیں صحابی کہا جاتا ہے چاہے بعد از وصال رسول علیہ السلام علم کا نور پانے والے علماء ہوں سب اسی علم نبوی کی ضیاء میں نور مصطفیٰ کا پرتو ہیں جنہیں نائبین رسول عربی علیہ السلام کے مبارک لقب سے نواز گیا ہے۔یعنی ہمارے علماء کرام''علوم نبویہ'' میں نبی کے نائب ہیں (علیہ السلام)۔

انہیں علماء ربانیین میں نور علم سے منور ایک شخصیت کا نام نامی

مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جنہیں باقی باللہ شیخ الاسلام وفضیلت جنگ جیسے رفیع القاب سے دنیائے علم وعرفان جانتی ہے۔ جس کا شرف حیدرآباد دکن کو حاصل ہے۔

حضرت فضیلت جنگؒ نے اپنی تمام عمر درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں گزاری، تحقیقی مضامین وعلمی کتب انکے تبحر علمی وفقہی نیزان کی علمی گہرائی وگیرائی کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ مگر آپ کی خدمات، کارناموں وشہکاروں میں حیدرآباد میں ''جامعہ نظامیہ'' اور دائرۃ المعارف کا قیام ہے۔

جامعہ نظامیہ حیدرآباد پچھلے ایک سو پینتیس سال (۱۳۵) سے ساری دنیا بالخصوص دکن ہندوستان میں ضیاء علم سے لوگوں کے دلوں کو منور اوران کی زندگیوں کی تطہیر کررہا ہے۔ اس مدت میں اس مادر علمی سے ہزاروں علماء لاکھوں دانشور، حفاظ وفقیہ فیضیاب ہوکر مخلوق خدا میں علم کی روشنی پھیلاتے آئے ہیں جو حیدآباد دکن کے مسلمانوں کے لئے ایک علمی امتیاز کا حامل ہے۔

اس خصوص میں وہ نفوس بھی یقیناً قابل مبارکباد ہیں جو پچھلے سوا صدی سے اس جامعہ کی مالی امداد اور ہر قسم کے استحکام نیز اس کی ترقی وترویج میں للّٰہیت سے حصہ لیتے آئے ہیں۔ کیونکہ علماء کی خدمت اورعلوم دینیہ کے طلباء کی اعانت کرنا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا موثر ذریعہ اور برکتوں سے لبریز ہونے کا بہترین طریقہ ہے۔

علماء اعلام ودینی طلباء کے وقار کوظاہر کرنے اوران کے مقام ومرتبہ پر رشک کرنے کے لئے یہ حدیث کافی ہے جس کو حضرت علامہ بخاری (۲۵۶ھ) اور حضرت مسلم (۲۶۱ھ) رحمۃ اللہ علیہما اپنی اپنی صحیح میں نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالی جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ (عالم) بنادیتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک ''عالم دین'' خدا کی بخشش وعطا اور اس کے کرم فرمائی وبھلائی کا جیتا جاگتا ثبوت ہوتا ہے۔

اس مقام پر وہ لوگ اپنے احساس دین کو ذرا تیز فرما کر سوچیں جو علماء عظام کی ظاہری کسمپرسی اور مادّی احوال کی ابتری کو دیکھ کر اس سے دوری اختیار کرتے ہیں ''مادی طمطراق'' نہ دیکھ کر ان کے مقام ومرتبہ کو خود ہی متعین کر لینا ہرگز دانشمندی کی علامت نہیں ہے۔

عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا کہ عوام علماء سے زیادہ عابدین سے رغبت رکھتے ہیں وہ عباد جو علم شریعت سے کورے اور علوم طریقت سے معری ہوتے ہیں۔ یعنی جو فرائض کے بعد نوافل میں وقت گزارتے ہیں۔ فرائض کے بعد نوافل پڑھنا یقیناً عمدہ عمل اور خدا کی قربت کا ذریعہ ہے، مگر ایسے عابدوں کو علماء ربانین و پابند دین متین پر فوقیت دینا ہرگز صحیح نہیں۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے ترمذی شریف ومشکوۃ شریف کی اس حدیث شریف کو نگاہوں کے مضافات اور ذھن ودل کے دائروں میں محفوظ فرمالیں۔ رسول رحمت شافع امت ﷺ فرماتے ہیں کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح غیرنبی۔ نبی کے برابر ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی طرح ثواب ومرتبہ میں عابد ایک عالم کے مثل ہرگز نہیں۔ ایک عابد محض اپنی عبادت سے کبھی بھی عالم دین کے مرتبہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا نہ ثواب میں نہ مقام میں۔ کیوں۔ اسلئے کہ عالم دین صفت خداوندی سے متصف ومشرف ہے ''علم صفت خدا علیم'' ہے۔ تو علم وتعلیم صفت خداوندی ہے، نماز وعبادت صفت خدا نہیں۔

جب ہمارے علماء ربانیین خدا کی بھلائی پا کر خدا کے فضل وعطا سے اسکی صفت کے مظہر بنے تو ہمارا ان علماء کو انہیں کے نام سے پکارنا بغیر القاب کے ان کا نام لینا یقیناً بے ادبی ہے۔ ان علماء کی بھی اور ان میں پائے جانے والے علم کی بھی۔ یوں بھی علماء کرام و بزرگوں کو نام لے کر پکارنے سے رزق میں کمی واقع ہوتی ہے (صوفیاء) پھر تو علماء کرام کو اپنے تعلقات کے بنیاد پر یا عصر و ہم عمری کے سبب ان کے نام کے ساتھ بھائی کی اضافت سے بلانا بھی نازیبا ہوگا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہمارے علماء کو کسی کا لحاظ نہ کرنہ چاہئے۔ یہ مطلب ہرگز ہرگز نہ لیا جائے کہ علماء کو نوافل سے بے رغبت ہونا چاہئے۔ بہر حال ہمیں علماء کی بارگاہوں اور ہمارے بزرگوں سے باادب رہنے کی توفیق خداوندی حاصل ہو (آمین) لیکن عالم دین عابد پر یقیناً فضیلت رکھتا ہے۔

انتہاء یہ کہ عالم دین کا خواب بھی کسی عابد کے خواب سے افضل ہے۔ (حضرت ابن سیرینؒ ۱۱۰ھ) جب عالم وغیر عالم نیند میں برابر نہیں۔ خواب دیکھنے میں یکساں نہیں تو پھر قیاس کرنا چاہئے کہ باقی معاملوں یا دیگر احوال زندگی میں انہیں کیا کچھ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

کسی نہ کسی ذریعہ سے یہ فرمان رسول ﷺ آپ تک پہنچا ہوگا کہ ایک عالم فقیہ کا ایک لمحہ تفکر دین میں گزارنا، جاہل کی رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے (۴)۔

سرکار عالم ما کان وما یکون در اللہ المکنون ﷺ کی اس حدیث کو بھی عشق ومحبت کے سرور، اور ظاہر و باطنی نور سے دیکھیں کہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں دریا کی مچھلیاں سمندر کی گہرائیوں اور دریاؤں کی وسعتوں میں ''علماء دین'' کے لئے دعاء کرتے ہیں۔ ان کی بھلائی کے متمنی رہتے ہیں جو کہ علم دین سیکھاتے ہیں (۵)۔

جن نفوس قدسیہ کی بھلائی اور ان کی زندگی و عمر میں برکت کے لئے ساری مخلوقات مصروف دعاء ہے انتہاء یہ کہ خود خلاّقِ دو عالم ربِّ کائنات بھی۔ تو غیر علماء کو علماء عظام کا کتنا لحاظ رکھنا چاہئے۔

علماء ربانیین وحامل دین شرع متین کی اس قدر شان اور ایسی عظمت وبرکت بیان ہوئی ہو، ان کی فضیلت میں احادیث مبارکہ دلالت کرتے ہوں۔ مقام غور ہے کہ وہ جگہ کتنی مبارد و مسعود ہوگی جہاں علوم شریعہ کی تعلیم دی جاتی ہے، ایسے علمائے کاملین بنائے جاتے ہیں، پھر ایسی متبرک جگہ فضیلت وعظمت سے ہمکنار کرنے والے مدرسہ وجامعہ کے بانی کی ذات وشخصیت کتنی اعلیٰ درجہ کی ہوگی کتنی باوقار ہوگی جس جامعہ میں دنیوی واخروی کامیابیوں کی تعلیم، درس وتدریس کا انتظام وانصرام کیا جاتا ہو، طلباء کے قیام وطعام کا اہتمام کیا جاتا ہو، یقیناً وہ جگہ پوری بستی کے لئے باعث برکت اور اس کی اعانت کرنے والوں کو دونوں جہاں میں بے پناہ کامیابیوں کی ضمانت دلاتی ہے۔

ان علماء عظام سے مستفید و مستفیض ہونے کا ایک اور موثر ذریعہ ان کی کتب وتصانیف کا مطالعہ ہے، ان کی تالیفات پڑھنا ہے۔

فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نہ صرف درس وتدریس کے ماہر استاذ تھے بلکہ میدان تصنیف کے شہسوار بھی۔ مقاصد الاسلام، انوار احمدی، حقیقۃ الفقہ وغیرہا ان کے شہوار قلم کے شہکار ہم کہہ سکتے ہیں ان جیسی دیگر کتب کے مطالعہ کے بعد ان کے تبحر علمی، شان تحقیق اور عشق نبوی ان کی تحریروں سے مہکتا ہے اور قاری کے دل ودماغ نہیں بلکہ جسم وجاں کو معطر کر کے اس کا راست تعلق گنبد خضراء سے کروادیتا ہے۔

فی زمانہ ضرورت اس بات کی ہے کہ فضیلت جنگ کی کتب کو شائع کیا جائے اور جو شائع شدہ ہیں اس کو نئی زبان سے مزین کرنے کی

بھی ضرورت ہے۔ بلکہ ان کی کتب مع شرح شائع کرنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ ان کا عقیدہ جو خیرالقرون سے مدلل اور بارگاہ نبوی ﷺ سے وابستہ ہے ہمارے ایمان وعقیدہ کی سلامتی کا ذریعہ بنے اور اس سے تسکین حاصل کرے۔

ہمیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان کی اور دیگر علماء کرام کی تصنیفات خرید کر پڑھنے کی عادت ڈالیں تا کہ ہمارا ایمان عقیدہ محفوظ رہے جس کے لئے یقیناً آج بھی ہمیں کافی وقت ہے۔

﴿اللّٰھم رب زدنی علماً﴾

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) سن: ۱۱۰ھ

(۲) زرقانی ۱۱۲۲ھ، علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی۔ المواہب

(۳) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوت جلد اول

(۴) ابن ماجہ۔ پورا نام: ابوعبداللہ محمد ابن ماجہ ۲۷۳

(۵) ترمذی۔ محمد بن عیسی ترمذی، سن ۲۷۹ھ ومشکوۃ شریف

☆☆☆

حضرت شیخ الاسلامؒ کا نظریہ تعلیم

دینی مدارس کی خوبیوں اور محاسن سے قطع نظر ہر دور کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جن کی پاسداری قوم، قائدین قوم اور ملت کے بہی خواہاں کو کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ کا یہ احساس ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''دنیا میں کوئی دین اور مذہب والی قوم ایسی نہیں کہ اپنے دین و مذہب کی حفاظت میں جان و مال سے کوشش نہیں کرتی۔ جو قومیں دنیوی حیثیت سے مہذب سمجھی جاتی ہیں انہوں نے اس بات میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ چنانچہ پوپ جو دینی صیغہ کا افسر ہوتا ہے بجائے خود ایک مستقل رئیس ہے جس کو قومی رعایتوں کی وجہ سے مالی ضرورتوں میں سلطنت کی طرف کوئی احتیاج نہیں۔ (پادری جو دین عیسوی کے علماء ہیں اپنے اقتدار سے کروڑہا روپیہ مذہبی مدارس اور دینی علوم کی اشاعت میں صرف کر دیتے ہیں لیکن اس مہذب اور ترقی پسند قوم میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ ان پرانے خیالات کا شائع کرنا مانع ترقی قوم ہے اور ان کی قوم میں وہی عزت ہے جو دوسرے کو نصیب نہیں)۔

اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی تعلیم ہندوستان میں شائع اور ذائع ہے اس مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ہر قوم اور ہر سلطنت خواہ مہذب ہو یا غیر مہذب اپنے دین اور مذہب کی قدر داں ہے اور اس کی حفاظت اور اشاعت میں دریغ نہیں کرتی برخلاف ان کے ہمارے حضرات اہل سنت و جماعت سلمہم اللہ تعالیٰ اس کو چنداں ضروری نہیں سمجھتے''۔ (مقاصد الاسلام حصہ چہارم)

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

روحانی وانقلابی شخصیت

از: مولانا حافظ سید شاہد محی الدین، ریسرچ اسکالر جامعہ نظامیہ، ایم اے عثمانیہ یونیورسٹی

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی ذات گرامی اپنے وقت کی ایک عظیم دینی وروحانی اور انقلابی شخصیت رہی ہے، درس وتدریس، تصنیف وتالیف آپ کے اہم مشاغل سے تھے، آپ کی ذات گرامی ایک عہد ساز شخصیت اور انسانی تاریخ میں صالح انقلاب کیلئے مشہور ومعروف رہی ہے آپ نہ صرف ایک عالم، عارف، معلم، مصنف رہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مدبر، مصلح قوم اور ماہر تعلیم، وماہر قانون رہے ہیں، جہاں آپ شروع ہی سے علماء ومدارس دینیہ کی سرپرستی فرماتے رہے ہیں وہیں آپ نے وقت کے تقاضوں اور حالات کے پیش نظر جامعہ نظامیہ کی نہ صرف تاسیس کے ذریعہ علم وعرفان کا ایک عظیم چشمہ جاری فرمایا، وہ شیخ الاسلام کہ ستارے جن کی گرد راہ تھے وہی کاروان علم وعرفان کے میر کارواں بنکر اس دانش کدہ کی ۴۲ ربرس تک تادم زیست بنفس نفیس نگرانی فرماتے رہے، اور مکتب کو جامعہ کی شکل دی اور ذرہ کو آفتاب بنایا، اس قلیل عرصہ میں میکدۂ علم وعرفان کو ایک بہار آفریں انقلاب عطا کیا، جو دکن کے مطلع پر نیر تاباں بن کر طلوع ہوا اور ایسا خورشید بن کر چمکا کہ سارے عالم نے اس کی کرنوں سے استفادہ کیا، اور اس منارۂ نور نے جہالت کی تاریک وادیوں میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو سب سے پہلے پڑھنے، قلم پکڑنے، علم سیکھنے کی، تعلیم دی، کہ جب علم کی شمع روشن ہوجائیگی اور فکر ونظر کا چراغ جلے گا تو خود بخود جہالت کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور گمراہی کے تمام پردے چاک ہوجائیں گے اور ظلم وناانصافی کے تمام دروازے بند ہوجائیں گے، شرک واوہام پرستی کا بھی خاتمہ ہوجائیگا اور شب تاریک سے صبح امید طلوع ہوگی، اور انسانیت کو امن و آشتی، سکون قلب، سلامتی فکر ونظر حاصل ہوجائے گی، اخوت وبھائی چارگی، محبت واحترام آدمیت کی متاع گراں مایہ ہاتھ آجائیگی، چنانچہ ہادیٔ عالم کی ہدایت منامی پر دکن لوٹنے والے رجل کامل (حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ) نے تحریری، تقریری اور عملی طور پر انسانیت کی اصلاح فرمائی، جس سے اہل دکن کی قسمت چمکی۔

تھی آرزو مدینہ میں رہنے کی عمر بھر
وہ بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم پہ واری ہے دیکھئے
حکم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شہرِ مدینہ کو چھوڑکر
قسمت دکن کی آکے سنواری ہے دیکھئے
(فہیمؔ)

اور اپنی عملی جہت سے گھر بار اور دوسرے اسباب وآسائش سے بڑھ کر اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کروائی، کیونکہ جو قوم اپنا سب کچھ قربان کرکے علم کا چراغ روشن کرنا نہ جانتی ہو، سربلندی ودرخشانی کبھی اس قوم کا حصہ نہیں بن سکتی۔

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء ہی سے مسلمانوں کے حالات انحطاط پذیر ہو چکے تھے، عام طور پر تعلیم سے دوری اخلاق عالیہ واعمال فاضلہ سے بے رغبتی عام ہوگئی تھی، علم ومعرفت وخدا ترسی کی جگہ خرافات اور اوہام فاسدہ نے لے لی تھی، انسانی معاشرہ بدعملی، بے راہ روی، دینی ودنیوی سارے امور میں افراط وتفریط کا شکار ہو چکا تھا، ایسے نازک حالات میں آپ نے وقت کے مدبر، سنجیدہ اور انسانیت کا درد وفکر رکھنے والے علماء کی ایک جماعت کو مؤرخہ ۱۹؍ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ م ۱۸۷۴ء دوشنبہ کے دن مولانا مظفر الدین معلیؔ رحمۃ اللہ کے مکان واقع عثمان شاہی عقب کتب خانہ آصفیہ مدرسہ نظامیہ کے قیام کے سلسلہ میں جمع فرمایا اور ایک مجلس منعقد فرمائی اور اس مجلس میں شریک سارے علماء نے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کو ہر اعتبار سے اپنا بڑا جان کر منصب صدارت پر فائز فرمایا، چنانچہ مدرسہ قائم ہوا اور اسی جگہ کام کرتا رہا، بعد ازاں اسی کے قرب وجوار میں دو تین مکانات میں منتقل ہونے کے بعد وقت وحالات نے دار الاقامہ کے قیام کی ضرورت محسوس کروائی، چنانچہ دار الاقامہ کا قیام عمل میں آیا، دار الاقامہ کے قیام کے بعد یہ جگہ ناکافی ہونے لگی تو تقریبا قیام کے دس سال بعد ۱۳۰۲ھ میں یہ مدرسہ مولوی امیر الدین پونیری رحمہ اللہ کے مکان میں منتقل ہوا، چند سال بعد یہاں سے بھی اس کو منتقل کرنا پڑا، پھر قیام کے ۲۷ رسال بعد آصف جاہ ششم شاگرد رشید حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ۱۳۱۹ھ میں محلّہ شاہ گنج میں ایک شاندار ووسیع اور پختہ عمارت مدرسہ کیلئے عطا کی بعد ازاں جامعہ نظامیہ کیلئے ایک اور مقام محلّہ شبلی گنج میں بادشاہ وقت کی طرف سے دیدیا گیا اور اس کی تعمیر وترمیم کے بعد مدرسہ نظامیہ کی منتقلی شبلی گنج میں ہوئی جہاں اب جامعہ نظامیہ قائم ہے۔ مذکورہ شاہ گنج کے مکان کو مدرسہ کی جانب سے دائرۃ المعارف کے مطبع کیلئے مستعار دیا گیا تھا، جامعہ نظامیہ کی یوم تاسیس سے آج تک کئی ایک ماہرین علم وفن، معلمین وقائدین، محققین ومصنفین، صحافی، وکلاء، ادباء، شعراء نکلے جنہوں نے مختلف شعبوں میں اپنی خدمات کے ذریعہ ایک تاریخ بنائی، جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ اور اس شجر علم کے زیر سایہ علمی وروحانی کمال حاصل کرنے والوں کی ایک ان گنت تعداد ہے، جو خود بھی اپنے اپنے وقت میں آسمان علم وادب پر انجم وکہکشاں بن کر جگمگائے اور جن کی روشنی وضیا باری نے ایک عالم کو روشن ومنور کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت مظفر الدین معلیؔ الصدیقی رحمہ اللہ، حضرت ندیم اللہ البختیاری، حضرت مولانا عبد الکریم الافغانی، حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبد الصمد قندہاری رحمہ اللہ، حضرت عبد الباسط رحمہ اللہ، حضرت مفتی سید احمد علی رحمہ اللہ، حضرت ڈاکٹر عبد الحق رحمہ اللہ، حضرت حکیم ابو الفداء محمود احمد رحمہ اللہ، حضرت حکیم محمود صمدانی رحمہ اللہ، حضرت سید شاہ ابو القاسم شطاری رحمہ اللہ، حضرت مفتی سید محمود رحمہ اللہ، حضرت مولانا ابو الوفاء الافغانی رحمہ اللہ، حضرت سید شاہ ابراہیم ادیب رحمہ اللہ، محدث دکن حضرت سید عبد اللہ شاہ نقشبندی رحمہ اللہ، حضرت سید محمد باشاہ حسینی لئیقؔ رحمہ اللہ، حضرت نذر محمد خان نقشبندی رحمہ اللہ، حضرت محمد اکبر علی رحمہ اللہ، حضرت عبد الواحد اویسی رحمہ اللہ، حضرت مفتی اشرف علی اشرفؔ رحمہ اللہ، حضرت مفتی سید مخدوم حسینی رحمہ اللہ حضرت مفتی مخدوم بیگ رحمہ اللہ، حضرت شیخ سالم بن صالح باحطاب رحمہ اللہ، حضرت شیخ صالح باحطاب رحمہ اللہ، حضرت سید شاہ سیف شرفی رحمہ اللہ، حضرت مفتی محمد رحیم الدین رحمہ اللہ،

حضرت سید فرید بادشاہ رحمہ اللہ، حضرت عبد الحمید صدیقی رحمہ اللہ، حضرت حاجی منیر الدین رحمہ اللہ،شہنشاہ رباعیات حضرت سید احمد حسین امجد رحمہ اللہ، حضرت صفی اورنگ آبادی رحمہ اللہ، حضرت میر حسین علی افسر رحمہ اللہ، مفسر قرآن حضرت قاری عبدالباری رحمہ اللہ، حضرت ابوالخیر کنج نشین رحمہ اللہ،حضرت غلام محمد رحمہ اللہ،حضرت عبد الرحمٰن بن محفوظ الحمومی سابق شیخ التجوید، حضرت محمد الطاف حسین فاروقی رحمہ اللہ،حضرت نور اللہ قادری رحمہ اللہ،حضرت سید حبیب اللہ قادری رشید پاشاہ رحمہ اللہ،ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ،حضرت صدر الشیوخ سید شاہ طاہر رضوی القادری رحمہ اللہ،حضرت عبدالحفیظ جنیدی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات تادم زیست جامعہ نظامیہ کیلئے وقف رہی اور اس کی ہمہ جہتی ترقی میں وہ دن رات مصروف رہے،حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اخلاص کی برکت تھی کہ اس کی شہرت سارے عالم میں نور و روشنی بنکر پھیل گئی جس کے نتیجہ میں ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند سمرقند، بخارا، افغانستان اور عالم عرب کے طلباء حصول علم کیلئے جامعہ آتے رہے اور اپنی علمی پیاس بجھا کر وطن واپس لوٹتے رہے اور الحمد للہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، کیرالہ، مدھیہ پردیش، کرناٹک ، مہاراشٹرا، بہار ، یوپی، کے علاوہ اور دوسرے مقامات کے طلباء ہر سال جامعہ کی ابتدائی، وسطانی اور اعلی جماعتوں میں داخلہ لیتے ہیں اور تحصیل علم میں مصروف ہوتے ہیں اور یہاں کے اجلہ علماء سے علمی فیض حاصل کرتے ہیں ، جامعہ کے نصاب تعلیم اور یہاں کے اساتذہ کی مخلصانہ علمی خدمات اور ان کی اعلی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر کئی ایک عرب علماء جامعہ کے امتحانات میں شریک ہو رہے ہیں اور کئی ایک عرب علماء نے یہاں کے اساتذہ کی زیرنگرانی اپنے علمی تحقیقات کی تکمیل کر کے دکتورہ کی سند حاصل کی ہے اور کر رہے ہیں۔

چنانچہ ملک شام کے ممتاز عالم دین فضیلۃ الشیخ فواد البرازی نے ''حجاب المرأۃ فی الاسلام '' کےعنوان پر تحقیقی مقالہ جامعہ کے ممتاز علماء کرام کی زیرنگرانی تکمیل کیا اور دکتورہ کی سند مناقشہ (viva) کے بعد حاصل کی ، حال ہی میں مزید دو علماء نے اپنے تحقیقی مقالہ پیش کئے ، جو اپنے عنوان اور اس کے مواد کے اعتبار سے تحقیقی دنیا میں ایک بے نظیر و بے مثال کوشش ہے ،کویت کے عالم دین فضیلۃ الشیخ شیخ حسین حفظہ اللہ نے''خصال الفطرۃ فی الفقہ الاسلامی'' کے عنوان سے جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسلامی اصولوں کی سچائی اور ان کے فطری ہونے کی صداقت کو پیش کیا ہے،اور یہ مقالہ انہوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد حفظہ اللہ شیخ الجامعہ کی زیر نگرانی تیار کیا ہے، دوسرے کویت کے ممتاز عالم فضیلۃ الشیخ محمد یاسر القضمانی نے''حروف الزیادۃ فی اللغۃ والقرآن الکریم '' کے زیر عنوان مقالہ پیش کیا ہے،جس کو ممتاز عالم دین و ادیب بے بدل حضرت مولانا محمد عبد اللہ القریشی الازہری مدت فیوضہ نائب شیخ الجامعہ کے زیرنگرانی ترتیب دیا ہے، ہر دو نے جدہ میں منعقدہ مناقشہ (viva) کے بعد دکتورہ کی اسناد حاصل کی ہیں ،ان کے علاوہ کئی ایک نوجوان فارغین علم منفرد موضوعات پر تحقیقی مقالہ جات کی تیاری میں مصروف ہیں۔

بانی جامعہ علیہ الرحمہ نے جہاں علوم دینیہ تفسیر، حدیث،فقہ، افتاء، ادب عربی، منطق، فلسفہ، کلام وعقائد،تاریخ وسیرت کی تدریس اور اس کی اعلی تعلیم کا انتظام فرمایا وہیں ایک علحدہ شعبہ خدمات شرعیہ کیلئے قائم فرمایا اور خدمات شرعیہ کا کام کرنے والے افراد کی تعلیم

وتربیت کا نظم اور اس کیلئے ایک علحدہ نصاب مرتب کیا اور اس کیلئے امتحانات مقرر فرمائے اور آپ نے خدمات شرعیہ کے منتظمین کیلئے اس شعبہ میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کو لازمی قرار دیا اور اس کے تحت ملا ،مؤذنی ،امامت ،خطابت ،قضائت ،تجوید وقرات واحدہ، سبعہ وعشرہ وغیرہ کے شعبے قائم فرما کر مسلمانوں پر نا قابل فراموش احسان فرمایا، علاوہ ازیں آپ نے تمام طلباء بشمول اہل خدمات شرعیہ سب کیلئے رہنے سہنے ،کھانے پینے ،علاج ومعالجہ ،لباس ودرسی کتب وغیرہ کا بلا معاوضہ بندوبست کیا ،اور اس طرح سے امت مسلمہ کے بے مایہ افراد کیلئے حصول علم کی راہ کو آسان فرمادیا۔

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ نے اصلاح معاشرہ کے نقطہ نظر سے ''انجمن اصلاح مسلمین'' قائم فرمائی جس کی غرض اس کے نام سے واضح ہے ،اور بہت ساری وہ خرابیاں جو معاملات نکاح میں ظہور پذیر ہوگئی تھیں ،ان کی دوری کے اہتمامات فرمائے ، لوگ جعلی دستاویزات بنا کر وراثت اور مہر کے جھوٹے دعوے کیا کرتے تھے ،جس کی اصلاح کیلئے آپ نے نکاح نامے مرتب کروائے ،جن میں ایجاب وقبول ،شہادت ، مقدار مہر، تاریخ نکاح کا اندراج لازم قرار دیا گیا، ورنہ اس سے پہلے یہ سارے معاملات زبانی ہوا کرتے تھے اور نزاع یا طلاق کی صورت میں پیچیدہ ہوجاتے تھے اور وہی آپ کے مرتب کردہ سیاہہ جات آج بھی مروج ہیں، اور امتحان قضائت میں کامیاب اشخاص کے تقرر کو لازم قرار دیا، صدارت العالیہ کو مستقل محکمہ کا روپ دیا ، اور اس کے عملہ میں توسیع کی اور ایک مستقل عملہ اس کیلئے مخصوص فرمایا، بعد توسیع آپ نے اصلاح مسلمین ،انتظام سیاہہ جاتِ نکاح وتنقیح خدمات شرعیہ کا کام اس کے سپرد کیا، مسلخوں میں بھی بے اعتدالی تھی اور ذبح کیلئے ایسے لوگ مقرر تھے جو مسائل ذبح سے لاعلم تھے آپ نے مسائل ذبح سے واقف لوگوں کو مقرر فرما کر مسلمانوں کو حرام ذبیحہ کھانے سے محفوظ فرمادیا اور جامعہ کے امتحان ''ملا'' میں کامیاب اشخاص کے تقرر کو لازمی قرار دیا، زمانہ قدیم سے یہ دستور تھا کہ اعراس کے مواقع پر اولیاء کرام قدست اسرارہم کی مزارات کے قرب وجوار میں طوائفیں مجرا کیا کرتی تھیں، یہ اور اس طرح کے کئی ایک ناروا رسوم جاری تھے، جو یقیناً حق سبحانہ وتعالی کی ناراضگی کا باعث بنے ہوئے تھے آپ نے حکم صادر فرما کر ان سب کا قلع قمع کردیا اور حکمت ومصلحت کی شبنم سے اس فتنہ کے شعلوں کو بجھادیا، ریاست حیدرآباد میں ناپ تول میں کمی کا رواج عام تھا، اور اوزان وپیمانہ صحیح نہ تھے آپ نے اوزان کے باٹ اور پیمانوں کی تنقیح فرما کر صحیح پیمانے جاری کروادیئے، موجودہ ناپ تول کے پیمانے آپ ہی کے جاری کردہ ہیں، حیدرآباد کے مسلمان تجہیز وتکفین کی تکمیل نہ کر سکتے تھے اس فرض کفایہ کی ادائیگی کیلئے ایک پیشہ ور جماعت غسالوں کے نام سے موسوم تھی، ان کا یہ حال تھا کہ دین سے بیگانہ اور مسائل شرعیہ سے ناواقف تھے، جس کی وجہ تجہیز وتکفین حسب احکام شرع نہ ہو پاتی تھی حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس جہالت وناواقفیت کے انسداد کیلئے مذکورہ امتحانات میں کامیاب اشخاص کا تقرر فرمایا اور یہ حکم صادر فرمایا کہ کوئی پیشہ ور غسال جب تک اس امتحان میں کامیابی حاصل نہ کرلے تب تک یہ فریضہ انجام نہ دے، اور شہر میں منشیات کے کاروبار کو قانوناً ممنوع قرار دیا اور اس کی دوکانیں بیرون شہر منتقل کروادیں، احترامِ رمضان کے سلسلہ میں دن کے اوقات میں ہوٹلوں پر پردے ڈلوادئے اور علانیہ خورد ونوش کو ممنوع قرار دیا۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے یہ وہ نادر کارنامے

ہیں کہ آئندہ جو بھی اس نہج پر اپنی خدمات کو آگے بڑھائے گا تو بفحوائے حدیث پاک من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها اس کا سہرا حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ والرضوان کے سر رہے گا، اور تا قیام قیامت اس کا اجر وثواب حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرفتوح کو پہونچتا رہیگا، مختصر یہ کہ آپ کی ذات شخصیت میں ایک ادارہ تھی، کئی افراد ملکر جو کام انجام نہیں دے سکتے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تنہا آپ کی ذات سے لے لئے۔

علم و عمل کا ایک حسین امتزاج تھے
انعام حق کی بات یہ ساری ہے دیکھئے
اک شخصیت میں کتنے جمع تھے صفات
حیرت سی سب پہ آج بھی طاری ہے دیکھئے
(فہیمؔ)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس امت مسلمہ کو خیر امت کے منصب جلیل پر فائز فرمایا ہے اس منصب جلیل کی تکمیل کا فریضہ تعمیل حکم شرع میں بذریعہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر انجام دینے والے اور نبی پاک محمد رسول اللہ ا کے لائے ہوئے دین کا پیغام دوسروں تک پہونچانے والے اور آپ کے مبارک فرمودات کو دوسروں تک پہونچا کر بلغوا عنی ولو آیة کی تعمیل کرنے والے بندگان خدا ہی دراصل اللہ کے منتخب وچنندہ بندے ہیں، حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز اوران کے لگائے ہوئے شجر علم کی ٹھنڈی چھاؤں میں علم وعمل کی دولت سمیٹنے والے علماء ربانیین وعرفاء حقانیین یقیناً قابل مبارکباد ہیں، جنھوں نے ورثہ علم کو سینوں سے لگایا اور اس کی روشن ونورانی برکتوں کو دوسروں تک پہونچا کر جامعہ نظامیہ کے مقصدِ تاسیس کی تکمیل کی اور کررہے ہیں اور انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت کرتے رہیں گے، دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنے مقصد تخلیق میں کامیاب بنائے اور ہم سے وہ کام لے جس سے رضاء الٰہی کا حصول ہمارا نصیبہ بن سکے اور بروز حشر شفیع المذنبین آقائے دوجہاں سید الانس والجان محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں، اور آپ کے دست مبارک سے جام کوثر کا پینا نصیب ہو، میں اپنی تحریر کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں جو اپنے اندر دعوت عمل اور دعوت غور وفکر وتدبر رکھتا ہے۔

وہ کام کرو جس سے ملیں حشر میں ہم تم
امت کو یہ پیغام ہے محبوب خدا کا

صل وسلم وزد بارك على حبيبك سيدنا ونبينا مولانا محمد وعلى آله واصحابه افضل صلواتك وعدد معلوماتك وبارك وسلم ۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا جہاد بالقلم

تحریر:۔ جناب اطہر معزؔ، گلبرگہ شریف، کرناٹک

سرزمین دکن کو ہمیشہ اس بات پر نازرہے گا کہ اس کے پہلو میں اسلام کے ایسے ایسے بطلِ جلیل آرام فرماہیں جن کی تابناک علمی کاوشوں سے ایک عالم منور ہے اور تاقیامت ان کی ضیاء پاشیوں سے مستفید ہوتا رہے گا ۔ حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں محوخواب عاشق رسول، متبحر عالم دین حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ کے کارناموں پر ایک نظر ڈالنا حضور شیخ الاسلام کی علمی دینی کاوشوں کے اعتراف کے مترادف ہوگا۔ یہ چند سطور آپکی علمی شخصیت کا احاطہ کرنے سے قطعاً قاصر ہیں، عاجز اور مجبور ہیں۔ مجھ سمیت ایسے کئی مسلمان ہیں خصوصاً نوجوانان امت و حیدرآباد کے قرب وجوار اور دور دراز کے علاقوں میں رہنے بسنے والوں، کی اکثریت شیخ الاسلام کی عبقری شخصیت سے ناواقف ہے۔ یہ ہماری بدبختی ہے کہ نہ ہم نے اور نہ ہی ہمارے سرپرستوں نے کبھی ہم کو ہمارے عظیم و بے مثل اسلاف کے کارناموں سے روشناس کروانے میں دلچسپی دکھائی، شاید اسی وجہ سے ہم عظیم اسلامی خیالات واحساسات سے تقریباً عاری ہو چکے ہیں۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبالؔ

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی
کہ ثریا نے آسماں سے زمیں پہ ہم کو دے مارا

بھلا ہو محترم قاری ڈاکٹر عبدالحمید اکبر کا کہ موصوف نے اپنے تحقیقی مقالہ، بعنوان، شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ شخصیت، علمی وادبی کارنامے، کو بشکل کتاب پیش کیا۔ جسکو مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے ایک عظیم خدمت انجام دیتے ہوئے شائع کر کے ملت پر احسان کیا، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ موضع قندھار ضلع ناندیڑ میں ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپکے والد گرامی حضرت قاضی حافظ ابو محمد شجاع الدین علیہ الرحمہ متقی وپرہیز گار بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی۔ پانچ برس کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کیا گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی ۱۲۸۲ھ میں جب آپکی عمر صرف ۱۸ برس تھی تو آپ حیدرآباد تشریف لائے اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور معقولات کے جید عالم تھے۔ آپ اپنے اساتذہ کا بیحد ادب کرتے تھے۔ آپکی بے مثل وخداداد ذہانت وذکاوت اور علمی استعداد کے خود آپ کے اساتذہ بھی معترف تھے، اور آپکے بے پناہ علمی ذوق کو دیکھتے ہوئے آپکے اساتذہ بھی باوجود کثرت مشاغل آپ پر اپنی خاص عنایت رکھتے تھے۔ آپ نے علوم

شریعت کی تکمیل وتحصیل کے بعد اپنے والد محترم حضرت ابومحمد شجاع الدین علیہ الرحمہ سے سلوک کی تکمیل فرمائی اور سلاسل جملہ میں بیعت کی پھر حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے مکہ معظّمہ میں موسم حج میں بیعت مکرر فرمائی اور منازل سلوک کی تکمیل بھی فرمائی۔ آپکو بعمر ۳۰ سال حرمین شریفین کی زیارت وسعادت حج حاصل ہوئی۔ آپ ایک بلند پایہ اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کے فارسی و اردو اشعار پر مشتمل مجموعہ کلام ''شمیم الانوار'' کے نام سے منصۂ شہود پر آچکا ہے۔ چونکہ آپکی مصروفیت بے پناہ تھی تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور دیگر مشاغل کی وجہ سے آپ شعرگوئی پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے تھے، اگر عدیم الفرصتی آپکی شعر گوئی میں آڑے نہ آتی تو یقیناً آپ کے قلم سے مزید اعلیٰ پائے کے اشعار ملتے اور صاحبِ ذوق حضرات کیلئے باعث تسکین ہوتے اور اردو ادب کے سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کا موجب بنتے۔ ''شمیم الانوار'' میں اکثر اشعار برجستہ ہیں، جو بے ساختہ آپکی زبان مبارک سے نکلے تھے جس سے آپکی شعرگوئی میں آپکے باوصف ہونے کی دلیل ہے۔

آپ نے اپنی تحریروں کے ذریعہ مسلمانوں میں گرمئ ایمان کے جذبے کو تازہ کیا، بقول ڈاکٹر عبدالحمید اکبر کہ آپ نے ''حریفانِ اسلام کے مقابلے میں جہاد بالقلم کیا'' فرنگیوں نے ہوس اقتدار میں جب اہل اسلام کی دینی ومذہبی حیثیت کو مجروح کرنا شروع کیا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنے زور قلم سے ان کی ناپاک سازشوں کا سدِّ باب کیا۔ انگریزوں نے بعض ضمیر فروش علماء ومصنفین کو اپنا ہمنوا بنایا تب شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور زمانہ رسالہ ''رسالہ مقاصد الاسلام'' کے ذریعہ حق کو واضح کیا اور تمام آزاد خیال علماء ومصنفین کی بیخ کنی فرمائی۔ گیارہ حصوں پر مشتمل طویل مقاصدالاسلام ، ایک عظیم علمی کارنامہ اور ادبی نکتہ نظر سے ایک شاہکار رسالہ ہے۔

پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے کچھ ہی پہلے مسلمانوں کے انحطاط کا دور شروع ہوچکا تھا۔ مسلمانوں کے اس زوال کا اثر آج تک برقرار ہے۔ تنزلی کے اس بھیانک اور طویل دور میں جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال پر مشتمل ہے امت مسلمہ کئی نشیب وفراز سے گزری ہے اور ہنوز گذر رہی ہے۔ ہر دور میں تقریباً یکساں طرز کے فتنے ہمارے سامنے آکھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی پیدا کی جو فتنوں کو خس وخاشاک کی طرح بہالے گئی، شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کے دور میں جو حالت مسلمانوں کی تھی اس کا موجودہ دور سے موازنہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ہم کس تاریک اور بھیانک دور سے گذر رہے ہیں۔ نہ ہمارے اندر اسلام کی روح باقی ہے اور نہ شعور، باشعور طبقہ شاید کسی الف ثانیؒ یا امام احمد رضا یا شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کا منتظر ہے۔ جبکہ ایسی عبقری شخصیت بار بار پیدا نہیں ہوتی بجائے انکا انتظار کرنے کے اگر صرف ان کے کارناموں، انکی کاوشوں اور رہنما اصولوں کو ہی ہم اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں تو میرے خیال میں نہ صرف ان کے مسائل کا حل دستیاب ہوگا بلکہ امت پھر اپنے آپکو دور نشاۃ ثانیہ میں پائے گی، شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے جس وقت علم اسلام بلند کیا وہ دور شاید اسی دور تاریک سے مماثلت رکھتا ہو یا پھر اس دور سے بھی بدتر ہوگا، اگر تھوڑی دیر کیلئے ہم تصور کریں تو ہمیں بخوبی اندازہ ہوگا کہ کس قدر تکالیف ہمارے بے مثل اسلاف کو برداشت کرنی پڑی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کی یادیں، ان کی تعلیمات

وارشادات ، ان کی گرانقدر تصنیفات وتالیفات ہمارے درمیان انکو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔آپ نے ساری عمر اشاعتِ دین وخدمتِ خلق میں گذاری۔آپ عالمِ باعمل تھےاوراسم بامسمّٰی تھے،آپ کا روشن کیا ہوا چراغ جسکی ضیاء پاشیوں سے آج ایک عالم جگمگا رہاہے شہرِ حیدرآباد کی پہچان بن گیا ہے۔جامعہ نظامیہ کے نام سے شان وشوکت سے کھڑا دنیا میں اسلام کی پرنور کرنیں بکھیر رہاہے۔فیروز بخت ان کرنوں سے اپنے دامنِ علم کو منور کررہے ہیں، ساری دینا میں خواہ آپ کہیں بھی چلے جائیں ، یہ میرا دعوی ہے کہ آپکو دو، چار، فارغین جو جامعہ نظامیہ سے فارغ التحصیل ہیں ضرور ملیں گے، بین الاقوامی سطح علمی ودینی طرز کی یہ منفرد درسگاہ ہے جسکو عالم اسلام میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔آپکے دیگر کارناموں میں، جامعہ نظامیہ اور ملک گیر سطح پر چھوٹے مدارس کے علاوہ ، دائرۃ المعارف النظامیہ، کتب خانہ آصفیہ اور اشاعت العلوم قابل ذکر ہیں۔ان عظیم اداروں کے ساتھ ساتھ تصنیفات وتالیفات کا آپ کا کام بھی چلتا رہا۔آپ نے اپنے زمانے کے فتنۂ قادیانی کے رد میں افادۃ الافہام ، مفاتیح الاعلام ، فہرست افادۃ الافہام اور انوار الحق جیسی معرکۃ الآراء کتابیں لکھیں جو کہ آج بھی مرزا قادیانی کے کذب و افتراء پر ایک ٹھوس اور جامع دلیل ہے،آپ نے سرسید احمد خان اور شبلی کے آزاد نظریات وعقائد جو کہ اسلام کے بنیادی عقائد سے متصادم تھے پرسخت تنقید فرمائی۔آپ نے ہردو حضرات کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرمایا کہ عقلی دلائل قائم کرکے اسلامی حقائق کی تکذیب کرنا شعار مومنوں کا نہیں بلکہ طریقہ کفار ہے۔سرسید اور شبلی قرآن حکیم کی تفسیرات میں اختلاف کرتے تھے۔ اور معجزات ، ملائکہ کے وجود اور شیاطین کی اصلیت کے بھی منکر تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کی پوری زندگی خدمت اسلام سے عبارت ہےاورآپ نے دامے، درمے، سخنے، ہرطرح سے اسلام کی خدمت کرنے کی کامیاب سعی فرمائی،آپ ہمہ جہت ، پہلودار اور عظیم المرتبت شخصیت تھے۔بیک وقت بلند پایہ شاعر، صاحب طرز نثر نگار، فلسفی، متکلم، محدث، مفسر، فقیہ صاحبِ کردار عالم باعمل، مدبر، قومی رہنما، صاحب فکروفن ، مصنف، مترجم اور کئی مدارس کے بانی غرض ایک ورسٹائل اور نابغہ روزگار شخصیت تھے۔۱۳۳۶ھ کو یہ بدردکن ۷۲سال کی عمر میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہوا۔ اناللہ وانا الیه راجعون.

علامہ اقبالؔ کے الفاظ میں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

علوم دینیہ کے سر چشمہ

از: مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی وقادری' نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ حافظ امام ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقی چشتی صابری بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ سبحانہ وتعالی نے دینی و دنیوی فوقیت اور علمی سیادت وقیادت سے بہرہ ورفرمایا، آپ اپنے وقت کے علماء ربانیین کے امام ومقتدیٰ تھے آپ کوتمام علوم دینیہ شرعیہ،تفسیر، حدیث،فقہ،تاریخ وسیرت، منطق، وفلسفہ کلام عقائد میں کمال براعت اور مہارت تامہ ویدطولیٰ حاصل تھا۔

آپ کا خاندان فاروقی ہے، چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے فیضان علمی سے آپ کو حظ وافر سرفراز ہوا، آپ کے خاندان میں اولیاء کرام اور مجددین عصر گزرے ہیں اور ایسی عظمت وجلالت کے مالک کہ جن کے دور میں ان کے علمی پایہ اور مرتبہ کی کوئی اور شخصیت نہیں تھی۔حضرت خواجہ بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی باکرامت اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجددین آپ کے اجداد میں ہیں۔

آپ کے خاندان کے کتنے ایک بزرگ، قضاۃ اور قاضی القضاۃ کے عہدۂ جلیلہ پر متمکن رہے ہیں، اسی کی برکت تھی کہ اللہ جل وعلا نے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کوتمام علوم دینیہ میں تبحر اور علمی گہرائی وگیرائی سے سرفراز فرمایا اور فقہی بصیرت میں ایسا ملکہ عطا فرمایا کہ آپ اپنے تمام معاصرین واقران پر فائق وممتاز تھےاور ہر کوئی آپ کے علم وفضل، رفعت وجلالت کی مدح وثناء میں رطب اللسان ہے۔

علم فقہ انسان کی زندگی کا لائحہ عمل ہے۔اسی سے دین ودنیا کی صلاح وفلاح قائم ہے،علم فقہ، خالق ومخلوق کے درمیان رابطہ کو مضبوط ومستحکم کرتا ہےاور حقوق وفرائض بھی اسی سے معلوم ہوتے ہیں۔اگر فقہ نہ ہوتو حیوانیت کے سوا کچھ نہیں،علم فقہ دراصل قرآن کریم اور حدیث شریف کا نچوڑ اور مہکتا ہوا عطر ہے۔عالم کی باغ وبہار اور بادنسیم کی بھینی مہکتی ہوئی خوشبو اور دنیا میں امن وسلامتی کا نظام وقیام سب اسی سے ہے۔علم فقہ کومضبوط تھامنا دراصل قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔اور یہ بات قطعی ہے کہ قرآن وحدیث کو تھامنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی گراں قدر تصانیف بالخصوص حقیقۃ الفقہ ،حصہ اول ودوم میں اسی سے بحث فرمائی ہے۔اور ہر مسئلہ دلائل قرآن، وبراہین حدیث سے مدلل ومبرھن فرمایا ہے آپ کا اسلوب مخاطب کومطمئن کردیتا ہے۔اور ہر مخاطب اگرچہ مخالف ہو اس کو پوری رغبت کے ساتھ قبول کرلیتا ہے۔اور اس میں حلاوت ولذت محسوس کرتا ہے ایک فقیہ کے لئے جتنے علوم میں مہارت اور دسترس کی ضرورت ہے۔حضرت علیہ الرحمۃ کو ان سب پر کامل عبور

تھا۔حضرت نے اپنی تالیفات کے ذریعے قوم کی خیر خواہی فرمائی ہے۔ آپ کا انداز کسی کے ساتھ بھی حتی کہ اپنے مخالفین کے ساتھ بھی جارحانہ نہیں ہے بلکہ ناصحانہ ہے۔حضرت علیہ الرحمۃ کا یہی وہ وصف امتیاز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے ہر انسان کے دل میں حضرت کی محبت ڈالدی ہے۔دنیائے علم وفن میں آپ کا شہرہ ہے۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے اپنی شاہ کار تصنیف ''حقیقۃ الفقہ'' کے ذریعے علم فقہ کی حقیقت تقلید کی ضرورت، اور عدم تقلید سے ہونے والے فساد پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔اور غیر مقلدین کے لئے ترک تعصب کے سلسلہ میں خیر خواہی اور نصیحت فرمائی ہے۔ ''حقیقۃ الفقہ'' حصہ اول میں آپ نے فقہ کی ضرورت فقیہ کے فرائض فقیہ اور مجتہد کے مابین فرق ضرورت اجتہاد، قیاس جائز وناجائز، احکام کا معلول بعلت ہونا، امام صاحب کا امام اعظم ہونا، اور سب میں افقہ ہونا، کل احادیث کا امام صاحب کے پیش نظر ہونا اور محدثین امام صاحب کے دعا گو ہیں، اس جیسے اہم مضامین کو آپ نے بڑی جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اسی طرح حصہ دوم میں تدوین فقہ اور تقلید کی ضرورت اور تقلید انسان کی فطرت میں داخل ہے۔محدثین امام صاحب کی تقلید کیا کرتے تھے اور تقلید کو باعث نجات سمجھتے تھے۔ تمام مقلدین عامل بالحدیث ہیں۔ مذاہب اربعہ کی حقانیت، اس طرح کے بیشتر اہم تر مضامین پر قرآن وحدیث سے مدلل بحث فرمائی اور ان کو ثابت کیا ہے۔علم فقہ میں آپ کا مرتبہ آپ کی علمی گہرائی وگیرائی، معانی ومطالب کی بلندی، آپ کے اسلوب استدلال اور طریقہ استخراج سے معلوم ہوتی ہے۔مختصر عبارت میں طویل مضامین کو بیان کرنا آپ کا طرہ امتیاز ہے۔

ایک فقیہ کے لیے ابتدائی جن امور کی ضرورت ہے ان میں سب سے پہلے عربی زبان اور اس کے علوم بلاغت سے کامل معرفت ضروری ہے اور دوسری بات قرآن وحدیث سے متعلق تمام علوم پر بصیرت کا ہونا اور روایت ودرایت سے متعلق تمام مباحث کا احاطہ کرنا۔ اور مراتب حدیث ومراتب اصحاب حدیث اور طبقات فقہاء وطبقات کتب فقہ سے کلی واقفیت لازمی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام ان تمام علوم ومعارف میں یکتائے روزگار تھے۔زبان عربی اور اس کے آداب میں جو آپ کو قدرت کاملہ حاصل تھی اس کا اندازہ آپ کی متعدد کتابوں میں جگہ جگہ علمی مباحث سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔مثلاً آیتِ توقیر سے متعلق آپ نے جو علمی بحث فرمائی ہے۔وہ نہایت ہی اہم اور آپ کی خداداد قابلیت کا نتیجہ ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے یہ وضاحت فرمائی کہ تعظیم وتوقیر تو رسول پاک ﷺ کی مراد ہے۔لیکن تسبیح اللہ تعالی کی مراد ہے۔ ''وتسبحوہ'' میں ''ہ'' جو ضمیر منصوب ہے اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ تسبیح کلمہ تنزیہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مختص ہے۔ لیکن اس تفسیر پر ایک زبردست اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ''وتعزروہ وتوقروہ'' کی ضمیر کا مرجع جب رسول پاک ﷺ ہیں اور ''وتسبحوہ'' کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالی ہو تو یہ انتشار مرجع قرار پائے گا، جو بغیر کسی قرنیہ کے پسند نہیں، اور کلام بلیغ کے شایان نہیں، لیکن حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس اعتراض کو دفع کرتے ہوئے بڑی مبسوط علمی بحث فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ

''یہ سب تکلیف اس وجہ سے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ

تسبیح کے معنی حضرت ﷺ کی نسبت صادق نہیں آتے اور اگر تسبیح کے معنی جب مناسب مقام لئے جائیں تو پھر کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا کیونکہ حق تعالیٰ کی تنزیہ الوہیت سے متعلق ہے یعنی اس میں کوئی ایسا امر نہیں جو شان الوہیت کے منافی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی تنزیہ رسالت سے متعلق ہوگی یعنی حضرت میں کوئی بات ایسی نہیں جو شان رسالت کے منافی ہو چنانچہ اس قسم کی تنزیہ نبی کریم ﷺ کی خود حق تعالیٰ نے فرمائی ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ، وَلَوْكُنْتَ فَظًّاغَلِيْظًا الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ، عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔

پھر جس لحاظ سے کہ حضرت ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا تو اسی لحاظ سے حضرت ﷺ کی تسبیح حق تعالیٰ کی تسبیح ہو جائے تو کیا تعجب ہے بہر حال "تسبحوہ" کی ضمیر بھی رسولہ کی طرف پھر سکتی ہے"۔(۱)

ناظرین کرام اس علمی تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کو علوم عربیہ و بلاغت پر ہی دسترس حاصل نہیں بلکہ آپ علوم تفسیر میں بھی بڑی دقیق نظر رکھتے تھے اور آپ فنا فی الرسول کے درجہ پر فائز نظر آتے ہیں۔ چونکہ فقیہ کے لئے جن علوم میں مہارت ضروری ہے منجملہ ان کے تفسیر بھی ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلام کو علوم قرآن میں کامل عبور و دستگاہ تام حاصل تھی۔ آپ کی تصانیف میں جگہ جگہ اس کی روشن دلیلیں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ "حقیقۃ الفقہ" میں ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر حکم معلل ہے اور فرماتے ہیں اس پر کئی آیات قرآنیہ گواہی دے رہی ہیں، منجملہ ان آیات کے چند آیات یہ ہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنَ، وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيَتَبَيَّنَ لَهُم، وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ (۲)

ان آیتوں سے احکام کا معلل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ افعالِ الٰھیہ معلّل بالاغراض نہیں ہوتے تو حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

"معلل بالاغراض نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افعال الٰھیہ میں کوئی ایسی غرض نہیں ہو سکتی، جس سے اس کا ذاتی نفع اور استکمال ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ افعال الٰھیہ منافع اور مصالح اور فوائد سے خالی ہوں۔ بلکہ بلحاظ "فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ" یہ ماننا پڑے گا کہ خدائے تعالیٰ کے ہر فعل میں صدہا منافع ہیں، جن کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے۔ غرضکہ جو احکام خدائے تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی علت ضرور ہوگی جو مصالح عباد سے متعلق ہے، اس سے ثابت ہے کہ ہر حکم معلل ہے۔"(۳)

قارئین کرام! اس سے علم تفسیر حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کا بلند مرتبہ معلوم ہوتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ علم فقہ میں آپ کا تفوق بھی آشکار ہوتا ہے۔ آپ کی گراں بہا کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علوم حدیث، روایت و درایت، سند و متن، علل حدیث، علم رجال اور اس کے متعلقات پر بھی آپ کو کمال بصیرت حاصل تھی۔

"الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع" اور حدیث شریف میں آپ کا قلمی مخطوطہ بنام "انتخاب صحاح" جو عربی زبان میں ہے۔ آپ کے علم حدیث میں کمال تبحر پر شاہد عدل ہیں آپ کی علم و فضل میں بلندی کا ہم کیا اندازہ کر سکتے

ہیں۔ آپ کے اساتذہ اجلّہ اور آپ کے پیرو مرشد بھی آپ کے علم فقہ ہی میں نہیں بلکہ تمام علوم ظاہر و باطن کے جامع ہونے کی تعریف وتوصیف فرمائے ہیں، جو ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے جلیل القدر استاذ حضرت علامہ عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ جو امام فقہ مانے جاتے ہیں اور شرح وقایہ و ہدایہ پر حواشی جو آپ کی فقاہت کی روشن دلیل ہیں پھر حدیث شریف میں وہ مقام بلند کہ موطا امام مالک پر آپ کا حاشیہ اس کی گواہی دیتا ہے نیز منطق وفلسفہ میں بھی آپ ماہر اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، ''حل المغلق فی بحث المجھول المطلق'' جیسی تصنیف لطیف میں بایں الفاظ آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

''الفتھاحین قراء ۃ الذکی المتوقد المولوی الحافظ انوار اللہ بن المولوی محمد شجاع الدین الحیدر آبادی'' میں نے یہ رسالہ اس وقت تالیف کیا جبکہ زیرک وفہیم طالب علم مولوی حافظ محمد انوار اللہ بن مولوی محمد شجاع الدین حیدرآبادی میرے پاس تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔

اور آپ کے پیرو مرشد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو اہل اللہ اور خاصان خدا سے ہیں عاشق رسول اور مقام فنائیت پر فائز تھے جن کی تمام دنیا میں شہرت ہے۔ آپ نے انوار احمدی کی تقریظ میں شیخ الاسلام کو ان القاب سے سرفراز فرمایا۔ ''حضرت علامہ زماں وفرید دوراں، عالم باعمل وفاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری وباطنی'' ''عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ'' اور حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بانی جامعہ نظامیہ کی کتاب ''انوار التمجید فی ادلۃ التوحید'' پر ایک تقریظ میں آپ کی کتاب کی بے حد تعریف وتوصیف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کتاب میں کوئی بات قابل گرفت نہیں ہے مزید فرمایا کہ حقیقت میں 'انوار اللہ' طالبان شریعت وطریقت کے لئے کافی ہیں، اور جوان کے انوار کی روشنیوں میں راہ سلوک طے کرے گا وہ بہ تائید الٰہی منزل مقصود کو پہنچ جائے گا۔

حقا کہ طالبان شریعت وطریقت، انوار اللہ است ہر کہ درلمعات

ایں انوار سالک خواہد شد بتائید الٰہی بمنزل مطلوب خواہد رسید (۴)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان بزرگوں نے حضرت شیخ الاسلام سے متعلق جو توصیفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں درحقیقت وہ الہامی کلمات ہیں اور ان میں اتنی معنویت ہے کہ اگر ایک ایک کی تشریح کی جائے تو اس کے لئے مستقل ایک ایک مقالہ درکار ہے الغرض شیخ الاسلام کو علم و فضل تقوی وورع کی ساری فضیلتیں حاصل تھیں آپ خداداد ذہانت اور علمی بصیرت کے مالک تھے۔ فراست ایمانی سے سرفراز تھے آپ داعی حق ہونے کے ساتھ ساتھ اصولی اور علم کلام کے ماہر اور تفسیر وحدیث اور خاص طور پر علم فقہ میں اپنے اقران پر ممتاز وفائق تھے۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) امام محمد انوار اللہ فاروقی رمقاصد الاسلام حصہ یازدہم ص ۱۴، مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد۔ ۱۳۳۹ھ

(۲) امام محمد انوار اللہ فاروقی رحقیقۃ الفقہ ج ۱ ص ۱۹۰، مجلس اشاعۃ العلوم 1984ء

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقی رحقیقۃ الفقہ ج ۱، ص ۱۹۰، مجلس اشاعۃ العلوم 1984ء

(۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ رانوار التمجید، ص ۱۴۰ مطبوعہ ۱۳۴۱ھ، شمس الاسلام پریس، حیدرآباد دکن)۔☆☆

تذکرۂ حضرت قطب الاقطاب شیخ احمد بن سلیم چشتی البغدادی القادری

المعروف بہ حضرت شیخ صاحب ولیؒ یلارتی شریف ضلع کرنول اے۔پی بعرفِ عام حضرت شیخ شاہ ولیؒ وحضرت شاہ ولیؒ)

اسم گرامی شیخ احمد معروف بہ شیخ صاحب ولیؒ والدِ محترم حضرت سلیم چشتی البغدادیؒ آپ حضرت سلیم چشتی کے اٹھارویں فرزند ارجمند ہیں۔ ۴؍سال کی عمر میں آپ کے والدِ محترم کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔حضور غوث اعظمؒ کی ہدایت پر قطب کونین حضرت سید شاہ عبدالسلام صبغۃ اللہ المعروف بہ حضرت شاہ صاحب ولیؒ یلارتی شریف نے آپ کو متبنیٰ بنالیا اور آپ کی پرورش اور سلوک کی تعلیم اپنی سرپرستی میں ہی عطا کی۔بچپن ہی سے آپ جلالی مزاج کے تھے بے شمار کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔اپنے استاذِ محترم حضرت شاہ صاحب ولیؒ کے ہمراہ ارکاٹ و بیجاپور تشریف لائے۔بیجاپور میں حضرت قطب الاقطاب سید شاہ محمد قادری نورِ دریاؒ سے بیعت وخلافت حاصل فرمائی اور آپ کے ہمراہ ۵۲۵ اولیاء کرام میں شاملِ رائچور تشریف لائے۔جناب سدی عنبر خان صاحب والی شاہ ڈونگر مسلسل تین ماہ سے قلعہ کو فتح کرنے کی غرض سے شاہ ڈونگر پر حملہ آور ہوئے۔قلعہ فتح نہ ہوا تو اپنے مرشدِ باصفا حضرت نورِ دریاؒ کی خدمتِ بابرکت میں حالات پیش کئے۔حضرت نور دریاؒ نے اپنے دونوں مریدین وخلفاء حضرت قطب الکونین سید شاہ عبدالسلام صبغۃ اللٰہی قدس سرہٗ اور حضرت قطب الاقطاب شیخ احمد بن سلیم چشتی البغدادی قدس سرہ کو قلعہ کی فتح یابی کے لیے روانہ فرمایا۔حضرات محترم جانے کے بعد اچانک قلعہ فتح ہوگیا۔سدی عنبر خاںؒ کے قبضہ میں آ گیا۔اسلام کا پیغام عام ہوا۔بے شمار لوگ آپ کے دستِ حق پر اسلام قبول کئے۔اپنے پیر ومرشد کی اجازت سے یلارتی شریف میں ہی سکونت اختیار فرمائی۔آج بھی آپ کے آستانہ پر لاکھوں لوگ بالخصوص آسیب زدہ، بیمار، پریشان حال فیض یاب ہورہے ہیں۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ صاحب ولیؒ ۲۵؍ربیع الاول ۱۰۸۴ھ وصال فرمایا۔حضرت شہزادۂ غوث اعظمؒ سید شاہ طاہر قادری صاحب حضرت صاحبؒ ادونی نے آپ کے وصال شریف پر تاریخ بذریعہ قطعہ رقم فرمائی۔

شیخ صاحبؒ چوں کرد نقلِ مکاں دوستانش فشادہ در نالاں
سالِ تاریخ گفت چوں طاہر قطب اقطاب رفت سوئے جناں
۱۰۸۴ھ

آپ کا عرس شریف ۲۵؍ربیع الاول منایا جاتا ہے۔لاکھوں کی تعداد میں زائرین حاضر ہوتے ہیں۔آپ کے سجادہ نشین شیخ المشائخ سید شاہ امام الدین قادری نورِ دریاؒ نے آستانۂ عالیہ تزئین فرمائی۔آپ کے فرزند ارجمند حضرت الحاج سید شاہ محمد قادری نورِ دریا خلفِ اکبر آستانۂ عالیہ شیخ صاحب ولیؒ و شاہ صاحب ولیؒ کے صدر سجادہ نشین ہوئے اور اب صدر سجادہ نشین کے فرزند الحاج ڈاکٹر سید شاہ تاج الدین احمد قادری نور دریا سجادہ نشین ہیں۔ حضرات اقطابِ دکن کی سجادہ نشینی وتولیت اولادِ حضرتِ نور دریاؒ میں چلی آرہی ہے۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

منبع علم وحکمت

ترتیب وپیشکش: حافظ محمد تقی الدین احمد، متعلم جامعہ نظامیہ

خلفاء راشدین وصحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین اور تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، صلحاء، شہدا، اولیاء علماء صالحین نے جو کام سرانجام دیئے ہیں وہ سب واضح طور پر ہم میں تابندہ ودرخشاں ہیں ایک جانب حضور ﷺ پر رسالت ونبوت کا خاتم لگنا تو دوسری طرف تا ابد اسلام کے زندہ وتابندہ رہنے کی بشارتیں بھی موجود ہیں اسی ضرورت کی تکمیل یعنی اسلام کی حیات کیلئے اللہ جل مجدہ ہر دور میں ایسے مطہر انفاس کو پیدا فرماتا رہا جن کی تخلیق عوام الناس کیلئے باعث رحمت ہے جو اپنے علم وعمل اخلاق وکردار، حکمت ودانائی سے عوام کی اصلاح کرتے رہے۔ جنکے اعلی علمی جاہ وجلال اور بے پناہ فیضان سے ساری قوم مستفیض ہوتی ہے انہی تاریخ ساز پاک ہستیوں میں ایک ایسی ذات گرامی باوقار بھی ہے کہ جسکے عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعلمی وجاہت، باطنی روحانی فیضان اور اسلامی، دینی، علمی وعملی واصلاحی کارناموں کا عالم بھر میں شہرہ ہے جن کی ذات بابرکت کو دنیا امام اہلسنت، مجدد دین وملت، قاطع بدعت، حامی سنت، ماہر رموز وفنون عقلیہ، واقفِ اسرارِ علوم نقلیہ، امام الشریعت، شیخ معرفت، محدث کبیر، مفتی شہیر، مژدۂ بشیر، مربی یتیم وبیسیر، مشفق صغیر وکبیر، معارف آگاہ، حقائق دستگاہ، عارف باللہ شیخ الاسلام ابوالبرکات حضرت شاہ محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرتی ہے۔

دنیائے علم کے اکابر صاحبان فضیلت وکمال نے آپکو منبعِ علم وحکمت، مجمع البحرین مانتے ہوئے آپ کے علمی دبدبے کے آگے اپنا سرخم تسلیم کرلیا علوم وفنون، اخلاق وکردار، اصلاح وتقویٰ کی ساری خوبیاں اس مرد مجاہد میں یکجا جمع ہوگئی تھیں جن کے دل کی دھڑکن سے وحدانیت کی صدائیں بلند ہوتی جن کی ہر نگاہ انوار مدینہ سے جگمگاتی، جنکا سینہ عشق رسول ﷺ کا مدینہ، جنکی ہر ادا میں سنت نبوی ﷺ کا خزینہ تھا، جنکے کلام میں صدیق اکبرؓ کی شان صداقت جلوہ فگن تھی، جنکے چہرے پر فاروقیؓ رعب وجلال جھلکتا، جنکے قلب انور میں عثمان غنیؓ کی سخاوت گامزن تھی، جن کی زبان مبارک میں حیدر کرارؓ کی بے باکی تھی، جنکے درس حدیث میں صاحبین کے جلوئے نمایاں ہوتے، جنکے فتووں میں امام اعظمؒ کی علمی وفقہی ذہانت جھلکتی، جن کے رشد وہدایت میں غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ولایت کی تجلیاں چمکتی، جنکی فقیرانہ شان میں غریب نوازؒ کی غریب نوازی ظاہر ہوتی، جنکے عشق رسول میں ڈوبے ہوئے کلام کو پڑھکر حسان بن ثابتؓ کی جانثاری کی یاد تازہ ہوجاتی، وہ غزالی دوراں بھی وہ اپنے زمانہ کے رازی، وہ اپنے عصر کے رومی، وہ اپنے وقت کے ابن عربیؒ وہ معلم اسباق بھی وہ مربی اخلاق، وہ مفتی محدث ومفسر، وہ مفکر اسلام، وہ مولف وہ خطیب وادیب، وہ صوفی باصفا وہ عابد شب بیدار، وہ علوم شریعت کے بحر

بیکراں، وہ معرفت کے دانائے راز، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن علم و فضل کے معدن زرخیز جس نے فقیری کی چٹائی پر جلوہ فگن ہوکر دنیائے علم و دانش میں شہنشاہی کی اور مردہ قلوب میں نئی جان ڈالدی اسی مرد قلندر و مرد مجاہد کی علمی برکت اور فیضان نظر کے اثر نے سلطان دکن کو سلطان العلوم بنادیا، ایسی عظیم المرتبت وجلیل القدر شخصیتیں صدیوں بعد کہیں پیدا ہوتی ہیں جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ وقت واحد میں کئی خوبیوں اور بے پناہ کمالات سے نوازتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں

''ہند میں پچاس سال کے عرصہ میں کتنے مذاہب باطلہ بن گئے۔عموماً اہلِ اسلام باشندگانِ ہندودکن اہل سنت و جماعت تھے ،اوراسی چالیس پچاس سال کے عرصہ میں کتنے مذاہبِ باطلہ بن گئے، ان میں جتنے فرقے مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں سب اہل سنت و جماعت سے نکلے ہوئے لوگ ہیں کیونکہ ان میں نہ ہندو شریک ہوئے نہ یہودی ونصاریٰ نہ شیعہ اس سے ظاہر ہے کہ جسقدر ان مذاہبِ باطلہ کی مردم شماری ہے وہی تعداد ان اشخاص کی ہے جو ہمارے مذہب سے خارج ہوگئے ہیں اور روز بروز انکی تعداد بڑھتی اور سنیوں کو تعداد گھٹتی جاتی ہے اگر ہماری کثیر التعداد قوم متوجہ ہوتی تو کیا ممکن تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے فرقے ہمارے عزیز وا قارب کو ہم سے چھین سکتے ؟(۱)

اب ذرا غور کیجئے کہ جتنے بھی فرقے ہیں وہ سب کے سب باطل ہیں کیونکہ یہ اہل سنت و جماعت سے نکل کر الگ فرقے بنالئے ہیں اہلسنت و جماعت ہی حضور ﷺ وصحابہ کی جماعت ہے اب آپ ہی اپنا محاسبہ کرلیں کہ آیا ہم کونسی جماعت میں ہیں حق یا باطل کی کیونکہ ہماری نجات اسی میں ھیکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔قرآن پاک میں ہے کہ واعتصمو بحبل الله اب رہا سوال یہ کہ اللہ کی رسی ہے کیا ؟ تو اللہ کی رسی قرآن اور صاحبِ قرآن، صحابہ ہیں پس انکو جو پکڑ لے وہ کامیاب ہے۔

ان کا خیال شعر کے پیکر میں ڈھل گیا
مری حیاتِ نو کا مقدر بدل گیا
جانِ چمن وروحِ صبا کہہ کے پکاروں
ائے رہبرِ ملت تجھے کیا کہہ کے پکاروں
چارہ گرِ اربابِ محبت کہوں تجھے
یا درد ِتمنا کی دوا کہہ کے پکاروں

مذہب کی حفاظت اور اسکی اشاعت کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام رقمطراز ہیں۔

''یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مذہب کی حفاظت اور اشاعت اس زمانے میں صرف علماء سے متعلق ہے کیونکہ ہر مذہب وملت والا شخص اپنے مذہب کی ترقی چاہتا ہے چنانچہ فرق باطلہ کے عالم جاہلوں پر ان کے مذہب کی خوبی اپنے مذہب عمدگی تحریر وتقریر سے ثابت کرتے رہتے ہیں اگر ان کا جواب مذہب کی طرف سے نہ دیا جائے تو جہلا تو کیا متوسط اور کم درجے کے علماء متزلزل ہوجاتے ہیں اگر اعلی درجے کے علماء مذہب میں نہ ہوں جو ہر قسم کے اعتراضات کے جوابات دے سکیں تو ظاہر ھیکہ مخالفین جو ہر فن میں کمال حاصل کرتے ہیں اقسام کے اعتراض کر کے مذہب کو اہل مذہب کے خیالوں میں کم دقعت بلکہ بے اصل ثابت کردینگے جس سے مذہب کا باقی رہنا ممکن نہوگا اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے۔فرمایا نبی کریم ﷺ نے

کہ عالم کی موت اسلام میں رخنہ ہے، ظاہر ھیکہ جب تک کہ اس عالم کا کوئی جانشین نہ ہو اس رخنے کا انسداد نہیں ہوسکتا، اب زمانہ سابق اور حال کو صرف سرسری نظر سے دیکھے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس زمانہ میں ایک عالم کے جانشین ان کے صدہا شاگرد ہوتے تھے اب جو مشہور اور دین کی حفاظت کرنے والے علماء کا انتقال ہوتا ہے تو ان کا قائم مقام ایک بھی نہیں ہوتا (۲)۔

امام اہلسنت مجدد الملت فرماتے ہیں

"ہر زمانے میں مسلمانوں کو علماء کی اشد ضرورت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے:

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ علماء کی مثال ایسی ہے جیسے آسمانوں میں ستارے جن سے جنگل اور سمندر میں لوگ راستہ پاتے ہیں اگر ستارے نہ ہوں تو جو لوگ راستہ پر ہیں وہ بھی راہ گمراہ کر دینگے، اسکی وجہ ظاہر ہے کہ علماء ہی کے انفاس کی برکت ہے کہ ہر وقت جو شبہات اور وساوس شیاطین الجن والانس مسلمانوں میں ڈالتے رہتے ہیں وہ دفع ہو جاتے ہیں اگر ان حضرات کی صحبت میسر نہ ہو تو اس تاریکی کے زمانے میں بہت سے گمراہ ہو جائیں گے، تائید دین میں ان حضرات کی سعی مجاہدوں کی کوشش سے کم نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے

حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ علماء نے جس سیاہی سے لکھا ہے وہ اور شہیدوں کے خون قیامت کے روز وزن کیے جائینگے اس وقت انکی سیاہی کا ہی وزن غالب ہوگا، کیوں نہ ہو، مجاہدوں نے جو ملک اپنی جانبازی سے فتح کیا تھا علماء کی جانفشانیوں سے اس میں اسلام باقی رہتا ہے۔ یہی وجہ ھیکہ طالب علم مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہوتا ہے (۳)۔

فرمایا نبی ﷺ نے کہ علم اللہ تعالی کے نزدیک نماز، روزہ حج اور جہاد سے بھی افضل ہے، اور یہ حدیث شریف میں علم اسلام کی حیات اور ستون ہے۔

فرمایا نبی ﷺ نے کہ علم عبادت سے افضل ہے اسکی وجہ دوسری حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے یعنی علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے۔

ظاہر ہے کہ جس چیز سے اسلام کی حیات اور بقا متعلق ہو اس سے عبادت کیونکر افضل ہوسکے کیونکہ کل عبادتوں کا مدار اسلام ہی پر ہے، اور اسلام کا مدار علم پر ان تمام حدیثوں سے مقصود آنحضرت ﷺ کا ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں اہل اسلام علم کی تحصیل اور اسکے باقی رکھنے کا اہتمام سب عبادتوں سے زیادہ کریں جس سے خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل ہو۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ چہارم، ص۲۔۳

(۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ چہارم، ص۴۳۔

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ چہارم، ص۵۴۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

علمی و ادبی خدمات

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

معمارِ اردو زبان وادب

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی اشرفی رضوی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن

برصغیر ہندوپاک میں اسلامی تہذیب وتمدن کا سب سے بڑا مظہر اردو زبان ہے اسی لئے کہ اس زبان کے تشکیلی عہد پر مذہبی طرز احساس کا غلبہ دکھائی دیتا ہے یہ غلبہ اس کے اسماء وصفات کے نظام سے اسکے رسم الخط تک پھیلا ہوا ہے اور تشکیلی دور کے بعض اہم ابواب کا مطالعہ بڑے تاریخی اور عمرانی پس منظر کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

اردو زبان اور خصوصاً اس کے نثری اسلوب کی تشکیل میں علوم دینیہ کے حلقے سرگرم عمل رہے ہیں۔ ترویج اردو ادب میں تشکیل اسالیب کا یہ عہد غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اردو نثر ونظم کے ارتقاء میں علماء وصوفیا نے جو کارنامے انجام دئے ہیں اس کے تذکرہ کے بغیر تاریخ اردو ادھوری ہوگی۔ کیوں کہ اردو کی نشوونما میں صوفیاء وعلماء کی کوششوں کا بڑا دخل رہا ہے اور جب کہ عربی وفارسی علمی وسرکاری ودرباری زبانیں تھیں اسوقت صوفیاء نے برصغیر کی عام فہم زبان ہندی کو اپنایا اس کے ذریعہ عوام سے رابطہ رکھا میٹھے بولوں سے ان کے دلوں کو لبھایا روح کو تڑپایا اور یہی زبان بعد کو اردو کہلائی۔ عہد سلاطین دہلی میں اردو کی نشونما میں امیر خسرؔو کا خاصا ہاتھ رہا پھر اسی دور میں علاؤالدین خلجی اور محمد تغلق کے توسط سے مسلمانوں کے قدم سرزمین دکن میں پہنچے محمد تغلق نے انتظامی ضرورت کے تحت دولت آباد کو دوسرا دارالحکومت بنایا اور اسی طرح دکن میں ایک نئی دلی آباد ہوگئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دکنی اردو کی داغ بیل پڑی جب دکن میں بہمنی اور قطب شاہی وغیرہ خاندانوں کی خود مختار حکومتیں قائم ہوئیں تو دکنی اردو کو باشاہوں کی سرپرستی حاصل ہوگئی اور یہ بڑی حدتک درباری زبان بن گئی صوفیا وعلماء نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ اس زبان کو مالا مال کیا۔

جناب محمد اسحاق بھٹی تحریر کرتے ہیں کہ

''علماء کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اس وقت اس زبان میں تصنیف وتالیف کی طرح ڈالی جب کہ نہ اس کے قواعد وضوابط مرتب ہوئے تھے اور نہ اس کی گرائمر عالم وجود میں آئی تھی اس زمانہ میں اس میں کتابیں لکھنا، اس کو مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنانا اور عربی وفارسی کی ترقی یافتہ زبانوں میں مرقوم مسائل کو اس نوزائیدہ زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل تھا لیکن علماء دین کی ہمت اور فکری استعداد ملاحظہ ہو کہ وہ اردو کی ترویج واشاعت کے لئے اس طرح کوشاں ہوئے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اسے کئی محاورات نئے اسالیب اور الفاظ کے نئے ذخیرے سے مالا مال کردیا'' (۱)۔

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کا عہد وعصر ۱۸۵۷ء کے بعد کا ہے۔ جبکہ مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہو چکا تھا اور مسلم تہذیب میں پہلی سی آن بان باقی نہیں تھی اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے دور استبداد کے ذریعہ تاریخ میں ایک سیاہ باب کا اضافہ کیا تھا۔ یہ

تمام اسباب و علل اردو زبان وادب کی ترقی و ترویج میں حائل ہو گئے تھے۔ ان ناگفتہ حالات کے باوجود محمد حسین آزاد، سرسید، شبلی نعمانی اور الطاف حسین حالؔی جیسے معماران ادب اپنی تصنیفات و رشحات علمی سے اردو زبان وادب کے ناتواں سفینہ کو آگے بڑھا رہے تھے۔ ظاہر ہے اس دور میں مسلم معاشرت تہذیب و ثقافت اور اردو زبان وادب برطانوی حکومت کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی سے محروم تھی مگر دکن میں جہاں مملکت آصفیہ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ ششم کی حیثیت سے زمام اقتدار سنبھالے ہوئے تھے۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دیکر اردو کی محفل کو بزم چراغاں بنادیا اس کے بعد آصف سابع کی مسیحا نفسی نے اردو ذریعہ تعلیم کی اولین درس گاہ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے ذریعہ اس میں برقی لہر دوڑا دی، ہندوستان میں کہیں اور کسی وقت بھی اردو زبان کی سرپرستی اور ایسی مستحکم بنیادوں پر تعمیر اس اعلی پیمانہ پر نہیں کی گئی (۲)۔

''اس کا اہم سبب حضرت سلطان العلوم کا ذاتی علمی وادبی ذوق تھا۔ تخت نشینی سے پہلے ہی آپ کی تعلیم تکمیل کو پہنچ چکی تھی، اور علم وادب کا صحیح مذاق پیدا ہو چکا تھا۔ آپ کے استاذ مولوی انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ مرحوم نہ صرف ایک زبردست عالم تھے بلکہ اعلی درجہ کے انشاء پرداز بھی انہوں نے متعدد موضوعوں پر اردو کتابیں لکھی ہیں جن میں اکثر نہایت اہم ہیں اور اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ غرض ایک ایسے سرچشمہ فضل وکمال کا اثر تھا کہ حضرت سلطان العلوم ابتداء ہی سے سنجیدہ علمی مذاق سے بہرہ ور ہو گئے'' (۳)۔

ہندوستانی ادب کے معمار ممتاز مورخ و محقق نقاد وادیب اور کئی کتابوں کے مصنف ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ (جن کی والدہ بشیر النساء بیگم، حضرت شیخ الاسلام کی رشتہ دار تھیں) حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت علمیت وادبیت کے متعلق اپنی کتاب ''داستان ادب حیدرآباد'' میں رقمطراز ہیں:

''یہ قندھار کے قاضی تھے اور علوم اسلام کے ماہر.................. پچاس سے زیادہ کتابیں مختلف موضوعوں پر لکھیں اور چھپائیں، اردو اور فارسی کے شاعر بھی تھے انورؔ تخلص کرتے تھے.................. ان کے کلام کا ایک مجموعہ ''شمیم الانوار'' چھپ چکا ہے اور دوسرے مجموعہ کا قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں محفوظ ہے۔ ان کی تصنیفات میں انوار احمدی، مقاصد الاسلام (کئی جلدیں) مفاتیح الاعلام وغیرہ بہت مشہور ہیں'' (۴)۔

آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں کے عہد (۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ) میں حضرت داغؔ دہلوی، فصاحت جنگ جلیلؔ مانک پوری، حضرت امیرؔ مینائی، مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ، نواب خانخاناں آصفی، نواب آصف یاور الملک اور شمال ہند کے شعراء میں حبیبؔ کنتوری، حیدر طباطبائی نظمؔ، کاظم حسین شیفتہؔ، ظہیر الدین ظہیرؔ دہلوی مشہور شعراء گزرے ہیں۔ نظم کے ساتھ ساتھ نثری ترقی میں جن انشاء پردازوں نے نمایاں خدمات انجام دیں ان میں عبدالحلیم شررؔ، پنڈت رتن ناتھ سرشارؔ، نواب محسن الملک، مولوی چراغ علی، مولانا نذیرؔ احمد کے علاوہ حیدرآباد کے چند بلند پایہ انشاء پرداز جنہوں نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے ان میں نواب عزیز جنگ ولاؔ، انوار اللہ خاں انورؔ (حضرت شیخ الاسلام) عبدالجبار خاں آصفی اور مانک راؤ وٹھل راؤ وغیرہ خاص طور پر مشہور ہوئے (۵)۔

مرزا احمد علی بیگ چغتائی تحریر کرتے ہیں کہ ''مولانا محمد انوار اللہ خان بہادر صاحب المخاطب بہ فضیلت جنگ بہادر کی تمام زندگی علم وادب

اور مذہب کی خدمت و تبلیغ میں گزری چونکہ مولانا کا خاندانی تعلق ناندیڑ سے ہے اس لئے آپ کی ذات پر اہلیان ناندیڑ جس قدر فخر کریں کم ہے۔

مولانا کی زندگی اور خدمات و معلومات مذہبی وغیرہ ان معترضین کے لئے دندان شکن جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ناندیڑ بنجر و سنگلاخ زمین ہے اور اس سرزمین میں علم و ادب کا کوئی پودا پروان نہیں چڑھ سکتا (۶)۔

اردو ذریعہ تعلیم کی اولین درس گاہ جامعہ عثمانیہ کے نامور ادیب و شاعر و استاذ ڈاکٹر سید عقیل ہاشمی، (سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ) حضرت شیخ الاسلام کو اپنا خراج فکر و نظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''حضرت شیخ الاسلام نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے دینی و ملی خدمات بے مثال اور قابل تقلید ہیں آپ کی شخصیت کا وہ شاندار پہلو جس میں آپ میدان تصنیف و تالیف کے شہسوار دکھائی دیتے ہیں اس کی تفصیل و تشریح کے لئے یقیناً اہل دل اور اہل نظر ہونا ضروری ہے'' (۷)۔

حضرت پروفیسر محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) جنہوں نے تصوف تاریخ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم کی فرمائش پر ''علم المعیشت'' تصنیف فرمائی جس کے متعلق ڈاکٹر اقبالؔ جو خود بھی عالم معاشیات تھے فرماتے ہیں

''آپ کی علم المعیشت اردو زبانی پر ایک احسان عظیم ہے''۔

حضرت شیخ الاسلام سے نہایت قریبی راہ و رسم رکھتے تھے آپ کی ادبی خدمات کا برملا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''تبحر علمی کا یہ عالم کہ تقریباً سو تصانیف چھوڑیں، میں نے ایک جرمن عالم کو ان کی چند کتابیں بھیجیں تو اس نے تین یونیورسٹیوں کو دیں اور مجھے لکھا کہ ہندوستان میں صحیح معنی میں مجھے یہی عالم معلوم ہوتے ہیں۔ میں ان سے ملنے حیدرآباد آنا چاہتا ہوں لیکن وہ جنگ عظیم میں گرفتار ہو گیا (۸)۔

اردو زبان و ادب کے عظیم مجاہد، مورخ و نقاد نصیر الدین ہاشمی حضرت شیخ الاسلام کی ادبی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مدرسہ نظامیہ آپ کی زندہ یادگار ہے، علوم اسلامیہ میں آپ سند تھے، سیر کلام، فلسفہ اور مناظرہ وغیرہ میں آپ نے معرکتہ الاراء کتابیں لکھی ہیں (۹)۔

حضرت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری ابن سید الصوفیہ حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری علیہ الرحمہ (تلمیذ خاص حضرت شیخ الاسلامؒ) حضرت شیخ الاسلام کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''شیخ الاسلام کی گراں بہا تصنیفات نے بھی تجدید و احیائے دین کے مقصد میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ نے کئی علوم و فنون پر اپنے قلمی شاہکار چھوڑے ہیں، آپ نے جس کسی علمی و فنی عنوان پر قلم اٹھایا تو ایسے گوہر آبدار بکھیر دئے کہ صاحبان ذوق اور ماہرین فن کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ تفسیر و حدیث یا فقہ ہو کہ ان کے اصول، عقائد ہو کہ کلام ادب ہو کہ تاریخ، منطق ہو کہ فلسفہ غرض معقول ہو کہ منقول ہر علم فن پر آپ کی کتب اور حواشی ایسے در شہوار بن کر آج بھی جگمگا رہے ہیں کہ جن کو اہل علم و دانش اپنی آنکھوں اور کلیجے سے لگاتے ہیں (۱۰)۔

صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ ممتاز مفکر و اسلامی اسکالر پروفیسر محمد سلطان محی الدین (سابق صدر ڈپارٹمنٹ آف عربک عثمانیہ یونیوسٹی) نے حضرت شیخ الاسلام کی ادبی خدمات کو اس طرح سراہا ہے۔

'' آپ کے اہم کارناموں میں ایک اہم کارنامہ آپ کی تالیفات و تصنیفات ہیں جو علم و معرفت کا خزانہ ہیں، آپ ایک صاحب

طرز انشاء پرداز ہیں، اسلوب تحریر نہایت سلیس و بلیغ اور آسان ہے، اس میں کسی قسم کا اغلاق نہیں ہر تعلیم یافتہ اس کو بآسانی پڑھتا اور سمجھ لیتا ہے۔ انوار احمدی، کتاب العقل ،حقیقۃ الفقہ ،مقاصد الاسلام اور افادۃ الافہام آپ کی بڑے معرکہ کی تصانیف ہیں جو مطالعہ اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں''(۱۱)۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) محمد اسحاق بھٹی، مقدمہ اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، مؤلفہ: ڈاکٹر ایوب قادری

(۲) ڈاکٹر ایم اے حمید اکبر، مولانا محمد انوار اللہ فاروقی شخصیت علمی ادبی خدمات،

(۳) میر احمد الدین علی خاں، عہد عثمانی میں اردو خدمات، ص: ۱۴۰، ۱۴۱

(۴) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، داستان ادب حیدر آباد، ص: ۱۷۲۔

(۵) میر احمد الدین علی خان، عہد عثمانی میں اردو خدمات، ص: ۱۶

(۶) بحوالہ اکبر الدین صدیقی، تاریخ ناندیڑ دکن، سب رس کتاب گھر، ایوان اردو، مطبوعہ ۱۹۶۱ء

(۷) مقالات کل ہند سمینار، شیخ الاسلام، شخصیت، خدمات آثار علمی، اردو گھر حیدر آباد، نومبر ۱۹۹۳ء

(۸) پروفیسر الیاس برنیؒ (علیگ) قول طیب، ص: ۶۰۶، مطبوعہ: ۱۹۶۲ء

(۹) نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص: ۶۴۷، ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۵ء

(۱۰) مقالات کل ہند سمینار، شیخ الاسلام شخصیت، خدمات، آثار علمی، منعقدہ اردو گھر حیدر آباد، نومبر ۱۹۹۳ء

(۱۱) اسلامی افکار مدیر محمد فصیح الدین نظامی ''شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نمبر مطبوعہ ۱۹۹۴ء

☆☆☆

تاثرات مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

''ممتاز ماہر تعلیم اور ہمدرد یونیورسٹی کے ریڈر مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ہندوستان کے اہم جامعات و مدارس بشمول جامعہ نظامیہ کی عظمت وشہرت علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

صوبہ اتر پردیش کی طرح ہر صوبے میں کم وبیش دینی وتعلیمی مراکز ہیں جہاں سے اشاعت دین حق کا عمل شب وروز جاری ہے۔ تفصیلات میں نہ جا کر کچھ اہم مدارس کے اسماء ذیل میں دیئے جارہے ہیں جن کے کارناموں سے پورا ہندوستان متعارف ہے۔

راجستھان میں جامعۃ الہدایہ، جئے پور اور دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور، مدھیہ پردیش میں تاج المساجد بھوپال، دارالعلوم نوری اندور، مہاراشٹر میں جامعہ محمدیہ مالیگاؤں، دارالعلوم محبوب سبحانی، دارالعلوم محمدیہ ممبئی، مدرسہ اشاعت العلوم اکل کوادھولیہ، آندھراپردیش میں جامعہ نظامیہ، جامعہ اسلامیہ حیدرآباد، کیرالا میں مرکز الثقافۃ السنیۃ، کالی کٹ، جامعہ سعدیہ کاسرکوٹ، گجرات میں دارالعلوم انوار مصطفےٰ رضا جام نگر، دارالعلوم غوث اعظم پور بندر، بنگال میں مدرسہ عالیہ اور مدرسہ ضیاء الاسلام ہوڑہ، اڑیسہ میں مدرسہ قدوسیہ بھدرک، ٹاملناڈو میں دارالعلوم عمرآباد، بہار میں فیض العلوم جمشید پور، دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام، مدرسہ اسلامیہ محی العلوم شکل ٹولی سیوان، مدرسہ قاسمیہ اسلامیہ کچہری روڈ گیا اور دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، خصوصی شہرت اور اہمیت کے حامل ادارے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے دیگر صوبوں میں بھی دینی علوم وفنون کی اشاعت کے مراکز اور درسگاہیں ہیں جن کے بارے میں صحیح معلومات مدارس کی تفصیلات سے متعلق شائع ہونے والی کتابوں سے حاصل کی جاسکتی ہے''۔

(دینی مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے، ص ۵۹۔۶۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تحریرات روح ودل کیلئے ابر گہر بار

از: حضرت مولانا مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیم، دارالافتاء جامعہ نظامیہ، ونائب ناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالی کے محبوب ترین ومقرب ترین بندے اور نبی آخر الزماں خاتم النبیین امام الانبیاء والمرسلین ونبی الانبیاء ہیں بفحوائے حدیث پاک کنت نبیا وادم بین الماء والطین کی شان رکھتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ پر کلام الہی نازل فرمایا اور دین اسلام کے نور کی تکمیل فرمائی، اسلام کی روشنی بحر وبر، دشت وجبل میں پھیل گئی، ساری دنیا اسلام کے نور سے روشن ومنور ہوگئی، اس طرح اسلام کا آخری پیغام دنیا کے تمام خطوں میں پہنچ گیا، یوں تو دنیا کے آغاز کے ساتھ ہی دنیا میں کئی انقلابات برپا ہوئے، کہیں سماجی انقلاب آیا تو کہیں روحانی، کہیں مذہبی واخلاقی انقلاب آیا تو کہیں سیاسی، کہیں تہذیب وتمدن بدلے تو کہیں مادی عروج وترقی پھیلا لیکن نبی آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے جو دنیا میں انقلاب آیا وہ ایسا عظیم انقلاب تھا کہ جس سے زندگی کے سارے گوشوں میں تبدیلی آئی اور زندگی کی تمام جہتیں اس عظیم انقلاب کے زیر سایہ آگئیں اور ایک مکمل نظام حیات کے طور پر یہ بالکل اول وآخر انقلاب تھا، خود پرستی وبت پرستی کے ماحول میں خدا پرستی کا نظام قائم ہوگیا اور دنیا سے کفر وشرک کی ظلمتیں چھٹیں اور نور توحید نے اپنا اجالا پھیلایا، ظاہر ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اور طاغوتی طاقتیں اس انقلاب سے خوش نہیں ہوسکیں اور نورِ توحید سے اپنے سینوں کو منور کرنے کے بجائے انہوں نے اسلام کے نور کو بجھانے اور اس عظیم انقلاب کو مٹانے کی پیہم جدوجہد میں مصروف ہوگئیں، اسلام، پیغمبرِ اسلام اور اہلِ اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، تن من دھن کی بازی لگا کر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، ان نامسعود کوششوں کے ذریعہ اسلام دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت ہونے نہیں دیا، اہلِ اسلام کی راہوں میں کانٹے بچھائے، رکاوٹیں کھڑی کیں، الحاصل اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف نت نئی سازشوں کے جال پھیلائے اور اہل اسلام کو اس جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے رہے اور یہ ان کی مخالف اسلام کوششیں صدر اسلام سے لگاتار جاری وساری ہیں، آئے دن اسلام، پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کو رسوا کرنے اور ضرر ونقصان پہونچانے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے جارہے ہیں، دنیا کے سارے باطل مذاہب، سارے باطل پرست اقوام وملل اپنے اپنے اعتقادات واعمال، تہذیب وتمدن، علاقہ وزبان مختلف اور ایک دوسرے کے قریب ترین دشمن ہونے کے باوجود اسلام اور پیغمبر اسلام ہادیٔ عالم ﷺ کی مخالفت میں سب کے سب متحد اور ایک آواز ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

لیکن ان کی ان تمام تر مخالفانہ جدوجہد کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کے چراغ کو ایسا روشن ومنور کر دیا کہ پوری کائنات نور توحید سے روشن ومنور ہوگئی، اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نے براہ راست ہر ایک فطرت سلیمہ رکھنے والے کے دل پر دستک دی، کیا امیر کیا غریب، کیا بادشاہ کیا فقیر، کیا کالے کیا گورے، کیا چھوٹے کیا بڑے، کسی خاندان وقبیلہ رنگ ونسل، علاقہ وزبان کی تخصیص کے بغیر اسلام نے ہر ایک کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دی، اس صورت حال میں دشمنان اسلام نے اپنے آپسی اختلاف کے باوجود سر جوڑ کر اسلام کے خلاف کی جانے والی اپنی کوششوں کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیا، اپنی ناکامی کے اسباب وعلل پر ان کے اپنے خیال کے مطابق دانشمندوں سے مشورہ ہوئے اور اس بات پر بڑی شدت کے ساتھ غور وخوض ہوا کہ ہم سب کی متحدہ ومشترکہ مخالف اسلام کوششوں کے باوجود آخر اسلام کی ترقی کا راز کیا ہے؟ اسلام کے اندر آخر وہ کونسی خوبی ہے جو انسانی دلوں کو مسخر کر رہی ہے؟ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی سیرت (طیبہ) میں آخر وہ کونسی کشش ہے جو انسانی دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور انسانی قلوب میں انقلاب برپا کر رہی ہے؟ بڑے غور اور تدبر کے بعد بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ اس کی بنیاد واساس نبی آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذات اقدس ہے، اسی ہستی نے اسلام کے آفاقی پیغام اور اس کی ابدی حقیقتوں کو اپنی پاکیزہ عملی زندگی اور پیغام رشد وہدایت کے ذریعہ عام فرمایا ہے، ان کی مجاہدانہ دردمندانہ ومخلصانہ کوششوں کی کوئی اور مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی، زمین پر اللہ سبحانہ کے بنائے ہوئے بلند وبالا اور مضبوط پہاڑ جو استقامت اپنے اندر رکھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اسلام کے پیغام رحمت کو سارے عالم میں عام کرنے کیلئے آپ ﷺ نے استقامت دکھائی اور اپنے اعلیٰ اخلاق ومحاسن سے اپنے تو اپنے غیروں کے بھی دل جیتے، اس راز سربستہ کے منکشف ہونے کے بعد دشمنان اسلام نے یہ محسوس کیا کہ ان کے ماننے والے آپ ﷺ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ پر کوئی انگلی اٹھاتا ہے تو وہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے یہ طئے کرلیا کہ ترجیحی طور پر ہماری کوششیں پیغمبر اسلام کی عظمت ومحبت کو انسانی دلوں سے نکالنے میں صرف ہوں، اس کے بغیر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے، اس حقیقت کو پاجانے کے بعد ان کی ساری جدوجہد اس بات پر مرکوز ہوگئی کہ کسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف موقع بموقع زہر افشانی کی جائے، اوران کی زندگی کے پاکیزہ گوشوں کو غبار آلود بتایا جائے اور ہر ایسی بات کو ان سے منسوب کیا جائے جو ان کے مقام ومرتبہ کو متاثر کرتی ہو اور انسانی سینوں سے ان کی محبت وعظمت اور عقیدت کم کرسکتی ہو، چنانچہ انہوں نے ایسے ایسے اتہامات وافتراءات باندھے کہ جس کا کوئی تصور سخت سے سخت ترین دشمن بھی نہیں کرسکتا لیکن دشمنان اسلام نے اس ناروا طریقہ کو اختیار کیا اور اختیار کررہے ہیں، چنانچہ صدر اسلام سے لیکر ڈنمارک میں بنائے گئے کارٹونس تک کی جانے والی تمام تر کوششیں اسی سلسلہ کی کڑی ہیں، لیکن خالق کائنات جو قادر مطلق ہے اس نے اپنے کلامِ بلاغت نظام میں اعلان فرمادیا کہ دشمنانِ اسلام کسی طرح اسلام کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادینا چاہتے ہیں لیکن ان کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہوتا ہو یقیناً شانِ خداوندی اس نور کی محافظ اور کمال تک پہونچانے کی ضامن ہے۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

چوں کہ دینِ اسلام آخری دین ہے اور پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، اس لئے اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت

جاری وساری رہنے والی اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین ہی باقی رہنے والا ہے، علماء چوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث بنائے گئے ہیں اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر دور میں آپ ﷺ کے افراد امت ہی میں سے ایسے صاحبِ فضل وکمال، حاملِ احادیث وقرآن، پیکرِ علم وعرفان بندگان کو منتخب فرماتے ہیں جو پیغمبرِ اسلام نبی آخرالزماں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں کو انسانی سینوں میں باقی ومحفوظ رکھنے کی مساعی میں مصروف عمل رہتے ہیں، اور اس عظیم مقصد کیلئے اپنی زندگیاں وقف کردیتے ہیں، اس مقصد عظیم کیلئے اپنی مبارک زندگی کے لمحات کو لگانے والے خوش قسمت افراد امت میں حضرت شیخ الاسلام ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست آتا ہے، آپ رحمہ اللہ نے نبی آخرالزماں سرورانس وجاں سیدنا محمد رسول ﷺ کے فضائل وکمالات، آپ ﷺ کی عظمت وتقدیس، آپ ﷺ کے احترام وتعظیم سے متعلق کتاب وسنت وآثار صحابہ سے مزین ومدلل تحریرات منصۂ شہود پر لائیں جس کی سطر سطر سے آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ وخصائل فریدہ، آپ ﷺ کی عظمت وتقدیس، آپ ﷺ کی الفت ومحبت کے انوار جھلکتے ہیں، آپ ﷺ کی ذات پاک سے محبت اور آپ ﷺ کی عظمت وتکریم، اور آپ ﷺ کی توقیر ایمان کی نورانیت کیلئے ضروری ہونے کے بیان پر ہی آپ رحمہ اللہ نے اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس سے منسوب ہر ہر شئی کے احترام وتقدیس کی طرف امت مسلمہ کو دعوت دی، اور ان کے جزءِ ایمان ہونے کو دلائل وبراہین سے ثابت کیا، اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ایمانی وروحانی تعلق کے ایسے ایسے گوشے کھولے کہ جس سے انسانی سینے آپ ﷺ کی محبت سے معمور ہوجاتے ہیں اور آپ ﷺ کے عظمتوں کے چراغ دلوں کو روشن ومنور کردیتے ہیں، آپ کی تحریرات کی خوبی یہ ہے کہ وہ پڑھنے والے کے دل میں آپ ﷺ سے ایسی محبت وعقیدت اور ایسی نسبت وتعلق قائم کردیتی ہیں کہ جس سے اسلاف کی مبارک زندگیوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، محبت حقیقی کی وہ چنگاری جو بے علمی وبے عملی کی راکھ کے نیچے دبی رہنے سے بجھنے کے قریب ہوچکی ہوتی ہے، پھر سے وہ تیز تر ہوکر دلوں کو حب رسول ﷺ سے روشن کردیتی ہیں، آپ ﷺ کی امت پر بے پناہ رحمت وشفقت، نصح وخیر خواہی، امت کیلئے آپ ﷺ کا دردوغم سے بے چین رہنا، آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ سے انسانی دلوں کو فتح کرلینے کے وہ تذکرے آپ کی تحریرات میں ملتے ہیں جو دلوں میں محبت کا سوز وگداز پیدا کردیتے ہیں، اس طرح محبت کے مخفی سوتے پھر سے ابلنے لگتے ہیں، عظمت واحترام، محبت وتعلق، اتباع وپیروی کی طرف خود بخود قدم اٹھنے لگتے ہیں، الختصر آپ کی تحریرات اپنے اندر ایک انقلاب آفرین پیغام رکھتی ہیں۔

التحیات میں سلام عرض کرنے کا راز

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی ایک تحریر کا اقتباس بطور مثال یہاں نقل کیا جارہا ہے کہ نماز کے قعدہ میں التحیات پڑھتے ہوئے **السلام علیک ایھا النبی** کے مبارک کلمات جب ایک مصلی کی زبان پر ہوتے ہیں تو اس موقع پر حضرت نبی پاک ﷺ کے مقام ومرتبہ اور آپ ﷺ کی عظمت کا کیسا پر تو ایک مصلی کے دل پر ہونا چاہئے، اس کو بہت ہی بلیغ الفاظ میں سمویا ہے۔

''کوئی فقیہ یا محدث نہیں جو التحیات فرض یا نفل نماز میں پڑھنے کو ضروری نہ سمجھتا ہو دیکھئے اس میں جملہ ندائیہ یعنی ایھا النبی موجود ہے یہ ندا اس غرض سے ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ مشاہدۂ جمال الٰہی

میں مستغرق رہتے ہیں، اس موقع میں کس کی مجال تھی کہ اپنی طرف توجہ دلا سکے، مگر کمالِ بندہ نوازی سے یہ اجازت ہوگئی کہ جب چاہو ہمیں پکارلو تو ہم متوجہ ہوجائیں گے، خصوصاً اس وقت کہ بارگاہِ الوہیت میں تمہیں حضوری نصیب ہو متوجہ کر کے ضرور سلام عرض کیا کرو یہ ہے سر (راز) التحیات میں سلام عرض کرنے کا''۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ

''التحیات میں جوندا کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر سلام عرض کیا جاتا ہے اس سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ گویا ہم یہ عرض کررہے ہیں کہ حسب الارشاد ہم بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوگئے ہیں مگر نہ ہم میں صلاحیت حضوری ہے نہ ہماری عبادت شایان بارگاہ کبریائی ہے، آپ ﷺ کی مدد درکار ہے کہ یہ عبادت اور عرض ومعروض درجہ اجابت تک پہونچ جائے''(۱)۔

آداب توحید وتعظیم رسول ﷺ

آیت پاک انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتومنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبّحوہ بکرۃ وأصیلا انّ الّذین یبایعونک انّما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق أیدیھم کے ضمن میں جو بحث حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ نے فرمائی ہے وہ بڑی منفرد ہے اور بڑی ہی دقیقہ سنجی سے تفسیری وضاحت کی ہے، جس میں آداب توحید اور عبد ورب کے درمیان فرق کو بڑی احتیاط کے ساتھ پیش فرمایا ہے، اور آیت پاک کہ ہر ہر حصہ سے آپ ﷺ کی عظمت وتوقیر ثابت کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''اس آیت شریفہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔ یعنی اپنی امت پر اور جمیع انبیاء کے کاموں پر گواہی دینے والے۔ اور فرمایا کہ آپ اہل ایمان کو خوش خبری دینے والے اور بے ایمانوں کو ڈرانے والے ہیں، یہاں تک تو حضرت کی طرف خطاب تھا اس کے بعد مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے ان کو اس واسطے بھیجا ہے کہ تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ، اور ان کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام ان کی پاکی بیان کرتے رہو، اے رسول اللہ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے صرف اللہ سے بیعت کرتے ہیں، آپ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، انتہی۔ لیجئے یہاں تو کچھ اور ہی معاملہ ہو رہا ہے کہ غیرت اٹھا دی جارہی ہے اور من تو شدم تو من شدی کا مضمون ارشاد ہو رہا ہے، جہاں اس قسم کی خصوصیت بیان کی اسی موقع میں مسلمانوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کی تعظیم وتوقیر کرو، اب اگر کہا جائے کہ یہ تعظیم آنحضرت ﷺ کی ہے تو بھی صحیح ہے، اور اگر کہا جائے کہ خاص حق تعالی کی وہ تعظیم وتوقیر ہے تو بھی صحیح ہے، جس طرح بیعت میں کہا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی آنحضرت ﷺ کی توہین اور کسر شان کرے تو وہ بھی خدا کی توہین ہوگی، چنانچہ یہی بات صاف طور پر حدیث شریف میں وارد ہے۔ من سبنی فقد سب اللہ. یعنی جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی۔ گالی وہی نہیں ہوتی جو عرف میں مشہور ہے، بلکہ مقصود گالی سے فقط کسر شان مقصود ہوتا ہے، اس وجہ سے جس بات میں آنحضرت ﷺ کی کسر شان بیان کی جائے وہی گالی ہوگی۔ درمنثور میں تعزروہ وتوقروہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت شریفہ کا مطلب یہ بیان کیا کہ امر اللہ بتسویدہ وتفخیمہ وتشریفہ وتعظیمہ یعنی خدائے تعالی نے حکم فرمایا کہ حضرت کی سیادت تسلیم کرو اور ان کی تعظیم کرو اور ہر قسم کا شرف آپ کیلئے مسلم رکھو اور نہایت بزرگ سمجھو''(۲)۔

تنزیہ الوہیت وتنزیہ رسالت

''آیۂ موصوفہ میں تعزروہ وتوقروہ کے ساتھ تسبحوہ بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تسبیح وتنزیہ خاص خدائے تعالی سے متعلق

ہے، اسی وجہ سے مفسرین لکھتے ہیں کہ توقروہ پر وقف کرنا ضروری ہے۔ تا کہ تسبحوہ سے دوسرا مضمون شروع ہو جائے کہ خدائے تعالی کی تنزیہ بیان کرو۔ اگر وقف نہ کیا جائے تو یہ اشتباہ ہوگا کہ جس طرح حضرت ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا حکم ہے تنزیہ کا بھی حکم ہے۔ حالانکہ تنزیہ خاص خدائے تعالی کیلئے سزاوار ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدائے تعالی نے توقروہ کے ساتھ تسبحوہ فرمایا اور اس میں وقف کرنے کا نہ صراحۃً حکم ہے نہ اشارۃً تو نزول آیت کے وقت یہی سمجھا گیا ہوگا کہ جس کی تعظیم وتوقیر کا حکم ہے اسی کی تسبیح کا یہی حکم ہے ورنہ انتشار ضمائر لازم آئیگا، جو کلام بلیغ کے شایاں نہیں، اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ تعزروہ کی ضمیر بھی اللہ تعالی ہی کے طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہوگا۔ خدائے تعالی کی تعظیم وتوقیر اور تسبیح کرو تو بظاہر معنی تو درست ہو جاتے ہیں مگر لسان عرب کا جو قاعدہ ٹھیرا ہوا ہے کہ ضمیر قریب کی طرف راجع ہوتی ہے یہ اس کے مخالف ہوگا۔ کیونکہ آیت شریفہ میں لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ میں رسولہ ضمیر کے نزدیک ہے۔ اور قطع نظر اس کے سیاق آیت شریفہ حضرت ﷺ کے فضائل کیلئے ہے کہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر اس کے بعد یہ کہا جائے تا کہ تم لوگ اللہ تعالی کی تعظیم وتوقیر کرو تو کس قدر سیاق کے خلاف ہوگا یہ سب تکلف اس وجہ سے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ تسبیح کے معنی حضرت ﷺ کی نسبت صادق نہیں آتے اور اگر تسبیح کے معنی بحسب مناسبت مقام لئے جائیں تو پھر کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا، کیونکہ حق تعالی کی تنزیہ الوہیت سے متعلق ہے یعنی اس میں کوئی ایسا امر نہیں جو شان الوہیت کے منافی ہو اور رسول اللہ ﷺ کی تنزیہ رسالت سے متعلق ہوگی۔ یعنی حضرت میں کوئی بات ایسی نہیں جو شان رسالت کے منافی ہو، چنانچہ اس قسم کی تنزیہ نبی کریم ﷺ کی خود حق تعالی نے فرمائی ہے۔ کما قال اللہ تعالی وماھو علی الغیب بضنین ☆ ولو کنت فضا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ☆ عزیز علیہ ما عنتم ☆ ما کان محمد ابا احد من رجالکم . وغیر ذلک . یعنی حضرت ﷺ غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے۔ سخت گو اور سخت دل نہیں ہیں وہ تمہارے رنج میں پڑنے کو گوارا نہیں کرتے۔ کسی صحابی کے باپ نہیں بلکہ رسول ہیں۔ پھر جس لحاظ سے کہ حضرت ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا تو اسی لحاظ سے حضرت ﷺ کی تسبیح حق تعالی کی تسبیح ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ بہر حال تسبحوہ کی بھی ضمیر رسولہ کی طرف پھر سکتی ہے" (۳)۔

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ نے اپنی نگارشات کے ذریعہ پیغام محبت کو عام کیا ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالی کی محبت اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اور کتاب وسنت کی پیروی میں ساری امت مسلمہ سے محبت کا درس دیا ہے، سب مانتے ہیں کہ بنیادی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے اور جو محبتیں ان کی تابع ہیں وہ بھی یقیناً محمود ہیں۔ فطری طور پر ماں باپ کو اولاد سے، اولاد کو ماں باپ سے محبت ہوتی ہے، بہنوں بھائیوں میں الفت ومحبت کا ہونا، میاں بیوی کے درمیان رأفت ورحمت، سامان تسکین وراحت کا پایا جانا، سب فطری تقاضے ہیں، دنیا جہاں کی محبتیں نسبتیں اپنی طرف دعوت دیتی ہیں لیکن ایک انسان کی زندگی فقط انہی رشتوں میں بندھے رہنے کیلئے نہیں ہے بلکہ انسان کی زندگی کا مقصد اور اس کی غایت پرواز بہت ہی ارفع واعلی ہے اور وہ اپنے خالق ومالک کی محبت اور اس کے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اور ان کے لائے ہوئے پاکیزہ دین کی محبت، یہی دراصل محبت حقیقی کا منبع ہیں، اور یہی بلند وبالا مقصد حیات ہے، فطری تقاضے فطری محبتیں اس وقت تک قابل احترام ہیں جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت وتعلق میں اور دین اسلام کے تقاضوں کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہ بنیں

اور جب کبھی یہ نوبت آجاتی ہے تو یہی وقت ایک بندۂ مومن کے امتحان کا ہوتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔یا أیھا الذین امنوا لا تتخذوا آبائکم واخوانکم أولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان. ؎[2] (القرآن الکریم، پارہ:۱۰،سورۃ التوبہ،آیت:۲۳) اے ایمان والو اپنے آباء واجداد اور بھائیوں کو دوست مت بناؤ، اگر وہ ایمان کے بالمقابل کفر کو ترجیح دیں،یعنی ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے تو پھر ان سے دلی الفت ومحبت مت رکھو۔

حالانکہ اسلام والدین بھائیوں بہنوں اور رشتہ داروں سے رشتہ وتعلق کو استوار رکھنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب وتلقین کرتا ہے،لیکن یہ نسبت وتعلق، دلی الفت ومحبت، بنیادی وحقیقی محبت کے تابع ہے،اگر وہ متاثر ہو رہی ہو تو پھر یہ رشتے نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر محبت حقیقی یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے تقاضے مجروح ہو رہے ہوں تو پھر فطری محبتوں کو قربان کر کے حقیقی محبت کو سینے سے لگالینا ہی عین ایمان ہے۔ یہی کچھ پیغام حضرت شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز نے امت مسلمہ کو دیا ہے اور اس حقیقت کو بھی واضح فرمایا ہے کہ اتباع وپیروی حقیقی محبت کے آثار وثمرات ہیں، گویا محبت دعوی ہے، اتباع وپیروی اس کی دلیل ہے اس کے بغیر محبت کا دعوی جھوٹا سمجھا جائے گا،اس طرح اسلامی احکام پر عمل کرنے اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کرنے کی طرف دعوت دیکر عمل کی طرف ابھارا ہے۔فرماتے ہیں۔

محبت دعویٰ پیروی دلیل

''غور کیجئے کہ ایسی حالت میں جب رحمۃ للعالمین ﷺ بارگاہ الہی میں پیش ہوکر اپنی امت میں سے خصوصا ان لوگوں کی شفاعت فرمادیں گے جن کو آپ کے ساتھ محبت ہے اور باجازت کبریائی ان تمام آفتوں سے نجات دلا کے جنت میں داخل فرمادیں گے تو اب بتائیے کہ وہ جان جو معرض تلف میں ہے جس کا نکل جانا بہتر سمجھا جاویگا وہ زیادہ تر محبوب ہونی چاہئے یا وہ حضرت جواس جان کو ابدالآباد کے بے انتہاء مصائب سے بچا کر ابدالآباد کے تلذذات میں پہونچانے والے ہیں مگر یاد رہے کہ جان سے زیادہ محبت اسی وقت ہوگی کہ ایمان امور مذکورہ بالا سے کامل طور پر ہو، مقصود آنحضرت ﷺ کا اس حدیث شریف سے یہ تھا کہ کمال ایمان کی شناخت بتلادیں کہ اگر جان سے زیادہ محبت ہو تو سمجھ جائیں کہ ایمان کامل ہے ورنہ اس کی تکمیل کی فکر کریں اس پر بھی اگر کوئی حضرت سے محبت نہ رکھے تو حضرت کا اس سے کوئی نقصان نہیں اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔اور دوسری وجہ ضرورت محبت کی یہ ہے کہ وہ آدمی کی فطرت میں داخل ہے کہ جس سے زیادہ محبت رکھتا ہے اس کی بات مانتا ہے اور جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کو وہ کہتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے چنانچہ بزرگوں نے لکھا ہے۔ان المحب لمن یحب یطیع اسی وجہ سے ہر شخص کو اپنے سچے دوستوں پر وثوق اور اس بات کا افتخار ہوتا ہے کہ ہم اپنے دوستوں سے جو کچھ کہیں گے کیسا ہی وہ مشکل کام ہو اس کو وہ انجام دیں گے اور وجدانی طور پر دوست کی محبت کا اندازہ کرسکتا ہے کہ اپنے احباب میں کون سچے دل قابل وثوق دوست ہیں اور کون ریائی اور غرضی۔غرض کہ جس کے ساتھ کامل محبت ہوتی ہے اس کی مخالفت کسی امر میں ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ مخالفت دشمنی کا لازمہ ہے۔انتہائی درجہ کی محبت کسی سے ہو تو اس کے کہے پر جان بھی دینا آسان ہوجاتا ہے۔یہ تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ جس کو اپنی بی بی کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے تو اس کے حکم کے مقابل میں اپنے ماں باپ کے حکم کی کچھ پرواہ نہیں کرتا بلکہ ان کا دشمن ہوجاتا ہے حالانکہ ان کے حقوق اور احسانات ایسے نہیں کہ ان کا انکار کرسکے مگر اس محبوبہ کی محبت کا یہ اثر ہے کہ وہ حقوق

میں کان لم یکن ہیں ہر چند تقاضائے فطرت انسانی یہ تھا کہ والدین سے دشمنی یا مخالفت نہ ہو سکے مگر محبوبہ کی محبت نے اس کو آسان کر دیا۔اب غور کیجئے کہ مومن کو کسی کے ساتھ اگراتنی محبت ہو کہ اس کے حکم کے مقابلہ میں اپنے نبی ﷺ کے حکم کو نہ مانے تو کیونکر کہا جائے کہ اس کا ایمان کامل ہے اسی طرح اگر نفس کوئی حکم کرے اور نبی ﷺ کا حکم اس کے خلاف میں ہو تو مؤمن کا فرض منصبی کیا ہونا چاہئے آیا نفس کا حکم مانے یا نبی ﷺ کا۔ یہ تو کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ کا حکم نہ مانئے گا مگر جب اپنے نفس کی محبت نبی ﷺ کی محبت سے زیادہ ہوگی تو اکثر نفس ہی کی بات چل جائیگی جس سے نبی ﷺ کی مخالفت اکثر ہوا کرے گی اس لئے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر مومن کو ضرور ہے کہ اپنے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے بلکہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت میرے ساتھ رکھے تا کہ حضرت کے حکم کے مقابلہ میں کسی کا حکم نہ چلے۔ کیونکہ یہ لوگ جس کام کا حکم کریں گے اس میں ان کو اپنا نفع ذاتی پیش نظر ہوگا اس طرح نفس بھی انہیں کاموں کی خواہش کرے گا جن میں صرف دنیوی تلذذات ہوں بخلاف آنحضرت ﷺ کے کہ آپ کو امر و نہی سے کوئی اپنا ذاتی نفع متصور نہیں بلکہ جن کاموں کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے ان سے صرف ہماری بڑی بڑی منفعتیں دونوں جہاں کی متعلق اور وابستہ ہیں اور جن کاموں سے منع فرمایا دونوں جہاں میں وہ ہمارے مضر اور مہلک ہیں اس امر و نہی سے حضرت ﷺ کی غرض یہی ہے کہ ہمیں ان کے بجالانے سے ابدالآباد کی سعادت اور راحت نصیب ہو اور دارین میں کامیاب رہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤ منین رؤف رحیم** . یعنی آئے ہیں تم میں رسول ﷺ تم میں کے شاق اور بھاری ہے ان پر کہ تم ایذا میں پڑو تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہیں ایمان والوں پر شفقت اور مہربانی رکھتے ہیں۔انتہی۔حاصل یہ کہ جب کوئی ایسا کام پیش ہو کہ اس میں اپنے نفس یا اور کسی محبوب کی خواہش ہو اور اس کام میں نبی ﷺ کی خواہش اس کے خلاف ہو تو مومن کو چاہئے کہ نبی ﷺ کی خواہش کو پورا کرے اور ان کی خواہش پر خاک ڈالے جو خود غرضی سے اپنے دوست کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔اور یہ یعنی نبی ﷺ کی پوری اطاعت اس وقت تک ممکن نہیں کہ ان سب سے زیادہ محبت آپ ﷺ کے ساتھ ہو اور جب تک امور مذکورہ پر کامل ایمان نہ رہے اس قسم کی محبت حضرت سے ہو نہیں سکتی اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کی محبت کے ساتھ ایمان کو ایک تعلق خاص ہے غرض حضرت نے جو خواہش فرمائی کہ تمام عالم سے زیادہ محبت آپ کے ساتھ ہو اس میں بھی صرف ہماری بھلائی پیش نظر ہے اب ہمیں ضرور ہے کہ اگر اس قسم کی محبت اپنے میں پائیں تو شکر الٰہی بجالائیں ورنہ دعا کریں کہ الٰہی ہمیں آنحضرت ﷺ کی ایسی محبت عطا فرما کہ آپ کی اطاعت ہم پر آسان ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں ہم سے نہ اپنے نفس کی اطاعت ہو سکے نہ اور کسی محبوب کی اب آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حال سنئے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔**قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتّبعونی یحببکم اللّٰه** . یعنی کہہ دے اے محمد ﷺ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو جس سے تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے ،سبحان اللہ حضرت کی اطاعت کیسی باوقعت چیز ہے کہ محبوب الٰہی بنا دیتی ہے۔دیکھئے یہاں بھی وہی بات ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ جس کے ساتھ آدمی محبت رکھتا ہے اس کی اطاعت کرنا ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو دعوئے محبت رکھتے تھے گویا یہ فرمایا کہ اگر تمہیں میری محبت ہے تو ضرور ہے کہ اس کے آثار نمایاں ہوں گے یعنی ہماری اطاعت کرو گے اور ہماری اطاعت یہی ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کرو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔**ومن یطع الرّسول فقد اطاع اللّٰه**. یعنی جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔یہاں ایک اور بات معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی

مسلمانوں کو کامل محبت ہو کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ پوری اطاعت اس وقت تک نہیں ہوسکتی کہ کامل طور پر محبت نہو اور حق تعالی نے اپنی اطاعت کو آنحضرت ﷺ کی اطاعت پر منحصر فرما دیا اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالی نے ان آیات میں ان لوگوں کو جو محبت الہی کا دعوی کرتے ہیں اشارۃً یہ حکم فرمایا کہ جس طرح ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ بھی پوری محبت رکھو جس کے آثار نمایاں ہوں یعنی ان کی پوری اطاعت کرو اور اگر اطاعت نہ کی تو ہماری محبت کے دعوے میں چھوٹے سمجھے جائیں گے۔

غرض کہ آنحضرت ﷺ کی محبت دین میں ضروری سمجھی گئی ہے اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو آپ سے کمال درجہ کی محبت تھی جیسا کہ شفا میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ صحابہ کی محبت آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیسی تھی فرمایا ٹھنڈے پانی کے ساتھ جو کمال تشنگی کے وقت محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ تر تھی۔ مواہب لدنیہ میں روایت ہے کہ ایک روز ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم آپ کی محبت میرے دل میں اپنی جان و مال، اہل و اولاد سے زیادہ ہے اگر میں حاضر خدمت ہوکر دیدار سے مشرف نہ ہوں تو یقین ہے کہ مرجاؤں گا۔ یہ کہہ کر رونے لگے حضرت نے رونے کی وجہ دریافت کی عرض کیا مجھے خیال آیا جب آپ انتقال فرمائیں گے اور میں بھی مرجاؤں گا تو آپ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مقامات عالیہ میں تشریف فرما ہوں گے اور ہم اگر جنت میں گئے بھی تو نیچے کے درجہ میں رہیں گے پھر آپ کا دیدار کیوں کر نصیب ہوگا یہ سن کر حضرت خاموش ہوگئے اس وقت یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ **و من یطع اللہ والرّسول فاولئک مع الّذین انعم اللہ علیھم من النّبیین والصّدیقین والشّھداء والصّالحین وحسن اولئک رفیقا.** یعنی جو لوگ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے'' (۴)۔

کمالِ محبت کمالِ ایمان

''اہل اسلام میں وہی لوگ بڑے درجہ کے سمجھے جاتے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہوتی ہے اور کمال درجہ کے ایمان کا مدار بھی اسی پر رکھا گیا ہے جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ **لا یؤ من احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین** یعنی کوئی ایمان نہیں لاتا جب تک اس کے دل میں میری محبت اولاد اور باپ اور تمام لوگوں کی محبت سے زیادہ نہیں ہوتی اس پر قرینہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف میں کوئی شخص کیسا ہی دوست ہوا گر کچھ کہتا ہوتو ہرگز نہ مانتے اور حضرت ہی کی اطاعت کرتے اس کی وجہ یہی تھی کہ محبّ اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے جیسا کہ مشہور ہے ان **المحب لمن یحب یطیع** ۔اس حدیث سے جو معلوم ہوتا ہے کہ ایمان سے پہلے صحابہ کو آنحضرت ﷺ سے محبت ہوجاتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ جو کفار منصف مزاج تھے وہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق عادات اور حرکات وسکنات پر غور کیا کرتے تھے پھر جب ان تمام امور میں غیر معمولی کمال کا مشاہدہ کرتے تو بالطبع آپ سے ان کو محبت ہوجاتی تھی کیونکہ طبیعت انسانی کمال پسند واقع ہوئی ہے دیکھ لیجئے کہ کسی کمال کا شخص کسی شہر میں آجاتا ہے تو لوگ اس کے گرویدہ ہوجاتے اور ان کو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے۔ ع کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی۔ جب ایک کمال باعث محبت ہوجائے تو آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات تو مجمع کمالات صوری ومعنوی تھی سوائے متعصب کے ایسا کون ہوگا جس کو آپ کے ساتھ ذاتی محبت نہ ہوتی ہوگی۔ حضرت کے کمالات تو بے انتہا ہیں'' (۵)۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے اس کے بعد حضور پاک ﷺ کے بے پناہ کمالات کا ذکر احادیث وآثار کی روشنی میں

فرمانے کے بعد یہ لکھا ہے۔

محبت جان سے بھی زیادہ

''الحاصل جملہ اخلاق حمیدہ وصفات پسندیدہ آنحضرت ﷺ میں کامل طور پر پائے جاتے تھے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ وہ صفات ہیں کہ جن میں سے کسی میں ایک بھی پائی جائے تو اس کے ساتھ عموماً محبت ہوا کرتی ہے پھر جب یہ تمام صفات علی وجہ الکمال حضرت میں موجود تھے جن کو سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے تو ایسا کون ہوگا جس کو بالطبع آپ کے ساتھ محبت نہ پیدا ہوتی ہوگی۔ہاں یہ بات اور ہے کہ عار اور تعصب وغیرہ کی وجہ سے یہ امور نظر انداز کردئے جاتے تھے ،مگر اس قسم کے لوگ ایمان بھی لاتے نہ تھے ،ان کا ذکر ہی کیا، کلام ان لوگوں میں ہے جو تعصب کو دور کر کے نظر انصاف سے ان کمالات کو دیکھا کرتے تھے ان کو بمقتضائے طبع حضرت سے کمال درجہ کی محبت ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہوسکتا کیونکہ حسن واحسان اور کمالات پر نظر پڑنے کے بعد آدمی کے دل میں خود بخود محبت پیدا ہونا جبلی اور فطرتی امر ہے۔بہر حال یہ کہنا بالکل قرین قیاس ہے کہ ان کمالات کو دیکھ کر اہل انصاف کو بالطبع محبت پیدا ہوتی تھی جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی کہ **لا یؤمن احدکم حتی أکون احب الیہ الخ** یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ سوائے اپنی جان کے میں آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اس پر ارشاد ہوا۔**لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ**. یعنی کوئی ایمان نہ لائیگا جب تک میری محبت اس کے دل میں اس کی جان سے زیادہ نہ ہوگی۔عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی محبت میرے دل میں میری جان سے بھی زیادہ ہے فرمایا۔**الآن یا عمر**. حاصل یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اپنی جان آدمی کو بہت عزیز ہوتی ہے یہ عرض کردی کہ میں اپنی جان کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اس پر جب یہ ارشاد ہوا کہ جب تک کوئی اپنی جان سے بھی زیادہ مجھ کو عزیز اور محبوب نہ رکھے گا ایمان نہ لائیگا تو عمر رضی اللہ عنہ اصل مطلب کو سمجھ گئے کہ فی الواقع ایمان لانے سے پہلے یہی کیفیت ہوا کرتی ہے اس وجہ سے ہر مسلمان حضرت کے حکم پر اپنی جان دینے کو مستعد ہوجاتا ہے یہ اطاعت خبر دیتی ہے کہ مسلمان کو اپنی جان سے بھی زیادہ حضرت کی محبت ہوتی ہے کیونکہ اطاعت محبت پر دلیل ہے اس وقت عرض کی یارسول اللہ یہ محبت تو مجھے بھی حاصل ہے اور قسم کھا کر صاف کہہ دیا کہ آپ کی محبت جان سے بھی زیادہ ہے۔ **کما قال والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من نفسی التی بین جنبی**. اس کے جواب میں حضرت ﷺ نے فرمایا الآن یا عمر یعنی اب تم نے سمجھ کر کہا کیونکہ اس وقت قسم کھا کر اپنے دعوے کو مدلل کیا اور پہلے جو عرض کی تھی وہ سرسری طور پر تھا جیسا کہ ان کے اس قول سے ظاہر ہے **لانت احب الی من کل شی الا نفسی**''(۶)۔

اللہ کے پیارے رسول سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔**لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین** . تم میں سے کوئی شخص مؤمن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اپنی اولاد ،والدین ودیگر تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ **لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ طبعاًلما جئت بہ** . کوئی شخص تم میں سے اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش نفس میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائے۔ مذکورہ بالا دونو ں احادیث کی ایمان افروز تشریح وتوضیح حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے صدر بالا اقتباسات میں پوری طرح آچکی ہے۔حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز محبت رسول ﷺ کے ایک عملی پیکر رہے ہیں وہ صرف گفتار کے غازی نہیں تھے بلکہ اسلامی کردار کی ایک جیتی جاگتی عملی تصویر تھے۔حضرت شیخ الاسلام کا پاک سینہ نہ صرف حب نبوی ﷺ سے معمور تھا بلکہ عملی زندگی اسی حب

رسول ﷺ کی آئینہ دارتھی، اسی محبت نے انہیں اپنا سب کچھ چھوڑ کر دیار ہند سے کشاں کشاں دیار حبیب کی طرف چلنے پر آمادہ کرلیا۔

دیارِ حبیب اور حضرت شیخ الاسلامؒ

دیار حبیب، شہر مدینہ! وہ جو شہر محبت، شہر تمنا، آنکھوں کی ٹھنڈک، مرکز آرزو، شہر پاک درافشاں، دیار سید ذیشاں، عکس گلشن ریحاں، قرار جاں، سکون قلب وجناں، دردمند دلوں کے درد کا درماں، غمزدوں کی تسکین کا ساماں، بے سہاروں کا سہارا محتاجوں اور مسکینوں کی پناہ گاہ، رحمت للعالمین ﷺ کی آرامگاہ یقیناً جو رحمتوں کا مسکن، علوم ومعرفت کا مخزن ہے، اس لئے اس کی فضاؤں میں کچھ اوقات کا گزار لینا اور کچھ لمحات کیلئے وہاں سانس لے لینا یقیناً راحت ورحمت کا موجب ہے، دل ونگاہ کو جس سے بڑی ٹھنڈک میسر آجاتی ہے یہی کچھ ایمانی وروحانی جذبات واحساسات کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ حضور انور سرور کونین، روح کائنات، قرار جاں، جان ایماں، ﷺ کے قدوم پاک میں رہ کر اپنی زندگی کے لمحات بتانے اور آپ ﷺ کے مبارک قدوم پاک میں جان جان آفریں کے سپرد کر کے اسی بابرکت سرزمین میں آسودۂ خاک ہونے کی تمنا لئے ہوئے پہنچے تھے۔ لیکن چونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کو آپ سے دین اسلام کی بڑی خدمت لینا تھا، دیار ہند کو دیار حبیب ﷺ کی نورانی ضیاؤں سے ضیاء بار کرنا تھا، اس لئے اشارۂ غیبی وہدایت منامی نے آپ کو دکن کی طرف مراجعت اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ حضرت پیر طریقت، رہبر کامل، مرشد حق، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی رہبری ورہنمائی میں دیار مدینہ کو نمناک آنکھوں کے ساتھ رخصت کر کے ہند کی طرف رخت سفر باندھا۔ مدینہ منورہ کی پرنور فضاؤں نے علم وعرفان کے جن انوار ضیاء بار وفیوضات گہر بار سے سینہ انوار اللہ (رحمہ اللہ) کو منور کردیا تھا اور گنبد خضری علی صاحبہا افضل التحیۃ والثناء پر نازل ہونے والی بارش رحمت کے جن قطرات کو سمو کر انہوں نے اپنے سینہ صافی کو ایمان ومعرفت کے جواہر پاروں کا صدف بنالیا تھا۔ قدرت کو یہی منظور ہوا کہ یہ بے کراں، انوار علم وعرفاں، حقائق احادیث وقرآن ان کی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ اس کی پرنور ضیائیں دوسروں کے سینوں کو منور کریں اور ان انوار کی راحت ورحمت اور ٹھنڈک دوسرے دلوں کی ٹھنڈک کا سامان بنے۔

اسی مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے حق سبحانہ نے آپ کیلئے دکن میں مواقع فراہم فرمائے، مدینہ منورہ سے احادیث کا مبارک خزانہ کنزالعمال جو اپنے ساتھ لائے تھے، دائرۃ المعارف النظامیہ ثم العثمانیہ کا قیام عمل میں لاکر اس کی اشاعت کا سامان فرمایا، جو علم وحکمت کا خزینہ بحر معرفت کا گنجینہ ہے۔ دوسری طرف دانشگاہ علم وعرفاں جامعہ نظامیہ کی تأسیس رکھی، جس سے علم وعمل کے عملی پیکر پیدا ہوتے رہے اور علمی وعملی طور پر دین اسلام کی تعلیمات حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کی پاکیزہ سنتوں اور آپ ﷺ کے مبارک اسوہ حسنہ کو عام کرنے اور انسانی سینوں کو رب کعبہ کی بڑائی، کبریائی کا امین وانوار مدینہ کی جلوہ گاہ بنانے میں مصروف عمل رہے، اور اپنے خدا ترس اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آج بھی اس کے فرزندان علم اقطاع عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور اسی مقصد عظیم کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت اور حضرت نبی کریم ﷺ کی محبت واتباع ہی دراصل اس دنیا میں وجہ سکون واطمینان ہے، جو اس حقیقت سے آشنا نہیں ان کو اس دنیا کی مادی راحتیں وسامان عیش وآرام کوئی سکون نہیں دے سکتے، اس پاک محبت سے جن کے سینے خالی ہیں ان کی زندگیاں روحانی کیف وسرور سے محروم ہیں، دنیا کی دل فریبیوں میں

کھوئے رہنے والوں کی زندگیاں مادی ترقیات کی بنا سامان راحت وآرام میسر آجانے کے باوجود بے لطف اور مکدر ہیں، اس کی وجہ صرف اور صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے دوری ہے، یہ دوری جتنی زیادہ ہوگی دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالی کی رحمتوں سے محرومی ہوگی، اخروی رحمتوں سے محرومی کا تو کوئی تصور ہی ممکن نہیں۔

وجود رحمت افتخار انسانیت

ساری کائینات اپنے وجود میں آپ ﷺ کے وجود کی رہین منت ہے، انسانیت کا افتخار آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنے اور آپ ﷺ کی مبارک حیات طیبہ سے روشنی حاصل کرنے ہی سے ممکن ہوسکتا ہے، آپ ﷺ کے نقوش پا کو نشان راہ بنانے سے ہی انسان کا سر تاج شرافت وافتخار کے قابل بن سکتا ہے، ذات رسالت مآب ﷺ سے اگر انسانوں کا رشتہ توڑ دیا جائے تو پھر ان کے حق میں یہ زندگی موت کے مترادف ہوجاتی ہے، سرمایہ حیات کے سارے سرچشمے، طاقت وقوت کے سارے ذرائع، دولت وثروت کے سارے ذخیرے، انسانوں کو روحانی زندگی کا کیف وسرور نہیں دے سکتے، روحانی زندگی کے تقاضے جب پورے نہ ہوں تو پھر مادی تقاضوں کی تکمیل سے مقصد تخلیق کی تکمیل نہیں ہوسکتی اور انسان کی ایمانی حیثیت متأثر ہوجاتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کی پاکیزہ تحریرات کا یہی وہ خلاصہ، لب لباب اور عطر ہے جس سے انسان کی مادی زندگی اسودہ اور روحانی زندگی معطر ہوتی ہے، آپ کی نگارشات کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اسلام گہوارۂ رحمت ہے، محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس اس پیغام رحمت کی امین ہے اور آپ ﷺ ہی کی ذات بافیض ساری انسانیت بلکہ ساری کائنات کیلئے سایۂ رحمت ہے، دکھی انسانیت کو آپ ہی کے دامن کرم میں پناہ مل سکتی ہے، آپ ﷺ ہی روشنی کا عظیم مینار ہیں، جس کی روشنی میں ساری انسانیت اپنے لئے صلاح دنیا وفلاح آخرت کا راستہ پاسکتی ہے۔ انسانیت کی عظمت اس کی عزت وناموس کی حفاظت آپ ہی کے دامن رحمت میں پناہ لے کر حاصل کی جاسکتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تحریرات سے اسی والہانہ عقیدت ومحبت، جذبہ احترام، عظمت وتعظیم کو کتاب وسنت وآثار صحابہ سے مزین کرکے ذوق وشوق اخروی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ (رحمہ اللہ) کی پاکیزہ زندگی کے شب وروز ایک کھلی کتاب ہیں جس سے اکتساب فیض کرکے اپنی دنیا وآخرت کو سنوارا جاسکتا ہے، اپنے فکر وعمل، تحقیق وجستجو، محنت وکاوش اور مخلصانہ جدوجہد سے علم وعمل اور عرفان حق کی جو راہیں آپ نے ہموار کی ہیں، اس پر چل کر اور ان کی پاکیزہ تحریروں میں سموئے ہوئے جذبات الفت ومحبت، عظمت وتوقیر کو اپنے سینے سے لگا کر اور ان پر اپنی پلکیں نچھاور کرکے ایک بندۂ مومن راہ نجات پاسکتا ہے، اور اپنی زندگی کے اوقات کو جو مہلت عمل کیلئے دئے گئے ہیں اور اپنی آخرت کو سنوارنے کیلئے بخشے گئے ہیں، اسی مبارک فکر وعمل میں بتاتے ہوئے اللہ کے حضور سرخ روئی وشادکامی کے ساتھ حاضر ہوسکتا ہے۔

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بو لہبیست

حواشی وحوالہ جات

(۱) مقاصدالاسلام، حصہ یازدہم، صفحہ ۹، ۱۰، حضرت شیخ الاسلامؒ
(۲) مقاصدالاسلام، حصہ دہم، صفحہ ۹۸، ۹۹، حضرت شیخ الاسلامؒ
(۳) مقاصدالاسلام، حصہ یازدہم، صفحہ ۱۲ تا ۱۴، حضرت شیخ الاسلامؒ
(۴) مقاصدالاسلام، جلد دہم، صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵، حضرت شیخ الاسلامؒ
(۵) مقاصدالاسلام، جلد اول، صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۳، حضرت شیخ الاسلامؒ
(۶) مقاصدرالاسلام، جلد دہم، صفحہ ۱۴۳، حضرت شیخ الاسلامؒ۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کی تصانیف، علم وفن اور بحث کا شاہکار

از: مولانا محمد انوار احمد نظامی، استاذ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

قدرت عموماً کسی ایک میدان یا فن میں کسی کو صلاحیتوں سے نوازتی ہے لیکن کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شخصیت ہمہ جہتی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔ اور جو مختلف علوم وفنون میں یکساں قدرت رکھتے ہیں ان ہی باخدا بندوں میں شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی شامل ہیں۔

آپ نے اپنی تصانیف میں مختلف مباحث کے دوران آیات ربانی کی جو تشریح وتوضیح فرمائی ہے انہیں دیکھ کہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بلند پایہ 'مفسر' ہیں۔ جب آپ علم حدیث اور اصول حدیث پر بحث کرتے ہیں تو آپ کے اندر 'محدث کبیر' کا جلوہ نظر آتا ہے فقہ اور متعلقات فقہ پر آپ کی تحریریں آپ کو 'فقیہ اعظم' کہنے پر مجبور کرتی ہیں۔ جب آپ تاریخ کے حوالے سے احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہیں پڑھنے والا آپ کو 'مورخ' کی مسند پر جلوہ افروز پاتا ہے۔ آپ کی کتابوں میں معقولی ومنقولی رنگ اور بحث وتحقیق کے نت نئے طریقوں کے ذریعہ کبھی آپ عظیم 'اسلامی فلسفی' نظر آتے ہیں۔

غرض آپ کی شخصیت ہر زاویہ سے اس قدر مکمل ہے کہ یہ چھاپ صدیوں میں کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ علوم وفنون میں یکساں درک اور تفسیر' حدیث' فقہ' فلسفہ کلام اور ادب میں اعلیٰ ترین صلاحیتیں آپ کو ایک عہد ساز شخصیت ثابت کرتی ہیں جس نے تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔

انوار احمدی:

نبی کریم ﷺ کی محبت اصل ایمان ہے۔ مسلمانوں میں اس جذبہ کو پیدا کرنے کے لئے عظمت رسالت پر مشتمل مضامین کا تذکرہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے بیسیوں اہل علم نے یہ کام انجام دیا ہے لیکن بانی جامعہ نے انوار احمدی کے ذریعہ مسلمانوں کی جو خدمت انجام دی اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے فضائل مناقب اور آداب کو نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ والہانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ الفاظ قاری کے دل پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی ولی اللہ صاحبؒ سابق شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ فرماتے ہیں کہ:

''سیرت کی دیگر کتابوں کے مطالعہ سے احوال رسالت مآب ﷺ سے واقفیت حاصل ہوتی ہے جب کہ 'انوار احمدی' کے مطالعہ سے رسول کریم ﷺ کا عشق ومحبت حاصل ہوتی ہے''۔

اس اثر انگیزی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام نے مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران تالیف فرمائی ہے۔ زائد از تین سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ سے بار بار شائع ہوتی ہے اور عاشقان رسالت اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔

افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوہام (حصہ اول و دوم):

تحریک قادیانیت ہندوستانی مسلمانوں پر کاری ضرب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس فتنہ کی سرکوبی میں جن علماء نے سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا اور اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے ہوئے اس کا قلع قمع کیا ان میں شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ کا نام امتیازی شان کے ساتھ موجود ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''ازالۃ الاوہام' کے نام سے انکار ختم نبوت کی ناپاک جرأت کی اور اپنے خاص پیرایہ بیان کے ذریعہ باطل نظریات کی عیارانہ ترویج کی کوشش کی تو حضرت شیخ الاسلام نے 'افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوہام' کے نام سے دو حصوں میں تقریبا آٹھ سو صفحات زیب قرطاس فرمائے جس میں ازالۃ الاوہام کا محاسبہ کیا گیا اور آپ نے اپنے خداداد علم و تفقہ کے ذریعہ باطل کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ اس کتاب کو دنیا بھر کے علمی حلقوں میں اس قدر قبولیت حاصل ہوئی کہ پاکستان کی عدالتوں میں قادیانیت کے خلاف تمام فیصلوں میں اس کتاب کی عبارتوں کو بطور سند و دلیل پیش کیا گیا۔

یہ کتاب جہاں رد قادیانیت کے لیے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے وہیں تحفظ ختم نبوت کے لیے بے پناہ علمی و معقولی مواد فراہم کرتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے رد قادیانیت میں 'انوار الحق' کے نام سے ایک اور رسالہ بھی تحریر کیا جس میں قادیانی علماء کی تحریروں کا رد ابطال فرمایا۔

حقیقۃ الفقہ حصہ اول و دوم:

فقہ حنفی کی تدوین میں احادیث کریمہ کو بنیادی اور حتمی حیثیت دی گئی لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ قصور علم وفہم کی وجہ بعض اصحاب سرتاج الامۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ سے منسوب فقہ حنفی کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔ حضرت بانی جامعہ نظامیہ نے حقیقۃ الفقہ کے ذریعہ دو حصوں میں اس طرح کے نظریات کا کافی وشافی رد فرمایا اور نہایت شرح وبسط کے ساتھ فقہ اور ضرورت فقہ پر روشنی ڈالی ہے۔ تقریبا ۷۰۰ صفحات پر محیط یہ علمی ذخیرہ بحث و تحقیق استدلال اور علم وفن کا منہ بولتا شاہکار ہے۔

حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، ناسخ، منسوخ، مجتہد محدث اور فقیہ کے فرائض منصبی جیسے عنوانات اور بالخصوص تدوین فقہ کے لیے ائمہ فقہ حنفی کی جانفشانیوں کو حضرت شیخ الاسلام نے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے جن خاص بندوں سے احقاق حق و ابطال باطل کا کام لیا ہے۔ ان نفوس قدسیہ میں حضرت شیخ الاسلام کا نام پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ آپ کی یہ کاوشیں کس قدر ثمر آور ہیں اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ان تحریروں کی وجہ مسلک حق کا تحفظ ہو رہا ہے اور آپ کے مخالفین اپنے مبلغ علم کی قلت و کوتاہی کے سبب لا جواب ہیں جس کے لیے نتیجہ میں باطل مشن کمزور پڑ رہا ہے۔

الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع:

انکار حدیث' خطرناک جرأت بالکل ایمان کے منافی عمل ہے لیکن بعض حضرات کو ضعف حدیث کے بہانے انکار حدیث کی عادت ہوگئی ہے۔ اس مذموم رجحان کے سد باب کے لیے شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ نے ''الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع'' کو تالیف فرمایا جس کے ذریعہ قرائن وضع حدیث، قواعد جرح و تعدیل اور اس جیسے بیسیوں اصول حدیث کے ذریعہ یہی پیغام دیا ہے کہ مخلص ائمہ فقہ کو مختلف توجیہات پیش کر کے رد

کرنا درحقیقت اپنے آپ سے ناانصافی ہے۔اس کتاب اور بالخصوص حقیقۃ الفقہ کے ذریعہ حضرت شیخ الاسلام کے علم وفن کے تنوع کا احساس بخوبی ہوجاتا ہے کہ جہاں آپ علم فقہ میں ید طولی رکھتے ہیں وہیں آپ ایک عظیم الشان ونابغہ روزگار محدث بھی ہیں۔حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا ہے جسے عرب دنیا میں قبولیت عامہ حاصل ہوئی اور علماء عرب نے مصنف کے علم وفن اور مترجم کی عربیت پر حیرت کا اظہار کیا۔

کتاب العقل:

جدید تعلیم نے بالخصوص عصر حاضر میں نئی پود کو فکر وتفحص کے نئے پیمانے دیے ہیں۔جس کی وجہ بسا اوقات نئی نسل کے بعض افراد دین کو عقل کے معیار پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور احکام دین کی عقلی تشریح کبھی کبھی ان کے ایمان وایقان کی لو کو مدھم کردیتی ہے۔اس خطرناک رجحان کے سدباب کے لیے ’’کتاب العقل‘‘ کا مطالعہ اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ دینی ابواب میں عقل کہاں تک چل سکتی ہے۔زائد از تین سو صفحات پر مشتمل یہ علمی ذخیرہ عقل کو روشن کردیتا ہے۔

اسکے علاوہ ’رسالہ وحدۃ الوجود‘ رسالہ خلق افعال‘ انوار التمجید‘ خدا کی قدرت‘ شمیم الانوار‘ شیخ الاسلام عارف باللہ امام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ کے حیرت انگیز علم وفن کے آئینہ دار ہیں۔

مقاصد الاسلام (گیارہ حصے):

ملت کا خیر خواہ ہر دم پوری دلسوزی کے ساتھ قوم وملت کی فکری، علمی واعتقادی غلطیوں پر فکر مند رہتا ہے اور ملی رہنمائی کے لیے ہمہ وقت مختلف اقدامات کے ذریعہ کارہائے خیر کی تکمیل میں لگا رہتا ہے۔۱۳ویں صدی ہجری میں حضرت شیخ الاسلام نے ہندوستان بھر میں ملی بیداری اور دین کے احساس کا احیاء فرمایا اس سلسلہ میں نہ صرف عملی سعی فرمائی بلکہ اپنی تصانیف کے ذریعہ بھی اصلاح فکر وعمل کا مسعود کام انجام دیا۔

چنانچہ انگریزوں نے سرزمین ہند پر اپنے تہذیبی نقوش چھوڑنے کا منصوبہ بنایا اور فکر وعمل کو کھوکھلا کرنے کی سازش تیار کی تو بانی جامعہ نظامیہ نے ان کے خلاف قلمی جہاد کے طور پر ضرورت کے لحاظ سے تحقیقی مضامین کے ایک سلسلہ کا آغاز فرمایا۔

جس میں اہم اسلامی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے جس کے سینکڑوں صفحات پر مشتمل گیارہ حصے علم وعمل کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کا قائم کردہ کارکرد ادارہ ’’مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ‘‘ ان تمام کتابوں کو اہتمام کے ساتھ شائع کرتا ہے۔یہ کتابیں شوق کے ہاتھوں لی جاتی ہیں اور عقیدت واحترام سے پڑھی جاتی ہیں۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف لطیف مقاصد الاسلام (۱۱ حصے)

تعارف وتبصرہ بقلم: پروفیسر ایم ۔اے حمید اکبر، صدر شعبہ فارسی واردو گلبرگہ یونیورسٹی، گلبرگہ

جب کبھی شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کو اپنے مشغلۂ علمی میں کوئی خاص خیال پیدا ہوتا تو آپ اسکو ایک مضمون کی شکل میں لا لیا کرتے تھے' چونکہ ایسے مضامین بوجہ اختصار اس قابل تھے کہ عوام کے افادہ کے لئے ان کی اشاعت کی جائے اس لئے ''مقاصد الاسلام'' نامی ایک رسالہ جاری فرمایا جسکی اشاعت کوئی موقتی چیز نہیں تھی بلکہ جب کبھی کچھ مضامین جمع ہو جاتے شائع کر دئے جاتے تھے اسکے مضامین کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مختلف قسم کے جواہر ہیں جو ایک لڑی میں پروئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے مدرسہ نظامیہ کا جابجا ذکرِ فرمایا جس سے مقصود تھا کہ قوم جامعہ نظامیہ کے حالات اور کارناموں سے واقف ہوکر اسکی دامے' درمے' قدمے مدد کرے مقاصد الاسلام کے اہم مضامین حسب ذیل ہیں:

۱) تمدن وتہذیب صرف انسان ہی کا حصہ ہے' دوسری کسی مخلوق میں یہہ صلاحیت ہی نہیں ہے۔

۲) مسئلہ تقدیر کی تحقیق

۳) ولایت کس کو کہتے ہیں اور اس کے اہل کون ہو سکتے ہیں؟۔

۴)''خلق الانسان علی صورتہ''

۵) تصوف کیا ہے؟

۶) جزاء وسزا' جنت ودوزخ اور قیامت کا دلائل عقلیہ سے اثبات۔

۷) مسئلہ جبر وقدر کی تحقیق۔

۸) وحدۃ وجود اور وحدۃ کاملہ۔

۹) معجزہ اور اسکی ضرورت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اثبات۔

۱۰) بعض تاریخی واقعات

۱۱) اتباع صحابہ کی ضرورت کیوں ہے؟ (۱)۔

ان تحقیقی مضامین کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا اور مقاصد الاسلام کے نام سے حضرت ممدوح کے زمانہ حیات تک اس کے گیارہ حصّے شائع کئے گئے۔ (یہ انگریزوں کی اسلام دشمن تحریک کے خلاف حضرت شیخ الاسلامؒ کا مجاہدانہ اقدام تھا) {از مفتی محمد عبدالحمید صاحب مرحوم شیخ الجامعہ نظامیہ حیدرآباد} مقاصد الاسلام حصہ اول (طبع سوم) کے شروع میں سبب تالیف کے عنوان سے)۔

مقاصد الاسلام (حصہ اول)

طبع سوم صفحات (۱۴۲)

مباحث: (۱) اخلاق، (۲) تمدن، (۳) فقہ،

(۴) کلام وغیرہ، (۵) میلادِ شریف،

تعارف: مقاصد الاسلام حصہ اول (طبع سوم) کے دوسرے صفحہ پر حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمید صاحب مرحوم سابق شیخ الجامعہ نظامیہ رقمطراز ہیں۔

’’مقاصد الاسلام حصہ اول بارسوم شائع کیا گیا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمدن کا تعلق صرف انسانوں سے ہے اور انسانی احتیاجات کی بنا پر وجود میں آیا ہے۔ کائنات میں جس قدر اشیاء پیدا کی گئی ہیں سب انسان کے لئے ہیں اور انسان ان کا حاجتمند ہے۔ انسان کو اپنی حاجات کے پورا کرنے کے لئے تمدن کا قیام ناگزیر ہے اور تمدن اس وقت تک پُر امن وعافیت نہیں ہوسکتا' جبتک کہ خالق کائنات کی مرضی پر گامزن نہ ہو اور مرضیات الٰہی پر چلنا ہی اسلام ہے' اسلام ’’روحِ تمدن ہے' اسلام کے بغیر تمدن تنِ بے جان ہے اور فتنہ وفساد کا مرکز بھی رہیگا‘‘۔ مقاصد الاسلام کے دوسرے حصّوں میں ان تمام اُمور پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جنکی اسوقت بھی شدید ضرورت ہے اور جنکے مطالعہ سے بہت سی پیدا کردہ مشکلات انشاء اللہ دور ہوجایں گی اور اسکا مطلب دینی دنیوی فوائد کا باعث ہوگا۔ واللہ الھادی الی الرشاد۔

(محمد عبدالحمید عفی عنہٗ شیخ الجامعہ)

مقاصد الاسلام (حصہ اول) کے عنوانات اور مضامین

پہلا مضمون ’’ایمان اور تمدن‘‘

’’واضح رہے کہ پہلا قدم اصلاح تمدن میں ایمان ہے یعنی اس بات کی تصدیق کہ خدا تعالی ایک ہے اس نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر ان پر قرآن نازل فرمایا جس میں ہمارے نفع ونقصان کے کل ابواب مذکور ہیں' اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے اچھے کام کریں تو جنت کے مستحق ہونگے اور برے کام کریں تو دوزخ کا استحقاق ہوگا اور یہ دونوں گھر ہماری جزاء وسزا کے لئے خالق عزوجل نے تیار کررکھے ہیں‘‘ ص۲

’’ایمان‘‘ کے لغوی معنی اسطرح بیان کرتے ہیں کہ

’’وہ (ایمان) امن سے ماخوذ ہے اور اسکے معنی امن دینے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ اصلاحِ تمدن کا مدار امن کے قائم رکھنے پر ہے' اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خود لفظِ ایمان سے ثابت ہے کہ اصلاحِ تمدن لوازم ایمان سے ہے۔ یعنی جب ایمان کے معنی پورے طور پر متحقق ہوجائیں تو امن وامان کا تحقق ہوگا جس سے خود تمدن کی اصلاح ہوجائیگی‘‘۔

مگر عام ذہنوں کو سمجھانے کے لئے مولانا انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تمدن کی حقیقت کو مختلف مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔ تمدن کی حقیقت میں انسان کو مختلف حاجات سے متعلق رکھا گیا ہے۔ اور جتنی حاجتیں انسان کو لاحق ہیں کسی کو نہیں چنانچہ حاجات میں مرکزی اور ضروری چیزوں میں غذا' مکان' کپڑا' زراعت وغیرہ کو شامل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’بہرحال انسان کو اتنی کثیر التعداد اشیاء کی طرف احتیاج ہے کہ انکی فہرست لکھنی مشکل ہے بڑے بڑے شہروں میں دیکھئے تو ایک بڑا حصہ اُنکا انکی ضرورتوں کو پوری کرنے والی اشیاء سے بھرا نظر آئیگا۔ غرضکہ ضرورتوں پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے بداہۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی فرد بشر و نبی ذاتی کوششوں سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرسکے‘‘۔ ص۴

’’اس باہمی گفتگو اور احتیاج کا یہہ اثر ہوا کہ ہر ایک دوسرے کی ہمدردی پر آمادہ ہوگیا چنانچہ اس ہمدردی سے تمدن کی بنیاد پڑی اور ایک ایک کام کی طرف ایک ایک جماعت متوجہ ہوگئی (جیسے کسی نے لوہا زمین سے نکالنا اپنے ذمہ لیا۔ کسی نے اُسکے آلات بنانے کی طرف توجہ کی کسی نے زراعت کا اہتمام کیا کسی نے لباس وغیرہ کا انتظام کیا)۔ غرضکہ اپنی اپنی مناسبت طبعی اور مصالحت وقت کے لحاظ سے ایک ایک کام اپنے اپنے ذمہ لیکر سب نے مایحتاج اشیاء کو ہاتھوں ہاتھوں فراہم کردیا‘‘۔ ص۵

تمدن کی صلاحیت صرف انسان ہی میں ہے اور جانوروں میں یہ صلاحیت ہوتی تو وہ بھی انسانوں کو دیکھ کران جیسے شہر آباد کرتے یہاں ڈارون کی تھیوری سے اختلاف کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

ڈارون کا رد

''اگر ان میں تمدن کی صلاحیت ہوتی تو آدمیوں کے تمدن کو دیکھ کر تو کوئی شہر آباد کئے ہوتے' اس مشاہدے کے بعد یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ بندر چونکہ بعض اعضاء اور حرکات میں انسان کے مشابہ ہیں اس وجہ سے آدمی انکی نسل ہے کہ صرف دم جھڑ جانے کی وجہ سے اسکو امتیاز حاصل ہوگیا ہے جیسا کہ آجکل مذہب ڈارون کے مسئلہ ارتقاء پر زور دیا جا رہا ہے۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ چند چیزوں میں مشارکت اور مشابہت ہونے سے وحدت نوعی صادق نہیں آسکتی اب دیکھئے کہ بندر اور انسان کی صورت میں کس قدر فرق ہے کہ بچہ بھی اگر بندر کو دیکھے گا تو بندر ہی کہیگا یہ نہ ہوگا کہ بعض اعضاء کی مشابہت سے اسکو آدمی کہہ دے۔ اسیطرح انسان اور بندر کے لوازم واحکام میں فرق بیّن ہے انسان کا بات کرنا' اپنے مافی الضمیر کو بذریعہ خط وکتابت وغیرہ دوسرے پر ظاہر کرنا اور تمدن میں ایک دوسرے کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ اس قدر ہیں کہ بندروں میں ہرگز نہیں پائے جاتے''۔ ص ۷

''الحاصل دلائل عقلیہ اور ہزار ہا سال کے تجربوں سے ثابت ہے کہ سوائے انسان کے ''نعمتِ تمدن'' حاصل کرنے کی صلاحیت ہی کسی میں نہیں اور کیونکر ہو اسکا منشاء تو وہ بے شمار حاجتیں ہیں جو اُس پر مجبور کررہی ہیں جنکا وجود سوائے انسان کے کسی میں نہیں پایا جاتا۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں محتاج بنا کر ایک اعلیٰ درجہ کی نعمت کا افتخار بخشا جس میں کوئی ہمارا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ دیکھئے یہ احتیاج کیسی قابل قدر چیز ہے کہ فخر الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں ''الفقر فخری'' یہی احتیاج ہے کہ دین ودنیا کی نعمتیں اسی کی بدولت حاصل ہوتی ہیں''۔ ص ۹

اگر حق تعالیٰ ہماری فطرت میں ہر چیز کی احتیاج داخل نہ فرماتا تو تمام عالم ہمارے حق میں بیکار تھا۔ اور مثل وحشیوں کے ہم بھی دولتِ تمدن سے محروم رہ جاتے مگر افسوس ہے کہ ہم اپنی احتیاجوں کا بھی احساس نہیں کرسکتے اسی کو دیکھ لیجئے کہ ہماری دینی اور دنیوی حالت کس قدر قابلِ اصلاح ہے مگر ہم کچھ ایسے خواب غفلت میں ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ہم اسکی اصلاح کے محتاج ہیں یا نہیں۔ اگر ہمیں اپنی حاجتوں کا احساس تفصیل کے ساتھ ہو اور اسکے ساتھ حاجت روائیوں کے کارخانہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ محتاج بنانے والے حکیم علی الاطلاق نے کس قدر سامان حاجت روائیوں کا مہیا فرمادیا ہے۔ مثلاً ادھر تشنگی دی تو اُدھر پانی کے دریا بہادئے۔ جنکو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور ادھر بھوک دی تو اُدھر رزق کا ایک کارخانہ کھول دیا جسکی کارگزاریوں میں آفتاب ماہتاب جیسے آیات بینات سرگرم ہیں۔

ایسے موقع پر حق تعالیٰ فرماتا ہے **یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ** ۔ یعنی اے لوگو تم (سب) اللہ ہی کی طرف محتاج ہو۔ کہ ہر حاجت ہماری خالق عزوجل ہی سے متعلق ہے۔ ص ۹ اور ۱۰

تمام انسان باہم اتفاق میں تمدن قائم کر لیتے ہیں اور اسکی مختلف تدابیر بنالیتے ہیں اور تمدن کی بنیاد فطری طور پر ڈالی جاتی ہے تو سبھی اب تمدن کو نعمت سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''جب کل افراد انسانی تمدن کو نعمت عظمی سمجھتے ہیں تو چاہئے تھا کہ ہمیشہ اسکی حالت درست رہتی اور شہر وقریہ میں امن امان قائم رہتا جو

روحِ تمدن ہے اور جس طرح اُسکی بنیاد ہمدری پر رکھی گئی تھی اسمیں تغیر آتا' حالانکہ مشاہدہ اسکے خلاف پر گواہی دے رہا ہے کہ بجائے ہمدردی دل آزاری ہے اور بجائے امن قائم کرنے کے وہ تدابیر سوچی جاتی ہیں جن سے بدامنی اور بے اطمنانی پھیلے جدھر دیکھئے ایک دوسرے کا شاکی ہے۔محکمہ جات سرکاری میں فوجداری وغیرہ مقدمات اس کثرت سے رجوع ہوتے ہیں کہ عملہ کوفرصت نہیں ملتی جس سے ظاہر ہے کہ بجائے ہمدردی کے جو منشاء تمدن تھا باہمی خصومت قائم ہوگئی جو باعث فسادِ تمدن ہے''۔ص۱۲اورص۱۳

عقل کی مدد سے جب تمدن قائم ہوتا تو عقل ہی کی مدد سے تمدن میں خرابی بھی پیدا ہوسکتی ہے اس کا اظہار مولانا یوں کرتے ہیں۔

''غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمدن کوخراب کرنے والی بھی وہی فطری حاجتیں ہیں جو باعثِ تمدن ہوئی تھیں کیونکہ جب آدمی کوکسی چیز کی حاجت ہوتی رفعِ موانع ہے تو وہ بمجبوری اُس کے حاصل کرنے میں عقل سے مددلیکر اور تحصیل ذرائع کیطرف مشغول ہوتا ہے اور جب تک کامیاب نہو تسکین نہیں ہوتی غرضکہ وہی حاجت اُس کو خودغرضی پر آمادہ کرتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت نہ تمدن کے خراب ہونے کا خیال آتا ہے نہ اپنے یا دوسرے کے ضرر کا۔ جب ہر شخص اپنی اپنی حاجتوں میں خودغرضی اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ تمدنی حالت کبھی اصلاح پذیر نہیں ہوسکتی۔ص۱۳

خوبیِ تمدن کے سلسلے میں مولانا یہ بھی فرماتے ہیں کہ (مفہوم) اللہ نے آدمی کے نفس ناطقہ میں تین قوتیں رکھی ہیں:

۱۔قوت ملکیہ۔حقائق امور کا ادراک۔علم وحکمت کی تکمیل کے لئے

۲۔قوت شہویہ یا بہیمیہ۔تمام نفسانی خواہشات۔جیسے کھانے پینے اور جماع وغیرہ۔

۳۔قوتِ غضبیہ' یاسبعیہ۔خطرناک اُمور پر پیش قدمی کرنا وغیرہ

افعال کے صدور کا مدار جن قوتوں پر ہے اُن کی تفصیلات میں حضرت شیخ الاسلام یوں رقمطراز ہیں۔

''کہ جس پر قوت (شھوانیہ) بہیمیہ کا غلبہ ہوگا اس سے وہ افعال زیادہ صادر ہونگے جو بہائم سے ہوا کرتے ہیں اور جس پر قوت سبعیہ کا غلبہ ہوگا اس سے وہ افعال زیادہ صادر ہونگے جو درندوں سے ہوا کرتے ہیں اور ایسے ہی لوگ زیادہ ہوا کرتے ہیں ....اور ظاہر ہے کہ حیوانات میں ان ہی افعال کی وجہ سے تمدن کی صلاحیت نہیں اس لئے تمدنی حالت ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور نفس ناطقہ کوقوائے بہیمیہ اور سبعیہ کے غلبہ سے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ قوت ملکیہ سے کام لے کر صلاح تمدن وقتاً فوقتاً کر سکے۔''ص۱۵

''اس خرابی کو دور کرنے کے لئے عقل نے مشورہ دیا کہ ایک قوت ایسی قائم کی جائے کہ وحشی طبیعتوں کو مقہور کر کے حالتِ تمدن کی اصلاح وقتاً فوقتاً کیا کرے۔ چنانچہ سب نے ایک شخص کو بادشاہ مقرر کیا اور اس بات پر راضی ہوگئے کہ اپنی جان و مال میں واجبی طور پر جو کچھ تصرف کرے سب قبول مگر ان عام وحشی طبقوں اور گرگ سیرتوں سے نجات ملے اور اسکورائے اور اجرائے احکامات میں مدد دینے کے لئے ایک جماعت منتخب کی گئی اور سلطنت کی بنیاد قائم ہوئی چنانچہ سلطنت نے وہ کام اپنے ذمہ لیا اور حتی الامکان ایسے قواعد ایجاد کئے کہ ظلم وزیادتی کی بیخ کنی اور تمدن کوخراب کرنے والوں کی سرکوبی کر کے اصلاح تمدن کی فکر کی تاکہ ہر شخص فارغ البال ہوکر امن وآشتی کے ساتھ زندگی بسر کرے اور رعایا اور سلطنت میں ہمدردی کی نسبت قائم رہے''۔ص۱۷

تیسری قوت: جو قوت ملکیہ ہے اسکو غالب کر کے جن لوگوں نے کام کئے ہیں اور وہ تمدن کے قیام میں معاون ہوئی ہو اُن کو ذکر کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں۔

''اب یہ دیکھنا چاہئے کہ سعادت ابدی حاصل کرنے والوں نے کیا کام کیا جس سے وہ دولتِ عظمی کے مستحق ہوئے۔ ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ انہوں نے قوت بہیمیہ اور سبعیہ کو مغلوب کر کے قوت ''قوت ملکیہ'' کو موقع دیا کہ اطمینان سے اپنا کام کرے کیونکہ بغیر اس تدبیر کے ممکن نہ تھا کہ وہ کچھ کام کرسکے'' ص ۲۳

''الحاصل جب انہوں نے تعصب اور عناد وغیرہ موانع سے خالی الذہن ہو کر ان امور میں مکرر مکرر غور کیا تو ان کو یقین ہوگیا کہ بے شک وہ کل احکام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتے ہیں خدا تعالی کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں''۔ص ۲۷

اس طرح زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اصلاح تمدن اور ایمان کامل کا وہ نقشہ بن گیا تھا کہ مؤمنین ذرا ذرا سی لغزش پر خود بہ نفس نفیس حاضر ہوجاتے اور سزائے شرعی طلب کرتے۔

اس طرح چند تاریخی واقعات سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ خوفِ الٰہی اور مرضی الٰہی کے دائرہ میں رہنا ہی دراصل تمدن ہے اور یہ اسلامی طریقہ تمدن میں سلامتی ہے کسی اور قانون میں نہیں مولانا نے دلائل سے اسکو ثابت کیا ہے۔ واقعات میں حضرت ابو محجن ثقفی ۔ جنگ قادسیہ میں جنگ یرموک میں حضرت شرجیل اور ماعز رضی اللہ عنہما کے دولت ایمان کو پیش کر کے تمدنِ اصلی (امن وامان) صرف اسلامی نقطہ نظر میں ہے۔ثابت کیا ہے۔

صحابی رسول کا خدا کی راہ میں خلوص عمل اور ہمارا عمل۔ صحابہ کرام کے خلوص عمل کی مثالیں دے کر مولانا نے یہہ ثابت فرمادیا کہ ایمان کا اثر کتنا گہرا ہے۔ ان مخلصین کے قوائے شہوانیہ اور غضبیہ پر ایمان کا ایسا اثر تھا کہ قوتِ ملکیہ جاگ کر بے لوث ایک دوسرے کی خدمت کے لئے تیار ہوجاتے۔ اسطرح ایمان وتمدن کا ربط ہوجاتا ہے کہ سارے معاشرے میں اسلامی تمدن کی پذیرائی ہونے لگی۔ اس مضمون میں وہ اُمور بھی مولانا نے بتلائے ہیں کہ جن کے بجالانے کی فضیلت اور تاکید ہے جیسے ہر کام میں نیک نیتی صدق وغیرہ اور ان اُمور کی نشاندہی بھی فرمادی ہے جن سے بچنے کی تاکید ہے۔ جیسے وعدہ خلافی، عہد شکنی وغیرہ۔

اس کے بعد حکماء کے اصولِ تمدن پر نقد فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''اسمیں شک نہیں کہ حکماء بھی اصلاح تمدن کے جو اصول ایجاد کرتے رہتے ہیں ان میں بھی اکثر اسی قسم کی باتیں ہیں مگر صرف اصول قرار دینے سے قوائے شہویہ وغضبیہ کی اصلاح ممکن نہیں اسلئے کہ جو قواعد عقل سے ایجاد کئے جاتے ہیں انکے توڑنے کی تدبیریں بھی عقل ہی سے ایجاد کرلیا کرتے ہیں۔ مثلاً جھوٹ کہنا قانون میں بھی جرم ہے مگر جن کو ''ایمان'' سے کوئی تعلق نہ ہو اپنا مقصود حاصل کرنے کی غرض سے جس بات کو جانیں خلاف واقعہ قانونی پیرایہ میں لاسکتے ہیں اور یہ بھی کہ اس خلاف واقعہ یعنے جھوٹ کا ثابت ہونا ہی مشکل ہوگا۔ اسی پر تمام جرموں کا قیاس ممکن ہے'' ص ۲۸

بخلاف اس کے ہر خواہش نفسانی کے وقت ایماندار کو یہ خیال ضرور آئیگا کہ آیا خدائے تعالیٰ نے اس کام کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ص ۲۲۔ (خوف الٰہی) اور خدا کے حضور پیش ہونے کے یقین

نے انسان کو راہ دی کہ اب جو کام بھی ہو محض رضائے الٰہی اور منشاء الٰہی کے مطابق ہو۔ مولانا اس خیال کو یوں زبان دیتے ہیں کہ

''اس طریقے سے جتنے افعال قوائے شہویہ اور غضبیہ سے متعلق ہیں سب کی اصلاح خود بخود ہو جائیگی'' ص ۲۶

اس طرح اصلاحِ تمدن کے لئے جرائم کا ارتکاب ایک ایمان والا کر ہی نہیں سکتا اس سے ہمیشہ بچا رہتا ہے۔ پر کیف ایمان کا ذاتی مقتضیٰ ہی اصلاحِ تمدن ہے' ایمان سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں خلفائے راشدین کے واقعات سے مولانا نے واضح کر دیا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے اور کس طرح اس پر قائم رہنے سے امن وامان قائم رہ سکتا ہے۔ اس لئے مولانا نے مولوی شبلی نعمانی کی ''الفاروق'' کی ایک طویل عبارت دیکر تاریخی واقعہ سے بتلا دیا ہے کہ اسلامی تمدن کا اثر غیروں پر بھی کس قدر تھا کہ حُسنِ تمدن (اسلام کے) سے خوش تھے اور ذرا سی مفارقت سے ایسا روتے تھے جیسے قدیم دوست کی جُدائی پر رویا جاتا ہے۔

ایمان کا یہ اثر تھا کہ خلیفہ وقت کو اپنے اقتداری امر میں تصرف کرنے سے روک کر اپنے محکوم شخص کے حکم کا محتاج بنا دیا جہاں بادشاہ کی یہ حالت ہو کہ رعایا کے حقوق سے اپنے حق کی زیادتی پر جو گوارا نہ ہو تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کسی پر ظلم و زیادتی کر سکے۔

مقاصد الاسلام حصہ اول کا دوسرا مضمون میلاد شریف سے متعلق ہے جس کا عنوان عربی میں ہے

''بشریٰ الکرام فی عمل المولد والقیام''

اس مضمون میں میلاد شریف اور قیام کے ثبوت میں مولانا نے مدلل بحث فرمائی ہے۔ ذکرِ میلاد سے قبل ماحول اور منظر کی عکاسی کے ساتھ قدرتی مناظر کو اس خوبی سے بیان فرماتے ہیں کہ مواد خالص علمی ہونے کے باوجود حسنِ بیان' نے نہایت ہی دلچسپ بنا دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہبی اور علمی مواد کو جس ڈھنگ سے پیش فرمایا ہے وہ یقیناً ادبی پیرایہ لئے ہوئے ہے۔ بعد حمد وصلوٰۃ مولانا فرماتے ہیں:

''اولی الابصار واہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ جب آفتاب جہانتاب عالم کو اپنے نور سے معمور کرنا چاہتا ہے تو قبل طلوع طرب وسرور کا ایک بیش بہا سامان ہو جاتا ہے۔ جدھر دیکھئے انداز ہے اور فرحت وسرور دلربایانہ ساز صحرا کا خوشنما منظر دل کو وسعت آباد بنا دیتا ہے۔

وحشت خیز پہاڑوں کا سماں بھی دلوں کو لبھانے لگتا ہے نسیم کی مستانہ خیز رفتار ہر شاخ و برگ کو وجد میں لاتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دم بدم قالب میں جان تازہ پھونکتی جاتی ہے۔ تاریکی شب نے حواس کو جو تیرہ و تار بنا دیا تھا نورانیت فضا انکو پھر نورانی بناتی ہے۔ طیور کے نغمات افسردہ دلوں کو غنچہ کی طرح کھلاتے ہیں۔ وحوش کی گرم جولانیاں دیکھکر غصہ و فکر دُور ہو جاتا ہے۔ غم ظلمت شب کے ساتھ منور اور دل سرور سے معمور ہوتا ہے یہ سب فیضان اس نور کا ہے جو آفتاب عالمتاب کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق رکھتا ہے اب غور کیجئے کہ جب اجسام کے روشن کرنے والے آفتاب سے اس قدر فرحت ومسرت ہر طرف جوش زن ہو تو آفتاب روحانی کے قدوم میمنت لزوم سے کس قدر فرحت وسرور کا جوش ہونا چاہیئے۔ دیکھئے مبداء کائنات سرورِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا من نور اللہ و کل شئ من نوری یعنے میں اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی وہی نور ہے جسکی طرف اس آیۂ شریفہ میں اشارہ ہے۔ اللہ نور السموت والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح اور ارشاد ہے۔ قد جاء کم من اللہ نور ......الخ۔ یہی مقدس نور ہے کہ جب آدم

علیہ السلام کی پیشانی میں آیا اُنکو مسجود ملائکہ بنایا یہ وہ نور ہے کہ سا کنانِ ظلمت کدۂ عدم کو اس قابل بنایا کہ انوار وجود کا اقتباس کرسکیں۔ص ۳۵

اس مضمون کے لئے مواہب لدنیہ اور شفاء قاضی عیاض، وخصائص کبریٰ وغیرہ کتب معتبرہ سے روایتیں لکھی گئی ہیں۔

''اب سنئے کہ اس معنوی اور اصلی نور کے طلوع کے وقت عالم غیب وشہادت میں کس قدر اہتمام ہوا تھا' حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ حضرت کی ولادت باسعادت کے وقت مجھ سے ایسا نور نکلا کہ اس سے تمام عالم منور ہوگیا چنانچہ شام کے (محلات) مکانات مجھے نظر آنے لگے''۔ص ۳۵

مولانا نے اس مضمون میں میلاد شریف کے جواز میں قرآن حکیم اور احادیث شریفہ اور صحابہ ءکرام کے عمل کو بیان کرنے نہایت ہی مدلل انداز اختیار فرمایا ہے۔متقدمین کا آج کی ہیئت میں مجالس میلاد کا نہ کرنا اور متاخرین کا قراردادِ علماء کا اتفاق مجالسِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجوہات پر بلیغ نظر ڈالی گئی ہے۔اور ہر جگہ ثبوت بھی فراہم کیا ہے۔

روز میلاد کو''عید'' ہونے پر بھی کافی شواہد ودلائل مولانا نے دئے ہیں جس سے شکوک رفع ہوسکتے ہیں اور مسئلہ واضح ہوجاتا ہے۔ اور روز میلاد فرحت وسرور بھی (جشن منانے کی راہ متعین ہوجاتی ہے) ذکر میلاد' قیام میلاد' عید الاعیاد' تعین وقت' فوائدِ مجالسِ میلاد' برکات میلاد کے ساتھ ساتھ قصائد نعتیہ پڑھنے والوں کے انعامات واکرامات کو صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ عمل کو احادیث اور کتب معتبرہ سے مبرہن فرمادیا ہے۔

آخر میں معاصرین کی کج فہمی کی بنا پر ہونے والے اعتراضات کا اشارہ بھی کیا ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں:

''ہمیں یقین ہے کہ ہمارے بعض معاصرین اس رسالہ کی چند حدیثوں کو درایت کے شکنجہ میں ضرور کھینچیں گے مگر چونکہ اس میں ہمارے ہم مشربوں کی طرف روئے سخن ہے اس لئے ان کے شبہات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔اس پر بھی اگر شوق ہو تو ہم نے کتاب العقل'اور حقیقۃ الفقہ اور افادۃ الافہام وغیرہ میں بحث درایت تفصیل سے لکھی ہے ان میں ملاحظہ فرمائیں۔امید ہے کہ اہل انصاف کو اس سے تسکین ہوگی۔''ص ۶۸۔

اس کتاب کے ص ۶۱ پر مولانا قرآن کی دو ۲ آیتیں پیش فرماتے ہیں جن میں ایک سے فرحت کی ممانعت اور دوسری سے فرحت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے لیکن ان دونوں آیتوں میں تطبیق کا جو طریقہ ہے اس کو مولانا نے بہت خوبی سے نبھایا اور دلائل مختلفہ سے ثابت بھی فرمایا ہے۔

''یہ دیکھا جائے کہ مولود شریف میں کیا کام ہوتے ہیں اور وہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں بڑے کام یہ ہیں اظہار سرور تعین وقت، قصائد نعتیہ کا پڑھنا تقسیم شیرنی اور بخور کا جلانا وغیرہ اظہار سرور کا حال سنئے کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ لا یحب الفرحین** یعنی فرحت والوں کو حق تعالی دوست نہیں رکھتا مگر۔فضل اور رحمت الٰہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے **قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا** یعنے لوگوں سے کہہ دو کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کریں۔

مطلب ان آیتوں کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی خوشی کرے اب غور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے اس عالم کو عزت بخشا کیا بڑا فضل اور رحمت الٰہی ہے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ آپ ہمہ تن فضل

اور رحمت ہیں'' ص ۶۱۔

فضل اور رحمت کو مولانا نے قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت کیا ہے۔اس سے مولانا کی قوتِ استدلال کا پتہ چلتا ہے۔

تیسرے مضمون کا عنوان

''تحقیق الایمان''

اس مضمون میں مولانا نے ایمان اور کامل ایمان کے لئے دلائل و براہین سے سمجھایا ہے اور اس کے لئے تصدیق اور معرفت کے بے شمار مثالوں سے جنکو فلاسفہ اور منطق کے جاننے والوں نے پیش کیا ہے۔جیسے یہودیوں کو بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل تھی لیکن چونکہ تصدیق قلبی نہیں تھی اس لئے وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوئے۔کتب سابقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں کہ کہاں پیدا ہوں گے' کیا علامات ہوں گی حضرات صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی علامات سے جان گئے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہوں گے۔لیکن اس کے باوجود ایمان نہیں لاسکے۔مقسوم میں نہیں تھا۔ان کی معرفت ایسی ہی تھی جیسی ابوجہل کی کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ ہم جانتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہ یہ نبی ہیں مگر (لیکن) ہم کبھی بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔

تو گویا منافق کی معرفت بھی اسی درجہ میں ہے کہ بظاہر ایمان والے نظر آتے ہیں بباطن کافر ہیں تو ان کا حشر بھی دنیا میں ایمان والوں جیسا ہوگا یعنی احکام مسلمانوں کے صادر ہوں گے اور آخرت میں کافروں جیسے۔ کہ یہ کُھلے کافروں سے بھی زیادہ الم ناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔

آخر میں صحابہ کی معرفت اور تصدیق بلا تامل اور کئی واقعات سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور آخر وقت تک بلا جھجک خون اور پیشاب نوش کرنا وغیرہ ان سب کو مولانا نے ایمان کامل کی علامات سے لکھا ہے اور اب چونکہ صحابہ جیسی معرفت ہم کو حاصل نہیں ہے کیسے ہو کہ رات دن وہ آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارکہ کو دیکھتے اور ہر عمل پر ان کی نظر تھی۔بعض صحابہ مسلسل چہرۂ انور کو دیکھا کرتے اور فیض اُٹھاتے اور بعض تو ایسے بھی صحابہ جنکو اکثر فرماتے سنا گیا احادیث میں وارد ہے کہ ہم عمر بھر کبھی آنحضرت ﷺ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکے۔بہر حال ایمان کامل کہ تحقیق میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کو مختلف احادیث کے ذریعہ مولانا نے پیش فرمایا ہے۔مضمون اپنے عنوان کے اعتبار سے تشنہ بھی نہیں ہے۔

چوتھے مضمون کا عنوان

''خدا اور رسول کی محبت''

مولانا نے اس مضمون میں بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی ذات کے سوا تمام چیزوں سے زیادہ ان سے محبت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر ابھی آپ کا ایمان مکمل نہیں ہوا۔تم کو تمام چیزوں کے علاوہ تمہاری جان سے بھی زیادہ مجھ سے محبت ہونا چاہئے۔تو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اُس پرورگار عالم کی جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا کہ میں آپ کو اپنی ذات سے بھی زیادہ تر محبوب رکھتا ہوں۔فرمایا۔الآن یا عمر ہاں اب تمہارا ایمان مکمل ہوا اے عمر (رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طبعی محبت کی بنا پر فرمایا تھا جب بات معلوم ہوئی کہ یہاں حُب اختیاری کو دخل ہے تو اختیاری حُب سے فرمایا کہ اب ہر چیز حتی کہ میری جان سے بھی زیادہ آپکی محبت عزیز ہے۔

اس حدیث کی مختلف شرحوں میں مولانا نے ابن تیمیہ کی کتاب ''الصارم المسلول'' کے حوالوں سے اثبات محبت رسول بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کو فرض بتلایا اللہ کے کلام کے حوالہ سے اثبات محبت رسول بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کو فرض بتلایا۔

محبت رسول دراصل خدا کی محبت ہے اس لئے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کو فرماتا ہے۔ اس کے ضمن میں صحابہ کرام کے واقعات جو حب رسول میں پیش ہوئے اُن واقعات کو تاریخ اور احادیث کے حوالوں سے بتلایا ہے اور اکابرین دین کی محبت کو اس طور سمجھایا کہ ان لوگوں نے حُب رسول میں اس حد تک اپنے کو بڑھادیا تھا کہ کوئی حکم اپنے نفوس پر بھاری نہیں تھا یعنی کسی بھی حکم کی اطاعت اُن کے نفسوں پر آسان تھی۔ یہ حد درجہ محبت رسول ہونے کی علامت ہے۔

صحابہ کرام کے واقعات کے ساتھ ساتھ ائمہ عظام کے نزدیک بھی حب رسول کی کیا اہمیت تھی کہ ائمہ میں حضرت امام مالک کا یہ حال تھا کہ ایک راوی ایوب سختیانی سے روایت اس لئے لیا کرتے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں زار زار روتے تھے بعض صحابہ کرام کا یہ حال ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر آتا تو چہرے متغیر ہوتے اور بعض کے سرخ ہوجاتے۔ مولانا فرماتے ہیں:

''الحاصل جسطرح محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر و مدح وثنا بھی واجب بلکہ فرض ہے''۔ ص ۱۲۵

پانچویں اور آخری مضمون کا عنوان

''اسلام''

حضرت بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی المخاطب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے اس مضمون میں ''اسلام'' کے معنی سے بحث فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں شیعہ اور معتزلہ کے خیالات بھی بتادئے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے ساتھ ہی فقہائے اہل سنت وجماعت کے مذہب سے بھی واقف کرایا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی ہی خلاف قیاس بات سنتے فوراً تسلیم کر لیتے اس لئے کہ ان کی عقلوں نے رات دن معجزات دیکھکر یقین کرلیا تھا خدائے تعالیٰ کی قدرت ہماری عقول کی پابند نہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا کو عصا مار کر جدا کردینا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روبرو پرندوں کا زندہ ہوجانا وغیرہ قرآن شریف میں مذکور ہے اور وہ امور جنکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جسکو اسلام کا دعویٰ ہے وہ ظاہر و باطن کے ساتھ عقل کو بھی خدا اور رسول کے حوالہ کردے گا اور تسلیم کرتا چلا جائے گا۔

مولانا نے قرآن مجید میں واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیش کر کے استدلال فرمایا ہے کہ ایک مشفق باپ کے حکم پر فرماں بردار فرزند کا سرِ تسلیم خم کردینا یہ ثابت کردیتا ہے کہ نبی کی مرضی کے خلاف چوں و چرا بھی نہ کیا جائے اس واقعہ کو لکھتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں

''دیکھئے فلما اسلما بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ اسلام اِسے کہتے ہیں کہ ادھر پدر مشفق اپنے جگر گوشہ کو ذبح کرنے پر مستعد خنجر بکف ہیں اور اُدھر ہونہار نوجوان فرزند اپنے نازک گلے کو خنجر بُراں کے تلے رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ اے حضرت امتثالِ امر میں دیر نہ کیجئے اور یہ خیال تک نہیں کہ آخر

جرم ہی کیا ہے جسکی سزادی جارہی ہے نہ طبیعت میں خلجان کہ خواب کی باتوں پر تشدد کیسا کسی کی معمولی عقل یہ ہرگز قبول نہیں کرسکتی کہ بے گناہ نوجوان لڑکا یوں ذبح کیا جائے مگر سبحان اللہ کیا اسلام تھا کہ صاحبزادے نے باوجود استمزاج ومشورہ لینے کے یہ بھی نہ کہا کہ حضرت خواب کے لئے تعبیر بھی ہوا کرتی ہے۔ جیسے دودھ کی تعبیر علم ہے۔ نبی کے خلافِ مرضی چوں وچرا کرنے کی مجال نہ پا کر اپنے ظاہر و باطن اور عقل کو تسلیم کرادیا۔

اب دیکھئے اسلام کیسی چیز ہے کہ جسکے مقابلے میں جان بھی کوئی چیز نہیں سمجھی جاتی چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیھم کی یہی حالت تھی کہ کیسی کیسی سختیاں ان پر مخالفین اسلام ڈالتے تھے۔ ص ۱۲۹ص ۱۳۰

مولانا نے اس مضمون میں گستاخ رسول کی سزا قتل قرار دی ہے اور علمائے اعلام سے ثابت فرمایا ہے۔ اس آخری زمانے میں اپنی عقل سے تفسیر کرنے والوں (غالباً سرسید کی طرف اشارہ ہے) کے بارے میں لکھتے ہیں ''الغرض عقل سے خدا اور رسول کے کلام کا مقابلہ کرنا اور اپنی عقل کو ترجیح دے کر نصوصِ قطعیہ کا انکار کر جانا نہ تفویض ہے نہ انقیاد، پھر معلوم نہیں کہ اسلام کے کیا معنی لئے جاتے ہیں'' ص ۱۳۲۔

مقاصد الاسلام (حصہ دوم)

(صفحات ۲۰۸)

مباحث:۔ معجزات' کرامات اور مرزا قادیانی کا معقول ردّ اس میں عقل ودرایت سے مرزا صاحب قادیانی وسرسید صاحب کا ردّ۔ معجزات وکرامات کی عالمانہ بحث کی گئی ہے۔

مولانا نے درایت اور عقل کی فضیلت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیا ہے پھر فلاسفہ اور حکمائے مشہورہ کی خصوصیات بیان کی ہیں جیسے افلاطون کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ افلاطون تلذذاتِ عقلی اور علمی میں اس قدر محو اور مستغرق تھا کہ اس نے عمر بھر تجرد کی زندگی اختیار کی اور سیر وسیاحت ہی کرتا رہا کہ اس کو تلذذاتِ عقلی میں اتنا لطف ملا کہ تلذذاتِ جسمانی کی طرف اُسکی توجہ ہی نہ رہی ایسے ہی کئی اور معروف حکماء کا استغراق ان کی زندگیوں کے تجربہ جو مختلف کتابوں (حکمت کی کتابوں) میں مرقوم ہیں تفصیل سے لکھا ہے۔

حکماء اور فلاسفہ (عقلاء) اور عقلائے اسلام میں فرق واضح کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ ''فلاسفہ زمین وآسمان میں سوچ لگاتے ہیں اور لذاتِ جسمانی سے دور رہتے ہیں لیکن اس کے برخلاف عقلائے اسلام قدرت کی صنعتوں میں نظر کرنے کے ساتھ ساتھ لذاتِ جسمانیہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کھڑے بیٹھے' لیٹے اللہ کے ذکر میں رہتے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے غافل بھی نہیں رہتے نماز کا وقت آگیا تو انہیں خدا یاد آگیا اور چلے نماز کی ادائی کے لئے۔ رمضان کا مہینہ آگیا خدا یاد آگیا اور پھر روزے رکھ لئے اسی طرح حج کا موسم آیا خدا کی یاد ہوئی اور پھر فرض بھی ادا ہوا۔ مولانا اس کتاب کے ص ۱۹ میں فرماتے ہیں ''غرضکہ ہر وقت اور ہر حالت سے متعلق جو کچھ قرآن شریف میں احکام مذکور ہیں ان مواقع میں خدائے تعالیٰ انہیں یاد آجاتا ہے اور ان احکام کی ادائی بصدقِ دل کیا کرتے ہیں''

قرآن حکیم میں اللہ نے جن عقلمندوں کی تعریف فرمائی ہے وہ معمولی عقل والوں کی توصیف بلکہ ان پاکیزہ قلوب حضرات کی عقل کی تعریف فرمائی ہے جو ہمیشہ دنیا کے کام میں مصروف رہیں تب بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہتے انہی کی درایت کو پسند فرمایا گیا ہے۔

حضرت مولانا شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ عقلی دلائل قائم

کر کے اسلامی باتوں کی تکذیب کرنا یہ طریقہ کفار ہے سر سید احمد خان جو فلسفہ جدیدہ کے دلائل کے سامنے خاموش ہوگئے تھے اور انہی کی ہمنوائی کررہے تھے اس رویہ پر حضرت شیخ الاسلام نے سخت تنقید فرمائی ہے۔فرماتے ہیں:

''چنانچہ سر سید احمد خان صاحب نے اکثر امور میں اسکی موافقت کی مگر غضب یہ کیا کہ ایک کتاب ہی لکھ ڈالی جس کا نام ''تحریری اصول التفسیر'' ہے مقصود اس سے یہ ہے کہ جو بات عقل کے خلاف ہو اس میں تاویل کرکے ہم اسکو عقل کے مطابق کردینگے.....ص ۴۳

اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں ''اس کتاب سے مسلمانوں کو سخت تکلیف پہونچتی ہے''

مولانا نے اس کتاب میں نبوت اور معجزات جو نبوت کے لئے نشانیاں ہیں اور یہ معجزے مافوق الفطرۃ ہیں اس کا انکار کرنے والی جماعت جس کے سرخیل سر سید احمد خاں ہیں ان کا ردّ بلیغ فرمایا ہے۔اور مدعیان نبوت مرزا حیرت (دبی زبان دعوی نبوت کیا) اور مرزا قادیانی کے دعوؤں کو جھوٹا اور بے بنیاد ثابت کردیا ہے خاص کر سر سید اوران کے ہم خیال شبلی نعمانی صاحب کے خیالات پر تنقید فرمائی ہے۔سر سید کی تفسیر القرآن میں معجزہ کے انکار اور ملائکہ کے وجود کے انکار اور شیاطین کی اصلیت سے انکار ان تمام باتوں کو عقلائے یونان' یورپ اور امریکہ کے کئی دانشوروں کی کتابوں اور مسمریزم و ہپناٹزم کے بے شمار واقعات ومشاہدات کی روشنی میں سر سید کے خیالات باطل کا ردفرمایا۔اور ساتھ ہی قرآنی آیات اور احادیث شریفہ سے اپنے تبصرہ کو مبرہن فرمایا ہے اوراس خوبی سے کہ محلِ اعتراض باقی نہیں رہا۔

سائنس دانوں اور فلاسفہ جدیدہ کے بعض متواتر تجربات جو محیرالعقول کے علاوہ خوارق عادات بھی ہیں اسکو تو سر سید صاحب مان لیتے ہیں اور خدا نے اپنے نبی کو معجزہ دے کر بھیجا اور خوارق عادات اپنے خاص بندوں سے صدور فرمائے تو اس کے لئے عقلی دلائل قائم کر کے مخالفت کرنا شروع کی جبکہ معجزہ شق القمر دیگر انبیاء کے معجزات وغیرہ پر تاویلیں کرنے لگے۔مولانا نے لکھا ہے کہ دیگر اقوام پر جب معجزات انبیاء کرام اور خاص کر ہمارے آقا کے معجزات بیان ہونے لگے تو کئی کفار حلقہ بگوش اسلام ہوتے نظر آتے ہیں اور یہ کیسے مسلمان ہیں کہ مسلمان ہوکر معجزات کا انکار قرآن کے معنی میں تحریف۔

جگہ جگہ اس کتاب میں مولانا نے سر سید کی گرفت فرمائی ہے اور اس خوبی کے ساتھ کہ علمی وجاہت مجروح نہیں ہوتی۔شبلی نعمانی صاحب کی کتاب الکلام کے اقتباسات بھی کہیں کہیں سر سید کے ہم خیال ثابت کرنے کے لئے نقل کئے ہیں اور جن جن جملوں سے غلط فہمیاں اہل اسلام کو ہوتی ہیں ان کی طرف اشارہ فرما کر مناسب جواب بھی دیا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے سر سید صاحب کے غلط استدلالات جیسے شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ کی کتابوں سے معجزات کی نفی کرنے کی کوشش وغیرہ پر نفیس ردفرمایا ہے۔بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اس عبارت جو تفہیمات الٰہیہ سے ماخوذ ہے ''**واما شق القمر فعندنا لیس من المعجزات** ''حیدرآباد میں مناظرہ بھی ہوا تھا اس میں مولوی احمد علی صاحب احراری مرحوم نے ثابت کردیا کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شق القمر چھوٹے چھوٹے معجزوں کی قسم سے نہیں' ص ۸۵۔۸۶ (یعنی یہ بہت بڑا معجزہ ہے)

بہرکیف حضرت نے عقل کو رہنما بنانے کے نقصانات اور کلام الٰہی کو رہنما بنانے کے فوائد بھی گنائے ہیں مولانا نے سر سید کو اہل

قدامت باطلہ میں شمار کیا ہے ان کی تفسیر کو توہین اور تضحیک قرار دیا ہے۔
اس کتاب میں جہاں سرسید، شبلی کی ناقص عقلوں کی مذمت کی ہے وہیں پر مرزا حیرت، مرزا قادیانی اور اسماعیل دہلوی کے امکانِ کذبِ باری پر بھی ضرب کاری لگایا ہے۔ اس کے لئے صفحہ ۱۲۵ ملاحظہ کریں جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ سرسید اور اسماعیلی خیالات فاسدہ نے مرزا قادیانی کو دعوئ نبوت کے لیے راہ کھول دی۔

مقاصد الاسلام (حصہ سوم)

(صفحات:۱۲۶)

مباحث:
اس حصہ میں حسب ذیل مضامین ہیں

۱)انسان کی ترکیب۔
۲)اوصاف نفسِ ناطقہ واوصاف باریٔ تعالیٰ۔
۳)معرفتِ الٰہی۔
۴)خلق آدم علی صورتہ کے معنیٰ۔
۵)مقصود از تخلیقِ انسان
۶)پیدائشِ روح کا حال۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے ذریت کیونکر نکالی گئی۔
۷)صورتِ نوعیہ کیونکر محفوظ رہتی ہے۔ بعض کو وعدۂ میثاق یاد ہے۔
۸)روح کی صورتیں ہر موطن میں مختلف ہیں۔
۹)بحث مسئلہ تقدیر۔ اعیانِ ثابتہ، ایجاد واحداث۔
۱۰)جبر وقدر۔ قدم عالم اور اس کا جواب۔
۱۱)شبلی نعمانی صاحب کے خیالات اور ان کا جواب اور عدم تناہی کا ابطال۔
۱۲)قیاس کی غلطی۔ نفسِ ناطقہ کی دلچسپی، فناء عالم، ایجاد عالم کا سبب
۱۳)مادّہ ایتھر
۱۴)کچے صوفیوں کا تصوف
۱۵)اصلی تصوف

حضرت مولانا نے اس حصہ میں مندرجہ بالا عنوانات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے کہتے ہیں کہ جب تک آدمی کو کسی شئے کی حقیقت حال سے پوری واقفیت نہیں ہو جاتی اُس وقت تک اسکے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے اگر کسی جاہل (دیہاتی) کو لعل و یاقوت سامنے رکھ دیا جائے تو وہ اُس کو کانچ کے ٹکڑوں ہی سے تعبیر کرے گا اس لئے کہ اُس کو لعل وہیرے کی اصلیت، ماہیت اور اہمیت سے واقفیت نہیں ہے۔ اکثر آدمی خود اپنی شخصیت سے بھی بے خبر رہتے ہیں اور اپنی قدر نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو اشرف المخلوقات اور نسخۂ جامعہ بنایا ہے۔

انسان کی ترکیب میں یہ ہے کہ وہ عالم اصغر ہے۔ دو چیزوں سے مرکب ہے: (۱)جسم اور (۲)جان۔ (نفسِ ناطقہ۔ روحِ انسانی)۔ نفس ناطقہ موجود اور حی ہے اس کے کام یہ ہیں کہ جسم کی ضرورتوں کو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت پہچاننا الغرض طبیعت جن جن اُمور کو طلب کرتی ہے ان کو مہیا کر دینا بھی اس کا کام ہے۔

نفس ناطقہ جسم سے کس طرح متعلق ہے۔ مولانا نے ص ۱۱ پر یوں لکھا ہے۔

”اب دیکھئے کہ نفس ناطقہ باجودیکہ غیر محسوس ہے اور کسی آنکھ میں صلاحیت نہیں کہ اس کو دیکھ سکے مگر جس کو عقل ہے وہ قرائن دیکھکر

یقین کر لیتا ہے کہ ہم میں وہ موجود ہے اور اس کی کنہ ذات کو ہم ہر گز ادراک نہیں کر سکتے بلکہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ وہ موجود اور تمام عوارض جسمانیہ سے منزہ ہے، نہ جسم ہے، نہ عرض نہ والد ہے نہ مولود، نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جسم میں وہ داخل ہے نہ خارج نہ متصل نہ منفصل باوجود اس کے جسم سے اُس کو ایک ایسا تعلق ہے کہ اسکی حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی اور جسم انسانی کی وسیع مملکت اس کے قبضہ میں ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں''

اس عالم کے چلانے والے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے مولانا انسانی جسم کو ایک عالم قرار دیتے ہیں اور اس کے تمام اعضاء اس ملک جسم کی رعایا اور اس میں اپنا خلیفہ ''روح'' کو (جو صفات الہیہ سے متصف ہے) بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور وہ تمام حاجات عالم جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔ اب اس ایک چھوٹے سے جسم میں غور کریں تو عقل کو بنا دیکھے ہی ایسے مدبّر (نفس ناطقہ) کا یقین ہو جاتا ہے کہ بغیر اس کے حکم کے جسم حرکت ہی نہیں کر سکتا اور وہ سارے حوائج جسمانی کو چلاتا ہے تو پھر اتنے بڑے عالم کا کام بغیر مدبر کے کیسے چل سکتا ہے لہذا خدا ہی سارے عالم کو چلاتا ہے۔ اسی لئے انسان اگر اپنے نفسِ ناطقہ کو پہچان لے تو پھر خدا کی پہچان اُس کے لئے آسان ہو جائے۔ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** کا یہی مطلب ہے۔ نفس ناطقہ کے صفات (روح کے صفات) کو صفات باریٔ تعالی کی مثل اس لئے فرمایا کہ انسان کو اللہ کا عرفان آسان ہو جائے۔

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کا مطلب یہ ہیکہ جیسے بعض علماء نے لکھا کہ صورت کی ضمیر آدم علیہ السلام کی طرف ہے یعنی حق تعالی نے آدم علیہ السلام کو ان ہی کی صورت پر پیدا فرمایا۔ وہ جانتے ہیں کہ آدمی کی خصوصیات ملائکہ اور دیگر مخلوقات میں نہیں ہیں۔ عالم میں یہی ایک نسخہ جامع اس انداز پر پیدا کیا گیا ہے کہ اس کا کوئی مثل اور نظیر نہیں، یعنی انسان جیسا کوئی نہیں جسکو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ عالم کے لئے رب ہونے کو یوں واضح کرتے ہیں۔

''اگر حق تعالی انسان کو عالم ایک مختصر نسخہ جامعہ نہ بناتا اور روح کا تصرف اس میں نہ ہوتا تو یہ نہ معلوم ہوسکتا کہ عالم کا ایک رب ہے جو اُس میں متصرف اور علم وقدرت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہے'' ص ۱۹

مولانا نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ ''صورت روحانی ہماری' آدم علیہ السلام سے پیشتر بن چکی ہے۔ اور ہمارا تعلق جو آدم علیہ السلام کی جزئیت کا ہے وہ جسمانی ہے''۔ ص ۳۴

اسطرح واضح فرمادیا ہے کہ ہماری اصل صورت وہی ہے جو روحانی ہے۔

مولانا نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے جن علوم کی مدد لی ہے ان میں علم طبیعات، علم تفسیر، علم حکمت، علم حقائق اور دیگر ضروری علوم شامل ہیں۔

عہد میثاق ایسا گزرا جیسے ابھی کا ذکر بھی کرتے ہوئے بعض بزرگوں کے واقعات لکھتے ہیں کہ بعض بزرگ نے فرمایا کہ جیسے کل ہی ہوا ہے۔ بعض حضرات تصفیہ باطن کی وجہ سے یاد رکھتے ہیں چنانچہ مولانا نے تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عہد میثاق آپ کو یاد ہے کہا وہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا اب میرے کان میں اُس کی آواز موجود ہے'' ص ۴۳

بعض دنیوی لذتوں میں گھر کر عہد میثاق بھول جاتے ہیں اور وہ جسمانی متعلقات ہوتے ہیں۔ روحانی ہوں تو پھر بھولے نہ جائیں۔

مولانا نے اس حصہ میں ''کن'' کا خطاب' اعیان ثابتہ وغیرہ پر مدلل بحث فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں: ''غور کیجئے ''کن'' خطاب موجود چیز سے ہوسکتا ہے یا معدوم سے اگر موجود سے ہوتو تحصیل حاصل ہے''۔ص ۴۸

حضرت شیخ الاسلام تقدیر کے مسئلہ میں مولانا روم کی مثنوی سے بھی کچھ شعر نقل فرمائے ہیں ''کن'' کے خطاب کے سلسلے میں بڑی اچھی بات حضرت نے پیش فرمائی ہے۔

رقم فرماتے ہیں: ''مگر محققین نے دیکھا کہ خدائے تعالی کا خطاب معدومات کے ساتھ اور ان کا جواب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس ضرورت سے انہوں نے شئے کی دو قسم کی ایک موجود خارجی (۲) دوسرے شئے ثبوتی جو خارج میں معدوم اور علم الہی میں ثابت ہے اور اعیانِ ثابتہ معدومہ کے قائل ہو گئے۔ص ۷۱

اس سلسلہ میں شیخ محی الدین ابن عربی اور امام غزالی کے اقوال کو جگہ دی ہے مولوی شبلی نعمانی صاحب کی کتاب ''الکلام'' جو عقائد اسلامی کے نام سے لکھی گئی ہے' مولانا نے اس کا مفصل رد فرمایا ہے یہ کہہ کر کہ اگر یہ کتاب کسی اور کی ہوتی تو ہمیں کوئی مضائقہ نہ تھا' یہ کتاب تو شمس العلماء کی لکھی ہوئی ہے اور مسلمانوں پر اس کا بہت بُرا اثر مسلمانوں پڑ سکتا تھا۔اسلئے مولانا نے اس کتاب کے مندرجات میں خدا کی خالقیت کا جو انکار ملتا ہے اُسکو الحادی ثابت فرما کر مسلمانوں کے لئے ایمانی نقطۂ نظر واضح فرما دیا ہے۔

مولوی شبلی صاحب' شاہ صاحب اور امام غزالی کی عبارتوں سے غلط مفہوم اور بے جا معانی کا بھی قلع قمع کر دیا اور ثابت فرمایا کہ یہ کتاب اسلامی نام کی آڑ میں الحادی اور غیر اسلامی ہے۔آخر میں تصوف کو ہمارے دین میں اعلیٰ درجہ کا علم قرار دیکر کچے صوفی پکے ملحد کی خوب خبر لی ہے اور تصوف کو قرآن' حدیث اور شریعت حقہ کا لُب لباب فرمایا ہے۔جسے آخری صفحات میں لکھتے ہیں:

''غرض کہ تصوف کچھ اور ہی چیز ہے جسکو قرآن و حدیث اور شریعت کا لب لباب کہنا چاہئے' اسکو نہ فلسفۂ قدیمہ سے کوئی تعلق ہے نہ فلسفہ جدیدہ سے کوئی مناسبت' ص ۱۲۵ اور ۱۲۶

مقاصد الاسلام (حصہ چہارم)

(صفحات: ۱۲۰)

مباحث:

(۱) اس حصہ میں تحصیل علوم عربیہ حسبِ نصاب نظامیہ پر پاکیزہ بحث ہے۔

(۲) علم اور اہل علم کی فضیلت، زکوۃ کی ترغیب' فضائل علم سے متعلق چالیس احادیث' علوم عربیہ اور دنیاوی ترقی۔

(۳) حج کے فضائل اور اسکی ترغیب۔اسلام پر بے دینوں کا حملہ

(۴) چکڑ الوی کا ردّ اطاعت رسول' کلام مجید اور فقہ' اتحاد مذاہب عالم کا جواب' ندوۃ العلماء کا قیام اور بعض وجوہ کی بناء پر اسکی مخالفت۔

(۵) توہین شیطان۔شفاعتِ علمائے موجودہ۔

(۶) طلبائے مدرسہ نظامیہ کی چند تقاریر وغیرہ

یہ تمام مضامین عالمانہ تحقیق کی ساتھ لکھے گئے ہیں

پہلا مضمون:

مدرسہ نظامیہ کے نصاب کی اہمیت وافادیت پر ہے۔

اس مضمون میں مولانا نے یہ لکھا ہے کہ انسان کی شرافت محض ''علم'' سے ہے علم اور مختلف علوم کی بتدریج ترقی وضرورت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ان مختلف علوم میں انسانی طبیعتوں کی مناسبت سے جس کو جس فن میں کمال حاصل ہونے کی صلاحیت ہے اُس فن میں کمال پیدا کیا۔ کسی جماعت نے علم تفسیر و قرآن میں کسی نے علم حدیث وفن رجال میں اور کسی نے قواعد لغت وغیرہ علوم میں ترقی کر کے مشقیہ علم کو فروغ دیا۔ بعدہ ناسخ و منسوخ، علم الاخلاق، تصوف وغیرہ میں کتابیں لکھیں۔ لیکن دوسری صدی میں احتمالات پیدا ہونے لگے۔ فلسفہ کا رنگ زیادہ ہوتا جارہا تھا جس کا اثر علم حقائق پر پڑ رہا تھا اس کے منفی اثر کو زائل کرنے کے لئے علمائے اسلام نے علم الکلام کے ذریعہ فلسفیانہ موشگافیوں کا رد کیا۔ اسی لئے علم میں کامل شخص اس کو کہا جاتا ہے جو ان تمام ضروری علوم میں مہارت رکھتا ہے۔

تدریس کے قابل کتابیں تیار ہوئیں، کافیہ، شافیہ، تلخیص، شروح وحواشی کا دور بھی آیا پھر مولانا نظام الدین لکھنوی نے ایسا مفید نصاب ترتیب دیا جس میں ہر فن کی کتاب کو شامل نصاب کر دیا چنانچہ ہزار ہا علماء اسی نصاب کی بدولت لائق فائق اور مشہور نام بھی ہوئے۔

اس نصاب کی افادیت بیان کرتے ہوئے مولانا نے ص ۵ پر لکھا ہے۔ اس نصاب میں ایک عمدہ فائدہ یہ ہے کہ ملکہء جامعیت علمی حاصل ہو جاتا ہے۔ دوسری ولایتوں میں طلبہ کو جامعیت بہت کم حاصل ہوتی ہے۔

شائد ہزاروں میں کوئی ایسا ہوگا جو ایام طالب علمی میں سب فنون میں کمال حاصل کیا ہو'' ص ۱۵ اس نصاب کی غرض و غایت یہ بتاتی ہے کہ ہمارے دین پر حملے بہت ہوتے ہیں ایک بات میں دوسری بات پیدا کرنے کی صلاحیت، مناظرہ کی قوت پیدا ہو سکے تاکہ حملہ کرنے والوں کو مُسکتِ جوابات دئے جاسکیں اور یہ کام اس نصاب کی تکمیل کرنے والے علماء ہی کر سکتے ہیں اور اُن کا یہ فرض منصبی بھی بنتا ہے۔

حضرت مولانا انوار اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نصاب کی مقبولیت کا ذکر بھی اُنہی کے زمانہ کے ایک بزرگ جو مشائخین عظام سے ہیں ان کے خواب کے ذریعہ بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ دستارِ فضیلت کی شب میں ہی کل اسناد طلبہ کے طلب فرما کر دستخط فرما رہے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ نصاب کس قدر قابل قدر ہے۔

علم کی اہمیت علماء کے علاوہ عوام میں ہونا چاہئے کہ پہلے عوام میں بھی علم کی قدر تھی والیانِ مملکت کو بھی شوقِ علم تھا۔ اس لئے اس علم کی ترقی و ترویج ہوتی رہی اور آج تنزلی کے اسباب یہی ہیں کہ لوگوں میں قوتِ تمیز اٹھتی چلی گئی اور پہلے کی طرح علم کی مجلسوں میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے نظر نہیں آتے۔

اس مضمون میں مولانا نے ندوہ کے تقلیل مدت ختم نصاب کے لئے صحیح رُخ متعین فرمایا ہے۔ اور یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ اگر کوئی مکمل مطلوبہ نصاب کی تکمیل کرنا چاہتا ہے تو اس کو محروم نہ کیا جائے۔

مدرسہ نظامیہ کے اس نصاب کو اہل ندوہ نے ''الندوۃ'' پرچہ میں شعبان ۱۳۲۲ھ میں شائع کر دیا تھا اور اس نصاب کی خرابی بیان کی تھی تو طلبائے نظامیہ نے برھم ہوکر بُرے الفاظ سے انکو یاد کیا۔ اس جذبہ کو دیکھکر مولانا نے یوں لکھا۔

''اس اُمتِ مرحومہ میں ایسے افراد پیدا ہوں جو قوم کے پیشوا

بنیں اوران کے دین کی حمایت کر کے مخالفوں کے مکائد سے انکو بچائیں۔

دوسرا مضمون

''علم اور علماء کی فضیلت''

مدرسوں اور دارالاقامتوں کی ضرورت پر پُر مغز مضمون ہے۔

اہل سنت و جماعت صرف اور صرف علم سے دوری کی وجہ خانوں میں بٹ گئے ہیں اس لئے کہ اہل اسلام باشندگان ہند دکن بھی سبھی اہل سنت و جماعت ہی سے تھے' کوئی یورپین یا امریکی ان مخالفین کی تحریکوں میں شریک نہیں ہوئے سبھی اہل سنت و جماعت سے نکل کر اُن خوش نما نعروں کے تلے جمع ہوئے اور پچاس سال کے (اب تقریباً ۱۵۰ رسال کا عرصہ) عرصہ میں مختلف مذاہب باطلہ بن گئے۔اس مضمون میں دین کے طالب علم کی فضیلت' علم کی فضیلت بیان کیا ہے۔اور پختہ مساجد' گنبدیں بنانے کے مقابلہ میں مدرسوں کی مدد زیادہ کی جانی چاہئے۔خیرالخیرین یعنی دو اچھے کام جب جمع ہوجاتے ہیں تو کون سا کام پہلے کرنا چاہئے قوم میں تمیز اب اُٹھتی چلی جارہی ہے۔مولانا نے ثابت فرمایا ہے کہ اس زمانے میں افضل مدرسہ اور دارالمساکین کے بجائے دارالاقامہ دینی طالب علم کے لئے قائم ہونا ہے۔علم کے بجائے مال جمع کرنے والوں کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی زکوۃ کی فرضیت کے بارے میں لکھا ہے مصارف زکوۃ کے درجہ بتائے گئے' علوم دینیہ کے طلبہ اور اشاعتِ علوم میں صرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اس ضمن میں مولانا نے چہل حدیث علم اور علماء کی فضیلت میں لکھے ہیں اس فرض کی حدیث شریف ہے کہ جو شخص چالیس حدیث یاد کرلے تو اس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا۔

تیسرا مضمون

''العجّ للحج''

خوشبوئے حج' توشہء حج' ترغیب حج'' سے متعلق ہے۔

مولانا نے اس مضمون میں حج کی فضیلت، راستہ کی تکالیف کے باوجود اس اہم فرض کی ترغیب میں بے شمار آیات واحادیث سے مضمون کو مدلل فرمایا ہے۔اس ضمن میں مولانا نے خود اپنے واقعات بھی پیش فرمائے ہیں اس مضمون کے لکھنے تک آپ نے (۴) حج ادا فرمائے چنانچہ لکھتے ہیں

''مجھے بھی بفضلہٖ تعالی اس سفر مقدس کا چار بار اتفاق ہوا'' ص ۱۴۱

مولانا نے اپنے زمانہ میں ہونے والے مصائب کا تجربہ اور اس کا حل بہت خوبی سے عازمین حج کو بتلایا ہے وہاں کے بدؤوں کا رویہ اوران کے مقررہ سے کچھ زائد نہ دینے پر حاجیوں کو پریشان کرنا وغیرہ۔خود مولانا کے ساتھ بھی رہنے والے بدؤوں کو مولانا نے مقررہ سے زائد دینے پر ان کی اطاعت وفرماں برداری ایسی کی کہ کوئی غلام بھی اس سفر میں ہمت نہ کرسکے۔یہ اندیشے مولانا کے زمانہ کے ہیں لیکن اب وہاں کافی سہولتیں ہیں ملک عرب کی خوش حالی نے حاجیوں کے لئے بہت سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں۔

مولانا نے اس مضمون میں لکھا ہے کہ''مولوی محمد حسین صاحب انجینئر نے جو پرچہ اتحاد عالم ص ۳ میں طواف خانۂ کعبہ اور حجر اسود کا بوسہ' رمیِ جمار اور حالت احرام کا ذکر کر کے ان تمام اُمور کو ملانہ اسلام کا عمل' طوفانِ بے تمیزی اور بدتہذیبی وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں تو اس سے ان خیالات فاسدہ کی خوب خبر لی ہے۔اسطرح اہل قرآن اور

مخالفین اسلام کو جیسے عبداللہ چکڑالوی وغیرہ کو دائرہ اسلام سے خارج کردیا ہے۔انداز بہت نرالا ہے۔لکھتے ہیں۔

''اب بھی اگر مسلمان لوگ ان کو مسلمان اور اہل قرآن سمجھیں تو انکی عقل کی خوبی ہے'' ص ۹۰

اس مضمون کے آخر میں مولانا نے استعانت بالاولیاء' عرس اولیاء اور زائرین کے فوائد روحانی' شفاعت' وسیلہ وغیرہ اُمور پر اثبات میں مدلل بحث فرمائی ہے۔

ندوۃ العلماء کے قیام اور مخالفت پھر طرفین سے رسالہ بازیاں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔قرائین سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا نے دیوبندی اور بریلوی اختلافات کی طرف بھی اشارہ فرمادیا ہے۔

مولانا نے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرنے کی قرآنی آیات سے دلائل دیئے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ دینی مدارس کے فارغین کا اس پر عمل ہونا چاہئے۔مناظرہ کی طرف رغبت اور اس کے خلاف کو جُبُن (بزدلی) قرار دیا ہے۔مولانا لکھتے ہیں:

''کہ جب دینی مدارس میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لئے گئے اور مخالفین اسلام کے مقابلے کا سامان اور آلات فراہم کرلیا تو گویا یہ وعدہ کیا کہ ہم ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیریں گے............ باوجود آلات واسباب مناظرہ جمع کرنے کے کیوں جبن (بزدلی) اختیار کیا۔الخ ص ۹۵۔

مگر افسوس کہ مولانا کی اس خواہش کے مطابق اس ضرورت کی تکمیل نہ ہوسکی۔

چوتھا اور آخری مضمون ''تذنیب'' کے عنوان سے ہے۔

جس میں مدرسہ نظامیہ کے تحتانی طلبہ سے عام جلسوں میں اس غرض سے تقاریر کرائی جاتی ہیں کہ ان پر رعب مجلس نہ رہے۔اس تقریر میں کسی قدر مذاق علمی ہونے کی باعث شامل کتاب کیا گیا ہے۔جس میں انہوں نے انسان کے استحقاقِ خلافت کا ذکر کیا ہے۔

مقاصد الاسلام (حصہ پنجم)

(صفحات: ۲۴۹)

مباحث:

تصوف کی تعریف۔صوفی کے اصطلاحی معنی۔ضرورت عبادت الٰہی۔معرفتِ الٰہی۔جزاء وسزاء۔جنت ودوزخ کے متعلق ایک عقلی بحث، جزاوسزاء کا عقلی ثبوت (متکلم) تصوف کا اصل اصول، آنحضرت ﷺ کی فقر والی زندگی۔اہل بیت اور خلافت' شان نزول سورۂ قدر و کوثر' مدارج حضرت امام حسین علیہ السلام۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فقر' حضرت علی وعمر رضی اللہ عنہما کے حضرت ابوبکر وعمر وعلی رضی اللہ عنھم کے اتحاد واتفاق پر صحابہ کا اجماع، فقر و زہد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعلی کرم اللہ وجہہ کے ''اورع'' ہونے کے متعلق شیعہ وسنی کا اتفاق۔حضرت ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کا قبولِ خلافت سے انکار، خلافت کی ذمہ داریوں سے خوف۔معنی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ' محاربہ صفین وجمل' ہر فتنہ کی پیشن گوئی، علم قرون اولیٰ تا قیامت۔خلفائے ثلاثہ کی خلافت مدت، خلافت راشدہ' ارتداد صحابہ کی تردید' اثبات بیعت علی رضی اللہ عنہ با خلفائے ثلاثہ' فضیلت شیخین۔اتفاق علی رضی اللہ عنہ برخلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ' ایکدلی واتفاق صحابہ وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ' اعتراف اسلام صحابہ وقت عمر رضی اللہ عنہ' حقانیت خلافت صدیق پر قرائن' شجاعت علی کرم اللہ وجہہ' واقعہ

اخراج ابوذرؓ واقعہ در قلعہ خیبر، عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی اور زندقہ، احراق قائلین الوہیت علی، اثبات الوہیت میں ابن سبا کی حکمت عملی، یہودیت ابن سبا اور اُس کا ملعون ہونا، خوف از عالم منافق۔ قصہ بولس (یہودی بادشاہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دولت مندی وغیرہ۔

مولانا نے شبلی نعمانی کو کے اس خیال کو فلسفہ اور تصوف کے ڈانڈے ایک جگہ ملتے ہیں۔ دلائل سے غلط ثابت فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

''شاید بعض متصوفین کے لحاظ سے انہوں نے فرمایا ہوگا، جن کے نزدیک عبادت الٰہی کی ضرورت نہیں ورنہ کجا تصوف اور کجا فلسفہ، دونوں میں کسی قسم کا تعلق نہیں، کیونکہ تصوف اس علم کا نام ہے جس میں صرف وہ امور مذکور ہوتے ہیں جو تقرب الی اللہ کے باعث ہوں اور لوازم تصوف ایسے سخت واقع ہوئے ہیں کہ اہل فلسفہ ان کو سن لیں تو گھبرا جائیں۔ص ۱۔۲۔

مولانا کے خیال میں اول صوفی اسکو کہا جاتا ہے جو زرق برق زینت کے لباس کو ترک کر کے صوف یعنی صرف کمبل پر قناعت کرتے تھے صوفی کہلاتے تھے۔ مگر اصل تصوف کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں کہ اصل تصوف تو وہ ہے کہ جس نے ان کو اس حالت ظاہری پر مجبور کیا تھا اور صوفی وہی ہوگا جس کو وہ حالت نصیب ہو۔ص ۳۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:۔ من عاش فی ظاهر الرسول فهو سنی ومن عاش فی باطن الرسول فهو صوفی رواه ابونعیم فی الحلیه ۔یعنی جو ظاہر رسول اللہ ﷺ پر ہو وہ سنی ہے اور جو باطن رسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے ص ۴۔

اس عبارت کو نقل کر کے مولانا لکھتے ہیں کہ:

''جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ ثابت ہے کہ صوفی کا باطن آنحضرت ﷺ کے باطن کے تابع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ صوفیہ کے باطنی حالات علی قدر مراتب وہی ہوں گے جو آنحضرت ﷺ کے تھے غرض کہ یاد الٰہی میں رہنا صوفیہ کا فرض منصبی ہے''۔ص ۵

مولانا نے ''عبادت الٰہی'' کی ضرورت کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی اور اس کے حصول کے طریقوں میں یہ صرف انسان ہی کو حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کی فضیلت بھی ہے کہ اللہ تعالی نے زمین و آسمان کی چیزوں کو انسان کے لئے مسخر فرمادیا ہے۔ معرفت کے لئے اللہ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس کو پہچان کر کریں۔ عبادات الٰہی و معرفت پروردگار میں کامل ہونے والوں کے لئے جنت کی خوشخبری ہے ورنہ دوزخ۔ جس کے لئے جزاء وسزاء مقرر کی گئی ہے۔

حضرت مولانا نے جنت کے حالات اور دوزخ کے حالات جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اُن کو بڑی عمدگی اور ترتیب سے نقل فرمایا ہے جس سے بندۂ خدا کو دوزخ سے خوف ہو سکے اور جنت کے انعامات و اکرامات اور ہر قسم کی آرائش سے وہ اللہ کے فضل سے بہرہ مند ہو سکے۔

جنت کے حالات میں احادیث شریفہ سے مختلف انعامات کو نقل فرمایا ہے جس میں جنت کے ۱۰۰ درجے ہیں، جنت میں چار سمندر ہیں، پانی، شراب، دودھ اور چوتھا شہد۔ میوؤں کا ہر قسم کے ہر موسم میں دستیاب ہونا۔ درخت، محلات، باغ، شباب ۳۰، ۳۲ سال کے لوگ ہونگے۔ جنت میں ہر ایک کو حسن یوسفی عطا ہوگا۔ لباس فاخرہ، زیورات حوران بہشت، جنتی آدمی کی بے پناہ قوت، جنتی خدام کی تعداد ستر ہزار

اور ہمہ اقسام کے کھانے، ذائقہ، ۳۰۰ قسم کے شربت اور ہر شربت کا ذائقہ جدا جدا، ہفتہ میں ایک بار دیدار الٰہی اور شرف ہم کلامی، جنتی بازار جس میں عام اجازت ہے جسکو جو چیز پسند آئے (بغیر بیع وشرا) وہ لے لے۔ جنت میں غم وحزن نہیں، اہل جنت کو بے انتہا خوشی ہوگی کہ اللہ کا ارشاد ہوگا کہ ہم تم پر بھی غصہ نہیں کریں گے اپنے احباب سے ملاقات کرنا ہو تو، مختلف سواریوں کے علاوہ تخت وہاں اُڑا لے جائیں گے اور وہاں اپنی اپنی سرگزشت بیان کریں گے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں دوزخ کا حال بھی حضرت مولانا نے رقم کیا ہے۔ شدید حرارت ہوگی رنگ سیاہ، اور گہرائی اتنی اگر پتھر پھینکا جائے تو ستر برس گزرنے پر بھی تہ تک نہ پہونچیگا۔ پیپ اور لہو کے بڑے بڑے تالاب، بھوک کی شدت جس میں غذا زہریلی اور کانٹے دار، پانی گرم اور کبھی زقوم پلایا جائے گا جسکی کیفیت یہ ہوگی کہ اگر دنیا میں اس کا قطرہ ٹپک جائے تو تمام روئے زمین کے لوگوں پر زندگی تلخ ہو جائے۔ کافروں کی زبان کی درازی اس قدر ہوگی کہ لوگ اس پر چلیں گے۔ سانپ بڑے بڑے اونٹوں کی مانند بچھو خچر کی طرح، فرشتوں کی ڈراؤنی صورتیں اگر دنیا میں کوئی دیکھ لے تو روح قبض ہو جائے۔

آخرت کے عجائب اور لذائذ ومصائب کے لئے جن باتوں کا تذکرہ مولانا نے کیا ہے اُسکو ایک متکلم کی حیثیت سے آپ نے خواب کے ذریعہ ہونے والے مشاہدات سے ثابت فرمایا ہے۔ عالم آخرت کو باور کرنے کے لئے مولانا یوں لکھتے ہیں:۔

''اب غور کیجئے کہ جب ہم نے ایک ایسے عالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جسمیں ہر قسم کی جسمانی لذتیں اور مصیبتیں اور ایسے عجائب وغرائب اشیاء میں جن کا وجود اس عالم محسوسات میں نہیں اور من وجہ اس عالم محسوسات کے وہ مشابہ ہیں اور من وجہ مخالف تو ہم اگر عالم آخرت کو باور کرلیں کہ بعضے اُمور میں وہ اس عالم کے مشابہ ہے اور بعض میں مخالف اور وہاں ایسے عجائب وغرائب اُمور ہیں کہ نہ کبھی دیکھے گئے نہ سنے گئے تو عقل کو اسکے باور کرنے میں کیا تامل ہے''۔ ص ۲۴۔۲۵۔

عبادت کے متعلق مولانا یہ نتیجہ پیش کرتے ہیں کہ عبادت بغیر کسی معاوضہ یا بدلے کے ہونی چاہئے چنانچہ ص ۲۷ پر مولانا رقمطراز ہیں:

''لذّات جسمیہ کے خیال سے عبادت کرنے کو بزرگان دین جائز نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ خود مستحق عبادت ہے۔ اس لئے بلالحاظِ معاوضہ عبادت ہونی چاہئے''۔ ص ۲۷۔

ایمان کی حالت کو مثالوں سے سمجھاتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ ایمان یقین ہی کا نام ہے جس پر آثار مرتب ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں چند احادیث بھی مولانا پیش فرماتے ہیں:۔ جیسے حدیث شریف کی عبارت ہے **الیقین الایمان کلہ** کنز العمال کی کتاب الاخلاق میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر کسی بات کا خوف نہیں سوائے ضعفِ یقین کے اور فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ خدا سے حُسن یقین مانگا کرو ص ۱۳۱۔ اس سلسلہ میں مولانا نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی معرکہ آرا کتاب ''فتوحات مکیہ'' (جس کا درس خود حضرت مولانا اپنے متوسلین میں دیا کرتے تھے) سے بھی پیر اور مُرید کے واقعہ میں یقین کو پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ مرید غریب تھے پیر نے حکم دیا کہ دوسرا نکاح، پھر بھی غربت پھر حکم دیا تیسرا، پھر چوتھا اسطرح یقین کامل ہو گیا اور غربت چلی گئی۔

الغرض مولانا نے ''یقین'' کو سمجھانے کے لئے مختلف پیرائے استعمال کئے ہیں اور صوفیائے کرام کو اس میں یعنی اس یقین میں کامل

بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''غرض کہ ہمارے دین میں یقین ایک ضروری چیز ہے اسی وجہ سے صوفیائے کرام کو خاص قسم کی توجہ اس کے حاصل کرنے کی طرف تھی اور اس باب میں وہ تمام فرق اسلامیہ میں ممتاز ہیں جیسا کہ کتب تصوف اور ان حضرات کے تذکروں سے واضح ہے'' ص ۳۶۔ مولانا آگے لکھتے ہیں۔

''یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ یقین ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جسکی نوعیت وجدان سے معلوم ہوتی ہے'' ص ۳۶۔

اس کے تسلسل کو باقی رکھتے ہوئے مولانا نے حدیث احسان کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس آیت سے اُس احسان کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ **واعبد ربک حتی یأتیک الیقین** جو درجہ ایمان سے بالاتر ہے۔

آنحضرت ﷺ کی فقروالی زندگی کو مولانا نے اختیاری فقر لکھا ہے۔ اضطراری نہیں' اس سلسلہ میں مواہب لدنیہ، بخاری' مسلم کی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ایک مرتبہ بھوک کی حالت میں آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کو ہمراہ لے کر ایک انصاری صحابی کے ہاں تشریف لے گئے وہاں انصاری صحابی نے خوش ہوکر کہا کہ آج مجھ جیسا خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں جسکے گھر ایسے مہمان ہوں۔ ضیافت فرمائی۔ گوشت وغیرہ بھی پیش فرمایا۔ تو آنحضرت ﷺ نے وہاں بھی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنھا کا خیال فرماتے ہوئے روٹی پر گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ کئی روز سے انہیں گوشت نہیں ملا ہے۔

فقروالی زندگی میں شکم پر پتھر باندھنے کے واقعات' حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کو بھوک کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھنا اور خوب رونا' حضرت کا بستر ہمیشہ دوہرا کرلیا جاتا تھا۔ ماحصل یہ کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی بالکل فقروالی تھی۔

ان روایات کو پیش کرنے کہ بعد مولانا آجکل کی پیری مریدی پر اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضرت کا فقر اضطراری تھا اس لئے کہ یہ واقعات اوائل اسلام کے نہیں ہیں جو مکہ معظّمہ میں سختیوں کا زمانہ تھا بلکہ مدینہ منورہ کے ہیں جہاں انصار نے مہاجرین کو اپنے املاک میں شریک کرلیا تھا۔ جب انہوں نے مہاجرین کے مال کو دریغ نہ کیا تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کا کیا حال ہوگا۔ اس زمانہ میں مریدوں کا اعتقاد جیسا ہوتا ہے معلوم ہے باوجود اس کے ان کے پیر نذرانوں سے امیر بنے رہتے ہیں'' ص ۵۔

آنحضرت ﷺ فقروالی زندگی کے باوجود ایسے سخی بھی تھے کہ کسی سائل کو واپس نہیں فرمایا۔ اگر کبھی کچھ نہ ہوتا تو فرماتے کہ قرض لے لو' ہم ادا کریں گے۔ بلکہ کبھی ایسا بھی دیکھا گیا کہ حضور ﷺ قرض دار کو قرض کے ادائی کے علاوہ عطیات بھی عنایت فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی بے مثال سخاوت کے کئی واقعات کو پیش فرما کر مولانا چیلنج کے روپ میں کہتے ہیں کہ کوئی اور تو اور بادشاہ وقت بھی اتنی بخششیں کی ہوں تاریخ نہیں پیش کرسکتی۔ چنانچہ ص ۴۹ پر لکھتے ہیں۔

''اب کہئے کیا کوئی فقیر اتنی بخشش کرسکتا ہے؟ فقیر کو جانے دیجئے کیا کوئی تاریخ داں کسی بادشاہ کو نظیر میں پیش کرسکتا ہے جسکی سخاوت اس حد تک پہونچ گئی ہو ممکن نہیں۔ اس لئے کہ سلاطین تو فقر وفاقہ کو شقاوت سمجھتے ہیں اور کثرت خزائن کو سعادت' پھر ایسا کونسا بادشاہ

ہوگا جو سعادت کو چھوڑ کر شقاوت حاصل کرے۔ یہ حضرت ہی کا کام تھا کہ جتنا مال آ گیا جلدی سے اُسے خرچ کر دیا کہ فقر کی دولتِ بے زوال ہاتھ سے جاتی نہ رہے''۔

مولانا فرماتے ہیں:

''فقر ہر ایک کے بس کی بات نہیں بلکہ بعض کو تو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ **کاد الفقر ان یکون کفراً** ہاتھ کشادہ مت کرو جو کہا گیا ہے ان کے لئے ہے جن کا قدم توکل میں راسخ نہیں ہے۔ تونگری اور فرحت نفس میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی رجوع الی اللہ نہیں رہتا۔ غافل ہو جاتا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ ہمیشہ تعلق باللہ میں رہتے جبکہ خود اور اپنے اہل بیت کے ساتھ فقر ہی پسند فرمایا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ یہ دعا کرتے تھے۔ **اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا** ۔ یعنی اے اللہ محمد ﷺ کے آل کا رزق بقدر سدّ رمق مقرر فرما۔

اس کتاب میں مولانا نے آنحضرت ﷺ کے ارشادات کہ خلافت ۳۰ سال تک چلے گی اور بعد ملوکیت آ جائیگی۔ نقل فرمایا ہے' چنانچہ حضرت حسنؓ کو چھ ماہ کا خیال' بعد میں صلح اور خلافت سے دستبرداری۔ تاریخ کامل کے حوالہ سے سورہ کوثر و انا انزلنا کا شانِ نزول۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ بنی اُمیہ یکے بعد دیگرے منبر شریف پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں۔ لیلۃ القدر بھی اسی وقت نازل ہوئی۔ ہزار مہینے سے بہتر کا مطلب یہی بنی امیہ کی خلافت کے ہیں۔ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے یہ روایت جامع ترمذی میں ہے چنانچہ شمار کیا گیا تو بنی اُمیہ کی خلافت برابر ہزار مہینے رہی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشیت کو سمجھنا' اور یزید بادشاہ بن بیٹھنے کے بعد یزید اور اسکی بداطواریاں پیش نظر ہوگئی تھیں۔ اور مشیت بھی یہی تھی کہ آپ وہاں سے نکل جائیں پھر باوجود کہ صحابہ مانع ہوتے تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کی فضیلت میں احادیث بیان فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کس درجہ کی تھی' مولانا اس کا ذکر یوں کرتے ہیں۔ ''اس سے ظاہر ہے کہ سید الشہداء کے وقت سے ایک بات فروگزاشت ہوگئی تھی مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدارج میں منجانب اللہ اس کی بھی تکمیل ہوگئی'' ص ۶۲۔

آگے ص ۶۳ پر تاریخ کامل کا حوالہ دیتے ہوئے واقعہ کربلا کا ذکر کیا ہے اور حضرت امام عالی مقام کی شہادت اور اسکی فضیلت پر لکھتے ہیں۔

''غرض کہ اس باب میں سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ سے بھی آپ بڑے ہیں ص ۶۳ مدارج امام حسین علیہ السلام بیان کرتے ہوئے مولانا کہتے ہیں بے بسی اور ظلم کی حالت میں مومن کو یقیناً ماتم کرنا چاہئے اور جب یہ معلوم ہو کہ اُن کو کامیابیاں' نعمتیں درجات بلند اور فرحت کو معلوم کر کے خوشی منائی جانی چاہئے۔ لہذا واقعہ کربلا صرف ماتم اور صرف جشن نہیں ہے۔ مولانا نے طرفدارانِ یزید کو خوارج میں شمار کیا ہے۔

اکابر صحابہ کا فقر خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنھم کے اتحاد و اتفاق پر بے شمار دلائل دئے گئے ہیں خلفائے راشدین میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک کسی نے بھی اپنے صاحبزادوں کو خلیفہ نہ بنایا حالانکہ سبھی خلفاء کے فرزندان موجود تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی بادشاہت کے لئے بیعت کر رہے تھے خلفاء راشدین میں سے کسی کا بھی عمل نہ رہا۔ اس کتاب میں مولانا نے اُن واقعات کو بھی نقل فرمایا جن سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت جیسے عہدہ کا انکار فرماتے رہے۔

مولانا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعات جو شیعی کتابوں میں بھی ہیں، ان کی روشنی میں ثابت فرما دیا ہے کہ حضرت علیؓ کو خلفائے ثلاثہ سے کبھی کوئی اختلاف نہ رہا۔ اگر ہوتا تو چونکہ آپؓ باب العلم، فضائل وصفات کے ساتھ امام الاولیاء بھی تھے اپنے الہامات کے ذریعہ معلوم ہوجاتا کہ کون غلطی پر ہے اور آپ اُن کو ٹوک بھی دیتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ تو مطلب واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء کے ثلاثہ سے راضی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولا بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے میں جس کا مولا ہوں حضرت علیؓ بھی اس کے مولی ہیں مولی بمعنی مددگار، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزارت کو (مددگاری) امارت پر ترجیح دے رہے تھے کہ وزیر مددگار ہی ہوتا ہے امیر کا۔

حضرت صدیق اکبر کی خلافت کے وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آنا اور یہ کہنا کہ زیادہ مستحق خلافت آپ ہی ہیں۔ ناسخ التواریخ، نہج البلاغہ وغیرہ کتب سے حضرت مولانا نے واقعات لکھے ہیں۔

جنگ جمل کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی تھی جس کے ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہونگے۔ اس پوری روایت کو کنز العمال کی کتاب الفتن سے نقل فرمایا ہے۔

غرض کہ آنحضرت ﷺ نے ہر فتنہ کی خبر دی ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

کنز العمال کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ۳۰۰ سے زائد جو فتنہ پرداز ہوں گے اُن کے نام مع ولدیت بتا سکتا ہوں۔ اور فرمایا کہ سب سے پہلا فتنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ اور آخری فتنہ خروج دجال۔

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام الاولیاء مقرر فرمایا ہے۔ اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ لکھتے ہیں:

''اسی وجہ سے تقریباً کل سلاسل اولیاء اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے آنحضرت ﷺ تک پہونچتے ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ تعلیم روحانی خاص طور پر آپ کو ہوتی چونکہ ''خلافت کبریٰ'' کے لوازم بھی اسی سے متعلق ہیں۔ اسی لئے وقت خاص میں اس کا حال بھی (شہادت علیؓ) آپ کو ضرور معلوم کرایا گیا ہوگا۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مابین تاریخ فدک کے سلسلے میں جو روایات ملتی ہیں۔ اس کے خلاصہ میں مولانا فرماتے ہیں۔

''اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بمقتضائے بشریت اس مقدمہ میں کسی قسم کا رنج بھی تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلوص کے اثر سے وہ دفع ہوگیا تھا۔ جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ قطع نظر بیہقی وغیرہ کتب اہل سنت کے کتب شیعہ مثل عجاج السالکین وغیرہ سے ثابت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رنج اور خفگی معلوم ہوئی تو آپؓ ان کے پاس چلے گئے اور کہا کہ اے صاحبزادی رسول ﷺ کی، آپ فدک کے باب میں جو کہتی ہیں سچ ہے مگر میں نے آپ کے والد ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ صاحبوں کے اور عملہ کی قوت کے بعد فقراء

ومساکین میں فدک کے محاصل کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا: آپ بھی اسی طرح تقسیم کیا کرو۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ میرے ذمہ ہے، میں ایسا ہی کرونگا۔ فرمائیں: خدا کی قسم ایسا ہی کروگے؟ کہا: خدا کی قسم ایسا ہی کروں گا۔ اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا اللہ تو گواہ رہنا اور یہ اقرار لے کر اُن سے راضی ہوگئیں، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ عہد پورا کیا۔ ص ۱۹۸۔

غرض کہ مولانا نے شیعہ کے اعتراضات کے جوابات خود شیعہ ہی کی کتابوں سے دیے گئے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علیؓ کے مابین جو خلوص تھا اس کو مختلف کتابوں سے ثابت فرمادیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بلوائیوں کو اس عمل سے روکنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے دونوں صاحبزادوں کو مسلح ہمراہ بٹھادینا اور محمد بن ابوبکر کا پیچھے کی دیوار سے بلوائیوں کو کودنے کا مشورہ دینا، پھر شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد اپنے دونوں صاحبزادوں کو سخت برہمی کرتے ہوئے طمانچہ اور سینے پر مارنا وغیرہ ان واقعات سے ثابت فرمایا: حضرت علیؓ شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہرگز ہرگز راضی نہیں تھے۔ کلینی، نہج البلاغہ، ناسخ التواریخ وغیرہ کتب ان واقعات کے ماخذ ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اخراج کا واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی طبیعت کے لحاظ سے ان کو کہیں تشریف لے جانے کہا۔ لہذا تشریف لے گئے جہاں آنحضرت ﷺ کی پیشن گوئی کے پیش نظر انکی موت واقع ہوگی اور تجہیز و تکفین کے لئے وہ لوگ آئیں گے جو عراق سے حجاز کی طرف جاتے ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابوذرؓ نے اپنی صاحبزادی سے کہا کہ ایک بکری ذبح کرنا کچھ لوگ آئیں گے اور بعد انتقال میری تجہیز و تکفین کریں گے۔ ان کو تمام کام کے بعد کھانے کے لئے کہنا اسیطرح ہوا۔

حضرت علیؓ کی شجاعت اور بہادری کے واقعات میں جنگ خیبر میں قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لینا۔ وہ ایسا دروازہ تھا جسکو ستر آدمی بھی ہلا نہ سکتے تھے، حضرت علیؓ کی شجاعت کا کیا عالم ہوگا کہ وہ تن تنہا صرف اس دروازہ کو اٹھا لئے بلکہ سپر کا کام لیا۔

کتاب کے آخری حصہ میں مولانا نے ''عبداللہ بن سبا'' کی فتنہ انگیزیوں اور زندقہ کو واضح فرمادیا ہے۔ کہ یہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں اسلام قبول کیا تھا۔ اصل میں یہودی تھا اسلام کی بنیادیں ہلانے کی غرض سے اسلام میں داخل ہوا اور بڑا ہوشیار لکچرار آدمی تھا، ذہین تھا۔ حضرت علیؓ کو خدا کہنے کہلوانے کیلئے مختلف تدابیر کرتا رہا۔ حضرت علیؓ نے اس کے اس طرح کہنے پر اس کو جلانے کا حکم دے دیا تھا۔ معافی چاہ کر وعدہ کیا تھا کہ اب میں کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اس کا فتنہ بہت تیز ہوتا گیا۔ عبداللہ بن سبا فرقہ غالیان شیعہ کا پہلا شخص ہے جو حضرت علیؓ کو خدا کہا تھا۔ کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے کہ ابن سبا یہودی تھا۔

مولانا نے اسکی دوست نما دشمنی کو اسطرح لکھا کہ سو اس نے خلاف دین روایتیں تراشیں۔ اصل دشمنی ابن سبا کو یہودیت کی وجہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام سے تھی۔

مولانا نے ابن سبا کے اسلام دشمن ہونے کو بولس صاحب (بادشاہ یہودیت) کے عیسائی بن کر عیسائیوں میں گھس آنا اور اپنی عیسویت کو تباہ و تاراج کرنا، ٹھیک یہی طریقہ عبداللہ بن سبا نے اختیار کیا تھا۔ اس کو مختلف کتابوں سے ثابت فرمادیا۔

بولس صاحب یہود نے بیت المقدس کو خیر باد کہہ دیا جو تمام انبیاء کا قبلہ تھا، ایک طرف کمرہ میں جا کر بیٹھا عیسائی بہت خوش ہوئے کہ ایک بادشاہ ہی ہمارے دین کو قبول کرلیا ہے، مگر وہ اس کی سازش کو سمجھ نہ سکے۔ وہ مذہب عیسوی سے بہت لوگوں کو باغی بنا دیا۔ اور اسطرح اس کی بھی ایک جماعت بن گئی۔ بولس صاحب نے حضرت عیسی کو خدا سمجھنے پر مجبور کردیا۔ لیکن ان عیسائیوں میں ایک کامل الانسان شخص تھے انہوں نے علاحدگی اختیار کی اس واقعہ کے بعد مولانا آج کے متصوفین کے عمل پر کہتے ہیں کس قدر ان کا جاہلانہ طرز ہے کہ رسول خدا کو بشر اور خدا کے بندے ماننے کو تیار نہیں حالانکہ عبدہ ورسولہ بھی پڑھتے ہیں۔

غرض کہ ابن سبا نے ایک کمیٹی بنائی جس کا خود میر مجلس تھا اور منافقانہ اسلام ظاہر کر کے فتنہ انگیزی اور دین میں رخنہ اندازی شروع کی بعد میں یہودیوں کی ایک جماعت اس طرح داخل اسلام ہو کر رخنہ اندازی میں لگی رہی۔

مقاصد الاسلام (حصہ ششم)

(صفحات:۲۹۹)

مباحث:

(۱) عبداللہ بن سبا کے حالات، فتنہ کی ابتداء

(۲) وقائع متعلقہ شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

(۳) آرزوئے تبادلہ اہل شام یا شیعہ، مسئلہ رجعت

(۴) فرق قائلین، رجعت، علم باطنی، حصول ولایت

(۵) فضیلت تقوی، تقیہ کا اصل راز وحقیقت

(۶) شیعہ وخوارج کی تراشی ہوئی روایتیں۔

(۷) مسئلہ جبر وقدر، مناظرۂ امام اشعری وجبّائی

اس کے علاوہ مختلف مضامین صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

تاریخ کامل سے، عبداللہ بن سبا کا یہودی ہونا ثابت ہے۔ ابن سبا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ ءخلافت میں اسلام قبول کر کے حجاز، بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ کا سفر گمراہ کرنے کی غرض سے کیا، لیکن اس کا مکر کہیں چل نہ سکا، مصر جا کر وہاں کے لوگوں سے موافقت پیدا کرلیا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی تصدیق کے بعد فوری لوگوں کے ذہن کو اس طرف موڑ دیا کہ آنحضرت ﷺ مرتبہ میں حضرت عیسیٰ سے بدرجہا بڑے ہیں، تو آنحضرت ﷺ بھی دوبارہ آسکتے ہیں یہ خیالات لوگوں میں پھیلاتا رہا اور حضرت علیؓ کو آنحضرت کا وصی بتلا کر لوگوں میں اس فتنہ کو بڑھاوا دیا۔ چونکہ اعلیٰ درجہ کا لکچرار تھا اپنی سحر بیانی سے ہر ایک بات ذہن نشین کروادیا تھا۔ ابن سبا ہی حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ مولانا اس کتاب کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں۔

''یہ فتنہ جس میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ہوئی نہایت خطرناک تھا جس سے اور فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ اور نیز فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے کہ اسکا بانی مبانی ابن سبا تھا جس کے یہودی ہونے میں کسی کو شبہ نہیں اور یہ بھی فریقین کی کتابوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس فتنہ کی ابتداء مسئلہ وصی اور خلافت بلافصل سے ہوئی۔ ہر چند یہ مسئلہ علی کرم اللہ وجہہ کے لئے مفید تھا۔ مگر بجائے اس کے کہ آپ کو اس سے نفع حاصل ہوتا، سخت صدمہ پہونچا.................'' ص ۷

مولانا نے اس کتاب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کارنامے اور دین اسلام کے لئے آپ نے اپنی دولت بے بہا پیش

فرمادی، تاریخ کامل، اور ناسخ التواریخ وغیرہ تاریخی کتابوں سے اور کنزالعمال وغیرہ سے حضرت عثمان غنیؓ کے بے شمار فضائل اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توصیفی الفاظ ثابت فرمادئے ہیں۔

مولانا ان تمام روایتوں کو پیش کرکے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ نہایت فیاض اور اسلام اور مسلمانوں کے نہایت خیر خواہ تھے۔ص ۱۳

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے دونوں صاحبزادگان کو وہاں ٹھہرانا، چالیس روز تک محاصرہ، ۱۸ بیس روز کے بعد کھانا، پانی وغیرہ بند کردینا۔ ان تمام واقعات کو تاریخ کی روشنی میں مولانا ثابت فرماتے ہیں اور یہ واضح کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا نے جس ذہانت سے مسلمانوں میں خون ریزی جاری رکھنے کا سامان مہیا کیا تھا وہ کس درجہ افسوس ناک تھا۔ جبکہ قاتلین سے پوچھا گیا تھا تو تقریبا ۲۰ ہزار کا لشکر جو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں شامل ہوگیا تھا پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ ہم قاتل ہیں وغیرہ۔ اور شیعان علی کا رویہ، بظاہر تو شیعہ لیکن در باطن دشمنی تھی۔ بالآخر حالات یہاں تک سنگین ہوگئے تھے کہ خود حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل حضرات صحابۂ کرام بھی شبہ میں تھے کہ آخر حق پر کون ہے۔ حضرت علی کے لشکر میں فوجیوں کی عدم اطاعت، اور مسئلہ رجعت کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی انتقال نہیں فرماسکتے یہاں تک کہ حضرت علیؓ کو ابن سبا نے خدا کہا تو حضرت علیؓ نے سجدہ کیا ثابت فرمادیا کہ میں تو بندہ ہوں سجدہ بھی کرتا ہوں اپنے خدا کو۔ اور اسطرح حضرت علیؓ نے ابن سبا کو جلادینے کا حکم فرمادیا تھا۔ بعد میں سفارش کے بعد ترک مقام کرکے رہنے کے لئے کہا گیا تھا۔

جب سنا کہ حضرت علیؓ کی شہادت ہوگئی پھر تو اس کی تحریک زور پکڑی اور مسئلہ رجعت کی طرف لوگوں کو اُکساتا رہا اس مسئلہ کے قائلین بھی جمع ہوتے گئے۔ وحی اور امامت کے مسئلہ میں بھی ابن سبا نے خوب گل کھلائے ہیں۔

اولوالامر کی اطاعت میں کلینی کی روایت پیش کرتے ہوئے مولانا علم باطن کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں ''اگرچہ بعض علماء ظاہر میں علم باطن کا انکار کرتے ہیں۔ مگر مذاہب اربعہ کے محققین علماء اس کے قائل ہیں بلکہ مرید ہوکر فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے ہیں۔ دراصل علم باطن وہ علم ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ ہر پیر اپنے جانشین کو علاوہ اتباع ظاہر شریعت کے خاص خاص باتوں کی وصیت کرتا ہے جو علمائے ظاہر کے مسلک کے مخالف ہیں مگر اہل طریقہ ان وصایا پر عمل کرنے کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ در اصل وہ قرآن وحدیث کا لب لباب ہے''۔ص ۵۶

خلافت کے مسئلہ میں کہ کلینی کی روایت کہ اللہ نے امانت کو اہل کے حوالہ کرنے کا حکم دیا ہے، مولانا اس کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

''امام کو چاہئے کہ امانت کو اپنے بعد کے امام کو پہنچادے کسی دوسرے کو نہ دے، اسی وجہ سے اولیاء اللہ کا دستور ٹھیرا ہوا ہے کہ بغیر اہلیت کے خلافت کسی کو نہیں دیتے اگرچہ اپنا لڑکا ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ہر کس وناکس کو اسرار پر مطلع کرنا دین کو تباہ کردیتا ہے''ص ۵۷

کلینی کی مختلف روایات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ امامت کو سلطنت لازم نہیں۔

اسی کلینی کے حوالہ سے رسول پاک ﷺ کا ارشاد کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ طلب دنیا میں آخرت کا ضرر ہے اور طلب آخرت میں

دنیا کا ضرر، تو ہم کو چاہئے کہ دنیا کا ضرر اختیار کر لیں، کیونکہ وہ اسی لائق ہے کہ اسکو ضرر پہنچایا جائے اور اسی کتاب میں ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے۔ اور جس شخص نے ریاست طلب کی، ہلاک ہو گیا۔ ان تمام روایات کو بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''اب غور کیجئے کہ ائمہ اطہار کے پیش نظر جب یہ اُمور تھے اور بحسب صلاحیت فطری ان پر ان حضرات کا پورا عمل تھا اور اعلیٰ درجہ کے زاہد تھے تو کیونکر خیال کیا جائے کہ ان حضرات کو سلطنت اور دنیا طلبی مقصود تھی۔ص ۶۷

اِن صوفیۂ کرام واہل بیت عظام کے اعمال صالحہ پر نظر پڑتی ہے تو مولانا ان حضرات پر ہونے والے خطرات اور اس کے وجوہات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''ہر چند یہہ حضرات سلطنت اور دنیا طلبی سے متنفر تھے، مگر چونکہ کمال تقدس کی وجہ سے طالبینِ حق، جوق جوق، ان حضرات کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، اس لئے سلاطین کو یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ کہیں دعوائے سلطنت نہ کر بیٹھیں اسی وجہ سے درپے آزار رہتے تھے'' ص ۶۸

ائمہ اطہار کے ارشادات جن سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ''اولیاء اللہ جو اپنی کتابوں میں اپنے حالات اور تجربہ بیان کرتے ہیں یہ ائمہ اطہار ہی کی تربیت اور تعلیم کا اثر تھا اور اصل شیعہ اہلبیت کرام یہی حضرات ہیں''۔ص ۷۰

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اولیاء عظام شیعہ ہیں، شیعہ کے لفظ میں یہ معنی ہے کہ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محبین میں سے تھے، شیعان علی کہلاتے تھے، بعد میں وہ جو حضرت علیؓ کے مخالفین ابن سبا کی لگائی ہوئی آگ سے متاثر تھے، وہ بھی بظاہر شیعان علیؓ میں شامل ہوئے مگر حقیقت میں دشمنانِ حضرت علیؓ سے تھے اب جو شیعہ کا لفظ عرف عام میں استعمال ہوتا اس کے معنی یہی ہیں کہ وہ دشمنانِ حضرت علیؓ ہیں۔ اور اولیائے کرام حقیقت میں محبان علیؓ ہیں۔ اور حقیقت میں شیعان علیؓ یہی ہیں۔

صوفیۂ کرام کی خصوصیات میں مولانا نے لکھا کہ اصول تصوف میں قوت القلوب، رسالہ قشیریہ اور احیاء العلوم وغیرہ کتب صوفیۂ میں صفات عالیہ جو پائے جاتے ہیں وہ صرف صوفیۂ کرام میں ہیں، کسی دوسرے فرقہ میں نظر نہیں آتیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کتب (مذکورہ) کو دیکھنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو اپنے کاموں میں صرف فرمایا اور حدیث جابرؓ پر اور ان حضرات کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہ بات مبرہن ہو جاتی ہے کہ ان تمام اُصولوں پر حضراتِ صوفیۂ کرام نے پورا پورا عمل کیا اس سے ظاہر ہے کہ اگر الفاظ اور اصطلاح سے قطع نظر کیا جائے تو حقیقی شیعہ صوفیہ کرام ہیں۔

مولانا نے اس حصہ میں، تقوی کی فضیلت، اللہ ہی کی طرف توجہ اور اخفائے اسرار سینہ بسینہ وغیرہ پر زیادہ تر کلینی کے حوالے دئے ہیں، تقیہ کے اصل راز کے علاوہ حد توکل ویقین کے ضمن میں روایات پیش کئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ روایات کتب شیعہ کے علاوہ کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں۔

تصوف:۔ص ۸۳ پر کلینی میں روایت ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سرّ کا شائع کرنے والا شکی ہے اور جو اس کا اہل نہ ہو اس کے روبرو ظاہر کرنے والا کافر ہے اور جو شخص عروۂ وثقی کو مضبوط پکڑے اسکو نجات ہے، نضر جو راوی حدیث ہیں کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، عروۃ الوثقی کیا ہے، فرمایا ''تسلیم'' انتہی۔ص ۸۳۔۸۴

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد مولانا نتیجہ خیز گفتگو فرماتے ہیں کہ ''یعنی جو کچھ پیر کامل نے بیان کیا وہ قبول کرلیا جائے۔ ائمہ کرام جو مکاشفات اور مشاہدات بغرض تعلیم مریدوں سے بیان فرماتے تھے کہ سالک کو ایسے ایسے امور پر اطلاع ہوا کرتی ہے، بعضے لوگ سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کسی ذی علم کے روبرو اس غرض سے بیان کردیتے تھے کہ شاید وہ کسی قسم کی توجیہ کر کے سمجھادے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس کو مرشد کے کلام میں شک ہے اس لئے صاف فرمادیا کہ اسرار کو شائع کرنے والا شکی ہے اور نااہل کے روبرو بیان کرنا اس وجہ سے کفر ہوگا کہ اس قسم کی باتوں کو سن کر وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور لوگوں کو بھی گمراہ کریگا چنانچہ بعضے متصوفہ کا حال دیکھا جاتا ہے کہ تصوف سے استدلال کر کے نماز وروزہ وغیرہ اوامر ونواہی کو معاذ اللہ فضول بتاتے ہیں اور شریعت کی توہین کرتے ہیں جو یقیناً کفر ہے۔ غرضکہ مرید صادق کو ضروری ہے کہ اسرار کو جو پیر کامل بیان کرے، تسلیم کرے اور فرائض اور کثرتِ نوافل سے تقریب الٰہی حاصل کرتا جائے تاکہ اسکو بھی وہ درجہ حاصل ہو جسکا حال حدیث قدسی میں مذکور ہوا کہ خدائے تعالیٰ اسکی سمع، بصر وغیرہ ہوجاتا ہے۔ص ۸۴۔۸۵۔

فضیلت اولیاء طریقت اہلبیت میں مولانا لکھتے ہیں کہ:

''یہ وہی حضرات راسخ الاعتقاد ہیں، جنھوں نے پیرانِ عظام کے ارشادات کو تسلیم کر کے تصوف میں علماً وعملاً کمال پیدا کیا اور اسرار وانوار حاصل کئے اور ائمہ کرام نے ان کی تعلیم معنوی میں دلدہی کی۔ص ۸۵

ابن سبا اور اس کی کمیٹی کے لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ یہودی تھا، انتقام کی غرض سے منافقانہ اسلام قبول کر کے خوب فتنہ برپا کیا آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی یہ فتنہ کم ہوتا نظر نہیں آتا مولانا لکھتے ہیں۔

''ابن سبا آدمی کیا بلا کا پتلا تھا اُس نے ایک تدبیر ایسی سوچی کہ مسلمانوں کی ذلت تو کیا ان کے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی ذلت وتوہین قیامت تک ہوا کرے اور خود مسلمانوں کی شہادت سے وہ مستند ہوا اور انکو احساس تک نہ ہو کہ ہم کیا کررہے ہیں''ص ۱۳۳

خلفائے ثلاثہ اور حضرت سیدنا علیؓ کے مابین اختلافی روایات تمام کی تمام ابن سبا کی اور اسکے ساتھیوں کی تراشی ہوئی روایتیں ہیں، اور یہ ایسی روایتیں ہیں کہ کوئی اہل ایمان اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ روایات میں تضحیک کا پہلو بھی ہے، حضرت علیؓ کی الوہیت، رجعت اور وحی جیسے مخالفِ اسلام عقائد تھے جن کو ابن سبا نے ذہن نشین کرادیا تھا مولانا نتیجہ کچھ اس طرح نکالتے ہیں۔

''اگر صرف نہج البلاغہ، اور ناسخ التواریخ وغیرہ کتب سیر وتواریخ حضرات شیعہ میں تعمق نظر اور غور سے دیکھ لئے جائیں اور قرائن سے پوری پوری مدد لیکر آزادانہ رائے قائم کی جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ کارخانہ ابن سبا کا جمایا ہوا ہے۔ص ۱۳۹

مولانا فرماتے ہیں کہ ابن سبا نے بولس صاحب (بادشاہ یہود) کی طرح خوب ہی یہودیت کے جواہر دکھائے غرض ہر قسم کے انتشار اور شر کا بانی ابن سبا ہی تھا۔

حضرت علیؓ نے تکفیر سے منع فرمایا۔ خوارج باوجودیکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کافر کہتے تھے مگر آپ نے ان کو بھی کافر نہیں فرمایا۔ ابن سبا نے مختلف تدابیر سے صحابہ پر لعنت کرنے کی جو تجویز کی اس میں علاوہ اس کے کہ مسلمانوں میں مخالفت پیدا ہوا اور ایک بڑا نقصان یہ بھی

ہے کہ حدیث کے مطابق آدمی بدترین خلق بن جاتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کی نوعیت سے متعلق مولانا فرماتے ہیں: ''ص ۱۶۹ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حریز ابن عثمان محدث، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ہر روز صبح وشام، ستر ستر بار لعنت کرتے تھے جب وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ انہوں نے میرے ماں باپ، دادا، کنبے کو قتل کر ڈالا۔ یہ غصہ کا اثر تھا کہ باوجودیکہ محدث ہیں اور فن حدیث میں یدطولیٰ رکھتے ہیں مگر مغلوب الغضب ایسے کہ روزانہ ستر ستر بار ملعون ہونا قبول یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر لعنت ضرور کریں گے **نعوذ باللہ من ذلک ومن المھالک** اسی طرح بعض سادات باوجود سنی ہونے کے صرف اسی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعنت کرتے ہیں کہ اپنے جد امجد علی کرم اللہ وجہہ کی انہوں نے مخالفت کی تھی، اگرچہ جواز لعنت پر بہت سے واقعات سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ ظالم تھے اور ایسے تھے اور ویسے تھے مگر دراصل منشاء اس کا غصہ اور تعصب وحمیت خاندانی ہے حالانکہ تعصب اہل بیت کرام کے نزدیک سخت مذموم ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والوں نے جو استدلالات پیش فرمائے ہیں، مولانا اس میں کلام فرماتے ہوئے عدم لعنت پر حضرت معاویہؓ کے دلائل پیش فرمادئے ہیں اور قرآن مقدس کی آیت سے ص ۱۷۷ پر استدلال فرماتے ہیں۔ آیت یہ ہے: **والذین جاؤا من بعدھم..................انک رؤف رحیم** ۔ گناہ بھی صادر ہو جائے تو بعد والے لوگ انکی مغفرت کی دعا کیا کریں۔

لعنت کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں کہ فیصلہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ص ۱۸۳، ۱۸۴۔

بہرحال تعصب کی حالت میں جو استدلال کئے جاتے ہیں، وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں تعصب کا پردہ جب آنکھوں پر پڑ جاتا ہے تو حق بات کبھی نہیں سوجھتی اس وجہ سے اہل سنت وجماعت نے تعصب کو ایک طرف رکھکر جس قدر آیات واحادیث اس باب سے متعلق ہیں ان کو پیش نظر رکھا اور اجتہاد کر کے فیصلہ کر دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ پر زبانِ لعن وطعن نہ کھولی جائے۔ اور یہ بھی تصریح کر دی کہ صحابہ کے باہمی جنگ وجدال، کتبِ تواریخ میں نہ دیکھے جائیں۔ یہ اس لئے کہ مقتضی اکثر طباع کا یہ ہے کہ ایک آدھ بات دیکھکر فیصلہ کر دیتے ہیں اور شدہ شدہ تعصب کی نوبت پہنچ جاتی ہے، حالانکہ فیصلہ کرنا مجتہد کا کام ہے۔ ص ۱۸۴

حضرت رسول اکرم ﷺ کے قرابت داروں سے محبت میں سارے قریش کے قبیلہ والے صحابہ حضور ﷺ کے قربت دار تھے سب سے محبت رکھنے کہا گیا ہے چاہے وہ ہاشمی ہو کہ اُموی ''البتہ مدارج میں فرق ہے'' بے شک اہل بیت کرام سے زیادہ محبت کی ضرورت ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ اوروں سے بغض رکھا جائے۔ ص ۱۹۰۔

مولانا فرماتے ہیں ''دیکھئے معاویہ رضی اللہ عنہ علاوہ اس کے آنحضرت ﷺ سے نسبی قرابت قریبہ رکھتے تھے حضرت کے سالے (برادر نسبتی) بھی تھے پھر ان پر لعنت کرنا کیوں کر جائز ہوگا۔ ص ۱۹۱۔ ....رہا یہ کہ ان حضرات میں باہمی کچھ شکر رنجیاں واقع ہو گئی تھیں تو وہ دوسری بات ہے اگر ان کے ساتھ محبت ہے تو صحابی ہونے کی حیثیت سے نہ معاذ اللہ اس وجہ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ کے وہ مخالف تھے۔ آنحضرت ﷺ بھی یہ فرمایا ہے صحابی ہونیکی وجہ سے محبت ہونا چاہئے۔ ص ۱۹۱

کسی سید صاحب کی کتاب (جوازِ لعنِ معاویہؓ) کا اشارہ کا

مولانا نے جواب بھی دے دیا ہے۔ص۱۹۲ پر عفو ودرگزر کی اہمیت وافادیت پر نتیجہ حضرت علیؓ کے واقعات۔

مولانا مختلف روایات سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ عفو اعلیٰ درجہ کا خلق ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عفوودرگزر کی مثالیں پیش کر کے سیدنا علیؓ کے فضائل گِنائے ہیں، اور آپ نے اپنے مخالفین پر بھی کبھی لعنت نہیں فرمائی ہے۔ بغوا علینا اخواننا (یعنی مرے بھائیوں نے مجھ پر بغاوت کی ہے) کہہ کر اظہار محبت کیا تھا (اشقیاء کے بجائے اخواننا فرمایا)

حضرت علیؓ نے اپنے قاتل کو بھی ملعون نہیں کیا۔ مولانا نے اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''اب غور کیجئے کے قاتل پر جب یہ لطف وکرم ہوتو حضرت معاویہؓ وغیرہ مخالفین کوتو آپ نے اپنا بھائی فرمایا۔ ص ۲۰۸ سے آگے ص ۲۰۹ پر مولانا فرماتے ہیں ''اگر باوجود ایسے قرائن واضحہ کے ہم ایسے اکرم الناس سے حسن ظن نہ کریں تو پھر حسن ظن کا موقع ہی ہمیں کہاں ملے گا۔ ص ۲۰۹ حضرات شیعہ نے سیدنا علیؓ کے اکثر کارناموں کو جو خلفائے ثلثہ کے ساتھ پیش آئے تھے ان سب کو حضرت علیؓ کا ''تقیہ'' لکھا ہے۔

لیکن حضرت مولانا نے حضرات شیعہ ہی کی کتابوں مثلاً کلینی، وغیرہ سے تقیہ کے معنی متعین کر کے حضرات شیعہ کے اس الزام کو غلط ثابت فرمایا ہے، تقیہ دراصل کذب کا نام ہے جسکی اجازت سخت ترین ضرورت کے وقت ہے۔ حضرت علیؓ نہایت صادق شخص تھے۔

مولانا ص ۲۲۱ پر لکھتے ہیں:

''آپ غور کیجئے کہ تقیہ جو خلاف واقعہ ظاہر کرنے کا نام ہے اس پر صدق کیونکر صادق آئے گا۔ اس سے ثابت ہے کہ تقیہ آپ کے نزدیک قریب قریب کفر کے ہے۔ وضعِ احادیث میں خوارج وشیعہ دونوں طرف سے زور ہوا تو ہزار ہا احادیث موضوع شامل ہو گئے، اسی وجہ سے محدثین کو تنقیح وتنقید کی ضرورت ہوئی۔

اس وضعِ احادیث کے عمل کا اثر کس قدر منفی ہوتا گیا اس کا اظہار مولانا یوں فرماتے ہیں ''غرضکہ طرفین سے حدیثیں مع اسناد باضابطہ وقتاً فوقتاً تیار ہوتی گئیں اور جن علماء کو حدیث میں تبحر نہ تھا انہوں نے ان حدیثوں کو اپنی کتابوں میں درج کردیا چنانچہ وہی حدیثیں استدلال میں پیش ہوتی جاتی ہیں'' ص ۲۲۷۔

حدیثوں کے وضع میں شیعہ یا خوارج ہی پیش پیش تھے، مگر الحمدللہ اہل سنت وجماعت اس کارِ شیعہ سے دور تھے۔

اس حصہ میں ابن عباس اور خوارج، حضرت علی اور خوارج کے علاوہ خوارج اور قیس کے درمیان مناظرہ بھی ہوا ہے اس کو بھی مولانا نے نقل فرمایا ہے اور اس قسم کی روایتیں کرنے والے کو بے اصل قرار دیا ہے۔ غرض خوارج کی بے تکی روایات جو حضرت سیدنا علیؓ اور اہل بیت کرام کے خلاف ہیں اسی طرح شیعہ اہل بیت کو شیعہ کی صحابہ کرام کے خلاف روایات ہیں۔ اس کا اثر یہاں تک ہوا مولانا لکھتے ہیں: ''ائمہ اہل بیت کو شیعہ معصوم جانتے ہیں، اسکے جواب میں بعضوں نے یزید کو حد سے زیادہ بڑھا دیا، چنانچہ منہاج السنہ صفحہ ۲۳۸ جلد دوم میں لکھا ہے کہ بعضے افراد قائل ہیں کہ یزید صحابی تھا اور بعض خلفائے راشدین میں اس کو شمار کرتے ہیں اور بعضوں نے تو اسکو نبی مان لیا ہے'' ص ۲۴۳

مولانا ص ۲۴۵ پر لکھتے ہیں ''اب کہیے کہ اس قسم کے خرافات جو تراشے گئے ہیں کیا ان کا کوئی اصل نکل سکتا ہے۔ اسی قسم کی حدیثیں طرفین سے بنائی گئیں۔ اور آپ نے دیکھ لیا کہ طرفین سے کس قدر

افراط وتفریط ہے۔

طرفین کی اس معرکہ آرائی میں اہل سنت و جماعت داخل نہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

ص ۲۴۷ ''ہر چند کسی کتاب سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ ابتداء اس جنگ دائمی کی کب سے اور کیونکر ہوئی۔ مگر میری دانست میں موجد اس کے امویہ اور خوارج ہونگے اس لئے کہ ان کی طبیعتوں میں عداوت کا سخت جوش ہے''۔ ص ۲۴۷

مولانا آگے لکھتے ہیں:

''غرضکہ طرفین سے افراط وتفریط دل کھول کر ہوئی، جس قدر حضرات شیعہ صحابہ اور خلفاء پر حملے کرتے ہیں، اس سے زیادہ خوارج وغیرھم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم پر کرتے ہیں اور طرفین کا یہ اصول ٹھہرا ہوا ہے کہ جو حدیث اپنے مفید مطلب جس کتاب میں ملے اس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں اور جو حدیث وغیرہ اپنے مخالفِ مدعا ہو اس کو رد کر دیتے ہیں، گو کیسی ہی قوی الاسناد اور صحیح ہو'' ص ۲۴۸

مولانا اہل سنت و جماعت کی انفرادیت اور حقانیت پر یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں'' ص ۲۴۸ بخلاف اس کے اہل سنت و جماعت کہ خیر الامور اوساطھا کا شرف ان کو حاصل ہے جو روایتیں فضائل اہل بیت وخلفاء وصحابہ میں طرفین سے پیش ہوتے ہیں سب کو تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ صحیح اور قوی الاسناد ہوں نہ انکو کسی حدیث کے رد کرنے کی ضرورت ہے نہ تاویل سے غرض کیوں نہ ہو جس طرح دین اسلام افراط وتفریط سے مبریٰ ہے اسی طرح مذہب اہل سنت و جماعت بھی بری ہے۔ ص ۲۴۸

اسی طرح مختلف حیثیتوں سے اہل سنت و جماعت کو متوسط اور افراط تفریط سے بری ثابت فرمادیا ہے۔

بشریت کا نظریہ:۔ اہل سنت و جماعت اور ابن عبدالوہاب نجدی کے درمیان بشریت مصطفیٰ کے نظریہ کو مولانا اس طرح واضح فرماتے ہیں: وہابیہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ بھی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے۔ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ بے شک آدمی ہیں مگر تمام آدمیوں سے بلکہ تمام عالم سے افضل ہیں، خدا تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا اور علم اولین وآخرین آپکو عطا ہوا اس کے سوا اور بہت ساری خصوصیتیں ہیں جن کو حقانی علماء خوب جانتے ہیں'' ص ۲۵۲۔

مسئلہ جبر وقدر:۔ میں بھی مولانا نے اہل سنت و جماعت کو درجہ توسط میں ثابت فرمایا ہے مسئلہ تقدیر پر مولوی شبلی صاحب اہل سنت کے خیالات پر تنقید کرتے ہیں، مولانا جواب میں ارشاد فرماتے ہیں ص ۲۶۴ ''یہ بات واضح رہے کہ مسئلہ تقدیر میں گفتگو کرنے کا حکم نہیں، آنحضرت ﷺ اس مسئلہ میں گفتگو کرنے والوں پر خفا ہوا کرتے تھے۔ ص ۲۶۴۔ حضرت علیؓ سے بھی قدر کا مسئلہ جب پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ اندھیری راہ ہے اس میں مت چلو، وہ خدا کا بھید ہے اس کے سمجھنے کی تکلیف مت اٹھاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ہر ایک کی سمجھ کا نہیں۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ قضا وقدر کے مسئلہ میں چوں وچرا نہ کیا جائے۔

قضا وقدر کے متعلق مولانا نے معتبر روایات پیش کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مولوی شبلی صاحب کی منہاج الکرامہ اور رسالہ فیض عام وغیرہ میں جتنے اعتراض اس مسئلہ میں عقلی طور پر پیش کئے گئے ہیں ان کا منشاء یہ ہے کہ یا تو ائمہ کے اقوال انہوں نے دیکھے نہیں یا دیکھ کر ان کو مانا نہیں بخلاف اہل سنت کے کہ انہوں نے قرآن

وحدیث اور اقوال ائمہ کو تسلیم کرلیا۔ص ۲۸۲۔

اس سلسلہ میں رسالہ فیض عام کا ایک مناظرہ بھی ہے۔ جو مسئلہ قضاوقدر اور خلق افعال پر ہوا تھا۔ مولانا نے اس مناظرہ کو لغو اور گمراہی پر منحصر کیا ہے۔ مولانا نے امام جعفر صادقؓ وغیرہ کی تصریحات سے ثابت فرمایا کہ اللہ تعالی ہی خالق خیر وشر ہے۔ اسی طرح مسئلہ خلق افعال اور قادر مطلق پر شبلی صاحب کے خیالات کو غلط ثابت کردیا ہے۔ آخر میں مولانا فرماتے ہیں:

ص ۲۹۶ ''غرضکہ قدریہ بندے کو فاعل مختار اور اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے جس طرح لکڑی پتھر کو قدرت نہیں اسی طرح بندے کو بھی قدرت نہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

غرضکہ مذہب اہل سنت متوسط اور افراط وتفریط سے بری ہے، نہ مطلق مجبور نہ مطلق مختار۔ کچھ مختار اور کچھ مجبور ہے،

خلاصہ:۔ مولانا نے اس حصہ میں ابن سبا کی کارستانیوں کا مکمل بیان کیا ہے۔ آخر میں خلاصہ یوں لکھتے ہیں:

''الحاصل ادنیٰ تامل سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ابن سبا کو منظور تھا کہ مسلمانوں میں مخالفت قائم کرے اور علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت کرام کی محبت کو دام تزویر (فریب) بنائے تو اسکو یہ ضرورت ہوئی کہ خلفائے ثلثہ کی توہین کرے اور احادیث وواقعات تراشے اور دیکھا کہ تمام صحابہ بلکہ خود علی کرم اللہ وجہہ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تو تقیہ کی نسبت کی اور کل صحابہ کی تکفیر ہی کردی اور اسی کے مناسب روایتیں تراشیں اور خوارج چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دشمن تھے اس لئے ان کے مقابلے میں انہوں نے بھی اپنے مفید مدعا حدیثیں اور واقعات تراش لئے اور طرفین سے خوب سب وشتم ہوئی اور ہورہی ہے۔ اہل سنت وجماعت کو چونکہ طرفین سے اعتقاد ہے اور کُل صحابہ کے ممنون احسان ہیں۔ص ۲۹۸،۲۹۹۔ اسی لئے صحابہ اور خلفائے راشدین میں اہل بیت کرام کی فضیلت میں حدیثیں قبول کرتے ہیں ان میں کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔

مقاصد الاسلام (حصہ ہفتم)

(صفحات: ۱۸۷)

اس حصہ میں عجائب جسمانی کے طبی حالات۔ اسلام اور طب، قیامت، وید آسمانی کتاب نہیں، آریہ مذہب فطرت کے خلاف ہے۔ مذہب ارتقاء کا رد، تجدد امثال، معدے کے حیرت انگیز حالات، وحی کے اقسام، مردے پر عذاب، محبت وشوق کے معنی، عشق حقیقی، عارفوں کی اجمالی حالت، شریعت کی ضرورت، ارادتِ مرید، مشاہدۂ جناب قدس، خوارقِ عادات، اسرارِ طبیعت، واعظوں کو کرامات ومعجزے بیان کرنے کی ضرورت ونیز بہت سے مضامین مختلف نہایت متانت سنجیدگی سے بیان کئے گئے ہیں جو سراسیمگان وادی اشتیاق کے لئے رہبر کامل ہے۔

مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے اس حصے میں، عجائب جسمانی اور اس کے طبی حالات، اسلام اور ڈاکٹری تعلیم پر مفصل بحث کی ہے۔ معدے کے حیرت انگیز حالات میں اس کی قوت ہاضمہ وغیرہ پر ڈاکٹر ہکسلی کے رسالہ علم فزیولوجی (Physiology) مترجم رحیم خاں صاحب آنریری سرجن سے ثبوت فراہم کیا ہے۔

غذا اور اس کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے فنِ نباتات پر لکھی گئی عربی کتاب ''الدر اللامع فی النبات'' کے مختلف حوالوں سے

مولانا نے اس مضمون کو ترتیب دیا ہے۔انسان کی تخلیق مٹی سے کس طرح ہوئی اس پورے نظام کو قرآن حکیم کے علاوہ جدید سائنسی علوم کی روشنی میں دکھانے کی مولانا نے مکمل سعی کی ہے اور ساتھ ہی ڈارون کے نظریہ ارتقاء کا شاندار رد بھی کیا ہے۔انسان کو تمام مخلوقات پر شرف و بزرگی حاصل ہے۔ اس کا ثبوت مولانا نے روز مرہ ہونے والے واقعات کی روشنی میں دیا ہے۔ اللہ رب العزت کے فرمان کے بموجب، زمین و آسمان کی تمام چیزیں انسان کے لیے بنائی گئی ہیں۔مولانا نے مختلف انعامات خداوندی کو اس حصے میں بیان کیا ہے۔ جیسے زمین انسان کے لیے غذائی اجناس فراہم کرتی ہے، آسمان سے چاند، سورج اور ستاروں کی روشنی، پھلوں اور پھولوں میں مزہ اور رنگت عطا کرتی ہے۔ زمین میں جانوروں کو انسان کی خدمت کے لیے مہیا کیا گیا، بعض سواری کے لیے کچھ بار برداری کے لیے اور کچھ جانوروں کا گوشت انسان کی غذا کے لیے مختص کیا گیا اور بعض انسانوں کی اندرونی اور بیرونی حفاظت کے لیے جیسے کتوں کو گھر کے باہر حفاظت کے لیے اور بلیوں کو گھر کے اندرونی حصے میں زہریلے کیڑوں وغیرہ سے حفاظت کے لیے قدرتی طور پر انسانوں کے ملازم بنائے گئے۔ جانوروں کی ان فطری مناسبتوں کا ذکر مولانا نے اس رسالے میں بڑے دلچسپ پیرائے میں کیا ہے۔مہاراج دیانند سرسوتی جی نے جانوروں کو غذا کے طور پر استعمال کرنے کو نقصان عظیم اور ظلم قرار دیا ہے، جس کو مولانا انوار اللہ نے عقلی اور حسابی دونوں اعتبار سے مہاراج موصوف کے حساب کو غلط ثابت کر دیا ہے۔اس ضمن میں ویدوں کے مختلف اقتباسات پیش کر کے ان کے مضامین کو تضادات کا شکار اور فطرت کے خلاف بتلاتے ہوئے مولانا نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ وید آسمانی کتاب نہیں ہے۔

مادی اور جسمانی حالات کے تذکرے کے بعد مولانا نے اس حصے میں، روحانی ترقی کے سلسلے میں شیخ بوعلی سینا کی کتاب شفا اور کتاب النجاۃ سے چند ضروری اور اہم امور کا خلاصہ لکھ دیا ہے تا کہ معرفت الٰہی کے حصول میں یہ معاون ثابت ہو سکے۔مولانا نے اس کے لیے، معجزات و کرامات کے ساتھ ساتھ عارفین کے مفصل حالات بھی لکھے ہیں۔ چونکہ مولانا کے زمانے میں کچھ عقل پرست لوگوں نے معجزات وخوارقِ عادات، فرشتوں کے وجود وغیرہ کے انکار میں کتابیں لکھنا شروع کیا تھا جس کا اثر مسلمانوں میں عام ہوتا دکھائی دے رہا تھا اس لیے اس غیر اسلامی نظریے کے تدارک میں مولانا انوار اللہ نے معجزات وخوارق عادات اور کراماتِ اولیاء کا خاص طور پر اس حصے میں ذکر کیا ہے۔آخر میں واعظین سے خواہش کی ہے کہ وہ اپنے وعظوں میں معجزات و کرامات کا زیادہ سے زیادہ ذکر کریں تا کہ ایمان مستحکم ہو سکے جس کا بہترین ذریعہ یہ ہوگا کہ بزرگانِ دین کے واقعات بیان ہوں اور ان واقعات سے درسِ حیات مل سکے۔مولانا لکھتے ہیں:

''ایسے موقع میں واعظوں کا فرض ہے کہ پہلے ایمان کو قوی کرنے کی فکر کریں اور اس کی تدبیر یہی ہے کہ بزرگان دین کے حالات بیان کئے جائیں تا کہ ان کے کمالات کے مقابلے میں اپنے نقص پر نظر پڑے اور دلوں میں ولولے پیدا ہوں''۔

مقاصد الاسلام کا حصہ ہفتم (۱۸۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مضامین مولانا نے نہایت سنجیدگی سے بیان کئے ہیں، جو حق کے متلاشی عقل والوں کے لیے رہبر کامل کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

مقاصد الاسلام (حصہ ہشتم)

(صفحات: ۲۸۵)

اس حصہ میں تفسیر سورہ ناس سے متعلق چند ارشادات ومضامین

ودریافت اصل ہر شئے واعظین کو شیطان کے مکائد بیان کرنے کی ضرورت، اصلاح تمدن، عدم امکان، ہمسری مخلوق با خالق سلطنت اسماء حسنی، ابطالِ تناسخ، سلطنت نفسِ ناطقہ، عبودیت، تفسیر وسواس، تصرف شیطان اور نفس، اعلی درجہ کا شکر، وسوسہ کا اثر افعال پر، نفس، حق العباد، سماع موتی، ایمان واسلام واحسان، جن، سرقہ جسم انسانی، غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی سلطنت، کرامات اولیاء اللہ، مسئلہ وحدۃ الوجود وخلقِ افعال، برقی روشنی وغیرہ مضامین نہایت سنجیدگی سے بیان کئے گئے ہیں۔

فہرست مضامین:

حضرت مولانا نے سورہ ناس کی تفسیر فرماتے ہوئے لفظِ قل، پر مفصل علمی بحث فرمائی ہے تاکہ دین کے طلباء میں جامعیت پیدا ہوسکے۔ چنانچہ کتاب کی ابتداء میں بعد حمد وصلوۃ کے فرماتے ہیں:

''سورۂ ناس سے متعلق چند اشارات ومضامین ہدیہ طلباء کئے جاتے ہیں۔ اگر غور فکر سے اس کو دیکھے تو غالبا اس امر کی صلاحیت پیدا ہوگی کہ تعمق نظر سے مضامین پیدا کرسکیں۔

لفظ ''قل'' اجوف ہے (یعنی ف کلمہ حروفِ علت: ا، و، ی میں سے کوئی ہو) عوام قل میں صرف دو (۲) حروف تسلیم کرتے ہیں لیکن علمائے صرف (قَولَ) سے تَقُولُ پھر قُولُ پھر قُل صیغہء امر کس طرح بنتا ہے مولانا فرماتے ہیں

''الحاصل مصدر سے پہلا صادر فعل ماضی ہے جس میں کچھ زیادتی ہوکر مضارع بنا غرضکہ قال سے مضارع تقول بنا اور مضارع سے قل امر۔

غرضکہ مضارع اور امر میں مناسبت ہونے کی وجہ سے امر مضارع سے بنایا گیا اس طور پر کہ پہلے علامت مضارع حذف کی گئی کیونکہ اب وہ امر بننے والا ہے۔ اگر پہلے لوازم وخصوصیات باقی رہیں تو کوئی چیز نہیں بن سکتی۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص کمال حاصل کرنا چاہے تو اس کو ضروری ہوگا کہ اپنی حالت سابقہ کے لوازم وآثار کو دور کردے مثلاً طالب عالم اگر عالم بننا چاہے تو جتنے لوازم وآثار جہالت

کے ہیں جیسے تضیع اوقات، سستی، کاہلی، خود پسندی وغیرہ جب تک ترک نہ کرے عالم نہیں بن سکتا۔ جسطرح تقول کا (ت) جو لوازم مضارع سے ہے جب تک دور نہ کیا جائے وہ امر نہیں بن سکتا، اسی پر ہر قسم کی ترقیات کو قیاس کر لیجئے مثلاً جب تک لوازم ورسومِ بشریت فنا نہ ہوں ملکیت میں گذر ممکن نہیں۔

الغرض تقول کا (ت) امر بنانے کے لیے حذف کیا گیا۔ اب رہ گیا قْوُلْ مگر یہ خیال نہ کیا جائے کہ اب وہ مصدر بن گیا اس لئے کہ فرع اپنی اصل نہیں بن سکتی اور قطع نظر اس کے اس قْوُلْ کا پڑھنا ہی ممکن نہیں کیونکہ ابتداء میں سکون محال ہے۔ اس پر کھلی دلیل یہ ہے کہ جبتک ہم عدم میں تھے ساکن تھے کسی قسم کی حرکت ہم میں نہ تھی، پھر جب حق تعالی کو منظور ہوا کہ ہم وجود میں آئیں تو کُن کا ارشاد ہوا جس نے ہم میں ابتداً کسی قسم کی حرکت پیدا ہوئی پھر پیاپے حرکات شروع ہو گئے کہ آج حلقہ بناء کل مضغہ وغیرہ یہاں تک کہ پورے انسان بن گئے، اگر وہ ابتدائی حرکت نہ ہوتی اور سکون ہی سکون ہوتا تو ہم اس درجہ تک کبھی نہ پہنچ سکتے۔

الغرض ابتداء بسکون ہونے کی وجہ سے صیغہء امر کا ممکن نہ تھا اس لئے اس کے پہلے ایک متحرک حرف لانے کی ضرورت ہوئی اور وہ حرف ایسا تجویز کیا گیا کہ عالم حروف یعنی منہ میں سب سے پہلے اس کا وجود ہو جو حلق کے انتہائی حصے سے نکلتا ہے، (جس طرح حروف یعنی منہ میں سب سے پہلے اس کا وجود ہو جو حلق کے انتہائی حصہ سے نکلتا ہے) جسطرح ابتداء بسکون محال ہونے کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ قْوُلْ ظہور میں آئے۔ اسی طرح عالم جو سکون عدم میں تھا بوجہ سکون ممکن نہ تھا کہ موجود ہو سکے۔ اس لئے پہلے اسی عالم میں سے ایک مقدس ذات کو متحرک فرمایا یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کے نور مبارک کو جس کو تمام عالم پر ایسا تقدم ہے جیسے ہمزہ کو عالم حروف پر، اگر ہمزہ قْوُلْ کے پہلے نہ لایا جاتا تو قْــوُلْ کا عالم حروف میں ظہور محال تھا، اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ کا نور مبارک متحرک نہ ہوتا تو عالم کا ظور محال تھا جیسا کہ حدیث شریف: لولاك لما خلقت الافلاك میں ظاہر ہے۔ اور جسطرح ہمزہ کی کوئی شکل نہیں جیسا کہ کتب صرف میں مصرح ہے کہ کبھی بشکل واؤ لکھا جاتا ہے اور کبھی بشکلِ یاء وغیرہ، اسی طرح اس مقدس نور عالم امکان کو ص ۸، ۹، ۱۰ الحاصل اس ضرورت سے امر کے آخر میں کون آ گیا اب اس کی کوئی شکل نہیں جیسا کہ اس حدیث شریف سے مستفاد ہے: انا من نور الله وكل شئ من نوری غرضکہ اس متحرک ہمزہ نے گویا صیغہء امر کو وجود بخشا، جسطرح اُس مقدس نور نے عالمِ امکان کو۔ ص ۸، ۹ اور ۱۰

الحاصل اس ضرورت سے امر کے آخر میں سکون آ گیا اب اُقْوُلْ بنا۔ دو ساکن ایک جگہ جمع ہوئے ایک ساکن حذف کیا گیا کیونکہ دو ساکنوں کے ملنے سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک ساکن ہو اور دوسرا متحرک ہو تو متحرک کے طفیل میں ساکن بھی کچھ کرے گا جسطرح نابینا دیکھنے والے کے طفیل میں منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

غرضکہ التقائے ساکنین سے واؤ گر گئی اور اُقُلْ ہوا، چونکہ قاف متحرک ہو چکا تھا اس لئے اب ہمزہ کی ضرورت نہ رہی اور وہ بھی حذف کر دیا گیا اور قُلْ باقی رہ گیا۔

مولانا اس بحث کو مزید دلچسپ بناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر چہ یہ تقریر بظاہر دل لگی سی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ صرفی مباحث میں الہیات واخلاقی مسائل کی جوڑ لگا دی گئی ہے مگر اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں ایسے اُمور کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ اس

آیہ شریفہ سے مستفاد ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار دیکھئے کل عقلمندوں اوراہل بصیرت کوعبرت حاصل کرنے کا حکم ہورہاہے'' ص ۱۱

کوئی چیز فی نفسہ بری نہیں:

موجود ہونے کے اعتبار سے کوئی چیز بری نہیں ہوسکتی کیونکہ شر محض عدم ہے اورنفسِ وجود خیر محض ہے البتہ صفات وحالات کے اعتبار سے برائی آتی ہے مگروہ بھی عام نہیں ہوتی بلکہ بعض کی نسبت وہ چیز بری ہوتی ہے اوربعض کی نسبت اچھی، مثلاً نجاست انسان کے حق میں بری ہے اوراسی کوگائے وغیرہ رغبت سے کھاتے ہیں۔

ایک ہی چیز کسی کے حق میں زہر ہے اور کسی کے حق میں تریاق، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی موجود چیز شر محض اور ہر طرح سے بری نہیں ہوسکتی، ورنہ خالقِ عزوجل اسے پیدا ہی نہ فرماتا۔ ایک جواعداد بنانے والا ہے جسطرح اسکوکل اعداد کے ساتھ الفت ومعیت ہے اسی طرح خالق عالم کواپنے مصنوعات کے ساتھ بحیثیت خالقیت، محبت اور تعلق خاص اورمعیت ہے۔ اسی وجہ سے ربوبیت الٰہی عام ہے، خواہ مومن ہو یا کافر سب کورزق دیتا ہے''۔

بحث الف اورلام: ص ۸۱

''الف بالذات تمام عالم حروف پر محیط ہے، اوراس عالم کا کوئی فرد ایسا نہیں جسکواس اعتبار سے تعلقِ خاص اس کے ساتھ نہ ہومگر اس میں لام کوجوخصوصیت ہووہ کسی کونہیں۔ کیونکہ اس کے دل میں الف ہے جس طرح الف کے دل میں لام ہے۔ اس خصوصیت کے لحاظ سے جب الف ولام ملتے ہیں تواقسام کے لطائف وظرائف پیدا ہوتے ہیں مثلاً (لا) میں ''لام'' باوجودیکہ مقدم ہے مگر کتابت میں الف ہی مقدم ہے اسکی وجہ بجز اس کے اور کیا ہوکہ گویا ''لام'' نے کمالِ محبت سے الف کی عظمت کوپیش نظر رکھکر اپنی صدارت اس کودیدی یہ مقتضی دلی محبت کا ہے۔ بخلاف اس کے آجکل دیکھا جاتا ہے کہ دوستوں میں کیسی ہی خصوصیت باہمی ہومگر جہاں تک کوئی بات خلافِ مرضی ہوئی کہ لام کاف لکھنے لگے الف لام کی اس ترکیب سے گویا ایک مقراض تیار ہوئی جس سے اہل ایمان ماسوی اللہ کے تعلقات کوقطع کردیتے ہیں۔ اور لاالہ الا اللہ میں ایسے مستغرق ہوجاتے ہیں کہ ماسوی اللہ کی بالکل نفی ہوجاتی ہے۔ لمؤلفہ

اگر خواہی پیوند با کبریا
بمقراضِ لا قطع کن ماسوی

ص ۸۲

الف لام کے ساتھ جب ملتا ہے توان دونوں کے ملنے سے عجیب عجیب حالات پیدا ہوتے ہیں، کبھی تواسم جنس پرداخل ہوکراس کو ایک معین شخص بنادیتے ہیں کبھی افراد واشخاص سے کوئی تعلق نہیں صرف جنس یا ماہیت کے معنی میں اس کوخاص کردیتے ہیں اورکبھی تمام افراد کے معنی اس میں پیدا کردیتے ہیں جیسا کہ عالم معانی میں مصرح ہے، یہ قوت تصرف ان کی زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ جب دوشخصوں میں اتحادِ قلبی ہے تووہ بہت کچھ تصرفات کرسکتے ہیں۔

دو دل یک شود بشکند کوہ را
پراگندگی آرد انبوہ را

مولانا اتحاد میں معنی آفرینی کرتے ہوئے آگے ارشاد فرماتے ہیں۔ ص ۸۳

''دیکھئے مسلمانوں کی جب تک یہ حالت تھی کہ ہرایک کو دوسرے کے ساتھ قلبی محبت تھی، اُن کا بڑھتا قدم کبھی پیچھے نہ ہٹا اور جب

سے یہ صفت جاتی رہی ہٹتا قدم آگے نہ بڑھا۔ص ۸۳

غرضکہ الف لام کے اتحادِ قلبی سے اگر کوئی سبق حاصل کرے تو فلاحِ دارین حاصل کرسکتا ہے۔ لام کو الف کے ساتھ جو اتحاد قلبی ہے اُس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود یکہ حروف تہجی میں لام، الف سے بہت دور واقع ہے، لیکن اُسکی محبت قلبی نے الف کے ساتھ اُس کا ملا دیا اوران دونوں سے وہ کارِ نمایاں وقوع میں آئے کہ تمام حروف تہجی اگر ملیں تو بھی اس قسم کا ایک کام نہیں کرسکتے اسی پر قیاس کیجئے کہ جس بندہ کے دل میں خدااور رسول ﷺ کی کامل محبت قلبی ہواور ہمیشہ ان کا خیال ان سے وابستہ رہے تو اس کے فیوض وبرکات اعلیٰ درجہ کے ہوں گے۔ اسی وجہ سے جب بندہ ترقی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس سے وہ کام لیتا ہے جو خاصہ جناب کبریا ہے یعنی خوارق وعادات اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں۔

کوئی چیز فی نفسہ بری نہیں:

خدائے تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا خواہ وہ اچھی سمجھی جائے یا بری اس کا پیدا کرنا برا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس چیز کو خدائے تعالیٰ سے پیدا کیا وہ بری نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ برائی اور بھلائی باعتبار آثار ولوازم کے ہوا کرتی ہے۔نفس شئے کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ یہ اموراسکی ذات سے خارج ہیں۔ مولانا یہاں آگ کی مثال دیتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ آگ کو نہ برا کہا جائے نہ بھلا کسی کے حق میں جلادے تو بری ہے اور کھانا پکادے تو بھلی۔ پھر سانپ کسی آدمی کو کاٹے تو صحت مند کے لئے مضر مگر یہی سانپ کسی جذامی کو کاٹ لے تو صحت مند ہوجاتا ہے۔اور جذامی سانپ کا عاشق بن جاتا ہے تلاش کرنے لگ جاتا ہے۔

کوئی فعل بھی فی نفسہ برا نہیں:

فعل بھی فی نفسہ ایک موجود چیز ہے جسکی برائی یا بھلائی باعتبار آثار ولوازم کے ہوگی۔ بسا اوقات اچھے کام بھی کسی وجہ سے برے اور برے کام اچھے مثلاً کثرت عبادت سے بہتر کوئی چیز نہیں، مگر ریا وغیرہ کی وجہ سے وہ بری ہوجاتی ہیں۔ص ۱۴۰

کلید درِ دوزخ است آں نماز
کہ ازبہر مردم گذاری دراز

لیجئے نماز جو باعثِ دخولِ جنت ہے وہ دوزخ کی کنجی ہوتی جارہی ہے۔ اسطرح برا کام اچھا، اس کے لیے مولانا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ وہ اسلام سے پہلے حضور ﷺ کے لئے برے ارادے سے نکلے جب دیکھا حضور پاک ﷺ کو تو ایسے فدا ہوئے کہ زندگی میں جنت کی بشارت پاگئے اور یہ فعل تمام اعمالِ حسنہ سے بہتر قرار پایا۔ یہ ایک ہی فعل ہے، یعنی چل کر راہ طے کرنا ایک اعتبار سے بدترین فعل تھا۔اور ایک اعتبار سے بہترین فعل ہوا غرضکہ نفسِ فعل نہ برا ہے نہ اچھا بلکہ باعتبار وجود کے اُس کو اچھا بھی کہہ سکتے ہیں۔تو اس اعتبار سے آدمی کو جس فعل میں تلذذ ہوا اُسے نعمت کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ص ۱۴۱

یہ صحیح ہے کہ شرعاً ممنوع ہونے کی وجہ سے اُسکا نتیجہ برا ہوگا اس اعتبار سے اسکو برا کہنا بھی ضروری ہے۔ص ۱۶۳

مولانا نے حضرت جامؔی علیہ الرحمہ کی کتاب ''نفحات الانس'' میں نفس کو متّہم بنانے کا واقعہ لکھا ہے کہ سالکانِ طریقت ایسے بہت گزرے ہیں کہ دوسرے کے گناہ کو اپنے ذمہ لے کر اُس کا بار اٹھایا کرتے تھے۔

نقل فرمایا کہ ہمارا طریقہ متابعت رسول اللہ ﷺ کو مضبوط پکڑنا اور صحابہ کے آثار کا اقتدا کرنا ہے۔ اسی طریقے میں تھوڑے عمل سے زیادہ فتوح ہوتی ہے۔

یہہ واقعہ لکھ کر مولانا دورِ حاضر کے سست، کاہل الوجود متصوفین پر تنقید فرماتے ہیں ص۱۶۳: ''ہمارے زمانے کے بعض حضرات صاف کہتے ہیں کہ ہمیں نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی ضرورت نہیں ہم نے ترکِ وجود کردیا ہے اور اس پر اس شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است
نمازِ زاہداں سجدہ سجود است

اور مریدین بھی اپنے پیر کے مسلک پر مرفوع القلم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر فی الحقیقت مرفوع القلم ہیں یعنی ادراک جاتا رہا ہے اور اچھے برے میں تمیز باقی نہیں جس طرح مجذوبوں کا حال ہے تو اُن کا مرفوع القلم ہونا درست ہے اور اگر یہ حالت نہیں ہے چنانچہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے دعوے پر دلائل قائم کرتے ہیں تو وہ عنداللہ مرفوع القلم نہیں ہوسکتے۔

اسی طرح ''نفحات الانس ''اور تنبیہ المغترین وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صوفیہ کے اخلاق میں سے کثرت توبہ اور استغفار بھی ہے۔

واقعہ لکھ کر ص ۱۶۵ پر مولانا فرماتے ہیں: دیکھئے امام شعرانیؒ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور تمام صوفیہ سلف کے حال سے خبر دے رہے ہیں کہ سب استغفار اور توبہ کرتے تھے تو ہم لوگوں کو گناہ سے احتراز اور اس سے توبہ کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

ص ۱۶۶ پر فتح باب کے اسباب میں استغفار و توبہ کو کس قدر اہمیت حاصل ہے واقعہ درج کر کے مولانا لکھتے ہیں:

''دیکھئے ان حضرات کو خطرات اور خیالات پر توبہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے کھلے کھلے گناہ جن کے خلاف مرضی الٰہی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا، اُن گناہوں سے توبہ نہ کی جائے تو کہئے کہ فتح باب جو پیری مریدی سے مقصود ہے کیونکر ہوسکے۔

اولیاء اللہ وقتِ واحد میں متعدد مقامات میں رہ سکتے ہیں:

ص۱۹۲ پر مولانا نے اہل یورپ کے جن وارواح کے وجود کو مان لینا واقعات سے ثابت فرمایا ہے اس سے اولیاء اللہ کے متعدد جگہ حاضر ہونے کو حضرت امام سیوطیؒ کی کتاب ''**القول المنجلی فی تطور الولی**'' سے ثابت فرمایا ہے۔

ص۱۹۳ میں لکھا ہے کہ ایک مسئلہ میرے پاس پیش ہوا کہ ایک مجلس میں کسی نے کہا آج رات شیخ عبدالقادر طجطوطی (میرے پاس) تشریف لائے تھے اور رات بھر رہے، دوسرے نے کہا کہ یہ کیا ہے، وہ تو رات بھر میرے یہاں تھے اُس نے کہا غلط کہتے ہو۔

غرضکہ طرفین سے گفتگو بڑھی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونوں نے قسم کھائی کہ اگر وہ بزرگ آج رات میرے یہاں نہ تھے تو میری بیوی پر طلاق اور فیصلہ اس پر ٹھیرا کہ خود انہی حضرت سے پوچھ لیا جائے کہ آپ کہاں تھے۔ جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر چار شخص بھی دعویٰ کریں کہ میں ان کے پاس تھا تو وہ صحیح ہے علماء میں گفتگو شروع ہوئی کہ کس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی۔ امام سیوطیؒ نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی پر طلاق نہیں ہوئی۔ کیونکہ ایک شخص وقتِ واحد میں کئی مقامات میں کرامت سے رہ سکتا ہے۔

طبقات کبریٰ میں ابوالعباسؒ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ صاحب کرامات تھے۔ ان کے شاگرد عبدالغفار اپنی مصنفہ کتاب ''وحید التوحید'' میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کے روز ہم شیخ کی خدمت میں حدیث پڑھ رہے تھے اور ان کی باتوں پر ہمیں لذت حاصل ہوتی تھی ایک لڑکا

وضو کرنے آیا، شیخ نے کہا: اے مبارک، کہاں جاؤ گے، کہا: مسجد کو۔ فرمایا: قسم ہے (میں) نے نماز پڑھ لی لڑکا جب مسجد کو گیا تو لوگ نماز پڑھ کے مسجد سے نکل رہے تھے۔ اور لوگ اُن پر سلام کر رہے ہیں۔ یہ سن کر میں نے شیخ کے پاس آ کر حال دریافت کیا، فرمایا کہ مجھے قوتِ تبدل صورت دی گئی ہے۔

اسطرح حج میں بزرگوں کو دیکھا گیا اور یہاں بھی، کعبہ کو اہل اللہ کا طواف کرتے دیکھا گیا، کعبہ اپنی جگہ بھی حاضر ہے اور یہاں بھی، اہل اللہ کو مطاف، عرفات پر بھی دیکھا گیا۔ ایسے بے شمار واقعات ایک جسم کئی جگہ حاضر ہونے کے لکھا ہے۔

ص ۱۹۷ پر لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے قضیب البان موصلیؒ کا حال دریافت کیا گیا فرمایا وہ ولی مقرب وصاحبِ حال وقدم صدق ہیں، کسی نے کہا: ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے نماز پڑھی ہو، فرمایا: وہ وہاں نماز پڑھتے ہیں، تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے، میں اُنہیں دیکھتا ہوں کہ موصل میں یا اور کسی شہر میں نماز پڑھتے ہیں تو وہ باب کعبہ پر سجدہ کرتے ہیں۔

جنتی جہاں چاہے جا سکتا ہے دیدارِ الٰہی مومن کو ہی ہوگی اور جن وملائکہ کو نہیں اس لئے مومن جنوں کو دیکھیں گے جن مومن کو نہیں دیکھ سکتے وغیرہ۔ یہ کرامت، شرافت کی وجہ سے ہے یہی چیز زندگی میں دنیا میں عطا ہو جاتی ہے تو ولایت سے اکثر جگہ حاضر ہو سکتے ہیں۔

ص ۱۹۴: طبقات کبریٰ میں لکھا ہے صفی الدین بن ابی المنصور نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ شیخ مفرج کا عجیب واقعہ یہاں گزرا کہ ایک شخص نے حج سے آ کر اپنے احباب میں ذکر کیا کہ شیخ مفرج کو میں نے عرفات میں دیکھا۔ دوسرے نے کہا: وہ تو دماتین سے کہیں نہیں گئے دونوں میں گفتگو یہاں تک بڑھی کہ ایک نے قسم کھائی اور کہا: اگر میں جھوٹ کہہ رہا ہوں تو میری عورت پر طلاق دونوں نے شیخ کے پاس جا کر کہا کہ ہم دونوں نے اس معاملہ میں طلاق کی قسم کھائی ہے۔ فرمایا: کسی کی عورت پر طلاق نہیں میں نے پوچھا کہ جب ایک شخص سچا ہے تو دوسرے کی عورت پر طلاق پڑنی چاہئے۔ اُس وقت مجلس میں بہت سے علماء حاضر تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں تم لوگ گفتگو کرو۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کر دی مگر تشفی نہ ہوئی۔ آخر میں مجھ سے فرمایا کہ تم وضاحت سے بیان کرو میں نے کہا جب کسی کی ولایت متحقق ہو جاتی ہے تو وہ ہر صورت کے ساتھ متشکل ہو سکتا ہے اور اپنی روحانیت کی وجہ سے متعدد جہات میں وقتِ واحد میں جا سکتا ہے او یہ سب کام اس کے ارادہ سے ظہور میں آتے ہیں اس وجہ سے جو صورت کہ عرفات میں دیکھی گئی حق تھی اور جو صورت کہ دماتین میں دیکھی گئی وہ بھی حق تھی۔ شیخ نے فرمایا: اور امام یافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اس قسم کی بات بعید نہیں ہے۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کعبہ معظّمہ کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کے طواف کے لئے گیا حالانکہ اُس وقت وہ مقام سے منتقل نہیں ہوا تھا۔

ص ۲۱۱ میں شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات کے بابِ مقامِ معرفت محبت میں لکھا ہے کہ اشبیلیہ میں ایک عارفہ تھیں جنکا نام فاطمہ بنت مثنی تھا۔ ان کی حالت بیان کرتے لکھا ہے کہ ایک روز انہوں نے کہا کہ میرے حبیب نے مجھے سورۃ فاتحہ دی ہے جو مری خدمت کرتی ہے چنانچہ اس سورۃ فاتحہ کو بھیج کر خاتون کے شوہر کو جو دوسرے گاؤں میں تھا بلا لیا۔

ص ۲۱۳ دائرۃ المعارف میں معلم بطرس بستانی سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ میری ایک لڑکی گھر کے چھت پر چڑھی تھی وہاں سے وہ غائب ہوگئی آپ نے فرمایا کہ آج رات کوتم محلّہ کرخ کے ویرانہ میں جاؤاور پانچویں ٹیلہ کے پاس بیٹھواورزمین پر یہ کہتے ہوئے ایک دائرہ اپنے اطراف کھینچ لوکہ **بسم الله علی نیت عبدالقادر** جب اندھیرا ہو جائے گا تو جن کی ٹکڑیاں مختلف صورتوں میں تم پرگزریں گی کہ جن گزرتے رہے اور بادشاہ اجناء نے خدمت کے لئے کہا تو فوری لڑکی اورسرکش جن کوحاضر ہونے کہا سرکش جن لڑکی کو لے کرحاضر ہواقتلِ جن کاحکم ہوالڑکی کواس شخص کے حوالہ کیا گیا۔

۲۱۶ پرحضرت شیخ الاسلام رقمطراز ہیں کہ

''میرے ایک دوست ہیں جنکو میں چالیس سال سے جانتاہوں کہ نہایت متقی محتاط اور باخدا شخص ہیں جن کے تقدس پر صدہالوگ گواہی دیتے ہیں اوران کا فرزند، جنکی نشو ونما صلاح وتقویٰ میں ہوئی ان دونوں سے خود میں نے سنا ہے اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ ان کے صدق بیانی میں مجھے ذرا بھی شک نہیں۔ان کا نام کسی مصلحت سے میں ظاہر نہیں کرسکتا۔ ان دونوں صاحبوں کا بیان ہے صاحب مرقوم الصدر نے اپنے چھوٹے لڑکے کی شادی کی اسکے ساتھ ہی دولہ بیمار ہوا چونکہ صاحب موصوف خود بھی عامل ہیں انہوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جن مسلط ہوگیا ہے۔ بہت کچھ تعویذ فلیتے کئے کچھ فائدہ نہیں ہوا آخر لوگوں کی نشاندھی پر حضرت میراں داتارقدس سرہ کی خدمت میں مع بیمار حاضر ہوئے جن کا مزار اناوہ شریف اسٹیشن اونچا علاقہ گجرات میں واقع ہے۔

واقعہ لکھا کہ جن کہتا ہے کہ میں نے منع کیا تھا کہ وہ لڑکی نہ بیاہی جائے اسکی اطلاع میر محمود پہاڑی شریف کودی ہے۔آخر کارایک کمیٹی ہوئی جسکے میر مجلس حضرت خواجہ اجمیریؒ اور چھ ارکان جن میں: ۱)حضرت بابا شرف الدین صاحب برھمادی،۲)حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، ۳)حضرت ابوسعید بغدادی، ۴)حضرت بابا شرف الدین پہاڑی شریف حیدرآباد۔اہل کمیٹی نے زور دیا کہ ایسی حرکت اب ہرگز کبھی نہ ہوگی۔مگراس نے نہ مانا اورکہا کہ میں اس کمیٹی کے حکم سے راضی نہیں شہنشاہ کے پاس اس مقدمہ کی مثل روانہ کردی جائے۔ چنانچہ بغداد شریف کہ مثل روانہ کردی گئی اور مجلس برخواست ہوئی۔ تیسرے اجلاس میں حضرت غوث الثقلین کا فرمان صادر ہوا کہ تو کیا سمجھتا ہے اگر میں چاہوں تو تجھے جلا کرخاک سیاہ کردوں مگرتو نے جب ان کو اطلاع کردی تھی .... ہمارے لوگوں کی شان میں تو نے جو بے ادبی کی ہے اس کی پاداش میں یہ سزادی جاتی ہے کہ پابزنجیر کر کے اجمیر کے فلاں پہاڑ میں پانچ سال بامشقت محبوس رکھا جائے گا اور روشن علی صاحب داروغہ مجلس کوحکم دیا گیا کہ دو دفعہ مشقت لی جائے۔ اورطرف ثانی پرایک ہزار روپئے جرمانہ کیا گیا اسکے بعد بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ڈالی گئیں وغیرہ......

مقاصد الاسلام (حصہ نہم)

صفحات (۳۲۴)

مقاصد الاسلام (حصہ نہم) معجزاتِ نبوی کا حسین گلدستہ ہے، جس میں مولانا انواراللہ فاروقیؒ نے احادیث صحیحہ پیش کر کے مفید عام نتائج برآمد کئے ہیں۔مولانا کے عہد میں کچھ لوگ تبرکات سے عقیدت و محبت رکھنے کی بجائے طرح طرح کی توجیہات وشبہات پیدا کررہے تھے۔مرزا غلام احمد قادیانی اوران کے ہم خیال افراد معجزات کا منظم طور

پر نہ صرف انکار ہی کر رہے تھے بلکہ معجزات و خوارق عادات کو جادو اور سحر کا مفہوم دے رہے تھے اور کم علم افراد بد عقیدہ ہو کر حصولِ برکات کے بڑے ذخیرے سے محروم ہوتے جا رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا انوار اللہ نے اس کتاب میں معجزات کے منکرین کا مدلل جواب بھی دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تقاضائے وقت کے پیش نظر بڑی کاوش اور مستعدی سے معجزات نبوی کا ایک طویل سلسلہ اس حصہ میں قائم کر دیا ہے جس کے مطالعے سے یقیناً اپنے نبی سے سچی محبت اور تعظیم و توقیر کے پہلو کو بھی تقویت ملتی ہے۔ یہی مولانا کی تحریر کا عین مقصد بھی ہے۔

مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے اثرات میں لکھا ہے کہ کھجور کی ڈالی تلوار ہو گئی۔ لکڑی کے تلوار بن جانے کو مولانا نے جدید سائنس کے اصولوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور معجزات اس رسالے میں بیان کئے گئے ہیں جن میں دستِ مبارک سے چہرے کا روشن ہو جانا اور اس کی برکت سے قرآنِ حکیم کا حفظ ہو جانا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا شہسوار بن جانا، جنون کا دفع ہو جانا اور اسی دستِ مبارک کی برکت سے بھوک ختم ہو جانا وغیرہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات و تصرفات کا ثبوت اور اس کی حقیقت کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ حضور کے دئے ہوئے کنکریوں سے کنویں کا پانی سے بھر جانا، انگلیوں سے چشمے جاری ہونا، خارج شدہ آنکھ کا پھر سے اپنے مقام پر لگ جانا، اکیس کھجوروں کا دستِ مبارک مس کرنے کی برکت سے دس ہزار کی تعداد میں ہو جانا، ایک سیر جو کی غذا میں اَسی ہزار آدمیوں کا سیر ہو جانا، لاغر اور قریب المرگ بکری کا دودھ دینا، ایک مشتِ خاک سے کافروں کا اندھا ہو جانا، چھڑی کے اشاروں سے بتوں کا گر جانا، کنکریوں کا بات کرنا اور چاند کا دو (۲) ٹکڑے ہو جانا وغیرہ جیسے معجزات اس رسالے میں جمع کئے گئے ہیں۔ یہ تمام معجزات دراصل خدائی طاقت و تصرف سے انجام پا رہے تھے جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں:

''ظاہرا ان (معجزات) کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و زبان وغیرہ جوارح سے ہوتا تھا مگر در باطن وہ خدائے تعالیٰ کا فعل تھا''۔(۳۹)

یہ امر مسلم ہے کہ فطرتی امور میں تبدیلی نہیں ہو سکتی لیکن اللہ نے چاہا تو ناممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف ان فطرتی امور میں بھی جاری و نافذ تھا۔ مولانا انوار اللہ رقم طراز ہیں:

''دیکھئے قانون میں بھی اقتدار شاہی، قوانین سے مستثنیٰ ہوا کرتا ہے چونکہ حضرت کا تصرف حق تعالیٰ ہی کا تصرف تھا اس لیے فطرتی امور میں اس کا اثر ہوتا تھا'' (۲)۔

غرض، اس حصے میں مولانا انوار اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اختیارات و تصرفات کو عطائے خداوندی سے بتایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کی قدرت دئے جانے کے مقاصد بھی نہایت شرح و بسط سے مولانا نے لکھے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن وغیرہ سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں صحابہ کرام کے چند واقعات بھی اس رسالے میں ملتے ہیں۔ مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ درخت اور پہاڑ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل بجا لاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خلاف عقل یا اپنی مزاج کے خلاف بھی کوئی بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیتے تو اختلاف کئے بغیر ہی بلا تامل رسول خدا کی بات مان لیتے تھے، مولانا

انوار اللہ کہتے ہیں کہ چونکہ صحابہ کرام سعیدِ ازلی تھے، ایسے خلافِ عقل و مزاج واقعات سے ان کے ایمان میں تذبذب نہیں آ سکتا تھا۔ تبرکات رسول اختیارات وتصرفات رسول کے واقعات صحابہ کرام دیکھ دیکھ ان پر ایمان لا چکے تھے اس لیے مولانا انوار اللہ فاروقیؒ، مسلمانوں سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ان تبرکات کو مان کر دیندار، ایمان دار ہوگئے تھے تو پھر آج کے ملاؤں کی بات سن کر صحابہ کرام کی خلاف ورزی کر کے برکات سے محروم کیوں ہوتے ہیں۔

اس رسالے کے ذریعے مولانا نے مسلمانوں کی اصلاح کی خاطر، ان کو صحابہ کرام کے جذبہ ایمانی سے جڑے رہنے اور اللہ رب العزت کے عطا کردہ تبرکات کے اس عظیم ذخیرے سے ہر وقت استفادہ کرتے رہنے کا خیر خواہانہ مشورہ بھی دیا ہے۔

تین سو سات (۳۰۷) صفحات پر مولانا نے معجزات و تبرکات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ اس رسالے میں، الخصائص الکبری، کنز العمال، سیرۃ النبویہ، شفا شریف، شمس التواریخ، مواھب اللدنیہ اور اس کی شرح سے واقعات نقل کئے ہیں اور ہر واقعے کے بعد مولانا نے بڑی خوبی اور انتہائی متانت سے واقعات پر تبصرہ اور ان کا شاندار تجزیہ بھی کیا ہے۔ اس دوران مذاہب باطلہ کا رد اور اہل سنت و جماعت کے مسلک کی تائید میں اقوال بزرگان دین بھی پیش کئے گئے ہیں۔ تمام مضامین تحقیقی ہیں، جن کا انداز سخن، سادہ اور اخلاص سے بھر پور ہے۔

مقاصد الاسلام (حصہ دہم)

(صفحات ۱۸۰)

اس حصہ میں واقعات لشکر حضرت اسامہؓ، مخالفت حضرت صدیق اکبرؓ از ہمہ صحابہ کمال ایمان و پیروی صدیقؓ و تلقین مسائل تصوف وجہاد با مانعین زکواۃ مسئلہ اتباع پر حکم روانگی افواج پر ملک کسریٰ قیصر۔ مقابلۂ ابن عمرؓ از روبلیس...... حکم حضرت عمرؓ نسبت سوختن مکان سعد بن وقاصؓ، حال سعد بن وقاصؓ، کیفیت مکانات آنحضرت ﷺ، واقعات عدل فاروقی، حالات زہد فاروقی، صبر واستقلال خالدؓ ووجہ آن۔ ثبوت مراقبہ معنی مراقبہ مسئلہ بیعت وجہ حدوث۔ بیعت مشائخین۔ واقعہ آیت انَّ اللہ اشتری، معنی و مارمیت اذ رمیت الخ گرفتن عمرؓ نصف مال از عمرو بن عاصؓ نفوس قدسیہ صحابہ۔ فتح قلعہ حلب۔ تجلی الٰہی وقت جنگ، حسرت بر عدم شہادت واقعہ آراستہ کردن۔ معاذؓ فرزند خود نو با نعرا برائے مقابلہ شخص قوی، واقعہ حلب وحالات یوقناء یوحنا، مسئلہ ندائے یا محمد ﷺ اسلام یوقناؒ قوت تصرف آنحضرت دراں عالم، اسلام روماس و زوجہ او ندائے وامحمد ﷺ ...... در جنگ مسیلمہ کذاب، واقعہ مرج القبائل وابوالہول، حالات فتح دمشق، واقعہ غزوہ یرموک، واقعات فتح انطاکیہ، خواب بنی ہرقل، نسبت زوال سلطنت خود وفاداری صحابہؓ وحالات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین در بارہ حمایت دین، واقعات تمنائے شہادت، شجاعت قوت مروت، تواضع وفصاحت وکمال عقل وراستبازی وحلم عفو وسخاوت آنحضرت ﷺ اخلاص وتوکل صحابہ، مراعات ابوعبیدہؓ بہ اہل حمص، نفوس قدسیہ صحابہ، اثر خط عمرؓ، اسلام جارج قاصد ہامان وغیرہ وغیرہ، مضامین نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

اس (دسویں) حصہ کا مسودہ مولانا انوار اللہ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی حیات میں ہی تیار ہوا تھا، چونکہ مولانا جمادی الاول ۱۳۳۶ء میں وفات پا گئے اور بعد وفات حسرت آیات مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی کی منظوری سے اشاعت العلوم شبلی گنج سے شائع کیا گیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے حالات وآداب جب کہ خدا اور رسول سے کیسا عشق اور یقین کامل تھا حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ہونے والے واقعات اور عشق رسالت میں ڈوبے ہوئے فیصلے اور ایمان کامل کے اثرات باوجود صحابہ کرام کے بظاہر مخالفت کے سیدنا صدیق اکبرؓ کا یقین کامل جیسے حضرت اسامہؓ کو رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر کے سپہ سالار بنا کر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا آنحضرت کی علالت کی خبر سن کر پہلی ہی منزل میں رکے رہے اور پس وپیش ہونے لگے بالآخر آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے تیسرے ہی روز حضرت صدیق اکبرؓ نے اس لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا، چاہے حالات کسی طرح بھی ہوں فرمان پیغمبر کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا، اللہ ہی ہمارا محافظ ہے، دین کے کاموں میں عقل کو کوئی دخل نہیں، گو حضرت صدیق اکبرؓ کا اس لشکر کو روانہ کردینا، عام حالات میں مناسب نہیں معلوم ہوتا مگر یہ دنیوی عقل کے خلاف تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے ثابت فرمایا۔ دین کی کامیابی عقل کو تباہ کرکے رسول گرامی ﷺ کی پیروی کرنے میں رکھی ہے اس ضمن میں مولانا روم کا شعر پیش کرتے ہیں:

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفیٰ

پیرو اُوباش تایابی ہدیٰ

مولانا انوار اللہ فاروقیؒ، حضرت صدیق اکبرؓ کے اس عمل کو اسطرح منتج کرتے ہیں انہوں نے (حضرت صدیق اکبرؓ) دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات کے قریب حالتِ مرض میں جب اس لشکر کو روانہ فرمایا تو اسمیں کوئی مصلحت ضرور ہے۔ اور کم سے کم خلیفہ وقت کا تو امتحان ہے کہ عقل کو ترجیح دیتے ہیں تو ہمیشہ کیلئے عتاب الٰہی میں آ گئے اور امرِ نبوی کو ترجیح دی تو خدائے تعالیٰ کو راضی کرلیا، پھر جس سے خدا راضی ہو کون اس کا مقابلہ کرسکے۔

مسیلمہ کذاب کے علاوہ دوسرے چند لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور عرب کے اکثر لوگ علاحدہ علاحدہ جماعتیں بنالئے تھے مدعیان نبوت کی تائید کررہے ہیں، غرض جب ہر طرح صدیق اکبرؓ حضرت اسامہؓ کو روانہ کرنے کے لئے مستعد رہے تو پھر دیگر صحابہ کرام وحضرت عمرؓ وغیرہ بھی خلیفہ وقت کی تائید کرگئے، حضرت صدیق اکبرؓ کے عزم کو مولانا یوں محسوس کرتے ہیں لکھتے ہیں:

''غرضکہ انہوں نے عزم کرلیا کہ صحابہ تو کیا اگر تمام عالم ایک طرف ہو اور رسول اللہ ﷺ کے کئے ہوئے کام میں دست اندازی کرنا چاہے تو تن تنہا سب کا مقابلہ کرلوں گا اور باوجود اس تنہائی کے نصرت اپنی ہی ہوگی'' (ص ٦)

آگے مولانا نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے فضائل وکمالات تاریخی واقعات، احادیث وغیرہ پیش فرمائے جس میں آنحضرت ﷺ کا مصلّے پر بلانا گویا اپنا سجادہ نشین بنادیا اور مجمع عام میں تلقینات وتعلیمات فرمائیں جیسے حضرات صوفیہ کرام اپنے مریدین کو تخلیہ میں تلقین کرتے ہیں۔

خلفائے عظام کو راشدین کہنے کی وجہ: ص ١٠ پر مولانا لکھتے ہیں آپ نے (یعنی حضرت صدیق اکبرؓ) اور دیگر خلفاء نے وقتاً فوقتاً عملی طریقے سے ارشادات کئے اسی وجہ سے ان حضرات کو خلفائے راشدین کہتے ہیں جن کا کوئی کام رشد وارشاد سے خالی نہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں مانعینِ زکوۃ کے خلاف حکم فرمایا کہ ان سے جہاد کیا جائے۔ اس وقت نامور صحابہ کرام وغیرہ ان مرتدین کے قتل سے منع کررہے تھے کہ وہ اہل قبلہ ہیں، نماز ادا کرتے

ہیں کلمہ پڑھتے ہیں وغیرہ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے میں بے شک اس کو قتل کردوں گا۔

خلاف عقل ہونے میں حضرت کا یہ دوسرا حکم تھا اور کل صحابہ کرام کی دلیلیں بھی عقل کے مطابق ضرور تھیں لیکن کُل صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبرؓ کی دلیل پر عمل کیا جسکا اظہار مولانا ان الفاظ میں کرتے ہیں ''ہر چند کُل صحابہ کی دلیلیں نہایت زوردار اور عقل کے مطابق تھیں مگر صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کی دلیل اور دعوائے الہامی ہی پر عمل کیا، اور آخر یہی ثابت ہوا کہ اس باب میں انکو شرح صدر ہوا تھا'' اسی مقام کی بات ہے جو کسی بزرگ نے کہا ہے۔

سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوئد
کہ سالک بے خبر نہ بودزراہ ورسم ومنزلہا

مولانا نے یہاں کسی بزرگ نے کہا لکھا ہے، کسی مصلحت کی بنا پر مولانا نے ان بزرگ کا نام نہیں لیا، کہ وہ بزرگ حضرت حافظ شیرازیؒ ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اس طرح عملی طریقہ سے تعلیم دی کہ مرید صادق الاعتقاد کو چاہیئے کہ اپنے مرشد کے قدم بقدم پیروی کرے۔اس اتباع کو اتباع پیر بتلاتے ہوئے، مولانا لکھتے ہیں جس قسم کی اتباع حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا، ممکن نہیں کہ ہر شخص اپنے پیر کی اتباع کرے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں میں چند ہی افراد ہوتے ہیں جو اس قسم کی اتباع کر کے درجہ ولایت اور صدیقیت کو پہنچتے ہیں۔

تیسرا حکم ملک قیصر وکسریٰ پر چڑھائی کا: یہ بھی عام عقلوں کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی فوج قیصر وکسریٰ کی فوج کے مقابلہ میں ہزارواں حصہ بھی نہیں اور آلات جنگ وغیرہ بھی ان کے مقابلہ میں کچھ نہیں غرض کئی حیثیتوں سے وزن کم ہی تھا لیکن صدیق اکبرؓ کی صداقت اور یقین بول رہا تھا کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میں فتح ہماری ہوگی بس حکم دے دیا اور وہ علاقہ بھی فتح ہوگیا۔

جنگ فلسطین کا واقعہ: اس جنگ میں حضرت عمرو بنؓ العاص کے ساتھ نو ہزار فوج تھی اور مقابل میں روبلیس جو ہرقل کی طرف سے اس جنگ پر مامور تھا اس کے ساتھ نود ہزار، گویا اسلامی فوج کے مقابلے میں ۱۰دس گنا فوج تھی لیکن اسلامی فوج کو ہی فتح حاصل ہوئی اور دس ہزار سپاہی ان کے مارے گئے۔ ہرقل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ہر طرح سے تیاری مزید کر کے بھیج دیا ادھر سپہ سالار لشکر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو اس معاملہ کی خبر کردی ایک ہزار کے مقابلہ میں صرف ایک اسلامی سپاہی کا حساب ہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے پھر بھی حکم فرمایا کہ جنگ کی جائے کامیابی ہمارے ہاتھ ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو آنحضرت ﷺ کے فرمان کا یقین کامل تھا کہ وہ ملک ضرور فتح ہوگا۔

اس معرکہ کا ذکر کرتے حضرت مولانا فرماتے ہیں صحابہ کرام سے خوارق عادات ہمیشہ ہوتے رہے ہیں لیکن کچھ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں، اس زمانہ کے لوگ خوارق عادات کا انکار کرتے ہیں، ان تاریخی واقعات پر گہری نظر ڈالیں تو یہ کہنا پڑیگا، ان معرکوں میں ہر مسلمان سے روزانہ خوارق عادات ظاہر ہوتے تھے، بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے (ص ۱۸) غرض کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا مقتضائے عشق وہاں تک رسائی کرتا ہے جہاں عقل کے پر جل جاتے ہیں۔

غرض کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے واقعات اور ان کا عشق رسول ﷺ اور جذب شوق شہادت ذکر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اور ابن عاصؓ صرف ملا ہی نہیں تھے بلکہ بہادر اسلامی سپاہی بھی تھے۔ صحابہ کرام کی تعظیم فرض ہے جس طرح اولاد پر ماں باپ کی تعظیم لازم ہے۔ بلکہ صحابہ کرام کی توقیر زیادہ اس لئے کرنا چاہیئے کہ ان سے دین کی دولت ہمیں ملی ہے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور حکومت اور صحابہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کی بنیاد ڈالنے کہا جاتا ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مدائن میں کسریٰ کا دروازہ لاکر خود بھی مکان بنا کر اس شاندار دروازہ کو اپنے اس نو تعمیر مکان میں لگا دیتے ہیں جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فوری حضرت سعدؓ کے مکان کو جلانے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ صرف دو حجرے تمھارے لئے کافی ہیں۔ جب مکان جلایا جا رہا تھا، تو حضرت سعدؓ نے بھی کچھ نہیں فرمایا حالانکہ بہت بڑے آدمی تھے بڑے درجہ کے تھے، لیکن بات یہ ہے کہ ان حضرات کے نفوس قدسیہ تھے۔ انہوں نے اپنی حمیت، غیرت، شجاعت سبھی کچھ اسلام کے نذر کر دیا تھا۔

حضرت سعدؓ نے اولوالامر کی اطاعت میں خدا ورسول کی اطاعت سمجھ رہے تھے، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عملی طریقہ سے امت کی اصلاح فرمادی۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کے مکان کیسے تھے اس لئے حضرت سعدؓ کے مکان کو جلانے کا حکم دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے مکان:

اس کتاب میں مولانا نے آنحضرت ﷺ کے مکانات کے سلسلے میں تاریخی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے خاص حجرہ مبارک کی یہ کیفیت تھی کہ جلانے کی چند لکڑیاں گاڑ دی گئی تھیں اور انسے کنبلوں کو باندھ دیا تھا۔ وفات شریف تک حضرت کا یہی حجرہ خاص تھا، اور جوازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کے حجرے تھے ان میں چار حجروں کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھت کھجور کی شاخوں کا جس پر کیچڑ کا گلابہ کر دیا گیا تھا اور پانچ حجروں کی دیواریں بھی نہ تھیں صرف کھجور کی شاخیں گاڑ کر ان پر گلابہ کر دیا گیا۔

حضرت امام حسین علیہ اسلام فرماتے ہیں کہ انکی بلندی اتنی تھی کہ میرا سر ان کی چھت کو لگتا تھا، غرض اسطرح حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلاف شریعت کوئی کام نہیں دیکھ سکتے تھے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات:۔ روض الریاحین، ازالۃ الحق اور کنز العمال جیسی کتابوں سے روایات پیش فرماتے ہیں، عدل فاروقی، اورزہد فاروقی وغیرہ کے ضمن میں مولانا نے کئی واقعات کے علاوہ خود حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کے فرزندان کے واقعات بھی پیش فرمادیئے ہیں جو کسی طرح رعایت کا درجہ نہیں رکھتے۔

صبر و استقلال حضرت خالدؓ:۔ جب ملک شام حضرت خالدؓ کی جاں بازیوں سے فتح ہوا تو لوگ مبارکباد دینے لگے اور کسی شاعر نے ان کی توصیف میں چند شعر بھی پڑھے تو حضرت خالدؓ نے ان کو دس ہزار درہم انعام دیے جب سیدنا عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو مجمع عام میں دریافت کرو کہ دس ہزار کہاں سے لائے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جملہ بیس ہزار درہم بیت المال میں جمع کرادئے گئے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ کے دوران فرمایا کہ حضرت خالدؓ پر میں خفا نہیں ہوں میں نے اس لئے یہ کام کی کہ لوگوں کو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ فتح ونصرت اپنی جانبازیوں سے نہیں، بلکہ اللہ کی نصرت کی وجہ سے ہوئی تا کہ لوگ خدا کو نہ بھولیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سے مجمع عام میں ٹوپی اتار لی گئی اور

ناروا طریقے سے کھینچ کرلایا گیا۔لیکن صبر واستقلال سے حضرت خالدؓ نے اس لئے گردن جھکادی کہ وہ جانتے تھے کہ خلیفہ وقت کی اطاعت سب سے اہم فریضہ ہے مولانا ان تمام واقعات کے بعد لکھتے ہیں۔ ص ۱۶ کیاوہ تاثیر بندوں کے فعل میں ہوسکتی ہے۔یہ اللہ کے ہی فضل کی شان ہے کہ سب کومقہور اور مسخر بنادے کیوں نہ ہو حضرت عمرؓ، نبی کریم ﷺ کے خلیفہ جانشین اور ظل اللہ تھے اسی وجہ ان کو اس قسم کے حکم کرنے میں تامل نہیں ہوتا ہے۔

نائب حق آں عمرؓ بے قال وقیل
کار پیغمبر کند بے جبرئیل

حضرت خالدؓ اس وقت ﴿اطیعو اللہ ورسولہ، ان اللہ مع الصابرین﴾ اس آیت کے مراقبہ میں تھے کہ اللہ رسول کی اطاعت، خلیفۂ وقت کی اطاعت میں ہے، اس میں جھگڑا نہ کرو، اور نہ ہی بزدل ہو جاؤ اور تمھاری ہوا جاتی رہے، صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ مراقبہ خانقاہوں میں رہنے والے صوفیوں کا کام ہے۔ مراقبہ کے معنی بتلاتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں کہ۔ص ۴۹ مراقبہ کسی خاص مضمون پر آدمی پوری توجہ اور غور کرنے تو اس کو اصطلاح صوفیہ میں مراقبہ کہتے ہیں۔

حضرت خالدؓ تو اسی مراقبہ میں تھے مراقبہ کا ثبوت اور اس کے معنی مسئلہ بیعت وغیرہ کو مولانا عہد صحابہ سے ثابت کرتے ہیں اور اللہ ہی ہر کام کا خالق ہے واقعات سے ثابث کرتے ہیں۔

فتح قلعہ حلب:۔حضرت عمرؓ، حضرت عمر بن عاصؓ سے مال طلب کرکے نصف مال بیت المال میں جمع کرادیتے ہیں قلعہ حلب کو فتح کرنا اس میں دو بھائی یوقنا اور یوحنا کو اسلام کی طرف رغبت ہونا، سرکار مدینہ کا خواب میں حاضر ہوکر ان کو اسلام کی حقانیت پیش کرنا وغیرہ۔

تجلی الٰہی وقتِ جنگ:۔بعض صحابہ کرام نے تو جنگ کے عالم میں اگر فوج بھاری نظر آتی تو حضرات صحابہ کرام نے تجلی الٰہی پاکر اپنے سپہ سالار سے حکم جنگ چاہنا ہے حضرت خالدؓ کے حکم کے لحاظ سے لوگ خاموش کھڑے تھے تو حضرت ضرار ابن ازورؓ نے کہا کہ یعنی حق تعالیٰ کی ہم پر تجلی ہوگئی ہے۔اس موقع پر توقف سے کیا تعلق حملہ کا حکم دیجے۔

مولانا ،صحابہ کرام کے احوال پر روشنی ڈالتے ہوتے فرماتے ہیں کہ صوفیہ کرام بھی احوال صحابہ پر عمل کرتے ہیں۔یقین کے لئے اقوال صحابہ بھی پیش کرتے ہیں جو اوپر مذکور ہوا۔یہ سب عشق رسول اور جذبہ شوق شہادت کی کرشمہ سازی ہے۔

حسرت بر عدم شہادت:۔مولانا فرماتے ہیں، جہاں عشق نہیں وہاں تجلی کا راز کون جانے۔ص ۳۷، اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین شہادت نہ پاتے تو حسرت کرتے کہ ہم کو دیدار الٰہی کے لئے تاخیر ہوئی جاتی ہے۔

حضرت معاذؓ اور ان کے فرزند نوبالغ:۔حضرت معاذؓ کی جانثاری تو کجا آپ کے نوجوان فرزند جو ابھی بالغ بھی نہیں ہے۔جذبہ شوق شہادت لے کر میدان کارزار میں آتے ہیں، اور ایک قوی شخص کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔

ندائے یا محمد ﷺ:۔مولانا نے، اس کتاب میں صحابہ کرام کے ایسے واقعات جو عین حالت جنگ میں یا کسی بھی مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو پکارنا، یا محمداہ یا محمداہ ﷺ ہماری فریادرسی فرمایئے وغیرہ کئی صحابہ کرامؓ کے حالات یں تاریخی شواہد پیش فرمائے ہیں۔اس طرح کے پکارنے اور مدد طلب کرنے کو جو لوگ شرک سمجھتے ہیں، مولانا

ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا صحابہ کرام بھی شرک کرتے ہیں؟

قوت تصرف آنحضرت ﷺ:۔ آنحضرت ﷺ نے یوقنا کو بشارت میں اسلام کی اہمیت بتلانا اور یوقنا کو عربی زبان سکھلانا، جسکی وجہ سے وہ اسلام قبول کرتا ہے۔ روماس اور اسکی زوجہ کو بھی بشارت کے ذریعہ دین اسلام کی ترغیب ہوتی ہے اور یہ دونوں اسلام قبول کرتے ہیں۔ ان واقعات کولکھ کر مولانا، حضور پاک ﷺ کے اختیارات کو ثابت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''حکومت اسے کہتے ہیں کہ ادھر حکم ہوا اور ادھر تعمیل ہوگئی۔ کیا یہ بغیر تصرف کے ممکن ہے۔ پھر تصرف بھی کہاں عالمِ ارواح میں جہاں دلوں پر تصرف ہوا کرتے ہے۔ کیونکہ درحقیقت دل تابع روح ہے، جسکو اصطلاح میں نفس ناطقہ کہتے ہیں''۔

آنحضرت ﷺ کے تصرف کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''غرض کئی طرح سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تصرفات اس عالم میں بھی جاری ہیں جن کا اثر اس عالم میں نمایاں ہوتا ہے'' ص۹۲

اس کتاب میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ، دمشق کی فتح کے حالات اور واقعہ غزوہ یرموک، فتح انطاکیہ اور ہرقل کی سلطنت کے زوال کے ساتھ، حمایت دین میں صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے واقعات اور تمنائے شہادت وغیرہ خوبی سے بیان کئے ہیں جس سے اسلام کی حقانیت اور شوق شہادت کے ساتھ یقین کامل نصیب ہوتا ہے۔ صحابہ کے اس خلوص کا ذکر ان الفاظ میں مولانا فرماتے ہیں، ص۱۳۲ ''صحابہؓ خلوص سے دین کی حمایت کرتے تھے اس سے ان کے مدارج بڑے اور اس خلوص کا یہ اثر ہوا کہ دور دراز تک اسلام پھیل گیا اور اقوام کے دلوں میں ان کی عزت وہ ہوئی کہ کسی قوم کو نصیب نہیں۔ اس کے بعد جب خلوص جاتا رہا تو بجائے ترقی، تنزل شروع ہوا اور مسلمانوں کی وہ عزت جو اسلام کے زمانہ میں دوسرے قوموں کے دلوں میں تھی جاتی رہی۔ غرض کہ جو کام خلوص سے کیا جائے اس میں ایمانی فائدہ ہے'' ص۱۳۲

آنحضرت ﷺ کی شجاعت قوت:۔ آخر میں مولانا نے، آنحضرت ﷺ کی شجاعت، مروت، تواضع، فصاحت کلام، حلم، عفو، وسخاوت، کے ضمن میں احادیث اور تاریخی واقعات پیش فرما کر مدلل فرماتے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شجاعت کا یہ عالم کہ میدان کارزار (جنگ بدر) میں حضور ﷺ سب سے آگے اور کبھی ایسا ہوتا کہ ہم حضور ﷺ پناہ میں آجاتے تھے۔ ابورکانہ کو قبل بعثت اور رکانہ کو بعد بعثت آپ نے پچھاڑ دیا۔ رکانہ نہایت ہی پہلوان تھا، شرط لگادی تھی کہ اگر مجھے گرادیں گے تو میں اسلام قبول کروں گا چنانچہ شکست کھا گیا اور اسلام قبول کرلیا۔

مروت:۔ مولانا نے آنحضرت ﷺ کی مروت کا واقعہ بچپن میں جب آنحضور ﷺ ہر روز صبح لڑکوں کے ساتھ ابوطالب کھلاتے تو حال یہ تھا کہ کبھی عام بچوں کی طرح کھانا ایکدوسرے کے سامنے سے کبھی نہ لیتے جبکہ دوسرے لڑکوں کا حال عجیب تھا نتیجۃً انحضور ﷺ کو کھانا نہ ملتا اور بھوکے رہ جاتے تو ابوطالب نے علاحدہ انتظام فرمایا۔

مولاناؒ ص ۱۳۷ پر لکھتے ہیں ''اب غور کیجئے کہ لڑکپن میں جب یہ حالت ہو تو ایام نبوت میں کیا حال ہوگا۔

تواضع:۔ اکثر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ مسکینوں کے گھر جاتے، بیماروں کی عیادت فرماتے اور فرماتے کہ میں ایک بندہ ہوں جس طرح غلام کھاتے پیتے، اٹھتے، سب اسطرح میں بھی سب کچھ کرتا ہوں۔

فصاحت:۔ مولانا نے کنز العمال کی روایت سے لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ دریافت کرتے ہیں آپ ہر قبیلہ کے اور ہر مقام کے

محاوروں میں گفتگو فرماتے ہیں اتنی فصیح بلیغ کہ ہم سب دنگ رہ جاتے ہیں تو فرماتے کہ حضرت جبرئیل نے ان سب کی تعلیم دی ہے۔

عقل:۔اہل یورپ بھی تسلیم کرتے ہیں پیغمبر اسلام نہایت عقلمند شخصیت تھے۔

صدق وراستبازی:۔قبل نبوت بھی آپکو امین وصادق کہا جاتا رہا۔ایک مرتبہ آپ نے کفار قریش کو جو جانی دشمن بھی تھے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ ایک عظیم لشکر چلا آرہا ہے تو کیا تم یقین وتصدیق کروگے سب نے بالاتفاق کہہ دیا کہ بے شک ہم تصدیق کریں گے۔ کیونکہ آپ کبھی جھوٹ نہیں کہتے۔ص ۱۳۸

حلم:۔ جنگ احد میں دندان مبارک شہید ہوا ، چہرہ مبارک پر شدید زخم آیا یہ امر صحابہ پر نہایت شاق گزرا سبھوں نے دریافت فرمایا کہ آپ اس کا بدلہ لیتے نہیں ان کے حق میں بددعا کیجئے فرمایا کہ میں رحمت بن کر آیا ہوں زحمت نہیں یا اللہ میری قوم کو ہدایت فرماوہ جانتے نہیں کہ میں ان کا کیسا خیر خواہ ہوں۔

عفوودرگزر:۔دشمن قابو میں ہے کہ ایک جگہ آرام فرمارہے تھے وہاں درخت کے نیچے سرکار مدینہ ﷺ کو آرام کرتا دیکھ کر ایک دشمن نے تلوار کھینچی تھی حضور ﷺ بیدار ہوئے اور دیکھا تو اس کے ہاتھ سے تلوار جھوٹ گئی ، وہی تلوار لیکر حضور ﷺ فرمایا کہ بول اب تجھے کون بچا سکتا ہے تو اس نے رعایت چاہی تو حضور ﷺ نے اسے معاف کردیا۔

سخاوت:۔جو آتا تقسیم فرمادیتے اگر نہ ہوتا سائل کو واپس کرنے کے بجائے فرماتے کہ ضرورت کی چیز لے لو قرض ہے تو ہم ادا کریں۔قرض کے علاوہ بخشش بھی فرماتے۔حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے کچھ سوال کیا تو آپ نے بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ دیدیا کہ وہ شخص انتہائی خوش خوش دوڑا اور اپنی قوم میں آنحضور ﷺ کی خوب توصیف کی اور کہا کہ لوگو۔پیغمبر اسلام کی فرماں برداری کرو۔

مولانا فرماتے ہیں، غرض کہ یہ سخاوت آنحضرت ﷺ ہی کا حصہ تھا یہ ایک ہی ایسی صفت ہے کہ آدمی کو محبوب بنا دیتی ہے۔دیکھئے حاتم کے نام پر اب تک محبت آتی ہے۔اور قارون کا نام سن کر بغض پیدا ہوجاتا ہے۔حالانکہ ان دونوں سے اس وقت کوئی تعلق نہیں بخلاف اس کے جب آنحضرت ﷺ کی دادودہش اور جودوسخاوت کا مشاہدہ ہوتا ہوگا تو کہیں کیسی امیدیں آپ سے وابستہ ہوتی ہونگی۔

کتاب کے آخری صفحات میں مولانا نے اخلاص وتوکل صحابہ اور صحابہ کرام کے نفوس قدسیہ واقعات کی روشنی میں مشائخین عظام اس قسم کے آداب میں غلو اور التزام کرتے ہیں وہ شارع علیہ الصلواۃ والسلام کے مرضی کے خلاف نہیں بلکہ باعثِ ترقی مدارج ہے اب ان حضرات کو ان امور کے لحاظ سے بدعتی کہنا بے موقع ہوگا۔خدائے تعالیٰ ہم لوگوں کو دین میں بصیرت عطا فرمائے جس سے ہم مستحسن اور غیر مستحسن امور میں فرق کرسکیں۔ص ۱۴۷، جب کبھی صحابہ کرام عبادت میں (مقررہ عبادت کے دائرہ) سے اضافہ کرنا چاہتے جیسے بغیر سحر کے روزہ، راتوں میں عبادت اس طرح مشقت ہو، رسی بندھی ہوئی ہوتا کہ نیند نہ لگے وغیرہ امور پر حضورؐ نے قید لگائی اور کہا کہ اسکی تمہیں ضرورت نہیں۔جو مقررہ عبادت میں ان کو بجالاؤ برخلاف اس کے تعظیم وتوقیر کا کوئی دائرہ رسول پاک ﷺ نے صحابہ کو نہیں دیا بلکہ صحابہ کرام آداب میں اپنے اقوال وواقعات بیان کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ وہاں پابندی نہیں لگاتے جیسے حضرت عثمان غنیؓ کا یہ فرمانا کہ جب سے حضرت

نے اس ہاتھ سے مصافحہ کیا ہے آج تک اس کے ہاتھ سے شرم گاہ کو چھوانہیں وغیرہ ان اعمال سے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ اعمال ترقی ومدارج کا ذریعہ ہیں اس کی وجہ مولانا کے الفاظ میں یوں ہے اس کی خاص وجہ یہ ہیکہ آنحضرت ﷺ محبوب رب العالمین ہیں جس قدر محبوب کی عظمت زیادہ ہو اور زیادہ ادب کیا جائے باعث خوشنودی محبّ ہوتی ہے۔ آخر میں **انتم اعلم بأمور دنیاکم** یعنی دنیا کے امور میں تم ہی زیادہ جانتے ہو پر تحقیق فرمائی ہے، دنیا سے بے رغبتی کی دلیل ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام اور اولیائے عظام دنیا و مافیہا سے بالکل علاحدہ رہتے تھے۔

مقاصد الاسلام (حصہ یازدہم)

(صفحات ۱۱۸)

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ دین اسلام میں ترقی درجات کے حصول کے لیے بے پناہ آداب کی ضرورت ہے، جن میں سب سے اہم، شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تعظیم وتکریم ہے۔ صحابہ کرام، آدابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب واقف تھے اس لیے ان کے ہر عزم اور کار میں کامیابی وکامرانی مقدر ہو چکی تھی۔ جبکہ منافقین، قرآن حکیم میں فضائل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور صحابہ کرام کے آداب ملاحظہ کرنے کے باوجود، ان کے دل میں عظمت رسول کا کوئی اثر ونفوذ نہیں تھا اس لیے وہ داخل جہنم ہو گئے۔

مولانا انواراللہ فاروقیؒ کے عہد میں وہابی فرقہ توہینِ رسالت میں پیش پیش تھا۔ چنانچہ وہابیوں کی اس بے ادبی کو دیکھ کر مولانا نے یہ رسالہ مقاصد الاسلام (گیارہواں حصہ) لکھا، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور صحابہ کرام کی تعظیم وطریقہ تکریم سے متعلق کئی واقعات ملتے ہیں، جن کے مطالعے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی عظمت دلوں میں قائم ہو جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین کرنے والوں کو خوف دلاتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''وہابیوں کو خوف کرنا چاہیے کہ باوجود یکہ قرآن واحادیث میں حضرت کے فضائل دیکھتے ہیں اور مسلمانوں سے سنتے ہیں۔ مگر ان کو نظر انداز کر کے ایسے آیات واحادیث کو تلاش کرتے ہیں جن میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بظاہر کسرِ شان ہوتی ہے۔ کیا یہ نماز، روزہ اور ایسی شہادت رسالت کام آئے گی'' (۳)۔

اس حصے میں مولانا نے یہ لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کو جہاد وغیرہ میں جو کامیابی نصیب ہوتی رہی وہ صرف تعظیم رسول اور صحابہ کرام کی برکت کی وجہ سے ہوئی، کیوں کہ صحابہ کرام خود کمال درجے کے ادب کرنے والے تھے اور جب بے ادبیوں نے سرابھارا تو کامیابی اور ترقی کی بجائے ناکامی اور تنزلی مسلمانوں کے حصے میں آتی رہی۔ مولانا لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام چونکہ ادب کی ابتداء کرنے والے تھے اب قاعدے کی رو سے جن امور سے ابتداء ہوتی ہے وہی قابل استناد ہوتے ہیں، لہٰذا آدابِ رسول کے معاملے میں صحابہ کا طرز عمل ہی اختیار کیا جائے اور اسی پر عمل پیرا ہونے میں ہماری بھلائی ہے۔

صحابہ کرام کے واقعات میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رسول' ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دینے پر آگ میں ڈال دیا گیا اور آگ ان پر کچھ اثر نہ کرسکی۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''دیکھئے ایسے مقام میں کہ جہاں جان کا خوف بلکہ قطعی مایوسی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر گواہی دینی ایک مشکل کام تھا،مگر انہوں نے جان کی کچھ پرواہ نہ کی اور صدقِ دل سے گواہی دی،اس کا یہ اثر ہوا کہ آگ نے مادرِ مہربان کی طرح اپنے گود میں انہیں بٹھلایا اور اپنے فطرتی اثر کو ان کے نزدیک آنے نہ دیا۔اس سے ظاہر ہے کہ رسالت کیسا عظیم الشان رتبہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کے سب مسخر(غلام)ہوجاتے ہیں مگر ہر کس و ناکس اس کو کیا جانے۔منافق باوجودیکہ نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہتے تھے اور حضرت کی رسالت کی بھی گواہی دیتے تھے۔مگر رسالت کی ان کو کچھ قدر نہ تھی۔اس وجہ سے وہ دوزخی ٹھہرے''(۴)۔

مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے اس حصے میں احادیث اور سیرت کی مختلف کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ،فرشتے،جن،درخت،پتھر،جانور سبھی تعظیم رسالت بجا لاتے تھے سوائے سرکش جنوں اور انسان کے،فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم منور کا سایہ زمین پر نہیں گرتا تھا۔اس کی توجیہہ میں مولانا نے سورج،پتھر اور کائنات کے مختلف اجسام پر بحث فرماتے ہوئے بہت سائنٹفک طریقہ استدلال اختیار کیا ہے اور اس سلسلے میں متعلقہ کئی علوم کی وضاحت بھی کی ہے۔چنانچہ ان میں سے اکثر علوم کا تذکرہ مولانا نے''مفتاح السعادت''نامی کتاب سے نقل کیا ہے۔جیسے

(۱)علم طب:جس میں بدنِ انسانی کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

(۲)علم تشریح:جس میں اجزائے بدن اور اس کی ترکیب سے بحث کی جاتی ہے۔

(۳)علم الاساریر:اس فن میں ان خطوط کے متعلق بحث ہوتی ہے جو ہتھیلیوں،قدموں اور پیشانی پر ہوتے ہیں۔

(۴)علم الاکتاف:جس میں،بکری کے شانے کی ہڈی پر پائی جانے والی شکلوں اور لکیروں سے بحث کی جاتی ہے اس فن کا جاننے والا جب اس ہڈی کو سورج کے سامنے اس میں روشنی دیکھتا ہے تو اس کو تمام دنیا میں وقوع ہونے والے واقعات جیسے قحط،ارزانی اور جنگ وغیرہ نظر آتے ہیں اور یہ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

(۵)علم قیافتہ البشر:اس میں دو شخصوں کے نسبی تعلق اور ان کے احوال واخلاق کا پتہ چلتا ہے۔

(۶)علم الریافہ:اس علم کے ذریعہ پانی کا حال معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کتنی گہرائی پر پانی ہے اور کتنی مقدار میں مہیا ہوسکتا ہے۔

(۷)علم اختلاج:اس میں اعضاء کے پھڑکنے کے احوال معلوم ہوتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ کن امور کا وقوع ہوگا۔

بعض مذکورہ علوم میں خود مصنف،مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے تجربات بھی اس کتاب میں شامل ہیں،جن سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ان مختلف علوم کی تحصیل میں بھی کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

آخر میں فضیلتِ میلاد شریف پر ولادتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ کو جدید علوم،خاص کر ڈاکٹری اصولوں کی روشنی میں مولانا نے حیرت انگیز طور پر ثابت کیا ہے۔اس کتاب کا مجموعی تاثر یہی ہے کہ کائنات کے مختلف اجسام میں قدرت نے ایسے ایسے حیرت زدہ علوم ودیعت کئے(رکھ دئے)ہیں تو باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات میں کس درجے قدرت نے علوم وفنون،اسرار ومعارف رکھے ہوں گے۔اس لیے حضور اقدس ﷺ سب سے افضل

ہیں اور سب سے زیادہ تعظیم وتکریم کے مستحق ہیں۔

مولانا نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور عید مقرر نہ کرنے کی بڑی سبق آموز اور دل افروز وجہ بیان کی ہے۔ مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''عید میلاد مقرر نہ کرنے میں یہ سر (راز) معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ روز عید مقرر کا ہو جاتا تو ہر شخص ادائے فرض کے لحاظ سے مراسمِ عید بجالاتا، جس طرح حج طوعاً وکرہاً کیا جاتا ہے اور محبّ اور غیر محبّ میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے''۔

ایک سو آٹھ (۱۰۸) صفحات کی اس کتاب میں کئی علمی مباحث ہیں، جن کے دیکھنے سے مولانا کے علمی تبحر اور ان کے طریقہ استدلال کی انفرادیت سامنے آتی ہے۔ جو قاری کی دلچسپیوں میں اضافے کا باعث ہے۔

''مقاصد الاسلام'' (گیارہواں حصہ) مولانا الحاج سید حبیب اللہ قادری صاحب (رشید پادشاہ صاحب) سابق امیر جامعہ نظامیہ کے حسب الحکم، اشاعت العلوم حیدرآباد سے رجب المرجب ۱۴۰۸ھ مطابق مارچ ۱۹۸۸ء میں دوسری بار چھپ کر منظر عام پر آیا ہے۔ اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، شبلی گنج حیدرآباد سے بآسانی مل جاتا ہے۔

کتاب کی زبان، سلیس اور عام فہم ہے۔ کہیں کہیں طنزیہ عبارتیں بھی آگئی ہیں لیکن یہ طنز عام طنز نگاروں کی طرح نہیں ہے۔ مولانا کے طنز میں، محبت اور خیر خواہی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ انسان دوستی کا تقاضا بھی یہی ہے جو ان کے اسلوب تحریر سے واضح ہے۔

انوار احمدی

صفحات (۳۱۶)

اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے فضائل اور درود وسلام کے فوائد اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہیں، یہ کتاب اپنی خوبی وپسندیدگی کے باعث زبان زد عام ہے۔

انوار احمدی کا متن ۶۲ بندوں پر مشتمل ایک مسدس نظم ہے اس کے چند اشعار کی تشریحات مولانا نے مدینہ طیبہ ہی میں مکمل فرمائی۔ یہ کتاب مولانا کے جذبات حبّ نبی کا آئینہ ہے جس کے ایک ایک لفظ سے عشق رسول مترشح ہوتا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کے لئے مولانا کے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ کے الفاظ کافی ہیں: انوار احمدی نام بھی حضرت ہی نے تجویز فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کے ہر ہر مسئلہ کی تحقیق محققانہ حقانی میں تائید پائی گئی کہ تقریظ کے الفاظ اس طرح ہیں ''اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے اللہ تعالی اس کے مصنف کے علم اور عمل اور عمر میں برکت دے''۔

اس کتاب کی زبان ابتدائی زمانے کی زبان ہے اس لئے نسبتاً ان کی دوسرے کتابوں کے کسی قدر قدیم لگتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا کی زبان ابھی ارتقائی مراحل میں تھی، اس لئے اس کتاب کی زبان میں دکنی اثرات پائے جاتے ہیں۔

اہم موضوعات:۔ کثرت درود وسلام علامتِ اہلِ سنت و جماعت ہے، حضرت شیخ الاسلام نے حدیث شریف ''وسیلۂ عظمیٰ'' کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ **قال النبی ﷺ اکثرو امن الصلوٰۃ علی لان أول ما تسئلون فی القبر عنی** (رواہ البخاری)

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ زیادہ مجھ دورود پڑھا کرو کیونکہ سب سے پہلے قبر میں تم لوگوں سے میرے ہی بارے میں سوال ہوگا۔

(بخاری علیہ الرحمہ نے اس کی روایت کی)

مولانا فرماتے ہے کہ امتیوں کا بکثرت دردو شریف پڑھنا آنحضرت ﷺ کو منظور ہے۔ اسی وجہ سے کثرت درود شریف علامت اہل سنت و جماعت ٹہرائی گئی، چنانچہ امام سخاوی نے قول بدیع میں روایت کی ہے روی ابو القاسم التیمی فی الترغیب له من طریق علی بن الحسین قال علامة اهل السنة کثرة الصلوٰةِ علی رسول اللهﷺ یعنی رسول ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت کی علامت ہے۔ اور ظاہر ہے جسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا و ماینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی :مفہوم یہ کہ حضور ﷺ کی بات وحی الٰہی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ کثرت درود شریف حق تعالیٰ کو بھی منظور ہے۔

الحاصل صرف ایک بار درود شریف اسقاط فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریریں بنانا کہ جس سے مسلمانوں کی رغبت کم ہوئے خلافِ مسلک اہل سنت وجماعت ہے۔ اور خلاف مرضی آنحضرت ﷺ کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالیٰ کے بھی ہے۔

حق تعالیٰ نے جملہ اہلِ ایمان کو لازم الوثوق وسلموتسلیما تا کیداً فرمایا کہ آنحضرت ﷺ پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تا کہ ہروقت اخلاصِ عقیدت کا اظہار بارگاہِ سرور عالم ﷺ میں ہوا کرے اسی واسطے ہر نماز میں خواہ فرض ہو یا نفل ایک دوبار سلام عرض کرنا ضروری ٹھیرایا گیا گویا ہر نماز میں سلام کا آنحضرت ﷺ پر مقرر ہونا دلیل اس بات پر کہ کثرت اس سلام کی حق تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ پر سلام کرے حق تعالیٰ اس پر سلام کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہیکہ رسول اللہ ﷺ کسی نخلستان میں داخل ہوئے اور دراز سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ شاید انتقال ہوگیا۔ پھر قریب ہوا تو دیکھا کہ حضور ﷺ نے سرِ مبارک اٹھایا اور ساری سرگزشت کے بعد اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ خوش خبری دیتا ہوں میں آپ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے من صلی علیک صلوٰة صلیت علیه و من سلم علیک سلمت علیه (رواہ احمد) یعنی جو شخص آپ پر درود شریف پڑھے صلوٰۃ بھیجتا ہوں میں اس پر اور جو شخص آپ پر سلام کرے سلام کرتا ہوں اس پر۔ روایت کی اسکو امام احمدؒ نے)

محبت نبی کے بغیر ایمان نہیں :۔حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں ہمارا تو دین وایمان حضرت ﷺ ہی کی محبت کے ساتھ وابستہ ہے دیکھو خود حضور اقدس ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ عن انس قال قال النبی ﷺ لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده ولده والناس اجمعین (رواہ الشیخان واللفظ للبخاری)

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی تم میں سے ایماندار نہیں ہوتا ہے جب تک اس کے دل میں میری محبت اس کے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہو یعنی تمام عالم سے زیادہ جب تک آنحضرت ﷺ کی محبت نہ ہو ایمان ہی نہیں۔ غرض ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو آنحضرت ﷺ کی محبت حاصل کرنا چاہئے اور حصول محبت کی مفتاح (کنجی) ذکر ہے چنانچہ ابن قیمؒ نے حاوی الارواح الی بلاد الافراح میں لکھا ہے۔ وقد جعل الله لکل مطلوب مفتاحا ومفتاح الولایة والمحبة الذکر'' یعنی حق تعالی نے ہر ایک مطلب کے لئے ایک کنجی مقرر کی ہے اور قرب ومحبت کی کنجی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان حاصل کرنا ہو تو آنحضرت ﷺ کا ذکر

بکثرت کرنا چاہئے تا کہ محبت آنحضرت ﷺ کی پیدا ہو اور اس کی بدولت ایمان حاصل ہواور اگر ایمان ہے (یعنی کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کا ذکر کرکثرت سے ہوتا ہے) کے مصداق خود ذکر ہونے لگے گا۔

دنیا کی ہر چیز عظمت رسول ﷺ کو گواہی دے رہی ہے: اس کارخانۂ قدرت میں جملہ عناصر، اجسام، جمادات سے لے کر ملکوت اورزمین سے لیکر آسمان اور ازل سے لے کر ابد تک ہر چیز عظمت رسول ﷺ کی گواہی دے رہی ہے جن کے ثبوت میں مولانا نے بے شمار احادیث دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے اب رہے جن وانس یہ بیچارے معرض امتحان میں کچھ ایسے پڑے ہیں کہ ان کو اس قسم کے امور کا مشاہدہ ہے کہ جسکی بدولت واقعی حالت پر مطلع ہوں نہ ایسی عقل رسا کہ جس سے حقائق اشیاء اور مدارج وجود کو معلوم کرسکیں۔ اگر غافل ہیں تو یہی دو ہیں سوائے ان کے ہر چیز یاد الٰہی میں مصروف ہے۔ **کما قال تعالیٰ وإن من شئی إلایسبح بحمده ولکن لاتفقهون تسبیحهم** :یعنی ہر چیز اللہ تعالی کی تسبیح اور حمد میں مصروف ہے۔مگر تم اس کو نہیں سمجھتے۔ جب خود اپنے پروردگار سے غفلت کرنے اور مالک حقیقی کے حقوق کوضائع کرنے میں انہوں نے کوتاہی نہیں کی تو دوسرے ابواب پھر کس شمار میں۔ بایں ہمہ ان کو جس ذریعہ سے توحید پہنونچائی گئی اسی ذریعہ سے آنحضرت ﷺ کی عظمت بھی معلوم کرائی گئی۔ چنانچہ ابتداً ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو اس عظمت کی خبر دی پھر یہ خبر وراثۃً بنی آدم میں شائع ہوتی رہی اور اگر کبھی بے دینی نے اس کو چھپا دیا تو انبیاء علیہم السلام اس کی تجدید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ اس عالم میں تشریف فرما ہوئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد ربانی لتؤ منوا باللہ ورسوله وتعزروه وتوقروه وغیرہ کو عموماً پہنچادیا۔اب اگر اس پر بھی کوئی شخص نہ مانے تو مختار ہے کسی کا جبر نہیں کہ خوامخواہ مان ہی لے مگر عاقل کو چاہئے کہ پہلے اس اختیار کے انجام کو سوچ لے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا أعتدنا للظالمین نارا**۔ترجمہ: پھر جو کوئی چاہے مانے (ایسے) ظالموں کے لئے ہم نے آگ تیار رکھی ہے۔

الحاصل اگر عام جن وانس حضور ﷺ کی عظمت کو نہ مانیں تو انہی کا نقصان ہوگا۔ان کے اس ظالمانہ رویے سے آنحضرت ﷺ کی عظمت میں کوفرق نہیں آسکتا۔

تحریری صلاحیت:۔حضرت شیخ السلام کی تحریر میں سنجیدگی، سادگی اور وقار پایا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا خود عالم متبحر تھے، اور تفسیر، حدیث، فقہ، اوراصول کے علاوہ تاریخ وسیر کے ساتھ ساتھ علم کلام، فلسفہ جدید و قدیم، سائنسی علوم میں بھی خاصا درک حاصل تھا۔اس لیے مولانا نے موضوع کے اعتبار سے مقصد اور مخاطب کے پیش نظر الفاظ کا انتخاب فرمایا ہے۔ عربی اور فارسی کے الفاظ بھی موزونیت سے استعمال فرمائے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بعض مسائل ایسے کہ عوام الناس کی عقلیں ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں اسی وجہ اس قسم کے مسائل کے لئے ایک علم ہی جدا مقرر کیا گیا جس کو علم حقائق کہتے ہیں اس فن کی جو کتابیں ہیں جیسے فصوص الحکم ،فتوحات مکیہ وغیرہ جن کے دیکھنے سے واضح ہے کہ ہر عامی تو کیا اکثر علماء بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے اسی وجہ سے بعض علماء نے شیخ محی الدین ابن عربیؒ وغیرہ کی تکفیر کی ہے اور بمصداق الانسان عدو ما جھل کے ان پر دشمن ہو گئے اور خود وہ حضرات بھی یہی کہتے ہیں نحن رجال ولایحل النظر فی کتبنا یعنی ہم

لوگوں کی کتابیں دیکھنا ہر کسی کو جائز نہیں۔

حقیقۃ الفقہ

اس کتاب میں محدثین اور فقہاء کے فرائض منصبی اور ان کے کارنامے اور حدیث، فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کی گئی ہے۔ خصوصاً امام صاحب کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

جسطرح ہمارے دین کے شرعی نظام ظاہر کی تدوین زیادہ تر حضور اکرم ﷺ کے بعد ہوئی گو اساس بالا صالت میں وہ حضور ﷺ ہی کے عہد مبارک سے وابستہ تھا۔ فقہ دراصل اسلامی قانون ہے۔ اس کی ترتیب پیغمبر اسلام ہی کے عہد سے شروع ہوگئی تھی۔ زمانہ مابعد میں اس کے متعلق بڑی بڑی کتابیں مرتب ہوئیں۔ ص ۲۰۴......

(از بشیر مخفی القادری)

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنے مقالے میں صراحت کی ہے کہ فقہ کی تدوین آنحضرت ﷺ کے زمانے سے شروع ہوگئی تھی اس بحث وتحقیق میں تم العلوم حضرت علامہ نواب فضیلت جنگ مولانا الحاج شاہ انوار اللہ خان صاحب مرحوم حیدر آبادی کی معرکۃ الآرا کتاب ''حقیقۃ الفقہ'' قابل ذکر ہے۔ ص ۲۰۵۔

اصل میں اس کتاب کو لکھنے کی ضرورت یوں پیش ہوئی کہ حضرات اہل حدیث (وہابیہ) فقہ کی مخالفت اور فقہاء کرام کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش میں سرگرم تھے اور فقہ پر عمل کرنے کو گمراہی بتلارہے تھے۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ پر افتراء بازی کہ انہیں صرف (۱۷) حدیثیں یاد تھیں وغیرہ، اور مسلمان عام طور سے ان کے مغالطے کا شکار ہوتے جارہے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نے، اصلاح اور ازالہ فساد کی خاطر دو حصوں میں یہ کتاب لکھی جس کے ابتداء میں تاریخ فقہ اور تدوین فقہ میں فقہاء کرام کی جانفشانیاں اور خاص کر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فضائل مناقب جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔

حقیقۃ الفقہ (حصہ اول)

(صفحات ۴۱۴)

کئی مسائل میں ہمیں ان کی عقل بے اصل تحقیقات پر ہنسنے کا موقع حاصل ہوگیا ہے جس سے جواب ترکی بہ ترکی ہوجائے گا ص ۲۶۔ صحیح حدیثوں کی روایت کے تسلیم کرنے کیلئے بچے کی مثال کہ مجرد خبر پر تصدیق کرلیتا ہے کہ یہ ماں باپ ہیں، دادا ہیں اور ان کے رشتہ دار وغیرہ بزرگوں کی محبت اور وقعت دل میں ہوتی ہے مخالفت کا خیال تک دل میں نہیں آتا۔ غرضیکہ اپنے بزرگوں کی بات کا یقین کرلینا آدمی کی فطری بات ہے۔ فاضل اور دیندار کو بھی غیر مذاہب کی کتابیں جادۂ اہلِ سنت سے ہٹادیتی ہیں مثلاً مامون جیسے حافظ قرآن فقہ اور حدیث میں متدین فاضل کو ایک فاسد الاعتقاد ابن ابی داؤد کی صحبت اور فلسفہ کی کتابوں کے مطالعہ نے بے باک بنادیا۔ اور اہلِ سنت سے منحرف کرادیا۔

بری صحبت کا اثر:۔

بے ادب خود را نہ تنہا داشت
بدہ بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

اہل سنت و جماعت ہی صحیح مذہب اور اصل دین ہے۔

دوسرے مذاہب اختراعی ہیں۔ ص ۴۴، ۴۵

ایسے ہی افراد سے دین لینے کی شرعاً وعقلاً ضرورت ہے۔

قرآن اجمال ہے اوراس کی تفصیل احادیث شریف میں۔حدیث کی ضرورت کہ حدیث سے قرآن جواصل دین ہے محفوظ ہوجاتا ہے۔ص ۶۳

کنزالعمال میں یہ روایت ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خوف اس بات کا ہے کہ۔منافق لوگ قرآن کوسیکھ کر اہل علم سے جھگڑے کریں گے۔جس کا خوف حضرت کوتھا وہی بات پیش آئی چونکہ منافقوں کوصرف جھگڑے کرنا اور اسلام میں رخنے ڈالنا منظور ہوتا ہے۔اس لئے وہ فقط قرآن ہی کی طرف متوجہ ہوکراس کوسیکھ لیتے ہیں اور علماء کے ساتھ مجادلے رسالہ بازیاں کرتے ہیں۔اگرقرآن کے ساتھ حدیث بھی سیکھیں توان کوایسے جھگڑوں کا موقع نہ ملے،حدیثوں میں قرآن کے پورے پورے معنی بیان کردئے گئے۔اس وجہ سے منافق حدیثوں سے گھبراتے ہیں اور سرے سے اس کو بے اعتبار بنانے کی فکر کرتے ہیں۔بخلاف اہلِ سنت کے کہ ہرمسئلہ قرآن اورتمام حدیثوں سے جواس باب میں وارد ہیں جو ثابت ہواس پرعمل کرتے ہیں۔ص ۶۳

احادیث کی اشاعت میں صحابہ کا اختلاف بعینہ ایسا تھا جیسا کہ قرآن شریف کے جمع کرنے میں ہوا تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ جمع نہ کرنے میں احتیاط سمجھتے تھے اس وجہ سے کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں جمع نہیں ہوا تھا اور حضرت عمرؓ جمع کرنے میں احتیاط سمجھتے تھے تاکہ تلف نہ ہوجائے۔الحاصل جس طرح حضرت عمرؓ کی رائے پرعمل ہونے کی وجہ سے قرآن شریف محفوظ ہوگیا اسی طرح اکثر صحابہ کی رائے پرعمل ہونے سے احادیث محفوظ ہوگئیں۔

جب روایتیں ہرطرف بکثرت ہونے لگیں تو منافقوں اور زندیقوں کوموقع مل گیا اور ملتے جلتے مضامین کی حدیثیں بنابنا کر روایتیں کرنے لگے۔اس طوفان بے تمیزی کی دفع کرنے کی غرض سے محدثین نے راویوں کی تحقیق شروع کردی۔اورجم غفیر محدثین کا،ان کے پیچھے پڑ گیا۔اورشہر شہر کوچہ بکوچہ ان کی تلاش وتفتیش ہونے لگی۔ان ہزاروں محققین سے وہ کہاں چھپ سکتے تھے آخران کی جعلسازیاں طشت ازبام ہوگئیں اوران مفتریوں کی فہرستیں نام بنام اسلامی دنیا میں شائع ہوئیں اوراب تک کتب رجال میں چھپ کرشائع ہوتی جاتی ہیں۔

مرزا قادیانی کا ذکر:۔کہ احادیث میں شبہات پیدا کرنے کی مختلف تدابیر قادیانی نے بھی کی جس کا حل حضرتؒ نے ''افادة الافہام'' میں لکھا ہے

روایت اور درایت اسلامی، اوردرایت میں تفاوت۔ ایک عام شخص اورموجد کی درایت میں فرق ہے کثرت مزاولت (مشق) اورایک عام آدمی کی درایت میں فرق ہے،ص ۲۸،۲۷۔

علامہ ابن جوزی اوران کے خیالات کی تشریح،توضیح ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی عقل،اسلامی عقل ہی اصل ہے ص ۷۱،۷۰۔

دینی عقل اورمعمولی عقل:۔ہمارادین دین اسلام کی بنیاد معمولی عقلوں کے خلاف او دینی عقل کے مطابق ہے۔ہمارے دین میں عقل کودخل نہیں،مثلاً جبرئیل علیہ السلام وحی لائے تو نبی کریم ﷺ نے کوئی عقلی ثبوت ان سے طلب نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ کیونکر معلوم ہوکہ تم فرشتے ہواور خدائے تعالیٰ نے اپنا کلام تمہارے ساتھ بھیجا ہے بلکہ خودآنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک میں ایک انشراحی کیفیت پیدا ہو گئی جس سے حضرت نے ان کی تصدیق فرمائی۔(اسی طرح صحابہ کرام نے بھی کوئی عقلی ثبوت نہیں مانگا بلکہ ایسے امورطلب کئے جنکا وقوع

خلاف عقل اور خارق عادت ہو۔ مثلاً چاند کا دو ٹکرے کر دینا جمادات کا گواہی دینا وغیرہ چنانچہ جو کچھ انہوں نے چاہا آنحضرت ﷺ نے کر دکھایا ص ۷۲، ہر چند ہر ایک واقعہ کا ثبوت تواتر سے نہیں ہے۔ مگر جو حدیثیں اس باب میں وارد ہیں ان سے نفس معجزہ پر تواتر معنوی ثابت ہے شرح صدر من جانب اللہ ص ۷۳ غالباً کتاب حقیقۃ الفقہ تحریر کرنے کی وجہ یہی ہوگی کہ فقہ حنفی کی شہرت دیکھ سکے۔

الغرض کہ زنادقہ وغیر مخالفین اسلام نے جو حدیثیں بنائی تھیں محدثین نے روایت اسلامی اور دوسرے قرائن ودلائل سے مدد لے کر ان حدیثوں کو موضوع قرار دیا۔ مگر اس سے بڑھ کر ایک آفت کا سامنا محدثین کو ہوا وہ یہ کہ بعض بزرگوں نے بھی کمال خوش اعتقادی سے حدیثین بنائی چنانچہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے موضوعات میں لکھا ہے کہ ابوعصمہ نوح ابن مریم مروزی سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ نے ہر ایک سورہ کی فضیلت میں جو روایتیں کی ہیں کہ عن عکرمہ ابن عباسؓ یہ آپ کو کہاں سے مل گئیں، عکرمہ کے شاگردوں کے پاس تو ان روایتوں کا وجود نہیں۔ کہا بات یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحاق کے مغازی میں ہمہ تن مشغول ہیں اس لئے حسبۃً للہ یہ حدیثیں بنائیں تا کہ ان فضائل کو دیکھ کر لوگ قرآن شریف زیادہ پڑھا کریں گے۔ خلاصہ میں لکھا ہے کہ وہ قاضی تھے ابن حبان سے ان کا حال پوچھا گیا۔ تو کہا صرف ایک صدق تو ان میں نہیں۔ باقی کل فضائل کے جامع ہیں۔ ابن مبارک علیہ الرحمہ سے ان کا حال پوچھا گیا۔ کہا لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے یعنی مسلمان ہیں یہ سب صحیح مگر تھے بڑے جو شیلے کہ فقہ حنفیہ کی شہرت او ر درس تدریس کو دیکھ نہ سکے اور حسبۃً للہ حدیثیں بنا ڈالیں۔

حدیثوں کی روایت میں حددرجہ احتیاط فرزندوں و شاگردوں نے حدیث کی روایت ترک کر دی، بڑے صلحاء مستجاب الدعوات کی روایت ترک کر دی معمولی معمولی بات کی وجہ سے دادا کی زیارت کرنی چھوڑ دی اس قدر احتیاط کرنے والے محدثین بھی امام اعظم علیہ الرحمہ کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ ص ۷۹، ۷۷۔

بہت سے محدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت نہیں کی اس وجہ سے کہ ان کو اہل رائے سمجھتے تھے ص ۷۹۔ ان حضرات نے احتیاط کا حق ادا کر دیا۔ ص ۸۰

ابن جوزیؒ کا حال، ص ۸۲ ان کی طبیعت کا انداز تلبیس ابلیس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ ص ۸۲ ان کا مجرد قول قابل قبول نہیں ہوسکتا ص ۸۳ جرح وتعدیل ص ۸۴: ۔ تدوین فقہ کا دور، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے صحیح صحیح حدیثیں ملتی گئیں ص ۸۸، کذاب اور وضاع کی نئی نئی باتیں جس کی خبر حضور اکرم ﷺ نے دی ہے مسلم شریف کی حدیث اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی۔ ص ۸۸ مولانا کی انفرادیت ہے کہ فقہ کی بنیاد احادیث پر رکھی گئی ہے اس سے حدیث اور فن حدیث اور محدثین کی تکریم معلوم ہوتی ہے۔

جس زمانے میں نیک و بد کی تمیز اٹھ گئی تھی اسی کے متصل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں خوش قسمتی سے آپ کو تدوین فقہ کے وقت نہایت آسانی سے صحیح صحیح حدیثیں مل گئیں۔ ص ۸۸

شمس العلماء مولوی شبلی سیرۃ النعمان سے ان کے اقوال جو امام اعظم علیہ الرحمہ کی طرف داری کے جوش میں فن حدیث ومحدثین پر حملے ہوتے ہیں شاید بعض احناف اس سے خوش بھی ہوگئے ہوں گے۔

فقہ کا دارومدار حدیث پر ہے ص ۹۰: ۔ شبلی پر گرفت ص ۹۲،

افسوس ہے اس مقام میں مولوی شبلی صاحب محققانہ انداز سے بہت دور ہوگئے۔ابن سیرین کا قول سمجھ نہ سکے وغیرہ ابن سبا جو اصل میں یہودی تھا ص ۹۶۔حضرت علیؓ کا ابن سبا مع اس کی جماعت کو جلا وطن کردینا جس طرح ہمارے زمانے میں اختراعی مذاہب والے مصروف ہیں۔(جمع سے اشارہ قادیانی، وہابی، دیوبندیوں کی طرف معلوم ہوتا ہے) صدق ایک علحدہ صفت ہے۔ص ۱۰۰(ابن معین کا قول ہے کہ عبدالرزاق مرتد بھی ہو جائیں تو ہم ان کی حدیث کو نہ چھوڑیں گے) مولوی شبلی نعمانی کی تحریر کا پوری ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی کتابت کا طریقہ مروج نہیں ہوا تھا۔کا جواب لاجواب ص ۱۰۲ کتابت حدیث نہ کرنے کی وجہ بڑی عمدہ بتائی مولانا نے عبدالکریم وضاع وحدیث کے قول پر محققانہ تبصرہ، ص ۱۰۶، ۱۰۷ فرقوں کی ماہیت ص ۱۱۱ شبلی کا قول ص ۱۱۱، ۱۱۴ اور اسکا رد۔

فقہا کی ضرورت ص ۱۱۴:۔ ہر ذی علم اس بات کو جانتا ہے کہ قرآن وحدیث میں اکثر مقامات ایسے ہیں کہ ہر شخص ان کو کما حقہ سمجھ نہیں سکتا۔اسی وجہ سے فقہا کی ضرورت ہوئی جن میں عمر بھر کی محنت اور جانفشانی کے بعد توضیح مشکلات اور تطبیق اختلاف کی صلاحیت پیدا ہوئی اب اگر کوئی اجنبی بجز داس کے کہ کوئی حدیث سمجھ میں نہ آئے اور اختلاف میں تطبیق نہ دے سکے اور اس کو موضوع قرار دیدے تو اس کا قول قابل التفات نہیں ہوسکتا ص ۱۱۴۔صحابہ اور تابعین کی روایت بالمعنی پر اعترض اور اس کا جواب ص ۱۱۵، امام اعظم رحمۃ اللہ سے روایت بالمعنی میں کب کلام کیا ص ۱۱۶ مولوی شبلی نے احادیث کو ساقط الاعتبار کرنے کی تدبیریں کیں ہیں دین میں ظنِ غالب کا اعتبار ص ۱۱۸ تعصب کو دور کرکے ان حضرات کے کارناموں کے ساتھ دوسرے تمام ادیان اور اسلامی فرقوں کے کارناموں کا مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اپنے نبی کے کلام پاک کی حفاظت کا افتخار جو اہل سنت وجماعت کو حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ص ۱۱۹۔محدثین احادیث کو یاد رکھ کر فقہا تک پہنچائے ص ۱۴۸ (اور فقہا نے غور خوض کر کے مقصود شارع کا تعین کیا اور مسلمانوں کو راہ صحیح بتلادی) ص ۱۲۸ طبقہ صحابہ میں فقہا صرف چھ تھے (۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت ابن مسعودؓ (۴) حضرت ابی ابن کعب (۵) حضرت معاذ بن جبلؓ (۶) حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہم۔اور ان کے الگ الگ واقعات۔ص ۱۳۰، ۱۳۱۔

اکابر محدثین کے نزدیک فقہ کی قدر ومنزلت:۔ دیکھئے اکابر محدثین کے نزدیک فقہ کی یہ قدر ومنزلت تھی کہ اکابر محدثین کی صحبت اور سند عالی پر فقہا کی صحت کو ترجیح دیتے تھے اور ہر محدث کو فقیہ نہیں کہتے تھے بلکہ خاص خاص محدثین پر فقہ کا اطلاق کیا جاتا جیسے مسروق، جابر ابن زید، حسن بصری، شعبی، عمرو بن دینار، علی ابن مسہر، حماد، امام مالک، سفیان ثوری، عبداللہ ابن مبارک، وغیرھم رحمھم اللہ جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ص ۱۳۱

تذکرۃ الحفاظ میں فقیہ عراق علقمہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشد تلامذہ میں تھے قابوس ابن ابی طیبان کہتے ہیں کہ میں نے والد سے پوچھا کہ آپ صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں جاتے ہو کہا میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس جاتے اور ان سے فتویٰ پوچھتے تھے۔

دیکھئے صحابہ باوجود اس جلالت شان کے جو لازمہ صحابیت ہے حضرت علقمہؒ سے فتوی پوچھتے تھے حالانکہ وہ تابعی ہیں، وجہ اس کی یہی تھی کہ وہ فقیہ تھے۔ص ۱۳۱۔

تذکرۃ الحفاظ میں عبدالرحمٰن ابن غنم کے حال میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ شام ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے انکو اس غرض سے شام بھیجا تھا کہ لوگوں کو فقہ سکھائیں۔ چنانچہ تابعین شام نے ان سے فقہ سیکھی۔

دیکھئے حضرت عمرؓ کے زمانے میں فقہ کا یہ اہتمام تھا۔

محدثین اور فقہا کے کام ص ۱۳۲، ۱۳۳:۔ فقہ کی ضرورت ص ۱۳۱، ۱۴۰ کے آگے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی شخصیت پر اقوال اکابر محدثین۔ امام بخاری اور فقہ۔ ص ۱۴۰، ۱۴۱۔

لفظوں کی تحقیق اور معنی کے فرق سے مفہوم حدیث میں تفاوت طبیعت خداداد۔ یہ ایک ایسی صفت ہے کہ نہ تعلیم سے حاصل ہوسکتی ہے نہ اکتساب سے اس خداداد صفت نے فقہاء کو محدثین میں ممتاز کردیا تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین (رواہ البخاری)۔ یعنی خدائے تعالی جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے۔ اہل علم اصحاب ابوحنیفہ اور ہم عطار ہیں۔ محدثین نے اعتراف کیا کہ ہم عطار ہیں اور آپ (ابوحنیفہ اور اصحاب ابی حنیفہ اطباء ہیں)

فقہ کی اہمیت:۔ محدث اگر کسی حدیث کو موضوع کہہ دے تو ان کی مراد اسناد کا انکار مقصود ہوگا اور اگر فقیہ انکار کردے (موضوع لہ) تو مقصود متن حدیث ہوگا۔ اجتہاد کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے۔ صحابہ کا اجتہاد انہی کی اتباع مجتہدین نے کی۔

اہل رائے کا اجتہاد اور قیاس بھی دین میں ایک باوقعت چیز ہے، مانعینِ زکواۃ سے جہاد بھی قرآن وحدیث میں نہیں لیکن اجتہاد صحابہ سے ثابت ہوا، غیر مقلدین کا رد کہ ابوحنیفہ کو حدیث آتی ہی نہ تھی۔ فہم مضامین ہر کسی کا کام نہیں۔

اجتہاد کا باب (مفہوم وسیع ہے) ضرورت اجتہاد پر نبی کریم ﷺ کا قول اور قیاس کا ثبوت قیاس کی چند نظائر، اہل حدیث فقہ تو ہین میں اول من قاس ابلیس نہایت جرأت سے کہا کرتے تھے۔

امام اعظمؒ جو اصحاب رائے کے سرگروہ مانے جاتے ہیں اس کی وجہ یہی تفاضل رائے ہے یعنی اکابر محدثین نے دیکھا کہ صاحب الرائے تو سبھی ہیں مگر اس قابل کہ اصحاب الرائے کہے جائیں، ابوحنیفہ اور ان کے اتباع میں اس وجہ سے ان کا لقب ہی ٹھہرادیا مگر اہل حسد نے بجائے مدح، اس میں مذموم معنی پیدا کئے، جیسے اہل کتاب انحضرت ﷺ کو راعنا کہہ کر اس سے مذموم معنی مراد لیتے تھے۔

فقہ کی حقیقت اور روح (دور اول میں) حضرت عمرؓ کا قیاس حضرت عمرؓ کی وقعت وبرکت، اسلام میں پہلا مہتم بالشان واقعہ امر خلافت کا طے کرنا تھا حضرت عثمان غنیؓ کا قیاس، حضرت علی کا قیاس، ام سلمہ کا قیاس، ابن شہابؒ کا قیاس، ابن عباسؓ کا قیاس، و دیگر صحابہ کا قیاس، جواز قیاس پر حدیث (حضرت معاذ بن جبلؓ) اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تصریح کی ہے کہ صحابہ عموماً رائے اور قیاس سے کام لیا کرتے تھے تبیاناً لکل شیٔ سے مجتہد کی رائے اور قیاس کی ضرورت ثابت ہوتی ہے، قیاس کی ضرورت (قرآن) تفسیر درمنثور۔ امام سیوطی، قیاس کی جگہ کا ثبوت حکم علت پر متفرع ہوتا ہے۔ ابن مبارک کا قیاس اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنھا، ابن مبارک اور سفیان ثوری کا قیاس، لوگوں نے اس کے خلاف میں عورتوں کو عیدین میں جانے کی اجازت حدیث سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ ابن مبارک اور سفیان ثوری نے اسکے خلاف میں عورتوں کو منع کرنے کہا اس وجہ سے کہ اس میں فساد ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرون ثلثہ میں احکام معلل

بعلت سمجھے جاتے تھے اس لئے فقہا کی ضرورت سمجھی جاتی تھی، حکم علت کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اور مجتہد علت تلاش کرنے کے مجاز ہیں حدیث شریف ابن عباسؓ نے سنائی کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت تر ہے فقیہ کی تعریف وتوصیف احادیث میں وارد ہے۔ اس کو اعلیٰ درجہ کی سمجھ درکار ہے۔ اور مجاہد، عطا اور طاوس اور عکرمہ رحمہم اللہ جیسے اکابر محدثین کو ابن عباس نے فقیہ نہیں سمجھا اس وجہ سے انہوں نے علت کی تشخیص نہیں کی۔

صحابہ کرام کا قیاس واجتہاد احکام علت ملحوظ ہوتی ہے۔

صحابہ کرام کے زمانے سے اجتہاد جاری ہے۔

تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سب سے پہلے فقہ مدون کرنے والے وہ ابوحنیفہؒ اور اقوال بزرگانِ ملت ومحدثین فضائل امام اعظم ابوحنیفہؒ۔

عبدالوہاب مروزی کہتے ہے کہ جب شفیق بلخی علیہ الرحمہ مکہ معظّمہ کو آئے تو ہم ان کی مجلس میں اکثر جایا کرتے ان کی عادت تھی کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریفیں کثرت سے کیا کرتے ایک بار ہم نے کہا حضرت کب تک ان کی تعریف وتوصیف کروگے ایسی باتیں بیان کیجئے جس سے ہمیں کچھ نفع ہو فرمایا افسوس کہ تم لوگ ابوحنیفہ کے ذکر کو اوران کے مناقب کو افضل الاعمال نہیں سمجھتے اگر ان کو دیکھتے اوران کے ساتھ بیٹھتے تو یہ بات کبھی نہ کہتے۔

یحیٰی ابن آدم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شعبہ کے روبرو جب ابوحنیفہ کا ذکر آتا تو تعریف توصیف میں بہت اطناب کرتے حالانکہ امام صاحب کے وہ استاد تھے۔ ابوحنیفہؒ کی تعریف اتنے اکابرین دین نے کی ہو جن کی روایتوں پر کل صحابہ کا مدار ہے جن کی توہین اس آخر زمانہ کا کوئی مولوی کرے تو وہ کیونکر قابل التفات ہو۔ مداحین امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اسماء گرامی جن میں اکثر کی روایات کل صحاح میں موجود ہیں آئمہ ثلثہ بھی مداحین میں تھے۔

امام اعظم پانچویں طبقہ میں ہیں اور امام بخاری نویں طبقہ میں، محدثین کے اوران کے شاگردوں کی روایتوں کو علاحدہ کردیں تو صحاح ستہ کی احادیث شمار میں صفر کے برابر ہونگی، امام اعظم کے علم کا حال، اکابر محدثین کی شہادتوں سے ثبوت۔ امام صاحب کا تابعی ہونا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھنا ثابت ہے۔ خارجیوں کا امام اعظمؒ کا محاصرہ کرنا اور بعد تفہیم کے آپ کا مذہب اہل سنت وجماعت قبول کرنا۔ توصیف امام اقوال بزرگانِ ملت، عبداللہ ابن اجلح کہتے ہیں کہ امام صاحب علم میں غواص تھے جب غوطہ مارتے تو عمدہ عمدہ درویاقوت نکالتے، علی ابن ہاشم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کنز العلم تھے جو مسائل اعلیٰ درجہ کے علماء پر سخت وہ ان پر سہل تھے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ جب کلام کرتے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی فرشتہ ان کو تلقین کررہا ہے۔ علم کا مدار، عقل فہم اور حافظہ پر ہے۔ شہر کوفہ کی اہمیت: صحابہ اور حضرت علیؓ کا دار الخلافہ تھا خود امام بخاری بار بار کوفہ اور بغداد حاضر ہوتے رہے۔

امام صاحب کے چار ہزار اساتذہ اور اسماء اساتذہ کی فہرست تابعین اور صحابہ کرام کے شاگرد ہیں جن کی کل روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں ۱۰ صفحات پر ان کے نام مشتمل ہیں۔

جرح، تعدیل کا مدار تخلیق پر ہے، امام صاحب کے اساتذہ چونکہ صحابہ کرام تھے، اصول حدیث کے تحت صحابہ کل عدول ہیں ان کے ذریعہ حدیثیں پہنچیں لہٰذا ان احادیث کی صحت میں کلام نہیں ہوسکتا امام

صاحب کی عظمت پر اکابر محدثین کی رائے۔امام اعظم کا لقب امیر المومنین فی الحدیث (یعنی ابن مبارک) نے دیا ہے۔ چونکہ روایت کا کام آپ نے اپنے زمانہ نہیں لیا تھا اس لئے وہ روایتیں آپ سے مروی نہیں۔ امام صاحب کے اقوال کا اثر، امام صاحب کے اقوال دراصل حدیث کی تفسیر ہیں۔(ابن مبارک) ہر محدث تفسیر حدیث میں ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔ اکابر محدثین امام صاحب کی تعظیم وتوقیر او رثنا وصفت جو اس قدر کرتے تھے اس کا سبب یہی تھا کہ علاوہ وفور علم حدیث کے امام صاحب کا تفقہ مسلم اور شہرہ آفاق تھا جس کی طرف محدثین محتاج تھے۔امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام صاحب کا مقام ابوحنیفہؒ خدا کی رحمت ہیں۔ فقہ پر اقتدار سفیان ثوری جو ایک دریا تھے اور محدث تھے، ان کا کہنا کہ ابوحنیفہ سید الفقہا ہیں اور جو ان ہر تہمت لگا تا ہے وہ حاسد یا شریر شخص ہے۔ حضرت داود طائی کا قول۔ فقہ حنفیہ کس قدر موافق حدیث اور مذہب حنفیہ کس قدر قابل وثوق ہے۔ اکابر دین کے اقوال سے ثابت ہے کہ تفقہ میں امام صاحب کی کوئی نظیر نہ تھا۔امام اعظم کا تقویٰ خوف الٰہی کے موضوع پر بہترین تقریر (امام اعظم کے تقویٰ و پرہیزگاری بتلانے سے پہلے خوف الٰہی کا ماحول پیدا کر رہے ہیں)۔

محدث دکن حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندیؒ (تلمیذ حضرت شیخ الاسلامؒ) کا کارنامہ زجاجۃ المصابیح (5 جلد) فقہ حنفی کے تحت احادیث جمع کرنا غالباً انہی نکات کی وجہ سے ہوگا۔علم کیا ہے اور آج کل کی اصطلاح میں جس کا نام علم رکھا گیا ہے چند کتابیں ادبیات وغیرہ کی پڑھ لیں اور مولوی عالم اور مولوی فاضل ہوگئے۔خواہ مسلمان ہوں ہندو وغیرہ سوایسے علم پر آثار مرتب نہیں ہوتے۔(مولانا رومی فرماتے ہیں علم را بر دل زند یارے شود، علم را برتن زند بارے شود)

ورنہ درحقیقت وہ علم ہے اس کو تخیل یا ظن کہنا چاہئے۔علم وہ ہے کہ کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہو اور جانتا ہے کہ جو جرم اپنے سے صادر ہوا وہ سنگین ہے۔اور اس کا بھی اس کو علم ہو کہ بادشاہ نے اس قسم کے جرم کی سزا سخت مقرر کی ہے۔اور اس کا بھی علم ہو کہ باشاہ کو اپنے جرم کی اطلاع ہوگئی ہے تو اس پر یہ آثار (خوف) کے ضرور مرتب ہوں گے اس کو فکر ضرور ہو جائے گی اور خوف شاہی کے مارے آب وخورنا گوار ہو جائے گا اور کسی کام سے اس کو دلچسپی نہ رہیگی۔مولانا فرماتے ہیں۔اب غور کیجئے کہ جن پر لفظ علماء کا اطلاق صحیح طور پر ہوسکتا ہو کیا ممکن ہے کہ ان کو خشیت اور خوف الٰہی نہ ہو پھر جس دل میں واقعی خوف ہوگا اس کے آثار بھی نمایاں ہونگے چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ دوستان من کہ ہوس دارم بنالیدن ولے در چوں درسینہ باشد نالہ زارآورد۔جن اکابر دین پر خوف طاری تھا۔ بے شمار واقعات احیاء العلوم وغیرہ سے لکھے ہیں۔ پھر بعد میں امام صاحب کے خوف وخشیت کا حال لکھا ہے۔یحیٰ قطان کہتے ہیں کہ اگر کوئی ابوحنیفہ کا چہرہ دیکھ لیتا تو اس کو صاف معلوم ہوتا کہ خدائے تعالیٰ کا ان کو خوف ہے۔یعنی اثار خوف الٰہی آپ کے چہرے سے نمایاں تھے۔حدیث شریف کا ذکر ابوحنیفہؒ کے بارے میں واقعات لکھ کر مولانا فرماتے ہیں۔ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ خوف الٰہی ایک نعمت عظمٰی ہے۔ جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوسکتی چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔اسد ابن عمر کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے چالیس برس عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ مولوی شبلی نعمانی نے ان کو مبالغہ اور افسانے سے تعبیر کیا ہے۔اس کا جواب امام صاحب کے ورع کا حال۔ورع۔کی مثالیں۔آپ کے تمول کی مثالیں سخاوت۔

امام اعظم کی تقریر کا حال: امام صاحب کی للّٰہیت اور قوت کلام کا اثر تھا۔قوت استدلال علم کے چہرہ کا نقاب ابوحنیفہ کی تقریر سے اٹھ گیا۔اب یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کونسا نقاب جس کو محدثین نہ اٹھا سکے۔ فقہ حنفیہ کی تشریح۔ بسا اوقات آپ کے استاد حمادؒ بھی اپنی رائے رجوع کر کے آپ (امام صاحب) کی رائے اختیار کرتے۔ فقہ کی احتیاج حدیث کے باوجود۔ابن مبارک کہتے ہے کہ ابوحنیفہ کے حلقہ میں اکابر کو دیکھا کہ صغار اور کم وقعت معلوم ہوتے تھے۔شاہ ولی اللہؒ کا قرینہ اور مولانا کی وضاحت۔

امام صاحب کی تحقیق شہرہ آفاق ہوگئی تھی۔ اس لئے ہر ملک کے اہل حدیث کا مجمع امام صاحب کے یہاں رہا کرتا۔حاسدین اور غبی طلبہ کا گروہ حلقۂ امام صاحبؒ کے پاس جانے سے روکتا تھا۔

تدوین فقہ:۔امام صاحب کے شاگردوں اور ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ کسی امام کی نہ ہوئی۔ چالیس شخص جو درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے اتنے علماء میں ہر مسئلہ میں تحقیق ہوتی اور سب کے اتفاق سے جب طے ہوتا تو اس وقت کتاب میں لکھا جاتا تھا۔

کل اکابر محدثین جو تحصیل فقہ کی غرض سے امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھتے۔حضرت ابن مبارکؒ کہ جن کی دعاؤں سے نابینا بینا ہوجاتے۔عمر بھر امام صاحب کے ساتھ رہے۔ نام سن کر ائمہ حدیث ادب کیا کرتے تھے۔

امام صاحب کے اجتہاد کے وقت کل روئے زمین کے احادیث کا سرمایہ امام صاحب کے حلقہ میں پہونچ چکا تھا۔

عبداللہ بن داؤد الخیری کہتے ہیں کہ اسلام اور اہل اسلام پر واجب کہ نماز میں ابوحنیفہ کے لئے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے احادیث اور فقہ کو محفوظ کر دیا۔

فقہ کو محفوظ کرنا تو ظاہر ہے۔احادیث کو اس طرح محفوظ کیا کہ مختلف احادیث سے جو مضمون مستفاد ہوتا ہے اجتہاد کر کے ماحصل جو لب لباب احادیث اور مقصود شارع ہے اس کو محفوظ کر لیا۔

فقہ حنفیہ کی شہرت:۔ دور دراز سے سفر کر کے محدثین آیا کرتے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ، کا طریقہ اجتہاد۔ امام صاحب کو حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ ایک خاص طور کی مناسبت معنوی تھی۔ اس زمانہ کے مولویوں کا اعترض اور سترہ ۱۷ حدثیں یاد تھیں کہنا اس کا جواب۔غیر مقلدین حضرات ہم پر خفا ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کی اس بے نظیر کتاب پر خواجہ غلام غوث صاحب بغدادی خلف خواجہ محمد مخدوم صاحب نے قطعہ تاریخ لکھی۔

حقیقت فقہ کی روشن ہوئی جب اس رسالہ سے
بڑھی انوار سے اس کے جو بزم فقہ کی رونق
کہی تاریخ اس کی عشق نے برجستہ وموزوں
حقیقت فقہ کی لکھی کلام حق پسندوحق

۷ ۲ ۳ ۱ ھ

حقیقۃ الفقہ (حصہ دوم)

(صفحات ۲۵۶)

فقہ حنفی کی تدوین۔شہرت اور مقبولیت اور اس پر اجماع ص ۱،ص ۳۔اصول مدون کرنے کا کام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے لیا تراسی ہزار مسائل کا استنباط۔

امام ابو یوسفؒ نے اختلاف کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جن مسائل کے طے کرنے کے وقت حاضر نہ رہے ہوں ان میں وہ خود اجتہاد کئے ہوں گے پھر وہ خود بھی مجتہد تھے۔ غیر حاضری کی وجہ سے جو اقوال سمجھ میں نہ آسکے مجبوراً خلاف کیا ہوگا۔ (ابو یوسف مجتہد فی المذہب ہیں مجتہد مطلق نہیں) ص۹،۸۔

محدثین کتب فقہ کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں:۔ عبداللہ بن داود الخیری کہتے ہیں کہ ''جو شخص چاہے کہ جہل کی ذلت سے نکل کر فقہ حاصل کرے اس کو چاہئے کہ ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھے''۔ مولانا فرماتے ہیں دیکھئے انہوں نے فقہ حنیفہ کو علم اور اس کے نہ جاننے کو جہل قرار دیا۔ حرملہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہ دیکھے اس کو فقہ میں تبحر نہیں ہوسکتا۔ عبداللہ بن مبارک نے ایک روایت بیان کی **حدثنا زائدہ عن ھشام عن الحسن قال انظر و اممن تاخذون ھذ الحدیث فانه دینکم** ۔ یعنی حسن بصریؒ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ حدیث کو دیکھ سمجھ کے لیا کرو کیونکہ وہ تمہارا دین ہے۔ ابن مبارک نے یہ روایت بیان کر کے کہا کہ جب حدیث کو فقہ سے لینے کی ضرورت ہے تو رائے تو بطریق اولیٰ فقہ سے لی جائے۔ پھر کہا ''جب کوئی ثقہ تم سے ابوحنیفہ کا قول بیان کرے تو اس کو معتبر سمجھو'' اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں، دیکھئے ابن مبارکؒ نے فقہ کو کس قدر مہتم بالشان سمجھا کہ اس کو بھی مثلِ حدیث کے فقہ سے لینے کی ضرورت بیان کی۔

آخری زمانے والے مولوی چند کتابیں پڑھ کر ان کا لفظی ترجمہ کر کے فقہ کو مخالفِ حدیث بتائیں تو یہ کس قسم کی بات ہوئی۔

مولانا اکابر محدثین کے اقوال فقہ کی تائید میں پیش کر کے لکھتے ہیں۔ اگر اہل انصاف غور فرمائیں تو بآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ جب اکابر محدثین نے رد و قدح، تحقیق و تنقید کے بعد فقہ کو تسلیم کر لیا تو اب ازسرنو اس امر کی تحقیق کہ کونسا مسئلہ موافق حدیث ہے اور کونسا مخالف تکلیف مالا یطاق ہے۔ تلقیح میں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خزانِ علم یعنی حدیث کے خزانہ چھ شخص ہیں۔ اعمشؔ، امامؔ مالک، امامؔ اوزاعی، مسعرؔ بن کدام، شعبہؔ، اور ثوریؔ رحمہم اللہ۔ اور یہ تمام حضرات امام صاحب کے تفقہ کے قائل اور مداح اور بعض تو مقلد رہے۔ جس سے فقہ کی توثیق بخوبی ہوگئی۔ ص۲۳۔

مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے تابعین اور ان کے بعد لوگوں کو دیکھا مگر ابوحنیفہ کے جیسا شخص نہیں دیکھا، جس کو ان کی سی بصیرت اور ادراک و غوامض ہو۔ وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے اور کہتے کہ یہ شیخ کوفی کا قول ہے ص۳۷۔ تہذیب التہذیب میں عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''خوف الٰہی کا اُن پر یہ غلبہ تھا کہ وہ باتیں کرتے اور اشک ان کے رخساروں پر جاری رہتے تھے۔ اشعث بن حرب کہتے ہیں کہ ان کی حالت سے یہ نمایاں تھا کہ قیامت ان کے پیش نظر ہے''۔ اسکے بعد مولانا رقمطراز ہیں کہ اب قیاس کیجئے کہ دین کو کس قدر احتیاط ہوگی ایسے محتاط شخص جب ہر بات میں امام صاحب کے قول پر عمل کرتے تھے تو غور کیجئے کہ فقہ حنفیہ میں کس قدر احتیاط ملحوظ ہے۔ اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ اس زمانے میں بڑے بڑے محدثین اور فقہا مثل امام مالکؒ و ثوری رحمہ اللہ وغیرہ موجود تھے مگر ان کو امام صاحب کے علم پر اعتماد تھا۔ اس وجہ سے وہ ہر مسئلہ امام صاحب سے پوچھ کر اس پر عمل کرتے تھے۔ اس کا نام تقلید شخصی ہے جسکو آخری زمانہ والے شرک بتاتے ہیں۔ محدثین کے اقوال پیش کر کے مولانا ثابت کرتے ہیں کہ وہ مقلد بھی تھے۔

ایک روایت ہے کہ جب مغیرہ کوئی فتویٰ دیتے اور لوگ ان سے جھگڑتے تو وہ کہہ دیتے کہ یہ قول ابوحنیفہ کا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نام سن کر جھگڑنے والے خاموش ہوجاتے تھے۔ کیونکہ امام صاحب کی شہرت ہوگئی تھی اور محدثین کہا کرتے تھے کہ اُن کی جو بات ہوتی ہے پختہ ہوتی ہے اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مغیرہ علیہ الرحمہ امام صاحب کے مقلد تھے''۔

ابومعاویہ کہتے ہیں کہ ''ہمارے شیوخ فتویٰ تو دیتے مگران پر ہیبت طاری ہوتی تھی پھر جب سنتے کہ ابوحنیفہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے تو خوش ہوجاتے راوی نے ان سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں کہاان میں سے ابن ابی لیلی ہیں''۔

مولانا لکھتے ہیں۔ دیکھئے ابن لیلی باوجودیکہ امام صاحب کے سخت مخالف تھے مگرانکی بھی نظر امام صاحب ہی کے فتوی کی طرف لگی رہتی تھی اور بجائے اس پر کہ مخالفت کا اثر کوئی اس پر ڈالیں اس سے مستفید ہوتے تھے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ امام صاحب کا قول کس قدر مستحکم ہوتا ہے۔ ص ۳۹، ۳۸۔

عیسی بن یونس رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ عیسی بن یونسؒ وہ شخص ہیں کہ حماد اور ابن مدینی جیسے اکابر محدثین ان کے شاگرد ہیں اور کل صحاح ستہ میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔ جیسا کہ خلاصہ میں ہے ایسے جلیل القدر امام المحدثین بھی امام صاحب کے مقلد ہیں۔

امام صاحب کے کلام فقہ کا آفاق میں پورے طور پر نفاذ مکی، ابن ابراہیم حدیث اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے اور حنفی مذہب میں نہایت متعصب تھے'' ص ۴۵۔ اس روایت کو لکھنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں۔ ''ایسے جلیل القدر محدث جن کی شاگردی پر امام بخاریؒ کو ناز ہے۔ جب حنفیت میں متعصب ہوں تو ہم لوگ کیوں موردِ طعن بنائے جاتے ہیں''۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے ایک روز معترضین کے جواب میں فرمایا تم نہیں جانتے کہ ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی مستحق اقتدا نہیں۔ وہ متقی سراپا مغز، پارسا اور فقیہ تھے۔ اس قول پر مولانا لکھتے ہیں۔ ''جب امیر المومنین فی الحدیث نے تمام محدثین میں سے امام صاحب کو منتخب کر کے اس بات کا مستحق قرار دیا کہ انہی کی اقتدا کی جائے تو اب کسی عامی کو تو کیا محدث کو بھی حق نہیں کہ ان کی تقلید سے روکے۔ ص ۸۸

ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ امام صاحب ایک بار مسجد الحرام میں بیٹھے تھے لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے جاتے تھے اتنے میں امام جعفر صادقؒ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے دیکھ رہے تھے کہ امام صاحب کی نظر آپ پر پڑی اور فراست سے دریافت کر کے کھڑے ہوگئے اور کہا یا ابن رسول ﷺ اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ کھڑے ہوئے ہیں خدائے تعالیٰ مجھے اس حالت میں نہ دیکھتا کہ میں بیٹھا رہوں اور آپ کھڑے ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابوحنیفہ بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو جواب دو میں نے اپنے آباء واجداد کو بھی اسی حالت میں پایا ہے۔ دیکھئے امام صاحب جو جواب دیتے جاتے تھے وہ سب مسائل فقہیہ تھے جن کو تقلیداً سب مان رہے تھے اور امام جعفر صادقؒ نے بھی اس کی تحسین کی غرض کہ علماء کا کثرت سے امام صاحب کے مقلد ہونا اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ متدین علماء نے ایسے زمانہ میں آپ کو مجتہد مطلق مان لیا تھا جو شباب علم کا زمانہ تھا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب خیر القرون میں امام صاحب کی تقلید نہایت سرگرمی

سے ہوئی اور اس زمانہ کے اہلِ احتیاط محدثین نے اس کو جائز رکھا اور خود بھی کرتے رہے تو اس بے علمی کے زمانہ میں جس کی خبر احادیث میں دی گئی ہے، کس قدر اس کی ضرورت ہے۔ آخری زمانہ کی نسبت احادیث میں مصرح ہے کہ اس میں دین عجائز اختیار کیا جائے اور ظاہر ہے کہ دین عجائز صرف تقلید میں ہوا کرتا ہے۔ص ۵۵

تفسیری شان:۔**اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** کی تشریحات: الحاصل تمام روئے زمین پر اہل سنت کے چار ہی مذہب مشہور ہیں ص ۵۸ غیر معتبر قرآن بھی سنائے تو نہ سنا جائے ص ۵۹۔

مولانا کہتے ہیں اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ چند صحاح ستہ کی حدیثیں اس وقت غنیمت اور کافی سمجھی جاتی کہ کل احادیث کا حاصل اور خلاصہ ہمارے پاس نہ ہوتا۔ مگر جب اکابر دین کی شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ فقہ حنفیہ تقریباً کل حدیثوں کا ملخص ہے تو مقتضائے عقل یہی ہے کہ اس کو قائم مقام کل حدیثوں کے تصور کرلیں یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خود محدثین نے کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے احادیث کو محفوظ کر دیا ص ۶۷، ۶۹۔ بخاری شریف کی حدیثیں اور فقہ حنفیہ:۔ حدیث مرسل (امام بخاری کے پاس ساقط الاعتبار ہیں) جبکہ فقہا کے ہاں صحیح نہیں۔ حضرت بصریؒ کا مرسل کرنے کی وجہ۔ حدثنی سے مراد جس نے سنا اس کا نام معروف۔ قال رسول اللہ ﷺ سے مراد یہاں حضرت علی سے چار سے زائد، ستر یا پھر اس سے بھی زیادہ صحابہ کرام سے حدیث سنی تو ارسال کرتے ہیں (یعنی راویوں کا نام نہیں لیتے) ایسے کمال تدین والے محدث کا ارسال بھی فقہاء کرام کے پاس قابل قبول ہے۔

معتزلہ کی کارستانیاں ص ۹۷، ۹۸:۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے۔ص ۹۸ امام بخاری کے شرائط پر گفتگو۔ ایک شخص کی بات کا اعتبار کیا گیا (سوائے فاسق کے) فقہاء کرام کے نزدیک صحیح حدیث کے شرائط ص ۱۵۳،۱۵۲۔

مولانا کے زمانہ میں مولانا مولوی محمد حسن الزماں صاحبؒ فن حدیث میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ص ۱۵۶

فن حدیث پر بھی مولانا کی نظر ہے۔ چنانچہ امام بخاری کی شروط (صحیح احادیث کے لئے) پر مفصل بحث کی ہے۔ مولانا محمد حسن الزماں کی کتاب (جس میں کوئی نہ کوئی راوی اہل بیت سے ہو) اور اس پر ہنگامے پھر مولانا کی وضاحت ص ۱۵۸ اور ص ۱۵۹ کہ ان کے پیر حضرت حافظ محمد علی خیر آبادیؒ اور دیگر حضرات بھی حنفی تھے۔ اولیاء کرام کی تقلید کا انداز (ص ۱۱۵) اہل بیت کے مذہب کے موافق عمل کرنا ہے تو حضرت علیؓ کی شان میں جو وارد ہے کہ **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** ان علوم سے بہریاب ہوتا یہ خواہش بھی حنفی مذہب کی تقلید سے پوری ہوسکتی ہے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کے علوم اسی جگہ زیادہ شائع ہوئے اور خود امام اعظم بھی کوفی ہیں۔ امام اعظم کو حضرت علیؓ اور اہل بیت سے کافی محبت تھی خود فرماتے ہیں کہ مجھ سے اہل حدیث اسلئے اختلاف کرتے ہیں کہ میں اہل بیت کرام سے محبت کرتا ہوں حضرت علیؓ کی خلافت ثابت کرتا ہوں اور وہ نہیں کرسکے ص ۱۱۴، ۱۱۵۔ اسی نسبت کی وجہ سے منصور نے آپ کو دائم الحبس کر دیا اور وہیں آپ نے انتقال فرمایا اب کس کا رتبہ ہے کہ امام صاحب کے مقابلہ میں اہل بیت کی محبت کا دعوی کرسکے آپ نے تو اس محیت میں اپنی جان تک فدا کر دی۔ فقہ حنفی میں اہل بیت بھی شامل ہے۔ص ۱۱۶

امام بخاری پر گفتگو کرتے ہوئے تنوع (مثبت اور منفی) ص ۱۱۷ فقہاء کرام نے اجتہاد کے وقت صحیح حدیثوں کو پیش نظر رکھا ص ۱۱۷، ۱۱۸۔ اور عامل بالحدیث اصل میں کون ہیں ص ۱۹۸۔ اگر امام بخاری کی شروط کا اعتبار کیا جائے تو خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا طریقہ اجتہاد متروک ہو جائے گا۔ جبکہ مجتہدین حضرات صدیق اکبرؓ اور عمرؓ کی اتباع کے مامور ہیں۔ حدیث شریف میں ہے **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی** ۔ مولانا پھر وضاحت کرتے ہیں کہ کونسا طریقہ محمود اور واجب الاتباع ہے۔ اس سے فقہاء کرام کے طریقہ اجتہاد کا اثبات بھی ہوتا ہے۔ حرمت تقلید پر ابن حزم کا استدلال اور مولانا کے جوابات۔ ص ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۲۴۔

غیر مقلدین کے اکثر اعتراضات کے شافی جوابات (ابن حزم کے حوالوں سے اعتراضات) فقہ مدون کرنے کی وجہ، ضرورت تقلید۔ علم وعمل میں تضاد کی کیفیت (دیکھنے کو تو علم کی تحصیل ہے مگر عمل کی حالت ناگفتہ بہہ) تقلید دفع شر وفساد ہے ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

محدثین کی تقلید (ص ۱۴۲) امام بخاری کی صحیح بھی تقلید پر مبنی ہے۔ امام بخاری نے بھی اپنے اساتذہ کی تقلید میں بہت سے راویوں کی توثیق کی اب غور کیجئے کہ اس تقلید کو کس درجہ کا رسوخ اور وثوق ہے کہ اس کی بنیاد پر ان کی حدیثیں صحیح اور واجب العمل مانی جاتی ہیں ص ۱۴۵۔ امام بخاری کا تقویٰ اور تقدس تدین اور علم امام بخاریؒ کو محدثین نے اپنا امام بنایا تھا۔ امام بخاری کے زہد، تقویٰ تقدس، ورع اور اجتہادی شان کی وجہ سے وقت کے اکابر محدثین نے اپنا امام تسلیم کیا۔ اور احادیث کے واجب العمل ہونے کو مان لیا اس طرح محدثین بھی امام بخاری کے مقلد ہوئے تو بالکل اس طرح امام اعظم کے تقدس تدین اور شان اجتہاد کی وجہ سے امام بخاری کے اساتذہ نے امام اعظم کو اپنا امام تسلیم کیا اور تقلید کی پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری کی تقلید واجب اور امام صاحب کی تقلید حرام ہو جائے، حالانکہ دونوں کی تقلیدیں ایک ہی قسم کی ہیں کہ امام بخاری صاحب مقلد بخاری شریف کو واجب العمل قرار دیتے ہیں، اور امام صاحب کے مقلد فقہ کو جو خلاصۂ احادیث ہے۔ امام صاحب کا عہدۂ قضاء کو قبول نہیں کرنا اور قید میں رہنا اور کوڑے لگائے جانا۔

امام اعظم کے مخالفین ، حاسدین نے ہر صورت بدنام کرنے کی کوشش بھی کی لیکن ناکام رہے۔ امام اعظم کے اوصاف حمیدہ، اکابر محدثین کی تعریفیں۔ جیسے ابوداؤد کا قول ہے کہ ابوحنیفہ میں کلام کرنے والا یا حاسد ہے یا ایسا شخص ہے کہ علم کی قدر نہیں جانتا۔ یحيٰ ابن آدم کا قول بھی مذکور ہوا کہ امام صاحب کے حاسد بکثرت تھے باوجود اس کے فقہ جو آفاق میں مشہور ہوئی اس کا سبب ان کا خلوص تھا ص ۱۶۵۔ بعض محدثین کو بھی حسد ہو گیا تھا اگر کوئی محدث امام اعظم کے حلقہ میں شریک ہوتا تھا تو ان کو ضعیف بنایا جاتا تھا محدثین کے دفتر سے ان کا نام خارج کر دیا جاتا تھا۔ مختلف ملکوں کے لوگ مختلف وجوہ سے امام اعظم کی مخالفت اور ان سے بغض رکھتے تھے۔ اس میں امام اعظم کا ایک یہ بھی قول ہے کہ فرماتے ہیں کہ جانتے ہو کہ اہل شام کیوں ہم سے بغض رکھتے تھے، وجہ یہ ہے کہ ہم کو علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک خصوصیت ہے اگر ہم اس وقت موجود ہوتے علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں رہ کر معاویہؓ سے جنگ کرتے اور جانتے ہو کہ اہل حدیث کیوں ہم سے بغض رکھتے ہیں، اس وجہ سے کہ ہم اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو دوست رکھتے ہیں اور علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت ثابت کرتے ہیں، اور

وہ نہیں کرتے ص۱۷۳۔ حسد اور بغض کا یہ عالم تھا کہ امام صاحب کے حلقہ میں جانا تو درکنار روایت میں ان کا نام سننا بھی ناگوار تھا۔ کیسے ہی جلیل القدر محدث ان کی روایت بیان کریں قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی تھی۔ امام صاحب کی امام باقرؓ سے مدینہ میں ملاقات اور مسائل میں صفائی (قیاس کی حقیقت) اور گفتگو سے اطمنان کے بعد امام باقرؓ نے امام صاحب کی پیشانی پر بوسہ دیا ۱۷۶۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ عام شہرت کی وجہ سے امام صاحب سے بدظن تھے مگر تحقیق کر کے صفائی کر لی اور کمال درجہ کا اخلاص ظاہر فرمایا ص۱۷۶۔ جن جلیل القدر محدثوں کو مخالفوں نے امام صاحب سے بدظن کر دیا تھا بالمشافہ ملاقاتوں سے تصفیہ ہو گیا اور بعضوں نے تو توبہ بھی کی ص۱۷۸۔ البتہ جن لوگوں نے انصاف سے کام نہیں لیا وہ اپنے مخالفانہ اقوال پر اڑے رہے مگر ظاہر ہے کہ بے انصاف حاسدوں کی مخالفت نہ شرعاً قابل اعتبار ہے نہ عقلاً ص۱۷۹۔ بعض گفتگو میں قائل ہو جاتے تو کوئی ان کے زانو پر بوسہ دیتے تھے کوئی ہاتھ چومتے اور پھر جاتے وقت ان حضرات نے کہا کہ آپ سید العلماء ہیں، ہم نے نادانستگی سے آپ کی نسبت جو کچھ کہا ہے وہ معاف کر دیجئے ص۱۸۰۔ امام صاحب نے کہا **غفر اللہ لنا ولکم اجمعین**، الغرض حق پسند اور اہل انصاف علماء نے امام صاحب کی ثنا وصفت کو اور معترضین کی جرح کے مقابلہ ان کی تعدیل کو لازم سمجھا ص۱۸۹۔ اکابر محدثین ابتداء میں مخالفت کرتے تھے جب حقیقت منکشف ہو جاتی تو بہ کر کے رجوع کرتے تھے۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ نے ان کو حدیث دانی ہی کی وجہ سے امام اعظم کہا ہے ص۲۰۱ ایک جماعت محدثین نے خبر دی ہے کہ مناظرہ (جو صرف احقاق حق کیلئے کیا جاتا ہے) اس میں امام صاحب پر کوئی غالب نہیں آتا تھا۔ اس سے بھی ان کی حدیث دانی ظاہر ہے، کیونکہ اگر حدیث ہی جانتے نہ تھے تو دلیل کیا پیش کرتے ہوں گے۔ موازنہ امام صاحب اور امام بخاری ص۲۰۳:۔ امام احمدؒ آٹھویں طبقے میں ہیں آپ کو سات ۷ لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور امام بخاری جونویں طبقے میں شمار ہوتے ہیں صرف ایک لاکھ صحیح حدیثیں ملی تھیں۔ صرف ایک ہی طبقہ کے فرق سے علم میں اتنی کمی آگئی تو امام احمد سے اوپر امام اعظمؒ تو پانچوں طبقے میں ہیں ان کے علم کا کیا حال ہوگا محدثین نے تو صاف کہہ دیا کہ صحابہ کا کل علم امام صاحب اور ان کے اصحاب میں موجود تھا جس سے ثابت ہے کہ فقہ حنفیہ سے کوئی حدیث خارج نہ رہی اسی وجہ سے اکابر محدثین اور خزان حدیث نے ان کے اقوال پر فتویٰ دیا اور ان کی فقہ کی توثیق کی رائے کا معنی، جو رائے نص قطعی کے مخالف ہو اُس سے احتراز ضروری ہے، رائے بھی دو قسم کی ہیں ایک مذموم جو نص قطعی کے خلاف ہو محمود جو ایسی نہ ہو۔ خود امام صاحب کا قول ہے کہ اللہ کے دین میں کوئی بات رائے سے کہنا درست نہیں اس سے بچو اور سنت کی اتباع کرو حضرت عمرؓ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے **ھذا رائی عمرؓ فان کان صوابًا فمن اللہ وان کان خطاء فمن عمر** ۔ یعنی یہ عمرؓ کی رائے ہے اگر صواب پر ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطاء پر ہے تو پھر عمر کی طرف ہے۔ خلفائے راشدین کی رائے کو پیش کر کے ثابت کر دیا ہے جب صدیق اکبرؓ باوجود صدیقیت کے جب صاحب رائے ہوں تو ابو حنیفہ کا صاحب رائے ہونا کیوں قابل طعن ہو۔

کل صحابہ کرام اہل حدیث تھے لیکن اہل رائے یا اہل فقہ صرف چند تھے کنز العمال کی روایت میں ہے کہ انکا فتویٰ جاری تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں جو صحابہ فتویٰ کے لئے منتخب تھے ان کی وجہ تخصیص یہی صفت تھی کہ وہ اہل الرائے تھے۔ یہ صفت علی اتم امام صاحب میں موجود تھی چنانچہ امام باقرؒ امام جعفر صادقؒ امام مالکؒ اسحاق بن راہویہؒ، سفیان ثوریؒ، ابن مبارک، یحیی بن آدم، وکیع، امام شافعی وغیرہ اکابر محدثین کی گواہی سے ثابت ہے ابن مبارک نے فرمایا کہ **لا تقولوا رائی ابی حنیفه ولکن قولوا تفسیر الحدیث ذکره الکردری رحمه الله** یعنی ابوحنیفہ رائے مت کہو بلکہ اس کو تفسیر حدیث کہو۔ آخر میں حضرات غیر مقلدین سے گزارش کی ہے کہ جب امیر المومنین فی الحدیث وغیرہ شیوخ محدثین کی گواہیوں سے ثابت ہو گیا کہ لاکھوں احادیث صحیحہ تلف ہو گئیں اور اکابر محدثین نے فقہ پر عمل کرتے ہوئے آئے اب اہل اسلام تقلید سے کیوں روکے جاتے ہیں اور اسلام کی خیر خواہی میں علماء کو بھی مشورہ دیتے ہیں۔

کتاب العقل
(صفحات ۳۲۸)

حضرت شیخ الاسلام کی یہ کتاب ۱۳۲۳ء میں طبع ہوئی مولوی عبدالمعبود صاحب معیّن نے قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کے ہر مصرعہ سے کتاب العقل کی طباعت کا سنہ نکلتا ہے۔

چوں بیفشاندہ مرشدی انوار　　زر انوار در کتاب العقل
اے معین باز بر کا شاد خدا　　باب اسرار بر کتاب العقل

اس کتاب میں عقل کی حقیقت کھول دی گئی ہے۔ دینی امور میں عقل کا کس حد تک دخل ہے حکمت قدیمہ اور فلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا ہے، ان کے جواب عقل سے دئے گے اور بتلایا ہے کہ دین جس عقل کے مطابق ہے وہ یہ معمولی عقل نہیں ہے بلکہ مہذب عقل کے مطابق ہے حضرت مولانا کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ بقول مصنف علیہ الرحمہ اکثر طبیعتوں میں خود رائی اور خود پسندی آ گئی ہے ہر ایک کو اپنی عقل پر ناز اور اپنی طبیعت پر اعتماد ہے اور یہ ذہن میں سمائی ہوئی ہے کیسی ہی مشکل بات ہو ہم سمجھ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر جو بات قرآن وحدیث میں خلاف عادت دیکھتے ہیں اس کو خلاف عقل سمجھ کر کچھ نہ کچھ تاویل کر لیتے ہیں اس طرح عقلوں میں تفاوت کی وجہ سے دین میں بے انتہا اختلافات ہوں گے جس کا اثر دین پر برا ہی پڑے گا اس لئے حضرت شیخ الاسلام نے اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسانی عقل چاہئے کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو غلطی کر سکتی ہے۔ مولانا نے ابتداء میں حکماء قدیم پر مسلمہ مسائل اور ان کے اصول کو بیان کر کے عقل کی غلطی دکھائی ہے اس کے بعد حکماء جدید کے اصول سے بحث کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ جو کچھ انسانی عقل پیش کرتی ہے اس کو بھی مخالفین اپنے اعتراضات سے بے کار ثابت کر تے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے اس کتاب میں علم، عقل، دل، نفس، وجود بصارت، قوت کشش زمین، ہوا کا دباؤ، سمندر کا مدوجزر، بارش اور بخارات، حرکت زمین وغیرہ جیسے عنوانات پر بحث فرمائی ہے اور ہر جگہ عقل انسانی کو عاجز اور محتاج بتایا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عقل دائرہ محسوسات سے باہر کا علم وادراک نہیں کر سکتی چنانچہ مولانا اپنے رسالہ مقاصد الاسلام حصہ سوم ص ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ ”حالانکہ عقل دائرہ محسوسات سے قدم باہر نہیں رکھ سکتی جس کو ہم نے کتاب العقل میں ثابت کیا ہے“ مولانا کتاب العقل میں لکھتے ہیں جب تک کوئی چیز محسوس یا وجدانی نہ ہو اس کا ادراک عقل ہرگز نہیں کر سکتی اس کے ثبوت مولانا نے دوفرضی

مناظرے بینا اور نابینا بہرے اور گونگے پیش کئے ہیں۔

دینی امور میں عقل کی حقیقت:۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جب اہل اسلام کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ ہمارا دین وہی ہے جو قران وحدیث سے ثابت ہے تو قرآن وحدیث جو راہ بتلائیں اس راہ پر عقل کو چلانا اور اسکے مطابق اعتقاد رکھنا لازم ہے کیونکہ تصدیق بھی اس چیز کی مطلوب ہے جس کو عقل باور نہ کرے ورنہ ان امور کی تصدیق طلب کرنا جو عقل کے مطابق ہوں تحصیل حاصل ہے مثلاً کوئی کسی سے کہے کہ آفتاب روشن ہونے کی تصدیق کرو اور اس پر ایمان لاؤ تو یہ درخواست فضول سمجھی جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں معمولی عقل کے خلاف امور بھی ہیں۔ اور ان سب کو صدق دل سے ماننے اور تصدیق کرنے والے کو مومن اور ایماندار کہتے ہیں جنکی تعریف میں حق تعالی یومنون بالغیب فرماتا ہے۔ اور چونکہ خلاف عقل امور کی تصدیق کرنا نہایت سخت کام ہے۔ اور عاقل پر خلاف عقل امور کی تصدیق شاق گزرتی ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انبیاء علیہم السلام کو معجزے عنایت فرمائے تاکہ خلاف عادات واقعات جو سراسر عقل کے خلاف ہیں دیکھ کر عقل عاجز آجائے اور یہ بات ثابت ہوجائے کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے جس طرح چاند کا دوٹکڑے ہوجانا، کنکریوں کا بات کرنا، جانوروں کا سربسجود ہونا، انگلیوں سے چشمہ جاری ہونا، درختوں کا آدمیوں کی طرح بلانے پر حاضر ہونا اور پھر اسی مقام پر واپس جانا، ایک مشت خاک سے ایک بڑے لشکر کو ہزیمت دینا وغیرہ امور جسکو معمولی عقل محال سمجھتی ہے جب بے تکلف ادنیٰ اشاروں سے واقع کرکے بتلادیے گئے تو عقل کو خدا و رسول خدا کی بات میں شک وتردد کا موقع نہ رہا۔ الغرض جو لوگ انصاف پسند تھے انہوں نے اپنی عقلوں کو خدا و رسول کے کلام کے آگے مسخر کردیا تھا، اور جن کی طبیعتوں پر عصبیت وعناد غالب تھے صرف نفسانیت سے انہوں نے نہ مانا اور معجزات کو سحر بتلایا۔ جن کی عقلیں سلیم تھیں انہوں نے کیسی ہی مخالف عقل باتیں پیش ہوئیں فوراً مان لیا۔ خود معراج کا واقعہ کس قدر حیرت انگیز ہے کہ صحابہ کرام نے تسلیم کرلیا۔ آنحضرت ﷺ کا تشریف فرما ہونا صرف اسی غرض سے تھا کہ دلوں سے اس معمولی عقلوں کو کے تسلط کو جس میں ایک عالم مبتلا تھا دور کرنے ایمان کی سلطنت قائم فرمادیں چنانچہ معجزات کے ذریعہ عقل کو ہزیمیت دیکر ایمان کی سلطنت دل میں قائم فرمائی بالفاظ دیگر ایمان مدعی ہے اور عقل مدعٰی علیہ۔

نفس اور اس کی تعریفات:۔ مولانا نے نفس کے متعلق مختلف فکر ونظر کے علماء کی تعریفیں بیان کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی تعریف کسی سے میل نہیں کھاتی اور اب تک نفس کی صحیح تعریف کا تعین نہیں ہوسکا، اسلئے کہ ہماری عقلیں محسوسات کی پابند ہیں اور دلیل یہ کہ نفس کا علم خود نفس کو نہیں ہوتا۔ اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ قبل علم اعضاء نفس کو اپنا علم ہوتا ہے تو اس علم میں کلام نہیں پھر غور طلب بات یہ ہے کہ نفس کو انا انا کہتے ہوئے ہزاروں سال گزر گئے مگر اب تک اسکو یہ بھی خبر نہیں کہ میں کہا ہوں۔ کسی کا نفس کہتا ہے کہ میں جزلا یتجزی (ناقابل تقسیم) ہوں قلب کا نہ جسم ہوں نہ جسمانی۔

کوئی کہتا ہے کہ اجسام لطیفہ ہوں نورانیہ، علویہ، خفیفہ، زندہ، متحرک کہ تمام اعضاء میں ایسا سرایت کیا ہوا ہوں جیسے پھول میں پانی۔

کوئی کہتا ہے میں قوت دماغ ہوں، کوئی کہتا ہے دم ہوں جو ہر وقت آتا جاتا ہے۔

کوئی کہتا فاریت ہوں جو سرایت کئے ہوئے جسم میں ہے۔

کوئی کہتا ہے پانی ہوں، ان مذاہب مشہورہ کے سوا اور بہت سے اقوال بھی ہیں۔اس کے باوجود یہ اختلاف علٰحدہ ہے کہ نفس مجرد ہے یامادی، عین مزاج ہے یا غیر حادث ہے یا قدیم اور بعد فنائے بدن باقی رہتا ہے یانہیں وغیرہ الحاصل ان تمام اقوال سے ثابت ہے کہ بڑے بڑے علماء کے نفس بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ اپنا حال ہمیں کچھ معلوم نہیں اگر برائے نام کچھ کہہ بھی دیا تو وہ تخمین اور اٹکل ہے جیسے کوئی غائب چیز کی خبر تخمین پر دیتا ہے۔دلیل اس بات پر کہ خود حکماء کے نفس اپنی لاعلمی ظاہر کررہے ہیں یہ ہے کہ جتنے اقوال حکماء کے ہیں وہ خودان کے نفس کے ادراکات ہیں۔جب حکماء کے نفوس کا یہ حال ہوتو دوسروں کے نفس تو اتنا بھی نہ بتاسکیں گے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ نفس محسوس نہیں اور جو چیز محسوس نہ ہو اس کا علم واقعی نہیں ہوسکتا کیونکہ عقل کا مدار محسوسات پر ہے۔جس طرح نفس کو اپنی ذات کا علم نہیں اسیطرح اپنی صفات کا بھی علم پورے طور پر نہیں نفس کی صفت علم ہے چنانچہ علم کی حقیقت اب تک نہ کھلی کہ وہ کیا چیز ہے۔

انوارالحق (ردقادیانیت)

(صفحات ۱۱۶)

اس کتاب میں تائیدالحق، مصنفہ حسن علی قادیانی کا جواب ہے۔نیز ازالۃ الاوہام،مولفہ مرزا قادیانی کے بعض مباحث پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ابطال فرق باطلہ، امتیازفسق وباطل، مرزا کی گالیاں، امر بالمعروف کے شرائط، مرزاصاحب کی تمہید عیسویت کا بطلان، مرزاصاحب کا کل مسلمانوں کو مشرک قرار دینا، علامات قیامت، دجّال کے خوارق عادات فتنۂ وہابیاں، مرزاصاحب کی تعریفیں مرزاصاحب کا دعوائے رسالت، قرآن مجید میں قادیان کا نام، الہام کے اقسام، وغیرہ مضامین نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے۔

مولانا مظفر الدین معلّیؒ نے اس کتاب کی تاریخ طبع لکھی ہے جواسی کتاب کے آخری صفحہ ص۱۸۳پر مندرج ہے جس سے۱۳۲۲ھ سنہ طباعت نکلتا ہے۔یہ کتاب دراصل قادیانی تائید میں مولوی حسن علی لکچرار کی کتاب بنام تائیدالحق، کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

باطل فرقوں کا رد علمائے حقانی کا فرض ہے:۔اس موضوع پر حضرت شیخ الاسلام کا خیال ہیکہ اس میں شک نہیں کہ تائیدالحق جیسی پُراثر تقریروں کے زور سے مذاہبِ باطلہ کثرت سے بنتے گئے اور عوام الناس کبھی ان کے دام میں آ بھی گئے تو علما کے سمجھانے سے پھر راہِ راست پر آ گئے لیکن چند سخن پرور انہی خیالات پر جمے رہتے تھے جن کے اتباع مذاہب کو زندہ رکھنے والے اب تک موجود ہیں اور ہر وقت اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ان باطل مذاہب کو ترقی دیں۔الحاصل جب کبھی نئے مذہب کی بنیاد پڑی تو علماء حقانی نے اس کے قلع وقمع کی فکر کی اور بفضلہ تعالی اس کا اثر بھی ہوتا گیا کہ وہ عام طور سے مذاہب باطلہ کے لقب کے ساتھ مشہور ہے۔اور اہل انصاف وحق پسند اس سے بچے رہے۔فی الواقع یہ علماء کا فرض منصبی ہے کہ حتی المقدور حق کی تائید میں کمی نہ کریں۔

مولوی حسن علی صاحب لکچرار نے اپنی کتاب تائیدالحق میں مرزاصاحب کو سچا خیرخواہ ثابت کرنے کی مدبرانہ کوشش کی ہے اور سچے خیرخواہوں کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے اس کی بہت سے مثالیں بھی دی ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر وتفسیق (کافر وفاسق کہنا) صحیح نہیں ہے۔اس کے جواب میں مولانا شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مرزاصاحب کیسے شخص ہیں اور ان القاب کے مستحق

ہیں یا نہیں، کتب تواریخ سے ظاہر کہ صحابہ کے زمانے سے اب تک کوئی زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں مفتری کذاب بے دین پیدا نہ ہوئے ہوں اور اس زمانے کے علماء فقہاء نے ان کی تکفیر نہ کی ہو، جتنے مذاہب باطلہ آج کے زمانے میں پائے جاتے ہیں سب کے موجد زمانہ سابقہ ہی کے لوگ ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

اب مولوی حسن علی صاحب جو اپنا اطمینان اور شرح صدر مرزا صاحب کی حقانیت پر ظاہر فرماتے ہیں وہ کس طرح اس امر کی دلیل ہو سکے کہ مرزا صاحب سچ مچ عیسیٰ موعود ہیں ہمیں اس میں کلام نہیں کہ مرزا صاحب بڑے مرتاض ہوں گے مگر مشکل یہ ہے کہ جتنے مفتری دغاباز، جعلساز ہوتے ہیں جب تک وہ اچھے عادات، اچھے حالات اور مستند لوگوں کی صورتوں میں اپنے کو ظاہر نہیں کرتے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بے شمار ملیں گی جو اپنی فتنہ پروری کے سبب رسوائے زمانہ ہوگئے۔ بدنام ہوکر بڑے کہلانا سزائیں پانا حقانیت کی دلیل بھی نہیں ورنہ جعلساز دغاباز جن سے جیل خانے ہمیشہ بھرے رہتے ہیں سب کو اہل اللہ کہنا پڑے گا اور نہ ان کا اظہار تقدس دلیل بن سکتا ہے کہ وہ حق پر تھے۔

مولوی حسن علی صاحب لکچرار نے جہاں اسلام کے موجودہ دشمن فرقوں کی فہرست لکھکر ان کی روز افزوں ترقی اور اس کی وجہ سے مرزا صاحب کی ضرورت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں مولویوں اور مشایخوں کو بھی شریک کیا اور ان کو نہایت نازیبا الفاظ سے یاد کیا ہے۔ مثلاً شیطان، نفس پرست موذی، نائب شیطان، شریر مسلمانوں کے گمراہ کرنے والے، شیطان کے شاگرد، کافر وغیرہ۔

حضرت شیخ الاسلام ان کے اس غیر اخلاقی رویہ کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں اس بات میں مولوی صاحب (حسن علی صاحب) اپنے پیر (مرزا صاحب) کی سنت پر عمل کررہے ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے علماء ومشائخین کو ایسے خطابوں سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ان کی تصانیف سے صاحب عصائے موسیٰ نے جمع کیا ہے، کوئی گالی انہوں نے اٹھا نہ رکھی۔

تائید الحق کے مصنف اور مرزا صاحب کی تائید اسلام اور تقدس :۔ مولوی حسن علی صاحب لکچرار کی تائید اسلام اور تقدس سے متعلق جتنی باتیں بیان کرتے ہیں مولانا شیخ الاسلام فرماتے ہے کہ ان کا انکار کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں مگر یہ حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ حجاج بن یوسف نے بخارا سے ملتان تک صدہا شہر فتح کرکے سرحد اسلام میں داخل کردیا جن میں کروڑ ہا اہلِ اسلام پیدا ہوئے اور بفضلہ تعالیٰ ایسی تائید کا اثر قیامت تک جاری رہے گا باوجود اس کے دیکھ لیجئے کہ اسلام میں حجاج ظالم کی کیا وقعت ہے یہ تو ہمارے دین کا خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ اس کی تائید بدکاروں سے بھی کراتا ہے جیسا کہ صراحتاً اس حدیث شریف سے ظاہر ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیؤید ھذ الذین بالرجال الفاجر (رواہ البخاری) (یعنی بلاشبہ اللہ تعالی اس دین کی تائید فاجروں کے ذریعہ بھی کراتا ہے) غرض مرزا صاحب کی تائید اسلام میں ہماری گفتگو نہیں کلام ہے تو صرف اس میں ہے کہ مرزا صاحب عیسیٰ موعود بننا چاہتے ہیں اگرچہ اس میں بھی ہمیں کلام کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس زمانے میں نبوت تو کیا اگر کوئی خدائی کا بھی دعوی کرے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں وہ تحریف کررہے ہیں اس لئے ہم پر حق ہے کہ جہاں تک ہوسکے ان کی حفاظت کریں اور اپنے ہم مشربوں کو ان کا اصل مطلب معلوم کرادیں اس پر

اگر کوئی نہ مانے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں ہم کو اپنا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔وما علینا الا البلاغ۔

افادۃ الافہام (رد قادیانیت)

اس کتاب میں مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ازالۃ الاوہام کے نہایت محققانہ ومہذبانہ جوابات دیئے ہیں جن کے ضمن میں کئی ضروری دینی مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہوئے ہیں،اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہوجاتی ہے۔ ہنداور بیرون ہند کے علمی طبقے میں اس کتاب کا وزن محسوس کیا گیا،ردمذہب قادیانی کے متعلق آج تک ایسی کتاب طبع نہیں ہوئی۔

مولانا نے اس کتاب میں بتایا ہیکہ ۷۲ بہتر فرقے ناری اور ایک اہل سنت ناجی ہے۔مدعیان نبوت کاذبہ کی اتباع کرنے والے دین اسلام سے خارج ہیں۔مرزاصاحب کے ابتدائی خیالات کے ساتھ براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام لکھنے کے مقصد سے بھی آگہی دی ہے۔مرزا صاحب کس طرح ہر موقع میں راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ معجزات انبیاء کو مسمریزم سے تشبیہ دیتے ہیں اور انکار بھی کرتے ہیں۔ ان انکار کی وجہ اور مسمریزم کی حقیقت سے بھی بالتفصیل وضاحت فرمادی ہے ۔ مرزا صاحب نے پیشنگویاں بھی کیں الہامات بھی گڑھے۔مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور محمد حسین بٹالوی کے ساتھ مناظرانہ انداز تحریر ملتی رہی اور بعد میں بالمشافہ مناظرہ اور مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے،مسیح موعود بننے کی خوب تدابیر نکالی۔ان سب کارد بلیغ مولانا نے فرمایا۔مرزاصاحب اور ازقسم جھوٹے مدعیان نبوت کے محققانہ جوابات دیئے اور تفرقہ ڈالنے والوں کی سزا میں صحیح احادیث پیش کیئے اور افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے برادرانِ دینی اب تک ہوشیار نہیں ہوئے،آخر میں ایسے فتنوں کے وقت اہلِ اسلام کو کیا کرنا چاہیئے کتاب وسنت کی روشنی میں راہ عمل بتادیا ہے۔

بقول مولانا مفتی رکن الدین صاحب :۔ جب ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تدریجاً ادعاء نبوت کی طرف قدم بڑھایا تو مسلمانوں نے مخالفت شروع کی،مباحثے ہوئے مضامین لکھے گئے ۔حیدرآباد میں غالبًا مولانا علیہ الرحمہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مذہب قادیانی کی رد میں قلم اٹھایا اور افادۃ الافہام کے دو حصے اور انوارالحق جیسی کتابیں لکھ کر شائع فرمادیں لیکن انمیں کسی کا جواب بھی مرزاصاحب یاان کے اتباع میں کسی سے نہیں ہوسکا۔غرض ان حصوں کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کی اصل تصویر دکھائی دیتی ہے۔ رد قادیانیت کرنے والے ان کتب کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوسکتے۔

افادۃ الافہام (حصہ اول)

(صفحات ۳۶۰)

مولانا نے اس کتاب کو 1905ء میں لکھ کر طبع فرمایا۔اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔

’’کُل تصانیف گرامی کا شوق ہے۔اگر بہ قیمت ملتی ہوں قیمت سے اطلاع بخشی جائے دوجلد قادیانی مخذول کے چند صفحات دیکھے تھے،ایک صاحب سے ان کی تعریف کی وہ لے گئے‘‘۔

(مکتوبات اعلحضرت،مکتوب مؤرخہ ۱۸رشوال المکرّم دوشنبہ ۱۳۳۳ھ ص ۸۶)

مرتبہ: مولانا محمود احمد قادری) وکلیاتِ مکاتیب رضا، ص ۱۳، ڈاکٹر شمس مصباحی پورنوی، ناصر: دارالعلوم قادریہ صابریہ، برکات رضا، کلیر شریف۔2005ء)

مرزا صاحب اور دعوی نبوت کا فتنہ، فتنہ کے ایام میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے، ردقادنیت میں یوں تو مختلف علماء کرام نے قلم اٹھایا لیکن ان تمام میں جامع اور بلیغ رد حضرت شیخ الاسلام نے افادۃ الافہام دو جلد اور انوار الحق جیسی کتابیں لکھکر اصلاح کا حق ادا کر دیا۔ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ امام کا منصب اصلاح الظالم وازالۃ الفساد ہے" حضرت شیخ الاسلام اپنے ان کارناموں کے پیش نظر "امام" کہلائے جا سکتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور دعوئ نبوت کا فتنہ: نبوت کی آرزو ابتداء میں مسیلمہ کذاب کو ہوئی اس کے بعد اکثر عقل پرستوں کو بھی خواہش ہوئی اور چونکہ آیت شریفہ خاتم النبین اور حدیث شریف لا نبی بعدی سے ان کی تکذیب ہوتی تھی اس لئے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ لا نبی بعدی کے بعد الا ان یشاء اللہ روایت میں زیادہ کر دیا۔ بعض بے دینوں نے مان لیا مگر عام طور سے اہل اسلام کی طرف سے ان کی تردید و تکذیب ہوتی رہی اب مرزا صاحب قادیانی نے دیکھا کہ اس زمانے میں رویت کی بھی ضرورت نہیں اپنی جرأت سے لا نبی بعدی کے بعد لا نبی ظلی بڑھا دیا کیونکہ وہ ظلی نبوت کو جمع جمیع لوازم نبوت، حقیقۃ جائز رکھتے تھے۔ اور خوش اعتقادوں نے اس کو بھی بلا تامل قبول کیا قرائن قریبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت مستقلہ کا دعویٰ ہے مگر یہ خوف بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں کوئی مسلمان گرفت میں لے لیگا تو رہائی مشکل ہوگی اس لئے انہوں نے فرار کی راہ نکالی کہ ظلی کہہ کر چھوٹ جائیں گے اور عقل پر چلنے والوں کا طریقہ بھی یہی ہے کہ قدم الخروج قبل الولوج (داخل ہونے سے پہلے نکلنے کا راستہ بنانا) کو ہمشیہ پیش نظر رکھا کرتے ہیں کتب لغت اور تفاسیر میں تو یہ لکھا ہے کہ بعض ہوشیار جانوروں کا بھی اس پر عمل ہے چنانچہ جنگلی چوھے کی عادت ہے کہ جس زمین میں گھر بناتا ہے اس میں ایک سورخ ایسا بھی تیار رکھتا ہے کہ اگر کوئی آفت آئے تو اس راہ سے نکل جائے اس احتیاطی راستے کو عرب نافقا کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی اس قسم کے عقلاء پیدا ہوئے تھے کہ ظاہری موافقت اہل اسلام کو جان بچانیکی راہ بنا رکھی تھی حق تعالیٰ نے ایسے عقلاء کا نام منافق رکھا جن کی نسبت ارشاد ہے، ان المنا فقين في الدرک الأسفل من النار، یعنی منافق کفار سے بھی بدترین ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہے۔ جس طرح نبوت کے دعوے میں مرزا صاحب نے گریز کا طریقہ نکال لیا اسی طرح ہر موقع پر نکال لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام فضائل سید الکونین ﷺ کو اپنے پر چسپاں کر کے گریز کا یہ طریقہ نکالا کہ بطور ظلی وہ سب فضیلتیں حق تعالیٰ نے ان کو دیے ہیں۔ مزید یہ بھی دعویٰ کیا کہ ہر قسم کے معجزات و خوارق عادات میں دکھلا سکتا ہوں اور گریز کا طریقہ یہ نکالا کہ طلب کرنے والے کا نہایت خوش اعتقاد اور طالب حق ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی اعتقاد میں فرق آ جائے تو کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام کی رو سے مرزا صاحب نے جتنے فضائل کے دعوے کئے ہیں کہ میں محدث ہوں، امام زماں ہوں، حارث ہوں، امام مہدی ہوں، عیسیٰ موعود ہوں، میں نبی ہوں مجھ پر وحی اترتی ہے۔ خدا بے پردہ ہو کر مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ بلکہ ٹھٹے کرتا ہے میرا منکر کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہو سکتی کہ مرزا صاحب سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ، ہر فاسق خبر دے سکتا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا، دیکھ لیجئے جن جن جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا

سب کے دعوے اسی قسم کے ہوا کرتے تھے۔

الغرض ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب کے کل دعوے مجرد ہیں جن کے ساتھ کوئی دلیل نہیں گویا مرزا صاحب نے مسلمانوں کو جھوٹے وعدے کئے کہ پادریوں، نیچریوں اور آریہ کا مقابلہ کر کے اُن کو قائل کرادوں گا اس طرح کے وعدے کر کے مسلمانوں سے ایک خطیر رقم حاصل کرنی چاہی مگر وہ دینے پر راضی نہ تھے لیکن جن لوگوں نے ان کے اس کام میں رقم لگائی تھی کیا ان کو یہ ندامت نہ ہوگی کہ مرزا صاحب نے ہمیں احمق بنا کر اس قدر روپیہ ہم سے لے لیا اور ایسے کام میں لگایا کہ ہمارے ہی دین کی بنیاد ہل رہی ہے اور کیا اب وہ اس بات پر افسوس کر رہے ہیں کہ اس قدر روپیہ ہم صرف نہ کرتے تو اس فتنہ کی آتش اس درجہ کو نہ پاتی۔ اس طرح مرزا صاحب نے مختلف داؤ پیچ سے ناجائز طور پر مسلمانوں کا مال بٹورا۔

مرزا صاحب تو براہین احمدیہ کی تصنیف اور اشاعت کے زمانے میں بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایسا خنجر تیار کیا گیا ہے کہ جب بے رحمی سے مسلمانوں کے گلوں پر چلایا جائے گا تو باپ کو بیٹے سے، بھائی کو بھائی سے، بیوی کو شوہر سے جدا کر دے گا۔ ایک دوسرے کا جانی دشمن اور خون پیاسا ہو جائے گا۔ مسلمانوں میں ایک تہلکہ اعظم برپا ہوگا اور مخالفین مسرت وشادمانی کا اعلان کریں گے۔

الحاصل اس نئی مخالفت نے تمام مسلمانوں کو ایک ایسے تہلکے میں ڈال دیا کہ الامان اور مخالفین کو خوب موقع ہاتھ آیا کہ اسلام اور حامیان اسلام پر حملے کریں۔

مرزا صاحب کو چونکہ نبوت کا دعویٰ ہے اور معجزات اس کے لوازم ہیں، اب انہیں فکر ہوئی کہ باتیں بنانی تو آسان ہے طبیعت خداداد سے بہت سے حقائق ومعارف تراش لئے جائیں مگر خوارق عادات دکھلانا مشکل کام ہے۔ دیکھا کہ الہام کا طریقہ بہت آسان ہے۔ اس لئے براہین احمدیہ میں الہام کی ایک وسیع بحث کی، اگر چہ بظاہر وہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تھی، اس لئے کہ وہاں صرف وحی اور نبوت ثابت کرنا منظور تھا مگر ایسا درمیانی طریقہ اختیار کیا کہ عام طور پر الہام ثابت ہو جائے اور اہلِ اسلام انکار بھی نہ کرسکیں پھر اپنے الہامات پیش کئے اور الہام گوئیوں کا دروازہ کھول دیا گیا۔ مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر معجزات سے متعلق ان کی تقریریں عجیب ہیں جنکا نتیجہ معجزات کا انکار نکلتا ہے۔ جیسے ازالۃ الاوہام سے مرزا صاحب کا قول لکھا ہے کہ ''اپنے لوگ دعا اور تضرع سے معجزات مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدررت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے''۔

فتنہ کے زمانے میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے:

اس عنوان کے تحت حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہیکہ حق تعالی نے ایک مخفی راز پر مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کو خدائے تعالی نے اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ اس قسم کے کام کیا کریں اور انجام کار رسوا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وکذالک جعلنا فی کل قریة اکابر مجر میها لیمکروا فیها وما یمکرون الابانفسهم وما یشعرون** یعنی اور ایسا ہی ہم نے بستی میں بڑے بڑے فساق (فسق کرنے والے) پیدا کئے تا کہ ان میں فتنہ انگزیاں اور مکر کریں اور

جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔ اگر یہ آیت شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے لوگوں کی ترقی سے یہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہوں جن کو اس قسم کی تائید ہورہی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی ترقیوں سے مسلمانوں کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہماری آزمائش کے لئے حق تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور اسطرح کی تائید ان کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ بات یہ ہے کہ باطل کا شیوع بہت تیزی سے ہوتا ہے۔ مسلیمہ کذاب کا یہ حال تھے کہ دو چار سال ہی میں قریباً ایک لاکھ آدمی ایمان لائے تھا جبکہ پیغمبرانِ حق کو سالہا سال کی محنت کے بعد بھی لاکھ کی تعداد تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔

افادۃ الافہام (حصہ دوم)

(صفحات ۳۶۰)

حضرت شیخ الاسلام نے اس حصہ میں حدیث اور محدث کامل کے لئے ضروری علوم پر بحث فرمائی ہے۔ جس سے مولانا کی محدثانہ بصیرت کا اندازہ قائم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے تفسیر و احادیث پر حملے اور ان کے جوابات عالمانہ نہایت تحقیق سے دئے گئے ہیں اور یہودی کی صفات مرزا صاحب میں ثابت فرمائی ہیں۔ مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کے علاوہ مجدد مسیح ہونے کے دعویٰ کو دلائل و براہین سے ردفرما دیا ہے۔ مشہور بزرگ شاہ نعمت اللہ علیہ الرحمہ کے نام منسوب قصیدہ کو قرائن سے جعلی ثابت قرار دیا ہے۔ جس سے مرزا صاحب کے دعووں کو تقویت مل رہی تھی وحی و الہام کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان کے الہاموں کو شیطانی ہونا ثابت کیا ہے اس کے علاوہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی علامتیں اور مرزا صاحب کی گمراہیوں کی نشاندہی، خروج دجال، یاجوج ماجوج اور امام مہدیؑ کے ظہور سے متعلق مرزا صاحب کی غلط فہمیاں دعوی عیسویت کے سلسلے میں مرزا صاحب کے مختلف داؤ پیچ احادیث کا امام مہدیؑ کی تائید میں نکلنا اور مرزا صاحب کا ان کو حادث کہہ کر دھوکہ دینا معراج کے مسئلہ میں مرزا صاحب کا اعتراض وغیرہ جیسے امور میں شیخ الاسلام کے مدلل و مسکت جوابات اور اس ضمن میں قرآن و حدیث و آثار صحابہ، محدیثین کے اقوال بھی بڑی جانفشانی سے جمع کئے ہیں جن کے مطالعہ سے اہل انصاف کو قبول حق کے ساتھ مرزا صاحب کے باطل پرست ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

حدیث لا مہدی الا عیسی اور مرزا صاحب کی غلط فہمی: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ امام مہدی اور عیسی علیہ السلام ایک ہی شخص ہیں مگر ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں وہ دوسرے شخص ہیں اور ہر ایک کے حالات جدا جدا ہیں جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ کیف یھلک امۃ فی اولھا ،یعنی وہ امت کیوں کر ہلاک ہوگی جس کے اوائل میں **عیسی ابن مریم فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا** میں ہوں اور آخر میں عیسی ابن مریم اور وسط میں مہدی ہیں۔ (کنزالعمال، جلد۷) اس سے ظاہر ہے کہ مہدی اور عیسی علیہ السلام ایک شخص نہیں ہیں اور کنزالعمال میں ہے کہ **قال رسول اللہ ﷺ المھدی من عترتی من ولد فاطمه**،یعنی مہدی میری اہل بیت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہونگے۔ یہ روایت ابوداؤد اور مسلم میں ہے اور پھر کنزالعمال میں کہ **قال النبی ﷺ المھدی یوالی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی** ،یعنی مہدی کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا ان احادیث سے ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام اور ہیں عیسی علیہ السلام اور

لیکن دونوں کا زمانہ ایک ہی ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لامہدی الاعیسی جس میں حرف مضاف محذوف ہے یعنی لازمان مھدی الازمان عیسی (مطلب یہ کہ مہدی اور عیسی علیہ السلام دونوں کا زمانہ ایک ہے) وہ بھی اس خیال سے کوئی بھی دو شخصیتوں کو ایک نہ سمجھے ویسے لامہدی الاعیسی کی روایت اکابر محدثین کے نزدیک کئی طرح سے مخدوش ہے مگر مرزا صاحب کو اس سے کیا غرض ان کو کیسی ہی ضعیف، منکر، منقطع، مجہول، مخدوش روایت چاہئے اپنے مفید مطلب ہوتو اس پر بڑے زور شور سے استدلال کرتے ہیں اور جو روایت ان کے حق میں مضر ہوتی ہے اگر بخاری مسلم میں بھی ہوتو اقسام کے احتمال قائم کر کے ساقط الاعتبار بنا دیتے ہیں مرزا صاحب کی کج بحثیوں کی کوئی انتہا نہیں جبکہ صدہا احادیث وآثار، امام مہدی کی خصوصیات میں موجود ہیں اور سینکڑوں آیات وآحادیث وآثار عیسی علیہ السلام کے باب میں وارد ہیں۔ اس لئے ذرہ برابر بھی احتمال نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں۔

مرزا صاحب کے دعوی عیسویت میں قصیدہ شاہ نعمت اللہ سے استدلال اور اس کی حقیقت: مرزا صاحب اپنی عیسویت کی دلیل کے سلسلہ میں رسالہ نشان آسمانی، میں لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید دہلوی نے مہدی وقت کی پیشنگوئی کی مصداق اپنے پیرو مرشد سید احمد کو ٹھیرایا تھا چنانچہ اس ضمن میں انہوں نے اپنی کتاب کے ساتھ اس کو شائع بھی کر دیا تھی مگر۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ اس پیشنگوئی کے مصداق کا نام احمد ہے اور نیز یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا اور لکھا ہے کہ وہ تیرویں صدی میں ظہور کریگا لیکن چونکہ یہ تینوں علامتیں سید احمد صاحب میں پائی نہیں جاتیں اس لئے سید احمد صاحب اس پیشنگوئی میں داخل نہیں ہیں۔ پھر مرزا غلام احمد نے اس قصیدے کے چند اشعار نقل کر کے خود اپنے آپ کو مذکورہ قصیدہ کی پیشنگوئی کا مصداق سمجھا

ا ح م د ال مـــی خــوانـــم
نـــامِ آں نـــامـدار مـــی بیـنـم
بـــادشـــاہ تـمـام ھـفـتِ اقـلیـم
شـــاہ عـــالـی تبـــارمی بیـنـم
مھـــدیِ وقـــت وعیسـئ دوراں
ھـــر دورا شھســوارمـــی بیـنـم

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ بہر حال ممکن ہے کسی نے اس وقت یہ قصیدہ بنا کر ایک کامل بزرگ کے نام سے مشہور کر دیا ہو جس سے مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی استدلال کا موقع ہاتھ آ گیا پھر جبکہ اس پیشنگوئی میں سید احمد صاحب اور غلام احمد صاحب میں تنازع ہے تو سر سید احمد خان صاحب اس سے کیوں محروم رکھے جائیں ان کے اتباع تو (مہدی وقت وعیسی دوراں) کے مصداق کی تکمیل میں مہدی علی خان صاحب کو پیش کر دیں گے جس سے (ہر دو شہوار می بینم) بھی چسپاں ہو جائے گا اور مرزا صاحب جو تکلیف اٹھا کر دو کو ایک کر دیا اس کی ضرورت بھی نہ رہیگی اور کثرت اتباع کے لحاظ سے بھی انہی کا نمبر بڑھا رہیگا۔ یہ سب آپس کے جھگڑے ہیں۔ مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ قصیدے میں تو بادشاہ تمام ہفت اقلیم می بینم لکھا ہے۔ اگر تینوں احمد صاحبان (سید احمد رائے بریلوی ۲ سر سید احمد خان ۳ غلام احمد قادیانی) علی سبیل البداہت یا بطور مانعۃ الخلو مصداق ٹھہریں تو ان کے پیرو صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے عشر عشیر نہیں ہوسکتے۔ پھر ہفت اقلیم کی

سلطنت کیسی اس سے بداہتاً معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ قصیدہ جعلی ہے کسی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے بنا کر ان بزرگ کی طرف منسوب کردیا۔ مرزا صاحب نے چند اشعار کی شرح کی اور پورا قصیدہ علحدہ اس کتاب میں لکھ دیا اور انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ قابل غور ہے، جو احادیث ان کے لئے مضر ہوتی ہیں اگر صحیح مسلم میں بھی ہوں تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ بخاری نے ان کو صحیح نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور کبھی کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو وہ حدیث نہیں ملی اور کبھی کہتے ہیں ممکن ہے کہ راوی نے سہواً یا عمداً خطا کی ہو مطلب یہ کہ حدیثیں قابل اعتبار نہیں یعنی موضوع ہیں وغیرہ تعجب ہے کہ مرزا صاحب احادیث صحیح میں کلام کرتے ہیں مگر اپنے دعوی کے ثبوت میں قصیدے سے استدلال کرتے ہیں جس کا ثبوت تقریباً محال ہے کہ وہ شاہ نعمت اللہ صاحب ہی کے اشعار ہوں۔ حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کو شاہ نعمت اللہ صاحب کے کشف کا اس قدر وثوق کہ کوئی لفظ اس کا ظاہری معنی سے ہٹ نہیں سکتا اور نبی کریم ﷺ کا کشف اور پیشنگوئیاں ایسی کمزور کہ جب تک ان میں نئے معنی نہ ڈالے جائیں اپنے ذاتی معنی پر دلالت ہی نہیں کرسکتیں بلکہ کبھی یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ (استغفر اللہ) آنحضرت ﷺ پر اس کی حقیقت کھلی ہی نہیں پھر اس پر دعوئے امتی بلکہ نبی ہونے کا۔ اہل ایمان اس بات کے مامور ہیں کہ اگر جعلی انبیاء وغیرہم، مسلمانوں کو بہکادیں تو الدین النصیحۃ (دین نصیحت ہے) کے مصداق دین کی خرابیوں پر متنبہ کردیں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں مسلمانوں کے لئے ارشاد خداوندی ہے۔ **یاایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم** ۔یعنی مسلمانو تم اپنی خبر رکھو جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ **عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تکرھوا الفتنہ فی اٰخر الزمان فانھا تبیر المنافقین** ۔(ابونعیم کذافی کنز العمال) یعنی فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ آخری زمانے میں فتنے کو برا نہ سمجھو اس لئے کہ وہ منافقوں کو ہلاک کرے گا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے دل میں پہلے ہی سے پورا ایمان نہیں کہ وہ فتنہ پردازوں کی تصدیق کرلیں گے اور ہلاک ہونگے اور سچے مسلمان اپنے کمالِ ایمانی کی وجہ سے اُن فتنوں سے محفوظ رہیں گے چونکہ ایسے ایمان والوں کا مسلمانوں میں رہنا کچھ مفید نہیں بلکہ ان کا علحدہ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ اس لئے تخصیص کرکے آخری زمانے والے مسلمانوں کو ارشاد ہوا کہ اس زمانے میں فتنے کو مکروہ نہ سمجھو کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ خالص مسلمان ممتاز ہوجائیں گے۔ حضرت شیخ الاسلام آخر میں مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اہل اسلام اپنے اپنے ایمان کے مدارج کے موافق خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ کیا اب بھی مرزا صاحب کے ساتھ حسن ظن کیا جائے۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین، مطلع الانوار، ص ۱۶۵ اور ص ۶۶، 1405ھ

(۲) مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ نہم، ص ۱۵۷

(۳) مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ یازدہم، ص ۱۳۲

(۴) مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ یازدہم، ص ۲۳

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی شاہکار تصنیف انوار احمدی ایک مطالعہ

از: حضرت ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ قادری ملتانی، Ph.D فارسی، Ph.D عربی، عثمانیہ یونیورسٹی

الحمدلله رب العالمین و الصلوة و السلام علی من کان نبیا و آدم بین الماء و الطین وعلی آله الطاهرین وصحبه المهديين الى يوم الدين.

کتاب مستطاب ''انوار احمدی'' درحقیقت ۲۴۸ ابیات پر مشتمل ایک مسدس کی شرح ہے حضرت مولف شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے یہ مسدس قیام مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً کے دوران میں نظم کیا اور اس کے مضامین کو باعث ایجاد عالم وفخر آدم علیہ افضل الصلوۃ وازکی التحیات کی میلاد شریف فضائل اور معجزات سے مزین کیا۔ اس کے بعد اس خیال کے تحت کہ قاری کو اشعار میں بیان کردہ مضامین پر اعتماد واطمینان حاصل ہو، خود ہی اس کی شرح لکھی، شرح کی بنیاد قرآن مجید، کتب احادیث وسیر پر رکھی۔ اس کی تسوید کے بعد حضرت مولف علیہ الرحمہ مکہ معظّمہ زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً پہنچے اور اپنے مرشد قدوۃ المحققین حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی قدس سرہ (مہاجر مکی) کی خدمت میں اپنی اس تالیف کا ذکر فرمایا۔ حضرت نے کمالِ شوق سے اس کو از اول تا آخر سماعت فرمایا اور اس کے ایک ایک جملہ اور تحقیق کو مشرب اہل حق کے موافق ہونے کی تصدیق فرمائی اور اس تالیف کا نام ''انوار احمدی'' تجویز فرمایا کتاب کے صفحہ ۴ پر اردو عربی دونوں زبانوں میں یہ تصدیق حضرت مولانا امداد اللہ علیہ الرحمۃ کی مہر کے ساتھ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ عربی میں آپ نے یہ فقرہ لکھا ہے انما هذا مذهبی وعلیه مدار مشربی.

کتاب کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

شکرِ حق اس نظم میں ہیں وہ مضامین دلپذیر
جن سے اترے رحمت اور ہوویں دلِ اعدا پر تیر
چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر
اہل ایماں مان لیں گے ان کو دل سے ناگزیر
گرچہ ہیں اشعار یہ، پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے، خود سری اس میں نہیں

پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ ''جن سے اترے رحمت اور ہوویں دل اعدا پہ تیر'' کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں سفیان بن عینیہ کا قول نقل کیا ہے **عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة** جب صالحین کے ذکر پر نزول رحمت ہونے کی خبر دی گئی ہے تو اصلح الصلحاء والانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کیونکر جوش میں نہ آئے گی۔ ''دل اعداد پہ تیر'' کی تائید میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں جسمیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حرم شریف میں شعر پڑھنے سے روکا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رواحہ سے تعرض نہ کرو کیونکہ ان کے اشعار کافروں کے دل میں تیر سے زیادہ پیوست ہونے والے ہیں۔ تیسرے شعر ''چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین میں اس امر کا التزام کیا گیا ہے کہ وہ احادیث اور آثار سے اخذ کئے جائیں البتہ کہیں کہیں کچھ منقول نکات اضافہ کئے گئے ہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں سے بھی سند لائی گئی ہے کیونکہ کل احادیث کا انحصار صحاح ستہ پر نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ محمد بن علی الفارسیؒ نے ''جواہر الاصول'' میں تحریر کیا ہے کہ صحیحین میں بلا تکرار کل چار ہزار احادیث ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ''بستان المحد ثین'' میں لکھا ہے کہ ابوداؤد میں مع مکررات چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں اور وہ احادیث بھی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ اسطرح صحاح ستہ کی کل احادیث کی تعداد دس تا بارہ ہزار ہوتی ہے اس کے بالمقابل ''جواہر الاصول'' میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول ملتا ہے کہ صحیح احادیث کی تعداد ساڑھے سات لاکھ سے زاید ہے۔ اور علامہ قسطلانی نے شرح بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث یاد ہیں۔ اس کے باوجود امام بخاری نے چار ہزار یا اس سے کچھ زاید احادیث کو اپنی صحیح میں درج کیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر محدث نے ایک مقصد کے تحت احادیث کو جمع کیا ہے یہ نہیں کہ کل صحیح احادیث جمع کر دی جائیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ دعوی کرتے کہ ہماری تصنیف کے سوا کل حدیثیں موضوع یا ضعیف ہیں۔ لہذا ہر بات پر صحاح ستہ کی حدیث کا طلب کرنا درست نہیں۔

حضرت کعب بن زبیر ﷛ کو ان کے قصیدہ ''بانت سعاد'' پر چادر مبارک عنایت ہوئی۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے یہ چادر دس ہزار درہم میں خریدنی چاہی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ حضرت کے انتقال کے بعد حضرت معاویہؓ نے ان کے ورثاء سے وہ چادر بیس ہزار درہم میں خریدی۔

اس روایت سے حضرت مؤلف علیہ الرحمہ نے پانچ باتوں پر استدلال کیا ہے:۔

۱ ایسا نعتیہ قصیدہ لکھنا جسکے اشعار میں تمہید وگریز ہو۔

۲ معشوقہ جمیلہ اجنبیہ کا ذکر اور اپنی شیفتگی کا حال بیان کرنا۔ ابن فارضؔ، حافظؔ، جامیؔ وغیرہ نے اس کا اتباع کیا ہے۔

۳ شاعر کو از قسم لباس عطا کرنا۔

۴ لباس کو تبرک سمجھنا' باوجود اس کے کہ وہ جزو بدن نہو۔

۵ حصول تبرکات میں رغبت اور مال خرچ کرنا اور اس کو اسراف نہ سمجھنا۔

نعتیہ اشعار کو سنکر آنحضرت ﷺ خوشی ومسرت کا اظہار کرنے کے بارے میں حضرت نابغہ جعدیؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے واقعات درج کئے ہیں کہ آپ نے ان دونوں کو دعا دی کہ اللہ تمہارا منہ سلامت رکھے ''لَا یَفْضُضُ اللّٰہُ فَاکَ''۔ جسکی شرح دانت کے نہ گرنے سے کی گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت نابغہ کی عمر سو برس اور ایک دوسرے قول کے مطابق دوسو تیس برس کی ہوئی اسوقت بھی ان کے دانت صحیح وسالم اور اولوں کی مانند سفید تھے اور اگر کوئی دانت گرتا تو

اسکی جگہ دوسرا دانت نکل آتا۔

ساتویں تدریس میں حضرت مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''ہے درود پاک ہی ذکر شہ عالی مقام'' اس کی شرح لکھنے سے پہلے راقم سطور سامعین کی توجہ شان خلت اور شان محبوبیت کے امتیاز کی طرف مبذول کراتا ہے۔ یعنی خلیل اللہ نے اپنے ذکر خیر کو آنے والی نسلوں میں قائم رکھنے کی دعا کی ''وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِیْ الْاٰخِرِیْنَ''۔ لیکن محبوب کبریا سید الانبیاء کو مژدہ سنایا گیا ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ''، خلیل نے جس چیز کی طلب اور درخواست کی وہ حبیب کو بلا طلب وخواہش عطا ہوئی۔

حضرت مولف فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے رفع ذکر کا مژدہ سنا کر ذکر کے بلند کرنے کے ذرائع بھی قائم کردئے جسمیں درود شریف کو اولیت وفوقیت حاصل ہے۔ درود کے پڑھنے کا امر اس خوبی کے ساتھ فرمایا کہ میں خود اس میں مشغول ہوں اور تمام ملائکہ بھی، اے اہل ایمان تم کو بھی چاہئے کہ اس کام میں مصروف رہو۔ اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جس کام میں اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ مشغول ہیں اس کام میں مومنین کو بطریق اولی مشغول ہونا چاہئے نہ یہ کہ ایک دوبار پر اکتفا کرلیا جائے۔ امتی آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے عظیم احسانات کو کیونکر فراموش کرسکتا ہے۔

مولف نے یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ درود شریف کے لئے وہ نام سرفراز ہوا جو خاص معبود حقیقی کی عبادت کا ہے یعنی صلوۃ حق تعالی کے ارشاد ''اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ'' جب میرا ذکر ہو تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہو۔ اس تلازم طرفین سے نکتہ سنجان ورمز شناس آیت شریفہ ''مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی'' کے معنی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ایسا امر وجدانی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

آگے چل کر معجم طبرانی سے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے مروی وہ حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور فرمایا کہ جو بھی امتی آپ پر درود پڑھتا ہے حق تعالی اسکے عوض دس نیکیاں لکھتے ہیں۔ دس گناہ محو کرتا اور دس درجے بلند کرتا ہے نیز ایک فرشتہ آپ کی ولادت سے قیامت تک اس غرض کے لئے متعین ہے کہ درود پڑھنے والے امتی کے جواب میں ''وانت صلی اللہ علیہ'' کہے یہ حدیث بیان کرکے مولف وضاحت کرتے ہیں کہ درود شریف کا حکم شعبان دو ہجری میں نازل ہوا اور حکم نازل ہونے سے ایک فرشتہ اس کام پر متعین کردیا گیا۔ اس سے اہتمام درود شریف ظاہر ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکم سے پہلے درود شریف پڑھنے والے موجود ہوں گے۔

اس کے بعد مولف علیہ الرحمہ فہم حدیث کے بارے میں ایک اہم بات بیان فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے مضمون میں استبعاد عقلی معلوم ہو تو نجات اسی میں ہے کہ خدائے تعالی کی قدرت پر ایمان لاؤ کیونکہ آدمی جو صفت اپنی جنس یا محسوسات میں نہیں پاتا اس کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ اور جب سمجھ کام نہیں کرتی تو انکار پیدا ہوتا ہے اور یہ انکار کبھی کفر تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

داند آنکو بخت و محرم است
زیرکی زابلیس وعشق از آدم است
زیرکی بفروش، وحیرانی بخر
زیرکی ظنست وحیرانی نظر

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ
حسبی اللہ گو و اللہ ہم کفی

درود شریف کے مختلف پہلوؤں پر جیسے لفظ صلوۃ کے معنی اللہ اور فرشتوں اور اہل ایمان کی نسبت سے کیا ہیں اور درود شریف پڑھنے کا حکم کہ وہ فرض ہے واجب اور مستحب ہے اور اس کے اوقات اور ایمان کے کم و زیادہ اور سماع موتی کے بارے میں نہایت نفیس اور دقیق علمی بحث کی گئی ہے۔ یہ بحث صفحہ ۵۵ سے صفحہ ۱۷۵ تک پھیلی ہوئی ہے۔ قیام بوقت سلام کے مسئلہ پر بھی علماء کے موافق اور مخالف اقوال نقل کر کے محاکمہ کیا ہے۔

صفحہ ۲۱۹ پر آیت شریفہ ''لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا '' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو آپس میں ایک دوسرے کیطرح یا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا اور خود بھی سوائے چند ایک مقامات کے صفات کمالیہ ''یاایھا الرسول'' اور ''یا ایھا النبی'' سے خطاب فرمایا۔

یا آدم است باپدر انبیا خطاب
یا ایھا النبی خطاب محمدی است

اس کا مقصد جناب رسالت مآب ﷺ کی عظمت، شرف، تعظیم و توقیر کے ظاہر کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ صفحہ ۲۱۰ پر فضیلت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زیر عنوان آیت قرآنی ''لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ '' پر مفصل کلام کیا ہے۔ تفسیری نکات اور نزول اور آیت کے بعد جاں نثار صحابہ کے روح پرور واقعات بیان کئے ہیں، جو رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی بیمثال محبت، تعظیم اور ادب پر شاہد ہیں۔

راقم سطور کا ذہن آیت مذکورہ سے ایک اور فہم کی طرف منتقل ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے رفع صوت برصوت نبی کی سزا ''اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ '' فرمائی ہے اور ٹھیک یہی سزا مرتکب شرک کی بھی قرار دی ہے یعنی ''وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ '' اس موازنہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی آواز پر آواز بلند کرنا خدائے تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے برابر ہے۔ ''وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ '' والا انجام شاید ہی کسی اور فعل پر مرتب کیا گیا ہے۔ اللہ اکبر نیز رسول اللہ ﷺ کے ادب کو قلب کے تقویٰ کی جانچ و پرکھ کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى '' یہی وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے اعضاء و جوارح کے نہیں بلکہ قلوب کے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے اور ان ہی کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی ہے۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ

حضرت مولف نے صفحہ ۲۴۱ پر آداب صحابہ کے عنوان سے عشرہ مبشرہ کے ادب کے واقعات کے ساتھ ساتھ ائمہ دین کے واقعات بھی بیان کئے ہیں۔ یہ مضمون صفحہ ۲۶۴ پر ختم ہوتا ہے اس کے بعد مسئلہ توسل پر مدلل بحث کی ہے اور آخر میں وہابیان نجد کے فتنہ اور دین میں ان کی رخنہ اندازی کی تفصیل لکھی ہے۔

مولف نے یہ کتاب آج سے سوسال پہلے ۱۳۲۳ھ میں تالیف کی تھی جبکہ خال خال لوگ ہی فتنہ سے متاثر تھے ان کی فراست مومنانہ نے جو نورِ الٰہی سے منور تھی (اور کیوں نہ ہوتی کہ وہ انوارُ اللہ ہیں) اس فتنہ کے عالم گیر ہونے کو دیکھ لیا تھا اور آج امت کا سواد اعظم اس کی لپیٹ میں ہے۔ آج توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ توہین

رسول نہ کی جائے۔العیاذ باللہ یہ توحیدایمانی نہیں بلکہ توحیدِ شیطانی ہے۔

حضرت مولانا الیاس برنی علیہ الرحمہ ۱۹۳۳ء میں حج و زیارت سے مشرف ہونے کے لئے حرمین شریفین پہنچے۔ وہ اپنے سفر نامہ ''صراط الحمید'' میں لکھتے ہیں کہ منتخب افراد کوسعودی عرب کے شاہ نے اپنے دربار میں بلایا تھا۔اس محفل میں شاہ کے آنے پر قصیدہ خوانی اورتوحید پرتقریر ہوئی۔ مجھے بھی موقعہ ملاتو میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ توحید کا دہرانا چنداں کارگرنہیں۔ رسالت کے اعلان اور وضاحت کی ضرورت ہے۔اس کے بعداس ایمانی توحید کا دہرانا جورسالت کے طفیل میں حاصل ہوتی ہے، جو اسلام کے باہر میسرنہیں آسکتی وہی مطلوب ہیں۔ رسالت میں ہرکوئی سنت پر زور دیتا ہے اور زور دینا بجاہے اس لئے کہ قرآن میں اتباع کی تاکید ہے لیکن بہت سے اس راز سے بے خبر ہیں کہ محبت اور تعظیم اتباع کی جان ہیں۔انہی دونوں کے صحیح امتزاج سے حقیقی اتباع پیدا ہوتی ہے۔ محبت میں قوت ہے اور تعظیم میں اعتدال جس اتباع کی بنیاد محبت اور تعظیم پرنہووہ محض ایک رسمی تقلید ہے، اتباع نہیں اور نہ اتباع کی خیر و برکت ہے۔اتباع کے واسطہ محبت و تعظیم کس درجہ لازم ہے اہل علم اسکی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں توحید کے پہلو رحمۃ للعالمین کی محبت و تعظیم کی جوتعلیم ہے وہ دنیا میں بے نظیر ہے کہ عبدیت میں انتہائی محبوبیت ورفعت موجود ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باونرسیدی تمام بولہبیست

☆☆☆

تعارف کتاب: جانشین خواجگان

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی نے ''خانقاہی مدارس میں نظام و نصاب تعلیم'' کے تحت عہد وسطیٰ کے ہندوستان کا ایک تاریخی جائزہ لیتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

''صوفیاء نے دکن میں مدارس قائم کئے اورتعلیم وترقی کی تحریک شروع کی آج جوگلبرگہ میں ہمیں میڈیکل کالج اورانجینئرنگ کالج دیکھنےکومل رہے ہیں یہ افتخار ہندوستان کے کسی اورشہر کو حاصل نہ ہوسکا۔گلبرگہ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ محمد الحسینی کے تعلیمی کارناموں سے متاثر ہوکر حکومت ہند نے صدر جمہوریہ ہند کے ہاتھوں ۳رجون ۲۰۰۴ء ''پدم شری'' کے اعزاز سے نوازا۔وہ اس اعزاز کو حاصل کرنے دہلی آئے......''

تعلیم و تعلم، درس و تدریس سے حضرت سجادہ نشین کو والہانہ عشق تھا چنانچہ برسوں پہلے آپ نے ایک خطبہ میں ارشادفرمایا تھا۔

''میرے لئے نہ صرف بندہ نوازی ہونا باعث فخر ہے بلکہ علمی خدمت کو جاری رکھنا زیادہ سے زیادہ ہاتھ بٹانا اور علمی درسگاہ کوفروغ دینا اپنی زندگی کا اولین مقصد ہے۔ (مجلّہ اعتراف خدمات اکتوبر ۲۰۰۲ء)''

یہ بات راقم الحروف کے لئے باعث صد سعادت ہے کہ ۶۰۰ سالہ عرس حضرت خواجہ گیسودرازؒ کی ایک سالہ طویل تقاریب کے کامیاب انصرام و انعقاد کے لئے تشکیل دی گئی چالیس رکنی استقبالیہ کمیٹی کا احقر کورکن نامزدفرمایا اورتصانیف وآثار بندہ نوازؒ کی نمائش کا کنویز بھی مقرر کیااوراب اس صحیفۂ عقیدت کومرتب وپیش کرنے اعزاز حاصل ہورہا ہے۔اس سعادت کے لئے احقر شیخ طریقت حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی صاحب قبلہ کے حسن توسط سے حضرت فضیلت مآب ڈاکٹر سید شاہ خسرو حسینی مدظلہ سجادہ نشین' کا شکرگذار ہے کہ اس سوغات عقیدت ومحبت کو پیش کرنے کا حوصلہ بخشا۔ قارئین کرام اس سے فائدہ اٹھائیں تودعائے نیک میں ضروریادفرمائیں۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف انوار احمدی کی تلخیص و تسہیل

رئیس القلم حضرت مولانا ارشدالقادری ؒ، (ناظم جامعہ حضرت نظام الدین، نئی دہلی)

قارئین کرام:

حضرت مولانا ارشد القادریؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں علمی وقلمی دنیا میں آپ ''رئیس القلم'' سے یاد کئے جاتے ہیں، زلزلہ اور زیر و زبر آپ کی شاہ کار تصانیف شمار کی جاتی ہیں آج سے تقریبا 20 سال پہلے آپ میلاد کمیٹی حیدرآباد کی دعوت پر خطاب کیلئے تشریف لائے تھے، اس وقت احقر کو رئیس القلم سے ملاقات، قریب سے دیکھنے اور تفصیلی گفت وشنید کا موقع ملا تھا اسی دوران جامعہ نظامیہ کے اساتذہ کرام کی دعوت پر آپ وہاں تشریف لائے اور اس کی زیارت کا شرف حاصل فرمایا۔ جیسا کہ خود مولانا ارشد القادریؒ، انوار احمدی کی تلخیص و تسہیل (طبع اول 1989ء) کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حیدرآباد کا ایک مبارک سفر

''آج سے تقریباً آٹھ نو سال پہلے مکہ مسجد (حیدرآباد) میں شہر کی مختلف تنظیموں کی طرف سے ایک پنج روزہ تبلیغی پروگرام رکھا گیا تھا۔ جس میں ملک کے مختلف مشاہیر علمائے اہل سنت کے ساتھ دو دن کے لئے میں بھی مدعو تھا۔ اجلاس میں عاشقان رسول کا بے پناہ اژدہام اور ان کا مذہبی جوش وخروش دیکھ کر میری مسرتوں کی کوئی انتہا نہیں تھی''۔ کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں: اجلاس سے فراغت کے بعد کئی دن حیدرآباد میں قیام کرنے کا موقعہ ملا۔ ان ہی ایام میں جنوبی ہند کی مشہور درس گاہ جامعہ نظامیہ کے اساتذہ کی دعوت پر اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ کی پرشکوہ عمارتیں اس کا حسن انتظام دیکھ کر بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ ایک بلند پایہ تعلیمی مرکز کو جن خوبیوں سے آراستہ ہونا چاہئے وہ ساری خوبیاں دامن کو کھینچتی تھیں کہ ہمیں دیکھو۔

جامعہ نظامیہ اپنے عظیم المرتبت بانی شیخ الاسلام مولانا حافظ شاہ انوار اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی نسبت سے ایک باوقار دارالعلوم اور ایک عظیم مرکز علم وفن کی حیثیت سے سارے اقطار ہند میں جانا پہچانا جاتا ہے۔

جامعہ میں حاضری کے موقعہ پر وہاں کے اساتذہ نے ازراہ علمی قدردانی حضرت شیخ الاسلامؒ کی چند گرانقدر تصنیفات بھی مجھے عنایت فرمائیں۔ جن میں مقاصد الاسلام اور انوار احمدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں''۔

انوار احمدی کا مطالعہ کر کے میں حضرت فاضل مصنف کے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ، ذہنی استحضار، قوت تحقیق، ذہانت ونکتہ رسی اور بالخصوص ان کے جذبہ حبِّ رسول اور حمایتِ مذہب اہلِ سنت کی قابلِ قدر خصوصیات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔

کتاب کی خصوصیات

اس عنوان کے تحت مولانا اعتراف حقیقت کے گوہر لٹاتے

ہوئے رقمطراز ہیں۔

''یہ گراں قدر کتاب فضائل رسول اور اختلافی مسائل پر اس درجہ اطمینان بخش معلومات فراہم کرتی ہے کہ اسے ایک بار پڑھ لینے کے بعد کوئی بھی انصاف پسند آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی بات بھی بغیر دلیل کے نہیں کہی گئی ہے۔ خاص طور پر جو نتائج سپرد قلم فرمائے ہیں وہ بالکل نشتر کی طرح دلوں میں چبھ جاتے ہیں اور ان میں اتنی معقولیت ہوتی ہے کہ دل کے انکار کے باوجود دماغ کو ایمان لانا پڑتا ہے۔

حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی تقریظ

اس کتاب کی ایک خصوصیت اور بھی ہے جو ساری خصوصیات پر حاوی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے اس کتاب کی سطر سطر اور حرف حرف کی تصدیق فرمائی ہے جو اردو اور عربی زبان میں کتاب کے شروع میں درج ہے حضرت مہاجر مکیؒ نے اختلافی مسائل پر اس کتاب کے جملہ مشتملات کی تصدیق کر کے ان لوگوں کے لئے قبول حق کا کام آسان کر دیا ہے جو انہیں اپنے بزرگوں کا بھی بزرگ مانتے ہیں۔ اس کتاب پر حضرت موصوف کی تقریظ اردو میں بھی ہے اور عربی میں بھی۔ اردو کی تقریظ کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

''ان دنوں ایک عجیب وغریب کتاب لا جواب مسمی بانوار احمدی مصنفہ حضرت علامہء زماں وفرید دوراں، عالم و فاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری و باطنی، عارف باللہ مولوی انوار اللہ حنفی و چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے گزری اور بلسانِ حق ترجمان مصنف علامہء، اول سے آخر تک سنی۔

اس کتاب کے ہر ہر مسئلے کی تحقیق محققانہ میں تائید ربانی پائی گئی کہ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی تائید کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔ (انوار احمدی)

اس تقریظ میں ''تحقیق محققانہ' تائید ربانی' امداد مذہب' اہل حق' اور دعوت حق'' کے گرانقدر الفاظ خاص طور پر محسوس کرنے کے قابل ہیں کہ یہ ایک ''مرشد روشن ضمیر'' کے الہامی کلمات ہیں۔ عربی زبان میں رقم کردہ تقریظ اگر چہ بہت مختصر ہے لیکن بیحد جامع اور نا قابل انکار حقائق پر مشتمل ہے۔ مصنف کی زبان سے کتاب کی سماعت کے بعد اپنے قلبی اثرات کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

وجدته موافقا للسنة السنية فسميته بالانوار الاحمدية وانماهذا مذهبي وعليه مدار مشربي يقبله رب المقبولين وجعله ذخيرة ليوم الدين.

(میں نے اس کتاب کو سنت کریمہ کے مطابق پایا اس لئے میں نے اس کتاب کا نام ''انوار احمدی'' رکھا اور یہی میرا مذہب ہے اور اس کے مشتملات پر ہی میرے مسلک و مشرب کا مدار ہے۔)

کتاب کے بارے میں چند معروضات

اس عنوان کے تحت مولانا ارشد القادری رقمطراز ہیں۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے فکر انگیز مضامین، اپنے ایمان افروز مواد اور پر نور حقائق کے اظہار میں اپنے جرأت مندانہ کردار کے لحاظ سے قطعاً اس لائق تھی کہ ہر مسلمان اس کے مطالعہ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اور عشق و ایمان کی حرارت سے اپنے دل کے احساسات کو گرم رکھنے کے لئے اسے حرز جاں بناتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور سخت افسوس ہوا کہ ان ساری خوبیوں کے باوجود اس کتاب کو وہ ہمہ گیر شہرت حاصل نہیں ہو سکی جس کی بجا طور پر وہ مستحق تھی''۔

اس کے آگے چند وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے تلخیص و تسہیل کے مقاصد تحریر فرماتے ہیں۔

تلخیص وتسہیل کے مقاصد

''ان ساری وجوہات کے باوجود کتاب کی علمی و دینی افادیت اپنی جگہ پر ہے اور سچ پوچھئے تو اسی افادیت کی کشش نے میرے اندر اس جذبہ شوق کی تحریک پیدا کی کہ میں اس کتاب کے حقائق و معارف اور اس کے مفاہیم ومعانی کو آج کی زبان میں منتقل کروں۔ اوراس کے پھیلے ہوئے مباحث کو سمیٹ کر اتنا مختصر اور سہل کردوں کہ عامۃ المسلمین بھی اس سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ اس طرح جنوبی ہند کے افق سے چمکنے والی روشنی مشرق ومغرب کے آفاق پر سپیدۂ سحر بن کرنمودار ہو، اور شمال وجنوب کے علماء اہل سنت کے درمیان اجنبیت کی وہ دیوارٹوٹ کرگر جائے جوکہ ایک عرصہ دراز سے حائل ہے اور مسلک حق کی حمایت میں جنوبی ہند کی ایک بے مثال علمی شخصیت کے مجاہدانہ کردار سے ہندوپاک کی ساری سنی دنیاواقف ہوجائے''۔

آگے حسن التفات کے ساتھ توقعات سے پر امید ہو کر والہانہ جذبہ کو دعوت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''میرے یہ پاکیزہ مقاصدا پنے اندراہل حق کے لئے کوئی کشش رکھتے ہوں تو مجھے امید ہے کہ حسن التفات کے ساتھ میری ان حقیر کوششوں کا خیر مقدم کیا جائے گا خصوصیت کے ساتھ میں جنوبی ہند کے اہلِ سنن سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ہی گھر کے ایک گنج گراں مایہ کو ہر طالب حق کے دامن تک پہنچانے کے لئے اس والہانہ جذبہ سے کام لیں گے جوحق کے علمبرداروں کا شیوہ ہے تا کہ منصب رسالت کے احترام کی بنیاد پر جنوب وشمال کے درمیان آواز کی ہم آہنگی کا ایک نیادور شروع ہو۔

جلالتِ شانِ مصطفے کے رنگارنگ جلوے

مولانا ارشدالقادری صفحہ 56 پرتحریر کرتے ہیں۔

''اس عنوان کے ذیل میں حضرت مصنف کے قلم کی روانی چشمہ کوثر کی لہراتی ہوئی موج بن گئی ہے۔ کہیں کہیں تو جذبہ عقیدت کے تلاطم کی ایسی والہانہ کیفیت پیدا ہوگئی ہے کہ جی چاہنے لگتا ہے کہ نوک قلم کو آنکھوں سے لگالیں، ہونٹوں سے چومیں اور دل میں اتارلیں۔ مومنین کے قلوب کوسرور میں ڈبودینے والی ایسی مرصع عبارتیں کہ والہانہ محبت کا نور سطرسطر سے ٹپک رہاہےاورحقائق ومعانی کی قدر و قیمت کا کیا پوچھنا کہ عشق واخلاص کی خوشبو سے الفاظ کے دامن تک مہک اٹھے ہیں۔ حضرت مصنف کے احساسات کے آئینے میں ایمان کا نقطہ عروج دیکھنے کے قابل ہے۔''

پچھلے اوراق میں بیان کردہ احادیث طیبات کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت مصنف رقم طراز ہیں۔

''ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جوقدر و منزلت اور جو خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اس کا کچھ حساب وشمار نہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ منشا اور سبب اس کا کیا ہے؟ اگرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی تھے تو اتنا کافی تھا کہ مثل دوسرے رسول کے بعد ادا کرنے فرض منصبی یعنی تبلیغ رسالت کے مستحق تحسین ہوتے لیکن اس کے کیا معنی کہ ہنوز عالم ہستی کا نام تک کسی کی زبان پرنہیں آیا تھا کہ لسان غیب سے آپ کی عظمت ونام آوری کے چرچے ہونے لگے''۔

درود وسلام کی نورانی بحث

شیخ الاسلام کی بارگاہِ ذی وقار میں عشق و وفا کی سوغات نذر

کرتے ہوئے مولانا ارشد القادری تحریر کرتے ہیں۔

''اس عنوان کے تحت مصنف نے صفحۂ قرطاس پر علم و حکمت اور عشق و عرفان کے ایسے قیمتی جواہرات بکھیرے ہیں کہ ان کی جگمگاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں۔ درود سلام بارگاہ رسالت میں تقرب کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے اس لئے مصنف کتاب نے اس بحث کو علمی نوادرات اور عقیدہ و اخلاص کے محرکات سے اتنا آراستہ کیا ہے کہ اس کے بے لاگ مطالعہ کے بعد دلوں کو والہانہ محبت کی وارفتگی سے بچا لینا مشکل ہے الا آنکہ کسی کے دل ہی پر سیہ بختی کی مہر لگ گئی ہو۔ حضرت مصنف نے درود و سلام کے سلسلے میں بحث کے اتنے نئے نئے گوشے پیدا کئے کہ ان کے ذہنی تجسس اور فکر کی نکتہ آفرینی پر حیرت ہوتی ہے۔''

درود شریف کے فوائد و برکات اور فضائل و مناقب پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت رقمطراز ہیں۔

درود شریف کی برکت سے فقر تنگدستی دور ہوتی ہے، پردۂ غیب سے رزق کے بہت سے دروازے کھلتے ہیں۔ درود شریف کا ورد رکھنے والا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ درود و سلام ایک مرشد کی طرح قلوب کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ورد رکھنے والے کو گناہوں کی آلودگی اور نفس کی شرارت سے محفوظ رکھتا ہے۔

فاضل مصنف کی ایک ایمان افروز عبارت

قیام تعظیمی کے ثبوت میں یہ ساری حدیثیں پیش کرنے کے بعد حضرت مصنف نتیجے کے طور پر تحریر فرماتے ہیں۔

''اس تقریر سے کئی قیام شرعاً ثابت ہوگئے۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتے وقت کھڑے رہنے میں تشبیہ بالعبادۃ ہے اور وہ جائز نہیں۔ بلکہ جب جنازہ وغیرہ کے واسطے عموماً قیام ضروری ہوا تو نبی پاک کے لئے بطریق اولیٰ ضرور ہوگا''۔

قرآن میں منصب رسالت کی تعظیم کا حکم

فکر انگیز اور بصیرت افروز دلائل کے ساتھ قیام تعظیمی کے جواز کی بحث مکمل کر لینے کے بعد فاضل مصنف نے رسالت کی تعظیم و ادب کے موضوع پر عشق و عقیدت اور ایمان و عرفان کے جو گل بوٹے کھلائے ہیں ان کی خوشبو سے اپنی مشام جان کو معطر کیجئے۔

عام صحابہ کا شیوہ ادب

حضرت شیخ الاسلامؒ کے اسلوب نگارش، انشاء پردازی، ادبی و فنی خوبیوں کو دل کی اتھاہ گہرائی سے خراج فکر و نظر پیش کرتے ہوئے علامہؒ رقم کرتے ہیں۔

''صحابہ کرام کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسی والہانہ عقیدت و محبت تھی اس کے ثبوت میں مصنف کتاب نے کفار قریش کے ایک نمائندے کی زبانی جو ولولہ انگیز شہادت پیش کی ہے، وہ اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور جذبہ شوق کی امنگوں کیلئے ایک نوید جانفزا ہے''۔

راویانِ حدیث بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صنا دید قریش نے عروہ نام کے ایک جہاندیدہ شخص کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر وادی حدیبیہ میں بھیجا۔ اس نے ہر رخ سے حضور کے لشکر کا جائزہ لیا، قدم قدم پر صحابہ کرام کی جاں نثاری اور والہانہ جذبہ وارفتگی کے بھی اس نے مناظر دیکھے۔ جب وہ واپس لوٹ کر مکہ گیا تو صنا دیدِ قریش کے سامنے جن الفاظ میں اس نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس نے کہا:

''اے میری قوم! قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ قیصر و کسریٰ جیسے سطوت و جبروت والے سلاطین کی پیش گاہوں میں بھی گیا ہوں لیکن جس والہانہ محبت کے ساتھ محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں اس کی مثال میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ اپنی ناک صاف کرتے ہیں تو ان کے اصحاب اسے اپنی ہتھیلیوں پر لے لیتے ہیں اور اپنے جسم اور منہ پر ملتے ہیں اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لئے ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت کرتا ہے اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اعضائے وضو سے جو پانی ٹپکتا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے صحابہ اس طرح ایک دوسرے پر گرتے ہیں کہ جیسے جنگ وجدال کی نوبت آجائے گی۔ اور صحابہ کے دلوں پر محمد (ﷺ) کی ایسی ہیبت چھائی رہتی ہے کہ کوئی آنکھ بھر کر انہیں نہیں دیکھ سکتا''۔

پوری کتاب کی تلخیص و تسہیل میں مولانا نے جس رنگ میں حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت اور آپ کے ادبی اسلوب کو خراج عقیدت پیش کیا ہے گویا اس کے وہ موجد بھی تھے اور خاتم بھی الغرض آخر میں مولانا کے پیش لفظ کے دعائیہ کلمات پر ہی اس مختصر سے جائزہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

''میں صمیم قلب کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ نئی ترتیب و تہذیب کے ساتھ اس کتاب مستطاب کی اشاعت سے میرا جو دینی مدعا ہے خدائے قدیر اسے پورا فرمائے اور میری اس خدمت کو قبول کرے، اور حضرت شیخ کی اس گرانمایہ کتاب کے ذریعہ ان لوگوں پر اپنی ہدایت و توفیق کا دروازہ کھولے جو فکری گمراہیوں میں مبتلا ہیں''۔

☆☆☆

تلخیص و تسہیل کے اقتباسات

✪✪ انوار احمدی کا مطالعہ کر کے میں حضرت فاضل مصنف کے تجرِ علمی، وسعتِ مطالعہ، ذہنی استحضار، قوتِ تحقیق، ذہانت و نکتہ رسی اور بالخصوص ان کے جذبہ حبِّ رسول اور حمایتِ مذہبِ اہلِ سنت کی قابل قدر خصوصیات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔

✪✪ جی چاہنے لگتا ہے کہ نوکِ قلم کو آنکھوں سے لگالیں، ہونٹوں سے چومیں اور دل میں اتارلیں۔

✪✪ حضرت مصنف نے علم و حکمت، عشق و عرفان کے ایسے قیمتی جواہرات بکھیرے ہیں کہ ان کی جگمگاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں۔

✪✪ بحث کے اتنے نئے گوشے پیدا کئے ہیں کہ ان کے ذہنی تجسس اور فکر کی نکتہ آفرینی پر حیرت ہوتی ہے۔

✪✪ حضرت مصنف کے قلم کی روانی چشمہء کوثر کی لہراتی ہوئی موج بن گئی ہے۔

✪✪ حضرت مہاجر مکیؒ نے کتاب کے جملہ مشملات کی تصدیق کر کے قبول حق کا کام آسان کر دیا ہے۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف لطیف الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

مطالعہ و جائزہ: ڈاکٹر شاہد علی عباسی، شعبہ اسلامیات، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

ا۔ تمہید:

حدیث، رسول صلی اللہ علیہ وسلم صدرِ اول سے ایک حساس موضوع رہی ہے صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ نے قرآنی نصوص کی صراحتوں اور جناب رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (روحی وابی فداہ) کی دین وشریعت میں مرکزی حیثیت ہونے کے باعث حدیث وسنت کو ہمیشہ اہم سمجھا اور احکام کی تفسیر وتفصیل، تعمیم وتقیید اور توضیح وتبیین کے لیے حدیث کو بنیاد مانا پھر مشیت الٰہی سے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ کتاب اللہ اور احکام دینیہ میں ومراد شارع جاننے میں قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فیصل ہونے کے سبب مختلف افراد نے سازش، جہالت، بے احتیاطی، سہل انگاری، (قومی، لسانی، قبائلی، فقہی، کلامی) تعصب، سیاسی ودنیوی مفاد وغیرہ کے تحت حدیث رسولؐ کو مشکوک بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا کیا جس کا مثبت نتیجہ حدیث اور علوم حدیث کی تدوین وتحقیق وتنقیح کی شکل میں سامنے آیا، الحمد للہ علی ذلک. ان ہی علوم میں معرفت وضع حدیث نے ایک مہتم بالشان حیثیت حاصل کرلی رفتہ رفتہ

کتاب الاباطیل للجوزفانیؒ

کتاب الموضوعات والعلل المتناهية فی الأحاديث الواهية كلاهما لأبی الفرج عبدالرحمن ابن الجوزیؒ

المغنی عن الحفظ والكتاب لعمربن بدر الموصلیؒ

تذكرة الموضوعات. لمحمد بن طاهر المقدسیؒ

الدر الملتقط فی تبيين الغلط لحسن بن محمد الصنعانی

التعقبات علی الموضوعات ذيل الموضوعات

اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة كلها لجلال الدين السيوطیؒ

الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة

الهبات السنيات فی تبيين الأحاديث الموضوعة المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع كلها لملاعلی القاریؒ

تذكرة الموضوعات وقانون الموضوعات لمحمدبن طاهر الفتنیؒ

تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لابن عراقؒ

الفوائد المجموعة فی الأحاديث الموضوعة لمحمدبن علی الشوكانیؒ

الفوائد الموضوعة فی الأحاديث الموضوعة للكرمیؒ

اللؤلؤ المرصوع فيما لاأصل له أوبأ صله موضوع لمحمدبن أبی المحاسن القاوقجی الحسنی

اور الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة لعبد الحی فرنگی

محلی سامنے آئیں ان محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں جن احادیث کو اپنی دانست میں بے اصل یا موضوع (هو الكذب المختلق المصنوع وهو شرا لضعيف واقبحه وتحرم روايته مع العلم به اى بوضعه فى اى معنى كان سواء الاحكام والقصص والترغيب وغيرها ارامبيناً كماقال السيوطى فى تدريب الراوى ج ا ص ۲۷۴) سمجھا جمع کیا ان میں مختلف وجوہ سے کتاب الموضوعات لأبی الفرج ابن الجوزیؒ کو غیر معمولی شہرت ملی حالانکہ علامہ ابن الجوزی نے وضعیت کا حکم لگانے میں کماحقہ احتیاط نہیں برتی فذكر كيثرا ممالا دليل على وضعه بل هو ضعيف كما قا ل النووى فى التقريب ج ا ص ۲۷۸ بل وفيه الحسن والصحيح (کماافادالسیوطی فی التدریب ج اص ۲۷۸)۔

بل ربما ادرج فيها الحسن والصحيح مماهو فى احد الصحيحين فضلاً عن غيرهما ، وهو مع اصابته فى اكثر ماعنده منكر ينشأ عنه غاية الضرر من ظن ماليس بموضوع، بل هو صحيح موضوعاً مماقد يقلده فيه العارف تحسيناً للظن به حيث لم يحث فضلاً عن غيره ......ولذا كان الحكم من المتأخرين عسراًجداً (کما قال السخاوی فی فتح المغیث ج اص ۲۷۶.۲۷۷)

اس تشدد فی الجرح وتساھل فی الحکم بالضعف والوضع کی وجہ سے علامہ ابن الجوزیؒ پر محققین برابر تنقید کرتے رہے مگر جب علامہ رضی الدین حسن صنعانیؒ، علامہ تقی الدین ابن تیمیہؒ، علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ اور علامہ محمد بن علی شوکانیؒ نے الگ الگ انداز میں تقریباً یہی روش اپنائی تو انصاف پسند معتدل مزاج علماء مضطرب ہوگئے کہ کہیں یہ شدت پسندی کوئی اور گل نہ کھلا بیٹھے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ انوار اللہ فاروقی قدس اللہ سرہ ان ہی میں سے ایک ممتاز عالم تھے جنہوں نے اس شدت پسندی کے سیلاب کو روکنے ہی کی غرض سے قلم اٹھایا اور وضعیت حدیث پر ایک محققانہ پُر مغز بحث سپرد تحریر کی یہ بحث اصلاً حافظ انوار اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی مشہور تصنیف ''انوار احمدی'' کا ایک جزو تھی لیکن اپنے مخدوم ومطاع، شیخ الکل، حضرت مولانا شاہ امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی قدس اللہ سرہٗ کے حکم پر

''الكلام المرفوع فيمايتعلق بالحديث الموضوع''

کے نام سے علیحدہ اشاعت کا انتظام فرمایا چنانچہ طابع اول ڈپٹی محمد عبد الرحیم صاحب نے مطبع ہاشمی (میرٹھ) سے اسے بہ تعداد کثیر طبع فرمایا بعد ازاں حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے اس پر نظر ثانی کی اور رفع اغلاط کے علاوہ مطالب ضروریہ کا اضافہ فرمایا مگر طبع ثانی سے پہلے ہی آپ واصل بجوار رحمت حق ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، صدر الصدور مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانیؒ کی ایماء پر مجلس اشاعت العلوم نے مطبع شمس الاسلام (حیدرآباد) سے سنہ ۱۳۴۱ھ میں اسے شائع فرمایا اس وقت یہی نسخہ اس ناچیز کے سامنے موجود ہے اس میں بشمول فہرست واغلاط نامہ کل ۱۱۵ صفحات میں فہرست مضامین ۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اغلاط نامہ میں ۱۳ غلطی ہائے کتابت تصحیح کی گئی ہے کاغذ قدامت کے سبب اتنا بوسیدہ ہوگیا ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی بھی برداشت نہیں کرپاتا۔ امتثالِ امر کی خاطر اپنی نالائقی کے باوصف اس ناچیز نے اس رسالہ کے متعلمانہ تعارف وتجزیہ کا ارادہ کیا ہے اس تجزیہ کی ہیئت کچھ اس طرح ہے حافظ صاحب علیہ الرحمہ کے اپنے الفاظ کو حتی الامکان برقرار رکھتے ہوئے الکلام المرفوع کے مضامین کی تلخیص، مرکزی موضوع کی تعیین، مأخذ کی فہرست، تصحیفات کی نشاندہی، مجموعی تبصرہ اور چند سوالات واشکالات کی جسارت۔

تلخیص رسالہ الکلام المرفوع:

زمانہ صحابہ کے بعد دوقسم کی ضرورتیں پیش ہوئیں ایک حفاظت الفاظ دوسرے فہم معنی اور رفع تعارض جو ظاہر احادیث وآیات میں معلوم ہوتا ہے جو علماء کہ امر اول کے متکفل ہوئے وہ محدثین ہیں اور امر ثانی کے متکفل فقہاء ہیں ضرورت کی وجہ یہ تھی کہ بے دین لوگوں نے حدیثیں بنانا شروع کر دیا تھا (ص۴۔۵)

محدثین نے جو قواعد جرح وتعدیل کے مقرر کیے ہیں مدار اونکا تجربہ اور وجدان پر ہے اسی وجہ اہلِ بدعت سے روایت لینے میں اختلاف ہے ابن سیرینؒ کے قول (کے مطابق) زمانہ تابعین میں اہل ہوا سے کسی فرقہ کی روایت نہیں لی جاتی تھی اور طاؤسؒ کا مذہب معلوم ہوتا ہے کہ کل اہلِ بدعت سے روایت درست ہے (ص۷۔۸)

یزید بن ہارون کا مذہب یہ ہے کہ سوائے روافض کے کل اہل بدعت سے روایت جائز ہے (ص۸)

امام مالکؒ شافعیؒ شریک، ابن مبارک کا اس پر اتفاق ہے (ص۹)

امام بخاریؒ نے بتقلید بعض اساتذہ کے روایت روافض کو جائز رکھا ہے (ص۹)

الحاصل...... جرح اور تعدیل کی بنا اجتہاد پر ہے اس سے واقع کا حال معلوم نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے ایک ہی حدیث کو بعض حسن کے قریب کر دیتے ہیں اور بعض موضوعات کے ساتھ ملا دیتے ہیں اگر کسی حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا ہو کہ جس کو محدثین نے وضاع اور کذاب کہا ہے اسکو بھی قطعاً موضوع نہیں کہتے چنانچہ...... امام نسائی کا قول جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے متروک ہونے پر نہ ہوجائے وہ متروک نہیں ہوسکتا (ص۱۷) بلکہ اگر خود راوی کہہ دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے تو اوس حدیث کو بھی قطعاً موضوع نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس میں بھی لازم آتا ہے کہ بعد اعتراف وضع کے اوس کے قول پر عمل کیا جائے اور یہ اگر چہ اس حدیث کے رد کرنے کے لیے کافی ہے لیکن قطعاً یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ حدیث نفس الامر میں موضوع ہو (ص۱۸۔۱۹)

یعنی محدثین کے کل حکم بحسب ظاہر ہیں نفس الامر میں نہیں پھر جب خود اگر اوسے واضع کی موضوعیت واقعی ثابت نہ ہو تو صرف قرائن سے کیونکر ثابت ہوسکے (ص۱۹)

اب ان قرائن کو دیکھنا چاہیے جو نفسِ حدیث میں ہوں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں رکاکت ہو جو شان فصاحت نبوی علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتسلیم سے بعید ہے اور یہ قرینہ بھی قطعی نہیں اس لیے کہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے پاس درست ہے، (ص۲)

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ معنی میں رکاکت ہوا سکے (اسکی) کئی صورتیں ہے ایک یہ کہ مخالف عقل کے ہو یہ بھی کلیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جس عقل کی مدح میں حدیث قوام المرء عقلہ...... وارد ہے وہ خود کیمیا (یعنی نادر الوجود) ہے اگر ایسی عقل سلیم نصیب نہوتو اس (ان) احادیث کو جو بظاہر خلاف عقل ہیں مگر اعتقاد سے مان لی گئیں مثل احادیث معراج وحشر وصراط وغیرہ کے اعتقاداً مان سکتے ہیں جبتک کہ خلاف عقیدہ اہل سنت وجماعت نہ ہو اور اگر بظاہر خلاف عقیدہ بھی مگر تاویل صحیح قبول کرسکتی ہے تو جب (تب) بھی قطعاً موضوع نہ ہوگی کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوا کرتی ہے (ص۲۰۔۲۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ خلاف نصوص قطعیہ، حدیث متواترہ یا اجماع وغیرہ کے ہوتو یہ بھی نفس الامر میں موضوع اسوقت سمجھی جائے گی جبکہ تاویل قبول نہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ باب تاویل وسیع ہے (ص۲۱)

حاصل ان دونوں قرینوں کا یہی ہے کہ مخالفت عقل ونصوص کی وجہ سے وہ موضوع ٹھہرائی جارہی ہے اور جب کسی وجہ سے وہ

مخالفت رفع ہوجائے تو اس حدیث کو موضوع کہنا بلاوجہ ہوگا ، اور ظاہر ہے کہ بلاوجہ کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا گناہ سے خالی نہیں کما ورد عن سیلمان قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من كذب على متعمدا فليتبوّا بيتافی النار ومن رد حديثاً بلغه عنى فأنا مخاصمه يوم القيمة وان ابلغكم عنى حديث فلم تعرفونه فقولوا الله اعلم طب كذا فی كنزالعمال .

تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے وہ یہ کہ تھوڑے کام کا زیادہ ثواب یا وعید سخت (ص۳۰)

مگر اس پر بھی قطعیت وضع کی معلوم نہیں ہوسکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار فضل الٰہی پر ہے (ص۳۱)

دیکھ لیجے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے، اور حدیث بطاقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (ص۳۱) پس معلوم ہوگیا کہ تھوڑے کام کا زیادہ ثواب مستبعد نہیں (ص۳۳) یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد واستدلال ایک قسم کے نہیں ہیں کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے (ص۴۱) سیوطیؒ نے نقل کیا کہ ابن جوزیؒ بڑے فاضل تھے ابن خلکانؒ نے وفیات الاعیان میں ان کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں علامہ اور امام وقت تھے (ص۴۱) حدیث کو موضوع قرار دینے سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث (یعنی حدیث صلوۃ التسبیح) صحیح سمجھی جائے تو لوگ اس پر اعتماد کر کے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں اسی طرح ابن تیمیہؒ نے زیارت نبی کریم ﷺ کی ممانعت میں اسقدر زور دیا کہ جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں ان سب کو موضوع قرار دیا اس خیال سے زیارت وتوسل واستغاثہ وغیرہ سے شرک لازم آتا ہے شیخ تقی الدین سبکیؒ نے اونکی رد میں شفاء السقام تصنیف کی ، اور ثابت کردیا کہ وہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے (ص۴۲) الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ بحسب مقتضی وشان طبیعت وغیرہ ایک صحیح غرض محدثین کے پیش نظر ہوتی ہے (ص۴۴)۔ جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کر کے جرح وتعدیل میں ان اقوال پر اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعیٰ ہوں (ص۴۵) ایسے موقع میں خوامخواہ بعض امور نظر سے فروگذاشت ہوجاتے ہیں ابن جوزیؒ نے موضوعات اور ضعاف جمع کرنے کی طرف توجہ کی اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعاف میں ایک کتاب لکھی جس کا نام علل متناهيه فی الاحاديث الواهيه ہے اور اسقدر جمع کیا کہ بعض بخاری ومسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور ضعاف میں داخل کردیا ، علی ہذاالقیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھتا ہے تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جتنے (جتنی) حدیثیں اپنے مفید مدعی ہوسکیں سب ذکر کردیے جائیں اگر کوئی اوس کی تردید کی طرف متوجہ ہو تو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے اسمیں یہ ضرور نہیں کہ اون دونوں کا مبنی نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر بمقتضائے طبع وہ مجبور ہے اور ممکن ہے کہ خطا بھی ہوجائے (ص۴۵۔۴۶)

اب رہے وہ قرائن جو خارجی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کسی نے اس کو روایت نہ کی ہو اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ کل حدیثیں تو محدثین کو پہونچی ہی نہیں، اور کل احادیث کا نہ پہونچنا یوں ثابت ہوسکتا جو آج تک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہنچے ہیں ...... آنحضرت ﷺ کے اقوال اگر دن رات میں دس گیارہ ہی فرض کے جائیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً ایک لاکھ ہوجاتے ہیں ...... پھر احادیث افعال وتقریر اور صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال اور

اخبار کتب ماضیہ وغیرہ امور جن پر کہ اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں (ص۴۷۔۴۹) قدما سے کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں، کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا اس لیے کہ یہ دعوی حیزّ امکان سے خارج ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے (عہد) خلافت میں اس کا ارادہ فرمایا تھا مگر مصلحت نہ جان کر ترک کر دیا (ص۴۹۔۵۰)

منجملہ اور مواقع کے ایک یہ بھی ہے کہ مصنفین کو ہر تصنیف میں ایک قسم کا التزام ہوا کرتا ہے جس کی تکمیل میں زیادہ مدت صرف ہوتی ہے اور دوسرے مقاصد کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آتی چنانچہ امام بخاریؒ نے جامع صحیح کی تصنیف کے وقت یہ التزام کیا تھا کہ جو ترجمۃ الباب لکھیں یا حدیث نقل کریں پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیتے چنانچہ اسی وجہ سے سولہ (۱۶) سال میں وہ کتاب ختم ہوئی (ص۵۲)

اور منجملہ اون مواقع کے جس کی وجہ سے کل حدیثیں محدثین کو نہیں پہونچیں ایک یہ کہ طبیعتوں میں اون حضرات کے احتیاط تھی۔ (ص۵۹)

بعض محدثین بہت سی روایتیں خوف سے بیان نہ کر سکے (ص۶۱)

اور تقلیل روایت ہونے کا یہ بھی ایک باعث ہوا جو علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایسی بات بیان نہ کرو جو لوگوں کے سمجھ میں نہ آوے اسلئے ہر ایک محدث کو اس کے خیال کے موافق جو جو حدیثیں ملیں ان کو روایت کیں (کیا) اور جو مخالف مشرب اور خیال کے پایا ان کے لینے میں توقف کیا (ص۶۱۔۶۲)

امام بخاریؒ نے آنحضرت ﷺ کی روایت (رؤیت) کے باب میں موقوف روایتیں ذکر کیں جس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے قیاس سے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس وجہ سے (کہ) حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لاتدرکہ الابصار﴾ ...... حالانکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں آنحضرت ﷺ کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بہ روایات صحابہ کبار ثابت کرتے ہیں (ص۶۳) چونکہ امام بخاریؒ کا اجتہاد صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کے موافق تھا اس لیے اونہوں نے وہی روایتیں ذکر کیں (ص۶۶)

الحاصل واقع میں حدیثیں تھیں اکثر مفقود ہو گئیں وجہ اوس کی یہ ہوئی کہ بنظر (من کذب علی متعمدا)

خود صحابہ ہی روایت کرنے میں احتیاط کرتے تھے، پھر اوسی زمانہ کے قریب میں بہت وضّاع اور کذّاب پیدا ہو گئے اور محدثین کو اکثر احتیاط کرنی پڑی پھر احتیاط کی نوبت یہاں تک پہونچی کہ ادنی بات پر بہت سی احادیث چھوڑ دی جاتی تھیں (ص۶۹)

اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے کے حدیثیں چھوڑ دیں (ص۷۰) اور اکثر اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے میں نہیں جانتا کہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں لوگ ایسے امور سے بچے ہوں سوائے انبیاء وصدیقین کے اگر چاہوں تو اس کے نظائر سے کئی جز بھر دوں (ص۷۰) اسی طرح بعضوں کو کسی جماعت خاص سے ایک قسم کی مخالفت ہوتی (ہے) چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے ''السعی المشکور'' میں لکھا ہے ذہبی کی عادت تھی جب کبھی صوفیہ واشاعرہ کا ذکر کرتے عیوب کے ساتھ کرتے (ص۷۱)

اسی طرح امام بخاریؒ کے ذہن میں یہ بات ثابت تھی کہ جنہوں نے قول وعمل کو ایمان میں داخل نہیں کیا ان کی روایت معتبر نہیں (ص۷۳) فتح الباری میں لکھا ہے کہ محدثین نے امام بخاریؒ سے روایت کے لینے کو ترک کر دیا تھا اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ کا عقیدہ تھا کہ (تلفظ بالقرآن مخلوق ہے) اور محدثین اس اعتقاد والوں کو

(لفظیہ) کہتے تھے جوایک شاخ فرقہ جہمیہ کی ہے(ص ۷۳)۔

امام بخاریؒ کوان لوگوں کے رد کرنے میں جنہوں نے (جو) آواز اورقرآن کی سیاہی اور ورقوں کوبھی غیر مخلوق کہنے لگے تھے ضرورت ہوئی کہ تلاوت اورنفس قرآن میں فرق بتلائیں حاصل یہ کہ واقع میں امام احمد بن حنبل، ذہبی وغیرہ محدثین اورامام بخاریؒ میں کوئی خلاف نہ تھا صرف قصورفہم یا اختلاف رائے کی وجہ سے دو جماعتیں قائم ہوگئیں تھیں،مسئلہ(کمی وزیادتی ایمان میں) محدثین اورابوحنیفہؒ کے مابین جو کچھ اختلاف تھا ظاہری او رجونزاع تھی لفظی ہے درحقیقت دونوں کا مطلب اورمنشاایک ہی تھا جس کے موافقت اورتطابق کوہم نے التبیان فی مسئلة الایمان میں ثابت کیاہے(ص ۷۹)اس مسئلہ میں جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے غورکیا کہ محدثین اوراکابرسلف کاعمل کوایمان میں داخل کرنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ کہیں عمل کوترک نہ کردیں اوراگرعمل جزبھی ہے تو کمال ایمان کا جز ہے اصل ایمان کا جزنہیں اس لئے امام صاحب نے تصریح کردی کہ نفس ایمان تصدیق کانام اورعمل اوراس کے جزہیں قرآن وحدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے(ص ۸۰)۔

بڑی افسوس اورسمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض مقلدین ائمہ حدیث کی شان میں اور غیر مقلدین فقہاے سلف کی نسبت جوبیبا کانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔

الحاصل ...... یہ اسباب ہوئے جس کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین (محدثین؟) تک نہ پہونچ سکیں اورموضوع ہونے کا ایک یہ بھی قرینہ ہے کہ نقادحدیث کے نزدیک وہ حدیث نہ پائی جائے، مگر یہ بھی قطعی قرینہ نہیں اس لئے کہ کسی کاروایت نہ کرنا تو جب معلوم ہو کہ تمام دنیا کے علماء کاعلم اورجمیع کتب احادیث کاحفظ از بر ہواور یہ ممکن نہیں چنانچہ ابن تیمیہؒ نے رفع الملام میں لکھاہے **واما احاطة واحدٍ بـجـمـيـع حـديـث رسـول الـلـه ﷺ فهذا لا يمكن ادعاؤه** (ص ۸۶۔۸۷)

اور ایک وہ قرینہ ہے جس کو ابن جوزیؒ نے پسند کیا ہے ......یعنی حدیث منکر سننے سے اکثر طالب کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اوردل میں ایک قسم کی نفرت پیدا ہوجاتی ہے(ص ۸۷) یہ بھی کوئی قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا(ص ۹۴)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں دھوکا ہوجانے سے حدیث موضوع سمجھی جاتی ہے(ص ۹۶)

اب یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ باوجود قرائن مذکورہ ہونے کے جب محدثین کسی حدیث کوموضوع کہتے ہیں تو اس سے مطلب یہ ہے کہ اسناداس کے موضوع ہیں متن حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگرکوئی قرینہ وضع الفاظ یا معانی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی میں بیان علت کے وقت کسی راوی کی طرف اس کی خرابی منسوب کردیتے ہیں۔غرض باوجود حکم موضوعیت کے نفس حدیث اس حکم سے خارج رہتی ہے(ص ۹۸۔۹۹)غرض محدثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو یہ کہنا بحسب قرائن ہوتا ہے اور جب کوئی قرینہ قطعی نہیں تو حکم بھی قطعی نہ ہوگا جوصرف اسناد سے متعلق ہے پھرمتن حدیث موضوعیت سے کیسی (کیسے)متہم ہوسکتی ہے(ص ۱۰۰)۔

جس صورت میں کہ متن حدیث میں صحت اور وضع کے احتمال دونوں باہم معارض ہوں تو دیکھا جائے کہ جس نے اس حدیث کی تخریج کی ہے محدث ہے یا نہیں اگر محدثین کی تصریح سے مسلم ہوجائے کہ وہ محدث ہے تو یہ صحیح حدیث جومسلم شریف میں ہے ضرور مان لی جائے گی۔ **عن سمرة رضـي الـلـه عنه قال رسول الله**

ﷺ من حدث عنی بحدیث یریٰ انه کذب فهو احد الکاذبین ......عمدۃ القاری شرح بخاری میں عینیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کا گمان ہوا پھراس کو کوئی روایت کرے تو وہ راوی اس وعید میں داخل ہوگا اور دوزخ کا مستحق ہے (ص ۱۰۱)

جب کوئی حدیث جس کو کسی نے موضوع کہا ہو اور اس کو کوئی محدث بغیر تصریح کر دینے موضوعیت کے اپنی کتاب میں نقل کیا تو یقیناً یہ بات سمجھی جائے گی کہ گواس کی اسناد میں کلام تھا مگر (متن حدیث اس کے پاس مسلم ہے) ورنہ بمصداق حدیث مذکورہ کے اس محدث کا کاذب بلکہ دوزخی ہونا لازم آتا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متن حدیث موضوع جسمیں وضع اور صحت دونوں کا احتمال تھا اس محدث نے (کے) روایت کرنے کی وجہ سے اس متن کی صحت کو ترجیح ہو جائے گی اور اسی ترجیح کا نام ظن ہے مگر چونکہ مدارج ظن کے متفاوت ہیں اس لئے قوت اس ظن کو ویسی نہ ہوگی جیسی حدیث بخاری سے ہوتی ہیں باایں ہمہ اصل ظن میں دونوں برابر ہیں اسلئے کہ حدیث بخاری بھی مفید علم یقینی کی نہیں کیونکہ مفید علم یقینی صرف حدیث متواتر ہوتی ہے اور حدیث مشہور جو احادیث بخاری سے کئی درجہ ارفع ہے وہ بھی مفید علم یقین کی نہیں ہوسکتی (ص ۱۰۲)

اس میں کچھ شک نہیں کہ جس نے حدیث موضوع ہی کے اسناد کو بحسن ظن قبول کر کے عمل کیا تو وہ مستحق اسی ثواب کا ہو جاتا ہے جو بوقت عمل اس کے پیش نظر ہے (ص ۱۰۴)

یہ بات محقق ہے کہ (احادیث احکام وعقائد) میں کمال احتیاط ہونا چاہیے اس لئے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں کسی اچھے فعل کا کرنا خواہ قسم عبادت ہو یا حسن اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب ہوتا ہے......اگر عمل نہ کر کے بیجا ایرادیں نکالیں راور تحقیق کریں کہ وہ وعدہ کسی کے ذریعہ سے پہنچا تھا اور پہنچانے والا معتبر تھا یا نہیں سوا حرمان کے اور کیا ہوسکتا ہے بخلاف احکام کے کہ اسمیں بحسب مصلحت شرع نسخ اور تغیر وتبدل ہوتے ہیں اور احکام میں بھی آخری حکم کا اعتبار ہوتا ہے (ص ۱۱۰۔۱۱۱)

تجزیہ:

علماء کا اتفاق ہے کہ علم حدیث میں توثیق وتصحیح وتحسین ہوں یا تضعیف وتعلیل وتزیف یہ اجتہادی امور ہیں جن کی بنیاد ''غلبہ ظن'' ہے بعض لوگوں نے بوجوہ اس ''غلبہ ظن'' کو ''قطعیت'' کے درجہ تک پہونچا دیا اور علامات وقرائن وضعیت وضعف وصحت کو یقینی سمجھنے لگے یا یقینی ہونے کا تاثر دینے لگے حافظ صاحب علیہ الرحمۃ (امام انوار اللہ فاروقیؒ) کے پیش نظر یہ امر تھا کے کیا بعض محدثین کے بعض احادیث کو موضوع یا صحیح قرار دینے سے وہ احادیث ''بالقطع'' موضوع یا صحیح سمجھی جائیں گی؟ یہی اس رسالہ کا مرکزی موضوع معلوم ہوتا ہے۔

رسالہ کے مضامین وترتیب الہامی شان رکھتے ہیں اگرچہ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے پیش نظر حدیث، اصول حدیث، شروح حدیث، کتب ثقات، کتب جرح وتعدیل، عقائد، سیرت، فقہ وقواعد فقہ، کتب اعلام، کتب موضوعات وغیرھا میں تقریباً ساٹھ اہم کتابیں رہی ہیں درج ذیل فہرست سے حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے تبحر اور وسعت اطلاع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

حدیث:

صحیح للبخاریؒ، صحیح لمسلمؒ، جامع للترمذیؒ، مشکوۃ للتبریزیؒ، ترغیب وترھیب للمنذریؒ، کنز العمال للمتقیؒ، الجوھر النقی للماردینیؒ.

اصول حدیث:

معرفة انواع علوم الحديث (مقدمه علوم الحديث) لابن الصلاحؒ، نخبة الفكر او رالنكت على مقدمه ابن الصلاح كلاهما للعسقلانیؒ، تدريب الراوى للسيوطیؒ، جواهرالاصول للفاسیؒ، فتح المغيث للسخاویؒ، الجامع للخطيب البغدادیؒ، ظفرالامانى لعبدالحی اللكنویؒ۔

شروح الحدیث:

فتح البارى للعسقلانیؒ، عمدة القارى للعينیؒ، ارشاد السارى للقسطلانیؒ افتتاح القارى لمحمدبن اويلؒ

ثقات:

تذكرة الحفاظ للذهبیؒ، طبقات الحفاظ للسيوطیؒ تقريب التهذيب للعسقلانیؒ، خلاصة التهذيب لصفى الدين (الخزرجیؒ)

جرح وتعدیل:

ميزان الاعتدال للذهبیؒ، لسان الميزان للعسقلانیؒ، الرفع التكميل لعبدالحی الكنویؒ

اعلام:

وفيات الاعيان لابن خلكانؒ، خلاصة الاثر لمحمدبن فضل اللهؒ، الكواكب الزاهرة لابى الفضل عبدالقادرؒ

موضوع احادیث:

الموضوعات الكبرى اور العلل المتناهيه كلاهما لابن الجوزیؒ، المتعقبات (على الموضوعات) للسيوطیؒ الاثار المرفوعة لعبدالحی الكنویؒ

متفرق رسائل:

رفع الملام لابن تيميه، شفاء السقام للسبكیؒ، القول البديع للسخاویؒ، القول المسددلعسقلانیؒ، كتاب العلوللذهبیؒ، سبيل النجاة اور قمع العارض فى نصرة ابن الفارضؒ كلاهما للسيوطیؒ، الزواجر اور الجواهر المنظم فى زيادة القبر الشريف النبوى المكرم كلاهما لابن حجر الهيثمیؒ، ......السعى المشكور لعبدالحی الكنویؒ.

مراجع کی کثرت کے باوجود نہ کسی جگہ علم کی نمائش کا غبار ہے نہ تکلف وتصنع کی گرد، مضامین میں بجائے اورد کے آمد کی شان ہے اور تحریر میں بے ربطی وبے ترتیبی کا کوئی نشان نہیں ذلک فضل الله يؤتيه من يشآء

تصحیفات:

یہ رسالہ علمی وتحقیقی بلکہ استنادی حیثیت سے اس کا متقاضی تھا کہ اغلاط کتابت وطباعت سے پاک رہے لیکن ایسا نہیں ہوسکا چنانچہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ اہل مطبع کو اغلاط نامہ لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں تیرہ (۱۳) اغلاط ہائے کتابت کی نشاندہی وتصحیح کی گئی ان کے علاوہ دیگر تصحیفات توجہ چاہتی ہیں۔ (تلخیص مقالۂ ہٰذا)

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف اِفادۃ الافہام ۔ ایک مطالعہ

بقلم: حضرت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری، صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''صوفی اعظم''

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب. ۴۰)

امام اہلسنت، مجدد ملت، شیخ الاسلام، عارف باللہ، عاشق رسول حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان کے (۸۷) ویں عرس سراپا قدس کے مبارک موقع پر انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ کے زیر اہتمام منعقدہ اس علمی مذاکرہ کے ذریعہ حضرت ممدوح کی علمی خدمات کے سلسلہ میں آپ کی روح پرفتوح کو جو خراج عقیدت پیش کیا جارہا ہے اس کا عنوان ہے ''حضرت بانی جامعہ کی تصانیف، ایک مطالعہ''۔

حضرت شیخ الاسلام جیسی نابغہ روزگار عبقری ہستیاں برسوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں۔ آپ نے اپنی خداداد علمی فضیلت اور روحانی بصیرت کو کام میں لاتے ہوئے دکن میں موجود جہالت و ضلالت کی ساری تاریکیوں کا پردہ چاک کردیا اور ان کو اجالوں سے بدل دیا۔ آپ نے اپنے علمی انوار اور عملی کردار سے ایسی ان گنت علمی قندیلیں روشن کی ہیں جو اپنی نورانیت سے ایک دنیا کو ہمیشہ تابناک بنائے رکھیں گی۔ (۱۳۶) سالہ قدیم و عظیم جامعہ نظامیہ آج بھی شیخ الاسلام کے تاریخ ساز علمی کارناموں کے منجملہ ایک جیتی جاگتی یادگاری تصویر ہے جہاں سے اب تک فارغ لاکھوں علماء و فضلاء انوار الٰہی چراغ بن کر نکلے اور دنیا کے کونے کونے میں اپنی تابانیاں پھیلائے اور پھیلا رہے ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں کے اوائل میں آپ کے قلم رمز شناس سے جب علوم و معارف کے بے شمار سوتے پھوٹ پڑے تو دنیائے علم و دانش کے بڑے بڑے صاحبان فضل و کمال نے آپ کو ''مجمع البحرین'' تسلیم کرتے ہوئے آپ کے علمی دبدبے کے آگے اپنے سر نیاز کو خم کردیا اور لاتعداد طالبان حق نے آپ کے سرچشمۂ علوم و فنون سے راست نہیں تو بالواسطہ اپنی تشنگی بجھائی۔ حضرت بانی جامعہ نظامیہ کے علمی و قلمی احسانات سے دنیائے علم و دانش کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ شیخ الاسلام کی عبقری شخصیت کے ان احسانات کا شایان شان حق ادا نہیں کیا جاسکتا جن کے علم و فضل کا آفتاب ملک ہی میں نہیں بلکہ اقطاع عالم میں پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی ضیاء پاشی کررہا ہے۔

آپ کی گراں بہا تصانیف نے تجدید و احیائے دین کے مقصد میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے آپ نے کئی علوم و فنون پر اپنے قلمی شاہکار چھوڑے ہیں جو پچاس کے لگ بھگ ہیں۔ آپ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ آپ غزالی زمانہ بھی تھے اور اپنے دور کے رازی بھی، آپ اپنے عصر کے رومی بھی تھے، اور اپنے وقت کے ابن عربی بھی۔ آپ مفتی بھی تھے اور محدث بھی مفسر بھی تھے اور مفکر بھی۔ خطیب بھی تھے ادیب

بھی۔ مصنف بھی تھے مؤلف بھی۔ عارف بھی تھے صوفی صافی بھی۔ تفسیر، حدیث، یا فقہ ہو کہ ان کے اصول، عقائد ہو کہ کلام، ادب ہو کہ تاریخ، منطق ہو کہ فلسفہ غرض جس کسی علمی وفنی عنوان پر آپ نے قلم اٹھایا تو آپ کے رشحات قلم علمی درشہوار بن کر دنیا بھر میں جگمگانے لگے۔

ایک مصلح قوم اور ہادی ملت کی حیثیت سے آپ نے عامۃ المسلمین کو جہالت، بدعات اور گمراہی وضلالت کے قعر مذلت سے نکالا وقت پڑنے پر ہر فتنہ کا پامردی سے مقابلہ کیا اور بے دینی، بدعقیدگی کی تاریکیوں کو چھاٹ کر امت مرحومہ کو اسلام کے حقیقی اجالے میں لا کھڑا کیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کا فتنہ جب سر اٹھانے لگا اور ختم نبوت کے شیشہء نازک کو چکنا چور کرنے کی سازشیں عام ہونے لگیں تو حضرت بانی جامعہ نظامیہؒ کی حمیت قلمی اور غیرت علمی کس طرح خاموش رہ سکتی تھی۔ سرزمین دکن سے قادیانیت کے رد میں آپ نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور ''افادۃ الافہام'' جیسی وقیع، بے نظیر اور معرکۃ الآرا کتاب تصنیف کر کے قادیانی مذہب کا اصل چہرہ بے نقاب کر دیا۔ جس کے بعد دکن میں اس فتنہ کی خود بخود سرکوبی ہوگئی۔ آپ کی اسی کتاب ''افادۃ الافہام'' پر مقالہ پیش کرنے کی مجھ سے خواہش کی گئی ہے۔ اسی مناسبت سے میں نے سورۂ احزاب کی آیت (۴۰) کو اپنا سرنامہ سخن بنایا ہے جس میں ارشاد باری تعالی ہے ''مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنْ'' o یعنی محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ خاتم النبیین کی تفسیر میں تاویل کی گنجائش کا امکان تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بے شمار ارشادات کے ذریعہ اس تاویل وتشریح کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا مثلا ایک حدیث میں فرمایا:

اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاس یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجِبُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وَضَعْتَ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃَ فَاَنَا اللَّبِنَۃَ وَاَنَا خَاتَمَ النَّبِیّٖنْ.

(بخاری جلد دوم حدیث نمبر ۷۴۴) کتاب المناقب۔

یعنی ''میری اور مجھ سے پہلے گذرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل، بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

دوسری حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ ''میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں'' (ابوداؤد۔ کتاب الفتن)

الغرض ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر امت کا اجماع رہا ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے امت اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے اور باہمی تعصب نے کئی بار ملت کو قسم قسم کے فسادات سے دوچار کر دیا لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر متفق ہیں۔ ہمارا غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور اب جو شخص نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور جو بدبخت اس کے اس دعوے کو سچا

تسلیم کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لئے مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔ مسیلمہ کذاب تو حضور کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعوے نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور کی رسالت کو بھی تسلیم کرتے ہوئے اس نے خدمت نبوی میں روانہ کردہ اپنے ایک مکتوب میں ''من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ'' کے الفاظ لکھے تھے یعنی یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالی کا رسول ہے محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ بلکہ بقول علامہ طبرانی اس کی مروجہ اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ اس کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل قرار دے کر اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصل بجہنم کر کے ہی آرام کا سانس لیا۔

تاریخ میں انگریز کی اسلام دشمنی ہمیشہ اظہر من الشمس رہی ہے جنھوں نے ایک طرف سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا تو دوسری طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ تیرھویں صدی ہجری کے دوران برصغیر میں مسلمانوں کی غلامی اور انگریزوں کی بالادستی کے دور میں تحریک آزادی کو کچلنے اور نقصان پہنچانے کے لئے انگریزوں دانشوروں اور ارباب اقتدار نے ایک جھوٹا مدعی نبوت پیدا کر کے امت میں انتشار پیدا کر دیا تا کہ Divide and Rule یعنی آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو کا مقصد پورا ہوتا رہے۔ نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے اس شخص کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ یہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے بھی کرتا تھا۔ اس کے باوجود انگریزوں کا دل و جان سے وفادار تھا۔ بلکہ انگلستان کی خوشامد میں اس نے ایسے پمفلٹ لکھے کہ کوئی باعزت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ انگریزوں کی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے۔ انگریزوں نے اس کی جھوٹی نبوت کو اپنی سنگینیوں کے سایہ میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لئے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دئے۔ ہر مرزائی کے لئے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے بڑھانے کی پوری کوشش کی گئی۔ انگریزوں نے اس مدعی نبوت کے ذریعہ امت مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے پھوٹ ڈال دی اور مسلمانوں کے متفق علیہ بنیادی عقیدۂ ختم نبوت میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ ایسا بڑا کارنامہ تھا جو اپنے دور رس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم ثابت ہوا۔ ایک طرف کلمہ گو نام نہاد مسلمان کی جانب سے دعوی نبوت اور دوسری طرف عیسائیوں کی ظاہری مخالفت دونوں کے ذریعہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دل جمعی سے ہوتی رہی اور مرزا غلام احمد قادیانی اور احمدی کے نام سے اسلام کے خلاف علانیہ نہیں تو پوشیدہ طور پر برابر سرگرم عمل ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی ایک تصنیف ''تحذیر الناس'' میں حضور کے شرف خاتم النبیین کی عجیب و غریب تاویل کی جس کے باعث تحریک قادیانیت کو نیا حوصلہ ملا اور مرزائی عقیدہ کو فروغ بلکہ استحکام حاصل ہو گیا۔ مولوی نانوتوی صاحب رقمطراز ہیں۔

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ''ولکن رسول

اللہ و خاتم النبیین ''فرمانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے بلکہ موصوف بالفرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے۔اسی طور پر رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کا تصور فرمایئے آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالفرض ایں معنی جو میں نے عرض کیا۔آپ کا خاتم ہونا انبیائے گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہء نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''(تحذیر الناس)

بظاہر اس ناقابل فہم تاویل یا تشریح سے ختم نبوت کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے اور حضور کی خاتمیت خود ہی ختم ہوجاتی ہے مخفی مبادکہ اسلام میں جس طرح اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوائے کسی اور معبود کا تصور ہی سے ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے اسی طرح حق تعالی کی جانب سے محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمادینے کے باوجود حضور کے دور میں کسی اور نبی کی موجودگی یا حضور کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا قائل ہونے سے بھی ایمان ہی مجروح ہوتا ہے۔

آج سے ٹھیک ایک سوسال قبل مرزا غلام احمد قادیانی کی لکھی ہوئی ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب موسومہ بہ''ازالۃ الاوہام'' جب بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام حضرت حافظ انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کی نظر سے گذری تو آپ نے بخوبی اندازہ فرمالیا کہ بہت جلد ایک نبی کاذب کا نیا فتنہ سر اٹھانے والا ہے جس کے باعث ملت اسلامیہ شدید انتشار وافتراق اور فساد واختلافات کا شکار ہوجائیگی اور دین میں موجود سارا امن وسکون درہم برہم ہوجائے گا۔

لہذا دکن سے سب سے پہلے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کی جانب اولین توجہ دی اور''ازالۃ الاوہام'' کے رد میں''افادۃ الافہام'' نامی کتاب لکھنے کا بیڑا اٹھایا اور اس وقت دستیاب غلام احمد قادیانی کی لکھی ایک دوسری اہم کتاب''براہین احمدیہ'' کے علاوہ عصائے موسیٰ مولف منشی الٰہی بخش صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی تالیف کردہ کتب الذکر الحکیم اور مسیح الدجال وغیرہ لٹریچر میں موجود کفریات کی واضح نشاندہی کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے کئی آیات قرآنیہ واحادیث شریفہ کے حوالوں سے صراحتاً، کنایتاً اور دلالتاً ہر انداز میں اس کا دنداں شکن جواب دے کر انہیں مسکت کردیا۔علمی دلائل اس قدر وسیع ووقیع تھے کہ افادۃ الافہام کو دوحصوں میں تقسیم کرنا پڑا حصہ اول (۷۲۶) صفحات پر اور حصہ دوم (۳۶۰) صفحات پر اس طرح پوری کتاب کی ضخامت جملہ (۱۰۹۶) صفحات پر مشتمل ہے جس کا سب سے پہلا ایڈیشن ۱۳۲۵ ہجری (یعنی ۱۰۳ سال قبل) شمس الاسلام پریس واقع چھتہ بازار میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔جیسا کہ مولانا مظفرالدین صاحب المتخلص بہ معلّیؔ نے قطع تاریخ طبع کتاب موزوں کیا تھا۔

اہل حق کو ہے مژدہ جاں بخش
قادیانی کا ردّ خوش اسلوب
ہے معلّی یہ اُس کا سال طبع
ہوئی تردید اہل باطل خوب
(۲۵ ہجری۱۳)

کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے ردقادیانیت پر ہی ایک اور کتاب''انوار الحق'' کے نام سے لکھ کر شائع فرمائی۔افادۃ الافہام اور انوار الحق دونوں کتب ردقادیانیت میں ایسی مشعل راہ ثابت ہویں

کہ ان ہی دلائل ونکات کی بنیاد پر ردقادیانیت پر بعد میں بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں چنانچہ بعد کے مولفین میں مولانا الیاس برنی، مولانا محمد شفیع مفتی دالعلوم دیوبند، مولانا منظور نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

''واضح باد حضرت بانی جامعہ نظامیہ نے دکن کے خطہ کو علمی لحاظ سے اس قدر زرخیز اور ثمر آور بنادیا کہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے وطنوں میں ایسی علمی زرخیزی سے محروم بعض اصحاب حیدرآباد آکر تجارتی طور پر اپنے علمی ادارے قائم کرنے لگے۔ ایسے ہی ایک مقامی نوپیدا ادارہ کے ارباب نے ردقادیانیت کے موضوع پر اب تک لکھی گئی کتابوں اوران کے مصنفین کا جائزہ اپنی ایک حالیہ کتاب میں شائع کیا اور اس کتاب کی تصنیف کے دوران جامعہ نظامیہ کی لائبریری سے استفادہ بھی کیا۔ مگر افسوس کہ اس میں حضرت بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام اور ردقادیانیت پر آپ کی گراں قدر کتب افادۃ الافہام اور انوارالحق کو مکمل طور پر نظرانداز کرتے ہوئے علاقائی تعصب، شخصی عناد، قلمی بے دیانتی اور علمی بے بصیرتی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا۔

افادۃ الافہام کے فاضل مصنف نے کتاب کی ضخامت کے پیش نظر قاری کی سہولت کے لئے کتاب کے دونوں حصوں کی علیحدہ علیحدہ فہرست کے علاوہ تبویب کے ذریعہ ابتداء میں مفاتیح الاعلام کے نام سے مرزا صاحب کے کفریات، گمراہ کن اقوال اور تضاد بیانیوں کا خلاصہ کئی ذیلی سرخیوں میں رموز و اشارات کے ذریعہ دیا ہے جو خود (۶۱) صفحات پر مشتمل ہے۔ مثلاً مرزا صاحب کے دھوکہ دینے والے اقرار و اقوال کی سرخی کے تحت (۳۸) نکات، فضائل و کمالات کے دعوے کی سرخی کے تحت (۴۶) نکات، بذریعہ الہام خدا نے ان سے کہا کی سرخی کے تحت (۱۵) نکات، مرزا صاحب کے اوصاف وحالات کی سرخی کے تحت (۱۲) نکات، خلاف بیانی کی سرخی کے تحت (۲۵) نکات، قسمیں کے تحت (۹) اورالہام کے تحت (۲۴)، دعا قبول نہیں ہوی کے تحت (۹)، تدین کے تحت (۱۰)، وعدہ خلافی کے تحت (۷)، فتنہ انگیزی کے تحت (۴)، اخلاقی حالات کے تحت (۱۱) اور دنیاداری کے تحت (۶) نکات سلسلہ وار دئے گئے ہیں۔

اس کے بعد تدابیر کے زیر عنوان کوئی (۱۲) ذیلی سرخیوں میں مرزا صاحب کی جانب سے اپنے دعوؤں کو ثابت کرنے کے لئے اختیار کردہ چالاک تدابیر کا احاطہ کیا گیا ہے مثلاً:......اس زمانہ میں نبی کی ضرورت ثابت کرنے کی تدبیر۔ نبی بننے کی تدبیر۔ عیسیٰ بننے کی تدبیر۔ وحی اتارنے کی تدبیر۔ امام مہدی بننے کی تدبیر۔ حارث بننے کی تدبیر۔ اپنی اولاد میں عیسویت قائم کرنیکی تدبیر۔ خارقِ عادات معجزوں سے سبکدوشی کی تدبیر۔ الہاموں کی تدبیر۔ قرآن کی تحریف کی تدبیر۔ خاتم الانبیاء بننے اور پیسہ پیدا کرنے کی تدبیر۔

آگے ''مرزا صاحب کے استفادات'' کے زیر عنوان سابقہ مدعیان نبوت ومہدویت کے مکر وفریب اور شعبدہ بازیوں کا یکے بعد دیگرے ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے ان میں اور مرزا صاحب میں جو ہم آہنگی اور یکسانیت پائی جاتی ہے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے مثلاً:......مسیلمہ کذاب، سجاح مدعیہ نبوت، محمد ابن تومرث، یوذاسف، بولس، اسحٰق اخرس، مغیرہ بن سعید، ابومنصور، مقنع، ہربیغ، احمد کیال، فارس بن یحییٰ، عمر بتان، خوزستانی، بہافرید بن ماہ، فیثاغورس، ذکرویہ وغیرہ کی جانب سے، واقعات میں تصرف، امورغیبیہ مثل کشف والہام، غزلتِ ریاضت اظہار تقدس، تعلیم من اللہ، عقلی معجزے، پیش گوئی، مامور من

اللہ ہونا، امام الزماں ہونا، رسالت منقطع نہ ہونا، وحی، نبوت، صلوٰۃ یعنی درود، معارف قرآنی، عقلی استدلال، آیتوں کا مقداق بدل دینا، آیتوں سے جھوٹا استدلال، اپنی تعلّی، قدرت خدا کی صاحبزادگی، خدا کو دیکھنا، تکفیر، اعداد حروف، ناموں میں تصرف، تحریک قوائے انسانی، تعارض، انبیاء کرام وغیرہم پر حملے، نشانیوں میں جھگڑنا، افترا علی اللہ، اور رسول ﷺ و اہل اسلام کی مخالفت کے ابواب میں جو نظائر تاریخ میں موجود ہیں اور مرزا صاحب نے ان سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی جو بعینہٖ تقلید واتباع کی ہے، ان کو حقائق کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

اگر چہ ایک سو سال قبل شیخ الاسلام نے عوامی استفادہ کے لئے یہ کتاب اردو زبان میں لکھی ہے لیکن اردو گلابی، دہقانی یا قدامت لئے ہوئے نہیں بلکہ زبان سلیس اور شستہ اور لب ولہجہ نہایت شائشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت کے رنگ و روغن سے اسقدر آراستہ و پیراستہ ہے کہ گویا عصر حاضر کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اگر چہ اپنی کتابوں میں علماء و مشائخ کو نہایت توہین آمیز الفاظ سے جابجا مخاطب کیا ہے جیسے

''بدذات' بے ایمان، علماء السوء، اندھیرے کے کیڑے، لومڑی، کتے، گدھے، بچھو، کتے کے بچے، خنزیر سے زیادہ پلید، احمق، دجال، اشرار، مفتری، اذل الکافرین، اوباش، پلید، بے حیا، بددیانت، فتنہ انگیز، ایمان وانصاف سے بھاگنے والے، تمام دنیا سے بدترین، جاہل، جعلساز، چمار، مسخرے، دشمن قرآن، روسیاہ سفلے، سیاہ دل، مکار، عقل کے دشمن، غدار، فرعون، کینہ ور، کمینے، مادر زاد اندھے، گندے، مردار خور، نااہل، نمک حرام، نابکار، نالائق، خبیث، زندیق، لعن اللہ علیھم الف الف اور منافق جیسے القاب سے علماء و مشائخ کو خطاب کیا لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ نے پوری کتاب میں مرزا صاحب کے حق میں جواباً سب وہ شتم تو کجا نا شائشتہ، رکیک اور معیار سے گراہوا ایک بھی لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ ان کے لئے ہر جگہ مرزا صاحب کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے تحمل، تدبر اخلاق اور اعلی ظرفی کا پورا پورا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلام نے ازالۃ الاوہام، براہین احمدیہ اور دیگر کتب کا ایک ایک قابل اعتراض نکتہ، متعلقہ کتاب کے صفحہ نمبر کے ساتھ دیتے ہوئے قرآن وحدیث کے مستند حوالوں کے ساتھ ان دعوؤں کو غلط، گمراہ اور بے بنیاد ثابت فرمایا ہے۔ افادۃ الافہام کے دونوں حصوں میں جملہ (۳۱۶) قرآنی آیات اور کوئی (۱۵۱) احادیث شریفہ کی پوری پوری عبارت مع حوالہ نقل کی گئی ہے۔ کتاب کے صفحہ ۳۷۶ پر مرزا صاحب کی تصنیفات میں موجود آیات قرآنیہ کو بھی شیخ الاسلام نے یکجا کر دیا ہے جو دراصل حضور سید المرسلین ﷺ کے فضائل خاصہ میں نازل فرمائی گئیں مگر مرزا صاحب نے ان کو الہام کے ذریعہ خود اپنے پر چسپاں کرلیا اور گریز کا یہ طریقہ نکالا کہ بطور ظلی وہ سب فضیلتیں حق تعالی نے انہیں دے دی ہیں۔ جیسے

انا اعطینک الکوثر. انا فتحنا لک فتحنا مبینا. لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر. وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین. سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا. دنی فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی. یریدون ان یطفؤا نوراللہ. الم نشرح لک صدرک. ورفعنالک ذکرک. لا تخف انک انت الاعلی. کنتم خیر امۃ اخرجت للناس. انی فضلتکم علی العالمین. اذا جآء نصر اللہ. انک علی صراط مستقیم. وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین.

الیس اللہ بکاف عبدہ. محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم. وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم. فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ ط افلا تعقلون. وجئنا بک علی ھؤلاء شھیداً. واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی. قل یاایھا الکافرون لا اعبد ماتعبدون. قل اعوذ برب الفلق. قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ. واللہ متم نورہ. وتمت کلمت ربک.

شیخ الاسلام نے قرآنی آیات واحادیث نبوی کے علاوہ مفسرین کرام، محدثین عظام اور ربانی علمائے علام وصوفیہ ذوی الاحترام کی کوئی (۵۰) مستند ومعتبر کتب کے حوالے مع متن نقل کرتے ہوئے اپنے دلائل کو مزید قوی ومستحکم بنایا ہے اور محولہ ہر کتاب کے مصنف یا مؤلف کے اسماء گرامی بھی ساتھ ساتھ دیدئے ہیں۔ ان کے منجملہ صرف چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

تفسیر کبیر۔ روح البیان۔ روح المعانی۔ معالم التنزیل۔ ابن جریر۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ قرطبی۔ بیہقی۔ نسائی۔ احمد۔ مستدرک۔ مسند امام حنبل۔ سنن ابوعمر۔ درمنثور۔ مواہب اللدنیہ۔ زرقانی۔ کنز العمال۔ خصائص کبری۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ غرر الخصائص الواضحہ۔ نفحات الانس۔ الآثار الباقیہ۔ تاریخ خمیس۔ شفا بوعلی سینا۔ شرح حکمۃ الاشراق۔ لسان العرب۔ تاریخ دول اسلامیہ۔ فتوحات اسلامیہ۔ منہاج السنہ۔ ملل ونحل۔ کرامات الصادقین۔ کتاب المختار فی کشف الاسرار۔ اسفار اربعہ۔ تقریب۔ تدریب الرائے۔ شرح شفاء۔ شفاء للناس شوکانی۔ الاشباہ والنظائر۔ فتح المبین۔ فتوح الغیب۔ روض الریاحین۔ بہجۃ الاسرار۔ فتوحات مکیہ۔ شرح رسالہ قیامت۔ البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت بانی جامعہ کا مطالعہ کس قدر وسیع اور وقیع تھا نیز ایک جید حافظ قرآن اور ایک متبحر عالم حدیث کی حیثیت سے برموقع درکار قرآنی آیات اور متعلقہ احادیث شریفہ آپ کو کس قدر از بر اور آپ کے حافظہ میں کتنے متحضر ہوا کرتے تھے۔ جن کی روشنی میں آپ نے نقلی وعلمی دلائل کے ذریعہ مرزا صاحب کے ہر دعوے کو باطل اور جھوٹا ثابت کردکھایا۔

افادۃ الافہام حصہ اول کے صفحہ (۱۱۴) اور صفحہ (۳۴۳) پر اسلام کے بنیادی عقائد سے متعلق سرسید احمد خان کے گمراہ کن نظریات کا مرزا صاحب کے کفریات سے تقابل اور دونوں میں مماثلت ظاہر کرتے ہوئے شیخ الاسلامؒ رقمطراز ہیں:

۱﴾ خان صاحب نے نبوت کو جنون قرار دینے سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ مرزا صاحب نے نبوت کا ایک زینہ بڑھا کر وہ ترقی کی کہ قیامت تک مسیحائی کے سلسلہ کو اپنے خاندان میں محفوظ کرلیا۔

۲﴾ خان صاحب معجزات کا انکار کرکے دونوں جہاں میں بے نصیب رہے۔ مرزا صاحب نے عقلی معجزات ثابت کرکے لاکھوں روپے حاصل کرلئے جس سے اعلی درجہ کے پیمانے پر مدرسہ وغیرہ کا کام چلایا۔

۳﴾ نبوت کو عام فطرتی قوت دونوں نے قرار دیا مگر خان صاحب بجز اس کے کہ نبوت گھر گھر کر گئے ان کو ذاتی فائدہ نہوا بلکہ ان کی امت کے لوگ ان کے بھی نہ رہے اپنی عقل کے مطابق رائے قائم کرلی۔ اور مرزا صاحب نے اس قوت کو قیود وشروط لگا کر ایسی جکڑ بندی کی کہ اس زمانہ میں تو (نبوت) ان کے گھر سے نہیں نکل سکتی اور ان کی امت ان کی ایسی متبع ہوئی کہ ان کے کلام کے مقابلہ میں خدا اور سول کے کلام کو بھی نہیں مانتی۔

۴﴾ سرسید احمد خاں صاحب اپنی تفسیر وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جبرئیل اس ملکہ اور قوت کا نام ہے جو انبیاء میں ہوتی ہے۔ ملائکہ اور ابلیس وشیاطین، آدمی کی اچھی بری قوتوں کے نام ہیں۔

۵﴾ آدم ابوالبشر جن کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے وہ کوئی شخص خاص نہیں بلکہ اس سے مراد بنی نوع انسانی ہے۔

۶﴾ جنات کوئی علیحدہ مخلوق نہیں بلکہ وحشی لوگوں کا نام ہے۔

۷﴾ نبی دیوانوں کی ایک قسم کا نام ہے جو تنہائی میں اپنے کانوں سے آواز سنتے ہیں اور کسی کو اپنے پاس کھڑا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔

۸﴾ تہذیب الاخلاق میں لکھا کہ ان (پہلے کے) علماء ومفسرین کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔

شیخ الاسلامؒ نے مرزا صاحب کی کئی تضاد بیانیوں کا احاطہ کیا ہے جن میں حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات وتدفین کا مبینہ واقعہ عجیب وغریب ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ازالۃ الاوہام میں پہلے تو یہ لکھا کہ عیسی مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا۔ گلیل ملک شام میں واقع ہے۔ اس کے بعد رسالۃ الہدی میں لکھا کہ عیسی علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے اس سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ واقعات کے اختلافِ بیان سے ثابت ہے کہ ان کے بیان کا اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ جب واقعات کی نسبت یہ بات (جھوٹ) متعدد مقامات میں ثابت ہوگئی تو ان کے الہامات مطابق (سچے) کیوں سمجھے جائیں گے کہ آخر وہ بھی تو انہیں کے بیانات ہیں۔ بالکل اسی طرح مرزا صاحب نے بھی ایک طرف احادیث نبوی کو ساقط الاعتبار (یعنی غیر معتبر) قرار دیا تو دوسری طرف وہ تفسیروں کے اس سے زیادہ دشمن رہے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۲۶ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے۔ ان کے دلی اور دماغی قوی پر ان سے اثر پڑا ہے۔ اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہورہی ہیں''۔

حضرت بانی جامعہ نظامیہ نے فتنۂ قادیانیت کے خلاف اپنی تصنیفات کے ذریعہ جو علمی جہاد کیا اس سے دکن میں اس فتنہ کا زور تو ٹوٹ گیا لیکن اس کا مرکزی مستقر قادیان چونکہ شمالی ہند میں واقع تھا اس لئے پنجاب اور شمالی ہند کے دیگر علاقوں میں یہ فتنہ بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ بے دریغ دولت کے ذریعہ جا بجا اس نئے گمراہ مذہب کی تشہیر اور پھر انگریزی حکومت کی سرپرستی کا نتیجہ تھا کہ بہت کم وقت میں اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہوئی۔ یہاں یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ آگے چل کر اس فتنہ کا کیا حشر ہوا۔

مرزا صاحب کے عقائد جب علماء حرمین شریفین کو بھیجے گئے تو مکہ معظّمہ کے رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن نے یہ فتوی جاری کیا ''مدعی نبوت کے کفر میں کوئی شبہ نہیں جو شخص قادیانی کے دعوی کی تصدیق کرے یا اس کی متابعت کرے وہ بھی مدعی نبوت کی طرح کافر ہے''۔

پنجاب کے ایک جید اہل السنّت والجماعت عالم حق وصوفی باصفا حضرت پیر مہر علی شاہؒ ان ہی دنوں ہجرت کے ارادے سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے جہاں آپ نے بانی جامعہ نظامیہ حضرت حافظ انوار اللہ فاروقی کے استاذ و پیر ومرشد یعنی پیر طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ملاقات کی تو حضرت مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ آپ

واپس اپنے وطن تشریف لے جایئے وہاں آپ کو اسلام کے دفاع میں ایک بہت بڑے فتنے کا مقابلہ کرنا ہے۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہؒ ہجرت کا ارادہ ملتوی کر کے وطن واپس ہوئے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے جھوٹے دعوی نبوت کے ساتھ منظر عام پر آچکا تھا۔ پیر مہر علی شاہ مرزاؒ صاحب کو مباہلہ کا چیلنج بھی دیا اور اس کے خلاف کتاب ''شمس الھدایہ'' لکھی جس کا جواب مرزا صاحب نے تین سال بعد ''شمس بازغہ'' کے نام سے دیا جس کے جواب میں پیر مہر علی شاہ نے ''سیف چشتیہ'' کے نام سے کتاب لکھی مگر اس کا جواب نہ مرزا غلام احمد قادیانی دے سکا اور نہ آج تک اس کا کوئی خلیفہ جواب دے سکا۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد یہ فتنہ پاکستان میں تیزی کے ساتھ پروان چڑھنے لگا کیوں کہ حکومت پاکستان کا وزیر خارجہ میر ظفر اللہ خاں خود قادیانی مذہب کا ایسا راسخ علمبردار تھا کہ جس نے قادیانیت کی جڑیں مضبوط کرنے کی ہر سطح پر مقدور بھر کوشش کی لیکن بلوچستان اور آزاد کشمیر وغیرہ علاقوں کے جیالے مسلمانوں نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگادی۔ ہر مسلک کے علماء نے بھی رد قادنیت کے لئے اتحاد کا مظاہرہ کیا اور عامۃ المسلمین کے دینی شعور کو بیدار کیا۔ چنانچہ کئی ہڑتالوں، احتجاجی پر تشدد مظاہروں کے بعد حزب اختلاف کی جانب سے مولانا شاہ احمد نورانی نے ۳۰/جون ۱۹۷۳ء کو ایک قرارداد پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کی۔ اور بڑے ہنگاموں کے بعد بالآخر ۷/ستمبر ۱۹۷۳ء پاکستان کی قومی اسمبلی نے تاریخی فیصلہ کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا ترمیمی بل متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ۱۹۷۳ء ہی میں رابطہ عالم اسلامی کی خدمات بھی نتیجہ خیز اور مفید ثابت ہوئیں جس کے تحت تمام اسلامی ممالک کے علماء کرام اور مفتیان عظام کی فقہ کانفرنس میں قادیانیوں کے عقائد پر بحث کے بعد فیصلہ کے گیا کہ چونکہ قادیانی عقائد جھوٹے مدعی نبوت پر ایمان، قرآن کریم کی تحریف، جہاد کو باطل قرار دینا اور احادیث نبویہ کے انکار کی بنا پر کفر کے زمرے میں آتے ہیں اس لئے تمام ممالک اسلامیہ ان کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرے اور ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرے سعودی عرب کے نمائندے نے اجلاس کو بتایا کہ سعودی عرب میں قادیانیوں کے داخلہ پر پابندی ہے۔ اجلاس میں قادیانیوں کے اسرائیل میں مشن کی مذمت کرتے ہوئے اسے اسلام کے خلاف سازش قرار دیا گیا۔

۱۰/اور ۱۱/جنوری ۱۹۸۸ء کو سپریم کورٹ پاکستان نے بھی اپنے فیصلہ میں قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کی توثیق کردی اور ان کی عبادگاہوں کو مسجد کا نام دینے پر تک ممانعت عائد کردی۔

اس طرح ایک صدی قبل حافظ انواراللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ نے اس فتنہء قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جدوجہد کا آغاز فرمایا تھا وہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے پایۂ تکمیل کو پہنچی اور قادیانی فرقہ کو عالم اسلام میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

اب ہم مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ہمیشہ چوکنا رہیں تا کہ دبے پاؤں پوشیدہ طور پر یہ فتنہ نیا جنم لینے نہ پائے۔ نئی نسل کو فتنہء قادیانیت کے پس منظر سے پوری طرح باخبر کرتے رہیں دعا ہے کہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے دفن ہوجائے اور رب العزت ہمیشہ ایسے فتنوں سے ہمارے ایمان کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالی علی أشرف الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وأصحابہ أجمعین والحمدللہ رب العلمین۔

(بشکریہ الانوار، انجمن طلبہ قدیم حیدرآباد، ۲۰۰۲ء)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف مقاصد الاسلام حصہ {۱۱} ایک مطالعہ

بقلم: حضرت مولانا سید قبول بادشاہ شطاری، جانشین حضرت کامل ؒ و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

انسانی زندگی عبارت ہے جہد مسلسل وسعی پیہم سے اور ہر شعبہ حیات دعوت فکر ونظر سے معمور ہے۔ فکر ونظر کی صحت مندی سماجی قدروں سے آشنائی وہم آہنگی میدان عمل میں مسابقتی فکر کی صحیح سمت اور زاویوں کا تعین کرتی ہے اور زندگی کے تعمیری ومقصدی پہلو کو بھی اجاگر کرتی ہے اسطرح بصارت آمیز ہوکر منزل کو حد نظر میں لے آتی ہے اور واضح سنگ میل کی نشاندہی کرتی ہے یہی بصیرت وقت کے تقاضوں کو محسوس کرنے اور انکی تکمیل میں، شعوری قدم اٹھانے میں معاون ومددگار ہوکر حقیقی زندگی سے روشناس کراتی اور عرفان زندگی بخشتی ہے۔ زندگی کی تگ ودو میں عملاً مختلف النوع مسائل کا سامنا ناگزیر ہے تو انکے مناسب حل کی تلاش بھی ضروری ہوجاتی ہے جو احکام الٰہی اور ہدایات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہر گتھی کو سلجھا کر ہر مسئلہ کا حل فراہم کرتی اور صراط مستقیم پر گامزن کردیتی ہے اسطرح دنیا اور آخرت کو سنوار کر عبد ومعبود کے ربط ورشتہ کو مضبوط ومستحکم کرتے ہوئے کمال بندگی سے ہمکنار کردیتی ہے اور کمال بندگی ہی معراج مومن ہے۔

شیخ الاسلام حضرت العلامہ محمد انوار اللہ الخاطب خان بہادر و فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ نے اس علمی ادارے کی بناء بارگاہ رسالت کے حکم پر ڈالی ہے۔ ہم اپنی ذمہ داریاں دوسروں کے سر تھوپکر ضمیر کی ملامت سے بچنے کیلئے کچھ ایسے مخاطب فریب بنے کہ آخر کار خود فریبی پر اتر آئے اور کبھی یہ غور کرنے کی زحمت بھی نہ اٹھائی کہ علوم دینیہ بغیر صحت مند حیات ایک پریشان اور بے تعبیر خواب کے سوا کچھ بھی تو نہیں۔

لیکن بزرگان سلف نے صراط مستقیم پر گامزنی اور تلاش حق کو اپنا مقصور بنایا اور علوم دینیہ کی تعلیم وترویج واشاعت اور تبلیغ اسلام کو شعار زندگی بنا کر اسلامی معاشرہ کی فلاح اور اسکے استحکام کیلئے اپنے آپ کو کلیۃً وقف کردیا تصنیف وتالیف کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں اور اسی طرح خانقاہی نظام بہ انداز تدریس وتفہیم، رشد وہدایت وجود میں آیا۔

بے دینی اور بد اعتقادی کے اس عالمگیر سیلاب میں جو چاروں طرف سے اُمڈ چلا آرہا ہے۔ اگر ہمیں اپنی نسلوں کا ایمان محفوظ رکھنا ہے تو ایک اہم بات کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ جس سے سمینار کا حقیقی مقصد ہمیں حاصل ہوگا وہ یہ کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد انوار اللہ الخاطب فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کی تصانیف کا مطالعہ ہر گھر، ہر مکتب ومدرسہ میں جاری ہوجائے تو بانی جامعہ نظامیہ کی تصانیف کے مطالعہ سے ایک مسلمان صحیح الخیال، صحیح العقیدہ، اور صحیح الایمان بن جاتا ہے۔ قابل مبارکباد ہیں انجمن طلبائے قدیم کے ذمہ داران جنہوں نے وقت کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے باشعور قدم اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ بطفیل نبی اکرم ﷺ اخلاص فی العمل کے جذبہ کے ساتھ ان کے ارادوں اور

نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے یہ علمی محفل یوں بھی برکتوں کی آئینہ دار ہے کہ شیخ الاسلام علیہ الرحمہ سالانہ یاد کے موقع پر منعقد ہو رہی ہے۔ جسمیں مجھ جیسے طالب علم کو ''مقاصد الاسلام'' حصہ یازدہم کے چند گوشوں پر روشنی ڈالنے ذمہ داران انجمن کی جانب سے محکوم کیا گیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حیدرآباد دکن کے دامن پر ایسے ایسے علمی ہیرے ٹکے ہیں کہ جن کا تبحر علمی عالم اسلام میں بے مثال و بے نظیر ہے یوں تو ہیروں کی قیمتیں مختلف وجداگانہ ہوتی ہیں اسکے ساتھ ساتھ ہر ہیرا اپنی ایک قیمت رکھتا ہے ان ہی علمی ہیروں میں ایک باکمال شخصیت حضرت العلامہ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کی ہے جن کا علمی فیضان آج تک جاری وساری ہے اور رہیگا۔

حضرت العلامہ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ ''مقاصد الاسلام'' کے حصہ یازدہم میں رقم طراز ہیں کہ ہمارے دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے جب تک اہل اسلام میں کامل طور پر ادب رہا اسلام کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی رہی۔ آنحضرت ﷺ کے چند فضائل اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کی عظمت ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ آدمی اسی سے ادب کرتا ہے جسکی عظمت اس کے دل میں ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے نکلتے دیکھا کہ ساق عرش پر اور جنت میں ہر جگہ نام محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے' عرض کیا یا رب یہ محمدؐ کون ہیں ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے فرزند ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا عرض کیا یا رب اس فرزند کی حرمت سے اس والد پر رحم کر ندا آئی کہ اے آدم اگر تم محمد ﷺ کے وسیلہ سے کل زمین وآسمان والوں کے حق میں شفارش کرتے تو بھی قبول کر لیتے۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب آدم علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا تو عرش کی طرف سر اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی بحق محمد ﷺ مجھے بخشدے ان پر وحی ہوئی کہ محمد ﷺ کون۔ عرض کیا الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہے''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''اس سے میں نے جانا کہ جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے ان سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس نہ ہوگا۔ وحی آئی کہ اے آدم تمہاری اولاد میں وہ سب نبیوں کے آخر ہونگے۔ حضور پاک ﷺ کا نام مبارک جنت کے ہر مقام میں اور ہر درخت کے پتوں میں لکھا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ہر جگہ آپ کا نام لکھا ہے جبکہ کسی معزز فرشتہ کا نام نہیں لکھا گیا اور جن کا نام مبارک لکھا گیا وہ ضرور اولین وآخرین میں سب سے افضل اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک سب سے معظم ومکرم ہیں۔ اور آپ کے قدوم میمنت لزوم کے آمد، آمد کے انتظار میں تمام عالم رہے گا۔ اور ساری خدائی میں آپ کی کس قدر عزت وعظمت ہے کہ اگر عالم میں ابوالبشر علیہ السلام کی نظر، کوئی شخص رکھتا ہو تو وہ جان سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم آب وگل کے درمیان تھے اسطرح آپ کی اسوقت بھی نبوت بالفعل جاری رہی اسوقت کوئی فرشتہ یہ نہیں جانتا تھا کہ آدم علیہ السلام یا انکی اولاد میں کوئی نبی ہونیوالے ہیں بلکہ سب یہی جانتے تھے کہ اگر رسول اللہ ہیں تو محمد ﷺ ہیں۔

غرضکہ حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ تمام عالم میں آپ کی عظمت متمکن اور ذہن نشین ہو جائے۔ یہ نور مبارک کی عظمت مبدأ ایجاد عالم ہے۔ جن اصلاب طاہرہ میں نور منتقل ہوتا گیا وہاں اقسام کے برکات

وعجائبات ظاہر ہوتے گئے۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی نعت میں ایک قصیدہ سرکار کو سنایا اور آپ نے ان کو دعا دی منجملہ اور اشعار کے ایک شعر یہ ہے۔

بردت نار الخلیل مکتتما

فی صلبہ انت کیف تحترق

یعنی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے اسوقت آپ انکی پیٹھ میں تھے وہ کیونکر جل سکتے تھے غرضکہ آدم علیہ السلام سے جہاں جہاں یہ نور مبارک منتقل ہوتا گیا سب کو یہ فضیلت حاصل ہوتی گئی۔ بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی عظمت شان ان کے پیش نظر تھی یہ ثابت ہے کہ عالم کی ہر چیز حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرتی ہے صحابہ کرام کا جو بول بالا ہوا وہ ان کے ایسے ہی خیالات کا اثر تھا۔

مذکورہ شعر میں ایک حقیقت واضح ہوئی کہ شاعرانہ حیثیت باقی نہ رہی بلکہ شرعی حیثیت آگئی کیونکہ شارع علیہ السلام کا سکوت کسی مسئلہ میں جو اعتقاد سے متعلق ہو اسکو شرعی مسئلہ بنا دیتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا اسکا جواب بظاہر یہی تھا کہ میرے نور کو پیدا فرمایا مگر سرکار نے ایسا جواب نہ دیا بلکہ فرمایا: تمہارے نبی کے نور کو۔ اس سے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس جواب سے حضور کا کیا مقصد تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حیوانات نباتات، جمادات آپ کو سجدہ کیا کرتے تھے اور کسی روایت میں یہ بات نہیں ملتی کہ آدم علیہ السلام کو بھی حیوانات وغیرہ سجدہ کیا کرتے تھے الغرض ہمارے نبی کریم ﷺ مسجود خلائق تھے سرکار دو عالم ﷺ ۴۰ سال تک کفار میں رہے۔ ظاہری اعتبار سے اعلان نبوت چالیس سال پر ہوا اس عالم میں آپ ایک مدت تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ کئی ہزار نبی گذرے پھر تمام مخلوق کے نبی حضور کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اسکا جواب قرآن شریف سے یہ ملتا ہے کہ کل انبیاء علیہم السلام بھی سرکار کے امتی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

”وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَّا اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ“۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے اقرار کیا کہ اگر آئے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنیوالے ہیں اس چیز کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ان پر ایمان لاؤ اور انکی مدد کرو کہا کیا تم نے اقرار کیا کہا انہوں نے اقرار کیا پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں اسکے بعد شیخ تقی الدین سبکیؒ کا قول جس سے ثابت ہے کہ کل انبیاء اور ان کی امتیں سرکار دو عالم ﷺ کی امت ہیں۔

الغرض یہ شرف نہ کسی کو حاصل ہے نہ نبی کو۔ اگر آدم علیہ السلام کو ابو البشر ہونے کی فضیلت ہے تو تمہارے نبی کریم ﷺ کو ابو العالم ہونے کی فضیلت ہے، جس زمانے میں آنحضرت ﷺ کی ولادت نہیں ہوئی تھی اسوقت فرشتے سرکار کا کلمہ پڑھتے تھے حالانکہ آپ ﷺ نے کوئی پیام نہیں پہونچایا تھا جس سے آپ کو رسول ماننے کی ضرورت ہو۔

”اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ“۔

اس آیت شریفہ میں نبی اکرم ﷺ کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا یعنی اپنی امت پر اور جمیع انبیاء کے کاموں پر گواہی دینے والے اور فرمایا کہ آپ اہل ایمان کو خوشخبری دینے والے اور ایمان نہ لانے والوں کو ڈرانے والے ہیں۔ یہاں تک تو خطاب تھا اسکے بعد مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے ان کو اسواسطے بھیجا ہے کہ تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور انکی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام انکی پاکی بیان کرتے رہو۔ اے رسول جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے صرف اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہاں کچھ اور ہی معاملہ ہو رہا ہے کہ غیریت اٹھادی جاری ہے اور من تو شدم تو من شدی کا مضمون ارشاد ہو رہا ہے اسطرح مسلمانوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر کرو یہ تعظیم حضور اکرم ﷺ کی ہے تو بھی صحیح ہے اور یہ خاص حق تعالی کی تعظیم و توقیر ہے تو بھی صحیح ہے اس کے بعد اگر کوئی آنحضرت ﷺ کی توہین اور کسر شان کرے تو وہ بھی خدا کی توہین ہوگی۔ ''درمنثور'' میں تعزروہ و توقروہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قتادۃ رضی اللہ عنہ نے اس آیت شریفہ کا مطلب یہ بیان کیا کہ

''اَمَرَ اللّٰہُ بِتَسُوِیُدِہٖ وَتَفُخِیُمِہٖ وَتَشُرِیُفِہٖ وَتَعُظِیُمِہٖ''۔

یعنی خدائے تعالی نے حکم فرمایا کہ حضور کی سیادت تسلیم کرو اور ان کی تعظیم کرو اور ہر قسم کا شرف آپ کیلئے مسلم رکھو اور نہایت بزرگ سمجھو، غور کیجئے کہ خدائے تعالیٰ تو سرکار کی سیادت اور تعظیم کیلئے ارشاد فرماتا ہے اور آخری زمانے کے لوگ رسول کے معنی ہرکارہ لیکر توہین کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا تعالی کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ حضور کی فضیلت کو مسلمانوں پر واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

زرقانی اور خصائص کبری میں روایت ہے کہ عباد بن عبدالصمد کہتے ہیں کہ ایک روز ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے اپنی لونڈی کو پکار کر کہا کہ دسترخوان لے آنا۔ تا کہ ہم سب کھانا کھائیں وہ لے آئی پھر کہا وہ رومال بھی لے آوہ ایک میلا رومال لے آئی فرمایا تنور سلگا جب آگ اسمیں دہکنے لگی تو اس رومال کو اسمیں ڈالدیا جب نکالا گیا تو وہ مثل دودھ کے نہایت سفید تھا ہم نے پوچھا کہ اس رومال کا واقعہ کیا ہے فرمایا اس رومال سے آنحضرت ﷺ چہرہ مبارک پونچھتے تھے۔ سرکار کی عالم میں کیسی عظمت تھی کہ آگ جیسی چیز کہ فولاد کو بھی نہیں چھوڑتی ہر چیز میں اپنا پورا اثر کرتی ہیں مگر اس متبرک رومال کے مقابلہ میں پانی بن گئی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی کمال کیا یہ کام پانی سے لینے کا تھا وہ آگ سے لیا۔ اور آگ کی مجال نہیں کہ اس متبرک رومال کو جلا سکے۔ اسلئے انہوں نے بلا تامل آگ میں ڈالدیا کیونکہ وہ تبرک ایسا نہ تھا کہ اسکا مثل مل سکتا۔

حضور انور ﷺ کو بھی ایسا ہی پیدا کیا گیا کہ عالم میں کوئی آپ کا مثل نہیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ کے ادراک سے بھی عقل عاجز ہے۔

سرورِ عالم مرادِ بندہ و مولا ہیں آپ
ماورائے ہر یقیں پر میرے آقا ہیں آپ
عشق کا مقصود ہیں اور حسن کا منشا ہیں آپ
فکر کی پرواز کیا اس سے بہت بالا ہیں آپ

مگر چونکہ آنحضرت ﷺ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں کہ اللہ کے نور سے آپ کا نور پیدا ہوا۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

حاضرین کرام: بس یہی بات ایمان کے عین مطابق کہ اللہ تعالی کے بعد آپ سے بڑا کوئی نہیں نور اول سے رابطہ کے بعد کائنات کے ذرہ ذرہ نے منصۂ شہود پر ہزاروں کے بودیوں کے باوجود بود و نمود پایا اور آج بھی ہر موجود اپنی حیات مستعار میں نور محمدیؐ سے ربط و نسبت میں خلقۃً وفطرۃً محتاج و مجبور ہے لیکن یہ سب کچھ ہوکر بھی اخلاق محمدیہؐ کا یہ حال اور تعلیم رسالت ہم گنہ گاران امت کہ کسی نبی کا نام لیکر تقابلی حیثیت سے میری برتری بیان نہ کیا کرو کیونکہ اس سے انکی تنقیص ہوگی جس سے تم نام لیکر میرا تقابل کرو گے حالانکہ حضور کے سید الانبیاء والمرسلین ہونے پر سب متفق ہیں۔

قرآن کریم کہہ رہا ہے کہ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" ( ) یعنی اللہ تعالی کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو ہمارے ہی نفسوں میں سے رسول بنا کر مبعوث کیا تا کہ ہم جنس سے مانوس ہونے کے فطری تقاضے کی مافوق البشر شخصیت کے مبعوث کرنے سے نامانوسی کی بناء پر اس سے استفادہ فیضان سے کسی بھی اعتبار سے محروم نہ کر دیں۔

آتے نہ گر پہن کر لباس بشر حضور
فوق البشر ہوتے تو کچھ بات ہی نہ تھی
ہوتے نہ کوئی دعوت فکر و نظر حضور
ہاں یہ کمال ہے کہ ہیں خیر البشر حضور

حضور کی شان بشریت کچھ اور ہے شان رسالت اور شان عبدیت کچھ اور ہے یہی عبدیت کا وہ نازک مقام ہے کہ اپنی طرح بشر سمجھ کر دامن رسالت سے محروم استفادہ ہوکر دور ہونے والے دور ہونگے

اور غیر شرعی فکر کو عرفان وتصوف قرار دینے والے الحاد و زندقہ بکنے لگے یہی وہ دوراہا ہے جہاں کسی پیر طریقت کی دستگیری و رہنمائی کی صورت میں اگر فضل باری تعالی شامل حال نہ رہا تو اس عبد کامل ﷺ کی عبدیت کا مقام ارفع و اعلی کسی بھی اعتبار سے عامیانہ ذہن کے پلے نہیں پڑتا۔

برادران ملت: حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کہ "لَا يُوْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" ترجمہ: تم میں کا کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا یہانتک کہ میں اسکی اولاد اور اسکے ماں باپ اور سارے انسانوں سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔ یہ ثابت ہوگیا کہ عین ایمان سید الانبیا المرسلین ﷺ سے ایسی محبت ہے جس پر سب کی محبتیں قربان اسطرح آپ ﷺ سے محبت ایمان ہے ورنہ ایمان ناقص رہ جائیگا۔

الحاصل ان سے وابستگی ہے تو سب کچھ ہے اور اگر ان سے وابستگی نہیں تو کچھ بھی نہیں اللہ تعالی بطفیل نبی کریم ﷺ ہمیں شیخ الاسلامؒ کی تصانیف کو سمجھنے اور برتنے کا سلیقہ عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ انکی تعلیمات وتصانیف کی اشاعت ہوتی رہے اور استفادہ عام ہو۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی تالیف بشریٰ الکرام فی عمل المولد والقیام

تبصرہ از: مولانا ڈاکٹر سید حمید الدین حسینی شرفی، ڈائریکٹر آئی ہرک

مبداء کائنات سرور موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''میں اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی ''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''حضرت کی ولادت باسعادت کے وقت مجھ سے ایک ایسا نور نکلا کہ اس سے تمام عالم منور ہوگیا'' عثمان بن ابی العاص کی والدہ کو قبل ولادت شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرف نور نظر آیا اور ستاروں کی یہ کیفیت محسوس ہوئی کہ گویا وہ اس مکان پر (جہاں ولادت شریف ہوئی) ٹوٹ پڑ رہے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''میں اس وقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام ہنوز پیدا نہیں ہوئے تھے'' کل انبیاء قیامت میں حضرت کے جھنڈے کے نیچے رہیں گے، حق تعالی نے اپنے نام مبارک کے ساتھ نام نامی یعنی ''محمد رسول اللہ'' (ﷺ) عرش پر اور ہر ایک آسمان میں جگہ جگہ اور جنت کے جھاڑوں میں طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر اور فرشتوں کے جبینوں پر لکھا، حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان بتلانے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا چنانچہ حق تعالی محمود ہے اور ہمارے نبی کریم محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر چند ولادت شریف ایک معین دوشنبہ کے روز ہوئی مگر اس کا اثر ہر دوشنبہ میں مستمر ہے اس لحاظ سے اگر ہر دوشنبہ کا اظہار مسرت کے لئے خاص کیا جائے تو بے موقع نہ ہوگا کم سے کم سال میں ایک بار تو اظہار مسرت ہونا چاہئے، شب قدر کی فضیلت کا صرف حضرت کی امت سے تعلق ہے اوروں کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور شبِ میلاد تمام موجودات کے حق میں نعمت ہے، اس لئے کہ اس میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، جو کل موجودات کے حق میں نعمتِ عظمی ہے چوں کہ کوئی نعمت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے افضل نہیں ہوسکتی اسلئے بہتر ہے کہ اس شکریہ میں اقسام کی عبادتیں مثلِ صدقات اور اطعامِ طعام وغیرہ روز میلاد شریف ادا کی جائیں۔

حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے یہ اور ایسی سینکڑوں دلیلوں کے ساتھ جواز میلاد شریف اور متعلقات پر اپنی تالیف لطیف ''بشری الکرام فی عمل المولد والقیام'' میں جمع فرما کر ایک ایسا علمی احسان فرمایا ہے جس کا فیضان جاری وساری رہے گا، جوازِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس عظیم وو قیع تالیف کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ تاحال اس کے کئی اڈیشن مختلف اداروں اور پبلشرز نے شائع کئے زیر نظر اڈیشن فرزند جامعہ نظامیہ فصیح اللسان مولوی محمد فصیح الدین نظامی نے طبع کروایا ہے ساتھ ہی ان کا ایک مقالہ ''فصیح الکلام فی فضائل شفیع الانام'' بھی شامل ہے، جناب مولانا ڈاکٹر محمد حمید اکبر نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیات اور علمی خدمات پر محیط ایک پراثر اور جامع مقدمہ لکھا ہے جو اس میں شریک اور قابل ملاحظہ ہے، منار الاسلام ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدر آباد کے زیر اہتمام شائع شدہ یہ تالیف جامعہ نظامیہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔☆☆

باب چہارم

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

بحیثیت صوفی کامل

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت صوفی کامل

بقلم: حضرت مولانا سید محمد قبول بادشاہ شطاری، جانشین حضرت کامل ؒ ومعتمد صدر مجلس علماء دکن، حیدرآباد

الحمدلله رب العالمین. الصلواة والسّلام علیٰ اوّل قابل للتجلّی من الحقیقة الکلیة سیدنا ومولانا محمدن الموصوف بالتّقدّم والاوّلیة وعلیٰ آله اولی الهدایة والافضلیة وصحبه کواکب أمن البریةo

اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم. قال اللّٰه تبارک وتعالی فی القرآن المجید یُؤْتِیُ الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراًo

رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ علم حکمت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور جس کو حکمت (دانائی) ملی بہت خوبی ملی۔

انسانی تفکر کی بلندترین پرواز وہ ہے جو خود انسان کے پیدا کرنے والے سے تعلق حاصل کرنے کیلئے کیجاتی ہے لیکن جس طرح محدود شئی کو غیر محدود کا احاطہ کرنے میں اور کمزور کو طاقتور کا مقابلہ کرنے میں اور بے خبر کو باخبر کا اندازہ لگانے میں صرف کیجاتی ہیں۔ اسی طرح مخلوق کو اپنے خالق کا پتہ لگانے میں اور اسی طرح کی اور اس سے کہیں زیادہ محنتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ذی روح میں حیات کے جس قدر کرشمے نظر آتے ہیں اُن کے بارے میں مختلف خیالات ظاہر کئے گئے ہیں مگر یہ خیال کہ خود ذات باری تعالیٰ انسان میں جلوہ گر ہے اسپر ہم نظر ڈالیں تو یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ ذات کو صرف صفات سے پہچاننا اور جس انسان میں ذاتِ الٰہی کی صفات جس حدتک ترقی وکمال کے ساتھ نمایاں ہوں وہ دوسرے سے بہتر، افضل اور اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے وہ مقدس اور بابرکت نفوس قدسیہ جنہیں پیغمبر، ولی اور بزرگ کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں ان میں صفات ذات الٰہی بدرجہ اولیٰ واکمل پائی جاتی ہیں۔ ان حضرات میں سے جو صفات الٰہی کا کامل وجامع ہے مظہر ہوا اس کو اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت سے سرفراز فرما کر خلق کی ہدایت کیلئے مبعوث فرماتا ہے وہ نبی ورسول ہیں اور جو نبی ورسول کے تابع اور کامل پیرو ہیں درجہ بدرجہ قطب، ولی کہلاتے ہیں۔ یہ نفوس قدسیہ ہر زمانہ میں ہوتی آئی ہیں چونکہ سلسلہ نبوت ختم رسالت کے باعث موقوف ہو چکا اس لئے نبی کے قائم مقام حضرات اولیاء اقطاب وغیرہ ہیں ان ہی کی وجہ سے نظامِ عمل طریقت اور نظامِ عمل عالم دنیا واُخری اپنی حالتِ اعتدال پر قائم ہے اور ان ہی سے دین کی ترقی ہے۔ ترقی سے میرا مطلب صرف دینی نہیں بلکہ اخلاقی اور معاشرتی دنیوی ترقی بھی ہے۔ کیونکہ جب اخلاق اور معاشرت درست ہوگئے تو انسان ہر قسم کی ترقی کرسکتا ہے۔

اس مقالہ کے آغاز پر جس آیت قرآنی کو تلاوت کیا گیا اُسکی تشریح میں یہ ہے کہ حکمت سے مراد علم قلب ہے یعنی توحید ومعرفت الٰہی جس کو فقر کہتے ہیں اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کو یہ حکمت عطا ہوئی کما قال اللہ تعالیٰ: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِo

یعنی بلاؤ اے محمد ﷺ اپنے رب کی راہ پر ساتھ حکمت اور نصیحت کے۔حکمت کے لغوی معنی راز اور بھید کے ہیں چونکہ اس علم سے رازِ انسانی اور سرِ سبحانی کھلتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس علم کو یہ لفظ حکمت ارشاد فرمایا۔حکمت اصطلاح میں دانائی و درست کرداری کو کہتے ہیں اور ایک علم کا نام ہے جس میں احوال موجودات سے بھی بحث کی جاتی ہے۔قرآن مجید میں ''وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ'' یعنی اور البتہ دی ہم نے لقمان کو حکمت یعنی نفی شرک توحید و معرفت الٰہی عطا کی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كَلِمَةٌ مِّنَ الْحِكْمَةِ يَتَعَلَّمُهَا الرَّجُلُ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اس کے حق میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔وہ علم توحید اور معرفت الٰہی ہے جس کو علم قلب کہتے ہیں کہ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْعِلْمُ عِلْمَيْنِ عِلْمٌ عَلٰى اللِّسَانِ فَذَالِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى ابْنِ آدَمَ وَعِلْمٌ فِيْ الْقَلْبِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ ۔یعنی علم دو ہیں ایک علم زبان پر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اولادِ آدم پر اور ایک علم دل کے اندر ہے پس یہی علم نافع ہے اس سے ثابت ہوا کہ ایک علم عام زبانی شریعت ہے جسکو حجت فرمایا اور ایک علم خاص باطن یعنی طریقت ہے جسکو علم قلب اور نافع کہا گیا۔پس طریقت میں ایک یقین کا مرتبہ ہے جس کو معرفت الٰہی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں وارد ہے اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ یعنی یقین ایمان کامل ہے۔

مندرجہ بالا تمہیدی کلمات کو پیش کرتے ہوئے معذرت خواہ بھی ہوں کہ جس محفل میں اہل علم اور اہل بصیرت موجودگی میں جن افکار کو پیش کیا گیا وہ من حیث المجموع شیخ الاسلام حضرت العلامہ محمد انوار اللہ المخاطب خاں بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ کی زندگی کی آئینہ دار ہے۔اس بات سے سب ہی بخوبی واقف ہیں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ بانی جامعہ نظامیہ نے اس علمی ادارے کی بناء بارگاہ رسالت ﷺ کے حکم پر ڈالی ہے۔ بزرگان سلف نے صراط مستقیم پر گامزن ہوکر تلاش حق کو اپنا مقصود بنایا اور علوم دینیہ کی تعلیم و ترویج و اشاعت اور تبلیغ اسلام کو شعار زندگی بنا کر اسلامی معاشرہ کی فلاح اور اس کے استحکام کیلئے اپنے آپ کو کلیۃً وقف کردیا۔تصنیف و تالیف کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں بلکہ خانقاہی نظام بھی بہ اندازِ تدریس وتفہیم رشد و ہدایت وجود میں آیا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ 'مقاصد الاسلام' کے حصہ پنجم میں تصوف اور صوفی کے عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''فلسفہ وتصوف دونوں میں کسی قسم کا تعلق نہیں۔ایک طبقہ جو عبادت الٰہی کو ضروری نہیں سمجھتا غلط اندازِ فکر کا حامل ہے تصوف اس علم کا نام ہے جس میں صرف وہ امور مذکور ہوتے ہیں جو تقرب الی اللہ کے طریقے بتلائیں اور لوازم تصوف ایسے سخت ہیں کہ اہل فلسفہ ان کو سن لیں تو گھبرا جائیں۔اوائل میں جو اہل تصوف تھے وہ زینت اور زرق و برق کو ترک کرکے صرف صوف یعنی کمبل پر قناعت کرتے تھے اسلئے ان کا نام ہی صوفی ہوگیا''۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے لکھا ہے کہ

''آدمیوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں بعض غیور طبع ایسے بھی ہیں کہ بھوکے رہیں گے لیکن ذلت کی نوکری اور ذلیل پیشہ نہ کرینگے۔اسی طرح اسلامی دنیا میں بھی بعض غیور طبع عالی ہمت اپنے خالق کی عبادت کو باعث افتخار سمجھتے ہیں ہمیشہ وہ تقرب الٰہی کے ذرائع تلاش کرتے رہتے ہیں اور خالق عزوجل کی رضامندی مقصود رہتی ہے ہر وقت ان کا دلی تعلق ان ہی امور کی طرف لگا رہتا ہے اسلئے وہ اپنی نفسانی خواہشوں

کو پوری نہیں کر سکتے بلکہ فقط ضروریات پر اکتفاء کر لیتے ہیں''۔

شیخ الاسلامؒ صوفی کے اصطلاحی معنی کی وضاحت میں رقم طراز ہیں کہ

''حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں من عاش فی ظاہر الرسول فھو سنی ومن عاش فی باطن الرسول فھو صوفی جو ظاہر رسول اللہ ﷺ پر زندگی گزارے وہ سنی ہے اور جو باطن رسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے''۔

اہل بصیرت پر ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا باطن حق کی صفات کمالیہ کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی لحظہ ایسا نہ گزرا کہ آپ یاد الٰہی سے غافل ہوں۔ آپ پر ہر وقت یاد الٰہی اور باری تعالیٰ کی صفات جمالیہ وجلالیہ کا تصور لگا رہتا تو کیا ممکن ہے کہ آدمی سے کوئی دوسرا کام ہو سکے اسکے باوجود جو کام یا عمل آپ کرتے تھے اس میں سوائے خدائے تعالیٰ کی یاد اور مشاہدہ اور رضا جوئی کے اور کچھ مقصود نہیں ہوا کرتا تھا۔ حضرت کاملؒ اپنے شعر میں فرماتے ہیں ؏

میرے غور وفکر کے زاویوں پہ ہیں پہرے ایسے لگے ہوئے
کہ مجال ہے کہ تیرے سوا کوئی آ تو جائے خیال میں

جب سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہہ ثابت ہے کہ صوفی کا باطن آنحضرت ﷺ کے باطن کا تابع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ صوفیہ کرام کے باطنی حالات علی قدر مراتب وہی ہونگے جو آنحضرت ﷺ کے ہیں۔

مذکورہ بالا اسی ایک قول کو پیش کرنے سے حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت میں نہ صرف شریعت وطریقت کا ایک حسین امتزاج نظر آتا ہے بلکہ صوفیانہ افکار کا بدرجہ اتم اظہار بھی ہوتا ہے۔ آپ عالم باعمل، عارف باللہ، صوفی باصفا، رشد وہدایت کے منبع، حقائق ودقائق، اسرار و رموز کی گتھیوں کو کھولنے والے، حکمت وموعظت کے پیشوا، تعلیم وتربیت کے مقتدا، روحانیت کے علمبردار، غرضکہ ان کمالات و اوصاف کی پیکر ہستی۔ ایسی باکمال ہستیاں شاذ ونادر ہی ہوا کرتی ہیں کہ جو جمیع کمالات کی حامل ہوں۔ آپ نہ صرف دربار رسالت مآب ﷺ سے فیضیاب ہیں بلکہ آپ کی شخصیت فیض رساں بھی ہے یہہ فیضان ابدتک جاری وساری رہے گا۔

قابل مبارکباد ہیں سیف الاسلام کے ذمہ داران جنہوں نے یاد بانی جامعہ نظامیہ کے سلسلہ میں اس سمینار کا اہتمام کر کے حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور علمی استفادہ کا موقع فراہم کیا جواز حد ضروری ہے۔

یہہ ایک حقیقت ہے کہ رابطہء عشق ومحبت ایک مردِ مومن کو رحمت باری اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمتِ عام کی طرف رجوع کر کے دلاسہ دیتا ہے اور یہیں سے امید کی کرن پھوٹ کر یاس کو آس سے بدل دیتی ہیں۔ عشق کی آگ وہ بھی عشق رسول ﷺ کی جن خوش نصیبوں کو لگتی ہے اُن کی زندگیوں کو نکھار کر کندن بناتی اور آخر کار فنافی المحبوب کی منزل میں سارے مدارج فنائے بعد حیات ابدی عطا کر کے اکسیر بنا کر چھوڑتی ہے جن سے ربطِ محکم او رنسبتِ کامل رکھنے والا سارا ماحول کیمیا گر بن جاتا ہے۔ الحاصل حضرت شیخ الاسلامؒ کو ایک باکمال صوفی سے بھی یاد رکھا جائیگا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت صوفی

از: مولانا سید عبدالرشید چشتی قادری، صدر مدرس دارالعلوم دینیہ بارگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز گلبرگہ شریف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

اللہ تعالی کی یہ عادت شریفہ ہے کہ دین اسلام کی بقااوراس کی سر بلندی کیلئے ایسے خاصان خدا کواس کائنات میں جلوہ گرفرمایا جنہوں نے اشاعت اسلام اورخدمت خلق کیلئے اپنی تمام تر زندگی وقف کردی۔ ان برگزیدہ شخصیتوں کی شان میں آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (حدیث)** ترجمہ میری امت کے علماءانبیاءبنی اسرائیل کی مانند ہیں۔

چنانچہ ان ہی جانشینان اور وارثین انبیاء کرام میں دکن کی ایک مایہ ناز ومعروف شخصیت جن کے علمی وروحانی فیضان سے سارا عالم فیض یاب ہورہاہے اس ذات گرامی کا اسم گرامی حضرت شیخ الاسلام حافظ امام انواراللہ فاروقیؒ ہے جنہوں نے اپنی تمام تر زندگی علم ظاہر وعلم باطن کی اشاعت کیلئے وقف کردیا ایسی ہی علمی وروحانی شخصیتوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ **اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہٖ الاُمَّۃَ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِائَۃ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُلَھَا دِیۡنَھَا (مشکوۃ)** اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کی امت کی رہنمائی کیلئے ہرسو سال میں ایک مجدد کومبعوث کرتا ہے جواس دین کی تجدید اسکی نگہبانی اورتازگی کیلئے اپنی زندگی کووقف کردیتا ہے۔

اس امت مسلمہ کی نئی صف بندی اور دین اسلام کو اپنے ظاہری و باطنی طاقت کے ذریعہ تازگی بخشنے والی شخصیت ہی مجدد دین وملت کہلاتی ہے ونیز جوشریعت وطریقت کے اسرار ومعارف سے واقفیت رکھتا ہو۔گویا ہرصدی میں ایسی شخصیت کا امت مسلمہ کے درمیان پایاجانا ایک قدرتی نظام ہے تاکہ امت محمدیہ گمراہیت کاشکار نہ ہو۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ **لَاتَجۡتَمِعُ اُمَّتِیۡ عَلَی الضَّلَالَۃِ (حدیث)** یعنی میری امت کبھی بھی گمراہیت پرجمع نہیں ہوسکتی۔گمراہیت پرجمع نہ ہونا یہ اس وقت ہوگا جب کہ ہمارے درمیان ایک ایسا محبوب خدا، دین اسلام کا نگہبان، مجدد دین وملت ہم میں موجود ہوجس کی نظر میں دکن ایک رائی کے دانے کے مانند اور جو امت مسلمہ کے فردفرید بدعقیدگی کو دور کرنے کیلئے جہد مسلسل کرتے رہے۔چنانچہ آپ نے دکن میں ایسے وقت قدم رکھا جب کہ سارا دکن افراط زرکی وجہ سے لہوولعب میں مبتلا تھا اورعیش وآرام کی زندگی نے انسان کوفکرصحیح سے محروم کردیا تھا ان حالات میں دکن کی سرزمین میں رہنے اور بسنے والوں کی ایمانی زندگی کوہری بھری کرنے اوران کے عقائد صحیحہ کی شادابی اور اخلاق وکردار کی درستگی وسدھار کیلئے اللہ تعالی نے حضرت شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہؒ کا انتخاب فرمایا۔

ولادت سے قبل پیشن گوئی:

حضرت شیخ الاسلام کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ آپ کی ولادت

سے پہلے اکابر صوفیہ کرام نے پیش گوئی فرمائی تھی واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ انتہائی دیندار و پرہیز گار، پاکیزہ فطرت و نیک خصلت اور اولیاء اللہ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتی تھیں۔

''آپ فرماتی ہیں کہ شادی کے بعد ایک عرصہ تک مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو میں نے ایک اللہ کے ولی حضرت یتیم شاہ مجذوبؒ کی خدمت میں بطور تحفہ کچھ میوہ روانہ کیا اور دریافت کروایا کہ آیا مجھے کوئی اولاد ہوگی یا نہیں؟ حضرت یتیم شاہ مجذوبؒ نے آپ کا تحفہ قبول کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ جاؤ اور کہدو کہ لڑکا ہوگا اور وہ حافظ قرآن اور محافظ علوم فرقان ہوگا۔ اس پیشن گوئی کے بعد حضرت شیخ الاسلام کی والدہؒ نے ایک رات بہت ہی نورانی خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ قرآن حکیم کی تلاوت فرمارہے ہیں اس کے بعد حمل کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس خواب کی تعبیر اس سے بہتر کیا ہوسکتی ہے کہ حضور ﷺ خوشخبری سے سرفراز فرمارہے ہیں کہ آنے والا فرزند کوئی معمولی نہیں ہوگا بلکہ اس فرزند جلیل سے علوم قرآنی کی اشاعت اور دین حنیف کی حفاظت کا بڑا کام لیا جائے گا و نیز اس سے حضرت شیخ الاسلام کے مرتبہ و مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس خواب کی تعبیر اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ آپ بتاریخ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام ناندیڑ ایک اللہ کے ولی کی دعا بن کر جلوہ گر ہوئے''۔(۱)

ابتدائی و اعلیٰ تعلیم:

ولادت باسعادت کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے اپنے والد محترم سے ابتدائی تعلیم حاصل کی آپ کو علم دین سے بے حد دلچسپی تھی اور بچپن ہی سے اسلامی علوم و فنون کو حاصل کرنے میں تن، من اور ذوق وشوق کے ساتھ مشغول ہوگئے۔ اس طرح گیارہ سال کی عمر شریف میں مولانا حافظ امجد علی صاحب سے حفظ قرآن حکیم کی تکمیل فرمائی پھر اعلی تعلیم کیلئے اپنے وقت کے جید علمائے کرام یعنی مولانا فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی، مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے علاوہ ملک یمن کے ممتاز عالم حضرت مولانا عبداللہ یمنیؒ اور دیگر علماء سے علم تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، علم کلام، علم معانی و بلاغت، علم مناظرہ، علم ہندسہ، علم صرف و نحو اور علم تصوف میں اتنا کمال حاصل کیا کہ آپ خود ان علوم میں سند مانے جاتے تھے۔

صوفی کا ظاہر و باطن:

علم تصوف کی اہمیت و افادیت میں حضرت علی ہجویریؒ حضرت ابوالحسن نوریؒ کا قول نقل فرماتے ہیں لَیْسَ التَّصَوُّفُ عُلُوْمًا وَلَا رُسُوْمًا وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَاقاً'' ترجمہ: تصوف علوم اور رسوم کا نام نہیں بلکہ اخلاق کا نام ہے۔ لہذا اس قول کا مطلب یہ ہے کہ تصوف کو علوم و رسوم کے بجائے ضابطۂ اخلاق کہنا چاہیے۔ کیونکہ اگر یہ رسوم پر مشتمل ہوتا تو اس کے حاصل کرنے کیلئے مجاہدہ ہی کافی تھا۔ اور اگر علوم پر مبنی ہوتا تو تعلیم کے ذریعہ ہاتھ آجاتا۔ لیکن وہ تو از اول تا ابد اخلاق ہی اخلاق ہے جب تک اللہ تعالی کے حکم پر پوری طرح عمل آوری اور کما حقہ اس کے احکام ادا نہ ہوں تو کوئی بھی علم تصوف حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت ان تمام علوم و فنون کے علاوہ اخلاق اور اتباع شریعت میں اس طرح کامل و اکمل ہوگئی جو ایک صوفی اور مرشد کیلئے از حد ضروری ہے آپ کی اس مہارت کو دیکھ کر برملا یہ کہا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''مرج البحرین'' میں حضرت امام مالکؒ کا قول نقل فرمایا۔

''مَنْ تَفَقَّہَ بِغَیْرِ تَصَوُّفٍ فَتَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ بِغَیْرِ تَفَقُّہٍ فَتَزَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَہُمَا فَتَحَقَّقَ''

ترجمہ: جوشخص بغیر فقیہ بنا وہ فاسق ہوا اور جو فقہ کے بغیر صوفی بن بیٹھا وہ زندیق ہوا، اور جو دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا۔(۲)

حضرت امام مالکؒ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ ایک جید استاذ اور مرشد کامل کیلئے شریعت وطریقت کے دونوں علم باہم منسلک لازم و ملزوم ہیں۔اوراس مرتبہ ومقام والا مرشد ہی اللہ تعالی اور حضور ﷺ کے ذات وصفات کا مظہر اور کامل نمونہ ہوگا جو بندوں کی صحیح رہنمائی کرسکے گا۔قول مذکور کے مطابق شیخ الاسلام کی شخصیت میں ہر دو علوم بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔علم وعبادت، ظاہر کا خاصہ ہے کہ کبر ونخوت انسان میں پیدا ہوجاتی ہے اور جب تک نفس کو قابو میں نہ کیا جائے یہ بات دور نہیں ہوسکتی۔اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کی شخصیت جامع الکمالات تھی، عالم بھی اور صوفی بھی اس لئے ادھر شریعت ظاہری کی پابندی بھی کرتے اور اُدھر تصوف کی منزل بھی طئے کرتے۔آپ نے ہر طریقہ سے مجاہدہ نفس فرمایا، کھانے اور پینے میں سونے اور رہنے سہنے میں۔بہرحال جس طرح ضرورت ہوتی یا جس طرح نفس قابو میں آتا ہواسی طرح عمل پیرا ہوتے ونیز برسوں شب بیداری میں گزاردی۔کبھی اس طرح بسر کرتے کہ رات ودن میں کچھ دیر سوتے اور پھر بیدار ہوجاتے کبھی روزہ رکھتے اور کبھی افطار کرتے۔سخت بستر پر آرام کرتے سادہ غذا تناول فرماتے یہی وجہ تھی کہ آپ مجسم اخلاق تھے اور ایسی ہی شخصیت اپنی کتاب میں اس قول کو نقل کرسکتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام اپنی کتاب مقاصد الاسلام کے حصہ پنجم میں حضرت امام جعفر صادقؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

''مَنْ عَاشَ فِیْ ظَاهِرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ سُنِّیٌّ''

ترجمہ: جوشخص آنخضرت ﷺ کے ظاہر کے مطابق زندگی گزارے وہ سنی ہے۔(۳)

سنی ہونے سے مراد اگر ہم یہاں علم ظاہر مراد لیں تب بھی یہ غلط نہیں کیونکہ ایک صوفی کیلئے علم ظاہر یعنی احکام شریعت سے واقفیت از حد ضروری ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اگر ہم آپ کے شاگردوں کی فہرست کو ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر شاگرد اپنی جگہ ایک انجمن تھا اور شاگرد خود کئی اجلہ علماء کے استاذ کہلائے اور انہیں ہر فن میں مہارت اور ید طولی حاصل تھا۔ونیز اگر ہم یہاں سنی سے مراد مسلک اہلسنت وجماعت مراد لیں تو بھی صحیح ہے کیونکہ آپ کا مسلک نہ صرف سنی تھا بلکہ مسلک اہلسنت وجماعت کی اشاعت کیلئے آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں جس کا ثبوت خود حضرت ممدوح کی کتابیں ہیں۔پھر اس سلسلہ میں جب کبھی وہابیت نے سر اٹھایا اور نت نئے فتنے اور فرقے وجود میں آئے تو ان کی سرکوبی کیلئے آپ نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی بلکہ ہر فرقے اور فتنے کا اس قدر خوش اسلوبی سے جواب دیا کہ آج تک آپ کے اسلوب کو نہ کوئی توڑ سکا اور نہ ہی اس کی نظیر پیش کی جاسکی۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کے قول کا دوسرا حصہ ملاحظہ ہو۔

''وَمَنْ عَاشَ فِیْ بَاطِنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ صُوْفِیٌّ''

ترجمہ: جوشخص حضور ﷺ کے باطن کے مطابق زندگی گزارے پس وہ صوفی ہے۔(الحلیہ)

ظاہر رسول اللہ ﷺ سے مراد حضور ﷺ کے بیان کردہ وہ احکام ہیں جس کو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔باطن رسول اللہ ﷺ سے مراد وہ اسرار ہیں جن کو علم طریقت کہا جاتا ہے۔اور یہ علم اللہ تعالی اور حضور ﷺ کے احکام پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ ظاہر رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوئے بغیر باطن رسول

اللہ ﷺ تک رسائی ناممکن ہے تو معلوم ہوا کہ صوفی ہر دو کا جامع ہوتا ہے۔

مذکورہ اقوال کی روشنی میں اگر ہم حضرت شیخ الاسلام کی ذات گرامی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کا تقوی و پرہیز گاری، مجاہدہ، مراقبہ، ایثار، ہمدردی، انفاق واخلاص، خوف خدا، گویا تمام تر زندگی للّٰہیت سے معمور نظر آتی ہے جو ایک صوفیانہ زندگی کیلئے ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے "وَاَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" (۴) "نعمه ظاهرہ" سے مراد اعمال ظاہری ہیں۔ جو انسان کے ظاہری اعضا کیلئے اللہ تعالی کی نعمت ہے۔ وباطنة سے مراد باطنی نعمت ہے یعنی نعمت باطنی قلب پر جاری ہونے والے احوال کو کہتے ہیں۔ گویا ظاہری اور باطنی اعمال کا آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ کسی عاشق نے فرمایا۔

علم باطن ہم چوں مسکہ
علم ظاہر ہم چوں شیر
کئے بود بے شیر مسکہ
کئے بود بے پیر پیر

ظاہری و باطنی نعمت کا حصول دراصل قرب خداوندی کو پانا ہے۔ لیکن قرب ایک ایسا مقام ہے کہ اس مقام تک پہنچنے کیلئے ایک صوفی کو کئی کٹھن مراحل اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اس اثنا میں جب کوئی آزمائش کا سامنا ہوتا ہے تو اس کو ضَرۡبُ الۡحَبِیۡبِ زَبِیۡبٌ (یعنی دوست کا مار کشمش کی طرح لذیذ ہوتا ہے) کے مصداق برداشت کرلیتے ہیں پھر انہیں "مقامِ وصل" ہاتھ آتا ہے تو گویا وہ وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (۵) کی خوشخبری کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز ہوجاتے ہیں جو اپنے پروردگار کی آزمائش میں اف تک نہ کہے۔

فرزند کا وصال:

جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں ان کے فرزند کا وصال ہوگیا آپ ان کٹھن لمحات میں سنت ابراہیمی ادا کرتے ہوئے اپنے لخت جگر کے جنازے کے قریب پہنچے اور میت کے کان میں کہا "اے میرے پیارے بیٹے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہمارا سلام عرض کرنا" اتنا کہہ کر حضرت شیخ الاسلام وہاں سے تشریف لے گئے۔ لہذا یہ آزمائش اور امتحان کی اس کٹھن گھڑی کے ساتھ آپ کا جو گزر رہا ہے گویا وہ قرآن حکیم کی آیت مبارک اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ (۶) ترجمہ: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا و مرنا یہ سب اس پروردگار کیلئے ہے جو دونوں جہاں کا پالنہار ہے۔

چنانچہ صوفیہ کرام ہمیشہ اپنے درد و درمان، اپنی موت وحیات، فتح وشکست، اور اپنا دکھ وسکھ اللہ تعالی کے سپرد کردیتے ہیں اور اس طرح ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو وَاتَّصِفُوۡا بِصِفَاتِ اللّٰهِ تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰهُ کے مصداق اللہ تعالی کے صفات اور اس کے اخلاق سے جو متصف ہوئے ہوں اور جنہیں صفات خداوندی کا عرفان حاصل ہوچکا ہوتا ہے۔

صفات ذاتیہ:

حضرت شیخ الاسلام اپنی کتاب مقاصد الاسلام حصہ سوم میں صفات باری تعالیٰ سے متعلق لکھتے ہیں۔

"جتنے صفات کمالیہ الٰہیہ ہیں سب ازلی اور ذاتی ہیں اور نفس کے

صفات حادث اور عطائی ہیں جیسا کہ ''باب الفتوح لمعرفۃ احوال الروح'' میں صدر الدین شیرازی کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانیہ کو اپنی ذات وصفات اور افعال کی معرفت اپنی مثال پیدا فرمایا مثال ممتنع نہیں البتہ اس کا مثل ممتنع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم کی ایجاد سے معرفت الٰہی مقصود ہے جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ اس لحاظ سے ضروری تھا کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس میں ایسے صفات ہوں کہ ان کے علم سے صفات الٰہیہ کا علم حاصل ہو۔ کیونکہ ذات الٰہیہ کا ادراک تو ممکن نہیں پھر اگر یہ صفات بھی معلوم نہ ہوں تو معرفت الٰہی کا وجود ہی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آدمی جو بات اپنے میں نہیں پاتا اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ مثلاً مادر زاد اندھا جانتا ہی نہیں کہ بصارت کیا چیز ہے اور دیکھنا کس کو کہتے ہیں۔ اگر اس سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ بصیر ہے تو وہ کیا سمجھے گا۔ (۷)

غرضیکہ حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ نفس میں ایسے صفات رکھے جائیں کہ جو صفات کمالیہ الٰہیہ کے نمونے ہوں مثلاً وجود، تجرد، سمع، بصر، مشیت، ارادہ، قدرت، کلام، ان تمام صفات کو حضور ﷺ نے کس وضاحت کے ساتھ ایک مختصر جملے میں ارشاد فرمایا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ سے صاف ظاہر ہے کہ معرفت کنہ ذات الٰہی ممکن نہیں جیسے معرفتِ ذات نفس ناطقہ ممکن نہیں اور نفس کے صفات کی معرفت ضروری ہے جس سے صفاتِ الٰہیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو مقصودِ ایجاد عالم ہے۔ مزید یہ کہ جن حضرات کو نفسِ ناطقہ یعنی روحِ انسانی اور اس کے صفات کا پورا پورا علم ہے ان کو اس صحیح حدیث پر ایمان لانے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ صورت کی ضمیر آدم کی طرف ہے یعنی آدمؑ کو انہی کی صورت پر پیدا کیا وہ جانتے ہیں کہ آدمی کی خصوصیات نہ ملائکہ میں ہیں اور نہ مخلوقات میں نہ عالم میں یہی ایک نسخہ جامع اس انداز سے پیدا کیا گیا ہے کہ اس کا کوئی مثل اور نظیر نہیں اسی وجہ سے بعض محققین نے لکھا ہے کہ آیت شریفہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ سے جس طرح (ذات) تنزیہ ثابت ہوتی ہے اس سے (ذات) تشبیہ بھی اشارۃً معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اگر کاف زائد لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں جو ذات وصفات میں اس کے جیسا قدیم اور مستقل بالذات ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر کاف کے معنی لئے جائیں تو آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ اس کے مثل یعنی انسان کے جیسا کوئی نہیں جس کو اپنی صورت پر پیدا کیا''۔ (۸)

حضرت شیخ الاسلام کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسے لامحدود ہے اسی طرح اس کے صفات بھی لامحدود ہیں اور صفات کا ظہور موصوف سے ہے اگر موصوف نہ ہو تو صفات کا اظہار بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا جو شخص صفاتِ خداوندی کو اچھی طرح جان لیگا تو یقیناً وہ ذاتِ خداوندی سے بھی اچھی طرح واقف ہوجائیگا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ ''لَاتَفَكَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ بَلْ تَفَكَّرُوْا فِیْ صِفَاتِ اللّٰهِ'' ترجمہ: کہ تم اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر مت کرو بلکہ اسکی صفات میں غور وفکر کرو۔ اور اس بات سے بھی اچھی طرح واقف ہوجانا چاہئے کے خدا کی ذات میں وہ کونسی شئی ہے جس سے متصف ہوکر بندہ خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے۔ صوفیہ کے پاس وہ ''سبعہ صفات'' ہیں جو علم تصوف کا محور ہیں۔ اور انسان انہی صفات کو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کرتا ہے تو وہ ''ولایت'' کے منصب پر فائز ہوجاتا ہے اور ان صفات کاملہ کو جب کوئی اللہ کے بندوں کیلئے

استعمال کرتا ہے تو وہ ''خلیفۃ اللہ'' کہلاتا ہے ۔ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ذرا حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت کو دیکھئے کہ وہ ہر دو پہلو کو کس خوش اسلوبی کے ساتھ نبھا رہے ہیں کہ بحیثیت صدر المہام وناظم امور مذہبی سارے دکن کے لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں کہیں آپ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کیلئے واعظین کو مقرر کر رہے ہیں تو کہیں شہر و بیرون شہر دیگر اصلاحات کو انجام دے رہے ہیں حکومت آصفیہ میں جو اصلاحی پہلو نظر آتے ہیں وہ سب بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت شیخ الاسلام ہی کے مرہون منت ہیں ۔نیز رات کے وقت بڑے بڑے جید علماء کرام کو عرفان خداوندی سے متعلق درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اس طرح صبح تک یہ سلسلہ جاری وساری رہتا حتی کہ فجر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام کر لیتے پھر جامعہ نظامیہ کے امور کو بخوبی انجام دیتے ۔بندے میں یہ خوبی اور خصوصیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان اللہ تعالی کے اخلاق وصفات میں کمال حاصل کر لیتا ہے پھر ایسی ہی ذات گرامی کو اصطلاح تصوف میں ''انسان کامل'' کہا جاتا ہے مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت کو عملی طور پر دیکھنے کیلئے آپ ہی کی زندگی کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

شیخ الاسلام کا مقام ولایت:

آپ کی ایک مریدہ حضرت نجیبہ بیگم صاحبہؒ جن کو حضرت شیخ الاسلام سے رشتہ داری بھی تھی کثرت ذکر واذکار سے ان کا قلب اس قدر پاک وصاف ہو گیا تھا کہ جس کی وجہ سے ان کے انکشافات صحیح ہو جاتے تھے جن کا ذکر خود حضرت ممدوح نے بھی بارہا فرمایا تھا۔

''چنانچہ بی بی صاحبہ فرماتی ہیں میں نے جب کبھی مراقبہ میں حضرت ممدوح کا تصور کیا ہے میں نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور آپ کے دونوں ابروؤں سے نور کی زبردست شعائیں نکل کر آسمان تک جا رہی ہیں اور آپ بے خود ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح کو یہ مقام ومرتبہ محض اعلاء کلمۃ الحق اور اشاعت دین مصطفوی ﷺ کی وجہ سے حاصل ہوا۔ بی بی صاحبہ ہمیشہ ''فتوحات مکیہ'' کے حلقۂ درس سے استفادہ کیلئے قریب کے ایک کمرے میں بیٹھی سنتی تھیں ان کا بیان ہے کہ میں نے بارہا حضرت سیدنا غوث پاک ؒ کو حلقہ درس میں تشریف لاتے ہوئے دیکھا ہے کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے کبھی بیٹھ بھی جاتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ممدوح کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہوتا ہے۔(۹)

ایک دفعہ درس کے وقت حضرت سرکار دوعالم ﷺ کو دیکھا کہ ایک دوسرے کمرے میں تشریف فرما ہیں اور حضرت ممدوح درس دے رہے ہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی درس میں مصروف ہیں ایک اور مرتبہ حضرت ممدوح کسی اہم مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رک جاتے تھے میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرمِ پاک تک ایک صاف راستہ ہے آنحضرت ﷺ حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں آپ کے رک جانے سے آنحضرت ﷺ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ حل مضمون سے قاصر ہو گیا ہے اور حضرت ممدوح کی جانب توجہ فرمائی جب توجہ پاک سے مضمون حل ہو گیا تو حضور انور ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقہ درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی''۔(۱۰)

اس طرح حضرت غوث پاکؒ یا حضور ﷺ کا حضرت شیخ الاسلام کے حلقہ درس کی جانب متوجہ ہونا اس بات کو بتلاتا ہے کہ

حضرت شیخ الاسلام نہ صرف عرفان خداوندی سے واقفیت رکھتے تھے بلکہ وہ معرفت کے اس مقام ومرتبہ پر فائز تھے جس کو بجا طور پر اس ارشادخداوندی کا مصداق تصور کیا جاتا ہے: اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ (حدیث قدسی) یعنی انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔ان خصوصیات کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت گویا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی مظہر کامل اور اس کے اسماء وصفات کی مجالی ومرائی نظر آتی ہے۔

شیخ الاسلام کی تصانیف میں علم تصوف سے متعلق کئی عنوانات کے تحت بحثیں پائی جاتی ہیں جس پر آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سیر حاصل بحث کرتے ہوئے تشنگانِ علوم معرفت کو خوب سیراب فرمایا کئی عرفاء آپ کے سامنے زانوے ادب طئے کرتے ہوئے اوروں کے مرشد کہلائے یہی وجہ تھی کہ آپ ''عارف باللہ'' کے لقب سے مشہور ہوئے ۔ایسے ہی اولیاء اللہ کے متعلق قرآن حکیم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنْ اَوْلِیَاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (۱۱) یعنی اولیاءاللہ کی تعریف کرتے ہوئے ان کی صفت کوواضح فرمایا جارہا ہے کہ وہ متقی ہی ہوتے ہیں۔

اس آیت کی روشنی میں اگر ہم حضرت شیخ الاسلام کی زندگی پر غورکریں تو معلوم ہوگا کہ آپ کی زندگی بہت پاکیزہ وصاف ستھری اور تقوی وپرہیز گاری سے معمور نظر آتی ہے۔یہاں صرف تقوی کس کو کہتے ہیں اس کا کیا معیار ہوتا ہے اس بات کو ہم بطور دلیل مفسرین کے اس قول کو پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے تقوی کی مختصر مؤثر اور جامع تعریف کی ہے ''اَلتَّقْوٰی اَنْ لَا یَرَاکَ اللّٰہَ حَیْثُ نَھَاکَ وَلَا یُفْقِدکَ حَیْثُ اَمَرکَ''

ترجمہ: تیرا رب تجھے وہاں نہ دیکھے جہاں جانے سے تجھے روکا ہے اور اس مقام سے تجھے غیر حاضر نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔

ملازمت سے سبکدوشی:

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا ہم اس واقعہ پر بھی غور کریں جو آپ کی زندگی میں ملازمت کے دوران پیش آیا تھا ''مطلع انوار'' کے بموجب واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔

''آپ کا ۱۲۸۵ھ محکمہ مالگزاری میں خلاصہ نویسی کی خدمت پر تقرر عمل میں آیا پھر اس خدمت کو آپ نے صرف ڈیڑھ سال انجام دیا یعنی ۱۲۸۷ھ میں ملازمت سے استعفاء دیدیا ملازمت سے استعفاء پیش کرنے کا واقعہ عجیب وغریب ہے حالانکہ لوگ آج کے دور میں سرکاری ملازمت کو عزت وخوشی کا ذریعہ سمجھتے ہیں حضرت شیخ لاسلام نے صرف ایک مسئلہ کی وجہ سے ملازمت کو چھوڑ دیا کہ سودی لین دین سے متعلق ایک فائل آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر آپ کو صرف اس کا خلاصہ لکھنا پڑتا گویا کہ آپ کی غیرت ایمانی تقوی وپرہیزگاری نے اس بات کو گوارہ نہیں کیا اور اسی وقت حضرت شیخ الاسلام نے استعفاء لکھ کر افسر بالا کے پاس روانہ کردیا افسر اعلی نے معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ آئندہ آپ کے پاس ایسا کوئی کام نہیں بھیجا جائے گا ۔حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب تک آپ ہیں یہ رعایت ملے گی لیکن دوسروں سے اس بارے میں کیا توقع کی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ جب ملازمت ہی ٹھیری تو حاکم جو کہے گا ماننا پڑے گا لہٰذا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا اور ملازمت سے سبکدوش ہوگئے ۔اس وقت آپ صاحب اولاد تھے اور جب تک آپ کے والدمحترم بقید حیات رہے ترک ملازمت کرنے سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔تقریبا ایک سال کے بعد آپ کے

والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پھر کیا تھا ادھر مصائب وآلام نے جگہ لی ۔ ملنے اور جلنے والے ترک ملازمت کی وجہ سے آپ پر ملامت کرنے لگے ۔لیکن اس واقعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس ذات وحدہ لاشریک لہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ملازمت سے سبکدوشی اختیار فرمائی تھی پھر اسی ذات وحدہ کے کلام پاک کی اس آیت مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (طلاق) کونمونہ بناتے ہوئے صوفیانہ زندگی بسر کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے ۔(۱۲)

صوفیانہ شان کی حامل یہ شخصیت اوروں کو راحت پہنچاتے ہوئے خود تکلیف اٹھاتی ۔ یہ ہم کوصرف صوفیہ کی زندگی میں ہی ملتا ہے کیونکہ وہ اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اور اس حقیقت کا انکشاف وہی شخص کرسکتا ہے جو عارف باللہ ہو۔

رب کی تشریح:

چنانچہ شیخ الاسلام رب کی صوفیانہ تشریح فرماتے ہوئے اپنی کتاب ''مقاصدالاسلام، حصہ ہشتم''، میں رقم طراز ہیں:

''لفظ رب یہ مضاعف ہے اس کا اصل ربب تھا دوحرف ایک جنس کے جمع ہوئے پہلے کوساکن کرکے دوسرے میں ادغام کیا گیا رب ہوا۔یعنی پہلا باء دوسرے میں چھپ گیا۔شان ربوبیت خالق کا مقتضی یہی تھا کہ خود ظاہر نہ ہو اور مربوب یعنی جس کی پرورش مقصود ہے اس کو ظاہر کردے۔ دیکھئے جب کسی کو رزق دیا جاتا ہے تو اس کے آثار چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں اور تمام قوتیں اور جسم گواہی دیتا ہے کہ روزی مل گئی۔مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس نے دی ؟یوں تو خدا اور رسول کے ارشاد سے معلوم ہوگیا کہ رزق دینے والا وہی خدائے تعالی ہے مگر وجدانی طور پر یہ بات معلوم نہیں ہوتی اسی وجہ سے جب نگاہ پڑتی ہے تو اپنے ہی پر پڑتی ہے کہ ہم نے اپنی قوت بازو سے رزق حاصل کیا یا کسی غلّہ سے حاصل ہوا یا کسی آدمی نے دے دیا۔غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کواس طرح چھپایا کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔جس طرح لفظ رب میں پہلا ''ب'' چھپا ہوا ہے ۔ اسکی صورت محسوس ہے نہ علامت یہاں تک کہ اس کا نقطہ بھی نظر نہیں آتا اور نمایاں ہے۔سو وہی ایک دوسرا ''ب'' ہے مگر لفظ رب اشارتاً کہہ رہا ہے کہ اگر باء اول نہ ہوتا تو یہ قوت اور شدت جو مدغم فیہ میں محسوس ہے وجود ہی میں نہ آتی ۔ ہرچند پہلا ب بالکل چھپا ہوا ہے مگر جو عقلاء ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ درباطن اس کی حرکت معنوی کا ظہور ہے جس طرح تمام عالم کی حرکت اور قوت گواہی دے رہی ہے کہ بغیر رب العالمین کی ربوبیت کے مجال نہیں کہ کوئی حرکت کرسکے''۔(۱۳)

توکّل علی اللہ:

اقتباس کا خلاصہ یہی ہوا کہ رزق دینے کی ایک حرکت اللہ تعالی کی جانب اور دوسری نسبت اسباب کی طرف ہوگی لیکن سبب میں جو فیضان جاری ہے وہ ذات ہی کا ہے جس کی وجہ سے صفت ربوبیت اپنا فیض عطا کررہی ہے ۔اس بات کی وضاحت کرنا اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ آج انسان اسباب اور ذرائع ہی کو اصل جانتا ہے حالانکہ ساری کائنات کا ایک ہی پالنہار ہے جو رب العالمین ہے مزید جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ یعنی رزق دینے والوں میں بہترین رزق دینے والا اللہ ہی ہے ۔ایک انسان جن کے زیر پرورش رہتا ہے اس کو اس بات کی تعلیم دیجارہی ہے کہ وہ اسباب کی نفی کرتے ہوئے مسبب الاسباب پر نظر رکھے ۔یہی وہ بات ہے جو صوفیہ کرام میں پائی جاتی ہے اس بارے میں حضرت شیخ الاسلام کا خیال تھا کہ

''اسباب و ذرائع جو اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں ان کو صحیح طور پر استعمال کریں ان کو چھوڑنا کوئی مناسب بات نہیں بلکہ ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے مسبب الاسباب یعنی ذات وحدہ پر بھروسہ کیا جائے کہ وہی ہر چیز کا خالق اور وہی ہر بات کا کارساز ہے ۔ اور حضرت شیخ الاسلام اسی بات پر پوری طرح کاربند تھے ۔جیسا کہ آپ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھتے تھے اسی طرح جامعہ نظامیہ کے معاملہ میں بھی اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ خرچ کو ہمیشہ آمدنی پر زیادہ رکھا جائے تا کہ احتیاج الی اللہ باقی رہے''۔

یہ بات وہی شخصیت کہہ سکتی ہے جو اپنے اندر صوفیانہ شان رکھتی ہے اور جس کے سامنے قرآن حکیم کی یہ آیت مبارک ہو۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ یعنی جس کا اللہ تعالی پر بھروسہ ہو گا اس کیلئے اللہ تعالی کافی ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال سے چند دن پہلے جب آپ نے جامعہ نظامیہ کی مجلس انتظامی بدلی تھی تو بعض اراکین نے چاہا کہ جامعہ کا ایک موازنہ (بجٹ) مرتب کریں اور اخراجات کو اس سے بڑھنے نہ دیں۔ اس بات پر آپ نے فرمایا کہ

''میں ایک بات کہتا ہوں غالباً آپ حضرات اس بات کو پسند نہیں فرمائیں گے وہ یہ ہے کہ میں نے جس طرح جامعہ نظامیہ کو تَوَکَّلُ عَلَی اللّٰہ پر چلایا ہے اسی طرح آپ لوگ بھی چلائیں'' (۱۴)

بہر حال یہ بات آپ نے قرآن حکیم کی اس آیت کی روشنی میں فرمائی جیسا کہ اللہ تعالی کا رشاد ہے، مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (۱۵)

ترجمہ: اللہ تعالی اس مقام سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا خیال و گمان بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالی نے جامعہ نظامیہ پر اپنا خاص فضل فرمایا جہاں طلبہ کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہی ہوتا گیا وہاں اس کی آمدنی میں بھی اضافہ فرمایا۔ ان حقائق کو بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت ہر اعتبار سے اپنے میں صوفیانہ شان رکھتی ہے پھر اسی شان سے ایسے کئی خاصانِ خدا کو تصوف کے رنگ میں رنگ دیا جو کچھ آپ فرماتے تھے اس پر سب سے پہلے عمل پیرا ہوتے جس کی مثالیں آپ کی زندگی میں ہم کو ملتی ہیں۔

وحدۃ الوجود اور حضرت شیخ الاسلام:

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود ہر دو اصطلاحات پر دنیائے تصوف میں بڑے معرکۃ الآراء مباحث کئے جاتے ہیں۔ تصوف کا تعلق چونکہ ان امور سے ہے جو محسوسات سے بہت اعلی وارفع ہیں اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئی وہ فن جو انسان کو محسوس سے غیر محسوس اور معلوم سے نامعلوم کی جانب لے جائے اس کے اظہار و بیان کیلئے اصطلاحات سے کیونکر استغنا برتا جا سکتا ہے۔ تصوف میں اصطلاحات کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جو زبان اپنی لغوی حیثیت سے محدود ہے ان کے رموز و معانی کو اس طرح واضح طور پر بیان کیا جائے تا کہ لوگ کسی لفظ کے معنی و مفہوم کے سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ کیونکہ جو اصطلاح ہوتی ہے وہ قانون نہیں بنتی بلکہ وہ صوفی کی ایک منزل ہے سلوک کے دوران جس منزل میں وہ کمال حاصل کرتا ہے اور وہ شئی سالک کو جس حال میں نظر آتی ہے وہ منزل اس صوفی کیلئے ایک مقام ہے اور جس صوفی میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو کسی دوسرے صوفی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی اس مقام پر وہی دیکھے۔ اگر چیکہ مسئلہ وحدۃ الوجود میں حضرت شیخ

اکبرؒ کے دور سے تصوف کی اس اصطلاح میں بڑے اتار چڑھاؤ اور بحث ومباحث کا آغاز ہوا اور کچھ لوگوں نے اس اصطلاح کو شریعت کا ایک اہم مسئلہ سمجھ لیا اور اس مسئلہ پر زیادہ تر وہی لوگ گفتگو کرتے ہیں جو شریعت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نماز وروزوں کو پس پشت ڈالدیتے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم گہرائی کے ساتھ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ساری کائینات کی تمام مخلوقات کے علاوہ ذرہ ذرہ میں اگر کسی کا وجود پایا جاتا ہے تو وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ یہاں ساری مخلوقات میں اس کا وجود پائے جانے کی وجہ سے تمام مخلوقات کو خدا ٹھیرایا نہیں جاسکتا۔ بلکہ اللہ کا وجود اور ہے مخلوق اور چیز ہے ورنہ سب خدا ٹھیریں تو انبیاء کا تشریف لانا ،آسمانی کتابوں کا نزول ،احکامِ خداوندی ،سزا وجزا کس کیلئے؟ ان حقائق کو سمجھنے سے پہلے مسئلہ وحدۃ الوجود کیا ہے اور اس کی حقیقت کو کس طرح واضح کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جو چیز حقیقت میں موجود ہے لیکن بظاہر نظر نہ آئے تو اس چیز کے نہ ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا بلکہ جو چیز حقیقت میں موجود ہی نہ ہو تو پھر اس چیز کا انکار بھی صحیح ہے۔ البتہ چیز کے نظر نہ آنے کی وجہ سے اس کے نہ ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ چیز اس کے اعیان ثابتہ میں موجود ہے جس کی وجہ سے وہ چیز ظاہر میں وجود پارہی ہے اسی حقیقت کے نظر نہ آنے کو ''موجود بالذات'' اور نظر آنے کو ''اعیانِ ثابتہ'' کہا جاتا ہے کیونکہ جو چیز ثبوت پاچکی ہے اب اس کا ظہور بھی یقینی ہے۔ جس طرح دودھ میں دہی ،مسکہ ،بالائی اور گھی موجود ہے لیکن بظاہر نظر نہیں آرہے ہیں ان کے نظر نہ آنے کی وجہ سے من حیث الذات ان اشیاء کا انکار نہیں کیا جاسکتا پھر ان اشیاء کی حقیقت کو دیکھنا چاہتے ہو تو اسی دودھ سے دہی پھر مسکہ پھر بالائی اور گھی بنے گا۔ ان اشیاء کا انکار اسلئے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اشیاء معدوم تھے لیکن معدوم محض نہ تھے بلکہ وجود سے پہلے ثابت تھے اور وجود کے بعد ظاہر لیکن معدوم ہونے کی وجہ سے سب کو دہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ خدا اور ذات ہے بندہ اور لیکن عبد و معبود کے درمیان جو گہرا ربط وتعلق ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے سیاہی کو حروف سے جیسا کہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ نے اپنے رسالہ رَأَیْتُ رَبِّیْ فِی اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ میں فرمایا۔ عالم کو اللہ تعالی سے وہی تعلق ہے جو سیاہی کو حروف کے ساتھ ہے اور یہ معلوم ہے کہ سیاہی سے حروف ظاہر ہوتے ہیں بلکہ سیاہی حروف کا عین ہے مگر حروف کو سیاہی نہیں کہتے۔ البتہ یہ درست ہے کہ حروف عین سیاہی ہیں ۔ چنانچہ جو سیاہی حروف میں روشن ہے وہ نور ربوبیت ہے جو مظہر میں ظہور فرما ہے اور ہم کو اس کا مشاہدہ کرنا چاہئے ۔

حضرت شیخ الاسلام نے اپنی کتاب ''انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود'' میں ایک مثال کے ذریعہ اس حقیقت کا انکشاف یوں فرمایا ہے

> ''زید مثلاً جو موجود ہوا حالت عدم میں زید معدوم تھا یعنی عدمِ محض نہ تھا اسی وجہ سے اس کو زید معدوم کہنے کی ضرورت ہوئی ۔ دیکھئے جب ہم گھر بناتے ہیں تو پہلے اس کا نقشہ ذہن میں لاتے ہیں پھر خارج میں اس کو موجود کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خارج میں معدوم گھر وجود میں آیا نہ یہ کہ مطلق معدوم یعنی عدم محض ،مقصود یہ ہے کہ گو گھر خارج میں معدوم ہے مگر عدم محض نہیں اگر عدم محض ہوتا تو یوں کہتے کہ عدم کو ہم نے وجود میں لایا حالانکہ کہا جاتا ہے کہ معدوم گھر کو ہم نے موجود کیا۔ پھر وہ معدوم گھر جب وجود میں آیا تو جس قدر آثار ولوازم اس کے خیال کئے گئے تھے ان سب کا وجود خارج میں آگیا۔

حاصل یہ کہ موجود گھر کے وجود سے اگر قطع نظر کیا جائے تو صرف گھر رہ جائے گا ۔ جو قبل وجود معدوم تھا اور بعد وجود موجود ہو گیا۔اس کو اس گھر کی عین ثابتہ کہیں گے گو کہ حالت عدم میں موجود نہیں مگر من وجہ اس کو ثبوت کا ایک درجہ حاصل ہے ۔جس کو وجود نہیں کہہ سکتے جب ہی موجود میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں ۔ایک وجود دوسری عین ثابتہ تو معلوم ہوا کہ کثرت موجودات صرف اعیان ثابتہ کی کثرت سے ہے ورنہ نفس وجود واحد ہے ۔اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ تمام عالم کے اعیان ثابتہ پر وجود محیط ہے اور وجود ان پر ایسا ہے جیسے چادر مختلف اشیاء پر اڑادی جاتی ہے ۔اوران اعیان ثابتہ کا ظہور صرف وجود کی وجہ سے ہو رہا ہے ۔اب تمام عالم کو خیال کر لیجئے کہ کہیں زمین ہے کہیں پانی اور کہیں ہوا اور افلاک وغیرہ اس مجموعہ میں وجود موجود ہے جو ایک ہے مگر ہر چیز کی عین ثابتہ علحدہ علحدہ ہے اور جتنے آثار ولوازم ہر ایک کے ہیں وہ سب ہر ایک کے عین ثابتہ میں مندرج ومندمج ہیں ان کو وجود سے کوئی تعلق نہیں اور تعلق ہے تو اس قسم کا کہ ان کا ظہور بغیر وجود کہ ممکن نہیں۔

اس صورت میں زید مثلا بلکہ عالم معدوم ہے اور موجود ہے تو اسوجہ سے کہ وجود کے ساتھ اس کو ایک تعلق خاص ہے ۔اگر وہ تعلق اٹھ جائے تو اس کو پھر کسی طرح موجود نہیں کہہ سکتے ۔اب اگر ظاہر ہے تو وجود ہی ہے کیونکہ معدوم بہ حیثیت عدم ظاہر نہیں ہوسکتا ۔اگر اس کو ظہور ہے تو تعلق وجود کے طفیل سے ہے اس لحاظ سے بندہ اپنے کو فانی اور غیر موجود کہہ سکتا ہے''۔(۱۶)

حضرت شیخ الاسلام کے اس اقتباس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ عام طور پر جس کو وحدت وجود اور غیر حق کا عدم محض اور فنائے کامل سمجھا جاتا ہے وہ دراصل وجود حقیقی کے سامنے دوسری موجودات کا اس طرح ماند پڑ جانا اور مغلوب ہو جانا ہے جس طرح آفتاب کی روشنی کے سامنے ستاروں کی روشنی ماند اور ذات کا وجود بے حقیقت ہو جاتا ہے دو لفظوں میں اس کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔ ''نابودن دیگر است ونادیدن دیگر'' یعنی کسی چیز کا نابود ومعدوم ہو جانا اور چیز ہے اور نظر نہ آنا اور چیز۔

گویا تمام ذرات وجود اس روشنی کی آب وتاب میں اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں جس طرح آفتاب کی روشنی کے سامنے ذرات ہوا چھپ جاتے ہیں اوران ذرات کو دیکھا نہیں جاسکتا،اس کا مطلب یہ نہیں کہ ذرہ موجود نہیں اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ذرہ آفتاب ہو گیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے ظاہر ہونے پر سوائے چھپ جانے کے ذرہ کا منہ نہیں کہ وہ اپنی صورت دکھائے ۔اسی طرح یہ بات نہیں کہ بندہ خدا ہو گیا اور نہ یہ کہ بندہ حقیقت میں معدوم ہو جاتا ہے ،نابود ہونا اور معدوم ہو جانا اور چیز ہے اور نظر نہ آنا اور چیز ہے۔اسی طرح جب تم آئینہ دیکھتے ہو تو آئینہ کو نہیں دیکھتے اس لئے کہ تم اپنے جمال میں مستغرق ہوتے ہو اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ آئینہ معدوم ہو گیا اور یہ کہ آئینہ تمہارا جمال بن گیا ہے یا تمہارا جمال آئینہ بن گیا ہے ۔قدرت کو اشیاء میں ایسا ہی دیکھا جاسکتا ہے۔چنانچہ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ

> ''حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ نے متعدد مقامات میں فرمایا ''مَا اَنْتَ هُوَ بَلْ اَنْتَ هُوَ '' اگر کوئی اس خیال سے کہ وجود واحد ہے اور بزرگانِ دین نے ہمہ اوست فرمایا ہے اپنی حقیقت جو عین ثابتہ ہے پیش نظر نہ رکھے اور یہ کہے کہ ہمیں عبادت کی ضرورت نہیں تو حضرات صوفیہ کے نزدیک وہ کافر ہے.....اور جگہ جگہ عبادت کی تاکید فرمائی ۔اور وحدت وجود سے اس کو کوئی نفع نہ ہوگا ۔کیونکہ باوجود وحدت وجود کے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ آگ برابر جلاتی

ہے اور اس سے درد و مصیبت ہوتی ہے اسی طرح قیامت میں بھی عذاب الیم ہوگا اگر وحدت وجود کا مقتضی یہ ہوتا کہ کسی کو اذیت اور ضرر نہ ہو تو دنیا میں بھی اذیت اور تکلیف نہ ہوتی اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وحدت وجود کا اثر قیامت ہی میں ہوگا۔ کیونکہ وجود دنیا و آخرت میں ایک ہی ہے مقتضائے ذاتی اس کا بدل نہیں ہوسکتا ہاں یہ بات اور ہے کہ کثرت عبادت سے کُنْتُ سَمْعُهُ وَبَصَرُهُ کے مقام تک پہنچ جائے لیکن وحدت الوجود سے کوئی تعلق نہیں وہ کثرت عبادت کا ثمرہ ہے''۔(۱۷)

حضرت شیخ الاسلام کے مذکورہ اقتباس کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ کے اس ملفوظ کو ملاحظہ فرمائیں جو روز پنجشنبہ بتاریخ ۴؍محرم الحرام ۸۰۳ھ کی مجلس میں ''ہمہ اوست'' کو بہانہ بنا کر شریعت کی پابندیوں سے روگردانی کرنے والوں سے متعلق حضرت مخدومؒ نے فرمایا۔

''کہ میں مانتا ہوں کہ سب کچھ اسی کے حکم سے ہے وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے جنت بنایا۔ اور وہی ہے جس نے اپنے قہر سے دوزخ پیدا کیا۔ اسی نے نیکی اور برائی دونوں پیدا کی ۔ جو مقہور بندے تھے ان پر قہر نازل کیا کیونکہ وہ اسی کے سزاوار تھے اور جو فرمانبردار بندے تھے ان کو مہربانی اور لطف و کرم سے نوازا کہ وہ اسی کے مستحق تھے .....اے احمق انسان! اتنا تو سمجھ کہ تجھ سے کیا ہوسکتا ہے نیکی یا برائی جس پر تو ہے اسی پر رہے گا اور اسی پر خاتمہ ہوگا تیری طاقت اور حقیقت ہی کیا ہے۔ فکل میسر لما خلق یعنی ہر ایک کیلئے وہی عمل آسان کیا گیا جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا۔ نیکی صرف آنحضرت ﷺ کی پیروی و اتباع ہی میں ہے اس کے سوا جو کچھ ہے غلط اور برائی میں داخل ہے ..... برائی سے اور اللہ تعالی کے عذاب سے بچنے کی صورت صرف حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی اور اطاعت میں ہی مضمر ہے۔ یہ تمام باتیں جو بیان کی گئیں مسائل شرع اور امور اخروی اور معارف و حقائق سے متعلق ہیں''۔(۱۸)

مزید آنکہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ نے اپنے ملفوظ میں اس حقیقت کا بھی انکشاف فرمایا کہ ہمیں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو جانا چاہئے کہ صوفیہ کا مسلک ''ہمہ اوست'' نہیں ہے بلکہ وہ ''ہمہ از اوست'' کے قائل ہیں۔ اور حضرت خواجہ پیر نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے اس شعر سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

اے زاہد ظاہر بیں از قرب چہ می پرسی
او درمن و من دروئے چوں بو بہ گلاب اندر

ترجمہ: اے زاہد اے ظاہر کے دیکھنے والے تو مجھ سے کیا پوچھتا ہے کہ وہ میرے کیسے قریب ہے، میں اس میں ہوں اور وہ مجھ میں جیسے گلاب میں خوشبو۔

اس شعر میں چراغ دہلویؒ خدا کا بندہ سے اور بندہ کا خدا سے تعلق بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جیسے گلاب اور خوشبو میں گلاب، خوشبو نہیں اور خوشبو، گلاب نہیں لیکن ایک دوسرے کے بغیر کسی کا وجود بھی نہیں۔ لہذا بندہ خدا نہیں اور خدا کبھی بندہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن بندہ ہی کیا بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی ذات سے جدا نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ ایک ذات ہی ہے جو اپنے وجود سے موجود ہے۔ یہ ساری کائنات اسی ذات کا پرتو اور اسی ذات کے کمالات ہیں۔ لہذا اس بات کو مستحکم فرمانے کے لئے حضرت خواجہ بندہ نوازؒ ایک حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ۔''مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰهَ فِیْهِ''.(۱۹)

ترجمہ: نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اس میں اللہ تعالی کو۔

حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا غور

کریں کہ اگر سب وہی ہے تو حضرت ممدوح کے یہ اصلاحی کارنامے اور جامعہ نظامیہ کا قیام عمل میں لانا اور ہند و بیرون ہند کے جید علماء کرام کو مقرر فرمانا جس کے فیوض و برکات سے جامعہ نظامیہ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور اقطائے عالم سے طلبہ جامعہ میں شریک ہوتے اور فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے شہروں میں درس وتدریس کی خدمات میں مصروف ہونا ان تمام چیزوں کی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔

جامعہ نظامیہ کی مقبولیت:

جامعہ نظامیہ کی مقبولیت سے متعلق حضرت ممدوح اپنی کتاب ''مقاصد الاسلام'' کے حصہ چہارم میں ایک بزرگ کا خواب نقل فرمایا ہے جس سے جامعہ ہذا کی اہمیت اور بارگاہ رسالت ﷺ میں اس کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے۔

''جیسا کہ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور طلبہ کے اسناد اس غرض سے طلب فرما رہے ہیں کہ خود بھی ان کو اپنی دستخط سے مزین و آراستہ فرمائیں'' (۲۰)۔

حضرت شیخ الاسلام ایک مجاہدِ اعظم اور مصلحِ کبیر تھے۔ یہ سب کچھ آپ کے اخلاص اور رضائے الٰہی کا نتیجہ تھا۔ علاوہ ازیں کتب خانہ آصفیہ، دائرۃ المعارف، مجلس اشاعت العلوم کا قیام عمل میں لا کر قوم وملت کی وہ خدمت انجام دی جس کو رہتی دنیا تک کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آخر میں سید المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ کے صدقے میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ ہم سب کو بزرگان دین کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما اور حضرت شیخ الاسلام کے روحانی وعلمی فیوض وبرکات سے ہمیں مستفیض فرما۔ آمین۔ **بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین.**

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مطلع الانوار، ص ۱۲ مطبوعہ ۱۴۰۵ء، زیر اہتمام: جمعیۃ الطلبۃ جامعہ نظامیہ حیدرآباد
(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی / ترجمہ مرج البحرین (وصال السعدین)، ص ۵۲، مطبع ثانی لکھنؤ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء
(۳) مولانا انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ پنجم ص ۵ مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد۔
(۴) القرآن الحکیم سورہ لقمان آیت نمبر (۱)
(۵) القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، آیت (۷۲)
(۶) القرآن الحکیم، سورۃ الانعام، آیت (۱۶۲)
(۷) شیخ الاسلامؒ، مقاصد الاسلام، حصہ سوم ص ۹، مطبوعہ ۱۳۲۸ھ، مطبع سبحانی، حیدرآباد، دکن۔
(۸) مقاصد الاسلام، حصہ سوم، ص ۱۴، مطبوعہ اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد
(۹) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ مطلع الانوار، ص ۸۱، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ۔
(۱۰) مولانا مفتی محمد رکن الدین مطلع الانوار، ص ۸۲، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ
(۱۱) القرآن الحکیم سورۃ الانفال آیت (۳۴)
(۱۲) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ / مطلع الانوار، ص ۱۴-۱۵، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ
(۱۳) شیخ الاسلامؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ہشتم، ص ۵۸-۵۹، مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد۔
(۱۴) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ / مطلع الانوار، ص ۷۹، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ
(۱۵) القرآن الحکیم، سورۃ الطلاق، آیت ۲-۳
(۱۶) انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود، مصنفہ حضرت شیخ الاسلام ص ۴-۵۔
(۱۷) انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود، مصنفہ حضرت شیخ الاسلام / مطبوعہ مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن۔
(۱۸) ملفوظات حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نوازؒ مجلس روز پنجشنبہ ۴ / محرم الحرام ۸۰۳ھ
(۱۹) ملفوظات حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نوازؒ مجلس روز پنجشنبہ ۴ / محرم الحرام ۸۰۳ھ
(۲۰) مقاصد الاسلام، حصہ چہارم، ص ۴ مطبوعہ مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد

❁❁❁

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور سلوک و عرفان

از: حضرت مولانا عرفان اللہ شاہ نوری چشتی قادری، بانی و مہتمم دارالعلوم سیف الاسلام، حیدر آباد

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَنْ عَاشَ فِیْ ظَاهِرِ الرَّسُوْلِ فَهُوَ سُنِّیٌّ وَمَنْ عَاشَ فِیْ بَاطِنِ الرَّسُوْلِ فَهُوَ صُوْفِیٌّ جو ظاہر رسول پر چلے وہ سنی ہے۔ اور جو باطن رسول کے مطابق زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے۔ ظاہر رسول سے مراد رسول اکرم ﷺ کے اعمال ظاہری شرائع اور احکام ہیں جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور انور ﷺ کے قول و فعل سے اخذ کیا۔ تابعین کرام ائمہ سلف نے ان کو سیکھا اور ان پر عمل کیا۔ علم کتاب سنت، تفسیر، فقہ، وغیرہ انہی کے توابع ہیں۔ باطن رسول ان اسرار و معارف کو کہتے ہیں جو علم شرائع اور احکام رسالت ﷺ پر عمل کرنے اور اس کے اصل ماخذ پر واقف ہونے کا نتیجہ ہے۔ حضرت سید ابو عبداللہ محمد بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں التصوف تصفیۃ القلوب واتباع الرسول ﷺ فی الشریعۃ (تصوف دل کی صفائی اور شریعت میں اتباع نبوی ﷺ کا نام ہے)۔ علم باطن یا علم تصوف کتاب و سنت کے مطابق ہے اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہوا سرزمین ہند اور اہل دکن کی مقدس شخصیات کے سینوں کو علم و عرفان الٰہی کا خزینہ بنا دیا۔ قندھار دکن کے علاقہ میں ایک ایسی ذات گرامی بھی منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئی جیسا کہ مولوی امیر حمزہ اپنی تالیف ''تاریخ قندھار دکن'' میں رقمطراز ہیں کہ

''قندھار تصوف و عرفان رشد و ہدایت، علم و فضل شعر و سخن، کا تاریخی مقام ہے''۔ اسی مقام پر بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام عارف باللہ محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کی ولادت کی بشارت حضور رسالت ماب ﷺ نے قبل از ولادت عالم رویا میں دی تھی۔ چنانچہ آپ کی ولادت 4 ربیع المحبوب 1264ھ بمقام نانديڑ خاندان فاروقی کی عظیم شخصیت پیر طریقت قاضی حضرت ابو محمد شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند کی حیثیت سے ہوئی جو آپ کے استاذ اور شیخ طریقت بھی تھے۔

فاروقی خاندان میں سیدنا فاروق اعظم امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے لیکر آج تک بیشمار شخصیات دین متین کے خدمتگار اور علم و عمل، شریعت و طریقت کے آفتاب و مہتاب گذرے ہیں، ہندو پاک میں حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی فاروقی النسب بزرگوں میں شامل ہیں۔

جب آپ علوم متداولہ سے فارغ ہوئے۔ اپنے والد ماجد جن کو حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ رفیع الدین قندھاری رحمۃ اللہ علیہ جو خاندان شمس لامراء کے پیر طریقت تھے۔ تمام سلاسل میں بیعت و خلافت حاصل فرمائی۔

پھر حضرت حافظ سید محمد علی شاہ خیر آبادیؒ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔حضرت نقشبند دکن شاہ سعداللہ رحمۃ اللہ وخلیفہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ دہلوی آپ کے پیر صحبت تھے۔

حضرت شیخ الاسلام کے والد ماجد کا وصال 1288ھ میں ہوگیا اور آپ 1294ھ میں بعمر تیس سال بغرض حج بیت اللہ وزیارت رسول اللہ ﷺ عازم حجاز مقدس ہوئے۔شیخ العرب والعجم حضرت شاہ امداد اللہ مھاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل فرمایا۔ بلاطلب بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے ،اور شیخ العرب نے دکن کے مریدین کو سلوک کی تکمیل اور حل مشکلات کیلئے آپ سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی۔(۱)

انبیاء کرام علیھم السلام ہر کام ''وحی الٰہی'' کی روشنی میں کرتے ہیں تو صوفیاء کرام اپنے ہر کام کو''الہام الٰہی''اور اشارات غیبی پرانجام دیتے ہیں، چنانچہ شاہ دکن میر محبوب علی خان آصف سادس کی تعلیم وتربیت کیلئے مولانا مسیح الزماں خان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مامور کرنے کے لئے تحریک منظور کروا کر آپ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کو قبول کرنے میں تأمل کیا۔اصرار کیا گیا تو آپ نے استخارہ کرکے تائید غیبی حاصل کی تب ہی آپ نے اس خدمت کو قبول کیا۔آصف سابع میر عثمان علی خان کے علاوہ ان کے شہزادگان نواب اعظم جاہ بہادر اور نواب معظم جاہ بہادر کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عبقری شخصیت ظاہری باطنی تمام علوم پر احاطہ کی ہوئی تھی دنیا کے تمام معاملات پر بھی گہری نظر تھی سچ تو یہ ہے کہ ایک مومن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ ہر جگہ اپنا وقار وعظمت کا سکہ بٹھادے۔وہ بازار میں آئے تو ملک التجار ہو ،میدان میں آئے سپہ سالار ہو۔منبر پر خطیب مکتب میں معلم اور خانقاہ میں شیخ طریقت مرشد کامل کی حیثیت سے جلوہ افروز ہو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زندگی پر طائرانہ نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔آپ میدان سیاست میں حکمرانی بھی کررہے ہیں۔قانون دان بھی ہیں، منطق فلسفہ کے ماہر بھی ہیں۔ حدیث وفقہ تفسیر میں بھی لاجواب ہیں۔بہترین استاذ بھی ہیں۔خانقاہ میں شیخ طریقت کی حیثیت سے تصوف کا درس اور مریدین کی اصلاح باطن میں مصروف ومشغول نظر آتے ہیں۔حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

''تصوف ہمارے دین میں اعلی درجے کا علم ہے جن پر اولیاء اللہ کا عمل رہا ہے۔اگر وہ فلسفے کا ہم خیال ثابت ہوجائے تو شریعت سے اس کو کچھ تعلق نہ رہا۔حالانکہ اولیاء اللہ شریعت کے نہایت پابند رہے ہیں''(۲)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ

''تصوف کچھ اور ہی چیز ہے جس کو قرآن وحدیث اور شریعت کا لب لباب کہنا چاہئے اس کو نہ فلسفہ قدیمہ سے کوئی تعلق ہے نہ فلسفہ جدیدہ سے کوئی مناسبت۔عجیب بات ہے کہ بعض لوگ اس علم مقدسہ کو غیر اسلامی سمجھ کر نہ صرف اس سے دوری اختیار کئے ہوئے ہیں بلکہ اس کی مخالفت کرکے اپنے ایمان کو کھور ہے ہیں۔(۳)

علم تصوف کی مخالفت دراصل احوال رسول کی مخالفت ہے۔ذات رسالت مآب ﷺ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی مکمل نمونہ تھی۔ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق

کے آپ کے اخلاق قرآن کے موافق تھے ۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ''عوارف المعارف'' میں لکھا کہ ''یہ امر بعید نہیں کہ بلاشبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے موافق تھے ایک باریک رمز اور خفی اشارہ کی طرف ہے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت کو اخلاق الٰہی کا حقیقی مظہر کہنے سے ڈرتے ہوئے اصل حقیقت کو چھپانے کیلئے نہایت خوبی سے اصل مطلب کو اپنے قول سے تعبیر کیا ہے کہ حضرت کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے اور یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمالِ عقل وآداب کی دلیل ہے ۔ الغرض تصوف عین قرآن و حدیث ہے ۔تمام انبیاء علیہم السلام صوفی تھے ۔تمام صحابہ رضی اللہ عنہم صوفی تھے اور تمام اولیاء اللہ صوفی، یہ سلسلہ تا قیام قیامت چلتا رہے گا۔ اسی طرح حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی بھی ایک مرشد کامل صوفی باصفا تھے ۔ ذیل میں چند احوال و کیفیات درج کئے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ آپ کا باطن میں کیا مقام ہے۔

ذکر الٰہی:

صوفی ذکر الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتا ۔ یاد الٰہی کو حیات اور غفلت کو موت تصور کرتا ہے ۔ شہنشاہ نقشبند خواجہ بہاء الدینؒ (بخارا) فرماتے ہیں کہ ''دست بکار دل بیار'' یعنی اپنے اعضاء وجوارح دنیا کے معاملات میں مصروف ومشغول رہیں لیکن دل یاد الٰہی میں لگائے رکھیں صوفیا اہل طریقت نے اس کیلئے ایک طریقہ ''خاص الخاص بتایا ہے جس سے سالک کبھی بھی ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ ذاکر وشاغل تھے ۔ کبھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتے تھے ۔ سلاسل طریق کے دیگر اذکار و اشغال کے علاوہ سلطان الاذکار (ذکر آرہ) بھی فرماتے تھے چنانچہ دیوبند کے شیخ طریقت مولانا عبدالغفور قریشی جنکا حال ہی میں انتقال ہوا ہے اپنے تصوف پر مبنی رسائل میں تذکرہ کیا کہ حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب ذکر فرماتے تھے ان کے تمام اعضاء جسم سے علحدہ علحدہ ہوجاتے تھے اللہ تعالی کا ارشاد ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (چند ایسے بندے ہیں کہ جنکو تجارت اور معاملہ ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتا) ہر حال میں وہ ذکر الٰہی میں مشغول اور احکام الٰہی کے پابند ہوتے ہیں ۔ حضرت شیخ الاسلام کی فرض نمازوں کا ذکر ہی کیا ہے اسکو تو وہ پورے آداب کے ساتھ جماعت اور تمام نوافل کا اہتمام کرتے تھے ۔ رمضان شریف کے روزوں کا بڑا اہتمام کرتے ۔سحر وافطار میں آپ کے ساتھ احباب و دوستان خدا کی کثیر تعداد شریک رہتی ۔ ان کے لئے پرتکلف اہتمام کرتے اس کے لئے قرض کی بھی نوبت آتی مگر برابر آپ کے ہاں دعوتیں ہوتی تھیں ۔آپ صوم داؤدی بھی رکھا کرتے تھے تا کہ درس و تدریس اور حکومت کے کاموں میں رکاوٹ کے بغیر یاد ویافت معیت حق کے مزے لوٹتے رہیں ۔عمر کی زیادتی کے باعث آخری ایام میں صرف ایام بیض کے روزوں پر اکتفاء فرمانے لگے تھے ۔ کثرت نوافل صوفیاء کرام کی زندگی کا لازمہ ہوتا ہے جس سے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ خوب وابستہ رہے ۔ حضرت بندہ نواز گیسودراز رحمہٗ اللہ نے اسکو مسلکِ فقیری اور طریقت سے خارج ہوجانے کا حکم دیا جو کم ازکم نماز اوابین اور صومِ ایامِ بیض بھی نہیں رکھتا۔

تصوف اور شاعری:

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو شاعری سے بھی شغف تھا ۔ یہ بھی عشق رسول اور معارف حقائق کے اظہار کیلئے وقف تھا۔

عشق ومحبت رسول کا صحیفہ ''انوار احمدی'' دراصل ایک طویل نظم کی تشریح ہے، شمیم الانوار جوشعر وسخن کا مجموعہ ہے اکثر کلام صرف حقائق ومعارف سے بھرپور ہے، جسکے مطالعہ سے قرب ومعیت حاصل ہوسکتی ہے۔

درس تصوف وفتوحات مکیہ:

وحدۃ الوجود پر ایک معرکۃ الآرا کتاب جس کو صوفی کبیر امام الموحدین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے۔ سمجھنا صرف اللہ کے فضل کی بات ہے ورنہ بہترے اس کے حقائق و دقائق اورنکات نہ سمجھ کر صاحب کتاب کو کفر کے فتوے دیدئے، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کتاب اور اس فن شریف سے قلبی لگاؤ تھا کہ آخر زمانہ میں رات 12 بجے تک درس فتوحات مکیہ ہوتا جس میں مخصوص اعلیٰ استعداد کے طلبہ بھی شریک ہوتے۔ آپ نے انتخاب فتوحات مکیہ کے 150 صفحات قلمبند فرمائے جسکا قلمی نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

تصانیف تصوف:

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلچسپی اس فن سے ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے اس موضوع پر انوار التمجید، ''رسالہ انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجودؒ کے علاوہ ''مقاصد الاسلام'' کی گیارہ جلدوں میں نفس، قلب، روح کی حقیقت' ولایت وصاحب ولایت کا مقام اور خلق الانسان علی صورتہ کی معرکۃ الارا تشریحات وتوضیحات فرمائی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے سالکین کبھی بھی راہ ہدایت سے بھٹک نہیں سکتے۔ افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوسکتے۔ آپ کی تصنیف کے بارے میں شیخ العرب والعجم حضرت شاہ امداد اللہ قدس سرہ العزیز نے اپنے گرانقدر تاثرات فارسی میں لکھے جس کا ترجمہ پیش ہے۔

> ''کتاب طالبان حق کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے، شریعت پہلا مرتبہ ہے اور طریقت دوسرا مرتبہ۔ ان دونوں میں فرق کرنا خلاف مذہب حقہ ہے۔ ایمان کے دوجز ہیں۔ مومن دل سے تصدیق کرتا ہے اور اعضاء و جوارح سے احکام شریعت بھی ادا کرتا ہے یہی ایمان کامل ہے۔ مومن اپنے ارادے کو اللہ کے ارادے میں فنا کردیتا ہے اور تسلیم ورضا کے مقام تک پہنچتا ہے۔ آگے رقمطراز ہیں'' طالبان شریعت وطریقت کو مولوی انوار اللہ کافی ہیں۔ جوکوئی انکے انوار کی روشنی میں سلوک طے کرے گا اللہ کی تائید سے وہ منزل مقصود تک پہنچے گا''(۴)

حضرت شیخ العرب والعجم کی اس تحریر سے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانی عظمت اور آپ کے تصانیف کا علمی مقام معلوم ہوتا ہے۔ یہ تمام کمالات دراصل تائید غیبی ربانی اور مدینہ علم وعرفان سرکار دوعالم ﷺ اور رسلطان اولیاء غوث اعظم پیران پیر کی توجہات خصوصیہ کے ثمرات ہیں۔ فتوحات مکیہ کے درس میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عزیز اور مریدہ محترمہ نجیبہ بیگم صاحبہ جو صاحب کشف خاتون تھیں حضرت مفتی رکن الدین صاحب کے اصرار پر مکاشفات بیان کرتی ہیں کہ بارہا میں نے درس فتوحات کے موقع پر حضور پیران پیرؒ کی زیارت حاصل کی وہ درس کے وقت ایسے جلوہ افروز ہوکر ملاحظہ فرمارہے ہوں کہ یہ کیسے درس دیتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ

> ''آقائے دوعالم ﷺ حطیم پاک میں صحابہ کرام کے جھرمٹ میں جلوہ افروز ہیں اور ادھر درس فتوحات جاری ہے کسی مسئلہ میں شیخ الاسلام تفہیم کے دوران بار بار رک جاتے ہیں۔ ادھر

حضور پرنور ﷺ توجہ ادھر مبذول فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کے انوار اللہ مسئلہ کی تفہیم میں پریشان ہے پھر آپ کی توجہات خاص سے مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔''(۵)

تصرف وکرامات:

اللہ تعالی کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اس کو تین نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے دوعالم میں اسکا شہرہ کرواتا ہے۔کرامت وبزرگی عطا کرتا ہے۔اور تصرف سرفراز کرتا ہے حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے محبوب الٰہی ہونے کی دلیل اظہر من الشّمس ہے کہ آپ کو شہرت کاملہ بھی حاصل ہے۔بیشمار کرامتوں اور تصرفات کا بھی آپ سے ظہور ہو چکا تھا آپ کی سب سے بڑی کرامت جامعہ نظامیہ ہے جو ہزاروں طوفانوں سے بچ کر سلامت اور باقی ہے۔

وصال بے مثال:

احاطہ جامعہ نظامیہ میں آرام فرمانے والے اسکے بانی حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز کا وصال بے مثال 30 جمادی الاولیٰ پنجشنبہ بعد مغرب ہوا۔ صاحب ''نورالانوار'' لکھتے ہیں کہ دکن کے صاحب کشف پیر طریقت حضرت یحییٰ پاشاہ رحمہ اللہ نے مراقبہ میں مشاہدہ فرمایا کہ ایک بڑی مجلس منعقد ہے اسکے درمیان ایک منبر سجا ہے اور اس پر جلوہ افروز ہونے والے آنحضرت سرکار دوعالم ﷺ کا انتظار ہو رہا ہے کچھ دیر بعد ہی ایسا معلوم ہوا ایک عالم دین کے آخر وقت آپ کی تشریف فرمائی ہوئی۔ عشاء کی نماز تک صاحب مراقبہ کو اس کی اطلاع ہوگئی کہ سر مغرب حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہو چکا ہے۔

سلسلہ فیضان:

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کوئی اولاد نرینہ تو باقی نہ رہی لیکن آپ کے تلامیذ و مریدین جو روحانی اولاد ہیں باقی ہیں۔آپ ہمیشہ بیعت لینے سے گریز فرماتے نہایت ہی اصرار پر چند حضرات کو سلسلہ میں داخل فرمایا اور انہیں بھی ذکر واشغال سے زیادہ خدمت تعلیم وتعلم میں مصروف رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔آپ کے خلفاء میں حضرت مفتی رکن الدین رحمہٗ اللہ، حضرت مفتی سید محمود رحمہ اللہ، حضرت مفتی محمد رحیم الدین رحمہٗ اللہ، حضرت سید غلام زعؔم رحمہٗ اللہ کے اسماء آتے ہیں لیکن آخر الذکر حضرت زعؔم جو ڈاکٹر زوؔر مرحوم کے والد ماجد ہوتے ہیں کے سوا کسی نے سلسلہ کو جاری نہیں کیا۔حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا فیضان مختلف حیثیتوں سے آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالی تا قیامت جاری رہیگا۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ رمطلع الانوار، ص ۱۷، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ 1405ھ

(۲) حضرت شیخ الاسلامؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ششم، ناشر مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ)

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ رمقاصد الاسلام حصہ سوم ص 126، مجلس اشاعۃ العلوم

(۴) تقریظ بر کتاب انوار التمجید، مصنفہ، امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

(۵) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ رمطلع الانوار، ص ۱۷، مجلس اشاعۃ العلوم حیدر آباد۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور نظریہ وحدۃ الوجود

از: مولانا قاضی سید لطیف علی قادری، نائب مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

نفوس کی پاکی اخلاق کی صفائی اور ظاہر و باطن کو یکسانیت کے نور سے آراستہ کرنے کا نام تصوف ہے، اور تصوف کا مقصد اصلی ابدی سعادت کا حصول ہے، تصوف کی اصل وہ حدیث ہے جو حدیث جبرئیل سے مشہور ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اعبد کانک تراہ فان لم یکن تراہ فانه یراک.**

تصوف چند اشغال ورسوم کا نام نہیں بلکہ معرفت، طریقت، حقیقت، سلوک، مجاہدہ اور خدا کی محبت واطاعت میں کامل ہونا بھی ہے۔ شریعت اور تصوف ایک دوسرے کی راہ میں ہرگز متصادم نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔

اگر شریعت جسم ہے تو تصوف کو اسکی روح کا درجہ حاصل ہے۔

اگر تصوف خدا سے محبت کے دعوے کا نام ہے تو شریعت اس کا ثبوت ہے۔ تصوف علم وعمل اور اخلاص واطاعت ہی کا دوسرا نام ہے۔

صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے، عبادت اور ریاضت میں اصول شرع اور سنت رسول پر قائم رہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے سلوک یا تصوف کی تعلیم اپنے والد گرامی قدر حضرت قاضی ابومحمد شجاع الدین فاروقیؒ سے حاصل کی تھی، اور تمام سلاسل میں آپ سے بیعت اور خلافت بھی حاصل کی۔(۱)

اس طرح والد گرامی نے رازہائے سربستہ اپنے ہونہار صاحبزادے کے سینہ میں منتقل کردئے، اس کے علاوہ ۱۲۹۴ھ میں حرمین شریفین کے پہلے سفر کے موقع پر شیخ وقت امام العلماء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے تمام سلاسل میں تجدید بیعت کی۔ اسی موقع پر شیخ العرب والعجم نے بلاطلب اپنا خرقہ خلافت بھی سرفراز فرمایا اور دکن کے مریدوطالبان کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ سلوک وتصوف کی تکمیل اور مشکلات کے حل کے لئے حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں رجوع ہوکر مدد حاصل کریں۔(۲)

تصوف کے دو مکتب فکر ہیں

(۱) وحدت الوجود

(۲) وحدت الشہود

وحدت الوجود:

لا الہ الا اللہ کے معنی اہل ظاہر کے یہاں تو یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، پرستش اور عبادت صرف اسی کی ہونی چاہیئے، اس ذات واحد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش شرک ہے۔ لیکن صوفیہ کے نزدیک لا الہ الا اللہ کے معنی لا موجود الا اللہ کے ہیں، یعنی عالم وجود میں صرف ذات خدا موجود ہے اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں، کسی دوسری چیز کو حقیقی وجود سے متصف کرنا شرک اور کفر ہے۔ اس کے بعد

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ممکنات اور وجود کائنات کی وجودِ باری تعالیٰ سے کیا نسبت ہے؟ جو صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ کہتے ہے کہ وجود مطلق ایک ہی ہے، جو وجوب امکان، قدیم، حادث، مجرد، جسمانی مومن، کافر، طاہر نجس، مختلف مظاہر میں ظاہر ہے، لیکن ہر مظہر کا حکم جداگانہ ہے، مظاہر میں فرق کرنا لازمی امر ہے، اور ہر مظہر پر ایک جداگانہ حکم لگانا ضروری ہے، طاہر پر طہارت کا حکم ہے تو نجس پر نجاست کا، کافر کے کچھ احکام ہیں تو مومن کیلئے دوسرے احکام

ہر مرتبہ از وجود حکم دارد
گر فرقِ مراتب نہ کسی زندیقی

وجود کے ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے، اگر تو مراتب کا فرق نہ کریگا تو زندیق ہے......

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتاوی عزیزی'' میں وحدت الوجود کی تشریح کی ہے فرماتے ہیں۔

''پہلے وحدت الوجود کے معنی سمجھ لو پھر حقیقت حال سمجھنا، وحدت الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وجود حقیقی (بمعنی مابہ الموجودیت نہ کہ معنی مصدری) ایک چیز ہے جو واجب میں واجب اور ممکن میں ممکن اور جوہر میں جوہر عرض میں عرض ہے اور اس کے یہ اختلافات ذات کے اختلافات نہیں ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں پاک اور ناپاک پر پڑتی ہیں اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہیں ناپاک نہیں ہیں، یہ مسئلہ اپنی جگہ حق ہے اور کسی طرح بھی شرع کے مخالف نہیں ہے اسلئے کہ اس وجود حقیقی میں سے ہر مرتبہ کا حکم جداگانہ حکم ہے اور شرع شریف ہر مرتبہ کا حکم بیان کرتا ہے۔ بعض کو ہادی بعض کو گمراہ کنندہ، بعض کو واجب الاطاعت بعض کو واجب العصیان، بعض کو حلال بعض کو حرام، بعض کو پاک بعض کو ناپاک قرار دیتی ہے کوتاہ بیں سمجھتا ہے کہ یہ ذات کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ قطعاً نہیں ہے بلکہ شؤن اور اعتبارات کا اختلاف ہے''۔

وحدۃ الشہود

''رودِ کوثر'' میں شیخ محمد اکرام رقمطراز ہیں کہ

''حضرت مجدد سرہندیؒ سے پہلے تمام صوفیاء ہند میں ایک ہی فلسفہ رائج تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفہ وحدت الوجود' بے شک اس کے اخذ وقبول میں مختلف منازل اور مراتب تھے بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ وہ قریب قریب دائرہ اسلام سے باہر آجاتے تھے اور کئی دوسرے اسے فقط اسی حد تک اختیار کرتے تھے جس حد تک اسلام مانع نہ ہو، اب پہلی مرتبہ ایک جداگانہ فلسفہ مدون ہوا، جو فلسفہ وحدت الوجود کے مقابل ہوا اور یہ فلسفہ وحدۃ الشہود تھا جو معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کی ضد یعنی تثنیۃ الوجود کا فلسفہ کہلا سکتا ہے''۔(۳)

وحدت الشہود کی تفصیل یہ ہیکہ کائنات کا وجود اور مختلف صفات اور آثار کا، اور مطلق کی ذات وصفات کا ظل وعکس ہے جو عدم میں منعکس ہوتا ہے اور یہ ظل عکس واحد مطلق کا عین نہیں بلکہ محض ایک مثال ہے، شیخ اکرام نے، نواب میر احمد حسین نظام جنگ بہادر کی کتاب ''فلسفہ فقراء'' سے ایک نقشہ نقل کیا ہے جس میں ان دونوں نظریوں کے فرق کو واجا کر کیا گیا ہے۔

وحدت الوجود		وحدت الشھود
ھو الکل		ھو الھادی
نظریہ رجحان تصوف ہمہ اوست		نظریہ رجحان تصوف ہمہ از وست
سکون کی طرف مائل		جوش کی طرف مائل
میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں		میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے
وصل		عشق
میں کون؟ انَا الُحق		اعتقاد۔ میں کون اناعبدُہ (عاشق) (۴)

ایک مقام پر حضرت عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے ان دونوں مسلکوں میں مطابقت پیدا کی ہے وہ یہ ہے کہ وحدت وجودی مرتبہ ذات میں درست ہے اور وحدت الشھو دتعینات کے درجہ میں واجب القبول اور صحیح ہے لہٰذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نظریہ وحدت الوجود کے قائل وحامی تھے اور جس طرح اقبالؔ لاہوری نے شاعری میں اپنا استاذ پیر رومیؔ کو جانا اور مانا اور اس کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح تصوف میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے شیخ ابن العربیؒ کو اپنا پیر روحی مانا ہے۔ اس بات کا اندازہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی تصانیف کو دیکھنے سے ہوتا ہے۔ جن میں آپ نے حضرت شیخ اکبر کی کتب کے حوالے دیئے ہیں اور عبارات نقل کی ہیں۔

اسکی دوسری وجہ یہ کہ حضرت شیخ الاسلام کو شیخ اکبر کی ذات سے والہانہ لگاؤ اور غیر معمولی انس تھا اور آپ شیخ اکبر کی معرکہ آرا تصنیف لطیف ''الفتوحات المکیۃ'' کا درس دیا کرتے تھے جس میں اس وقت کے جلیل القدر علماء اور مشائخ شریک رہا کرتے تھے، جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی تحریر کرتے ہیں،

''وکان یدرس الفتوحات المکیۃ بعد المغرب الی نصف اللیل وکان عظیم الاعتقاد فی الشیخ محی الدین ابن عربی۔ (۵)

ترجمہ: اور وہ (حضرت شیخ الاسلام) مغرب کے بعد سے آدھی رات تک ''فتوحات مکیہ'' (نامی کتاب کا) درس دیتے تھے، اور شیخ محی الدین ابن عربی سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔

☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ ر مطلع الانوار، ص۱۴، مطبوعہ 1405، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔

(۲) مولانا مفتی محمد رکن الدین قادریؒ ر مطلع الانوار، ص 17، مطبوعہ 1405، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔

(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ر فتاویٰ عزیزی

(۴) نواب میر احمد حسین نظام جنگ بہادر ر فلسفہ فقراء

(۵) مولانا حکیم عبدالحئی ر نزہتہ الخواطر جلد ہشتم، ص۸۰ ر مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کے صوفیانہ افکار

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی اشرفی رضوی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدر آباد۔ دکن

قرآن کریم میں صادقین، صادقات، خاشعین خاشعات، قانتین قانتات، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، وجلین، راجین، عابدین، سائحین، صابرین، متوکلین، مخبتین، اولیاء، متقین، ابرار، مقربین، مشاھدین، مطمئنین، سابقین، مسارعین فی الخیرات کا ذکر ہے۔ بس انہی کو ہم عارف یا صوفی کہتے ہیں جو ان اعمال و اخلاق و مقامات سے متصف ہوں اس لئے معرفت سے غفلت جائز نہیں۔

معرفت کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان خود کو پہچانے، اپنی ابتداء اور انتہا اور پیدائش کی غرض کو جانے جو خود کو نہیں پہچانتا اور برق و باد، جغرافیہ بلاد، بُعد و حجم آفتاب، منازلِ ماہتاب، سیاروں کا نظام، احوالِ زماں و مکاں سے واقف ہے یقیناً وہ سراسر ناواقف ہے کوئی عقلمند اس شخص کو جو دنیا بھر سے خبر دار ہو مگر اپنے گھر سے بے خبر ہو، باخبر یا ہوشیار نہیں کہتا بلکہ اس سے یوں خطاب کرے گا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

جو اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرتا ہے اس کو اپنے اندر چھ بڑے بڑے سمندر نظر آئیں گے۔ (۱) بحرِ شہوات (۲) بحرِ علم (۳) بحرِ ذکر (۴) بحرِ فکر (۵) بحرِ معرفت (۶) بحرِ توحید۔

ہر سمندر میں بڑی زبردست موجیں ہیں ہر ایک کے اندر عجیب وغریب جواہرات ہیں، ہر ایک کو طے کرنے کے لئے مختلف جہاز ہیں ہر جہاز کے ملاح الگ ہیں۔ بحرِ شہوات، لطیفہ نفس کی تہذیب و سلامتی کے ساتھ طے ہوتا ہے، اگر لطیفۂ نفس کو مہذب نہ بنایا جائے تو اس سمندر کی ایک موج سارے عالم کو اپنے اندر لپیٹ لیتی اور فساد برپا کر دیتی ہے۔ بحرِ علم، لطیفۂ قلب کی نورانیت سے طے ہوتا ہے، بحرِ ذکر، لطیفۂ روح سے وابستہ ہے۔ بحرِ فکر، لطیفۂ سر کے ذریعہ طے ہوتا ہے۔ بحرِ معرفت، لطیفہ خفی سے، بحرِ توحید، لطیفۂ اخفی سے متعلق ہے۔ کوئی سمندر شور ہے، کوئی شیریں ہے مگر ایک دوسرے سے مل نہیں سکتا۔ ہر لطیفہ کے مختلف انوار ہیں، ہر ایک کی جداگانہ بہار ہے۔ اگر لطیفۂ قلب میں بہار نظر آجائے تو دنیا کے باغ و بہار کو بھول جائے۔

خود کو پہچاننے کے بعد دوسرا قدم یہ کہ خدا کو پہچانے اس کے بعد تیسرا قدم یہ ہے کہ خدا کے سوا سب کو بھول جائے کیونکہ معرفت کے لئے محبت لازم ہے۔ چوتھا قدم یہ ہے کہ اپنے بھولنے کو بھی بھول جائے، کیونکہ سونے والے کو اگر اتنی خبر ہے کہ میں سو رہا ہوں تو وہ بیدار

ہے، کمالِ فنا یہ ہے کہ اپنی فنا پر بھی نظر نہ رہے۔ سرتا پا مستغرقِ مشاہدۂ محبوب ہوجائے۔ پانچواں قدم یہ کہ موجودات پر نظرِ واپسیں ڈالے اور سب میں صفات و افعالِ حق کی تجلی کا مشاہدہ کرے اس مقام میں عارف اور غیر عارف بظاہر یکساں نظر آتے ہیں مگر دونوں کے باطن میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

معرفت کی غرض وغایت:

معرفت انسان کی پیدائش کی غرض و غایت ہے۔ عبادت بغیر معرفت کامل نہیں ہوتی۔ تجربہ شاہد ہے کہ یہ دولت کتابوں اور کاغذوں کے دفتروں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اہل معرفت کی نظر سے حاصل ہوتی ہے ورنہ بعثت انبیاء ورسل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہر شخص کے گھر میں آسمان سے صحیفوں اور کتابوں کا نازل ہوجانا کافی ہوجاتا ہے۔ جن کو پڑھ کر اپنی عقل سے خدا کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔ مولانا رومؔ فرماتے ہیں کہ

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اکبرالہ آبادیؔ

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اقبالؔ لاہوری

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

مومن وعارف کا فرق؟

معرفت ایک آگ ہے اور ایمان نور ہے۔ معرفت وجد ہے، ایمان عطا ہے۔ مومن و عارف میں فرق یہ ہے کہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور عارف اللہ سے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد قدسی ہے۔ **فكنت سمعه الذى. يسمع به و بصره الذى يبصر به**، میں اس کی قوتِ سماعت ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے عام مومن کا دل ذکر اللہ سے مطمئن ہوجاتا ہے اور عارف اللہ کے سوا کسی سے مطمئن نہیں ہوتا یہی تصوف کی حقیقت ہے۔

یہ خیال بے بنیاد ہے کہ اسلامی معرفت یا اسلامی تصوف فلسفۂ افلاطون یا ویدانت سے لیا گیا ہے۔

تصوف یا معرفت اسلامی کی حقیقت وہ ہے، جس کو حدیث جبرئیل میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ **ألاحسان أن تعبدالله كأنك تراه فإن لم تك تراه فإنه يراك**۔ احسان یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گویا تم ان کو دیکھ رہے ہو اگر تم ان کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہے ہیں۔ معرفت یا تصوف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی متابعت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

ظاہر و باطن میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا ہی تصوف ہے، اسی پیروی کا نام شریعت بھی ہے اور طریقت بھی، ظاہر کی پیروی شریعت ہے، باطن کی پیروی طریقت ہے۔

قرآن رہے پیش نظر یہ شریعت ہے
خدا رہے، پیش نظر یہ طریقت ہے

ائمۂ شریعت کیا کہتے ہیں؟

(۱) حضرت امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ء) فرماتے ہیں:

جس نے علم فقہ حاصل کیے بغیر راہِ تصوف اختیار کی وہ زندیق

ہوا...... اور جس نے علم فقہ حاصل کیا، تصوف کے راستہ پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا...... جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے۔

(۲) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء) فرماتے ہیں:

اگر حدود شریعت میں سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے...... بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔

(۳) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (م۔۷۳۰ھ/۹۸۰ء) فرماتے ہیں:

جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے، وہ حقیقت نہیں، بے دینی ہے۔

(۴) حضرت جنید بغدادیؒ (م ۲۹۷ھ/۹۰۹ء) فرماتے ہیں:

جس نے نہ قرآن یاد کیا، نہ حدیث لکھی (یعنی علم شریعت سے آگاہ نہ ہوا) طریقت میں اس کی اقتداء نہ کریں، اسے اپنا رہبر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علمِ طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔

(۵) حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) فرماتے ہیں:

خبردار! علم ظاہر جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کرو۔

(۶) حضرت امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) حضرت شیخ سری سقطیؒ (م ۲۵۰ھ/۸۶۴ء) کی دعا کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا...... اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔

(۷) حضرت شیخ محمد عارف ریوگریؒ (م ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء) فرماتے ہیں:

اے عارف! جب تک اپنے اقوال واعمال واحوال میں بغیر کمی بیشی کے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ سنیہ اور شریعت رفیعہ کی پیروی نہ کرے گا بلا شبہہ تو مقبولوں اور واصلوں کے زمرے میں نہ ہوگا۔

(۸) حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) فرماتے ہیں:

تصوف کیا ہے؟...... بس احکامِ شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے...... علمِ تصوف، چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی نہر ہے۔

(۹) حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں:

طریقت وشریعت ایک دوسرے کے عین ہیں، بال برابر بھی ان دونوں میں فرق نہیں...... جو چیز شریعت کے خلاف ہے، وہ مردود ہے۔

(۱۰) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) فرماتے ہیں:

تصوف، فقہ کے بغیر نہ صرف یہ کہ کافی نہیں بلکہ صحیح ہی نہیں...... تصوف کی طرف رجوع، فقہ کے ساتھ جائز ہے۔

(۱۱) حضرت شیخ عبدالغنی نابلسیؒ (م ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء) فرماتے ہیں:

اے عاقل!...... اے حق کے طالب! دیکھو، یہ عظمائے مشائخِ طریقت، یہ کبرائے اربابِ حقیقت، سب کے سب شریعتِ مطہرہ کی تعظیم کر رہے ہیں۔

(۱۲) حضرت حاجی محمد امداد اللہ چشتی مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

''پہلا مرتبہ (زبان سے اقرار) شریعت ہے اور دوسرا مرتبہ (دل کی تصدیق) طریقت، ان سے کوئی مرتبہ بھی دوسرے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث شریف إنما الأعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے) کی مراد یہی دل کی تصدیق ہے۔(۱)

حضرت شیخ الاسلام شاہ ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقیؒ (۱۲۶۴ھ/۱۳۳۶ھ) فرماتے ہیں:

تصوف ہمارے دین میں اعلیٰ درجے کا علم ہے جس پر اولیاء اللہ کا عمل رہا ہے اگر وہ فلسفے کا ہم خیال ثابت ہوجائے تو شریعت سے اس کو کچھ تعلق نہ رہا، حالانکہ اولیاء اللہ شریعت کے نہایت پابند رہتے ہیں۔ (۲)

حضرت شیخ الاسلامؒ

حضرت شیخ الاسلام ایک عالم ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ، صوفی باصفا بھی تھے۔ آپ کی صوفیانہ زندگی، صلحائے متقدمین کے سلسلہ کی تابناک کڑی تھی جس میں ظاہر و باطن کا ایک حسین امتزاج اور درس گاہ و خانقاہ کا ایک خوبصورت سنگم تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔

> ''تصوف کچھ اور ہی چیز ہے جس کو قرآن وحدیث اور شریعت کا لبِ لُباب کہنا چاہئے اس کو نہ فلسفہ قدیمہ سے کوئی تعلق ہے نہ فلسفہ جدیدہ سے کوئی مناسبت'' (۳)۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین قندھاریؒ جو نظام سوم نواب سکندر جاہ کے عہد حکومت میں ایک باکمال صوفی اور عالم اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔ شیخ الاسلام کا سلسلہ بیعت صرف ایک واسطہ سے یعنی ان کے والد حضرت ابومحمد شجاع الدین قندھاریؒ کے ذریعہ حضرت شاہ رفیع الدین قندھاریؒ سے ملتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کا نورِ باطن اسی مردِ درویش کے فیضانِ علمی و عملی سے روشن ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین قندھاریؒ بارہویں صدی ہجری کے مشہور و معروف صوفی حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؒ (رحمت آباد) کے خلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے والد کو خیر آباد کے بسا بزرگ حضرت حافظ محمد علیؒ سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت حاصل تھی۔ مجاہدِ آزادی علامہ فضلِ حق خیر آبادی حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی سے فصوص الحکم (حضرت ابن عربی) کا درس لینے آیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام نے شیخ العرب والعجم حضرت احمد حسین امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تمام سلاسل میں بیعت کر کے منازل سلوک کی تکمیل فرمائی۔ بلا طلب خرقہ خلافت عطا کرنے کے علاوہ دکن کے مریدوں کو حضرت شیخ الاسلام سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی۔

درس و تدریس کے علاوہ مغرب سے نصف شب تک آپ پانچویں صدی کے مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی کتاب ''فتوحات مکیۃ'' کا درس دیا کرتے تھے جس میں منتخب علماء و صوفیا ہی شریک رہتے۔ اس درس کی مجلس پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ تھی جس سے مسائل حل ہوجاتے اور حضور تاجدار بغداد غوث الثقلینؒ کی تشریف آوری بھی ہوا کرتی تھی۔

افکارِ صوفیانہ

سلوک کی تعلیم شیخ الاسلام نے اپنے والد محترم سے پائی اور تمام سلاسل طریقت میں بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ نیز آپ نے حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تجدید بیعت کی اور خلافت بھی حاصل فرمائی۔

حضرت شیخ الاسلام کا شجرہ عالیہ قادریہ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله محمد واله واصحابه اجمعين

الٰہی بحرمت سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ
الٰہی بحرمت سیدنا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
الٰہی بحرمت شیخ حسن بصری قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ حبیب العجمی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ داؤد الطائی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ معروف کرخی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ سری سقطی قدس سرہ
الٰہی بحرمت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ ابی بکر محمد دلف بن خلف الشبلی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ واحد التمیمی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ ابی الفرح محمد بن عبداللہ الطرطوسی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ ابوالحسن علی ابن احمد بن یوسف القریشی الھنکاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ ابی سعید المخزمی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ المشائخ غوث الثقلین قطب الدین محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز
الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ بن علی الاسدی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ احمد بن عبداللہ الاسدی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ محمد بن احمد الاسدی قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ فخر الدین بن ابی بکر بن محمد نعیم قدس سرہ
الٰہی بحرمت شیخ محمد محی الدین احمد بن محمد الاسدی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ سراج الدین الیمنی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم الزبیدی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ محمد مرجاجی الیمنی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ اسمٰعیل بن صدیق الجبرتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ ابی بکر بن السلامی الیمنی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ ابی احمد بن موسی المشروعی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ جنید بن احمد الیمانی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ عبدالقادر الیمانی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ امین الدین المرواحی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ محمد یوسف قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ احمد القشقاشی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت سید عبداللہ بالفقیہ قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت سید عبداللہ بروم قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ (ﷺ) قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت شیخ محمد رفیع الدین ابن شمس الدین قدس سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت شیخی وابی محمد شجاع الدین قدس سرہٗ

غلام دستگیر صاحب ومحمد انوار اللہ اصلح اللہ مقاصدھما بمنازل ومراتب بزرگان وموصوف بفضل خود برساند ودرظل یوم لاظل الاظلہ محشور کردند وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

المرقوم تاریخ ۷ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

مہر حضرت شیخ الاسلام

مطبع احمدیہ (نقل از مطبوعہ شجرہ مخزونہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن)

حضرت شیخ الاسلام عموماً سلسلہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے۔ اگر کوئی خواہش کرتا تو دوسرے سلسلہ میں بھی شریک فرمالیتے۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ انسان اپنے نفس کی معرفت کے بعد ہی اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے اور اللہ کی صفات پہچاننے کے لئے نفس کی صفات کی پہچان ضروری ہے۔ اس نکتہ کی مزید وضاحت اپنی کتاب "مقاصد الاسلام" حصہ سوم میں اس طرح فرماتے ہیں۔

"غرض مقتضائے حکمت یہی تھا کہ نفس میں ایسے صفات ودیعت رکھے جائیں کہ صفات کمالیہ الٰہیہ کے نمونے ہو مثلاً وجود، تجرد، سمع، بصر، مشیت، ارادہ، قدرت، کلام وغیرہ۔ دیکھئے ان تمام مضامین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وضاحت سے ایک مختصر جملے میں بیان فرمایا و من عرف نفسه فقد عرف ربه، یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا"۔

"چشتیہ سلسلہ میں بیعت کی وجہ سے حضرت شیخ الاسلام کبھی کبھی سماع کا اہتمام بھی فرماتے تھے۔ سابق امیر ملت اسلامیہ علامہ مفتی عبدالحمید صدیقیؒ (رکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) کے مطابق حضرت شیخ الاسلام بند حجرے میں بلا مزامیر ہی قوال سے اشعار سنا کرتے اور اس میں بھی ممکنہ احتیاط ملحوظ رکھا جاتا"۔ (۴)

وجد و رقص کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام تفسیر ابن جریر کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ "حضرت داؤد علیہ السلام سے جب تابوت سکینہ (جس میں موسیٰ علیہ السلام کے الواح کے چند ٹکڑے تھے) کی نہایت خوشی سے ناچتے ہوئے اس کی طرف گئے۔ ان کی بیوی نے کہا، تم نے یہ کیسی حرکت کی لوگ کیا کہیں گے آپ نے فرمایا، تو مجھے میرے رب کی طاعت سے روکنا چاہتی ہے میں تجھے اب اپنے نکاح رکھنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ اس کو طلاق دیدی"۔

خلاصہ کلام میں فرماتے ہیں "یہی طریقہ رقص بزرگان دین میں سماع کے وقت آثار فیضان کی وجہ سے جاری ہوتا ہے وہ رقص حضرت داؤد علیہ السلام کے جیسا رقص ہوگا ورنہ نقل ہوگا"۔

معاشرے اور عقائد و نظریات کی اصلاح بھی ایک صوفی باصفا کا اہم مشن ہوتا ہے حضرت شیخ الاسلام نے بحیثیت صوفی اس تحریک کو بڑی کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ایک صوفی کسی سے الجھتا نہیں بلکہ الجھے ہوئے کو سلجھاتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام صلح پسند تھے چنانچہ مخالف کو چپ کرانا، بحث و مباحثہ، مناظرہ کرنا آپ کی طبیعت کے خلاف تھا۔ جس کی وجہ سے مختلف پیروانِ مذہب کے قلوب آپ کی بڑی عزت و وقعت قائم ہوگئی تھی۔

وحدۃ الوجود

حضرت شیخ الاسلام بحیثیت صوفی مسلک وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ مسئلہ وحدۃ الوجود کو ایک قریب الفہم مثال کے ذریعہ آپ نے اس طرح ذہین نشین کرایا ہے۔

"ہم گھر کی تعمیر کرتے ہیں تو پہلے اس کا نقشہ ذہن میں لاتے ہیں پھر خارج میں اس کو موجود کرتے ہیں اور خارج میں جو گھر موجود ہوا وہی خیال میں بھی محفوظ و موجود تھا۔ حاصل کلام یہ کہ موجود گھر سے اگر نظر ہٹالی جائے تو صرف گھر رہ جائے گا جو وجود سے پہلے معدوم تھا اور وجود ملنے کے بعد موجود ہوگیا اس کو اس گھر کی عین ثابت کہیں گے، گو کہ حالتِ عدم میں وہ موجود نہیں مگر کسی وجہ سے اس کو ثبوت کا درجہ حاصل ہوگیا جس کو وجود نہیں کہہ سکتے۔ عین ثابت یا کثرت کی وجہ سے اعیان ثابتہ کہیں گے۔ (۵)

انتخاب فتوحاتِ مکیہ

اس کے علاوہ "فتوحاتِ مکیہ" جیسی تصوف کی معرکہ آراء

کتاب میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے وحدت الوجود کے نظریہ کو عارفانہ انداز میں سمجھایا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے اس بلند پایہ کتاب کا ایک مفید انتخاب بڑی سائز کے ڈیڑھ سو صفحات پر پیش کیا ہے جس کے اہم موضوعات درج ذیل ہیں۔

مایتعلق بالقلب.

مایتعلق بالیقین و العقل.

فضائل الاولیاء و ما یتعلق بهم و اصناف الاولیاء .

فضائل علی کرم الله وجهه.

و فضائل حسن بصری رحمه الله.

محبت الصالحین.

عشق الله و نبیه صلی الله علیه وسلم.

مجاهدات .

مقام فنا.

ذکر و فکر.

اخلاق و سلوک.

علم الأسرار.

توحید الأفعال.

توحیدِ صفات.

توحیدِ ذات. الحقائق وغیره.

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں فصوص الحکم، فتوحات مکیہ وغیرہ جن کے دیکھنے سے واضح ہے کہ ہر عامی تو کیا اکثر علماء بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت شیخ الاسلام کا صوفیانہ مشرب و مسلک اس رباعی سے ظاہر ہوتا ہے۔

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبی
دوست دارے چار یارم تا باَولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیل
خاکپائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

''کچا صوفی پکا ملحد ہوتا ہے''۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) تقریظ بر ''انوار التجید فی ادلتہ التوحید'' از مفتی محمد انوار اللہ سابق مدیر المہام امور مذہبی ریاست حیدرآباد، دکن

(۲) امام محمد انوار اللہ فاروقی / مقاصد الاسلام، حصہ سوم، ص ۱۲۴

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقی / مقاصد الاسلام حصہ سوم ص ۱۲۶

(۴) حضرت علامہ مفتی عبدالحمیدؒ / معارف انوار ص ۱۶۔۱۷

(۵) امام محمد انوار اللہ فاروقی / رسالہ انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

کے تلامذہ و خلفاء طریقت

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کے چند مشہور تلامذہ

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی رضوی اشرفی ، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے ساری زندگی درس و تدریس، تصنیف وتالیف کے علاوہ عبادت وریاضت میں گزاری۔ حصول تعلیم کے بعد کوئی ڈیڑھ سال ملازمت کر کے ۱۲۸۷ھ میں استعفیٰ دے دیا جبکہ آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی۔ ملازمت سے استعفیٰ دینے کے بعد درس وتدریس ہی آپ کا مشغلہ رہا اور ۱۲۹۲ھ میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۲۸۷ھ سے ۱۳۳۶ھ تک تقریباً ان پچاس سالوں میں آپ کے ہزاروں تلامذہ ہوئے۔ جن میں شاہان دکن سے لے کر علماء، صوفیاء، فقہاء، ادباء، شعراء، محدث، متکلم، مورخ، پروفیسر، سرکاری عہدیدار، اطباء، حکماء، قانون داں گویا ہر فن میں سینکڑوں تشنگان علم وفن آپ کے چشمہ علم وعرفان سے فیضیاب ہوئے اور دنیا کے مختلف خطوں میں یہ فیضان جاری رکھا اور تاہنوز جاری وساری ہے۔

فہرست تلامذہ بلحاظ ماہرین علوم وفنون، عہدہ ومنصب

حکومت وریاست

آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خان بہادر

آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خان بہادر

تفسیر وتاویل

مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب قادریؒ

حضرت مولانا سید پادشاہ حسینی لئیقؒ

حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضویؒ

حدیث واصول حدیث

حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندیؒ محدث دکن

حضرت مولانا ابوالوفاء سید محمود شاہ افغانیؒ

(صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ)

حضرت مولانا مفتی سید احمد علی صوفی قادری صاحبؒ

فقہ وافتاء

حضرت مولانا مفتی رکن الدین صاحبؒ، مفتی اول جامعہ نظامیہ

مولانا مفتی سید محمود صاحبؒ کان اللہ لہ، مفتی میسرم

مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحبؒ، مفتی صدارت العالیہ

حضرت مولانا حبیب اللہ المدیح حضرمی شافعیؒ

درس وتدریس

مولانا سید محمد ابراہیم صاحبؒ استاذ نواب صلابت جاہ ونواب بسالت جاہ

مولانا امیر الدین صاحبؒ پونیری مہتمم جامعہ نظامیہ

مولانا سید شاہ محمد شطاری صاحبؒ شیخ الادب جامعہ نظامیہ

مولانا حکیم سید حیدر حسینی صاحبؒ مدرس مدرسہ طیبہ سرکار عالی

مولانا سید غوث الدین قادریؒ، سابق شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

مولوی عبدالرشید صاحبؒ، مدرس مدرسہ وسطانیہ شاہ گنج

حضرت سید شاہ محمد حسینی القادری ؒ بانی اسلامیہ کالج ورنگل

تنظیم وتشکیل

مولوی میر عبد اللطیف صاحب، مہتمم اعراس

محمد عبد الکریم خان صاحب سابق، منتظم درگاہ حضرت خواجہ اجمیری ؒ

مولوی سید یوسف حسینی صاحب' معتمد دائرۃ المعارف

مولوی احمد عبد العلی صاحب' سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ

مولانا خواجہ مخدوم میاں صاحب

مولانا سید احمد صاحب قادری

مولانا عبد الصمد شاہنوری صاحب

مولانا غلام احمد صاحب سابق مددگار ناظم نظم جمیعت

مولوی غلام احمد صاحب سابق صوبہ دار، ورنگل

مولانا مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب' ناظم محلات مبارک

مولانا عبد الجبار خان صاحب آصفی ؒ منتظم دفتر معتمدی صرف خاص مبارک

مولوی حافظ غلام حسین صاحب سابق ناظم پائیگاہ سروقار الامراء

مولوی محمد اکرم علی صاحب، تحصیلدار پرگی

قانون ووکالت

مولانا محمد عبد الرحیم صاحب ؒ، وکیل، مختار عام پالونچہ

مولانا حسن علی صاحب ؒ طلسمی، وکیل درجہ اولی

مولانا میر عبد القدیر صاحب ؒ وکیل

طب وحکمت

مولانا حکیم محمود صمدانی ؒ سابق مہتمم صدر شفاخانہ نظامیہ

مولانا حکیم عبد القادر صاحب ؒ، مہتمم شفاخانہ یونانی سرکار عالی

وعظ وخطابت

حضرت مفتی سید محمود صاحب ؒ، خطیب تاریخی مکہ مسجد حیدر آباد

مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب ؒ قادری

حضرت مولانا سید پاشاہ حسینی صاحب ؒ لئیق

حضرت مولانا الحاج حافظ سید محمد حسین نقشبندی قادری ؒ

شعر وادب

مولانا محمد مظفر الدین معلّیٰ ؒ

مولوی اکرم الدین صدیقی ؒ والد پروفیسر اکبر الدین صدیقی ؒ مصنف مشاہیر قندہار)

مولانا سید غلام قادر زعمؔ صاحب (والد ڈاکٹر زورؔ)

حضرت مولانا اسماعیل شریف ازلؔ ؒ (گلبرگہ شریف)

حضرت نذر محمد خان نقشبندی ؒ (گلبرگہ شریف)

تصنیف وتالیف

حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضوی نجفی ؒ

حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب ؒ نقشبندی مجددی

مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب ؒ قادری

مولانا حکیم محمود صمدانی صاحب ؒ

حضرت مولانا مفتی سید احمد علی قادری صوفی صاحب ؒ

مولانا محمد عبد الجبار خاں آصفی ؒ

مولانا شاہ ابو الخیر کنج نشین جنیدی ؒ (مورخ نظامیہ)

تحقیق وتصحیح

مولانا قاضی محمد شریف الدین صاحب ؒ، ناظم دائرۃ المعارف

مولانا حافظ محمد ولی الدین صاحب ؒ، مہتمم مجلس اشاعت العلوم

مولانا ابو الوفاء الافغانی ؒ، صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ

رشد وھدایت

مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب ؒ خلیفہ

مولانا مفتی سید محمود صاحبؒ خلیفہ

مولانا سید غلام قادر زعمؒ صاحبؒ خلیفہ

مولانا مفتی رکن الدین صاحبؒ خلیفہ

مولانا سید شاہ برہان اللہ حسینی صاحبؒ قندہار

مولانا سید شاہ اسمٰعیل عرف ذبیح اللہ شاہ صاحبؒ

مولانا صلاح الدین ابن شمیرا لقیعطیؒ

حضرت سید شاہ حسین محمد محمد الحسینیؒ خیر

(سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز گلبرگہ)

حضرت شیخ تاج الدین جنیدیؒ سجادہ نشین روضہ گلبرگہ

حضرت لاڈلے حسینی صاحبؒ، سجادہ نشین روضہ خورد گلبرگہ

مولانا نذر محمد خان نقشبندیؒ گلبرگہ

خلفاء حضرت شیخ الاسلام

حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ

حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب قادریؒ

حضرت مفتی سید محمود قادری کان اللہ لہ خطیب مکہ مسجد

حضرت سید غلام قادر زعمؒ والد ڈاکٹر زورؔ

چند تلامذہ کے مختصر حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

آصف سادس نواب میر محبوب علی خان

افضل الدولہ آصف جاہ خامس کا جس وقت انتقال ہوا اس وقت نواب میر محبوب علی خان کی عمر بمشکل دو سال سات ماہ آٹھ دن تھی انہیں ۳۱ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۸؍فبروری ۱۸۶۸ء بروز یکشنبہ جانشین تسلیم کرکے مسند آصفی پر بٹھایا گیا۔

نواب میر محبوب علی خان ۵؍ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۷؍ اگست ۱۸۶۶ء بروز جمعہ پیدا ہوئے ان کی والدہ ماجدہ کا نام شہزادی وحید النساء بیگم تھا۔افضل الدولہ کے انتقال کے بعد برطانوی ریزیڈنٹ مقیم حیدرآباد کی سفارش اور برطانوی وائسرائے ہند لارڈ رپن کی منظوری پر ننھے شہزادے کو ریاست حیدرآباد کا حکمران تسلیم کرکے مسند نشینی کی رسم انجام دی گئی اور امور سلطنت کی دیکھ بھال اور انجام دہی کے لئے سالار جنگ کی سربراہی میں ایک کونسل آف ایجنسی کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں دیگر امراء عظام کے علاوہ امیر کبیر شمس الامراء بھی بحیثیت ایک رکن شامل تھے شہزادے کی رسم تاج پوشی منجھلی بیگم کی حویلی واقع شاہ علی بنڈہ روڈ میں منعقد ہوئی۔مسند نشینی کے وقت ڈھائی سالہ شہزادہ اپنی ''گورنرس'' (آیا) کی گود میں شاہانہ دستار، روایتی طرہ لگائے سفید پاجامے میں ملبوس گدی پر رونق افروز تھے جب کہ ریاست کے سارے امراء وزراء سلطنت، اعلی عہدہ دار، اراکین خاندان بشمول بشیر الدولہ مکرم الدولہ، شمشیر جنگ، شہاب جنگ وغیرہ وغیرہ حسب مراتب بگلوس، شیروانی ٹوپی اور دستار میں دست بستہ نظر جھکائے شاہ نشین کے آگے کھڑے تھے۔انگریز ریزیڈنٹ مسٹر سانڈرسن نے وائسرائے ہند کی طرف سے جاری کردہ توثیق نامہ پیش کرتے ہوئے خدمتِ شاہانہ میں نذرانہ گذارنے کے رسم انجام دی، اس کے بعد امرائے سلطنت نے حسب رواج قدیم، حسب مراتب خدمتِ شاہانہ میں سلامی اور نذرانے پیش کرکے جانشین آصفیہ سے اپنی والہانہ محبت ووفاداری کا اظہار کیا۔ دوسرے دن شاہی دربار کا رسمی انعقاد عمل میں آیا۔ریاست کے تمام امور سالار جنگ کے مشورہ اور حکم ہی سے انجام پاتے تھے۔برطانوی حکومت کی جانب سے جو تقریبات یا کسی معاملات پر مذاکرات ہوتے تو سالار جنگ ہی آصف جاہ سادس کی نمائندگی کرتے تھے۔

۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کے موقعہ پر افضل الدولہ نے انگریزوں کی جوطرف داری کی تھی جس کے نتیجہ میں اس پہلی تحریک آزادی کو ناکامی اور انگریز سامراج کو سرخروئی حاصل ہوئی تھی اور انگریزوں نے اس کارگذاری اور وفاداری کے صلے میں علاقہ جات ہائے شولا پور اور رائچور آصفی سلطنت کو نہ صرف واپس کردیئے تھے بلکہ تقریبا پچاس لاکھ روپے کا وصول طلب قرض بھی معاف کردیا تھااور افضل الدولہ کے گذر جانے کے بعد بھی سالار جنگ اول نے اس سلسلہ میں اپنی کوششیں جاری رکھیں اور بدلے میں اسی لاکھ پونڈ تک ادا کرنے کا پیش کش کیا مگر وائسرائے نے اس کو بھی قبول نہیں کیا تو سالار جنگ ۱۸۷۵ء میں ایک بااختیار وفد لے کر لندن پہنچے۔ان کے غیاب میں عنان حکومت شمس الامراء کے ہاتھ میں رہی۔ سالار جنگ اوران کے ہمراہ گئے اراکین وفد کی جس میں مکرم الدولہ بھی شامل تھے۔لندن میں بڑی قدر ومنزلت سے ان کی پذیرائی ہوئی۔ شاہانہ استقبالیہ دیا گیا' اعلی سطح پر گفتگو ہوئی لیکن کوئی نتیجہ خیز بات سامنے نہیں آئی۔انگریز صوبہ برار سے دستبردار ہونے راضی نہیں ہوئے لامحالہ سالار جنگ کو ناکام ہی وطن لوٹ آنا پڑا۔ ۱۸۸۳ء میں سالار جنگ کا انتقال ہوگیا۔

۱۰رشعبان ۱۲۸۷ھ مطابق ۴رنومبر ۱۸۷۰ء میں ننھے حکمراں کی تسمیہ خوانی کی تقریب منعقد ہوئی۔ ۷رجمادی الثانی ۱۲۸۸ھ میں تعلیم وتربیت کے لئے مولوی محمد زماں خان شاہ جہاں پوریؒ کو استاد مقرر کیا گیا۔مشہور خوشنویس مولوی مظہر الدین نے خوشنویسی سکھائی۔ حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب (بانی جامعہ) محبوب نواز جنگ اور دولت یار جنگ کو لائق علی خان سالار جنگ ثانی نے شاہانہ تربیت کے لئے مقرر کیا۔غرض بہتر معلم اور استادوں کے علاوہ ماہر نظم ونسق حضرات بادشاہ کی تربیت اور رہنمائی کے لئے مقرر ہوئے۔انگریزی پڑھانے کے لئے جان کلارک کو نامزد کیا گیا۔۲۲رمضان ۱۲۹۲ھ کو قرآن شریف کی تکمیل ہوئی۔ ۶ربیع الثانی ۱۲۹۱ھ کو سالگرہ کا پہلا جشن دربار منعقد کیا گیا اور امراء عظام اور دیگر نوابوں اور جاگیرداروں کو خطابت اور انعامات سے سرفراز کیا گیا تھا۔۱۸۸۳ء میں سالار جنگ اول مختار الملک کے انتقال کے بعد ان کی سربراہی میں قائم کونسل آف ایجنسی کی ہیئت ترکیبی میں تبدیلی لائی گئی اور آصف جاہ سادس (بادشاہ وقت) کو اس کا سربراہ بنایا گیا اور سالار جنگ دوم کو وزارتِ عظمی کی ذمہ داری سونپی گئی جب کہ اراکین کونسل میں سرآسمان جاہ بہادر' سرخورشید جاہ بہادر' مہاراج نریندر پرشاد بہادر وغیرہ شامل تھے۔

۲۱رذیقعدہ ۱۲۹۳ھ کو آپ معہ سالار جنگ مدار المہام اور دیگر عمائدین سلطنت کے ہمراہ دہلی روانہ ہوئے وہاں دربار برطانوی میں شرکت فرمائی۔

نواب میر محبوب علی خاں عیدین اور تہواروں کے موقعوں پر اعلی عہدہ داروں' رشتہ داروں اور وفاداروں کو خطابات اور انعامات سے سرفراز فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک عید کے موقع پر آصف یاور الدولہ کو آصف یاور الملک' سعید الدولہ کو سعید الملک' نظام یار جنگ کو حسام الملک خانخانان' اعتماد جنگ صمصام الدولہ کو صمصام الملک' مشیر الملک کو فخر الملک کے خطابات اور شاہانہ مراتب عطا فرمائے۔

۱۸رمحرم ۱۲۹۴ھ میں آفتاب محل (چومحلّہ) میں انگریزی دربار کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں ریزیڈنٹ مقیم حیدرآباد مسٹر سنڈرسن نے حکومت برطانیہ کی جانب سے وائسرائے ہند کی وساطت سے روانہ

کردہ ایک خصوصی ''تمغۂ اعزاز'' 'اسٹار آف انڈیا' پیش کیا اور جی سی ایس آئی کا خطاب اور جواہرات تحفہ میں دیئے۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ کو نواب افسر الملک بہادر سے آصف جاہ سادس نے گھوڑے کی سواری سیکھنا شروع کیا۔ ۲۵ صفر ۱۳۰۰ھ کو آپ معہ نواب سالار جنگ اعظم مدارالمہام وغیرہ اورنگ آباد تشریف لے گئے تھے۔ ۱۶ صفر ۱۳۰۱ھ کو آپ وائسرائے ہند گورنر جنرل لارڈ رپن سے ملاقات کے لئے کلکتہ عازم سفر ہوئے۔ جہاں انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں میں سے وقت نکال کر نمائش بھی دیکھی۔

کلکتہ سے واپس آنے کے بعد آصفجاہ سادس نے کونسل آف ایجنسی تحلیل کر کے عنان حکومت خود سنبھال لی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ میں سالار جنگ دوم میر لائق علی خان کو منیر الملک کا خطاب دے کر سلطنت آصفیہ کا وزیر اعظم مقرر کیا۔ پھر تین برس بعد جب وہ اس عہدہ جلیلہ سے سبکدوش ہوئے تو ان کی جگہ اقبال الدولہ وقار الامراء کو اپنا وزیر اعظم نامزد کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی اس گراں بہا ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے تو آصف جاہ سادس نے مہاراجہ کشن پرشاد کو مدارالمہامی پر مامور فرمایا۔ ۴ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ کو گورنر جنرل لارڈ رپن جواباً حیدرآباد آئے اور آصفجاہ سادس کے سولہویں جشن مسند نشینی میں شرکت کی۔ اس جشن مسند نشینی کے سلسلہ میں مسلسل تین یوم تک مغل انداز میں دربار شاہانہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ سارے شہر کو روشنیوں سے منور کر دیا گیا تھا۔ ہر عام وخاص رعایا کے گھر گویا ایک عید اور تہوار کا سماں بندھا ہوا تھا۔

ماہ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ کو میر عثمان علی خان بہادر ولی عہد سلطنت آصفیہ تولد ہوئے ان کی پیدائش کی خوشی میں سرکاری وغیر سرکاری دفاتر، کارخانوں، دکانوں اور کاروباری اداروں کو ایک یوم کی تعطیل عام کا اعلان کیا گیا۔ ۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ کو آصفجاہ سادس اپنے ولی عہد بہادر میر عثمان علی خان کے ہمراہ وائسرائے ہند لارڈ کرزن سے بغرض ملاقات کلکتہ تشریف لے گئے اس کے تین برس بعد ۱۹ رمضان ۱۳۲۰ھ میں ولیعہد بہادر، مدیرالمہام اور دیگر امرائے سلطنت کے ہمراہ دہلی میں منعقدہ برطانوی ملک معظم جارج پنجم کے دربار جشن تاجپوشی میں شرکت کے لئے دہلی گئے وہاں اس دربار کے جلوس میں وائسرائے ہند کے ساتھ شرکت فرمائی۔ برطانوی شہنشاہ کے جشن تاجپوشی کے موقع پر آصف جاہ سادس کو جی سی بی کا خطاب حکومت برطانیہ کی طرف سے بطور خاص پیش کیا گیا۔

ریاست حیدرآباد لسانی طور پر تین علاقوں پر مشتمل تھی مرہٹی زبان بولنے والوں کا علاقہ مرہٹواڑہ، کنڑی کہنے والوں کا علاقہ کرناٹک اور تلگو علاقہ تلنگانہ، اس طرح ریاست حیدرآباد تلنگانہ، مرہٹواڑہ اور کرناٹک کے علاقوں پر مشتمل تھی لیکن کبھی بھی علاقہ یا زبان کے نام و اساس پر لوگوں میں کوئی بھید بھاؤ تھا نہ حکومت کسی کے ساتھ امتیاز برتتی تھی۔ یہ سب نعمتیں تو آزادی کے بعد کی دین ہے آج ہم مذہب زبان اور علاقہ کے نام پر ایک دوسرے کے دست وگریباں ہیں۔

ماہ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ میں آصف جاہ سادس اپنے اہل عیال اور دیگر رشتہ داروں اور اقارب کے ہمراہ حضرت بابا شرف الدینؒ کی درگاہ شریف (پہاڑی شریف) زیارت وقیام کے لئے تشریف لے گئے تھے واپسی میں فلک نما پیالیس میں قیام پذیر ہوئے۔

۴ رمضان ۱۳۲۹ھ روز دوشنبہ دن کے ساڑھے گیارہ بجے دولت آصفیہ کا غریب پرور، خدا رسیدہ اور رعایا پرور بادشاہ جو بہ ظاہر (چھٹا، سادس) کہلاتا تھا اس دارفانی سے رخصت ہو گیا۔

حسب روایت قدیم انکے انتقال کی خبر کو انتہائی راز میں رکھا

گیا۔شہر پناہ کے دروازے بند اور محلات پر سخت پہرے لگا دیئے گئے اور دیگر تمام ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد میت کو خاموشی سے بذریعہ کار خلوت مبارک منتقل کر دیا گیا تھا جہاں سے رات کے گیارہ بجے پچھلے مخصوص دروازے سے میت مکہ مسجد کے شاہی قبور کے احاطہ میں لائی گئی اور اپنے والد کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔اُس وقت ان کی عمر ۴۵ برس چار ماہ ۲۸ دن تھی اور انھوں نے ریاست حیدرآباد پر ۴۳ برس ۹ ماہ ۲۲ دن حکمرانی کی۔آصفجاہ سادس کے اچانک اس طرح رحلت کرنے پر لوگوں پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے سات روز تک دفاتر اور مدارس بند رکھے گئے۔

آصفجاہ سادس کے سانحہ ارتحال کے بعد ۲۰/اگست ۱۹۱۱ء میر عثمان علی خاں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔آصفجاہ سادس کو جملہ سات صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تھیں(۱)۔

آصف سابع نواب میر عثمان علی خان

آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خان 1303ھ م 1886ء کو پرانی حوالی حویلی حیدرآباد میں پیدا ہوئے 27 برس کی عمر میں مسند نشین ہوئے۔سادہ سید ھا بوٹا قد، چھریرہ بدن، گورا رنگ، معمولی سی شیروانی زیب تن کئے رومی ٹوپی اوڑھے معمولی لوگوں کی طرح زندگی بسر ہوئی۔مگر کہیں جلال تھا تو آواز میں تھا، گرجدار ایسی کہ ایوان کانپ اٹھے! اور اگر رعب کہیں تھا تو آواز میں تھا، چمکدار ایسی کہ کوئی تاب نہ لا سکے۔وہ شخص ایسا تھا خود تو بہت معمولی غذا کھاتا تھا لیکن خوان تھے کہ مزے دار کھانوں سے بھرے دوسروں کے لئے ہوتے تھے۔خود تو معمولی لباس زیب تن کرتا مگر اوروں کے لئے زرق برق کے لباس مہیا تھے۔وہ اپنی ذات پر ایک پیسہ نہ خرچتا مگر خزانہ کا منہ رعایا کے لئے کھلا تھا۔دواخانوں کی عمارتیں ان ہی کے زمانے میں بنیں، عدالت العالیہ کا سنگِ بنیاد انہوں نے ہی رکھا۔کتب خانہ آصفیہ کی کتابوں کو انہوں نے ہی جمع کیا۔اور تعلیم کو اس طرح عام کیا کہ رعایا نے ان کے تبحر علمی اور علمی خدمات کے پیش نظر سلطان العلوم کی سند عطا کی۔جامعہ عثمانیہ کی بستہ عمارت تیار ہوئی تو خوشی خوشی مادر علمیہ کے افتتاح کے لئے پہنچے۔اس جامعہ میں اس وقت کے مطلق العنان بادشاہ کے عہد میں، اردو کے ساتھ علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں کو بھی فروغ حاصل ہوا۔انہوں نے کبھی کہا تھا۔

''میری نظر میں نہ کوئی قوم بلند و پست ہے اور نہ کوئی اچھوت ہے جب تک وہ نیک کردار کی حامل ہے۔بلکہ میں سب کو بحیثیت بنی نوع ایک طرح سے برابر سمجھتا ہوں!''

وہ تاریخی جملے جو کسی بھی عالمی دستور اور نظام حیات کا روشن اصول اقرار دیئے جا سکتے ہیں۔وہ جملے کیا ہیں؟ ملاحظہ ہوں!

''بحیثیت رئیس میں ایک دوسرا مذہب بھی رکھتا ہوں جس کو صلح کل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔کیونکہ میرے زیر سایہ مختلف مذاہب وفرقہ کے لوگ بستے ہیں اور ان کے معابد کی نگہداشت میرے آئین سلطنت کا ایک زمانہ سے وطیرہ رہا ہے۔'' جو کہا گیا وہ کر کے دکھایا گیا۔یہ صرف کاغذ کے پھول نہیں تھے کہ دیکھنے میں خوبصورت تو ہیں لیکن خوشبو کا نام ونشان نہیں۔سلاطین حیدرآباد کی اس مثالی رواداری اور شاہ عثمان کی دلداری اور وضعداری نے مہاراجہ کشن پرشاد سے کہلوایا تھا۔

''جب سے اس مشرق الانوار خسرو دکن نے اپنی حکومت کی بسم اللہ کی اور اس میں جشنِ شاہانہ کی رسم ادا ہوئی دکن کے نصیب جاگے۔بہار سلطنت نے پھول برسائے اور چرخ نیلی نے تارے اُتارے۔ظل

اللہ کا اقبال چتر بنکر سایہ فگن ہوا۔عزت واجلال کے جلوس ترقی کی رفتار نے برق خرامی کی۔ بخت آصف کا شہباز ہوائے ملک رانی میں پرواز ہوا۔زمامِ سلطنت کواپنے ہاتھ میں لیکر ثابت کردیا کہ۔

بالائے سرش ز ہوشمندی　　می تافت ستارۂ بلندی

اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع نے بلاشبہ اپنی ناموری کیلئے ''فیض'' کے بے شمار ''اسباب'' بنائے ، پل وتالاب بنائے ،علمی درس گاہیں کھولیں، کتب خانے ،قائم ہوئے اور دواخانے وسرائیں بنے اور اس طرح ایک رعایا پرور حاکم ہونے کا ثبوت پیش کیا۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی ذاتی اور خلاّ قانہ صلاحیتوں کا شعرگوئی اور نثرنگاری کے ذریعہ ثبوت بھی دیا۔وہ خود بھی بڑے شاعر تھے اور عثمانؔ تخلص فرماتے تھے۔وہ سلطان العلوم تو تھے ہی اپنی شاعرانہ خوبیوں کی وجہ سے ''خسروشریں سخن'' بھی کہلائے۔بقول مہاراجہ شادؔ

یہ اگر آئینہ صورت ِ جاناں ہوتا
لاکھ میں ایک ہمارا دل حیران ہوتا

''اعلیٰ حضرت نے پہلے ہی ناسخؔ کی غزل سے ابتداء کی''۔وہ بلاشبہ استاد جلیل کے شاگرد تھے مگر شعرا پنے رنگ میں کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔

سامنے تیرے ہیں سب فصلِ و بستان جنوں
قیس ہو، وامق ہو یافرہاد، عثماںؔ کوئی ہو

حضرت عثمانؔ جذبات نگاری میں حد درجہ کمال رکھتے ہیں۔ ان کے دیوان میں ایسے بیسیوں اشعار ملیں گے جن سے ان کی وارفتگی کا پتہ چلتا ہے مثلاً مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

حضرت زاہد میرا ہے یہ طریق بندگی
نقش پائے یار جس جگہ سر رکھدیا

حضرت عثمانؔ کے یہاں حسن اور عشق کا تصوّر صاف وشفاف ہے۔ان کی شاعری میں یقیناً وارفتگی بھی اور ایک طرح کا والہانہ پن ہے لیکن یہ انداز بیان اہل لکھنو سے مختلف اور اہلِ دہلی سے قریب کرتا ہے۔شعرائے لکھنو کے یہاں جو عریانی اور جذبات کو برانگیختہ کرنے والا خارجی انداز ہے وہ ان کے یہاں ہمیں نہیں ملتا۔اصل میں اسکی وجہ یہی ہے کہ سلسلہ آصفیہ کے شعراء نے ذہنی اور قلبی طور پر خود کو دہلی سے قریب تر رکھا ہے۔حضرت عثمانؔ کی شاعری بھی اس روایت کا تسلسل ہے۔حالانکہ انہوں نے ابتداًء رنگ ناسخؔ کو اپنے لئے منتخب فرمایا تھا ان کے یہاں داخلی رجحان اس وجہ سے ممکن ہوا کہ حضرتِ عثمانؔ اپنے اسلاف کے شعری مزاج سے کماحقہ آگاہی رکھتے تھے۔

حضرت عثمانؔ کوحکومت کی طرح شاعری بھی ورثہ میں ملی تھی۔وہ بیک وقت اقلیمِ دکن کے بھی اور اقلیمِ سخن کے تاجدار تھے۔بانی سلطنت حضرت آصف جاہ اردو اور فارسی کے پرگوشاعر تھے۔جبکہ حضرت عثمانؔ کے والد بزرگوار اور عوام کے محبوب پاشا دہلوی رنگ میں شعر کہتے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؔ اپنے مزاج کے منفرد آدمی تھے اسی لئے ان کے شعر بھی انفرادی انداز لئے ہوئے ہیں۔

حضرت عثمانؔ کی نثر بھی ان کے شعر ہی کی طرح بے تکلّف رواں اور مزہ دے جانے والی ہوتی تھی۔نذری باغ سے جوار شادات فرمایا کے ساتھ جاری ہوتے تھے وہ اپنے میں بڑی انفرادیت اور تحکّمانہ انداز رکھتے ہیں۔انہوں نے ایک ایسا طرز نگارش اختیار کیا تھا جو ان ہی کا ایجاد کردہ تھا اور جو ان کی ذات شاہانہ کے ساتھ ختم بھی ہوگیا۔گویا اپنی طرزِ نگارش کے وہی موجد بھی تھے اور خاتم بھی۔اصل میں سلطان العلوم آصف جاہ سابع کی نثر ان کی ذات ہی کی طرح سادہ مگر پرکار

تھی۔ اوران کی انفرادیت جھلکتی تھی۔ حضرت آصف جاہ سابع کے کارناموں کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا ان کے کارنامے روشن تو ہوتے جائیں گے۔

شمعِ حریمِ عشق ہوں میں سوختہ جگر
عثمآں بجھا سکے گی نہ بادِ سحر مجھے

سقوط حیدرآباد 1948ء کے بعدوہ بادشاہ سے راج پرمکھ بنے اور تنظیم جدید 1956ء کے بعد ان کی دنیا ''نذری باغ'' میں سمٹ گئی۔ 1967ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ اس دھوم سے اٹھا کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ انکے انتقال کی خبر جیسے ہی ''بلدہ'' اور ''اطراف بلدہ'' پھیلی تو اس مردِ قلندر کا آخری دیدار کرنے والوں میں ایک میں بھی شامل تھا۔

پھر صدمۂ فراق کا دل پر اثر ہوا
پھر آفتابِ داغ جگر جلوہ گر ہوا

جلوس جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ہزاروں نہیں لاکھوں میں تھی جب مسجد جودی میں سپردلحد کیا گیا تو ''شاہِ عثمان'' کی ''دونوں آنکھیں'' بے اختیار رورہی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب تھا کہ رواں تھا، تھمتا ہی نہ تھا۔

گل وریحاں وسنبل جب خزاں میں ہوگئے رخصت
مگر بلبل کے لب پر رہ گئی آہ وفغاں باقی

حضرت عثمآں کا خاتمہ یقیناً بالخیر یقیناً وقتِ قضا نامِ احمد لب پر رہا ہوگا۔

خاتمہ بالخیر ہو عثمآں کا یا رب غفور
نامِ احمدؐ لب پہ ہو جب ہو قضا کا سامنا

یہ ایک عاشقِ صادق کے عشق کی انتہاء ہے(۲)۔

حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین ؒ

حضرت مفتی محمد رکن الدین بن محمد قاسم نے حیدرآباد کے ایک معزز علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اوراپنے قابل والدین کے زیرسایہ پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم کا مرحلہ شفیق والداور مادرمہربان کے زیرنگرانی طے ہوا۔ بعد ناظرہ خوانی، اردونوشت وخواند جامعہ نظامیہ میں شریک ہوئے اورمشہور زمانہ ''درس نظامی'' کی تکمیل یہیں سے کی حضرت شیخ الاسلام کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علوم اسلامی میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ آپ میں عبارت فہمی بدرجہ اتم موجود تھی ۔1321ھ مطابق 10/مارچ 1904ء میں سند فضیلت حاصل فرمائی۔ اسی سال ایک واقعہ پیش آیا جس شب مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ نے سند فضیلت حاصل کی اسی شب اپنے وقت کے بزرگ حضرت شرف الدین احمد رودولویؒ نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہیں اور سندیں جو اس جلسہ میں فاضلین کو دی گئیں اپنی دستخط خاص سے مزین فرمانے کیلئے طلب فرمارہے ہیں چنانچہ منتظم صاحب 8 سندیں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

اس واقعہ کو حضرت فضیلت جنگؒ نے بھی اپنی تصنیف لطیف ''مقاصدالاسلام'' حصہ چہارم صفحہ 8 پر تحریر فرمایا ہے۔

حضرت فضیلت جنگ نے پہلے آپ کو مدرس مقرر فرمایا۔ 1328ھ میں جب دارالافتاء باضابطہ قائم کیا گیا تو یہ فخر بھی آپ کو حاصل ہوا کہ جامعہ کے سب سے پہلے مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور گراں بہا ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی یعنی آپ ناظم تعلیمات بھی مقرر رہوئے۔ دورنظامت میں آپ نے جامعہ کی علمی ترقی اورطلباء میں علمی استعداد بڑھانے کی حتی المقدور کوشش فرمائی آپ

ایک کامیاب مدرس، مفتی وناظم مدرسہ ثابت ہوئے اورآپ کی کوششوں کا شجر ثمر آور ہوا۔

کسی اہل دولت یا صاحب حکومت کا رعب آپ کے دل پر مسلط نہیں ہوتا تھا، یہی وجہ تھی کہ حضرت فضیلت جنگ نے آپ کو والیٔ دکن کے شہزادگان نواب معظم جاہ بہادر واعظم جاہ بہادر کی تعلیم وتربیت کیلئے مقرر فرمایا تھا۔ جامعہ نظامیہ کی ایک کارروائی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف سابع کے فرمان جمادی الاولی 1340ھ کا یہ حصہ قابل غور ہے کہ

''اس سے بڑھ کر ان (مولانا مفتی محمد رکن الدین) کے کیارکٹر کی صداقت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ سرِ دست صاحب زادوں کی مدرسی پر مقرر ہیں ورنہ وہ اس خدمت کے اہل نہ سمجھے جاتے۔'' (۳)

آپ کے فتاویٰ مدلل مستند ومعتبر ہوتے جو بڑی عرق ریزی وتحقیق و تفحص کے بعد جاری کئے جاتے ہیں۔ جس کو فروغ اردو کیلئے قائم کئے گئے ادارے مجلس اشاعۃ العلوم نے ''فتاوی نظامیہ'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔ مولانا مفتی محمد عظیم الدین (سابق صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ) کی زیرنگرانی اور مولانا ابوبکر محمد الہاشمی (صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ) مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ نظامیہ کی خصوصی توجہ سے 1998ء میں ایک جلد میں شائع ہوئے۔ دوسری تصنیف آپ کے استاذ حضرت فضیلت جنگ کے چشم دید حالات و سوانح پر مشتمل ''مطلع الانوار'' بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں اعظم جاہ بہادر، معظم جاہ بہادر، مولانا سید محمود ابوالوفا الافغانیؒ، مفتی سید محمود کان اللہ لہٗ (خطیب مکہ مسجد)، مولانا مفتی محمد رحیم الدینؒ (مفتی صدارت العالیہ)، مولانا محمد اکبر علیؒ (ایڈیٹر روزنامہ صحیفہ)، مولانا حکیم محمد حسین صاحبؒ (شیخ الحدیث)، مولانا مفتی حبیب عبداللہ المدیحؒ، مولانا شیخ صالح بن سالم باحطابؒ شامل ہیں۔

حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضویؒ

آپ حضرت سید عباس رضوی کے فرزند اول ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے جو سید ابراہیم رضوی بن سید عباس بن سید ابراہیم بن سید حیدر بن سید عباس بن سید عبدالقادر المعروف بہ قادر پاشاہ بن سید محمد بن سید ابو الحسن نجفی (نزیل حیدرآباد) سے سید امام رضا علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت 1295ھ میں بمقام موضع میسرم تعلقہ ابراہیم پٹنم (حیدرآباد دکن) ہوئی۔

ابتدائی تعلیم والد کے پاس آبائی مقام میسرم ہوئی۔ آپ کے والد بھی صاحب علم وفضل اور مدرسہ نظم جمعیت میں استاد تھے۔ ولادت سے تین سال قبل 1292ھ میں جامعہ نظامیہ کی شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ شاہ صاحب فضیلت جنگ کے ہاتھوں تاسیس ہوچکی تھی۔ والدین نے حصول علم میں اس ہونہار کے ذوق وشوق کو دیکھ کر جنوبی ہند کی عظیم درس گاہ میں داخل کرادیا۔ اس وقت نظامیہ ملک کے جید علماء کا مرکز تھا۔ اس کے علاوہ شاہانہ سرپرستی کی وجہ سے ہند وبیرون ہند سے علم وفن کی عظیم شخصیتیں حیدرآباد کھنچی چلی آئی تھیں۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالکریم افغانی، شیخ محمد یعقوب، مولانا مفتی محمد رکن الدین، مولانا عبدالرحمٰن سہارنپوری اور علامہ آغا شوستری جیسی نامور شخصیتیں شامل ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن سہارنپوری محدثؒ سے 1321ھ میں صحاح ستہ کی سند لی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف 26 سال تھی۔

عربی ادب میں آغا شوستری کے شاگرد تھے، جن کا قیام کوہ مولا علی

From D. S. MARGOLIOUTH. 88 WOODSTOCK ROAD, OXFORD.

حضرة السيد الشريف ابراهيم دام بقاؤه
بعد التحيات فقد وصلت قصيدتكم الغراء
ولوددت لو كنت مستحقا لمثلها وقد جرت
عادة فحولة الشعراء بان يصفوا الاشياء
على المرغوب في وجوده دون حالها الحقيقية
ولو اقتصروا على الموجود لخمدت نيرانهم
ونبت اذهانهم هذا وقد اجبت الى ما
طلبتم فطويت مكتوبي هذا على الشهادة الانگليزية
وليس يبقى الا الدعاء بكل خير وتكليفكم ان
تسلموا عني على رئيسكم المحترم وغيره ممن
عندكم من الاخوان لا سيما صديقنا عبد الحق
المخلص

د. س. مرجليوث

في الـ ١٨ من يونيو سنة ١٩١٧

From D. S. MARGOLIOUTH. 88 WOODSTOCK ROAD, OXFORD.

I have great pleasure in certifying that the Arabic conversations which I had in Hyderabad and Secunderabad with the Sayyid Ibrahim of the *Dar al-'Ulum* and the verse compositions by him which I have seen have convinced me that his attainments as an Arabic scholar are very high, and that he possesses a practical acquaintance with the language which is rare amongst teachers of it in India.

June 18, 1917

D. S. Margoliouth

(Laudian Professor of Arabic in Oxford; Fellow of the British Academy).

ماہر السنہ وعلوم شرقیہ عالمی مستشرق پروفیسر مارگولیتھ (آکسفورڈ یونیورسٹی لندن) کی حیدرآباد میں حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضویؒ سے **1917**ء میں ملاقات کے بعد لندن سے روانہ کردہ توصیفی خطوط بزبان عربی وانگریزی

میں تھا۔ استاد کو ایسے جوہر قابل کے استاد ہونے پر فخر تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ "لیت لی ولدامثلہ" استاد کے یہ الفاظ رسمی سند سے کہیں گراں قدر ہیں۔ حصول علم کے ذوق میں آپ اپنے مقام میسرم سے استاد کی جائے قیام کو مولاعلی تک کا طویل فاصلہ پیدل طے کرتے تھے۔

جامعہ عثمانیہ میں شعبہ عربی کے اساتذہ کے تقرر کیلئے انٹرویو مقرر کیا گیا تھا، اس انٹرویو کے صدر پروفیسر الماطیفی تھے جو 8 زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ جب مولانا کی باری آئی تو پروفیسر نے ان سے کہا کہ میز پر رکھے ہوئے اردو اخبار کا عربی میں ترجمہ کیجئے۔ اس پر مولانا نے دریافت کیا کہ ترجمہ نثر میں کیا جائے یا نظم میں؟ اور پھر مختصر سے وقت میں منظوم ترجمہ کردیا۔ ترجمہ دیکھ کر پروفیسر لطیفی اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ بیشک آپ ادیب اور شاعر ہیں۔

مولانا کی ادبی مہارت کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حرم شریف

کے قیام کے دوران مکہ معظّمہ کے ادیب محمد امین الکتبی نے آپ سے آپ کے قصیدہ لامیۃ الدکن کی سند لی۔مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ نے جب جامعہ عثمانیہ کا دورہ کیا تو شعبہ عربی میں آپ سے ملاقات ہوئی کچھ علمی مباحثہ ہوا جس کے بعد پروفیسر نے آپ کی غیر معمولی وسعت علمی اور عربی ادب میں مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ''میں نے ہندوستان بھر میں عربی ادب کا ایسا ماہر نہیں پایا''۔

عرب ممالک سے مراسلت کی ذمہ داری بانی جامعہ نظامیہ نے آپ ہی کے سپرد کی تھی۔عربی زبان کے بلند مرتبہ شاعر تھے۔طبیعت فطرتاً موزوں تھی۔فی البدیہہ اشعار کہتے تھے۔آپ کے قصائد شعرائے قدیم کے طرز میں یعنی قصیدہ کی ابتداء تشبیب سے ہوتی ہے۔

آپ نے اپنے وقت کے مشہور شیخ طریقت حضرت جمال الدین شاہ حسنی الحسینی القادریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔آپ نے 1950ء میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور حج وزیارت سے مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے شیوخ وصلحاء کی صحبتوں سے مستفید ہوئے۔

دبلے پتلے، قد و قامت متوسط، رنگ سانولہ، آنکھیں بڑی اور روشن، داڑھی نہ گھنی نہ چھدری۔سر پر سبز رنگ کا بڑا عمامہ اور سادہ لباس پر طویل جبہ۔آخری ایام میں پاجامہ کی بجائے تہمد باندھنے لگے تھے۔

82 سال کی عمر میں 2رشوال المکرّم 1377ھ مطابق 22ر اپریل 1958ء بروز سہ شنبہ رات کے 8 بجے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔اس وقت آپ بمقام سید علی چبوترہ اپنے سمدھی مولانا حکیم محمد حسین صاحبؒ کے مکان میں قیام فرما تھے۔دوسرے دن نماز جنازہ مسجد چوک میں پڑھائی گئی حضرت مولانا سید محمد پاشاہ حسینیؒ نے امامت فرمائی۔علماء وصلحاء وتلامذہ ومتوسلین کی کثیر تعداد شریک تھی۔تدفین قادری باغ عنبر پیٹ میں پیر ومرشد کے پائین میں بائیں جانب ہوئی۔طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ۔لوح مزار پر تاریخ وفات فی روضۃ یحبرون کندہ ہے۔مولانا ڈاکٹر محمد عارف الدین فاروقی نے ان المتقین فی جنت وعیون سے استخراج کیا ہے۔آپ کے 6 صاحب زادے اور 3 صاحب زادیاں تھیں۔

مختلف موضوعات پر بہت سی تصانیف عربی اور اردو میں یادگار چھوڑی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱) تفسیر سورۃ والتین وسورۃ قریش۔
۲) معالم النور (تصوف۔جس میں عوالم کی حقیقت بیان کی گئی ہے)۔
۳) شرح لامیۃ العرب للشنفری (عربی ادب)۔
۴) شرح شواہد فی الاتقان (تفسیر)۔
۵) الملخص من شرح الشواہد (تفسیر)۔
۶) حاشیہ وتعریب علی کتاب الفائق (لغت)۔
۷) قصیدہ لامیۃ الدکن۔
۸) قصیدہ دالیہ۔
۹) مطلق الوجود۔
۱۰) رسالت ونبوت۔
۱۱) مطالع النور۔
۱۲) کلمہ توحید۔
۱۳) 28 حروف 28 اسماء۔
۱۴) حاضرات متعارفہ۔
۱۵) شرح شرح مأۃ عامل۔

محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددیؒ

محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی نے جمعہ ۱۰/ذی الحجہ ۱۲۹۲ ہجری اس خاکدان عالم میں قدم رکھا یہ وہ دن ہے جس دن حجاج کرام کعبۃ اللہ میں جمع ہوتے ہیں اور طواف کعبہ میں سرگرداں رہتے ہیں گویا آپ آفتاب ولایت بن کر عرفات کا پیغام لے کر تولد ہوئے۔

آپ کے جد اعلیٰ بلد الحرام مکہ مکرمہ سے بعہد عادل شاہی ارضِ ہندوستان پر قدم رنجہ ہوئے اور فرمان شاہی میں نلدرگ (مہاراشٹرا) میں فروکش رہ کر امور دینیہ اسلامیہ کی سرپرستی فرمائی۔ حضرت ابوالحسنات کے والد گرامی حضرت پیر سید مظفر حسین نقشبندی رحمہ اللہ نے حکومت آصفیہ کے زمانہ میں حیدرآباد منتقل ہوکر یہیں قیام پسند کیا۔ خدا رسیدہ بزرگ حضرت شہزادہ قادری رحمہ اللہ کی صاحبزادی آپ کی والدہ محترمہ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ، کی جانب سے ۴۰ ویں پشت میں اور ۴۴ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ، سے ملتا ہے اس طرح آپ نجیب الطرفین سادات ہیں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عالم اسلام کی مشہور دانش گاہ ازہر ہند جامعہ نظامیہ اسلامیہ کا ۱۲۹۲ ہجری میں سنگ بنیاد رکھا جارہا تھا حضرت ابوالحسنات بھی اسی سنہ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے، والدین نے آپ کا نام سید عبداللہ رکھا، ابوالحسنات آپ کی کنیت ہے مسلکاً حنفی اہل سنت وجماعت، مشرباً نقشبندی ہیں، ہجر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم میں ہمیشہ بے چین و بے قرار رہنے والے بزرگ حضرت عاقبت شاہ رحمہ اللہ نے آپ کی تسمیہ خوانی پڑھائی۔ اس کے بعد تحصیلِ علم اور تربیتِ ذات کا مرحلہ شروع ہوا۔ دکن کی مردم خیز اور علم پرور زمین میں اس وقت ایسے اساتذہ و امام الفنون موجود تھے جو علوم شریعت وطریقت کے ہر شعبہ میں کمال دستگاہ کے حامل تھے۔ حضرت ابوالحسنات علیہ الرحمہ نے جن اساتذہ کرام سے ظاہری و باطنی علوم حاصل فرمائے ان میں شیخ العرب والعجم پیر طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اجل شیخ الاسلام حضرت العلام ابوالبرکات حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان بانی جامعہ نظامیہ، کے علاوہ شیخ المعقولات حضرت مولانا منصور علی خاںؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰنؒ سہارنپوری خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، ان اکابرین کے علاوہ آپ نے دیگر اساتذہ سے بھی اکتساب علم وفن کیا۔

حضرت ابوالحسناتؒ نے جس عہد میں تعلیم حاصل فرمائی اس وقت مدارس ومکاتب کی کثرت کے باوجود اعلیٰ تعلیم کے تحت درس وتدریس کا معروف طریقہ یہ تھا کہ مختلف علوم وفنون کیلئے انفرادی تدریسی مراکز قائم تھے۔ حضرت انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ کا بھی ایک خصوصی حلقہ درس قائم تھا جہاں ملک وبیرون ملک کے طالبان علم سیراب ہونے کیلئے جوق در جوق چلے آتے، اسی حلقہ درس سے حضرت ابوالحسنات نے بھی خوب خوب استفادہ علمی کیا، درحقیقت یہی وہ حلقۂ درس ہے جو بعد میں چل کر ایک عظیم دانش گاہ ''جامعہ نظامیہ'' کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ حضرت مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمہ کے مطابق حضرت شیخ الاسلام کے اسی فیضان علمی کو باضابطہ وباقاعدہ شکل دینے کیلئے ۱۲۹۲ ہجری میں جامعہ نظامیہ کی تاسیس عمل میں آئی اور سارے علماء ومشائخ نے بالاتفاق آپ کو امام العصر تسلیم کر کے جامعہ نظامیہ کی تمام تر تعلیم وتنظیم آپ کے سپرد حوالہ کر دی۔

علوم ظاہری کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور نقشبندیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ پیر طریقت حضرت شاہ سعد اللہ رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت پیر سید محمد بخاری شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے رجوع ہو کر اکتساب طریقت اور فیض حاصل کیا۔

حضرت پیر بخاری شاہ صاحب ؒ دریائے معرفت کے غواص تھے۔آپ حیدر آباد کے محلّہ سعید آباد میں قیام پذیر تھے حسینی علم سے حضرت ابوالحسنات ؒ بپابندی اپنے پیر کی خدمت میں حاضری دیتے، درحقیقت پیر بخاری شاہ صاحب کی بارگاہ وہ سینائے مقدس تھی جو حضرت ابوالحسنات کیلئے تجلّی گاہِ ایمن بنی ہوئی تھی ،عدیم المثال حاضری نے آپ کے ہر روز.کو روز عید اور ہر شب کو شب برات بنا دیا تھا۔آپ کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ آپ کے مراقبہ کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کے غار حرا میں مراقب ہونے کا تصور سامنے آجاتا تھا۔آپ کا مشرب بہت وسیع اور بے مثال تھا۔خود کو پس پردہ رکھ کر حق کو ظاہر کرنے کا وصف آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔جو کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں وہ من اللہ ظاہر ہوئیں۔تصرفات آپ کے ہاں محمود تھے مقصود نہیں ،آپ کی گریہ وزاری میں بڑی دلسوزی تھی جس سے شقی القلب بھی رقیق القلب ہو جاتا،آپ اپنی دعاؤں میں اکثر یہ الفاظ فرماتے،

''اے بارالہا تیرے معصوم بندے اس عاجز کو اپنا شیخ جان کر تیری درگاہ میں دعا کی درخواست کرتے ہیں اے اللہ تو میری لاج رکھ لے اور ان سبھوں کی دعا قبول فرما اور نہیں بامراد فرما۔''

آپ کا وعظ حکمت وموعظت کا بہترین نمونہ ہوتا،نجی مسائل کے حل میں بھی آپ کی گفتگو بڑی تسلی بخش ہوتی۔قدرت نے آپ کو زبان وبیان کے ساتھ قلم کی قوت سے بھی سرفراز فرمایا تھا،آپ کے تصنیفات وتالیفات وملفوظات از ابتداء تا انتہاء اپنے موضوعات وعنوانات کے لحاظ سے منفرد سند کا درجہ رکھتے ہیں ،قرآن وحدیث، اقوال صحابہ، تشریحات تابعین،توضیحات تبع تابعین ،اجتہادات مجتہدین وعرفانیاتِ سالکین ،نگارشات مؤرخین سے بھری ہوئی ہیں۔ کُن فیکون سے پہلے کی حقیقتوں کو واضح انداز میں سمجھانے والا''میلاد نامہ'' یہود ونصاریٰ کے جسمانی معراج کے ہر گمان کی نفی وتردید میں ''معراج نامہ'' احوال یوم آخرت سے آگاہ کرنے والا'' قیامت نامہ'' منزل معرفت کے درمیان پیش آنے والے ہر مرحلہ کی بلاتمثیل تشریح ''یوسف نامہ'' معراج المومنین کی سیر حاصل تفصیل ''فضائل نماز'' زمینِ دل کو گل وگلزار بنانے کیلئے''گلزارِ اولیاء'' روحانی راہ میں رکاوٹ بننے والی بیماریوں کیلئے'' علاج السالکین'' خدا اور رسول سے قریب ہونے کیلئے''کتاب المحبت ''ایک انسان کے شب وروز کو اسوۂ حسنہ میں ڈھالنے''مواعظ حسنہ'' سرور کائنات علیہ التحیۃ سے شرف ہمکلامی کیلئے ''زجاجۃ المصابیح'' (پانچ جلدوں میں) تصنیف فرمائیں۔

یہ تصنیفات ایک جامعہ کا درجہ رکھتی ہیں، بالخصوص زجاجۃ المصابیح کو حضرت ابوالحسنات علیہ الرحمہ کی زندگی کا شاہکار کہا جاسکتا ہے،مسلک امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو احادیث کی روشنی میں پایۂ ثبوت تک پہونچانا قدرت نے آپ کے حصہ میں رکھا تھا جس کے ذریعہ آپ کو حضور فخر کائنات ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوئی اس کتاب کو تصنیف کر کے آپ نے بقول عبد الماجد دریابادی احناف کے سر سے صدیوں کا قرض اتار دیا۔اور افغانستان کے فقیہ اعظم علامہ شیخ ابونصر محمد اعظم ھروی نے دیکھا تو فرمایا کہ''یہ صحیح ترین احادیث کا منبع اور بحر ذخار ہے جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور وسعت قلب وانشراح صدر کا

سند زجاجة المصابيح

بسم الله الرحمن الرحيم

احمده على ما تفضل بمنح كرائم الاجور على اهل الطاعة وفضل على فرق الاسلام الفرق الناجية من اهل السنة والجماعة حتى كشف نقاب الارتياب عن وجوه مناقبهم صاحب المقام المحمود والعظمى من الشفاعة لقوله صلى الله عليه وآله وسلم لا يزال طائفة من امتى منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة صلى الله وسلم وبارك على سيدنا ونبينا محمد الذى فرض الله على كافة الامم اتباعه وجعل سنته الحق وائمة الهدى شياعه ثم السلام والتحية والرضوان على عترته واهل بيته وكرام صحبه ارباب النجدة والجود والشجاعة الذين جعل الله موالاتهم فى سوق الآخرة خير البضاعة ما دام ذب الباطل عن حوم الحق افضل عمل وخير صناعة اما بعد فيقول العبد المفتقر الى رحمة الله ابو الحسنات السيد عبد الله بن مولانا الحافظ السيد مظفر حسين الحسينى الحيدرآبادى ان اخى محمد عبد الستار خان عرض على زجاجة المصابيح قراءة وسماعة تامة كاملة زجاجة المصابيح فقد اجزت له ان يدارس الكتاب المذكور ويعلم المستفيدين بها بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث. واخر وصيتى ان يتمسك بسنة النبى المرصين ويحيى شرائع الاسلام وشرائع الدين المتين ويمحى آثار البدع ويصدع بالكلمة الحق حق الصدع حتى ياتيه اليقين فان التمسك بالسنة عند فساد الامة طريق رشيد وامر سديد وقد قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من تمسك بسنتى عند فساد امتى فله اجر مائة شهيد وارجو ان لا ينسانى من دعاء الخير والله المستعان وعليه التكلان وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبيه سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين.

حرره ابو الحسنات

۲۵/ ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

یوم الجمعہ .. السید عبد اللہ عفا اللہ عنہ

عکس سند زجاجۃ المصابیح: عطا کردہ حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ۔ برائے مولانا پروفیسر عبدالستار خاں نقشبندی مدظلہ سابق صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد (حال مقیم امریکہ)

موجب ثابت ہورہی ہیں اللہ تعالی مؤلف کو اور اشاعت میں مدد کرنے والوں کو جزاء خیر مرحمت عطا فرمائے''۔ ملک شام (سیریا) کے عالمی شہرت یافتہ عالم جلیل الشیخ عبد الفتاح ابو غدہ کا کہنا ہے کہ ''بیت اللہ شریف کی گرانقدر منفعتوں میں ایک زجاجۃ المصابیح ہے جس کی وجہ سے میری بصارت اور بصیرت دونوں روشن ہوگئے''۔

دربا نبوی ﷺ میں مقبولیت:

حضرت محدث دکنؒ کا یہ عظیم کارنامہ تائید غیبی کا نتیجہ ہے جس کا اظہار خود آپ نے اپنی کتاب کی ابتداء میں اس طرح فرمایا۔

''جب خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق احادیث کو جمع فرمایا تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا کہ میں مشکوٰۃ ہی کے طرز پر ایک ایسی کتاب تالیف کروں جس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کے مسلک کے مطابق احادیث جمع کروں مگر میری تنگ دامنی مجھے اس کام کے انجام دینے سے روک رہی تھی یہاں تک کہ میں نے خواب میں شمس الضحی وبدر الدجی ونور الہدی ومصباح الظلم ہمارے حبیب نبی کریم ﷺ کو جلوہ گر دیکھا اور سلام فرمایا تو میں نے بھی سلام عرض کیا تو آپ ﷺ روحی فداہ نے مجھے اپنے اس سینے سے چمٹایا جو علم وحکمتوں کا منبع ہے مجھے کو گلے لگایا جب میں نیند سے شاداں وفرحاں بیدار ہوا تو اس نعمت پر میں اللہ کی حمد بجالایا اور اس کا شکر ادا کیا یہ مبارک خواب میرے سینے کے انشراح کا سبب بن گیا جس کی برکت سے اس کی تنگی کشادگی سے تبدیل ہوگئی، اور میں نے اس کی تالیف کا پختہ ارادہ کرلیا اور اس کے لئے اپنی کمر کس لی اور اس کتاب میں جو بھی حدیث لکھا ہر حدیث کے تحریر کے وقت حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا اور میں نے اس کا نام ''زجاجۃ المصابیح'' رکھا۔(۴)

زجاجۃ المصابیح کی پانچوں جلدیں جو تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، اس کی تکمیل ۱۹۵۱ء میں ہوئی، عدم سرمایہ کی وجہ سے اس کی طباعت تین سال کے بعد ہوئی اس وقت آصفی سلطنت باقی تھی، حضرت محدث دکنؒ کی متوکلانہ طبیعت کسی عہدیدار سے اس کتاب کی اشاعت کے لئے سرمایہ طلب کرنے پر راضی نہیں تھی بقول اے۔

مردے ازغیب بروں آیدو کارے بکند
(غیب سے کوئی شخص نمودار ہوگا اور کام انجام دے گا)

حضرت کے ایک مرید جناب عبدالرزاق صاحب گتہ دار بیڑ (مہاراشٹرا) حسب معمول ذکر الہی میں تھے، مکاشفہ میں انہوں نے دیکھا کہ پیرومرشد قدس سرہٗ نور کے ایک ہال میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اس نور کو پھیلنے کا راستہ نہیں ہے وہ بہت حیران ہوئے کہ کیا ماجرا ہے، انہوں نے اپنے اس وارد کو حضرت علیہ الرحمہ کے ایک شاگرد جناب حکیم محمد صابر صاحب لکچرر عربی اورنگ آباد کالج سے ذکر کیا انہوں نے بتایا حاجی صاحب آپ کا مکاشفہ بالکل صحیح ہے حضرت پیرومرشد نے تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ کے نورانی ارشادات یعنی احادیث شریفہ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تالیف فرمائی ہے۔ جو سراسر نور ہی نور ہیں اور راستہ یوں بند ہے کہ حضرت کے پاس اس کی اشاعت کے لئے کوئی سرمایہ نہیں ہے تم راستہ نکالو اور ثواب دارین حاصل کرو۔ چنانچہ موصوف نے تخمینہ مصارف کے بعد آٹھ ہزار روپے کی خطیر رقم حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں روانہ فرمائی اور طباعت کا کام شروع ہوگیا اور ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۰ء تک زجاجۃ المصابیح کی پانچوں جلدیں زیور طباعت سے آراستہ ہوگئیں اور اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن

کوئٹہ (پاکستان) سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ (۵)

ضرورت تالیف:۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ صحاح ستہ اور متعدد کتب حدیث خصوصاً طحاوی شریف کے بعد زجاجۃ المصابیح کی ضرورت کیوں پیش آئی تو یہی سوال مشکوٰۃ المصابیح کی تالیف سے بھی متعلق ہوگا، جو جواب مشکوٰۃ کے متعلق ہوگا وہی جواب زجاجۃ کے بارے میں ہوگا، مشکوٰۃ المصابیح کی تالیف کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ مذکورہ کتب حدیث میں صرف صاحب کتاب کی سند سے مروی شدہ روایات ہی ہوں گی کسی عنوان کے متعلق جامع معلومات کے لئے ساری کتابوں کے ابواب دیکھنا ہر ایک کے لئے ایک دشوار امر ہے، اس لئے صاحب مشکوٰۃ نے استفادہ کے سہولت کی خاطر صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے احادیث کو جمع کیا، چونکہ صاحب مشکوٰۃ شافعی تھے۔ اس لئے اختلافی مقامات میں وہی احادیث درج کی ہیں جن سے حضرات شافعیہ استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر زمانے میں یہ ضرورت بڑی شدت کے ساتھ محسوس کی گئی کہ مشکوٰۃ کے طرز پر ایک کتاب ایسی ہو جو ان روایات پر مشتمل ہو جن سے احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ مشکوٰۃ کی تالیف کے بعد سات سو برس سے یہ قرض جو علماء احناف پر تھا اس کو محدث دکن حضرت عبداللہ شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ادا فرمایا۔

جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے اعتراف کیا ہے کہ

''اس میں قطعاً اختلاف نہیں ہے کہ ایسی کتاب علماء احناف ایک ہزار سال سے نہیں لکھ سکے ہیں''۔

خصوصاً دور حاضر میں اس کتاب کی اشد ضرورت تھی۔ جبکہ ایک جماعت جو حدیث پر عمل کرنے کا دعوی کرتی ہے، جو حدیث فہمی سے کوسوں دور ہے اور جو اپنی غلط فہمی اور نادانی سے یہ پروپگنڈہ کرتی ہے کہ احناف قیاس اور رائے پر عمل کرتے ہیں اس کا حدیث سے واسطہ نہیں۔ زجاجۃ المصابیح ان کے اس پروپگنڈہ کا قلع قمع کرتی ہے، جو کوئی انصاف پسند حضرت محدث دکن کی اس جمع کردہ احادیث کے مجموعے اور تحقیقات کو دیکھے گا یہ کہہ اٹھے گا احناف کے مسلک کی تائید جس قدر احادیث سے ہوتی ہے، اور کسی مسلک کی نہیں حضرات حنفیہ سے زیادہ اور کسی کو حدیث پر اہتمام عمل نہیں ہے فقہ حنفیہ کا ایک ایک جزئیہ حدیث نبوی سے مستنیر ہے حضرت امام صاحب ؒ کا قول حدیث کے علاوہ کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے قول سے ماخوذ ہے۔

فنی خصوصیات:۔

زجاجۃ المصابیح علم حدیث کا ایک روشن مینارہ ہے، اور احادیث نبویہ کے ذخیرہ میں قابل قدر اضافہ ہے اور خصوصاً احناف کے لئے یہ کتاب دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ (۲۹) کتابوں (مثلا کتاب، کتب الطہارۃ اور کتاب الصلوۃ وغیرہ) اور ۳۲۷ ابواب پر مشتمل ہے۔

''زجاجۃ المصابیح'' میں مشکوٰۃ المصابیح کی طرح علوم حدیث کے مختلف مضامین عقائد، احکام، آداب اور مناقب وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے اور صحاح ستہ کے علاوہ موطا امام مالک وموطا امام محمد مسند امام احمد و دارمی جو طبرانی ودار قطنی وبیہقی ومصنف ابن ابی شیبہ وشرح معانی الآثار وغیرہ متعدد کتب حدیث جو چراغوں کی طرح روشن ہیں۔ جن کی روشنی اس زجاجۃ سے نکھر رہی ہے اور یہ احادیث مقدسہ کا حسین گلدستہ ہے جس سے دماغ ایمان معطر ہو جاتا ہے۔

مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر

تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا، اس لئے حضرت محدث دکنؒ نے ہر مسئلہ کے متعلقہ احادیث کو بلا لحاظ فصل یکجا کیا ہے۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے کتاب الاطعمۃ میں سب سے پہلی حدیث بسم اللہ پڑھنے اور کھانے کے دوران آداب سے متعلق حدیث لائی اور صاحب زجاجۃ نے سب سے پہلی حدیث کھانے پر بیٹھنے سے قبل جس ادب کو ملحوظ رکھا جائے جیسے ''ہاتھ دھونا'' لائی ہے اور یہی روایت صاحب مشکوٰۃ نے دوسری فصل میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ صاحب مشکوٰۃ کے پیش نظر بیان احادیث میں بخاری و مسلم و دیگر کتب کی ترتیب ہے اور صاحب زجاجۃ کے پیش نظر مسائل کی ترتیب ہے اس لئے زجاجۃ المصابیح کی ترتیب میں انتہائی معقولیت اور سہولت نظر آتی ہے۔

قارئینِ زجاجۃ اس خصوصیت کو نمایاں پائیں گے کہ ہر باب میں اس سے کلی مطابقت رکھنے والی حدیث کو مقدم رکھا اور مسائل کی تمام روایات درجہ صحت و حسن سے کم نہیں ہے۔ حضرت محمد خواجہ شریف صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے نور المصابیح جلد دہم کے ابتداء میں بیان فرمایا،

''اصل بات یہ کہ حدیث شریف میں ضعف، سند اور رواۃ کی عدالت وضبط میں کسی طعن کی وجہ سے ہے اور یہ بُعد زمانہ کے ساتھ بڑھتا گیا لیکن ائمہ مجتہدین بالخصوص ان میں امام اعظمؒ کا دور خیر القرون ہے۔ اسی لئے امام صاحب کی مستدل احادیث شریفہ سب صحاح کے مرتبہ میں ہیں''۔(٦)

اصحاب صحاح ستہ اور دیگر مشہور محدثین کرام میں سے ہر ایک نے کسی نہ کسی طریقہ سے حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے علم حدیث میں استفادہ کیا ہے اور باقاعدہ ان کی شاگردی اختیار کی ہے، اس کی تفصیل حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی تصنیف ''حقیقۃ الفقہ'' میں ملاحظہ کیجئے، امام صاحب کے مستدلہ مسائل سے متعلق احادیث میں قرب زبان نبوی ﷺ کی وجہ سے ضعیف کا احتمال کم ہے، مذکورہ محدثین کا زمانہ امام صاحبؒ کے بہت بعد کا ہے، مثلاً حضرت امام صاحبؒ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور حضرت امام بخاریؒ کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی حضرت امام بخاری حضرت امام صاحب سے ۱۱۴ سال چھوٹے اور امام مسلم ۱۲۴ سال چھوٹے ہیں۔

فقہ حنفی کے مخالفین اگر ٹھنڈے دل سے زجاجۃ المصابیح کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ فقہ حنفی کا ہر مسئلہ صحیح احادیث سے ماخوذ ہے۔ مسئلہ عدم قراءت خلف الامام اور رفع یدین وغیرہ سے متعلق زجاجۃ المصابیح میں موجود احادیث شریفہ کے متعلق جو تحقیق حضرت شیخ الحدیث مولانا خواجہ شریف صاحب قبلہ نے اپنی کتاب ''امام اعظم امام المحدثین'' میں فرمائی، اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

''امام کے پیچھے قراءت کرنے کی کوئی بھی حدیث بخاری شریف میں نہیں ہے اس میں صرف یہ ہے کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں یہ حکم تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے۔ مسلم شریف میں ''لا قراءۃ مع الامام فی شئی'' (امام کے ساتھ نماز کے کسی حصہ میں تلاوت نہیں) کے صاف صاف الفاظ ہیں احادیث کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ آیت کریم ''فاستمعوا له وانصتوا'' (جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو) امام کی قراءت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے سے متعلق ہے'' (روایات زجاجۃ میں ملاحظہ فرمائیے)

صحاح ستہ میں اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں حضرت محدث دکنؒ نے اس سلسلہ میں زجاجۃ المصابیح میں جو احادیث جمع فرمائیں انکا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمائے۔

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے متعلق احادیث

صحابہ کی تعداد جن سے یہ حدیثیں نقل کی گئیں (۱۷)
کتابوں کی تعداد جن سے احادیث لی گئیں (۲۶)
قراءت نہ کرنے کے متعلق جملہ احادیث (۱۰۴)

رفعِ یدین صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت کیا جائے

صحابہ کی تعداد جن سے یہ احادیث نقل کی گئیں (۵)
وہ محدثین جن سے یہ احادیث لی گئیں (۱۴)
جملہ احادیث (۲۹)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے متعلق زجاجۃ المصابیح میں جملہ ۱۲ احادیث نقل کی گئیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ نے بالکل حق فرمایا:

''زجاجۃ المصابیح کو پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی فقہ حنفی کے بارے میں لب کشائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فقہ احادیث شریفہ کے مطابق نہیں ہے تو یہ اس کی کم فہمی یا عناد کے سواء کچھ نہیں۔ اللہ ھو الموفق''۔(۷)

حضرت محدث دکنؒ نے ہر بڑے باب کی ابتداء قرآن مجید کی آیات سے فرمائی۔ ابواب سے بالکل متعلق آیات کے انتخاب سے آپ کی قرآن مجید پر گہری نظر اور استنباط کی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً ''باب مایقرا بعد التکبیر'' (نماز کی تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے) کی ابتداء اس آیت سے فرمائی ''وسبح بحمد ربک حین تقوم'' (اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو جبکہ تم کھڑے ہو) تکبیر کے بعد ثناء (سبحنک اللھم وبحمدک الخ) کا پڑھنا بالکل اس آیت پر عمل کرنا ہے۔

حضرت محدث دکنؒ کا علمی تبحر اور اس کی وسعت زجاجۃ کے حاشیہ سے ظاہر ہے۔ اور یہ حواشی تقریباً ۱۰۵ سے زائد مصادر سے ماخوذ ہیں۔

شرح میں سطحی اقوال کو نہیں بیان فرمایا بلکہ انتہائی مفید اصول تحریر فرمائے جس کے مطالعے سے ایک طالب علم حدیث کی بصیرت میں خوب اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی ایک مثال یہاں دی جاتی ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے صبح کی ایک رکعت سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پالی اس نے صبح کی نماز پالی الخ شوافع اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نماز فجر کے دوران سورج کے طلوع ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور احناف کے پاس نماز نہیں ہوتی صاحب زجاجہ اس حدیث کے اصل مفہوم کو اور نماز کے نہ ہونے سے مختلف روایات کو پیش کرتے ہوئے علامہ عینیؒ کے اس قول کو پیش فرمایا کہ ''جبکہ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کی ممانعت سے متعلق کثیر احادیث منقول ہیں، اباحت صلوٰۃ کے مقابلہ میں نہی کی روایات کا متواتر ہونا اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے''۔

صاحب زجاجہ نے اس کے حاشیے میں نسخ کے متعلق ایک ایسا قاعدہ نقل فرمایا جو مختلف مسائل میں ایک جامع اصول کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ تحریر فرمایا۔

نسخ کی حقیقت یہ ہیکہ اس مقام میں محرم (حرمت والی حدیث) و مبیح (جواز والی حدیث) دونوں جمع ہوگئے اور یہ قاعدہ مشہور ہیکہ محرم و مبیح دونوں جمع ہوجائیں تو عمل محرم (حرمت والی روایت) پر ہوگا اور مبیح (جواز) منسوخ سمجھا جائیگا کیونکہ ناسخ کا حکم آخر میں ہوا کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حرمت والا حکم جواز کے بعد ہوا کرتا ہے، کیونکہ اصل

اشیاء میں اباحت ہے(یعنی ہر شئی جائز ہے جبتک کہ منع وارد نہ ہو) اور تحریم (اباحت کے بعد) عارض آنے والی شئی ہے اور اسکا عکس نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں دومرتبہ نسخ لازم آجائیگا۔(۸)

کتاب کے اصل متن میں اختلافی مسائل کے سلسلہ میں ایسی مفید باتوں کو نقل فرمایا جن سے واقفیت ہر طالب علم حدیث کے لئے ضروری ہے۔ اخیر قعدہ میں تشہد کے اختتام پر حدث ہونے سے نماز کے اعادہ کی ضرورت نہ ہونے پر حضرت نے ابوداؤد، وترمذی اور دیگر کتبِ حدیث سے مرفوع حدیث نقل کر کے تحریر فرمایا۔

ابوداؤد نے اس حدیث کے بارے میں سکوت فرمایا اور وہ جب کسی حدیث پر سکوت فرماتے ہیں تو وہ ان کے پاس حسن یا صحیح ہوتی ہے اور ترمذی یہ کہہ چکے ہیں کہ ہر وہ روایت جس کو میں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے حجت ہے، سوائے چار احادیث کے اور یہ حدیث اس میں نہیں ''کذافی الشعایۃ''۔(۹)

جب محدثین کسی حدیث کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے تو علم حدیث سے ناواقف یہ سمجھتے ہے کہ یہ ضعیف ہے اس بات کا رد کرتے ہوئے، حضرت محدث دکنؒ نے مذکورہ مسئلہ ہی کے ضمن میں ترمذی کی ایک روایت کردہ حدیث کی شرح میں فرمایا۔

''ملاعلی قاری نے فرمایا اس حدیث کے اور بھی طرق ہیں جن کو طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ کثرتِ طُرق، ضعیف حدیث کو درجہ حسن میں پہنچادیتے ہیں۔ ابن ہمام نے کہا ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں کسی کا یہ کہنا کہ ''یہ صحیح نہیں ہے'' اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو باعث عیب نہیں کیونکہ حجت صحت پر ہی موقوف نہیں بلکہ حسن بھی کافی ہے (صحیح کی نفی سے ضعیف ہونا لازم نہیں آتا حسن بھی ہوسکتی ہے)۔(۱۰)

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک کی حقانیت آپ کی سطر سطر سے نمایاں ہے۔ حضرت امام صاحبؒ کی فضیلت میں اس حدیث کے تحت ایک اہم نکتہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**انا اکثرھم تابعا یوم القیامۃ**'' (متفق علیہ) (قیامت کے دن سارے انبیاء میں میرے متبعین زیادہ ہوں گے)۔ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ متبعین کی کثرت متبوع (جس کی اطاعت کی جاتی ہے) کی افضلیت کو بتاتی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو (ائمہ میں باعتبار عظمت) عظیم وافر حصہ حاصل ہے کیونکہ اکثر اہل اسلام فروعی احکام میں آپ ہی کے متبعین ہیں۔(۱۱)

جہاں احادیث شریفہ میں عظمت نبی ﷺ کا مضمون آتا ہے حضرت محدث دکنؒ کا قلب مبارک حب نبی ﷺ سے سرشار ہوجاتا ہے۔ جو ایمان کی کسوٹی ہے۔ اور آپ کا قلم ایسی ایسی ایمان افروز باتوں کو نقل کرتا ہے جن سے دماغ معطر ہوجاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان ''**وانا حبیب اللہ ولا فخر الخ**'' (میں اللہ کا حبیب ہوں اس پر فخر نہیں کرتا) کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

''خلیل اور حبیب میں فرق یہ ہے کہ خلیل خلّت سے مشتق ہے جس کے معنی حاجت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حبیب ''**فعیل**'' کے وزن پر فاعل اور مفعول دونوں معنی میں آتا ہے تو حضور اکرم ﷺ محبّ اور محبوب ہیں خلیل وہ محبّ ہے جو اپنے محبوب کو اپنی حاجت کی وجہ سے چاہتا ہے اور حبیب بغیر کسی غرض سے چاہنے والا ہوتا ہے۔ اور اس کا حاصل یہ ہیکہ خلیل مرید سالک وطالب کے درجہ میں ہوتا اور حبیب مراد ومجذوب اور مطلوب کے درجہ

میں ہوتا ہے۔اسی وجہ سے خلیل کا فعل اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔اور حبیب وہ ہے،اللہ کا فعل اس کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''فلنولینک قبلة ترضها''(ہم ضرور ضرور تمہیں اس قبلہ کی طرف پھر دیں گے جس میں تمہاری رضا ہے)''ولسوف یعطیک ربک فترضی''(تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ راضی ہوجاؤ گے)خلیل وہ ہے جس کی مغفرت حد طمع میں ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا''والذی اطمع ان یغفرلی''اور حبیب وہ جس کی مغفرت مرتبہ یقین میں ہو جیسا کہ رب نے حبیب سے فرمایا''لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر''اور خلیل یہ کہے''رب اجعل لی لسان صدق فی الاخرین''(اے میرے رب میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں کردے)اور رب تعالیٰ حبیب سے یہ کہے''ورفعنالک ذکر''(ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کیا)اور رب نے حبیب سے فرمایا''انا اعطینک الکوثر''(بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا)۔(۱۲)

جہاں حضرت محدث دکنؒ نے اختلافی مسائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مسلک کو سب سے بڑھ کر احادیث سے قریب ثابت فرمایا ہے، وہیں مسلک اہل سنت والجماعت کے عقائد کے اثبات میں کوئی کسر نہیں رکھی،آپ کا نفیس تعلیقات کا انتخاب آپ کے مسلک حق کی حفاظت پر دلالت کرتا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ آپ نے فرمایا میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا اور ہم اس کے اطراف واکناف کے ایک حصہ میں نکلے تو جس کسی پہاڑی یا درخت کا سامنا ہوتا تو وہ کہتا''السلام علیک یارسول الله''(رواہ الترمذی والدارمی)

اس حدیث کی شرح مرقاۃ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: یہ حدیث نبی کریم ﷺ کا معجزہ اور ولی کی کرامت کا ثبوت ہے(کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انسانی عادت کے برخلاف پہاڑ اور درخت کے سلام کی آواز کو سن لیا)۔(۱۳)

زیارتِ قبور کی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دی اس کے حاشیہ میں نقل فرمایا کہ''ابن حجر نے اپنے فتوی میں کہا اولیاء کے قبور کے پاس جو جو منکرات کا صدور ہوتا ہے جیسے مردوں اور رعورتوں کا اختلاط اس کی وجہ سے قابل تقرب امور (زیارت قبور)کو چھوڑا نہیں جاسکتا بلکہ لوگوں پر ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان برائیوں کا سد باب اور ازالہ کریں(نفس زیارت کو منع نہ کریں)۔(۱۴)

حضرت محدث دکنؒ نے اس کتاب کے ذریعہ عقائد کی بنیاد اور احکام کی حفاظت کا جو انتظام فرمایا اس کی طرف نظر کرتے ہوئے حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ نے تاثرات کا یوں اظہار کیا۔

''مصابیح ہو یا مشکوٰۃ ان کے مولف شافعی ہیں۔ہمارے علماء احناف نے ان کتابوں کی شرح یا حاشیہ لکھ کر حنفی مذہب کے استدلالات لکھے ہیں۔ ۷۳۷ھ سے ۱۳۶۸ھ تک احناف کس مپرسی کی حالت میں رہے مرقات، لمعات اور اشعۃ اللمعات کو ہر شخص خرید نہیں سکتا۔وہابیت اور غیر مقلدی کے اسباب پوری طرح اثر انداز ہوتے جارہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے حضرت محدث دکنؒ کو توفیق دی کہ وہ حنفی مذہب کے استدلالات احادیث شریفہ کی

مستند کتابوں سے جمع کریں۔ حضرت محدث دکنؒ نے وہ کام کیا جو سات سو سال سے کوئی حنفی نہیں کر سکا اس کتاب کی اشاعت سے غیر مقلدی اور وہابیت کے اثرات پھیلنے سے انشاء اللہ بند ہو جائیں گے۔'' (۱۵)

مولانا محمد منظور نعمانی نے حضرت محدث دکنؒ سے حیدر آباد میں اپنی ملاقات کے دوران زجاجۃ المصابیح کی تالیف کی قدردانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''حضرت! حدیث نبوی ﷺ کے قصر عالی شان میں ایک اینٹ رہ گئی تھی الحمد للہ، آپ نے وہ رکھ دی ہے۔ یعنی زجاجۃ المصابیح کی تصنیف سے حدیث شریف کا یہ قصر مکمل ہوا جب حضرت محدث دکنؒ نے یہ سنا تو آنسو سے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ فرمایا رسول اللہ ﷺ اس کو قبول فرمالیں''۔ (۱۶)

فقیہ ہرات مولانا ابو نصر محمد اعظم برنا بادی نے تیسری جلد کی وصولیابی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے لکھا۔

''زجاجہ کی دو جلدوں کی تدریس نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور اب تیسری جلد کی وصولیابی میرے وسعتِ قلب اور انشراحِ صدر کا موجب ثابت ہورہی ہے، جو حقیقت میں صحیح ترین حدیثوں کا منبع ہے، اور ایسا محسوس ہورہا ہے کہ مجھے ایک ایسا بحرِ زخار حاصل ہوگیا ہے جو میرے لئے بالکل کافی ہے احناف کے لئے واضح حجت ہے جہالت اور تنقید کی بیماریوں کے لئے قانون ہے اور مذہب حنفی کے بارے میں جواب قاطع ہے اس کے جملہ فوائد سے آگاہی گہری نظر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ (۱۷)

علامہ عبدالفتاح ابو غدہ شہر حلب (ملک شام) کے رہنے والے ہیں جب زجاجۃ کی پہلی جلد دیکھی تو حضرت محدث دکنؒ کی خدمت میں مکتوب ارسال کرتے ہوئے لکھا۔

''مجھے حضرتِ والا کی تصنیف ''زجاجہ المصابیح'' کی جلد اول دستیاب ہوئی جس کی وجہ سے میری بصر اور بصیرت دونوں روشن ہوگئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیش بہا نعمت سے جو نوازا ہے اس پر اللہ تعالیٰ شکر ادا کیا اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر پر اسلام اور حضرات احناف کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے''۔ (۱۸)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان نے فرمایا:

''ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کتاب کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے اور اس کی زیادہ اشاعت کی جائے خوشی کی بات یہ ہے کہ فرید بک اسٹال لاہور کی طرف سے یہ کتاب متن اور ترجمہ کے ساتھ شائع کی جاری ہے اس کتاب کی اشاعت سے اہلِ علم قارئین کو پتہ چلے گا کہ فقہ حنفی کس قدر مضبوط دلائل کی بنیاد پر استوار ہے''۔ (۱۹)

الغرض آپ کی یہ تصنیف ایسی زبردست عظمت وشہرت کی مالک ہے کہ جس کی وجہ تا دور شمس وقمر آپ کو فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ آپ کی حیات پر ہمیشہ حیات رسول اور سیرت صحابہ کا پرتو رہا۔ آپ کے ہر فعل میں سنت طیبہ کی اتباع پائی جاتی تھی اور ساری زندگی شریعت حقہ کی عملی تفسیر تھی۔ حضرت ابو الحسنات نے علم وعمل اور دین حق کی ترویج واشاعت میں اپنی عمر کے ۹۲ سال بسر کئے اور آنے والوں کیلئے نقوش چھوڑے، اس کو کرامت کے سوا اور کیا عنوان دیا جاسکتا ہے کہ دم آخر جب کہ آپ کی نبض ڈوب چکی ہے لیکن قلب کی حرکت جاری وساری تھی۔ ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۸۴ ہجری مطابق ۲ر اگست ۱۹۶۴ء آپ نے اس دار فانی کو چھوڑا اور رفیق اعلی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون.

حضرت علامہ مفتی محمد رحیم الدینؒ

حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین بن محمد سراج الدین، محلہ اپوگوڑہ حیدرآباد 7 ربیع الثانی 1311ھ کو تولد ہوئے۔ شرافت وحرمت اور علم وحلم سے مزین اس خاندان میں حضرت محمد سراج الدینؒ ایک انفرادی شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ مفتی صاحبؒ کی بنیادی تعلیم و تربیت انھیں کے پاس ہوئی۔ اس کے بعد مدرسہ فخریہ میں شریک ہوئے۔ دیگر علوم وفنون کے ساتھ فلسفہ ہیئت کی تعلیم کیلئے یہ مدرسہ اس وقت اہمیت کا حامل تھا۔ یہاں کے تعلیمی مراحل ختم کرنے کے بعد آپ کو جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں شریک کیا گیا۔ حضرت فضیلت جنگ کی خاص نگرانی و شاگردی میں آپ نے علوم میں مہارت تامہ اور کامل دستگاہ حاصل کی۔

قدرت نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظہ عطا کیا تھا۔ جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے قرآن حفظ کیا۔ حاضر جوابی میں آپ بے نظیر تھے۔ منطق وفلسفہ میں بھی عبور حاصل تھا۔

ابتداء سابق حکومت آصفیہ کے محکمہ صدارت العالیہ میں خلاصہ نویسی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ 1336ھ میں صدارت العالیہ کے مفتی بنائے گئے۔ کتاب الجنایات کی ترتیب میں آپ روح رواں رہے۔ جامعہ نظامیہ میں بالترتیب ناظم (شیخ الجامعہ) شیخ التفسیر، شیخ الفقہ اور صدر مفتی کی حیثیت سے غیر معمولی و یادگار اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ جن کے تذکرہ کے بغیر جامعہ کی تاریخ ادھوری ہوگی۔

آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء بالخصوص حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب دامت برکاتہم صدر مفتی جامعہ نظامیہ جو آپ کے بھتیجے بھی ہوتے ہیں اور اپنی نوعیت کے عظیم تحقیقی ادارہ دائرۃ المعارف (عثمانیہ یونیورسٹی) میں صدر مصحح (چیف ایڈیٹر) کے عہدہ پر فائز رہ کر اپنی پچاس سالہ تحقیقی خدمت پر صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔

اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی کیلئے قائم کئے گئے ادارہ اشاعۃ العلوم کے ایک عرصہ تک آپ معتمد رہے اور کتابوں کی اشاعت کے تسلسل کو باقی رکھا۔ علامہ ابوالوفاء افغانیؒ کی زیر سرپرستی قائم شدہ اشاعتی ادارہ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی تاسیس وترقی میں آپ کا سرگرم رول وحصہ رہا ہے۔ ایک باکمال عالم ہونے کیساتھ ساتھ آپ ایک بہترین قلمکار ومصنف بھی تھے۔ آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ فتاویٰ صدارت العالیہ: (دوجلد)

جس میں مختلف مسائل کے متعلق آپ نے اردو میں جوابات تحریر کئے ہیں، جوابات کی اردو تحریر مختصر لیکن جامع و مانع ہے۔ حوالہ جات تفصیل سے درج کئے گئے ہیں۔

۲۔ صفۃ الحج:

جو مسائل حج وزیارت پر ایک بہترین دستاویز ہے۔

۳۔ دعوۃ الاخوان لاحیاء معارف النعمان:

یہ دراصل احیاء المعارف کے جامع تعارف پر مشتمل ہے جس میں اس ادارہ کی علمی وادبی سرگرمیوں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اردو میں تحریر کی گئی ہے۔

۴۔ مسئلہ فاتحہ................1389ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادریؒ

حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفیؒ قادری بانی جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ ارشد تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں، آپ ایک بہترین صحافی‘ ادیب اور عربی وفارسی کے علاوہ اردو کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

۱۰/رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ بروز چہار شنبہ بعد ظہر بمقام تصوف کدہ کبوتر خانہ قدیم آپ کی ولادت ہوئی' تاریخ ولادت بلحاظ علم ابجد ''چراغ حق'' ہے' سید الصوفیہ آپ کا لقب ہے' آپ صوفی اعظم قطب دکنؒ کے فرزند اکبر و جانشین تھے۔ سلسلۂ نسب بائیسویں پشت میں آفتاب ولایت شیخ عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے' آپ کے آباء و اجداد آٹھویں صدی ہجری میں بغداد سے دکن تشریف لائے تھے۔ آپ کے نانا حضرت سید شاہ محمد سعید حسینی اپنے زمانہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔

ابتدائی تعلیم فارسی' نحو و صرف' عربی ادب اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ حضرت غلام محبوب صاحبؒ مدرس جامعہ نظامیہ سے بھی آپ نے خاطر خواہ استفادہ علمی کیا۔

۱۳۲۳ھ میں اپنے والد محترم کے ہمراہ جب آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے تو وہاں دو سال قیام کے دوران نہ صرف دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل فرمائی بلکہ حرمین شریفین کے اکابر علماء و مشائخ خصوصاً حضرت شیخ عبداللہ المنصوری مفتی مکہ' حضرت شیخ صالح صدیق' حضرت شیخ محمد سعید القعقاعی مکی' شیخ الخطباء شیخ احمد مکی' شیخ العرب سید احمد برزنجی' شیخ عبداللہ عودنا بلسی مدنی سے علوم کی تحصیل کی۔

۱۳۲۵ھ میں آپ وطن واپس لوٹے تو جامعہ نظامیہ کے ممتاز علماء خصوصًا حضرت سید شاہ غوث الدین قادری' مولانا محمد عبدالکریم' مولانا سلطان حسین مجددی مدرس دارالعلوم' مولانا حکیم محمد منصور علی خاں' بحر العلوم مولانا محمد حبیب الرحمٰن انصاری بیدل آسہارنپوری وغیرہم سے بھی حصول علم کیا۔ بالخصوص بانی جامعہ نظامیہ حضرت حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ سے فقہ' ادب' منطق' فلسفہ اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی۔

حضرت فضیلت جنگ اپنے مخصوص حلقہ تصوف کے درس میں آپ

طرہ ہمارے سر پہ ہے یہ افتخار کا = اپنا نبی حبیب ہے پروردگار کا

سودا ہے میرے سر میں شہ ذیوقار کا = دن رات ہے تصور انہیں کے دیار کا

جتنا بھی جلد ہو سکے تشریف لائیے = ابتر ہے حال آپ کے خدمت گذار کا

ظلمو نہ چین ہے مجھے شب بھر نہ نیند ہے = یہ حال ہو گیا ہے دل بے قرار کا

جب وعدہ ہے نبی کی شفاعت کا عام پر = پھر کیوں ہو دغدغہ مجھے روز شمار کا

ہوں مضطرب مدینہ میں جلدی بلائیے = غنچہ سا دل شگفتہ ہو امیدوار کا

ہر ہر گلی میں مجھکو مدینہ کی اے صفی = آتا ہے لطف باغ جناں کی بہار کا

ایک خوبصورت تحریر بدست حضرت مفتی سید احمد علی قادری صوفی صفیؔ

کو اپنی سیدھی جانب بٹھا کر حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی معرکہ آراء عربی کتاب ''فتوحات مکیہ'' آپ سے پڑھواتے اور خود اس کے اسرار و نکات کی عارفانہ تشریح فرمایا کرتے تھے۔ (۲۱)

۱۳۳۳ھ میں اپنے والد ماجد سے جمیع سلاسل طریقت قادریہ' مخرمیہ' چشتیہ' سہروردیہ' نقشبندیہ اور اویسیہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کی مسند پر متمکن ہوئے اور اپنے بیان و قلم سے مذہب و ادب کی خدمات انجام دیں۔

آپ کے پر اثر خطابات سے طالبان حق کے قلوب میں انقلاب آ جاتا' آپ کی سحر آفریں خطابت کا ایک واقعہ سوانح نگاروں نے اس طرح رقم کیا ہے کہ ۱۳۵۳ھ مدراس سیرت کمیٹی کے زیر اہتمام سمندر کے کنارے ایک عظیم الشان تاریخی جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد ہوا جس میں آپ کو وعظ فرمانے کیلئے خاص طور پر مدعو کیا گیا

تھا' اسرار علمی اور نکات سے بھرپور جب آپ کا خطاب ختم ہوا تو طالبان حق کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ دیوانہ وار آپ کی طرف دوڑ پڑے اور جہاں تقریباً ڈھائی ہزار نفوس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی وہیں علماء مدراس نے آپ کے اعتراف کے بطور آپ کی خدمت میں ''افضل العلماء'' کا خطاب پیش کیا۔

۱۳۲۳ء میں پہلا حج کیا' دوسرا حج ۱۳۲۴ء میں اور تیسرا حج ۱۳۶۵ء میں فرمایا۔ فرائض و تہجد کی سختی سے پابندی فرماتے۔ حضرت صوفی اعظمؒ کے فرزند اکبر و سجادہ نشین ہونے کے وجہ سے اورنگ زیب عالمگیر کی جانب سے عطا کردہ نقدی معاش' خاندانی سجادگی و صدر خطابت پرگنہ نرکھوڑہ آپ کے نام ہی حکومت نے جاری کی یہ سلسلہ آج تک آپ ہی کی اولاد میں جاری و قائم ہے۔

آپ ایک بلند پایہ ادیب اور بالغ النظر مصنف و مولف بھی تھے۔ تفسیر صوفی' مقدمۃ العلم' مثانی الصوفی' فتاویٰ صوفیہ' تحفۃ الصوفیہ اور قرۃ العین آپ کی تصانیف ہیں۔ کوئی پچیس سال تک صحافتی یادگار خدمات انجام دیں۔ ماہنامہ ''صوفی اعظم'' اور خواتین نامی رسالہ کے آپ مدیر اعلیٰ رہے۔ دار التصنیف صوفیہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ کے بھی آپ بانی ہیں جہاں سے (230) مختلف علوم کی کتابیں شائع ہوئیں۔

حضرت سید الصوفیہ جہاں ایک بلند پایہ عالم تھے وہیں پر آپ کو شعر وسخن اور فن تاریخ گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اردو کے علاوہ آپ کا کلام عربی اور فارسی میں بھی پایا جاتا ہے۔ اتنی خوبیوں کے حامل ہونے کے باوجود آپ کو خودستائی اور تعلّی سے سخت نفرت تھی۔ ۱۳۴۴ھ میں آپ اپنے والد ماجد کا عارفانہ کلام ترتیب دے کر مع تاریخی مقدمہ ''خلاصہ حقیقت'' شائع فرمایا۔

آپ کے چار صاحبزادوں میں اس وقت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ و ایڈیٹر ان چیف رسالۂ صوفی اعظم بقید حیات ہیں جو اپنے خاندانی علمی و روحانی فیضان کا نشان بنے ہوئے ہیں۔

۱۶/ربیع الاول ۱۳۶۸ھ بروز شنبہ واصل بحق ہوگئے۔ ہجری مادہ تاریخ وصال قرآنی آیت ''**ان المتقین فی جنات وعیون**'' سے برآمد ہوتا ہے۔ نماز جنازہ آپ ہی کے فرزند مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری نے پڑھائی اور آبائی قبرستان واقع دریچہ بواہیر میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ طبقات الصوفیہ' اسرار العاشقین' مقدس ٹیکمال اور تذکرۂ صوفیہ میں آپ کے خاندانی حالات تفصیل سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت علامہ نذر محمد خان قدس سرہ العزیز

آپ کی ولادت باسعادت جنوری ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۵۵ھ قلعہ قلائی شہر غزنی میں ہوئی سلسلہء پدری نسبت قریش تا بک ہے آپ کے دسویں دادا میر حسن بابا قدس سرہ العزیز ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے دور کے ایک اہل اللہ اور صاحب کمال اولیاء میں شمار ہوتے ہیں اور مادری سلسلہ نسبت بھی کئی واسطوں سے چلتا ہوا غزنی کے مشہور خاندان خلجی سے ملتا ہے جو حضرت مولانا جہاں دار شاہؒ تک پہنچتا ہے۔

بچپن میں غزنی کے مجتہد العصر علماء سے استفادہ فرمایا۔ حصولِ علم کی طلب صادق لے کر کوہِ سلیمان کی دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کردیا۔ درہ خیبر کوہِ سلیمان میں اس دور کے اہل اللہ قطب وقت مردِ خدا اخوند صاحبؒ سے نذرؔ نے نیاز حاصل کیا اور دولتِ ظاہری و باطنی سے سرشار ہوئے بحسب ارشاد اولاً پشاور پہنچے اور وہاں کے شہرہ آفاق مدرسہ عربیہ میں داخلہ لیا لیکن ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے انہیں ہجرت پر

مجبور کر دیا جہاں سے روانہ ہو کر مدرسہ ٔ عربیہ جامعہ ملّیہ دہلی میں شرکت فرمائی۔ علوم ظاہری کے یگانہ روزگار علماء سے استفادہ فرمایا۔ علم کی بڑھتی ہوئی تشنگی نے دیوبند، گجرات، اور بمبئی پہنچایا۔ اور مختلف درسگاہوں سے اپنی تشنگی بجھاتے ہوئے حضرت قدرت اللہ بخاری کاشغریؒ کے ہمراہ حیدرآباد دکن کے جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ علامہ مولانا انوار اللہ خان بہادر المعروف بہ فضیلت جنگ بہادر، بانی جامعہ نظامیہ نے دیکھا کہ حضرت نذر محمدؒ وقدرت اللہؒ کے حالات ظاہر و باطن دیگر طلباء سے عجیب وغریب ہیں اسلئے بطور خاص خورد ونوش کا انتظام فرمایا۔ پھر اپنے مرشد قدرت اللہ بخاریؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ وزیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ فراغت حج بیت اللہ وزیارت کے بعد حضرت بخاریؒ اپنے مرید وساتھی مولوی نذر الحق نذر محمد کو حیدرآباد جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہیں تمہاری شادی اور اولاد ہوگی اور تم سے ہزار ہا تشنگانِ علم ظاہری و باطنی سے مشرّف ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت بخاریؒ خود واصل ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔ حضرت ممدوح دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب ہو کر بحکم دوبارہ حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ اسکے بعد حضرت مسکین شاہؒ سے فیض روحانی اور سلسلہ نقشبندیہ حضرت جمال الدین داماںؒ اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید شاہ جمال الحق فنّاؒ۔ اس کے بعد حضرت مکرم نے اپنے شیوخ طریقت کے حسب الحکم شہر گلبرگہ میں اپنی اسلامی خدمات کا آغاز فرمایا اور سال ۱۳۲۱ھ میں اسلامیہ مدرسہ ہفت گنبد میں قائم فرمایا۔ اور تشنگانِ علم کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حضرت خواجہ ٔ دکن سیّدنا گیسودرازؒ کے منشاءِ ومقصد اطہر کے مطابق حضرت خواجہ ٔ دکنؒ کے فرزند اکبر حضرت سید شاہ اکبر حسینیؒ کے قائم کردہ مدرسہ کی گویا تجدید فرمائی۔ بے شمار طلبا استفادہ کرتے رہے اور سال بہ سال دستار فضیلت سے سرفراز ہوتے رہے پھر وظیفہ کے بعد بھی یہ سلسلہ ٔ درس وتدریس آخری وقت تک جاری رہا۔

اخلاق وعادات:

پیرانِ طریقت کی تربیت وفیضان سے آپ نے ان جوہر علیہ کو اخلاقی حیثیت سے نکھارا جس سے آپکے اوصاف حمیدہ واخلاق منوّرہ علمی وعملی میدان میں مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتے رہے جو زندگی میں تکلّفات اور نام نمود پائے ناپسند فرماتے البتہ صفائی پاکیزگی سلیقہ آپ کی روزمرّہ زندگی کے ضروری اجزا تھے متعلقین کے علاوہ عزیز واقارب سے بھی ہمدردی فرماتے۔ ان کے آڑے وقت مدد کرتے جو کبھی قرضہ حسنہ کی شکل میں ہوتی اور کبھی قیمتی نصائح اور نیک مشورہ سے کبھی عطایا کے طور پر آپکے حُسنِ سلوک اور امداد کی کسی کو خبر نہ ہوتی۔ مریدین کو سلوک طے کرنے کی رغبت دلاتے۔ جس میں جیسی صلاحیت ہوتی اسی انداز میں تعلیم فرماتے۔ ظاہری تعلیم کا بھی یہی حال تھا۔ غرض خداداد قابلیت کے حامل تھے۔ اگر مریدوں میں دنیوی معاملات میں اختلاف ہوتا تو افہام وتفہیم کے ذریعہ نہایت عمدگی سے صلح کرادیتے۔

عشق محمّدیؐ:

حضرت ممدوح کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت انتہائی عشق کے حد تک تھی اور فرماتے کہ ’’خوفِ خدا کے بجائے اس سے محبت سیکھنا چاہئے۔ محبت خدا کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہستی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اسلئے کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہئے کہ اس محبوب ترین ہستی کی ناراضی کا سبب ہو‘‘۔ اور ارشاد فرماتے کہ ’’رسولؐ کی محبت ایمان ہے۔ اھلِ بیت اطہار جزوِ رسولؐ ہیں۔ ہمیں اُن

سے محبت، جزوِ ایمان ہے۔ اور اصحابِ رسول ﷺ سے محبت، لوازمہء ایمان ہے''۔ اور عشقِ رسول ﷺ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی:

بجز حبّ محمد ﷺ کامل ایماں ہو نہیں سکتا
خدا کا چاہنے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

آپ کی ذات میں جوش وتڑپ، گریہ وزاری اور سوز وگداز بھی شامل تھا اور رسول ﷺ کی غلامی پر ناز تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ کا ذکرِ مبارک فرماتے تو ایک خاص کیفیت سے سرشار ہوجاتے تھے۔ جب حدیث شریف پڑھاتے تو سرکار ﷺ کے تصوّر میں مستغرق ہوجایا کرتے۔ اور حضرت ﷺ سے والہانہ اور بے پناہ عقیدت کے متعدد واقعات بیان فرماتے۔ اس وقت آپ کا چہرۂ مبارک عشقِ رسول ﷺ کی وجہ سے دمکنے لگتا اور بے تاب ہوجاتے تھے یہاں تک کہ آپ کے چشم مبارک سے آنسو جاری ہوتے اور بیٹھنے والوں پر رقّت طاری ہوجاتی۔ جس سے دیکھنے والوں کا ایمان تازہ ہوجاتا تھا۔ بے شک اگر انسان کے دل میں ایمان کی ذرّہ برابر بھی چنگاری ہوگی تو ایسے ایمان والوں کو دیکھ کر ایمان کی روشنی سے دل منوّر ہوگا اور اس شخص کو یادِ الٰہی اور محبت رسول ﷺ کی دولت حاصل ہوگی۔ غرض کہ بوقت حج اہل مدینہ ان ہی حالات کے پیش نظر آپ کو عاشقِ رسول ﷺ سے مخاطب فرماتے۔ جب کبھی آپ اپنے شیوخ اور پیرانِ طریقت اور کاملینِ حقیقت کا ذکر فرماتے تو ان کے تصوّرات میں گم ہوجاتے اور مزے لیکر ان کے حالات اور واقعات بیان فرماتے تھے اور اُن مقدس اور پاک ہستیوں کے قرب اور فیضِ محبت، غیر معمولی اوصاف اور اعلیٰ مرتبہ کا ذکر فرماتے اور زبردست بافیض ہستیوں سے اپنی نسبت پر فخر فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بلند پرواز قطب دکنؒ کی نسبت یوں فرماتے تھے۔ ''نورِ محمدی'' کے ایک لباس کا نام ''بندہ نواز'' ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے بے حد والہانہ محبت وعقیدت اور انتہائی عشق تھا۔ اس محبت وعشق کا اثر سمجھنا چاہیئے کہ حضرت نذر محمد قبلہؒ پائین گیسودرازی و بندہ نوازیؒ میں استراحت فرمارہے ہیں۔ آپ اس سرائے فانی سے ۱۹/رجب المرجب ۱۳۸۲ہجری مطابق ۱۸/ڈسمبر ۱۹۶۲ء شبِ دوشنبہ رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلّی

ترجمہ: بے شک بامراد ہوگیا وہ شخص جو پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم.

چمنے کہ تا قیامت گُل او بہار بادا
صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

حضرت ممدوحؒ کی ہدایتیں:

ایک مرتبہ آپ کے ایک شاگرد جو عدالت کے جج تھے یوں نصیحت فرمائی، اے عزیز! تو اللہ کے معاملہ میں احتیاط کر اور اس سے ڈر، اللہ زیادہ طاقتور ہے تجھ کو انسانوں کے اثر سے بچا سکتا ہے۔ اللہ میں یہ قدرت ہے کہ تیرے پاس فرشتہ بھیج دے اور تجھ کو اس کُرسی عدالت سے اُتار دے اور تجھ کو اس کشادہ مکان سے نکال کر تنگ وتاریک قبر میں پہنچا دے وہاں تیرے عمل کے سوائے کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ گناہ سے بچ، خدا نے تجھے حکومت دی ہے اس حکومت سے تو بزرگانِ خدا کو دین کا مددگار اور معاون بنا اور اس حکومت کو دین کے خلاف استعمال نہ کر۔ خدا کی طاعت میں کسی بندہ کی طاعت اور فرماں برداری ناجائز اور حرام ہے۔

خوفِ خدا:

تصوف میں اصل احسان یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سامنے حضوری کا تصور ہر وقت رہے۔ حضرت ممدوح پر یہ کیفیت غالب تھی اور اللہ تعالی کی شانِ جلالت سے ہر وقت خائف رہتے تھے جب مسجد میں آتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی دوست کو دفن کر کے آرہے ہیں اور مسجد میں بیٹھے تو اس قدر اُداس نظر آتے تھے گویا وہ قیدی ہیں جس کے قتل کا حکم دیا جاچکا ہے اور جب دوزخ کا ذکر سنتے تو حضرت ممدوح پر وحشت طاری ہوتی تھی لرزہ بہ اندام ہوجاتے تھے۔ اس خوف کی وجہ سے کثرتِ نوافل کے سوا اہل بیت سے دلی محبت رکھتے تھے تا کہ ان نفوس قُدسیہ کے اتباع کی وجہ غضبِ الٰہی سے محفوظ رہیں، جب ان نفوس قدسیہ کا' ذکر آتا تو تڑپ جاتے تھے۔ خدا کے فضل وکرم سے عوام میں ہر دلعزیزی وعزت حاصل تھی۔ شہرت وہر دلعزیزی کے باعث مسائل دریافت کرنے اور معاملات حل کرانے والوں کا تانتا بندھا ہوتا تھا۔ قادرِ مطلق نے حضرت ممدوح کو ایک اور نعمت سے سرفراز فرمایا تھا وہ یہ کہ آپ **مستجاب الدعوات** تھے۔ چنانچہ دوران درس وتدریس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرا بیٹا گھر سے چلا گیا ہے اس کی ماں بہت پریشان ہے اس کی پریشانی دیکھ کر سر بہ سجود ہوکر آپ نے یوں دعا فرمائی ''اے اللہ کوئی شبہ نہیں، آسمان تیرا آسمان ہے، زمین تیری زمین ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے وہ بھی تیرا ہے تو اس لڑکے کو یہاں پہنچادے''۔ حضرت ممدوح ابھی سر سجدے سے نہیں اٹھائے وہ شخص کیا دیکھتا ہے لڑکا سامنے کھڑا ہے وہ بڑا خوش ہوا اور حضرت ممدوح کا معتقد ہوگیا۔

خلقت پر شفقت:

حضرت ممدوح کی ذات میں حسنِ خُلق کا پورا حصہ تھا ایک مرید فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا مجھ میں جو کچھ دیکھتے ہو قدرت اللہ کے فیوض وبرکات ہیں۔ یہ سچ ہے کہ مرید، پیر کا مظہر ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ نمازِ عید سے آرہے تھے راستہ میں ایک لڑکا اداس اور آزردہ کھڑا ہوا ہے۔ اس بچے سے پوچھا کہ سب بچے کھیل رہے ہیں میاں تم کیوں نہیں کھیل رہے ہیں۔ بچہ بولا میں یتیم ہوں۔ حضرت نے بچے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لایا۔ اس سے بہت محبت کرتے تھے اسکی دلجوئی کرتے اولاد کی طرح گھر میں رکھ کر تعلیم دی اور وہ لڑکا بڑا ہو کر حافظ قرآن اور قاری بن گیا۔ آج کل تاج کمپنی مطبع قرآن پاک کی تصحیح کا کام ان کے ذمّہ ہے۔

توحید میں استغراق اور کیفیت جذب وحال:

حضرت ممدوح پر ہر وقت ایک محویت واستغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ موجودات عالم کو بہ نگاہ عبرت دیکھتے تھے اور پھر خدا کی ذات وصفات میں مستغرق ہوجاتے تھے۔ یہی استغراق حضرت کے لئے موجب سکون اور اطمینان ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت تالاب کے کنارے تشریف لے گئے اور کہنے لگے سبحان اللہ! اے آسمان اور اے پانی تم دونوں کو پیدا کرنے والا کس قدر عظیم الشان ہے۔ جب رات زیادہ تاریک ہوگئی تو آپ کہنے لگے: اے لوگو تم بھی اپنے لئے ایک ایسا محبوب تلاش کرلو جیسا میں نے پالیا ہے۔ میں نے اس کو ایک سونگاہ میں پایا ہے۔ جس کی محبت میں کوئی مشقت نہیں۔ اگر میں اس سے دور ہوں تو مجھ کو قریب کر لیتا ہے اور قریب ہوں تو وہ قریب تر آجاتا ہے۔ حضرت ممدوح ہمیشہ جذب وحال سے سرشار رہتے تھے۔ جب آپ سفر کی منازل طے کرتے ہوئے حیدرآباد پہنچے تو صوفیہ کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی تو ایک صوفی بآواز بلند کہہ رہا تھا تیری

تھوڑی سی محبت نے عذاب میں مبتلا کردیا۔ جب یہ شدید ہوتو کیا حال ہوگا۔ جو محبت مشترک اور کئی لوگوں میں تقسیم تھی اس کو میرے دل سے سمیٹ لیا گیا تجھے اس غم زدہ انسان پر رحم نہیں آتا جو اس وقت بھی روتا رہتا اور عشق سے نا آشنا بنتا ہے حضرت یہ کلمات سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور حاضرین مجلس پر بھی جذب وحال کی کیفیت طاری ہوگئی۔ جو اہل اللہ ہوتے ہیں چرخ کی آواز یا بعض معمولی چیزوں سے عبرت لیتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت کہیں جارہے تھے ایک عورت ملی اس نے حضرت سے پوچھا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ فرمایا: میں پردیسی ہوں۔ عورت بولی افسوس۔ ''کیا اللہ موجود ہوتے ہوئے بھی غربت زدہ لوگ پائے جاتے ہیں۔ وہ تو پردیسیوں کا مونس اور ضعیفوں کا مددگار ہے''۔ حضرت، عورت کی زبان سے یہ حکیمانہ فقرہ سن کر رونے لگے۔ عورت نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا: میری بیماری جس نے ناسور کا حکم اختیار کرلیا ہے، اسکی جلد ہی دوامل گئی۔ عورت نے کہا: اگر آپ اس قول میں سچے ہیں تو روئے کیوں؟ حضرت نے فرمایا: کیا آدمی روتا نہیں؟ عورت نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا کسطرح؟ عورت نے جواب دیا: رونے سے دل کو راحت ملتی ہے۔ اگر گریہ وزاری دل کیلئے امن وسکون کا باعث ہے۔ دل کا بھید پوشیدہ رکھنے کیلئے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ آہ وزاری کو خانہ دل میں چھپائے رکھے۔ آنسو بہانے سے دل ہلکا ہوجاتا ہے۔ اور دل کی سبکساری عقل مندوں کے لئے کمزوری ہے۔ حضرت، اس عورت کی گفت وشنید سے حیران رہ گئے عورت نے پوچھا: کہ اب آپ کا کیا حال ہے، فرمایا کہ آپکے اس کلام پر تعجب ہوتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو ایسی بات بتایئے جس سے اللہ تعالی مجھے نفع دے۔ عورت بولی: کیا اب تک جو فائدے ایک حکیم کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں اس کے ہوتے ہوئے زوائد سے مستغنی نہیں ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: زوائد سے مستغنی نہیں ہوں۔ عورت نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں۔ اچھا اپنے رب سے محبت کیجئے اور اس کا اشتیاق کیجئے کیونکہ ایک دن آئے گا کہ وہ اہلِ کرسی کرامت پر ہوئے اولیاء کے لئے جلوہ افروز ہوگا اور ان کو اپنی محبت کا ایک ایسا پیالہ عطا کرے گا اس کے بعد ان کو پیاس ہی محسوس نہ ہوگی۔ حضرت یہ سن کر زار وقطار رونے لگے اور وہ عورت حضرت کو ایسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئی۔

معرفتِ سلوک میں اعلیٰ مقام:

حضرت ممدوح معرفت وسلوک کے جس مقام اعلی پر متمکن تھے اس کا اندازا اس سے ہوسکتا ہے کہ مولانا جمال الدین داماتؒ آپکے متعلق فرماتے تھے۔ ''نذر محمدؒ ان لوگوں میں سے نہیں کہ اُن کو کرامات سے آراستہ کیا جائے اور ان کا مقام وحال سے تعارف کیا جائے۔ وہ اپنے وقت کے امام اور یگانہ روزگار گروہ صوفیہ کے سردار ہیں اور سب کو ان کے ساتھ عینیت واضافت اس لحاظ سے ہے کہ وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جو باتیں اب تک اشاروں میں کی جاتی تھیں آپ نے صاف لفظوں میں بیان کردیا''۔ حضرت اپنے مقامات کی نسبت خود فرماتے تھے کہ ''میں نے تین سفر کئے اور تین علم حاصل کئے۔ پہلے سفر میں میں نے وہ علم حاصل کیا جس کو خاص وعام دونوں نے قبول کیا۔ دوسرے سفر میں میں نے وہ علم حاصل کیا جسکو خاص وعام قبول نہ کرسکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منجانب اللہ ایک تیسرے علم کے لئے تیار ہوا انہوں نے جو کچھ حاصل کیا وہ ان کے باطن کے لئے فانی ہے''۔ اور اپنے مریدین پر ان تینوں علموں کی تشریح فرماتے تھے۔ آپ کا پہلا علم عام علم ظاہری ہے جس کو سبھوں نے قبول کیا۔ دوسرا علم توکل معاملات اور محبت کا ہے جس کو

خاص نے قبول کیا۔ تیسرا علم حقیقت جو خاص و عام کے علم وعقل کے دائرہ سے باہر تھا۔ اس بناء پر لوگ اس کو سمجھ نہ سکے تو خدا نے خود اپنے خاص فضل سے ایک ایسا گروہ پیدا کیا جو اس دولت سے بہرہ ور ہو۔ آپ خود فرماتے تھے، اس علم سے میرے دل پر جو واردات ہوئے وہ یہ ہیں:

''آدمی کو یہ خیال رکھنا کہ کہیں لوگوں کے عیبوں کی چھان بین میں خود کو اپنے عیبوں کو دیکھنے سے غافل رکھے۔ یقین کرو کہ تمہیں لوگوں کیلئے نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا اور اپنے وارداتِ قلبی کو یوں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ عقلمند ہو۔ ایک انسان کی غایت عقلمندی اور تواضع کی علامت یہ ہے کہ کوئی شخص اسکو کوئی بات بتلائے تو اسکو غور وخوص سے سنے اگر چہ کہ وہ اسے پہلے سے جانتا ہو اور جب کوئی حق پیش کرے تو فوراً قبول کرے اگر چہ یہ بات کہنے والا مرتبہ میں اس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی خطا سرزد ہوجائے تو بے چوں چرا اس کا اقرار کرے۔ اور تیسری جگہ واردات یوں فرمایا تھا کہ انسان میں فساد چھ چیزوں سے آتا ہے:

۱۔ آخرت کا عمل کرتے وقت نیّت کا کمزور ہونا۔

۲۔ اپنے بدن کو شیطان کے حوالے کرنا۔

۳۔ موت کے نزدیک ہونے کے باوجود حرص وہوس کی درازی چاہنا۔

۴۔ خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ترک کردینا۔

۵۔ مخلوق کی رضامندی کو خدا کی رضامندی پر ترجیح دینا۔

۶۔ بزرگوں کی لغزشوں کو اپنے لئے حجت بنانا اور ان کے ہنروں کو دفن کردینا۔

زندگی کا لطف تو ایسے باہمت لوگوں کے ساتھ بسر کرنے سے ہوتا ہے جن کے دل میں تقوی و پرہیزگاری ہو جن کو ذکرِ مولیٰ سے نشاط وانبساط حاصل ہو۔ ایسے لوگوں سے دوستی کرے جن سے محبت سے تبدیلی ہوسکتی ہے اور محبت کا صحیح لطف حاصل ہو۔ ایسے دوست سے خدا کی محبت پیدا ہو اسکی علامت یہ ہے کہ اخلاق وافعال اور اوامر ونواہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حبیبِ خدا ہیں ان کا تابع اور پیرو ہو۔ یہ اس کے واردات ہیں جو مریدین ومعتقدین کے لئے درسِ عمل دیتے ہیں بشرطیکہ اس پر عمل کرنے کی صحیح نیت ہو۔

اہل وعیال:

سراج العارفین کو اپنے اہل وعیال کے حالات پر توجہ اور ان کے حقوق کی پابجائی کا خیال رہتا تھا۔ برتاؤ دوقسم کا ہوتا تھا۔ بیوی کی قدر اور ہمّت افزائی کی جاتی تھی غلطیوں اور کوتاہیوں پر بلاتوقف تنبیہ کرتے تھے۔ حضرت ممدوح کے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں جن کی کماحقہٗ تعلیم وتربیت فرمائی۔ خصوصی طور پر خلف اکبر نیاز محمود خاں کو بیعت سے مشرف فرما کر روحانی تربیت سے آراستہ کرکے خلافت سرفراز فرما کر جانشین مقرر فرمایا۔ دوسرے صاحبزادے جن کا نام فیض احمد تھا طالب علمی کے زمانے میں ۱۹ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ تیسرے صاحبزادے جن کا نام نور احمد خاں صاحب ہے مدرسہ نظامیہ حیدرآباد سے فارغ التحصیل ہیں اور حضرت ممدوح کی ہدایت پر گامزن ہے۔ چوتھے صاحبزادے ظہور احمد خاں حضرت ممدوح کے زیر تربیت رہ کر تصوف ومسائل دینی وروحانی کی تکمیل فرمایا۔ پانچویں صاحبزادے عبدالحمید خاں حضرت ممدوح کے تبلیغی کاموں کا ذوق رکھتے ہیں۔ دونوں صاحبزادیاں حضرت ممدوح کے رشد وہدایات پر گامزن رہ کر تبلیغی کاموں میں مصروف ہیں۔

خلفاء ومریدین:

حضرت قبلہ کے مریدوں اور شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ہردل عزیزی کی وجہ آپ کی ذات کو خاص وعام نظر میں مرکز بنادیا۔جن لوگوں کا تعلق بیعتِ ارادات کا تھا ان کی صلاحیتوں کے مطابق زیورِ سلوک سے آراستہ فرماتے تھے۔خلفاء کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی مگر بعض قابلِ ذکر ہیں۔

حاجی مولوی نوراللہ قادری صاحبؒ مولوی کامل کو کرنول اور اسکے اطراف واکناف میں تبلیغ واشاعت دین کا ایک مقام حاصل ہے گویا کہ کرنول کی فضاء آپکی کرنوں سے منوّر رہے۔

ایک خلیفۂ کامل مولوی محی الدین پاشاہ قادری صاحب حیدرآبادی جوجذب حال میں سرشار رہتے ہیں مرشد کے ارشادات پر گامزن ہیں۔

اِن کے علاوہ مولوی عبداللہ خاں صاحب نقشبندی اورنگ آبادی، میراں حسینی صاحب، جعفرعلی صاحب نقشبندی بیدر شریف، رکن الدین صاحب جنیدی، بیدرشریف، مولوی عبدالہادی صاحب، الحاج مولوی عبدالعزیز صاحب نقشبندی، حاجی غلام علی صاحب آثر نقشبندی، غلام رسول صاحب نقشبندی یادگیری کے علاوہ اورتعلقہ جات میں آپ کے بکثرت مریدین ہیں۔

حاجی محمود شریف صاحب گلبرگوی، محمود خاں صاحب ضلع محبوب نگر، حاجی مولوی طاہر حسین صاحب حیدرآبادی، محمد حنیف صاحب ادھونی، امیر علی صاحب ادھونی، مرشد کے تعلیمات وارشادات کا تبلیغی کام کما حقہ انجام دے رہے ہیں۔دوسرے خلفاء ومریدین اپنی اپنی ذمّہ داری کو پورا کررہے ہیں۔حضرت کے ایک خلیفہ حاجی امیر علی صاحب نقشبندی قادری جودعوت دین اسلام کا والہانہ جذبہ رکھتے ہیں، پیرومرشد کے حسبِ ارشاد مختلف دیہات کا دورہ کرتے ہیں اورلوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے اوررہبری ورہنمائی کرتے ہیں۔اس پیرانہ سالی میں بھی مرشد کے حکم تعمیل میں سفرکرتے ہیں اور ہر وقت ہر آن دامے درمے قدمے قلمے پورا کرتے رہتے ہیں۔مولانا عبدالعزیز صاحب جوحضرت کے شاگرداورخلیفہ ہیں اس پیرانہ سالی میں ہراتوارکو مدینۃ الحاج میں درس قرآن، اورتفسیر سے عوام کوفیض پہنچارہے ہیں۔ حکیم محمد ابراہیم صاحب وظیفہ یاب حیدرآباد قابل ذکر ہیں۔حضرت قبلہ کے خلیفہ مولوی حکیم پاشاہ محی الدین صاحب عامل نقشبندیہ سلوک کے مدارج طے فرماچکے ہیں اور سلسلہ مریدی اور خدمت خلق جاری ہے۔بفضلِ خدا دعا مرشدی ومولائی ہراتوارکوختم خواجگان کا سلسلہ مرشد کے خلف اکبرالحاج نیازمحمود خاں اب تک جاری وساری ہے۔ سلسلہءِنقشبندیہ کے ذکراذکارومراقبہ وذکرِ جہری خفی بلاناغہ اتوارکو ہوتا ہے۔درودوسلام سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پرپیش ہوتا ہے۔ ہرآن قبول ہوتارہے۔آمین۔(۲۲)

مولانا محمد عبدالجبار خاں صوفی ملکاپوری

(۱۹۲۵ءوفات)

ملکاپور(برار) کے ایک مذہبی اورعلم دوست خاندان سے تعلق رکھتے تھےلیکن زندگی کا بڑا حصہ حیدرآباد میں بسر ہوااورایک مدت تک مدرسۂاعزہ سے وابستہ رہے۔فارسی اورعربی کے عالم تھےاوراپنے عہد کے زبردست محقق اورمورخ سمجھے جاتے تھے۔ان کا کتاب خانہ بڑا شاندارتھا جس میں دواوین اور بیاضوں کے علاوہ دکن اورہندوستان کی سینکڑوں مطبوعہ اورغیر مطبوعہ تاریخیں محفوظ تھیں۔ بقول عمادالملک یہ ایک ایسا ذخیرہ تھا جوان سے پہلے کسی مورخ کونصیب نہ ہوسکا۔موسیٰ

ندی کی طغیانی میں یہ بیش بہا ذخیرہ تباہ ہوگیا۔

مولانا عبدالجبار خاں نے اپنی زندگی تاریخ دکن کی تحقیق و تدوین کے لیے وقف کردی تھی اور برسوں کی عرق ریزی اور جگر کاوی کے بعد ''محبوب التواریخ'' کا سلسلہ مرتب کیا جو پانچ جلدوں اور آٹھ حصوں پر مشتمل تھا۔محبوب الوطن (تاریخ سلاطین بہمنیہ) محبوب الزمن (تذکرہ شعرائے دکن) اور محبوب ذی المنن (تذکرہ اولیائے دکن) اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کتابوں کی اہمیت کا اندازہ نواب عمادالملک کی اس رائے سے لگایا جاسکتا ہے جوانہوں نے مولف کی مالی امداد کے سلسلے میں دی تھی۔انہوں نے لکھا تھا''یہ تاریخ ایسی شرح اور مفصل لکھی جارہی ہے اوراس قدر تحقیق کے ساتھ کہ آج تک کسی نے نہیں لکھی۔دفتر گزیٹر خاص اس کام کے واسطے سرکار سے تقرر ہوا تھا۔باوجود تین لاکھ خرچ کے وہ کام نہیں ہوسکا جو مولوی صاحب کررہے ہیں۔جب یہ تاریخ کامل ہوکر طبع ہوجائے گی عام طور پر بہت ہی کارآمد ہوگی اوراس عہد حکومت کی ایک یادگار قائم کردے گی''۔

نواب عمادالملک کی اس رائے میں مبالغہ نہیں۔آج بھی جب کہ تحقیق بہت آگے نکل چکی ہے دکن کی تاریخ اور خاص طور پر دکنی ادب پر کام کرنے والے''محبوب الزمن'' سے استفادہ کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔انہوں نے دکن کے بیسیوں شاعروں کو گم نامی سے بچالیا اور ان کے حالات اور کلام کو اپنی تصانیف میں محفوظ کردیا۔انہیں بعض نقادوں نے دکن کا آزاد کہا ہے اوراس میں شبہ نہیں وہی اس کے مستحق ہیں۔جب تک اردوادب زندہ ہے ان کا نام بھی زندہ رہے گا

دکن زندہ کردم بایں آرزو
کہ نامم بماند دریں چار سو (۲۳)

مولانا عبدالجبار خاں صوفی نے علامہ یوسف اسماعیل نبھانی کی عربی میں لکھی گئی سیرت النبی کا انتہائی فصیح بلیغ اور سلیس ترجمہ شمایل الرسول کے نام سے کیا ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے مقدمہ میں اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الاسلامؒ کا تذکرہ انتہائی والہانہ انداز میں کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''اس کتاب میں بعض ایسے دشوار اور مشکل مقامات تھے کہ موارد استعمال لغات میں لامحالہ تشکیک کا اندیشہ تھا اسکی تحقیق خاص خاص مقام پر بحرعلوم عقلیہ ونقلیہ،کاشق معضلات احادیث نبویہ،محی سنتِ سنیہ مصطفویہ اسوہ علمائے ربانی، قدوۂ کملائے زمانی، رئیس المفسرین، تاج المحدثین، الفاضل الفاصل بین الحق والباطل، ذو المجد والتفاخر مولنا مولوی معنوی محمد انوار اللہ خان بہادر استاذشہزادۂ بلند اقبال سے کی گئی ہے۔

حررہ من لہ الافتقار الی مولہ المنان محمد عبدالجبار خان الشھیر بالآصفي النظامي سررشتہ دار دفتر پیشی قدر قدرت اعلحضرت حضور پرنور نظام الملک آصفجاہ خلداللہ ملکہ وابد سلطانہ ۱۱ر جمادی الاول ۱۳۱۴ ہجری''۔(۲۴)

حضرت سید شاہ محمد حسینی القادریؒ

آپ کی ولادت ۶ر ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ بمقام قلعہ ورنگل ہوئی۔آپ کے والد ماجد کا نام سید محی الدین اور والدہ ماجدہ سالار بی صاحبہ تھیں۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام علی رضاؓ سے جاملتا ہے۔آپ سادات حسینی تھے،آپ کے آباواجداد بیجاپور سے فوج کے ہمراہ طبیب کی حیثیت سے آئے تھے،آپ کے والد ماجد نے پیشہ تجارت

اختیار کیا۔اسطرح آپ کا بچپن حیدرآباد میں گذرا اور یہیں تعلیم وتربیت پائی چنانچہ اس زمانے کے مشہور عالم دین عارف باللہ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی چشتی صابریؒ المعروف بہ فضیلت جنگ سے شرف تلمذ حاصل کیا، حضرت کے فیض صحبت کے نتیجہ آپ نے پیر طریقت حضرت سید شاہ سید پیر حسینی القادری الملتانیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی ایک عرصہ تک منازل سلوک طئے کئے حضرت کے وصال کے بعد حضرت کے صاحبزادہ عارف باللہ حضرت شاہ سید عبدالرحیم حسینی القادری الملتانیؒ نے آپ کو سلسلہ قادریہ ملتانیہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا، آپ بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کی زیارت کے شوق میں زادراہ کے بغیر روانہ ہوئے جب آپ کی والدہ ماجدہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے ممبئی پہونچ کر زادراہ کی تکمیل فرمائی، آپ حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوکر وطن واپس ہوئے بعدازاں آپ نے عقد فرمایا آپ کی زوجہ محترمہ کا اسم گرامی حلیمہ بی صاحبہ تھا، اس زمانے میں آپ حضرت مولانا فضیلت جنگؒ کے صاحبزادوں کے اتالیق تھے، جب بانی جامعہ نظامیہ حضرت فضیلت جنگؒ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو آپ بھی حضرت کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ دوسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے حج بیت اللہ کے بعد حضرت فضیلت جنگؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ محمد امداداللہ مہاجر مکیؒ کی صحبت بافیض سے استفادہ کا ارادہ فرمایا تو آپ بھی حضرت امداداللہ مہاجر مکیؒ کے دست حق پرست کے طالب ہوئے کامل دو سال تک پیرو مرشد کے فیضان صحبت سے مستفید ہوئے، تعلیم باطنی کے تکمیل پر آپ کو حضرت مہاجر مکیؒ نے چاروں سلسلہ چشتیہ، قادریہ نقشبندیہ، سہروردیہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا بعدازاں مدینہ شریف کے حضرت شیخ احمد

اللہ مدنی خالص القادریؒ نے سلسلہ القادریہ میں خلافت عطا کی۔ حرمین شریفین سے واپسی کے بعد آپ کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جبکہ آپ کی توجہ ذات سے ہٹ کر قوم کی طرف ہوجاتی ہے۔ اس وقت ورنگل کے مسلمانوں میں ہر قسم کی جہالت ، بداعمالی اور علم دین سے دوری عام تھی ازالہ جہالت واشاعت علم دین کی غرض سے آپ نے ۱۳۹۸ھ میں ایک ''مدرسہ اسلامیہ'' قائم کیا اس میں السنہ مشرقیہ رشیدیہ خاص ، منشی ، منشی عالم ، منشی فاضل کی جماعتیں قائم کیں ، اس کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے تھا آپ کی مساعی جمیلہ سے مدرسہ دن بہ دن ترقی کرتا گیا، ورنگل کے اطراف واکناف سے طلباء علم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے یہ مدرسہ آج ترقی کرتا ہوا ''اسلامیہ ڈگری کالج'' کے نام سے قوم وملک کی ترقی کیلئے کوشاں ہے قیام مدرسہ کے علاوہ آپ نے ۱۳۱۷ھ میں ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کرائی جو حضرت حاجی صاحب قبلہ کے نام موسوم ہے مدرسہ ومسجد کے علاوہ ایک عالیشان کتب خانہ بھی آپ قائم کیا جس میں فقہ تفسیر، تصوف کی گرانقدر کتب جمع کیں بعد میں آپ نے یہ کتب خانہ مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کردیا حضرت سید شاہ حبیب اللہ حسینی القادری الملتانیؒ کے ارشاد کے مطابق آپ نے سلسلہ بیعت کا آغاز کیا اور بہت سے حضرات کو داخل سلسلہ کیا، اپنے مریدین کو تعلیم باطنی کے لئے آپ بعد عشاء مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپنے ورنگل کے مسلمانوں کو علم باطن سے مستفید فرمایا، اس کے علاوہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے مسلمانان ورنگل کے تنازعات کی یکسوئی کے لئے ایک ''مجلس اہل اسلام ورنگل'' قائم کی آپ تاحیات اس کے میر مجلس تھے اور اس کے تحت ہر محلّہ میں ایک میر محلّہ اور ایک محلّہ کمیٹی قائم کی گئی جو مسلمانان مرہٹواڑہ کے

معلاملات کی یکسوئی کرتی آخری زمانے میں آپ کا میلان سماع کی طرف زیادہ ہوگیا قاضی پیٹ کے عرس حضرت شاہ افضل بیابانیؒ میں تین روز قیام کرکے چوتھے روز واپس ہوتے۔ ہر ماہ ایک روز اپنے مکان میں محفل سماع منعقد کیا کرتے، آپ ہی نے اپنی مسجد میں سب سے پہلے مجالس دوازدہم شریف اور یازدہم شریف کا آغاز فرمایا نیز حضرت مولائے کائنات سیدنا علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے مجالس بھی منعقد کیا کرتے تھے۔غرض آپ کی ساری زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھی۔تواضع انکساری طبیعت کا خاصہ تھی، آپ کے شاگردوں کا بیان ہے کہ آپ سے کوئی حرکت خلاف سنت نبوی سرزد ہوتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔آخری زمانہ میں آپ مرض فالج میں مبتلا ہوئے ۲۹/ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ بروز جمعہ بوقت نماز فجر وصال فرمایا۔ بعد نماز جمعہ آپکی تعمیر کردہ مسجد میں تدفین عمل میں لائی گئی، آپ کی نماز جنازہ میں حضرت سید شاہ غلام افضل بیابانیؒ قاضی سرکار ورنگل نے شرکت کی ہر سال ۲۸/ ۲۹/ اور ۳۰/ ربیع الاول کو آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔(۲۵)

حضرت قاضی مولانا میر انور علی صاحبؒ

ہم آپ کے خاندان والا دودمان کے ذکر سے پہلے یہ سمجھتے ہیں کہ قضاءت بلدہ کی گرانقدر خدمت کی مختصری تاریخ ناظرین کرام کی آگاہی کی غرض سے درج کریں۔

قضاءت بلدہ

یہ خدمت ایک ایسی اہم خدمت ہے کہ جس کے فرائض انعقاد نکاح فیما بین عاقدین ہے۔ نیز حلفنامہ وطلاق نامہ جات کی تصدیق بر سیاہجات کی تنقیح اوران کا تحفظ جن پر ثبوت نسب کا دارومدار ہے۔اگر یہ خدمت نہ ہوتی تو نسب کے ثابت ہونے میں بہت سی دشواریاں پیدا ہوجاتیں قاضی یانائب قاضی کا کام نکاح خوانی اور سیاہہ جات (جوشرعی دستاویز کا اثر رکھتے ہیں) ترتیب دے کر بصورت نزاع عدالتوں میں پیش کرنا اور شہادت دے کر صحیح فیصلوں میں ممدومعاون ہونا اور قبل از عقد جواز وعدم جواز نکاح ومحرمات وغیرہ کی تحقیق کر کے نکاح باندھنا اور تنقیحات سیاہہ کی پوری پوری پابندی کرنا ہے۔نسب ایک ایسی چیز ہے کہ وراثت کا دارومدادصرف اسی پر ہے اگر کسی کا نسب ہی ثابت نہ ہو تو اس کی وراثت معرض خطر میں پڑجائے گی اس لیے ہماری گورنمنٹ عالیہ نے اس کو اہم خدمات قرار دے کر اس پر نہایت متدین وبےلوث اور ذی علم افراد کا تقرر کر کے مناقشات وراثت کا ہمیشہ کے لیے استیصال فرمادیا چنانچہ اس گرانقدر خدمت پر سب سے پیشتر ۱۱۵۰ھ میں شیخ نصر اللہ صاحب کا تقرر عمل میں آیا۔صاحب موصوف نے چندسال تک اس اہم خدمت کو باحسن الوجوہ انجام دے کر انتقال کیا ان کے بعد بہ عہد حضرت مغفرت مآب قاضی خلیل منصب قضاءت سے سرفراز ہوئے۔ انہوں نے بھی چند سال کی انجام دہی خدمت کے بعد یکم رجب المرجب ۱۱۸۷ھ کو عالم جاودانی کی راہ لی۔ بعدازاں قاضی محمد طاہر صاحب کو اس منصب جلیلہ سے سرفرازی بخشی گئی لیکن ان کو اس خدمت پر مامور ہوکر چند ماہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ بتاریخ ۷ صفر المظفر ۱۱۸۷ھ ان کی علیحدگی اس لیے عمل میں آئی کہ ان کی رائے اور مردھے محمد ہاشم کے اتفاق سے بعض مسلمانوں نے دھونڈورام پنڈت پردھان وکیل کے بتوں پر حملہ کیا تھا۔ان کی علیحدگی کے بعد حافظ محمد صاحب مدرس مکہ مسجد بتقریب جشن عیدالفطر ۱۱۹۵ھ میں خدمت قضاءت بلدہ سے سرفراز فرمائے گئے۔انہوں نے اپنی مفوضہ خدمت

کوتادم زیست نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے کر انتقال کیا۔ ان کے بعد ۱۹ر جمادی الاول ۱۱۹۹ھ کو بتقریب جشن سالگرہ مبارک مولوی معین الدین خاں صاحب المخاطب بہ نواب معین الاسلام خاں بہادر قاضی بلدیہ مقرر ہوئے اور تقریباً (۱۲) سال تک انہوں نے خدمت مفوضہ کو انجام دے کر ۱۲۱۱ھ میں وفات پائی۔ ان کے قائم مقام قاضی محمد یوسف صاحب شاہجہاں پوری شریعت پناہ بلدہ قرار پائے۔ صاحب تاریخ گلزار آصفیہ نے آپ کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

''قاضی محمد ذوالفقار خاں قاضی بلدہ، فرخندہ بنیاد فرزند ارشدشریعت پناہ بلدہ قاضی محمد شریعت اللہ خاں اند قاضی محمد یوسف خاں المخاطب بہ شریعت اللہ خاں در عہد حضرت غفراں مآب از بلدہ شاھجھاں آباد وار د بلدہ حیدرآباد گردید۔ بعد رحلت قاضی معین الاسلام خاں باستصواب میر عالم خان بہادر بملاقات اعظم الامرا ارسطو جاہ مدار المھام سرکار رسیدہ باریاب حضور پر نور گشتہ بسیاربسیاد پسند خاطر مبارك شد۔ بخدمت جلیل القدر قضاء ت ممتاز ومباھی گردید ندو تامدت حیات خود باموارت محولہ خویش آنجنابان پر داختند کہ مورد تحسین و آفرین شاھانہ و مصدر الطاف خسروانہ گشتہ مشھور آفاق شدند و انتظام عدل وداد تابصورت پذیرمی گردید کہ مزید برآں متصور بنا شد در ۱۲۰ھ یکھزار و دوبست ھجری جھان فانی را پدر ودفرمود۔ اما محمد ذوالفقار خان بعد رحلت پدر عالی قدر خویش از فرط الطاف حضرت مغفرت منزل برمسند نیابت رسالت سرفراز و ممتاز و مباھی گشتہ ایں مقدمہ نازك تر راور میزان ادراك ھر دوپلہ مخالف یك دیگر سنجیدہ از حق و باطل بعدل تقدیری چناں بتعدیل در آور دکہ تا این زبان گاھی از زبان آوری درھیچ مقدمہ خرد و بزرگ حرفی غیر از شکرگزاری خدا وند نعمت بگوش و ھوش، ھیچ کس نرسید تمامی خلقت خدا شکریہ ایں عطیہ کبریٰ حضور پر نور و موھبت عظمیٰ روز و شب بزبا نھا جاری دار والغرض آں قدوہ علماء متقدمین وزبدہ فضلای متاخرین فرد فرید روزگار است کہ مثلش دراقلیم ھند و دکن بنظر نہ آمد بابلا دو امصار واقالیم دیگرچہ بودہ باشد عالی منصبی بلند حوصلہ سیر فکر اقربا پرور مآل اندیش بجمیع صفات''

'' بزرگانہ موصوف'' (ملاحظہ ہو تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ (۴۲۷) ذکر نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی)

صاحب تاریخ مکھن لال نے بھی اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۷ و ۴۷ پر نہایت آبدار الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

الحاصل یہ کہ ایسی ہمہ صفت متصف ہستی کا انتقال بعمر ۸۰

ہشتاد سالگی ۱۲۳۶ھ میں ہوگیا آپ کے بعد حسب فرمان حضرت مغفرت منزل قاضی ذوالفقار خاں منصب قضاءت سے ممتاز و سرفراز ہوئے اور تقریباً (۳۶) سال تک آپ نے اس خدمت جلیلہ کو بطریق احسن انجام دے کر ۹ شوال ۱۲۶۰ھ روز سہ شنبہ انتقال فرمایا۔ آپ کی تجہیز و تکفین کے اخراجات کے لیے اعلیٰ حضرت نواب میر فرخندہ علی خاں بہادر ناصر جنگ ناصر الدولہ آصف جاہ رابع غفران منزل نے مبلغ ایک ہزار روپئے اپنے جیب خاص سے مرحمت فرمائے۔

آپ کے انتقال کی تاریخ۔ تاریخ ''دبدبۂ نظام'' کے باب چہارم میں اس طرح درج ہے۔

''قاضی عادل مُرد''
۱۲۶۰ھ

آپ کو چونہ کوئی اولا دنرینہ نہ تھی اس لیے خدمت قضاۃ بلدۂ فرخندہ بنیاد پر آپ کے داماد قاضی مولوی میر دلاور علی صاحب شریعت پناہ حسب الحکم سرکار ماموروکارگذار رہے۔

اب ہم اس تذکرہ کا آغاز قاضی میر دلاور علی صاحب مرحوم سے کرتے ہیں جن کے وارث وچشم و چراغ ہمارے معزز و ممتاز صاحب تذکرہ ہیں جن کا نام نامی زیب دہ عنوان ہے۔

قاضی مولوی میر دلاور علی صاحب مرحوم

آپ میر محمد عظیم صاحب کے فرزند، میر محمد عوض صاحب کے پوتے اور قاضی ذوالفقار خاں مرحوم کے داماد تھے۔ آپ کی شادی دختر نیک اختر قاضی ذوالفقار خاں مرحوم سے ۱۲۵۴ھ میں ہوئی اور آپ بعد وفات اپنے خسر مرحوم کے ان کے قائم مقام قرار پائے اور تقریباً (۵۱) سال تک اپنی مفوضہ خدمت کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے کر بالآخر ۲۲ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ روز دوشنبہ بوقت مغرب انتقال فرمایا۔

آپ کی تجہیز و تکفین دوسرے روز عمل میں آئی۔

آپ کو نامدار النساء بیگم صاحبہ مرحومہ صبیۂ قاضی ذوالفقار خاں مرحوم کے بطن سے (۴) اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی۔

(۱) مولوی قاضی میر سکندر علی خاں مرحوم (۲) مولوی میر مظفر علی مرحوم (۳) مولوی میر اکبر علی مرحوم اور صاحبزادی رحیم النساء بیگم عرف حاجی بیگم صاحبہ جن کی شادی والد کے حین حیات ہی میں نواب اعظم جنگ مرحوم خلف شیر افگن جنگ نبیرۂ سالار الدولہ سالار الملک سے ہوئی۔ آپ نہایت نیک نفس، ہردلعزیز، خوش اخلاق، ملنسار، صاحب زہد وورع اور بڑی خوبیوں کے حامل قاضی تھے۔

قاضی میر سکندر علی صاحب مرحوم

آپ قاضی میر دلاور علی مرحوم کے خلف اکبر میر محمد عظیم کے پوتے اور قاضی ذوالفقار خاں مرحوم کے نواسے تھے۔ ابتداً آپ اپنے والد مرحوم کے حین حیات میں بحیثیت نائب خدمت قضاءت ۱۲۸۹ھ تک انجام دیتے رہے۔ من بعد استعفیٰ پیش فرما کر خدمت مددگاری مال ضلع گلبرگہ شریف پر ماموروکارگذار ہوئے۔ آپ کی خالی شدہ خدمت نیابت پر مسیح الدین خاں المخاطب محبوب نواز الدولہ بہادر کا تقرر عمل میں آیا۔ ۱۳۱۱ھ میں جب آپ کے والد بزرگوار نے انتقال فرمایا تو حسب فرمان خسروی آپ اپنے والد کے قائم مقام یعنی شریعت پناہ بلدہ قرار پائے۔

آپ کی شادی ۲۹ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ کو نواب مولوی حافظ ضیاء الدین خاں مرحوم کی صاحبزادی افضل النساء بیگم صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے آپ کو تین صاحبزادے ہوئے۔ صاحبزادہ (۱) مولوی قاضی میر محمد انور علی صاحب (۲) مولوی میر محمد محبوب علی صاحب اور (۳) مولوی میر محمد یٰسین علی صاحب عرف میر اکرم علی صاحب مرحوم۔

آپ اپنے والد مرحوم کی طرح ہردلعزیز، رحم دل، مردم شناس،

حق گو، راستباز، خلیق، ہمدرد، حق آگاہ، متقی، ملنسار، نیک خصلت، خجستہ طبیعت، ہمدرد قوم وملت شریعت پناہ بلدہ تھے۔ افسوس کہ ایسی جامع حسنات وحمیدہ صفات ہستی نے ۱۷/ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۱۳ھ کو اس دنیائے ناپائدار سے دار بقا کی راہ لی۔

قاضی میر محمد انور علی صاحب

آپ قاضی میر سکندر علی صاحب مرحوم کے خلف الصدق قاضی میر دلاور علی صاحب مرحوم کے نبیرہ اور نواب مولوی حافظ محمد ضیاء الدین خاں مرحوم کے نواسے ہیں۔ آپ ۲۶/ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ روز یکشنبہ پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے زیر نگرانی قابل اور لائق اساتذہ مثلاً قاضی شریف الدین صاحب مرحوم مصحح دائرۃ المعارف النظامیہ مولوی رکن الدین صاحب مرحوم مفتی دارالافتاء مدرسۂ نظامیہ اورنواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پرحاصل فرمائی۔ آپ مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور نان جوڈیشل بھی بدرجہ اعلیٰ آپ نے کامیاب فرمایا۔ سیاق وسباق سے ماہر علم الکلام، حدیث، صرف ونحو، معانی ومنطق اور تاریخ وسیر پر اچھا عبور رکھتے ہیں۔ فن نسق ونستعلیق میں بھی کافی دستگاہ حاصل ہے۔ اساتذہ کے تحریری نمونوں کو جمع کرنے کا آپ کو بیحد شوق ہے۔ آپ کے قلم میں خداداد قوت ہے۔ آپ کی طرز تحریر اساتذہ کی تحریر کے ہم پلہ ہے۔ خوشنویسان حیدرآباد دکن میں کوئی آپ کے مقابل ٹھیر نہیں سکتا۔

جاگیرات وخدمات

آپ کے جاگیرات تعلقہ میدک اور باغات میں ہیں۔ آپ کے جاگیرات ہیں۔ (۲) مواضع ہیں۔ ایک موضع بھوم پلی اور موضع لنگم پلی۔ جاگیرات کی آمدنی تخمیناً پندرہ ہزار روپئے سالانہ ہے۔ علاوہ اس کے خدمات قضاءت کی تنخواہ (صماء) روپیہ ماہانہ بھی آپ کو ملتی ہے۔ حق نکاحانہ سے بھی آپ کو سالانہ ساڑھے تین ہزار روپئے کی آمدنی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدر قدرت حضور پرنور خلد اللہ ملکہ وسلطنت و علیا حضرتہ ملکہ دکن مدظلہا (والدۂ ماجدۂ شاہزادگان والاشان) کے نکاح خوانی کا شرف آپ کو حاصل رہا ہے۔ امرائے عظام کی تقاریب میں آپ مدعو کئے جاتے ہیں۔ آپ کی جانب سے حدود بلدہ میں گیارہ نائبین کارگزار ہیں۔

اخلاق حمیدہ

آپ نہایت سادگی پسند اور خاموش زندگی بسر فرماتے ہیں۔ نہایت خلیق، ملنسار، متین واقع ہوئے ہیں۔ ہر کسی سے بکشادہ پیشانی پیش آتے ہیں۔ اہل علم وفن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مردم شناسی میں اپنی آپ نظیر ہیں۔ الحاصل یہ کہ بمصداق **الولد سر لابیہ** آپ اپنے والد مرحوم کے قدم بہ قدم ہیں۔ آپ کا مشغلہ علاوہ کاروبار خدمت قضاءۃ وجاگیر کے مطالعہ کتب دینی وفنی ہے۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ کو نواب عباس علی خاں بہادر رئیس کرنول کی صاحبزادی نوابہ احمد النساء بیگم صاحبہ مرحومہ سے ہوئی جن کے بطن سے آپ کو دو صاحبزادیاں ہیں (۱) نوابہ فرحت النسا بیگم صاحبہ اور (۲) نوابہ فاطمۃ النساء بیگم صاحبہ۔ اول الذکر صاحبزادی کی شادی غرّہ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ کو نواب میر غالب علی خاں مرحوم تحصیلدار سے اور ثانی کی شادی ۲۶/ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ کو مولوی مرزا نظام علی بیگ صاحب فرزند نواب عثمان یار الدولہ بہادر سے ہوئی۔

محل اول کے انتقال کی وجہ آپ کی دوسری شادی بتاریخ

۲۰ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ نواب احمد الدین خاں صاحب (تعلقہ دار پائیگاہ نواب سر آسمان جاہ مرحوم ومغفور) کی صاحبزادی نوابہ یاقوت النساء بیگم صاحبہ مرحومہ سے ہوئی جن کے بطن سے ایک صاحبزادہ میر مکرم علی اور ایک صاحبزادی معین النساء بیگم صاحبہ ہیں اس صاحبہ کی شادی برادرعم زاد میر محمد واجد علی صاحب فرزند مولوی میر محمد محبوب علی صاحب غرہ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ کو ہوئی۔

آپ کے چہیتے فرزند میر محمد مکرم علی عرف بیدار بادشاہ ہیں جو ۲۹رشعبان المعظم ۱۳۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔اپنے والد ماجد کے زیر نگرانی قابل اور لائق اساتذہ سے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کی تحصیل اعلیٰ پیمانہ پر کررہے ہیں۔آل سینٹس ہال اسکول مدرسہ عالیہ اور سٹی کالج میں بھی شریک ہوکر آپ نے کچھ عرصہ تک تحصیل علم کیا۔آپ الولد سرلابیہ کے مصداق ہیں۔ رفتار و گفتار میں باپ ہی باپ ہیں۔ چہرہ سے ذکاوت وذہانت ہویدا ہیں۔آپ اپنے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں اور ہم سنوں سے بمحبت پیش آتے ہیں۔مثل اپنے والد کے آپ میں غرور نام کو نہیں۔آپ نہایت ہردلعزیز اور علم کے بیحد شوقین ہیں۔امید ہے کہ آپ کا یہ شوق آئندہ چل کر مفید نتائج کرے۔صاحب تذکرہ اپنے اس لائق وفائق فرزند پر جس قدر بھی ناز کریں کم ہے۔ممدوح کی شادی خواہر عم زاد نادار النساء بیگم صبیہ مرضیہ میر محبوب علی صاحب سے غرہ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ ہوئی۔تقریب عروسی میں امراء، عمائدین جاگیرداران وحکام اور دیگر ممتاز افراد شریک تھے۔

نوٹ: اس وقت آپ کے نبسہ مولانا قاضی محمد قادر علی فاضل جامعہ نظامیہ، نائب صدر قاضی کی حیثیت سے 1984ء اور صدر قاضی کی حیثیت سے 1999ء سے تاحال خدمات قضاءت شریعت پناہ بلدہ بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ مولانا موصوف نے راقم کی درخواست پر سیاہجات دکن (ماڈل نکاح نامہ) سے متعلق قدیم تاریخی ریکارڈ اپنے دفتر سے فراہم کیا جو آپ کے شکریہ کے ساتھ اس کتاب میں شریک کیے جارہے ہیں۔(۲۶)

حضرت مولانا حافظ سید محمد حسین نقشبندی قادریؒ

مولانا حافظ وقاری سید محمد حسین نقشبندی قادریؒ کے جداعلیٰ حضرت حافظ سید شاہ منجن غوری چشتی نقشبندی قادری سہروردیؒ جو کہ مغل بادشاہ شہاب الدین محمد غوری کے دور میں افغانستان کے ایک مقام غیور میں پیدا ہوئے۔

مولانا حافظ وقاری سید محمد حسین نقشبندی قادری کے والد بزرگوار حضرت حافظ سید شاہ دوست محمد صاحب چشتی وقادری صوفی منش بزرگ تھے۔مولانا حافظ وقاری سید محمد حسین کی ولادت 7 ستمبر 1896ء میں الہ آباد میں ہوئی۔آپ نجیب الطرفین ہیں۔کمسنی میں آپ نے الہ آباد سے حیدرآباد کا رخ کیا اور اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔آپ کی خداداد ذہانت اور عبادت میں ذوق اور ادب واحترام کی وجہ سے آپ کے اساتذہ آپ کو بہت چاہتے تھے۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے اولین شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے عیدین اور جمعہ کے موقع پر خطابت اور امامت کے لیے بطور خاص آپ کا تقرر فرمایا تھا۔چنانچہ حضور نظام آصف سابع آپ کی اقتدا میں جمعہ وعیدین ادا کیا کرتے تھے۔اس وقت تک مسجد جودی کنگ کوٹھی کی تعمیر عمل میں نہیں آئی تھی۔شامیانوں میں نماز ادا کی جاتی تھی۔آپ نے 40 سال تک شاہانہ

اعزاز کے ساتھ امامت و خطابت فرمائی۔ نیز جامعہ نظامیہ اور سرکاری عالی کی محکمہ تعلیمات کے تحت مختلف مدارس میں تدریسی خدمت بھی انجام دی۔ آپ عربی، فارسی اور اردو کے جید عالم تھے۔ سادہ لباس، سادہ غذا، سادہ زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ حافظ قرآن اور خوش الحان قاری بھی تھے اور افراد خاندان میں ''حافظ صاحب'' سے معروف و مشہور تھے۔ دو مرتبہ آپ نے حج و زیارت نبوی ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے اپنے صرف خاص سے آپ کو مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ نے اتباع نبوی میں نکاح فرمایا۔ آپ کے 2 فرزند مولانا سید مشتاق حسین قادری مرحوم اور مولانا سید شاہ مختار حسین قادری صاحب اور 5 دختر ہیں۔ اپنے تلامذہ اور فرزندوں کو ہمیشہ اللہ پر اعتماد اور دین کی دردمندی کا درس دیا کرتے تھے۔ 85 سال کی عمر میں آپ کا وصال بتاریخ 8 اکتوبر 1966ء مطابق 22 جمادی الثانی 1386ھ جو خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یوم وصال ہے، کو ہوا۔ اعلیٰ حضرت آصف سابع خطہ صالحین میں آپ کی تدفین چاہتے تھے لیکن آپ کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین میں جلدی کر کے نماز عشاء کے بعد دریچہ بواہیر تکیہ حمدو میاں روبرو مسجد معراج النساء تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادہ مولانا سید مشتاق حسین قادری مرحوم مسجد جودی میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ محکمہ تعلیمات میں بھی آپ برسر خدمت رہے۔ بعمر 80 سال 10 دسمبر 2002ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ دریچہ بواہیر تکیہ حمدو میاں میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کو چار دختران اور چار فرزند جن میں سید منور حسین، سید انور حسین، سید منظور حسین، سید حامد حسین جو اپنے والد کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا حافظ سید محمد حسین صاحب کے دوسرے فرزند مولانا سید شاہ مختار حسین قادری نقشبندی جو اعلیٰ تعلیمیافتہ اور تدریسی میدان میں نمایاں خدمات کے پیش نظر آپ کو حکومت کی جانب سے کئی اعزازات عطا کئے گئے۔ 25 سال کے عرصہ سے آپ درگاہ شریف حضرت جہانگیر پیراں رحمۃ اللہ علیہ میں بحیثیت سجادہ نشین و متولی خانقاہ نورانی قادری باغ میں ہر ماہ ہلالی کی 29 تاریخ کو مجلس غوثیہ کے ذریعہ تعلیمات اولیاء و صوفیہ اکرام اور خاص و عام لنگر کا اہتمام جاری رکھے ہوئے ہیں جہاں قومی قائدین، علماء و مشائخین بطور مہمان خصوصی شرکت کر کے آپ کی مذہبی، دینی، خانقاہی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے سید اعجاز حسین، سید اکرام حسین (نامزد سجادہ نشین و متولی)، سید افتخار حسین اور سید امتیاز حسین ہیں۔ (۲۷)

☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

(۱) بشکریہ روزنامہ منصف حیدرآباد، ۱۵/اکتوبر 1998ء

(۲) بشکریہ ادبیات آصف سابع رضمون، ڈاکٹر طیب انصاری مرحوم

(۳) مولانا ابوالخیر کنج نشین، تاریخ نظامیہ صفحہ 281، حیدرآباد دکن

(۴) زجاجۃ المصابیح۔ جزء اول، ص:۲، حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ والرضوان، مطبوعہ: ۱۳۷۱ھ، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس حیدرآباد۔

(۵) تذکرہ حضرت محدث دکنؒ، مولانا ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں نقشبندی۔ ص ۹۔ مطبوعہ اسپیڈ پرنٹس، حیدرآباد۔

(۶) حضرت مولانا خواجہ شریف، نورالمصابیح جلد دہم، عرض مترجم، مطبوعہ: ۲۰۰۱ء

(۷) حضرت مولانا محمد خواجہ شریف مدظلہ، امام اعظم امام المحد ثین۔ ص:۱۰۹،مطبوعہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، جولائی:۲۰۰۴ء

(۸) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد:۱، الطبعۃ الاولی۔ ص:۱۲۷،مطبوعہ:۱۳۷۱ھ

(۹) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد:۱،ص:۲۳۶، مطبوعہ:۱۳۷۱ھ

(۱۰) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد:۱،ص:۱۲۷، مطبوعہ:۱۳۷۱ھ

(۱۱) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد:۱، ص:۱۷، مطبوعہ:۱۳۸۰ھ

(۱۲) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد : ۵،ص:۱۳، مطبوعہ:1380ھ

(۱۳) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد : ۵،ص:145، مطبوعہ 1380ھ

(۱۴) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد (۱) ص:486، مطبوعہ:1371ھ۔

(۱۵) مولانا ڈاکٹر محمد عبدالستار خان نقشبندی، تذکرہ حضرت محدث دکنؒ، ص:۱۲،مطبوعہ:اسپیڈ پرنٹس حیدرآباد

(۱۶) مولانا ڈاکٹر محمد عبدالستار خان نقشبندی، تذکرہ حضرت محدث دکنؒ، ص:157،مطبوعہ اسپیڈ پرنٹس حیدرآباد

(۱۷) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ: زجاجۃ المصابیح، جلد اول، مطبوعہ: 1371ھ

(۱۸) حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ، زجاجۃ المصابیح جلد اول، مطبوعہ: 1371ھ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس،حیدرآباد

(۱۹) مولانا ڈاکٹر محمد عبدالستار خانصاحب نقشبندی، تذکرہ حضرت محدث دکنؒ ص،۱۱مطبوعہ: اسپیڈ پرنٹس حیدرآباد

(۲۰) بشکریہ مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری (کامل الحدیث جامعہ نظامیہ)،اسوسی ایٹ پروفیسر عربک عثمانیہ یونیورسٹی

(۲۱) شاہ محمد فصیح الدین نظامی،اسلامی افکار' شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نمبر،ص30،1994ء)

(۲۲) سلوک نقشبندیہ،ص۳۶ تا ۵۰،مرتبہ مولانا نیاز محمود خانصاحب

(۲۳) زینت ساجدہ/حیدرآباد کے ادیب، جلد دوم ص،90،آندھراپردیش ساہتیہ اکادمی حیدرآباد 1962ء

(۲۴) شمائل رسول،مطبع مفید عام آگرہ،۱۳۱۸ھ

(۲۵) مضمون بشکریہ:ڈاکٹر سید دستگیر پاشاہ قادری(ورنگل)

(۲۶) یادگار رسلور جوبلی ، جلد جاگیرداران حصہ دوم صفحہ 231 تا 239 مرتبہ:صمصام شیرازی۔مطبوعہ:1362ھ،بشکریہ:جناب سید عبدالمغنی ارشد فرزند حضرت مولانا سید خواجہ صاحبؒ سابق منتظم شعبہ تدریس جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔

(۲۷) بشکریہ : سید منور حسین صاحب فرزند سید مشتاق حسین مرحوم ابن حضرت حافظ سید محمد حسین نقشبندی صاحب خطیب مسجد جودی کنگ کوٹھی۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفاء طریقت

بقلم: مولانا محمد محی الدین قادری محمودی نظامی، مولوی کامل جامعہ نظامیہ حیدرآباد

حضرت شیخ الاسلام کو اپنے والد گرامی حضرت مولانا شاہ ابو محمد شجاع الدین فاروقی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (جن کو حضرت علامہ شاہ محمد رفیع الدین قندہاری علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت حاصل تھی اس کے علاوہ حضرت حافظ محمد علی خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ چشتیہ میں بھی بیعت حاصل تھی) کے علاوہ حضرت ظفر احمد المعروف بہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے تمام سلاسل میں بیعت وخلافت حاصل تھی، حضرت شیخ الاسلام سے اگر کوئی بیعت میں داخل ہونے کی درخواست کرتا تو فرماتے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کسی اور سے بیعت کرلو تو بہتر ہوگا اس کے باوجود بھی اصرار ہوتا تو آپ شریک سلسلہ فرمالیتے، اکثر آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت لیتے اور حسب خواہش دوسرے سلاسل میں شریک فرماتے، ذکر واذکار کی تلقین کے علاوہ حصولِ معارف وعوارف کے لئے فتوحاتِ مکیہ کے درس میں شریک ہونے کی ہدایت فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم آپ کے مرید وخلیفہ ہوئے۔ تاہم جن اصحاب کو آپ نے بیعت کے ساتھ خلافت سے سرفراز فرمایا وہ یکتائے زمانہ اور علوم وفنون میں یگانہ تھے جن کے اسماء گرامی اس طرح ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین قادری علیہ الرحمۃ، مفتی اول جامعہ نظامیہ (التوفی 1347 ہجری)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین قادری علیہ الرحمہ، مفتی صدارت العالیہ وجامعہ نظامیہ (التوفی 1389ھ م 1970ء)

(۳) حضرت مولانا مفتی سید محمود قادری کان اللہ لہ، خطیب تاریخی مکہ مسجد حیدرآباد (التوفی 1389ھ م 1970)

(۴) حضرت سید غلام قادر زعمؔ قادری (والد گرامی ڈاکٹر زورؔ قادری علیہ الرحمہ) (التوفی 1361ھ)

قارئین کے استفادہ کیلئے ہر ایک کے مختصر حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولنا مفتی محمد رکن الدین قادریؒ

(التوفی 1347ھ)

حضرت مولنا مفتی محمد رکن الدین قادریؒ کا شمار حضرت شیخ الاسلام کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے آپ حضرت شیخ الاسلام کی تعلیم وتربیت کا شاہ کار اور در شاہوار تھے جس کی علمی چمک دمک سے اہلِ دکن کی آنکھیں خیرہ تھیں۔ آپ کی ذات وشخصیت، کمالات علم ولیاقت اور خداداد انتظامی صلاحیت کا پیکر تھی۔ جامعہ نظامیہ کے قابلِ فخر فرزند، ذی علم، فقیہ، عمدہ ذوق کے حامل محقق اور جامعہ نظامیہ کے ایوانِ علم وفقہ کے تاجدار تھے۔ آپ ایک باکمال عالمِ دین اور کہنہ مشق خطیب ہونے کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی 27 سالہ صحبتِ بافیض نے آپ کو مختلف علوم بالخصوص فقہ وافتاء میں استاذانہ

قابلیت کا حامل بنا دیا تھا اس سلسلہ میں خود حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

''شیخی واستاذی حضرت مولانا الحاج الحافظ مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ معین المہام امورِ مذہبی سرکار عالی نے راقم کو غرۂ رمضان المبارک 1328 ہجری سے مفتی مدرسہ نظامیہ مقرر فرما کر دارالافتا کا افتتاح فرمایا تھا۔ حضرت کے فیوض و برکات کی تائید سے راقم اس خدمت کو 25 شعبان 1337 ہجری مطابق 20 تیر سنہ 1328 فصلی تک انجام دیتا رہا''۔

(فتاوی نظامیہ صفحہ 535 جدید اڈیشن مطبوعہ 1998ء)

نو سال کی مدت میں آپ نے ہزار ہا محقق و مدلل فتاوی جاری فرمائے جن میں سے انتہائی اہم و ضروری فتاوی کو منتخب فرما کر اپنی حینِ حیات حسب الحکم شیخ الاسلام شائع فرمایا۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) جلد اول:

اسمیں اسلام کے ارکان خمسہ پر متعدد فتاوی کے علاوہ نکاح وطلاق، بیع وشراء، وقف و ہبہ سے متعلق متعدد اور بیش قیمت فتاویٰ جمع ہیں اور اسی میں ایک باب حلال و حرام کا بھی ہے۔

(۲) جلد دوم:

اسمیں بھی اسی طرح کے ابواب ہیں البتہ اضحیہ (قربانی) وذبائح، اَیمان (قسمیں) ونذر اور وصایا کے ابواب کا اضافہ ہے۔

(۳) جلد سوم:

اسمیں حظر واباحۃ کے باب میں کئی چھوٹے بڑے مسائل کے علاوہ عوام میں مروج بعض غلط رسوم و بدعات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، ان فتاوی کی خصوصیت یہ ہے کہ اہم مسائل میں شرح وبسط کے ساتھ مکمل تحقیق کی گئی ہے اور عام طور پر جوابات میں تفصیل و توشیح کا وصف نمایاں ہے اور حوالہ جات کا نہایت اہتمام کیا گیا ہے۔ ضخامت کے لحاظ سے متوسط تینوں جلدوں میں مختلف نوع کے مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

فتاویٰ بیان کرنے میں حضرت مفتی صاحبؒ نے انتہائی سہل زبان اور نہایت سادہ اسلوب کو اپنایا ہے جس سے آپ کی اردو زبان وادب پر مضبوط قدرت کا اظہار ہوتا ہے بقول ایک مبصر حقیقت یہ ہے کہ ان فتاوی کو بار بار طبع ہونا چاہیئے۔ جامعہ نظامیہ کے سرکردہ ذمہ داران و مجلس اشاعۃ العلوم کے عہدیداران نے میرِ مجلس حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مدظلہ العالی کے زیر صدارت 1997ء میں منعقدہ ایک اجلاس میں ان فتاویٰ کو عصری انداز میں جدید ترتیب سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ حسبِ قرارداد حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ اور محقق کبیر حضرت مولانا ابوبکر الہاشمی صاحب مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ اور مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ نظامیہ کی مراجعت و تصحیح اور خصوصی دلچسپی، شبانہ روز محنت شاقہ وعرق ریزی کے بعد فتاوی نظامیہ کے تین حصے ایک ہی جلد میں بڑی سائز کے تقریباً 573 صفحات پر مشتمل، فہرست مسائل اور مراجع و مصادر کے جدید انڈکس، بہترین عصری کمپیوٹر کتابت و دیدہ زیب رنگین سرورق و عمدہ آفسیٹ طباعت سے آراستہ ہو کر شائقین علم وفن خصوصاً فقہ وافتاء کے میدان میں علماء و مفتیان دین متین سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔

فتاوی نظامیہ کے علاوہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ الاسلام کی حیات و تجدیدی خدمات، عہد وعصر، افکار و ماثر

علمی پر ایک جامع و مانع تذکرہ ''مطلع الانوار'' بھی رقم فرمایا جو آپ کے 29 سالہ مشاہدہ ومطالعہ کا نچوڑ وخلاصہ ہے اس کتاب کو حضرت شیخ الاسلام کی جامع الصفات شخصیت پر تحقیق وریسرچ کیلئے بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

حضرت سید غلام محمد زعمؔ رفاعی القادریؒ

پیدائش ۱۲۹۵ھ۔ وفات ۱۳۶۱ھ م ۱۹۴۲ء

سید شاہ غلام محمد نامٔ ابوالبرکات کنیت ، سانگڑے سلطان مشکل آسان ثانی لقب اور زعمؔ تخلص تھا، سلسلہ ءنسب ۳۲ واسطوں سے سلطان الواصلین حضرت سید احمد کبیر شاہ معشوق اللہ رفاعی رضی اللہ عنہ، سے ملتا ہے۔

سلسلۂ نسب یوں ہے:

ابوالبرکات حافظ سید شاہ غلام محمد زعمؔ ابن صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہید ابن سید شاہ بدیع الدین ابن سید محمد ابن سید جلال الدین ابن سید نجم الدین ابن سید سالار ثانی ابن سید احمد ابن سید سالار ابن سید میرانجی ابن سید معین الدین ابن سید احمد منجھلے چلہ دار ابن سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان قندھاری ابن سید احمد زکریا ابن سید ابراہیم سپہ سالار ابن سید برہان الدین سید شریف محمد ابن سید احمد حسینی ابن سید محمد زکریا ابن سید ابراہیم سپہ سالار ابن سید برہان الدین ابن سید شریف محمد ابن سید احمد حسینی ابن سید تاج الدین عبدالعظیم ابن سید مہذب الدین ابن سلطان الواصلین حضرت سید احمد کبیر معشوق اللہ رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۵ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ کو بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں پر اون چڑھے مولانا محمد عبدالکریم افغانی سے تفسیر مولانا محمد یعقوب سرہندی سے فقہ اور مولانا محمد عبدالوہاب محدث نقشبندی سے حدیث کی تعلیم پائی شعروسخن میں میر تراب علی زورؔ سے تلمذ حاصل کیا۔ ۲۵ پچیس سال کی عمر میں قبرستان کی ایک آواز اور مولانا محمد عبدالوہاب محدث کے فیض صحبت سے طبیعت نے یکا یک پلٹا کھایا قرآن شریف حفظ کیا اور وعظ ورشد وہدایت کی خاطر حیدرآباد سے نکل کھڑے ہوئے حضرت علیہ الرحمہ کو اپنے پدر بزرگوار صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ سے سلسلہ رفاعیہ اور قادریہ کی مولانا عبدالوہاب محدث سے سلسلہ نقشبندیہ کی اور مولانا انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ مرحوم سے سلسلۂ چشتیہ کی بیعت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بالکل متوکل علی اللہ تھے عمر کا بیشتر حصہ اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام الٰہی میں گزارا حضرت علیہ الرحمہ نے دور دراز مقامات پر پہنچ کر رشد وہدایت کرنے میں جو محنتیں اٹھائیں اور سینکڑوں کو حلقہ اسلام میں شامل کیا اس کی تفصیلات حضرت کی خودنوشتہ سوانح حیات میں درج ہیں جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور حضرت کے خلف اصدق فرزند ارجمند علاّمہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۸ رماہ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ م ۱۹۴۲ء کو ۶۷ سال کی عمر میں بعہد حکومت شہریار دکن آصفجاہ سابع بلدہ حیدرآباد میں وصال ہوا مسلم جنگ کے پل کے محاذی دریائے موسیٰ کے کنارے ایک خوبصورت گنبد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار زیارت گاہ خاص وعام ہے سالانہ عرس ہوتا ہے۔

محل وقوع:۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مسلم جنگ پُل کے محاذی دریائے موسیٰ کے کنارے خوبصورت گنبد میں واقع ہے گنبد کا اندرونی میدان ۱۹ فٹ ۶ انچ مربع ہے اور اس میں سمنٹ اور کنکر کا بہترین فرش ہے گنبد میں داخل ہونے کیلئے جنوب اور مشرق کی دوسمتوں میں دروازہ نصب ہے گنبد سیدنا غلام محمد کے الفاظ سے اس کا سنہ تعمیر ۱۳۶۶ھ نکلتا ہے۔

مزار:

گنبد کے عین وسط میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پکی کا پختہ تعمیر کیا ہوا ہے اور بہتر حالت میں ہے وہ ٦ فٹ ١١/انچ لمبا ٣ فٹ ١١/انچ چوڑا اور ٢ فٹ اونچا ہے، مزار کے اطراف ٧ فٹ ٧ انچ لمبا اور ۴ فٹ بلند لکڑی کا چوکھٹا ہے جس کے اوپر بطور شامیانہ کپڑا تانا گیا ہے نیچے ایک فٹ بلند لکڑی کی جالی ہے گنبد کے اندر اور بھی تین قبور حضرت علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ ایک صاحبزدہ ایک صاحبزادی کی ہے جن کے سرہانے سنگ سیلو کے چھوٹے چھوٹے کتبے نصب ہیں۔

خانقاہ عنایت اللّٰہی اور بیت الفضائل:

گنبد کی جنوبی سمت موسیٰ ندی کے کنارے خانقاہ عنایت اللّٰہی ہے یہ اس کا تاریخی نام ہے اس کے اندر مغربی حصے میں لوہے کی سبز جالی لگا کر تھوڑی سی جگہ محفوظ کی گئی ہے اس محفوظ حصے میں دو دیواری الماریاں ہیں، ایک میں آثار موئے مبارک اور دوسری میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی آثار مثلاً پوشاک، برتن کتابیں اور تحریریں محفوظ ہیں۔ بیت الفضائل کی زمین دوز عمارت قیام حفاظ اور زائرین کے لئے تعمیر کی گئی ہے بظاہر ایک بڑا چبوترہ معلوم ہوتا ہے لیکن اسکے نیچے ٦ چھ کمرے ہیں بیت الفضائل اس کا تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تعمیر نکلتا ہے۔

حوض اور نقار خانہ:

یہاں دو حوض ہیں ایک حوض خانقاہ اور گنبد کے درمیانی صحن میں مستطیل شکل کا ہے جس پر بطرز قدیم لہر دریا کا کام چونہ اور سمنٹ میں کیا گیا دوسرا بڑا حوض خانقاہ کی عمارتوں کے حدود سے باہر نقار خانہ کی سڑک پر واقع ہے جو اب ٹوٹ پھوٹ گیا ہے نقار خانہ کی دو منزلہ عمارت اس شاہراہ پر واقع ہے جو مسلم جنگ پل سے پرانا پل کو براہ جمعرات بازار موسیٰ ندی کے شمالی کنارے جاتی ہے نقار خانہ کی کمان اتنی اونچی ہے کہ صندل کے جلوس کا اونٹ نشان (جھنڈا) کے ساتھ اس میں سے بآسانی گزرتا ہے نقار خانہ سے درگاہ شریف تک سڑک بنی ہوئی ہے اور اس کے دونوں طرف رنگین پھولوں کے خوش وضع سایہ دار درخت لگائے گئے ہیں۔

کتبے:

درگاہ شریف اور اس کی متصلہ عمارت پر چھبیس (٢٦) کتبے نصب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے (یہ کتبہ جس پر درود شریف بغدادیہ اور حضرت علیہ الرحمہ کا شجرہ نسب اور شجرہ خلافت سنگ سیلو میں کندہ ہے مزار کے سرہانے اوپر کی بڑی کمان میں نصب ہے۔

﴿بسم الله الرحمن الرحيم ٥ اللهم صل وسلم على الرسول السيد السند العظم المكرم الممجدالنبى العربى القريشى الهاشمى الزمزمى الا مى التهامى سيد السادات العرب والعجم وامام الطيبة والحرم مولانا ومولى العالمين اما م الحرمين وصاحب الهجرتين شفيع المذنبين ورحمة للعالمين سيد نا وسندنا وذخرنا وملا ذنا وماونا وملاذنا وقرة عيننا محمد تنحل به العقد وتنفرج به الكرب وتقضٰى به الحوائج وتنال به الرغائب ويستسقى بـه الغمام وتشفى به الانس والجن خواتم الاعمال وعلى الٰهٖ الكرام الخيرة واصحابه العظام البررة صلوٰت الله وسلامه الى يوم الدين.

سلسلۂ نسب:

(١) حضرت امام المشارق والمغارب امیر المومنین حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (٢) حضرت امام ابی عبداللہ

الحسینؓ (۳) حضرت سیدنا امام زین العابدینؓ (۴) حضرت سیدنا امام محمد باقرؓ (۵) حضرت سیدنا امام جعفرالصادقؓ (۶) حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظمؓ (۷) حضرت سیدابراہیم المرتضی المشہور بالمحاربؓ (۸) حضرت سید موسی ثانی (۹) حضرت سیداحمدالاسدؓ (۱۰) حضرت سید حسنؓ (۱۱) حضرت سیدابوالقاسم محمدؓ (۱۲) حضرت سید حسن معروف بہ سلطان مہدیؒ (۱۳) حضرت سیدابی علی مکیؒ (۱۴) حضرت سید حازم حسینیؒ (۱۵) حضرت سید ثابتؒ (۱۶) حضرت سید یحییٰ مدنیؒ (۱۷) حضرت سیدابوالحسن نورالدین مکیؒ (۱۸) حضرت سید سلطان الواصلین سید احمد کبیر معشوق اللہ رفاعیؒ (۱۹) حضرت سید شاہ مہذب الدین رفاعیؒ (۲۰) حضرت سید تاج الدین عبدالعظیم رفاعیؒ (۲۱) حضرت سید احمد حسینی رفاعیؒ (۲۲) حضرت سید شریف محمد رفاعیؒ (۲۳) حضرت سید شاہ برہان الدین رفاعیؒ (۲۴) حضرت سید شاہ شیخ ابراہیم سپہ سالار رفاعیؒ (۲۵) حضرت سید محمد زکریا رفاعیؒ (۲۶) حضرت سید احمد زکریا رفاعیؒ (۲۷) حضرت سید شاہ علی معروف بہ سانگڑے سلطان مشکل آسان قندہاریؒ (۲۸) حضرت سید شاہ احمد منجھلے چلہ دار رفاعیؒ (۲۹) حضرت سید شاہ معین الدین رفاعیؒ (۳۰) حضرت سید شاہ میرانجی رفاعیؒ (۳۱) حضرت سید شاہ سالار رفاعیؒ (۳۲) حضرت سید شاہ احمد رفاعیؒ (۳۳) حضرت سید شاہ سالار ثانیؒ (۳۴) حضرت سید شاہ نجم الدین رفاعیؒ (۳۵) حضرت سید شاہ جلال الدینؒ (۳۶) حضرت سید شاہ محمد رفاعیؒ (۳۷) حضرت سید شاہ بدیع الدین رفاعیؒ (۳۸) حضرت صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ (۳۹) حضرت سید ابوالبرکات شاہ غلام محمدؒ رفاعی القادری الچشتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شجرہ خلافت

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا وشفیعنا محمد الرسول اللہ ﷺ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ فضیل بن عیاضؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا سلطان ابراہیم ادھمؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ حذیفہؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابوہبیرہؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ممشادؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابواسحاقؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابواحمد ابدال چشتیؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابومحمدؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابومحمد یوسف چشتیؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ مودود چشتیؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ عثمان ہارونیؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتیؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا شاہ فریدالدینؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا شاہ مخدوم علاؤالدینؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا شمس الدینؒ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا شاہ جلال الدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا شاہ احمد عبدالحق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا شاہ عارف بن احمد رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ محمد عارف رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ عبدالقدوس رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ جلال الدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ نظام الدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ شیخ ابوسعید رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ محبّ اللہ بہاری رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ محمد فیاض رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ محمد حامد رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سید شاہ عضد الدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ عبدالہادی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ عبدالباری رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ عبدالرحیم رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت شاہ نور محمد جھنجھانوی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت مولانا امداد اللہ شاہ رضی اللہ عنہ

محمد انوار اللہ واخی الصالح الحافظ مولوی غلام محمد صاحب را بزمرۂ حضرات موصوفین محشور گرداں فقط

درطریقۂ چشتیہ حافظ صاحب موصوف را اجازت دادم فقط

محمد انوار اللہ عفی عنہ

کتبہ

(۱) یہ قطعہ سنگ موسیٰ پر ابھرے ہوئے حروف میں کندہ اور مزار کے سرہانے چھوٹی کمان میں نصب ہے۔

(۲)

عاشق دیں وعارف کامل
کچھ نہ تھی ان کو دنیوی خواہش
داخلِ خلد ہوگئے عارفؔ
سال ہے زعمؔ طالب بخشش

۱ ۳ ھ ۲ ۱

(۳) یہ کتبہ خط نستعلیق میں سنگ پر کندہ اور مزار کے سرہانے دائیں جانب نصب ہے۔

﴿الحمدلله علی کل حال﴾

حضرت سید السادات حافظ شاہ غلام محمد ابوالبرکات رفاعی القادری الچشتی قدس سرہٗ کا یہ گنبد اور اس سے ملحقہ خانقاہ عنایت الٰہی بہ تحریک محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیؔر و مولوی سید مراد علی صاحب طالعؔ و مولوی خواجہ حمید الدین صاحب شاہدؔ ایم۔اے حسب نقشہ مولوی فیاض الدین صاحب آرکیٹکٹ بعہد سلطنت شہریار دکن و برار میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع و بدور سجادگی سید شاہ تقی الدین احمد قادری ابن ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ بحسن سعی و اہتمام مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی صفوی ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں تعمیر کیا گیا، اس کی تعمیر کا آغاز ۵؍ربیع الاول کو ہوا اور اسی سال ماہ رمضان المبارک میں تکمیل عمل میں آئی۔

(۴) سنگ سیلو کا یہ کتبہ مزار کے سرہانے بائیں جانب نصب ہے۔

﴿الحمدلله علی کل حال﴾

اسی گنبد شریف یا اس کے قرب و جوار میں حضرت سید شاہ غلام محمد ابوالبرکات قدس سرہٗ کے حقیقی دادا حضرت مولانا سید شاہ بدیع

الدین رفاعی القندہاری دفن ہیں جو حضرت فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ قادری الچشتی القندہاریؒ کے استاد تھے اور جنکا وصال اپنے فرزند حضرت صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہید کے مکان میں (واقع محلّہ چمپادر وازہ جہاں اب سٹی کالج کی عمارت ہے) ۸/محرم الحرام ۱۳۰۹ھ کو ہوا تھا، اور جس کا مادّہ تاریخ محمد قطب الدین مرحوم خطیب قندہار نے ''داغ شد'' نکالا تھا جس کو حضرت ابوالبرکات زعیم قدس سرہٗ نے ایک قطعہ میں منظوم کر کے اپنے سوانح حیات میں درج فرمایا چونکہ طغیانی رودموسیٰ کے باعث حضرت کے مزار کا نشان باقی نہ رہا تھا اس لئے یہ قطعہ تاریخ بطور یادگار سنگ مزار یہاں نصب کیا گیا۔

حضرت بدیع دین کہ جد حقیقی ام
زیں رہگزر چوں راہی فردوس باغ شد
از بہرِ فاتحہ بہ مزارش چورفتہ ایم
آواز ایں غیب بر آمد کہ داغ شد

۹ ۰ ۳ ۱ ھ

(۵تا۸) گنبد کے اندر چاروں پہلو کی درمیانی کمانوں کے اوپر گنبد کی گردن کے نیچے چار مستطیل کتبے بخط نسخ سنگ سیلو میں کندہ اور نصب ہیں وہ یہ ہیں۔

سرہانے کا کتبہ (جانب شمال)

﴿الا انّ اولیاء اللہ لا خوف علیم ولاھم یحزنون﴾

کتبہ جانب مغرب

﴿قل یا عبادی الذین اسرفوعلی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ لیغفرالذنوب جمیعاانہ ھوالغفور الرحیم﴾

کتبہ جانب مشرق

﴿وکفاو اعظا بالموت ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولایستقدمون﴾

کتبہ جانب جنوب

﴿قال محمد نبی الکونین، للمومن حتی فی الدارین المومنون لایموتون بل ینتقلون من دارالی دار﴾

۹۔ یہ کتبہ خط نستعلیق میں سنگ سیلو پر کندہ ہے اور گنبد کے بیرونی رخ پر جنوبی پہلو میں جو خانقاہ کے مقابل ہے، ایک گوشہ میں بنیاد کے اوپر نصب ہے۔

گنبد پر طریقت شد بنا (۱۳۶۴ھ)

۱۰۔ یہ کتبہ جو خانقاہ کی پیشانی پر نصب ہے اسم بامسمیٰ اور تاریخ ہے اس لئے کہ حضرت کے والد بزرگوار کا نام سید شاہ عنایت اللہ حسینی تھا اور موجودہ سجادہ سید شاہ تقی الدین قادری رفاعی کا عرف بھی عنایت بادشاہ ہے،۔بحساب ابجد اس کے اعداد سے سنہ تعمیر ۱۳۶۴ھ۔

۱۰) خانقاہ عنایت اللّٰہی (۱۳۶۴ھ)

۱۱۔ و۱۲ نمبر کتبہ خانقاہ کے بیرونی ہال میں وسطی درازہ پر نصب ہے اور نمبر ۱۲ کتبہ اسی ہال میں غربی دیوار پر نصب ہے۔

۱۱) یک ذرّہ عنایت الٰہی، بہتر ز ہزار بادشاہی

خانقاہ عنایت الٰہی بیادگار حضرت صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہید جو یکم رمضان ۱۲۴۶ کو اسی مقام کے قریب طغیانی رودموسیٰ میں غریق رحمت ہوئے اور جن کے حالات زندگی و اوصاف باطنی مشہور مورخ ادیب شمس الدین امیر حمزہ نے کتاب ''روضہ شہید زاہد غریق''، میں قلمبند کر کے ۱۳۲۷ھ میں مطبع مفید دکن سے شائع کئے ان

کے خلف صالح حضرت حافظ سید شاہ ابوالبرکات غلام محمد قادری رفاعی الچشتی کے گنبد کے ساتھ ۱۳۶۴ھ میں تعمیر کی گئی۔

۱۳۔تا۲۰۔ یہ آٹھ کتبے خانقاہ کے اندرونی حصّے میں نصب ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غربی دیوار کا کتبہ:

برقصر عمر تکیہ کن استوار نیست
دردارِ بے قرار کے راقرارنیست
خوش منزلیست رونق دنیا بچشم ما
خوش دولت دست عمرولے پائدارنیست

جنوبی دیوار میں دائیں سے بائیں طرف حسب ذیل ۳ کتبے ہیں۔

۱۴۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم
ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم

۱۵۔ تلک الجنة نورث من عبادنامن کان تقیا

۱۶۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا
من لدنک رحمة انک انت الوھاب

مشرقی دیوار کا کتبہ

(۱۷)محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجد ایبتغون فضلا من اللہ ورضوانا.

(۱۸) شمالی دیوار میں دائیں سے بائیں جانب حسب ذیل ۳ کتبے نصب ہیں۔

اۓ طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

دارا وسکند رسے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوائے اسد اللہی
آئینِ جوانمرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
تواے اسیر مکاں لامکاں سے دورنہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دورنہیں
وہ مرغزار کہ بیم خزاں نہ ہو جس میں
غمگینی نہ ہوکہ ترے آشیاں سے دورنہیں
فضاتری مہ وپرویں سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دورنہیں

۱۹۔

تواں کردن تمامی عمر خود مصروف آب وگل
کہ شاید یک دلے صاحب ولے دروے کند منزل

۲۰۔خط کوفی میں سورہء اخلاص کا ایک کتبہ ہے وہ سنگ سیلو کی ایک مربع تختی پر کندہ اور خانقاہ سے متصلہ مشرقی کمرہ میں نصب ہے۔

۲۱۔سنگ سیلو کا یہ کتبہ جس پر راقم الحروف کا قطعہ تاریخ کندہ ہے گنبد اور خانقاہ کے درمیانی مستطیل حوض پر نصب ہے۔

۲۲۔

اے محی دین بوالحسنات ، اعطاک اللہ اجروبرکات
طالبؔ کردہ فکر تاریخ ، ہاتف گفتہ۔حوض الحسنات
(۱ ۳ ھ ۶ ۴)

۲۳ یہ کتبہ جو ہم نام اور ہم تاریخ ہے سنگ سیلو میں کندہ اور بیت الفضائل کی عمارت پر نصب ہے۔

بیت الفضائل
۱۳۶۴ھ

۲۴۔ بیت الفضائل کی چھت سے متصل جنوبی سمت میں جو برآمدہ ہے اس کے اوپر خط نسخ کا یہ کتبہ سنہرے حروف میں کندہ اور نصب ہے۔

لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ

۲۵۔ نقارخانہ سے اندر کی طرف آنے والے راستہ پر ایک بڑا حوض ہے اس کے جنوبی گوشے پر راقم الحرف فقیر کا قطعہ تاریخ ایک بڑے سنگ سیلو پر نستعلیق خط میں کندہ اور نصب ہے۔

ڈاکٹر سید محی الدیؔن زور آپ کو دیں ساقی کوثر صلہ
سال تعمیر اس کا طالؔع نے کہا کتنا اچھا حوض آبی جب بنا
۱ ۳ ھ ۶ ۶

۲۶۔ یہ کتبہ نقارخانہ کی کمان کے اوپر شاہراہ کے رخ بخط نستعلیق سنگ مرمر میں کندہ اور نصب ہے

۲۷۔

درگاہ حضرت سید السّادات حافظ ابوالبرکات قدس سرہٗ

عرس:۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۵/۷/ ماہ ربیع الاول کو ہوتا ہے پہلے روز صندل اور زیارت آثار موئے مبارک، دوسرے روز جشن چراغاں قوالی اور مہمانوں کی دعوت اور تیسرے دن ختم قرآن اور فاتحہ کی تقریب ادا ہوتی ہے صندل مسجد چوک سے درگاہ شریف لایا جاتا ہے نل اور برقی روشنی کے مستقل انتظام کی وجہ سے زائرین اور عوام کو خاصی مدد ملتی ہے مولوی سید شاہ تقی الدین قادری رفاعی چشتی ......مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔

(تلخیص، تذکرہ اولیائے حیدرآباد حصہ چہارم، ص ۱۰۶ تا ۱۱۷، سید مراد علی طالؔع)

تاج العلماء حضرت مولانا مفتی رحیم الدین قادریؒ

(المتوفی 1389ھ 1970)

فخر الفضلاء، عمدۃ الفقہاء، استاذ الاساتذہ، مفسرِ شہیر، محدثِ کبیر، مفتی شریعت، ہادی طریقت، مولانا مفتی محمد رحیم الدین قادری ابن حضرت محمد سراج الدین علیہما الرحمۃ، حضرت شیخ الاسلام کے خلفاء میں منفرد کمالات کے حامل تھے۔ آپ چودھویں صدیں ہجری کے نامور عالم دین تھے قدرت نے آپکی ذات میں بہت سی خوبیاں ودیعت کی تھیں۔ علوم اسلامیہ میں یگانہ، فقیہ، محدث، مفسر اور دقیقہ سنج ونکتہ رس علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ کے مورثِ اعلیٰ قریشی النسل تھے اور حضرت نے براہِ دہلی سرزمینِ علم وفن حیدرآباد دکن کو اپنا ثانی وطن ومسکن بنالیا۔ 7 ربیع الآخر 1311 ہجری م 1893ء حیدرآباد دکن میں آپ کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تحصیل وتکمیل کے لئے درسِ نظامی کی قدیم دانش گاہ جامعہ نظامیہ اسلامیہ میں داخلہ لیا خداداد ذہانت وفطانت کے سہارے بہت جلد ہی تعلیمی مراحل طئے کرلئے شیخ الحدیث حضرت مولانا حکیم محمد حسین علیہ الرحمۃ کے بموجب حضرت مفتی صاحب کو فن فقہ وافتاء سے زیادہ لگاؤ تھا اسی نسبت سے ان کے شیخ ان کو "مفتی" کے نام سے پکارتے۔ اساتذہ کا دیا ہوا یہ لقب آپ کے نام کا جزء بن گیا۔

آپ کے تبحر علمی کی شہرت مادر علمی جامعہ نظامیہ کے در ودیوار سے نکل کر مملکتِ آصفیہ کے ایوان تک پہنچ گئی اور آپ کو حکومت آصفیہ کے انتہائی اعلیٰ محکمہ "صدارت العالیہ" کے منصب پر فائز کیا گیا، آپ کے فتاویٰ نہ صرف دکن بلکہ سرزمین ہند کے مختلف علاقوں اور عالمِ اسلام میں بڑی

وقعت وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔حضرت مفتی صاحب کو اس مقام تک پہنچانے اور آپ کی شخصیت کی تشکیل میں جن فضلاء وادباء کا ہاتھ تھا ان میں مولانا عبدالصمد قندہاری، مولانا مفتی رکن الدین قادری، مولانا مفتی سید عبدالکریم افغانی، مولانا محمد یعقوب محدث، مولانا ابوبکر شہاب، مولانا قاری تونسی کے علاوہ آپ کے مربی ومحسن استاذ شریعت پیر طریقت حضرت شیخ الاسلام کی نظر کیمیاء اثر کا بھی فیضان شامل رہا۔ واردات ومکاشفات، عوارف ومعارف، رموز واسرار سے واقفیت کیلئے مشہور زمانہ ''فتوحاتِ مکیہ'' و''فصوص الحکم'' کے درس میں شرکت اور حضرت شیخ الاسلام کی توجہ خاص نے ظاہری وباطنی علوم کا مخزن اور آئینہ کمال بنادیا۔

حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کرنے کے بعد یہ نصیحت بھی فرمائی کہ ''اوراد و وظائف کے بجائے ہمیشہ علوم دینیہ کی تعلیم واشاعت میں کوشاں رہیں کیوں کہ اس کے برابر کوئی عبادت تقربِ الٰہی کا باعث نہیں جو لوگ اس کام میں مصروف رہتے ہیں ان کے مدارج میں روز افزوں ترقی ہوتی رہتی ہے''۔اس ہدایت پر عمر بھر آپ عمل پیرا رہے اور اپنی مادر علمی کی خدمت کو اس ہدایت کی تکمیل کے لئے منتخب کیا۔ حدیث وتفسیر وفقہ کی امہات الکتب کی تدریس کے علاوہ جامعہ کے انتظامی ہیکل کی تشکیل وتنظیم میں بھی نمایاں اور نا قابل فراموش کردار ادا کیا۔

چنانچہ 1929ء میں جامعہ نظامیہ کی مجلس منتظمہ کے رکن منتخب ہوئے اسی عہد میں جامعہ کے نصاب تعلیم اور امتحانات کے قواعد مرتب ہوئے ۔ 1945ء میں فرمان شاہی کے مطابق شیخ الجامعہ اور معتمد جامعہ مقرر ہوئے ۔ 1952ء تک یہ خدمت انجام دی ۔ جامعہ کیلئے جدید عمارات آپ ہی کے عہد میں خریدے اور بنائے گئے ۔ 1929ء میں فقہ حنفی کی نایاب کتب اشاعت کیلئے قائم کی جانے والی ''مجلس احیاء المعارف النعمانیہ'' کی تاسیس وترقی میں بھی آپ کا سرگرم رول رہا۔

ملکی ملی وقومی مسائل پر بھی آپ گہری نظر رکھتے تھے ۔ دکن کے علماء کی نمائیدہ جماعت ''مجلس علماء دکن'' کے اساسی ممبر تھے یہ جماعت آج تک مسلمانوں کی ملی ومذہبی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ مذاہب اربعہ کے جید عالم تھے لیکن حضرت امام اعظمؒ کے مسلک پر سختی سے عامل اور کاربند تھے۔مجلس اشاعت العلوم واقع جامعہ نظامیہ کے معتمد بھی رہے اور مختلف کتابوں کی اشاعت کے تسلسل کو جاری رکھا۔

دومرتبہ حج وزیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے ،تقوی وطہارت ،دعوت وعزیمت، استقامت، شیریں لسانی ،خوش اخلاقی ،اصابت رائے ،اورقوتِ فیصلہ کا پیکر تھے۔ایک باکمال عالم ہونے کے ساتھ آپ ایک بہترین قلمکار ومصنف بھی تھے۔آپکی حسب ذیل تصنیفات وتالیفات ہیں۔

(ا) فتاوی صدارت العالیہ:

یہ ان فتاوی کا مجموعہ ہے جو آپ نے حکومت آصفیہ کے کلیدی محکمہ ''صدارت العالیہ'' سے صادر فرمائے تھے۔ عبادات، مناکحات، عقود ومعاملات، اعتقادات، حظر واباحت سے متعلق کوئی 25 ابواب پر محیط ہے جس میں مختلف ومتنوع اسلامی احکامات جمع ہیں، حوالہ جات کا اہتمام بھی ہے، جوابات کی اردو تحریر مختصر لیکن جامع ومانع ہے لیکن حوالہ جات تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں مجموعی لحاظ سے یہ ایک بہترین فتاوی ہیں جو 1352 ہجری حیدرآباد سے طبع ہوئے فتاوی کے سرورق پر یہ سرخی نمایاں ہے ۔ مجموعہ مہمات مسائل اور احکام فقہیہ مجریہ محکمۂ شیخ

الاسلام صدر الصدور دولت عالیہ آصفیہ موسوم فتاوی صدارۃ العالیہ۔

(۲)صفة الحج۔

(۳)دعوۃ الاخوان لاحیاء المعارف النعمان۔

(۴)مسئلہ فاتحہ

حضرت مولانا مفتی سید محمود قادری کان اللہ لہ

(المتوفی 1389ھ م 1969ء)

خطیب دکن، علامۃ الزمن، حضرت مولانا مفتی سید محمود قادری کان اللہ لہ اپنے عہد کے جلیل القدر علماء میں امتیازی شان کے مالک تھے۔آپ ایک اعلی اور شریف خاندان کے چشم و چراغ تھے۔جامعہ نظامیہ کے قابل فخر فرزند اور حضرت شیخ الاسلام کے قابل صد ناز تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا۔جامعہ نظامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جمعیۃ عروب بارکس میں درس وتدریس کی مسند پر فائز ہوئے اور اپنے علوم ظاہری و باطنی کے فیضان سے کئی سال تک خلقِ کثیر کو فیضیاب کیا۔دیگر علوم کے ساتھ ساتھ آپ کو عربی زبان وادب میں مہارت اور فن عروض و بلاغت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔آپ بسطۃً فی العلم والجسم کی تصویر تھے۔حق گوئی و بے باکی آپ کا طرۂ امتیاز تھا اور اقبالؔ لاہوری کے اس شعر کے مصداق تھے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

امیر جامعہ مقصود جنگ کے عہد میں جب جامعہ نظامیہ کے اسلامی تشخص اور انفرادیت کے نقوش تاباں کو نصاب کی اصلاح کے پردے میں ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس وقت سب سے پہلے آپ نے صدائے احتجاج بلند کیا اور دوسروں کی توجہ بھی اس جانب مبذول کروائی اور احتجاجاً شیخ الجامعہ کے عہدہ سے استعفی پیش کر دیا۔

آپ جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں درس تدریس فقہ وافتاء میں استادانہ صلاحیت کے ساتھ ساتھ قطب شاہی دور کی یادگار 400 سالہ قدیم و عظیم تاریخی مکہ مسجد کے خطیب بھی تھے۔اپنی فصیح وبلیغ خطابت سے ایک دنیا کو مسخر کر رکھا تھا۔قدرت نے آپ کو بڑی عمدہ اور پرکشش آواز سے سرفراز کیا تھا۔ہزار ہا لوگ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آپ کے خطبہ کو یکساں سنا کرتے تھے۔اس اعجازِ خطابت سے مکہ مسجد کے محراب ومنبر برسوں گونجتے رہے۔آپ کی شخصیت کو مقبول عام بنانے میں حضرت شیخ الاسلام کے علمی و عملی فیضان کا بڑا حصہ رہا۔

مختلف علوم وفنون کے ساتھ آپ کو شعر وادب سے بھی کافی ذوق وشوق تھا۔عربی کے علاوہ فارسی میں ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے آپ نے اہل علم واصحاب فکروفن سے اپنی شخصیت وعلمیت کا لوہا منوایا اور داد تحسین حاصل کی۔

آپ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اور کلام موزوں کیا اور عربی میں خطبات جمعہ پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمائی ،مگر افسوس کہ یہ دونوں بھی حوادث زمانہ کی نذر ہو گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ
کی متاع عزیز جامعہ نظامیہ

مادۂ تاریخ بِنائے عمارت جدید برائے جامعہ نظامیہ

الملقب بہ ''بیت العلوم مشرقیہ''

فرمودہ حضرت سلطان العلوم آصف سابع نواب میر عثمان علی خاں عثمانؔ

جامعہ نظامیہ کی مرکزی عمارت پر سہ الواح نصب ہیں جن پر بزبان فارسی درج ذیل اشعار خوبصورت تحریر میں کندہ ہیں۔

به پیشِ مصحفِ قدسی تو شوجبیں سائے
زبہر ہر یکے بنگر تو نیز ملجائے
چہ شان مکتبِ انوار گفت ایں عثمانؔ
علومِ مشرقیہ رابخواں تو ایں جائے

میان زائیراں بنگر ہجوم است
پئے ہر مکتبے عثمانؔ لزوم است
چہ تعمیر ے بہ الطافِ الٰہی
نگر بادل کہ انوارِ علوم است

دہد نوید کہ ایں مکتبِ معالی را
نگر بہ چشمِ دل ایں اسوۂ غزالی را
زمان و ساعت فرخندہ فال اے عثمانؔ
دہد چہ کرد شئے ایام و ہم لیالی را

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی بِنا کردہ جامعہ نظامیہ کا یوم تاسیس

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی رضوی اشرفی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

﴿۱۹/ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ ہجری﴾

✪✪ یومِ تاسیس: حضرت شیخ الاسلام کی فکر رسا، دوراندیشی، مستقبل شناسی اور ملت اسلامیہ کی علمی وفکری رہبری کا مظہر ہے۔

✪✪ یوم تاسیس: دراصل عصر حاضر میں جامعہ کے پیام کو عملی شکل میں پیش کرنے کا نام ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، عصر حاضر میں نظامیہ ونظامیین کی علمی، ادبی، صحافتی، ملی، معاشرتی وفکری شناخت وپہچان کو پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ اجاگر کرنے کا پیغام ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس تحفظات، خدشات خیالات، سے ماورئی ہو کر بھرپور یقین واعتماد اور ہم خیالی وہم آہنگی کے ساتھ مادرِ علمی کی خدمت کیلئے وقف ہوجانے کا نام ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، اسلاف کے نقوش وخطوط کو پیش نظر رکھتے ہوئے حال کی تعمیر اور مستقبل کی عصری اسلوب میں صورتگری سے عبارت ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس،فرزندان جامعہ کیلئے تجدیدِ عہدِ وفا کا یادگار دن ہے۔

✪✪ یوم تاسیس، وابستگانِ جامعہ، ہمدردانِ جامعہ، فرزندانِ جامعہ کیلئے قدیم وجدید کی اصطلاحات سے پرے مخلصانہ خدمت کیلئے ایک ہوجانے کا متقاضی ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، ابنائے نظامیہ کے فکری، ملی، ادبی، صحافتی کارناموں کو منصوبہ بند انداز میں قوم وملت کے سامنے لانے اور رواقف کروانے کا دن ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، جامعہ کے نصابِ تعلیم کی خوبیوں اور عصری ہم آہنگیوں کے نقطۂ اتصال کو وسیع پس منظر اور علمی صورت میں نافذ کرنے کا داعی ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، مولانا مظفر الدین معلیؒ ، مولانا غلام قادر مہاجر مدنیؒ ، ودیگر محسنوں کی یاد تازہ کرتا ہے جنھوں نے آج سے ۱۳۶ سال قبل رودِ موسیٰ کے کنارے ایک دبستانِ فکر، گلشنِ خیال، درس گاہِ قال، خانقاہ حال، بوستانِ تہذیب اور گلستانِ تمدن کے پیکر کو خیالات کی دنیا سے نکال کر ''مدرسہ نظامیہ'' کا قالب عطاء کیا اور قدرت نے اس میں حضرت شیخ الاسلامؒ جیسا قلب عطا فرمایا جسنے اس پیکر کو زندہ ومتحرک بنادیا۔

✪✪ یومِ تاسیس علامہ مفتی رکن الدینؒ کی اصابت کو علامہ ابراہیمؒ ادیب کی فصاحت کو، علامہ شطاریؒ کی مقبولیت کو علامہ مخدوم حسینیؒ

کی فضیلت کو علامہ مفتی رحیم الدینؒ کی صداقت کو علامہ محمود صمدانیؒ کی حکمت کو علامہ معظّمؒ کی ادبیت کو علامہ غلام قادرؒ کی سخاوت کو علامہ عبدالحمیدؒ کے تبحر، کو علامہ افغانیؒ کے تفحص کو علامہ جلالۃ العلمؒ کے تمہر کو حضرت صدرالشیوخؒ کے تفکر کو ذہن میں تازہ کرتا ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، قوت وتوانائی کا ایسا سورج ہے جس کی تابناک کرنوں سے جامعہ کا ۱۳۶ سالہ تاریخ کا گوشہ گوشہ اکتساب نور کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، ایسا پھول ہے جسکی خوشبو جاں نواز اور مشامِ علم وفن کو معطر ومعنبر کردیتی ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، عزمِ تازہ، فکرِ نو، سعیِ پیہم، جہدِ مسلسل، بلندی نگاہ، سخنِ دلنواز، اور جانِ پرسوز کے ذریعہ جامعہ کے قافلۂ علم وشعور کو جاری وساری رکھنے کا نقیب ہے

✪✪ یومِ تاسیس انتشار کے بجائے اتحاد، تنفر کے بجائے تلطّف تعلّی کے بجائے تسلّی کا داعی ہے۔

✪✪ **یومِ تاسیس، اجتماعی قوت فکر وعمل کو بروئے کار لاتے ہوئے جامعہ کے کاروانِ علم وعمل کو آگے بہت آگے بڑھانے کا پیغام ہے۔**

✪✪ **یومِ تاسیس ایسی صبح کے مماثل ہے جس کے سورج کی ہر کرن جامعہ کی بقاء وارتقاء کیلئے تن، من، دھن سے وقف ہوجانے کی دعوت دیتی ہے۔**

✪✪ یومِ تاسیس، بقول اقبالؔ آئین نو سے ڈرنے اور طرزِ کہن پر اڑنے کا نام نہیں بلکہ قدیمِ صالح اور جدیدِ نافع کے حسین امتزاج کا متمنی ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس فرزندانِ جامعہ کیلئے اقبالؔ کا یہ پیغام دیتا ہوا نظر آتا ہے کہ

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں ماہِ مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

✪✪ یومِ تاسیس بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلنے کی ایک زندہ وتابندہ یادگار ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس ذہن وفکر کے بند دریچوں کو کھولتا ہے، وسیع القلب اور سلیم الفکر بناتا ہے فکر رسا کو افراد تک نہیں بلکہ افلاک پر کمند پھینکنا سکھاتا ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، انفاق واتفاق، اخلاص واختصاص کے جوہر سے مرصع ہونے کی تلقین کرتا ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس نظامی المکتب افراد کو ایسے ہی متفق ومتحد ہوجانے کی دعوت دیتا ہے جیسے عہدِ نبوی کے حرم مکی میں حجرِ اسود کی تنصیب کے وقت مظاہر ہوا تھا۔

✪✪ یومِ تاسیس، افکار کو روشنی، افعال کو جلا، اخلاص کو نکھار، اختصاص کو تابندہ، احساس کو رخشندہ، اتحاد کو مضبوط، اتفاق کو مربوط کرنے کیلئے آتا ہے۔

✪✪ یومِ تاسیس، محاذ آرائی کے بجائے انجمن آرائی، فکرِ مخصوص کے بجائے بنیانِ مرصوص میں ڈھلنے کا پیغام ہے۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا قائم کردہ دارالخلافہ علم وآگہی جامعہ نظامیہ بہ یک نظر

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی رضوی اشرفی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

حیدرآباد علم وفن سے معمور ادیبوں، عالموں، صوفیوں کا شہر ہے۔ جس کی تاریخ کے اوراق زرین کارناموں سے مزین ہیں اسی تاریخی سرزمین پر اسلامی تعلیمات کا مینارہ نور جامعہ نظامیہ اپنے علمی و روحانی سفر کے 136 سال مکمل کر چکا ہے۔ اس طویل مدت میں اس کی ضیاء پاشیوں نے ہزاروں لاکھوں دل ودماغ کو منور کیا اور آج بھی یہ گم گشتہ راہوں کے لیے نشان منزل کی صورت میں اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ہم میں موجود ہے اور علم وآگہی فروغ فکروفن کی ارتقائی منازل طے کرتا جارہا ہے۔

یہاں کی یادگار عمارت علم وشعور سے مزین ہے یہاں کے بارونق درودیوار حکمت ودانائی کی داستانیں سناتے ہیں اس دارالخلافہ علم وآگہی میں حکمت وفراست کے انمول خزانے ہیں۔ یہاں علم وفن کی سوغات باٹنے والے اساتذہ ہیں یہاں کا کتب خانہ روحانی شفاخانہ Dispensary of Soul ہے۔

آیئے یہاں کے کاروانِ علم وعمل کے مسافروں کی تاریخ پر نظر ڈالیں جو ریکارڈ دفتر معتمدی جامعہ نظامیہ اور مستند ماخذ ''تاریخ نظامیہ'' از مولانا شاہ ابوالخیر کنج نشینؒ، مولانا مفتی خلیل احمد صاحب، مولانا سید خواجہ صاحبؒ (سابق منتظم شعبۂ تدریس) کے مشاہدے اور معلومات پر مبنی ہے۔

فہرست اسماء میرِ مجلس جامعہ نظامیہ

حجۃ الاسلام مولانا امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی (صدر یار جنگ) رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حافظ محمد احمد صاحب مرحوم

مولوی غلام احمد صاحب (محاسب جنگ) رحمۃ اللہ علیہ

نواب فخر یار جنگ بہادر مرحوم

مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ظہیر یار جنگ صاحب مرحوم

لیاقت جنگ صاحب مرحوم

مولانا اکرام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محمود یار جنگ صاحب مرحوم

مقصود جنگ صاحب مرحوم

مولوی محامد علی عباسی صاحب مرحوم

مولوی محمد عبدالستار صاحب مرحوم

مولوی محامد علی عباسی صاحب مرحوم

مولانا حکیم محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید حبیب اللہ قادری رشید پادشاہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید عبد الولی قادری صاحب مرحوم

مولانا سید اکبر نظام الدین حسینی صاحب

فہرست اسماء معتمدین جامعہ نظامیہ

مولانا محمد مظفر الدین معلّی صاحبؒ

مولانا محمد عبد اللطیف صاحب

مولانا سرفراز الدین صاحب

مولوی اکرام علی صاحب

مولوی محمد تقی صاحب

مولوی صفی الدین صاحب

مولوی غلام محمد صاحب (محمد یار جنگ)

نواب محاسب جنگ

مولوی مقصود علی خاں صاحب

ناظر یار جنگ

مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب

مولانا سید زین العابدین صاحب

مولانا مفتی عبد الحمید صاحبؒ

مولوی ولی اللہ صاحبؒ

مولانا ابو الفضل سید محمود قادری صاحبؒ

مولوی عبد الرشید خاں صاحب

مولانا سید عبد الوکیل جعفری صاحبؒ

مولانا پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب

مولوی سید علی الدین احمد قادری صاحبؒ

مولوی سید اکبر نظام الدین صاحب صابری

مولوی محمد عبد الشکور صاحب ایڈوکیٹ

مولانا جاؔمی صدیقی نظامی

مولانا مفتی خلیل احمد صاحب

مولوی سید احمد علی صاحب

فہرست اسماء شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مرحوم

حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی سید محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ محمد ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ بحر العلوم محمد عبد القدیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی محمد اکرم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد عبد الہادی بدایونی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی شیخ سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید شاہ حبیب اللہ قادری رشید پادشاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضوی القادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی

فہرست اسماء شیوخ حدیث جامعہ نظامیہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حکیم محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حاجی منیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبد الجلیل النعیمی الاشرفی صاحب

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب مدظلہ العالی

فہرست اسماء مفتیان کرام

حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مفتی سید عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی سید مخدوم حسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد احمد صاحب مرحوم

حضرت مولانا مفتی مرزا مخدوم بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد ولی اللہ قادری صاحب ؒ

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا مفتی ابراہیم الہاشمی خلیل صاحب مدظلہ العالی

حضرت علامہ مفتی محمد عظیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی

شیوخ واساتذہ تجوید وقرأت

حضرت قاری ابوالکاظم سید علی حسینی المعروف بہ محمد روشن علی صاحب ؒ

حضرت قاری ابومحمد حافظ عبد الرحمٰن بن محفوظ الحمومی صاحب ؒ

حضرت قاری میر کاظم علی صاحب

حضرت قاری میر محبوب علی صاحب قبلہ ؒ

مولانا قاری شیخ محمد عبد الغفور قادری، نائب شیخ التجوید

فہرست منتظمین شعبہ تدریس

حضرت مولانا ابوالفداء محمود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضل علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید حیدر علی صاحب برادر اکبر قاضی سید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاری عبد الکریم تسکین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محترم محمد بغدادی صاحب

حضرت مولانا قاری سید خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبد المقتدر صاحب

فہرست مہتممین کتب خانہ

حضرت مولانا حکیم ابوالفداء محمود احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شیخ صالح باحطاب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا غلام مرتضی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حیدر شریف صاحب ؒ

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب مدظلہ

حضرت قدرت اللہ بیگ صاحب

حضرت مولانا محمد فاروق علی صاحب مدظلہ

شاہ محمد فصیح الدین نظامی

(جامعہ نظامیہ حیدرآباد، تاریخ کے آئینے میں، قلمی غیر مطبوعہ)

☆☆☆

ترانہ مرکز علم و فن جامعہ نظامیہ

ڈاکٹر صوفی افسرؔ الحق دہلوی، استاذ جامعہ نظامیہ

قایم رہے الٰہی یہ مدرسہ ہمارا — اسلامیت کا مرکز ہے جامعہ ہمارا
مشفق اساتذہ ہیں شاگرد ہیں مودب — ہوتا ہے طے بخوبی ہر مرحلہ ہمارا
درسِ حدیث و فقہ مقصود و مدعا ہے — تحصیلِ علمِ قرآں ہے مشغلہ ہمارا
سب مانتے ہیں لوہا تعلیم کا ہماری — دنیا کے جامعوں میں ہے تذکرہ ہمارا
توحید کی اشاعت تفویض ہے ہمارے — تکذیبِ کفر و باطل ہے ضابطہ ہمارا
اللہ نے بنایا ہے ہم کو خیرِ اُمت — سردارِ انبیاً سے ہے سلسلہ ہمارا
آگے قدم بڑھاکر ہٹتے نہیں ہیں پیچھے — عالم پہ آشکارا ہے حوصلہ ہمارا

افسرؔ کی یہ دعا ہے خلّاقِ دوجہاں سے
اونچا رہے جہاں میں یہ جامعہ ہمارا

پُر نور کرکے لوٹا حق کی تجلیوں سے — ظلمت کدے میں پہنچا جب قافلہ ہمارا
نامِ خدا کا سکہ جاری کیا زمیں پر — ہے یاد آسماں کو ہر معرکہ ہمارا
انصاف و عدل پر ہے قایم ہمارا مذہب — اغیار مانتے ہیں ہر فیصلہ ہمارا
ہم کو نہیں تنفر ہم میں نہیں تعصب — ہر قوم سے مساوی ہے رابطہ ہمارا
پائے گا اک ہمیں کو امن و اماں کا حامی — لے صدقِ دل سے کوئی گر جائزہ ہمارا
حق کے لیے جئیں گے حق ہی پہ مرمٹیں گے — حق ہی عطا کرے گا ہم کو صلہ ہمارا
اسلام نے بنایا ہے ہم کو بھائی بھائی — حل اتحاد پر ہے ہر مسئلہ ہمارا

قایم رہے دکن میں یہ جامعہ ہمارا
تعلیم گہ یہی ہے اسلامیہ ہمارا

ہو علم دیں کا منبع قایم سدا ہمارا — ہے آرزو ہماری اور مدعا ہمارا
اللہ کو جانتے ہیں اللہ کو مانتے ہیں — ہم ہیں خدا کے بندے اور ہے خدا ہمارا
اللہ کے جو نبی ہیں محبوب ہیں ہمارے — حُبِ محمدیؐ ہے شیوا سدا ہمارا
ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اسماعیلؑ اور یوسفؑ — یحییٰؑ نبی ہمارے اور زکریا ہمارا
آدمؑ و نوحؑ و عیسیٰؑ ادریسؑ اور موسیٰؑ — سارے پیمبروں سے ہے سلسلہ ہمارا
داؤدؑ اور سلیمانؑ ایوبؑ ہوں کہ یونسؑ — صدر الصدور سب کا ہے مصطفیٰؐ ہمارا
بوبکرؓ اور عمرؓ کا عثمانؓ اور علیؓ کا — خلفائے راشدیں کا ہے میکدہ ہمارا

قایم رہے دکن میں یہ جامعہ ہمارا
تعلیم گہ یہی ہے اسلامیہ ہمارا

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

دبستان علم وعرفان جامعہ نظامیہ کا تاریخی پس منظر

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

حیدرآباد کو شروع ہی سے علمی مرکز ہونے کا شرف حاصل رہا ہے جہاں رُودِموسی کے ساتھ علم ومعرفت کے دریا بھی موجزن ہیں۔ قلی قطب شاہ کے 400 سالہ قدیم شہر میں قائم جامعہ نظامیہ محتاج تعارف نہیں، جامعہ نظامیہ قرآن وسنت کی تعبیر وامانت، علم ومعرفت کا حسین امتزاج، اسلامی تہذیب وتمدن کا ترجمان، دینی آثار وافکار و اقدار کا نقیب ہے، جس طرح مدرسہ نظامیہ بغداد سے نامور علماء ومفکرین، صاحب دل روشن ضمیر افراد پیدا ہوئے اور دنیا کو علم وفضل سے منور کیا اسی طرح مدرسہ نظامیہ حیدرآباد سے بھی ایسے علماء خطباء، ادباء، وشعراء، محققین، مصنفین، مصلحین وماہرینِ تعلیم پیدا ہوئے جن کی علمی وادبی خدمات نے ایک دنیا کو فیضیاب کیا۔ ایک ماہر تعلیم کے بقول جامعہ نظامیہ کو جو شہرت اور عظمت ملی ہے اس میں اس کے بانی مبانی شیخ الاسلام ابوالبرکات، حافظ محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ کے خلوص نیت اور توکل علی اللہ کا اثر ہے۔ آپ صاحبِ بصیرت عالم، باخبر مصلح اور وسیع النظر مصنف تھے ایک طرف جامعہ نظامیہ ان کی اشاعتِ علوم نبوت کا ''علمی نشان'' ہے تو دوسری طرف کتب خانہ آصفیہ کے قیام میں کلیدی وبنیادی رول اور تیسری طرف عظیم عربی ریسرچ اکاڈمی ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' کی تاسیس ان کے کتابی ذوق کی پہچان اور تحقیقی کردار کو اجاگر کرتا ہے، چوتھی طرف مروجہ بے جا رسومات و خرافات کا انسداد اصلاح معاشرہ اور دینی تعلیم کو عام کرنے مصلحانہ جد وجہد اور داعیانہ کوشش وسعی نے مصلحینِ امت کی صف میں شامل کر کے انہیں صاحبِ کار نہیں بلکہ صاحبِ کارنامہ بنادیا ہے۔ 1292ہجری 1875ء میں جامعہ نظامیہ نے اپنا جو تعلیمی سفر شروع کیا تھا وہ اب تک جاری ہے۔ اخلاقی اقدار و روایات اور آسمانی تعلیمات کا یہ مرکز انسانیت کی فلاح، ملت کی خدمت اور قوم کی جدید تعمیر وتشکیل میں اپنا تاریخی کردار ادا کر رہا ہے۔

تاریخ کے آئینے میں:

جامعہ نظامیہ ابتداء میں مولوی مظفر الدین مددگار ناظم پوسٹ حکومت آصفیہ کے مکان واقع افضل گنج میں قائم ہوا۔ ہاسٹل کے انتظام کے بعد جگہ ناکافی ہونے کی وجہ قیام کے دس سال بعد 1302ھ میں مولوی امیر الدین پونیری کے مکان چنپہ دروازہ منتقل ہوا۔ جہاں سے چند سال بعد نواب فیروز جنگ کے مکان میں منتقل ہوا۔ وہاں سے جناب رفیع الدین کے مکان میں منتقل کیا گیا۔ قیام کے 27 سال بعد 1319ھ میں آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں نے محلّہ شاہ گنج میں ایک شاندار وسیع اور پختہ مکان عطا کیا۔ چند سال بعد یہ بھی ناکافی ہونے لگا تو آصف سابع نے محلّہ شبلی گنج میں وسیع وعریض مکان دیا اور تعمیر کے لئے بارہ ہزار روپیہ بھی دیئے۔ اسی مقام پر اب جامعہ

نظامیہ موجود ہے ۔ اس عظیم مرکزی دینی درس گاہ سے ہزاروں علماء خطباء، شعراء، صلحاء، قانونی ماہرین، معلمین، محققین، مصنفین، واعظین ،صحافی وقائدین نکلے جنہوں نے مختلف شعبہ ہائے حیات میں قومی وملی خدمات کے ذریعہ اعلی مقام پیدا کیا۔

جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ وفارغ التحصیل مشاہیر میں مولانا مفتی رکن الدین ،مولانا عبدالصمد قندھاری، مولانا عبدالباسط، مولانا مفتی سید احمد علی، مولانا مفتی محمد رحیم الدین، مولانا ڈاکٹر عبدالحق، مولانا حکیم ابوالفدا ءمحمود احمد، حضرت مظفر الدین معلّیؔ، مولانا حکیم محمود صمدانی، مولانا سید ابراہیم ادیب رضوی، مولانا سید محمد پادشاہ حسینی، مولانا نذر محمد خاں نقشبندی، مولانا محمد اکبر علی مدیر صحیفہ، مولانا عبدالواحد اویسی ایڈوکیٹ، مولانا مفتی اشرف علی اشرفؔ، مولانا مفتی سید مخدوم حسینی، مولانا مفتی مخدوم بیگ، مولانا شیخ صالح باحطاب، مولانا شیخ سالم بن صالح باحطاب، مولانا سید شاہ سیف شرفی، مولانا سید فرید پاشاہ، مولانا قاری عبدالرحمٰن بن محفوظ، مولانا مفتی عبدالحمید صدیقی، مولانا حاجی منیر الدین خطیب مکہ مسجد، شہنشاہ رباعیات سید احمد حسین امجدؔ حیدرآبادی، حضرت صفیؔ اورنگ آبادی، حضرت علی افسرؔ شاعر محمد نامہ، مفسر قرآن مولانا قاری عبدالباری، مورخ نظامیہ مولانا ابوالخیر کنج نشین، مولانا غلام احمد، مولانا الطاف حسین فاروقی ، حضرت سید حبیب اللہ قادری رشید پاشا، مولانا نوراللہ قادری، مولانا سید عطاء اللہ نقشبندی، مولانا حافظ عزیز بیگ قابل ذکر ہیں۔

پچھلے 136 سال میں جامعہ نظامیہ نے جو یادگار اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔اس کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور 1292ھ تا 1336ھ

یہ 44 سالہ عرصہ موسس جامعہ حضرت ابوالبرکات انوار اللہ فاروقیؒ کا عہد ہے۔جس میں آپ بہ نفس نفیس تدریس کے علاوہ طلبہ کا امتحان لیتے اور شوقین طلبہ کی انعامات کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرماتے۔ پہلی مجلس مشاورت کی تشکیل بھی اسی عہد میں ہوئی جس میں مولانا غلام قادر مہاجر، مولانا مظفر الدین معلّیؔ، مولانا عبدالعزیز خاں صاحب شامل تھے۔ اسی دور میں ہندوبیرون ہند سمر قند، بخارا، بدخشاں، افغانستان اور عالم عرب کے طلباء اپنی پیاس بجھانے کے لئے جامعہ آتے اور سیراب ہوکر اپنے وطن لوٹتے۔

کتب خانہ

1322ھ میں حضرت شیخ الاسلام نے ایک کتب خانہ ’’امداد المعارف‘‘ قائم کیا جس میں پچاس ہزار مطبوعات نادر نایاب قلمی مخطوطات ہیں اس وقت اس سارے قیمتی اثاثہ کو کتب خانہ جامعہ نظامیہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہاں کا سب سے قدیم قلمی مخطوطہ 753ھ کا تحریر کردہ ہے،اس کے علاوہ سریانی زبان کی کتب اور انجیل، رگ وید، مہابھارت، پدماوت اور بانی جامعہ کے مخطوطات بھی موجود ہیں۔

اسناد جامعہ

حکومت آصفیہ نے جامعہ نظامیہ کے اسناد کو مغربی جامعات کے مماثل قرار دیا، اس اعتبار سے مولوی فاضل اور B.A مساوی قرار دئے گئے۔1345 فصلی میں عثمانیہ یونیوسٹی نے بھی جامعہ نظامیہ کے اسناد کو مسلمہ قرار دیا نیز 1985ء میں تبدیل شدہ جدید اسنادات کو بھی اپنے 12-10-1992 کو جاری کردہ لیٹر 3362/1/5555/ aead/92 کے ذریعہ تسلیم کرلیا۔سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت اور مصر کی یونیورسٹی میں بھی جامعہ کی اسنادات مسلمہ ہیں۔چنانچہ اس وقت جامعہ کے طلبہ جامعہ ازہر ودیگر جامعات میں ریسرچ کررہے ہیں۔

دارالخطابت

1323ھ طلبہ میں تحریری وتقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے قائم کیا گیا۔ باضابطہ معلم صاحبان اس کام پر مامور تھے۔ سالانہ جلسہ (کانوکیشن) میں اکثر عمائدین شہر وعلماء شریک رہتے اور ہر سال فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی وخلعت پوشی ہوتی۔

1321ھ کا تاریخی واقعہ

حسب روایت سالانہ جلسہ تقسیم اسناد 22 ذی الحجہ 1321ھ منعقد ہوا، جس میں مشہور علماء اور عوام شریک تھے۔ تقاریر بھی ہوئیں۔ مشہور صوفی وعالم مولانا عبدالصمد قندھاری نے اسنادات تقسیم فرمائے۔ اسی رات ایک بزرگ مولانا شرف الدین رودولوی نے خواب میں معلم انسانیت حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جامعہ کی اسنادات کو اپنی دستخط خاص سے مزین فرمانے کے لئے طلب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے منتظم صاحب اسنادات لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ بشارت جامعہ کی مقبولیت کی علامت قرار پاتی ہے۔ اس مقبولیت کی ایک وجہ جامعہ کا نصاب تعلیم ''درس نظامی'' بھی ہے، جو وقتاً فوقتاً حالات سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ مختلف علوم وفنون کی 72 کتب پر مشتمل یہ نصاب تحتانی، وسطانی، کلیہ، علیا اور ڈاکٹریٹ پر محیط ہے اس نصاب نے ہزار سالہ تعلیمی روایات کو برقرار رکھا ہے۔

عہدیداران جامعہ

تعلیمی شعبہ کے نگران کو ابتداء میں ناظم کہا جاتا تھا لیکن اب ''شیخ الجامعہ'' کہا جاتا ہے۔ اس اہم عہدہ پر سب سے پہلے مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ منتخب ہوئے۔ اس وقت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ ہیں، آپ کی فعال ومتحرک شخصیت نے جامعہ کو بام عروج پر پہنچانے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ عصری تقاضوں کی تکمیل بھی آپ کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے حجتہ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی (1292 تا 1336) چوالیس سال جامعہ کے امیر رہے۔ اس وقت اس عہدہ جلیلہ پر مولانا سید علی اکبر نظام الدین صابری صاحب فائز ہیں۔ سب سے پہلے معتمد حضرت محمد مظفر الدین معلیٰ تھے جو بہترین اڈمنسٹریٹر، شاعر اور مہاراجہ کشن پرشاد کے استاذ سخن تھے۔ 1995ھ میں جناب سید احمد علی صاحب اس عہدہ پر منتخب ہوئے آپ ایک قابل فعال حرکیاتی شخصیت، تجربہ کار اور جہاں دیدہ اڈمنسٹریٹر ہیں آپکے کے دور معتمدی میں جامعہ نظامیہ کے ترقیاتی پراجیکٹ نہایت کامیابی سے ہمکنار ہوئے جامعہ کی جائیدادوں کے تحفظ اور جامعہ نظامیہ اسٹیٹ گن فاؤنڈری کی تعمیر وتکمیل ایک یادگار کارنامہ متصور ہوگا۔ جشن تاسیس کے علاوہ تنظیمی مسائل ومالی وسائل میں آپکی کاوشیں مشعل راہ ہیں۔ آپ بہترین مترجم بھی ہیں۔ مشہور زمانہ فقہی کتاب ''نصاب اہل خدمات شرعیہ'' کا سلیس انگریزی ترجمہ کیا جو مقبولیت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے بالخصوص نوجوانوں اور نو مسلمین میں دین آموزی کا وسیلہ ثابت ہو رہا ہے۔

دور ثانی: 1336 تا 1370ھ

یہ 34 سالہ دور موسس جامعہ کے وصال کے بعد آصف سابع نواب میر عثمان علی خاں کی شاہانہ سرپرستی کا دور بھی ہے۔

شاہانہ سرپرستی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جامعہ کو عروج ودوام بخشنے میں شاہانہ سرپرستی کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ چنانچہ مملکت آصفیہ کے چھٹے

حکمران نواب میر محبوب علی خاں اور سلطان العلوم میر عثمان علی خاں بہادر نے بہ نفس نفیس جامعہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ آصف سادس 6 سال اور آصف سابع کو 22 سال (1307 تا 1329ھ) تک حضرت فضیلت جنگ سے تلمذ حاصل رہا ہے۔

1301ھ میں آصف سادس نے اپنی تخت نشینی کے موقع پر حضرت انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کو ''خان بہادر'' کا خطاب اور منصب یکہزاری سے سرفراز کیا آصف سابع نے 1322ھ میں اپنی جشن سالگرہ کے موقع پر مولانا انوار اللہ کے شایان شان اسم بامسمی ''فضیلت جنگ'' کا خطاب دیا۔ حضرت فضیلت جنگ جب آصف سابع کی تعلیم وتربیت پر مقرر ہوئے تو جامعہ کو 700 روپئے امداد مقرر فرمائی۔ 1329ھ میں جب آصف سابع تخت نشین ہوئے اس امداد میں ایک ہزار تین سو کا اضافہ فرمایا کچھ عرصہ بعد امداد دو ہزار پانچ سو روپئے ہوگئی۔ 1330ھ میں دو ہزار روپئے منظور ہوئے اور یہ فرمان بھی جاری ہوا کہ اس مدرسہ کا انتظام مولوی حافظ محمد انوار اللہ خاں صاحب بہادر کی زندگی تک انہیں کے سپرد رہے گا۔ 1913 تا 1914ء میں جاری کئے گئے فرمان میں جامعہ کی گرانٹ اور انتظامی امور سے متعلق تفصیلی ہدایات درج ہیں۔ اس کے علاوہ 1336ھ میں جب حضرت فضیلت جنگ کا وصال ہوا آصف سابع بمبئی میں تھے واپسی کے بعد مزار پر حاضری دی فاتحہ پڑھی دیر تک استاد محترم کی خوبیاں بیان کیں اور فرمان جاری کیا جس میں جامعہ اور بانی جامعہ کے ساتھ اپنے جذبات قلبی کے اظہار کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے اور مولانا کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے 25-25 جاری کئے۔ ایک اور فرمان میں یہ ارشاد فرمایا ''جامعہ نظامیہ کی تنظیم جدید ہوگی اور اس وقت یہ جامعہ ہر قسم کی معاونت کا مستحق ہے جس کو دینے ایک شاگرد آمادہ ہوگیا ہے اپنا فرض منصبی سمجھ کر زمانہ گزشتہ میں بشمول شاگرد کلاں (مرحوم سرکار نظام سادس) ہر دو نے علم دین حاصل کر کے اپنے استاذ کا نام دنیا میں روشن کیا ہے۔ جس کے مولوی صاحب مستحق تھے لا شک فیہ۔ خدا بانی جامعہ کی روح اقدس کو ان کے بیش بہا خدمت کے سلسلہ میں حرمین شریفین میں آسودہ رکھے۔

عہد آصفی کے ممتاز مورخ مانک راؤ وٹھل کی ''بستان آصفیہ'' جلد سوم کے مطابق 16 جمادی الثانی 1330ھ کو مدرسہ اپنے پچھلے مکان سے اس مکان میں منتقل ہوگیا اور 10 جمادی الثانی 1335ھ کو مدرسہ مذکور سے متعلق ایک دارالاقامہ قائم کیا گیا۔

آصف جاہ سادس وسابع نے اپنے استاد اور ان کی قائم کردہ درس گاہ جامعہ نظامیہ کے تعلق سے جن تاثرات کا اپنے فرامین میں اظہار کیا ہے یہ علمی سرپرستی وقدردانی کی بہترین مثال ہے اس کے علاوہ اس جامعہ کو پروان چڑھانے نواب اقبال یار جنگ، نواب حیدر نواز جنگ۔ نواب مرزا یار جنگ، نواب مہدی یار جنگ، اختر جنگ، فخر یار جنگ، محمد یار جنگ، احسن یار جنگ، ناصر یار جنگ، نواب معشوق یار جنگ، حضرت سید پیر بغدادیؒ، پروفیسر الیاس برنی، ملا عبدالقیوم نے بھی تاریخی کردار ادا کیا۔

جامعہ نظامیہ کا دور ثالث

1370 تا 1398ھ کا ہے، یہ 28 سالہ عرصہ جامعہ کا قومی دور ہے اس میں کئی نشیب وفراز آئے لیکن جامعہ کے عزم سفر میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا گیا۔ مکتب سے مدرسہ، مدرسہ سے جامعہ بنا۔ 1935ء میں انجمن طلباء قدیم کے

نمائندہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریک پر سب سے پہلے نواب سر حیدر نواز جنگ صدر اعظم حکومت حیدر آباد دکن نے اعلان کیا کہ اس درس گاہ میں جملہ علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ مدرسہ کے بجائے جامعہ نظامیہ کہا جائے گا۔ آصف سابع بھی ایک فرمان میں جامعہ نظامیہ سے مخاطب ہوئے۔ (رہبر دکن 2 جمادی الثانی 1359ھ)

جامعہ نظامیہ کا دور رابع

1394 تا 1418ھ کا ہے جو 125 سالہ جشن تاسیس پر ختم ہوتا ہے۔ جامعہ کے قدیم ریکارڈ اور مطبوعہ رپورٹوں سے یہ ثبوت فراہم ہوتا کہ اس طویل عرصہ میں دو لاکھ ساٹھ ہزار سے زائد افراد فیضیاب ہوئے جن میں کاملین، فاضلین، حفاظ، قاری، منشی، منشی فاضل، اہل خدمات شرعیہ (قاضی، خطیب، امام، موذن، ملا) طبیب یونانی، قائدین، شعراء اور ادباء شامل ہیں۔

کاروانِ علم وعمل

جامعہ نظامیہ کے دور حاضر کے ممتاز علماء میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ (امریکہ) مولانا سید نور اللہ قادریؒ، مولانا سید طاہر رضویؒ صاحب، مولانا مفتی ولی اللہ صاحب، پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی (پاکستان)، مولانا سید جعفر محی الدین قادری (امریکہ)، مولانا مفتی محمد عظیم الدین (صدر جمہوریہ ایوارڈ یافتہ) شیخ الحدیث مولانا محمد خواجہ شریف صاحب، مولانا مفتی خلیل احمد صاحب، پروفیسر مولانا محمد سلطان محی الدین، مولانا قاری عبداللہ قریشی، ڈاکٹر سمیع اللہ خان، ڈاکٹر مولانا محمد عبدالمجید نظامی (صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی و ڈائرکٹر دائرۃ المعارف العثمانیہ)، مولانا عبداللہ قرموشی صاحب، مولانا سید خورشید علی مظہری (ریسرچ آفیسر سالار جنگ میوزیم)، ڈاکٹر عبدالشکور نظامیؒ (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج کرنول)، مولانا سید بدرالدین قادری گلبرگہ، مولانا مفتی سید صادق محی الدین، مولانا محمد فاروق علی صاحب، ڈاکٹر عبدالحلیم نظامی ودیگر اصحاب شامل ہیں۔

دارالافتاء جامعہ نظامیہ

شیخ الاسلام نے 1328ھ میں مستقل شعبہ کی حیثیت سے دارالافتاء قائم فرمایا اور سب سے پہلے اپنے خاص شاگرد، مرید وخلیفہ، بلند پایہ فقیہ، علوم ظاہری و باطنی کے جامع حضرت مولانا مفتی رکن الدین صاحب علیہ الرحمۃ کو منصب افتاء پر فائز فرمایا۔ حضرت کو تمام طبقات فقہاء، طبقات کتب اور سارے متون وشروح وحواشی وفتاوی پر گہری وکامل دسترس حاصل تھی۔ اسی لئے اس عظیم گراں بہا عہدہ افتاء پر برسوں کام کیا۔ آپ کے عہد مبارک میں فتاوی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مدون ہوا جس کی تین جلدیں آپ کی حیات میں شائع ہوئیں۔ یاد رہے کہ جامعہ نظامیہ میں مفتی صاحب کے فتوی کو جاری کرنے سے پہلے دیگر شیوخ کرام کے پاس پیش کیا جاتا ہے اور ان کی تصدیق وتصویب کے بعد ضبط (رجسٹر) کر کے اس کو جاری کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت مفتی سید مخدوم حسینی علیہ الرحمۃ اس منصب جلیل پر فائز ہوئے آپ علم وفضل زہد وورع میں اپنے معاصرین پر فائق تھے علم فقہ وافتاء میں بے نظیر تھے۔ بڑے بڑے بظاہر پیچیدہ اور لا ینحل مسائل کے استخراج واستنباط میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کے زمانہ میں افتاء کا کام بڑھتا گیا اور فتاوی کی کئی جلدیں مدون ہوئیں آپ کے فتاوی کو دیکھنے سے علماء سلف کی شان ارفع نظر آتی ہے۔

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی مخدوم بیگ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم خدمت پر متمکن ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب کے علم وفضل کی دنیا معترف ہے۔ آپ کو اللہ نے ایسا ملکہ عطا فرمایا کہ آپ منٹوں میں مسائل حل فرماتے تھے۔

آپ کے دور میں ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتوی شائع ہوا۔ آپ کا یہ فتوی اس کے دلائل اور ان کا خلاصہ کئی مرتبہ اخبارات ورسائل کے ذریعہ شائع ہوتا رہا۔ آپ کے عہد مبارک میں فتاوی کی کئی جلدیں مدون ہوئیں۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت فضل الرحمٰن صاحب مفتی کی حیثیت سے متعین ہوئے۔ مولانا اپنے علم وفضل کی بلندی کے ساتھ ساتھ نہایت سنجیدہ مزاج، تحمل، وبردباری کے حامل تھے۔ آپ فتاوی تحریر کرنے سے پہلے شیوخ جامعہ سے خصوصی مراجعت فرماتے تھے۔ آپ حیدرآباد سے دلی منتقل ہوگئے۔ آپ کے بعد مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مدظلہ کا تقرر عمل میں آیا۔ حضرت ممدوح کو فقہی فروعات اور مسائل حاضرہ میں تعمق اور گہری نظر ہے و نیز آپ کو حضرت مفتی رحیم الدین صاحب علیہ الرحمہ جیسے عظیم المرتبت فقیہ کی سرپرستی حاصل رہی اور حضرت سے مراجعت کے لئے تمام سہولتیں آپ کو حاصل تھی۔

آپ کے بعد حضرت مولانا مفتی حافظ ولی اللہ صاحبؒ کو انتظامی کمیٹی نے دارالافتاء کے عہدہ جلیلہ کے لئے منتخب کیا۔ حضرت مفتی صاحب کسرِ نفسی کی وجہ سے اس کے لئے آمادہ نہیں ہورہے تھے لیکن کمیٹی کے اصرار پر اس کو قبول فرمایا:

حضرت کو تمام فتاویٰ اور اصول فروغ پر گہری نظر ہونے کے ساتھ ساتھ حالات زمانہ اور اس کے تقاضوں پر بھی دقیق نظر تھی اور بحیثیت مفتی تمام اوصاف حمیدہ سے مزین، طلبہ اور مستفتیوں کے ساتھ نہایت شفقت کا برتاؤ آپ کا وطیرہ رہا۔ بلاشبہ حضرت جامعہ کے سلف کا نمونہ، صاحب ورع وتقوی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مفتی خلیل احمد حفظہ اللہ اس منصب افتاء پر فائز ہوئے اللہ تعالی نے مولانا ممدوح کو مسائل کے سمجھنے اور قضایا کے حل کرنے میں فقہی بصیرت عطاء فرمائی۔ آپ تمام فقہاء جامعہ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں آپ کے زمانہ میں دارالافتاء کے عمل میں کافی وسعت ہوئی اور مستفتیوں کا جم غفیر رجوع ہونے لگا اس عہد میں آپ عبقری شخصیت کے مالک ہیں۔ راقم الحروف (محمد فصیح الدین نظامی) کو سات سال تک آپ کے زیر نگرانی فتوی نویسی کی سعادت حاصل ہے۔

آپ کے بعد مولانا ابراہیم خلیل ہاشمی مدظلہ مسند نشین ہوئے۔ علم فقہ کے اصول وفروع اور فتاوی قدیم وجدید پر مولانا کو کامل معرفت حاصل ہے آپ کو نہ صرف اپنے والد بزرگوار حضرت مفتی مخدوم بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت حاصل رہی بلکہ عالم اسلام کی معروف شخصیت ابوحنیفہ ثانی حضرت ابوالوفاء افغانی قدس سرہ العزیز کی علمی تربیت وسرپرستی حاصل رہی، اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب صدر مفتی اور حضرت مولانا سید صادق محی الدین صاحب نائب مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آئے دن فتاوی کی تعداد اور دارالافتاء کو رجوع کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ دارالافتاء کی سابقہ عمارت اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کررہی تھی چونکہ خواتین کی بھی ایک کثیر تعداد دارالافتاء کو روزانہ رجوع کرتی رہتی ہے اس لئے احاطہ جامعہ کے ابتدائی حصہ میں جنوبی جانب دالافتاء کی تمام تر سہولتوں سے آراستہ دومنزلہ عمارت تعمیر کی گئی ہے جس میں صدر مفتی اور معاون مفتیان اور افتاء کی تربیت حاصل

کرنے والے طلبہ اور مستفتیان مرد وخواتین اور دارالافتاء کی ضرورت کی تمام کتب پر مشتمل مناسب الگ الگ حصے قائم کئے گئے ہیں۔ دارالافتاء انٹرنیٹ سے بھی مربوط ہے جس کے ذریعہ دنیا بھر سے آئے ہوئے سوالات کا تشفی بخش جواب دیا جارہا ہے۔

E-mail:fatwa@jamianizamia.org

کتب خانہ جامعہ نظامیہ

کتب خانوں میں انسانی زندگی کے تاریخی کردار محفوظ ہوتے ہیں اس کے ضبط نظم کے احیاء کو تعمیر ملی کا ایک اہم بنیادی وسیلہ تصور کیا جاتا ہے انہی وجوہات کے پیش نظر ابتداء ہی سے جامعہ نظامیہ میں ایک کتب خانہ قائم ہے۔ ابتدائی دور میں ''امدادالمعارف'' سے موسوم تھا۔ جس کی نسبت حضرت امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی طرف تھی ''انوارالمعارف'' بانی جامعہ نظامیہ حضرت مولانا انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی کتب خانہ تھا جس کو آپ نے اپنی حین حیات جامعہ کے لئے وقف فرمادیا تھا حضرت شیخ الاسلام نے اپنی تنخواہ کا ایک خاص حصہ کتب کی خریدی کے لئے مختص کردیا تھا جس سے آپ مطبوعات کے علاوہ نادر مخطوطات بھی خریدا کرتے تھے اس طرح کتب کے ذخیرہ میں اضافہ ہوا کرتا۔ جب آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حدیث شریف کی ایک جامع کتاب ''کنزالعمال'' جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ہزاروں روپے خرچ کرکے مخطوطے کی نقل کرواکر اپنے ساتھ لائے۔ ایڈٹ ہونے کے بعد یہ مخطوطہ بائیس جلدوں میں مشہور عالمی تحقیقی ادارہ دائرۃ المعارف العثمانیہ سے شائع ہوا۔ جامعہ کی قدیم تاریخ کے مطالعہ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آصف جاہ سابع اعلی حضرت نواب میر عثمان علی خاں کی جانب سے جب جامعہ کی جدید عمارت کی تعمیر کا فرمان جاری ہوا تو اس کے ساتھ کتب خانہ کیلئے علحدہ گوشہ بنانے کا حکم دیا گیا اور نذری باغ کی بعض کتابیں یہاں منتقل کی گئیں۔

کتب خانہ میں مطبوعات اور مخطوطات کے دو شعبے ہیں۔ مطبوعات کے شعبہ میں درسیات اور غیر درسیات کے الگ الگ حصے ہیں درسیات کا حصہ جامعہ کی نصابی کتاب پر مشتمل ہے، جملہ کتب کی فہرست وکارڈ موجود ہیں۔ اردو، فارسی، انگریزی، ہندی، تلگو میں تفسیر، حدیث شریف، فقہ اسلامی، مصاحف شریفہ، تجوید، اسماء الرجال، سیرت النبیؐ، تاریخ اسلام، تاریخ عالم، فرائض ومیراث، عقائد وکلام، سوانح وحالات، تصوف، اخلاق، سائنس وٹکنالوجی، کمپیوٹر سائنس، جمالیات، لسانیات، ادبیات، سماجیات، معاشیات، نجوم وفلکیات، کے علاوہ تقابلی مطالعہ کے لئے مختلف مذاہب کے کتب مشتمل یہ خزانہ شاندار اور بھاری الماریوں میں محفوظ ہے جسے بطور خاص کتب خانہ کے لئے بنایا گیا ہے۔ مختلف زبانوں میں روزنامے ہفت روزہ، ماہنامہ مجلّات ورسائل اخبارات مطالعہ کیلئے دستیاب رہتے ہیں جس سے طلباء وعوام کی کثیر تعداد کے علاوہ دنیا بھر کے ریسرچ اسکالرس استفادہ کرتے ہیں۔ ''گوشہ نظامیہ'' کے نام سے ایک خصوصی زاویہ یہ بھی 1996ء سے قائم ہے راقم کی تحریک پر قائم شدہ اس گوشہ نظامیہ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کی علمی ادبی وتحقیقی تصنیفات وتالیفات رکھی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ تین ہزار مخطوطات ہیں جن میں بعض اپنی قدامت کے باعث تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان انمول نگینوں کو اکھٹا کرنیوالی شخصیت وہ ہے جن کی آنکھیں کتابوں کے قرب سے منور اور جن کا دل کتابوں کے درد سے معمور تھا۔ علامہ انواراللہ فاروقی فضیلت جنگ نے ایسے مخطوطات کا بیش قیمت ذخیرہ جمع کیا ہے جن کی بنیاد پر قوموں ملکوں اور معاشروں کی

تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔علم وحکمت کے ان خزانوں اور تاریخ کے اس ورثہ کو حالات کی گرد قدامت کے کیڑوں سے بچانے کیلئے فیمی گیشن کا کیمیاوی عمل جاری رہتا ہے۔

کتب خانہ میں ایسے کئی نسخے جن پر سونے کے پانی سے منقش حاشیے اور بیل بوٹے بنائے گئے ہیں عمدہ حالت میں موجود ہیں۔انہیں بڑی احتیاط اور اہتمام سے محفوظ کیا گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مطبوعات (چھپی ہوئی کتابیں) ہوں یا مخطوطات (ہاتھ سے لکھی ہوئی) ہر دو کے ساتھ عشق چاہیے۔ساتھ ہی علم کا بھی شوق چاہئیے۔ عصر حاضر نے ہمارے گھروں میں سب کچھ دیا لیکن کتابوں سے ہمارے گھر خالی ہوگئے الا ماشاء الله۔ہندوستان میں بہت سے کتب خانے ہیں جن میں جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ پر ملک وقوم جتنا فخر کرے کم ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ کے بقول آباء واجداد کی ان کتابوں میں علم وحکمت کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں قدر شناس اور تشنگان علم وتحقیق آتے ہیں اور علمی جواہرات سے اپنے دامن کو بھرلے جاتے ہیں۔اس کتب خانہ کی مطبوعات ہوں یا مخطوطات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فضیلت جنگ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے جہاں علم کے موتی لٹائے ہیں وہیں کتابوں کے اس بڑے ذخیرہ کو بھی جمع کیا یہاں قدیم کتابوں کی از سر نو جلد بندی بھی ہورہی ہے جس کے لئے ماہر جلد ساز جناب عبدالشکور کا تقرر کیا گیا ہے جو قدیم کتب ومخطوطات کی جلد سازی میں فنی مہارت رکھتے ہیں ۔

اوراب ملاحظہ کیجئے مخطوطات کی طویل فہرست سے چند نام جو قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے یہاں پیش کئے جارہے ہیں:

1)کتاب التبصرة فی القراات العشره، مصنف، ابی محمد المکی طالب سنہ کتابت 753ھ دنیا بھر میں اس کے صرف دو نسخے ہیں ایک جامعہ نظامیہ میں اور دوسرا نسخہ ترکی کے ''کتب خانہ نور عثمانیہ'' میں موجود ہے۔ جامعہ کے ایک قدیم طالب علم مولانا ڈاکٹر قاری محمد غوث (امریکہ) نے اس مخطوطہ پر تحقیق کر کے عثمانیہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

2)نفحات الانس :مصنف علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ سنہ کتابت874ھ

3)جواهر التفسير:مصنف ملا حسین کاشفی،897ھ

4)فتوح الحرمين :(نستعلیق،فارسی) مصنف علی بن موفق،سنہ کتابت973ھ۔

5)اثبات الواجب :مصنف محمد ابن اسعد الدوانی،سنہ کتابت952ھ

6)شرح الوقایہ (فقہ عربی) مصنف برہان الدین محمود،سنہ کتابت 994ھ۔

7)وقائع ایام محاصرہ حیدرآباد :مصنف نعمت خان عالیؔ،سنہ کتابت1058ھ۔

8)پدماوت:(اردو نظم) سنہ کتابت 1107ھ جلوس میمنت مانوس۔

9)من لگن:مصنف،محمود بحری۔

مجلس اشاعت العلوم

(عربی، فارسی، اردو، تلگو، انگریزی کی تقریبا (150) سے زائد کتب شائع کرنے کا اعزاز)

برصغیر ہندوپاک کے دینی وعلمی ادارے علمی تحقیقی ادبی میدان

میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور قلمی و تحریری میدان میں پیش قدمیاں جاری ہیں ان اشاعتی اداروں میں جامعہ نظامیہ کیمپس میں قائم ''مجلس اشاعت العلوم'' بھی شامل ہے جس نے دین حق کی تعلیمات و پیام امن واخوت کو فروغ دینے اپنی تاریخ ساز خدمات کے ذریعہ نمایاں رول ادا کیا ہے اور آج بھی ملت اسلامیہ نے اس سے جو نیک توقعات وابستہ کررکھی ہیں ان کی تکمیل میں شب و روز مصروف ہے سچ تو یہ ہے کہ اشاعت العلوم نے خودغرضی اور خودفراموشی کے ماحول میں اخلاص وایثار کا فانوس روشن کررکھا ہے جس نے ہزاروں ذہنوں کو جلا بخشی ہے اور خفتہ جذبات کو بیدار کر کے کردار عمل کی راہ پر لگایا۔

1330 ھ میں مجلس اشاعۃ العلوم کا قیام درصل مصلح قوم وملت شیخ الاسلام علامہ محمد انوار اللہ فاروقی کی علمی بیداری کا ایک اہم اور واضح ثبوت ہے۔ کتب کی اشاعت سے آپ کا مقصد ملت میں اخلاق و کردار کا عملی نفاذ، مطالعہ اور علم کا ذوق عام کرنا تھا۔ اس بات کو شاہ وقت آصف سابع میر عثمان علی خان نے بھی بہت شدت سے نہ صرف محسوس کیا بلکہ پانچ سو روپئے ماہانہ امداد جاری کی۔ حضرت شیخ الاسلام (جو اس کے میر مجلس بھی رہے) کے عہد میں مختلف موضوعات پر کئی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں۔

اشاعت العلوم کا جملہ نظم ونسق مجلس انتظامی کے ذمہ رہتا ہے جو صدر، معتمد، شریک معتمد اور گیارہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے۔ مولانا محمد ولی الدین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام مرتضی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ندیم اللہ حسینی بختیاری، محترم مجید عارف، نواب صدر یار جنگ بہادر، مولانا حبیب الرحمن خان شروانی، حضرت علامہ رشید پاشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب جیسے سرکردہ اصحاب اس مجلس کے ذمہ دار عہدہوں پر فائز رہے ہیں اور اسکو فروغ دیا۔ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب نے عصری خطوط پر اس مجلس کی صورت گری کی اور طباعت، اشاعت، فروخت وانتظامی مسائل پر ایک نئی روشنی دکھائی جس نے مجلس کے وقار اور افادیت کو دوبالا کردیا۔ اس وقت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب صدر نشین اور مولانا محمد خواجہ شریف صاحب معتمد ہیں۔ مولانا محترم مجلس کو پروان چڑھانے میں شبانہ روز مصروف ہیں، مولانا عبید اللہ فہیم اور مولانا قاضی سید لطیف علی شریک معتمدین کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں اس وقت مجلس کئی قدیم اور اہم کتب کی اشاعت کے لئے کوشاں ہے۔ اس کے لئے ملت کے اہل ثروت اصحاب کا تعاون ضروری ہے۔ مجلس کی رکنیت صرف -/1000 روپئے ہے۔ جامعہ کی جانب سے بھی مجلس کو سالانہ امداد دیجاتی ہے۔ اب تک تفسیر، حدیث، فقہ، اسلامی تاریخ، سیرت النبی [ﷺ] اخلاق، تہذیب اسلامی، عقائد وکلام، فتاوی جیسے اہم موضوعات پر 150 سے زائد اردو، عربی، انگریزی کتب شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ

انصار کی خواتین کے حصول علم کے جذبہ وتڑپ کو آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں سراہا کہ انصار کی عورتیں بہترین عورتیں تھیں کہ ''حیا ان کے فہم دین حاصل کرنے میں حائل نہ ہوئی'' اور صحیح بخاری سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ایک دن خواتین کی تعلیم کے لئے مخصوص فرمایا۔ ہندوستان میں سلطان رضیہ بیگم نے دو مدرسے قائم کئے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ایسے تین مدرسوں کا تذکرہ کیا ہے جو لڑکیوں کیلئے خاص تھے۔ تاریخ فرشتہ میں ابوالقاسم نے تحریر کیا ہے کہ غیاث الدین خلجی کے محل میں دس ہزار کنیزوں میں

ایک ہزار حافظات قرآن، قاریات، عالمات دین اور معلمات شریعت تھیں، مغل حکمرانوں کے دور میں بھی عالمہ، ادیبہ، شاعرہ، صوفیہ، علم نجوم کی ماہر اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والی خواتین پائی جاتی تھیں، سرزمین دکن پر بھی مختلف انداز سے خواتین کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ اسی تاریخی تسلسل کی ایک سنہری کڑی ہے۔ 125 سالہ جشن تاسیس جامعہ نظامیہ کے موقع پر ارباب جامعہ نے ایک سالہ طویل تقاریب تعلیمی کو بیداری سے موسوم کیا اور کلیۃ البنات کے قیام کو ترجیح دی۔ کلیۃ البنات کا قیام دراصل بانی جامعہ حضرت فضیلت جنگ کی علمی تحریک کی عملی صورت ہے کہ اغیار کے تسلط سے امت مسلمہ کی 1400 سالہ علمی روایات کا تحفظ کیا جائے اور مغربی تہذیب وتمدن، افکار ونظریات سے نونہالانِ اسلام و دخترانِ ملت کو محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ کلیۃ البنات کے قیام کو ملت کے ہر طبقہ نے پسند کیا اور تحسین وآفرین کی صداؤں سے دکن تا حجاز کی فضائیں گونج اٹھیں۔ 1997ء میں سرسید دکن تقدس مآب حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحبؒ سجادہ نشین روضہ بزرگ گلبرگہ شریف نے اللہ تعالیٰ کے نام سے کلیۃ البنات کا افتتاح فرمایا۔ کلیۃ البنات کا آغاز موتی گلی، (خلوت مبارک) ایک کرایہ کی عمارت میں کیا گیا تھا۔ آج الحمد للہ اپنی عصری سہولتوں سے لیس جدید وسیع عمارت (قاضی پورہ) میں فروغ علم وفن میں شب وروز مصروف ہے۔ کلیۃ البنات صرف ایک خوبصورت عمارت کا نام نہیں بلکہ علم وفضل، اخلاق، آداب، تہذیب وشائستگی، تمدن وثقافت اسلامی کی صدا بہار خوشبو کا تسلسل ہے۔ جس سے علم وفن کے ایوان مہک اٹھتے ہیں۔ کلیۃ البنات دختران اسلام کی دینی، علمی، ادبی، اصلاحی، فکری کاوشوں کا مرکز ہے جو ملک وقوم کی خواتین سے تعلیمی پسماندگی کے خلاف جدوجہد میں زبردست کردار ادا کر رہا ہے۔ جہاں ماضی کے ورثہ کے تحفظ کے ساتھ مستقبل کی صورت گری کا خاص عنصر پایا جاتا ہے۔ کلیۃ البنات کے نصاب تعلیم میں عصری تقاضوں کی تکمیل کا سامان موجود ہے۔ یہاں کا نصاب تعلیم چار مرحلوں (۱) اعدادیہ (۲) کلیہ (۳) علیاء (۴) دکتورہ (P.H.D.) پر مشتمل ہے۔ آٹھ سالہ مقصدی مراحل تعلیم میں تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد وکلام، سیرت النبیؐ، عربی ادب، تاریخ اسلام، تجوید وقرات فکری ذہنی تربیت سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ یہاں کے اسناد ملک و بیرون ملک مسلمہ ہیں۔ کلیۃ البنات کے قیام کو یقینی بنانے میں ارباب جامعہ ابناء مادر علمی کے علاوہ ملت کے باشعور اصحاب بالخصوص این آر آئیز نے تاریخ ساز عملی تعاون واشتراک کا مثالی مظاہرہ کیا۔ رب کائنات ان سب کے خلوص کو شرف قبول سے نوازے۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب ہندوستان کے علمی افق پر کلیۃ البنات اپنی تابانیاں بکھیرے گا اور ملت کی نیک توقعات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دختران اسلام کی تعلیم وتربیت کا عظیم مرکز ثابت ہوگا۔

125 سالہ جشن تاسیس

1996ء میں مجلس انتظامی نے ایک اہم فیصلہ کے تحت 125 سالہ جشن تاسیس کی ایک سالہ تقاریب 1996 تا 1997ء منعقد کیں۔ مولانا پروفیسر محمد سلطان محی الدین ڈائرکٹر جشن کے زیر نگرانی ایک دس نکاتی پروگرام ''زندہ ہوجائے وہ آتش جو تیری خاک میں ہے'' کے بمصداق قوم کی تعلیمی بیداری کے لئے پیش کیا گیا۔ کرۂ ارض کے مختلف حصوں کے ماہرین تعلیم، اسکالرس، پروفیسرس، ڈاکٹرس، اداروں کے سربراہ، مصلحین، قائدین، مشائخین، علماء، ادباء، شعراء کی کہکشاں سے افق حیدرآباد چمک اٹھا۔ امریکہ، سعودی عرب، قطر،

کویت، پاکستان، متحدہ عرب امارات، یمن، جرمنی، افغانستان، مصر سے شرکت کرنے والے بیرونی وفود کو حکومت اندھرا پردیش نے سرکاری مہمان قرار دیا۔اس وقت کے وزیر اعظم شری دیوے گوڑا، وزیر ریلوے سی۔کے۔جعفر شریف ناظم درگاہ اجمیر شریف، انجمن طلباء قدیم جدہ نے پیامات تہنیت روانہ کئے۔

عالمی مشاہیر کا خراج فکر ونظر

جامعہ نظامیہ کی علمی وادبی خدمات کو جن عالمی ماہرین تعلیم پروفیسرس، اسکالرس، سیاسی قائدین نے اپنا خراج ونظر پیش کیا، ان میں مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت عبدالحلیم محمود (جامع ازہر مصر)، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (شام)، ڈاکٹر عمر بن فلاتہ (مدینہ منورہ)، الشیخ عبدالمعز عبدالستار احمد (قطر)، فضیلۃ الشیخ حسن ھیتو الجیلانی (جرمنی)، عثمان علی الند (سوڈان)، سعد محمد عثمان، الشیخ محمد سعید دار الکتاب (لبنان)، الشیخ عکرمہ صبری امام وخطیب مسجد اقصیٰ، (فلسطین) پروفیسر انا میری شمل (ہارورڈ یونیورسٹی)، حضرت بیکل اتساہی (ممتاز شاعر ورکن پالیمنٹ)، حضرت سید محمد مختار اشرف ؒ (کچھوچھہ)، مولانا ابوالحسن زید فاروقیؒ (دلی)، ڈاکٹر رضوان اللہ (علیگڑھ مسلم یونیورسٹی)، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد شکیب (لندن)، ڈاکٹر محمد طنطاوی (جامعہ ازہر مصر)، ڈاکٹر محمد فواد البرازی (ڈنمارک)، ڈاکٹر عنایت اللہ ابلاغ افغانی (افغانستان)، الشیخ یوسف قرضاوی (قطر)، پروفیسر طاہر القادری (منہاج القرآن) ڈاکٹر ضیاء الدین اے دیسائی (ناگپور)، ڈاکٹر سید محی الدین قادر زورؔ، محمد مختار الفحل، ایڈیٹر اردو نیوز جدہ، مولانا ابوالحسن علی میاں (لکھنو)، مولانا ارشد القادری (سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن)، مسٹر میتھیو، مسٹر گلانسی اسکوائر و دیگر مشاہر شامل ہیں۔☆☆☆

جامعہ یہ حضرت انوارؒ کی ہے یادگار

از: جناب الحاج مولانا قاری محمد عبدالکریم تسکینؔ

(سابق منتظم شعبۂ تدریس جامعہ نظامیہ)

مرحبا اھلاً و سھلاً مرحبائے شوقِ علم
اے خوشا جوشِ طبیعت حبذا اے ذوقِ علم
علم کے طالب رہے ہیں سب نبی سارے ولی
ہیں رسول اللہ شہرِ علم دروازہ علیؓ
علم ہی زینہ ترقی کا ہے انساں کے لیے
علمِ دیں خضرِ ہدیٰ ہے اہلِ عرفاں کے لیے
علم اک دولت ہے اور دولت بھی کیسی بے مثال
علم اک نعمت ہے اور نعمت بھی کیسی لازوال
علم ہی میراث ہے پیغمبروں کی بالیقیں
دین و دنیا میں کوئی شئے علم سے بڑھ کر نہیں
علم دیں کا سلب ہے قربِ قیامت بے دغا
ہوگیا فقدان ہے اب عالمانِ دین کا
الغرض ہے علم دیں لازم مسلماں کے لیے
علم دیں راہِ ہدیٰ ہے اہل ایماں کے لیے
جامعہ یہ حضرت انوارؒ کی ہے یادگار
جو مخاطب تھے فضیلت جنگؒ سے عالی وقار
ہے دعا تسکینؔ کی قائم نظامیہ رہے
روز روشن کی طرح دائم نظامیہ رہے

(از: ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف جلد 21 ر شمارہ 91) ستمبر 1981ء
ایڈیٹر مولانا ریحان رضا خاں رحمانی)

کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے تاریخی مخطوطات

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

برصغیر کی تاریخ کے زرین ابواب دانش گاہوں، درسگاہوں، خانقاہوں اور کتب خانوں کے تذکروں سے بھرے پڑے ہیں، یہاں سابق میں ہر صاحب حیثیت کے دولت خانہ میں تین خانے ہوا کرتے تھے مہمان خانہ، اسلحہ خانہ، کتب خانہ، اوراق گذشتہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف حیدرآباد دکن ہی میں چار ہزار کتب خانے تھے۔ لائبریری عشاقِ کتب کا مقام، مشتاقانِ فن کا منصب، شائقینِ علم کا مذہب، محبان ادب کی منزل، اصحابِ دانش کا قبلہ، اربابِ عرفان کا کعبہ ہوتی ہے، کتب خانے دراصل روحانی شفاخانے ہوتے ہیں اور ان میں موجود کتابیں نوادرات، مخطوطات ماضی کا ورثہ، حال کا سرمایہ اور مستقبل کی اساس ہوتے ہیں، قلی قطب شاہ کے بسائے ہوئے تاریخی شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد میں جہاں کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ سالار جنگ میوزیم، اسٹیٹ آرکائیوز، اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، جیسے علمی تحقیقی مراکز قائم ہیں وہیں ۱۳۶ سالہ قدیم مرکزِ علم وعرفان ''جامعہ نظامیہ'' کا کتب خانہ بھی اپنی قدامت واہمیت کے لحاظ سے برصغیر کی علمی ادبی تاریخ کا اٹوٹ حصہ ہے جسے کسی زاویہ سے فراموش نہیں کیا جاسکتا، اتالیق آصف جاہ سادس وآصفجاہ سابع، علامہ انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ خان بہادرؒ (۱۸۴۷ء تا ۱۹۱۷ء) نے جامعہ نظامیہ کی شکل میں جو چراغِ علم وفن روشن کیا تھا وہ سوا صدی سے زیادہ، تاباں و درخشاں چلا آرہا ہے اس طویل مدت میں اس چراغ کی ضیاء پاشیوں نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دل ودماغ کو منور کیا اور آج بھی یہ چراغ گم گشتہ راہوں کے لئے نشانِ منزل کی صورت میں اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ہم میں موجود ہے، جامعہ نظامیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آصف سابعؔ نے کہا تھا:

بہ پیشِ مصحف قدسی تو شو جبیں سائے
زبہر ہر یکے بنگر تو نیز ملجائے
چہ شانِ مکتبِ انوار گفت ایں عثماںؔ
علومِ مشرقیہ رابخواں توایں جائے

جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ میں علامہ اقبالؔ کے بقول ''خزانے علم وحکمت کے'' اور ''کتابیں اپنے آباء کی'' بھری پڑی ہیں جہاں دور دور سے قدرشناس آتے ہیں اور علمی جواہر پاروں سے اپنے دامنِ علم کو بھرلے جاتے ہیں، علم ودانش کا یہ خزانہ اور نادر ونایاب تہذیبی وثقافتی اثاثہ علامہ فضیلت جنگؒ کے شوقِ بے پایاں اور ذوقِ فراواں کا ثبوت ہے جنہوں نے کشمیر سے کنیا کماری اور ہند سے حجاز تک دنیا کے مختلف ممالک وخطوں سے لاکھوں روپئے خرچ کرکے اس قومی اثاثہ کو یکجا کیا۔ ۱۸۷۵ء میں کتب اندوزی کا سلسلہ شروع ہوا، اس وقت یہ کتب خانہ ہزارہا مطبوعات، سینکڑوں مخطوطات، منقش مرصع،

مطلا نسخوں، اکابر و مشاہیر کے مکاتیب، شجرے فرامین، روز نامچے اور نامور خطاطوں کی خوش نما و خوش وضع تحریروں کی بناء ایک خاص شہرت رکھتا ہے بالخصوص مخطوطات کے شعبہ میں مغلیہ، بہمنی، قطب شاہی، عادل شاہی، برید شاہی، اور آصف جاہی دور کی تاریخ و تذکرے نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں یہاں، ''بشیر التھنیتہ'' نامی وہ مخطوطہ بھی دعوت نظارہ دے رہا ہے جس میں سلطنت آصفیہ کے آخری تاجدار سلطان العلوم کی تخت نشینی (1329ھ) کے تفصیلی حالات تحریر کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ''شاہنامہ فردوسی'' پدماوت (منظوم) اکبر نامہ (مہابھارت) ابوالفضل، کلیات بیدلؔ، مثنوی مولانا رومؒ، من لگن، پنچیا حیا، کنز العمال، کشف المحجوب، وقائع ایام محاصرہ حیدر آباد (نعمت خان عالیؔ) خاصہ کی چیز ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وقائع گولکنڈہ کا ایک نسخہ جو قلعہ کے کتب خانہ میں تھا، اورنگ زیب عالمگیر نے فتح کے بعد اپنے کتب خانہ میں شامل کرلیا تھا۔ اورنگ زیب جہاں ایک بادشاہ غازی تھا، وہیں اسکی حیثیت فروع علم وفن کے سفیر کی بھی تھی وہ محبّ علماء اور صوفیاء بھی، ان صوفیاء ودرویشوں نے جہاں اپنی خانقاہوں سے علم معرفت کے موتی لٹائے وہیں خود بھی علم کے خزانے اور کتابوں کے بڑے بڑے ذخیرے جمع کئے خود سرزمین دکن پر روضۃ الحدیث، رین بازار (حضرت حسن الزماں الفاطمیؒ) کتب خانہ سعیدیہ، کتب خانہ حضرت شاہ عبدالرزاق قادریؒ، سرنظامت جنگ لائبریری، کتب خانہ احیاء المعارف النعمانیہ (جلال کوچہ)، کتب خانہ شاہ عارف اللہ قادری، (بالا پور)، کتب خانہ اردو اکیڈمی، (پرانی حویلی)، کتب خانہ جناب سید ارشد مسلم ایڈوکیٹ، (سیتارام باغ) اسکی روشن مثالیں ہیں دور دراز سے آنے والے وارفتگانِ شوق، دیدۂ ذوق سے ان کتب خانوں کا مشاہدہ کرتے ہیں یہاں کے نوادرات محققین وریسرچ اسکالرس کیلئے خوانِ یغما اور من وسلوٰی سے کم نہیں، جامعہ نظامیہ لائبریری کا امتیاز یہ ہے کہ یہ صرف مسلمانوں ہی کے تہذیبی ورثے کی محافظ نہیں بلکہ اس میں دنیا کی مختلف اقوام والسنہ کے علوم وفنون کا ایسا بیش بہا اور پُراز معلومات اثاثہ محفوظ ہے جسکی بناء پر اسکو بجا طور پر ہندوستان کا قومی سرمایہ کہا جاسکتا، بقول مولانا جلال الدین رومیؒ۔

کعبہ عشاق باشد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جا شد تمام

مخطوطات کسی بھی قوم کی تہذیب وتمدن، شعور وآگہی کے منھ بولتے ترجمان ہوتے ہیں بقول ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب ''وہ مخطوطے جو خوشنویسی اور علم وہنر کے نادر مرقعے ہیں جن کا ایک ایک حصہ اگر کسی میوزیم میں آویزاں کیا جائے تو وہاں کی رونق بڑھ جائے'' بلاشبہ جامعہ نظامیہ لائبریری میں ایسے مخطوطات موجود ہیں ''کتابیں ہیں چمن اپنا'' کے مصنف عبدالمجید قریشی نے مخطوطات کی آفاقیت کو اجاگر کرتے ہوئے ایک روح پرور واقعہ تحریر کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ ''پٹنہ کی مشہور خدا بخش لائبریری کے بانی مولوی خدا بخش نے ایک رات خواب دیکھا کہ ان کے کتب خانہ کے برابر والی گلی میں لوگوں کا ہجوم ہے لوگوں نے انہیں دیکھا چلانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے کتب خانہ کے ملاحظہ کیلئے تشریف لائے ہیں تم کہاں ہو، یہ سن کر وہ اس کمرے کی طرف دوڑے جہاں قلمی کتابیں رکھی ہوئی تھیں اس وقت تک رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا چکے تھے لیکن یہاں حدیث کی دو کتابیں میز پر کھلی رکھی تھیں لوگوں نے بتایا کہ ان

دونوں قلمی نسخوں کو حضور ملاحظہ فرما رہے تھے''۔

جامعہ نظامیہ کے قلمی کتب کے ذخیرے میں تفسیر القرآن، حدیث نبویؐ، تاریخ، سوانح، شعروادب، فقہ واصول، صرف ونحو، کلام ومنطق، رباعیات، دواوین، تصوف واخلاق، فلسفہ وحکمت، شخصیات تذکرے، نجوم وفلکیات، لسانیات، خطبات وروزنامچے موجود ہیں اس خزانے سے فیض یاب ہونے کیلئے دنیا بھر سے محققین کے قافلے یہاں خیمہ فگن ہوتے ہیں اس طرح یہ کتب خانہ علم وفن کی آماجگاہ بھی ہے اور زیارت گاہ بھی۔

کتب خانہ کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ زندہ ہو، جیتا جاگتا ہو، متحرک وفعال ہو کتب خانہ جامعہ نظامیہ ایسا ہی ہے جہاں المار یوں کے صدف میں کتابوں کے موتی جھلملاتے ہیں یہاں کے چند اہم مخطوطات کا تعارف ملاحظہ کیجئے

(۱) کتاب التبصرۃ (ابومحمد مکی) ۵۳۷ھ۔

(۲) لیلیٰ مجنوں (مولانا نظام الدین گنجویؒ) واضح ہو کہ یہ مخطوطہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کاشی کے مقام پر کاتب عنایت اللہ نے ۱۰۹۳ھ لکھا۔

(۳) شاہنامہ فردوسی ۱۲۴۰ھ۔

(۴) تیمورنامہ تقریباً چارسوسال قدیم۔

(۵) من لگن (تصوف، محمود بحری) ۱۲۸۷ھ۔

(۶) کشف المحجوب (حضرت داتا علی ہجویری گنج بخش لاہوریؒ) اسکی کتابت ۱۲۳۴ھ بخارا میں ہوئی جسکو علامہ فضیلت جنگؒ نے مدینہ منورہ میں خریدا اور ہندوستان لے آئے۔

(۷) رباعیات سبحانی (مولانا سبحان کا یہ نسخہ لاہور میں ۱۰۷۶ھ میں تحریر کیا گیا)۔

(۸) نل دومن (علامہ شیخ فیضی) کی تصنیف، شاہ جہاں آباد دہلی میں تحریر کردہ ہے)۔

(۹) خزانہ تصانیف، فارسی مصنف مولانا سید عبدالرحمٰن نے یہ کتاب علامہ فضیلت جنگؒ کی خدمت میں ۱۲۹۳ھ ہدیۃً پیش کیا تھا۔

(۱۰) اکبرنامہ (مہابھارت) سنسکرت سے فارسی ترجمہ اکبر کے نورتن ابوالفضل نے کیا تھا تقریباً تین سوسالہ قدیم یہ نسخہ دوجلدوں اور ۸۰۰صفحات پر مشتمل ہے، اس رزم نامہ کا ایک نسخہ جے پور میں بھی موجود ہے۔ جس میں اکبر کے حکم سے تمام معرکوں کی تصویریں بنائی گئی تھیں، اسکی تکمیل میں پانچ برس اور دس ہزار روپئے کا صرفہ ہوا تھا

(۱۱) پدماوت (منظوم) ۱۱۰۷ھ

(۱۲) قابوس ترجمہ (فارسی لغت) مترجم محمد حبیب اللہ ۱۱۴۷ھ خوبصورت خط میں تحریر کی گئی

(۱۳) رباعیات عمر خیامؔ (تعداد ۶۲۱) کتابت ۱۲۸۶ھ کی ہے

(۱۴) **مجموعہ منتخبہ من الصحاح**، یہ علامہ فضیلت جنگؒ کا حدیث نبوی میں ایک خاص اسلوب پر تصنیف کیا گیا قلمی نسخہ ہے جسکی کتابت ۱۳۰۷ھ میں علامہ فضیلت جنگؒ کے علاوہ دیگر کاتبوں نے کی۔ ان کے علاوہ دیگر کئی نادر ونایاب نفیس تر بالخصوص قرآن مجید کے قلمی نسخے ہیں جن کے اوراق کو طلاء کلاریوں اور گل کاریوں سے سجایا گیا ہے سورۃ کے عنوان کے علاوہ متن کے گرداگرد سنہری، آسمانی، سرخ رنگ دیا گیا ہے، یہ مشہور تزئینی طرز تاج محل کی پچی کاری اور دیگر عمارتوں میں بھی دکھائی دیتا ہے، خط نسخ، نستعلیق، رقعہ، ثلث، دیوانی، شکستہ، شفیعہ گلزار میں لکھی ہوئی کتب بالخصوص قرآن مجید کی ماہرانہ خطاطی ونازک گل کاری کی گئی ہے (قرآن چاہیے، شاندار لکھے ہوئے

ہوں یا سیدھے سادے ان میں انسانیت کی نجات کا وہ راستہ متعین کردیا گیا ہے جو اسے دار المحن سے بچاتا ہوسیدھے مولا تک لے جاتا ہے)۔
کتب خانہ کے اس ذخیرے میں مملکت آصفیہ کے ساتویں تاجدار آصف سابع کی جانب سے عطیہ دی گئی کتب کے علاوہ ایسی بھی کتابیں ہیں جو کسی دور میں شاہزادوں، نوابوں، امراء جنگ، دولہ کے کتب خانوں میں رہ چکی ہیں ان میں کوئی کتاب علامہ جامیؒ کی ہے تو کوئی امام غزالیؒ کی، کوئی دجلہ کے دیس بغداد کی تاریخ پر مشتمل ہے تو کسی کتاب پر حضرت حسن الزماںؒ کی تحریر ہے تو کہیں خود علامہ فضیلت جنگؒ کے پختہ وعمدہ خط میں معلوماتی حاشیے اور فہرستیں بنی ہوئی ہیں، کہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصنیف کی عبارت آنکھوں کے راستے روح میں اتر جاتی ہے، یہاں کا ایک مخطوطہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے ''کتاب التبصرۃ'' کے نام سے فن تجوید وقرأت میں ۵۳۲ھ میں تحریر کیا گیا یہ دنیا کا منفرد نسخہ ہے اس طرح کا دوسرا نسخہ ترکی کے ''مکتبہ نور عثمانیہ'' میں موجود ہے۔ جامعہ نظامیہ کے قدیم طالب علم مولانا ڈاکٹر قاری محمد غوث حافظؔ نے اس پر تحقیق کے بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری عثمانیہ یونیورسٹی سے حاصل کی جو آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ اسکے علاوہ مشہور صوفی ابن عربیؒ کی معرکہ آرا کتاب ''فتوحات مکیۃ'' (جسکا درس علامہ فضیلت جنگؒ دیا کرتے تھے) پر خود علامہؒ کے ہاتھ سے عمدہ خط میں تحریر کردہ حاشیے موجود ہیں، کتب خانہ مخطوطات کے تحفظ کیلئے فیومی گیشن کی سہولت ہے جس سے کیڑے وغیرہ ختم ہوجاتے ہیں، اور کاغذ گلنے سے بچ جاتا ہے۔ تحفظِ مخطوطات کا یہ وسیلہ ہر بڑی لائبریری میں لازمی تصور کیا جاتا ہے نیز کتب خانہ میں قدیم کتب کی جلد بندی کیلئے ماہر جلد ساز جناب عبدالشکور کا تقرر کیا گیا ہے جو مطبوعات کے علاوہ مخطوطات کی جلد بندی میں فنی مہارت کے حامل ہیں، یہاں چند نایاب مخطوطات کو شوکیسوں میں سلیقہ سے رکھا گیا ہے جن کی تفصیلات کیٹلاگ پر درج ہیں نیز مولانا قاضی عبدالقادر فاروقیؒ (برادرزادہ فضیلت جنگؒ) و بین الاقوامی شہرت یافتہ محقق مولانا ابوالوفاء الافغانیؒ کی قلمی اسناد بھی موجود ہیں یہ بات بہت ہی مسرت افروز ہے کہ 2006ء میں متحدہ عرب امارات کے ایک عالمی سطح کے ادارہ ''مرکز جمعہ الماجد للتراث'' نے جامعہ نظامیہ کے قدیم مخطوطات کو کمپیوٹر سی ڈیز میں محفوظ کرنے کا عظیم کام ثقافتی ورثے کے خیر سگالی جذبے کے تحت ارباب جامعہ نظامیہ کے تعاون سے انجام دیا۔ جو تقریباً 100 سی ڈیز میں محفوظ ہے ادارہ کے بانی وسربراہ الشیخ جمعہ الماجد حفظہ اللہ نے بھی جامعہ نظامیہ کا دورہ کرکے اپنے بھرپور تعاون کا تیقن دیا۔ لائبریری کے نایاب ذخیرے میں عوام اور علم دوست اصحاب کے تعاون سے ہر سال قابل قدر اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ حصولِ علم اور عطیہ کتب ایک عبادت کا درجہ رکھتے ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے اس جہاں سے اٹھ جانے کے بعد بھی ان کی عبادت جاری ہیگی، جامعہ کی مسجد، اسلامک ریسرچ سنٹر، گیسٹ ہاؤز، کمپیوٹر سنٹر، پرنٹنگ پریس اور علامہ فضیلت جنگؒ کے نوارنی گنبد کی طرح بیش بہا مخطوطات ونوادرات کی حامل لائبریری کی فضاء شائقینِ علم کا انہاک، عبادتِ علمی واعتکافِ تحقیقی کا سماں پیش کرتی ہے جو اس دوسرے عہد ہزار سالہ میں بھی مرجعِ اَنام بنی ہوئی ہے راقم الحروف کی کوشش ہے کہ اربابِ جامعہ مولانا سید اکبر نظام الدین صابری، مولانا مفتی خلیل احمد، محترم سید احمد علی، سیکریٹری کی سرپرستی میں ان نوادرات کی فہرست کا ایک خوبصورت مصور مرقع بھی شائع کیا جائے جو علم وادب بالخصوص مخطوطات کے عالمی قدردانوں کیلئے ایک بیش قیمت ونایاب تحفہ ثابت ہوگا۔ ☆☆☆

کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے اردو مخطوطات

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

قومیں علم سے بنتی ہیں علم کے لئے کتاب چاہئے اور کتاب کے لئے کتب خانہ۔ ایک کتاب ماضی کا ورثہ، حال کا اثاثہ اور مستقبل کا سرمایہ ہوتی ہے۔ کسی درس گاہ کے لئے کتب خانہ اتنا ہی لازمی وضروری ہوتا ہے جتنا کہ انسان کے لئے غذا اور پانی۔ قومیں کتب خانوں سے بنتی ہیں جس طرح ہوا پانی کے بغیر انسان کا جینا ممکن نہیں اسی طرح کتاب کے بغیر انسانی بقاء اور ارتقاء محال ہے، جس طرح ملکی سرحدوں کی حفاظت وصیانت کے لئے منظّم فوجی چھاؤنیوں کا قیام ضروری ہے اسی طرح تہذیب وتمدن اور سائنس وٹکنالوجی کے فروغ کے لئے کتب خانوں کی تنظیم ضروری ہے کیونکہ کتب خانہ معاشرتی وثقافتی ورثہ کا امین ہوتا ہے۔ کتب خانوں میں انسانی زندگی کے تاریخی کردار مطبوعات ومخطوطات کی شکل میں محفوظ ہوتے ہیں اس کے ضبط نظم کے احیاء کو تعمیر ملی کا ایک اہم بنیادی وسیلہ تصور کیا جاتا ہے۔

اردو کے تشکیلی عہد سے تعلق رکھنے والی قابل احترام شخصیت علامہ انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ خان بہادر (پ 1847ء م 1918ء) نے 1875ء م 1292 ہجری میں جامعہ نظامیہ کی داغ بیل ڈالی اپنے خون جگر سے سینچا اور پوری امانت ودیانت اور سچی لگن وجستجو سے اس کو پروان چڑھایا۔

134 سال قبل آپ کے مبارک ہاتھوں سے روشن کیا گیا یہ چراغ جامعہ نظامیہ تاباں ودرخشاں چلا آرہا ہے اس طویل مدت میں اس چراغ کی ضیاء پاشیوں نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دل ودماغ کو منور وروشن کیا اور آج بھی یہ چراغ اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ جامعہ نظامیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آصف سابع نے کہا تھا۔

بہ پیش مصحف قدسی تو جبیں سائے	زبہر ہر یکے بنگر تو نیز ملجائے
چہ شان مکتب انوار گفت ایں عثمانؔ	علوم مشرقیہ را بخواں تو ایں جائے

جامعہ نظامیہ ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک تعلیمی بیداری تحریک ہے جس نے اپنے دروازے بلا امتیاز مذہب وعقیدہ ملک وعلاقہ، رنگ ونسل تمام کے لئے کھلے رکھے ہیں کیونکہ ہندوستانی مسلمانوں کا تاریخی، سیاسی، سماجی اور مذہبی پس منظر دنیا کے دیگر ممالک کے مسلمانوں سے مختلف ہے ایک جمہوری سماج کا حصہ ہونے سے ہندوستانی مسلمانوں میں دینی شعور، حمیت، رواداری اور ذہنی کشادگی دنیا کے دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ قوم اور مذہب کے بارے میں یہ شعور اور حمیت دینی مدارس وجامعات کی دین ہے۔ چنانچہ اسی وسعت ورواداری کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے عظیم تر آندھراپردیش کے پہلے چیف منسٹر آنجہانی بی رام کشن راؤ اور مشہور کانگریسی رہنما آنجہانی شری ایم باگا ریڈی نے جامعہ نظامیہ

سے وابستہ ہوکر اردو، عربی فارسی علوم کے جواہرات سے اپنے دامن کو مالا مال کیا۔

جامعہ نظامیہ کی علمی ادبی تحقیقی خدمات کا اعتراف بھارت کی مرکزی وریاستی حکومتیں بھی کرتی رہتی ہیں چنانچہ جامعہ کے جن محققین، مصنفین و ماہرین علم وادب کو ان کی گراں قدر خدمات پر پریسڈنٹ ایوارڈ وتوصیف نامے دیئے گئے ان میں مولانا ابوالوفاء افغانی (1972ء)، مولانا سید شاہ طاہر رضوی (1996ء) مولانا مفتی محمد عظیم الدین (1996ء)، پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان محی الدین (1998ء)، مولانا مفتی خلیل احمد وغیرہ شامل ہیں۔

ان تمام شخصیتوں کی علمی ادبی تحقیقی وفکری سرگرمیوں میں جامعہ نظامیہ کے لائق وفاضل اساتذہ کے ساتھ ساتھ کتب خانہ کا بھی قابل قدر و ناقابل فراموش حصہ رہا ہے۔

کتب خانہ جامعہ نظامیہ کوفروغ دینے اوراس کے علمی ذخیرے کو بڑھانے میں آصف سابع نے بطور خاص دلچسپی لی تھی اور کافی تعداد میں کتب کا عطیہ بھی دیا تھا۔ چنانچہ جب جامعہ نظامیہ کی جدید عمارت کی تعمیر کا فرمان جاری ہوا تو اس کے ساتھ کتب خانہ کے لئے علحدہ گوشہ بنانے اور نذری باغ کی کتابیں یہاں منتقل کرنے اوراس کی نگہداشت کا عملہ مقرر کرنے سے متعلق بھی حکم جاری کیا تھا۔ 10 مہر 1354 فصلی کو ''صبح دکن'' میں شائع شدہ فرمان کا متن ''مادر دکن لائبریری'' کے زیر عنوان کچھ اس طرح ہے۔

''جب جدید عمارت مدرسہ نظامیہ ملقب بہ بیت العلوم مشرقیہ مکمل ہوجائے گی تو یہاں ایک مختصر ہال بنادیا جائے گا جہاں وہ سب کتب (در زبان عربی، فارسی یا اردو) جب کہ نذری باغ میں بیکار سمجھے جائیں گے (مع رسائل ومیگزین وغیرہ) بغیر معاوضہ مدرسہ مذکورہ کو دیدیئے جائیں گے تاکہ اس سے طلباء مستفید ہوں۔ غالباً اس کی تعداد دیڑھ یا دوسو جلد سے کم نہ ہوگی اور اس کی نگہداشت کیلئے کچھ عملہ منجانب محکمہ صرفخاص مقرر کردیا جائے گا۔''

کتب خانہ میں عربی فارسی کے علاوہ اردو مخطوطات کی تعداد سوا تا ڈیڑھ سو ہے۔ جن میں چند اہم مخطوطات حسب ذیل ہیں۔ ان مخطوطات کو 2006ء میں مرکز جمعہ الماجد دبئی کی جانب سے خاص تکنیک کے ذریعہ سی ڈی میں منتقل ومحفوظ کردیا گیا ہے۔

فہرست اردو مخطوطات

سلسلہ نشان	نام مخطوطہ	مصنف	فن	تاریخ کتابت
۱	تفسیر پارۂ قلمی	۔	تفسیر اردو	۔
۲	تفسیر تنزیل قلمی جلد اول	۔	// //	۔
۳	// // جلد دوم	۔	// //	۱۲۷۲ھ
۴	ریاض النسوان قلمی	صبغۃ اللہ بن محمد غوث شافعی	فقہ اردو قلمی	۱۲۵۶ھ

۵	// // //(فقہ شافعی)	صبغۃ اللہ بن محمد غوث شافعی	فقہ اردو قلمی	۱۲۵۶ھ
۶	ترجمہ شرح وقایہ	صدرالشریعہ عبیداللہ	// //	ـ
۷	غایۃ البیان فی ضرورت الصیام والرمضان	حاجی محمود حسین	// //	۱۲۹۷ھ
۸	روضۃ الاسلام	ـ	// //	ـ
۹	محبّ الاتقیاء	سید عبدالخالق	// //	۱۲۴۷ھ
۱۰	بیان ذبح حیوان نذر غیرحق (کتاب حق الیقین)	ـ	// //	ـ
۱۱	نماز کی ضروری دعائیں	ـ	// //	۱۲۹۳ھ
۱۲	قیاس کا بیان	شیخ احمد ملا جیون	اصول فقہ // //	ـ
۱۳	نصاب اہل خدمات شرعیہ	قاضی غلام محی الدین	فقہ	۱۳۲۷ف
۱۴	کتاب درتصوف (جلداول)	محمد سبحان علی شاہ درویش صحرائی	تصوف واخلاق اردو	۱۳۲۶ھ
۱۵	کتاب // // (// دوم)	محمد سبحان علی شاہ درویش صحرائی	// //	ـ
۱۶	کتاب // // (// سوم)	محمد سبحان علی شاہ درویش صحرائی	// //	ـ
۱۷	کتاب // // (// چہارم)	محمد سبحان علی شاہ درویش صحرائی	// //	ـ
۱۸	کتاب // // (// پنجم)	محمد سبحان علی شاہ درویش صحرائی	// //	ـ
۱۹	کتاب // // (// ششم)	محمد سبحان علی شاہ درویش صحرائی	// //	ـ
۲۰	رسالہ تصوف	حضرت شاہ محمد	// //	ـ
۲۱	ثمرالفتوح	فنافی اللہ شاہ	// //	ـ
۲۲	زواجر	محمد آدم	// //	۱۲۸۳ھ
۲۳	کتاب مایکفی الواعون فی منع الفرار عن الطاعون	ـ	// //	ـ
۲۴	منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۴۲ھ
۲۵	مثنوی من لگن	محمود بحری	// //	ـ
۲۶	مثنوی من لگن	محمود بحری	تصوف واخلاق اردو	۱۲۸۷ھ

۲۷	پنچھی باجا ترجمہ منطق الطیر	فریدالدین عطار	تصوف و اخلاق اردو	۱۲۶۴ھ
۲۸	منطق الطیر	فریدالدین عطار	// //	۔
۲۹	مکتوبات الٰہی بخش شاہ	حضرت خواجہ الٰہی بخش شاہ عرفان	// //	۔
۳۰	مکتوبات الٰہی بخش شاہ	۔	// //	۔
۳۱	مکتوبات الٰہی بخش شاہ	حضرت خواجہ الٰہی بخش شاہ عرفان	// //	۱۳۳۲ھ
۳۲	ترجمہ مثنوی شمع دل افروز	شاہ شرف الدین قلندر بوعلی	// //	۔
۳۳	معروضہ سید شاہ محمد غوث مدنی القادری گلیم پوش	سید شاہ محمد غوث مدنی القادری	// //	۱۳۳۲ھ
۳۴	مقاصد رسالہ اشرف المضمون من مقدمہ ابن خلدون	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۳۰ھ
۳۵	منتھی الکلام فی اطاعت حضرت النظام	حبیب احمد برزنجی	// //	۔
۳۶	قوانین الانتظام لمما لک النظام	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۳۱ھ
۳۷	قوانین الانتظام لمما لک النظام	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۳۱ھ
۳۸	قوانین الانتظام لمما لک النظام	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۳۱ھ
۳۹	ایضاح افادت	مولوی محمد سعید خان	// //	۱۳۰۶ھ
۴۰	نظام الوجود فی وحدۃ الوجود	سید ابراہیم بن سید عباس قادری	// //	۱۳۴۱ھ
۴۱	رسالہ توحید	شاہ میر صاحب	// //	۔
۴۲	رسالہ کلمہ توحید	سید ابراہیم شاہ قادری	// //	۱۳۳۹ھ تالیف
۴۳	اعظم الاخلاق	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۳۴ھ
۴۴	ترجمہ رسالہ قشیریہ	عبدالکریم قشیری	// //	۔
۴۵	ھدایۃ النصاریٰ	عبدالقادر عفانی	عقائد و کلام اردو قلمی	۱۲۵۷ھ
۴۶	گلزار ہدایت	صبغۃ اللہ بن محمد غوث	// //	۱۲۶۴ھ
۴۷	ردنصاریٰ	محمد ہادی	// //	۱۲۵۰ھ
۴۸	خلاصہ مسئلہ وحدت الوجود و وحدۃ الشھود	۔	// //	۔

۴۹	رسالہ موجب التعظیم الرسول کریمؐ	سید محمد عبد العلام الحسینی	عقائد وکلام اردو قلمی	۱۲۹۵ھ
۵۰	فیض عام	محمد صالح	// //	ـ
۵۱	التنزیہ فی التشبیہ	ـ	// //	۱۳۳۱ھ
۵۲	کتاب العقائد	ـ	// //	۱۳۰۰ھ
۵۳	مخطوطہ نامعلوم	ـ	// //	ـ
۵۴	لآلی البہیۃ فی الرد علی الجہمیۃ	محمد بدیع الزماں	عقائد وکلام اردو	۱۳۰۰ھ
۵۵	ادلات عشرہ المسمی بہ عشرہ مبشرہ	ـ	// //	۱۳۳۱ھ
۵۶	مکتوب در مسئلہ تناسخ	ـ	// //	۱۳۱۲ھ
۵۷	افادۃ الافہام (اول)	محمد انوار اللہ	// //	ـ
۵۸	تمہید شجرۃ المذاہب	ـ	// //	ـ
۵۹	کتاب المنیۃ والامل	ـ	// //	ـ
۶۰	اعجاز احمدی قلمی	ـ	تذکرہ وسیر اردو	۱۲۴۷ھ
۶۱	روضۃ الشہداء قلمی	ولی ویلوری	// //	۱۱۳۰ھ
۶۲	تاریخ کربلا قلمی	ـ	// //	ـ
۶۳	حالات امیر تیمور ومحمد بابر بادشاہ	ـ	// //	ـ
۶۴	مسودہ کتاب حقیقۃ الفقہ	محمد انوار اللہ	// //	ـ
۶۵	خزائن الامثال قلمی	حافظ میر شمس الدین محمد	لغت اردو	۱۲۷۱ھ تالیف
۶۶	مختصر اللغات	ـ	// //	ـ
۶۷	فرہنگ من لگن	اسماعیل	// //	ـ
۶۸	دیوان صاحبقران قلمی	ـ	ادب نظم اردو	۱۲۲۱ھ
۶۹	گلزار داغ قلمی	داغ دہلوی	// //	۱۳۰۳ھ
۷۰	مجموعہ چہار مرثیہ قلمی	امانت	// //	ـ

۷۱	کلیات جرأت قلمی (حصہ اول)	جرأت	ادب نظم اردو	ـ
۷۲	// // // (حصہ دوم)	جرأت	// //	۱۲۴۰ھ
۷۳	مثنوی بہار عشق قلمی	حکیم تصدق حسین خاں	// //	۱۲۷۹ھ
۷۴	مثنوی خواب وخیال قلمی	خواجہ میر درد	// //	۱۲۸۷ھ
۷۵	دیوان حسن قلمی	حسنؔ	// //	ـ
۷۶	دیوان سحر قلمی	سحرؔ	// //	۱۲۹۶ھ
۷۷	انتخاب غزلیات میر تقی قلمی	میر تقی	// //	ـ
۷۸	دیوان امانت قلمی	ـ	// //	۱۲۹۸ھ
۷۹	دیوان چندا قلمی	ـ	// //	ـ
۸۰	دیوان حفیظ قلمی	ـ	// //	ـ
۸۱	دیوان انشاء اللہ خاں قلمی	انشاء اللہ خان انشاؔء	// //	ـ
۸۲	ضیائے نبوت	عبد الرحیم	ادب نظم اردو	۱۲۹۷ھ
۸۳	دیوان صبا	میر وزیر علی صبؔا شاگرد خواجہ حیدر علی آتش	// //	۱۲۷۷ھ
۸۴	دیوان حیؔا	میرزا محمد رحیم الدین بہادر حیؔا	// //	ـ
۸۵	// شیریں	ـ	// //	۱۲۹۷ھ
۸۶	شش مرثیہ	دبیرؔ، انیسؔ، مقبولؔ، مونسؔ، مشیرؔ	// //	ـ
۸۷	باغ وبہار	عبد اللطیف الطفؔ	// //	۱۲۹۷ھ
۸۸	مجموعہ بست ودو مرثیہ ہائے متفرق	ـ	// //	ـ
۸۹	دیوان سودا	ـ	// //	ـ
۹۰	مجموعہ پنج مرثیہ وسلام ونوحہ جات	مونسؔ، میرؔ، ضمیرؔ، دبیرؔ	// //	۱۲۹۲ھ
۹۱	مجموعہ رباعیات	وفاؔ، لائق، دبیرؔ	// //	ـ

۹۲	دیوان الفت	مولوی جمال الدین الفت	ادب نظم اردو	۱۲۹۸ھ
۹۳	مسدس کربیادر مصائب اہل بیت	مرزا عنایت علی بیگ	// //	۱۳۲۴ھ
۹۴	مجموعہ واسوخت قلمی	-	// //	-
۹۵	نیرنگ عشق	اکرام الدین خاں جذب	// //	۱۳۰۰ھ
۹۶	غزلیات وفا	-	// //	-
۹۷	مثنوی چھومنتر میاں صفا قلمی	میاں صفا	// //	-
۹۸	واسوخت امانت قلمی	-	// //	-
۹۹	مجموعہ رباعیات میرانیس	میر انیس	// //	۱۳۲۳ھ
۱۰۰	قصہ اویس قرنی	مداح	// //	۱۲۹۶ھ
۱۰۱	لعل و گہر	عاجز	// //	۱۲۹۹ھ
۱۰۲	ہفت بند مسدسات وغیرہ	محمد علی خاں، میاں وفا، سرور، فیاض	// //	-
۱۰۴	لیلیٰ مجنوں گرہ بند	نظیر	ادب نظم اردو قلمی	-
۱۰۴	گلزار نسیم و مثنوی جذب	-	// //	۱۲۷۴ھ
۱۰۵	قصائد نعتیہ زار	زار صاحب	// //	-
۱۰۶	پدماوت	جائسی	// //	۱۲۳۸ھ
۱۰۷	دیوان غلام رسول بیگ شوق	غلام رسول بیگ شوق	// //	۱۲۷۲ھ
۱۰۸	اعتراض اشعار غلام امام صاحب شہید	-	// //	۱۲۹۷ھ
۱۰۹	دیوان دولہ	-	// //	۱۲۹۷ھ
۱۱۰	رباعیات امجد	احمد حسین امجد	// //	-
۱۱۱	ضرب المثل اُردو قلمی	-	ادب نثر اردو قلمی	-
۱۱۲	محاورات فارسی مع ترجمہ ہندی قلمی	رونڈ ایڈورڈ سیل صاحب	// //	۱۲۹۹ھ

۱۱۳	باغ و بہار قلمی	امیر خسرو	قصص اردو قلمی	۱۲۱۷ھ
۱۱۴	مثنوی میر حسن قلمی	میر حسن	// //	۱۲۱۳ھ
۱۱۵	مثنوی میر حسن بے نظیر بدر منیر قلمی	میر حسن	قصص اردو قلمی	۱۲۱۷ھ
۱۱۶	سوانح عمری ملادو پیازہ قلمی	-	تاریخ اردو قلمی	-
۱۱۷	مراۃ الہند	وزیر علی	// //	۱۲۵۳ھ
۱۱۸	فالنامہ قلمی	-	قیافہ و نجوم قلمی	-
۱۱۹	فالنامہ	-	// //	۱۳۱۸ھ
۱۲۰	حصن حصین	محمد بن محمد جزری شافعی	وظائف وادعیہ اردو	۱۲۹۱ھ
۱۲۱	رسالہ وقایۃ الرحمٰن لنذر حضرۃ العثمان	حبیب احمد برزنجی	// //	-
۱۲۲	استغفارات آصفیہ	حبیب احمد برزنجی	// //	۱۳۳۷ھ
۱۲۳	حرز عثمانی	-	// //	-
۱۲۴	فوائد شافیہ	-	صرف و نحو اردو	۱۳۵۵ھ
۱۲۵	حجۃ البالغہ علی من اعکس الحکمۃ البالغہ	حبیب احمد برزنجی	حکمت و فلسفہ	۱۳۳۶ھ
۱۲۶	بدیع الترتیل	محمد علی خان ابن بہادر علی خاں جلال آبادی	تجوید و قرأت	۱۲۶۷ھ
۱۲۷	بحث وجود	-	منطق	-
۱۲۸	نقول دعانامہ جات	حبیب احمد برزنجی	متفرق	۱۳۳۴ھ تا ۱۳۴۷ھ
۱۲۹	سفر السعادت	مجد الدین فیروز آبادی	سیرت النبی	۱۳۵۶ھ
۱۳۰	ترجمہ احادیث	محمد انواراللہ	حدیث اردو	-

گہوارۂ علوم ہزاراں نظامیہ

شگفتہ قلم : دکتر سید عباس متقی عفی عنہ قادری چشتی نقشبندی سہروردی

۲۸ ربیع المنور ۱۴۲۸ ھ م ۱۷ رمارس ۲۰۰۷ء سہ شنبہ

در بزم تار شمع فروزاں نظامیہ
سر تا قدوم سرو چراغاں نظامیہ

حامی عشق احمد و داعیِ بسوئے خیر
خلد آشنا نشانِ خیاباں نظامیہ

دیگر مدرسہا ہمہ مثل نجوم چرخ
لیکن چوں ماہ نور درافشاں نظامیہ

اہلِ دکن خوشا ہمہ خوش بخت و خوش نصیب
دارند در دکن دردوراں نظامیہ

خدمت گذارِ جامعہ سلطان دکن بود
آئینہ دارِ شوکتِ عثماں نظامیہ

از طرف کردگار عطائے برائے عام
انعام حق بہ صورت فرقاں نظامیہ

دانشگہ زر مز و ما یَنْطِق بگو
سرتا پا طورِ علم ضو افشاں نظامیہ

تفسیر فقہ حدیث و تصوف کلام و شعر
گہوارۂ علوم ہزاراں نظامیہ

ایں طرف دو و نود و آں رخ دوازدہ
تاسیس رمز سال درافشاں نظامیہ

بے برگ و بار شد ہمہ عالم خزاں زدہ
لیکن دوامِ فصل بہاراں نظامیہ

نامے صد افتخار و صد اقبال و صد علو
فخرِ مدرسہائے در افشاں نظامیہ

شیخ الشیوخ جامعہ آن حضرت خلیلؔ
خیلی بہ کارہائے او شاداں نظامیہ

شد متقی نظامی کہ از روز ابتداء
می وارد او سر رشتہ برہاں نظامیہ

جامعہ نظامیہ کی
علم حدیث نبوی ﷺ میں خدمات

از: مولوی حافظ امتیاز الرحمان قادری، فاضل جامعہ نظامیہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کے جامعہ نظامیہ قیام سے آج تک علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں اپنا کردار ادا کررہا ہے جامعہ نظامیہ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ اہل علم کی جماعت ملت کی خدمت ورہنمائی کے لئے تیار کی جاتی رہے یہ خدمت تفسیر، فقہ، ادب کے علاوہ علم حدیث کے میدان میں بھی جاری ہے جو درس وتدریس، وعظ ونصیحت، تصنیف وتالیف کے ذریعہ ہوتی رہی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ حافظ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات علمی دنیا بالخصوص اہل دکن کے لئے محتاج تعارف نہیں علوم حدیث میں آپ کے تبحر کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک خاص زاویہ فکر سے صحاح ستہ کی احادیث کا انتخاب مرتب کیا اس کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۂ اللہ نے اس کی تمام احادیث کو تزکیہ نفس کے تحت جمع کیا ہے جو یقیناً آپ کا منفرد کارنامہ ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۂ اللہ کو علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی جو آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ''موضوع احادیث'' کے موضوع پر تحریر کی گئی تالیف منیف

''الکلام المرفوع فی ما یتعلق بالحدیث الموضوع''

اس سلسلہ میں بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے جس میں آپ نے دقت نظری وتبحر علمی سے احادیث موضوعہ اور وضع کے قرائن واسباب کے متعلق انتہائی عالمانہ اور محققانہ بحث فرمائی ہے علاوہ ازیں آپ کے فروغ علم حدیث کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کتب حدیث

کنز العمال ،

الجوهر النقی اور

الجواهر المكلله

جیسے نادر ونایاب قلمی نسخوں کو کثیر رقم صرف کر کے نقل کروایا اور حیدرآباد لے آئے اہلِ ہند کو آپ ہی کے ذریعہ ان نادر ونایاب نسخوں کا علم ہوا علم وفن کے ان گراں قدر وبیش بہا خزینوں کو دست وبرد سے بچانے کا خیال ہی

''دائرة المعارف العثمانيه ''

کے قیام کا سبب بنا، اس عالمی ادارہ تحقیق نے نادرالوجود کتابوں کی طباعت واشاعت کی قابل قدر خدمت انجام دی جس کے تحت حدیث، اصول حدیث، اور اسماء رجال کی تقریباً پچاس (۵۰) کتابیں شائع ہوئیں، حدیث کے بڑے بڑے محققین اس ادارہ کی علمی تحقیقی خدمات کے معترف ہیں جس کی بناء پر ہندوستان کا نام دنیا کے جغرافیہ میں نمایاں ہوا، یوں تو حضرت شیخ الاسلام اور آپ کی بنا کردہ

جامعہ سے علم حدیث کی خدمت کرنے والوں میں محدثین وشیوخ حدیث کی ایک بڑی تعداد ہے اختصار کے پیش نظر یہاں چند کا ذکر کیا جارہاہے۔

تلامذہ حضرت شیخ الاسلام

حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی رحمۂ اللہ نے حضرت شیخ الاسلام کی تصنیف

"حقیقة الفقه"

سے تحریک پاکر حدیث شریف میں پانچ جلدوں پر مشتمل

"زجاجة المصابيح"

کی تالیف فرمائی اور اس کے حاشیہ پر کئی ایک کتب احناف کے حوالہ سے احادیث کی تشریح اور دقیق ترین مسائل کو واضح کیا یہی وجہ ہے کہ صرف اہل دکن ہی نہیں بلکہ علمی دنیا آپ کو

"محدث دکن"

سے جانتی اور مانتی ہے یہ کتاب فقہ حنفی پر عائد ہونے والے اعتراضات کا مدلل جواب اور احناف کے لئے ایک نادر تحفہ بن کر نمودار ہوئی۔

چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی ، اردو داں طبقہ کی سہولت کے لئے حضرت مولانا حاجی منیر الدین صاحب رحمۂ اللہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ) نے اس کا اردو ترجمہ شروع کیا حضرت پروفیسر عبدالستار خاں صاحب (امریکہ) نے بھی اس میں بھرپور حصہ لیا آٹھویں جلد کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا تھا اب الحمدللہ موجودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب نے اردو کی ۹ تا ۱۵ جلدوں کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ زبان میں کیا ہے توقع ہے کہ زجاجۃ المصابیح کی پانچویں جلد کے اختتام تک نور المصابیح کی ۲۰ جلدوں کا ضخیم سٹ تیار ہوجائے گا۔

حضرت مولانا حکیم محمود صمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی علم حدیث میں قابل قدر خصوصیات کی حامل ہے آپ کے نمایاں علمی کارنامے ہیں جو آپ کی علمی گہرائی وگیرائی پر دلالت کرتے ہیں مولانا ممدوح کی تصنیف لطیف

"معیار الحدیث"

باوجود اختصار لفظی کے معنویت وافادیت میں عظیم ہے جس میں آپ نے علم حدیث اور علم الرجال کی اصطلاحات کو جمع کیا ہے نیز اسماء الرجال سے متعلق گفتگو فرمائی ہے جو ایک قاری اور طالب علم کو بڑی کتابوں سے بے نیاز کردیتی ہے ، ویسے علم حدیث میں آپ کی تقریباً پچیس تصانیف کے نام ملتے ہیں۔

محدث جلیل حضرت ابوالوفا افغانی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نظامیہ کی شخصیت تاریخ حدیث میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، آپ کی سوانح حیات کے مطالعہ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آپ جامعہ نظامیہ کے علاوہ ہر اتوار اپنے دولت خانہ پر درس حدیث دیا کرتے تھے جس میں دور دور سے تشنگان علم کامل اہتمام کے ساتھ شریک ہوکر استفادہ کرتے تھے اور عرصہ دراز تک آپ کے علمی انوار اور صحبت بافیض سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

جامعہ نظامیہ اور
درس صحیح بخاری شریف

علوم اسلامیہ کی قدیم وعظیم درس گاہ جامعہ نظامیہ میں روز اول سے ہی علم حدیث شریف علی صاحبہ وآلہ الصلاۃ والسلام درس وتدریس اورنشر و اشاعت کا پورا اہتمام اوراس کے ساتھ کامل عنایت رہی ہے۔ شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت مولانا امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی جامعہ نظامیہ نے آنحضور علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام کے اشارہ منامی کی تعمیل میں مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا سے دکن مراجعت فرماتے ہوئے علم حدیث اور حدیث شریف کی عظیم کتاب ''کنز العمال''، خوارزمی کی جامع مسانید امام اعظم اورالجوھر النقی علی سنن البیھقی کونقل کرکے اپنے ساتھ لائے اور دائرۃ المعارف قائم کرکے ان کتابوں کی طباعت کا اہتمام فرمایا اور حدیث موضوع کے اہم ترین موضوع پر معرفت قرائن وضع سے متعلق ''الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع'' تصنیف فرمائی اور کتب صحاح ستہ سے مجموعہ منتخبہ ترتیب دیا اور تعلیم وتربیت اور تزکیہ کے اہم تراجم قائم فرمائے اللہ تعالیٰ نے اس جامعہ اوراس کے علوم میں برکت ڈال دی۔ اقطاع عالم سے جوق درجوق طلبۃ العلوم اس عظیم اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لینے اور منبع علم وہدایت سے سیراب ہونے کے لیے چلے آتے ہیں اور یہ سلسلہ بلاانقطاع جاری وساری ہے۔ عالم عرب میں بھی طلبہ اس جامعہ سے انتساب کو باعث سعادت سمجھتے رہے ہیں اور تاقیام ساعت انشاءاللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا کیونکہ جامعہ نظامیہ مقبول بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس جامعہ کے ہر شعبہ میں علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر علماء ربانیین تدریس کے منصب پر فائز رہے ہیں، حضرت شیخ الاسلام کو علم حدیث شریف سے خصوصی تعلق تھا، اس کی برکت ہے کہ تدریس حدیث شریف علی صاحبہ والہ الصلاۃ ولسلام کے منصب جلیل پر جلیل القدر محدثین باکرامت اہل اللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب؄، حضرت مولانا عبدالکریم افغانی؄، حضرت مولانا مفتی مخدوم بیگ صاحب؄، حضرت مولانا مفتی رحیم الدین صاحب؄، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کان اللہ لہ، حضرت مولانا حکیم محمد حسین صاحب؄، حضرت مولانا حاجی منیرالدین صاحب؄ جیسے خاصان خدا درس دیتے رہے ہیں اوراب شیخ الحدیث کے جلیل القدر عہدہ پر حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب فائز ہیں۔ الحمدللہ شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب کے دور میں شعبہ حدیث میں کافی ترقی ہورہی ہے۔ دارالحدیث کی جدید پرشکوہ عمارت تعمیر ہورئی ہے اور حدیث شریف کا جو درس ہوتا ہے اس کو قلمبند کیا جاکر ''ثروۃ القاری من انوار البخاری'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ درس حدیث شریف کے طرق سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب انفاس العارفین میں بضمن احوال، تین (۳) اسالیب ذکر کئے ہیں۔

(۱) سرد

(۲) بحث وحل

(۳) امعان وتعمق۔

سرد: میں مسلسل عبارت پڑھی جاتی ہے، طالب علم کے دریافت کرنے پر بتا دیا جاتا ہے، اسلاف کرام میں یہ طریقہ رائج رہا ہے، چنانچہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا امام مالک اپنے استاد وفد اللہ مکی علیہ الرحمہ سے چار مجلسوں میں ختم کیا۔ علامہ فیروز آبادی صاحب قاموس نے مسلم شریف کو تین دن میں ختم کیا۔ علامہ ابوالفضل عراقی نے چھ مجلسوں میں، علامہ خطیب بغدادی نے پانچ مجلسوں میں اور بخاری شریف کو چالیس گھنٹوں میں، نسائی شریف دس مجلسوں میں، ابن ماجہ شریف چار مجلسوں میں اور معجم طبرانی ایک مجلس میں ختم کیا۔

دوسرا طریقہ بحث وحل: لغات غریبہ کا حل رواۃ کا تعارف، معنی حدیث شریف کی وضاحت اور کسی بھی اشکال کا جواب دیا جائے۔

تیسرا طریقہ امعان وتعمق: یعنی حدیث شریف کے مالہ و ماعلیہ اور مسائل فقہیہ کا استنباط، اختلاف ائمہ اور ان کے دلائل اور وجوہ ترجیح سے بحث کی جاتی ہے۔ جامعہ نظامیہ میں شروع سے دوسرا و تیسرا طریقہ رائج ہے اور اسلاف کے طریقے کے مطابق مضمون سے متعلق بصیرت افروز تقریر اور احادیث شریفہ مسائل فقہیہ کا استنباط اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ موضوع سے متعلق بحث کا کوئی گوشہ چھوٹنے نہ پائے اور حسب ضرورت رجال سے بحث اور رواۃ صحابہ علیہم الرضوان کے ایمان افروز واقعات اور شروع سے آخر تک یکساں اسلوب میں بیان کئے جاتے ہیں یہ جامعہ کے درس کی خصوصیات ہیں۔

الحمد للہ جامعہ نظامیہ میں ہر سال جلسہ ختم بخاری شریف منعقد ہوتا ہے۔ اس جلسہ کی نگرانی مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیتے ہیں اس موقع پر کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ کی طالبات کا بھی بخاری شریف کا اختتامی درس ہوتا ہے۔ آخر میں حسب ذیل خصوصی دعاء ختم بخاری شریف پڑھی جاتی ہے۔

هذا دعاء صحيح الامام محمد بن اسماعيل البخارى

للعارف بالله المنان السيد احمد بن زينى دحلان شيخ الاسلام بمكة المكرمة نفع الله به المسلمين آمين

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الكريم المنعم الذى لاتحصى نعمه الاعداد۔ ولا يضجره مسائل السائلين ولا يبرمه الحاح العباد۔ ولا يمسك مافى خزائن رحمته الاعدام والنفاد۔ وهو الله الذى لا اله الا هو لامعطى لما منع ولا مانع لما اعطى من الخير والامداد۔ احمده سبحانه و تعالىٰ و هو بالحمد اولى و احق۔ واشكره عز و علا على ما جل من نعمائه و دق واشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له شهادة صدق و حق و اشهدان سيدنا محمدا عبده و رسوله المبعوث الى كافة الخلق، اللهم فصل وسلم على هذا النبى الكريم والرسول العظيم سيدنا محمد المخصوص بأشرف الاديان المنزل عليه فى محكم كلامك القديم و اذا سألك عبادى عنى فانى قريب اجيب

دعوة الداع اذادعان و على اله و اصحابه المحافظين على اتباع سنته فى السر والاعلان صلاة و سلاما يكونان سببا لتفريح الهموم و كشف الغموم و ذهاب الاحزان. ونسألك اللهم يا من لايعلم قدره الاهو ولايبلغ صفته الواصفون و يامن امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون يامن لايشغله شان عن شان ولايشتبه عليه صوت بصوت ويامن يحيى العظام وهى رميم ويكسوها لحمابعد الموت كما وفقتنا لقرآءة صحيح الامام محمد بن اسماعيل البخارى فى هذا المحل فضلا منك ومناويسرت لنا تلاوته مكملا ان توفقنا للعمل بما جاء فيه من المواعظ والاحكام. وبما رواه الثقات عن رسولك عليه افضل الصلاة والسلام وان تجعله حجة لنا لا حجة علينا فى هذه الدار و فى تلك الدار و تدر على من الفه و كتبه و قراه وسمعه سحائب رحمتك و رضوانك آناء الليل و اطراف النهار اللهم وفقنا للعمل بما احتوى عليه من اثر وخبروآية. و نور اللهم به ابصارنا و بصائرنا لنفوز من بركاته بالنهاية واحفظنا من الوقوع فى الشك والوهن والجهل والغفلة والندامة واجعله شاهدا لنا عندالحضور بين يديك يوم القيامة اللهم انا نتوجه اليك باوجه الشفعاء لديك واكرم من اقسم بحقه عليك نبيك الطاهر النسب الكريم الحسب خير العجم والعرب سيدنا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب فنسالك اللهم ببلاغه عنك وقربه منك وجاهه المقبول لديك وسائر الانبياء والمرسلين واهل بيت نبيك صلى الله عليه وسلم وصحابته اجمعين وبما تلوناه مما اشتمل عليه صحيح الامام محمد بن اسماعيل البخارى و بمن ذكر فيه من الرجال اهل الخصوصية والفوز والاكرام وبحملة الشريعة من علماء هذه الأمة وبالأولياء والصالحين الذين منحهم جزيل الانعام وبمن حضر هذا المجمع من مقبول الدعاء و محقق الاستقامة وبكل عبدا جبته من يوم خلقت الدنيا الى يوم القيامة ان تكشف عنا البلاء والوباء واغلاء والامراض ولاسقام و تزيل عنا الشكوى والأوهام (اللهم عمر بنا منازلنا ولاتهلكنا بسوء فعالنا ولا تكلنا الى انفسنا طرفة عين ياحى يا قيوم برحمتك نستغيث يا مغيث اغثنا ثلاثا) ونتوسل اليك بكل من اقسمنا به عليك ان تنصر الاسلام والمسلمين و تشيد قواعد هذا الدين بالتا ييدوالتمكين وان تعجل بالنصر والفتح المبين اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات والف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم واجعل فى قلوبهم الايمان والحكمة وثبتهم على ملة رسولك و اوزعهم ان يوفوا بعهدك الذى عاهدتهم عليه وانصرهم على عدوك و عدوهم له الحق واجعلنا منهم. اللهم انتصر لنا انتصارك لاحبابك على اعدائك اللهم لاتمكن الاعداء لافينا ولامنا ولاتسلطهم علينا بذنوبنا اللهم قنا الاسوى ولاتجعلنا محلا للبلوى يامن اجاب نوحا

فی قومه یامن نصر ابراهیم علی اعدائه یامن رد یوسف علی یعقوب یامن کشف ضر ایوب یامن اجاب دعوة زکریا یامن قبل تسبیح یونس بن متی نسالك اللهم باسرار اصحاب هذه الدعوات المستجابات ان تقبل مابه دعوناك وان تعطینا یاربنا ماسالناك انجزلنا وعدك الذی وعدته لعبادك المؤمنین لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین انقطعت آمالنا و عزتك الامنك وخاب رجاؤنا وحقك الا فیك یا الله یاالله یاالله۔

ان ابطات غارة الارحام وابتعدت

عنا فاسرع شئی غارة الله

یا غارة الله حتی السیر مسرعة

فی حل عقدتنا یا غارة الله

عدت العادون وجاروا

ورجونا اللّٰه مجیرا

وکفی باللّٰه ولیّا

وکفی باللّٰه نصیرا

وحسبنا الله ونعم الوکیل ولا حول ولاقوة الا بالله العلی العظیم اللهم انا نسالك التوبة الکاملة والمغفرة الشاملة المحبة الکاملة والخلة الصافیة والمعرفة الواسعة والانوار الساطعة والشفاعة القائمة والحجة البالغة والدرجة العالیة وفك وثاقنا من المعصیة ورهاننا من النقمة بمواهب الفضل والمنة اللهم انه لم ینزل بلاء الا بذنب ولم یکشف الابتوبة ولهذا ایدینا الیك بالذنوب ونواصینا الیك بالتوبة فاکشف عنا من البلاء مالا یکشفه غیرك اللهم احفظنا من الوباء والامراض والاسقام واکشف عنا الغلاء وازل عنا الشکوك والاوهام اللهم اسقنا الغیث ولاتجعلنا من القانطین اللهم اسقنا غیثا مغیثا هنیئا مریئا غد قامجللا سحاباطبقا دائما نافعا غیر ضار اللهم اسقنا الغیث ولاتجعلنا من القانطین اللهم أنبت لنا الزرع وادرلنا الضرع واسقنا من برکات السماء و أنبت لنا من برکات الارض واکشف عنا من البلاء مالا یکشفه غیرك اللهم ان نستغفرك انك کنت غفارا فارسل السماء علینا مدرارا اللهم انا نعوذبك من الذنوب التی توجب النقم ونعوذبك من الذنوب التی تغیر النعم ونعوذبك من الذنوب التی تهتك العصم ونعوذبك من الذنوب التی تمنع غیث السماء و نعوذبك من الذنوب التی تذل الاعز و تذلل الاعداء اللهم اصلح الامام اللهم اصلح الامام والامة

اللهم اغفرلنا ولوالدينا ومشائخنا واساتيذناوتلاميذنا ومن حضرهنا ومن احسن الينا ولاصحاب الحقوق علينا ولسائر المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات اللهم الف بين قلوبنا واصلح ذات بيننا واهدنا سبل السلام ونجنا من الظلمات الى النور وجنبنا الفواحش ماظهر منها وما بطن وبارك لنا فى اسماعنا ابصارنا و قلوبنا وازواجنا و ذرياتنا وتب علينا انك انت التواب الرحيم واجعلنا شاكرين لنعمتك مثنين بها قابليها واتمها علينا اللهم احسن عاقبتنا فى الامور كلها واجرنا من خزى الدنيا و عذاب الاخرة اللهم ارخص اسعارنا وغزرامطارنا واجعل هذه البلدة آمنة مطمئنة رخية وسائر بلاد المسلمين اللهم امنا فى اوطانا ودمر من ارادنا بسوء اللهم اكتب السلامة والعافية لنا ولعبيدك الحجاج والغزاة والزوار والمسافرين فى برك وبحرك من المسلمين اجمعين اللهم ان آمالنا اليك موقوفة واكفنا من البسط الى من سواك مكفوفة فأفض علينا من سحائب معروفك المعروفة ولاتصرفنا الا وهذه الشدة مصروفة اللهم انا عبيدك الضعفاء وان اسانا متمسكون باذيال حلمك وان جهلنا فاغفرلنا وارحمنا وعافنا واعف عنا اللهم انا عبيدك المقصرون طامعون فى سعة جودك و كرمك ياذا الجلال والاكرام فلا تردنا خائبين ولاعن باب جودك مطرودين اللهم انا عبيدك الواقفون على بابك الخاضعون لعزة جنابك الطامعون فى شرابك فلاتردنا على اعقابنا متذللين اللهم انا دعونا وان اسانا متمسكون باذيال حلمك و ان جهلنا فاغفرلنا وارحمنا وعافنا واعف عنا اللهم لاتدع لنا ذنبا الا غفرته ولا عيبا الاسترته ولاهما الافرجته ولاكربا الاكشفته ولادينا الاقضيته ولا ضالا الا هديته ولاعائلا الا اغنيته ولا عدوا الا خذلته وكفيته ولاصديقا الا رحمته وكافيته ولافسادا الااصلحته ولا مريضا الا عافيته ولا غائبا الا رددته ولا حاجة من حوائج الدنيا والاخرة لك فيها رضاء ولنا فيها صلاح الاقضيتها ويسرتها فانك تهدى السبيل وتجبر الكسير وتغنى الفقير يارب العالمين ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهيتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انك على كل شئى قدير وصلى الله على سيدنا محمد و على اله وصحبه اجمعين سبحان ربك العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين۔

☆☆☆

جامعہ نظامیہ کو
اربابِ شعر وسخن کا خراج عقیدت

دہد نوید کہ ایں مکتبِ معالی را　　نگر بہ چشمِ دل ایں اسوۂ غزالی را
زمان و ساعت فرخندہ فال اے عثمانؔ　　دہد چہ کرد شئے ایام و ہم لیالی را

(آصفؔ سابع)

اس جامعہ پہ رحمت باری ہے دیکھئے　　فیضانِ علم آج بھی جاری ہے دیکھئے
ایک ایک خوشہ چیں چمنستانِ علم کا　　مسند نشینِ فقہ وبخاری ہے دیکھئے
رویاء میں شاہِ دین نے فرمائی دستخط　　مقبولیت سند کی ہماری ہے دیکھئے

(حضرت سید صادق محی الدین فہیمؔ)

سلام اے جامعہ تجھ پر تیرے اوجِ مقدر پر　　سلام اے جامعہ اے مظہرِ انوارِ پیغمبر
سلام اے جامعہ اے درس گاہ وفضل کے محور　　سلام اے جامعہ اے خانقاہ وعلمِ دیں پرور

(حضرت نصر الحقؔ قادری)

جامعہ نظامیہ کے ہیں انوار دیکھئے　　علم وعمل کے قافلہ سالار دیکھئے
طاہرؔ ہیں قلب ملتا ہے سرمایۂ خلیلؔ　　ہر ذرہ درس گاہ کا ہے شاہکار دیکھئے

(حضرت صاحبؔ قدیری)

آزادِ دیں جو ہیں وہ ترے پائے بند
عالم نوازیاں تری سب کو پسند ہیں
میں کیا بتاؤں جو ترے رتبے بلند ہیں
کیسے بڑے بڑے ترے احسان مند ہیں
کتنوں کو تو نے عالم و فاضل بنادیا
ناقص کوئی جو آگیا کامل بنادیا
(حضرت عثمان حسینی ذکیؔ)

جامعہ یہ حضرتِ انوار کی ہے یادگار
جو مخاطب تھے فضیلت جنگ سے عالی وقار
ہے دعا تسکینؔ کی قائم نظامیہ رہے
روزِ روشن کی طرح دائم نظامیہ رہے
(حضرت عبدالکریم تسکینؔ)

یہ بیانو خوب ہیں اور یہ بارہ خوب ہیں
دونوں عالم کو یہ دونوں ہند سے محبوب ہیں
اِس طرف نامِ مبارک اُس طرف میلادِ پاک
جامعہ کے سال بھی انوار میں محجوب ہیں
(ڈاکٹر سید عباس متقیؔ)

مکتبِ انوارِحق، اے منبعِ علم وہنر
مرکزِ رشدو ہدایت، مسکنِ اہلِ نظر
وادیٔ گنگ وجمن میں دارِ ارقم کی مثال
سینۂ ارضِ دکن پر خواہشِ خیرالبشر
تاابد جلتی رہیں یارب نظامیؔ مشعلیں
نیل کے ساحل سے لیکر تا بہ خاکِ کاشغر
(حضرت جلیلؔ نظامی)

شاہد ہیں زمانے میں در وبامِ جامعہ
گزرے ہوئے لمحات وایامِ جامعہ
شامل ہیں ہم بھی ان میں پسِ پردہ سربکف
روشن کئے ہوئے ہیں جو کہ نامِ جامعہ
(حضرت رحمتؔ بخاری)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اور جامعہ نظامیہ کی مقبولیت بارگاہ نبوی ﷺ میں

بقلم: مولانا الحاج محمد حبیب الدینؒ سابق استاذ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر نظر مضمون کی ابتداء میں یہ واضح کر دینا مناسب وضروری ہے کہ مضمون میں جتنے واقعات اور روایات کا ذکر آیا ہے ان تمام کا تعلق عالم رویاء (خواب) سے ہے جو بزرگان جامعہ واسلاف جامعہ سے منقول ہیں لہذا ایسے خواب جس میں حضور پاک ﷺ کی زیارت ہوئی ہو ان کی شرعی حیثیت متعین کردی جائے تاکہ کوئی محض خواب سمجھ کرانکارنہ کربیٹھے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس نے سرکار ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زیارت کی آپ کی صورت مبارکہ میں شیطان نہیں آسکتا۔ سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ رَأنِیْ فِیْ الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَلْحَقْ۔

یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا (یعنی مجھ ہی کو دیکھا) ایک دوسرے مقام پرآقائے دوجہاں کا ارشاد ہے

مَنْ رَأنِیْ فِیْ الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِیْ یَقْظَتِهٖ وَلَایَتَمَثَّلُ بِیْ الشَّیْطَانُ.

یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میرا ہم شکل نہیں ہوسکتا اس حقیقت کے اظہار کے بعد سب سے پہلا واقعہ پیش ہے جس سے بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انواراللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی بارگاہ نبوی ﷺ میں مقبولیت کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی جب کسی بندے کو عالم ظہور میں لاتا ہے تو اس کے ظاہر ہونے سے پہلے غیبی اشارہ کردیتا ہے جس کو عرف عام میں بشارت کہتے ہیں چنانچہ بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انواراللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی پیدائش سے قبل ان کی والدہ ماجدہ ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ جب شادی کے بعد ایک عرصہ تک مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو میں نے ایک مجذوب خدامست بنام شمس الدین عرف یتیم شاہ ولی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ میوہ بھیج کر دریافت کروایا کہ آیا مجھے اولاد ہوگی یا نہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ لڑکا ہوگا جو عالم وفاضل حافظ قرآن اور محافظ علوم فرقان ہوگا اس کے بعد جب حمل کے آثار دکھائی دئے تو خواب میں حضور پرنور سردار دو عالم ﷺ کو تلاوت قرآن حکیم فرماتے ہوئے دیکھا (۱)۔

بانی جامعہ نظامیہ کی بارگاہ نبوی ﷺ کی مقبولیت کے بعد جامعہ اور اسناد جامعہ کی مقبولیت ملاحظہ ہو کہ 22 ذوالحجہ 1321ھ جامعہ کے جلسہ تقسیم اسناد جس میں مشاہیر علماء ومشائخ اور علم دوست اصحاب شریک تھے۔ مولانا عبدالصمد قندھاریؒ جو جامعہ کی ستائیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن تھے اپنے دست مبارک سے اسناد تقسیم فرمارہے تھے۔ جلسہ میں مولانا مفتی رکن الدین علیہ الرحمہ بھی موجود تھے مولانا عبدالحقؒ مصنف تفسیر حقانی نے فضیلت علم اور تعلیم علوم دینیہ کی ضرورت

اور اہمیت پر تقریر فرمائی اسی شب حضرت مولانا شرف الدین رودولوی نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور اسناد جامعہ کو اپنی دستخط خاص سے مزین فرمانے کیلئے طلب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ منتظم مدرسہ سندیں لے کر حاضر خدمت ہوئے یہ بشارت تمام نظامیہ کے حقیقی وابستگان کیلئے ہے کہ ان کہ کی سعی بارگاہ رحمۃ للعلمین ﷺ میں شرف قبولیت پاگئی اس مبارک خواب کا ذکر خود مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے مضمون ''نصاب تعلیم'' میں بھی کیا ہے۔(۲)

اب تیسرا واقعہ ملاحظ ہو جس سے بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ فاروقیؒ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے روحانی مدارج کا اندازہ اور بروقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص کا پتہ چلتا ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے مفتی مولانا رکن الدین علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ ''نجیبہ بیگم صاحبہ مولانا کی ایک خاص مریدہ ہیں جو مولانا کی رشتہ دار بھی ہیں۔ کثرت ذکر اللہ کی وجہ سے موصوفہ کا قلب اس درجہ صاف ہو چکا تھا کہ ان کے اکثر انکشافات بالکل صحیح ہوتے تھے جس کا ذکر خود مولانا انوار اللہؒ نے بھی کیا ہے انہی نجیبہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ میں جب کبھی مراقبے میں مولانا انوار اللہؒ کا تصور کیا ہے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت رسول کریم ﷺ کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں ابرو سے نور کی شعائیں نکل کر آسمان تک جا رہی ہیں اور آپ بے خود ہیں''۔(۳)

اور یہی بی بی صاحبہ ہمیشہ مولاناؒ کے درس فتوحات مکیہ سے استفادہ کے لئے قریب کے ایک حجرہ میں بیٹھی درس سنا کرتی تھیں، چنانچہ یہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے بارہا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو حلقہء درس میں تشریف لاتے دیکھا کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے اور کبھی بیٹھ جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہو۔(۴)

ایسے ہی ایک مرتبہ درس کے وقت حضور اقدس ﷺ کو انہوں نے دیکھا کہ ایک دوسرے حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور مولانا انوار اللہؒ درس دے رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ درس میں مصروف ہیں۔ ایک اور دفعہ مولانا کسی اہم مسئلے کو سلجھاتے وقت بار بار رک جاتے تھے تو نجیبہ بیگم صاحبہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے اور حضور انور ﷺ حطیم کعبہ میں جلوہ فرما ہیں اور تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ پھر آپ نے کچھ دیر کیلئے توقف فرمایا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ٹھیر جائیں کہ اس وقت میرا بچہ (مولانا انوار اللہ) حل مضمون سے قاصر ہو گیا ہے پھر مولانا انوار اللہ علیہ الرحمہ کی جانب توجہ فرمائی آپ کی توجہ پاک سے مضمون حل ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ بھی نہایت مسرور ہوئے پھر ادھر اپنے حلقہ درس میں مصروف ہو گئے(۵)۔

اب چوتھا واقعہ ملاحظہ ہو۔ بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ فاروقیؒ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے متعدد حج فرمائے ایک سفر حج کی روداد مطلع انوار میں اس طرح لکھی گئی کہ 1301ھ میں آپ عازم حج وزیارت ہوئے بعد فراغ حج جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دیار رسول ﷺ کی محبت نے وطن کی یاد بھلا دی اور آپ قافلہ سے جدا ہو گئے۔ رفیق سفر مولانا مظفر الدین معلیؒ کا بیان ہے کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں مولانا کی قیام گاہ پر حاضر ہوا وہاں نہ پا کر تلاش کرتا ہوا نکلا اور دیکھا کہ آپ قبہ سیدنا اسمعیل علیہ السلام میں مراقب ہیں پاس جا کر عرض کیا کہ قافلہ جا رہا ہے جلد تشریف

لے چلئے۔ جواب میں فرمایا کہ اس وقت مجھے آستانہ رسول ﷺ کی مفارقت گوارا نہیں آپ جائیے میں نہیں چل سکتا مگر میں نے ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر بڑے اصرار پر اٹھے اس عرصہ میں قافلہ نکل چکا تھا قافلہ کو ملانے کے لئے دوسری تیز رفتار سواری لے کر روانہ ہوئے اور پانچ کوس کے فاصلہ پر قافلہ سے جا ملے (۶)۔

اس طرح تیسرا سفر حج 1305ھ میں فرمایا اس کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے کہ تین سال تک آپ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور اسی دوران قیام مدینہ منورہ اپنی معرکتہ الآراء کتاب ''انوار احمدی''، تصنیف فرمائی جس کا ہر ہر لفظ حب رسول ﷺ کی صدا دیتا ہے۔ سفر حج میں 6 شوال 1307ھ کو آپ کے (9) سالہ صاحبزادے محمد عبدالقدوس کا انتقال ہوا جو سفر حج میں آپ کے ساتھ تھے۔ جب جنازہ تیار کیا گیا تو فرمایا کہ مجھے جنازہ پر لے چلو۔ آپ جنازہ پر تشریف لائے تو آپ نے میت کے کان میں فرمایا میرے پیارے بچے حضرت رسول ﷺ کی جناب میں ہمارا سلام عرض کرنا'' پھر واپس آئے اور بیہوش ہو گئے (۷)۔

جب ہمراہیوں نے دیکھا کہ آپ کی حالت دن بدن سقیم ہو رہی ہے تو کوشش کی کہ کسی طرح آپ کو وطن لے چلیں ایسی حالت میں بھی دیار حبیب ﷺ کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور اصرار شدید ہوا تو عذر پیش کیا کہ پہلے استخارہ کرونگا میرا چلنا اجازت پر منحصر ہے چنانچہ استخارہ کیا۔ اسی رات عالم رویا میں دیکھا کہ ایک لڑکا کتاب کھولے بیٹھا ہے اور آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اس کو پڑھاؤ اسلاف کرام اکابر جامعہ سے یہ بھی سنا گیا کہ آقائے دوجہاں حضور پرنور ﷺ خواب میں تشریف لائے اور چراغ دکھاتے ہوئے فرمایا۔ انوار اللہ دکن واپس جاؤ ہر دو خواب مبارک تھے جس میں درس تدریس اور علم کی اشاعت کی طرف اشارہ ہے چونکہ تعبیر اچھی تھی مجبوراً چلنے پر راضی ہو گئے موسم حج قریب تھا اس لئے کعبۃ اللہ پہونچے اور حج سے فارغ ہو کر محرم 1308ھ دکن کی جانب مراجعت فرمائی۔

جامعہ اور ربانی کی مقبولیت بارگاہ نبوی ﷺ میں واضح کرنے کے ساتھ طلباء جامعہ کی مقبولیت کو بھی اجاگر کردینا نہایت ضروری ہے۔ حلقۂ جامعہ میں یہ واقعہ بڑا مشہور ہے اور اکابر جامعہ سے بارہا سنا گیا کہ ایک طالب علم کا حصہ مسدود ہو گیا مخفی مباد کہ دارالاقامہ میں مقیم طلباء کیلئے تین وقت طعام کا انتظام ہے اور تادیبی واصلاحی کارروائی کے تحت ایک وقتہ یا پورا دن یا پھر تا حکم ثانی حصہ مسدود (کھانا بند) کیا جاتا ہے جبکہ بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بقید حیات تھے اسی قاعدہ وقانون کے تحت ایک طالب علم کا حصہ مسدود ہو گیا معزز طالب علم بڑے خوددار تھے کھانا نہ کھانے کا کسی سے اظہار نہ کیا اور بھوکے سو گئے لیکن شدت بھوک سے بے چین کروٹیں بدلنے لگے اچانک حضور رحمۃ للعلمین ﷺ بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے خواب میں تشریف لائے اور کہا کہ ''انوار اللہ'' تمہارے مدرسہ میں ایک بچہ شدت بھوک سے بے چین ہے فوری جاؤ اور اس کے کھانے کا انتظام کرو۔ اچانک بانی جامعہ شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ جب کہ رات کا کافی حصہ گذر چکا ہے مدرسہ تشریف لائے نگران کار اور مودب جامعہ اتنی رات کو آتے ہوئے دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئے مولانا نے اس طالب علم کو طلب فرمایا جسکی شکل وشباہت حضور پاک ﷺ نے خواب میں دکھادی تھی۔ مودب جامعہ نے فوراً طالب علم

کو حاضر کیا اور دریافت حال فرمایا۔ بعد ازاں ان کے کھانے کا انتظام فرمایا جب طالب علم کھانے سے فارغ ہوئے تو مولانا نے دریافت فرمایا کہ بابا تم کیا عمل کرتے ہو اور شب و روز کے معمولات کیا ہے ؟ طالب علم نے عرض کیا کہ کچھ نہیں نماز پابندی سے پڑھتا ہوں اور درسی کتابوں کے پڑھنے اور مطالعے کے بعد جو بھی وقت ملتا ہے سب کا سب آقائے نامدار محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر درود شریف پڑھنے میں گذارتا ہوں مولانا نے کہا کہ یہی درود پاک کی برکت ہے کہ حضور ﷺ ابھی خواب میں تشریف لائے تھے اور تمہاری بھوک سے بے چین تھے اور مجھے حکم دیا کہ فوری مدرسہ جاؤ اور میرے بچے کو کھانا کھلاؤ۔ یہ واقعہ یقیناً تمام طلبائے جامعہ کیلئے مسرت وسعادت کا باعث ہے کہ حضور ﷺ ان کی ہر ضرورت وتکلیف سے واقف ہیں (۸)۔

طلباء جامعہ کی مقبولیت ملاحظہ فرمانے کے بعد ان حضرات کی مقبولیت کو واضح کر دیا جائے جو جامعہ کے معاونین وعطیہ دہندگان ہیں اور دامے درمے ہر طرح جامعہ کی مدد وتعاون فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ نے اپنے حج وزیارت سے واپسی کے بعد تاثرات حج بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ مفتی صاحب قبلہ نے 1410ھ 1990ء میں حج کی سعادت حاصل کی آپ کے ساتھ حضرت مولانا خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث ومولانا حافظ میر وحیدالدین سلیم صاحب استاذ جامعہ بھی شریک تھے ان حضرات نے بھی اس واقعہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ محمد عارف علی صاحب ایڈوکیٹ مشیر انکم ٹیکس بھی اسی سال حج میں شریک تھے بعد حج مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے سرزمین مدینہ پر اس خیال سے کچھ چلر رقم لیکر نکلے اس سرزمین پاک میں تقسیم کردوں لیکن اتفاق ایسا ہوتا کہ کوئی نہ کوئی رقم کا ضرورت مندان سے چلر رقم لے لیتا اور وہ پھر نوٹ میں تبدیل ہوجاتی اور ایسا متعدد بار رہوا۔ جسکی وجہ سے وکیل صاحب (جو اس وقت مرحوم ہو چکے ہیں) کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا میں اس خدمت کے لائق نہیں ہوں یا مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے۔ اس رنج وملال میں رجوع ہوئے تو خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ رقم جامعہ نظامیہ میں دیدو۔ انہوں نے عرض کی میری تمنا یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر یہ نیکی حاصل کروں، جامعہ نظامیہ ہند اور شہر دکن میں ہے اور میں مدنیہ میں ہوں جو یہاں سے بہت دور ہے تو حکم ہوا جامعہ نظامیہ کے مفتی (مفتی مولانا خلیل احمد صاحب) یہاں آئے ہوئے ہیں یہ رقم ان کو دیدی جائے چنانچہ وکیل صاحب مرحوم نے حرمِ پاک میں اپنا یہ واقعہ اور خواب مولانا مفتی خلیل احمد صاحب سے ذکر کیا اور وہ رقم ان کے حوالے کردی جس کو مفتی صاحب نے بعد واپسی حج وزیارت جامعہ میں جمع فرمادیا (۹)۔

اس واقعہ سے معاونین جامعہ کی نہ صرف مقبولیت بلکہ حضور ﷺ کی معاونین کو ترغیب اور آپ کی خوشنودی کا پتہ چلتا ہے۔

آخر میں ایک اور واقعہ جس سے مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کی زبردست روحانیت اور عاشق رسول ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس کو بحر العلوم مولانا رشید پاشاہ صاحب قبلہؒ سابق امیر جامعہ نے ایک مرتبہ جلسہ تقسیم اسناد میں بیان فرمایا تھا اور اس کی تصدیق مولانا سید صدیق حسینی عرف عارفؔ پاشاہ (سجادہ نشین قطب دکن حضرت یحییٰ پاشاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمائی ہے واقعہ اس طرح ہیکہ قطب دکن حضرت یحییٰ پاشاہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، ایک مرتبہ ذکر واشغال میں مراقب تھے کہ اچانک کھڑے ہوگئے اور انکی آنکھوں میں آنسو تھے

اپنے صاحبزادوں کو طلب فرمایا اور کہا کہ فوری معلوم کرو کہ مولانا انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج کیسا ہے۔ ان دنوں مولانا کی علالت کا سلسلہ چل رہا تھا۔ صاحبزادوں نے عرض کیا کہ ابھی اطلاع آئی کہ مولانا کا انتقال ہوچکا ہے پھر صاحبزادوں نے اس حیرانی میں مزاج دریافت کرنے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا ابھی میں مراقب تھا مراقبہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ شہر کے سارے راستے اس طرح روک دئے گئے ہیں جس طرح کسی بادشاہ کی آمد پر روک دئے جاتے ہیں اور تمام ہجوم سڑکوں کے کنارے اس طرح کھڑا ہے جس طرح کسی اولوالعزم بادشاہ کا انتظار ہے میں ہجوم میں داخل ہوا اور دریافت کیا کہ تم لوگ کس کے انتظار میں کھڑے ہو تو جواب ملا کہ مولانا انواراللہ کا انتقال ہوگیا ہے اور جنازہ میں آقائے نامدار محمد مصطفی ﷺ کی تشریف آوری ہونے والی ہے اس لئے ہم آقا ﷺ کے استقبال کیلئے کھڑے ہیں اور شہر کے سارے راستے روک دئے گئے (۱۰)۔

یہ واقعہ یقیناً شیخ الاسلام، عاشقِ رسول، عارف باللہ مولانا حافظ انواراللہ فاروقیؒ فضیلت جنگ کی زبردست روحانیت کا ثبوت اور عاشق رسول ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

ذرا دیکھو انورؔ کہ انوارِ غیبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

حواشی وحوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ/مطلع الانوار، ص۱۲، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ۔ زیر اہتمام: جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲) حضرت شیخ الاسلام، مقاصد الاسلام، حصہ چہارم، ص ۸، مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد مطبوعہ ۱۳۳۸ ہجری)

(۳) مولانا مفتی رکن الدین قادریؒ، مطلع الانوار، ص۸۲، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۴) مولانا مفتی رکن الدین قادریؒ، مطلع الانوار، ص۸۲، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۵) مولانا مفتی رکن الدین قادریؒ، مطلع الانوار، ص۸۲، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۶) مولانا مفتی رکن الدینؒ، مطلع انوار ص۲۰، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

(۷) مولانا مفتی رکن الدینؒ، مطلع انوار ص۲۰، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ، زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

(۸) جناب مسعود انصاری، روزنامہ منصف (جشن تاسیس جامعہ نظامیہ سپلیمنٹ) ص۳، ۱۱/اکٹوبر ۱۹۹۶ء حیدرآباد)

(۹) جناب مسعود انصاری، روزنامہ منصف (جشن تاسیس جامعہ نظامیہ سپلیمنٹ) ص۳، ۱۱/اکٹوبر ۱۹۹۶ء حیدرآباد)۔

(۱۰) جناب مسعود انصاری، روزنامہ منصف (جشن تاسیس جامعہ نظامیہ سپلیمنٹ) ص۳، ۱۱/اکٹوبر ۱۹۹۶ء، حیدرآباد)

❀❀❀

جامعہ نظامیہ کے مشاہیر علماء ومحققین

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

جامعہ نظامیہ تشنگان بادہ علم وعرفان کے لئے نہرِ سلسبیل، طالبانِ منزلِ حکمت کا خضرِ معتبر، وادی گنگ وجمن میں دارِارقم اور سینۂ ارض دکن پراشارۂ خیرالبشر، جس کے خوشہ چینوں میں سلطان ونادار بھی اور جسکی عظمت شعور وآگہی کے آگے بندگان وتاجور بھی سرخمیدہ ہیں۔ 136 سال کے طویل عرصہ میں جامعہ نظامیہ نے قوم وملت کو علماء ادباء قراء، شعراء مفسرین، محدثین، مصلحین، مصنفین، مورخین، مبلغین، مفکرین، قائدین، عمائدین واساطین علم وفن دیئے جنہوں نے فکر ونظر کو سوز وگداز کی سوغات عطا کرنے والے درس، دلنشین وعظ ونصیحت دینی ودعوتی خدمات کے ساتھ اپنی غیر معمولی شخصیت کا اثر قائم کیا۔ فضل وکمال کے اس قافلے میں چند معروف اور نمایاں نام یہ ہیں۔ حضرت مظفرالدین معلّی، حضرت سید شاہ ندیم اللہ بختیاریؒ، حضرت مفتی محمد رکن الدینؒ، حضرت شیخ صالح باطابؒ، حضرت شیخ سالم بن صالح باطابؒ، حضرت سید ابراہیم ادیب رضویؒ، حضرت حکیم محمود صمدانیؒ، حضرت مفتی سید محمود کان اللہ لہٗ، حضرت مفتی محمد رحیم الدینؒ، حضرت سید شاہ محمد شطاریؒ، حضرت سید غوث الدین قادریؒ، حضرت ابوالوفاء الافغانیؒ، حضرت سید محمد قادریؒ، حضرت محمد قاسمؒ، حضرت محمد بشیر الدینؒ، حضرت مفتی سید احمد علی قادری صوفیؒ، حضرت قاضی عبدالقادر فاروقیؒ، حضرت حکیم ابوالفداء محمود احمدؒ، حضرت مفتی مخدوم بیگ الھاشمیؒ، حضرت مفتی اشرف علی اشرفؒ، حضرت اکبر علیؒ مدیر صحیفہ، حضرت سید محمود یافع نظامیؒ، حضرت راز دار بیگ الھاشمیؒ، حضرت سید عبدالغنیؒ، حضرت ابوالخیر محمد پیرؒ، حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحقؒ، حضرت اسماعیل شریف ازلؒ، حضرت اسماعیل ہزاریؒ، حضرت سید ندیم اللہ حسینی سالکؒ، حضرت عبدالواحد اویسیؒ، حضرت محمود احمد حسین نقویؒ، حضرت ھبتہ اللہؒ، حضرت عبدالقادر قیصرؒ، حضرت سید شاہ پیر حسینیؒ، حضرت سید عبدالرحیم حسینیؒ، حضرت محمد حسین المحدثؒ، حضرت حبیب عبداللہ المدیح حضرمیؒ، حضرت سید ابوتراب یافع نظامیؒ، حضرت فضل علیؒ، حضرت احمد رضویؒ، حضرت سید عبدالرحیم حسینیؒ، حضرت حکیم سید محمد عثمان حسینیؒ، حضرت سید ابراہیم حسینیؒ، حضرت قاری عبدالرحمٰن بن محفوظ الحمومیؒ، حضرت سعید العمودی الازہری یمنیؒ، حضرت قاضی میر انور علیؒ، حضرت خواجہ عبدالعزیزؒ ایڈوکیٹ، حضرت محمد یسینؒ، حضرت محمد حسین شاہ نوریؒ، حضرت سید شاہ غلام غوث قادری شطاریؒ، حضرت غلام محبوبؒ، حضرت حکیم حافظ احمد عبدالعلیؒ، حضرت شیخ محبوبؒ، حضرت عبدالباقی شطاریؒ، حضرت مفتی عبدالحمیدؒ، حضرت شیخ محمد سعیدؒ، حضرت غلام احمدؒ، حضرت محمد فیض الدینؒ، حضرت سید صبغتہ اللہ بختیاریؒ، حضرت محمد وجیہ الدینؒ، حضرت حاجی منیر الدینؒ، حضرت سید عمر علی انورؒ، حضرت سید مظہر علیؒ، حضرت محمد عثمانؒ، حضرت عبدالوکیل جعفریؒ، حضرت محمد جلال الدین حسامی کاملؒ،

حضرت سید شاہ سیف الدین شرفیؒ ، حضرت حکیم عبدالقدیر وجودیؒ ، حضرت صوفی احمد حسینؒ، حضرت سید عبدالغنیؒ ، حضرت غلام مرتضیٰؒ ، حضرت حافظ محمد بشیر الدینؒ ،حضرت سید حبیب اللہ قادری رشید پاشاہؒ ، حضرت نوراللہ قادریؒ،حضرت قاضی سید علیؒ،حضرت سید حبیب پاشاہؒ ، حضرت سید عطاء اللہ نقشبندیؒ ، حضرت محمد حمید اللہ خانؒ ، حضرت محمد الطاف حسین فاروقیؒ ، حضرت عزیز بیگؒ ، حضرت ابوالخیر کنج نشینؒ، حضرت پیرزادہ روحی قادریؒ ،حضرت قاری عبدالباریؒ ،حضرت قاری حسن شاہؒ ،حضرت میر کاظم علی حسینیؒ ،حضرت قاری اکبر علی بیگؒ ،حضرت حکیم ریاض الدینؒ ،حضرت شاہ محی الدین نبیرہ قادریؒ ،حضرت محمد خلیل اللہ حضرمیؒ ، حضرت محمد شریفؒ ، حضرت قاری انصار علی قریشی جاویدؔؒ ، حضرت جامیؔ صدیقیؒ ،

چند مشاہیر کے مختصر حالات قارئین کی نذر ہیں:

حضرت مفتی سید محمد مخدوم حسینی الحسنی قادری قدس سرہ

قرآن پاک میں ارشاد ربانی (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء) یعنی (اس کے بندوں میں اللہ تعالی سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں) سے جہاں علمائے کرام کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے وہیں حضور اکرم ﷺ کے فرمان مبارک (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) یعنی (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) سے علماء حق کے اعلی مدارج کی توثیق ہوتی ہے۔

چونکہ اب کوئی دوسرا نبی یا رسول آنے والا ہرگز نہیں ۔ لہذا حقانی علوم کی اشاعت وتبلیغ کا فریضہ صرف امت مرحومہ کے علمائے محتشم ہی ادا فرماتے رہینگے ۔ جس کا سلسلہء فیضان قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ علم ربانی کی یہ شمعیں یکے بعد دیگرے دنیا میں فروزاں ہوتی رہیں گی جسکی روشنی سے عالم منور ہوتا رہیگا۔ علماء پیدا ہوتے رہیں گے اور مینارۂ نور بن کر طالبانِ علم کے قلوب واذہان کو روشن کرتے رہیں گے اور اپنے مقدس فریضہ کی ادائی کے بعد فنافی اللہ ہو کر واصل بحق ہو جائیں گے ۔ لیکن ان کا نام اور کام رہتی دنیا تک یادگار اور ناقابل فراموش بن جائیگا۔

حقانی علم کے ایسے ہی درخشاں میناروں میں سے ایک مینار حضرت مفتی سید شاہ محمد مخدوم حسنی الحسینی قادری قدس سرہ کی ذات بابرکات ہے شریعت وطریقت کے جملہ علوم کے عالم ورہنما کی حیثیت سے نہ جانے کتنی شمعوں کو روشن کر دیا جو آج ملک و بیرون ملک میں اپنی تابانی کے ذریعہ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا نام روشن کئے ہوئے ہیں۔ آپ نے دین وملت کے لئے جو گراں مایہ خدمات انجام دی ہیں وہ آج بھی زندۂ جاوید اور نئی نسل کے لئے مشعل راہ ہیں۔

ولادت : ریاست آندھرا پردیش میں واقع ''بلہاری شریف'' کے محلّہ تالاب کٹہ میں ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۸ھجری نبوی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، مادۂ تاریخ ''رحمت خدا آمد'' (۱۲۹۸ھجری) ہے۔

نام وکنیت: اسم گرامی ''سید محمد مخدوم حسینیؒ'' ہے لیکن عرف عام میں ''سید خواجہ پیر حسینیؒ'' کے نام سے مشہور ہیں۔

القاب: احتراما عوام وخواص میں ''حضرت مفتی صاحبؒ'' کا لقب مقبول تھا۔ اسکے علاوہ علماء ومشائخ وخلفاء اور تلامذہ ومریدین میں کئی تعظیمی القاب سے آپ آج بھی یاد کئے جاتے ہیں جیسے سید السادات، خواجۂ خواجگان، امام العارفین، عمدۃ الواصلین، قطب الارشاد، تاج العلماء، فخر الفضلاء وغیرہ۔

خاندان ونسب: اپنے والد ماجد حضرت سید عبدالقادر محی الدین

حسینی قادریؒ کی جانب سے آپ کا سلسلۂ نسب وسلسلہ ٔخلافت حضرت سید الشھد اءسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک اور والدہ معظّمہ کی جانب سے سلسلہ ٔحسب حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ اسلئے آپ حسنی الحسینی کہلاتے ہیں۔

ذہانت طبع:۔آپ بچپن ہی سے بڑے ذہین واقع ہوئے تھے جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جملہ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد فقہ، تفسیر وحدیث میں خصوصاً جب کامل ہوئے تو آپ کی عمر صرف سترہ (۱۷) سال تھی۔ چنانچہ اسی موقع پر آپ کی دستار بندی کی جو یادگار تقریب کرنول شریف میں منعقد ہوئی تھی اس محفل میں ہندوستان بھر کے مختلف حصوں سے مشہور ومعروف علماء کرام نے شرکت فرمائی تھی۔

علمی تبحر:۔تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، ادب وغیرہ جملہ علوم ظاہری میں کمال حاصل فرمانے کے بعد علمِ تصوف کی تحصیل اور سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی اور بہت جلد علوم شریعت وطریقت کے جامع ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی صافی بن کر مسند تعلیم وارشاد پر فائز ہوئے تو تشنگان علم دور دور سے جمع ہوکر آپ سے فیضان حاصل کرنے لگے۔

ایک طرف قرآن شریف کے ستائیس پاروں کے حافظ تھے تو دوسری طرف حافظ شیرازیؒ کے دیوان فارسی کے حافظ تھے۔معرفت و تصوف پر مشتمل کئی غزلیں لفظ بہ لفظ زبانی روانی کے ساتھ سنادیتے۔ عربی، فارسی اور اردو پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ ان تینوں زبانوں میں آپ نے خود کئی نظمیں، نعتیں اور سلام موزوں فرمائے ہیں۔جس کا ایک ایک شعر ادبیت، فصاحت اور بلاغت کے جواہر پاروں سے بھرپور ہے۔

آپ کے علم وفضل کے چرچے ملک کے گوشہ گوشہ تک پہونچ گئے۔اس وقت ریاست حیدرآباد دکن علوم وفنون کا مثالی گہوارہ تھا۔ جہاں عصری علوم کا مرکز جامعہ ٔعثمانیہ اور مشرقی علوم کا سرچشمہ جامعہ ٔنظامیہ تھا جہاں سے بے شمار فرزندان علم فارغ ہوکر ملک وبیرون ملک علمی خدمت میں مصروف تھے۔ بانی جامعہ نظامیہ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگؒ بڑے مردم شناس واقع ہوئے تھے۔اپنی جامعہ کو فروغ دینے کیلئے آپ نے دور دور سے لائق علماء واساتذہ کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی اسی دور میں حضرت سید شاہ محمد مخدوم حسینی رحمۃ اللہ علیہ جیسی فاضل شخصیت بھلا کسطرح چھوٹ سکتی تھی جنھوں نے جامعہ نظامیہ میں درو تدریس کی پیشکش کو قبول فرمالیا۔ پھر تو کیا تھا بڑے بڑے گھرانوں کے طالبان علم نے آپ کے روبرو زانوئے ادب تہ کرنے کو اپنے لئے سعادت اور خوش نصیبی قرار دیا۔آپ کے فیض علم سے سیراب ہونے والا ہر شاگرد ارباب علم کی نظر میں بڑا معتبر اور مستند سمجھا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی شخصیت پر بانی جامعہ ٔنظامیہ فخر وناز فرماتے اور آپکو ہر وقت نہایت عزیز رکھتے۔

آپ کے تبحر علمی کا ڈنکا حضور نظام کے دربار تک بجنے لگا جس سے متاثر ہوکر نواب صلابت جاہ بہادر اور نواب بسالت جاہ بہادر کے استاد کی حیثیت سے فرمان شاہی کے ذریعہ آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ آپ کی قدر افزائی کرتے ہوئے کنگ کوٹھی سے گھوڑا گاڑی پورے شاہانہ اعزاز کے ساتھ آپ کی خانقاہ تک روزانہ آیا کرتی جسمیں آپ تشریف لیجا کر شہزادگان خانوادۂ آصفیہ کو درس دیا کرتے۔ دریں اثناء اعلحضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر آصفجاہ سابع کو جب کبھی علمی مسائل میں کوئی تشنگی ہوتی تو آپ سے ہی رجوع کرتے اور سوالات کے تشفی بخش جوابات پاکر بڑے مطمئن ہوجاتے۔

فن افتاء میں خصوصا آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ چنانچہ عرصہ تک جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں شیخ الفقہ اور مفتی جامعہء نظامیہ کی حیثیت سے کارگزار رہے۔ اس دوران جو فتاوی صادر فرماتے وہ ہندوستان اور دیگر بیرونی ممالک میں جایا کرتے جس میں بطور خاص مصر بھی شامل ہے۔ اسکے علاوہ آپ مفتی عدالت العالیہ ریاست حیدرآباد دکن کے عہدۂ جلیلہ پر بھی ایک عرصہ تک فائز رہے۔ اعلحضرت آصف سابع ہر مسئلہ شرعی میں آپ ہی کے فتوی کو حرف آخر تصور کرتے۔

فقہ کی مشہور و معتبر کتب کا ایک بار مطالعہ کر لینے کے بعد اسکی عبارت کا ایک ایک لفظ از بر ہو جاتا اور حافظہ میں محفوظ رہتا۔ کسی استفتاء کے جواب میں حوالوں کی ضرورت لاحق ہوتی تو اپنے تلامذہ یا معاونین کو ہدایت دیتے کہ فلاں المادی سے فلاں نام کی کتاب لے آئیں پھر اپنے حافظہ کے زور پر کتاب کے صفحہ اور سطر نمبر کی نشاندہی فرماتے جہاں مطلوب حوالہ کی عبارت کوئی وقت ضائع کئے بغیر منٹوں میں نکل آجاتی۔ اسطرح فقہ کی اکثر کتب کے بھی آپ گویا حافظ کہلائے جاسکتے ہیں۔

ذاتی کتب خانہ:۔ آپ اپنا ایک ذاتی کتب خانہ رکھتے تھے جس میں ادب و انشاء، حدیث و تفسیر، فقہ و تصوف وغیرہ جملہ علوم و فنون پر مشتمل کوئی پچاس ہزار کتابیں موجود تھیں ان میں بعض قلمی و مطبوعہ کتب تو بالکل نادر و نایاب تھیں۔

تصنیفات و تالیفات:۔ چونکہ آپ جملہ فنون ظاہری میں عالم اجل ہونے کے ساتھ ساتھ علم تصوف و عرفان کے بھی امام تھے اسلئے آپ کی تصانیف دونوں علوم پر محیط ہیں جنکی ایک طویل فہرست ہے۔ ان میں چند کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں جن میں سے بعض زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکے ہیں۔

۱۔ مخدوم الاعجاز شرح مثنوی گلشن راز
۲۔ ارشاد خواجہ پیر برہان الدین
۳۔ خادم مخدوم
۴۔ کرامات محبوب سبحانی
۵۔ مخدوم الانساب
۶۔ مخدوم الاحزاب
۷۔ خیر الارشاد
۸۔ ضرورت المسلمین
۹۔ مخدوم الکمالی فی شان الجلالی والجمالی

ان کے علاوہ کئی ایسے مخطوطات بھی موجود ہیں جو اشاعت کے لائق ہیں یوں تو آپ کی ہر کتاب علمی شہ پاروں کا ایک مرقع ہے لیکن ان میں جس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی وہ فن تصوف میں آپ کی معرکتہ الآراء کتاب ''مخدوم الاعجاز'' ہے۔ اس کا ترجمہ اور تحشیہ آپ نے اس قدر دل پذیر انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ تصوف و معرفت کے بڑے بڑے مشکل مسائل ایک مبتدی قاری کو سمجھنے کے لئے آسان سے آسان ہو گئے ہیں۔

دیگر تبلیغی سرگرمیاں:۔ رب تبارک و تعالی نے آپ کو قلم اور زبان دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ اشاعت الاسلام اور دینی علوم کی تبلیغ میں آپ کی تصنیفات اور آپ کے مواعظ حسنہ ایک عظیم ذریعہ ثابت ہوئے۔ علمی مجالس اور تقریری نشستوں کے سوا میلاد النبی ﷺ کی اکثر محافل آپ ہی کی مقدس نگرانی اور سرپرستی میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ جنکا حیدرآباد دکن کے علاوہ آندھرا اور ملک کے دیگر مقامات پر خصوصی انتظام ہوا کرتا۔ ان مواقع پر آپ کے بصیرت افروز

ارشادات ایسے دلنشین ہوتے تھے کہ عامۃ المسلمین کے علاوہ جید علمائے کرام ان محفلوں میں شرکت کے دلدادہ ہوتے۔عشق رسول اورعرفان وتصوف کے عنوان سے ایسے ایسے علمی نکات بیان فرماتے کہ سامعین کے قلوب میں شوق و ذوق کا ایک طوفان موجزن ہوجاتا اور ایمان کو تازگی نصیب ہوجاتی۔

تلامذہ:۔آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جو ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔آپ کے چشمہء علم وعرفان سے جو بھی سیراب ہوا وہ اپنے دور کا جید عالم،صوفی،خطیب،مفتی،قاضی غرض کہ ہر شعبہء علم کا پیشوا ثابت ہوا۔آپ سے فیض یاب شاگردوں کی فہرست نہایت طویل ہے۔جن میں سے کئی حضرات حکومت اور جامعات میں اعلی عہدوں پر فائز ہوئے اور شایان شان خدمات انجام دینے کے بعد واصل بحق ہوئے تو اپنا نام اور کام بطور باقیات الصالحات چھوڑ گئے اور دیگر جو حضرات موجود ہیں دین وملت کی گراں قدر خدمات میں منہمک ومصروف ہیں۔ان میں علمائے حق بھی ہیں اور مشائخ وارباب طریقت بھی ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے اکثر شیوخ کو آپ ہی سے تلمذ کا شرف حاصل رہا ہے۔جن میں اکثر شیخ الجامعہ اور امیر جامعہ کے اعلی عہدہ پر متمکن ہوئے۔سابق امیران جامعہ نظامیہ میں مولانا سید شاہ قطب الدین صاحب حسینی صابری مرحوم اور مولانا سید رشید پاشاہ صاحب قادری بھی آپ ہی کے تلمیذ رشید ہیں۔ان کے علاوہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ کی حیثیت سے آپکے تلامذہ میں مولانا محمد عبدالحمید صاحب﵀،مولانا حکیم محمد حسین صاحب﵀ نیز مولانا مفتی شیخ سعید صاحب﵀ اور مولانا سید طاہر صاحب رضوی﵀ قابل ذکر ہیں دیگر تلامذہ میں مولانا ابوالوفا صاحب افغانی﵀ شیخ الفقہ،مولانا حاجی منیر الدین صاحب﵀ شیخ الادب وخطیب مکہ مسجد،مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب﵀ خطیب شاہی مسجد باغ عامہ،مولانا حبیب اللہ صاحب﵀ مدیح صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ،مولانا مفتی عبدالجلیل صاحب﵀ مشیر امور مذہبی نظام ٹرسٹ،مولانا غلام احمد صاحب﵀ شیخ المعقولات مولانا صفدر علی صاحب﵀،مولانا ریاض الدین صاحب﵀،مولانا عبدالواحد اویسی صاحب﵀ مرحوم صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین،مولانا ابوالخیر کنج نشین صاحب﵀ مرحوم،مولوی سید حیدر صاحب﵀،مولوی عبدالقادر صاحب﵀،مولوی حامد علی صاحب﵀،مولوی شیخ محمد محاسب﵀ نظامیہ اور مولانا قاری روشن علی صاحب﵀ بھی شامل ہیں۔

جن مشائخ عظام نے آپ کے درس وتدریس سے استفادہ فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔حضرت مفتی صاحب کے داماد سید مجیب الدین حسینی بخاری واصلؔ مولانا سید محمد بادشاہ صاحب حسینی﵀،مولانا سید شاہ حسین حسینی صاحب بندہ نوازی،مولانا مچھلی والے شاہ صاحب﵀، مولانا سید فرید پاشاہ صاحب﵀،مولانا شیخن احمد صاحب﵀ شطاری کاملؔ (فرزند) مولانا سید شاہ فضل اللہ حسینی صاحب﵀،مولانا سید فصیح اللہ حسینی صاحب﵀ سجادہ چنچولی،مولانا شیخ علاء الدین صاحب جنیدی﵀،مولانا سید محی الدین حسینی قادری﵀،مولانا سید عثمان صاحب قادری﵀،مولانا سید ابراہیم حسینی صاحب﵀ قادری،فقیر سید حبیب پاشاہ قادری مخدومی (داماد مفتی صاحب﵀)،مولانا سید عبدالحی الدین قادری موسوی﵀،مولانا سید شاہ عبدالکریم بغدادی﵀،مولوی ابوالفضل سید محمود صاحب قادری موظف منصف،ڈاکٹر میر ولی الدین صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

مریدین ومتوسلین وخلفاء:۔آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف ہزاروں اصحاب کو حاصل ہوا۔آپ کے مریدین کی ایک کثیر تعداد ادھونی،کرنول،بلہاری،پڑاٹور اور ہاس پیٹ حیدرآباد میں

اب بھی موجود ہے۔ کئی حضرات خلافت سے ممتاز ہوئے ہیں۔ جن میں مولانا سید شاہ صبغۃ اللہ اللٰہی قادری چشتی کے علاوہ فقیر کے پیرومرشد حضرت سید شاہ محمد مجیب الدین حسینی بخاری واصل قدس سرہ خصوصی ذکر کے مستحق ہیں۔

حلیہ مخدوم:۔ دراز قد، قوی الجثہ، واقع ہوئے تھے، رنگ سفید اور شخصیت نہایت پرکشش تھی۔ چہرہ بے حد نورانی جسے دیکھتے ہی اللہ یاد آئے جو کہ اللہ والوں کی علامت ہے۔ رفتار باوقار اور گفتار عالمانہ جن کے ہر جملہ وکلمہ سے علم وعرفان کی موتیاں ٹپک پڑتے ہمیشہ سیاہ جبہ اور مدنی عمامہ زیب تن کئے ہوئے رہتے۔ گھر سے باہر کبھی مخلی بالطبع نہیں نکلتے۔ بلکہ معمولی کام کیلئے بھی باہر جانا ہوتا تو اپنے عالمانہ لباس میں ہی نکلتے۔

اوصاف حسنہ:۔ نہایت بااخلاق اور عالی ظرف تھے۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت سے پیش آتے ملنے ملانے یا بات چیت، ہر بات میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کا ہمیشہ مظاہرہ فرماتے تھے۔

وصال:۔ آپ کا وصال بتاریخ ۱۰ر شعبان ۱۳۶۴ ہجری نبوی بروز جمعہ بعد نماز فجر خانقاہ مخدومیہ حیدرآباد آندھرا پردیش میں ہوا۔

مزار مبارک:۔ محلّہ بہادر پورہ (خیابان مخدومی) میں آپ کا مزار پرانوار واقع ہے جو آج بھی بے شمار طالبان حق کے لئے چشمۂ فیوض وبرکات بنا ہوا ہے۔

خیابان مخدومی:۔ احاطہ درگاہ، حضرت ''خیابانِ مخدومی'' کے نام سے مقبول خاص وعام ہے جو وقتاً فوقتاً تعمیر وتوسیع کے بعد وہ واقعی ایک روحانی خیابان نظر آنے لگا ہے۔ زائرین کے قیام کے لئے جملہ ضروریات سے آراستہ کیا گیا ہے۔ زنانہ کے لئے کشادہ ہال بنا دیئے گئے ہیں جن کے پردہ کا معقول انتظام ہے۔

علمی بصیرت کے چند واقعات:۔ جیسا کے پچھلے صفحات میں تذکرہ کیا گیا قدرت نے آپ کو اپنے فن میں کمال کے ساتھ ساتھ علمی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔ جس کا مظاہرہ جلوت وخلوت میں جگہ جگہ دیکھنے میں آتا۔ اپنے راسخ العلم ہونے کا تمام علمی حلقوں میں آپنے گویا لوہا منوالیا تھا۔ جس کا مشاہدہ جلیل القدر علماء کرام کی محفلوں میں برسرعام کیا گیا۔ بطور مشتے نمونہ ازخروار اس نوعیت کے چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ مثلا:

ا۔ ندوہ کے مشہور عالم دین مولانا سلیمان ندوی صاحب مرحوم جب حیدرآباد تشریف لائے تھے تو ایک موقع پر آپ نے وعظ کے دوران حافظؔ شیرازی کا ایک شعر پڑھ دیا اور غالبًا وہاں موجود علمائے جامعہ نظامیہ کے بطور امتحان یہہ فرمایا کہ اسکے بعد کا شعر اگر کسی کو یاد ہو تو مجھے یاد دلائیں۔ اس وقت حضرت مفتی سید محمد مخدوم حسینی صاحبؒ جو قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے فوراً مطلوبہ ایک شعر ہی نہیں بلکہ سلسلہ وار جملہ پچاس اشعار حافظؔ شیرازی کے سنادیئے جس پر مولانا سلیمان ندوی صاحب خوش ہوگئے اور فرمایا کہ ماشاءاللہ اس پایہ کی زبردست علمی شخصیت دکن میں موجود ہے اسکے بعد انہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے کہا کہ ''میں ایک کتاب لکھ کر لایا ہوں اگر آپ اسکی تصحیح فرمادیں تو میں ممنون ہوں گا''۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے صرف ایک رات میں کامل کتاب کی تصحیح فرماتے ہوئے تقریبا نصف کتاب کے مواد کو قلم زد فرمایا۔ اسکی تصدیق مولانا سلیمان ندوی صاحب کے سفرنامہ سے ہوتی ہے جس میں موصوف نے اس واقعہ کا فخریہ انداز میں تذکرہ فرمایا ہے۔

۲۔ مولانا شیخ کریم الدین صاحب نامی ایک عالم دین محلّہ چوک اسپاں میں مقیم تھے۔ ایک مرتبہ کسی رضاعی (دودھ کے) مسئلہ پر

ہندوستان بھر کے کئی مفتیان دین سے انہوں نے فتاوی حاصل کیے جن میں حضرت مفتی علیہ الرحمہ کا روانہ کردہ فتوی بھی شامل تھا۔ جب یہ فتاوی حضرت مفتی صاحبؒ کے ایک استاذ محترم مولانا محمد عمر صاحب قبلہ کرنولی کے سامنے پیش کے گئے حالانکہ ان فتاوی میں خود استاذ موصوف کا فتوی بھی شامل تھا لیکن موصوف نے مفتی صاحب کے فتوے ہی کو سب سے بہتر استدلال اور حوالہ پر مشتمل قرار دیا یہی نہیں بلکہ محترم استاذ موصوف سیدھے حیدرآباد دکن تشریف لائے خانقاہ مخدومیہ پہنچے اپنے لائق شاگرد رشید کے اس علمی کارنامہ پر مبارک باد دی، درازی عمر اور مزید علم میں برکت کے لئے دعا فرمائی اور ان الفاظ میں اپنے فخر و ناز کا اظہار فرمایا کہ ''میرا یہہ شاگرد ہندوستان کے علماء کی ناک بنا ہوا ہے'' اسی مسرت میں ایک ہفتہ قیام کے بعد واپس کرنول ہوئے۔

۳۔ جامعہ نظامیہ کی شہرت اقطاع عالم خصوصاً عرب ممالک تک پہنچ چکی تھی جہاں سے عرب علماء کرام اور سرکاری طور پر عرب ممالک کے سفراء خصوصی طور پر جامعہ نظامیہ کا دورہ کرنے آتے اور تفصیلی معائنہ جامعہ کی ترقی اور علمی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر واپس ہوتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر ملک شام کے ایک سفیر کے اعزاز میں ایک تقریب عالیشان مقرر ہوئی تھی جس میں اکابر علمائے کرام تشریف رکھتے تھے۔ سفیر شام عربی میں اپنی تقریر کے دوران ایک حدیث شریف کا حوالہ دینا چاہتے تھے۔ بار بار ان کی زبان سے ''کن فی. کن فی'' کے الفاظ نکلے جارہے تھے لیکن باقی الفاظ اس وقت انھیں یاد نہیں آرہے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے جو اس وقت وہیں قریب بیٹھے ہوئے تھے فوراً بے ساختہ فرمایا: ''کن فی الدنیا کانک غریب''، جس پر مسرت واطمینان کا اظہار کرتے ہوئے معزز سفیر شام نے اس طرح مفتی صاحبؒ کا شکریہ ادا کیا کہ میں اسی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہتا تھا جو ذہن کے کسی گوشہ میں تو تھی لیکن برموقع لب پر نہیں آرہی تھی اسی کے بعد سفیر موصوف نے فرمایا میں جامعہ عثمانیہ کا بھی تفصیلی دورہ کیا ہے اور اسکے بعد آج جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں حاضر ہوا ہوں۔ دکن کے ان دونوں علمی گہواروں سے بے حد متاثر ہونے کے بعد میرا یہہ احساس ہے کہ ''میں نے جامعہ عثمانیہ کو جسم اور جامعہ نظامیہ کو روح پایا'' ان تاثرات کے اظہار پر مفتی صاحبؒ نے فوراً ارشاد فرمایا: ''اب عبد کامل ہوگیا''۔

مشہور عالم دین اور پیر طریقت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ جب کبھی حیدآباد تشریف لاتے حضرت مفتی صاحبؒ سے نہ صرف ملاقات کرتے بلکہ مختلف حساس مسائل پر تبادلہ خیال فرماتے آپ کو حضرت کے تبحر علمی کا پورا اعتراف تھا۔ آصف سابع جب بھی کوئی اشکال پیدا ہوتا تو آپ ہی سے نہ صرف رجوع کرتے بلکہ بارہا حضرت کے فتاوی پر مسرت و خوشنودی کا اظہار کیا کرتے تھے۔(۱)

شیخ الشیوخ حضرت سید شاہ محمد شطاریؒ

ولادت: مولانا کی ولادت باسعادت چودھویں صدی کے شروع ہونے سے صرف ایک ماہ قبل یعنی 1299 ہجری ماہ ذی الحجہ کی چاندرات کو ہوئی۔

اسم گرامی، کنیت اور سلاسل طریقت: مولانا کا اسم مبارک ''سید شاہ محمد'' اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ کو حسنی والحسینی اور طرفین سے سادات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قادری طریق آپ تک آبائی وخلفائی طور پر پہنچا ہے اور شطاری طریق مولانا تک اس طرح پہنچا کہ آپ کے جدامجد حضرت سید شاہ زین العابدین عرف پیر پاشا صاحب

قبلہؒ کو قطب شطاریہ حضرت شیخن احمد صاحب شطاریؒ کے فرزند حضرت غلام حسین عرف ابن صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز سے چودہ طریقوں میں بیعت وارادت حاصل ہوئی۔ یہاں سے یکے بعد دیگرے مولانا کو جدی وآبائی طور پر چودہ سلاسل میں ارادت ونسبت حاصل ہوئی۔

نسبت حسنی وحسینی: طرفین سے سادات اور حسنی ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا کے جدین (دادا اور نانا) سترہویں اور اٹھارویں پشت پر محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؓ کے علی الترتیب دوصاحبزادوں حضرت سید ابونصر عبدالرزاقؒ اور حضرت سید عبدالعزیزؒ سے جاملتے ہیں۔ مولانا حسینی اس طرح سے ہیں کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ حسام الدین قادری وشطاریؒ کا نسب اپنے نانا سید شاہ غلام احمد جیلانی محمدؒ محمد الحسینی کے ذریعہ حضرت سید محمد گیسودراز (بندہ نواز) قدس سرہ العزیز سے جاملتا ہے جو حسینی اور زیدی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مولانا کو نہ صرف بہترین واصلی نسب میں پیدا کیا بلکہ رشد وہدایت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اگرچہ قانونی وعملی طور پر سوائے چند تخصیصات کے نسب کوئی چیز نہیں، لیکن عنداللہی نقطہ نظر سے یہ بہت کچھ معتبر وموثر ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اعلیٰ حسب ونسب اور مخصوص خاندانوں ہی سے ہوتے رہے ہیں۔ یوں بھی مشاہدہ وتجربہ ہے کہ نسل وخاندان کے اختلاف کے ساتھ ساتھ خصائل وخوبیوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔

میلانِ طبع: آپ کے عادات واطوار عام لڑکوں اور عمر کے تقاضوں کے خلاف تھے۔ عنفوان شباب میں پنجگانہ نماز باجماعت کی ادائی اور تہجد گزاری کے ساتھ ساتھ مختلف طریقوں کے مشہور ومعروف بزرگوں کے نام قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرنا اور اوقات فرصت میں ان کی زیارت کرنا آپ کے محبوب ترین مشاغل تھے۔ ان خصوصیات سے آپ کے اساتذہ تک واقف تھے۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی تربیت اویسی طریقہ پر ہوئی تھی۔ تب ہی تو آپ ان خصوصیات کے حامل اور ابتداہی سے صوفی منش، امن پسند اور صالحین میں سے تھے۔

تحصیلِ علوم: آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر اور مدرسہ غوثیہ میں ہوئی۔ مدرسہ میں تمام اساتذہ اور ہر آنے والے ناظر نے آپ کی ذکاوت وذہانت اور حاضر جوابی کی داد دی اور آپ کے والد محترم کے پاس سفارش کی کہ اس لڑکے کو انگریزی تعلیم بھی دلوائی جائے جس کو محترم یہ کہہ کر رد کر دیتے کہ میرا یہ لڑکا اپنی دینی تعلیم کے مختص ہے۔ چودہ سال کی عمر میں نہ صرف عربی صرف ونحو پر آپ کو کافی عبور حاصل ہوگیا تھا بلکہ زبان فارسی پر بھی آپ کو کافی دسترس حاصل ہوگئی تھی چنانچہ مسکین شاہ صاحب قبلہؒ کی رحلت پر آپ نے قطعۂ تاریخ "مسکن مسکین رب جنت شدہ" کہا تھا۔ حصول علم کا مرحلہ اول مذکورہ استعداد پر 1314ھ ختم ہوا۔

آپ کو قرأت وتجوید میں حضرت قاری تونسی صاحبؒ سے، ادب، تفسیر، حدیث اور اصول فقہ میں حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن صاحب سہارنپوریؒ سے اور فقہ، منطق، معقول فلسفہ میں مختلف علماء اور خصوصاً مولانا منصور علی خاں صاحب مرادآبادیؒ اور مولانا شیر علی صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل رہا اور اٹھارہ سال کی عمر میں آپ ان تمام علوم سے فارغ ہوگئے۔ اس موقع پر آپ کی دستار بندی اور عطائے سند کا جلسہ مولانا حکیم عبدالرحمٰن صاحب سہارنپوریؒ کے مکان پر منعقد ہوا۔

عقدِ نکاح: آپ حیدرآباد کو چھوڑ درویشانہ سیر وسیاحت کے لیے نکل پڑے۔ ابھی چند ہی بزرگان ہند کی زیارت کی تھی کہ والدہ محترمہؒ کی شفقت مادری کی کشش نے آپ کو لوٹ آنے پر مجبور کر دیا اور

آتے ہی آپ کو ازدواجی زندگی میں منسلک کر دیا گیا۔

علوم حقایق و معانی: جب آپ تحصیل علوم اور ان پر تحقیقات سے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی صاحب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ کے حلقۂ فتوحات مکیہ میں حاضر ہونے لگے۔ پہلے ہی سے آبائی عرفانی مادہ اور تحقیق علوم دین اور اس پر یہ حلقۂ فتوحات مکیہ سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ درس وتدریس کے موقع پر آپ کے کچھ نہ کچھ جوہر کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو ہی جاتے تھے۔ چند ہی نشستوں میں موصوف جان گئے کہ آپ کس لیاقت کے حامل ہیں۔ ان دنوں موصوف سجادہ نشینوں کے امتحان کے لیے ایک کورس مرتب کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی نظر انتخاب دوسرے علما و مشائخین کی موجودگی میں مولانا پر پڑی۔ مولانا نے اس کام کو بحسن وخوبی کم وبیش ایک ماہ طبعزاد طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں (99) سوالات و جوابات کی شکل میں انجام دیا۔ ایک یا ڈیڑھ سال بعد کتابی شکل میں اُس کا تاریخی نام ''ھدایات الشیوخ'' رکھا گیا۔ اس کتاب کے سوالات و جوابات نہ صرف تمام علما و مشائخین عظام کے کئی بھرے اجلاسوں میں پڑھے اور پسند کئے گئے بلکہ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ اور موصوف کی وفات کے بعد مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی سابق صدر الصدور اُمور مذہبی نے سفارش کی کہ ان کو کتابی شکل میں محکمۂ صدارت العالیہ سے شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ کتاب اسی محکمہ سے شایع ہوئی جس پر مولانا نے کوئی معاوضہ طلب نہ کیا۔ اس امر سے مولانا کی انتہائی اعلیٰ ظرفی اور بے لاگ خدمت کے ساتھ ساتھ حقایق و معارف میں بلند پائیگی اور فضیلت علمی اظہر من الشمّس ہے۔

جامعہ نظامیہ میں تدریس: اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے مولانا کو ایک ایسے عہدہ سے منسلک کر دیا جو آپ کی افتادِ طبع کے عین موافق تھا۔ حالانکہ تحصیل علم سے آپ کی غرض کوئی ملازمت یا عہدہ حاصل کرنا نہ تھی۔ اگر یہ بات ہوتی تو (18) سالہ عمر میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد مزید 19,18 سال کی مدت میں کبھی کے آپ ملازم ہو جاتے یا کچھ نہ کچھ سندیں اور اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے کی ٹوہ میں رہتے۔ بحمد اللہ آپ اس سے مبرا رہے۔ یکم جمادی الاول 1337ھ مطابق 3 فروری 1919ء کو جامعہ نظامیہ میں شیخ التفسیر والحدیث کی جائیداد پر آپ کا تقرر ہوا۔ چند سال بعد آپ کو شیخ الادب بنا دیا گیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد صدر مدرس کی جائیداد پر ترقی دی گئی

جامعہ عثمانیہ میں ملازمت: لیکن صدارت پر آنے سے قبل اور اس کے کچھ عرصہ بعد لکچرار شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ کی حیثیت سے بھی آپ نے کام کیا اور صلابت جاہ بسالت جاہ کی تعلیم کے لیے بھی جامعہ نظامیہ کی جانب سے آپ ہی مقرر ہوئے۔ اپنی تحقیقات کو یکسوئی کے ساتھ قلمبند کرنے اور کبر سنی کی وجہ یہ سلسلہ ملازمت آپ نے 4 صفر 1374ھ کو منقطع کر دیا۔ حالانکہ اس کے 4-5 سال قبل ہی آپ کو وظیفہ ہو گیا تھا، لیکن جامعہ نظامیہ کی ضرورت کے پیش نظر آپ کی باز ماموری عمل میں آئی تھی۔ مختصر یہ کہ آپ کا دور ملازمت مجموعی حیثیت سے 36 سال سے کچھ زائد رہا۔

بحیثیت شیخ الشیوخ: جس میں سے 20 سال آپ نے جامعہ کے شیخ الشیوخ یعنی صدر کی حیثیت سے کام انجام دیا۔ صرف یہی ایک امر آپ کی علوم دینیہ میں ہمہ گیری، تبحر علمی اور اعلیٰ قابلیت کے بین ثبوت کے لیے بہت کافی ہے۔

خصائل: اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی ذات قرون اولیٰ کے

علمائے ربانی کی یاد تازہ کرتی تھی تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ بہترین اعلیٰ نسب، خاندان، علم وفضل، رشد و ہدایت اور جاہ وحشمت ہونے کے باوجود آپ کا انداز آج کل کے ایک مولوی یا مرشد صاحب قبلہ کا سا بھی نہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بندہ گندہ کو تفاخر سے کیا نسبت۔

ہر روز بعد نماز فجر ''مسجد ملک دانا'' میں کم وبیش ایک گھنٹہ تفسیر کلام پاک فرماتے اور عصر سے مغرب تک مسجد میں تشریف فرما کر ہر شخص کے سوال کا اطمینان بخش جواب دیتے اور تمام حاضرین آپ کی تفہیمات سے مستفید ہوتے یا خود آپ کسی نہ کسی مسئلہ پر گفتگو چھیڑ دیتے تھے اور اس کو اس طرح تفصیل سے سمجھاتے کہ پھر اس میں کسی قسم کی تشنگی یا شک باقی نہ رہتا۔ آپ کا ہر ہر لفظ بہت ہی سادہ، تحقیق و اجمال کا مرقع، انتہائی وسعت کا حامل اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فہم و فطرت کے موافق ہوتا تھا۔

آپ کی زندگی کا ماحصل اور سب سے اہم مقصد تحریک جماعت قرآنیہ رہا جو عالمگیر بین المذہبی وقومی اتحاد کی داعی، امن عالم کی علمبردار اور تفریق واختلاف کی دشمن ہے۔

مولانا کا طرز عمل وسلوک اُن کے ہر ملنے والے اور شاگرد کے ساتھ اس قسم کا تھا کہ ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ مولانا سب سے زیادہ مجھے عزیز رکھتے ہیں۔ آپ ہر سال کئی دفعہ غربا و مساکین اور اہل محلّہ کو عام دعوت دیتے اور بعد ختم قرآن تناول طعام کرواتے۔ آپ کسی شخص کو بھی کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے احتراز فرماتے تھے۔ کسی کی تکلیف مولانا سے دیکھی نہیں جاتی تھی اور مولانا ہر ضرورت مند کی حتی الوسع انتہائی پوشیدہ طور پر اعانت فرماتے رہتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا نے اپنی زندگی خدمت خلق اور دین خدا کے لیے وقت کر رکھی تھی۔

خدائے پاک کا فیضان اور احسان عظیم ہے کہ اُس نے مولانا کے ذریعہ خاص طور پر توحید، اسلام، ایمان، احسان اور ان کے متعلقات کے حقایق ومقاصد نیز رازہائے فطرت ونوامیس قانون قدرت، جنت و دوزخ، حیات الدنیا، حیات الحسنیٰ والطّوبیٰ والعیشۃ الراضیہ، حیات الاولیٰ وحیات الاُخریٰ، آخرت، الیوم الآخر الساعۃ۔ القیامۃ ونشاۃ الاخرہ کے اسرار و معارف اور راز ہائے گونا گوں و بے چوں و چگوں کھول دیئے ہیں۔ چنانچہ مولانا ان کے باریک فرق اور حقیقتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے رہے۔

علمی ادبی خدمات

(۱) تفسیر سورۂ عصر: اس کتاب میں زمانہ کی زبان سے عصری پیشنگوئیاں بالتفصیل بیان کی گئی ہیں۔

(۲) معجزات القرآن: معجزات قرآنی کی تفصیلی وضاحت ایک نادر اسلوب و جدید طرز میں مولانا کے رواں قلم کا عمدہ نمونہ وعلمی خزینہ کہا جاسکتا ہے۔

(۳) مقسمات القرآن (جلد اول): قرآن پاک میں اللہ تبارک تعالیٰ نے کن چیزوں کی قسم کھائی ہے اور کیوں کھائی ہے؟ کی تصریح ایک نئے اور بالکل انوکھے انداز میں کی گئی ہے اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ کی حیرت انگیز ایجادات واختراعات کی پیشنگوئیاں آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کس طرح نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے، ادا ہوئیں۔

(۴) مقسمات القرآن (جلد دوم): اس کتاب میں پیشنگوئیاں کم اور معارف اسرار زیادہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۵) حروف مقطعات: تمام علمائے امت کا متفقہ خیال ہے

کہ ان حروف کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو نہیں ہے، لیکن بحمد اللہ مصنف نے ان حروف کے رموز کو بوضاحت سپرد قلم کیا ہے کہ کس طرح ان میں اسلامی عہد کے عربوں کی ترقی وتنزل کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

(۶) کلمۃ الفصل: اس تصنیف میں مذاہب اسلام کی حقیقت کو تفصیلاً پیش کیا گیا ہے کہ کونسا مذہب کس حد تک احکام خدا ورسول کے مطابق ہے اور کس حد تک اس کے قوانین خود ساختہ ہیں۔

(۷) ہدایات الشیوخ: نصاب برائے سجادگان و ذمہ داران خانقاہ، تعلیمات احسان وتصوف کا بے مثال مرقع سوال جواب کی صورت میں ترتیب کردہ حسب الحکم حضرت امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ۔

علالت و وصال: آخر کار اس صدی کا محقق ومجدد اعظم اور بے باک حق گو، دو ہفتہ کی سخت علالت کے بعد 75 سال کی عمر میں اس جہاں فانی کے ناقدردانوں سے منہ موڑ کر جہاں جاودانی کی طرف بروز یکشنبہ بتاریخ 19 ذی الحجہ 1375ھ المطابق 28 جولائی 1956ء رحلت کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے رحمٰن ورحیم آپ پر زیادہ سے زیادہ رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کو مقام بلند واجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مولانا نے اپنی ساری زندگی محض للہ قرآن پاک اور اس دین پاک کی حقیقی تعلیمات کی طلب صادق اور اشاعت میں لگا دی اور بلاشبہ ''خیر کم من تعلم القرآن وعلمه'' کا مصداق بنے۔ آپ فقیر منش بزرگ ہونے کی وجہ دنیاداری سے ہمیشہ بچتے رہے اور اپنا فرض سمجھ کر بے لاگ کام کرتے رہے۔ (۲)

محدث کبیر مولانا محمد عبدالوہاب عندلیبؒ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم نے سرزمینِ دکن کو اتنا زرخیز بنایا ہے کہ اس کے فرزندوں میں عالمانِ دین کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو گیا اور اس کی تاریخ کے ہر دور میں کئی نامور علماء پیدا ہوئے جنھوں نے قرآنِ کریم، احادیثِ شریفہ، اُسوہ حسنہ سے لے کر سیرتِ صحابہؓ اور احوالِ اولیاء واصفیاء، طب، شعر وفن، سائنس وریاضی وغیرہ وغیرہ میں علم کے کئی کئی خزانے چھوڑے جن سے لوگ آج بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ دیر تک قائم رہے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہاں کے پادشاہوں کی علم دوستی نے دیگر ریاستوں کے علماء وفضلاء کی بھی ہمت افزائی کی اور اُن کی مالی امداد کر کے اُن سے بڑے بڑے کام لئے۔

تیرہویں [۱۳ویں] صدی ہجری کے آخری دہے اور چودہویں [۱۴ویں] صدی کے ابتدائی دور میں بھی حیدرآباد میں نشر واشاعت کا وہ سلسلہ زور وشور سے قائم تھا جس نے حیدرآباد کو عالمِ اسلام میں ایک خاص مقام بخشا۔ سلطنتِ حیدرآباد دکن کے آخری تاجدار نواب میر عثمان علی خان آصفِ سابع نے اہلِ علم کی ایسی سرپرستی فرمائی کہ ریاست کے باہر شمالی ہند اور جنوبی ہند کے نامور علماء اور فضلاء بھی اپنے علمی کارنامے اُن کی مالی اعانت کی وجہ سے انجام دے سکے۔ ریاستِ حیدرآباد سے مالی امداد پانے والوں میں دینی مدارس وجامعات کے ساتھ ہی ساتھ عصری تعلیم دینے والے جامعات میں بنارس یونیورسٹی بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر داؤد اشرف صاحب نے اپنی کتاب ''بیرونی اربابِ کمال اور حیدرآباد'' میں اُن لوگوں کی ایک طویل فہرست دی ہے جن کیلئے آصفِ سابع نے وظائف مقرر کئے تھے تاکہ وہ دین کی خدمت میں ہمہ تن لگ جائیں۔ اس فہرست میں علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، سر راس مسعود، عبدالماجد دریابادی اور محمد مارک ڈیوک پکتھال کے نام بھی شامل ہیں۔ نہ جانے اور بھی کتنے نام ہونگے

جو اس فہرست میں شامل نہو سکے۔اس کتاب میں ڈاکٹر داود اشرف صاحب نے دارالمصنفین ندوہ کا ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے۔ انگریزوں کے خلاف جنگِ آزادی میں ندوہ کے علماء نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ یہ بات انگریزی سرکار پر گراں گزری۔ انتقامًا رزیڈنسی سے ایک حکم جاری کیا گیا کہ ریاستِ حیدرآباد کو چاہیے کہ وہ دارالمصنفین ندوہ کو دی جانے والی امداد فوری بند کردے۔اس کے جواب میں آصفِ سابع نے کھلے الفاظ میں حکومتِ برطانیہ کو آگاہ فرمادیا کہ کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف کیلئے جو رقم اس ریاست سے دارالمصنفین کو دی جارہی ہے اُس وقت تک ملتوی نہیں کی جاسکتی جب تک یہ کام جو ایک مذہبی کام ہے جاری رہیگا۔اور اس امداد کو اُس وقت تک نہیں روکا جاسکتا جب تک یہ کام بند نہ ہوجائے۔(صفحہ [۲۰۱] تا [۲۰۴])۔آصفِ سابع نے علامہ شبلی نعمانی کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف کیلئے پہلے ایک سو روپئے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا ۱۹۱۳ء میں علامہ شبلی کی درخواست پر یہ وظیفہ بڑھا کر ماہانہ [۳۰۰] روپئے کلدار کردیا گیا۔نومبر ۱۹۱۴ء میں شبلی کے انتقال پر یہ وظیفہ (ماہانہ ۳۰۰ روپئے کلدار) اُن کے قائم کردہ ادارہ دارالمصنفین کو جاری کردیا گیا۔اس کے علاوہ سیرت کی اس کتاب کی تکمیل کیلئے علامہ سید سلیمان ندوی نے آصفِ سابع کی طرف سے ماہانہ [۲۰۰] روپئے کلدار وظیفہ سے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۱ء تک استفادہ کیا۔آصفِ سابع کی طبیعت میں فقیری اور علم دوستی کے راسخ ہوجانے میں اُن کے اتالیق عارف باللہ حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کو بڑا دخل تھا۔اُنہوں نے صدرالمہام امورِ مذہبی کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد اور مجلسِ اشاعت العلوم بھی اُن کے باقیات الصالحات میں سے ہیں۔دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں چھپنے والی بے شمار کتابیں آج تمام عالمِ اسلام میں پھیلی ہوئی ہیں اور اُن کی مانگ روزافزوں ہے۔ان کے علاوہ مولانا کے شاگردوں اور جامعہ نظامیہ سے وابستہ علماء اور دیگر مشاہیر علماءِ کرام کی خدمات الگ ہیں۔

الحمدللہ مولانا محمد عبدالوہاب عندلیبؔ علیہ الرحمہ کا شمار بھی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے اُن ممتاز عالمانِ دین میں ہوتا ہے جو اپنی ذات میں بیک وقت ایک انجمن تھے۔ جہاں وہ ایک زبردست عالمِ دین تھے وہیں ایک عظیم محدث، ادیب اور ایک بزرگ شاعر کی حیثیت سے اُنہوں نے دینِ حنیف کی ایسی نمایاں خدمت کی ہے جو ہمیشہ یاد کی جائیگی۔وہ ۱۸۸۵ء میں مومن آباد کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔خطیبوں کا یہ خانوادہ اپنی علمی خدمات کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتا تھا۔مثنویؔ فیاض اور چمنستانؔ حمزہ، تاریخؔ قندھار اور ایسی ہی کئی ایک مشہور کتابوں کے مصنفین کا تعلق اسی خانوادہ سے تھا۔

مولانا عندلیبؒ نے جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں تعلیم حاصل کی اور فاضلینِ جامعہ نظامیہ میں ایک خاص مقام پیدا کرلیا۔ جہاں مولانا محمد سعیدالدین انصاریؒ سہارنپوری (شیخ الفقہ) اور مولانا محمد یعقوبؒ (شیخ التفسیر و شیخ الحدیث) جیسے یکتائے روزگار اساتذہ سے اُنہیں تلمذ کا شرف حاصل رہا وہیں مولانا عبدالوہاب عندلیبؒ نے بحرالعلوم مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ علیہ الرحمہ اور حیدر جنگ طباطبائی سے بھی خوب استفادہ کیا۔اس کے بعد اُنہوں نے محکمہ امورِ مذہبی میں ملازمت اختیار کی۔

محکمہ امورِ مذہبی میں اُن کو منتظمِ مساجد مقرر کیا گیا۔اس قابلِ صد احترام عہدہ کی وجہ سے اُنہیں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لوگوں سے

ربط قائم کرنے کا موقع ملا۔ مسلمانوں کی پسماندگی اور کم علمی کا قریب سے مطالعہ کرنے کی وجہ سے اُنہوں نے محسوس کیا کہ اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہے تو ایک ایسے واعظ کی ہے جو آسان زبان میں لوگوں کو دینی معلومات فراہم کرے اور مثبت انداز سے لوگوں کے سامنے پیش ہو، فروعی اختلافی مسائل میں نہ خود الجھے نہ دوسروں کو الجھائے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کی مدد فرمائی۔ اس کے بعد اُنہوں نے تصنیف وتالیف کا ایک طویل سلسلہ شروع کیا۔ نوعمری ہی میں اُنہوں نے مختلف موضوعات پر چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں اور اپنی صلاحیتوں کے وہ جوہر دکھلائے کہ خود اُن کے اساتذہ اور دیگر بڑی بڑی نامی گرامی ہستیوں نے اُن کی کھل کر تعریف کی۔ نوجوانی ہی میں اُن اسلوبِ اور اندازِ تحریر نے جہاں لوگوں کے دل میں اپنا مقام بنالیا وہیں بانی جامعہ نظامیہ وصدر المہام امورِ مذہبی شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز کو بھی اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ آپ مولانا عندلیبؒ کے متعلق ایک موقع پر فرماتے ہیں ۔

''دعا گو نے عبدالوہاب صاحب عندلیبؒ کی قابلیت کا اندازہ کیا جو تالیفات اور مضامین اُنہوں نے پیش کئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت ذہین اور لائق شخص ہیں چنانچہ نواب عماد الملک بہادر اور مہاراجہ یمین السلطنۃ بہادر اور دیگر ماہرینِ فنِ ادب کی تحریرات سے ظاہر ہے۔ یہ ایک نوجوان شخص ہیں اور ان کو علمی مذاق بھی ہے اس لئے امید کی جاتی ہے کہ وہ تالیف وتصنیف کے کام میں مشغول رہیں گے اور ان کے مفید تصانیف سے قوم کو فائدہ پہنچے گا''

حضرت فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ کشن پرشاد اور نواب عماد الملک بہادر بھی مولانا عندلیبؒ کی تالیفات وتصنیفات اور اُن کے اعلیٰ علمی مذاق سے آگاہ تھے۔ فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز محکمہ امورِ مذہبی کے صدر المہام تھے۔ آپ کی تحریک اور محکمہ امورِ مذہبی کے تعاون سے مولانا عندلیبؒ نے ہفتہ وار رسالہ واعظ کی اشاعت شروع کی اور تصنیف و تالیف میں پوری طرح مشغول ہوگئے۔ اُنہوں نے اپنی تصانیف سے قوم و ملت کی نا قابلِ فراموش خدمت انجام دی۔ یہ رسالہ تقریباً نصف صدی تک پابندی سے نکلتا رہا۔ اس طرح حضرت فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عندلیبؒ سے جو توقع رکھی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ پوری ہوئی۔ اس پرچے میں زیادہ تر اُنہیں کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مشہور علماءِ دین نے بھی رسالہ واعظ کے لئے مضامین لکھے۔ اُن کے ہفتہ وار واعظ نے ہزاروں ایسے واعظ پیدا کردئے جن کے سامنے حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے سوا کچھ نہ تھا۔

تصنیف وتالیف کے ان کاموں کے ساتھ ہی ساتھ وہ دوسرے علماء کرام کے شانہ بشانہ مختلف دینی مجالس سے وابستہ ہوکر ان کی اعانت بھی کرتے رہے۔ ''رسالہ دعوۃ الاخوان لاحیاء معارف النعمان''، میں مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی اعانت کرنے والے رفقاء مجلس کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں بھی مولانا محمد عبدالوہاب عندلیبؒ کا بھی نام ملتا ہے۔ یہ رسالہ مولانا مفتی محمد رحیم الدین علیہ الرحمہ کا مرتبہ ہے جس میں مجلس کے قیام کی غرض وغایت، مجلس کا دستور اور ائمہ حنفیہ کے کتابوں کی وہ ابتدائی فہرست بھی شامل ہے جو مولانا ابوالوفا افغانی علیہ الرحمہ نے مرتب کی تھی۔

لاہور سے نکلنے والے رسالہ مشیر الاطباء وچشمۂ زندگی کے مدیر محمد حسن قریشی صاحب نے مولانا عندلیبؒ کے انداز اور اُن کی

صلاحیتوں کو جن خوبصورت الفاظ میں سراہا ہے اس سے اُس کارنامہ کی بلندی کا احساس ہوتا ہے جو واعظ کے مضامین کے ذریعہ مولانا عندلیبؒ نے انجام دیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

''جناب عندلیب صاحب نے سببِ مرض کو صحیح طور پر تشخیص کرنے کے بعد اس کا اُصولی علاج شروع کیا ہے۔ ہفتہ وار کے ذریعہ مذہب کے متعلق سادہ وسہل زبان میں صحیح معلومات بہم پہنچانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ فی الحقیقت واعظ مسلمانوں کیلئے صحیح معنوں میں سرچشمۂ رُشد وہدایت ہے۔ ہر اسلامی گھر کو اس سے بہرہ اندوز ہونا چاہئے''۔

ابوالمظفر محمد سعید الدین الانصاری سہارنپوری سے اہلِ علم اچھی طرح واقف ہیں۔ اُنہوں نے مدرسہ نظامیہ میں شیخ الفقہ کی خدمت بھی انجام دی ہے۔ آپ رسالۂ واعظ کا تعارف کرواتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

''ناظرین رسالۂ واعظ پر مخفی نہیں ہے کہ سال میں ہر فصل اپنے ثمرات اور پھول پھلواری اپنی ساتھ لاتی ہے۔ اور مشتاقوں کو آسودہ وشادکام کر جاتی ہے یہی حال مضامین کے لحاظ سے رسالہ واعظ کا ہے مثلاً محرم میں ذکر شہادت واحکامِ عاشوراء، صفر میں صفر کے خصوصیات کا ذکر اور عام خیالات جو صفر کی نحوست کے متعلق ہیں اُن کی تردید۔ ربیع الاول میں مجالس میلاد اور فضائل وخصوصیات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان۔ ربیع الثانی میں مجالس یازدہم شریف و خصوصیات ومناقب حضرت غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا بیان، رجب میں مناقب امام اعظم رضی اللہ عنہ ومعراج شریف کا بیان۔ شعبان میں شب برات اور اس کی خصوصیات کا ذکر، رمضان المبارک میں فضائل رمضان واحکام صیام کا ذکر، الحاصل اسی طرح ہر مہینے میں جو اس کی خصوصیات ہیں ان کے متعلق رسالہ واعظ میں مبسوط مضامین دیئے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ عقائد اہلِ سنت والجماعت واحکام فقہ و اخلاق حسنہ وردِ بدعات ورسوم وتائید وترغیب ارکان اسلام وغیرہ اپنے اپنے موقع ومحل پر عام فہم عبارت میں لکھے جاتے ہیں مثلاً صراط مستقیم کیا چیز ہے اس کو چند نمبروں میں نہایت مدلل ومفصل بیان کیا ہے۔ اسوۂ حسنہ استقامت اتحاد، سیرت نبوی ﷺ، ضرورت فقہ، رحمدلی، سخاوت وغیرہ مضامین منجیات ومہلکات سے ہر ایک کے متعلق تفصیلی بیان دیا جاتا ہے جس کا لطف اور اثر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بحکم مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ یعنی جس نے نہیں چکھا وہ نہیں جانتا ہے''۔

بحرالعلوم مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالوہاب عندلیبؒ کے ہفتہ وار واعظ کے مطالعہ کے بعد اس کی خدمات کو واضح کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کی توجہ اس رسالہ کو خریدنے، خود پڑھنے، بیوی بچوں کو سنانے اور دوستوں احباب کو دکھانے کی طرف مبذول کروائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

''میں نے رسالہ واعظ کے کئی سال کے پرچے دیکھے۔ اس رسالے نے اب تک اسلام کی ایک نہایت گراں قدر خدمت کی ہے۔ اعتقادات، اخلاقیات، فقہیات، اکابر اسلام کے حالات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس میں جمع ہوگیا اور ہو رہا ہے۔ طرزِ بیان سادہ اور سلیس کہ معمولی آدمی بھی سمجھ سکے۔ چھپوائی صاف اور واضح کہ پڑھنے میں کچھ گرانی نہ ہو۔ شرکت کا چندہ نہایت ہی قلیل کہ کسی کو لینے میں بار نہ ہو۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کو خریدیں، خود پڑھیں، بیوی بچوں کو سنائیں، دوستوں کو دکھائیں''۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''رسالہ واعظ حیدرآباد دکن کا ہفتہ وار رسالہ ہے۔ میں نے دیکھا اس کی ایک جلد سرسری نظر سے پڑھی۔ بہت عام فہم اور مفید چیز ہے۔ آج کل کے زمانے میں اشاعت و حفاظتِ اسلام کا خیال ہر جگہ مسلمانوں کو ہو رہا ہے اس رسالہ کا مطالعہ فائدہ دیگا۔''

مولانا سید سلیمان ندوی نے فرمایا

''واعظ حیدرآباد اپنے خیال کا واحد رسالہ ہے۔ وہ خالص مذہبی مواعظ و نصائح سے پُر رہتا ہے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیبؔ کی یہ مذہبی خدمت لائقِ تعریف ہے۔ عام مسلمانوں کو وہ مؤثر انداز میں دین و مذہب اور اخلاق و آداب کی تعلیم دیتا ہے''۔

شیخ الاسلام مولانا سید محمد پادشاہ حسینی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

''رسالہ واعظ کے چند پرچے نظر سے گزرے۔ اس میں قرآنِ مجید کے احکام و نواہی اور سلفِ صالح اور بزرگانِ دین کے حالات اچھے پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ اس کی عبارت سلیس ہوتی ہے اور مضامین عام فہم ہوتے ہیں۔ فقیر کے خیال میں اس رسالہ کا وجود عام مسلمانوں کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ بھائیوں کو چاہئے کہ اس اشاعت میں مولوی حاجی عبدالوہاب صاحب عندلیبؔ کا ہاتھ بٹائیں اور اس کو کثیر الاشاعت بنائیں''۔

مولوی محمد عبدالوہاب عندلیب علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۷ھ سے ایک جزء یعنی سولہ صفحوں پر ہفت روزہ [weekly] رسالہ واعظ کی اشاعت شروع کی۔ یہ رسالہ قمری مہینوں کی تاریخ کا لحاظ کرتے ہوئے ہر پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے ہفتہ کو نکلا کرتا۔ اس پرچے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عندلیب علیہ الرحمہ تقریباً پینتالیس سال سے زیادہ عرصہ تک یہ رسالہ شائع کرتے رہے اور اس کا معیار اونچے سے اونچا کرتے رہے۔ جیسا کہ عندلیبؔ علیہ الرحمہ نے خود لکھا ہے اکثر تنظیم یافتہ مساجد میں نمازِ جمعہ کے بعد رسالہ واعظ سنایا جاتا اور ایک مجلسِ وعظ کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ مولانا مفتی سید محمود کان اللہ لہ علیہ الرحمہ (ناظم جمعیتِ محبوب و خطیبِ مکہ مسجد) اور دوسرے حضرات کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تفصیلات واعظ کے اس ضمیمہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جس میں واعظ اور مولانا عندلیبؒ کے متعلق (۱۰۶) صفحات پر مشتمل رسالہ میں (۸۰) سے زیادہ مشاہیر کی رائیں شائع کی گئی ہیں۔

واعظ میں اکثر مضامین ایک ہی جز یعنی سولہ صفحوں پر ختم ہو جاتے لیکن جو مضامین طویل ہوتے اُن کو اس انداز میں تقسیم کر دیا جاتا کہ اُن کا ہر حصہ سولہ صفحوں پر ختم ہونے والا ایک مستقل مضمون ہوتا۔ مثلاً رجب ۱۳۳۹ھ کے پہلے ہفتہ سے ایک مضمون زکوۃ پر شروع ہوا جو شعبان کے دوسرے ہفتہ کو جملہ چھ قسطوں میں ختم ہوا۔ ہر قسط کے سامنے اُس کا نمبر لکھ دیا گیا یعنی ''زکوۃ [۱]، زکوۃ [۲]......زکوۃ [۶]۔ اسی طرح سیرت طیبہ، معجزات، اربعین عندلیب، تعلیم الاحادیث، اہلبیت اطہار، ارادۃ اللہ، حبل اللہ، آزادئ نسواں، شرفِ نسب، مساوات حفظِ لسان، وصیت، حبِّ نبوی ﷺ، بیت اللہ، حفاظتِ خود اختیاری، ارشاداتِ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، مواعظِ میلاد، ارشاداتِ غوثیہ، اعظم الاولیاء، حفظِ لسان، حکمت، صبغۃ اللہ، عہد و قرض، مجالسِ محبوب، مجاہدہ، محاسبہ، مراقبہ، ارض اللہ، اغوائے شیطان، وساوس اور ایسے ہی دوسرے بہت سارے مضامین ہیں جو کئی قسطوں میں اسی انداز سے

شائع ہوتے رہے۔اربعینِ عندلیبؒ کا سلسلہ واعظ میں شعبان ۱۳۵۰ھ سے شروع ہوا۔اس کی آخری قسط کا نمبر (۸۰) تھا۔دوسری کتابوں کی طرح مولاناؒ نے بعد میں ان حصوں کو ایک جگہ کر کے شائع کیا تھا۔اصل کتاب میں مولاناؒ نے منظوم ترجمہ پر اکتفا کیا تھا لیکن نوشین پبلکیشنز یو ایس اے کی طرف سے اسے چار جلدوں میں شائع کرتے وقت حافظ مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری کامل الحدیث جامعہ نظامیہ (اسوسیٹ پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد) کا اردو اور انگریزی ترجمہ بھی اس میں شامل کرلیا گیا۔الحمدللہ اس طرح عصری تقاضوں کو پورے کرنے اور اپنے بزرگوں کے قیمتی اثاثہ کی حفاظت کر کے پروفیسر معین انصاری (نبسۂ علامہ عندلیبؒ) نے ایک نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُنہیں جزاءِ خیر عطا فرمائے۔آمین۔

مولانا عندلیبؒ کے مضامین کے علاوہ بعض مشاہیر کے ایسے مضامین بھی رسالہ واعظ میں ملتے ہیں جو وقفہ وقفہ سے کئی اقساط میں شائع ہوئے لیکن اُن کا سلسلہ نمبر دیا جاتا رہا۔اِن مضامین میں مواعظِ کاظمیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن میں کاظم جنگ مرحوم نے حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لیتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔

واعظ اپنی ایک خاص شناخت کے ساتھ تقریباً نصف صدی تک عندلیب علیہ الرحمہ کی ادارت میں باقاعدہ پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ واعظ میں وہ خود مضامین لکھتے اور ساتھ ہی اس وقت کے اکثر بڑے بڑے علماء و مشائخین کے مضامین بھی شائع کرتے جو اُس وقت کے حالات کی آئینہ داری کرتے ہیں۔اس طرح یہ رسالہ تین نسلوں کی کیفیت اور اُن کے بدلتے ہوئے حالات کا منظر پیش کرتا ہے اور ایک مستند تاریخی دستاویز ہے۔واعظ کی اشاعت کے سات سال مکمل ہونے پر واعظ اور مدیر کے تعلق سے (۱۰۶) صفحات پر مشتمل ایک ضمیمہ شائع کیا گیا تھا جس میں ریاست، بیرونِ ریاست اور حجازِ مقدس کے (۸۰) سے زیادہ علماء اور مشاہیر کی رائیں نقل کی گئیں ہیں۔اتنی بڑی تعداد میں ہم عصر علماء اور مشاہیر کا ایک زبان ہوکر تعریف کرنا مولانا عندلیبؒ کی غیر معمولی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ ان آراء کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالۂ واعظ سے عام لوگوں کے ساتھ ساتھ علماء، واعظین اور مشائخین نے بھی استفادہ کیا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ عندلیب علیہ الرحمہ کے پیشِ نظر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اور اس کے حبیب علیہ السلام والتسلیم کی رضا تھی۔یہ وہ قیمتی اثاثہ تھا جس نے اُن کے لئے دینِ حنیف کی اتنی بڑی خدمت آسان کردی۔

رسالہ واعظ کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ شمالی ہند کے کئی رسالوں نے اس کے مضامین اپنے رسالوں میں واعظ کے حوالے کے ساتھ شائع کئے ہیں۔۱۳۴۴ھ میں جب واعظ نے اپنی عمر کے سات سال مکمل کر لئے تو ادارہ کی طرف سے ایک رسالہ جس میں [۱۰۶] صفحے ہیں شائع کیا گیا۔اس رسالہ میں واعظ کے متعلق سو کے قریب علماء اور مشائخین کی رائیں درج ہیں اور آخر میں اُن [۱۳۹] رسالوں کی فہرست ہے جن میں واعظ کے مضامین اُس وقت تک وقتاً فوقتاً شائع ہوچکے تھے اِن پرچوں میں حسبِ ذیل پرچے قابلِ ذکر ہیں۔

[۱] درویش دہلی [۲] گلچین دہلی [۳] نظام المشائخ دہلی [۴] مولوی دہلی [۵] دین دنیا دہلی [۶] خطیب دہلی [۷] المومن کلکتہ [۸] انوار الصوفیہ لاہور [۹] تصوف لاہور [۱۰] نیرنگِ خیال لاہور [۱۱] الکلام بنگلور [۱۲] شریعت [۱۳] مسلمان [۱۴] اہل الذکر فیض آباد۔

اس ضمیمہ میں سو [۱۰۰] سے زیادہ مشاہیر کی رائے شامل ہے ان میں محمد علی بن حسین مالکی وزیر وڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات حجازِ مقدس مکہ مکرمہ، محمود زیدی، داود دہّان، سراج ششہ صاحبان (مدرسین مسجد حرام مکہ مکرمہ) بھی ہیں۔ اس سے مولانا کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"قَدْ اطلعنا علیٰ بعضہ اعداد مجلة الواعظ عدد ١٦ الی عدد ١٩ التی تطبع حیدرآباد دکن بلسانہ الاردو لمنشئھا و رئیس تحریر ھا الشاب الغیور الفاضل الاریب المولوی عبدالوھاب عندلیب فوجدنا لھا مجلة دینیة علمیة نافعة. لاھل الھند ولکل منه یفھم لسانه الاردو فنشکر صاجھا علی ھمة العالیة وحمیة الاسلامیه بنشر المبادی الدینیة الصحیحة فی الاقطار الھند یه ونطلب من اللہ تعالی دام نشرھا و نجاحھا و انتفاع المسلمین بھا جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزا فی الدارین"

حیدر یار جنگ (بہادر) طباطبائی اپنی رائے تحریر کرتے ہیں۔

"رسالۂ واعظ حقیقت میں نہایت مفید اور پاکیزہ رسالہ ہے اس سے اردوخواں طبقہ دین وآئین واخلاق وحکم وتاریخ بزرگان دین کی اشاعت ہوتی ہے۔ تمام ملک ہند میں یہ رسالہ خدا کرے جایا کرے کہ اس کی بہت ضرورت ہے اسلام کیا شئے ہے اور مسلمان کسے کہتے لوگ اس رسالہ کو پڑھکر سیکھیں اور سمجھیں"۔

محمد کفایت اللہ صدر جمیعۃ العلماء ہند نے اپنے پیام میں فرمایا۔

"مدیر رسالہ مولوی محمد عبدالوہاب صاحب عندلیب صحیح طور پر مذہب اور قوم کی خدمت کر رہے ہیں حق تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور قوم کو ان کی مساعی مشکورہ سے مستفید کرے"۔ آمین۔

مولانا عبدالعزیز ایڈیٹر اخبار "طلوع افغان" اپنے تہنیتی پیام لکھتے ہیں۔

"(رسالہ ہفتہ وار واعظ) در ۱۶ صفحہ بغرض وعظ ونصیحت از شاہ علی بندہ حیدرآباد دکن اشاعۃ می یابد۔ زبان ایں رسالہ بطور ے اردوے عام فہم وسلیس است کہ نسوان واطفال نیز ازاں اخذ مدعا وفائدہ کردہ میتوانند۔ دریں رسالہ اوامر ونواہی قرآن عظیم وسیرت واخلاق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام واقوال وعادات وارشادات قابل تقلید صحابہ کرام و بزرگان واسلاف دین مقدس اسلام بایک طرز خاص ودلنشین مندرج می گردد کہ اگر خواندہ و ملاحظہ شود صورت محفل وعظ یقیناً پیدا وظاہری گردد واز مباحث اختلافی بشدت احتراز۔ اُصول مذہب اسلام محض بیک روش خیلے سہل وسادہ موافق فطرت تقدیم قارئین کرام آں نمودہ وتوجہات شانزالبطرف پابندی وتعمیل آں متوجہ میگرداند۔ مضامین ایں رسالہ در دیگر رسائل مشہور مذہبی بکثرت نقل و برائے تنظیم مساجد در ہر جا فرستادہ میشود۔ چنانچہ از حسن مضمون وبے آلائشی در اکثر مساجد نقاط مختلفہ وعظ قراءت می یابد لہٰذا از برادرانِ اسلامی خویش استدعامی نمایم کہ رسالۂ موصوفہ را خودشاں وبہ نسوان واطفال خواندہ ونیز باقی اخوان اسلامی خود را کہ بےسواد باشند بمقصود آں بفہمانند تا خود ہا از فرائضِ مہمہ اصلاح مسلمانان سبکدوش گردانند۔

(ترجمہ: "رسالہ ہفتہ وار واعظ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن سے واعظ ونصیحت کیلئے شائع ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی زبان نہایت ہی عام فہم اور سلیس اردو ہے جس سے خواتین اور بچے بھی سمجھ کر فائدہ اُٹھاسکتے ہیں۔ اس رسالہ میں قرآنِ عظیم کے اوامر ونواہی، سیرت، اخلاقِ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام، صحابہ کرام اور اسلاف اور بزرگانِ دین

مقدس اسلام کے قابلِ تقلید اقوال، عادات اور ارشادات ایک خاص دلنشین انداز سے درج کئے جاتے ہیں کہ اگر پڑھیں اور سنے تو یقیناً ایک وعظ کی محفل کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔اس رسالہ میں اختلافی مباحث سے شدت کے ساتھ احتراز کیا گیا ہے۔مذہبِ اسلام کے اُصولوں کو ایک خاص انداز سے بہت ہی آسان اور سادہ، موافقِ فطرت طریقے سے قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اُن کو اس کی تعمیل اور پابندی کی طرف مائل کرتے ہیں۔اس رسالہ کے اکثر مضامین دوسرے مذہبی رسالوں میں بھی شائع ہوئے ہیں اور تنظیمِ مساجد کے سلسلے میں ہر جگہ فراہم کیا جارہا ہے۔چنانچہ مضامین کی خوبی اور بے الائشی کی وجہ سے اکثر مساجد میں مختلف انداز سے قرأت وسماعت کیا جاتا ہے۔لہٰذا برادرانِ اسلام سے گزارش کی جاتی ہے کہ اس رسالہ کو خود اپنے اہل وعیال کے ساتھ پڑھیں اور اپنے بے سواد اسلامی بھائیوں تک بھی پہنچائیں تاکہ افہام وتفہیم کے فریضہ سے بھی سبکدوش ہوں''۔

اس پیام میں جس عمدگی کے ساتھ مولانا عبدالوہاب عندلیب علیہ الرحمہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے بار بار پڑھنے کے قابل ہیں۔

جن رسائل نے واعظ کو ساتویں سال گرہ پر اپنے پیغامات بھجوائے تھے ان میں حسبِ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

[۱] دین دنیا دہلی [۲] طلوع افغان (فارسی) [۳] المؤمن کلکتہ [۴] رسالہ دستکاری دہلی [۵] اسرارِ تصوف لاہور [۶] پیسہ اخبار لاہور [۷] الکلام بنگلور [۸] الکمال لاہور [۹] مشیر الاطباء وچشمۂ زندگی لاہور [۱۰] نیرنگِ خیال لاہور [۱۲] نیرِ اعظم مراد آباد [۱۳] اخبار اہل السنۃ والجماعۃ امرتسر پنجاب [۱۴] اہل الذکر فیض آباد [۱۵] اتحاد الاسلام امرتسر [۱۶] تنظیم امرتسر [۱۷] دربار آگرہ [۱۸] جماعت امرتسر (پنجاب) [۱۹] سعید کانپور [۱۹] اردو معلیٰ دہلی [۲۰] معارف اعظم گڑھ [۲۱] اتالیق حیدر آباد [۲۲] المعالج حیدر آباد [۲۳] نمائش حیدر آباد [۲۴] ارتقاء بوئن پلی

کتنی عجیب بات ہے کہ اہل شمال تو اپنے علماء کی تصنیفات وتالیفات کی ایسی حفاظت کرتے ہیں کہ معمولی سے معمولی کام بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔اور اہل دکن اپنے علم کے خزانوں کی حفاظت سے غافل ہیں۔یہی نہیں بلکہ اپنے پاس قیمتی دفینے رکھتے ہوئے دوسروں کے جھوٹے موتیوں پر جان دیتے ہوئے فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔بلکہ یہ جانتے بھی نہیں کہ اب بھی ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔آج بھی ہمارے مدرسے، ہمارے معہد، ہماری جامعات، ہماری خانقاہیں علم کے خزانے لُٹا رہی ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

عندلیبؒ علیہ الرحمہ نے اپنے پرچوں میں عمدہ مضامین تحریر فرمانے کے علاوہ انہوں نے واعظوں اور خطیبوں کی ایسی جماعت تیار کی جسے لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے سوا کچھ بھی معلوم نہ تھا۔اس طرح مولانا عندلیبؒ کو ایک مایہ ناز ادیب، ایک بزرگ شاعر، ایک ممتاز عالمِ دین، ایک عظیم المرتبت محدث اور مفسر کہنا اظہارِ حق کے سوا کچھ نہیں۔

یہاں مولانا عندلیبؒ کی تحریر سے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) آیاتِ قرآنی کی تفسیر۔(اطاعت کا ترجمہ ''محبت'')

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

جو شخص اللہ سبحانہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت رکھتا اور اُن کی اطاعت کرتا ہے وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ سبحانہ نے انعام کیا۔ وہ لوگ انبیاء (علیہم السلام) و صدیقین اور شہداء و صالحین ہیں ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔

اطاعت لازمۂ محبت ہے:

حضرات! اطاعت کا ترجمہ ''محبت'' ہم نے جو کیا ہے اس سے آپ کو تعجب ہوگا لیکن اگر آپ نظر تعمق سے ملاحظہ فرمائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع ہے اور اس کا نتیجہ معیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب جانتا ہے۔ اسی طرح اس آیۃ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو محبوب جانتا ہے تو اس کا حشر بھی انبیا علیہم السلام اور صدیقین۔ شہداء و صالحین کے ساتھ ہوگا۔ انبیاء میں اس کا محبوب بھی ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے محبوب کے محبین و محبوبین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین۔ تو آیۃ کریمہ میں جس معیت کا ذکر ہے وہ در اصل نتیجۂ محبت ہے۔ اور محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع۔

اس کا دوسرا شاہد اس آیہ کریمہ میں ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ ۔ اے نبی کریم! آپ ان لوگوں سے فرمادیجئے کہ بغیر اتباع کے دعوے محبت فضول ہے۔ (واعظ بابتہ ہفتۂ اول ربیع الاول ۱۳۴۳ھ)

اربعینِ عندلیب اور تعلیم الاحادیث

عندلیبؔ علیہ الرحمہ کی کتابوں میں جو دستیاب ہوسکیں ہیں دو اہم کتابیں اربعینِ عندلیب اور تعلیم الاحادیث ہیں۔

مولانا عندلیب علیہ الرحمہ کے نواسہ پروفیسر معین انصاری صاحب نے اربعین عندلیبؔ کو اردو اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ نوشین پبلکیشنز یو ایس اے کی طرف سے شائع کروایا۔ اس کتاب پر علماء کرام نے جو تقاریظ لکھی ہیں اس سے مولانا عندلیب کی عظمت و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت مولانا محمد خواجہ شریف مدظلہ العالی شیخ الحدیث و ناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد اس کتاب کے دوسرے حصہ کیلئے لکھی ہوئی تقریظ میں فرماتے ہیں

''کتاب منیف اربعین عندلیب تألیف حضرت شیخ علامہ محمد عبدالوہاب عندلیبؔ علیہ الرحمہ جو (۳۲۰۰) احادیث شریفہ علیٰ صاحبہا والہ والصلوۃ والسلام پر مشتمل، خواص و عوام ہر ایک کیلئے نہایت مفید کتاب ہے۔ اس میں حیات انسانی سے متعلق (۸۰) مضامین ہیں اور ہر مضمون کی منتخب (۴۰) احادیث شریفہ جمع ہیں۔ اور کتاب کو (۴) اجزاء پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر جز میں (۸۰) احادیث شریفہ علیٰ صاحبہا والہ الصلوۃ والسلام ہیں۔........................مولانا محمد عندلیبؔ صاحب حیدرآباد کی عظیم و معروف اِسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ کے فارغ اہلِ قلم، صاحبِ تصانیف علماء میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے عظیم محدث و قادر الکلام ادیب و شاعر اور واعظ تھے۔ تألیف و تقریر میں آپ کا اسلوب سلف صالحین کے جیسا ناصحانہ اور دل نشین و اثر پذیر ہے۔ ....مولانا عبدالوہاب عندلیب محدث نے اخلاقی، تہذیبی، دینی و مذہبی، تعلیمی و تربیتی (۸۰) مضامین کا انتخاب کرکے (۸۰) اربعنیات کی تالیف کی اور اس کا اردو زبان

میں نہایت سہل الفہم شستہ حلاوت سے بھرپور معنی خیز منظوم ترجمہ بھی کیا۔اس طرح یہ اپنے موضوع کی اہم کتاب ہے۔آپ کو اس کتابِ منیف میں عبادات، معاملات، اخلاقیات، سیاسیات ومعاشیات اور مسلمانوں کی تمام ضرورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث شریف ملے گی۔''(اربعینِ عندلیب جلد دوم صفحہ [V] تقریظ)

شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد عباس علمبر دار صدیقی مدظلہ العالی نبیرۂ بحرالعلوم مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عندلیبؔ علیہ الرحمہ کی ان دو کتابوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

''مولانا عندلیب کے کارناموں میں یوں تو بہت سی کتابیں ہیں لیکن علم حدیث شریف میں اربعین عندلیب کے علاوہ تعلیم الاحادیث کے نام سے انہوں نے ایک بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے جس میں (۱۲۴) عنوانات کے تحت (۴۸۲۴) احادیث یکجا کئے گئے ہیں۔ارشاد نبوی کی رو سے انھوں نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے اور اس نیک کام میں دامے درمے قدمے سخنے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفل اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے آمین ''(اربعینِ عندلیب حصہ دوم ہندوستان میں علمِ حدیث صفحہ [ix])

ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اربعینِ عندلیبؒ کے پہلے حصہ کا خصوصی مطالعہ کرتے ہوئے اپنے تاثرات نقل کئے ہیں۔اُنہوں نے کئی پہلوؤں سے اس کتاب کا جائزہ لے کر ایک قابلِ قدر تبصرہ کیا ہے۔اس کے مطالعہ سے مولانا عبدالوہاب عندلیب علیہ الرحمہ کی شخصیت کے قد وخال ابھر کر سامنے آتے ہیں اور اُن کی عظمت سمجھ میں آتی ہے۔وہ لکھتے ہیں۔

''عندلیب صاحب نے اپنے منظوم ترجمہ کیلئے موقعہ ومحل کے لحاظ سے فردیات اور کہیں رباعیات کا طریق اپنایا مگر جلد ہی موصوف نے اس نہج کو بدل کر ترجمہ کو مثنوی کے طور پر لکھنا شروع کیا جو کم ازکم ختم کتاب تک باقی رہا البتہ ضرورتاً کبھی کبھی فرد اور رباعی یا پھر قطعہ کا انداز اختیار کیا ہے۔عنوان اول روزہ، نماز سے عنوان دوم حفظ لسان خیر خیرات، صلہ رحمی اور حقوق ہمسایہ کے تحت یعنی تقریباً (۶۰) احادیث تک رباعیات کا التزام ملتا ہے۔ بعد ازاں صلہ رحمی سے مثنوی کا اور وہ بھی مثنوی مولانا روم کی بحر میں منظوم ترجمہ کیا ہے اور جہاں کہیں تشریحات وتوضیحات کی ضرورت محسوس کی یا پھر کوئی تفصیل کی گنجائش ہوتو کئی اشعار میں اسکی وضاحت کی ہے۔مثلاً

[۱] جلد اول حدیث نمبر ۲۷ ص ۱۶

اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقَصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَةٌ مِنْ فِقْهِهٖ (مسلم،ابوداوًد)

بے شک آدمی کی نماز کی درازی اور اسکے خطبہ کا اختصار ذکاوت کی علامت ہے۔

Verily the length of a man's

prayer and the shortsness of his sermon is a sign of his wisdom. (Muslim & Abu Dawood)

تم آپ اکیلے جو پڑھو کوئی نماز
اچھا ہے اگر کرو نماز اپنی دراز
لیکن بالاختصار پڑھنا خطبہ
مردِ ہشیار کا ہے کارِ ممتاز

[۲] جلداول حدیث نمبر ۴۰ ص ۲۳

کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَصْدًا وَخُطْبَتُہٗ قَصْدًا

(الخمسۃ الا البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز معتدل تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ معتدل تھا۔

The prayer of the Messenger (PBUH) was of moderate lenght and his sermon was also moderate. (The Five books except Bukhari).

کرتے تھے دراز آپ نہ خطبہ نہ نماز
ان میں سے ہر ایک عبادت اوسط ہوتی

[۳] جلداول حدیث نمبر ۲۸ ص ۴۴

وَلْیُحْسِنْ جَوَارَمَنْ جَارَ (شعب الایمان)

اسے اپنے ہمسایہ (پڑوس) کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔

He should treat well with his neighbour. (Suabul Iman)

ساتھ ہمسایہ کے ہو حُسن سلوک
(ہو کبھی اس میں نہ تم سے بھول چوک)

[۴] جلداول حدیث نمبر ۸ ص ۱۰۲

وَالصَوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ (مسلم)

روزہ نصف صبر ہے۔ (مسلم)

8. Fasting is the half of patience.

صبر کی قیمت ہے کیا پہچان لو
روزہ نصف صبر ہے یہ جان لو

عبارت مختصر! مولانا عبدالوہاب عندلیب جو اپنی ذات سے ایک انجمن تھے دانستہ اور شعوری طور پر اپنے مقبول خاص و عام ہفت روزہ رسالہ واعظ کے ذریعہ دین حنیف کی جو خدمت انجام دی ہے وہ بلا شبہ لائق صد تحسین وتقلید ہے خصوصیت سے انہیں نے ''اربعین'' یا چہل حدیث کے انتخاب اسکی تشریح اور اسکا منظوم ترجمہ کیا وہ بقول جناب نصرالحق ایک ایسا تاریخی کام ہے جسکی مثال اردو میں کیا شاید کسی اور زبان میں بھی نہیں۔ یہ منفرد انوکھا اور ایمان افروز کارنامہ آج مدتوں بعد دو بارہ کتابی صورت سے شائع ہوا ہے جس کی افادیت اور اہمیت مسلم ہے۔ مزید اس موجودہ ایڈیشن کو ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری کامل الحدیث جامعہ نظامیہ واسوسیٹ

پروفیسر شعبہ عربی عثمانیہ یونیوسٹی نے بڑی جانفشانی اور یکسوئی سے اردو اور انگریزی تراجم سے وقیع اور کار آمد بنادیا جسکی فی الوقت و فی زمانہ بہت ضرورت تھی۔ بہر حال پروفیسر معین انصاری (پالمر یونیورسٹی۔مولانا مرحوم کے نواسہ) کے زیر اہتمام اہلِ ایمان وایقان کیلئے نعمت عظمیٰ فراہم کی گئی ہے۔ (اربعینِ عندلیبؒ حصہ چہارم صفحہ خصوصی مطالعہ از ڈاکٹر عقیل ہاشمی سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد)

حضرت مولانا محمد عبدالوہاب عندلیب رحمۃ اللہ علیہ کی کی زندگی کا دوسرا قیمتی سرمایہ اربعینِ عندلیبؒ کے بعد تعلیم الاحادیث کے نام سے ہزاروں مختصر مختصر احادیث کو مختلف عنوانات اور ذیلی عنوانات کے تحت جمع کرنا اور اُن کو ترجمہ کے ساتھ شائع کرنا ہے۔ اُنہوں نے رسالۂ واعظ میں رمضان ۱۳۶۱ھ سے ''روزہ کے متعلق صحیح حدیثیں'' کے عنوان سے یہ سلسلہ شروع کیا۔ واعظ کی جلد ۵۳ بابتہ ۱۳۶۹ھ تک اس کی کڑیاں ملتی ہیں۔ اس طرح اب تک جو رکارڈ مل سکا ہے اس میں ایک ہزار دوسو صفحات پر پانچ ہزار سے زیادہ احادیث کا ذخیرہ ہے جو کئی سو کتبِ احادیث کا نچوڑ ہے۔ ہر حدیث کے ساتھ اُس کا مصدر لکھ دیا گیا ہے۔ کچھ احادیث کی شرح بھی کی۔ اس کتاب اور اُس کے مرتب کی عظمت کا اندازہ اس کتاب کے عنوانات اور ذیلی عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے۔

روزہ کے متعلق صحیح حدیثوں کے تحت ترغیب، رویت، ۔سحر، افطار، روزۂ سفر، نمازِ شب، اعتکاف، شبِ قدر، کفّارہ، عید الفطر، صدقۂ فطر، ستہ شوال اور نفل روزے جیسے ذیلی عنوانات قائم کئے اور [۱۳۰] حدیثیں لائیں۔ حج، عمرہ، شہادت، شمائلِ نبوی ﷺ، درود، وسیلہ، معراج، قران، سواری، مدینہ طیبہ، فضائلِ اہلِ بیت، فضائل النبی ﷺ کے عنوانات قائم کئے، اتحاد کے متعلق (۳۴۹)، عورتوں کے متعلق (۳۸۳) صحیح حدیثیں، ہمہ وقتی دعائیں اور موقتی دعائیں (۱۱۲)، دعا کرنے کے متعلق صحیح (۷۷) حدیثیں اور حفظِ لسان (۱۴۱) حدیثیں لائیں۔ اولیاء اللہ کے عنوانات کے تحت خواب، مہدی، ابدال، مجاہدین، محفوظ دستہ، مجدد، عزلت گزین، فقراء، مساکین، غریب الوطن، کمزور، مستجاب الدعوات، شفاعت، صحبتِ نیکاں، تعظیمِ اہلِ فضل، علم وعمل، خشیت، خیر زمانہ، دعا، اولوالامر کے ذیلی عنوانات قائم کئے اور اس کے تحت جملہ (۱۰۱) حدیثیں درج کیں۔ زکات کے متعلق (۲۱)، صدقہ کے متعلق (۱۴۴) حدیثیں، قرابت کے متعلق (۹۱)، دنیا، علم، عمل، دفاع کے بعد بدخلقیوں کے متعلق احادیث لائی گئیں اور ذیلی عنوان جیسے جھوٹ، غیبت، جہالت، گالی گلوج، لعن طعن، کافر بنانا، مار پیٹ، قتل باہمی، نفاق، چغلی، آبرو ریزی، تہمت، شرارت، فسق و فجور، نشہ، اسراف، سوال، چوری، حرص، رشوت، ظلم، غصہ، بغض وحسد کے تحت جملہ (۳۲۷) حدیثیں لکھیں۔ آزمایش کے عنوان کے تحت جملہ (۲۹۶) حدیثیں بیماری، علاج (دعا سے) امیدِ قبولیت، حفظِ ماتقدم، مصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا، شدتِ مرض میں پڑھنے کی دعا، دشمن کے دفعیہ کی دعا، علاج (دوا سے)، خبر گیری، نمازِ جنازہ، تدفین، ایصالِ ثواب، نوحہ، صبر، وصیت کے ذیلی عنوانات کے ساتھ نقل کیں۔ طہارت کے مسائل کے تحت، مسواک، وضو، غسل، تیمّم کے ذیلی عنوانات کے ساتھ (۱۳۲) حدیثیں درج کیں۔ نماز کیلئے نماز، نماز

تہجد، جماعت امامت، صف بندی، صف اول، نمازِ جمعہ، خطبہ، نمازِ چاشت، سورج گہن اور چاند گہن کی نماز، اذاں، مساجد کے ذیلی عنوانات کے تحت (۳۴۳) احادیث جمع کئے۔محرم سنہ ۱۳۶۸ھ کے بعد کے پرچوں میں خوش خلقی،تواضع وانکساری،حاجت روائی،حیاء،حلم (بردباری)،نرمی کرنا،توکل،صلح جوئی،جھوٹوں پرمہربانی اور بڑوں کی منزلت دانی،عفو،رحم،نیکیاں کرنا،انصاف،استغناء،تقویٰ،رحمت،حقوقِ یتامیٰ،کسب،بیع،زراعت،سود،قرض،رہن،امانت،عہد،قسم،سفر،کھانا پینا،قناعت،شکر،حقوقِ ہمسایہ،ہدیہ،مہمانی،دعوت،عقیقہ،تسمیہ،رضاعۃ، عادات و اطوار، ایمان، دین، اسلام، شرک، بدعت، توبہ، ریا، سلام، مصافحہ وغیرہ کے الگ الگ عنوانات پر حدیثیں اکٹھا کیں۔اس سلسلہ میں پورا رکارڈ نہیں مل سکا ہے۔جس قدر مل سکا ہے اس میں احادیث کی جملہ تعداد چار ہزار آٹھ سو سے زیادہ ہے۔جملہ صفحات کی تعداد بھی بارہ سو سے کم نہیں ہے۔بعض احادیث کا درمیان میں ضمنی نمبروں کے ساتھ اضافہ کیا گیا۔اُن احادیث کی گنتی اس میں شامل نہیں ہے۔

حدیث شریف کی ان دو مایہ ناز کتابوں کے سوا مولانا عندلیبؒ نے اربعینِ اہلِ بیت کی شرح بھی دو اقساط میں شائع کی۔یہ اربعین، اربعینِ شاہ ولی اللہؒ کے نام سے بھی مشہور ہے۔اس اربعین کی یہ خصوصیت ہے کہ شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ نے یہ چالیس احادیث اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا ابوطاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے لیں ہیں جن کا سلسلہ نسب سیدنا امام زین العابدین ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملتا ہے۔ابوطاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ احادیث اپنے والدِ محترم سے روایت کیں،اُن کے والدِ محترم نے اپنے والدِ محترم سے اور یہ سلسلہ اسی طرح سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوکر حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔یہاں نمونہ کے طور پر اس اربعین کی شرح سے ایک حدیثِ شریف ''اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّه'' کی شرح نقل کرنے کی شعادت حاصل کی جاتی ہے۔

(۲) احادیث کی شرح

اَلْحَیَآءُ خَیْرٌ کُلُّهٗ		حیا اچھی ہی اچھی ہے۔

کسی بُری چیز کی بُرائی معلوم ہوجانے کے بعد اُس کے ارتکاب سے رُک جانے کو حیا کہتے ہیں۔یہ وصف جس شخص میں زیادہ پایا جائے گا اُس کا ایمان بھی اُسی طرح کامل ہوگا۔اور جس میں یہ وصف نہیں اُس کا ایمان کامل نہیں۔لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا حَیَاءَ لَهٗ کا یہی مطلب ہے۔اور اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

خنزیر کی حرمت کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ اس کا گوشت کھانے سے بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔اسی سبب سے شریعت مطہرہ نے اس کو نجس العین فرمایا کہ اس کا پالنا اور خرید وفروخت کرنا۔گوشت کھانا۔ دُودھ پینا۔یا اُس کا جھوٹا استعمال کرنا۔یا اُس کے بال یا چمڑے اور ہڈی کا استعمال کرنا جملہ امور حرام قرار دئے گئے۔اِتنی نجاست اور بُرائی کسی دوسرے جانور کی نسبت شریعت مقدسہ میں نہیں بیان کی گئی ہے۔ علیٰ ہذا زنا۔جھوٹ۔غیبت۔یا دیگر فواحش جو حرام کئے گئے اُس میں بھی اِسی حیاء کی تعلیم منظور تھی۔اِس بیان سے ظاہر ہے کہ حیاء میں شر کا نام نہیں جو کچھ ہے خیر ہی خیر ہے۔(واعظ......ضمیمہ اربعینِ اہلبیتِ اطہارؓ)

حصولِ برکت اور سعادت کے دروازے عوام وخواص کیلئے کھولتے ہوئے بحر العلوم مولانا مولوی محمد عبدالقدیر حسرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت اور سند سے حیدرآباد میں اربعینِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو عام کیا۔مولانا مولوی سید محمد پادشاہ حسینی قادری لئیق رحمۃ اللہ علیہ

کے اردو ترجمہ اور مولوی محمد نصر اللہ خان علیہ الرحمہ کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ یہ چہل حدیث کا رسالہ بازار میں مل سکتا ہے۔ للہ الحمد جمیعا۔

احادیث شریفہ کے منظوم ترجمہ کے علاوہ مولانا عندلیبؒ نے قصیدہ بردہ کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ دوسرے مترجمین علیہم الرحمہ کی طرح انہوں نے قافیہ ردیف کی پابندی نہیں کی بلکہ مفہوم کو منظوم ترجمہ میں ڈھالنے اور اس کا مطلب واضح کرنے پر زور دیا۔ اگر کہیں ضرورت ہوتو انہوں نے ایک شعر کے ترجمہ اور مفہوم کو دو یا دو سے زیادہ اشعار میں مکمل کیا ہے۔ یہاں مثال کے طور پر تین اشعار کا ترجمہ درج ہے۔[۱] ایک شعر کا ترجمہ تین اشعار میں

استغفر اللہ من قول بلا عمل
لقد نسبت بہ نسلا لذی عقم

قول سے ایسے نہ ہو جس پر عمل
کچھ نہ ہو روزِ جزا جس کا بدل
مجھ سے بھولے سے نہ ہو ایسا گناہ
اے خدائے انس و جاں! تیری پناہ
بانج ہو عورت تو کیوں کر ہو ولد
ہوگا قولِ بے عمل کیونکر نہ رد

[۲] ایک شعر کا ترجمہ دو اشعار میں

ظلمت سنۃ من احیی الظلام الی
ان اشتکت قدماہ الضر من قدم

سنتوں پر بھی ستم میں نے کیا
جو نبی محترم کی تھیں عطا
جو نبی طاعت میں تھے ثابت قدم
آگیا تھا جن کے پاوں پر ورم

[۳] ایک شعر کا ترجمہ ایک شعر میں

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل ھول من الأھوال مقتحم

ان سے ہے سب کو شفاعت کی امید
لاکھ ہوں آفات وآلامِ شدید

عالیجناب محمد عبدالجبار صدیقی مرحوم ومغفور مولوی عندلیب علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی کے صاحبزادے تھے۔ لوگ عام طور پر اُن کو خشک مزاج سمجھتے تھے مگر اُن کا علمی مذاق بہت بلند تھا۔ اُن کی کہی ہوئی باتیں پتھر کی لکیر ہوتیں۔ وہ مولانا عندلیب علیہ الرحمہ کے بڑے مداح تھے۔ مولانا کی پادشاہ رسی کے قصے اور لطیفے مزے لے کر سنایا کرتے تھے۔ مولانا کی کتابوں میں وہ خاص طور پر جمعہ کے خطبات اور سورہ کہف اور بعض دوسرے سوروں کی تفسیر کا ذکر کیا کرتے تھے۔ میں نے ان کتابوں کا ذکر قدردان علم وفن جناب عزان جابری مرحوم ومغفور سے بھی سنا ہے مگر افسوس ہے کہ میں ان کتابوں کو ڈھونڈھ کر نہیں نکال سکا۔ اللہ سبحانہ سے امید ہے کہ یہ کام بھی کسی نہ کسی سے کروالے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عجیب شان ہے۔ جن کو چاہتے ہیں آزمائشیں اُن کا مقدر بن جاتی ہیں اور مدارج کی بلندی روز افزوں ہوتی ہے۔ عبدالجبار صدیقی صاحب کہا کرتے تھے کہ مولانا عندلیب علیہ الرحمہ نے اپنی ضعیفی کے پیشِ نظر اعلیٰ حضرت آصفِ سابع سے گزارش کر کے اپنی حسنِ خدمت کا وظیفہ ایک خصوصی جی او نکلوا کر اپنے حینِ حیات ہی اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے ایک فرزند کے نام نصف نصف جاری کروالیا کیونکہ اُن دنوں وظیفہ خوار کی موت کے بعد اُس کے افرادِ خاندان کو فیملی پنشن نہیں ملتا تھا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ اہلیہ

محترمہ اور مولانا کے وہ صاحبزادے جن کے نام وظیفہ جاری ہوا تھا دونوں کا انتقال مولانا کے سامنے ہوگیا اور دونوں وظیفے بند ہوگئے۔ حالات بدل چکے تھے۔ مولاناؒ نے وظیفہ کو اُن کے نام جاری کرنے کی درخواست بھی دی۔ تحت کے دفتروں سے اُن کے موافقت میں لکھا بھی گیا مگر یہ کاروائی دفترِ معتمدی میں منظور نہیں ہوسکی۔

[۸۰] برس کی عمر میں مولانا محمد عبدالوہاب عندلیب علیہ الرحمہ نے ۲۴/ مارچ ۱۹۶۵ء کو حیدرآباد میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اُن کی آخری آرام گاہ انجن باؤلی فلک نما کے قریب مغل فقیر کے تکیہ میں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۳)

مولانا حافظ عبدالرحمٰن بن محفوظ الحمومیؒ

عالم باعمل، جید حافظ، قرات سبع وعشرہ کے ماہر، سابق خطیب شاہی مسجد باغ عام و سابق شیخ التجوید والقرأت جامعہ نظامیہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن بن محفوظ الحمومی کے آباواجداد اپنے آبائی وطن 'حضرموت' سے ہندوستان آئے تھے، ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۱ء میں آپ کی پیدائش محلہ نور خاں بازار حیدرآباد میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ نظامیہ میں ہوئی، مدرسہ حفاظ مکہ مسجد سے ۱۳۴۲ھ میں بعمر ۱۳ سال عربی النسل استاذ محمد قریشی صاحب سے حفظ کی تکمیل کی اور بادشاہ وقت نواب میر عثمان علی خاں بہادر کے ہاتھوں سند و خلعت حاصل کی مابعد شیخ القراء قاری روشن علی حسینی صاحب کے پاس قرات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی ابھی آپ جامعہ نظامیہ میں مولوی کے طالبعلم تھے کہ آصف سابع نے آپ کو طلب فرما کر اپنی بنائی ہوئی مسجد باغ عام کا پہلا خطیب وامام مقرر کیا، ۱۳۵۱ھ میں جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل کیا اور دوسرے ہی سال یعنی ۱۳۵۲ھ میں نظامیہ کے شیخ التجوید کا منصب سنبھال لیا جہاں آپ نے ۲۲/سال کا طویل عرصہ قرات وتجوید کی بے مثال خدمات انجام دیں اور بحیثیت ناظر القراء علم تجوید کی کامیاب تنقیح کی، لیکن ۱۳۷۴ھ میں تخفیف جائیداد کی وجہ سے خدمات سے سبکدوش کردیئے گئے۔ دوران تعلیم آپ پر مفتی مخدوم بیگ صاحبؒ کی خاص توجہ رہی اور آپ نے علامہ ابوالوفا افغانی صاحبؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ نے عربی وفارسی خوشنویسی میں کمال حاصل کیا اور تقریباً ۵۵/سال مسجد باغ عام میں خطابت وامامت کے فرائض بحسن خوبی انجام دیئے شیخ القراء عبدالحق مکی جو مکہ معظّمہ سے حیدرآباد تشریف لائے تھے اس وقت حضرت نے بھی آپ سے استفادہ حاصل کیا۔

۱۹۷۸ء میں انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے قراءت وتجوید کی جلیل القدر خدمات کی بناء 'شیخ القرا' کے خطاب سے نوزا گیا۔

علاوہ ازیں آپ کے استاذ محترم قاری روشن علی صاحب نے مجلس حمایت القرات کے چالیس سالہ خصوصی جشن کے موقعہ پر 'نصیر القراء' کا خطاب عطا فرمایا آپ سے ہزاروں اصحاب نے ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور فن تجوید وقرأت کی تربیت پائی اور بیشمار لوگ اس فن کے ماہر بنے، قرات سبع وعشرہ میں جو ماہرین نکلے ان میں یہ سات اسماء قابل ذکر ہیں حضرت مفتی محمد ولی اللہ صاحبؒ شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ، مولوی سید حمید اللہ حسینی صاحب، مولانا شیخ صالح یافعی صاحب، مولانا عبدالستار خاں صاحب نقشبندی (سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ)، ڈاکٹر وحید الزماں خاں صاحب مرحوم، مولوی سید انور حسین صاحب اور مولوی حافظ سید محمود صاحب۔

قاری نشرگاہ قاری عبدالباری صاحب مرحوم نے بھی

حضرت سے بخیال صحت چند پاروں کی تلاوت کی تھی لیکن چند ماہ میں انتقال کر گئے علامہ سید محمود مدراسیؒ جو علم ہیئت کے ایک متبحر عالم تھے آپ کی ادائی حرف 'ص' وصحت قرات سے بہت خوش ہوتے تھے۔

بچپن سے نیک اطوار تھے، اکثر بچوں کو جمع کر کے مکہ مسجد کے جمعہ خطبہ کی نقل کرتے تھے، طبیعت میں نہایت سادگی تھی لباس صاف ستھرہ پہنتے تھے، حافظہ قوی تھا، کھانے پینے اور رہن سہن کے طور طریقوں میں تکلف بالکل نہ تھا، آپ شہرت پسند نہیں تھے کم سخنی وگوشہ نشینی آپ کا خصوصی وصف تھا، آپنے ستائش کی تمنا اور صلہ کی خواہش سے بے نیاز ہوکر تاحیات قرآن کریم کے بے لوث خدمات انجام دیں۔اس سلسلہ میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔

شریف خاں کے والد محمد خاں صاحب بھی افغانی تھے جنہوں نے کابل میں مولانا ابوالوفا صاحب کے پاس قرآن مجید پڑھا تھا۔ اس وقت مولانا ابوالوفاء صاحب بھی بچے تھے۔ حیدرآباد میں محمد خاں صاحب اپنے لڑکے شریف خاں کو قرآن کریم کی تعلیم کیلئے مولانا ابوالوفاء صاحب کے پاس لے گئے، مولانا نے ایک خط اپنے خاص شاگرد مولانا عبدالرحمٰن بن محفوظ کے نام لکھ کر دیا اور مسجد باغ عام جانے کیلئے کہا جب چھ سال کا شریف خان مولانا کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے خط کو نہایت احترام سے حاصل کیا اور بار بار کہا کہ کیا مولانا نے میرا نام کہا ہے، یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے اور شریف خان نے تین سال کی مدت میں تجوید کے ساتھ ناظرہ کی تکمیل کی اور مولانا نے پڑھائی کی کوئی اجرت نہیں لی بلکہ روزآنہ اپنی چائے میں آدھی پیالی شریف خان کو دیتے تھے۔ختم کے دن جب جلیبی لائی گئی تو مولانا نے اپنی شہادت کی انگلی جلیبی پر لگائی اور چکھ لیا اور ساری جلیبی شریف خان کو واپس کر دی۔

آپ نہایت متقی، پرہیزگار، عابد وزاہد اور متشرع اور متبع سنت تھے، شرع کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، خلاف شرع کوئی کام ہو تو پسند نہ کرتے تھے۔

آپ کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا تھا، ہمیشہ قرآن مجید کی بات کرتے تھے اور گھر والوں کی اصلاح کو دوسروں کی اصلاح پر مقدم رکھتے تھے، اکثر راتوں میں قرآنی آیات میں تدبر کرتے او ررات رات بھر اسی شغف میں رہتے اکثر پچھلے پہر گھر سے پیدل نکل جاتے اور جلال کوچہ میں مولانا ابوالوفاء افغانیؒ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھتے اور ہر اتوار کو پابندی کے ساتھ ان کے درس میں شریک رہتے۔

میرے جگری دوست امتیاز حسین احمد (ایم فل) کا کہنا ہے کہ آپ نہایت قانع، متوکل، متقی اور عالم باعمل تھے آپ کو دنیاوی اسباب کی فکر نہ تھی، دنیاوی تدابیر کرنا نہ آتا تھا، بس اللہ پر بھروسہ آپ کے دنیاوی کام خود بخود ہوتے رہتے تھے۔ نیک کام چھپا کر کرتے اور اسی کی ترغیب دیتے۔ آپ کی نگاہوں سے محبت رسول کا سبق ملتا اور باتوں باتوں میں دنیا کی محبت کو دل سے نکال دیتے تھے حتی المقدور لوگوں کی مدد کرتے آپ نے کبھی امراء سے اپنی حاجت بیان نہیں کی بلکہ ان سے بے اعتنائی برتی اور ہمیشہ رجوع الی اللہ رہے، جمعہ کے دن بعد نماز آپ گھر پر وعظ فرماتے جس میں دور دور سے خواتین شرکت کرتیں اور آپ سے دعائیں کراتیں اور کہتیں کہ حضرت کی دعاء سے ہمارے کام بن جاتے ہیں۔

آپ اپنے گھر میں ۱۳ رتاریخ کو پابندی کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف کا اہتمام کرتے تھے اس متبرک محفل میں آپکے ہمعصر علماء صلحاء اور مخصوص اہل خاندان شرکت کرتے تھے۔

آپ مسجد باغ عام میں ابتداء سے آخر عمر تک نماز تراویح پڑھاتے رہے ۔ سواپارہ کی تکمیل دو گھنٹے میں ہوتی جس کو سننے کیلئے امراء ورؤسا اور صاحب ذوق حضرات دوردور سے شرکت کرتے اٹھائیسویں شب کو تراویح کا ختم ہوتا بعض دفعہ اس ختم کی محفل میں مولانا ابوالوفا افغانیؒ نے بھی شرکت فرمائی ، ختم کی شب آپ بہت خوش ہوتے اور فرماتے کہ آج الحمد اللہ سنت کے مطابق تراویح کا ختم ہوا اس ختم قرآن کی محفل میں شہر کے جید حفاظ قرآن اور اہل خاندان خاص طور پر شریک ہوتے ۔

۱۹۶۱ء میں مسجد غالب جنگ (پتھر گٹی) میں جب حضرت مفتی ولی اللہ صاحبؒ نے دیگر احباب کے ساتھ دارالعلوم نعمانیہ کی بنیاد ڈالی تو شعبہ حفظ مولانا عبدالرحمٰن الحمومی کے ذمہ کیا گیا اس مدرسہ کے سرپرست اعلی علامہ ابوالوفاء افغانی تھے ، یہ مدرسہ آپ حضرات کی نگرانی میں آٹھ برس تک خاموشی کے ساتھ کام کرتا رہا جہاں سے کئی حفاظ فارغ ہو کر نکلے ۔

آپ کی زندگی کے ایک واقعہ کو بطور کرامت بیان کیا جاتا ہے حضرت کو لڑکیاں زیادہ تھیں حضرت کو نرینہ اولاد ہوتی لیکن پیدائش کے بعد انتقال ہو جاتا آپ کے موجودہ اکلوتے فرزند بچپن میں سخت بیمار ہوئے علاج بہت کچھ کرایا لیکن فائدہ کی صورت نظر نہ آئی بلکہ طبیعت بگڑتی ہی چلی گئی خواتین بیحد غمزدہ تھیں اس پریشانی کے عالم میں آپ نے سب کو چھوڑ کر مسجد قبول پاشاہ نور خاں بازار کا رخ کیا اور مسجد میں داخل ہو کر خالق دوجہاں کی بارگاہ میں بڑی آہ وزاری اور رنج وکرب کے عالم میں اپنے سر کو اپنے مولا کے حضور میں جھکا دیا ۔ بہت دیر تک اسی حالت میں رہے پھر مسجد سے گھر جا کر اپنے فرزند کو دیکھا تو حالت میں بہتری آ گئی تھی پھر چند دنوں بعد مکمل صحت ہوگئی یہ آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ تھا ۔

۱۹۲۸ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۃ النبی ﷺ کی سعادت حاصل کی اس وقت آپ کے ساتھ آپ کے فرزند حافظ محمد بن عبدالرحمٰن الحمومی اور آپ کی حافظ صاحبزادی تھیں ان دنوں راقم الحروف بھی جدہ میں مقیم تھا اور خوش بختی کہ آپ کے ساتھ تمام مناسک حج ادا کرنے کا موقعہ ملا ۔ حسین بی کی رباط سے نمازوں کیلئے مسجد حرام جاتے تو راستے میں جو بھی آپ کو دیکھتا احترام سے سلام کرتا اور بیت اللہ شریف میں عرب حجاج پوچھتے کہ شیخ کا تعلق کس ملک سے ہے اور بتایا جاتا کہ آپ ہندی ہیں تو انہیں تعجب ہوتا کہ ہند میں اب بھی ایسے باکمال حضرات موجود ہیں پورے مناسک حج میں مجھے آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا لیکن آپ نے مقامات مقدسہ میں کہیں بھی کسی سے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور بڑے تحمل سے کام لیا میدان عرفات کی واپسی کی دعاؤں کے وقت ایک عجیب کیفیت ہم سب پر طاری رہی اور اس کی وجہ سے بیحد لطف حاصل رہا دربار نبوی ﷺ میں جب صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہوئے گذر رہے تھے تو اس وقت ایک عجیب سرور کی کیفیت ہم سب پر طاری ہوئی اور یہ کیفیت مجھ کو بعد کی روضۃ النبی ﷺ کی حاضری کے وقت میسر نہ آسکی ، شاید یہ آپ کی حضور ﷺ سے گہری عقیدت ومحبت تھی کہ اس کا کچھ حصہ مجھ ناچیز کو بھی میسر آیا ۔

حج کے بعد آپ کا قیام میرے مکان پر رہا دوسرے دن جمعہ تھا فجر کی نماز محلّہ جامعہ کی مسجد میں ادا کر کے واپس ہوتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ آج مسجد کے امام نے فجر کی نماز سنت کے مطابق پڑھائی (پہلی رکعت میں سورہ سجدہ کی تلاوت کی گئی تھی)

مکہ معظّمہ ، مدنیہ طیبہ اور بحرہ میں سعودی عرب کے علماء صلحاء

اور ائمہ کرام سے ملاقاتیں ہوئیں ان حضرات نے آپ کو اپنے ہاں مدعو کیا۔

آخر زمانے میں آپ پر جذب اور خود فراموشی کی سی کیفیت طاری رہتی تھی ۱۱/ربیع المنور ۱۴۰۹ھ بروز دوشنبہ، عصر و مغرب کے درمیان آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۱۲/ربیع الاول کو بعد نماز ظہر مسجد باغ عام میں آپ کے فرزند مولانا حافظ محمد بن عبدالرحمٰن الحمومی نے نماز جنازہ پڑھائی اور درگاہ حضرت عبداللہ شاہ صاحب نقشبندیؒ (مصری گنج) میں چبوترہ پاراں میں تدفین عمل آئی۔ پسماندگان میں آپ نے چھ صاحبزادیوں اور ایک فرزند کو چھوڑا۔ آپ کے فرزند نے آپ کی یاد میں گھر پر ہی ایک مدرسہ بنام ''مدرسۃ الحمومی لتحفیظ القرآن الکریم'' قائم کیا جہاں ناظرہ او رشعبہ حفظ قائم ہیں اور آپ کے بعد آپ ہی کے فرزند مسجد باغ عام کے خطیب و امام مقرر ہوئے الحمدللہ آپ کے تینوں پوتے حافظ ہیں۔

آپ متشرع تو تھے ہی خلاف سنت کوئی کام پسند نہ کرتے تھے، آپ کا حفظ نہایت دلنشیں ہوتا اور بات دل میں اتر جاتی تھی۔ آپ کی تعلیم کا خلاصہ یہ تھا کہ

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی (۴)

مولانا قاضی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاضی غلام محی الدین صاحبؒ قاضی سرکار گھن پورہ ضلع محبوب نگر کی پیدائش بتاریخ 21 محرم 1300ھ میں ہوئی آپ کے والد کا نام قاضی محمد عمر مرحوم ہے۔ قضاءت آپ کے مورث اعلیٰ قاضی شیخ رفیع الدین صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء کی۔ آپ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

محکمہ صدارت العالیہ نے تمام قاضی صاحبان ممالک محروسہ سرکار عالی کو ایک گشتی 1320ف میں اجراء کی تھی کہ قاضی صاحبان اپنے اپنے حدود قضاءت میں دورہ کر کے مسلمانان دیہات کی اصلاح کریں اور تفصیلی رپورٹ پیش کریں۔ قاضی صاحب موصوف ہی نے اس کام کو بحسن خوبی انجام دیا اور مسلمانان دیہات کی مذہب سے دوری سے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ جس کو نہ صرف بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا بلکہ محکمہ کی جانب سے اس رپورٹ کو طبع کرا کر جملہ قاضی صاحبان ممالک محروسہ سرکار عالی کو عمل کرنے کی ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا۔

اس رپورٹ کی طباعت کے بعد شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ شاہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے آپ کو اصلاح اہل خدمات شرعیہ کے لیے ترتیب نصاب کا کام تفویض کیا۔ بر بناء احکام آپ نے ''نصاب اہل خدمات شرعیہ'' کی تالیف فرمائی جس میں تمام دینی مسائل فقہ حنفیہ کو نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں مرتب کیا جو 1327ف میں تکمیل پائی۔ جس کو فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے پسند فرمایا اور جامعہ نظامیہ کے نصاب میں شامل فرمایا۔ اس کے علاوہ تنقیح محرمات نکاح اور نمونہ تختہ سیاہہ بھی آپ نے ترتیب دے کر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیا جس کو موصوف نے بے حد پسند کیا اور ممالک محروسہ میں رائج کیا جو آج تک بھی جاری ہے۔ آپ کے ان مذہبی امور کو بہ حسن خوبی انجام دینے کے ضمن میں مندرجہ ذیل اکابرین نے توصیفی اسناد سے نوازا۔

1۔ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ذریعہ مراسلہ نمبر 1312م 22اسفندار1327ف

2۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی صدر الصدور امور مذہبی ذریعہ مراسلہ 3519م 28امرداد1327ف

3۔نواب سرامین جنگ بہادر صدرالمہام پیشی مبارک م 5 رجب 1333ھ

4۔نواب لطف الدولہ بہادر صدرالمہام امور مذہبی م 27 صفر 1350ھ

حضرت نے تاحین حیات دینی و مذہبی امور انجام دیتے ہوئے بعمر 63 سال بتاریخ 17 آبان 1354ف م 24 دسمبر 1945ء کو وفات پائی۔ تدفین قبرستان متصل مسجد عباداللہ صاحب چنچل گوڑہ عقب ریلوے اسٹیشن دبیر پورہ میں عمل میں آئی۔(۵)

حضرت مولانا مفتی مخدوم بیگؒ

حضرت مولانا مفتی مخدوم بیگ صاحبؒ کی ولادت آندھراپردیش کے ضلع سنگاریڈی میں بتاریخ ۱۷ محرم ۱۳۱۴ھ روز دوشنبہ بوقت عصر ہوئی۔ آپ کی ولادت کے تھوڑی دیر بعد آپ کے برادر جناب رازدار بیگ صاحب بھی تولد ہوئے۔ یہ دونوں بھائی توام اور نہ صرف صورت میں مشابہ تھے بلکہ سیرت میں بھی ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ دونوں کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ان کے والد مرحوم اور برادر بزرگ مرزا اسد اللہ بیگ مرحوم نے دی۔ قدرت نے ایسا ذہن رسا دیا تھا، تسمیہ خوانی کے وقت سورہ ناس سے سورۂ اقراء تک کے سارے سورے یہ دونوں پڑھ لئے تھے اور (۸) سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں تحتانوی امتحان جو ان دنوں اسپیشل کہلاتا تھا امتیاز سے پاس کیا۔

۱۳۲۶ھ میں والد مرحوم نے ان دونوں کو مدرسۂ نظامیہ میں شریک کرادیا۔ حضرت فضیلت جنگؒ جو ان دنوں صدر و بانی مدرسہ تھے ان دونوں بھائیوں کو اس قدر مشابہ دیکھ کر ط. ظ سے موسوم فرمایا۔ اور شرکت کی اجازت دے دی۔ اس زمانہ میں مدرسۂ نظامیہ میں جماعت بندی باضابطہ نہ تھی۔ چونکہ یہ لوگ ذہین تھے جلد جلد منازل تدریس کی تکمیل کرنا شروع کیا۔ بڑی کتب کے ختم پر علماء سے امتحان دلوایا جاتا، بلکہ اکثر خود نواب فضیلت جنگؒ بھی امتحان لیتے اور یہ امتحان سخت قسم کا ہوتا تھا۔ نتائج کے اشارات ک =(کامیاب)۔ م=(متوسط)۔ ن=(ناقص) ہوا کرتے تھے۔ حکیم محمود صمدانی مرحوم بھی اکثر ممتحن ہوا کرتے اور بہت سخت سوالات کیا کرتے اس لیے طلبا ان کے نام سے گھبراتے تھے۔ مگر ان دونوں بھائیوں کا امتحان لے کر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے ''ک ک'' دو کاف لکھا۔ اس سے ان برادران کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سالانہ ممتحن نواب فاروق یار جنگ مرحوم نے لیا اور مولوی مخدوم بیگ صاحب مرحوم کی حاضر جوابی اور قابلیت سے متاثر ہو کر انہیں اپنے پاس بلوا کر اکثر ہائیکورٹ کی فتاویٰ نویسی کا کام لیا اور اعلیٰ تعلیم خود بھی دیا کرتے۔

۱۳۳۶ھ میں مرحوم نے فارغ التحصیل کی سند حاصل کی اور مدرسہ نظامیہ میں مدرس بنالئے گئے اور 15 روپئے مشاہرہ سے 50 روپئے تک ترقی کی اور ایک عرصہ تک 50 روپئے ماہوار ہی پاتے رہے۔ مرحوم اتنے خوددار تھے کہ اپنی ترقی کے لیے باوجود سینئر اور ہر طرح مستحق ترقی ہونے کے کبھی ترقی کے لیے کسی سے جا کر سفارش نہیں کروائی۔ بالآخر قدرت نے مرحوم کو ترقی دی اور 500 روپئے ماہوار مشاہرہ پانے لگے آخر میں 350 روپئے وظیفہ مل رہا تھا۔ اس طرح چالیس سال اپنے خدمات سے سینکڑوں طلبا کو مستفید کیا۔ متعلم سے معلم اور پھر شیخ الفقہ و مفتی بنے۔ مرحوم فی الحقیقت حلم و مروت کا مجسم نمونہ تھے۔ باوجود عالم فاضل ہونے کے کبھی کسی سے سختی سے بات نہیں کی۔ طلباء سے تو مشفقانہ برتاؤ تھا ہی مگر اپنے دوست احباب کے علاوہ اجنبی حضرات سے بھی خوش خلقی و مروت سے پیش آتے۔ اگر کوئی شخص سختی کرتا بھی تو آپ اس کا جواب نرمی سے دیتے۔

جامعہ نظامیہ کے طلبا کے علاوہ بیرونی طلبا بھی آتے اور آپ انہیں بلا لحاظ وقت جب بھی فرصت ملے اور جہاں موقع ملے پڑھا دیا کرتے۔ ان کے تعلیمی شوق پر اپنے آرام کو کبھی ترجیح نہیں دیا۔ لوگ منع بھی کرتے تو آپ کہتے کہ ''یہ طلبا دور سے آتے ہیں، انہیں انتظار میں رکھنا یا مایوس لوٹانا مناسب نہیں''۔ طلباء مختلف سوالات صحیح غلط، اچھے برے ہر قسم کے کرتے مگر آپ ان سے متاثر ہوئے بغیر تشفی بخش جواب دیا کرتے۔ چنانچہ فجر کے بعد دس بجے تک گھر پر برابر طلباء آتے اور بعض مغرب کے بعد سے عشاء تک آکر مستفید ہوا کرتے۔ مدرسہ میں دس سے چار بجے تک مسلسل کام کرتے۔ تدریس کے علاوہ فتاویٰ کا کام کرتے۔ اس کے علاوہ ''انجمن احیاء المعارف النعمانیہ'' جس کی داغ بیل مولانا ابوالوفاء نے ڈالی اور جس کے ذریعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی تصانیف وتالیف کی نشر واشاعت کا کام جاری ہے۔ مرحوم اکثر ان کتب کی تصحیح اور مولانا ابوالوفاء صاحب کے دوسرے علمی مشاغل میں برابر مدد ومعاون رہتے۔ اس انجمن کے معتمد بھی تھے اور اپنی خدمات سے اس انجمن کو نہ صرف ہند بلکہ دیگر ممالک اسلامیہ عرب، مصر، شام تک بھی معروف کروایا تھا۔ مولانا ابوالوفا صاحب سے کمال محبت تھی، شاید ابوالوفا صاحب کا بھائی یا فرزند بھی ہوتا تو مرحوم سے زیادہ مولانا کی اطاعت وخدمت کرتا!

فقہی مسائل اور فتاویٰ صادر کرنے میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ دور دور سے فتوے طلب کئے جاتے اور آپ ان کے جوابات بدلائل دیا کرتے۔ اس لیے دس سال جامعہ نظامیہ کے افتاء کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا اور اس منصب کو بھی نہایت مستعدی ونیک نامی سے انجام دیا۔

پولیس ایکشن کے بعد حیدرآباد میں بینک سے زائد حاصل ہونے والی رقم لینے کا جواز اور پولیس ایکشن میں عصمت کے تحفظ کے خیال سے جن مسلمان عورتوں نے باؤلیوں میں گر کر خودکشی کی تھی ان عورتوں کے اس فعل کو ناجائز قرار دیا۔

جناب ابوالوفاء صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز فجر سے کچھ پہلے انہوں نے کچھ گنگناہٹ سنی تو بیدار ہو کر دیکھا کہ مرحوم ایک طالب علم کو پڑھا رہے ہیں۔ اس طالب علم کے شوق تعلیمی اور مستعدی سے متاثر ہو کر کوئی اور وقت نہ ملنے سے نماز فجر سے قبل کا وقت اس کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ گھر میں بھی مرحوم کا سلوک نہایت مشفقانہ تھا۔ خاندان کے بیسیوں افراد سال کے بارہ مہینے برابر آپ کے گھر میں موجود اور ناخواندہ مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ بعض لوگ تو آپ کے مکان کو لنگر خانہ کہا کرتے تھے۔

مرحوم کی کافی آمدنی ہونے کے باوجود لباس اور غذا نہایت سادہ اور معمولی، وہ تکلف سے ہمیشہ متنفر رہے اور کسی وقت بھی امتیاز سے کام نہیں لیا۔ حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت دو دفعہ حاصل ہو چکی تھی۔

انتقال سے ایک رات قبل تک نہایت ہی صحت مند تھے۔ سب سے ملے جلے، اپنے مشاغل قرآن خوانی سے فارغ ہو کر دودھ پیا، اس کے دس منٹ بعد ہی سینہ کا درد ہوا اور بے چین ہو گئے۔ درد اس شدت کا ہوا کہ تاب نہ لا سکے۔ ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا انہیں دو انجکشن بھی دیئے گئے مگر کارگر نہ ہوا، آخر میں کہا ''بھائی رازدار کو بلاؤ!'' اور پھر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے جاں بحق تسلیم کئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

بعد مغرب تدفین گنبد حضرت شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ (عیدی بازار، حیدرآباد) کے احاطہ میں عمل میں آئی۔ جنازہ کے ہمراہ علماء ومشائخین اور طلبائے مدرسہ قدیم وجدید کا ایک مجمع کثیر تھا۔

(بشکریہ: ماہنامہ القدیر (یادرفتگاں)، ربیع الاخر ۱۳۷۶ ہجری، بقلم: مولانا رازدار بیگ صاحبؒ۔ مدیر احمد اللہ قادری القدیری، تلخیص وترمیم مرتب)

جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے ۱۲۵ سالہ جشن کے موقع پر

از:۔مولانا سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق قادری

الہ العالمین کیسا ہجومِ پاکبازاں ہے　　یہ کیسی انجمن ہے اژدہامِ اہلِ ایماں ہے
منور ہیں در و دیوار اک بزمِ چراغاں ہے　　ہر اک ذرہ پہ تیرا فضل ہے رحمت نمایاں ہے
نظر ٹکتی نہیں ہے جامعہ کی اس عمارت پر
عجب انوار کا عالم ہے اس برجِ فضیلت پر

زمیں ایسی کہ رشکِ آسماں ہر ذرہ ذرہ ہے　　مکاں ایسا عبادت گاہ جس کا گوشہ گوشہ ہے
مکیں ایسے کہ مصروف عبادت بچہ بچہ ہے　　پھر اس پر ذوق طاعت میں اضافہ لحظہ لحظہ ہے
تجھے اے جامعہ ! اللہ اوج روز افزوں دے
جہانِ علم وحکمت میں مقام خاص و موزوں دے

معلم بن کے دنیا میں رسول اللہ خود آئے　　ادھر قرآن اس بعثت کا مطلب صاف سمجھائے
پھر اس پر ’’بلغوا عنی ‘‘ سے راہ عام کھل جائے　　’’درست العلم حتی صرت قطبا‘‘ پیر فرمائے
حیات اسلام کی ہے علم سے گر علم ہے سب ہے
جو وصل وشوق کی لذت ہے مُردوں کے لئے کب ہے

سلام اے جامعہ تجھ پرٗ ترے اوجِ مقدر پر　　سلام اے جامعہ اے مظہر انوار پیغمبر
سلام اے جامعہ اے درسگاہ وفضل کے محور　　سلام اے جامعہ اے خانقاہ وعلم دیں پرور
قیامت تک رہے تو اور تیرے چاہنے والے
خدا لے کام تجھ سے اور تیرے فیضیابوں سے

نہ جانے کتنے اربابِ فضیلت تجھ سے نکلے ہیں　　زمانے بھر کو تھی جن کی ضرورت تجھ سے نکلے ہیں
قد آور عالمانِ پاک طینت تجھ سے نکلے ہیں　　ہزاروں حاملانِ علم وحکمت تجھ سے نکلے ہیں
لیا کتنوں سے کام اللہ نے تیرے ذریعہ سے
خدا کا فضل کتنوں پر ہوا تیرے وسیلہ سے

خوشا باغِ فضیلت جس کا مالی علم پرور ہے خشیت جس کے در پر آبیاری کو مقرر ہے
شجر ایسے کہ ہر ہر شاخ جس کی بار آور ہے ثمر ایسے کہ جن کی مانگ اچھی دام بہتر ہے

خریداروں میں خود باری تعالی سامنے آئے
ادا کرنے کو قیمت ساتھ اپنا باغ بھی لائے

انہیں دیکھو انہیں یہ وارث علم پیمبر ہیں انہیں دیکھو کہ تیجانِ عرب ان کے سروں پر ہیں
دلوں میں نورِ حق ہے کس قدر چہرے منور ہیں کہ سینوں میں کلام اللہ کے انمول جوہر ہیں

جو سچ پوچھو مزے میں ہیں جو وابستہ یہاں سے ہیں
بڑوں کا ذکر کیا جاروب کش بھی فضل والے ہیں

حفاظت قاریانِ محترم نے کی قراء ت کی ہجوم حافظانِ پاک نے اس کی حفاظت کی
خلوصِ عالماں نے بڑھ کے تشہیرِ شریعت کی جناب صوفیہ نے بات کی نور بصیرت کی

یہ سب کارندہ سرکار ہیں حق کی طرف سے ہیں
مقررہ کردہ دربار ہیں حق کی طرف سے ہیں

خدا محفوظ رکھے تجھ کو چشم حاسد و بد سے حفاظت ہو تری قلب عدو کے کینہ وکد سے
ابھی واقف نہیں بے چارہ تیرے قامت وقد سے نہ ہو محروم دشمن بھی ترا افضالِ بے حد سے

برا چاہے جو تیرا یوں خدا اس کا بھلا کردے
نگاہِ عیب جو کا خوبیوں سے سامنا کردے

جمع اقطاع عالم سے ہوئے ہیں علم کے شیدا طنابیں کھنچ گئیں ہیں مٹ گیا ہے فاصلہ ایسا
عرب سے اہل وعلم وفضل ہوتے ہیں قدم رنجہ ہیں آنکھیں نصر سب کی فرشِ راہ اولیاء اللہ

الٰہی! فضل دائم ہو ترا ان مہمانوں پر
ہو بارش رحمتوں کی رات دن سب میزبانوں پر

سلام اے جامعہ تجھ پر ترے اصحابِ ہمت پر سلام اے جامعہ تجھ پر ترے اربابِ حکمت پر
سلام اے جامعہ تجھ پر ترے سامانِ عظمت پر سلام اے جامعہ تجھ سے میری حسنِ عقیدت پر

خدا تجھ کو سلامت با کرامت حشر تک رکھے
ترا اقبال تیری شان و شوکت حشر تک رکھے

مولانا حکیم محمد حسین نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث، جامع المنقول والمعقول، متبحر عالم زمان، طبیب، عظیم خطیب، امیر الجامعۃ النظامیہ، استاذ الاساتذہ مولانا حکیم محمد حسین ۱۳۱۲ھ تعلقہ وقارآباد کے ایک قریہ میں پیدا ہوئے، والد بزرگوار علیہ الرحمۃ نے آٹھ برس کی عمر میں جامعہ نظامیہ میں داخل فرمایا۔ اس عظیم جامعہ میں آپ نے ابتدائی، ثانوی، فوقانی اور جامعی تعلیم حاصل فرما کر فضیلت اور کامل کی فن حدیث میں سند حاصل فرمائی۔ علاوہ ازیں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی درجہ میں کامیاب فرمایا نیز دورۂ حدیث کی تکمیل فرما کر سند حاصل فرمائی، علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد فن طب کی طرف توجہ فرمائی اور شہر کے معروف طبیب مولانا حکیم منصور علی خاں اور مولانا حکیم ابوالفدا محمود احمد رحمۃ اللہ علیہما سے نظری اور عملی طبابت میں کامل مہارت حاصل فرمائی، مولانا بڑے نباض تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی، نہ صرف شہر بلکہ اضلاع اور بیرون ہند سے بیمار آپ کی خدمت میں رجوع ہو کر شفایاب ہوتے تھے۔ صلہ رحمی کا یہ حال تھا کہ پڑوسیوں، طلباء اور اہل علم سے دواؤں پر اجرت نہیں لیا کرتے۔ طلباء نظامیہ کی ہر سال کئی مرتبہ خصوصاً عیدین کے موقع پر دعوت طعام سے شفقت فرماتے، جود وسخا کا یہ حال تھا کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ فرماتے۔ احباب کو بڑی بڑی رقمیں بطور قرض حسن دیتے، حضرۃ الاستاذ مولانا ابوالوفا علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے کہ جامعہ نظامیہ نے دو سخی پیدا کئے ہیں ایک مولانا مفتی رحیم الدین دوسرے مولانا حکیم محمد حسین (علیہما الرحمۃ) جامعہ نظامیہ کے دارالاقامہ کے طلبا کا مفت علاج فرمایا کرتے۔ مولانا حکیم محمد حسین رحمہ اللہ تدریس، حسن معاشرت اور حسن معاملت میں اپنی مثال آپ تھے۔ نماز باجماعت، تلاوت قرآن پاک اور دلائل الخیرات کے ورد میں بڑے قاعدہ تھے۔ اشارۂ غیبی سے حضرت محدث دکن قدس سرہ سے بیعت بھی فرمائی۔ عمر کے آخری حصہ میں طویل علالت کا سلسلہ رہا اور جو کوئی عیادت کے لیے حاضر ہوتا اہل خانہ کو تاکیدی حکم تھا کہ چائے وغیرہ سے لازماً تواضع کی جائے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ یہ چیز باعث تکلیف ہے تو اہل خانہ فرماتے کہ اگر ہم تواضع نہ کریں تو ہم سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

مولانا علیہ الرحمۃ کے ہاں تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ عزیزم فیض الحسن جو پاکستان منتقل ہو گئے، عزیزم عبدالغنی شہید ریاض سے حج کے لیے جاتے ہوئے حادثہ میں انتقال فرما گئے اور تیسرے ڈاکٹر عبدالمغنی امریکہ کی ریاست نیویارک میں مقیم ہیں۔

صاحبزادیوں میں عزیزم منور سلطانہ صاحبہ ایم اے، ایم فل (عربی) کلیۃ اناث انوارالعلوم کالج میں لکچرار ہیں۔ مولانا کے بڑے داماد مولانا سید طاہر رضویؒ جامعہ نظامیہ کے شیخ الشیوخ اور اپنے والد بزرگوار حضرۃ الاستاذ مولانا سید ابراہیم رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔

آپ کی شب و روز کی مصروفیات اس قدر زیادہ تھیں کہ آپ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ البتہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا جو جامعہ نظامیہ کے معروف اساتذہ ہیں۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے اساسی رکن تھے۔

عاجز راقم نہ صرف طالب علمی کے دوران اور بعد بھی اکثر حاضر خدمت رہتا اور آپ کی ہدایات اور علمی نکات سے مستفید ہوتا رہا۔

جامعہ نظامیہ کی زندگی بھر قدمے، قلمے، سخنے اور دامے درمے بھرپور خدمات انجام دیں اور تین سال امیر جامعہ کی حیثیت سے سربراہ

رہے اور دوران امارت تدریس کا کام برابر انجام دیا۔ بہر حال مولانا کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ رمضان المبارک میں آپ کا معمول یہ ہوتا کہ عشرۂ اولیٰ میں قرآن پاک کی سماعت فرماتے اور اس کے بعد نہ صرف شہر بلکہ اضلاع میں اپنے خرچہ سے جامعہ کے لیے فنڈ زکی وصولی کے لیے سفر فرماتے اور ایک طالب علم کو اپنے خرچہ سے ہمراہ سفر رکھتے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان محی الدین صاحب نے اپنی ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں مولانا کی جامع سوانح قلمبند کی ہے۔ جزاہ اللہ عنا خیرا۔

حضرت مولانا حکیم محمد حسین علیہ الرحمہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ ۲۴ نومبر ۱۹۸۶ء دوشنبہ کی صبح انتقال فرمایا اور مقبرہ متصل مسجد یٰسین سید علی چبوترہ حیدرآباد میں مدفون ہوئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ واجعل الجنۃ مثواہ . آمین بحرمۃ سیدالمرسلین.

(تذکرہ حضرت محدث دکن ص ۶۰۷ تا ۶۰۹ ر ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں صاحب نقشبندی وقادری، ۱۹۹۹ء اسپیڈ پرنٹس، حیدرآباد)۔

امام القراء حضرت میر روشن علی حسینی سناؒ

اتالیق شہزادہ گان ذیشان ناظر القراء (عہد عثمانی) بہ مملکت حیدرآباد شیخ القرأت جامعہ نظامیہ امام القراء والمقرئین سید علی حسینی عرف میر روشن علی سنا بروز دوشنبہ 24 رمضان المبارک 1300ھ مطابق 1883ء بمقام ایرانی گلی حسینی منزل حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالعلوم من بعد مدرسہ جامعہ نظامیہ میں ہوئی، 1322ھ میں حضرت رضا علی شاہ چشتیؒ سے اولاً سلسلہ چشتیہ میں من بعد 1338ھ میں حضرت مولانا سید مخدوم حسینی قادریؒ مفتی جامعہ نظامیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور حضرت موصوف سے حدیث وعلم فقہ وتصوف کی تعلیم حاصل کی۔ 1330ھ میں جامعہ نظامیہ میں شیخ التجوید والقرأت کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ 1354ھ میں جامعہ نظامیہ سے سررشتہ تعلیمات سرکار عالی میں تبادلہ ہوا۔ شیخ التجوید کی حیثیت سے ناظر القراء کی خدمت پر جملہ سرکاری مدارس بلدہ کی قرآن مجید، فارسی، عربی، اردو، دینیات اور اخلاقیات کی تنقیح کا کام حضرت موصوف کے سپرد رہا۔ 16 سالہ یہ خدمت انجام دینے کے بعد 1369ھ وظیفہ پر سبکدوشی ہوئی۔ 1342ھ میں (اتالیق شہزادہ گان بلند اقبال (عہد عثمانی) کو بھی حضرت موصوف کافی عرصہ تک درس دیتے رہے۔ 1322ھ میں قاری محمد ابراہیم صاحب سے علم تجوید حاصل کیا۔ حفظ قرآن مجید بروایت قرأت سبعہ اور قرأت عشرہ تکمیل کی۔ آپ نے سبعہ قرأت کی مکمل جدار (جدول) سات جلدوں میں تیار کی۔ 1335ھ میں حضرت قاری عبدالحق مکی حیدرآباد تشریف لائے تو حضرت موصوف کی خدمت میں قرأت سبعہ اور قرأت عشرہ کی تکمیل کی۔ قاری عبدالحق صاحب کے مکہ واپس جانے کے بعد 1337ھ میں مفتی محمود صاحب سے تلمذ رہا۔ آپ نے نہایت وثوق سے فرمایا کہ میں نے اپنے استادوں سے علم تجوید اور قرأت حاصل کیا مگر ادائی تعلیم میں کوئی فرق واختلاف نہیں پایا۔ مخارج صفات ومدہ وادغام کی تعلیم میں سب کی رائے متفق تھی۔ حضرت موصوف نے جس شوق ومحنت سے علم تجوید حاصل کیا کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ چونکہ ذہانت خداداد تھی سمجھ اچھی پائی تھی۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ بغیر کتابوں کے شاگردوں کو تعلیم دیتے رہے۔ حافظ سید یوسف صاحب سے فارسی وغیرہ حاصل کی۔ موصوف اچھے خطاط بھی تھے۔ حضرت موصوف نے علم تجوید کی تعلیم کا سلسلہ 1334ھ سے شروع کیا اور آخری سانس تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ ابتدائی زمانہ میں تو اس علم کا اشاعت اس قدر

غلبہ تھا کہ جب کوئی شاگرد آتے آتے رک جاتا تو آپ خود ان کے پاس جا کر علم تجوید حاصل کرنے کے لیے مجبور کرتے۔ اکثر شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم بعض پریشانیوں کی وجہ سے کئی روز تک نہ جاسکے تو استاذ محترم نے کئی مرتبہ مکانات پر جا کر طرح طرح سے ترغیب دے کر تکمیل قرأت پر مجبور کیا۔

آپ کے علمی وادبی مضامین نوائے ادب ودیگر مجلّات ورسالہ جات میں شائع ہوئے۔آپ کی تصنیف ''تعلیمات قرآنی'' طالبان علم وتشنگان علوم قرآنی کے لیے مفید معلومات فراہم کرتی ہے۔آپ نے تجوید پر کئی ایک رسالہ جات شائع کئے جس میں ایک رسالہ'' اقتباس التجوید'' کے نام سے 1359ھ میں شائع کیا۔اورینٹل کانفرنس کے ممبر کی حیثیت سے آپ کے مقالہ جات لکھنو کی سیشن میں پڑھے گئے تھے مقالہ آپ نے جو پڑھا تھا اس کا عنوان تھا'' حیدرآباد دکن نے فن تجوید کی کیا خدمت کی''۔ یہ مقالہ فن تجوید سے متعلق عمدہ معلومات فراہم کرتا تھا۔ 1334ھ میں حضرت موصوف نے مجلس حمایت القرأت کی بنیاد ڈالی۔ تاریخ تاسیس سے قرأت حضرت سیدنا امام عاصمؒ، قرأت سبعہ اور قرأت عشرہ سے فیضاب ہوئے ہر سال ہزاروں طالب علم قاری بن کر نکلتے رہے اور بحمداللہ اس کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ مجلس حمایت القرأت کی چہل (40) سالہ خدمات کی جو روئداد 20رشوال المکرّم 1374ھ کے 2 روزہ جلسہ عام میں مکرم الدولہ پیالس پتھر گٹی میں سنائی گئی۔اس چالیس سالہ مدت میں جس قدر لوگ مستفید ہوئے ان کی فہرست گنوانا مشکل ہے۔موصوف کے پاس کئی ایک نایاب قلمی،عربی اور فارسی نسخہ موجود تھے۔موصوف کا عرصہ دراز سے مسجد محی الدولہ کو نچہ نسیم من بعد مسجد حسینی ایرانی گلی میں قرأت کا درس جاری رہا۔ایرانی گلی کے گھر پر ہی دن رات اور بعض اوقات فجر تک تجوید کا درس جاری رہتا تھا۔ 1958ء میں جلسہ افتتاحیہ بمقام جامع مسجد چار مینار حیدرآباد دکن مجلس عام میں اپنے تلامذہ راشدہ سے فارغین قرأت واحدہ،قرأت سبعہ اور قرأت عشرہ عطائے اسناد وخطابات سپردگی نیابت وخلافت فرمایا۔حضرت موصوف کے بے حساب شاگرد دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ 20 محرم الحرام 1376 مطابق 1959ء حضرت کا وصال ہوا۔اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں بہادر کو حضرت کی وصال کی اطلاع ملی تب اعلیٰ حضرت نے بہت ہی افسوس اور غم زدہ لہجہ میں کہا ''آہ میر روشن علی اب دنیا میں نہیں رہے'' اور ایک جید عالم ہم سے دور ہوگیا۔اعلیٰ حضرت پرسہ کے لیے حضرت قبلہ کے گھر تشریف لانا چاہتے تھے مگر کچھ ناگزیر حالات سے آنہیں سکے۔اپنے متعلقین کو حضرت کے گھر روانہ کئے اور پرسہ دیا۔اعلیٰ حضرت نے اپنے ذاتی خرچہ سے خطہ صالحین نامپلی میں تدفین کا انتظام فرمایا۔

(بشکریہ: روزنامہ'' ہمارا عوام'' مورخہ 12 مارچ 2004ء حیدرآباد)

فخر ملت مولانا محمد عبدالواحد اویسیؒ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو سابقہ تمام امتوں پر ہر اعتبار سے فضیلت وعظمت عطا فرمائی۔ اس امت میں جہاں بے شمار اولیاء،علماء،صلحاء،شہداء،مفسرین،محدثین فقہاء،ادباء پیدا ہوئے وہیں سیاسی قائدین،سماجی مصلحین،رفاہی کام انجام دینے والے مخلصین بھی پیدا ہوئے اور سب کے سب اپنے اپنے دائرہ کار میں ملت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ یہ امت ہمیشہ ایسے افراد سے معمور رہی اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

دین اور ملت کی خدمت کو کسی ایک پیمانہ میں محدود نہیں کیا

جا سکتا یہ اور بات ہے کہ کوئی منصب دوسرے منصب سے اعلیٰ وارفع ہو لیکن کسی کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ نے مختلف دور دیکھے ہیں۔ انقلابات کا طویل سلسلہ تاریخ کے گوشہ میں محفوظ ہے۔ حکومتوں کا عروج و زوال، حدود ممالک کا تغیر و تبدل کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن تاریخ کو موجودہ دور نئے اصول وضوابط کے ساتھ نمودار ہوا ہے جس میں حاکم و محکوم، بادشاہ و رعایا کا تصور سابقہ تصورات سے بالکلیہ طور پر مختلف ہو گیا ہے۔

یہ دور جو جدوجہد کا دور ہے، مسابقت اور اپنے کاز کے لیے لڑنا، حقوق کی حفاظت کے لیے ہمیشہ مستعد رہنا، قوم کی شیرازہ بندی کو سازشوں سے بچانا اور اپنے آپ کو ایک زندہ قوم کی حیثیت سے دوسری اقوام کے مقابل لے چلنا کامیاب قائد کا کام ہے۔ خصوصاً ایسی قومیں جو اقلیت سے تعلق رکھتی ہیں ان کے لیے کام کرنا اور زیادہ محنت طلب اور مشقت خیز ہے کیونکہ دستوری تحفظات خود بخود نہیں مل جاتے بلکہ ان کو جستجو کے ذریعہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ انفرادی کوشش بے معنی شئے ہے، اس کے لیے اجتماعیت کی ضرورت ہوتی ہے اور اجتماعیت میں قیادت و امارت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ حکم دیا گیا کہ اگر دو آدمی بھی سفر کر رہے ہوں تو کسی ایک کو اپنا امیر بنالو تاکہ سفر صحیح طور پر اور پرامن طے ہو سکے۔ اقوام کی زندگی کا سفر تو ایک طویل سفر ہے، اس میں کوئی قوم بغیر امیر و قائد کے اپنے مقصد کو پا نہیں سکتی۔ قیادت و امارت کی ضرورت پر کافی لکھا جا چکا ہے۔ نیز اس کی اہمیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اس میں کسی کو کوئی کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ملت کو مذہبی، علمی، سیاسی اور صحافتی قیادت کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ اگر یہ قیادتیں آپسی میل ملاپ سے کام کریں تو قوم کی صحیح خدمت ہو سکتی ہے۔ سابقہ زمانہ میں ایک ہی قیادت یعنی بادشاہت ان تمام کے لیے کافی سمجھی جاتی تھی۔ اب وہ دور نہیں رہا، شعبہ ہائے حیات نوع بنوع ہو گئے، حالات تبدیل ہو گئے، ایسے میں اگر مسلمان ان امور کو نظر رکھے بغیر کام کریں تو ان کا کام روبہ زوال نہ کہ روبہ ارتقاء۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق اشیاء کو بھی پیدا کرتا ہے اور افراد کو بھی۔ مولانا محمد عبدالواحد اویسی مرحوم کا شمار بھی باکردار مخلص، دور بیں اور دردمند قائدین میں ہوتا ہے۔ آپ نے جامعہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی، جامعہ میں آپ کا داخلہ اس دور میں ہوا جب کہ جامعہ اپنے بانی حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ کی زیر سرپرستی بام عروج کو پہنچ چکی تھی۔ قابل اساتذہ، جید علماء اور ہر فن کے ماہرین یکجا جمع ہو گئے تھے، ان کی محفلیں طلبہ کے لیے تربیت گاہ تھیں ان کے علوم وفنون کا چرچہ نہ صرف ہندوستان میں تھا بلکہ بخاریٰ، سمرقند، ترک، ایران وافغانستان کے طلبہ کی کثرت تھی۔ مختلف زبانوں اور مختلف تہذیبوں سے وابستہ افراد سے میل جول آدمی کو نت نئے تجربے عطا کرتا ہے اور حوصلہ مندانہ جوش وخروش پیدا کرتا ہے۔ مولانا محمد عبدالواحد اویسی نے اپنے اساتذہ، رفقاء و معاصرین سے خوب خوب استفادہ کیا، ان کے ذریعہ مختلف ممالک کے احوال وانقلاب کو سننے، سمجھنے اور پھر کہیں کہیں دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ چنانچہ آپ تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور اپنی تقاریر وخطبات میں اس کا اظہار کیا کرتے۔

ہم نے اپنے اساتذہ مولانا مفتی محمد رحیم الدینؒ، مولانا ابوالوفاء الافغانیؒ اور مولانا حکیم محمد حسینؒ کو مولانا عبدالواحد اویسی کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ کے برادر بزرگ بھی

جامعہ نظامیہ کے طالبعلم رہے ہیں۔ مولانا مرحوم زمانہ طالب علمی سے ذہین، محنتی اور بااخلاق و باکردار رہے ہیں۔ آپ فرزند جامعہ ہونے کے ناطہ جامعہ نظامیہ کا ہمیشہ خیال رکھتے، فراہمی سرمایہ کے لیے فرمایا کرتے میں اپنی مادرعلمیہ جامعہ کے لیے جھولی لگا کر نکلنے کے لیے تیار ہوں۔ ایسے مخلص بہت کم ہوتے ہیں۔ آپ کی رفتار سے متانت و وقار اور گفتار سے شفقت اور محبت اور ملاقات میں اپنائیت جھلکتی تھی۔ آپ سے گفتگو کرنے سے یہ محسوس ہوتا کہ حالات سے مقابلہ کرنا اور مصائب زمانہ سے مایوس نہ ہونا ہی شان مسلم ہے۔ آپ کی تقاریر سے قوم کو جوش وحوصلہ ملتا۔ ڈھارس وہمت بن آتی اور خوداعتمادی کی تلقین ملتی۔ حالات سے مایوس، مصائب وآلام سے دوچار قوم کے پاس امید وبیم کے سوا کیا تھا۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ ایسے پریشان کن حالات میں آپ نے قوم کی باگ ڈور سنبھالی اور بے خوف خطر قوم کو متحد ومتفق ہونے کی دعوت دی۔ قیادت کے ابتدائی زمانہ میں آپ کی تقاریر سننا اور اتحادالمسلمین کا نام لینا گویا مصائب کو دعوت دینا تھا بڑے بڑے لوگوں کو مسلم قیادت کے تشخص اور ساکھ کو برقرار رکھنے کے لیے اتحادالمسلمین کے نام پر لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ ظاہر ہے اس سلسلہ میں مخالفتوں، سازشوں اور مختلف مشکلات ومسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ بلکہ بعض اوقات ساتھیوں نے تک رفاقت وملاقات چھوڑ دی لیکن آپ نے کبھی حوصلہ نہیں ہارا، بلکہ اپنے عزم مصمم کے ساتھ اپنی شبانہ روز محنتیں جاری رکھیں۔ کبھی اپنے کام میں کمزوری وکوتاہی آنے نہیں دی جس کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں کبھی فرق نہیں آیا۔ آپ نے قوم کو عزم وحوصلہ اور ہمت وشجاعت اور جرأت وبے باکی کا درس دیا۔ آپ اپنی تقریر میں اکثر یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے ''**لِلّٰــــہ مــلک السمٰوات والارض**'' یعنی زمین وآسمانوں کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ثابت ہے۔ مابقی یہ دنیاوی اختیارات و اعتبارات عارضی و فانی ہیں۔ مسلمانوں کو آپ یہ سمجھاتے تھے کہ مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ تم اس سے اپنا رابطہ رکھو اور اس عارضی وفانی اقتدار سے نہ گھبراؤ۔ اس طرح آپ یہ آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے ''**والـذین جاھدوا فینا لنھد یـنھـم سبـلنا**'' یعنی جولوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنے راستوں کی رہنمائی کرتے ہیں پس ائے مسلمانو! تم اللہ کی راہ میں جدوجہد کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے راستے کھول دے گا۔ حالات سنگین ہیں، گولیاں کھانے ہمارے سینے تیار ہیں لیکن اس سے مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ مقصد تو آپ حضرات کے شوق وولولہ سے حاصل ہوگا۔ آپ کی قیادت سے مسلمانوں کو بہت فائدے ہوئے۔ اسی لیے قوم نے آپ کی خدمات کے اعتراف کے بطور آپ کو ''فخر ملت'' کے خطاب سے یاد کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو رحمتوں سے معمور کردے۔ آمین (بشکریہ: روزنامہ اعتماد، 20 دسمبر 2005ء مضمون: مولانا مفتی خلیل احمد صاحب، شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ)

امیر ملت حضرت مفتی محمد عبدالحمید صاحب رحمہ اللہ

حضرت علامہ مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی دینی وعلمی عظیم المرتبت شخصیت اور اپنے دور کے علماء میں یکتائے روزگار اور علم وفضل کے اعلی مرتبہ پر فائز صاحب ورع، گہری بصیرت اور فراست ایمانی کے حامل ومالک تھے۔ آپ کا نسب مبارک حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کے جدامجد افغانستان سے تشریف لائے اور سری رنگا پٹنم وشاہنور سے ہوتے ہوئے ضلع بیدر میں قیام فرمایا اور

آپ کے جدِ بزرگوار حضرت محمود حسین رحمہ اللہ، نظام سادس کے دور میں دکن رونق افروز ہوئے۔ آپ کے والد محترم محمد حسین صاحب علیہ الرحمہ اپنے وقت کے بڑے عالم اور قناعت پسند سادہ زندگی بسر کرنے والے زاہد بزرگ تھے۔ جامعہ نظامیہ میں تدریس کے لئے ان کو متعین کیا گیا۔ زندگی کے لمحہ آخر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدثِ جلیل

حضرت مولانا یعقوب صاحب کے داماد اور حضرت مفتی رحیم الدین صاحبؒ کے ہم زلف تھے۔ علامہ ڈاکٹر عبدالحق صاحب صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ آپ کے چچا ہوتے ہیں جو عربی ادب میں ممتاز شخصیت کے حامل اور کئی عالمی عربی اداروں سے وابستہ اور عربی مجلّات کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ آپ کی ولادت حیدرآباد کے مشہور محلّہ مغل پورہ 1906ء مطابق 1323ھ میں ہوئی۔ ابتداء تا انتہاء تمام تر تعلیم جامعہ نظامیہ میں ہوئی عربی ادب اور علومِ دینیہ اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، علم عروض و منطق و فلسفہ میں علماءِ نابغین میں سے تھے۔ تمام علوم میں اللہ تعالی نے آپ کو کمال بلندی عطاء فرمایا تھا۔ آپ کی شخصیت پروقار اور بارونق تھی۔ آپ کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ چہرہ انور اور جبین بلند پر عظمت کا ستارہ چمکتا تھا۔ آپ ستودہ صفات کے مالک آپ کی مجلس ہمیشہ علمی افادہ کی تھی۔ اتباعِ سنت کے پیکر اور ہمیشہ شملہ باندھے رہتے تھے۔ طبیعت میں نظافت اور ستھرائی غالب تھی۔ ریا، تفاخر اور شہرت سے بہت دور تھے۔ پاکباز وراست گو اور وعدہ کے نہایت سچے تھے۔ آپ کی زندگی کتاب وسنت اور اسلامی شریعت کا نمونہ تھی۔ سلیم الطبع اور اعتدال پسند تھے۔ حقوق اور واجبات کی ادائی کے اہتمام کے ساتھ ساتھ آداب اور مستحبات کی رعایت فرماتے تھے۔ آپ نہایت صائب الرائے تھے۔ لوگ اپنے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے آپ سے رجوع ہوتے اور آپ ہر ایک کے ساتھ محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

تحصیل علم کے دوران اور اس کے بعد بھی آپ باہر زیادہ سفر نہیں کئے۔ لیکن تابناک سورج کے مثل ایک دنیا کو منور کئے۔ آپ کو اللہ تعالی نے علم لدنی سے سرفراز کیا تھا۔ تمام علماءِ عصر آپ کے علم وفضل کے معترف تھے۔ آپ کا اسلوب تدریس مختصر اور نہایت دل نشین تھا۔ تمام مراجع ومصادر پر ایسا استحضار تھا کہ کبھی مراجعت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ہر طالبِ علم کی دلی خواہش ہوتی کہ آپ سے علمی استفادہ کرے۔ آپ کی تقریر درس کے تمام اطراف و جوانب پر حاوی اور تمام مباحث ومعانی کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی۔ آپ کے درس میں شریک ہونے کے بعد طالبِ علم کو مزید کسی شرح کے مطالعہ کی حاجت نہیں رہتی تھی۔ احادیث شریفہ میں تطبیق، مذاہبِ اربعہ کے دلائل اور مذہبِ حنفی کے وجوہِ ترجیح کی معرفت میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کا حافظہ عطاء فرمایا تھا۔ ہدایہ اور اس جیسی بڑی بڑی امہات الکتب بغیر دیکھے پڑھایا کرتے تھے۔ اور فن کے دقیق سے دقیق مسائل دورانِ درس مختصر جملوں میں حل فرمادیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر علوم و معارف اور اسرار وحکم کے دروازے کھولے تھے۔ تعبیر خواب کے فن سے حظ وافر عطاء کیا تھا۔ پیچیدہ گتھیوں کو چٹکیوں میں حل فرماتے۔ عربی زبان کے آپ شاعر تھے۔ آپ کے شاگردانِ رشید جامعہ نظامیہ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، گلبرگہ شریف، رائچور، بنگلور اور اورنگ آباد وغیرہ میں مدارسِ دینیہ اور جامعات وکلیات کے اساتذہ ومؤسسین کے علاوہ ہند و پاک اور عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے دین کی خدمت اور نشر واشاعت میں سرگرم ہیں۔ اس

کے علاوہ آپ کی ملّی خدمات بھی ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ مجلس علمائے دکن اور مسلم پرسنل لابورڈ اور مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے رکن معزز تھے۔ مجلس انوار علمیہ کے سرپرست و مجلس اشاعۃ العلوم کے صدر تھے۔ بحیثیت امیر ملت ملک وقوم اور دین ومذہب کی گراں قدر خدمت انجام دیں اور مسلمانان دکن کے لئے ہر میدان میں دینی شعور بیدار کئے۔ خصوصاً آپسی اتحاد کے لئے آپ کی عظیم خدمات ہیں۔

آپ کی تحریر وتقریر پرمغز اور پراثر تھی۔ مختلف موضوعات پر آپ کے بہت سے علمی مضامین ومقالات مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہیں۔ خطبات جمعہ کے نام سے دینی اور اخلاقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ جو مساجد میں پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔ آپ کے مطبوعہ رسائل میں:

1) مسلم پرسنل لاء
2) ختم نبوت
3) حقیقتِ فاتحہ
4) استعانت بالاولیاء
5) امارت ملتِ اسلامیہ قرآن وسنت کی روشنی میں
6) اسلام میں زکوۃ کا نظام
7) ''معارف انوار''، سیرت بانی جامعہ نظامیہ
8) رسالۃ الصیام علی المذاہب الاربعہ کا اردو ترجمہ
9) کتاب نظم الدرر پر تعلیق وتصحیح
10) فنِ حیاتیات میں ''اصطرلاب'' پر تعلیق وتصحیح
11) امام اعظم ابوحنیفہؒ کی حیات مبارکہ پر ایک سے زائد مقالات
12) تصوف واحسان پر ایک نہایت جامع مقالہ
13) اور ایک مقالہ ''قلبِ سلیم'' کے موضوع پر شامل ہیں۔

آپ تقریباً چالیس سال تدریسی خدمات انجام دئے اور 71 سال کی عمر میں 3/شوال المکرّم 1379ھ مطابق 6/اکٹوبر 1977ء کو بعد مغرب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور جوارِ رحمت خداوندی میں منتقل ہوئے۔ (٦)

شیخ المعقولات مولانا غلام احمد علیہ الرحمہ

حضرت مولانا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ نظامیہ کے شیخ المعقولات، ایک ممتاز عالم دین اور بلند پایہ استاد تھے۔ راقم الحروف کے وہ استاد محترم تھے۔ ۱۱/اکٹوبر ۱۹۲۴ء موضع ہنسگل ضلع نظام آباد میں زمیندار اور اہل خدمات شرعیہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام غلام محی الدین اور دادا کا نام شیخ میراں تھا۔ جامعہ نظامیہ میں ابتدائی تعلیم ہوئی، مولوی، عالم اور فاضل میں زیر درس وتعلیم پاتے ہوئے امتحانات کو کامیاب کیا اس کے بعد انہوں نے تفسیر، حدیث سے مولوی کامل کا امتحان کامیاب کیا۔ از ابتداء تا انتہاء وہ ایک اقامتی طالب علم تھے۔ زمانہ طالب علمی میں وہ طلباء واقران میں ایک ممتاز طالب علم شمار کئے جاتے تھے۔ ایسے علماء واساتذہ سے اکتساب علم وادب کیا اور فیض ہوئے جو علوم وفنون متداولہ میں ید طولی رکھتے اور یکتائے روزگار تھے۔ اساتذہ آپ کو عزت ورفیع نگاہ سے دیکھتے تھے۔

محکمہ تعلیمات میں تقرر کے مواقع وامکانات سامنے ہی تھے کہ خود جامعہ نظامیہ میں خدمت کا بہ حیثیت استاذ یکم جون ۱۹۴۵ء تقرر ہوا۔ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ نائب شیخ المعقولات ہوئے۔ ایک طویل عرصہ کے بعد بہ زمانہ امیر جامعہ نظامیہ حضرت مولانا حکیم محمد حسین صاحبؒ، ۱۹۷۰ء میں شیخ المعقولات بنائے گئے۔ آخر عمر تک وہ اس منصب پر فائز رہے۔ حضرت مولانا نے اپنی پوری زندگی درس و

تدریس میں گذاردی۔ چالیس سال سے زائد جامعہ نظامیہ میں تدریسی خدمات بحسن وخوبی انجام دیں۔

مولانا کے اساتذہ اجلہ میں مولانا مفتی سید محمد مخدوم حسینیؒ، مولانا مفتی سید محمود کان اللہ لہؒ، مولانا ابوالوفاء افغانیؒ، مولانا محمد قاسمؒ، مولانا سید شاہ محمد شطاریؒ، مولانا محمد مخدوم بیگؒ، مولانا مفتی رحیم الدینؒ، مولانا حکیم محمد حسینؒ، مولانا حاجی محمد منیر الدینؒ، مولانا مفتی محمد عبدالحمیدؒ اور فارسی کے اساتذہ مولانا شبیر علیؒ اور مولانا سید ظہور الدینؒ تھے۔

استاذ محترم کو علوم وفنون کی تدریس میں مہارت تھی وہ ذوق تدریس بھی رکھتے تھے۔ اسلوب درس اور طرز تفہیم بڑا عمدہ اور ماہرانہ ہوتا۔ موثر و جاذب بھی۔ مضمون درس کے تمام متعلقہ چیزوں کو بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کرتے۔ معانی ومطالب کو ذہن نشین کراتے۔ وہ کافی مطالعہ اور تیاری سے لیس درس دیا کرتے تھے۔ غبی طالب علم بھی آپ کے درس کو سمجھ جاتا۔ اثناء درس طلباء سے کبھی سوالات بھی کرتے صحیح جواب دینے پر وہ خوش ہوجاتے اور انعام دیتے راقم الحروف نے حضرت سے کئی بار صحیح جواب پر انعام حاصل کیا۔ جامعہ نظامیہ جب اقبال الدولہ کی دیوڑھی میں تھا اس کے بڑے ہال کے ایک حصہ میں مولانا درس دے رہے تھے شرح مأۃ عامل سے سوال کیا صحیح جواب دینے پر حضرت خوش ہوکر جیب سے ایک چمکتا پیسہ انعام میں دیا اور فرمایا کہ میاں انعام ایک پیسہ کیوں ہوا انعام ہے۔ بس اتنا ہی مجھے یاد ہے۔ حضرت اپنے تلامذہ کو کافی چاہتے تھے۔

مولانا کے ہم زمانہ معاصر اساتذہ میں مولانا شیخ صالح باحطاب، مولانا فیض الدین، مولانا مفتی محمد سعید، مولانا حافظ وقاری عبدالرحمٰن بن محفوظ حمومی، مولانا سید طاہر رضوی، مولانا حافظ ولی اللہ اور مولانا محمد عثمان رحمہم اللہ تھے۔ حضرت سے ہم نے بلاغت میں تلخیص المفتاح اور منطق میں قطبی پڑھا ہے۔ دوران درس وہ پرمغز ومعنی خیز فارسی اشعار بھی سناتے تھے۔ ان میں سے ایک دو شعر ابھی تک یاد ہیں۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو
بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے شوی گلدستہ گردد

مولانا معقول ومنقول میں وسیع نظر رکھتے تھے۔ وہ منکسر المزاج اور متواضع عالم واستاذ تھے۔ مکہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے۔ بیرون ملک سفر اور حج و زیارت نہ کرسکے۔ صبح دس بجے سے شام چار بجے تک وہ مصروف درس رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ اقامت خانہ کے اپنے حجرہ میں تشریف لاتے، قدرے استراحت کے بعد وہ مسجد چوک جاتے جہاں صحن مسجد کے سامنے کے حجرہ میں جس میں اور علماء مولانا مفتی رحیم الدین، مولانا حاجی محمد منیر الدین، مولانا مفتی محمد عبدالحمید اور مولانا حبیب عبداللہ مدیحج تشریف فرما ہوتے حضرت مولانا بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتے۔ نماز عصر، مغرب اور عشاء پڑھنے کے بعد وہ جامعہ نظامیہ واپس ہوجاتے۔ درسی کتب کا مطالعہ فرماتے نماز فجر وظہر جامعہ کی مسجد میں ادا کرتے تھے۔

تقرر کے بعد سے وہ جامعہ کے اقامت خانہ میں ایک حجرہ میں رہتے تھے اس میں تقریباً ۳۷ سال سکونت پذیر رہے ہوں گے۔ مطبخ کے طعام پر وہ اکتفا اور قناعت فرماتے۔ اپنی تنخواہ سے ہر ماہ وہ جامعہ کو فیس خوراک ادا کردیتے تھے۔ وفات سے صرف دو سال قبل اپنے لائق صاحبزادے مفتی خلیل احمد کے گھر منتقل ہوئے۔ مولانا کی ایک خاموش زندگی تھی۔ خوبیوں، بلند اخلاق واوصاف سے متصف خاص شخصیت

تھے۔ حضرت کو کسی کے ساتھ کبھی بحث و تکرار کرتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا حتی کہ وہ اپنے ساتھی علماء و اساتذہ کے ساتھ بھی بحث و مباحثہ نہیں کرتے تھے کسی پر گرم ہوتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا۔ تلخ کلامی تو دور کی بات ہے حضرت کا ایک خاص وصف و امتیاز یہ تھا کہ کبھی وہ اپنے علم و فضل پر غرہ اور لیاقت کا مظاہرہ کیا ہو اور وعظ و تقریر نہیں کرتے تھے مگر پکے سنی حنفی تھے۔ دینی و مذہبی اختلافات اور مسلکی جھگڑوں میں نہیں الجھتے تھے۔ شہرت، جاہ طلبی اور سیاست کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ ان چیزوں سے بہت دور رہتے۔ اگر چہ وہ دارالاقامہ میں سکونت پذیر تھے مگر طلبا سے کسی بھی قسم کا ربط و ضبط ان کے سرگرمیوں سے بالکل بے تعلق رہتے گویا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اقامت خانہ میں موجود ہی نہیں ہیں۔

احقر جب رکن مجلس انتظامی اور معتمد بنایا گیا تو فرمانے لگے کہ ''میاں تم مجھ سے ملنے نہیں آتے''۔ کبھی کبار وہ اپنے مخصوص انداز میں فرماتے کہ ''طالب علم کو غیر تعلیمی سرگرمیوں اور سیاست سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اقتدار سے ٹکر لینا دانشمندی نہیں ہے''۔ حضرت مولانا کی بہت سی قیمتی نصیحتیں ابھی تک ذہن نشین ہیں۔ مخفی مبادکہ راقم الحروف ایک شوخ اور انقلابی طالب علم سمجھا جاتا تھا۔ ایام تعلیمی کے حالات و واقعات یہاں ذکر کرنا مضمون سے متعلق نہیں ہے اس کے لیے ایک الگ مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا کے تلامذہ کی تعداد بے حساب و کتاب ہے۔ ان میں سے یہاں صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے مولانا حافظ سید خورشید علی، مولانا سید عبدالوکیل جعفری، مولانا قاضی عبدالشکور، مولانا مفتی محمد عظیم الدین، مولانا سید جعفر محی الدین قادری، مولانا سید عطاء اللہ حسینی ملتانی، مولانا قاضی محمد عطاء اللہ نقشبندی، مولانا سید محمد صدیق حسینی عارف قادری، مولانا عبداللہ قرموشی، مولانا حافظ الطاف حسین فاروقی، مولانا قاضی سید علی، مولانا میراں جی خوندمیری، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا غوث محی الدین صدیقی، مولانا عمر ہاشمی، مولانا حافظ عزیز بیگ، مولانا شیخ سعید عمودی، مولانا مفتی خلیل احمد، مولانا حافظ عبداللہ قریشی ازہری، مولانا ابراہیم خلیل ہاشمی، مولانا حافظ سید محبوب حسین، مولانا خواجہ شریف، مولانا حافظ سید صادق محی الدین، مولانا محمد عبدالمجید، مولانا محبوب شریف، مولانا خلیل احمد نظامی، مولانا محمد سمیع اللہ خاں، مولانا حافظ سید بدیع الدین صابری، مولانا عبدالمعز اور مولانا فصیح الدین، مولانا سیف اللہ، مولانا عبدالقدوس، مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم، مولانا عبدالغفور، مولانا قاضی نسیم احمد، مولانا عبدالقوی اور مولانا سید جہانگیر وغیرہم۔

غرض کہ بے شمار تلامذہ ہیں جو ملک و بیرون ملک ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت طویل القامت، کسی قدر سمین الجثہ تھے، سمر اللون تھے۔ لباس سادہ ہوتا سر پر کپڑے کی سلی سفید ٹوپی ہوتی۔ خاص موقع پر عمامہ بھی باندھتے تھے۔ درس و تدریس کے لیے جب وہ حجرۃ الدرس میں تشریف لاتے اور باہر نکلتے تو عموماً شیروانی میں رہتے تھے۔ چپل استعمال کرتے اور شوز نہیں پہنتے تھے۔ طہارت، نظافت اور نفاست پسند تھے۔ حضرت مولانا کے چار صاحبزادے ہیں پہلے بڑے فرزند مولانا مفتی خلیل احمد، دوسرے شبیر احمد، تیسرے مشتاق احمد غلام محی الدین اور چوتھے شفیق احمد ہیں۔ صاحبزادیاں نہیں ہیں۔

حضرت سے سنا ایک شعر بھی یاد ہے کہ انسان جس ماحول میں گذر بسر کرتا ہے وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردئی
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

امتحانات سے قریب یہ شاگرد کتابیں اور شروحات درسی کتب لیتا تھا وہ بلا تامل صندوق سے نکال کر دیتے۔ استفادہ کے بعد واپس کئے جاتے مگر کبھی کتابیں واپس کرو نہ فرماتے۔ تلخیص المفتاح ایک عرصہ تک رکھی رہی۔ جب خیال آیا تو اس کو مولانا کے صاحبزادے مولانا مفتی خلیل احمد کے حوالہ کر دیا۔

حضرت کسی بزرگ سے بیعت نہیں تھے البتہ حضرت مولانا ابوالحسنات اور حضرت سید شاہ قدرت اللہ قادری رحمہم اللہ تعالیٰ کے وہ بڑے عقیدت مند تھے۔ مولانا میٹھے کے بڑے شیدائی تھے۔ وہ میٹھا بہت کھایا کرتے تھے صبح کا ناشتہ اکثر نہاری کلیجے کا ہوتا تھا شاید اسی سے حضرت کی صحت متاثر ہوئی تھی۔ وہ یونانی علاج کراتے تھے ڈاکٹری علاج کے وہ قائل نہیں تھے۔ نبولی اڈہ کے حکیم ابوسلیمان کے زیر علاج رہتے تھے۔ حضرت مولانا جامعہ نظامیہ کے سالانہ تعطیلات میں وطن تشریف لے جاتے شعبان کے آخیر دہے میں سال بھر کے لیے کپڑے وچپل وغیرہ خریدتے اور وطن جانے کی تیاری فرماتے۔ شوال کے پہلے دہے میں جامعہ واپس ہوتے۔

۷؍ جنوری ۱۹۸۶ء حیدرآباد میں حضرت کی وفات ہوئی۔ جامعہ نظامیہ کے احاطہ میں نماز جنازہ ہوئی۔ حضرت کے لائق و قابل فخر صاحبزادے مولانا مفتی خلیل احمد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ علماء و مشائخ کرام، اساتذہ وطلباء اور شاگردوں کی کثیر تعداد نماز جنازہ میں شریک رہی۔ دعاء مغفرت کی گئی۔ حضرت شاہ راجو قتال رحمہ اللہ کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ مولانا کو اپنی رحمت میں ڈھانک لے آمین۔

ففز بعلم تعش حیا بہ ابدا
الناس موتی و اھل العلم احیاء

مولانا قاری محمد عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاری محمد عبدالباریؒ ۱۹۱۳ء کو شہر اورنگ آباد (ریاست مہاراشٹرا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت قاری محمد عبدالرشید صاحب قبلہؒ اورنگ آباد کے مشہور قاری تھے آپ کے دادا حضرت مولانا لال محمد صاحب قبلہؒ مشہور بزرگ تھے فوج سے استعفیٰ دیکر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ بچپن ہی میں مولانا قاری محمد عبدالباریؒ کے سر سے ان کے والد کا سایہ اٹھ گیا۔ دادی صاحبہ نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے دو بھائی ڈاکٹر محمد عبدالعزیز، حافظ محمد عبدالمجید جید حافظ اور دواخانہ عثمانیہ میں ملازم تھے قاری محمد عبدالباری صاحبؒ اور حافظ عبدالمجید صاحب کو ڈاکٹر محمد عبدالعزیز صاحب نے جامعہ نظامیہ میں داخلہ دلوایا۔ یہ احسان ڈاکٹر صاحب کا اپنے دونوں بھائیوں پر تھا۔ محمد عبدالمجید صاحبؒ جامعہ نظامیہ سے حفظ و اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں ملازمت کرتے ہوئے ہر رمضان میں قرآن سنایا کرتے تھے۔

قاری محمد عبدالباری صاحبؒ نے جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل کی تکمیل کے بعد بوحنیفۂ زماں حضرت مولانا سید ابوالوفاء افغانی صاحب قبلہؒ کی خدمت میں تین سال رہ کر فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد حج کیلئے روانہ ہوئے اور حج کے بعد مدینہ منورہ میں قرات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی جو مدینہ یونیورسٹی کا پہلا سال تھا۔ مسجد نبوی میں قرات کا مرکز تھا۔ اساتذہ میں ایک مصری قاری اور ایک بخاری قاری تھے۔ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد حیدرآباد لوٹے تو حضرت میر عثمان علی خان بادشاہ وقت نے آپ کی آواز کو پسند فرما کر نشرگاہ حیدرآباد سے قرات کلام پاک معہ ترجمہ وتفسیر بیان کرنے کا اعزاز بخشا۔ اس کے علاوہ

آپ نے آصفیہ اسکول واعزا اسکول میں بحیثیت عربی و دینیات مدرس کی خدمت انجام دی۔ نیز جامعہ نظامیہ میں شیخ الجامعہ کی خواہش پر قرات و عربی زبان کی تدریس کی خدمت بھی انجام دی۔ آپ ایک عاشق قرآن و عاشق رسول ااور اعلیٰ خوش الحان قاری تھے جو ایک زمانہ تک ترجمہ و تفسیر قرآن مجید ریڈیو پر بیان فرماتے رہے۔ اس نایاب ترجمہ و تفسیر کو کتابی شکل میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی رویاء میں بشارت ہوئی، جس کے فوری بعد آپ نے قرآن مجید معہ ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کا کام شروع فرمایا جو عوام میں بے حد مقبول ہوا۔ جس کی وجہ یہ تھی انتہائی آسان زبان (اردو) جو بچے خواتین اور عمر رسیدہ لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ تقریباً 1500 مساجد میں اس کا درس ہوتا ہے۔ مولانا نے 1966ء اور 1968ء میں ہندوستان کی نمائندگی بین الاقوامی قرات کے مقابلہ میں کی اور دنیا میں چوتھے مقام کے علاوہ کئی انعامات اور گولڈ میڈل حاصل کئے۔ قرآن کی اشاعت سے والہانہ شغف تھا، دن میں چار مدرسوں میں قرات اور تجوید و تفسیر کا درس دیتے تھے۔ آپ نے مختلف مساجد میں دس سال اور جامع مسجد سکندرآباد میں 22 سال امام و خطیب کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ 35 سال ریڈیو پر قرآن مجید معہ ترجمہ و تفسیر بیان کیا۔ آخر کار 1978ء رمضان المبارک کے تیسرے جمعہ کو دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا قاری صاحبؒ کے اساتذہ میں قاری روشن علی صاحبؒ و دیگر اساتذہ شامل ہیں۔ شہنشاہ رباعیات حضرت امجد حیدرآبادی نے مولانا کی قرات مکہ مسجد میں سن کر اسی جلسہ میں فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

ہر قرآن خواں قاری نہیں
ہر قاری عبدالباری نہیں

مولانا نے ہزاروں شاگردوں کو تیار فرمایا جن میں مولانا قاری حافظ عبداللہ قریشی صاحب خطیب مکہ مسجد، قاری محمد عبدالقادر، قاری محمد اقبال، قاری سمیع الدین صاحب، امام و خطیب جامع مسجد مشیرآباد، قاری تقی الدین صاحب قاری محمد عبدالوالی (فرزند) قاری محمد عبدالباسط صاحب، قاری محمد عبدالہادی صاحب (فرزندان) قاری محمد عمر الکاف شامل ہیں۔ قاری محمد عبدالقادر (فرزند) نے مولانا قاری عبدالباریؒ کی حیات میں ملائشیا کے بین الاقوامی مقابلہ میں شرکت اور کامیابی حاصل کی۔

مختصر ترجمہ و تفسیر قرآن کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

''ریاست حیدرآباد دکن کے ریڈیو اسٹیشن سے ہر جمعہ کو صبح میں تلاوت قرآن مجید میں ترجمہ و مختصر تفسیر نشر کرنے کی مبارک خدمت خاکسار کے سپرد ہوئی یہ مبارک کام آٹھ سال تک چلتا رہا پھر خاص حالات میں سورہ یٰسین کے ختم پر یہ کام بند کر دیا گیا۔ سارے ہندوستان سے تعریف و توصیف اور اظہارِ پسندیدگی کے خطوط حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن کے دفتر میں وصول ہوتے رہتے تھے نہ صرف عربی لہجہ اور خوش الحانی کو سراہا جاتا تھا بلکہ ترجمہ و تفسیر کے سادہ اور عام فہم ہونے پر بھی اظہار خوشنودی کیا جاتا تھا۔ مسلسل چھ سال کی محنت شاقہ کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ پورا قرآن مجید مع عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر ۱۳۷۲ھ میں طبع و شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ شائقین کے شدید اصرار کے پیش نظر اللہ کا نام لیکر دوسرے ایڈیشن کی تیاری کا کام کر دیا۔ چنانچہ مسلسل تین سال کی انتہائی مشقت و جانفشانی کے بعد دوسرا ایڈیشن اعلیٰ پیمانہ پر شائع ہوا۔

نظرِ ثانی اور صحت کے کام میں میرے کرم فرما مولانا احمد حسین

خان صاحب (مولوی فاضل وایم اے استاذ عربی نظام کالج حیدرآباد دکن) نے اپنا بہت سا وقت صرف کر کے اور محنت اٹھا کر میرا ہاتھ بٹایا اور میرے کام کو ہلکا کر دیا میں تہہ دل سے صاحب موصوف کا ممنون ہوں۔

وما توفیقی الاباللہ علیہ توکلت والیہ أنیب"

مولانا قاری عبدالباریؒ کے ترجمہ وتفسیر قرآن پر مشاہیر علماء کرام نے اپنے زرین تاثرات تحریر کئے ہیں جن میں سے چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی رحیم الدین صاحبؒ سابق شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کی رائے:

مولوی قاری محمد عبدالباری زیدفضلہ ومجدہ استاذ عربی جامعہ نظامیہ وقاری نشرگاہِ حیدرآباد دکن کی گوناگوں خداداد صلاحیتوں کا آئینہ ترجمہ وتفسیر کی ممکن الحصول صوری ومعنوی خوبیوں کا خزینہ اور سالہا سال کی عمیق مساعی جمیلہ اور کامیاب کوششوں کا نگینہ ہے۔ یہ انمول جواہر جیسے جیسے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتے گئے مؤلفِ عزیز کی مہربانی سے راقم کے حق میں بھی وقتاً فوقتاً نور افزائے بصارت و بصیرت ہوتے رہے تا آنکہ بفضل الٰہی اکمال واتمام کی بشارت نصیب ہوئی۔ حضرت الشیخ، شیخ الکل علامہ فہامہ مولانا فضیلت جنگ نوراللہ مرقدہ کا ارشادگرامی حسب حال ہے۔

حبذا اے چشم کز تو دیدنیہا دیدہ ام
مرحبا اے گوش کز تو مژدہا بشنیدہ ام

حضرت مولانا محمد عبدالحمید صاحبؒ سابق ناظم جامعہ نظامیہ، استاذ العقائد والکلام کی رائے:

اس ترجمہ وتفسیر قرآن مجید کی خصوصیت یہ ہے کہ عربی محاورات کو سلیس آسان اور روزمرہ محاورات میں اس طرح ادا کیا گیا ہے کہ ہر اردوداں آسانی سے قرآن کے مضمون کو بیک نظر سمجھ لیتا ہے پھر جہاں جہاں ضرورت تھی حاشیہ میں اس کا سادہ عام فہم خلاصہ دیدیا گیا ہے۔

مولانا حاجی محمد منیرالدین صاحبؒ سابق شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کی رائے:

مولوی صاحب (کثر اللہ فینا امثالہ) نے اپنی کمال استعداد اور غیرمعمولی کاوش سے اردوداں طبقہ پر بلا امتیاز رنگ ونسل ایک احسانِ عظیم فرمایا اور اس کے ذریعہ ایک ایسی عظیم البرکۃ علمی خدمت انجام دی ہے کہ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب سابق صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے:

مغربی تعلیم یافتہ نوجوان قرآنِ کریم کی ایک مختصر اور مستند تشریح کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے جس سے وہ تھوڑے وقت میں اس کی بنیادی انقلاب انگیز دعوت کو سمجھ سکیں اور اس پر تدبر کر سکیں میری رائے میں مولانا نے یہ کام خوبی کے ساتھ کیا ہے۔

جناب مولوی محمد یوسف الدین صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی، ریڈر شعبہ مذہب وثقافت جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے:

قاری محمد عبدالباری صاحب کی خوش الحان قرات سے حیدرآباد کا بچہ بچہ واقف ہے۔

قاری صاحب کی خوش الحانی کی وہ شہرت ہوئی کہ ان کی

قرات کو ہندوستان اور پاکستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند انڈونیشیا، سنگاپور اور ملایا میں بھی لوگ حیدرآباد ریڈیو سے قاری صاحب کی قرات سن کر سردھنتے تھے۔

حیدرآباد پر فوجی کاروائی کے بعد حیدرآباد ریڈیو سے ان کی قرات، ترجمہ وتفسیر کا پروگرام بھی منقطع ہوگیا لیکن شائقین کا شوق برابر جاری رہا کہ کم ازکم ان کا ترجمہ وتفسیر آواز کے بجائے کتاب کی شکل میں منتقل ہوجائے۔

حضرت مولانا فضل اللہ صاحب سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے:

ہندوستان میں چونکہ کثرت حنفیوں کی ہے اور جناب قاری صاحب بھی اسی مسلک کے پابند ہیں اسلئے دوسرے مسلک کے بیان کرنے سے احتیاط برتی ہے رائج مسلک ہی آسان لفظوں میں بیان کردیا ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب سابق استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ وخطیب جامع مسجد سکندرآباد کی رائے:

جناب قاری صاحب نے قابل اعتماد ماخذوں کو سامنے رکھا ہے اور اس سلسلہ میں کافی مشقت برداشت کی ہے۔ زبان کی حدتک میرا یہ تصور ہے کہ الفاظ شستہ، اسلوب بیان دلپذیر، اردو معیاری ہے۔ اس پر کاغذ اور کتابت اور طباعت کا حسن، نورٌ علیٰ نور رہے۔

عالی جناب نواب لیاقت جنگ بہادر صدرالمہام فینانس وامور مذہبی حیدرآباد دکن کی رائے:

قرآن مجید میں عام فہم ترجمہ وتفسیر کئی خصوصیات کا حامل ہے۔

حضرت مولانا سید عبدالوہاب صاحب بخاری سابق پرنسپل جمالیہ عربی کالج (مدراس) کی رائے:

فن قرات آپ نے بڑی محنت اور مستعدی سے مدینہ منورہ میں سیکھا اور عربی لہجہ میں قرآن مجید اس والہانہ انداز سے پڑھتے ہیں کہ گویا اللہ پاک نے اپنے کلام کی عظمت اور اس کے جلال کو آپ کے حلقوم میں بھردیا ہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد حسین صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کی رائے:

موصوف نے اس ترجمہ وتفسیر میں بڑی محنت کی اور اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ شائقین آسانی سے قرآن کو سمجھ لیں۔(۷)

حضرت مولانا قاضی محمد عطاء اللہ نقشبندی قادریؒ

دنیا کی لذتوں سے رہیں دوریاں بہت
رستے میں قرب حق کے مقدم عطا رہے

دکن کی سرزمین علماء ذی احترام، مشائخ عظام، صالحین واولیائے کرام کو جنم دیتی رہی ہے۔ جن کے علمی وروحانی سے عوام الناس آج بھی فیض یاب ہورہے ہیں۔ ان چنندہ علماء ومشائخ میں حضرت قبلہؒ کا نام ایک خاص امتیاز کا حامل ہے۔

ولادت:

ایک مجذوب صفت بزرگ نے آپؒ کے والد محترم مولانا محمد عزیز اللہ شریف قبلہؒ سابقہ گرداور مال وسابقہ خطیب مسجد جوبلی سدا سیو پیٹ کو ایک عالم باعمل اور صوفی باصفا نے فرزند ارجمند کی نوید دی تھی۔ حضرت قبلہؒ کی ولادت یکم صفر المظفر ۱۳۴۹ھ م: ۲۸/جون ۱۹۳۰ء بروز شنبہ وقت ساڑھے بارہ بجے شب بمقام اپوگوڑہ حیدرآباد ہوئی۔

تعلیم: آپؒ کی تربیت احکام شرعیہ کے مطابق ہوئی۔ آپؒ بچپن ہی سے فیاضانہ اور صوفیانہ مزاج کے حامل تھے۔ آپؒ اپنے ماموں وخسر مفتی اعظم رئیس المفسرین حضرت العلامہ مولانا الحاج مفتی محمد رحیم الدین قبلہؒ سابق شیخ الجامعہ النظامیہ کی سرپرستی میں رہے مفتی صاحبؒ سے جامعہ نظامیہ میں حصول علم دین کے معاملہ میں تعاون حاصل رہا۔ علوم شرعیہ کی اعلیٰ تعلیم از ہر ہند قدیم وعظیم اسلامی درسگاہ جامعہ نظامیہ سے کامل الفقہ (جو ایم۔اے کے مماثل ہے) اعلیٰ درجہ سے کامیاب کئے۔ بحیثیت مصحح (ایڈیٹر) دائرۃ المعارف العثمانیہ میں تادم زیست خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں آپؒ نے آر۔ایم۔پی کا کورس بھی کیا اور اس فن میں کافی مہارت رکھتے تھے۔

اساتذہ: آپؒ کے اساتذہ میں قابل ذکر حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضویؒ، مفتی اعظم رئیس المفسرین حضرت علامہ مفتی محمد رحیم الدینؒ، حضرت مولانا حاجی منیر الدینؒ (سابقہ خطیب مکہ مسجد)، حضرت علامہ مفتی مخدوم بیگؒ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالحمیدؒ، حضرت مولانا شیخ صالح باحطابؒ، حضرت علامہ مولانا غلام احمدؒ اور حضرت مولانا سید شاہ طاہر رضوی القادریؒ وغیرہ ہیں۔

بیعت وخلافت: آپؒ حضرت العلامہ محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قبلہ نقشبندی قادریؒ کے مرید خاص تھے۔ حضرت قبلہؒ کو حضرت محدث دکنؒ بہت عزیز رکھتے تھے۔ محدث دکنؒ نے آپؒ کو خاص ذکر واذکار اور مخصوص دعاؤں سے نوازا تھا۔ حضرت قبلہؒ حضرت پیر سید قدرت اللہ شاہ قادریؒ کے بھی مرید خاص تھے۔ آپؒ کو حضرت پیر سید قدرت اللہ شاہؒ نے روحانی فیض اور خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپؒ کو محدث دکنؒ وحضرت پیر سید قدرت اللہ شاہؒ سے بے انتہاء انس تھا اور آپؒ ان دونوں کے لئے جذبۂ فدائیت رکھتے تھے۔ یہ دونوں حضرات بخوشی حضرت قبلہؒ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ یہی کیفیت حضرت قبلہؒ کے فرزندان کے ساتھ ان حضرات کے جانشینوں میں پائی جاتی ہے۔

دینی خدمات: آپؒ کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مفتی اعظم رئیس المفسرین حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدینؒ نے اپنے دولت خانہ ''رحیم منزل'' شاہ گنج پر حضرت قبلہ کو (جس میں حضرت قبلہؒ کی بھی سکونت تھی) ہفتہ واری درس تفسیر پر مامور کیا تھا۔ آپؒ مسلسل ۲۲ سال ''رحیم منزل'' پر درس تفسیر دیتے رہے۔ بعدازاں آپؒ نے 'ریاض الحسنات' قدیم ملک پیٹ میں سکونت اختیار فرمائی اور وہاں بھی درس تفسیر دیتے رہے جس میں دور دراز مقامات سے عوام الناس جوق در جوق آتے تھے۔ یہ سلسلہ تا حیات جاری رہا۔ اس کے علاوہ مسجد کوثر وارث گوڑہ، جامع مسجد لالہ گوڑہ، اور مسجد الٰہی چادر گھاٹ وغیرہ میں بھی ہر جمعہ مختلف موضوعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل خطابات فرماتے کہ لوگوں کے دلوں میں جذبہ ایمانی اجاگر ہوجاتا۔ حضرت قبلہؒ اپنی علمی خدمات خاموشی اور سادگی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ آپؒ شہرت پسندی سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ جس کا اعتراف علمائے دکن اور مشائخ عظام نے کیا۔ حضرت قبلہؒ کے دست اقدس پر کئی ایک غیر مسلم حضرات مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جو بھی آپؒ سے شرعی مسائل دریافت کرتا جب تک وہ مطمئن نہ ہوجاتا آپؒ برابر سمجھاتے۔ آپؒ کی مصروفیات میں قضاءت بھی شامل تھی یعنی آپؒ گذر کٹل گوڑہ کے نائب قاضی بھی تھے۔

خصوصیات: یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ آپؒ میں دو خصوصیات بہت ہی ممتاز و نمایاں تھیں۔

1. کسی نو مولود کا نام رکھنے میں کافی درک حاصل تھا کہ سننے والا مسرت سے جھوم اٹھتا۔

2. تعبیر خواب بتانے میں بہت زیادہ ملکہ حاصل تھا۔ آپؒ جب کبھی کسی خواب کی تعبیر بیان کرتے تو وہ صد فیصد درست نکلتی کہ خواب بیان کرنے والا حیران و ششدر رہ جاتا۔

تلامذہ: فی زمانہ کئی ممتاز علماء آپؒ کے شاگرد ہیں جنہوں نے آپؒ سے اکتساب علم کر کے شہر حیدرآباد کے علاوہ بیرونی و خلیج ممالک میں آج بھی اشاعت اسلام میں شب و روز مصروف ہیں۔

ملی خدمات و کرامات: آپؒ جامع مسجد چوک میں عرصۂ دراز تک عوام الناس کی رہنمائی و رہبری کے لئے بعد نماز عشاء تا تقریباً ۱۲ بجے شب تک تشریف فرما رہتے۔ آپؒ حکمت بھی کیا کرتے تھے، حکمت کے ساتھ ساتھ روحانی علاج بھی کیا کرتے تھے۔ جس سے بے شمار افراد فیض یاب ہوئے۔ آپؒ بلا لحاظ مذہب و ملت، بے لوث عوام کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور خدمت خلق کے لئے خود کو وقف کر چکے تھے۔ مسجد غالب جنگ پٹیل مارکٹ، مسجد الٰہی چادر گھاٹ اور آپؒ کے سکونتی مکان 'ریاض الحسنات' قدیم ملک پیٹ پر بھی عوام کے مسائل حل فرماتے۔

حضرت قبلہؒ کے فرزند اکبر مولوی ابو طالب قاضی محمد انوار اللہ ربانی صاحب آپؒ کی ایک کرامت کا ذکر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک روز 'ریاض الحسنات' قدیم ملک پیٹ پر کریم بھائی امپائر فٹ ویر کے ہمراہ ایک مریض جو کہ بڑے میاں پٹرول پمپ والے سے مشہور ہیں (شاید اب بھی بقید حیات ہیں) وہیل چیر پر بیٹھے تھے اور ان میں اتنی قوت نہیں تھی کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر چل پھر سکیں۔ حضرت قبلہؒ نے مریض کے ساتھ آنے والوں سے کہا کہ انہیں دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاؤ اور چلاؤ۔ آپؒ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ مریض نے کہا کہ مجھے اٹھنے اور چلنے میں نا قابل برداشت تکلیف ہو رہی ہے یہ سن کر حضرت قبلہؒ نے کچھ پڑھ کر ان پر دم کیا اور تیسرے روز آنے کے لئے کہا۔ تیسرے روز موصوف بغیر کسی سہارے کے تن تنہا حضرت قبلہؒ کے دولت خانے پر ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ موصوف کے چہرہ سے بے پناہ مسرت عیاں تھی، وہ مکمل شفایاب ہو چکے تھے۔ آپ کے پاس ایک غیر مسلم مع اہل و عیال بہت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ بہ پابندی حاضری دیتے تھے اور اپنی پریشانیوں اور کاروباری الجھنوں کا ذکر حضرت قبلہؒ سے کرتے تھے۔ جس پر آپ روحانی حل عطا فرماتے تھے۔ حضرت کی زندگی میں وہ آپ سے بہت فیضیاب ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد سے آج تک بھی برابر وقتاً فوقتاً حضرت کی مزار پر حاضری دیا کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہاں جانے سے مجھے دلی سکون میسر آتا ہے اور میرے مسائل حل ہوتے ہیں۔ اس قسم کے کئی ایک کرامات و واقعات ہیں جس میں عوام الناس کے مستفید و مستفیض ہونے کی بابت تذکرہ ملتا ہے۔

عشق رسول و پیران پیرؒ: حضرت قبلہؒ کو حضور اکرم ﷺ سے والہانہ عشق تھا اور جب کبھی حضور ﷺ کی شان میں کلام پیش کیا جاتا تو آپؒ بہت مضطرب ہو جاتے اور آپؒ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ حضرت قبلہؒ کے عشق رسول کی کیفیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ کے ایک دوست جو کہ حج کے لئے تشریف لیجا رہے تھے آپؒ نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے دربار اقدس میں میرا

سلام عرض کرنا۔ وہ صاحب جب مدینہ منورہ پہونچے تو روضۂ اطہر کے روبرو حضرت قبلہؒ کا سلام عرض کئے۔ سلام عرض کرنے کے کچھ ہی روز بعد ایک دن حضرت قبلہؒ ذکر میں مشغول تھے کہ اچانک آپؒ کو آواز آئی کہ وعلیکم السلام یا عطاء اللہ۔ اور آپؒ کو کچھ ایسا بشارہ ہوا کہ یہ اسی سلام کا جواب آپؒ کو سرفراز کیا گیا۔ اس وقت حضرت قبلہؒ کی عمر شریف ۲۲ اور ۲۵ سال کے درمیان رہی ہوگی۔ حضرت قبلہؒ پیران پیرؒ سے بھی بے انتہاء عشق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنے تمام فرزندان کے نام اسی مناسبت سے رکھے۔ حضرت قبلہؒ ہر سال میلاد النبی ﷺ اور گیارہویں شریف بہت جوش و خروش سے منایا کرتے تھے۔ عوام الناس کو بھی حضور ﷺ اور اولیاء اللہ کی زیادہ سے زیادہ تعظیم کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور جو بھی معترض ہوتا اس کو قرآن کریم و احادیث شریفہ کی روشنی میں مدلل طور پر سمجھاتے یہاں تک وہ قائل ہوجاتا اور خود اس قسم کی محافل منعقد کر کے حضرت قبلہؒ کو مدعو کرتا۔

حج بیت اللہ: دو مرتبہ آپؒ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ پہلی مرتبہ والدہ محترمہ مرحومہ کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ اہلیہ و فرزند اکبر کے ہمراہ۔

مہمان نوازی و سخاوت: آپؒ بے انتہاء سخی، رحمدل اور فیاضانہ صفت کے حامل تھے۔ آپؒ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی آپؒ سے ملاقات کے لئے دولت خانہ پر حاضر ہوتا تو اسے ضرور کچھ نہ کچھ کھلاتے اور زیادہ سے زیادہ اس کی خاطر تواضع کرتے یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہوجاتا۔ آپؒ کھا کر اتنا خوش نہیں ہوتے جتنا کسی کو کھلا کر خوش ہوتے۔ کسی بھی محتاج کو اتنا عطا فرماتے کہ وہ بے انتہاء خوش ہوجاتا اور یہی کیفیت آپؒ کے بڑے فرزند میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

وصال و تدفین: آپؒ کا وصال ۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ م: ۹؍اکٹوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بعد مغرب سی ڈی آر ہاسپٹل حیدرگوڑہ میں بعمر ۶۳ سال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَسْکِنْہُ الْجَنَّۃَ۔ آمین۔ حضرت قبلہؒ کی نماز جنازہ بعد نماز ظہر مسجد چوک (جہاں آپؒ عرصۂ دراز آدھی آدھی رات تک وعظ و ارشادات اور خدمت کرتے رہے) میں ادا کی گئی حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؒ کے تیسرے فرزند و جانشین مولوی قاضی محمد لطف اللہ صمدانی صاحب نے رقت انگیز دعا فرمائی۔ آپؒ کو آپؒ کے پیر و مرشد حضرت محدث دکنؒ کی قربت میں یعنی نقشبندی چمن میں سپرد لحد کیا گیا۔ بوقت تدفین ہزاروں مریدین و معتقدین کا مجمع تھا۔ سطور بالا میں یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپؒ کو حضور ﷺ اور پیران پیرؒ سے بے انتہاء عشق تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی آخری سنت یعنی ۶۳ برس اور پیران پیرؒ کی بھی آخری سنت یعنی تاریخ وصال غوث پاکؓ ۱۱؍ربیع الثانی کی صورت میں آپ کی تقدیر میں رکھ دی۔

آپؒ کا حلیہ مبارک: میانہ قد، بھرا بدن، سر بڑا، اور اس پر گھنے سفید اور شرعی گیسو تیل سے سنورے ہوئے، چہرہ گول، رخسار ابھرے ہوئے اور اس پر گھنی داڑھی ہلکی گھنگریالی، آنکھیں قدرے چھوٹی اور چمکدار شب بیداری کی غماز اور ان پر عینک، ناک اونچی، رفتار تیز، گفتار واجبی، سنجیدہ صورت، ناس کے عادی، آواز گرجدار، ہتھیلی نرم و گداز اور ہمیشہ شیروانی و شملہ میں ملبوس رہتے جس سے آپؒ بڑے جامہ زیب معلوم ہوتے۔

اولاد: آپؒ کے سات فرزندان اور ایک دختر ہیں۔ بڑے فرزند ابوطالب قاضی محمد انوار اللہ ربانی صاحب (آرکٹیکٹ و ناظم مدرسہ دینیہ عطائیہ) دوسرے فرزند محمد ثناء اللہ حقانی صاحب (امام مسجد

دادے میاں کالی کمان) تیسرے فرزند مولوی قاضی محمد لطف اللہ صمدانی صاحب (جانشین حضرت قبلہؒ، صدر قاضی کٹل گوڑہ زون و نائب ناظم مدرسۂ دینیہ عطائیہ) چوتھے فرزند محمد فضل اللہ نورانی صاحب (مینیجر لیک ویو بنجارہ فنکشن ہال، بنجارہ ہلز)، پانچویں فرزند محمد ضیاء اللہ عرفانی صاحب (جی ایم سی بلڈرس، بنجارہ ہلز) چھٹے فرزند محمد رضوان اللہ یزدانی (بی۔کام) ساتویں فرزند حافظ محمد وجیہہ اللہ سبحانی صاحب (کامل الفقہ جامعہ نظامیہ، وائس پرنسپل ایم ایس جونیر کالج، امام مسجد یکخانہ نور الاسلام و خطیب مسجد رضیہ) ہیں۔ آپؒ کے داماد حافظ مولانا محمد حمید اللہ خاں صاحب (مدرس جامعہ نظامیہ، امام و خطیب مسجد نور) ہیں۔

آپؒ کے جانشین: آپؒ کے تیسرے فرزند مولوی قاضی محمد لطف اللہ صمدانی صاحب آپؒ کے جانشین ہیں اور موصوف کی دستار بندی بدست مبارک حضرت ابو الخیرات سید انوار اللہ شاہ نقشبندی قادری مجددی صاحب قبلہؒ (جانشین محدث دکنؒ و ابو البرکاتؒ) نقشبندی چمن مصری گنج عمل میں آئی۔ جانشینِ حضرت قبلہؒ نے (۱) مدرسہ دینیہ عطائیہ ملک پیٹ قدیم، (۲) مدرسہ دینیہ عطائیہ بن ترف کالونی، شاستری پورم (۳) مدرسہ دینیہ عطائیہ قطب اللہ پور نزد وقار آباد جیسے دینی مدارس کا قیام عمل میں لایا ہے جہاں تقریباً ۲۰۰ تا ۳۰۰ طلباء و طالبات علم دین و عصری علوم حاصل کررہے ہیں۔(۸)

عالمی محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان میں دو خانوادے ایسے ہیں جن کا علمی و روحانی فیض صدیوں سے بلا انقطاع جاری و ساری ہے۔ ان میں سے ایک حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ (متوفی 1176ھ) کا خانوادہ ہے اور دوسرے حضرت محمد شریف الملک بہادرؒ (متوفی 1238ھ) کا۔ اوّل الذکر نے شمالی ہند کو اپنا ماویٰ و مسکن بنایا، جب کہ مؤخر الذکر نے جنوبی ہند کو اپنا مقر و مستقر بنایا۔ یہ دونوں خانوادے اپنی دینی، علمی، ادبی و اصلاحی خدمات کے لیے تا دورِ شمس و قمر یادر کھے جائیں گے۔

خانوادہ شرف الملک بہادر کا تعلق اہل نائط سے ہے، جو خالصتاً عربی النسل ہے۔ اہل نائط کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ سے ہجرت کر کے ہندوستان کا رخ کیے تھے۔ یہاں اولاً ان کو حکمران کی سرد مہری کا سامنا رہا، لیکن رفتہ رفتہ ان لوگوں نے غیر معمولی ذہانت و فطانت کی بدولت حکومت کے اعلیٰ و ارفع مناصب حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

شرف الملک بہادر کے جدِ اعلیٰ حضرت فقیہ عطا احمد شافعی ہیں، جو غالباً ملا فقیہ مخدوم علی المھائمی (متوفی 853ھ) کے معاصر ہیں۔ فقیہ عطا احمد شافعی اور ان کے صاحبزادے فقیہ احمد مخدوم اسحاق کے مستند حالات نہیں ملتے، البتہ فقیہ مخدوم اسحاق کے فرزند فقیہ مخدوم اسماعیل کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ وہ ایک بلند پایہ فقیہ تھے، جن کا 879ھ میں وصال ہوا۔ فقیہ محمد اسماعیل کے فرزند کا نام فقیہ ابو محمد تھا اور ان کے لڑکے کا نام قاضی احمد تھا۔ ان دونوں کے حالات بھی دستیاب نہیں ہیں، البتہ نام کے ساتھ ''قاضی'' کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس خانوادہ میں قضاءت کا عہدہ سب سے پہلے قاضی احمد کو ملا ہوگا۔ قاضی احمد کی اولادِ نرینہ سے دو نام ملتے ہیں: ایک ملا خلیل اللہ (متوفی 968ھ) اور دوسرے قاضی محمود کبیر (متوفی 995ھ) شرف الملک بہادر مؤخر الذکر قاضی محمود کبیر کی اولاد میں سے ہیں اور یہاں سے اس خاندان کے تفصیلی حالات ملتے ہیں۔

شرف الملک بہادر جو ڈاکٹر حمید اللہ کے پردادا تھے، ایک کثیر

التصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی معرکۃ الآراء عربی تصنیف "نشر المرجان فی رسم القرآن" ہے۔ یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں یہ بات عرض کروں تو بہتر ہوگا کہ یہ اعزاز جامعہ نظامیہ کو حاصل ہے، جس کو پہلی مرتبہ اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ نے شائع کیا۔ شرف الملک بہادر علم کے دلدادہ تھے، جہاں جاتے وہاں سے اہم کتابوں کی نقل کر لیتے اور پھر اپنے کتب خانے میں محفوظ کر دیتے۔ ان کی علم دوستی کے ثبوت میں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ وہ نواب والا جاہ کے ایک روپئے کے انعام کے بدلے میں فیروز آبادی کی القاموس کو پسند فرمایا۔

اہل نائط کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اور ہر دور میں اشرف العلوم یعنی علوم قرآنیہ کو ہمیشہ اپنے سے لگا رکھا، علم قرأت ہو کہ علم کتاب، ترجمہ ہو کہ تفسیر، غرض ہر وہ علم جس کا تعلق قرآن مجید سے ہو، انہوں نے نہ صرف سیکھا اور سکھلایا، بلکہ آنے والی اجیال کے لیے ان کو ضبطِ تحریر بھی کر دیا۔ شرف الملک کی "نشر المرجان"، عبدالوہاب امراء کی "البدور الغررۃ فی اسماء القراء العشرۃ" اور ڈاکٹر حمید اللہ کے دادا قاضی بدر الدولہ (متوفی 1280ھ) اور ان کے صاحبزادوں کی تفسیر "فیض الکریم" ان کے اعتناء بالقرآن کا بین ثبوت ہے۔

علوم القرآن کے علاوہ فن حدیث میں بھی اس خانوادے کی خدمات قابل داد و تحسین ہیں۔ فن رجال پر تحقیق، صحاحِ ستہ کی شروحات اور تراجم کے ذریعہ انہوں نے اس علم کی خوب خدمت کی۔

فقہ و قضاءت تو ان کو ورثہ میں ملی۔ ان کے آباء و اجداد کے نام سے پہلے فقہ میں براعت کی وجہ سے فقیہ لکھا جاتا ہے۔ اس خاندان کے فتاوے عرب و عجم میں یکساں مقبول ہوئے۔ المختصر اس خانوادے میں ایسے نابغۂ روزگار علماء و فضلاء پیدا ہوئے کہ

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ ہمہ آفتاب است

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی مولداً، فرانسیسی متوطناً، شافعی مذہباً، نقشبندی مشرباً، صوفی مسلکاً اور امریکی مدفناً ہے۔ آپ نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جہاں لیلاً و نہاراً قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں گونجتیں تھیں۔ ایسے پرنور علمی ماحول میں حمید اللہ صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ والدین کی ہمہ تن نگرانی نے بچپن ہی سے ان کو ذہین و فطین مثقف و مؤدب بنا دیا تھا۔ دارالعلوم میں ششم جماعت تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دکن کے جامعہ ازہر جامعہ نظامیہ کا رخ کیا، جہاں سے انہوں نے مولوی کامل کی تکمیل کی۔

محمد حمید اللہ
Muhammed Hamidullah
M.A., LL.B.(OSM). Moulvi Kamil (NIZ)
Dr. (BONN)
Dr.ES-LETT. (PARIS)

یہ اس کارڈ کی نقل ہے جس کو ڈاکٹر حمید اللہ دنیا کے بڑے بڑے سلاطین سفراء اور امراء کو بطورِ تعارف پیش کرتے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کا یہ کارڈ ان کی جامعہ نظامیہ سے فراغت پر شاہد و عادل ہے۔ راقم السطور ڈاکٹر حمید اللہ کے لائق و فائق بھتیجے پروفیسر محمد خلیل اللہ (جواہر لال نہرو ٹکنالوجی حیدرآباد) کا شکرگذار ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کا نہ صرف کارڈ بتلایا، بلکہ اس مضمون کے لیے بطور ثبوت زیراکس بھی فراہم کر کے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اور الحمد للہ جامعہ نظامیہ کے دفتر امتحانات میں ڈاکٹر حمید اللہ کا تعلیمی ریکارڈ موجود ہے۔

یہ بات یقین بالجزم کہی جاسکتی ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی شخصیت سازی اور فکری تکوین میں جامعہ نظامیہ کا بڑا دخل رہا ہے۔ موصوف نے نظامیہ کے اجلہ علماء جن میں قابل ذکر حضرت مخدوم بیگؒ، حضرت مولانا ابوالوفاء افغانیؒ ہیں، سے خوب استفادہ کیا اور پیرس کو ہجرت کے بعد بھی اپنی نیاز مندی کو جاری وساری رکھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بکثرت مولانا ابوالوفاء صاحبؒ کو خطوط لکھا کرتے تھے، جس کا اندازہ مولانا ابوبکر ہاشمی صاحب (صدر مصحح دائرۃ المعارف حیدرآباد) کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ کے کم از کم 150 خطوط مولانا ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبہ میں محفوظ ہیں، جن میں کہیں نہ کہیں علم یا تحقیق کی بات پڑھنے کو ملتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی مولانا ابوالوفاءؒ سے نیاز مندی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے خطوط میں مولانا کو مخدومنا، استاذنا جیسے معزز القاب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔

اسی طرح دکن کی ایک اور بزرگ شخصیت حضرت عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ سے بھی ڈاکٹر حمید اللہ کو خوب نیاز حاصل رہا۔ حضرت صدیقی ڈاکٹر حمید اللہ کے اساتذۂ کبار میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حضرت صدیقی حسرتؒ کی نگاہِ فیض نے ان کو کندن بنادیا تھا۔ پروفیسر مناظر احسن گیلانیؒ نے ان کو اور چمکایا۔ ان تینوں کی کرشماتی زندگیوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کو ایک عالمگیر شخصیت بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے جامعہ نظامیہ کی اعلیٰ ترین ڈگری کامل کے علاوہ عثمانیہ یونیورسٹی سے (ایم اے، یل یل بی) کی ڈگریاں حاصل کی اور پھر فرانس کی سوربون یونیورسٹی سے ڈی لیٹ اور جرمنی کی بون یونیورسٹی سے ڈی فیل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جامعہ نظامیہ و جامعہ عثمانیہ کی ان اعلیٰ ترین ڈگریوں کے حصول نے ڈاکٹر حمید اللہ کو بلاشبہ مجمع البحرین کے مقام پر فائز کردیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ دینی و دنیوی دونوں علوم میں یکساں عبور رکھتے تھے۔ ان کے استاذِ محترم بحرالعلوم حضرت عبدالقدیر صدیقی فرمایا کرتے تھے کہ حمید اللہ کا روحانی علم اس کے مادّی علم سے کہیں آگے ہے۔ ڈاکٹر اکمل الدین احسان اوغلو (ڈائریکٹر اسلامک سنٹر استنبول) جن کا شمار ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ میں ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اس زمانے کے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ وہ دن میں قلم کے غازی اور رات میں قیام اللیل کا اہتمام کرنے والے تھے۔ ان کا ظاہر مزکی اور باطن مصفی تھا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے آباء واجداد کی اتباع میں خدمتِ دین کو اپنا نصب العین بنالیا تھا۔ عہدوں اور مناصب سے دور رہ کر ایسے تاریخی کارنامے انجام دیے جن کو نہ ایک جامعہ کرسکتا تھا اور نہ ایک انجمن۔ وہ یکا وتنہا ہوکر، قیل وقال سے بچ کر، زہد وتقویٰ اختیار کرکے ساری زندگی تعلیم وتعلم کے نام معنون کردی۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی زاہدانہ وعارفانہ زندگی ہم کو صحابہؓ وتابعین کے مبارک دور کی یاد دلاتی ہے، ان کو دیکھ کر صحابہؓ وتابعینؒ کی مجاہدانہ زندگی اور ان کی روشن راتوں سے متعلق یقین اور مستحکم ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ غالباً پوری تاریخ اسلامی کا اور بالیقین بیسویں صدی کا وہ واحد عالمِ دین اور محقق بے نظیر ہے جس کو ایشیاء یورپ کے تقریباً 15 زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کی لسانی عبقریت ایک کرشمہ سے کم نہیں۔ وہ نہ صرف ان زبانوں میں بلاتکلف بات کرسکتے تھے، بلکہ ان زبانوں میں بے تکان لکھتے اور پڑھتے تھے۔ یہ تو مشہور ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ کو عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، جرمنی اور فرانسیسی زبانوں میں مہارت حاصل تھی، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں

کومعلوم ہے کہ ڈاکٹر صاحب چینی زبان بھی اچھی طرح جانتے تھے، جیسا کہ ان کے خطوط سے ظاہر ہے۔ اسی طرح پروفیسر خلیل اللہ کے مطابق ان کے چچا ڈاکٹر حمیداللہ سورین زبان بھی جانتے تھے۔ ان زبانوں میں مہارت کی وجہ سے ڈاکٹر حمیداللہ نہ صرف عالمِ اسلامی کی ایک بے مثال شخصیت بن گئی، بلکہ انہوں نے ان زبانوں میں لکھی ہوئی کتابوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جوشبہات پیدا کیے گئے تھے، ان کو بڑے محققانہ اور عالمانہ انداز میں رد کیا اور اسلام اور مسلمانوں کی صحیح تصویر پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہاتھ پر ہزاروں یورپین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے ہاتھ پر مسلمانوں ہونے والوں میں بڑے بڑے سائنسداں، چرچ کے ذمہ دار اصحاب، فوج کے سربراہ، یونیورسٹی کے دانشور شامل ہیں۔ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے ذہن میں شاید یہ حدیث مبارک ہمیشہ مستحضر رہتی تھی کہ ''الناس علیٰ دین ملوکھم'' رعایا اپنے بادشاہوں کے دین پر رہتی ہے۔

ڈاکٹر حمیداللہ بیک وقت ایک مبلغ، مصنف، مترجم، محقق، محاضر ومرتب کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کیا اور ہر میدان میں ان کا ایک منفرد وصف تھا، تبلیغ میں ''ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن'' پر عمل پیرا، تصنیف میں اختراعی عناوین کے ساتھ سادہ لوح اسلوب کے موجد، ترجمہ میں ایک ایک لفظ کا بامحاورہ ترجمہ، جوحشو وغلو سے بالکل مبرا ومنزہ ہوتا، تحقیق ایسی کہ بڑے بڑے مستشرقین بھی آپ کے سامنے سر جھکا دیتے، محاضر یالکچرر ایسے کہ فی البدیہ کئی دن مختلف موضوعات پر لکچر دیتے، جن کی جیتی جاگتی تصویر خطباتِ بہاولپور ہیں۔ الغرض علم ودانش کا یہ روشن چراغ اپنے پیچھے 170 سے زائد کتابیں اور دو ہزار کے لگ بھگ علمی مقالات ومضامین چھوڑ کر اس دارِ فانی سے ابدی زندگی 17 دسمبر 2002ء کو رحلت فرما گئے اور امریکہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی تصانیف وتالیف، آثار وآثر، خطبات وتقاریر، مواعظ و مجالس زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں کہ

تلک آثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا الی الآثار

یہ ہمارے آثار ہیں جو ہم پر دلالت کرتے ہیں۔
ہمارے بعد ان آثار کو دیکھو۔(۹)

مولانا قاری محمد انصار علی قریشی جاویدؔ

اس ہنگامہ خیز دنیا میں کسی چیز کو قرار وثبات نہیں۔ نہ جانے کتنے اور کیسے کیسے صاحبانِ تخت وتاج اس دھرتی پر آئے اور اپنی حیات کے دن پورے کر کے اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے رخت سفر باندھا، گردش لیل ونہار نے ان کا نام ونشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ چھوڑا۔ دوسری طرف اسی عالم رنگ وبو میں ایسی شخصیتیں بھی وجود میں آتی رہیں جواب بظاہر موجود نہیں لیکن ان کی علمی قومی ادبی و مذہبی خدمات اور ان کے حسن وعمل واعلیٰ کردار واطوار نے انہیں زندۂ جاوید بنا دیا۔ استاذ محترم مولانا الحاج محمد انصار علی قریشی جاویدؔ کی ذات گرامی ایسے ہی مردانِ خدا واصحاب خلیق ووفا میں سے تھی جس کو قدرت نے ہمہ جہت، ہمہ نوع و ہمہ گیر محاسن وخوبیوں سے مالا مال کیا تھا۔ راقم الحروف کی ذہنی وفکری تعمیر وتشکیل، تعلیم وتدریس کی تلقین اور تقریر وتحریر کی تشویق میں جن اساتذہ کرام کا بنیادی کردار واساسی حصہ رہا ہے ان میں استاذ محترم کا نام نمایاں ہے۔

استاذ محترم نگہ بلند کے حامل، سخن دلنواز کے مالک اور جان

پرسوز کے مجسم تھے۔آپ کا عزم صمیم اور لطف عمیم تھا دست بکار اور دل بیار تھا۔انا خود دار تو فطرت طرحدار، مزاج شگفتہ تو ارادہ پختہ تھا:

ہو حلقۂ یاراں میں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

وہ ادیب بھی تھے اور خطیب بھی، وہ استاذ بھی تھے اور نباض بھی زانوئے علم وادب طئے کرنے جو طلبہ ان کے پاس آتے سب سے پہلا کام یہ ہوتا کہ ان کی فکری و دماغی تطہیر کر کے ان کے قلوب کی سرزمین کو کسبِ علم کے لئے ہموار و زرخیز بنانے اپنی شفقت ومحبت کی کدال چلا کر اس قابل بناتے کہ اس میں شجر علم کے بیج بوئے جاسکیں پھر اپنی عنایت ونوازشات کی بارش برساتے جس سے ایسی فصل پر بہار اُگ آتی کہ طالب علم کا دل لہلہاتے ہوئے سبزہ زار وگل وگلزار میں تبدیل ہوجاتا جس میں علمی وادبی معلومات کے عنادل چہچہانے لگتے۔

حرص ایک مذموم صفت تسلیم کی گئی ہے لیکن میرے نزدیک استاذ محترم اس معنیٰ میں حریص تھے کہ آپ اپنے تلامذہ کو جادۂ حق پر دیکھنے کے حریص تھے۔آپ کی انتہائے آرزو یہ تھی کہ طلبہ اپنے حال کی تعمیر کر کے مستقبل کی نوید کے نقیب بن جائیں۔اپنے تلامذہ کو یاس و قنوطیت نامرادی و ناکامی سے دور رکھنے کی سعیٔ بلیغ کے ساتھ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبالؔ کے بقول کشت ویراں سے ناامید نہ ہونے اور ''ذرا نم ہوتو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' کا پیغام دیا کرتے تھے۔

ایک ماہر ونباض، حساس وفرض شناس استاذ ہونے کے ناطے طلبہ کے جذبات واحساسات سے خوب واقف تھے۔ان کی فطرت کو سلیم اور عادت کو کریم بنانے کے لئے کبھی ترغیب وترہیب اور کبھی تحریص وتشویق دلاتے اور کبھی ترکیب وترتیب سے بھی آشنا کرواتے اور زمین کی پستیوں میں آسماں بن کر رہنے کی تلقین کیا کرتے۔استاذ محترم جب تک بھی اس کائنات میں رہے حرکت وعمل کی تصویر، جہد مسلسل کا پیام اور فکر وشعور صحیح کی علامت بن کر رہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ وہ جہاں بھی گئے میر کارواں کی طرح رہے۔اپنا زمانہ صبح وشام خود پیدا کر لی، وہ اپنی خودی میں ڈوب کر عصائے عمل سے ضرب لگاتے تھے جس سے علم وفن کے سوتے پھوٹتے اور شعور وآگہی کے چشمے ابل پڑتے۔جہاں قدم رکھا وہاں موثر ثابت ہوئے۔ان کی ایک نظر پراثر نے نہ جانے کتنے طلبہ کے دلوں کی دنیا کو زیر وزبر کردیا اور سینکڑوں تلامذہ کی تقدیر سنوار دی یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ:

نگاہ استاد میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ان کی ذات گونا گوں خوبیوں کی مالک تھی۔وہ ذی علم بھی اور ذی حلم بھی، پروقار بھی پربہار بھی، صابر بھی تھے اور شاکر بھی، وہ ذاکر و شاغل بھی اور کامل وواصل بھی، بایں اسباب ووجوہ ان کا شمار سماج کے ایسے طالع وصالح افراد میں ہوتا تھا جن کی لمحہ بھر کی صحبت کو داناؤں نے'' بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا'' قرار دیا ہے۔وہ اس سنسار میں جہاں بھی رہے دکھی ومصیبت زدہ انسانیت کے لئے سراپا ''انصار'' بن کر رہے۔

استاذ محترم نے اپنی حیات مستعار کے سفر کو ایک مقام پر ختم کر کے اس کو منزل قرار نہیں دیا بلکہ مسلسل چلتے رہے اپنے اس طرز عمل سے گویا وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں'' چنانچہ ''اہلِ تاملؔ'' نے جب ان کو ندا دی تو وہ بلا تامّل وہاں تشریف لے گئے اور اپنے علم وفن کی جوت جگائی۔

استاذ محترم نے اپنے کو لذت کام ودہن کی خواہش اور مال و

زر کی طلب میں کسی بام و در کا تابع نہیں بنایا۔ متوکلانہ زندگی کے اس خو گر نے اس طرف پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا وہ اس معاملہ میں حاملِ اسرارِ خفی حضرت صفیؔ کے ہمزبان و ترجمان تھے کہ:

کسی کا رزق رک نہیں سکتا خلاق اکبر سے
صفیؔ پتھر کے کیڑے کو غذا ملتی ہے پتھر سے

لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے کہ وہ اس باب میں اَسباب کے قائل نہ تھے بلکہ وہ اس بات کے اثبات میں تھے۔ توحید ان کا سرمایہ حیات تھا' وہ اس رسول کے مداح تھے جو ممدوح یزداں ہیں۔ ماہ ربیع الاول کی مجالس دوازدہ اس کا بین ثبوت تھیں۔ وہ اس عشق و مستی کے خوگر تھے جو پست کو بالا اور ادنیٰ کو اعلیٰ کردے۔ وہ عقلِ عیار کے دام فریب میں قید ہونا نہیں چاہتے تھے وہ تو اہلِ جنوں کے ہمدم و ہمساز تھے۔ اپنے مالک کے حضور بڑے ادب و احترام سے یہ درد بھری التجا کرتے:

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریک زمرۂ لایحزنوا کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر
(ڈاکٹر اقبالؔ)

حسنِ صوت اور خوش گلوئی قدرت کا ایک بہترین ، انمول و لاقیمت عطیہ ہے استاذ محترم اس دولت سے مالا مال تھے۔ فن کی نزاکتوں اور روح کی لطافتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کوہ حراء میں نازل کردہ نسخۂ کیمیاء کی تلاوت کرتے تو سامع کا ایک سماں بندھ جاتا۔ حمد، نعت و منقبت، غزل اور رباعی کبھی کبھی اپنے خاص طرز و ترنم میں پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ ان اشعار میں پوشیدہ اسرار و معانی و مفاہیم کی تجسیم کررہے ہیں۔

حضرت علامہ ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقیؒ کا قائم کردہ سواسو سالہ قدیم دبستان علم و فن جامعہ نظامیہ حیدرآباد ہو کہ جنوبی ہند کی معروف دانش گاہ باقیات الصالحات ویلور، مجلس انوار علمیہ یا دارالعلوم شفیع المدارس ہر جگہ استاذ مکرم نے علم و فن کے نقوش ثبت کئے اور تعلیمی بیداری کی لہر دوڑادی اور علمی خدمات بایں طور انجام دیں کہ علمی حیثیت سے پسماندہ علاقے بھی شعور و آگہی کے نور سے جگمگا اُٹھے۔

استاذ محترم کی بات دل کے نہاں خانوں میں اتر جاتی تھی اس لئے کہ ''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'' آپ کی بات حکمت و موعظمت کا نمونہ ہوتی۔

قلم کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے استاذ محترم اس اہمیت و افادیت سے اچھی طرح واقف تھے اور جب اپنے ہاتھ میں قلم اُٹھاتے تو باطل خیالات و فاسد نظریات کا سر قلم کردیتے۔ اس قلم کے ذریعہ وہ فرد و سماج کی خوبیوں و خامیوں کو بلا جھجک بیان کرتے۔ آپ کے قلم کا خاص وصف یہ تھا کہ آپ اصلاح طلب مسائل کو نہ صرف واضح کرتے بلکہ اس کا اسلامی حل بھی پیش کرتے۔ آپ کے طرز تحریر اور ادبی اسلوب کی خوشہ چینی کرکے نہ جانے کتنے افراد صاحبان فضل و کمال میں شمار ہوگئے اور آپ نے نہ جانے کتنے اصحاب کی اَنامِل کو گرفتِ قلم سے آشنا کرکے ادبی و شعری میدان کا راہی بنادیا۔

لامذہبیت جس کو آج ترقی کا زینہ و ذریعہ سمجھا جارہا ہے سماج کی خرابیوں میں شمار کرتے ، روحانی اقدار و اخلاقی کردار کو لازمی جانتے تھے۔ وہ خود ایک فرد صالح تھے اور سماج میں ایک مصلح کا رول ادا کرتے رہے۔ قوم و ملت کے تغافل و تساہل پر ان کا دل کڑھتا تھا۔ آج سے کم و بیش ۴۰ سال قبل کیا گیا استاذ محترم کا تجزیہ کتنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ:

''اسلامی تعلیمات سے تغافل ہی نہیں برتا گیا بلکہ اس سے ہم میں تنفر بھی پیدا ہوگیا، اسی وجہ سے ہم سیاسی و معاشی غلامی کے ساتھ ساتھ اب ذہنی غلامی کا شکار ہوگئے ہیں جس کے نتیجے میں عقل و ادراک کے لحاظ سے ہم مغربی دنیا سے نہ صرف متاثر ہوگئے بلکہ ہماری روح صحیح القوام خودداری کے عنصر سے بھی خالی ہوگئی۔'' (مجلّہ سالنامہ انوار نظامیہ ۱۹۶۸ء)

استاذ محترم افکار عالیہ اور اقدار حسنہ کے دلدادہ تھے لیکن تعلیم کے بدل جانے سے افکار بھی بدل گئے اور اقدار بھی ناقدری کا شکوہ کررہے ہیں۔ افراد انسانی کو حسن عمل کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون ''ترقی کیا ہے؟'' میں استاذ مکرم رقمطراز ہیں:

''انسان کی موت حیات کا مقصد دراصل انسان کے حسن عمل کا امتحان کرنا ہے۔ انسان کو ابدی زندگی میں کام آنے والی اور اس کو اونچا اٹھانے والی چیز تو انسان کا نیک عمل ہی ہوتا ہے'' (حوالہ سابق)

جدت پسندی کو جائز اور تجدد و تنوع کی طرف رغبت و میلان کو استاذ محترم جبلی خاصہ قرار دیتے اور اس حیرت خانۂ امروز و فردا میں نئے آفاق کی تلاش و جستجو کے عمل میں بھی انسانیت و روحانیت کو فوقیت دیتے تھے چنانچہ ایک مقام پر ان کا یہ کہنا بالکل بجا نظر آتا ہے کہ:

''کسی قوم یا ملک کی ترقی میں مذہب و اخلاق، تہذیب و تمدن اور انسانیت و روحانیت کو بنیادی اہمیت حاصل رہتی ہے اور مادی ترقی کا درجہ ثانوی حیثیت کا حامل رہتا ہے۔'' (حوالہ سابق)

استاذ محترم کی نظر وسیع اور خیالات رفیع ہونے کی وجہ آفاق میں ہونے والی نئی ایجادات و سائنسی انکشافات پر گہری نگاہ تھی۔ زمانہ قدیم اور دور حاضر کی دسیسہ کاریوں و ہلاکت خیزیوں کا تقابل و تجزیہ کرتے ہوئے آپ نے اپنا نکتۂ نظر بڑی خوش اسلوبی و فنی چابکدستی سے پیش کیا ہے۔

استاذ محترم ایک بہترین شاعر بھی تھے تقریباً ہر صنف سخن میں آپ نے طبع آزمائی کی۔ رخ و کاکل، گُل و بلبل، عارض و گیسو، ہجر و وصال، جام و مینا یا حسنِ فانی کی کذب بیانی سے منزہ و مبرا آپ کا کلام معنی خیز فکر انگیز و اثر انگیز ہوا کرتا۔ زندگی کی حقیقتوں کو اُجاگر کرکے سسکتی ہوئی انسانیت کو جینے کا فن سکھانے والا یہ کلام آنکھوں کے راستے دل میں اتار لینے کے قابل ہے۔

اپنے وقت کا یہ بہترین استاد، ماہر تعلیم، قاری، ادیب و شاعر ۲۰/جولائی ۱۹۹۶ء یہ کہتے ہوئے سفر آخرت کو روانہ ہوگیا۔

چڑھیں گے پھول تربت پر غمِ جاویدؔ کے صدقے
رہے گا آخرش ہربار بار جاوداں ہوکر

ادارہ ''الانصار'' کے زیر اہتمام ہر سال یوم وفات پر آپ کے قابل قدر صاحبزادہ محترم اسدؔ ثنائی جو خود بھی اچھے شاعر اور استاذ مکرم کی خوبیوں کا پرتو ہیں ایک ادبی اجلاس اور مشاعرہ کا اہتمام کرتے ہیں جس میں ہندوستان کے مقتدر ادباء و شعراء کرام دانشور شریک ہوکر استاذ محترم کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ (۱۰)

حضرت علامہ سید رشید پادشاہ قادریؒ

جامعہ نظامیہ حیدرآباد کو اپنے جن نامور فرزندوں پر ناز ہے، ان میں ایک علامہ رشید پاشاہ قادریؒ بھی ہیں۔ فرزندان جامعہ نظامیہ میں علامہ رشید پاشاہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انھوں نے ہزاروں طالب علموں کے دلوں میں علم و ادب کی شمع روشن کردی۔

علامہ رشید پاشاہؒ نے 26/جون 1914ء ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت ابوالحسن بیجاپوریؒ سے ہوتے ہوئے سلسلہ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

فارسی، اردو اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد گرامی حضرت پیر پاشاہ قادریؒ سے حاصل فرمائی، انھیں کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے۔

علامہ رشید پاشاہ صاحبؒ ایک مدرس، واعظ، عالم اور خانقاہی نظام کے علم بردار مشائخ ہی نہیں تھے، بلکہ آپ ایک ممتاز محقق، ماہر لسانیات، مخطوطہ شناس، ژرف نگاہ مصحح اور نقاد وادیب بھی تھے۔ 1957ء میں پولیس ایکشن کے بعد تقریباً 20 سالہ تحقیقی خدمات کو آپ کی علمی، تحقیقی وادبی زندگی کا ماحصل قرار دیا جاسکتا ہے، جو بحیثیت ایڈیٹر آپ نے عالمی شہرت یافتہ تحقیقی ادارہ ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' میں انجام دیں۔ علم وادب اور تحقیق وتدقیق میں جامعہ نظامیہ کے جن سپوتوں نے زندہ وجاوید کارنامے چھوڑے ہیں، ان میں علامہ رشید پاشاہ امتیازی شان کے مالک ہیں۔ علامہ نے تاریخی ژرف نگاہی، فنی لوازم سے واقفیت اور تدوین کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن مخطوطات کو ایڈٹ کیا ہے، ان سے علامہ کی نکتہ رسی، رمز شناسی اور سلیقہ مندی روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ تحقیق وتدقیق کا یہ ذوق مادر علمی کی دین اور اسی کی علمی وادبی فضاء کا رہینِ منت ہے۔ مشہور اسلامی مفکر و سائنٹسٹ ابو ریحان البیرونی (متوفی 440ھ) کی معروف تصنیف ''کتاب العلم'' علامہ رشید پاشاہ کا پہلا ایڈٹ کردہ مخطوطہ ہے، جو دائرۃ المعارف سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے جلیل القدر محدث حضرت علی متقی برہان پوری (متوفی 975ھ) کے مخطوطہ ''کنز العمال'' جلد 12 اور 13، مسند ابو عوانہ (متوفی 306ھ) جلد چہارم وپنجم شامل ہیں۔

''مجمع بحار الانوار'' (محدث علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی) کے بارے میں علامہ رشید پاشاہ اپنی تصنیف ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے صفحہ 23 پر رقم طراز ہیں

''دائرۃ المعارف میں اس کتاب کی تصحیح کی سعادت حسب فرمائش مولانا المحترم ابوالحسن علی ندوی اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے''۔

1976ء میں دائرۃ المعارف سے سبکدوش ہونے کے بعد 1978ء سے 1981ء تک شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ اور 1981ء سے 1993ء تک امیر جامعہ رہے۔

آپ کی فکری تعمیر وتشکیل میں ''فیضان نظر'' اور ''مکتب کی کرامت'' ہر دو کا حصہ تھا۔ شخص واحد کی ذات میں علم، تحقیق وتنقید، تصنیف وتدوین کا حیرت انگیز امتزاج بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ بیک وقت کئی اداروں اور تنظیموں سے آپ تعلق تھا۔ امیر جامعہ نظامیہ، صدر مجلس علمائے دین ورویت ہلال کمیٹی اور معتمد، صدر مجلس علمائے دکن رہے اور ملک وقوم کی رہنمائی کی۔ 1972ء اور 1979ء میں بالترتیب دومرتبہ حج وزیارت نبویؐ سے مشرف ہوئے۔ 1976ء اور 1987ء میں عمرہ کے علاوہ عراق، نجف اشرف اور کاظمین شریفین کا سفر کیا۔ علم وعمل اور رشد وہدایت کا یہ چراغ 10/ اکتوبر 1998ء بروز ہفتہ صبح دس بجے دن بجھ گیا۔ احاطہ موسیٰ قادری (پرانا پل) میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ (۱۱)

صدر الشیوخ حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضویؒ

حضرت علامہ سید طاہر بن سید ابراہیم بن سید عباس بن سید علی الرضوی فرخندہ بنیاد شہر حیدرآباد کے ایک سادات دینی وعلمی گھرانے میں 17/ مارچ 1930ء کو تولد ہوئے۔

والد مکرم حضرت علامہ ابراہیم رضوی ادیبؒ کے زیر تربیت و

زیر پرورش آپ کی نشو ونما ہوئی از ابتداء تا انتہاء جامعہ نظامیہ میں ہی تعلیم کے مراحل طے کئے۔سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد جماعت مولوی کامل تفسیر القرآن میں تخصص حاصل کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ ہی میں مدرس مقرر کئے گئے۔آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی سے اورینٹل لینگویجس میں (M.O.L) کی ڈگری بھی حاصل کی۔جامعہ نظامیہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے وصال کے وقت جامعہ کے انتہائی اہم و باوقار اعلیٰ علمی عہدہ ''صدر الشیوخ'' پر متمکن تھے۔لطیفیہ عربک کالج مغل پورہ میں جو حضرت سید عبدالرزاق شاہ قادریؒ کا قائم کردہ ہے آپ برسوں علم وادب کی تعلیم دیتے رہے۔1988ء میں وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوگئے۔آپ کے سینکڑوں شاگرد ہندوستان اور دنیا کے مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ آپ طبقہ علماء مشائخ میں ویسے ہی مقبول ومحترم رہے جس طرح آپ عوام الناس میں بلالحاظ مذہب وملت مقبول محترم ومشہور ومعروف رہے۔

دو مرتبہ حج وزیارت سے مشرف ہوئے، پہلا حج 1981ء میں ہوا۔ دوسرا حج 1992ء میں حکومت سعودی عرب کی دعوت پر سرکاری مہمان کی حیثیت سے کیا۔عرب علماء وادباء اور عوام نے آپ کے تبحر علمی کا اعتراف اور بے پناہ مسرت کا اظہار کیا اور وہاں کے کثیر الاشاعت عربی مجلّہ ''التضامن الاسلامی'' نے آپ کے کلام کو 1992ء میں اہتمام سے شائع کیا۔

آپ عربی کے بہت بڑے ادیب مانے جاتے ہیں۔آپ کے عربی اشعار کا ایک مجموعہ ''قصیدہ همزیه'' عثمانیہ یونیورسٹی اور جامعہ نظامیہ میں داخل نصاب ہے۔عربی کے علاوہ عمدہ بلند پایہ اردو مضامین بھی آپ نے تحریر فرمائے۔جو ماہنامہ ذوق نظر (ایڈیٹر بشیر وارثی)، روزنامہ رہنمائے دکن، منصف، سیاست، ہمارا عوام کے علاوہ جامعہ کے سالانہ علمی وادبی ترجمان انوار نظامیہ، المعهد الديني العربي کے عربی سالنامہ ''الاضــواء'' کے علاوہ دیگر رسائل ومجلّات میں شائع ہوتے رہے۔کئی اساتذہ وطلباء وشعراء کرام آپ سے رہنمائی وصلاح لیتے تھے۔

زبان وادب میں آپ کی چالیس سالہ طویل خدمات کے پیش نظر خصوصی ایوارڈ صدر جمہوریہ ہند عزت مآب ڈاکٹر شنکر دیال شرما کے ہاتھوں دیا گیا۔2002ء میں آپ کا وصال ہوگیا۔

آپ کے حالات کلام اور اردو مضامین وعربی کلام کو شاہ محمد فصیح الدین نظامی نے ''مقالات طاهر'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔(۱۲)

حضرت محمد الطاف حسین فاروقی الطافؒ

مولانا الطاف حسین فاروقیؒ کی پیدائش 1940ء بمقام فرخ نگر (شادنگر) ہوئی، کمسنی میں اپنے والد کے ساتھ حیدرآباد منتقل ہوگئے اور یہیں تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مدرسہ احیاء دین (شاہ علی بنڈہ) میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد حضرت مولانا جمیل الدین قادری رحمہ اللہ سے ابتدائی علوم دینیہ کی تحصیل کی، اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر باضابطہ طور پر جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا درجہ بدرجہ جماعت مولوی سے تعلیم کے مراحل طے کئے اور سند فضیلت حاصل کی اس کے بعد علم حدیث میں تخصص کی سند حاصل کی اور کامل الحدیث ہوئے۔ ادارہ کلیمیہ سے عملی خدمات کا آغاز کیا بحیثیت صدر المدرسین برسہا برس تشنگان علم کو مستفیض کیا۔علوم قرآنیہ، حدیث وفقہ میں گہری نگاہ کے حامل تھے۔ عالمی شہرت یافتہ تحقیقی و اشاعتی ادارہ، دائرۃ المعارف العثمانیہ جو حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کی تحریک پر قائم کیا گیا تھا بحیثیت مصحح تادمِ زیست وابستہ رہے۔دائرۃ المعارف کی علمی ادبی تحقیقی

فضاء میں آپ کو تحقیقی مزاج، دقیق نظری اور فطری صلاحیتوں کے اظہار کا بھرپور موقع ملا، قدیم وعظیم علمی ذخائر، نایاب مخطوطات، فنونِ اسلامی کی نہایت اہم، معتبر نادرونایاب کتابوں کی ایڈیٹنگ، تدوین وترتیب و اشاعت کے ساتھ آپ کی زندگی کا ہر دن علم وعمل سے عبارت تھا۔

مولانا الطافؔ جید حافظ قرآن اور ایک بہترین قاری تھے، کئی دھوں تک قرآن مجید سناتے رہے اس ضمن میں پانچ مرتبہ امریکہ بھی مدعو کئے گئے۔

درسِ قرآن و درسِ حدیث میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا جو تادم حیات جاری رہا۔ علاوہ ازیں مسجد مرد ھے منور مدینہ مارکٹ میں تقریباً 45 سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے یہ آپ کی مستقل مزاجی اور وضعداری کی بہترین مثال ہے۔ مولانا الطافؔ کو زبان وبیان کے خداداد سلیقہ نے ایک گونا امتیاز بخشا تھا۔ چالیس سال تک مختلف دینی علمی اصلاحی موضوعات انفرادی انداز سے گفتگو کرتے رہے۔

توحید ورسالت خاص موضوعات تھے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا کلام قلوب میں محبت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی لو کو تیز کرتا تھا۔ اعمال صالحہ کی ترغیب اور اصلاحِ معاشرہ کے ضمن میں آپ کی مخلصانہ کاوشیں یادگار ہیں۔

مولانا الطافؔ خوش اخلاق، جامہ زیب، حلیم الطبع، خندہ جبین، بامروت اور علم وعمل کا پیکر تھے، قرآن وحدیث سے عشق ووابستگی کا بین ثبوت ان کے تمام چھ فرزندان کا حافظ قرآن ہونا ہے۔ تین مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا اور تین مرتبہ عمرہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ مولانا جہاں عالم تھے وہیں ایک اچھے قلم کار و شاعر بھی تھے۔ امارت ملت اسلامیہ حیدرآباد کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ہفتہ وار رسالہ ''خطبات جمعہ'' میں آپ کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے جو آپ کی نثر کے بہترین نمونے شمار کئے جاتے ہیں۔ فن تجوید میں ایک منظوم رسالہ ''شمع تجوید'' 1378ھ میں تصنیف فرمایا۔ جامعہ نظامیہ کے بانی علامہ محمد انوار اللہ فاروقیؒ کی شخصیت سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔ کئی تعلیمی اداروں کی سرپرستی فرماتے تھے جن میں دارالعلوم سیف الاسلام، الجامعۃ الفاروقیہ، دارالعلوم النعمانیہ قابل ذکر ہیں، آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ 4/اپریل 1998ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ پہاڑی شریف کے قریب تدفین عمل میں آئی۔ ہر سال بہت ہی تزک واحتشام سے آپ کا عرس منعقد ہوتا ہے آپ کے مزار پر شاندار گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ دارالعلوم الفاروقیہ بھی یہیں کارکرد ہے۔ مسجد کے صحن میں وسیع حوض ہے۔ یہ سارا علاقہ ''وادی رحمت'' سے موسوم ہے جو حضرت سیدنا بابا شرف الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ (۱۳)

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ جنیدیؒ فداؔ

گذری ہوئی صدی کے ربع اول کے آس پاس آپ کی ولادت ہوئی، کرناٹک کا قدیم تاریخی وروحانی شہر گلبرگہ شریف جو کبھی بہمنیوں کا دارالسلطنت و پایۂ تخت تھا آپ کا وطن مالوف ہے جو صدیوں سے بندگی مخدوم صدرالدین حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسودراز بندہ نواز بلند پرواز کے قدوم میمنت لزوم سے آباد وشاد اور مرکز صوفیہ وعلماء، ادباء شعراء، فضلاء کے باکمال قافلوں کا میر کارواں رہا ہے۔ گلبرگہ ہی کے قدیم بافیض مدرسہ دینیہ موسوم بہ ''روضتین'' میں حضرت حافظ عبدالسلام صاحب نابینا مرحوم سے مولانا جنیدی نے حفظ قرآن حکیم کی تکمیل کی۔ علوم دینیہ وفنون اسلامیہ کی تحصیل کے لیے قدرت نے آپ کی طبیعت کو

موافق اور سینہ کو الم نشرح کر دیا۔ تعلیم و تعلم کے ابتدائی نقوش بھی اسی اولین سر چشمہ علم و حکمت میں ڈھالے گئے اور مروجہ و متداولہ نظام درس و مقررہ نصاب کی تحصیل مدرسۂ دینیہ روضتین کے در و بام محرابِ و باب میں کی، اس تاریخی مدرسہ کے بانی مبانی ممتاز ماہر تعلیم و صوفی باصفا حضرت مولانا نذر محمد خانصاحب نقشبندی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے اس مدرسہ کی بنیادوں کی توقیر و حب رسالت عظمت اہلبیت و تکریم صحابہ و فیضان پیران عظام پر خالصاً لوجہ اللہ استوار و ہموار کیا تھا جہاں علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی سے بھی بہرہ ور کیا جاتا تھا۔ مولانا جنیدیؒ کو حضرت نذر محمد خانصاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل رہا اور بقول مولانا جنیدیؒ کے اس وقت تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دینے والے باعظمت اساتذہ کرام میں حضرت مولانا احمد شفیع خانصاحبؒ اور حضرت مولانا اسماعیل شریف صاحب المتخلص بہ ازلؒ تھے جو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی چشتی قادریؒ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے ارشد تلامذہ اور اپنے وقت و تاریخ کے قادر الکلام شعراء میں شمار کیے جاتے تھے۔ 1950ء میں جبکہ ہندوستان عجیب وغریب حالات سے گذر رہا تھا۔ فضاؤں میں انقلاب کے نعرے گونج رہے تھے اور انگریز سامراج کے خلاف سارے ہندوستانی عوام نے سر سے کفن باندھ لیا تھا۔ مولانا جنیدی کی زندگی میں ایک موڑ آیا اور ایسے نازک حالات میں بھی آپ نے تحصیلِ علم کی شمع کو بجھنے نہ دیا بلکہ اس کی لو کو اور تیز کر دیا اور روضتین سے مولوی میں بدرجہ دوم کامیابی کے بعد شہر علم و حکمت حیدرآباد فرخندہ بنیاد کا رخ کیا جہاں رودِ موسی کے ساتھ علم و عرفان کا دریا بھی جاری و ساری تھا اور ہمنام مدرسہ بغداد مدرسہ نظامیہ اپنے وسیع و عریض دامن میں سمرقند، بخارا، بدخشاں، یمن اور برصغیر کے شہروں کے طلبۃ العلوم کی علمی تشنگی کو سیرابی میں بدل رہا تھا اور سلطنت آصفیہ کے آخری تاجدار نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع نے اپنی سخاوت و فیاضی سے حیدرآباد کو بغداد ثانی میں تبدیل کر دیا تھا۔ مولانا جنیدیؒ نے جامعہ کی علمی و ادبی فضاؤں میں پروان چڑھتے ہوئے جن اساطین علم و فضل سے اپنے دامن علم و عمل کو مالا مال کیا ان میں شیخ الحدیث حضرت حکیم محمد حسین صاحب رحمہ اللہ، مفتی بے بدل حضرت مولانا مفتی مخدوم بیگ الہاشمی رحمہ اللہ، خطیب الملۃ والدین حضرت مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمہ اللہ (مترجم خطبہ حرمین المعظمین وزجاجۃ المصابیح)، مفتی شوافع فرزند یمنی حضرت مولانا شیخ صالح باحطاب رحمہ اللہ اور صدر الشیوخ جامعہ نظامیہ حضرت مولانا سید شاہ طاہری رضوی قادری رحمہ اللہ (جن کا وصال مولانا جنیدیؒ کے صرف ایک دن بعد ہوا) کے نام نمایاں ہیں، مولانا جنیدی کے تحریری بیان کے مطابق 1952ء تک مولانا جنیدیؒ نے جامعہ کے اقامت خانہ میں زیر تعلیم رہ کر مولوی فاضل (گریجویشن) کی تکمیل کی آپ کے دیرینہ رفقاء میں مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث، مولانا پروفیسر سلطان محی الدین صاحب صدر شعبہ عربی (پریسڈنٹ ایوارڈ یافتہ) مولانا سید عطاء اللہ حسینی ملتانی صاحب، مولانا حافظ میر وحید الدین حسین سلیم صاحب، مولانا حافظ سید محبوب حسین صاحب (امام مکہ مسجد حیدرآباد) و دیگر سر برآوردہ اصحاب شامل ہیں جن سے آپ کے بہت ہی علمی، ادبی، مخلصانہ اور برادرانہ تعلقات ''ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق'' کی تصویر تھے۔

مادرِ علمی جامعہ نظامیہ ہی میں آپ نے اپنی مستقبل کی صورت گری کا خاکہ مرتب کیا اور اپنے مخلص اساتذہ کی سرپرستی میں درس و

تدریس کے ساتھ ساتھ خطابت میں خداداد صلاحیتوں کا قابلِ رشک ملکہ حاصل کرلیا۔ اہلِ بنگلور نے جامعہ نظامیہ کے اس قابل فخر فرزند، پختہ ذہن کے مالک، مستقل مزاج اور عمیق غور وفکر اور امتِ وسط کے شرفِ خاص خیر الامور اوسطہا کی تنویر سے منور شخصیت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور مولانا جنیدیؒ نے ان کے حسنِ ظن کو اپنی آخری سانس تک باقی رکھا سچ ہے مزاجِ برق سے آشنائی ایسے اولوالعزم انسانوں سے سیکھی جاسکتی ہے، جامع مسجد معسکر بنگلور آپ کی شخصیت کے ساتھ لازم وملزوم ہوگئی تھی۔ یہیں سے آپ نے سارے ہندوستان میں مذہبی، دینی، دعوتی، اصلاحی، قرآنی، آئینی، امن وشانتی کی بانگ درادی اور اہلِ بنگلور میں خصوصاً ایک نئی روح پھونکی جس کے اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ فن قرأت میں بھی آپ ہندوستان گیر شہرت کے مالک تھے کئی اعزازات اور قومی جلسہائے قرأت میں شرکت و مظاہرہ و حج کے فرائض بھی انجام دیئے۔ جامعہ نظامیہ کے 125 سالہ جشن تاسیس میں بطور مہمان خصوصی مدعو کئے گئے۔ اس طرح آپ کی علمی وسماجی اصلاحی خدمات کا سفر جب عروج کی سمت رواں دواں ہوا اس وقت کے کشادہ دل اربابِ مسلم پرسنل لا بورڈ نے آپ کی بے لوث قابلیت، صلاحیت وخدمات سے بھرپور شخصیت کو رکن معزز منتخب کیا۔ مولانا جنیدیؒ نے اس اعزاز کو بخوبی نبھایا اور بورڈ کی سرگرمیوں میں برابر شریک وپیش پیش رہے۔ مولانا جنیدیؒ جہاں ایک اچھے انسان، عالم، خطیب، مصلح اور معلم تھے وہیں پر آپ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ فدؔا تخلص کرتے تھے۔ مولانا ہی کے بقول شاعری کا شوق فطری ہے اور بچپن ہی سے ہے بقول جناب نعیم صدیقی دل اگر سرچشمۂ احساس ہو اور آدمی کو زبانِ شعر حاصل ہو تو شاید یہ ممکن نہیں کہ اپنے شعور ایمانی اور مرکز دینی کی زیارت سے بہرہ مند ہوکر اور اپنے مقدس نقوش ماضی کو دیکھ کر اس کے باطن سے کچھ نہ کچھ واردات و کیفیات ظہور کے لیے راستہ نہ نکالیں۔ ابتداء میں حضرت ازلؔ سے اصلاح سخن لیتے رہے بعد کو حضرت تابؔ جو اس وقت اردو کے ممتاز شعراء میں سے تھے اصلاح لیا کرتے تھے۔ مولانا جنیدیؒ نے نعت وغزل ودیگر اصناف سخن میں کلام موزوں کیا ہے۔ (۱۴)

حضرت مولانا مفتی حافظ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے (خلق الموت و الحياة ليبلوكم أيكم احسن عملاً) اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمالے کہ تم میں کون حسن عمل کا حامل ہے۔ حضرت مولانا ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ حسن عمل کا نمونہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''خیر کم من تعلم القرآن و علمه '': تم میں بہترین وہ شخص ہے جس نے قرآن حکیم کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ حضرت کی ساری زندگی اسی میں گذری۔ اور اس کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ جامعہ نظامیہ کے کے وہ ممتاز عالم اور قابل فخر فرزند تھے۔

آپ کی ولادت 7 ربیع الثانی کو بلدۂ حیدرآباد میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کے پیر ومرشد حضرت سید عمر حسینی قادریؒ صاحب تفسیر قادری کے ارشاد پر آپ کا نام ''محمد ولی اللہ قادری'' ہے۔ مدرسہ حفاظ مکہ مسجد سے حفظ قرآن وقراءت کی تکمیل کی تھی۔ آصفجاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں نے اپنے ہاتھوں سے مکہ مسجد کے جلسہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر تکمیل حفظ قرآن کے صلہ میں حضرت کو خلعت عطاء کی تھی۔ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مبارکبادی کے بعد کہا کہ اس بچہ کو عالم بننا چاہئے اور حکم دیا کہ انہیں ماہانہ دس روپئے وظیفہ دیا جائے۔ مولانا ممدوح کو یہ وظیفہ سات سال تک جاری رہا۔ مولانا جامعہ نظامیہ

میں شریک تعلیم ہوکر فارغ التحصیل ہوئے، حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن بن محفوظ سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی اور بعد میں انہی کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔علماء میں منفرد اور حفظہ وقراء میں ممتاز مقام رکھتے تھے، خوبیوں اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے، وہ ایک دانشور اور دیدہ ور شخصیت تھے۔ بقول شاعر:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا چمن میں دیدہ ور پیدا

تحفیظ قرآن اور تدریس علوم کو مقصد حیات بنایا، دن ورات صبح وشام اسی میں مصروف ومشغول رہتے تھے، آپ کے ارشادات وملفوظات سے ذہن وفکر کو جلاء ملتی تھی۔ ثقافت ذہنی میں اضافہ ہوتا۔ حضرت مولانا اسم با مسمیٰ ''ولی اللہ'' تھے، وہ اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی سید مخدوم حسینی قادری کے رطب اللسان تھے، تقریر وتحریر، وعظ وتذکیر اور سیاست میں حصہ نہیں لیا کرتے تھے، شعرو شاعری میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے:

ولو لا الشعر العلماء یزری
لکنت أشعر من لبید

البتہ کتب کی جمع، خرید وفروخت سے آپ کو دلچسپی تھی

جب آصفی حکومت نے مدرسہ نظامیہ کے لئے جدید عمارت کی تعمیر کا آغاز کیا تو یہ مدرسہ اقبال الدولہ کی دیوڑھی میں منتقل ہوا۔ سقوط حیدرآباد کا زمانہ ہے، اس وقت میں جماعت چہارم کا طالب علم تھا، اپنی بڑی بہن کے گھر ہمت پورہ سے مدرسہ آیا جایا کرتا تھا دیوڑھی کی دوسری اندرونی گیٹ کے پاس بازو کے روم میں مولانا حافظ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی درس دیا کرتے تھے، غالبًا مولانا کا نیا نیا تقرر تھا، اس وقت کے تحتانوی اساتذہ میں حضرت مولانا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا شبیر علی صاحب علیہ الرحمۃ وغیرہ تھے۔ پہلی بار حضرت کو وہاں دیکھنا ہوا، مسلمان اس وقت نہایت نامساعد حالات سے گذر رہے تھے، جب جدید عمارت کی تعمیر پوری ہوگئی تو مدرسہ اس میں منتقل ہوگیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ ومعتمد، مولانا مفتی محمد عبدالحمید نائب شیخ الجامعہ تھے۔ مولانا محمد فیض الدینؒ ابن مفتی محمد رکن الدینؒ صدر مؤدب تھے، جو بعد کو پاکستان چلے گئے۔ امیر جامعہ نواب محمود یار جنگ کے بعد نواب مقصود جنگ کو امیر جامعہ بنایا گیا۔ محترم جناب سید زین العابدین جامعہ نظامیہ کے معتمد مقرر کئے گئے، اب جامعہ مالی دشواریں سے گذر رہا تھا حکومت کی کسی قسم کی کوئی امداد نہ تھی۔ علماء اور بالخصوص انجمن طلباء قدیم امیر جامعہ کے خلاف زبردست مہم چلا رہے تھے کہ وہ جامعہ نظامیہ کے بہی خواہ نہیں ہیں، انہیں جامعہ کی ترقی اور استحکام میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ غرض کہ نواب مقصود جنگ جامعہ نظامیہ کے مخلص نہیں ہیں، وہ جامعہ نظامیہ کو ایک اورنیٹل کالج میں بدل دے کر اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم کیلئے طلبہ کو دارالعلوم دیوبند بھیجنا چاہتے ہیں۔ چونکہ نواب مقصود جنگ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اس لئے وہ جامعہ نظامیہ کو دیوبند کا ایک ذیلی ادارہ یا ملحقہ کالج بنا دینا چاہتے تھے۔ مولانا حافظ ولی اللہ بھی امیر جامعہ کے خلاف اس مہم کے ایک مؤید رہنما تھے، ان کی دکان میں طلباء قدیم جمع ہوتے اور رائے مشورے ہوتے۔ بنا بریں امیر جامعہ نے انہیں جامعہ اور تدریسی خدمت سے سبکدوش کردیا۔ مولانا نے غالب جنگ مسجد، رکاب گنج میں (نزد پٹیل مارکیٹ) دارالعلوم نعمانیہ قائم کیا جو آج بھی حضرت کے شاگردوں کے ہاتھوں فروغ پا رہا ہے۔

قرآن کریم کو مولانا نے مقصد حیات اور حرز جان بنایا۔ دن اور رات صبح وشام قرآن کے سننے اور سنانے میں مشغول رہے اور درس وتدریس میں رہے، یہی شغف وظیفہ تھا آپ کے شاگردوں میں بے شمار حفاظ وعلماء دنیا میں مصروف دین ہیں۔ بے حساب خصوصیات کے حامل تھے۔

دامان نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار توز دامان گلہ دارد

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان لکل شئی شرفا و بھاءً یتبا ھون بہ و ان بھاء امتی و شرفھا القرآن ''ترجمہ: ہر قوم کیلئے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے جس پر وہ فخر ومباہات کرتی ہے۔ اور جو چیز میری امت کیلئے شرف اور لائق افتخار ہے، وہ قرآن ہے۔ حضرت کی قرآن وعلوم قرآن سے وابستگی رہی، ہم سب مولانا کے علم و ادب، فکر و درس کے خوشہ چیں ہیں۔ حضرت کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔

مسجد گنڈے مرزا میں کئی سال مولانا کے پیچھے تراویح میں شریک رہا، کئی معززین بالخصوص مولانا سید عبدالوکیل جعفری مرحوم سابق معتمد جامعہ نظامیہ، ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب مرحوم، (صدر شعبہ فلسفہ عثمانیہ)، مولوی خیرالدین صاحب وکیل مرحوم، مولوی سید عبداللہ صاحب شطاری مرحوم، حضرت علیم پاشاہ صاحب شرفی مرحوم، مولانا حافظ محبوب علی صاحب مصحح دائرۃ المعارف وغیرہ ایسی کئی شخصیتیں بڑے اہتمام سے نماز تراویح میں آتی تھیں۔ حضرت مؤثر اور دل نشین انداز میں قرآن سناتے تھے۔ آخر سورتوں کی تلاوت میں رقت طاری رہتی۔ وہ ایک کامیاب وممتاز استاذ، مفتی اور شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ تھے۔ بیش بہا خدمات انجام دیں۔

جب میں عازم حج وزیارت ہورہا تھا کہ حضرت سے ملاقات کی، دعاء کیلئے گیا تو فرمایا: حج فریضۃ العمر ہے، گھر میں ان بیاہی لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں مگر بعض لوگ کثرت سے بار بار جاتے ہیں، عرض کیا کہ یہ میرا پہلا حج ہے، پہلے مدینہ منورہ روانگی ہے اس کے بعد مکہ مکرمہ۔ فرمانے لگے: میرا حج بھی ایسا ہی ہوا، پہلے مدینہ منورہ اور بعد مکہ مکرمہ حج کیلئے روانہ ہوا۔ حضرت ایک کیفیت اور بھرائی ہوئی آواز میں یہ شعر پڑھنے لگے:

یا رسول اللہ خذ بیدی
مالی سواک فی الدارین معتمد

زمانۂ طالبعلمی سے مجھے حضرت سے گہرا لگاؤ اور قلبی تعلق رہا ہے۔ چنانچہ میں ایک شب محو خواب تھا، صبح صادق کے وقت مجھے خواب پڑا کہ میرے گھر کی گیٹ کا دایاں ستون گر گیا ہے۔ جب میں گھر اندر سے گیٹ کے پاس آیا تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا: ''ارے یہ کون کرے''۔ بس۔ فون کی گھنٹی بجی، آنکھ کھل گئی، میں فون اٹھایا تو فون پر حضرت کے بڑے فرزند مرشد میاں صاحب نے اطلاع دی کہ آج رات تین بجے والد صاحب کا وصال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ واقعی مولانا میرے لئے ایک سہارا اور ستون تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے۔ اعلیٰ علیّین میں جگہ عطاء فرمائے۔ اپنی رحمتوں میں ڈھانک لے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اللھم نسألک ان تجعل القرآن ربیع قلوبنا و نور صدورنا و جلاء احزاننا و ذھاب ھمومنا و غمومنا آمین .

آھن علی الأعلام کیف تغیبوا
بقی الذین حیاتھم لا تنفع(۱۵)

مولانا مفتی محمد عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ صدی کے نصف میں 31 جنوری 1956ء میں مولانا مفتی محمد عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ وطناً دکنی، نسباً شیخ، مسلکاً حنفی، مشرباً صوفی، مکتباً نظامی، منصباً استاد و مفتی تھے۔ مولانا علیہ الرحمہ نے اپنی حیات کے سفر میں جتنے سنگ میل پار کئے ان میں والدین کریمین کی شفقت و محبت، وراثت، ماحول، اساتذہ کی تربیت، الفاظ کے شناور اور معانی کے پیکر شیوخ کی نظرِ کیمیا اثر کا فیض سبھی کا اس میں حصہ رہا اُسی طرح جس طرح قطرہ کے گہر بننے تک قدرتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں لیکن مولانا المکرّم کے گہر بننے کا جہاں تک سوال ہے بلا خوف تردید اس میں اُن کی مادر علمی جامعہ نظامیہ کا بھی مرکزی رول رہا ہے جوان کی شناخت و پہچان اور سرو قد ٹھہرنے، باحوصلہ بنانے، علم کے موتی رولنے، شعور و آگہی کے اقفال کھولنے، بات کو تولنے اور بولنے اور اس کو فکر و روح میں اتارنے کا جوہر انھوں نے یہیں سے سیکھا تھا۔ ان کا طائر روح یہیں پر آکر لاہوتی نغموں سے آگاہ ہوا۔ علم و عرفان کے راز اُن کے سینہ پر اسی کے سبب آشکار ہوئے، تحقیق و تدقیق کا دروازہ یہیں پر کھلا، تشکیک کے کانٹے یہیں دور ہوئے، یقین کا جام یہیں ملا، علم کی تشنگی کی سیرابی یہیں ہوئی اس لیے اپنے والد گرامی قدر جناب محمد محمود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کم عمری ہی میں دین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انہوں نے اس دانشگاہ کا رخ کیا جہاں علما و فضلاء کا علمی و تحقیقی سکہ ہند مہاساگر سے لے کر عرب ساگر تک حیدرآباد کی رود موسی سے لے کر بغداد کی رود دجلہ تک عام و تام اور نیک نام تھا۔ مولانا نے یہاں ابتداء سے لے کر تخصص کے درجہ تک بڑی محنت، کدوکاوش، بڑے سرد و گرم، نشیب و فراز سے گذار کر تعلیم حاصل کی تھی۔ جامعہ نظامیہ کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ یہاں کسی بھی قسم کی عصبیت سے پاک علمی و تحقیقی ماحول بنا رہتا ہے۔ درس نظامی کے تسلسل کو جاری رکھنے والی اس ادب گاہ میں حنفی طلبہ کی اکثریت میں شافعی حنبلی و مالکی طلبہ بھی تحصیل علم میں مشغول رہتے ہیں۔ اس طرح علم کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں کیونکہ چراغ سے چراغ جلتا ہے دیے سے دیا روشن ہوتا ہے جہالت و پسماندگی عداوت و دشمنی کے زہر کا علاج علم صحیح کے تریاق کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ مولاناؒ کارگاہِ حیات میں مادر علمی کے اسی نکتہ کی تشریح کے نقیب و ترجمان بنے رہے اور مختلف عنوانات کے ذریعہ عوام بالخصوص مسلم معاشرہ میں پائی جانے والی چھوٹی بڑی، انفرادی اجتماعی، مذہبی و معاشرتی برائیوں کے سدباب، مسائل کے حل، شکوک کے ازالہ، شبہات کے خاتمہ، اعمال خیر کے فروغ، روحانی اقدار، علمی تہذیبی روایات کے پھیلانے میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔

مولانا المکرّم فطری طور پر مرنجان مرنج، نجیب و مجیب، مومن سادہ اور علم سعادہ کے جیتے جاگتے پیکر تھے۔ جھوٹ سے نفرت، وعدہ خلافی سے گریز، خیانت سے دور، غرور و تکبر سے اعراض، خودستائی سے کنارہ کش، دورخی پالیسی سے خالی، حسد سے پاک، بخل سے بعد، فضول خرچی سے محترز، دوسروں کی تحقیر سے مجتنب، دلآزاری سے منزہ، عیب جوئی سے مبرا ہونا یہ ایسی صفات ہیں جس کا انسان کی تعمیر و تشکیل میں زبردست رول ہوتا ہے۔ مولانا المکرّم سے حسنِ ملاقات رکھنے والے سبھی افراد اس بات کی گواہی دیں گے کہ مذکورہ صفات ان کی شخصیت کا ایسا حصہ تھیں جس کے بغیر ان کا وجود ادھورا اور نامکمل کہلائے گا۔

مولانا مفتی مغفور کے کارنامہ حیات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ نکتہ سامنے آئے گا کہ جس مادر علمی میں مولانا نے زانوئے ادب تہہ کیا

جس کے درودیوار کے سایہ میں جسماً وعلماً بالغ ہوئے اور پھر قسمت کی یاوری ان کو علمی خدمات کا زرین موقع نصیب ہوا جس کا مولانا کو بہت خیال تھا چنانچہ اپنی ملازمت کے دوران ان تین اصولوں پر وہ بہت سختی سے پابندی کرتے تھے۔ بحیثیت ایک استاد بغیر مطالعہ وہ درس نہیں دیتے تھے، دوسرے پابندی کیا کرتے تھے، تیسرے انتظامیہ کے معاملات میں انہوں نے کبھی مداخلت نہیں کی۔ چاہے گفتنی ہو کہ ناگفتنی، انہوں نے خدمت کو ترجیح دی صلاحیت، قابلیت، استعداد، محنت، اساتذہ وشیوخ و ارباب جامعہ کی سرپرستی میں استاد سے نائب شیخ، نائب شیخ سے شیخ بنے اس کے علاوہ نائب مفتی کی حیثیت سے بھی جامعہ نظامیہ کے عظیم دارالافتاء میں یادگار خدمات انجام دیں۔ خصوصاً علم الفرائض یعنی میراث ترکہ میں ان کو بڑی مہارت تھی۔ ویسے مولانا کا اصل میدان درس وتدریس تھا وہ طلبہ میں بے حد مقبول تھے ہمیشہ تلامذہ میں گھرے رہتے تھے، طالبات کی ایک کثیر تعداد نے بھی اُن سے بہت کچھ سیکھا، پڑھا، حاصل کیا۔

مولانا کو جامعہ نظامیہ کے علمی سرمایہ سے مالا مال عظیم کتب خانہ کی میزوں پر مصروف مطالعہ دیکھا گیا جہاں وہ اپنے علم وفضل میں اضافہ اور پیشرو اہلِ علم کے خزانوں کے موتیوں سے ذہن ودماغ کو آراستہ کررہے ہوتے تاکہ اپنے تلامذہ کو علمی رموز سے آگاہی بخشیں۔

مولانا کو علوم حدیث وفقہ سے والہانہ دلچسپی اور روحانی وفطری وابستگی تھی جسے انہوں نے اپنے اساتذہ وشیوخ کرام سے بہت ہی محنت سے حاصل کیا تھا۔ ان کے شیوخ اختصاص واخلاص کا پیکر تھے جنھوں نے اپنا علم انہوں نے اپنے تلامذہ کے سینوں میں انڈیلنے کی کی سعی فرمائی۔ مولانا نے یہ راز اپنے انہی شیوخ سے حاصل کیا تھا کہ علم کتابوں، مدرسوں، یا زروجواہر کے خزینوں سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ دین، دینی فہمی، دین داروں، کامل اساتذہ کی نظر سے علم پیدا ہوتا ہے اور تبحر وتفکر بھی یہیں سے جنم لیتا ہے۔

مولانا کو دیکھا گیا کہ کسی بھی جگہ اپنے فرائض منصبی سے غافل نہیں رہے۔ یہاں تک کہ اپنی علالت کے دوران بھی انہوں نے اس کو نبھانے کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود بھی ان کا تاثر یہ تھا کہ

کیا فائدہ فکر و بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ترے کرم سے ہوا
جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

مولانا المکرّم کو ذوق عبادت ولذت سجدہ بھی حاصل تھا۔ معمول کی زندگی میں تو یہ عروج پر تھا لیکن دوران علالت بھی یہ رنگ عبادت ان پر چڑھا رہا چنانچہ اپنی علالت کے دوران جب وہ عدمِ توازن کی بناء پلنگ سے نیچے آرہے دیکھنے والوں نے دیکھا اور سنا کہ مولانا نے اپنے سرکو مولا کی بارگاہ میں جھکا دیا ہے اور مسلسل استغفار ان کی زبان پر جاری ہے۔ **استغفر الله ، استغفر الله** وہ برابر پڑھتے جارہے ہیں اپنے اس عمل سے گویا باہر کی دنیا کو جلیلؔ نظامی کے بقول یہ بتانا چاہتے تھے کہ

لائقِ مدحت و ثناء تو ہے
بادشاہ روزِ حشر کا تو ہے
جس سے سجدہ لیا گیا میں ہوں
جس کو سجدہ کیا گیا تو ہے

مولانا مفتی عبدالقدوس نے شریعت مطہرہ پر چلتے ہوئے اپنی ڈیڑھ سالہ علالت کے بعد 26 اگست 2005ء داعی اجل کو لبیک کہا اس طرح بزم ملت اسلامیہ کا ایک چراغ گل ہوگیا۔(۱۶)

حواشی وحوالہ جات

(۱) مضمون بقلم: حضرت سید شاہ حبیب پادشاہ قادری مخدومی، سجادہ نشین بارگاہ حضرت مفتی مخدوم حسینیؒ

(۲) تلخیص از معجزات القرآن مطبوعہ 1956ء خانقاہ جیلانیہ مستعد پورہ حیدرآباد دکن

(۳) مضمون بشکریہ: مولانا سید غوث محی الدین نصر الحق قادری، مرتب اربعین عندلیب

(۴) تلخیص: بشکریہ روزنامہ سیاست مورخہ ۵/۶/۲۰۰۱، مضمون نگار محمد عبدالرزاق سلیم بی کام عثمانیہ یونیورسٹی

(۵) نصاب اہل خدمات شرعیہ، صفحہ نمبر 557, 558، شائع کردہ مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد، مارچ 2004ء

(۶) اقتباس مضمون مولانا خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

(۷) مضمون بشکریہ جناب قاری عبدالقادر صاحب فرزند حضرت مولانا قاری عبدالباری صاحبؒ خطیب جامع مسجد سکندرآباد۔

(۸) بشکریہ: جناب محمد رضوان اللہ یزدانی، اولیاء اللہ کے آستانے قومی یکجہتی کے مظہر، ص 147 تا 155 مطبوعہ 2006ء

(۹) روزنامہ منصف، حیدرآباد۔ ڈاکٹر حمید اللہ خصوصی اشاعت مورخہ 6/جنوری 2005ء

(۱۰) مضمون: محمد فصیح الدین نظامی، لائبریرین جامعہ نظامیہ حیدرآباد

(۱۱) اردو شعر و ادب کے فروغ میں فرزندان نظامیہ کا حصہ ص ۱۴۵ تا ۱۴۷

(۱۲) اردو شعر و ادب کے فروغ میں فرزندان نظامیہ کا حصہ ص ۱۵۴ تا ۱۵۶

(۱۳) اردو شعر و ادب کے فروغ میں فرزندان نظامیہ کا حصہ ص ۱۳۹ تا ۱۴۱

(۱۴) بشکریہ: روزنامہ سالار، بنگلور، 12 جنوری 2003ء

(۱۵) سالنامہ انوار نظامیہ 2007ء مضمون پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب

(۱۶) یہ مقالہ بیاد مولانا مفتی محمد عبدالقدوس صاحب بمقام انوار العلوم لطیفیہ تالاب کٹہ، حیدرآباد۔ ۲۰۰۶ء میں شاہ محمد فصیح الدین نظامی نے پڑھا۔

☆☆☆

ارض دکن پہ مرکز انوار کی طرح

حضرت رحمت بخاری نظامیؒ

ارضِ دکن پہ مرکزِ انوار کی طرح
ظلمت کدہ میں نور کے مینار کی طرح

آتشکدہ میں دہر کے رحمت نظامیہ
کہدو کہ ہے خلیل کے گلزار کی طرح

آج ہے مسرور ہر خورد و کلاں
ذرہ ذرہ سے مسرت ہے عیاں

گلستان جامعہ پر ہے بہار
یوں اتر آئی زمین پر کہکشاں

سب فضیلت جنگ کا احسان ہے
آج ورنہ ہم کہاں اور تم کہاں

آؤ سب ملکر منائیں دھوم سے
جشن ہے یہ ایک سو پچیسواں

☆☆☆

جامعہ نظامیہ کا علمی و ادبی منظر نامہ

بقلم: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد، دکن

ادب کسی بھی قوم کی دینی فکری، ثقافتی اور سماجی زندگی کا پرتو ہوتا ہے۔ اعلیٰ ادب خواہ کسی بھی زبان کا ہو وہی ہے جو اپنی قوم کی زبان و ثقافت سے وابستہ رہ کر لسانی خوبیوں اور اسلوبی ندرتوں کے ساتھ قومی شعور کی واضح عکاسی کرتا ہو۔ برصغیر ہند پاک میں اسلامی تمدن کا سب سے بڑا مظہر اردو زبان رہی ہے۔ خصوصاً اس کے نثری اسلوب کی تشکیل میں علوم دینیہ کے حلقے سرگرم عمل رہے ہیں۔ اردو کے تشکیلی عہد کے ابواب کا مطالعہ بڑے تاریخی اور عمرانی پس منظر کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ موسس جامعہ نظامیہ مولانا الامام انوار اللہ فاروقی (1847 تا 1917ء) اردو کے اسی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو علم و ادب کا ذوق ورثے میں ملا تھا۔ متعدد موضوعات پر محیط آپ کی کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا طرز بیان عالمانہ وصوفیانہ دائرہ میں رہتے ہوئے بھی ادبی رنگ اختیار کر گیا ہے۔ مجاہد اردو ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ (جن کی والدہ بشیر النساء بیگم فضیلت جنگ کی رشتہ دار تھیں) اپنی کتاب ''داستانِ ادب حیدر آباد'' میں لکھتے ہیں۔ پچاس سے زیادہ کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں اور چھپوائیں اردو اور فارسی کے شاعر بھی تھے۔ انورؔ تخلص کرتے تھے۔ ان کے کلام کا ایک مجموعہ ''شمیم الانوار'' چھپ چکا ہے اور دوسرے کا قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں محفوظ ہے''۔ سرسید خاں، شبلی نعمانی، حالیؔ، داغؔ دہلوی، امیرؔ مینائی، احمد رضا خاں رضاؔ، اقبال یار جنگ اقبالؔ، مظفر الدین معلیؔ، کشن پرشاد شادؔ، تمکینؔ کاظمی کے والد تجلیؔ آپ کے ہم عصر تھے۔ دور حاضر کے عظیم نقاد و معتبر ادیب ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں ''علامہ انوار اللہ انورؔ کے کلام میں کلاسیکی پختگی اور مشاقی قدم قدم پر نمایاں ہے، زبان نہایت ٹکسالی اور با محاورہ ہے''۔

ڈاکٹر عقیل ہاشمی صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی رقم طراز ہیں:

''حضرت فضیلت جنگ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ وہ اپنے لکھنے والے کے ارادے، عزم اور جذبہ اخلاص کی بھرپور غمازی کررہی ہیں۔ ان بیش بہا کتب کی تفصیلات کا جاننا مسلمانوں کی بہترین بیداری اور اتحاد کے لیے لازم ہے لیکن اس مرحلہ پر محض ان کتابوں کے نام ہی ان کی عظمت کو کافی ہے۔ جیسے رسالہ مقاصد الاسلام (گیارہ جلدیں)، انوار احمدی، حقیقۃ الفقہ دو جلدیں، الکلام المرفوع، رسالہ وحدت الوجود، کتاب العقل کے ساتھ افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوہام (دو جلدیں) بطور خاص مسلمانوں کے حق میں نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ ان کتابوں میں سے ہر ایک کتاب اپنے مسلک، معیار اور مضمون کی نوعیت سے حضرت انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ

تعالیٰ علیہ کا شاہکار ہے۔ مقاصد الاسلام کی گیارہ جلدوں کے قطع نظر انوار احمدی میں میلاد، فضائل و آداب رسالت کو مدلل بیان کیا گیا ہے جب کہ حقیقۃ الفقہ، فقہاء کا منصب اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم شخصیت کا خاکہ اور افادۃ الافہام محض ردقادیانیت کے سلسلہ میں حرف آخر کی صورت ہے''۔ (علامہ انوار اللہ فاروقی ایک عظیم شخصیت، مضمون تحریر کردہ 1995ء)

پروفیسر محمد اکبرالدین صدیقی تحریر کرتے ہیں:

''فضیلت جنگ بہادر کی تمام زندگی علم و ادب اور مذہب کی خدمت و تبلیغ میں گزری۔ چوں کہ مولانا کا خاندانی تعلق ناندیڑ سے ہے اس لیے آپ کی ذات پر اہلیانِ ناندیڑ جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔

مولانا کی زندگی اور خدمات اور معلومات مذہبی وغیرہ ان معترضین کے لیے دنداں شکن جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ناندیڑ بنجر و سنگلاخ زمین ہے اور اس سرزمین میں علم و ادب کا کوئی پودا پروان نہیں چڑھ سکتا''۔ (تاریخ ناندیڑ دکن ص 85، مطبوعہ 1961ء ناشر ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد)

اس موضوع پر ڈاکٹر عبدالحمید اکبر (گلبرگہ) نے اپنے تحقیقی مقالہ ''حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی، شخصیت علمی و ادبی کارنامے'' جس پر پونہ یونیورسٹی نے 1995ء میں موصوف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اردو زبان و ادب کی خدمت اور فروغ و اشاعت کے لیے ''مجلس اشاعت العلوم'' کے نام سے ایک ادارہ 1911ء میں قائم کیا گیا۔ جامعہ نظامیہ کیمپس میں واقع اس مجلس سے اب تک 135 کتب منظر عام پر آ کر مقبول عام اور متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں اکثر اردو زبان میں ہیں۔ تمکین کاظمی کے بقول یہ ایک احسان عظیم علم و ادب پر مولانا انوار اللہ فاروقی کا ہے۔

''کتب خانہ آصفیہ'' کا شمار برصغیر کے مشہور کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ کتب خانہ قائم کئے جانے کی تحریک بھی فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ فاروقی نے فرمائی۔ ملا عبدالقیوم اور عماد الملک سید حسین بلگرامی کی تائید سے 1308ھ میں کتب خانہ آصفیہ قائم کیا گیا جس سے عوام علمی و ادبی استفادہ کرتے ہیں۔ 1960ء سے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری سے موسوم کیا گیا۔

''دائرۃ المعارف'' نے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں کہ جس کی بناء پر ہندوستان کا نام دنیا کے جغرافیہ میں نمایاں ہوا ہے۔ مصر کے ممتاز اسکالر سید رشید رضا بھی اسے دیکھ کر متاثر ہوئے۔ 1891ء میں قائم کئے گئے اس تحقیقی ادارہ کے روز اول سے ہی آج تک فرزندانِ جامعہ نظامیہ خدمات انجام دیتے آ رہے ہیں۔ یہ ادارہ بھی جامعہ نظامیہ کی ادبی و علمی خدمات کا مظہر و نشان بنا ہوا ہے۔ دائرہ کی پہلی مطبوعہ کتاب ''**کنز العمال**'' ہے جس کو ہزاروں روپے خرچ کر کے موسس جامعہ مدینہ منورہ سے 1307ھ میں نقل کروا کر اپنے ساتھ دکن لے آئے تھے، اس مخطوطہ کی آٹھ ضخیم جلدیں کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہیں۔

جامعہ نظامیہ کی ادبی خدمات کے دائرہ کو وسیع کرنے میں یہاں کے فرزندوں کے علاوہ مختلف اداروں انجمنوں کے قیام نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔

جامعہ نظامیہ کے علمی و ادبی ذوق کی پہچان کا ایک نام ''**مجلس احیاء المعارف النعمانیہ**'' ہے۔ علامہ ابوالوفاء افغانی اس ادارے کے روح رواں تھے۔ اس مجلس کے ذریعہ امام ابویوسف کی ''کتاب الاثار'' کا پہلی مرتبہ دنیائے علم کو علم ہوا۔ مصر کے مشہور محقق

علامہ زاہد الکوثری 1350 تا 1370ھ اس کے معاون اور رہنما اور شیخ رضوان محمد رضوان وکیل رہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا یوسف بنوری اس کے رکن تھے۔ علمی دنیا کے تحقیقی سرمایہ میں اس ادارے نے کئی عمدہ کتابوں کا اضافہ کیا ہے۔ مولانا ابوبکر محمد الہاشمی (صدر جمہوریہ ایوارڈ یافتہ 2007ء) کی سربراہی میں یہ ادارہ اپنے مقصد قیام کی تکمیل کررہا ہے۔

علمی دنیا کا وہ کونسا شخص ہے جو ڈاکٹر حمید اللہ سے واقف نہیں اردو، فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی زبانوں میں آپ کی تحقیقات دانشوروں سے خراجِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔ حکومت سعودی عرب نے آپ کے فرانسیسی ترجمہ قرآن کونہایت اہتمام سے لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا ہے۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ جامعہ نظامیہ کے سند یافتہ مولوی کامل ہیں۔

علم وادب کا فروغ ابناء جامعہ نظامیہ کا محبوب مشن رہا ہے۔ ''**لجنة انوار المعارف**'' اس کی ایک بہترین مثال کہی جاسکتی ہے، اس ادارہ سے مختلف علوم وفنون کی 12 کتب شائع ہوچکی ہیں۔ بعض کتب کو پہلی مرتبہ شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ جامعہ نظامیہ کے ممتاز فرزند مولانا حافظ عزیز بیگ نظامی مرحوم اس کے بانی مبانی ہیں۔

علوم کی توسیع واشاعت میں ذریعہ تعلیم کی بنیادی اہمیت کے پیش نظر 1405ھ میں ایک علمی ادارہ ''**المعهد الديني العربي**'' کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس ادارہ کے بانی، جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد خواجہ شریف قادری مدظلہٗ ہیں جو علم حدیث میں دسترس رکھنے کے علاوہ عربی واردو زبان کے بلند پایہ شاعر وادیب بھی ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے ابتدائی دور کی ادبی شخصیتوں میں حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ آپ موسس جامعہ کے تلمیذ رشید اور بہترین ادبی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل آپ کے فتاویٰ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی مسائل کے بیان کرنے میں بھی آپ نے اردو زبان و ادب کی سلاست، فصاحت و بلاغت کو برقرار رکھا ہے۔ اس کے علاوہ موسس جامعہ کے حالات وکارناموں پر مشتمل کتاب ''**مطلع الانوار**'' بھی آپ کی عمدہ تحریر کا نمونہ ہے۔

مولانا مفتی سید مخدوم حسینیؒ کا نام جامعہ کی ادبی تاریخ میں ہمیشہ تابندہ رہے گا۔ آپ کی تصانیف اردوئے معلیٰ کا بہترین نمونہ قرار دی جاسکتی ہیں۔ معروف مورخ وادیب مولانا سید سلیمان ندوی بھی آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ آپ کی اکثر تصانیف اردو میں ہیں جن میں

مخدوم الاعجاز شرح مثنوی گلشن راز

برہان الدین

خادم مخدوم

مخدوم الانساب

خیر الارشاد

ضرورت المسلمین

مخدوم الکمال فی شان الجلال والجمال

کرامات محبوب سبحانی شامل ہیں۔

آپ اردو کے علاوہ عربی کے شاعر بھی تھے۔

''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' کے مصنف پروفیسر مارگولیتھ نے 1912ء میں جب حیدر آباد کا دورہ کیا اور ایک مقام پر عربی زبان میں

عمدہ تقریر کی، جامعہ نظامیہ کے استاد علامہ ابراہیم ادیبؔ رضویؒ نے نظم کی شکل میں جوابی تقریر فرمائی۔ مارگولیتھ آپ کی حاضر جوابی فی البدیہ شعر گوئی اور طلاقت لسانی و ادبی صلاحیت پر حیران رہ گیا۔ آپ نے ''لامیۃ العــــرب'' جیسی ادق کی کتاب کے مقابلہ میں ''لامیۃ الدکن''، لکھی۔ مشہور مصری محقق المی لطیفی نے یہ تاریخی جملہ کہا تھا کہ ''اگر میں حیدرآباد آکر مولانا سے نہ ملتا تو یہ سمجھتا کہ ہندوستان میں کوئی عربی زبان کا ادیب ہی نہیں ہے'' آپ کی اردو اور عربی بیس تصانیف میں اکثر شائع ہوچکی ہیں آپ کے فرزند گرامی علامہ مولانا سید طاہر رضویؒ شیخ الشیوخ بھی بلند پایہ ادیب و شاعر تھے۔ آپ کی تصنیف ''قصیدہ ھمزیہ''(عربی) عثمانیہ یونیورسٹی و جامعہ نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ 1995ء میں حج کے موقع پر آپ نے فی البدیہہ (عربی) اشعار تحریر کر کے دنیا بھر کے منتخب علماء کو حیرت میں ڈال دیا، آپ کے اردو مضامین کو''مقالات طاہرؔ'' کے نام سے راقم الحروف نے مرتب کیا جو بشمول حالات 250 صفحات پر مشتمل ہے۔ 1996ء میں ادبی خدمات پر آپ کو صدر جمہوریہ ایوارڈ دیا گیا۔

حضرت مفتی شیخ سالم بن صالح باحطابؒ کی کتابیں الدر الثمین و کتاب الوصیہ علمی و ادبی تاریخ کا بہترین ورثہ ہیں۔ مصر سے شائع ہونے کے بعد ہندوستان میں محبّ علم و ادب جناب عزان بن عود جابری کے زیر اہتمام جدید انداز میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے ادبی سفر کو آگے بڑھانے میں مولانا سید محمد شطاریؒ کا نام سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ انقلابی فکر و نظر کے حامل عالم تھے۔ اردو ادب میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ تفسیر معجزات القرآن، مقسمات القرآن کے نام سے جدید انداز کی دو تفسیریں اردو میں تحریر کیں، فن تصوف میں ''ہدایات الشیوخ'' نامی کتاب لکھی جو علامہ فضیلت جنگ کے حسب الحکم شائع بھی ہوئی، حروف مقطعات اور خطبات جمعہ بھی آپ کی بہترین تصانیف شمار کی جاتی ہیں۔

مولانا ابوالخیر کنج نشین مرحوم کو جامعہ کے ادبی میدان کا شہسوار کہا جاسکتا ہے۔ کئی سال تک ماہنامہ ''مجلّہ نظامیہ'' ان کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا دیگر تصانیف میں

انسانی معاشرہ کے اسلامی اصول

آزاد ہندوستان

سراپائے مبارک

تاریخ دستور آصفی

سالنامہ نظامیہ

روح کی حقیقت

سیرت محمدی و دیگر کتب شامل ہیں۔

ان کے علاوہ جامعہ کے ادبی سرمایہ میں جن ابناء جامعہ نے بیش قیمت اضافہ کیا ان میں مولانا حکیم محمود صمدانی مرحوم کی مختلف موضوعات پر 40 کتب ہیں۔

مولانا مفتی محمد رحیم الدینؒ مفتی صدارت العالیہ سرکار عالی کی

صفة الحج

دعوۃ الاخوان لاحیاء المعارف النعمان

فتاویٰ صدارت العالیہ (دو جلد)

مسئلہ فاتحہ

اور حضرت مولانا مفتی عبدالحمیدؒ سابق شیخ الجامعہ کی تصانیف

مسلم پرسنل لا

اسلام میں زکوٰۃ کا نظام

امارت ملت اسلامیہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

معارفِ انوار (سوانح امام انوار اللہ فاروقیؒ)

خطبات حمیدیہ

ترجمہ کتاب الصیام (مذاہب اربعہ)

حضرت مولانا سید پاشاہ حسینیؒ کی ہزار ہا صفحات پر مشتمل تفسیر قادری فصاحت وبلاغت کا شاہکار کہی جاسکتی ہے۔

مولانا قاری عبدالباریؒ، استاذ عربی جامعہ نظامیہ کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن اور ''قرآنی اخلاق'' بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

مولانا سید نور اللہ قادری مرحوم کی تصانیف نے ایک تاریخ بنائی ہے۔ اسرار کلمہ، شاہ میر اولیاء کے بشمول آپ کے تقریباً 200 تراجم وتالیفات شائع ہوئیں۔

مولانا قاری عبدالکریم تسکینؒ کی تعلیم التجوید (دو حصے) المقدمۃ الجزریۃ کا اردو ترجمہ بھی قابل دید ہے۔ آپ جامعہ کے فارغ التحصیل، منتظم وبہترین شاعر بھی تھے۔

پروفیسر مولانا سید عطاء اللہ حسینی ملتانی (پاکستان) جامعہ کے ایک بہترین ادیب وشاعر ہیں۔ آپ کی کئی تصانیف مقبول عام ہیں جن میں

نور الحقیقت

اسلام کی بنیادی تعلیمات

اسلامی نظام

صحن وحدت

معجم القرآن

شاہد الوجود

فتوح الغیب

تشریح تنزلات ستہ

موج خیال (مجموعہ کلام) شامل ہیں۔ صدر شعبہ معارف اسلامیہ گورنمنٹ کالج جامعہ ملیہ ملیر کراچی کے عہدہ پر فائز رہے۔ حکومت پاکستان نے آپ کی علمی وادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اکیڈیمک ایوارڈ دیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا حاجی محمد منیر الدینؒ جن کی شاندار خطابت سے ایک عرصہ تک تاریخی مکہ مسجد حیدرآباد کے محراب ومنبر گونجتے رہے، بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ مشہور مفکر بوعلی سینا کی حیات وخدمات پر ضخیم تحقیقی مقالہ، زجاجۃ المصابیح (مصنفہ حضرت محدث دکنؒ) کا ترجمہ، ابن نباتہ کے عربی خطبات حرمین المعظمین کا مکمل اردو ترجمہ آپ کے بہترین ادبی ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔

مولانا قاری محمد انصار علی قریشی جاویدؒ ایک بہترین ادیب و شاعر کی حیثیت سے جامعہ کی تاریخ میں یاد رکھے جائیں گے۔

جامعہ کے فرزند مولانا الطاف حسین فاروقی الطافؒ نے دائرۃ المعارف میں ایڈیٹر کی حیثیت سے یادگار خدمات انجام دیں۔ آپ بہترین خطیب، ادیب وشاعر تھے۔ آپ کا اردو وعربی کلام جامعہ کی ادبی تاریخ کا حصہ ہے۔ فنِ تجوید پر آپ کا ایک منظوم رسالہ ''شمع تجوید'' 1378ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب کی علمی شخصیت پر جامعہ کو ناز ہے، آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، زبان و بیان پر آپ کو کمال حاصل ہے۔ عہد آصف جاہی میں عربی زبان وادب کی خدمات پر ضخیم مقالہ آپ کی تحقیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا شاہ کار رہے۔ کئی ریسرچ اسکالرز نے آپ کے زیر نگرانی ایم فل وڈاکٹریٹ کی تکمیل کی۔

1998ء میں حکومت ہند نے آپ کی علمی و ادبی خدمات پر صدر جمہوریہ ایوارڈ دیا۔

مولانا حبیب محمد الحسینیؒ کی تصانیف حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم انسانیت، کلمہ طیبہ، اعجاز القرآن، سیرت خلفاء راشدین کو بھی جامعہ کی ادبی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا مفتی سید صادق محی الدین فہیم، ادباء جامعہ میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ آپ کی تصنیف ''انوار حج وعمرہ'' کو ریاستی حکومت نے نہایت اہتمام سے شائع کیا۔ آپ کا حمدیہ نعتیہ منقبتی کلام زیر اشاعت ہے۔ مولانا شمس الدین زماںؔ اپنے پاکیزہ کلام کے ذریعہ ایوان ادب کو زینت دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر سید تنویر الدین خدانمائی کی تصنیف ''قواعد فارسی'' کو ماہرین علم وادب نے منفرد کتاب قرار دیا ہے۔ مولانا سید عزیز اللہ قادری کی تصنیف ''انوار معارف احمد المرتضیٰ'' اور ذخیرۃ العقبی اردو ترجمہ الوسیلۃ العظمیٰ شائع ہوچکے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر سید جہانگیر، مدیر الحراء کی تصنیف **انوار العربیہ التطبیقیۃ** کو ماہرین تعلیم نے سراہا اور رابطہ عالم اسلامی سعودی عرب کے ڈاکٹر حسن بن علی الاہدل نے آپ کے تحقیقی مقالہ پر تحریری مبارکباد دی، آپ کی دیگر تصانیف ومنظوم عربی کلام بھی قابل دید ہے۔

مولانا سید عبدالرشید قادری چشتی سرزمین گلبرگہ میں علمی وادبی وتحریری سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، آپ کو مختلف سمیناروں میں مقالات پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ تصوف کی حقیقت و ماہیت کے موضوع پر ایک جامع تصنیف کے علاوہ آپ کے خطبات عنقریب منظر عام پر آنے کو ہیں۔

مولانا سید شاہ یوسف حسینی نظامی، مدیر ماہنامہ انوار جلالیہ (گوگی شریف) کی ادبی خدمات کا تسلسل جاری ہے۔ ''مثنوی رخ چندا'' کے علاوہ آپ کی دیگر نثری وشعری تصانیف قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں۔

مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری اردو شعر وادب کا ذوق لطیف رکھتے ہیں۔ سالنامہ ''التنویر'' شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی، مجلّہ انوار نظامیہ' جامعہ نظامیہ کے علاوہ مختلف رسالوں اور اخبارات میں آپ کے تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ عربی کے ادیب و شاعر بھی ہیں۔ کئی قومی و بین الاقوامی سمینارز میں آپ نے مقالے پیش کئے۔ التصریف الواضح (دوحصے) آپ کی گرانقدر تصنیف ہے۔ بحیثیت صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی آپ علمی و ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا شیخ محمد عبدالغفور کی اردو زبان میں مختلف موضوعات پر دس تصنیفات و تالیفات شائع ومقبول ہوچکی ہیں، ان کے علاوہ دیگر فرزندان نظامیہ بھی ادبی میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ کی تصنیف تصرف خیر المرسلین کے علاوہ دیگر کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ نیز مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیرؔ وفا، مولانا ابوزاہد سید وحید اللہ حسینی ملتانی، مولانا محمد لطیف احمد، مولانا محمد عبدالحسیب نظامی قادری الموسوی، مولانا اسرار احمد نظامی، مولانا آصف نظامی، مولانا حافظ محمد جواد صدیقی، مولانا محمد حنیف قادری، مولانا حبیب احمد الحسینی، مولانا موسیٰ بن عبدالرحیم، مولانا عبدالرشید جنید (سعودی عرب) اور مولانا محمد انوار احمد نظامی کی ادبی کاوشیں بھی قابل قدر ولائق صد تحسین ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے

عربی شعراء کرام

از: مولانا حافظ محمد قاسم صدیقی تسخیرؔ وفا، استاذ جامعہ نظامیہ، حیدر آباد۔ دکن

جامعہ نظامیہ علم وادب، وجدان وعرفان، علوم احادیث وقرآن کا ایک عظیم گہوارہ اور برصغیر ہندوپاک کا وہ عظیم علمی وروحانی مرکز ہے جو حضرت سیدالاولین والاخرین عالم ماکان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ مبارکہ پر قائم ہے جہاں ان گنت مفسرین ومحدثین فقہاء وادباء مبلغین وواعظین، علوم افتاء کے ماہرین بے نظیر مہارت وکمال حاصل کرکے سارے عالم میں پھیلے اور ہر جگہ علم وعرفان کے چراغ روشن کئے ہوئے مصروف عمل ہیں، ان میں سے اکثر علماء مذکورہ علوم فنون میں مہارت کے ساتھ ذوق شاعری بھی رکھتے ہیں۔ عربی نثر پر قدرت کے ساتھ شعر وشاعری سے بھی ان کو شغف رہا ہے۔ ان میں حضرت یحیٰی بن محمد یافعی، حضرت علامہ سید ابراہیم ادیبؔ، حضرت مولانا مفتی عبدالحمید، حضرت مولانا مفتی سید محمود، حضرت مولانا حاجی منیرالدین رحمھم اللہ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے عربی شعراء کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے زمرے میں درج ذیل شعراء جو اس دار الفناء میں موجود نہیں ہیں۔

(۱) علامہ شیخ صالح باحطابؒ

(۲) علامہ مفتی سید مخدوم حسینیؒ

(۳) علامہ سید ابراہیم ادیب رضویؒ

(۴) علامہ شیخ غلام مرتضیٰؒ

(۵) علامہ مفتی سید محمود کان اللہ لہ

(۶) علامہ شیخ حبیب عبداللہ المدیح الحضرمیؒ

(۷) علامہ مفتی عبدالحمیدؒ

(۸) علامہ حاجی محمد منیرالدینؒ

(۹) علامہ محمد الطاف حسین فاروقیؒ

دور حاضر کے شعراء میں قابل ذکر دو اساتذہ ہیں

(۱) صدر الشیوخ علامہ سید شاہ طاہر رضویؒ

(۲) شیخ الحدیث علامہ محمد خواجہ شریف قادری مدظلہ

<u>علامہ صالح بن سالم باحطاب الحضرمی الشافعی</u> کے والد علامہ سالم بن صالح باحطابؒ اپنے وطن حضرموت سے حیدر آباد منتقل ہوئے اور جامعہ نظامیہ میں معقولات کے مدرس بنے، آپ کے والد کی دو عربی تصنیفات مشہور ہیں

(۱) كتاب الوصية

(۲) الدر الثمين فى اصول الشريعة وفروع الدين۔

علامہ صالح بن سالمؒ بھی شیخ المعقولات بنے اور عرصہ دراز تک ہزاروں طلباء کو اپنے علم سے مستفیض کرتے رہے، ۱۳۷۱ھ میں آپ کی رحلت ہوئی ان کا کلام بطور نمونہ پیش ہے۔

تهنية فى شان البطل المعظم: صاحب السيف و القلم:

كرنل سيد ولايت حسين صاحب بهادر ادام الله عزه واقباله

الهیٰ لک الحمد کما انت اهل له — علیٰ نعم باهرة تنشئها وحکم

نلنا الفرح بعد المكاره والحزن — حمداً له سبحانه مولیٰ النعم

من لم يشكر النعمة خاب و ندم — ومن شكر وجدمألاً حسنا و مختتم

اِن کانَ ینکرها فحسبک انه — هل يصير النور شيئاً يكتتم

لله درک من اميرِ و زعيمِ ماجدِ — بالفهم والعقل وبالسيف والقلم

يا صادقا بقوله وعادلاً بحكمه — ابشر برضیٰ العرب كذاک والعجم

حكمت عدلا فلم تشتم ولم ترِع — عزيز اولا لا فسادِ صغوت بالكرم

نخبة سلطان عريق المفاخر — حباه الا لٰه بعز و مجد من القِدم

لازلت سباقا الٰى الغايات كلها — علیٰ الحساد رغما علیٰ من قد ظلم

وباتيانک الهموم والغموم ادبرت — نشكر المولٰى علٰى زوال الحزن والسقم

ندعو لبطلنا الفرد الذكی دائما — نيلاً للمقاصد والمعالی بالهمم

نظم باحطاب سلک ثمين من درر — يرجوالجزا والمغفرة قولوا نعم

خذ نظم الحقيقة مفصحا بخصالكم — القلوب زينته والوجوه تبتسم

والصلاة والسلام الكاملان ابدا — علی الرسول المصطفیٰ هادی الامم

وعلیٰ الآل والصحب ومن يتبعهم — مادامت المعانی مفهومة من الكلم

۵/اردی بهشت ۱۳۴۲ فصلی

حسب ذیل قصیدہ علامہ مذکور نے

آصف جاہ سابع کی شان میں رقم کیا

ساتھ ہی حضرت سید شاہ ولایت حسین رضوی المدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات وفضائل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

بناء بریں یہ قصیدہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

نورد ینیک مع العلم یقین | من یقل لاَ فانطقوا یا سامعین
اولم یمضِ لنا وقت وحین | فے خطاب لین لیس ھجین
فاحمدوہ واشکروا للمحسنین | لتکونوا للالٰہ شاکرین
وادعوا للسلطان مع اولادہ | آصف الجاہ مبید الظالمین
و مفیض الخیر فیضاً بالیمین | عمر جدواہ الخلائق اجمعین
فولایتؔ حسین من برہ یقین | اذحباکم بہِ لکم نورٌ مبین
ربِ افسِح لنا فے عمر الذھین | یقضی الحاجات للمتوسلین
واحمدوا الخالق حمد الشاکرین | اذھو الرازق یظھر و یبین
وصلاۃ اللہ تغشیٰ احمداً | وعلٰی آلہ و صحب و تابعین
حِصّننا بلطفک یارب یا معین | واغفرلنا ولجمیع المسلمین
نظم باحطؔاب فاغفر ذنبہ | ووالدیہ یا غیاث المذنبین
بجاہ کل الا نبیا والمرسلین | آمینَ آمین یا مجیب السائلین

۱۲/ذیحجہ ۱۳۵۱ھجری

حضرت علامہ مفتی سید مخدوم حسینیؒ

حضرت سید قادر محی الدین حسینیؒ کے فرزند دلبند تھے۔آپ نے اکابر علماء سے تعلیم پائی اور مفتی جامعہ نظامیہ کے عہدہ پر فائز ہوئے ، اردو زبان میں دس کتابیں آپ نے تصنیف کیں جن میں برہان الدین ،ضرورۃ المسلمین،مخدوم الانساب،مجموعۃ الفتاوی اور کرامات غوثیہ مشہور ہیں۔آپ کا وصال ۱۳۶۷ھ میں ہوا آپ نے مصحح الحسنات،سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں حسب ذیل سلام لکھا۔

کافلا فی الشفاعة الکبری
یا ملاذ الوری سلام علیک
فالرحمن ضعف حاله لطفا
راحم المبتلٰی سلام علیک
جعلنی الله محمدا کاسمي
بمزید العطاء سلام علیک
ان لي ذمة بتسميتي
باسمک المجتبی سلام علیک
غیرک لیس مامن الامة
ما من المعتلٰی سلام علیک
لیس مقصود قلبنا غیرک
مقصدي المنتهی سلام علیک
نحن وارواحنا نفدی لک
روح ارواحنا سلام علیک
سیدی مرشدی ومولائی
انت مخدومنا سلام علیک
من جمیع البلاء سلام علیک
هادی العلی حامی الامة
احقر المخادمین مخدوم
منک یرجوا العطاء سلام علیک(۱)

حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضویؒ

آپ کے والد کا نام سید عباس تھا جن کا سلسلہ نسب حضرت امام سید موسیٰ رضاؒ سے جاملتا ہے،آپ حیدرآباد کے محلّہ سید علی گوڑہ میں پیدا ہوئے ، آپ کو بانی جامعہ نظامیہ حضرت امام حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا آپ کی آٹھ عربی تصانیف میں تفسیر سورالتین والقریش ، الملخص من شرح الشواهد ، قصیدة لامیة الدکن مشہور ہیں،گیارہ اردو تصانیف میں رسائل ابراہیمیہ ،میزان الاشعار،شجرۃ النور،حقیقت روح اور علم الغیب قابل ذکر ہیں،آپ اعلیٰ درجے کے عربی شاعر تھے،آپ کا مشہور قصیدہ ''لامیة الدکن'' ہے جو جامعہ نظامیہ کے نصاب (جماعت فاضل اول) میں شامل ہے اس طویل قصیدہ میں جملہ دوسو تیرہ اشعار ہیں ، قدیم شعراء کے روایتی انداز میں آپ نے اس قصیدے کی ابتداء تشبیب سے کی ہے پھر نعت نبی ﷺ ، مدحت صحابہ وخلفائے راشدینؓ وحسنینؓ بھی ہے آپ کا وصال ۱۳۷۷ھ میں ہوا بطور نمونہ یہ اشعار پیش ہیں۔

توسّل به والجأ الیه وانّما
ینال المرام من به یتوسّل
وما هو الاّ المصطفی سیّد الوری
محمّد الهادي النّبيّ المبجّل
تقدّم قبل الکائنات وجوده

المسبّح للّه العليّ المحمدل
وكان نبيّا حين آدمُ لم يكن
له في عروق الطين والمأهيكل
تعيّنت الارواح من نور وجهه
وابدانها من ظلّه الغمر تجعل
اليه وامنه منتهى كل كائن
ومبدأه ان ليس عنه تحوّل
بنقطة بآء الابتدا منه قد بدا
تنفّس اصباح الوجود يبسمل
شهيدٌ ومشهودٌ بانسان عينه
تجلّى له في السرّ من هو مرسل
لقد رضي الرحمن عنهم وقد رضوا
بما جآء هم منه وبالحق بجسلوا
رأو ابيعة الرضوان بيعة ربّهم
وفوق اياديهم يد اللّه تقبل
هم السّابقون الاوّلون ومن هم
الخيار العظام فضلهم ليس يحمل (۲)

حضرت مولانا شیخ غلام مرتضیٰؒ

آپ کے والد قاضی غلام محی الدین ضلع میدک کے متوطن تھے، جامعہ نظامیہ میں تعلیم پائی اور یہیں مدرس بنے آپ کی اردو تصنیف، معلومات حج، مشہور ہے۔ آپ عربی کے شاعر بھی تھے آپ کا انتقال ۱۳۸۳ھ میں ہوا، آپ کے یہ اشعار پیش ہیں۔

الحمدلواسع العطايا والشكر لواهب المطايا
من جلّ فضله الوسيع توسيع مكارم العطايا
الخلق زيادة النعيم بالشكر لخالق البرايا
يا رب شكرا على ما انعمت بفاصل القضايا
عبدالعزيز عز قومٍ امجد به زَيْن بالسجايا
من وجهه انجلٰى ضياءٌ من كفه كفتِ الرزايا

قصیدہ بشان مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی صدر یار جنگ

فقيه نبيه شيخ اسلام ملكنا

احن وداعاً من حبيبى المبجل
وصدر الصدور البارع المتفضل
فقيه نبيه شيخ اسلام ملكنا
حبيب لرحمان اديب مكمل
لقد فاق الافاق بحسن فعاله
وقد سادا لاقران بشان مفضل
لاصلاح ملک فى امور المذاهب
باخلاص قلب كان يسعىٰ و يعمل
رئيساً لبهيكم نورزين صدارة
معارف اسلام به تتجمل
اشاعةعلم الدين شاعت بوجهه
باثنىٰ و عشرين كتاب مكمل
مقاصد الاسلام و انوار حقنا
و انوار تمجيد بغاية اجمل
شروط الائمة وخلاصة ملتقى

شمـــائل اصـحاب التقیٰ بــه تعتلی
بـقـدر ۃ حــق مـــعـجـم لـمـصـنف
و انــوار میــراث الـفــرائـض تـنجلی
وشـــا ع بــــه الـفتــاوی الـنـظــامیة
ونشــر لـمــرجــان بـنـظـم مجـمل
جــرت هـكـذا انهــار فـيـض حبيبـنـا
جزاه العلیٰ خیر الجزاء المكمل(۳)

حضرت مولانا مفتی سید محمود کان اللہ لہٗ

آپ حضرت سید نجیبؒ کے فرزند تھے، حیدرآباد میں پیدا ہوئے بانی جامعہ نظامیہ کے ارشد تلامذہ میں تھے اور شیخ الجامعہ کے عہدہ پر چند سال فائز رہے، آپ نے نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ ہفتم کی شان میں ایک سو اشعار لکھے تھے لیکن وہ محفوظ نہ رہ سکے ۱۳۸۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت مولانا شیخ حبیب عبداللہ المدیحج الحضرمیؒ،

یمن کے علین نامی قریہ میں پیدا ہوئے والد کا نام احمد المدیحج تھا، حصول علم کے لئے اپنے وطن سے نکل کر بمبئی اور حضرت شیخ الاسلام سے ملاقات کے لئے حیدرآباد آئے جامعہ نظامیہ سے فاضل کا امتحان کامیاب کیا اور یہیں مدرس بنے ، دائرۃ المعارف العثمانیہ میں رئیس المصححین بھی تھے، مادری زبان عربی میں اشعار کہتے تھے آپ کا وصال ۱۴۰۷ھ میں ہوا، آپ نے شیخ الاسلام کے وصال پر جو مرثیہ لکھا تھا اس کا ایک شعر اور دیگر اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

لعمــرک مــاالتــابیـن هـی الخطب ینفح
وان الـمـنــایــا كـــا لسیـوف تـقـطـع

حمد الٰہی

الـحــمــد لـلــه عـلـی مـا أنـعـمـا
حـمـدا بـه یجلسو عن القلب العما
وبـعـد فـالشـكـر عـلـی الانـعـام
حق بـحـكـم الشـرع فـي الإسلام
وإن مـمـــا أنـعـم الـرحـمـن
بـــه عـلـیـنـــا أیهـا الإخـوان
قـدوم سـلـطـان عـظیـم شـأنـه
عـم الـجـمـیـع عـدلـه و إحسانـه
وكیف لا والاسـم لـــه عـثـمـان
مشـــارك لـمــن ذری عـفــان
لا زال مـحـفـوظا مع ملك لـه
وذریـــات نـجـبــاء نسلـــه
والـلـــه یـرحـم قـائلا آمینـا
من غـائـب الـنـاس وحـاضـرینا
ونـلـتـجـي لـلـــه في دفع الأذی
والـطـعـن والـطـاعـون أیضا والوبا
یـا سـامـعـا فـاسـمـع لـنـا هذا الدعا
بـجـاه سیـدنـا الـرسـول المصطفی

نعت محمدی ﷺ:

مـحـمـد الهــادي لنـا وأهل الكسـا
وتـــابـعـیـــه والـكـرام والشـرفـا
صـلـی عـلـیـه ربـنـا وسـلـمـا
وآل و أصـحـــاب لـــه وكـرمـا

حضرت مفتی محمد عبدالحمید صاحب رحمہ اللہ

آپ کی ولادت حیدرآباد کے مشہور محلّہ مغل پورہ 1906ء مطابق 1323ھ میں ہوئی۔ ابتداء تا انتہاء تمام تر تعلیم جامعہ نظامیہ میں ہوئی عربی ادب اور علومِ دینیہ اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، علم عروض و منطق وفلسفہ میں علماءِ نابغین میں سے تھے۔ تمام علوم میں اللہ تعالی نے آپ کو کمال بلندی عطاء فرمایا تھا۔ آپ کی تحریر وتقریر پر مغز اور پر اثر تھی۔ مختلف موضوعات پر آپ کے بہت سے علمی مضامین ومقالات مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہیں۔ خطبات جمعہ کے نام سے دینی اور اخلاقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ عربی زبان کے آپ شاعر تھے۔ آپ کے شاگردانِ رشید جامعہ نظامیہ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، گلبرگہ شریف، رائچور، بنگلور اور اورنگ آباد وغیرہ میں مدارسِ دینیہ اور جامعات وکلیات کے اساتذہ ومؤسسین کے علاوہ ہندو پاک اور عالمِ اسلام میں پھیلے ہوئے دین کی خدمت اور نشر واشاعت میں سرگرم ہیں۔ ذیل میں بطور نمونہ آپ کا ایک عربی قصیدہ پیش کیا جارہا ہے۔

هذه القصيدة انشدت فى منتدى عرس مولانا العارف بالله محمد انوار الله (المخاطب بفضيلت جنگ نور الله مرقدة)

نظمها : فضيلة الشيخ المفتى محمد عبدالحميد رحمه الله، شيخ الجامعه الجامعة النظامية سابقا

نظامية بدر العلوم تمامها نظامیہ علوم کا بدر کمال اور ماہ تمام ہے	ترقت على العلياه بحسن نظامها جو اپنے حسن انتظام سے بلند مرتبہ پر فائز ہے
نظامية تذكار من شاد دارها نظامیہ اس ذات گرامی کی یادگار ہے جس نے اس کی بنیادوں کو مضبوط کیا	واكرم اهليها واعلا مقامها اس کو اور اس کے اہل کو بلند وبالا کیا
هوا العالم النحرير بلغ ماوعىٰ وہ عالم باعمل اور فاضل بے بدل بزرگ ہیں جس نے دین کی روشنی عوام تک پہونچادی	ازاح عن الاوطان حلك ظلامها اور جس نے ملک سے جہالت کی شدید تاریکی زائل کردی
به نورت روض الندى و تهدلت اُن کی وجہ سے فضل وکرم کے چمن لہلہا اٹھے	غصون السنا وانهل صوب غمامها اور شاخہائے بلند جھومنے اور ابر ہائے کرم برسنے لگے
وقد كاد ان يذوى بريح تزعزعت قریب تھا کہ مولنا کا لگایا ہوا باغ علم	حديقته الزهرا بسم سبهامها انقلاب کی تند وتیز ہواؤں سے اجڑ جائے

ولکن رأی الراعی الیها بنظرة
مگراس گلستان کے باغبان (آصف سابع) نے اس کی جانب کچھ ایسی توجہ فرمائی

اعادت سناها ثم اعلامقامها
کہ نہ صرف اُس کی رونق پلٹ آئی بلکہ بلندی میں اوراضافہ ہو گیا

اتامه علیها من سرائر عمدته
اوراس کی صدارت پر اپنے خاص معتمد علیہ (عبدالستار صاحب) کو مقرر فرمایا

امیناً واعطیٰ فی یدبه زمامها
اوران کے دست امانت میں مدرسہ کی لگام دیدی

وهذا الذی قد سر روح معلمه
یہ بروقت ایسا کام ہوا جس سے استادمحرم (فضیلت جنگ) کی روح مسرور ہوگی

فروح رب الناس مولیٰ کرامها
خدائے ذوالجلال شاہ ذیجاہ کوخوش وخرم سلامت باکرامت رکھے

نمته سراة من ذوابة آصف
ممدوح خانوادۂ آصفجاہ کے اُن رئیسوں سے ہیں

رقت شامخات المجد قبل فطامها
جودودھ چھڑائی سے پہلے بزرگی کی بلند چوٹیوں پر چڑھ جاتے ہیں

اجل ذوی العلیا و واحد فخرها
ممدوح بلندمرتبہ لوگوں میں بلندتر اورقابل فخر فرد ہیں

واکرم اهلیها و مولی کرامها
سب میں بزرگ تر اور بزرگوں کا مولی اورآقا ہے

ترقی من العلیاء ارفع ذروة
ممدوح آفتاب کے مقام بلند سے بھی بلند ہو گئے ہیں

مقام ذکاء وهی دون مقامها
اورآفتاب ممدوح کے مقام بلند سے بہت نیچے رہ گیا ہے

وتعطمنی اخلاقه الغرانها
ممدوح کے روشن اخلاق امیدگاہ خلائق ہیں

ریاض زهت انوارها فی کماهها
اوروہ ایسے چمن ہیں جن کی کلیاں شگوفوں میں چھٹکتی ہیں

وانه ممن یسبق القول فعله
ممدوح کا فعل قول سے پہلے وجود میں آتا ہے

وکم من رجال فعلها فی کلامها
اور کتنے ایسے لوگ ہیں کے اُن کا کام صرف باتوں کی حدتک ہے

فاعلا الا له ذاته وصفاته
خدائے ذوالجلال ممدوح کی ذات گرامی اورصفات عالی کواور بلندکرے

بحرمة من فردوس اعلیٰ مقامها
اس مقدس ہستی کے طفیل میں جن کا مقام اعلیٰ جنت الفردوس جنت الماوی ہے

(بشکریہ: مولانا عرفان اللہ شاہ نوری چشتی القادری، بانی ومہتمم دارالعلوم سیف الاسلام ،خلوت حیدرآباد)

حضرت علامہ سید طاہر رضوی قادری

جامعہ نظامیہ کے دورِ حاضر کے عربی شعراء میں آپ کا نام سرفہرست ہے، آپ جامعہ نظامیہ میں صدر الشیوخ، مفسر اور واعظ کے علاوہ عربی زبان کے بہترین شاعر، علم و عرفان کا گنجینہ، بحر معرفت کا آبگینہ تھے۔ علوم اسلامیہ میں کمال دسترس کے ساتھ فن شاعری میں کمال رکھتے اور ہر صنف سخن میں طبع آزمائی فرمایا کرتے، فن عروض میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے قصائد کا مجموعہ ''القصیدة الهمزية'' سے مشہور ہے اور جامعہ نظامیہ کی جماعت مولوی اول کے نصاب میں شامل ہے حمد باری تعالیٰ میں کہتے ہیں۔

ألا ان الالٰـه لـهُ البقـاء
وان الخلق شانهم الفناء

نعت بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں رقمطراز ہیں

له شكر اعلى أن قدهدانا
بنور قد جلا منه الفضاء
ألا وهو النبى الها شمى
ومنه الإبتداء والإنتهاء
فبين الله والخلق وسط
اضاء من محياه الضياء
وذاک رحمة للخلق جمعا
فمنه قد تعاورهم بقاء
وسماه سراجا للحياة
به للناس كلهم اهتداء
فكلٌ عاجز عن وصفه إذ
تقاصر عن محاسنه الثناء
لكل من نبى أو رسول
مراتب دونه وله العلاء (۴)

مولانا امام احمد رضا خاں رضاؒ کی اردو نعت ''چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں'' کا عربی ترجمہ ملاحظہ ہو:

الشمس والبدر والأفلاك والشجر
طوعاً له فرحا من مهده القمر
كان النبى يناغى القمر والقمر
شوقاً يناجيه لعباعينه النظر
اللّٰه بارك فى ماكنا نقتبس
وزادنا ولعامن نوره المطر
كل له تابع والشان ان له
ملكا عظيما لما من تحته القدر
(من الله)
بالارض كل له فى المهد لعبته
وتلك لعبته فوق السماالقمر
قال الرسول النبى ذكر النعمته
شهوده لشهود الحق يعتبر
ليس له المثل فى الاكوان من احد
قد بان منه السما والارض والثمر
يا من سيادته فى الكون قاطبة
وليس دونه من يقضى به الوطر
من رازق الخلق جمعا انت قاسمه

ومـن مهـابتـه شـان لـه بهـر

الـحـمـدلـلـه ان قـد كـفـا امتـه

ومسـنـا الـفـضل حتى كـنـا نـفتخـر (۵)

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف قادری مدظلہ

آپ کی پیدائش ۱۵؍شوال ۱۳۵۹ھ کو ہوئی۔ابتدائی تعلیم والدگرامی قدر سے حاصل فرمائی پھر جامعہ نظامیہ میں چوتھی جماعت میں شریک ہوئے اور یہیں سے اعلیٰ سند حاصل کی اور یہیں مدرس بنے اور اب شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں ۱۴۰۵ھ میں ''المعهد الدينى العربى'' کی بنیاد ڈالی علاوہ ازیں کئی مقامات پر آپ کی نگرانی میں مدارس قائم ہیں۔

علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں عربی ادب وحدیث شریف سے آپ کو خصوصی شغف ہے،ادب عربی کے دونوں اصناف (نثر ونظم میں) خصوصی مہارت رکھتے ہیں شعر وشاعری خصوصاً نعت پاک شہ لولاک ﷺ میں آپ کی دلچسپی حضرت نبی کریم ﷺ سے عقیدت ومحبت،علوم حدیث وذات رسالت پناہ سے خصوصی نسبت پر دال ہے۔

آپ کا سینہ علم وعرفان کا ایک عظیم خزینہ ہے حضرت صدرالشیوخ علامہ سید شاہ طاہر رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان انہیں صفات حمیدہ کی بناء پر اپنے قریب رکھا اور اپنی عمر شریف کے آخری حصہ میں وصال سے کچھ دن قبل علماء کی ایک مجلس میں آپ کو خلافت سے بہرہ مند فرمایا۔اور یہ فرمایا کہ ''اشارۂ غیبی کی بناء پر یہ خلافت دی جارہی ہے'' اس مختصر تعارف کے بعد آپ کا منتخب کلام پیش خدمت ہے۔

لك الـحـمـد يـا ذالكبريا انت ربنا

تبـاركـت يـا ذالـمـن والـمـجـد حسبنا

ألـحـمـد لـلّـه منشى النور من قدم

وجـاعـل الـخـلـق والاكـوان والـنـعـم

نعت النبی ﷺ

فـى شـانـه ورفعـنـالك أنـزلا

وذكـره فـى الـصـلـوة والـنـداالازما

اللہ سبحانہ نے آیت ''ورفعنالک ذکرک'' آپ کی شان میں نازل فرمائی ہے اور آپ کا ذکر پاک نمازوں اوراذانوں میں لازم ہے۔

وفـضـلـه فـوق مـا يـعـربـه معـرب

لـولاه لـم يـخـلـق الـرحـمـن ذا

کوئی بیان کرنے والا جو کچھ بیان کرسکتا ہے آپ ﷺ کی فضیلت اس سے کہیں زیادہ ہے۔آپ کی خلقت نہ ہوتی تو اللہ سبحانہ اس کائنات کو لباس وجود عطانہ فرماتا۔

مـالـمسك مـاالـطيـب مـالـريحان

مـالـعـطـر مـحـمدعرقه ازكى به منشما

اس کا منظوم ترجمہ یہ ہے۔

مشک وعنبر گل وریحاں معطر ہیں ضرور

پھر بھی شرمندہ ہیں وہ عرقِ شہ دیں کے حضور

(فہیم)

مدینہ طیبہ میں لکھے اور دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کئے گئے نذرانۂ دل سے چنداشعار درج کئے جارہے ہیں۔

يـا سيـد الـكـون والـعـربـان والعجم

يـامـن بـه شـرف لـلـوح والـقـلـم

اے کائنات کے آقا اور عرب وعجم کے آقا اے وہ ذات

پاک لوح وقلم کو بھی جن سے شرف عطاء ہو۔

یا صفوۃ اللہ خیرا لخلق مرحمۃ
یامن أطیب فی الا جواء والاطم

اے وہ منتخب وبرگزیدہ ذات اے وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہستی جو سارے عالموں کی رحمت ہیں اور اے وہ ذات جن کی تشریف آوری اور جن کے وجود پاک سے ساری فضائیں اور ٹیلے معطر ہوگئے۔

انت الانیس نفدیک مھجتنا
فی ذی الحیاۃ وبعد الموت والالم

آپ ہی ہمارے مونس ہیں اس دنیا میں اور موت کے بعد یا کسی رنج وتکلیف میں بھی ہماری جان آپ پر قربان ہے(۶)۔

مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری

آپ کی پیدائش ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔ قبائے علم سے آراستہ، دستار فضیلت سے مزین، علم وادب کے وسیع مطالعہ کے حامل، اصابت رائے وفکر سلیم کے ساتھ خصائل حمیدہ سے متصف اور کئی عربی کتب کے مصنف اور زبان وادب کی لطافتوں سے واقف قادر الکلام شاعر بھی ہیں موصوف کا شمار مادر علمی جامعہ نظامیہ اور عثمانیہ یونیورسٹی کے قابل رشک اہل قلم میں ہوتا ہے، جماعت فاضل سے ہی عربی شعروادب کا ذوق لطیف رکھتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ میں نائب شیخ الادب العربی کی حیثیت سے بھی تدریسی خدمات انجام دیں مولانا کا شمار حیدرآباد کے مایہ ناز علماء میں ہوتا ہے آپ تصوف کے سلسلہ صابریہ میں نعمت خلافت کے حامل ہیں۔

۱۹۸۸ء میں جامعہ نظامیہ سے اعلیٰ سند کامل الحدیث، ۱۹۸۷ء میں ایم اے عربی، ۱۹۹۱ء میں ایم فل اور ۱۹۹۶ء میں الشعراء من الصحابۃ ، کے موضوع پر عثمانیہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

اس وقت صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں آپ کے عربی کلام میں اساتذہ کا رنگ اور کلاسیکل اسلوب پایا جاتا ہے۔

قصیدۃ قالھافی مدح العارف باللہ الشیخ علاء الدین علی احمد الصابری الکلیری رحمہ اللہ

الصبر فی صبر الولی الاطھرِ
ھو فی الخلائق یذکر اسم الصابرِ
فعلا علاء الدین مرقاۃ العُلٰی
وسما علی احمد سُمُوّ الاقمرِ
امطار انوار الالٰہ تظاھر
فی وجھہ یاذا الجبین الاطھرِ
فجبینہ الصافی تلألا کاقمر
من وجھہ یبدو جلالُ الاکبرِ
کلٌّ رای من ذا الجلال قد احترقْ
ما اختص من انس ولا من طائرِ
مازال برق جلالہ فی ارضھا
متجوّ لامع امتداد الاعصرِ
ان لم یمنّ علی الخلائق یحرموا
عن اکتساب فیوض قبر الانوارِ
فاعیش فی الظل الذی سترتنی
بہ سیدی یا مرشدی یا صابری

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) مخدوم المخدوم (ترجمۃ حیاۃ المفتی) لسید شاہ اسحٰق نورالدین المعروف بحبیب باشاہ۔ ومجلۃ النظامیۃ رجب سنۃ ۱۳۵۹ھ لمدیر المجلۃ مولانا ابوالخیر کنج نشین۔

(۲) لامیۃ الدکن، حضرت مولانا سید شاہ ابراہیم ادیب رضویؒ

(۳) نثر المرجان فی رسم نظم القرآن، ص ۸۰۰ مطبوعہ مجلس اشاعۃ العلوم ۱۳۲۶ھجری

(۴) مجلّہ جشن نعتِ رسول ﷺ، ص:۳۱ زیر اہتمام، ادارہ الانصار، حیدرآباد، ۲۰۰۶ء۔

(۵) الاضوا مجلۃ المعھد الدینی العربی، ص۸۹، ۱۴۱۵ھ، مدیر، مولانا محمد خواجہ شریف صاحب

(۶) بحوالہ روزنامہ سیاست حیدرآباد، مورخہ ۳ رکٹوبر ۱۹۹۷ء

(۷) مجلّہ جشن نعت رسول ﷺ ص۳۲، زیر اہتمام ادارہ الانصار حیدرآباد (اے۔ پی) ۲۰۰۶ء

☆☆☆

علماءِ شریعت کا رہبر، عرفاءِ طریقت کا نیر

نتیجۂ فکر: حضرت مولانا شاہ محمد الطاف حسین فاروقی الطافؔ

مولوی کامل جامعہ نظامیہ حیدرآباد

علماء شریعت کا رہبر، عرفاءِ طریقت کا نیر
اب اہل بصیرت دیکھو ادھر سرتاپا ہے منور انور

تو منبعِ علم وفضائل ہے، تو مجمعِ حسنِ خصائل ہے
اربابِ فضیلت اب تیرے مرہون منت ہیں اکثر

تھا کفر وضلالت کا جب زور اور شرفا کا ہر سو شور
پھیلا دیا تو نے عالم میں افواجِ ہدایت کا لشکر

تو ظلم وجہالت دور کیا تو قلب ولساں پر نور کیا
خالق نے بنایا ہے تجھ کو اسلام وہدایت کا اختر

گر مہرِ ہدایت کے آگے آجائے مجسم ظلمت کے
سرتاپا منور ہوجائے وہ نور کا پرتو ہو جس پر

کیا بادِ خزاں اب گرم ہوئی، شادابی چمن کی ختم ہوئی
اے مالی گلشن دیکھ ذرا ازہارِ گلستاں ہیں ابتر

مقبولِ خدا ہے تیری دعا، مرفوعِ سماء ہے تیری دعا
گر نظرِ کرم ہو تیری ذرا، احوالِ گلستاں ہوں بہتر

وہ فیض کا دریا ہے تیرا سیراب ہر ایک ہوتا ہے سدا
کیوں تشنہ رہے الطافؔ بھلا جب تیری عنایت ہو اس پر

☆☆☆

جامعہ نظامیہ کے
اردو شعراء کرام

ترتیب: شاہ محمد فصیح الدین نظامی مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

اردو نہ تو شاہجہاں کے عہد کی پیداوار ہے اور نہ ہی عہد اکبری کی، اس دور سے بہت پہلے دکن میں اردو کی داغ بیل پڑ چکی تھی اور عہد بہمنیہ میں اردو عالم وجود میں آ چکی تھی۔ حضرت خواجۂ دکن سیدنا بندہ نواز گیسودرازؒ نے گیسوئے اردو کو سنوارنے میں اتنا ہی حصہ لیا جتنا کہ مذہب کی اشاعت اور اعلائے کلمۂ حق میں لیا تھا۔ حضرت گیسودرازؒ کے کئی ایک رسائل نثر میں اور ایک ضخیم فرس نامہ جو کئی ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ شاہان بہمنیہ نے اس کی سرپرستی کی اور اپنا دور ختم کر کے عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ کو سونپا، بانی شہر حیدرآباد محمد قلی قطب شاہ نے اسکو پروان چڑھایا۔ بارہویں صدی ہجری کے وسط میں حضرت آصف جاہ نظام الملک اعظم نواب میر قمر الدین علی خان نے جب اپنے قدوم میمنت لزوم سے ارضِ دکن کو مفتخر فرمایا تو اس اردو زبان نے حضرتؔ کا من موہ لیا وَلیؔ اورنگ آبادی، داؤدؔ دکنی، سراجؔ اورنگ آبادی، قلیؔ خاں، سالار جنگ، نوازش علی خاں شیداؔ، تجلی علی شاہ رنگینؔ، ایماؔ، صارمؔ، شفیقؔ، فتوتؔ، غلام علی آزادؔ کے زمزموں سے چمنستانِ دکن گونج اٹھا۔ نواب نظام علی خاں، نواب سکندر خاں، نواب ناصر الدولہ بہادر، نواب افضل الدولہ بہادر، نواب میر محبوب علی خاں کے دور میں شعراء کرام نے اپنی شیوا بیانی و آتش نوائی سے ایک ہلچل پیدا کر دی۔ اعلیٰ حضرت آصف سابع نواب میر عثمان علی خان جب تخت سلطنت پر جلوہ آراء ہوئے یہ نشہ دو آتشہ ہو گیا۔ اردو یونیورسٹی قائم ہو گئی اور حیدرآباد حقیقی معنی میں رشک بغداد بن گیا۔

قائم دائم رہے الٰہی یہ شہر
رشکِ فردوس حیدرآباد دکن

اسی سرزمین پر مرکز علم وادب جامعہ نظامیہ کے سپوتوں نے اپنی شیریں مقالی اور نواسنجی سے دنیائے علم وفن میں اس بات کا ایقان پیدا کر دیا کہ یہاں کے سخنوروں اور دانشوروں نے ایک خاص رنگ کے ساتھ شعر وادب کو نکھارا اور بزمِ شاعری کو فرش زمین سے اٹھا کر عرش معلیٰ پر پہنچا دیا۔

فہرست اُردو شعراء جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

1۔ شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ فاروقی انورؔ
2۔ مولانا مفتی سید شاہ احمد علی صوفی صفیؔ
3۔ مولانا مفتی سید شاہ مخدوم حسینیؒ
4۔ حضرت محمد مظفر الدین معلیٰؔ
5۔ حضرت مفتی میر اشرف علی اشرفؔ
6۔ حضرت بہبود علی صفیؔ
7۔ حضرت سید احمد حسین امجدؔ حیدرآبادی

8۔حضرت شیخ عبدالقادر قیصرؔ
9۔حضرت سید محمد بادشاہ حسینی لئیقؔ
10۔حضرت صوفی سید انور علی عمرکوٹی انورؔ
11۔حضرت شاہ سیف شرفی سیفؔ
12۔حضرت سید اعظم علی صوفیؔ
13۔حضرت صوفی سجاد علی اصفیؔ
14۔حضرت سید مظہر علی مظہرؔ
15۔حضرت الطاف حسین جعفری الطافؔ
16۔حضرت غلام علی حاویؔ
17۔حضرت سید عثمان علی حسینی ذکیؔ
18۔حضرت محمد فخر الدین رازیؔ
19۔حضرت محمد اسماعیل شریف ازلؔ
20۔حضرت سید علیم احمد مدنی علیمؔ
21۔حضرت قاضی حامد علی تنویرؔ
22۔ڈاکٹر اسد انصاری اسدؔ
23۔جناب امین احمد تابؔ
24۔جناب عبدالحمید خاں خیالیؔ
25۔جناب محمد حسین خلیقؔ
26۔جناب تراب علی جمیلؔ
27۔حضرت سید محی الدین قادری روحیؔ
28۔حضرت حکیم غلام قادر صدیقی سالکؔ
29۔حضرت حکیم محمد وحید الدین عالیؔ
30۔حضرت سید یحییٰ حسینی قدر عریضی

31۔جناب محمد یعقوب عارفی قادرؔ
32۔جناب مرزا اسردار بیگ شمیمؔ
33۔جناب ابو محمد علی سریرؔ
34۔جناب محمد عبدالرزاق فاروقی رضاؔ
35۔جناب صابر زیرکی صابرؔ
36۔جناب غفار احمد ماجدؔ
37۔حضرت حافظ الطاف حسین الطافؔ
38۔جناب غلام احمد عیشؔ
39۔جناب سید عبدالحفیظ محفوظؔ
40۔جناب حسین بن محمد ندیمؔ
41۔حضرت قاری عبدالکریم تسکینؔ
42۔حضرت قاری عبدالحفیظ جنیدی فداؔ
43۔حضرت سید خورشید علی تکریمؔ
44۔حضرت عبدالخالق نظامی حیرتؔ
45۔حضرت سید عطاء اللہ حسینی قدسیؔ
46۔ڈاکٹر قاری محمد غوث حافظؔ
47۔جناب رحمت اللہ خاں رحمتؔ
48۔احمد حسین امجدؔ
49۔محمد سعید الرحمٰن صاحب
50۔پروفیسر سید محمدؔ
51۔خواجہ عبدالقادر شفاؔ
52۔احمد منیر الدین منیرؔ (تلمیذ حضرت شیخ الاسلام)
53۔سید علی منظورؔ (۱)

54۔مولوی حافظ حفیظ اللہ خانصاحب فانی، مولوی فاضل

55۔مولوی غلام نبی صاحب نظمی منشی فاضل

56۔مولوی شیخ عبدالقادر قیصر، منشی فاضل

57۔مولوی سید خیرات علی امجد صاحب منشی فاضل

58۔مولوی فتح الدین صاحب از بر پنجابی، منشی فاضل، (۲)

(مصنف تفسیر قرآن مجید، مرسلہ عطایا، انوار الفرائض)

59۔مولانا قاری انصار علی جاوید

60۔ مولانا سید صادق محی الدین فہیم

61۔جناب رحمت بخاریؒ

62۔حضرت شمس زماں

63۔ڈاکٹر شیخ محی الدین تجی

64۔مولانا حافظ نوید افروز نوید

ذیل میں جامعہ نظامیہ کے چند مشہور شعراء کرام کے حالات اورنمونہ کلام کودرج کیا جارہا ہے:

حضرت محمد مظفر الدین معلّیؒ

حضرت محمد مظفر الدین معلّیؒ جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ ایک ممتاز ادیب و شاعر تھے۔ آپ کا سن ولادت 9/ذیقعدہ 1255ھ ہے۔ وطن تعلقہ احمد پور ضلع بیدر (کرناٹک) ہے۔ نسبًا صدیقی ہیں۔ ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی اوردکن کے بسا بزرگ حضرت زماں خاں صاحب شہیدؒ سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ سرکار عالی کے سررشتہ ٹپہ میں مددگار ناظم مقرر ہوئے اورسرکاری خدمت کونہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے۔ تاہم دین و مذہب اورقوم وملت کی خدمت کا حق پورے طور پرادا کرتے رہے۔ مدرسہ محبوبیہ، دائرۃ المعارف اور جامعہ نظامیہ کے معتمد رہے اوران قومی اداروں کونہایت عمدگی سے چلاتے رہے۔

سلوک اور تصوف سے بھی طبعی رغبت تھی۔ شیخ الوقت امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ سے بیعت کی۔ تین مرتبہ اپنے شیخ کی معیت میں حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نہایت باخدا، خلیق مزاج، ذی مروت، علم دوست اورصوم وصلوۃ کے پابند، شب بیدار تھے۔ شعروسخن سے بھی خاصی دلچسپ تھی، عربی، فارسی اوراردو میں آپ کوکامل ادراک اور ذوق تھا۔ ''ریاض معلّی'' کے نام سے آپ کے کلام کا مجموعہ شائع ہوا۔ حین حیات اپنی وفات پراس طرح فرمایا۔

اے معلّیؔ گرچہ ہوں عصیاں میں غرق
رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی سے عیاں
بہرِ بخشائش وثیقہ ہے میرا
کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب
شافعِ محشر [ﷺ] وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اس کے کریم [ﷺ]
دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا
جان نکل کر جسم سے کہتی ہے سن
بخشنے والا اب اللہ ہے میرا

پوری زندگی علم وادب کی خدمت تقویٰ وطہارت میں بسر ہوئی 26/شوال 1335 ہجری 9/مہر 1326ف میں انتقال ہوا۔ رود موسیٰ کے کنارے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) کے عقبی حصہ میں دفن ہوئے۔ حضرت معلّی نے اپنے استاد حضرت فضیلت جنگ کی مشہور تصنیف ''مقاصد الاسلام'' حصہ اول کی طباعت پر مادہ

تاریخ کا استخراج کیا ہے۔

خدا کا شکر ہے طبع ہوا حصہ اول
کتاب عمدہ کا جو ہے مفید خاص عوام
لکھا یہ کلکِ معلّی نے مصرعِ تاریخ
چھپی کتاب افادت مقاصد الاسلام
۷ ۲ ۳ ۱ ھ

آپ کے چند اشعار اس طرح ہیں۔

عشق ہے دل میں ہمارے احمد بے میم کا
داغ اپنا پھول ہے گلزارِ ابراہیم کا
خاکساروں کو ہے راحت، سربلندوں کو ہے رنج
ہے زمیں آرام سے اور آسماں گردش میں ہے
ہیں آئینہ میں اپنے لقا کو دیکھ کر
بت بنے بیٹھے ہیں وہ صنم خدا کو دیکھ کر
نہ غم ہے نالہ و فریاد کرنا
ہے لازم خاطر صیاد کرنا
نہیں پوچھا کبھی بھولے بھی ہمکو
بت کافر تجھے کیا یاد کرنا(۳)

مولانا محمد اسماعیل شریف ازلؔ

مولانا اسماعیل شریف ازلؔ (تلمیذ حضرت شیخ الاسلامؒ) کی ولادت ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ منشی فاضل، مولوی فاضل اور مولوی کامل آخر کی تکمیل کی۔ آپ کی تعلیم محبوبیہ اور جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ علمی شوق نے حیدرآباد کے مشہور اساتذہ اور علماء سے استفادہ کا پورا پورا موقع دیا۔ تکمیل کے بعد اردو و فارسی میں شعر کہنا شروع کیا۔ اردو میں ڈاکٹر مائل سے رہبری حاصل فرماتے اور فارسی میں حضرت ترکی طوسی سے رہبری حاصل فرماتے رہے آپ کا کلام نہ صرف پاکیزہ بلکہ اعلیٰ قدروں کا حامل اور آپ کہنہ مشق شاعر ہیں، گلبرگہ میں ہی انتقال فرمایا اور حضرت خواجہ دکن کے پائین میں آسودہ ہیں۔ آپ کے کلام کے چند نمونے پیش ہیں۔

بھرتے ہیں دم ہمیشہ سب خاص و عام تیرا
کیا شیخ کیا برہمن جپتے ہیں نام تیرا
ہر ذرہ سے عیاں ہے قدرت تیری الٰہی
ہر قطرہ میں نہاں ہے یارب پیام تیرا
جلے گا حشر میں دلدادہ کیا گیسوئے احمد کا
سیہ بختی میں ہے عالم یہاں جب سنگ اسود کا
قندیلِ سر طور ہے گر روئے محمد
زنجیرِ درِ عرش ہے گیسوئے محمد
منظور وصف روئے بتِ لالہ فام ہے
بس ایک غزل میں گلستان تمام ہے
مرگِ عدو خوشی کا بھلا کیا مقام ہے
اس کا اگر ہے کوچ تو کس کا مقام ہے
ترا وہ ظلم بیگانہ یگانہ
میرا یہ حال دشمن مہرباں ہے
تم آؤ یا پیامِ موت آئے
مجھے اب زندگی بارِ گراں ہے
مانا کہ زندگی میں نہیں قدر و منزلت
افسانے یاد آئیں گے میری وفا کے بعد

یہ مل گیا جسے اسے سب کچھ ہی مل گیا
کیا چاہیے بھلا دلِ درد آشنا کے بعد

(بشکریہ: داستانِ ادب گلبرگہ ص ۴۲ رڈاکٹر طیب انصاری، مطبوعہ اعجاز پریس حیدرآباد۔ باراول 1993ء)

امام المحاورات حضرت صفؔی اورنگ آبادی

حضرت صفؔی نے جس زمانے میں شاعری کا آغاز کیا تھا اس وقت سرزمین دکن میں شمالی ہند کے دوممتاز اساتذہ سخن امیر مینائیؔ اور فصیح الملک داغؔ کی نواسنجیاں ابھی فضائے ادب میں گونج رہی تھیں۔ حیدرآباد میں شعراء کی تعداد بیسیوں نہیں سینکڑوں میں تھی ردیف وقافیہ اور بحر کی تبدیلیوں کے ساتھ الفاظ کے الٹ پھیر سے پٹے ہوئے مضامین کی ملمع کاری عام ہوچکی تھی۔ شعراء عام طور پر فکرِ نو کی تہی دامنی کا شکار ہورہے تھے۔ فکروادب کی اس کساد بازاری میں آصفی دربار اور امرائے دربار کے سرپرستوں نے حیدرآباد کے شاعروں اور بیرونِ ریاست سے آنے والے شاعروں کو نئی راہیں سمجھائیں مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ کے دربار میں جہاں نظمؔ طباطبائی، فانیؔ بدایونی، نظام شاہ لبیبؔ، مسعود علی محویؔ اور حبیبؔ کنتوری جیسے ائمہ فن اپنے کلام کی داد وصول کررہے تھے وہیں صفؔی اورنگ آبادی کا بھی قلندرانہ، صاف ستھرا اور پاکیزہ لب ولہجہ عوام وخواص کے دلوں پراپنا سکّہ جمارہا تھا صفؔی ایک آشفتہ سراور قلندر مزاج شاعر تھے ذہانت اور ذکاوت قدرت سے ملی تھی مگر گردشِ روزگار نے سلیقہ سے زندگی بسر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ کم عمری میں تلاشِ معاش کے لئے جگہ جگہ کی خاک چھانی۔ کہتے ہیں۔

ہم گردشوں میں ایک بگولہ بنے رہے
بگڑی ہوا تو خاک اڑائی کہاں کہاں

امیر پائیگاہ نواب معین الدولہ اور مہاراجہ کے دربار سے چاہتے تو وابستہ ہوجاتے۔ درباروں کے جوڑ توڑ اور ملازمتوں کے قیود اور بندشوں سے تنگ آکر گھر بیٹھ گئے اور شاعری سے ناطہ جوڑ لیا۔ جو شاعر اپنے من میں ڈوب کر تلاشِ سخن کرتا ہے اس کے کلام کو اس کی زندگی کے نشیب وفراز سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ صفؔی کا شمار بھی ایسے ہی شاعروں میں ہونا چاہئے جن کا کلام ان کی زندگی اور طرز زندگی کا آئینہ دار ہے۔

صفؔی غزل کے مسلم الثبوت استاد اور اپنی طرز کے بے مثل شاعر تھے۔ ان کی غزل میں رعنائی ہے اور رنگینی بھی، سحرانگیزی ہے اور سحرآفرینی بھی۔ ان کی غزلوں میں ارتکازِ خیال اور شدید داخلیت ہے اور ساتھ ہی خارجیت اور جامعیت بھی۔ صفؔی کے کلام میں ایک ایسا درد ہے جو اپنا درماں آپ ہی ہے، ایک ایسا سوز ہے جس پر زندگی کی حرارت کا گماں ہوتا ہے۔ صفؔی کی اس آواز کو سمجھنے کے لئے ان کے لب ولہجہ سے واقفیت بہت ضروری ہے۔

صفؔی کے لہجے سے زورِ حیات آشکار ہے۔ زندگی ان کی شاعری میں بولتی، ہنستی، تڑپتی، ترستی، ڈرتی، جھجکتی، سنبھلتی نظر آتی ہے چنداشعار سے اس حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے۔

یہی آنکھیں، یہی دل ہے تو بس اللہ حافظ ہے
نہیں معلوم کیا ترکیب ہے دنیا میں جینے کی

پھر تازہ رنج پہنچا، پھر تازہ آفت آئی
جاتی نہیں الٰہی! تقدیر کی ہرآئی

اب اس کے در سے اُٹھ کے کہاں جائیں ہم نشیں
تھوڑی سی رہ گئی ہے، بہت سی گزر گئی

خاموش ساتھ ساتھ کہاں تک چلا چلوں

انسان ہوں کچھ آپ کا سایہ نہیں ہوں میں

صفی کے یہاں اپنے دور کے دیگر شاعروں کی طرح کوئی نظام یا فلسفہ نہیں۔ بعید از حقائق دانشوری، خارج سے گریز، ماورائیت، غزل کی مترنم فضا کو بوجھل نہیں بناتی۔ وہ ایک مرنجان شاعر تھے۔ خوش گفتار، دوسروں کے غموں کی آگ میں جلنے والے، اپنے دُکھ انہیں کیا کم تھے کہ وہ اوروں کے دکھوں کا بوجھ بھی اٹھالیتے تھے اور جب برداشت نہیں کرسکتے تو ایک گونہ بیخودی اور سرشاری میں ڈوب جاتے جیسے یہ اسباب بےخودی لاکھوں نعمتوں کی ایک نعمت ہوں صفی جس زمانے کے شاعر تھے وہ زمانہ وضع داری کا تھا۔ وضع داری کو دکن کے باسی تمدن کی جان سمجھتے تھے۔ خود داری کو شیوۂ شرافت جانتے تھے اصولوں اور روایات کو سینے سے لگائے جیتے تھے اور مرتے تھے، صفی نے بھی ان ہی اقدار کو ہر حال میں بنائے رکھا، ٹھوکریں کھائیں پر اپنی وضع نہیں بدلی ۔

جو دوست کی خوشی ہے وہ اپنی خوشی رہے
ہے تو یہی ہے ایک طریقہ نباہ کا
تیرے گدا کو دونوں جہاں سے غرض نہیں
صورت فقیر کی ہے تو دل بادشاہ کا

مولوی اعظم علی شائق، مولوی سید بادشاہ حسینی لئیق، مفتی اشرف علی، علامہ سید اشرف شمسی ، جمال الدین نوری، مولوی عبدالواسع، حکیم عبدالباقی شطاری اور پروفیسر ابونصر خالدی کی ہم نشینی اور علمی صحبتوں نے صفی کے جوہر قابل کو خوب جلا دی۔ ان ہی صحبتوں کا اثر ہے کہ صفی کے کلام میں تغزل کی چھاپ کے ساتھ تصوف کی آب وتاب بھی نظر آتی ہے ان کی صوفیانہ فکر میں گہرائی وگیرائی یا کسی خاص نظام تصوف سے وابستگی نہیں ملتی۔ صفی کے ہاں ایک مرد قلندر کی آئینہ قلبی اور روشن ضمیری اور صدق وصفا کا انعکاس وانعطاف ملتا ہے۔

دل خانہء خدا ہے تو پھر اس میں اے صفی
حسرت نہ ہو امید نہ ہو، مدعا نہ ہو
دل ہے کیا چیز اگر اتنا سمجھ لے انساں
نظر آنے لگے اللہ کی قدرت دل
ہر ذرہ کائنات کا سر مست عشق ہے
قربان جاؤں آپ کہاں ہیں کہاں نہیں
چمک جاتی ہے ایسی کون سی بجلی خدا جانے
کبھی پاتا ہوں سورج سے زیادہ روشنی دل میں
حاملِ بار امانت ہوئے ہم آپ صفی
اس نے کچھ بار تو ہم پر نہیں ڈالا اپنا

صفی کی غزلوں میں نعت کے بھی چند خوبصورت اشعار ملتے ہیں۔ چند نمونتاً پیش ہیں۔

خدا کو ہم نے پہچانا خدا ہے
محمدؐ یہ تصدق آپؐ کا ہے
سرِ محشر یہ کیسا ماجرا ہے
جسے دیکھو تم ہی کو دیکھتا ہے
نہیں کوئی کسی کا یا محمدؐ
غریبوں کو تمہارا آسرا ہے
سناؤں کس کو جو مسرت ہے میری
کہوں کس سے جو میرا مدعا ہے
تمہارا اُمّتی بندہ خدا کا
مِرا دونوں طرف سے بھی بھلا ہے

نہ کر ذکرِ عدوئے دین اے دل
بُروں کا نام لینا بھی بُرا ہے
صفؔی کی آبرو ہے آپؐ کے ہاتھ
بُرا ہے یا بھلا ہے آپؐ کا ہے

نعت شریف

لاکھوں مضمون ہیں مداحِ محمدؐ کے لئے
خرچ کے واسطے اندازہ نہ آمد کے لئے
اشرف الخلق، شہنشاہِ رسل، شافعِ محشر
بخدا ساری خدائی ہے محمدؐ کے لئے
چاند دو ٹکڑے کیا ماہ عرب نے کیسا
کوئی ہتیار بہ ظاہر تو نہ تھا زد کے لئے
کیا کہوں منہ سے کہ قرآن کا منہ ہے ورنہ
حمد کا لفظ تو ہونا تھا محمدؐ کے لئے
واہ شاہنشہِ کونین تری حق بینی
غیر بھی تو کبھی آئے نہ خوشامد کے لئے
آپ ہیں فخر عرب فخر امم فخرِ رسل
انبیا فخر ہوئے اپنے اب وجد کے لئے
آیا قرآں پس تورِیت وزبور وانجیل
حامد واحمد و محمود و محمدؐ کے لئے
خلقتِ ارض وسماوات کا برزخ تو ہے
ابر اِس واسطے سایہ تھا ترے قد کے لئے
چاند سورج ہیں حسیں اور ہیں بے سایہ بھی
آپؐ نے سایہ تو ان پر نہیں ڈالا اپنا

جان جب نکلے تو انکا نام لب پر ہو صفؔی
جسم میں جن کے لطافت تھی ہماری جاں کی

شمالی ہند سے آنے والے شاعروں اور ادیبوں کا جب سلسلہ دراز ہوا اور انہوں نے دکن والوں پر جب اپنی فضیلت وبرتری جتانی شروع کی تو اہل دکن کی انکساری اور رواداری بھی ردّعمل کے طور پر اپنی انفرادیت اور اہمیت جتانے پر مائل ہوئی چنانچہ دکن کے استادکل میر شمس الدین فیضؔ کے تلامذہ، احمد حسین مائلؔ، ان کے تلامذہ اور کیفؔی کے شاگرد صفؔی نے دکن کی زبان ولب ولہجہ اور یہاں کے تہذیبی اور اخلاقی اقدار کو اپنی شاعری میں پیش کر کے دکن کی انفرادیت اور شناخت کو منوانے کی کوشش شروع کی۔ حیدرآباد کا سرمایہ شعروادب اپنے آغاز ہی سے مجاز وحقیقت کا خوبصورت امتزاج اور اپنی تہذیبی قدروں کا آئینہ دار ہے، دکن کی تہذیب اور شاعری اپنے تقدم وتسلسل کے باعث دؔلی اور لکھنؔو کے مقابل تہذیبی اور علمی سطح پر امتیازی اوصاف رکھتی ہے جس کو صفؔی اور ان کے ہمعصر شعراء نے احساس وشعور کی پوری شدت کے ساتھ اپنے کلام میں پیش کیا ہے چنانچہ صفؔی نے دکن کی مشترک اور مخلوط تہذیب کو، حیدرآباد کے محاورے، روزمرہ، زبان اور بیان کو اپنے شعری اظہار کے سانچے میں اس بے ساختگی اور بے تکلفی سے سمو دیا کہ ان پر تصنع اور تکلف کا گمان تک نہیں گزرتا صفؔی کہتے ہیں۔

نہ جانے ہند والے کون ہیں اور بولتے کیا ہیں
صفؔی ہم دکنیوں کی صاف اردو اسکو کہتے ہیں

صفؔی نے دکن کے روزمرہ اور محاورہ کو اس خوبصورتی سے برتا ہیکہ شعر کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔

شاعری کھیل ہوگئی ہے صفؔی
اتّے دکّے رہے ہیں فن کے لوگ

کھڑے ہوں تو ہٹو، بیٹھو تو سر کو
سلام اس انجمن آراء کے گھر کو

صفی اپنی وضع قطع سے ایک زاہد خشک معلوم ہوتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی طبیعت میں بلا کی شوخی اور شگفتگی بھی تھی اس شوخی نے ایک ایسا رنگ اختیار کرلیا تھا جس کو ان کی غزل کی جان کہا جاسکتا ہے ملاحظہ ہو۔

سب کچھ دُرست، شوخ ہیں ہم ، بے وفا ہیں ہم
اچھا یہ کہئے آپ ہیں معشوق یا ہیں ہم
اب اپنے آپ پر ہی سے اندازہ کیجئے
پڑتی ہے ایسے ویسو ں پہ میری نظر کہاں
آپ روٹھے ہیں تو ہم بھی ہیں خفا
قول میں وہ تھا، نہ یہ اقرار میں

صفی حیدرآبادی روزمرہ اور محاورہ کے بادشاہ تھے جس سے ان کے کلام میں روانی آ گئی ہے۔ محاورہ بندی اور روزمرہ کی پابندی صفی کو استاد کیفی سے ورثہ میں ملی تھی۔ سادہ اسلوب میں ایسے شعر کہنا جس میں زبان کا چٹخارہ اور روزمرہ کی چاشنی موجود ہو صفی کا کمال ہے۔ صفی نے اردو کو مقبول عام اور کثیر الاستعمال محاورات دیئے ہیں جن سے صفی کے اشعار کی معنویت میں اضافہ ہوا اور ان کا شعری حسن بڑھ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صفی کی زندگی ہی میں ان کا کلام حیدرآباد میں زبان زد عام ہو گیا تھا فقیر گلیوں میں، عورتیں ڈھولک پر گایا کرتی تھیں اور اس طرح ڈوب کر جیسے یہ ان کے اپنے دل کی بات ہو اور انہی کی زبان میں کہی گئی ہو۔ صفی نے تکرار الفاظ اور مکالماتی انداز سے بھی خوب استفادہ کیا ہے جیسے۔

تیرا یہ حکم ''مانگ ہر اک چیز مجھ سے مانگ''
میری دعا کہ ''دے مرے پروردگار دے''
میں بار بار مانگوں جو درکار ہو مجھے
اور اپنے فضل سے تو مجھے باربار دے
سب جان بوجھ کر بھی میں انجان آج تک
او آشنا فریب! فریب آشنا ہیں ہم

زبان تہذیب کی صحت مند نشانی ہوتی ہے، اپنی آگہی اور عرفان ذات کی جانب رہبری کرتی ہے، صفی کا کلام دیگر شاعرانہ خوبیوں کے ساتھ خصوصیت سے اپنی زبان، محاورہ اور روزمرہ کے باعث دکن والوں کے لئے ہمیشہ سرمایہ افتخار رہے گا۔ (۴)

شہنشاہ رباعیات حضرت امجد حیدرآبادی

صوفی ابوالاعظم حضرت سید احمد حسین امجد جو اردو شعر و ادب کی دنیا میں ''رباعیات کے شہنشاہ'' تسلیم کئے جاتے ہیں جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ، زبردست باکمال صاحب فن شاعر تھے۔ جامعہ کے اولین دور کے شعراء اور ادباء میں آپ بلند مقام کے حامل ہیں۔ 1303ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد صوفی رحیم علی تھے۔ جن کا انتقال آپ کی کم سنی کے زمانہ میں ہی ہوگیا۔ والدہ محترمہ نے آپ کی پرورش فرمائی۔

حضرت امجد نے جامعہ نظامیہ کے علاوہ دارالعلوم میں بھی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل میں کامیابی حاصل کی اور اسکے بعد استادِ فلسفہ مولانا سید نادرالدین سے جو علامہ عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد رشید تھے تعلیم کی مزید تکمیل کی۔

طغیانی رود موسیٰ 1326ھ 1908ء میں آپ کا سارا گھرانہ جو والدہ، اہلیہ اور دختر پر مشتمل تھا برباد ہوگیا۔ صرف ایک ذات امجد اس طوفان بلا سے بچ گئی۔ مدرسہ دارالعلوم میں مدرسی کی خدمت میں آپ

کا پہلا تقرر ہوا۔ اس کے بعد دفتر صدر محاسبی میں منتقل ہوئے اور بعد تکمیل 55 سال وظیفہ حاصل ہوا۔ 12 شوال 1380ھ کو انتقال ہوا۔ درگاہ شاہ خاموش نامپلی حیدرآباد میں مدفون ہیں۔ چودہ سال کی عمر سے حضرت امجدؔ کی شعرگوئی کا آغاز ہوا: حضرت امجد حیدرآبادی نے پہلا شعر اپنی مادرِ علمی جامعہ نظامیہ میں طالب علمی کے دوران کہا، وہ شعر یہ ہے:

نہیں غم گرچہ دشمن ہوگیا ہے آسماں اپنا
مگر یارب نہ ہو نامہرباں وہ مہرباں اپنا (۵)

ابتداء حبیب کنتوریؔ اور ترقیؔ کو اپنا کچھ کلام بتایا مگر اس کے بعد کسی سے اصلاح نہیں لی، چوں کہ آپ فطری اور قدرتی شاعر ہیں اس لئے بھی کسی استاد کی ضرورت نہ تھی۔ نظم ونثر کی کئی کتابیں اب تک شائع ہوچکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

ریاض امجدؔ حصہ اول ودوم، رباعیات امجدؔ۔ حصہ اول، دوم، سوم، خرقۂ امجد۔ نذر امجدؔ۔ اگرچہ رباعیات کے باعث آپ عام طور سے شہرت رکھتے ہیں مگر درحقیقت دیگر اصناف سخن میں بھی آپ کے بہترین خیالات اوراعلیٰ جذبات کے نمونے ملتے ہیں۔ آپ کے کلام کی حکمت اور معرفت کے مدِنظر حکیم الشعراء اور شہنشاہِ رباعیات کا لقب دیا گیا (٦)۔

حضرت امجدؔ کی شاعری حسن وعشق، گل وبلبل کے جھوٹے تذکروں اور بے سروپا خیالی کرشموں سے خالی ہے۔ جیسا کہ خود کہتے ہیں۔

نہ ذکر بلبل و گل ہے نہ داستانِ بہار
نہ وصفِ سنبل وریحاں نہ مدح بادشاہ
نہ کوئی لطفِ زباں ہے نہ خوبی مضموں
نہ حسن و عشق کا قصہ نہ شاعرانہ خیال

مگر تیسرا مصرع صرف مصنف کا خیال اور انکا مشرقی انکسار ہے ورنہ مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امجدؔ کا کلام نہ صرف لطف زبان کی حیثیت سے واجب التعظیم ہے بلکہ خوبی مضمون کے اعتبار سے بھی قابلِ تحسین ہے۔

جناب نصیرالدین ہاشمی کا خیال ہے کہ حضرت امجدؔ کی شاعری تین امور کے لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ سادگی، نازک خیالی، تاثر، بہترین کلام کے یہی تین جوہر ہیں جو حضرت امجدؔ کی شاعری میں خصوصیت سے نظر آتے ہیں۔

''دنیا اور انسان'' حضرت امجدؔ کی ایک طویل نظم ہے جس میں آپ نے دنیا اور اہلِ دنیا کی طمع حرص وہوا بغض وحسد کا نقشہ پاکیزہ روزمرہ میں نہایت خوبی اور عمدگی سے کھینچا ہے۔ اس نظم کے بعض بند حسب ذیل ہیں۔

اب سنو غور سے اے مال پہ مرنے والو
جھوٹ سچ بول کے اس پیٹ کے بھرنے والو
بلبلا پانی کا بن بن کے ابھرنے والو
ناک چوٹی میں گرفتار سنور نے والو
آپ بیتی ہے یہ سب غیر کا افسانہ نہیں
قصہ حمزہ نہیں، حالت بیگانہ نہیں

حضرت امجدؔ کی غزل بھی تصوف وفلسفہ کا معدن، حقیقت اور اصلیت کا خزانہ ہوتی ہے۔ ہر شعر میں بجلی کی چمک اور تڑپ پائی جاتی ہے۔ وہ سوز وگداز کی بولتی تصویر ہوتی ہے ان سے وہ راز پنہانی جلوہ نما ہوتے ہیں جن تک رسائی اور پردہ دری ہر ایک کا کام نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی اس راز کو افشاں کرتے ہیں جو دیدہ بصیرت رکھتے ہیں۔ آپ کے کلام میں جہاں اصلیت ہے وہیں ان میں سادگی عام فہمی بھی ہے وہ

ایسے نہیں ہے جن کے سمجھنے کے لئے کلام غالبؔ کی طرح شرح کی ضرورت ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ وہ عام فہم اور صاف ہیں اور پھر فلسفہ اور تصوف کے مشکل ترین مسائل کے حامل بھی وہ تخیل کے لحاظ سے بلند سے بلند درجہ رکھتے ہیں اور اس کے باوجود اصلیت سے دور نہیں۔ رنگینی اور لطف زبان سے خالی نہیں۔ آپ نے اس امر کو بہ خوبی ثابت کر دیا ہے کہ معمولی بول چال کی زبان کس طرح غزل کا بارِ امانت اٹھا سکتی ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

یوں تو کیا کیا نظر نہیں آتا
کوئی تم سا نظر نہیں آتا
ڈھونڈتی ہے جسے میری آنکھیں
وہ تماشہ نظر نہیں آتا
جیتے جی اپنے اس کو دیکھوں گا
مجھے ایسا نظر نہیں آتا
ہو چلی انتظار میں یہ عمر
کوئی آتا نظر نہیں آتا
جو نظر آتے ہیں نہیں اپنے
ہے جو اپنا نظر نہیں آتا
جھولیاں سب کی بھرتی جاتی ہیں
دینے والا نظر نہیں آتا
زیر سایہ ہوں اس کے اے امجدؔ
جس کا سایہ نظر نہیں آتا

☆☆☆

نالہ جان خستہ جاں عرش بریں پہ جائے کیوں
میرے لئے زمین پر صاحبِ عرش آئے کیوں
زخم کو گھاؤ کیوں بناؤ درد کو اور کیوں بڑھاؤ
نسبت ہو تو توڑ کر کیجئے ہائے ہائے کیوں
جس نے چڑھائیں تیوریاں نام سے میرے عمر بھر
اب وہ مرے مزار پہ پھول چڑھانے آئے کیوں
امجدؔ خستہ حال کی پوری ہو کیوں کر آرزو
دل ہی نہیں جب اس کے پاس مقصد دل بر آئے کیوں

☆☆☆

دل کی شکستگی نے آج جوڑ دیا کسی کے ساتھ
دیکھ لیا رخ حسین اس درِ نیم باز سے
حیلہ ہاتھ آتا ہے خوب ہم کو پائے بوسی کا
رکھ دیا قدم پہ سر جب انہیں خفا پایا
بندگی میں یہ کبریائی ہے
خیر گذری کہ میں خدا نہ ہوا

☆☆☆

کس طرح نظر آئے وہ پردہ نشیں امجدؔ
ہر پردہ کے بعد ایک اور پردہ نظر آتا ہے
وہ کرتے ہیں سب چھپ کر تدبیر اسے کہتے ہیں
ہم دھر لئے جاتے ہیں تقدیر اسے کہتے ہیں

حضرت امجدؔ اپنی اردو فارسی رباعیات کے باعث عام طور پر شہرت رکھتے ہیں۔ ان رباعیات کے متعلق خود امجدؔ فرماتے ہیں۔

''تنقیدی نظر سے میں ان رباعیات کے اچھے برے، اخلاقی غیر اخلاقی، مفید غیر مفید ہونے نسبت کوئی صحیح اور کلیہ رائے قائم نہیں کر سکتا، ہر شخص کا مذاق جدا ہوتا ہے اور ذوق الگ'' (۷)۔

مولانا شیخ عبدالقادر قیصرؒ

مولانا شیخ عبدالقادر قیصرؔ جامعہ نظامیہ فارغ التحصیل تھے۔، صدر مدرسہ وسطانیہ مغل گدہ پر آپ نے برسوں تعلیمی خدمات انجام دیں۔شعروادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔آپ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی۔مختلف مجلّات ورسائل میں آپ کا فصیح وبلیغ کلام شائع ہوا کرتا تھا۔آپ تلمیذ شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب کے،خواہرزادہ اورسابق استاد حضرت شاہزادگان والاشان تھے۔

جشن عثمانی کے موقع پر بطور نذر عقیدت آپ کا تحریر کیا گیا کلام بطور نمونہ پیش ہے۔

شاہ عثمان علی خاں کی ہے سلور جوبلی　ہے زمیں پر جوبلی بام فلک پر جوبلی

چشم انجم خیرہ ہے بزم چراغاں دیکھ کر　ہے ضیاء باری میں کیا خورشید وخاور جوبلی

غرہ ذوالحجہ ہے پیغام جشن دل فروز　آئی ہے بزمِ جہاں میں عید بن کر جوبلی

اُٹھتی ہے چاروں طرف سے آج موجیں کیف کی　بن گئی ہے صہبائے عشرت کا سمندر جوبلی

طرۂ دستار زریں تاب کا ہے یہ اثر　ہے تو سیمیں رکھتی ہے خاصیت زر جوبلی

روز روزِ عید ہے ہرشب دکن کی شب برات　دیکھ کر حیراں نہ کیوں ہو چشمِ اختر جوبلی

ابرِنیسانِ کرم سے شاہ کے ہے فیضیاب　کرتی ہے مخلوق پر جو بارش زر جوبلی

پارسی عیسائی اور ہندومسلماں شاد ہیں　سب مناتے ہیں بصد اخلاص مل کر جوبلی

شاہِ والا کے نہ کیوں تابع ہوئے دارائے زماں　ساتھ اپنے لائی ہے بختِ سکندر جوبلی

آصف سابع کے تابع ہوں یہ ساتوں آسماں　ہفت اقلیم جہاں میں ہو معزز جوبلی

عرض کر قیصرؔ زروئے بخت یہ فصلی میں سال
ہو مبارک آصف ہفتم کو سلور جوبلی

۶	۴	ف	۳	۱

(ز: مجلّہ نظامیہ، ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ۔صفحہ ۵ مدیر: شاہ ابوالخیر کنج نشینؒ)

☆☆☆

حضرت سید محمد بادشاہ حسینی لئیقؔ

حضرت سید محمد بادشاہ حسینی لئیقؒ، سید الشیوخ حضرت علامہ حافظ سید محمد عمر الحسینی قادریؒ کے فرزند اکبر ہیں۔ جنھوں نے اپنے بے مثال کارناموں سے دنیا میں حسن سلوک، خیر وصداقت کو نمایاں کیا اور آئندہ نسلوں کے لئے علوم ومعارف نبوت کے وہ حسین وجمیل نقوش چھوڑے جو انسانوں کے لئے ہمیشہ شمع ہدایت کا کام دیتے رہیں گے اور ایسا اسوہ ونمونہ پیش کیا کہ اس کے نقوش ہر وقت گم کردہ راہوں کے لئے روشن ونمایاں رہیں گے۔ آپ کی ذات تحریر وتقریر، گفتار وکردار میں اللہ کی برہان تھی۔ اسی وجہ سے حضرت بادشاہ حسینیؒ کی شخصیت بھی ہندو پاک کے لئے محتاج تعارف نہیں۔

سرزمین دکن پر آصف سابع کے دور میں بادشاہ سے لے کر فقیر تک ہر شخص کسی نہ کسی عنوان سے آپ کو جانتا پہچانتا اور واسطہ رکھتا تھا۔ بقول میر تقی میرؔ

جانے نہ جانے گل ہی جانے باغ تو سارا جانے ہے
پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

حضرت بادشاہ حسینیؒ جامعہ نظامیہ کے فاضلِ اجل، مکہ مسجد کے واعظ بے بدل، مجلس علماء دکن کے روحِ رواں، شریعت کے ہادی، طریقت کے رہبر، دینی علمی وملی مسائل میں مسلمانوں کے پیشوا، علم وفضل میں جہاں آپ اپنی نظیر تھے وہیں ذوق شعر وسخن میں بھی بے نظیر تھے۔

ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں
ہوتا ہے اک بہشت کا دانہ انار میں
(آتش)

لئیقؔ تخلص فرماتے تھے، آپ کا کلام عشق رسول، اہلِ بیت اطہار، صحابہ اخیار اور سلطان الاولیاء حضرت ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی محبت سے لبریز ہے چنانچہ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

مشکوٰۃ نبوت کی ضیاء دیکھ رہا ہوں
صدیقؓ میں فاروقؓ میں عثمانؓ میں علیؓ میں
دیوانے ہیں جو کل سے جدا کرتے ہیں جز کو
جو بات نبی میں ہے وہی آل نبی میں

آپ سادات حسینی سے ہیں۔ سلسلہ نسب 42 واسطوں سے سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید محی الدین الحسینیؒ نے اورنگ زیب عالمگیر کے آخری عہد میں بغداد شریف سے دیار ہند کا رخ فرمایا اور ہندوستان تشریف لائے اور دارالسرور برہان پور میں مقیم ہوئے۔ وہاں سے یہ خاندان سادات فرخندہ بنیاد حیدرآباد منتقل ہوا اور دکن کو اپنا وطن بنالیا۔

ابتدائی تعلیم والد بزرگوار حضرت سید الشیوخ سے حاصل فرمائی جن کا سینہ انوار علم وحکمت سے معمور اور قلب مبارک فیضان سماوی کا خزانہ جو شمع عرفان، سلسبیل ولایت، تنویر سعادت انسانی کا مرکز تھا اور جن کے علو مرتبت کا اعتراف معاصر علماء وصوفیاء نے کیا تھا۔

تیرہ سال کی عمر میں علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ نظامیہ میں شریک ہو کر فاضل وجید علماء، ادباء وفضلاء سے درس نظامی کی تحصیل کی اور جامعہ سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی درجہ سے کامیاب کیا۔ اس سلسلہ میں ہمیں مولانا موصوف کی تحریر ملتی ہے جس میں وہ اس طرح رقم طراز ہیں۔

”1332 ہجری سے جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں باقاعدہ سلسلہ درس زیر سرپرستی حضرت العلامہ مولانا حافظ محمد انوار اللہ خاں

بہادر فضیلت جنگ نور اللہ مرقدہ شروع ہوا اور 1340 ہجری میں دستار فضیلت سے مشرف ہوا'' (۸)۔

آپ نے جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل کیا ان میں نمایاں نام یہ ہیں۔فضیلت جنگ علامہ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ' مولانا عبدالکریم افغانی صدر المدرسین، مولانا محمد یعقوب صاحب شیخ الحدیث' مولانا مفتی محمود کان اللہ لہ شیخ الجامعہ و خطیب مکہ مسجد، حضرت سید شاہ ابراہیم ادیب صاحبؒ پروفیسر عربی عثمانیہ یونیورسٹی' مولانا مفتی رحیم الدین صاحبؒ، مولانا سید محمد شطاری صاحبؒ۔

ان کے علاوہ اپنے برادر مکرم بحر العلوم حضرت مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی قادری حسرتؒ سے (جو اس وقت عثمانیہ یونیورسٹی میں دینیات کے صدر تھے۔) تقریباً بیس سال استفادہ فرمایا۔ رمضان المبارک 1340 ہجری بروز جمعۃ الوداع، صدر الصدور میر مجلس جامعہ نظامیہ، مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی و دیگر علماء ومشائخ کی موجودگی میں بمقام مکہ مسجد بحر العلوم حضرت عبدالقدیر حسرتؔ صدیقیؒ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھا۔

آپ کی علمی وادبی خدمات جامعہ نظامیہ کی تاریخ کا ناقابلِ فراموش ہے۔آپ نے اپنے والدِ محترم علامہ عمر حسینی قادریؒ کی مشہور تفسیر کشف القلوب کا اسی اسلوب ورنگ میں تکملہ کیا۔مجلس علمائے دکن حیدرآباد کے معتمد کی حیثیت سے بھی آپ نے یادگار خدمات انجام دیں (۹)۔

حضرت شیخین احمد شطاریؒ کاملؔ

نقیبُ الاسلام حضرت علاّمہ سید شاہ شیخین احمد حسینی قادری شطاری کاملؔ علیہ الرحمہ حیدرآباد دکن کے مشاہیر علماء مشائخ خاندان اور سادات حسینی سے ہیں۔آپ کے چار بزرگوار عرب سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوتے ہوئے احمد آباد گجرات تشریف لائے۔اور وہاں سے ۱۰۷۰ھ میں آپ کے ساتویں پشت کے جد محبوبِ یزداں، حضرت سید شاہ احمد گجراتی الحسینی قادری الشطاری المعروف گجراتی شاہ قبلہ قدس سرہ العزیز نے جو اپنے زمانے کے اکابر اولیاء سے تھے، اورنگ آباد کو اپنا مسکن بنالیا اور 1109ھ میں واصل بحق ہوئے، بیرون ظفر دروازہ آپ کی مزار شریف آج بھی زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔آپ کے پیرومرشد زبدۃ العارفین حضرت شاہ برہان الدین رازؔ الہ قدس سرہ برہان پور میں آرام فرما ہیں۔جن سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی۔ حضرت گجراتی شاہ قبلہ قدس سرّہ کے صاحبزادہ منہاج العارفین حضرت سید شاہ شہاب الدین محمود حسینی قادری الشطّاری المعروف گونگے شاہ قدس سرّہ بڑے صاحب حال اور مجذوب سالک بزرگ تھے، آپ کا مزار شریف بھی اپنے والد کے بازو واقع ہے۔

حضرت علاّمہ سید شاہ غلام غوث حسینی قادری الشطاریؒ کے علمی گھرانے کے چشم وچراغ مولانا کاملؔ شطاری 23 صفر 1323ھ آستانہ شطاریہ محلّہ دبیر پورہ میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے گھر پر ہی حاصل کی، اسطرح علم کی دولت ورثہ میں ملی تھی، آپ نے مولوی فاضل اور منشی فاضل کا کورس مکمل کیا۔ حضرت دیدار احمد صاحبؒ کی شاگردی میں منطق کا علم حاصل کیا۔ حضرت علامہ عبدالقدیر صدیقیؒ، علامہ عبدالواسع سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی، افضل العلماء مولانا سید عبدالباقی شطاریؒ مولانا کاملؔ کے خاص اساتذہ رہے۔نقیب الاسلام حضرت سید شیخین احمد شطاری کاملؔؒ مملکتی مجلس اتحاد المسلمین (بہ زمانہ سراکبر حیدری صدر اعظم) مجلس علماء دکن، پیشوایانِ مذاہب جمعیۃ المشائخ، انجمن پارچہ بافی حرمین وشریفین،

انجمن اہل خدمات مذہبی، مسلم پرسنل لا بورڈ، انجمن علم و عمل (قائم کردہ سر نظامت جنگ مرحوم) کے بنیادی ممبروں میں سے تھے۔ آپ تا دم زیست برسوں معتمد صدر مجلس علمائے دکن کی حیثیت سے ملت کے دینی مسائل میں بحسن خوبی رہبری فرماتے رہے۔ ہمیشہ سے خاموش خدمات کے زیادہ حامی رہے۔ اصلاح مسلمانان کے سلسلہ میں اپنے ذاتی مصارف سے اکثر اضلاع کے دورے کئے ہیں حضرت کامل کے مواعظ، تقاریر، نہایت مدلّل اور دلنشین ہوتے تھے۔ ممتاز علماء و مشائخین میں آپ کا شمار ہوتا تھا عامۃ الناس سے بلا امتیاز مذہب و ملّت رواداری اور بادشاہ کے ساتھ وفاداری خاص شعار تھا۔

حضرت کاملؒ بیک وقت عالمِ دین بھی تھے اور پیر طریقت بھی، عصری تقاضوں پر نظر رکھنے والے بھی اور مفکر و مدبّر بھی، ملت اسلامیہ کے بے لوث رہنما بھی اور محض انسانیت کی اساس پر حساس اور دھڑکتے دل کے مالک بھی۔ آستانہء شطاریہ کا روشن مینار نقیب الاسلام حضرت کامل شطاریؒ واعظ، مفسر، محدث، فقیہ، ادیب اور شاعر غرضکہ وہ بے شمار ہمہ جہتی خوبیوں کے ساتھ ایک پُر اثر و باوقار شخصیت کے مالک، گفتار و کردار ہر دو میدانوں کے غازی تھے۔ آپ میں استقامت بدرجۂ اتم تھی زندگی کے ہر معرکہ میں انہیں مجاہد پایا۔ وہ مصلے پر امام تھے تو ممبر پر واعظ و خطیب، خانقاہ میں طبیب روحانی تھے تو خدمتِ خلق بھی ان کا محبوب ترین مشغلہ رہا۔

اس بات کے تو سبھی قائل ہیں کہ فضلِ خدا ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہا۔ لیکن شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ اس فضل کی محرک سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث الثقلینؓ کی آپ پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے دینی و دنیوی دونوں دولتوں سے آپ کو نوازا۔ دنیا کی ساری آلائشوں سے آپ کا دامن پاک رہا۔ سخت سے سخت صبر آزما مواقع پر بھی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و غوثیت مآب کی سرپرستی ان میں قلبی سکون پیدا کر دیتی تھی۔

آپ فطرتاً نفاست پسند تھے اور ہمیشہ نفیس لباس زیب تن فرماتے۔ آپ کچھ عرصہ امیر جامعہ نظامیہ بھی رہے۔ اسطرح اپنے دینی و علمی شغف کی وجہ متعدد انجمنوں میں مسلمانوں کی صحیح خطوط پر رہبری فرماتے رہے۔

حضرت کاملؔ رحمۃ اللہ علیہ 6 ذی الحجہ 1396ھ م 28 نومبر 1976ء روز یکشنبہ 6 بجے صبح واصل بحق ہوئے۔ اس عالم کی زندگی نے چولا بدل کر اُس عالم کی زندگی اختیار کی جہاں موت آتی ہے اور حیات کو حیاتِ ابدی و سرمدی ملتی ہے۔

حضرت کاملؔ شطاری کو دربار رسالت اور بارگاہ غوثیت سے جو بے پناہ عقیدت و محبت ہے اسی نے دراصل شعر کا روپ اختیار کیا یوں تو ان کی کہی ہوئی نعتیں اور منقبتیں بھی بہت سی ہیں جن میں آداب نعت و منقبت کا پورا پورا لحاظ اور پاس ہے مگر محبت میں ایک دل کے لئے غزل کے میدان میں جو کیف و لطف ہے وہ ان آداب سے گزر کر کچھ اور وسعت اختیار کر لیتا ہے اسی لئے غزل کے میدان میں ان کی والہانہ شیفتگی بڑا رنگ پیدا کر دیتی ہے۔

حضرت کاملؔ کی غزلوں میں رضا و تسلیم کا مضمون نئے نئے انداز سے اور محبت کی سرافگندگی کا مفہوم بیسیوں طریقوں سے پیش ہوا ہے۔ ہر شعر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غزل کا بہترین شعر ہے صوفیہ کے پاس یکے بعد دیگرے چار ترک، چار اہم منازل سمجھے جاتے ہیں چنانچہ جناب کاملؔ فرماتے ہیں۔

ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولیٰ، ترکِ ترک
یعنی یوں بے آرزو جینے کی عادت کر کے دیکھ

حضرت کاملؔ کے کلام میں جو چیز کثرت سے ملتی ہے وہ نسبت کی اہمیت کی تلقین ہے فرماتے ہیں۔

بے فکر جی رہا ہوں ہر اک اعتبار سے
نسبت بھی کیسی چیز ہے دامان یار سے

کیا چیز ہے نسبت کوئی پوچھے میرے جی سے
مرتا ہوں اسی کے لئے جیتا ہوں اسی سے

حضرت کاملؔ کے ہاں ایسے بیسیوں شعر ملینگے جن کے مضامین ایسے ہونگے جو ہر شخص کے دل میں آتے رہتے ہیں بسا اوقات پیرایہء بیان زمین شعر کو آسمان بنا دیتا ہے جیسے۔

بے ہنر سہی لیکن بے وفا نہیں کاملؔ
وہ تمہارا بندہ ہے اور فقط تمہارا ہے

حضرت کاملؔ کی شاعری کا اک اور وصف تصوف کے مسائل کا سلجھا ہوا انداز بیان ہے جس میں وہ جادہء شریعت اور صراط مستقیم سے نہیں ہٹتے۔ کسی مقولے یا ضرب المثل کا نظم میں ادا کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے مگر کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔

ائے شعلہء جوالہ جب سے لو تجھ سے لگائے بیٹھے ہیں
اک آگ لگی ہے سینہ میں اور سب سے چھپائے بیٹھے ہیں

حضرت کاملؔ کے اشعار میں جذبات کی صداقتِ تعبیرات کی نزاکت، زبان کی حلاوت اور بیان کی لطافت بھی ملجاتی ہے۔ حضرت کا دیوان ''وارداتِ کاملؔ'' ان کے دلپذیر انداز بیان کا ایک مختصر سا نمونہ ہے۔ حضرت کاملؔ کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ مضمون کتنا ہی بلند ہو زبان سلیس اور سادہ ہوتی ہے۔(۱۰)

حضرت سید شاہ سیف الدین شرفی سیفؔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ شرفی کے پوتے اور حضرت غوث شرفیؒ کے فرزند اکبر حضرت سید شاہ سیف الدین حسینی رضوی قادری شرفیؒ 4/صفر المظفر 1319ھ م 1901ء بمقام حیدرآباد تولد ہوئے، والد بزرگوار کے زیرنگرانی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد مدرسہ نظامیہ میں داخل کروائے گئے۔ جہاں سے درجہ بدرجہ کامیاب ہوتے ہوئے فاضل کی تکمیل کی، حضرت محمد عبدالحمید، حضرت علامہ حکیم محمد حسین اور حضرت حاجی محمد منیر الدین خطیب مکہ مسجد آپ کے ہم درس تھے، جامعہ نظامیہ سے دستارِ فضیلت کے حصول کے بعد آپ نے 4 سالہ نصاب کی تکمیل کے بعد طبیب کامل کی سند حاصل فرمائی، علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی عارفین و کاملین کی صحبتوں نے اس میدان میں باکمال کیا۔ والد سے بیعت و خلافت پائی، والد بزرگوار کے وصال کے بعد سجادہ نشین شرفی چمن کی حیثیت سے آبائی مسلک کو اختیار فرمایا۔ رشد و ہدایت اور خدمت خلق کے ذریعہ اپنے اسلاف کی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ فضل رب قدیر اور عطائے حبیب کبریا سے محبوب خلائق بن گئے۔ ساری زندگی نہایت صبر و شکر کے ساتھ گذاری۔

اپنے علم و فضل اور فن طب میں مہارت کے علاوہ تقویٰ و پرہیزگاری عبادت و ریاضت، خداترسی و دینداری، حسن اخلاق اور خدمت خلق کی وجہ سے مقام خاص حاصل کیا۔ حیدرآباد میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیضان کے ضمن میں حضرت سیفؔ شرفی کا اسم مبارک ایک گونا اہمیت رکھتا ہے۔

آپ نے تعلیمات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے آپ کو وقف رکھا۔ آپ کے مریدین کا

حلقہ وسیع ہے۔ حیدرآباد کے علاوہ بیرون میں ہزاروں خاندان آپ سے ارادت رکھتے ہیں۔ حضرت سیفؔ شرفی درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ مخلوق کے نفوس کا تزکیہ کرتے رہے۔ مزار شریف احاطہ درگاہ شریف شرفی چمن میں واقع ہے۔ بلا لحاظ مذہب و ملت لاکھوں لوگوں نے حضرت سیفؔ شرفی سے فیض پایا۔ تین مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت کے دو برادران تھے۔ حضرت سید شاہ شمس الدین حسینی رضوی قادری شرفی اور حضرت سید شاہ تاج الدین حسینی رضوی قادری شرفی یہ دونوں بزرگ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر قائم رہتے ہوئے اپنے برادرکلاں کی طرح مخلوق کی رحمت رسانی کے مبارک مشغلہ سے وابستہ رہے۔

حضرت سیفؔ شرفی کئی زبانوں کے ماہر اور بہترین شاعر تھے۔ آپ کے دو مجموعہ کلام شائع ہو چکے ہیں۔ اپنی نعتیہ شاعری کے باعث حضرت سیفؔ شرفی ممتاز مقام کے حامل تھے۔ حضرت سیفؔ شرفی کے فرزندان میں مولانا سید شاہ محمد علیم الدین حسینی قادری شرفیؒ، مولانا سید شاہ محمد جمیل الدین قادری شرفی، ڈاکٹر سید محمد حمید الدین قادری شرفی، جناب سید محمد رفیع الدین قادری شرفی اور جناب سید شاہ محمد حکیم محی الدین قادری شرفی ہیں۔ مولانا سید شاہ محمد علیم الدین حسینی شرفی درگاہ شریف شرفی چمن کے سجادہ نشین اور اپنے بزرگوں کی روایات کے علم بردار تھے جن کا وصال ہوگیا۔

مولانا سید شاہ جمیل الدین قادری شرفی زاویہ قادریہ ٹرسٹ (ماڑپلی) کے بانی اور پیر طریقت ہیں۔ حضرت سیفؔ شرفی کے برادر زادگان میں مولانا حکیم سید غوث الدین قادری شرفی جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ اور کئی برسوں سے تفسیر قرآن بیان کر رہے ہیں اور نظامیہ طبی کالج کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری شرفی سجادہ نشین آستانہ شرفی چمن محبوب نگر اور مولانا سید شاہ عبدالحفیظ قادری شرفی مدنی پاشاہ صاحب ہیں۔ حضرت سیفؔ شرفی کے چھوٹے بھائی کے فرزندان میں مولانا سید شاہ عامر محی الدین قادری شرفی اور مولانا سید شاہ جعفر محی الدین قادری شرفی ہیں۔ حضرت سیفؔ شرفی کے مجموعہ کلام ''ساغر سیف'' (1411ھ تاریخی نام) سے منتخب کلام پیش ہے۔

کون ومکاں کے والی وہ لامکاں ہے تیرا
وہم و گماں سے باہر نام و نشاں ہے تیرا
ساری زمین تیری سارا زماں ہے تیرا
یہ عندلیب تیرے یہ گلستاں ہے تیرا
باغِ جناں کے مالک باغِ جہاں ہے تیرا
عالم کا ذرہ ذرہ تسبیح خواں ہے تیرا
کر شکرِ حق تعالیٰ، اے سیفؔ ہر گھڑی تو
روزِ ازل سے حامی اور مہر باں ہے تیرا

خدا ئے پاک ہی ٹھیرا ہے مبدا روشنائی کا
محمد[ﷺ] نورِ حق ہیں نور ہیں سارا
ہے وحدت اور کثرت میں معمہ کبریائی کا
ہویدا ہوگیا ہم پر ہے احساں مصطفائی کا
مسلماں اشرفِ انساں، مسلماں صاحبِ عرفاں
کرم ہے فیض ہے صدقہ ہے ذاتِ مصطفائی کا
اس کے نور کی کرنوں سے چمک ہے دو عالم میں

وہی ہے غوثِ اعظم رہنما ساری خدائی کا
پڑھا کر لا الہ سیفؔ ہر لحظہ ہر اک ساعت
یہ ذریعہ قربِ حق کا ہے محمد[ﷺ] تک رسائی کا
بندہ کا فرض خالقِ اکبر سے ارتباط
خالق کی شان بندۂ کمتر سے ارتباط
ہو تا ہے جس کو شافعِ محشر سے ارتباط
ہو تا ہے اس کو خالقِ اکبر سے ارتباط
یہ عاصیوں کے واسطے ہے راہِ مستقیم
غوث الوریٰ سے ربط، پیمبر سے ارتباط
کیوں تشنہ کام رہتے بھلا حضرتِ بلال﷛
حاصل ہے ان کو ساقیٔ کوثر [ﷺ] سے ارتباط
کٹ کر بھی آتی ہے سر منصور سے سدا
پیدا کیا ہے ہم نے نئے سر سے ارتباط (۱۱)

حضرت سید علی افسرؒ (شاعر محمد نامہ)

حضرت سید میر حسین علی افسؔر حیدرآباد کے مشہور شاعروں میں سے ایک ہیں۔ صداقت پسندی اور حب الوطنی ان کی قومی نظموں کا موضوع ہے۔ ان کا کلام قدیم وجدید رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ ان کی غزلوں میں تغزل کے ساتھ ساتھ مسائلی اشعار بھی ملتے ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں حیدرآباد کے ایک مشہور مشائخ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میر فضل علی فضلؔ جامعہ نظامیہ میں فارسی، عربی کے استاد ہونے کے علاوہ مشہور شاعر اور ادیب بھی تھے جن کی تصنیفات میں خزینہ، فارسی، جذبات فضل، بھولی صورت، ایک قلب قابل ذکر ہیں۔ حضرت علی افسر نے جامعہ نظامیہ سے مولوی تک تعلیم پائی اور فارسی کا اعلیٰ امتحان منشی فاضل کامیاب کرنے کے بعد درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں کلثوم پورہ ہائی اسکول میں بحیثیت مدرس ان کا تقرر ہوا۔ مدرسہ فوقانیہ آصف نگر میں کارگذار رہے۔ حضرت علی افسؔر نے (۱۸) سال کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کیا۔ تقریباً تمام اصناف سخن میں شعر کہنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ابتدائی کلام پر حضرت مفتی اشرف علی اشرف سے صلاح لی۔ کئی سال سے آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے ان کا کلام نشر ہوا۔ بمبئی، پونا ریڈیو سے بھی ان کا کلام نشر ہو چکا ہے۔

مولانا علی افسؔر کا کلام ہندوستان کے مختلف معیاری روزناموں اور ماہناموں میں شائع ہوتا رہا ہے۔ ان کی غزلیں اور نظمیں ہندوستان کے عوام کسی نہ کسی پرچہ میں پڑھ چکے ہیں۔ مشاعروں میں یا ریڈیو سے سن چکے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ کو نظم کر کے انہوں نے عظیم کارنامہ انجام دیا جو ۱۹۷۴ء میں **''محمد نامہ''** کے نام سے منظر عام پر آیا۔ اس مقدس کتاب کو ہندوستان میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ نہ صرف عوام کی جانب سے متعدد خیر مقدمی جلسے منعقد کئے گئے بلکہ ہندوستان کے معیاری اخبارات و رسائل نے اس کے اقتباسات نمایاں طور پر شائع کیا۔ عوام کو ریڈیو سے متعدد مرتبہ سننے کا موقع ملا اور کچھ بند گراموفون ریکارڈ کے ذریعہ بھی سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ غرض مولانا علی افسؔر کے اس عظیم کارنامے کو نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام مشائخین عظام اور ذی علم حضرات نے بے حد پسند کیا اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جن میں قابل ذکر مولانا عبدالوہاب بخاری ناظم دائرۃ المعارف، امیر ملت مولانا مفتی عبدالحمید شیخ الجامعہ نظامیہ، پروفیسر غلام دستگیر رشیؔد، پروفیسر سید محمد، ڈاکٹر حسینی شاہد شامل ہیں۔ جن کے تاثرات نہ صرف مقامی اخبارات میں شائع

ہو چکے ہیں بلکہ ''محمد نامہ'' میں بھی شامل ہیں۔ادارہ'' کامن نیوز'' ہفتہ وار کی جانب سے مولانا علی افسر کے نعتیہ و منقبتی کلام کے علاوہ خلفائے راشدین کی سیرت سے متعلق چار ہزار اشعار پر مشتمل ''خلافت نامہ'' کے اقتباسات کے ساتھ نعتیہ و منقبتی کلام کا مجموعہ ''تجلیات رسالت'' کے نام سے شائع کرنے کی کوشش کی گئی۔جس کے اقتباسات ہندوستان کے معیاری رسائل دین دنیا، ہدیٰ، روزنامہ سیاست، روزنامہ رہنمائے دکن میں بارہا شائع ہو چکے ہیں اور ہز ماسٹر وائز گراموفون کمپنی نے کچھ اقتباسات کا گراموفون ریکارڈ بھی ریلیز کیا ہے۔ نعتیہ و منقبتی کلام میں ایسے نعت و منقبت بھی شامل ہیں جس کو بہت سے لوگوں نے سماع کی محفلوں میں یا گراموفون ریکارڈ کے ذریعہ سن چکے ہیں۔جن کو ہندوستان میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔مولانا علی افسرؔ کے والد حضرت سید میر فضل علی استاد جامعہ نظامیہ کا سلسلہ نسب اٹھارویں پشت میں حضرت سید عبدالعزیز ابن سید السادات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے اور نانا حضرت حبیب عبدالرحمٰن مکیؒ سادات حسینی سے ہیں۔اس طرح مولانا علی افسر کو دینی و ملی خدمات وراثتاً ملی ہیں۔نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

کہاں مہاجر و انصار کا رہا ایماں
کہ آئے جنگِ بدر کی مانند رحمت یزداں
ہوئیں کہیں نہ کہیں دشمنوں کی یلغاریں
رہے ہیں فکر معیشت میں ہم کبھی حیراں
کبھی فلک سے ہوئی ہیں مصیبتیں نازل
کہیں ہے قحط، کہیں زلزلہ کہیں طوفاں
کچھ اس طرح سے تسلط ہوا اندھیروں کا
کبھی خود اپنی تباہی کے کرلئے ساماں
قدم قدم پہ بچھے ہیں فریب کے پھندے
کہاں ہے خوف خدا اور کدھر غم انساں
لیا ہے قوم کی خدمت کا آسرا کوئی
وہی ہے اپنا تغافل وہی ہے خواب گراں
یہ سامراجی بنا ڈالے جوہری ہتیار
وہ کامراں ہوئے سمجھے ہیں پڑھ کے جو قرآں
ہر ایک بات ہے آئینہ دار مکر و فریب
تعیّشات میں ہم رہ گئے جہاں کے وہاں
وہ بنگلہ دیش ہو کہ ہو افغان یا ایران
وہ مصر و شام ہوں کہ فلسطین کے ہوں اخواں
رسولؐ پاک کی سیرت ہو یا کہ ہو قرآں
رموز فتح و ظفر آیتوں میں ہیں پنہاں

(بشکریہ: روزنامہ سیاست، حیدرآباد، مورخہ: 9 مارچ 1970ء)

حضرت سید عطاء اللہ حسینی قدسیؔ

حضرت مولانا سید عطاء اللہ حسینی قدسیؔ نے علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال گھرانہ میں آنکھ کھولی،شفقت و محبت کے سایہ میں پرورش پائی،ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد سلسلہ ملتانیہ کا یہ چشم و چراغ باضابطہ اعلیٰ تعلیم کے لئے از ہر ہند جامعہ نظامیہ میں داخل کیا گیا۔تعلیم میں دلچسپی اور نور حقیقت کو پانے کی تڑپ نے جن اساتذہ کے دامن سے وابستہ کردیا ان میں علامہ مفتی عبدالحمیدؒ، شیخ العقائد مولانا غلام احمدؒ، شیخ الحدیث مولانا حکیم محمد حسینؒ نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ان نابغہ روزگار ہستیوں نے آپ کو اپنے فیضان علمی سے خوب خوب سیراب

کیا۔ مولانا کی ذہنی وفکری تعمیر وتشکیل میں ان اساتذہ کرام کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ آپ اسم با مسمی عطاء اللہ (اللہ کی دین) بن کر تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف، فلسفہ، حکمت، درس و تدریس، تصنیف وتالیف، تحقیق و تدقیق، تنظیم وتحریک، شعر وادب، خطابت و قیادت ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر بکھیر رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ میں تعلیمی مراحل طے کئے اور سند فضیلت حاصل کی اس کے علاوہ کلکتہ سے (H.M.B) اور کراچی یونیورسٹی سے (یم۔اے) کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان میں ایک طویل عرصہ سے محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ گورنمنٹ کالج جامعہ ملیہ اسلامیہ ملیر کراچی کے شعبہ معارف اسلامیہ کے صدر رہے۔ احیاء سنت اور انسداد بدعت کے حامل ''ادارہ المجلس القادری'' اور جامعہ نظامیہ اسلامیہ کراچی کے بانی مبانی ہیں۔ درس قران کریم ودرس حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام زندگی کا جزو ہے۔

عالمانہ طرزِ استدلال، شگفتہ وسلیس اسلوب، فکری وتحریری توازن، تاریخی مواد سے آراستہ آپ کی تصانیف مستند ومعیاری تسلیم کی جاتی ہیں۔ ترجمہ، تحشیہ، تلخیص وتسہیل کے انوکھے انداز نے ادبی وتحقیقی حلقوں میں ممتاز مقام کا مالک بنادیا ہے۔ آپ کی ایک تصنیف ''اسلامی نظام'' علمی وعوامی دونوں حلقوں میں کافی مقبول ہوئی۔ پاکستان کے مرحوم صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے بھی اس کتاب پر اپنی پسندیدگی کا اظہار ایک تعریفی خط کے ذریعہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ انٹر میڈیٹ، آرٹس، کامرس کے طلباء کے لئے انتہائی معلوماتی کتاب ''اسلام کی بنیادی تعلیمات''، تصوف کی ایک قدیم نایاب کتاب ''نور الحقیقت'' کی ترتیب وتسہیل تحشیہ ''تنزلات ستہ'' کی سیر حاصل تشریح اردو زبان میں پہلی بار ایک قدیم فارسی مخطوطہ ''شاہد الوجود'' کا ترجمہ تحشیہ، حضرت شاہ محمد کلیم اللہ قادریؒ کے کلام ''گلدستہ کلیم'' کی ترتیب وانتخاب قرآن کریم پر اپنی نوعیت کا واحد تحقیقی کام ''معجم القرآن''، ''رسالہ قشیریہ'' کی تلخیص وترجمہ، سلوک وطریقت کا الہامی دستور، ''فتوح الغیب'' کی تشریح وترجمہ، مفتی دکن حضرت مولانا محمد رکن الدین علیہ الرحمہ کے 774 فتاوی کی ترتیب وتعلیق، سلسلہ ملتانیہ کے تین بزرگوں کا عارفانہ کلام، صحن وحدت، کی ترتیب علمی ادبی کاوشوں میں شامل ہیں۔ آپ کی طویل علمی وادبی خدمات پر حکومت پاکستان نے اکیڈمک ایوارڈ دیا۔

مولانا عطاء اللہ حسینی نے 1996ء جامعہ نظامیہ کے 125 سالہ جشن تاسیس میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت اور خطاب کیا۔ بین الاقوامی سمینار میں اپنا وقیع مقالہ بھی پیش کیا اس کے علاوہ انڈو پاک مشاعرہ میں اپنا کلام بھی سنایا جسے کافی پسند کیا گیا۔

مولانا کا کلام اور تصانیف اردو ادب میں قابل قدر اضافہ کہی جاسکتی ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام ''موج خیال'' ادبی شعری دنیا میں خراج تحسین حاصل کرچکا ہے (۱۲)۔

سالنامہ ''الانصار'' حیدرآباد 2005ء میں آپ کے مجموعہ کلام پر حسب ذیل تبصرہ شائع ہوا

''شاعری فنون لطیفہ اور تہذیب وثقافت کی روح قرار دی گئی ہے۔ ذوق شعری انسان کے جوہر انسانیت کا نکھار ہے اور یہ نکھار آپ کو پروفیسر سید عطاء اللہ قدسی کے کلام موجِ خیال میں مکمل جمالیاتی رکھ رکھاؤ کے ساتھ ملے گا۔ پروفیسر عطاء اللہ حسینی نے ادبی روایات کی پاسداری کے ساتھ اپنے کلام میں صوفیانہ و عارفانہ افکار کو بھی خوب برتا ہے جس کی جھلکیاں کلام میں جابجا نظر آتی ہیں۔ زیر تبصرہ کلام کے تخلیق کار ۴۲ سالہ تدریسی وتعلیمی تجربہ کا حامل، صدر شعبہ اسلامیات جامعہ ملیہ کراچی، روز

نامہ حیات وانجام کے کالم نگار، اعزازی خطیب، ایوارڈ یافتہ ادیب، مستند طبیب، ۶ مطبوعہ ۵ غیر مطبوعہ۔ ۱۱ زیر طبع وترتیب کتب کے مصنف ہیں جنکی علمی ادابی فکر کا رشتہ ۱۳۴ سالہ قدیم وعظیم مرکز علم وادب جامعہ نظامیہ سے جڑا ہوا ہے۔ فکر سخن، طرز ادا اور صدائے درد دل سے مزین ومرصع موج خیال دو مسحور کن وجد آفریں نعتوں، امجدؔ، قیامؔ، حیدرؔ، فراقؔ کا کلاسکی رنگ لئے ہوئے ۳۰ رباعیات، لطیف احساسات، پاکیزہ جذبات اور شائستہ خیالات کی آئینہ دار ۴۸ غزلیات اور شذرات کے تحت دو منظومات ومناجات پر مشتمل ہے۔ بقول پروفیسر قدسیؔ موج خیال کی تخلیق نصف صدی طویل عرصہ پر پھیلی ہوئی ہے اسی لئے اس میں پیرایۂ اظہار کی یکسانیت شاید آپ کو نہ ملے لیکن پروفیسر آفاقؔ صدیقی پیش لفظ میں فرماتے ہیں، قدسیؔ صاحب نے جو رباعیات کہیں ان میں سے بیشتر اس شعری مجموعہ میں شامل ہیں۔ میں تو صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ رباعی کہنا آسان کام نہیں چوتھے مصرع کا بھرپور اور بامقصد ہونا بڑی بات ہے اور ہمارے ممدوح نے اسی بڑی بات کو قابو میں رکھا ہے۔

رباعیات کے بعد غزلوں کی کہکشاں ہے غزلوں میں روایتی التزام سے تغزل کے رچاؤ کے ساتھ نئے دور کے تقاضوں اور حیاتی تنوع کا شعوری وجمالیاتی توازن برقرار رکھا ہے اس کے علاوہ تشبیہات واستعارات، نغمہ گوئی قلبی واردات، باطنی بصیرت کے مطابق جدت طرازیوں کی مثالیں بھی پروفیسر قدسیؔ کے کلام کو وقیع بناتی ہیں۔ بچوں کیلئے ایک سبق آموز وہ حوصلہ افزا نظم، پرخلوص تاثر وپروقار مناجات نیز رفیقہ حیات کے سانحہ ارتحال پر کہی گئی ایک پرسوز غزل بھی قابل دید ہے۔

مجھے رکھے گا وہ اپنی عطا سے کب محروم
مرا تو نام ہی اس کی عطاؔ سے ملتا ہے (۱۳)

مولانا سید صادق محی الدین فہیمؔ

مولانا مفتی سید صادق محی الدین 1948ء میں تولد ہوئے۔ آپ حافظ، قاری، عالم، فاضل، مفتی اور ایک بہترین محقق ہونے کے ساتھ اردو زبان وادب کا ستھرا اور پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں۔ زبان وفن سے گہری دلچسپی اور شعر وسخن سے وابستگی، خدمت ادب کی کشش نے شاعر بنادیا۔

اعلیٰ تعلیمی مراحل کی تکمیل کے لیے 136 سالہ قدیم وعظیم دانش گاہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں شرکت رہی۔ مملکت ہند کی درسگاہوں میں یہی درسگاہ وہ سینائے مقدس ہے جو مولانا صادق فہیم کے لیے تجلی گاہ ایمن بنی، جہاں دیگر علوم کے ساتھ ادب اور اصول کی تعلیم کا شرف اپنے وقت کے مایہ ناز فضلاء وادباء سے حاصل کیا۔

فقہ میں ''کامل'' کی سند 1971ء میں حاصل کی۔ فن قرأت میں استاذ القراء قاری میر روشن علیؒ، شیخ التجوید جامعہ نظامیہ کے شاگرد رشید حضرت حسن شاہؒ سے تلمذ حاصل ہے۔ 1975ء میں عصری علوم کی درسگاہ جامعہ عثمانیہ سے (M.O.L) کی ڈگری امتیازی نشانات سے حاصل کی۔

تدریسی خدمات کا سلسلہ سند فضیلت (1971ء) حاصل کرنے کے فوراً بعد جامعہ نظامیہ سے شروع ہوا۔ 1976ء میں لکچرار عربی کی حیثیت سے لطیفیہ عربک کالج ملحقہ جامعہ عثمانیہ تقرر عمل میں آیا۔ جامعہ نظامیہ میں اعزازی استاذ فقہ ونائب مفتی اول کی حیثیت سے خدمات کے علاوہ جون 1998ء سے جامعہ نظامیہ کے اسلامک ریسرچ سنٹر میں بھی کارگذار ہیں۔

ملک کے مختلف روزناموں اور رسالوں میں آپ کے مضامین

اور حمدیہ و نعتیہ کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ ابھی تک کوئی مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دیدار ہو نصیب تو پھر دیدنی رہے
اس سے بڑی جہاں میں نہ کوئی خوشی رہے
عشقِ نبی کی دل میں اگر کچھ کمی رہے
ایماں کی کب نصیب بھلا چاشنی رہے
نعلینِ پاک شہ سے جو نسبت جڑی رہے
کشتِ حیات دونوں جہاں میں ہری رہے
سرکار دے دیں مجھ کو جو کوثر کا ایک جام
محشر میں پھر مجھے نہ کوئی تشنگی رہے
ہر صاحبِ فہم کا یہ ارمان ہے فہیم
ان کے قدوم پاک سے وابستگی رہے

☆☆☆

منقبت بہ شان حضرت شیخ الاسلامؒ

وہ اک شجر علم جو ایسا ہے سایہ دار
کتنوں نے زیر سایہ گزاری ہے دیکھئے
نور نبی کے فیض سے پر نور ہے فضاء
اک نور ذرہ ذرہ پہ طاری ہے دیکھئے
انوار کا ہے ذکر فضیلت کی بات ہے
ٹھنڈک سی چشم و قلب پہ طاری ہے دیکھئے
تھی آرزو مدینہ میں رہنے کی عمر بھر
وہ بھی نبی کے حکم پہ واری ہے دیکھئے
جو فیض علم ساتھ مدینے سے لائے وہ
وہ فیض علم آج بھی جاری ہے دیکھئے
عشق نبی میں ڈوب کے لکھتے رہے ہیں وہ
تحریر دل نشین ہے پیاری ہے دیکھئے
تصنیف، درس دین و تصوف ہے دن تمام
راتوں کو پھر یہ گریہ و زاری ہے دیکھئے
شاگرد و معتقد رہے شاہان وقت بھی
لیکن بشانِ فقر گزاری ہے دیکھئے
علم و عمل کا ایک حسیں امتزاج تھے
انعام حق کی بات یہ ساری ہے دیکھئے
ایک ایک خوشہ چیں چمنستانِ علم کا
مسند نشینِ فقہ و بخاری ہے دیکھئے
مرقد بھی ان کی مرکزِ انوار ہے فہیم
جس پر نزول رحمتِ باری ہے دیکھئے

مولانا محمد شمس الدین زماں

مولانا محمد شمس الدین زماں ولد محمد جمال الدین صاحب مرحوم ضلع بیدر شریف (کرناٹک) میں 1955ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بیدر میں ساتویں جماعت تک ہوئی۔ حفظ بیدر و جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں کیا۔ فن قرأت مولانا انصار علی قریشی استاذ قرأت جامعہ نظامیہ سے حاصل کیا۔ جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل 1975 میں اور 1978ء میں ایم اوایل عثمانیہ یونیورسٹی بدرجہ اول کامیاب کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی عبدالحمید صاحبؒ، مولانا سید شاہ طاہر رضوی صاحبؒ، مولانا غلام احمد صاحبؒ، مولانا شیخ محمد سعید صاحبؒ، مولانا محمد عثمان صاحبؒ، مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب، مولانا حافظ محمد ولی اللہ

صاحبؒ، مولانا حافظ مفتی ابراہیم خلیل الہاشمی صاحب، مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شامل ہیں۔ 1980 میں حج و زیارت نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے۔ 1995 میں شیخ طریقت حضرت خواجہ معین الدین صابری صاحب قبلہ کاغذنگر سے بیعت کی۔ ہندوستان کے مختلف مقامات پر منعقد ہونے والے تجوید وحسن قرأت کے مقابلوں میں جامعہ نظامیہ کی نمائندگی کی۔ رولنگ شیلڈ اور مختلف میرٹ ایوارڈ حاصل کئے۔ جمہوریہ ایران کی جانب سے 1984ء دہلی میں منعقدہ مقابلہ حسن قرأت میں انعام اول حاصل کیا۔ جھود العلماء الکرام فی سبیل نشر القران و قرأته کے موضوع پر 1984 میں مقالہ تحریر کیا اور وزارت تعلیم دہلی میں داخل کیا۔ طبعی میلان شاعری کی طرف ہے۔ حیدرآباد اضلاع اور ملک کے مختلف علاقوں میں مشاعرے پڑھنے کا اعزاز حاصل ہے۔ شاعری کی مختلف اصناف، حمد باری تعالیٰ، نعت شریف، مناقب وسلام کے علاوہ غزلیات میں بھی طبع آزمائی کا سلسلہ جاری ہے۔ 1979 بحیثیت استاذ شعبہ حفظ جامعہ نظامیہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

جس پہ قدرت کی عطاؤں کا اثر آیا ہے
الفت شاہ میں اشک آنکھ میں بھر آیا ہے
جس کی قسمت میں مدینے کا سفر آیا ہے
اس کے دامن میں سعادت کا گہر آیا ہے
جلوہ آقا کا کسی دل میں اگر آیا ہے
سبھی کچھ اس کو دوعالم میں نظر آیا ہے
فکر کا زاویہ اس روز سے تبدیل ہوا
زورِ فاروق جہاں کھو کے اثر آیا ہے
جادۂ عشقِ رسولِ عربی کھیل نہیں
پوچھئے اس سے جو اس رہ سے گزر آیا ہے
ذکرِ محبوبِ خدا جس کا وظیفہ ہے زماںؔ
زیست میں اس کی خدائی کا اثر آیا ہے

(رحمۃ للعالمین ساونیر صفحہ (۷۷) مطبوعہ 1997ء ناشر مجلس بچاؤ تحریک)

سلام بحضور امام حسین رضی اللہ عنہ

روئے نبی سے ملتا ہے چہرہ حسین کا
گویا نبی کا جلوہ ہے جلوہ حسین کا
لا تحسبن سے یہی حق نے کیا عیاں
مرنا نہیں ہے بلکہ ہے جینا حسین کا
باطل پرست اتنا ہمیشہ یہ جان لیں
اسلام کو ملا ہے سہارا حسین کا
میرے لبوں پہ اتنی دعا ہے سدا زماںؔ
مولیٰ مجھے بھی رستہ دکھانا حسین کا

منقبت حضرت شیخ الاسلامؒ بانی جامعہ نظامیہ

جن کے دل میں ہے سدا الفتِ شیخ الاسلام
بس وہی جانتے ہیں عظمتِ شیخ الاسلام
علم کا فیض سدا یونہی رہے گا جاری
جامعہ اصل میں ہے دولتِ شیخ الاسلام
اپنے حق میں وہ مقدس ہیں ہمیشہ لوگو
جن کو سمت سے ملی صحبتِ شیخ الاسلام
دائرہ، آصفیہ، جامعہ سے ہے ظاہر

دین کے واسطے تھی خدمتِ شیخ الاسلام
بے شمار آپ کے احساں ہیں مسلمانوں پر
اب بھی ہے فیض رساں تربتِ شیخ الاسلام
میؔر عثمان علی خاں یہی کہتے تھے سدا
ہیں فضیلت کا نشاں حضرتِ شیخ الاسلام
اضطراب اور پریشانی کی حالت میں زماںؔ
گنگناتی ہے زباں مدحتِ شیخ الاسلام

محترم جلیل نظامی

محترم محمد جلیل احمد ابن محمد افضل ، (قلمی نام جلیؔل نظامی) کا جامعہ نظامیہ کے نامور شعراء میں شمار ہوتا ہے۔آپ کی ولادت ۱۹۵۷ء تعلقہ جنگاؤں ضلع ورنگل میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم مدرسہ تحتانیہ کھوکرواڑی (حیدرآباد)، مدرسہ مدینۃ العلوم (محبوب نگر) اور اعلیٰ تعلیم جامعہ نظامیہ (حیدرآباد) میں ہوئی۔آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد خواجہ شریف صاحب،مولانا انصار علی قریشی جاوؔید،مولانا سید محبوب حسین، مولانا سید طاہر رضویؒ،مولانا فاروق علی،مولانا حافظ ولی اللہ قادریؒ شامل ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں مولوی عالم سے فراغت ہوئی۔آپ کے معاصرین میں مولانا عبدالقدوسؒ،مولانا سید لطیف علی،مولانا ڈاکٹر سید جہانگیر،مولانا غلام محمد ہاشم،مولانا سید نعمت اللہ قادری،مولانا سید عزیز اللہ قادری وغیرہ ہیں ۱۹۹۲ء میں عمرہ وزیارت بیت اللہ وزیارت نبوی ﷺ کی سعادت حاصل ہوئی۔کویت،سعودی عرب، بحرین، متحدہ عرب امارات، مسقط (سلطنت عمان) کے علمی ومطالعاتی دورے کئے۔اس وقت مملکت قطر میں نگران شعبہ اردوقسم الرقابہ میں برسر خدمت ہیں۔شعر گوئی و مطالعہ کا شغف طالب علمی کے دور سے ہی ہے۔حسن صوت اور خوش گلوئی قدرت نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔آپ کی فکری مقصدیت غالبؔ کے اس شعر میں نمایاں ہے۔

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہم نے دستِ امکاں کو ایک نقش پا پایا

آپ کی پسندیدہ شخصیت آقائے دوجہاں سرکار دوعالم ﷺ ہیں۔انجمن شعرائے اردو ہند قطر کے صدرنشین ہیں۔کئی قومی اور بین الاقوامی مشاعروں میں اپنے حمدیہ،نعتیہ ومنقبتی واصلاحی کلام سے لوگوں کے قلوب میں جگہ بنائی ہے۔نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

اورنگِ سلیمانی، اعجازِ مسیحائی
دونوں کی فراوانی، چوکھٹ نے تری پائی
یہ خاکِ مدینہ ہو پلکوں پر سجالیجئے
بے نور سی آنکھوں میں آجائے گی بینائی
واللیل تیرے گیسو، والشّمس ترا چہرہ
وہ شہر ترا جس کی یزداں نے قسم کھائی
سب حسن کی تفسیریں، سب عشق کی تاویلیں
اس عارض تاباں کی ہے انجمن آرائی
حلقے میں صحابہ کے یہ چاند کا ہالہ بھی
پل بھر کو اگر آوے کھو بیٹھے شناسائی
ہم خاک نشینوں سے تعظیم ہو کیا ان کی
خود عرش مکیں جن کی کرتا ہو پذیرائی
خواہش ہے جلیؔل اتنی خلاقِ دو عالم سے
ہر حال میں کہلاؤں سرکار کا سودائی

☆☆☆

ذکرِ سردارِ پیغمبراں کیجئے
روح کو اپنی جنت مکاں کیجئے

وصف شاہ مدینہ بیاں کیجئے
طائرِ قدس کو ہم زباں کیجئے

مان کر حکم رب، چل کے راہِ نبی
خاک کو رشکِ کرّ و بیاں کیجئے

جوش میں رحمتِ کبریا آئے گی
شافعِ حشر کو درمیاں کیجئے

حکم دیتے ہیں وہ حاضری کا جلیلؔ
پیش نذرانۂ قلب و جاں کیجئے

☆☆☆

بحرِ کرم منبع و مصدر تم ہی تو ہو
احساں ہے جس کا خلق خدا پر تم ہی تو ہو

خیرات بانٹتے ہیں جو شاہان وقت کو
وہ بوریا نشیں تو نگر تم ہی تو ہو

اکبر خاں اکبرؔ

پورا نام محمد اکبر خاں، تخلص اکبر ولد محمد رمضان علی خاں مرحوم ۱۸/ جولائی ۱۹۶۲ء حیدرآباد میں تولد ہوئے۔ حیدرآباد کی مشہور درس گاہ جامعہ نظامیہ میں مولوی اول تک تعلیم حاصل کی۔ والدہ محترمہ قدسیہ بیگم تجلّی حیدرآباد کی مشہور واعظہ ہیں۔ جس کی وجہ سے گھر کا ماحول مذہبی ہے۔ والدۂ محترمہ کے حکم پر اور رہنمائی میں صرف نعتیہ و منقبتی کلام کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن ان کی شاعری کو جلا سید الطاف صمدانی کی شاگردی میں آنے سے ملی۔ حیدرآباد کے نوجوان شعراء میں اچھا مقام رکھتے ہیں۔ طرحی و غیر طرحی مشاعروں میں اکثر شریک ہوتے رہتے ہیں۔ کلام میں سلاست، بلاغت کے ساتھ ساتھ تصوف کے مضامین بھی پائے جاتے ہیں۔ نمونۂ کلام درج ہے۔

جلوہ بشر کے روپ میں اس نورِ ذات کا
محور بنا ہوا ہے جو کل کائنات کا

آئے سمجھ میں کس کے مقاماتِ مصطفیٰؐ
جلوے پہ پردہ پردہ میں جلوہ تھے ذات کا

عشق رسولؐ پاک میں کٹ جائے زندگی
اکبؔر یہی تو اپنا ہے مقصد حیات کا

☆☆☆

کتنا سکون دیتی ہے یاد نبیؐ مجھے
عشق نبیؐ خدایا ملے سرمدی مجھے

مجھ پہ کرم یہ اُن کا نہیں ہے تو اور کیا
ہر سانس مل رہی ہے نئی زندگی مجھے

اکبؔر کرم حضورؐ کا ہر حال میں رہا
ہوتی نہیں ہے اس لیے افسردگی مجھے

(بشکریہ: حیدرآباد کے نعت گو شعراء آزادی کے بعد، ص ۱۵۸، ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری، پی ایچ ڈی عثمانیہ یونیورسٹی۔ ۱۹۹۸ء)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) بحوالہ کتاب سخنوران دکن، ص 87، ص 107، ص 161، ص 244، ص 346، ص 347 / تسکین عابدی

(۲) بحوالہ پنچسالہ روداد مدرسہ نظامیہ 1319 فصلی لغانیہ 1323 فصلی

(۳) تزک محبوبیہ جلد دوم، دفتر 71 ص 157، 158، بحوالہ دکن میں اردو ص 574)

(۴) بحوالہ تلامذہ صفی / محبوب علی خان اخگر، دائرہ پریس چھتہ بازار حیدرآباد 1991ء)

(۵) جمال امجد ص ۲۹۶ / خودنوشت سوانح حضرت امجد حیدرآباد

(۶) دکن میں اردو، جناب نصیر الدین ھاشمی

(۷) بحوالہ اردو شعروادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ / محمد فصیح الدین نظامی، ناشر مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد، ایوارڈ یافتہ اردو اکیڈمی آندھراپردیش

(۸) تفسیر قادری صفحہ نمبر 5031، مطبوعہ 1964ء حیدرآباد

(۹) اردو شعروادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ / محمد فصیح الدین نظامی، ناشر مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ حیدرآباد، آندھراپردیش

(۱۰) بحوالہ واردات کامل دوسرا ایڈیشن 1988ء، زیر اہتمام، حضرت سید قبول بادشاہ شطاری جانشینِ حضرت کامل

(۱۱) ساغر سیف، حضرت سیف شرفیؒ / الیاس ٹریڈرس اینڈ بک سیلر، شاہ علی بنڈہ روڈ، حیدرآباد 1990ء

(۱۲) سالنامہ الانصار، مدیر جناب اسد ثنائی، حیدرآباد۔ 2005ء

(۱۳) بحوالہ اردو شعر و ادب کے فروغ میں فرزندانِ جامعہ نظامیہ کا حصہ (159/158)، ناشر: مجلس اشاعۃ العلوم، شبلی گنج حیدرآباد 2001ء ادبی ایوارڈ یافتہ اردو اکیڈمی آندھراپردیش

☆☆☆

جلالۃ العلم علامہ رشید پاشاہ قادری ؒ علمی و تحقیقی خدمات

جلالۃ العلم حضرت علامہ سید محمد حبیب اللہ قادری علیہ الرحمہ کا شمار عالمی سطح کی ایسی شخصیتوں اور علماء ربانی میں ہوتا ہے کہ تاریخ کے کئی نازک مرحلوں پر مسلمانوں کی بقاء جن کی کاوشوں کی رہین منت ہے۔ حضرت ممدوح بیک وقت عالم باعمل، مربی ومعلم، مفکر ومدبر، محقق ومصنف، ادیب وخطیب، داعی ومصلح، واعظ وناصح، عابد وزاہد، صوفی ومجاہد، عاشق الٰہی، محبّ رسول اور سیادت وقیادت کا پیکر جمیل تھے، علامہ نے نصف صدی سے زائد علم وعرفان کے افق کو روشن رکھا اور بین الاقوامی ادارۂ تحقیق ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' 136 سالہ قدیم ازہر ہند'' جامعہ نظامیہ'' آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، معتمد، صدر مجلس علماء دکن، رویت ہلال کمیٹی کے ذریعہ مسلمانان ہند میں دینی فکری اخلاقی اور تعلیمی بیداری کی بانگ درادی اور اپنی ناقابل فراموش خدمات کے نقوش ثبت کر کے جلالۃ العلم کا لقب پایا۔ حضرت جلالۃ العلم کا یہ تذکرہ درحقیقت ان بلند وبالا ستونوں میں سے ایک ہے جن پر عظیم الشان برصغیر کی تاریخی وعلمی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ تذکرہ نگاری ایک مشکل فن ہے اس سے عہدہ برآ ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس گراں بہا ذمہ داری کو خوش اسلوبی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ کی مرتبہ۔

۱۹۹۹ء پہلی سالانہ یادوصال کے موقع پر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے محبانِ ''حضرت جلالۃ العلم'' کے سامنے اس کتاب کی پیشکش ایک سعادت سے کم نہیں۔ مواد کی صحت وثقاہت زبان وبیان کی سلاست وفصاحت میں ہزار احتیاط کے باوجود حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

☆☆☆

جامعہ نظامیہ کے
عصر حاضر کے علماء و مفکرین

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

مولانا مفتی خلیل احمد صاحب

جامعہ نظامیہ نے 136 سالہ عرصہ میں جو علماء دین تیار کئے ہیں ان میں ایک قابل احترام نام مولانا مفتی خلیل احمد صاحب کا ہے جنہوں نے خداداد علم وفہم اور ملت اسلامیہ کی بے لوث ومخلصانہ خدمات کے ذریعہ لوگوں کے قلوب میں جگہ بنائی ہے۔ 1969ء میں جامعہ نظامیہ کی اعلی سند مولوی کامل فقہ اور عثمانیہ یونیورسٹی سے پوسٹ گرائجویشن میں (ایم اوایل) کی ڈگری حاصل کی۔ 1970ء سے جامعہ نظامیہ میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا 1980ء میں نائب مفتی اور 1986ء میں شیخ الفقہ ومفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ 1992ء میں شیخ الجامعہ کے علاوہ معتمد جامعہ کی اضافی خدمات بھی بحسن وخوبی انجام دیں۔ مجلس علماء دکن، رویت ہلال کمیٹی، دارالقضاء کے علاوہ ہندوستان کے باوقار ملی ادارہ مسلم پرسنل لابورڈ کے رکن ہیں۔ 1417ھ میں سعودی عرب کے جلیل القدر عالم فضیلۃ الشیخ علامہ حبیب علوی المالکیؒ نے آپ کو سند حدیث عطا کی۔ جرمنی، عراق، سعودی عرب کے علمی سفر کئے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد ہیں، راقم کو آپ کے زیرنگرانی دارالافتاء میں کام انجام دینے اور آپ کے علمی فقہی مقالات کوجمع و شائع کرنے کی سعادت حاصل ہے۔

مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب

(1939ء پ) جامعہ نظامیہ کے جلیل القدر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے جامعہ نظامیہ سے اعلی سند مولوی کامل فقہ حاصل کی۔ افتاء میں ید طولی حاصل ہے آپ نے دائرۃ المعارف العثمانیہ میں چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انتہائی کمیاب قدیم کلاسیکی مخطوطات کی جن کا تعلق آٹھویں صدی عیسوی اور اس سے قبل ہے ازسرنو ادارت کی جن کی اشاعت دائرۃ المعارف نے عمل میں لائی۔ آپ کا شمار ملک کے ان معدودے چند افراد میں ہوتا ہے جو عربی زبان کے قدیم مخطوطات کی تصحیح کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس وقت جامعہ نظامیہ میں صدر مفتی و صدر نشین مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد کے عہدہ پر فائز ہیں، علم وادب میں آپ کی طویل خدمات پر صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ دیا گیا۔

مولانا پروفیسر محمد سلطان محی الدین

(1938ء پ) جامعہ نظامیہ سے اعلی اسنادات فاضل وکامل اور 1970ء عثمانیہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور یہیں پر شعبہ عربی میں 22 سال بے مثال خدمات انجام دیں کئی طلباء نے آپ کے زیرنگرانی ایم فل و پی ایچ ڈی کی تکمیل کی۔ مجلس اشاعۃ العلوم کی نئی صورت گری کی، جامعہ نظامیہ میں بحیثیت معتمد یادگار خدمات کے نقوش ثبت کئے۔ 125 سالہ جشن تاسیس کے ناظم (ڈائرکٹر) رہے عربی و اردو کے صاحب طرز ادیب ہیں آپ کے فاضلانہ مضامین ملک کے موقر جرائد میں شائع ہوتے ہیں۔ زبان و

ادب کی طویل خدمات پر آپ کو صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ دیا گیا بیرونی ممالک کے سفر کئے اور کئی یونیورسٹیوں میں توسیعی لکچرس کے ذریعہ زبان ومذہب کی خدمت کی، علمی خدمات کا تسلسل جاری ہے۔ آپ کا تحقیقی مقالہ علماء العربیه و مساهماتهم فی لادب العربی فی العهد الاصفجاهی (مملکة النظام حیدرآباد الهند من سنة ١٢٦٤ الی ١٣٦٤ھ من سنة ١٨٤٨ھ الی ١٩٤٨م) مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس کے علاوہ المقالات العربیه بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ آپ کے اردو مقالات زیر طبع ہیں۔

مولانا سید جعفر محی الدین قادری صاحب

حیدرآباد کے سادات خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں بین الاقوامی سطح پر جامعہ کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے نمائندہ ہیں۔ مادر علمی کے فیضان نے آپ کو خطابت، رشد و ہدایت، وعظ ونصیحت میں یکتائے روزگار بنا دیا۔ سرزمین امریکہ پر دینی دعوت اہل سنت کو منفرد انداز میں فروغ دینے کا اعزاز حاصل ہے۔ 125 سالہ جشن تاسیس کے علاوہ کئی بین الاقوامی کانفرنسوں اور علمی تحقیقاتی سمینارس میں آپ شریک رہے۔ وجیہہ وشکیل رعب دار شخصیت کے مالک اور احسن تقویم کی تصویر ہیں۔ قدیم وجدید عصری مسائل پر گہری نگاہ کے حامل ہیں۔ مادر علمی کے علاوہ عالم اسلام کی قدیم اسلامی یونیورسٹی جامع ازہر (مصر) سے بھی اکتساب علم وفن کیا اور عربی زبان وادب میں دسترس حاصل کی۔ السیرہ سوسائٹی (شگاگو) کے بانی وصدر ہیں، دینی خدمات کا تسلسل جاری ہے۔

مولانا سید خورشید علی مظہری صاحب

(1350ھ، پ) علمی و تحقیقی فکر ونظر کے مالک خوش طبع، ذہن رسا، مستقل مزاج، نفاست پسند واخلاقی پہلوؤں کا پیکر، جامعہ نظامیہ کے قابل فخر صاحب تصنیف و تحقیق علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مادر علمی سے مولوی کامل التفسیر، عثمانیہ یونیوسٹی سے ایم اوایل اور علی گڈھ سے ادیب کامل کے اسنادات حاصل کئے۔ بین الاقوامی ادارہ تحقیق دائرۃ المعارف میں ایڈیٹر اور شہرہ آفاق سالار جنگ میوزیم حیدرآباد میں بحیثیت ریسرچ آفیسر برسوں خدمات انجام دیں۔ اکابر علماء وصوفیاء ہند سے تلمذ وفیض حاصل کیا۔ درس وتدریس وتفہیم ترجمہ و مخطوطہ شناسی کے ماہر ہیں، تحقیقات، تصنیفات وتالیفات میں کنز العمال جلد ۲۲۔۲۳ الدرر الکامنة، الحاوی الکبیر، ذیل تاریخ بغداد، شرعة الاسلام الی دار السلام، اعجاز خسروی لیلاوتی، مرقات المنطق، منیة اللبیب فی خصائص الحبیب، واردات (اشعار اردو، عربی) شامل ہیں، علمی تحقیقی ادارہ مظہر العلوم برائے آداب عالیہ (عربی، فارسی، اردو) کے ذریعہ علمی خدمات کا سلسلۃ الذہب جاری ہے۔

مولانا مفتی ابراہیم الھاشمی خلیل صاحب

سرزمین دکن کے علمی و مذہبی خانوادہ سے آپ کا تعلق ہے، اپنے وقت کے عالم بے بدل، فقیہ ومفتی حضرت علامہ مفتی مخدوم بیگ الھاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف دوم ہیں۔ شفقت مخدومی اور صحبت افغانی (علامہ ابوالوفاء الافغانی رحمہ اللہ) نے فتوی اور تقوی، علم وحلم، ذکر وفکر، حسن ذوق وارفتگی شوق، طاقت ایمانی وطلاقت لسانی کا پیکر بنا دیا۔ مادر علمی کی التفات اور اساتذہ کرام کی توجہات نے ایک طرف رعب ایمانی بخشا تو دوسری طرف وصف درویشی اور انکی خاص عنایات نے تفسیر حدیث، فقہ، میں نکتہ رسی سے مالا مال کیا۔ مسندِ درس وتدریس

سے سینکڑوں تلامذہ کو نورِ علم تقسیم کیا۔ شیخ التفسیر ومفتی کے عہدہ جلیلہ پر بھی فائز رہے۔ شیخ الفقہ کی حیثیت سے خدمات جاری ہیں کئی طلباء کو آپ کے زیرنگرانی (پی ایچ ڈی) کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

مولانا پرفیسر سید عطاء اللہ حسینی صاحب

آپ اسم با مسمّٰی ہیں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ تصوف فلسفہ وحکمت، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تحقیق وتدوین، شعر وادب، خطابت وقیادت ہر میدان میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر بکھیرے ہیں۔ جامعہ نظامیہ سے فضیلت، کلکتہ سے ایچ ایم بی، کراچی یونیورسٹی سے (ایم اے) کی سند حاصل کی۔ تحقیقی مواد سے بھر پور آپ کی تصنیفات: اسلامی نظام، اسلام کی بنیادی تعلیمات، نور الحقیقت، فتوح الغیب کی تلخیص، فتاوی علامہ رکن الدین، موج خیال (مجموعہ کلام) ''صحن وحدت'' کی ترتیب نے علمی وادبی حلقوں میں ایک ممتاز مقام کا ملک بنا دیا۔ باوقار اکیڈیمک ایوارڈ بھی حاصل کیا 125 سالہ جشن تاسیس جامعہ نظامیہ کے مہمان خصوصی، مقالہ کی پیشکشی کا اعزاز حاصل ہے۔

مولانا قاری محمد عبداللہ قریشی ازہری صاحب

(پ 1935ء) حافظ قرآن قاری فرقان عظیم خطیب، بے مثال ادیب، 1977ء سے جامعہ نظامیہ میں تدریسی خدمات کی ابتداء ،عربی ادب کی قدیم وجدید تاریخ میں یدطولیٰ حاصل ہے۔ 1965ء میں حکومت آندھراپردیش نے آپ کو اپنے اخراجات پر عالم اسلام کی ایک ہزار سالہ قدیم دانش گاہ جامع ازہر روانہ کیا، ہندوستان میں دعوت اسلامی، کے موضوع پر ایک جامع ومعلوماتی تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا۔ اسلوب تحریر آپ کے خطاب کی طرح دلنشین اور پر اثر ہوتا ہے۔ 1982ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری لی۔ لطیفیہ عربک کالج (ملحقہ عثمانیہ یونیوسٹی) 1983ء میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے آپ کی مسحورکن آواز میں قراءت وترجمہ نشر کیا جاتا رہا۔ برصغیر کے ممتاز قراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ 1982ء میں بین الاقوامی مقابلہ قرات مکہ مکرمہ میں بحیثیت جج شرکت کی۔ اس وقت نائب شیخ الجامعہ کے عہدہ پر فائز اور دکن کی تاریخی مکہ مسجد کے خطیب ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی صاحب

(1950ء پ) علامہ قاضی بدیع الدین ؒ کو اورنگ زیب عالمگیر نے سرزمین بیڑ مہاراشٹرا میں عہدہ قضاء پر فائز کیا تھا مولانا کا تعلق انہیں کے علمی خانوادہ سے ہے۔ جامعہ نظامیہ سے فقہ اسلامی میں تخصص کی اعلی سند اور عثمانیہ یونیورسٹی سے M.A, M.phil, Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ عصر حاضر کے عربی زبان وادب کے ادیبوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، مادر علمی کے فیض کا مظہر آپ کی علمی وتحقیقی خدمات کے علمی حلقے معترف ہیں-10 سال جامعہ نظامیہ میں اور 10 سال نوریہ عربی کالج میں تدریس اور سعودی عرب میں 6 سال بحیثیت عربی /انگریزی مترجم خدمات انجام دیں۔ ایک بہترین خطیب، معلم، مصنف، ہیں۔ مسائل حج پر ایک مدلل اور مستند کتاب ''مہمات حج وزیارت'' تصنیف فرمائی ہے اور ''المهمات الاسلامیہ'' کا اردو ترجمہ فرمایا۔ آپ دو اہم اور کلیدی عہدوں شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی کے صدر اور عالمی ادارہ تحقیق دائرۃ المعارف کے ڈائرکٹر رہے۔ اس وقت بحیثیت پروفیسر خدمات جاری ہیں۔

مولانا عبداللہ بن احمد قرموشی صاحب

جامعہ نظامیہ کے قابل اور نامور فرزندوں میں شمار کئے جاتے ہیں، مولوی کامل ادب عربی اور جامعہ عثمانیہ سے ایم اوایل امتیاز سے کامیاب کیا۔ آپ وزارت خارجی امور حکومت ہند کے مسلمہ عربی مترجم ہیں۔ جامعہ الٰہیات نوریہ اوراس کے تحت اداروں کے قیام واستحکام میں آپ نے کلیدی رول ادا کیا۔ 1968 سے 1999ء تک جامعہ الٰہیات نوریہ کے پرنسپل رہے مختلف تعلیمی و ٹکنیکل اداروں کے چیرمین ہیں۔ 1971ء سے عثمانیہ یونیورسٹی کے عربی پوسٹ گرایجویٹ کورسس کے اگزامنر اور 88-1984ء کے دوران عثمانیہ یونیورسٹی کے چیرمین بورڈ آف اسٹڈیز عربک (اورینٹل) رہے۔ القرموشی ایجوکیشنل سوسائٹی کے بانی وناظم ہیں آپ کو علاقہ بارکس کا سرسید کہا جاتا ہے۔

مولانا مفتی سید صادق محی الدین صاحب

(1948ء پ) حافظ، قاری، عالم، فاضل، مفتی اور بہترین محقق ہونے کے ساتھ اردو زبان وادب کا پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں، 1970ء میں کامل الفقہ کی سند اور عصری علوم کی دانشگاہ عثمانیہ یونیوسٹی سے (M.O.L) کی ڈگری 1975ء میں حاصل کی۔ 1971ء سے مادر علمی جامعہ نظامیہ اور 1976 سے لطیفیہ عربک کالج ملحقہ عثمانیہ یونیوسٹی میں بحیثیت لکچرار خدمات جاری ہیں۔ 1998ء سے باوقار تحقیقی ادارہ مرکز البحوث الاسلامیة (Islamic Research Centre) جامعہ نظامیہ کے نائب ناظم ہیں تقریبا پچیس سال سے رشد وہدایت ودینی دعوت کا فریضہ انجام دیرہے ہیں۔ بلند پایہ مضامین اور حمدیہ، نعتیہ ومنقبتی کلام ملک کے مختلف روزناموں اور مجلّات میں شائع ہوتا ہے فہیم تخلص فرماتے ہیں۔ حج وزیارت کے موضوع پر منفرد کتاب ''انوار حج و زیارت'' کو ریاستی حج کمیٹی نے بہت ہی اہتمام سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا۔ آپ کا ''مجموعہ کلام'' زیر طبع ہے۔ بحیثیت نائب مفتی خدمات جاری ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب

مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ ولد جناب محمد افسر اللہ صاحب کی پیدائش 25-12-1961ء حیدرآباد میں ہوئی۔ 1971ء جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ اساتذہ کرام میں مولانا محمد عبدالحمید صاحب ؒ شیخ الجامعہ، مولانا محمد منیر الدین صاحب ؒ شیخ الحدیث، مولانا محمد سعید صاحب ؒ شیخ الفقہ، مولانا سید طاہر رضوی صاحب ؒ شیخ التفسیر، مولانا محمد ولی اللہ صاحب ؒ شیخ المعقولات، مولانا محمد عثمان صاحب ؒ شیخ التفسیر، مولانا ابراہیم خلیل شیخ الفقہ، مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ، مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث، مولانا حافظ محمد عبداللہ قریشی نائب شیخ الجامعہ شامل ہیں۔ جامعہ نظامیہ سے کامل الحدیث کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ ڈکتوراہ کی ڈگری جامعہ عثمانیہ سے 1996ء میں حاصل کی۔ علمی مذاکرات میں مقالات پیش کئے۔ حج وزیارت کا شرف 1992ء میں حاصل کیا۔ اس وقت بحیثیت اعزازی شیخ الادب جامعہ نظامیہ آپ کی تدریسی خدمات جاری ہیں۔ نوریہ عربی کالج میں بھی بحیثیت لکچرار خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر سید جہانگیر صاحب

(1959ء پ) جامعہ نظامیہ سے مولوی فاضل اور کامل کی سند اور عثمانیہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ عربی کے

ادیب وشاعر، مدیر الحراء، کئی قومی و بین الاقوامی سمینارس میں شرکت اور مقالات پیش کرنے کا اعزاز، 2000ء میں شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی، پی ایچ ڈی اسکالرس کے لئے آپ کو گائیڈ منتخب کیا گیا۔ انوار العربیه التطبیقية ، الخواطر کے علاوہ دیگر کتب کے مصنف، عالمِ عرب کے قائدین عمائدین کے مترجم کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ہمہ لسانی تربیتی ادارہ سیفل میں صدر مرکز ادبیات عربی کے عہدہ پر فائز، اور تعلیمی و تنظیمی تحریکات کے روح رواں ہیں۔

مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب

(1963ء پ) شمع شبستان شریعت مقبول بارگاہ نبوت رو دِ رشد وہدایت جامعہ نظامیہ کے عصر حاضر کے نوجوان علماء و محققین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ 13 سال کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت اور 1988ء میں مادر علمی سے کامل الحدیث کی سند، عثمانیہ یونیورسٹی سے M.A(L) (1987)، M.Phil (1990) اور P.H.D کی ڈگری حاصل کی۔ اچھے مضمون نگار اور شعر وادب کے پاکیزہ ذوق کے حامل ہیں۔ عربی اردو میں آپ نے کئی معلوماتی و تحقیقی مقالات تحریر کئے۔ قومی سطح کی کانفرنسوں وسمینارز میں شرکت کے ذریعے مادر علمی کی نمائندگی کا اعزاز حاصل ہے۔ عربی کی تدریس وتفہیم پر منفرد کتاب ''التصریف الواضح'' (دو حصے) آپ نے تصنیف کی۔ برصغیر کی نامور دانش گاہ عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ عربی کے عہدہ پر فائز ہیں۔

☆☆☆

مطلع ہے مرا مطلعِ انوار دیکھئے

از: مولانا عبدالخالق حیرتؔ نظامی

مطلع ہے مرا مطلعِ انوار دیکھئے
سطحِ دکن پہ علم کا مینار دیکھئے

کس نے جلائے علمِ نبوت کے یہ چراغ
روشن ہیں آج تک درو دیوار دیکھئے

ہر ایک کیلئے ہے درِ میکدہ کھلا
کتنے ہی اہل دل ہوئے سرشار دیکھئے

علم وعمل یقین سب محفوظ ہوگئے
دیوار دیکھئے، پسِ دیوار دیکھئے

سرمایۂ اخلاص وتوکل کی ہے اساس
ایوانِ فضیلت ہے گھر بار دیکھئے

دنیا بھی ہاتھ سے نہ گئی دین بھی ملا
دیوانے بن گئے بہت ہوشیار دیکھئے

کس خوبی سے تراشا گیا ایک ایک سنگ
تعمیر کہہ رہی ہے کہ معمار دیکھئے

تعلیم کا حصول عبادت سے کم نہیں
کھنچ کھنچ کے آرہے ہیں طلبگار دیکھئے

حیرتؔ یہ کس کے فیض کا دریا رواں ہے آج
عالم تمام، عالمِ انوارؔ دیکھئے

☆☆☆

جامعہ نظامیہ کے اطباء و حکماء اور ان کی خدمات

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

شہرہ آفاق مرکز علم و ادب نے جہاں مفسر، محدث، معلم، صحافی، قائد، شاعر و فاضل پیدا کئے وہیں پر بہترین اطباء بھی ملک وملت کو دیئے یہاں چند نامور اطباء کے مختصر حالات زیب قرطاس کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے طبی دنیا میں شہرت عزت حاصل کی وہیں فن طب کو بہت کچھ دیا بھی ہے۔

حکیم الحاج ابوالفداء محمود احمد صاحبؒ: 19 ذی الحجہ 1309ھ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حکیم حاجی شاہ محمد صاحب صدیقی ایک ماہر فن طبیب تھے۔ حکیم ابوالفداء صاحب کی تعلیم از ابتداء تا انتہاء جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ علامۃ العصر فضیلت جنگ نے جامعہ نظامیہ کی اہم خدمات کے لیے آپ کو منتخب فرمایا جو 1343ھ تک جاری رہیں۔ حکیم ابوالقاسم نور محمد، علامہ حکیم محمود صمدانی سے عملی تجربہ حاصل کیا۔ 1353ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے حکومت سعودیہ کے مہمان رہے۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ اور انجمن اطباء یونانی کے معتمد اور سررشتہ طبابت یونانی سرکاری عالی نظام ایورویدک و یونانی طبی کانفرنس کے رکن انتظامی تھے۔ طب کی اہم کتب ''لوامع شبریہ'' اور ''یادگار رضائی'' کی اشاعت آپ کی مرہون منت ہے۔ انتہائی با اخلاق، مخلص فیض رساں تھے امراض اطفال میں خاص مہارت تھی ایک کتاب ''علاج الاطفال'' تالیف فرمائی 9 ذی الحجہ 1357ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

حکیم مولوی ابوالخیر محمد پیر صاحبؒ: ابتدائی تعلیم مختلف مدارس میں ہوئی لیکن عربی و فارسی کی تعلیم جامعہ نظامیہ میں ہوئی اور مدرسہ طبیہ یونانی سرکار عالی سے فراغت کے بعد مولانا حکیم سید احمد سعید افسر الاطباء سے عملی تجربہ حاصل کیا۔ مولانا حکیم محمود صمدانی، مولانا حکیم سید قطب الدین محمود، مولانا حکیم سید احمد آپ کے ہم درس رہے۔ سررشتہ طبابت سرکار عالی میں خدمات انجام دیں۔ گلبرگہ میں آپ کو شہرت حاصل ہوئی۔ وہاں سے شفاخانہ یونانی کاچی گوڑہ کے مہتمم بنائے گئے۔ 1326 فصلی میں طبیب اسٹاف شاہی منتخب ہوئے۔ انجمن اطباء دکن کے رکن تھے۔ 1952ء کے آس پاس آپ کا انتقال ہوا۔

علامہ حکیم محمود صمدانی صاحبؒ: 15 ذوالقعدہ 1287ھ میں تولد ہوئے۔ جامعہ نظامیہ میں ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم فضیلت تک حاصل کی۔ حکیم احمد سعید امروہی صاحب، حکیم مقصود علی خاں صاحب سے طبی علم حاصل کیا۔ آپ کے اجداد عہد بہمنی میں قضأت کے عہدہ پر مامور تھے۔ صدر شفاخانہ یونانی میں افسر الاطباء کی خدمت پر فائز رہے۔ نواب لطف الدولہ بہادر کے استاذ تھے۔ جامعہ نظامیہ کے ناظم تعلیمات، انجمن اطباء یونانی و مجلس اشاعت العلوم کے معتمد کی حیثیت سے یادگار خدمات انجام دیں۔ ''رموز الاطباء'' میں حکیم فیروز الدین

صاحب نے لکھا ہے کہ آپ بہت سی کتابوں کے مؤلف اور مصنف ہیں۔''جملہ ۶۵ تصانیف میں ۳۵ کا تعلق طب یونانی سے ہے۔ یہاں چند کتب کے نام لکھے جاتے ہیں۔ تذکرہ طاعون، قرابادین بیری، قارورہ، الابصار، البسائط، اصلاح ادویہ، چشم، اغلاطِ بصر، ضعف بصر، کحل البصر ،آلات غذا، قرابادین عثمانی، اغلاطِ جگر، ماء الجبین ، شکنجبین ، آشوبِ چشم، معیار الاطباء، حکایات الاطباء، جامع مفرداتِ، عثمانیہ، ایجاد طبی، معیار الحدیث، اصولِ فقہ، شرح مسلم الکیمیاء، زینت الانسان، 7 ربیع الثانی 1348 فصلی رحلت کر گئے۔ درگاہ حضرت شجاع الدینؒ کے احاطہ میں آپ کا مزار ہے۔

حکیم مولوی احمد خیرالدین صاحب صدیقیؒ: حکیم صاحب نے مدرسہ نظامیہ کے علاوہ مدرسہ قادریہ بدایوں میں تعلیم پائی اور سند حاصل کی۔ طبیب حاذق کی سند لاہور سے حاصل کی۔ آپ کے مورث اعلی حکیم الحاج مولانا عبدالقادر صدیقی قادریارخان محی الدولہ اول ماوراء النہر بخارا سے شہر سورت میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے جدامجد حکیم الحاج مولانا احمد خیرالدین صاحب قدس سرہ اپنے زمانہ کے مشہور طبیب تھے۔ انہی کے قدم بہ قدم حکیم صاحب نبی خانہ میں وعظ فرماتے تھے۔

حکیم خواجہ اعظم اللہ صدیقی اطہر صاحبؒ: 5 شوال 1322ھ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نسباً صدیقی ہیں آپ کے جد مولوی غلام محمد تقی صاحب انعامدار تھے۔ حکیم صاحب کی بسم اللہ حضرت فضیلت جنگ موسس جامعہ نظامیہ نے پڑھائی۔ جامعہ نظامیہ سے جماعت عالم میں کامیابی حاصل کر کے مدرسہ طبیہ سرکار عالی میں طب کی تکمیل کی۔ 1354ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ گھانسی بازار میں دارالعلاج محمودیہ قائم کیا۔ آپ شاعر بھی تھے فارسی اردو کلام قابل دید ہے۔

حکیم مولوی انیس احمد صاحبؒ: حکیم صاحب کا سلسلہ نسب حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سے ملتا ہے۔ حکیم صاحب کی تعلیم جامعہ نظامیہ کے علاوہ دارالعلوم، نارمل میڈل اسکول میں ہوئی۔ منبع الطب لکھنو سے تکمیل کی۔ آپ کی مختلف دوائیں بطور پیٹنٹ رائج تھیں۔ حسبِ فرمان شاہی بحیثیت مددگار مہتمم خدمت انجام دی۔ حیدرآباد کے مشہور محلّہ سلطان پورہ میں آپ کا مطب تھا۔ آپ کے مجربات میں شربت سعال، دواسیاہ بچناک والی قیروطی محلل معطر، نمک وارثی مشہور ہیں۔

حکیم مولوی محمد بہبود علی صفی: آپ نسبا صدیقی ہیں آپ کے اجداد اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ اورنگ آباد آئے۔ والد ماجد حکیم منیرالدین قادری ماہر نباض تھے۔ حکیم صاحب نے مرکز علم و ادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے اردو، عربی، فارسی کی تکمیل کی شعر گوئی کا ذوق مادر علمی کے درودیوار کی دین ہے۔ آپ امام المحاورات اور دکن کے ممتاز شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مغلپورہ میں آپ کا جائے قیام تھا۔ اطباء میں طبیب ہیں اور شعراء میں حبیب۔ جامعہ نظامیہ کے سند یافتہ ممتاز شاعر جناب محبوب علی خاں اخگر قادری نے حضرت صفی کی شخصیت و شاعری پر کئی قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔

حضرت حکیم محمد حسین صاحب المحدثؒ: 1312ھ فصلی وقارآباد میں تولد ہوئے۔ جامعہ نظامیہ سے فاضل اور کامل کی سند حاصل کی۔ مدرسہ طبیہ یونانی سے بھی تعلیمی استفادہ کیا۔ تفسیر، حدیث، منطق فلسفہ میں خاص ملکہ تھا۔ کئی امراض بالخصوص، دق، جذام، آتشک وغیرہ امراض کا کامیاب علاج کرتے تھے۔ خلیق متواضع ملنسار اور بہترین مضمون نگار ومقرر تھے۔ آپ کے فاضلانہ مضامین مجلّہ ''حکیم دکن'' میں

شائع ہوا کرتے۔ جامعہ نظامیہ میں برسوں خدمات انجام دیں۔شاہ علی بنڈہ میں آپ کا مطب تھا جہاں ملک کے گوشہ گوشہ سے مریض رجوع ہوا کرتے تھے۔ راقم الحروف (شاہ محمد فصیح الدین نظامی) کا جامعہ نظامیہ میں داخلہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی اجازت و حکم پر عمل میں آیا تھا۔آپ کے دست مبارک سے راقم (شاہ محمد فصیح الدین نظامی) کو جامعہ نظامیہ کے سالانہ جلسہ میں مولوی عالم کی سند حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔

<u>حکیم مولوی ریاض الدین صاحب</u>: آپ کی ولادت 17 شعبان 1314ھ کو ہوئی۔ جامعہ نظامیہ کے نامور علماء، مولانا محمد یعقوب محدث، مولانا محمد حسین شاہ نوری، مولانا عبدالکریم صدر المدرسین و دیگر اساتذہ سے تلمذ حاصل کرکے تفسیر، حدیث علم کلام میں مولوی فاضل کی سند حاصل کی اور مولانا حکیم ابوالفداء محمود احمد صاحب برادر بزرگ سے طبی تعلیم حاصل کی۔ مادر علمی میں درس و تدریس کی خدمات انجام دی۔ اچھے قاری ہونے کے علاوہ بہترین طبیب بھی تھے۔ حیدرآباد کے قدیم تاریخی محلّہ جلال کوچہ جہاں علامہ ابوالوفاء الافغانی، علامہ مفتی مخدوم بیگ ہاشمی، مولانا راز داز بیگ رہا کرتے تھے آپ کا شفاخانہ محمودیہ قائم تھا جہاں دور دراز سے لوگ بغرض علاج آیا کرتے تھے۔

<u>حکیم مولوی سید محمد رضوی صاحب</u>: حکیم صاحب کا تعلق ساداتِ رضوی سے ہے۔ناصر الدولہ کے عہد میں آپ کا خاندان حیدرآباد آ گیا تھا۔تعلیم، حیدرآباد کے شہرہ آفاق دانش کدہ جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ 1342ھ میں آپ کے سر پر دستار فضیلت رکھی گئی۔1340 فصلی میں طب کا امتحان کامیاب کیا۔ مدرسہ اسلامیہ سکندرآباد کے صدر مدرس بھی تھے۔ مادر علمی میں آپ نے ایک سال تک افتاء کا کام بھی انجام دیا۔ مرض چیچک پر آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ مجربات میں حب اکسیر اور جلاب شامل ہے۔

<u>حکیم مولوی سید شفیع حسین صاحب</u>ؒ: آپ کی ولادت حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں ہوئی۔ مرکز علم و عرفان جامعہ نظامیہ کے علاوہ دارالعلوم سے بھی استفادہ کیا۔ مضامین طبیہ کی تکمیل مدرسہ طبیہ یونانی سرکاری عالی میں کی۔ والد گرامی حکیم امتیاز حسین ابوالعلائی طبیب محلات مبارک سے عملی تجربہ اور مطب سیکھا۔سکندرآباد میں طبی خدمات انجام دیں۔آپ کو کافی شہرت حاصل تھی۔ پیٹنٹ دواؤں میں ''مرہم نادر'' کے لیے آپ نہایت مقبول عام تھے۔نواب معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ سے آپ کو منصب ملتا تھا۔

<u>حکیم ابوالنصر سید شرف الدین صاحب</u>ؒ: حکیم صاحب 1345 فصلی بمقام حیدرآباد تولد ہوئے۔ والد ماجد مولوی سید صاحب حسین صاحب انعامدار تھے۔ جامعہ نظامیہ میں شریک ہوکر مولوی عالم تک تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ طبیہ یونانی سرکار عالی سے استفادہ کے بعد طبیہ کالج دہلی سے ''فاضل طب والجراحت'' کی سند حاصل کی۔

1336 فصلی میں مدرسہ طبیہ کے لکچرار اور 1344 فصلی میں مددگار ناظر الاطباء مقرر ہوئے۔ نظامیہ صدر شفاخانہ میں خدمت انجام دی۔خانگی مطب گھانسی بازار میں تھا۔

<u>حکیم مولوی قاضی محمد عبدالقادر فاروقی صاحب</u>ؒ: حکیم صاحب 15 خورداد 1298 فصلی میں تولد ہوئے۔آپ کا خاندان علم و فضل میں ممتاز رہا ہے۔آپ کے آباء و اجداد سلاطین مغلیہ کے زمانہ سے شرعی خدمات پر فائز تھے۔ چنانچہ قندہار ضلع ناندیڑ میں آپ کے جاگیر و

زینبات معاش بحال ہیں۔ آپ کے دادا حضرت قاضی ابو محمد شجاع الدین فاروقی ہیں۔ مشہور و جلیل القدر عالم حضرت مولانا مولوی انوار اللہ خاں بہادر المخاطب نواب فضیلت جنگ بانی جامعہ نظامیہ وصدر الصدور ممالک محروسہ سرکاری عالی واستاذ اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی کے برادر زادے ہیں اور آپ ہی سے طریقہ قادریہ عالیہ میں بیعت حاصل ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں حکیم قاضی محمود صمدانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے 1320 فصلی میں اعلیٰ تعلیمی سند حاصل کی۔ یہ سند کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔ خدمت قضاءت تعلقہ قندہار شریف ضلع ناندیڑ اور جاگیرات وغیرہ آپ کے والد بزرگوار مولانا مولوی قاضی محمد امیر اللہ صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے عالم وفاضل اور ''صولتِ عثمانیہ'' ومناقبِ شجاعیہ'' کے مصنف تھے وراثۃً حاصل ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت قاضی ابو محمد سراج الدین فاروقی صاحب نے تاحیات بڑی جانفشانی سے یہ خدمات انجام دیں۔ 24 اکتوبر 1998ء کو آپ کے انتقال کے بعد آپ کے قابل و لائق فرزند مولانا قاضی عبدالحق محمد رفیع الدین فاروقی (بی کام عثمانیہ یونیورسٹی) بہتر انداز میں یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ گورنمنٹ آف مہاراشٹرا کا محکمہ اوقاف بھی آپ کی حسن کارکردگی کا معترف ہے۔ راقم الحروف کے آپ سے دیرینہ پرخلوص تعلقات ہیں آپ کے فرزند عبدالقادر محمد شجیع الدین فاروقی ایس ایس سی کامیاب کرنے کے بعد حفظ قرآن و حصول علم میں مصروف ہیں۔ حکیم صاحب صدر شفاخانہ نظامیہ کے مددگار صدر مہتمم رہے۔ استسقاء، برص، فالج، لقوہ، ذیابطیس کے علاج میں خاص شہرت کے مالک تھے۔ آپ کے مجربات میں حب طلائی، حب ذیابطیس، حب اکسیر حمیات، عرق مصفی ومفرح، روغن جمال افزاء مقبول عام تھے۔

<u>حکیم مولوی عزت حسین صاحبؒ</u>: ایک شریف اور اہل علم خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد ماجد عربی، فارسی اور طب میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ حکیم صاحب نے جامعہ نظامیہ سے مختلف علوم وفنون میں فراغت حاصل کی۔ 1325 فصلی میں امتحان طبابت بدرجہ اعلیٰ کامیاب کیا۔ ہنگولی، بسمت نگر، یلاریڈی کے علاوہ مختلف اضلاع میں طبی خدمات انجام دیں۔

<u>حکیم سید عبدالوہاب مغربی صاحبؒ</u>: آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؓ تک پہنچتا ہے۔ جد اعلی حکیم سید اسماعیل مغربی صاحب رشد و ہدایت تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ 1329 فصلی میں طبابت کا امتحان کامیاب کیا۔ حقیقی بہنوائی علامہ حکیم محمود صمدانی طبیب شاہی سے عرصہ دراز تک عملی تجربہ حاصل کیا۔ تشخیص اور نسخہ لکھنے میں آپ کو مہارت تھی۔ خاندان مغربیہ کے نامور اطباء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ کبوتر خانہ قدیم حسینی علم میں آپ کا مطب تھا۔

<u>حکیم مولوی خواجہ عنایت احمد صاحبؒ</u>: آپ 14 شوال 1303ھ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد حکیم سید خواجہ بہاء الدین کے زیرنگرانی ہوئی۔ بعد ازاں جامعہ نظامیہ سے مولوی کامیاب کیا۔ سٹی کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی۔ دواخانہ کریم نگر سے سبکدوش ہونے کے بعد مطب شفاخانہ عثمانیہ قائم کیا۔ طبی کانفرنس اور انجمن اطباء کے رکن تھے۔ 1346ھ میں قافلہ مدینہ منورہ کے طبیب رہے۔ آپ کے مجربات میں اکسیر خاص قاتل سوزاک، سفوف عثمانی،

حب مسیحی یاقوتی (برائے حفظ ماتقدم طاعون) ہیں۔ آپ کا شفاخانہ سعید آباد قریب درگاہ حضرت اجالے شاہ صاحبؒ تھا۔

حکیم مولوی سید محمد قاسم صاحبؒ: حکیم صاحب ریاست شہنور (ممبئ) کے ایک مشہور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جامعہ نظامیہ میں آپ نے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی اور اپنے دامن کو علمی جواہر پاروں سے مالا مال کیا۔ فن طب میں حکیم منصور علی خاں، حکیم محمد عبدالرحمٰن سہارنپوری و حکیم قاضی محمود صمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ ڈاکٹری معلومات ڈاکٹر کاشی ناتھ صاحب سے حاصل کیں۔ آپ کے پاس بیس ہزار نادر کتب جس میں پتوں پر لکھی ہوئی قدیم کتب بھی شامل تھیں۔ رسالہ طاعون و رسالہ ہیضہ کے مصنف ہیں۔ مخزن عثمانیہ، جامع الفنون مرتب کئے تھے جن میں دواؤں کی خصوصیات اور ایک ہر دوا کے چالیس زبانوں میں نام درج ہیں۔

حکیم میر ابراہیم علی صاحبؒ: آپ لائق و فاضل طبیب حکیم میر حسن علی صاحب کے فرزند گرامی ہیں۔ حکیم میر ابراہیم علی صاحب کی تعلیم جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ طبیہ کالج یونانی سے 1334 فصلی میں سند حاصل کی۔ طبیب حاذق علامہ حکیم محمود صمدانی رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل جامعہ نظامیہ سے عملی تجربہ حاصل کیا۔ اضلاع کے مختلف دواخانوں پر مریضوں کا علاج فرمایا۔ ادویہ شناسی میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ کے مطب پر مریضوں کا کافی ہجوم رہتا تھا۔ جو آپ کی مقبولیت و شفایابی کا ثبوت ہے۔ آپ کے مشہور و مفید ادویات میں رومی، سوزاک طفلک، درمان، مالینا، جگرین، ضابطہ شامل ہیں۔ دارالعلاج حسینی کے نام سے آپ کا مطب جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد میں تھا۔ آپ کے صاحبزادہ حکیم میر حسین علی افسر نے فن طب کو آخری سانس تک زندہ رکھا۔

حکیم مولوی لئیق احمد صاحب نعمانیؒ: آپ دکن کے ایک معزز اور تعلیمیافتہ خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد مولوی رفیق احمد صاحب و دادا مولانا حمیدالدین قابل ترین و بلند پایہ وکلاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کے نانا حضرت سید شاہ محمد سجاد حسینی صاحب بندہ نوازی قدس سرہ روضہ خورد گلبرگہ شریف کے صاحب سجادہ تھے۔ جامعہ نظامیہ سے ابتدائی تعلیم کے علاوہ مولوی عالم، مولوی فاضل کا امتحان کامیاب کیا۔ علامہ ابوالوفاء افغانی، مولانا عبدالرحمٰن سے شاگردی کا شرف رہا۔ انجمن اطباء یونانی کے شریک معتمد رہے۔ قائد ملت بہادر یار جنگ نے آپ کی خدمات کو سراہا۔ آپ کی کنیت ''ابوالقلم'' کا اظہار مختلف اخبارات میں شائع ہونے والے پایہ مضامین سے ہوتا ہے۔ پندرہ روزہ رسالہ ''صحت عامہ'' کے ایڈیٹر تھے۔ آخر میں گلبرگہ منتقل ہوگئے۔

حکیم بالے محمد عبدالحفیظ صاحبؒ: طب کی دنیا میں آپ حکیم میسوری سے مشہور و معروف خاندانی حکیم ہیں جد اعلیٰ مہاراجہ میسور کے شاہی طبیب تھے۔ ننیہالی سلسلہ حضرت سید جلال الدین سے ملتا ہے۔ جن کا مزار میسور میں ہے۔ آپ کے والد حکیم محمد عبدالغنی صاحب اپنے برادر محاسب جنگ (سابق امیر جامعہ نظامیہ) کے پاس حیدرآباد آئے اور مطب شروع کیا۔ طاعون، برص، سل، دق، جذام کے علاج میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ جامعہ نظامیہ سے مولوی عالم، مولوی فاضل کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی۔

حکیم اجمل خاں مسیح الملک دہلی کے دواخانہ میں طبی اور علامہ حسن الزماں فاطمی رحمۃ اللہ علیہ روضۃ الحدیث میں دس سال علمی خدمات انجام دیں۔ مجربات میں روغن بیدا نجیر، حبوب، مرہم برائے خبیثہ قضیب، مرہم بواسیر ونواسیر عرق ریح البواسیر شامل ہیں۔

حکیم ہبتہ اللہ صاحبؒ : حکیم صاحب کی پیدائش 14 آذر 1310 فصلی بمقام حیدرآباد ہوئی۔ والد ماجد عالم وفاضل و ماہر عملیات تھے۔ جامعہ نظامیہ میں مولوی عالم تک تعلیم حاصل کی۔ سورت شہر میں بھی علمی استفادہ کیا۔ اورینٹل کالج لاہور اور طبیہ کالج دہلی سے سند وتمغہ حاصل کیا۔ دہلی طبیہ کالج میں بحیثیت مددگار طبیب کام کیا۔ حمیات قانون شیخ، امراض سر، امراض متعدیہ، مرتب وترجمہ فرمایا، سٹی پولیس میں لکچرار رہے۔ نظامیہ طبی کالج میں بحیثیت پروفیسر خدمت انجام دی، اکسیر سوزاک، حب اصہب، حب برقی، حب طاعون، زعفرانی، ضماد طاعون، لال مرہم، مرہم سفید آپ کے مجربات ہیں۔

حکیم حضرت محمد عبدالقدیر فاروقی وجودی صاحبؒ: آپ کا شمار جامعہ نظامیہ کے قابل فخر علماء اور اطباء میں ہوتا ہے۔ دینی مذہبی تعلیم کے علاوہ آپ کو علم طب سے والہانہ دلچسپی تھی قدرت نے کئی نعمتوں سے نوازا تھا۔ تشخیص میں مہارت تھی۔ خاص نگرانی میں دوائیں تیار فرمایا کرتے۔ کریم نگر، مٹ پلی میں مطب تھا۔ تاریخی مکہ مسجد حیدرآباد کے خطیب علامہ حاجی منیرالدین صاحبؒ (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ) آپ کے ہمدرس ہیں۔ راقم الحروف کو حکیم صاحب قبلہ سے بسلسلہ علاج نیاز وگفتگو کا شرف حاصل ہے۔ اس وقت حکیم صاحب کے نبیرہ جناب حافظ حکیم محمد نصیرالدین فاروقی سنتوش نگر، حیدرآباد میں طب کے ذریعہ خدمت خلق کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حکیم شریف الدین صاحبؒ: مولوی فاضل جامعہ نظامیہ ہمدرس حضرت حکیم محمد حسین صاحب المحدث ہیں۔ صدر شفاخانہ میں طبیب تھے۔ مسجد کمیلہ یاقوت پورہ میں آپ کا مطب تھا۔ جامعہ نظامیہ کے منتظم شعبہ تدریس مولانا سید خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے بموجب علم دینیہ کے ساتھ فن طب میں لگاؤ تھا اپنے وقت کے جید حکماء سے فنی و عملی تجربہ حاصل کیا۔

حکیم حافظ احمد عبدالعلی صاحب: جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل تھے۔ علوم دینیہ کے علاوہ طب سے بھی آپ کو کافی شغف تھا۔ ایک عرصہ تک مادر علمی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ناظم تعلیمات (پرنسپل) کے عہدہ پر خدمت انجام دیتے ہوئے مکمل قرآن مجید حفظ کرلیا۔ 12 رجب 1339ھ وفات پائی۔

حکیم اسعدالدین صاحب وحکیم امام بخش صاحب: نے بھی طبی دنیا میں بیش بہا اور ناقابل فراموش انجام دیں۔ اطباء جامعہ نظامیہ میں آپ کو ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ افسوس کہ ان حضرات کے حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

حکیم حافظ محمد عبدالرشید صاحب: 6 جون 1956ء بمقام کوڑنگل پیدا ہوئے ابتداء سے مولوی عالم تک جامعہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی علامہ مفتی عبدالحمید صاحبؒ، مولانا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عثمان صاحبؒ، مولانا حافظ ولی اللہ صاحبؒ، مولانا مفتی خلیل احمد صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ امراض کی تشخیص اور ادویہ کی تجویز میں فنی تجربہ کے حامل ہیں۔ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت طب کے میدان کو منتخب کیا۔ بیس سال سے زائد عرصہ سے بحیثیت طبیب صدر شفاخانہ نظامیہ (چار مینار) میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(شاہ محمد فصیح الدین نظامی/ جامعہ نظامیہ کے یونانی اطباء، مجلّہ انوار نظامیہ ص ۹۵ (۲۰۰۱ء)

☆☆☆☆

رہینِ منتِ انوار یہ فضیلت ہے

از قاضی اسدؔ ثنائی، قدیم طالب علم جامعہ نظامیہ

جو تیرا ہو گیا اس کو عروج پر دیکھا
نظامیہ تری مٹی میں وہ اثر دیکھا

جو تیرے آئینے میں عکس اک نظر دیکھا
تو اپنے آپ کو بھی ہم نے معتبر دیکھا

ہے جذب جذبۂ انوار تیری صورت میں
وہ ہوگیا ہے منور جو آنکھ بھر دیکھا

تلامذہ کے دل و جاں میں انقلاب آئے
اساتذہ کی نگاہوں میں وہ اثر دیکھا

ہماری بھی رگ وپے میں تجلی اتری ہے
یہ جام ہم نے بھی واللہ نوش کر دیکھا

ابو الوفا ہوں کہ عبدالحمید ہوں لا ریب
سبھی کو ہم یہاں صاحب نظر دیکھا

رواں ہے حضرتِ طاہر کا بھی لہو تجھ میں
عظیم لوگوں میں تجھکو عظیم تر دیکھا

رحیمِ دیں کی فراست عظیمِ دیں کی نظر
عجب کمال عجب فن عجب ہنر دیکھا

ہے باکمال طبیعت خلیل احمد کی
کہ ہم نے ان کے عمل کا حسیں ثمر دیکھا

نوازشیں ہیں یہ خواجہ شریف صاحب کی
حدیثِ دل سے ہر اک دل کو باخبر دیکھا

ہے اعتراف ابراہیم کی خلیلی کا
بلند حوصلہ ان کو بھی سر بسر دیکھا

پلے ہیں گود میں تیری صفیؔ و امجدؔ بھی
انہوں نے بھی تری گہرائی میں اتر دیکھا

رہینِ منتِ انوار یہ فضیلت ہے
اسی سبب تجھے دنیا میں مفتخر دیکھا

ہیں ماں کی شفقتیں اے جامعہ ترے اندر
ہمیشہ تجھکو خوش اندام خوش نگر دیکھا

اسدؔ یہ حضرتِ انصار کا تصدق ہے
جو میں نے علم و ادب کا حسیں سفر دیکھا

☆☆☆

فیضان جامعہ نظامیہ اور عصری تقاضے

از: مولانا نوید افروز نوؔید، مولوی کامل جامعہ نظامیہ، استاذ انڈین ایمبیسی اسکول (جدہ سعودی عرب)

فیضان نظامیہ یہ ایک بحر بے کراں عنوان ہے اس کی کوئی حد ہے نہ کنارہ، اسکی گہرائی اور عمق کے بارے میں کسی کو کوئی اندازہ نہیں۔ ہاں اسکی ابتداء اور آغاز پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ اسکی شروعات کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات بہت مشکل سے ممکن ہے کہ روز اوّل سے لیکر تا حال اسکے احوال بیان کئے جائیں۔ اگر کوئی باہمت و باحوصلہ ہاتھ میں قلم لیکر بیٹھ جائے تو اسکے لئے ایک کتاب نہیں بلکہ ایک دفتر چاہیے۔ میں یہاں مختصراً عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جامعہ نظامیہ از ہر ہند کے نام سے مشہور ترین پر وقار و باشوکت بارگاہ نبوی ﷺ کی مقبول دینی درسگاہ، ملت اسلامیہ کا قابلِ فخر اثاثہ، مہتم بالشان عظیم اسلامی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد استاذ السلاطین معارف حقائق آگاہ عارف باللہ شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا شاہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے ۱۹؍ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ کو توکل وتورع کی اساس پر رکھا۔ ابتداءً اسکی شکل ایک مدرسہ کی تھی لیکن بانی جامعہ کی بے انتہاء محنتوں وکاوشوں کی وجہ یہ مدرسہ ایک قلیل مدت میں عالمی شہرت کا حامل ہوگیا۔ اور دنیا کے گوشہ گوشہ سے تشنگانِ علم کے قافلے چلے آنے لگے۔ جامعہ نظامیہ کے متعلق آصفجاہ سابع کے فرمان مبارک سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے فرماتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ریاست حیدرآباد کے علاوہ دور دراز بیرون ممالک کے طلباء نے یہاں آکر اپنے علم کی پیاس بجھائی ہے، اس میں قابل ذکر، بخارا، افغانستان، انڈونیشیا، بلوچستان، ترکستان، چین، یمن، شام، عرب ممالک کے اکثر شہروں سے تشنگانِ علم دین آتے رہے ہیں‘‘۔

جامعہ نظامیہ کو ’’ازہرِ ہند‘‘ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ بیرون ممالک کے طلباء کی کثیر تعداد زیر تعلیم تھی جو جامعہ ازہر مصر کا سا ایک منظر پیش کرتی تھی۔ جامعہ نظامیہ کے طلباء میں تقریری صلاحیت پیدا کرنے کے لئے زمانہ قدیم سے ہر چہارشنبہ کو ایک جلسہ کسی استاذ یا شیخ کی نگرانی میں ہوا کرتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت العلامہ مولانا عبداللہ قریشی الأزہری (نائب شیخ الجامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد) اس جلسہ کی صدارت فرمارہے تھے، آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں جامعہ کے سابقہ طلباء کے بارے میں کہا کہ ’’فلاں کے بہترین مقرر ہونے میں کوئی شک نہیں، فلاں کے بہترین قاری ہونے میں کوئی شک نہیں، فلاں کے بہترین عالم ہونے میں کوئی شک نہیں اور کہا کہ یہاں ایسے ایسے طلباء بھی زیر تعلیم رہ چکے جنکی پرہیزگاری تقوی عبادت وریاضت کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے تھے کہ فلاں فلاں کے ولی ہونے میں کوئی شک نہیں‘‘۔ مولانا کا یہ جملہ میرے دل میں ایسا گھر کر گیا کہ میں نے جامعہ کی ہر چیز پر غور کرنا شروع کردیا۔ حوض پر نظر پڑتی تو خیال آتا کیسے کیسے لوگ اس پر وضو کیے ہونگے سامنے میدان پر نظر پڑتی تو خیال آتا کیسے کیسے لوگ اس میدان میں کھیلے ہونگے۔

اس بحرِ علم و دانش گاہ اسلام سے ۱۳۵ سالہ عرصہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زائد تشنگان علم سیراب ہوئے ہیں۔

جن میں حفاظ بھی تھے، علماء بھی تھے، فقہاء بھی تھے، خطباء بھی تھے۔ ادباء بھی تھے، قراء بھی تھے شعراء بھی تھے، مفسرین بھی تھے۔ مصنفین بھی تھے، موذنین بھی تھے، مدرسین بھی تھے، محدثین بھی تھے، مؤلفین بھی تھے۔ مقررین بھی تھے واعظین بھی تھے۔ مفکرین بھی تھے، مدبرین بھی تھے۔ مفتیان کرام بھی تھے۔ مشائخین عظام بھی تھے اور قائدین ذی احتشام بھی تھے۔ مفتیان کرام بھی تھے۔ بات توجہ طلب ہے کہ وہ سب تھے۔ اب اقطاع عالم میں پھیلے ہوئے وہ سب ہیں۔

وہ اگلے لوگ تھے اب تازہ قافلے ہونگے
مجھے یقین ہے تا حشر سلسلے ہونگے

میں قارئین کرام کی خدمت میں ایک فرزند جامعہ علامہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جو دنیا کی مختلف اہم بڑی زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور کئی کتابوں کے مؤلف و مصنف تھے جنکے دست حق پرست پر ہزاروں افراد نے اسلام قبول کیا یہ سب فیضان نظامیہ ہی تو ہے اگر ان کی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے، جب ایک فرزند کا یہ عالم ہے تو ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زائد فرزندانِ جامعہ کے فیضان کا کیا عالم ہوگا۔ بہر حال مجھے پھر اس بات کا اعادہ کرنا پڑے گا کہ فیضانِ نظامیہ ایک سمندر ہے۔ اسکے مکمل فیضان کا ذکر ایک امر محال ہے۔

آج سے (۱۳۶) سال قبل جو حیدرآباد تھا اب وہ نہیں رہا ہر شئے کو ترقی ملی، آبادیوں میں اضافہ ہوا نئے نئے محلے قائم ہوئے پہلے سے کہیں زیادہ مسلم آج حیدرآباد میں رونق شہر بنے ہوئے ہیں، لیکن جس تیزی سے مسلم بستیاں آباد ہوئیں اس تیزی سے جامعہ کو ترقی نہ ہوسکی، اضلاع اور دیہات کے مسلم حضرات کو شکایت ہے کہ جامعہ کے فارغین حیدرآباد شہر چھوڑنا نہیں چاہتے۔ سوچنے کی بات ہے کہ نئے نئے محلے آباد ہونے کی وجہ نئی نئی مساجد بھی تعمیر ہورہی ہیں، طلباء جامعہ سے فارغ بھی نہ ہونے پارہے بلکہ طالب علمی کے زمانے ہی سے کسی نہ کسی بڑی مسجد میں بحیثیت امام و خطیب مقرر ہوجاتے ہیں، نوبت بہ ایں جارسید اب تو شہریوں میں یہ شکایت عام ہورہی ہے اسکے تدارک کے لئے خلیجی ممالک میں مقیم طلبائے قدیم و ابنائے وطن یعنی مسلم فرزندان ہند و دکن سے میں خواہش کرتا ہوں کہ وہ اس جانب توجہ کریں اور مالی اعتبار سے ارباب جامعہ کے ہاتھ مضبوط کریں تاکہ پہلے سے کہیں زیادہ کثیر تعداد میں طلباء یہاں سے فارغ ہوں، طلباء کو داخلہ سے قبل انکی رہائش طعام و قیام کا انتظام کرنا ہوگا، درسگاہوں کو بھی کشادہ کرنا ہوگا یا نئی تعمیر کرنا پڑے گا ان تمام امور کی تکمیل کیلئے مالیہ کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے شہر کے دامن میں جو (۱۳۵) سالہ دینی درسگاہ ہے ہم نے اس کے لئے آج تک کیا کیا؟ اگر کچھ کیا ہے اور کرتے چلے آرہے ہیں تو یہ بڑی سعادتمندی کی بات ہے چونکہ اس درسگاہ کو بارگاہ نبوی ﷺ میں قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ اگر اس درسگاہ کیلئے آپ نے کچھ نہیں کیا ہے تو آج ہی سنجیدگی سے غور کریں اور اپنے سرمایہ میں سے کچھ حصہ اسکے لئے بھی مختص کریں۔ آخر میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ ہم تمام کو علم نافع کیساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه أجمعين.

☆☆☆

جامعہ نظامیہ
دینی وعصری علوم کے تناظر میں

از: مولانا محمد جسیم الدین نظامی (فاضل جامعہ نظامیہ)

یہ ایک حقیقت ہے کہ حق تبلیغ وہدایت بہت اہم کام ہے۔ لیکن یہ جتنا اہم ہے، اس سے کہیں زیادہ مشکل ودشوار ہے۔ اسکی ترویج واشاعت کے لئے پرخار وادیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ طرح طرح کے مصائب وآلام کو گلے لگانا پڑتا ہے۔ تب کہیں جاکر تبلیغ کا کما حقہ حق ادا ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام کٹھنائیوں سے گذر کر اس اہم فریضے کو انجام دینا صرف انہی حضرات کا نصیبہ ہے جنکو اللہ نے مخصوص صلاحیت اور ہمت سے نوازا ہو۔ پروردگار عالم اس اہم کام کیلئے اپنے مخصوص بندوں کو منتخب کرلیتا ہے۔ انہی مخصوص بندوں میں سے ایک روشن وتابندہ نام، حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ جنہوں نے ایسے وقت دعوت واصلاح کا بیڑہ اٹھایا جب دکن میں اسلام کی نبض ڈوب رہی تھی۔ نباض فطرت نے آپ کو ایسا نبض شناس بنا کر بھیجا تھا کہ جب بھی قوم کسی روحانی مرض میں مبتلا ہوئی، آپ نے فوراً اس کی رگ پہ ہاتھ رکھ کر مسیحائی کی۔ یوں تو دکن کی سرزمین ہمیشہ سے دینی علوم وفنون کا مرکز رہی ہے۔ لیکن جیسے جیسے اسلامی حکومتیں غلط روی کا شکار ہوئیں، عام مسلمانوں میں دینی فقدان بڑھتا گیا، دینی تعلیم برائے نام رہ گئی اور غلط رسم ورواج نے فرض کی جگہ لے لی تھی، لادینیت اپنے پیر جمانے لگی تھی، پامالئی حقوق شیوۂ زندگی بن چکا تھا ایسے پرآشوب حالات میں اللہ کے مقدس رسول ﷺ نے بحکم خدا بانی جامعہ علیہ الرحمہ کو اہل دکن کی داخلی اور خارجی اصلاح کیلئے منتخب فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے جن امور کیلئے آپ کو منتخب فرمایا تھا یقینی طور پر اس سفیر انبیاء نے آخر وقت تک ان امور کی انجام دہی میں ذرہ برابر کوتاہی نہ فرمائی، آپ نے ایک منظّم طریقے سے اصلاحی نظام قائم فرمایا، اصول وقوانین مرتب فرمائے، اور اصلاحی نظام کی ایک ایسی مستحکم بنیاد ڈالی، جو آپ کے وصال کے بعد بھی قائم ہے، اور انشاء اللہ تا قیامت قائم رہے گی یوں تو آپ کے سینکڑوں کارنامے ہیں مگر آپ کے کارناموں میں جو سب سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے وہ یہ کہ آپ نے دین اسلام کی ترویج واشاعت کیلئے ۱۸۷۵ء میں جامعہ نظامیہ قائم فرما کر امت مسلمہ پر ایک عظیم احسان فرمایا ''طلب العلم فریضۃ'' کے تحت، علوم دینیہ کا حصول ہر دور میں لازمی اور ضروری سمجھا تا رہا ہے۔ لیکن ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کے اذہان وقلوب سے خوف خدا اور عشق نبی کریم ﷺ ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہو۔ مغربی تعلیم کے ذریعہ مغربی تہذیب کو مسلمانوں میں پھیلایا جارہا ہو تو ایسے وقت دینی تعلیم کی اہمیت وفرضیت اور بڑھ جاتی ہے۔ ایک طرف انگریزوں کی گھناؤنی سازش کے ذریعہ ''فرنگی تخیلات'' کو مسلمانوں کے ذہن وفکر میں اتارنے کی ناکام کوشش، تو دوسری طرف مسلم نما افراد کی جانب سے ''روح محمد اس کے بدن سے نکال دو'' کے مصداق رسول

ﷺ کی عظمت کو مسلمانوں کے قلوب سے ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تھی۔ انہی حالات کے پیش نظر بانی جامعہ علیہ الرحمۃ الرضوان نے ایک خالص ''دینی ادارہ'' کی بنیاد رکھی۔ جس کا بنیادی مقصد ڈاکٹر صوفی افسر الحق دہلوی سابق استاذ جامعہ نظامیہ کی زبان میں تھا۔

درس حدیث وفقہ مقصود مدعا ہے
تحصیلِ علم قرآں ہے مشغلہ ہمارا
توحید کی اشاعت تفویض ہے ہمارے
تکذیبِ کفر و باطل ہے ضابطہ ہمارا

آپ کے اس بر وقت اقدام سے باطل افکار ونظریات کے پردے چاک ہونے لگے، اور شب وروز ''قال اللہ وقال الرسول'' کی صدائیں گونجنے لگی۔ آپ نے درس نظامی (جو حدیث، فقہ، تفسیر، عقائد کلام، منطق وفلسفہ، اورعربی ادب پر مشتمل ہے) کو تعلیمی نصاب قرار دیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے لئے آپ نے جو درجے مرتب فرمائے وہ آج بھی جاری ہیں۔ مگر حالات سے ہم آہنگ کرتے ہوئے ارباب جامعہ نے نصاب تعلیم میں ترمیم کی ہے وہ آگے بیان کروں گا۔ سر دست میں آپ کو یہ بتا تا چلوں کہ درس نظامی (۱۶سالہ کورس) کو چار مرحلوں میں تقسیم کیا گیا

(۱) تحتانی

(۲) وسطانی

(۳) فوقانی

(۴) علیا

۱) تحتانی درجے میں بنیادی تعلیم مثلا اردو زبان کی نوشت وخواند، ناظرہ قرآن مجید، اور بنیادی مسائل شرعیہ وغیرہ ۲) وسطانی درجہ میں دینیات اخلاقیات، سماجیات، صرف نحو عربی اور فارسی کے علاوہ حساب تاریخ جغرافیہ اور سائنس وغیرہ ۳) تیسرا مرحلہ فوقانیہ درجے کا ہے جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد کلام، وعربی ادب منطق او فلسفہ وغیرہ پڑھایا جاتا ہے۔ ۴) آخری مرحلہ علیا کا ہے اس میں تفسیر حدیث، فقہ کلام عربی ادب تاریخ اسلام میں سے کسی ایک مضمون پر طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ شعبہ تحفیظ القرآن الکریم سے بھی طلباء کی ایک کثیر تعداد استفادہ کرتی ہے۔ اس سلسلے کی ایک کڑی ''شعبہ اہل خدمات شرعیہ'' ہے۔ جس میں مختلف موضوعات پر متعلقہ طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس تعلیمی سفر کے دوران طلباء کو ان مراحل سے گذارا جاتا ہے جس کی ضرورت عصر حاضر کو ہے۔ طلباء نظامیہ کو مختلف مراحل سے گذار کر اس قابل بنادیتے ہیں کہ وہ اپنے Theory کو Practicl زمانہ کے سامنے پیش کر سکے یعنی طلباء کو تعلیمی کورس کے علاوہ تربیتی مراحل مثلا...... دارالتقریر، المنتدی العربی، دعوت وارشاد جیسے شعبہ جات میں تربیت دی جاتی ہے کہ وہ قوم کے سامنے حق کا نقیب بنکر اپنے مافی الضمیر کو ادا کرسکیں۔ اس سلسلہ کی اہم کڑی دعوت وارشاد ہے۔ جس کے تحت علماء جامعہ نظامیہ اور وہ طلباء جو مذکورہ بالا شعبہ میں ٹریننگ حاصل کئے ہوں شہر اور اضلاع میں وعظ ونصیحت اور ترویج دین اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ارباب جامعہ کی ان تمام تر کاوشوں کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں ایسے علماء وفضلاء صلحاء ومبلغین اسلام اور صحافی حضرات نکلے جس سے عالم اسلام کی ایک کثیر تعداد فیضیاب ہورہی ہے۔ یہ تھی دینی تعلیم وتربیت کی ایک جھلک۔

جامعہ نظامیہ چونکہ اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت سے جانا جاتا ہے لہٰذا جامعہ نظامیہ میں اسلامی ریسرچ سنٹر بھی قائم ہے۔ جس

میں کامل کامیاب طلباء جنہیں عربی زبان میں مہارت حاصل ہوتی ہے۔مختلف موضوعات پر مقالے تحریر کرتے ہیں۔یہ مقالے منتخب علماء وشیوخ کے زیرنگرانی دوسال کی مدت میں تکمیل کئے جاتے ہیں، مقالہ کی تصحیح تنقیح اور زبانی امتحان کے بعد جامعہ کی جانب سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی جاتی ہے۔ جامعہ کے اسلامی سنٹر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والوں میں مولانا شیخ حسین صرصُور (کویت) مولانا محمد یاسر القضمانی (کویت) ڈاکٹر فواد البرازی (ڈنمارک) محترمہ شفاء بنت فضیلۃ الشیخ حسن ہیتو الجیلانی شامل ہیں۔اوراب اختصار کے ساتھ عصری علوم کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

دنیا چونکہ اب ۲۱ ویں صدی میں داخل ہوچکی ہیں، اوراب اس دور میں وہی قوم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتی ہے جو اپنے آپ کو حالات کے مطابق کرنے کا فن جانتی ہو۔کوئی قوم جب اپنے اندر حالات سے مطابقت رکھنے کی قوت نہ رکھتی ہو ترقی پذیر قوموں میں شامل نہیں ہوسکتی۔موجودہ دور چونکہ سائنس اور ٹکنالوجی کا دور ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ نبض شناس علماء نے حالات کو ہمیشہ ملحوظ نظر رکھا۔خود حضور ﷺ نے جب عیسائیوں تک اسلام کو پہنچانے کے معاملے میں ضروری محسوس کی تو صحابہ کرام کو عبرانی زبان سکھنے کی تلقین فرمائی، لہذا ارباب جامعہ نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے عصری تعلیم کو ایک منظّم انداز سے شامل نصاب کیا ہے۔مثلاً تحتانی وسطانی جماعتوں میں سوشل اسٹڈیز، جنرل سائنس اور حساب لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل نصاب ہے۔اور فوقانی جماعتوں میں شعبہ انگلش کا قیام ہے جس میں بااخلاق اور باصلاحیت اساتذہ کے زیر نگرانی انگریزی پڑھنے اور لکھنے کے علاوہ اسپوکن انگلش کی بھی مشق

کروائی جاتی ہے۔مہارت حاصل کے بعد کامل کے لئے کمپیوٹر لیب کا انتظام ہے تاکہ وہ عصر حاضر کے تمام لوازمات سے لیس ہوکر مذہب وملت کی صحیح خدمات انجام دے سکیں۔ارباب جامعہ نظامیہ عصری علوم کے ایسے امتزاج کے قائل نہیں جو بنیادی مشن کو متاثر کردے۔

بہر حال جامعہ نظامیہ دینی وعصری علوم وفنون کے ایک عظیم مرکز کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔اور یہ مرکز عظیم اس محسن قوم و ملت کے خوابوں کا شرمندۂ تعبیر ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی اس کی ترقی کیلئے وقف کردیا تھا جامعہ کے در ودیوار اس بات کی گواہی پیش کرتے ہیں کہ بانی جامعہ علیہ الرحمہ حکومت کے اعلی عہدے پر فائز ہونے کے باوجود ایک لمحہ بھی جامعہ سے غافل نہ ہوئے، شب وروز اس کی ترقی کیلئے کوشاں رہے۔

آپ کی اس بے لوث جدو جہد کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اس چمن علم وعمل میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں پھول کھلے جو نہ صرف مہکنا بھی جانتے ہیں بلکہ مہکانا بھی جانتے ہیں اس چمن میں کھلا ہوا ایک پھول ''ایک مستقل چمن'' کی حیثیت رکھتا ہے۔دنیا جسے ایک ''فرد'' سمجھتی ہے حقیقت میں وہ انجمن ہے۔

☆☆☆

جامعہ نظامیہ سے فیضیاب ادارے

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدر آباد

مرکز علم و ادب جامعہ نظامیہ کا فیضان افراد کے ساتھ ساتھ ادارے بھی حاصل کرتے ہیں، ذیل میں چند اداروں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

مجلس احیاء المعارف النعمانیہ

اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ نے چاہا کہ علوم اسلامیہ کی حفاظت و صیانت ہو سکے اور ضیاع تلف سے محفوظ رہیں تو اس کی جمع و تدوین کی ذمہ داری حضرت علامہ ابوالوفا الافغانی رحمۃ اللہ علیہ کے کندھوں پر ڈالدی۔ اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کی غرض سے آپ نے جامعہ نظامیہ کی تدریس سے مستعفی ہوکر اقطاع عالم میں بکھرے ہوئے فقہ حنفی کی تائید میں مخطوطات و مطبوعات اکٹھا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔
اس عظیم منصوبے میں باقاعدگی لانے کے لئے مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ نے نظامیہ کے فارغین کے سامنے ایک مجلس علمی کی تاسیس کی تجویز پیش کی جس پر سب نے اتفاق کیا اور ایک علمی مجلس تشکیل پائی جس کو بالاتفاق ''مجلس احیاء المعارف النعمانیہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور متفقہ طور پر مولانا ابوالوفاءؒ کو اس مجلس کا صدر و سرپرست منتخب کر لیا گیا۔ مولانا ممدوح نے اس عظیم کام کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ اس مبارک مقصد کے حصول کے لئے کبار علماء کرام آپ کے ساتھ ہوگئے اور آپ کے فاضل تلامذہ جن کو فقہ اسلامی سے گہرا شغف اور تحقیق و تعلیق میں دیرینہ تجربہ حاصل تھا آپ کے ممد و معاون بن گئے۔ جنمیں قابل ذکر مولانا مفتی سید محمود، مولانا مفتی مخدوم بیگ، مولانا مفتی محمد رحیم الدین، مولانا مفتی محمد عبدالحمید، مولانا حکیم محمد حسین شیخ الحدیث۔ مولانا قاری محمد عبدالرحمٰن بن محفوظ رحمھم اللہ ہیں۔
اس عظیم پراجکٹ میں مولانا ممدوح نے فارغین نظامیہ کے علاوہ دیگر علماء کرام کی بھی خدمات سے استفادہ کیا اور ان کو مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی رکنیت بھی عطا کی ان میں قابل ذکر علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی مہدی حسن، مولانا شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی اور علامہ محمد زاہد کوثری نے تو اپنی شخصی دلچسپی سے مولانا کے لئے قیمتی و نادر مخطوطات جمع کئے جس کی وجہ سے مجلس النعمانیہ کے مکتبہ میں قابل لحاظ تعداد میں نادر مخطوطات جمع ہوگئے۔ نیز علامہ کوثری ہی کی توجہ پر مولانا شیخ رضوان محمد رضوان مصری کو احیاء المعارف کا وکیل بنایا گیا جن کی مخلصانہ کوشش کی بناء پر احیاء المعارف کی کتابیں عمدہ تصحیح و تعلیق کے ساتھ پہلی مرتبہ مصر سے چھپ سکیں پھر اس کی طباعت حیدر آباد میں ہونے لگی۔
اس علمی مجلس کے اہم اراکین میں قابل ذکر ڈاکٹر حمید اللہؒ اور پروفیسر مولانا محمد عبدالستار خان صاحب سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ ہیں۔

مجلس احیاء المعارف کی جانب سے اب تک سترہ کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔

اب مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی مطبوعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ کتاب العالم والمتعلم:

اس کتاب کو ابو مقتل نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے سوال و جواب کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے جو عقائد ونصائح پر مشتمل ہے۔ شاید اس کے مصحح ومحشی مولانا افغانی ہی ہوں، مجلس نے جب اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تو صرف ایک نسخہ رامپور کے شاہی کتب خانہ میں دستیاب ہوا جس میں بے حد اغلاط تھے اس نسخہ کو اصل قرار دیکر حاشیہ میں ایک حد تک تصحیح کی گئی۔ چھپنے پر ایک اور نسخہ مل گیا جس کی بناء پر دوسری اشاعت میں اس سے استفادہ کا وعدہ کیا گیا۔ کل صفحات 31 تھے۔ حیدرآباد میں شائع کی گئی اس طرح مجلس کے کام کی ابتداء کی گئی۔

۲۔ شرح کتاب النفقات:

یہ امام ابومحمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بخاریؒ المعروف بہ اسعد الشہید کی تصنیف ہے جو دراصل امام ابوبکر احمد عمرو بن مہیر الخصاف الشیبانیؒ کی کتاب النفقات کی شرح ہے۔ کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں اس کے دو قلمی نسخے تھے دونوں کا مقابلہ کروا کر ایک کی نقل منگوائی گئی مگر پھر بھی یہ اغلاط سے پر تھا۔ النفقات کی عبارت میں جگہ جگہ محیط برہانی کے حوالے موجود ہیں اس لئے اس کی تصحیح میں محیط سے بڑی مدد ملی۔ اس کی تصحیح مولانا افغانی اور مولانا رحیم الدین و مولانا حبیب عبداللہ بن احمد بن مدیج علوی حضرمی ارکان مجلس نے کی اس کے کل صفحات (56) ہیں اور یہ حیدرآباد ہی میں چھپی۔

۳۔ کتاب الآثار للامام القاضی ابی یوسفؒ:

اس کی روایات امام ابو یوسفؒ کے صاحبزادہ ابومحمد یوسف بن یعقوب نے کی ہے اس کو مسندِ ابو یوسف بھی کہتے ہیں۔ یہ دراصل مسند الامام اعظمؒ ہے۔ اس میں امام ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے اور بعض مقامات میں اپنی خود کی روایت و آراء کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ دار الکتب المصریہ میں مل سکا جو کہ نہایت ناقص تھا تقدیم وتاخیر کے علاوہ درمیان کے بعض اوراق غائب تھے۔ کتاب النکاح، کتب الایمان، کتاب الرد اور کتاب الشھادت ناقص تھے۔ تقدیم وتاخیر کی وجہ سے کتاب الطہارت میں کتاب الصلوۃ کے آثار، کتاب النکاح میں کتاب الطلاق کے آثار اور مختلف ابواب میں بھی آثار کی بڑی بے ترتیبی تھی مولانا نے بڑی محنت سے اس کی تصحیح دیگر کتب حدیث سے کی۔ بڑی کاوش سے رواۃ کا ذکر، حل اللغات، اور فقہی تعلیقات لکھیں۔ یہ مجلس کی پہلی معیاری پیش کش تھی۔

اصل کتاب کے (۲۴۲) صفحات ہیں۔ رواۃ اسماء اور ابواب موضوعات کی فہرستیں (۲۶) صفحات پر ہیں اور کتاب الآثار کے بارے میں (٦) صفحات کا مقدمہ بھی شامل ہے حاشیہ باریک ٹائپ میں ہے اور آثار پر ترتیب وار نمبرات درج ہیں۔ یہ قاہرہ میں مجلس کے وکیل رضوان محمد رضوان کی نگرانی میں اعلی پیمانہ پر چھپی۔

۴۔ الجامع الکبیر ۔ للامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ:

امام محمد شجاع شلجی کے الفاظ میں جامع کبیر جیسی کوئی دوسری کتاب فقہ کے موضوع پر نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک بلند وبالا محل بنایا گیا جیسے جیسے وہ اونچا ہوتا گیا اس کی سیڑھیاں بڑھتی گئیں اور جب مکمل ہوگیا تو اس کی ساری سیڑھیاں گرادی گئی اور لوگوں سے کہا گیا کہ لو اب چڑھو۔ امام محمد کی اس کتاب کا ایک کامل نسخہ استنبول

کے نسخہ کی نقل منگوائی گئی اور مصر والے نسخہ کا فوٹو حاصل کیا گیا اور ہندوستان میں بعد از تلاش بسیار کتب خانہ صاحبزادہ عبدالرحیم (ٹونک) میں بھی ایک مکمل نسخہ ملا۔ جس کو مولانا نے نہایت ہی مختصر مدت میں خود وہاں جا کر نقل کیا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سلیمان ندوی نے کہا تھا کہ صاحب موصوف نے متاخرین کے کارناموں کی یاد تازہ کردی و نیز شرح الکبیر (العتابی) کی نقل حلب سے شیخ محمد راغب طباخ نے روانہ کی۔ مولانا افغانی نے نہایت محنت سے بعد تصحیح شائع فرمائی۔ یہ کتاب بھی مجلس کے متذکرہ وکیل کی نگرانی میں قاہرہ سے چھپی۔ کل صفحات (۳۷۶) ہیں۔

۵۔ **کتاب الرد علی سیر الاوزاعی**: للامام القاضی ابو یوسفؒ۔

امام محمد کی کتاب السیر الصغیر کو امام اوزاعی نے دیکھا تو کہا کہ اہل عراق فن سیر و مغازی کیا جانیں صحابہ تو حجاز و شام میں تھے۔ عراق (اسلام کے لئے) نیا شہر ہے۔

چنانچہ امام اوزاعی نے بھی فن سیر میں ایک کتاب لکھی چونکہ سیر و مغازی کا فن امام محمد و امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے سیکھا تھا۔ اس سے ان دونوں حضرات نے اس اعتراض کو امام اعظمؒ پر اعتراض تصور کیا امام محمدؒ نے جواب الجواب کے طور پر ''السیر الکبیر'' لکھی جس میں امام اوزاعی کی کتاب، السیر ، کے بعض مقامات کا ضمنا رد لکھا مگر امام ابو یوسفؒ نے کتاب الرد علی سیر الاوزاعی لکھی جو کہ مستقل رد ہے۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ مل سکا مولانا ممدوح نے اس کی تصحیح و تعلیق کی اور عالمانہ حواشی لکھ کر وکیل مذکور کے اہتمام سے مصر میں طبع کروائی۔ اس کے کل (۱۳۵) صفحات ہیں۔

۶۔ **اختلاف ابی حنیفہؒ و ابن ابی لیلیؒ**: للقاضی الامام ابی یوسف۔

اس کتاب میں امام ابو یوسف نے اپنے دونوں اساتذہ کے اختلاف کو جمع کیا ہے امام صاحب پہلے ابن ابی لیلی سے تعلیم حاصل کرتے تھے بعد میں امام اعظمؒ کے ہاں حاضر ہوئے۔ ان دونوں حضرات کے درمیان جو اختلاف فقہی مسائل میں تھا اس کو اس کتاب میں جمع کیا ہے۔

امام صاحبؒ نے اس کتاب میں احادیث و آثار مرفوعہ و موقوفہ و مسندہ منقطعہ کو کثیر تعداد میں جمع کیا ہے۔ جو بڑی اہمیت کی چیز ہے اس کا بھی صرف ایک نسخہ ہندوستان ہی میں مل سکا۔ تعلیق و تصحیح کے بعد مصر سے شائع کیا گیا، کل صفحات (۲۲۶) ہیں و نیز فہرست (۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۔ **مناقب الامام ابی حنیفہؒ و صاحبیہ** ابی یوسفؒ و محمد بن الحسن۔

امام ذہبی کی تصنیف مناقب میں ہے، صفحات (۶۲) مصر میں چھپی۔

۸۔ **مختصر الطحاوی۔**

امام ابوجعفر طحاوی کی فقہ پر مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔ جو امام مزنی شافعی کی کتاب مختصر کے طرز پر لکھی گئی۔ مختصر القدوری کی جگہ درس نظامیہ میں شریک کی جانی چاہئے صفحات (۴۷۸) مصر میں چھپی۔

۹۔ **اصول السرخسی۔**

۱۰۔ **النکت للسرخسی۔**

۱۱۔ **شرح الزیادات للعتابی۔**

۱۲۔ **كتاب الحجة على اهل المدينة ۔**

وغیرہ جیسی معرکتہ الآراء کتابیں اس ادارہ نے حضرت مولانا کی رہنمائی میں شائع کیں اگر یہ کہا جائے کہ آپ بذات خود ایک ادارہ تھے تو بجا ہے۔ اس کساد بازاری اور ناقدری کے دور میں ساری عمر ایک گوشہ میں قلم برداشتہ خاموش علم دین کی خدمت کرتے ہوئے آپ نے ہر چیز سے بے نیاز رہ کر ساری عمر گزار دی۔

(بحوالہ علامہ ابوالوفاء افغانیؒ اہل نظر کی نظر میں)

حضرت علامہ ابوالوفاء الافغانیؒ

بلند پایہ محدث وفقیہ بے بدل حضرت ابوالوفاء محمود بن مبارک بن بشیر بن عمر بن کامل، حنفی قادری، افغانی رحمہ اللہ، دس ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو افغانستان کے مشہور شہر قندھار، تخت ثانی افغانستان میں پیدا ہوئے اور یہیں اپنے والد بزرگوار کے ظل عاطفت میں پروان چڑھے۔

مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور دیگر مشاہیر علماء سے حاصل کی۔ ابھی آپ چودہ برس کی عمر شریف کے تھے کہ والد بزرگوار نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ شوق تحصیل علم نے آپ کو ترک وطن پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کا رخ کیا اور گجرات کے چند مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد رامپور کے مدرسہ عالیہ میں داخلہ لیا۔ جہاں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ آپ کو اسلامی علوم وفنون سے گہری وارفتگی تھی اسی لئے ان علوم وفنون میں براعت ومہارت پیدا کرنے کے لئے مسلسل جدو جہد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ نظامیہ کا علمی شہرہ سن کر حیدرآباد کا رخ کیا اور مدرسہ نظامیہ (جو آج جامعہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہے) میں داخلہ لیا اور اس جامعہ سے انہوں نے اپنا دائمی رشتہ جوڑ لیا۔ یہاں مشاہیر علماء، کامل اساتذہ کرام کی سرپرستی میں محنت شاقہ کے ذریعہ بہت ہی کم وقت میں علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال پیدا کر لیا اور عنفوان شباب ہی میں ایک ممتاز عالم بن گئے اور اپنے رفقاء وزملاء میں سبقت لے گئے۔

آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ وکلام کے جلیل القدر اساتذہ کرام: حضرت مولانا عبدالصمد قندھاری، حضرت مولانا سید عبدالوہاب، حضرت مولانا مفتی رکن الدین تلمیذ خاص بانی جامعہ نظامیہ رحمھم اللہ سے حاصل کیا۔ حضرت مولانا مفتی رکن الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر فقہ میں کامل ادراک حاصل کیا۔ عربی زبان وادب حضرت مولانا سید ابراہیم رضوی رحمہ اللہ سے اور فارسی زبان وادب حضرت مولانا حافظ ایوب رحمہ اللہ سے پڑھا حضرت مولانا شیخ محمد یمانی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی قرآنِ مجید حفظ کرنے کے بعد فن قرأت میں دسترس حاصل کیا۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر میں اواخر قرآن کو ختم کرتے اور ہر رمضان میں نماز تراویح میں مکمل قرآن مجید ختم کرتے لیکن اپنی عمر کے آخری حصہ مین اپنے شاگرد عزیز مولانا حافظ مفتی ابراہیم خلیل صاحب سے نماز تراویح میں قرآن مجید سماعت فرمانے لگے اور خود مسلسل پینتیس برس تک محلّہ کی مسجد میں صلوات خمسہ کی امامت فرماتے رہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ سے استفادہ:

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت مولانا ابوالوفا رحمہ اللہ کا جامعہ نظامیہ میں داخلہ بانی نظامیہ عارف باللہ حضرت مولانا حافظ انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمہ اللہ کی منظوری سے ہوا تھا۔ حضرت مولانا ابو الوفاء کے علمی ذوق وشوق کی وجہ سے بانی علیہ الرحمہ آپ کو بہت چاہتے

تھے۔اور مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ بانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کران سے خوب استفادہ فرمایا۔

علمی مرتبہ ومقام:

مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ ایک جلیل القدر عالم باعمل تھے۔علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص حدیث نبوی ﷺ، فقہ حنفی پر گہری نظر تھی۔فن قرأت، نظم قرآن، رسم قرآن اور تاریخِ اسلام کا وسیع مطالعہ تھا۔ مذاہب اربعہ کے اصول وفروع میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔اسی سبب سے آپ کودکن میں فقہ حنفی کا امام مانا جاتا تھا۔

قدیم فلسفہ، منطق، اسلامی تاریخ اور عالمی تاریخ کا بھی وسیع مطالعہ تھااور کبھی کبھی بالتفصیل تاریخی حوادث ووقائع کو بیان فرماتے تھے۔

تاریخ وجغرافیہ میں ان کے اپنے خاص نظریات تھے۔اس کے علاوہ فن رجال، وانساب کے ایک جید عالم مانے جاتے تھے۔ اپنی علمی وجاہت وتقویٰ وپرہیزگاری کی وجہ سے وہ اپنے زمانے کے منقطع النظیر شخصیت بن گئے۔

حلیہ، اخلاق وعادات:

مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ اعلیٰ حسب ونسب کے حامل، درازقد اور نہایت ہی حسین وجمیل تھے۔آپ کا رنگ گورااور سرخی مائل تھا۔آپ کے چہرے سے بزرگی جھلکتی تھی۔خوش خلقی، راست گوئی اور اظہارِ حق میں بے باک تھے کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے اور کسی قوت سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔آپ نہایت پرہیزگار اور پاک دامن تھے۔اپنی پوری زندگی علم دین کی خدمت اور قدیم علمی ورثہ کی نشرواشاعت میں گزاردی۔

علمی کارنامے:

بعد فراغتِ علم مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ اپنی ہی مادر علمیہ میں شعبہ تدریس سے وابستہ ہوکر کئی سال تک فقہ حدیث اور عربی زبان و ادب کا درس دیتے رہے۔یہاں تک کہ آپ نائب شیخ الفقہ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔اپ کا تدریسی اور تقریری انداز فقہاء عظام کی مانند بالکل علمی وتحلیلی ہوا کرتا تھا۔اثناء درس فقہاء کے اختلافات پر سیر حاصل بحث کرتے تھے۔نیز آیات قرآنیہ اوراحادیث شریفہ سے ماخوذ احکام کو بھی بکثرت زیر بحث لاتے اور ساتھ ساتھ اجلہ فقہاء کرام کی حجتوں اورائمہ فقہ میں اسباب اختلافات پربھی روشنی ڈالتے تھے۔

اس کے علاوہ متن کی تحقیق، اسناد کی صحت، دفع تناقض اور مذاہب اربعہ میں فقہ حنفی کے تفوق وامتیاز کو دلائل قویہ اور براہین قاطعہ سے ثابت کرتے تھے۔آپ کے بحر علم سے بے شمار تشنگا رن علم سیراب ہوئے۔

آپ کے دولت کدہ پر ہفتہ واری درس حدیث کا اہتمام بھی تھا۔جسمیں جامعہ نظامیہ اور جامعہ عثمانیہ کے اساتذہ کے علاوہ مشاہیر علماء اورطلبہ کی ایک کثیر تعداد شریک رہتی تھی۔ان میں قابلِ ذکر پرفیسر مولانا محمد عبدالستار خان صاحب سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ، پروفیسر غلام احمد مرحوم ومغفور، ڈاکٹر محمد عبدالغفار خاں صاحب، مولانا حافظ ابراہیم خلیل صاحب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ، مولانا شیخ ابوبکر محمد ہاشمی، مولانا فاروق ہاشمی اور دیگر مصححین محققین دائرۃ المعارف ہیں۔اس علمی محفل میں علماء ومحققین کے علاوہ ڈاکٹرس انجینئرس، ماہر نظم ونسق وتجار اور خودراقم السطور بھی شریک ہوکر آپ کے بحر علم سے سیراب ہوا کرتا تھا۔

حضرت مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے اوردوران قیام حجاز مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے محدثین کرام سے اسناد حدیث حاصل کی۔

مولانا ممدوح کے تبحر علمی کی وجہ سے ہندوستان اور عالم اسلام میں آپ کو بہت ہی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کی عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کی خدمات کے اعتراف کرتے ہوئے ۱۹۷۱ء میں صدر جمہوریہ ہند نے ملک کا اعلیٰ اعزاز عطا کیا۔ آپ انجمن طلباء قدیم جامعہ نظامیہ کے صدر کے عہدہ پر طویل مدت تک فائز رہ کر نظامیہ کی علمی خدمت کی اور اس کے مالیہ کو مستحکم کرنے کے لئے کافی رقم اکٹھا کی۔ جامعہ نظامیہ کی فلاح و بہبود آپ کا نصب العین تھا۔ جامعہ کے عہدہ دار، اساتذہ طلباء سب آپ سے اپنے مسائل کو رجوع کرتے تھے اور آپ کی قد آور شخصیت سے سب مرعوب تھے۔ جامعہ سے حد درجہ تعلق کے باوجود اس کی صدارت کبھی قبول نہیں فرمائی۔ آپ ایک تناور درخت کی مانند تھے۔ جس کے گہرے سایوں میں سب کی راحت کا سامان مہیا تھا۔ مولانا ممدوح بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپ بنفسِ نفیس بازار جا کر دو فربہ دنبے خریدتے اور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے۔ ایک دنبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کرتے تھے اور ذبح کے بعد اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرماتے تھے کہ اے اللہ یہ قربانی اپنے پیارے حبیب اور ہمارے سردار و شفیع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول فرما۔ دعا کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی تھی اور پھر ایک دنبہ اپنی طرف سے ذبح کرتے تھے۔ قربانی کا گوشت غرباء اور مساکین میں تقسیم فرماتے اور ایک حصہ سے دعوت کا اہتمام کرتے تھے جس میں اصدقاء اور احباء کے علاوہ جامعہ نظامیہ کے طلباء مدعو رہتے تھے۔ طلباء سے ضیافت کے دوران فرماتے تھے کہ

''تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہو اور ان کے مہمان ہو''

آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت تھی۔ جب کبھی کوئی شخص آپ کے سامنے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر چھیڑ دیتا تو آپ رقت قلبی اور غلبہ محبت کی وجہ سے زار و قطار روتے تھے۔ پھر آپ کے فضائل حمیدہ اور خصائص کبریٰ بیان فرماتے تھے۔ میلاد النبی ﷺ بہت ہی تزک و احتشام سے مناتے تھے۔ اس مبارک موقعہ پر طلباء اصدقاء و علماء کی لذیذ کھانوں اور حلویات سے ضیافت ہوتی تھی۔ آپ زیادہ دولت مند نہیں تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش جامعہ نظامیہ کی تدریسی خدمت تھا اس کے باوجود آپ کا دستر خوان بہت وسیع تھا گویا کہ آپ کی ذات اس آیت کی مظہر تھی ''جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ایسے ذریعہ سے رزق دیا جاتا ہے جس کا اس کو گمان تک نہیں ہوتا'' آپ کی سکونت مجلس احیاء المعارف النعمانیہ سے متصل تھی۔ یہیں آپ کے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں میں مثالی اخوت و مودت تھی۔ مولانا مفتی مخدوم بیگ، مولانا ابوالوفاء سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے اور احیاء المعارف کے جملہ علمی کاموں میں آپ کے دست راست تھے حتیٰ کہ خاندانی امور میں بھی آپ سے مشاورت ہوتی تھی۔ ۱۳۷۲ھ میں جب مولانا مفتی مخدوم بیگ صاحبؒ کا وصال ہوا تو آپ کے خاندان کی کفالت مولانا ابوالوفاء نے اپنے ذمہ لے لی اور تینوں بچوں کی تعلیم و تربیت پر خوب توجہ فرمائی اور ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ حسن ادب سکھلایا اور ان کو مثقف اور مہذب بنایا وہ سب کے سب ممتاز عالم دین بن گئے۔ مرحوم مفتی مخدوم بیگ صاحب کے تین صاحبزادوں میں سب سے بڑے مولانا ابوبکر محمد ہاشمی ہیں جو دائرۃ

المعارف میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (وہ صدر مصحح کے عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں)۔ مولانا موصوف بحیثیت استاذ حدیث جامعہ امام محمد میں تین سال تک خدمت انجام دئے۔

دوسرے صاحبزادے مولانا مفتی ابراہیم ہاشمی خلیل ہیں جو جامعہ نظامیہ میں مفتی کے عہدہ پر فائز رہے اور اب شیخ الفقہ ہیں۔ وہ ایک جید عالم دین ہیں جو بہت ہی جانفشانی کے ساتھ اپنے تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں آپ ایک اچھے مقرر بھی ہیں۔ آپ کا اسلوب بیان بہت ہی جاذب اور دلکش ہے۔

سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا عمر ہاشمی فارق ہیں جو بحیثیت مصحح دائرۃ المعارف میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوف ایک صالح اور ذہین وفطین نوجوان ہونے کے ساتھ ساتھ بلند اخلاق سے متصف ہیں یہ تینوں صاحبزادے مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ کے لخت جگر اور ان کی تعلیم وتربیت کا ثمرہ ہیں۔ مولانا شیخ ابوبکر محمد ہاشمی مولانا ابوالوفا رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی صدارت سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا ممدوح رحمہ اللہ نے اپنے بے پناہ علمی مشاغل کے سبب نکاح کا ارادہ نہ فرمایا اور پوری زندگی تجرد وتنہائی میں گزار دی وہ اپنے تلامذہ کو اپنی اولاد سمجھتے تھے اور ان پر پدرانہ شفقت فرماتے تھے۔ آپ طبیعت کے بڑے نازک اور ہمیشہ خوش پوشاک رہتے تھے۔ آپ کا لباس بہت ہی ڈھیلا ڈھالا مگر نہایت ہی عمدہ ہوا کرتا تھا۔ آپ عطریات کے بہت شیدا تھے اور ہمیشہ اپنے کپڑوں کو قیمتی عطریات سے معطر رکھتے تھے۔ عموماً جبہ زیب تن فرماتے اور سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ سفر وحضر میں خوبصورت عصا اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ غذائی معمولات میں روزانہ روٹی تناول فرماتے البتہ تقاریب میں چاول بھی تناول فرمایا کرتے تھے۔ سبز چائے آپ کو بہت پسند تھی اور اپنے مہمانوں کی اسی سبز چائے سے ضیافت فرماتے تھے۔ سال میں دو یا تین مرتبہ تفریحاً شہر سے باہر تشریف لے جاتے تھے اور اسی طرح پابندی کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ اور بغرض ایصال ثواب ان کے لئے ختم قرآن کا اہتمام کرتے اور انکی طرف سے صدقہ وخیرات بھی دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمہ اللہ اور شیخ علاؤالدین رحمہ اللہ کے مزارات پر بپابندی حاضری دیا کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً قصیدہ بردہ شریف کی محفل بھی سجایا کرتے تھے اور خود اس محفل میں شریک ہوکر قصیدہ بردہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اور حضور سے گہری وارفتگی کی بناء پر آپ کے ذکر مبارک کے وقت آنکھوں سے آنسو چھلک جاتے تھے۔ اس مبارک محفل میں علماء، صلحاء اور طلباء شریک ہوا کرتے تھے اور محفل کے اختتام پر بحالت قیام بصد احترام ببارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنا نذرانہ عقیدت بھیجنے کی سعادت حاصل کرتے بوقت صلوۃ وسلام محفل پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ آپ بلاشبہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کو کتب خریدنے اور جمع کرنے کا بہت شوق تھا ان کی اپنی ذاتی لائبریری تھی جو ان کی علمی میراث ہے۔ آپ ایک جید فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فصیح وبلیغ واعظ اور مقرر بھی تھے۔ آپ کا انداز خطابت بالکل منفرد تھا۔ آپ کے مواعظ میں ہزاروں لوگ شریک ہوا کرتے تھے بیک وقت آپ کو اردو، عربی، فارسی اور پشتو زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔ اور ان تمام زبانوں میں وہ بآسانی گفتگو کرسکتے تھے۔ اپنے مواعظ میں بار بار عربی وفارسی اشعار

وامثال سے استشہاد کرتے تھے باطل فرقوں اور قادیانیوں سے مناظرہ کرتے تھے۔آپ بدعتی اور نفس پرست صوفیا کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور کسی سے خلاف شرع کام صادر ہوتا تو اس کی کھلی مذمت کرتے اور ببانگ دہل کسی کی رعایت کئے بغیر مذمت فرماتے۔خام و جھوٹے صوفیا کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:هؤلاء ذئاب فی ثیاب یہ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بھیڑئے ہیں۔

شریعت کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔آپ امامت پر اجرت لینے کو ناجائز سمجھتے تھے اس لئے تنخواہ یاب ائمہ کے پیچھے نماز ادا نہ کرتے تھے۔کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز کا سختی سے لحاظ رکھتے تھے اس لئے دعوتوں ولیموں سے اکثر پرہیز کیا کرتے تھے اور صرف ایسے شخص کی دعوت قبول کرتے جو حلال روزی کماتا ہو۔

مولانا ممدوح رحمہ اللہ جامع کمالات تھے کتاب وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے اور امام اعظم کے مذہب اور اس کے فروغ کے راسخ مقلد تھے اور حسن تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے فقہ حنفی میں امام مانے جاتے تھے۔اسی لئے اہل علم ان کو''ابوحنیفہ ثانی'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔حضرت ممدوح 13 / رجب المرجب 1395ھ کی صبح اس دار فانی سے کوچ فرما کر واصل بحق ہوئے۔آپ کی نماز جنازہ جامعہ نظامیہ کے وسیع و عریض میدان میں ادا کی گئی جس میں علماء مشائخین،عمائدین اور ہزاروں مسلمان شریک تھے۔آپ کی تدفین نقشبندی چمن میں حضرت محدث دکن سید عبداللہ شاہ قدس سرہ کے مقبرہ کے قریب عمل میں آئی۔بعض اصحاب فکر وقلم نے آپ کی رحلت پر یہ فارسی تاریخ نکالی:

فخر دیں وفخر ملت بو الوفا　　　آں ذاتش منبع فیضان بود
واصل حق شد بدیں مصطفیٰ　　　بحر عرفان ثانی نعمان بود

ترجمہ:ابوالوفا فخر دین ملت ہیں آپ کی ذات منبع فیضان تھی۔

آپ دین مصطفیٰ پر رہتے ہوئے واصل حق ہوئے جو بحر عرفان تھے اور ثانی ابوحنیفہ تھے۔

مولانا ممدوح کی سوانح حیات حضرت امام محمد کی''کتاب الآثار'' کے دوسرے حصہ کے آخری صفحہ 326 پر پیش کی گئی ہے۔اس کے علاوہ علامہ محمد یوسف بنوری نے ماہنامہ علمی مجلّہ''بیّنات'' برائے شعبان 1395ھ میں مولانا کا مختصر سا تعارف کرایا ہے اور اسی طرح ابو الخیر اکیڈمی نے فیصلہ پنج مسئلہ میں صفحہ 6-9 میں آپ کی سوانح حیات پیش کی ہے۔نیز علامہ عبدالفتاح ابو غدہ نے اپنی مشہور کتاب ''العلماء العزاب الذین آثروا العلم علی الزواج'' ص ۱۲۳۔۱۲۶ مطبوعہ 1402ھ مطابق 1982ء شائع کردہ مکتب کتب اسلامیہ حلب میں آپ کا تفصیلی تعارف کروایا ہے۔

اس مقالے کی ترتیب میں میں نے مذکورہ بالا مراجع اور مولانا کے شاگرد خاص مولانا ابوبکر ہاشمی اور میری راست شخصی معلومات سے استفادہ کیا ہے میں اس موقع پر عبدالفتاح ابوغدہ کی مذکورہ کتاب سے اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے مولانا ممدوح کے علمی کارناموں کا ذکر کیا ہے:

''تعلیم سے فوری فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ میں تدریس سے وابستہ ہوئے اور اپنے شیوخ کی ملازمت اختیار کرتے ہوئے عربی ادب اور فقہ اور حدیث شریف کا درس دیا اور کئی سال تک طلباء کے وفود آپ کے علمی فیضان سے مستفیض ہوئے پھر تدریس کو خیرباد کہہ کر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی بنیاد ڈالی تاکہ ہمارے سلف وصالحین کی نادر کتابیں شائع کریں۔چنانچہ اس مجلس کو دوسری اور تیسری صدی

ہجری کے علماء کی تصانیف شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ خود اس مجلس کے صدر تھے بلکہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے جنہوں نے اپنے وقت مال اور علم کے ذریعہ اپنے مفوضہ فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے تا کہ وہ عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور اثناء سفر حجاز اکابر سے افادہ اور استفادہ کیا آپ کو ہر طرف سے علمی تعاون حاصل تھا۔ جب کبھی کسی کو نادر مخطوطات کے بارے میں لکھتے تو وہ فوری مولانا کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا مکتبہ فقہ حنفی، حدیث شریف، فن رجال اور دوسرے علوم اسلامیہ پر مشتمل کتب سے معمور ہو گیا۔

آپ نے تحقیق و تالیف کے بعد نادر کتابیں شائع فرمائیں جس میں قابل ذکر امام ابو یوسف المتوفی 182ھ کی کتاب ''کتاب الآثار'' اور امام ابو یوسف ہی کی ایک اور کتاب ''الرد علی سیر الاوزاعی'' اور امام محمد بن حسن الشیبانی المتوفی 197ھ کی کتاب ''کتاب الاصل'' اور امام ابو یوسف کی اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ، کتاب ''الجامع الکبیر''، امام محمد بن حسن الشیبانی کی ''کتاب الآثار'' کی شرح ''مختصر الطحاوی فی فقہ الحنیفیہ''، امام بخاری کی تاریخ کبیر کی تیسری جلد، علامہ جصاص کی ''کتاب النفقات''، شرح الزیادات، حافظ ذھبی کی کتاب ''مناقب الایمان''، ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف و محمد اس کے علاوہ آپ نے حسب ذیل کتابوں کو اپنی نگرانی میں شائع کروایا: محمد بن حسن الشیبانی کی کتاب ''کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ'' جس کی تحقیق وتعلیق محدث وفقیہ مفتی مہدی حسن نے کی یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام محدث قاضی ابو عبداللہ الصیمری المتوفی 436ھ کی کتاب ''اخبار ابی حنیفہ واصحابہ'' حافظ محدث محمد بن یوسف الصالحی الشامی الشافعی المتوفی 942ھ کی کتاب ''عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان''۔ اس کے علاوہ دیگر نادر کتابیں بھی شائع کروایا تصانیف کی نشر واشاعت کے ذریعہ اپنی راحت وسکون کا سامان مہیا کر لیا اور زندگی بھر مجرد رہتے ہوئے رجوع الی اللہ رہے۔ آپ زاہد، متقی، قائم اللیل اور سنن نبویہ ﷺ کے کامل محافظ تھے۔ آپ مستحبات کے چھوڑنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ کے اوقات مطالعہ وافادۂ عامہ، تحقیق وتعلیق، علماء اساتذہ کی تربیت پر صرف ہوتے تھے۔

آپ کے چہرے سے بزرگی کے آثار جھلکتے تھے میں نے حیدرآباد میں آپ کے دولت خانے پر حاضر ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رہن سہن بالکل سادہ اور تسہیلات عصریہ سے خالی تھا لیکن مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں سے معمور، آپ ضعف جسمانی کے باعث ایک رسی کے بنے ہوئے پلنگ پر آرام فرماتے ہیں۔ آپ کا کھانا بھی بالکل سیدھا سادہ اور آپ کی راتیں مناجات میں گذرتیں اور آپ کی ساری زندگی زہد وتقویٰ کا پیکر تھی کسی قسم کی حرص، نہ ہی کسی عورت کی طلب اور نہ اولاد کی خواہش ہے اگر فکر ہے تو ایک ہی ہے کہ علم میں کس طرح اضافہ ہو اور کتابوں کی نشر واشاعت کیسے ہو۔ انہیں حالات میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ایسے ہی عالم باعمل کی وفات پر کسی نے کیا خوب کہا۔

موت التقی حیاۃ لا انقطاع لھا
قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

عالم کی موت ایسی زندگی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتی
قوم تو مر چکی لیکن وہ لوگوں کے درمیان زندہ ہیں۔

لجنۃ انوار المعارف

مولانا ابوالکلام آزاد "الہلال" میں رقمطراز ہیں، میرے اعتقاد میں پہلی چیز کاموں کی تلاش نہیں بلکہ کام کرنے والوں کی تلاش ہے۔ دنیا میں کاموں کی کبھی کمی نہیں رہی اصل کمی کام کرنے والوں کی ہے۔

از ہر ہند جامعہ نظامیہ اسلامیہ کے قابل فخر سپوت حضرت مولانا حافظ وقاری عزیز بیگ 1933ء کا شمار ایسے ہی اصحاب علم وفن میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی دعوتی، تعلیمی، تدریسی، تحقیقی، تصنیفی تذکیری خدمات کے یادگار نقوش بنائے اور 1967ء میں دائرۃ المعارف کے نہج واسلوب پر ایک تحقیقاتی اکیڈیمی لجنۃ انوار المعارف کی بنیاد ڈالی۔ عربی زبان وادب اسلامی علوم فنون کے قدیم سرمایہ کا تحفظ و بقاء اور جدید نسلوں تک اس کی ترسیل وابلاغ اس ادارہ کے کلیدی مقاصد میں شامل ہیں۔

برصغیر کے ممتاز عالم علامہ مفتی عبدالحمید (سابق رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ امیر ملت اسلامیہ اے پی) فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی رحیم الدین (مفتی صدارت العالیہ حیدرآباد دکن) مولانا حافظ حبیب الدین۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل فرزند نظامیہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے سرپرست وسرگرم معاونین میں شامل تھے اور لندن ویورپ کی لائبریری سے نادر مخطوطات کی فلمیں حاصل کر کے روانہ فرماتے تھے اور مراسلت بھی ہوا کرتی تھی خود مولانا عزیز بیگ صاحب نے مختلف ممالک کا سفر کر کے مخطوطات کی نقولات کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ مولانا ایک بہترین نقاد ومحقق ومدقق تھے۔ مخطوطات کی ایڈیٹنگ میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مجلس انوار المعارف نے علمی دنیا کو جو نایاب شاہ کار دئے ان میں بعض کو پہلی مرتبہ شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ مجلس کی تحقیقات جو مولانا عزیز بیگ کی راست ایڈیٹنگ ونگرانی میں شائع ہوئیں حسب ذیل ہیں۔

ابن حبان کی المجروحین من المحدثین،
ابن طولون کی، المنهل الروی فی الطب النبوی
بیہقی کی جامع شعب الایمان،
علامہ سیوطی کی، مسند ابوبکر صدیق،
مسند عثمان ابن عفان،
مسند علی ابن ابی طالب،
مسند فاطمۃ الزہرا،
ابن ابی الدنیا کی کتاب الورع،
امام نووی کی الایمان فی الناسک،
عبدالباقی مدنی کی الطراز المنقوش فی محاسن الحبوش (3 جلدیں)

راقم الحروف کو اس تحقیقاتی اکیڈیمی میں کام کرنے کی سعادت ملی جس کا تذکرہ مولانا نے مسند فاطمۃ الزہرا کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔

مولانا عزیز بیگ نے دائرۃ المعارف میں 1969 سے 1990 تک

كنز العمال،
ثقات ابن حبان،
الدر رالكامنة،
ابنا الغمر،
كتاب الوسيله ،
ذيل تاريخ بغداد،
الجواهر المضيته،

المستفاد اور

کتاب المجروحین

کی پچیس مختلف مجلدات کی ایڈیٹنگ فرمائی جن کی وقعت واستناد کیلئے اتنا کافی ہے کہ عالم عرب کے اسکالرزان کتب کے حوالے اپنی تصنیافات وتالیفات میں دیا کرتے ہیں۔

ہیں سرخرو یہ لالہ وگل کس کے فیض سے کہئے چمن کو خونِ جگر کون دے گیا

المعہد الدینی العربی

ہندوستان میں صدیوں سے عربی کے ساتھ فارسی اردو و دیگر مقامی زبانوں کی تعلیم کا نظم جاری ہے اس کے باوجود عربی ذریعہ تعلیم کی تحریک بھی پوری سرگرمی سے جاری ہے جس کا ایک زندہ وتابندہ ثبوت ''**المعهد الديني العربي** '' ہے جو علوم دینیہ اسلامیہ کی خالص عربی زبان میں تعلیم و تدریس نشر واشاعت کے اعلی مقصد اور نصب العین کے تحت 1405ھ میں قائم کیا گیا گزشتہ تین دھوں سے علوم دین کی شبانہ روز خدمت کے ساتھ اپنی غیر معمولی شخصیت کا زور قائم رکھنے والی قد آور علمی دینی شخصیت مولانا المحترم محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ اس کے مؤسس اور صدر ہیں۔ المعہد الدینی العربی میں مختلف درجات کی تعلیم دی جاتی ہے ثانویہ تک پہنچنے کے لئے چار مستویات رکھے گئے ہیں۔ چار سالہ نصاب تعلیم کی تکمیل کے بعد طالب علم سند حاصل کر کے جامعہ نظامیہ یا دیگر جامعات کی اعلی تعلیم کے داخلہ کا اہل ہو جاتا ہے۔ یہاں کمسن طلبہ کے لئے روضۃ الاطفال کا شعبہ بھی قائم ہے۔المعہد الدینی کے تعلیمی وتدریسی منصوبوں میں سب سے اہم اور ضروری کام ثانوی درجہ تک اسلامی و

عصری تعلیمات کو عربی زبان میں پڑھانے کا نظم ہے۔ اس ضمن میں ماہرین فن کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، طالبات کے لئے علحدہ اوقات میں معلمات کے زیرنگرانی خصوصی نظم ہے،المعہد الدینی العربی معاشرہ کے تمام افراد کے لئے تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کا بنیادی مقصد رکھتا ہے،معہد کا ایک وقیع کتب خانہ بنام مکتبہ طاہر بھی جہاں مختلف علوم وفنون کی گراں قدر کتابیں جمع ہیں،تحریر وتقریر ادب انشاء موضوعاتی محاضرات یہاں کی علمی ادبی سرگرمیوں میں شامل ہیں۔معہد کا تعلیمی نظم ایسا لچکدار ہے کہ یہاں کے فارغ جامعہ نظامیہ کے علاوہ عثمانیہ یونیورسٹی کے مختلف امتحانات انٹرنس، پی ڈی سی، بی اے(ایل) ایم اے(ایل) وغیرہ ڈگریوں کے حصول کا اچھا کارڈ رکھتے ہیں۔اور معہد کے کئی فارغین بیرونی ملکوں میں مختلف علمی خدمات پر فائز ہیں۔ تاریخی شہر حیدرآباد کے محلّہ شاہ علی بنڈہ میں واقع المعہد الدینی العربی نونہالان ملت و دختران امت کے دل و دماغ میں تہذیبی وتمدنی علمی فکری رشہ کو منتقل کرتے میں شب وروز مصروف ہے۔

ہر ایک سانس میں کوئی نصاب ہے روشن
ورق ورق مرے دل کی کتاب ہے روشن

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

جامعہ نظامیہ اور شاہی فرامین

جامعہ نظامیہ کا
۱۲۵ سالہ یادگار جشن تاسیس

رپورٹ: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ سابق ریاست حیدرآباد کا گزشتہ صدی کے اواخر میں قائم شدہ علم وعقیدہ اہل سنت کا گہوارہ ہے جس پر مسلمانان ہند بالخصوص آندھراپردیش کو بجاطور پر فخر ہے، قرونِ اولیٰ میں بغداد کا ''مدرسہ نظامیہ'' اس قدر شہرہ آفاق تھا کہ بجاطور پر اس کو عالم اسلام کا دل کہا جاسکتا ہے فکر وفلسفہ اسلامی کی دھڑکنیں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں سنی جاسکتی تھیں نام کی تاثیر بتارہی ہے جس طرح مدرسہ نظامیہ بغداد سے نامور علماء، مفکر، صاحب دل روشن ضمیر افراد پیدا ہوئے اور دنیا کو علم وفضل سے منور ومجلّی کردیا اسی طرح ''جامعہ نظامیہ'' حیدرآباد سے بھی ایسے علماء صوفیا، قائدین، مصنفین ومحققین پیدا ہوئے جن کی تحقیقات تصنیفات ومجاہدات سے دنیا فیضیاب ہورہی ہے، تاقیام قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا انشاء اللہ، جامعہ نظامیہ کو جو شہرت، مقبولیت وعظمت ملی ہے اس میں اس کے بانی مبانی شیخ الاسلام ابوالبرکات امام شاہ محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ کے خلوص نیت اور توکل علی اللہ کا اثر ہے۔ آپ صاحبِ بصیرت عالم، باخبر مصلح، مخلص اور وسیع النظر مصنف تھے ایک طرف جامعہ نظامیہ ان کی اشاعت علوم نبوت کا ''علمی نشان'' ہے تو دوسری طرف کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے قیام میں کلیدی وبنیادی رول اور تیسری طرف عظیم عربی ریسرچ اکاڈمی ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' کی تاسیس کتابی ذوق کی پہچان اور تحقیقی کردار کواجاگر کرتا ہے چوتھی طرف مروجہ بے جارسومات وخرافات کا انسداد واصلاح معاشرہ اور دینی تعلیم کو عام کرنے مصلحانہ جدوجہد اور داعیانہ کوشش وسعی نے انہیں مصلحینِ امت کی صف میں شامل کر کے صاحبِ کار نہیں بلکہ صاحبِ کارنامہ بنادیا ۱۲۹۲ھ میں جامعہ نظامیہ نے اپنا تعلیمی سفر شروع کیا تھا وہ اب بھی جاری ہے انسانی آفاقی آسمانی تعلیمات کا یہ مرکز انسانیت کی فلاح، ملت کی خدمت، قوم کی نئی تعمیر میں اپنا حصہ بہتر طور پر ادا کررہا ہے، شاہان حیدرآباد نواب میر محبوب علی خان، نواب میر عثمان علی خان (سلاطین آصفیہ) نے بانی جامعہ نظامیہ نے جن کو ''خان بہادر''، ''فضیلت جنگ'' کا خطاب دیا تھا اکتساب علمی کیا اور جامعہ کو مالی استحکام بھی بخشا۔ گزشتہ 136 برس کے دوران جامعہ نظامیہ سے علماء وفضلاء فارغ التحصیل ہوکر ہندوبیرون ہند مصروف عمل ہیں اور اب 136 سال کی تکمیل پر بانی جامعہ حضرت فضیلت جنگؒ کے مشن کو حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جارہا ہے اور کمپیوٹر وعصری تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تعلیمی بیداری سال کی حیثیت سے جشن ایک سو پچیس سالہ کو بامقصد وبامعنی بنایا گیا دنیا بھر کے علماء مشائخ اسکالرس قانون داں، خطیب، مصنفین، سیاسی قائدین، مختلف اداروں کے چانسلرز وصدور اور بے باک صحافیوں کے اس اجتماع نے عجیب وغریب کیفیت اور سماں باندھ دیا تھا اس وقت کے وزیراعظم

عزت مآب جناب دیوے گوڑا نے اپنا خلوص و محبت اور جامعہ کی خدمات کی سراہنا کا پیغام روانہ کیا۔ چیف منسٹر آندھرا پردیش عالی جناب این چندرابابو نائیڈو بھی مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے۔

مجلس استقبالیہ کی تشکیل

چنانچہ ۱۱/اکٹوبر ۱۹۹۶ء تا اکٹوبر ۱۹۹۷ء سال تمام تقاریب کا اہتمام کیا گیا، اس سلسلہ میں ایک مجلس استقبالیہ تشکیل دی گئی جو حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھی حضرت مولانا سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحب سجادہ نشین روضہ بزرگ گلبرگہ صدر استقبالیہ، جناب میر زاہد علی خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ سیاست، سید عبدالولی قادری صاحب، احمد الدین اویسی انجینئر، نائب صدر استقبالیہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر سلطان محی الدین صاحب، ناظم جشن، معتمد استقبالیہ، حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین صاحب چشتی صابری امیر جامعہ، حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ رکن استقبالیہ، مولوی سید احمد علی صاحب معتمد جامعہ رکن استقبالیہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالمجید صاحب معزز رکن انتظامیہ و صدر انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ، حضرت مولانا سید محمد صدیق حسینی صاحب، حضرت مولانا سید شاہ خسرو حسینی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی صاحب، مولوی شمس الدین محمد قادری صاحب، مولوی سید عظمت اللہ صاحب رکن استقبالیہ مولوی ڈاکٹر سی ایم حبیب اللہ صاحب معزز رکن مجلس انتظامی و ڈائرکٹر دکن کالج آف میڈیکل سائنس، حضرت مولانا ابوبکر محمد الہاشمی صاحب، حضرت محمد انوار اللہ خان صاحب معزز رکن مجلس انتظامی و رکن استقبالیہ، حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ قریشی ازہری صاحب نائب شیخ الجامعہ، حضرت مولانا مفتی ابراہیم خلیل الہاشمی صاحب شیخ الفقہ و مفتی جامعہ، حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضوی صاحب ؒ صدر الشیوخ، حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث رکن استقبالیہ، حضرت مولانا سید حبیب عمر حسینی صاحب قادری، حضرت مولانا غلام سرور بیابانی سجادہ نشین درگاہ حضرت افضل بیابانیؒ قاضی پیٹ، پروفیسر احمد اللہ خان صاحب ڈائرکٹر دائرۃ المعارف، حضرت ڈاکٹر سید عبدالمنان صاحب، خیر الدین احمد صدیق صاحب آرکیٹکٹ رکن استقبالیہ، حضرت پروفیسر سلیمان صدیقی صاحب صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ عثمانیہ، جناب ڈاکٹر حیدر خان صاحب ماہر امراض قلب، جناب ڈاکٹر رحیم اکدین کمال صاحب رکن استقبالیہ، جناب سید وقار الدین صاحب قادری ایڈیٹر روزنامہ رہنمائے دکن، جناب مسعود انصاری صاحب ایڈیٹر روزنامہ منصف، کے ایم عارف الدین صاحب ایڈیٹر روزنامہ عوام رکن استقبالیہ، جناب میر جمال الدین علی خان صاحب چیف بیورو آف پی ٹی آئی، جناب ابوالحسن صاحب بلڈر، جناب مولانا سید عبدالباسط قادری صاحب پرنسپل لطیفیہ عربی کالج، مولانا ڈاکٹر محمد عبدالشکور صاحب سابق پرنسپل عربیہ کالج کرنول، جناب مولانا سید نور اللہ چشتی نوری صاحب صدر جامعہ الہیات نوریہ، رکن استقبالیہ، جناب غیاث الدین بابوخان صاحب، جناب مکرم خان صاحب F.D.Khan، جناب محمد اعظم صاحب اسٹیٹ فینانس کارپوریشن، رکن استقبالیہ، حضرت مولانا قاضی سید لطیف علی صاحب قادری، مولانا محمد نصیر الدین صاحب جدہ، مولانا نوید افروز صاحب، جدہ، رکن استقبالیہ، جناب احمد بھائی صاحب تاجر پٹیل مارکٹ، جناب ستار سیٹھ صاحب، جناب افضل حسین بابو صاحب رکن استقبالیہ، جناب عبدالنعیم صاحب ذکی ممتاز کمپنی معظم جاہی مارکٹ، جناب نجم الدین صاحب، مشیر آباد، جناب حاجی شیخ احمد صاحب رکن استقبالیہ، جناب میاں بھائی صاحب

پتھرگٹی، جناب ابانورشریف محمد صاحب بیگم بازار، جناب سید مسعود علی صاحب ایڈوکیٹ، جناب وسیم احمد صاحب ایڈوکیٹ' جناب مولانا سید محمد حسینی صاحب صدر انجمن قادریہ، جناب مولانا محمد سمیع اللہ خان صاحب مصحح دائرۃ المعارف، جناب اسحاق صاحب جویلر پتھرگٹی رکن استقبالیہ، جناب ڈاکٹر نظام علی خان صاحب لودھی، جناب غلام غوث خان صاحب دبئی، جناب محمد ایوب خان صاحب مالک روز بیکری چادر گھاٹ، جناب بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب MLA رکن استقبالیہ، جناب محمد عبدالمنعم حاجی صاحب ممتاز کمپنی معظم مارکٹ، جناب محبوب حسین صاحب جگر جوائنٹ ایڈیٹر روزنامہ سیاست رکن استقبالیہ، جناب اعجاز قریشی صاحب بھارت نیوز، جناب محمد صدیق صاحب، لا آفیسر کلکٹر آفس حیدرآباد، جناب یوسف الدین صاحب اسپیشل اکزیکیٹو مجسٹریٹ، جناب اسلم فرشوری صاحب آل انڈیا ریڈیو رکن استقبالیہ، جناب ابراہیم علی صدیقی صاحب اسپیشل جج فار ACB and S P . C، جناب مولانا مفتی عظیم الدین صاحب صدر مصحح دائرۃ المعارف، جناب مولانا عبداللہ قرموشی صاحب پرنسپل نوریہ عربی کالج رکن استقبالیہ، جناب علی افسر صاحب، جناب میر کمال الدین علی خان صاحب رکن استقبالیہ، جناب سید شاہ ابرہیم صاحب قادری سجادہ نشین ہلکٹہ شریف، جناب عطا حسین صاحب انجم آرکیٹکٹ رکن استقبالیہ، ۲۵ / اگسٹ ۱۹۹۶ء بروز یکشنبہ بوقت ۳ بجے حضرت سید محمد محمد الحسینی صاحبؒ سجادہ نشین روضہ بزرگ گلبرگہ شریف کے زیر صدارت مجلس استقبالیہ کا اجلاس منعقد ہوا۔

ممتاز وکلاء کا صحافتی بیان

جامعہ نظامیہ کے جشن ۱۲۵ سالہ کے ضمن میں شہر حیدرآباد کے ۵۰ سے زائد وکلاء نے اپنے بیان میں دکن کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ اسلامیہ کو اسلام کا ایک مضبوط قلعہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہاں پاسبان اسلام کی دینی تعلیم وتربیت گذشتہ سواصدی سے جاری ہے، خدا کرے کہ دین اسلام کی اس شمع کی روشنی چار دانگ عالم میں پوری آب وتاب کے ساتھ پھیلے، اللہ ان بزرگوں کو گوشہ جنت نصیب کرے جنہوں نے اس عظیم درسگاہ کی تاسیس کے سلسلے میں اپنا خون پسینہ ایک کیا تھا، یہ امر باعث صد افتخار ہیکہ وابستگان جامعہ نظامیہ عنقریب اس عظیم قدیم دینی درسگاہ کے سواسوسالہ جشن کی تقاریب کا اہتمام کررہے ہیں، مسلم وکلائے حیدرآباد وسکندرآباد عامتہ المسلمین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ جامعہ نظامیہ کی تاسیس کے سواسوسالہ جشن کے کامیاب انصرام واہتمام کے سلسلے میں دامے درمے وسخنے بڑھ کر حصہ لیں اور اپنی علم دوستی کا ثبوت دیں۔ بیان جاری کرنے والوں میں شمس الدین اعظمی، سید مسعود علی، محمد رحمت اللہ رشید قریشی، نثار احمد، وسیم احمد، محمود حسین، شفیق اورنگ زیب، محمد سلطان قریشی، محمد نثار احمد الدین، قاضی محمد بلیغ الدین، ڈاکٹر ایم اے رشید ارشد، عبیدالدین علی ایڈوکیٹ صاحبان کے علاوہ دیگر ممتاز وکلاء شامل تھے۔

افتتاحی اجلاس

افتتاحی اجلاس ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو جامعہ نظامیہ کے وسیع وعریض میدان میں منعقد ہوا ہزارہا افراد کے اس منظّم اجتماع کا آغاز حافظ محمد عبدالرحمٰن کی تلاوت اور قاضی غیاث الدین کی نعت شریف سے ہوا، صدر نشین استقبالیہ حضرت مولانا سید محمد محمد الحسینی صاحب سجادہ نشین گلبرگہ شریف نے خطبہ استقبالیہ پڑھا، شیخ الجامعہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب نے خیر مقدم کرتے ہوئے جامعہ نظامیہ کو قوم کی امانت قرار دیا، ناظم جشن تاسیس پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب نے ایک سالہ طویل جشن کے اغراض ومقاصد بیان کئے اور کہا کہ

جشن کے اغراض ومقاصد

(۱) کلیۃ البنات کا قیام۔

(۲) عربی، اردو، انگریزی ودیگر زبانوں میں اسلامی کتب کی اشاعت کے لئے پرنٹنگ پریس کا قیام۔

(۳) مختلف عصری فقہی مسائل وموضوعات پر قومی وعالمی سمینار کا انعقاد۔

(۴) اسلامک ریسرچ سنٹر۔

(۵) آندھراپردیش کے اضلاع ودیگر ریاستوں میں مدارس کا قیام۔

(۶) کمپیوٹر ودیگر صنعت وحرفت کی تعلیم کا نظم۔

(۷) دارالتفسیر اوردارالحدیث کی تعمیر۔

(۸) اصلاح معاشرہ کے لئے دارالمبلغین کا قیام

(۹) فضیلت جنگ ہال کی تعمیر۔

(۱۰) جامعہ کی جائیدادوں پر ہمہ منزلہ کامپلکس کی تعمیر ضروری ہے۔

ان مقاصد کے لئے پانچ کروڑ روپئے کا اندازہ قائم کیا گیا۔ امیر جامعہ نظامیہ مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری کی نگرانی میں منعقدہ اس تقریب کو عالم عرب سے آئے ہوئے مہمان خصوصی نے ۳۵ منٹ تک عربی میں خطاب کیا (جس کا اردو قالب ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی نے پیش کیا) قرآن وحدیث، صحابہ کرام اور اسلاف کے اقوال پر مبنی خصوصی خطاب میں کہا کہ بصیرت وادراک کی روشنی علم سے ہی ممکن ہے علم اور اسلام لازم وملزم ہیں علم وعمل کے بغیر اسلام وانسانیت کا تصور محال ہے، قلب وروح کی صفائی کا ضامن علم ہی کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ صوفیاء واولیاء کرام نے اعمال تخلیہ، تصفیہ، تجلیہ کے ذریعہ انسانیت کو منور ومجلیٰ کیا، انہوں نے کہا کہ شہر حیدرآباد، جامعہ نظامیہ، عثمانیہ یونیورسٹی، دائرۃ المعارف کا علمی وتاریخی شہر ہے ۱۲۵ سالہ تاسیسی تقاریب کو غیر معمولی واقعہ قرار دیتے ہوئے انہوں نے بانی جامعہ نظامیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ نظامیہ کے نام سے ۱۲۵ سال پہلے جو شمع روشن کی گئی تھی وہ آج دنیا کے مختلف گوشوں کو منور کررہی ہے۔

کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے علماء ومشائخ کی کہکشاں سے سجی اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے (ملتان) پاکستان کے مہمان حضرت مولانا پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی قادری ملتانی نے جو جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل ہیں کہا کہ ''جامعہ نظامیہ کا قیام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا وہ نیک وپاکیزہ عمل ہے کہ اس کا فیضان واثر تادور شمس وقمر باقی رہے گا، بانی جامعہ نظامیہ نے سرکاری ملازمت جس کو باعث فخر سمجھا جاتا ہے ترک کرکے درس وتدریس کا آغاز کیا اور توکل پر اس بڑے ادارے کی داغ بیل ڈالی۔

دیار غیر امریکہ میں پرچم اسلامی کے علمبردار جامعہ نظامیہ کے قابل فخر فرزند حضرت مولانا سید شاہ جعفر محی الدین قادری نے فرمایا کہ ایک نسل کو دوسری نسل کا بہترین تحفہ سینہ بہ سینہ علم کی منتقلی ہے جو کام اللہ پاک کی خوشنودی ورضا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کیا جائے وہ دیرپا اور الی یوم القیامہ دائم رہے گا جامعہ نظامیہ اس کی زندہ مثال ہے جامعہ کی تاریخ اس کا بہترین وروشن ثبوت ہے، اپنے منفرد خطاب میں آپ نے طلباء کو خصوصی نصیحت بھی فرمائی۔

معزز رکن پارلیمنٹ سالار ملت جناب الحاج سلطان صلاح الدین اویسی صدر مجلس اتحاد المسلمین نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی اور جامعہ وبانی جامعہ کی خدمات کو بھرپور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ نظامیہ نے ایسے سپوت پیدا کئے جن کی مثال نہیں، یہاں کے علماء نے شہرت سے دور گوشہ نشینی میں وہ کارنامے انجام دیئے جن کو ذی شعور فراموش نہ کرسکیں گے مزید کہا کہ جامعہ نظامیہ تنازعات سے پاک انفرادیت کا حامل اور راہ استقامت پر گامزن علمی ادارہ ہے اس کا ہر پہلو سے استحکام قوم وملت کا اولین فریضہ ہے۔

آندھراپردیش کے ہردلعزیز چیف منسٹر عزت مآب این چندرا بابو نائیڈو و بطور خاص مدعو تھے ناگزیر وجوہات کی بناء شریک نہ ہوسکے ان کی نیابت کے لئے آندھراپردیش کے وزیر داخلہ عالی جناب اے مادھور یڈی کو روانہ کیا گیا۔ جامعہ نظامیہ کے لئے ممکنہ مدد وتعاون کا پیش کش کرتے ہوئے اور ۱۲۵ سال کی تکمیل پر مبارکباد کے ساتھ اپنے خطاب میں انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ نے مسلمانوں کی تعلیمی ناخواندگی کو ختم کرنے میں ایک اہم کردار کیا ہے تعلیم ایک سرمایہ ہے اور جامعہ نظامیہ اس سرمایہ کی حفاظت کررہا ہے، انہوں نے اقلیتوں کے لئے حکومت کی طرف سے کی جانے ولی مختلف اسکیموں کا تفصیلی تذکرہ کیا اور کہا کہ حج ہاؤز کی تعمیر، اضلاع میں اردو بھون ٹریبونلس کے قیام کی تجویز اور اردو کو آٹھ اضلاع میں سرکاری زبان اور اقلیتوں کے لئے دس فیصدی کوٹہ مراعات حکومت کی ترجیحات میں شامل ہیں۔

سجادنشین بارگاہِ محبوب الٰہی دہلی حضرت مولانا حسن ثانی نظامی قبلہ نے بھی اپنے گرانقدر تاثرات بیان فرمائے، طلباء جامعہ نے ترانہ نظامیہ پیش کیا، ڈاکٹر حمید الدین شرفی نے اجلاس کی کارروائی بحسن وخوبی چلائی، صدرالشیوخ علامہ سید طاہر رضوی صاحبؒ جامعہ نظامیہ کی پراثر دعاء اور مولانا ڈاکٹر عبدالمجید کے شکریہ پر اس افتتاحی تقریب کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر جامعہ کی تمام عمارات وبانی جامعہ کے گنبد کو بقعہ نور بنایا گیا تھا۔

بین الاقوامی علمی وفکری سمینار

دوسرے دن ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۶ء کو جامعہ کے لائبریری ہال میں بین الاقوامی سمینار مولانا خواجہ حسن ثانی نظامی مدظلہ العالی کے زیر صدارت منعقد ہوا، ہندوستان کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے علماء کرام، مفکرین ودانشوروں نے اپنے گرانقدر وقیمتی مواد سے بھرپور علمی مقالے پیش کئے مذاکرہ کا آغاز قاری محمد عبدالرحمٰن نظامی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مہمان خطیب قطر کے علاوہ مولانا سید جعفر محی الدین قادری (امریکہ) مولانا پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی (پاکستان) نے بھی خصوصی مہمان کی حیثیت سے شرکت اور تذکیری وتاثیری خطابات سننے کا موقع دیا ہزاروں ہمہ تن گوش سامعین وطلباء نے پانچ گھنٹوں تک ان پرمغز مقالوں کو سماعت کیا۔

پرفیسر نثار احمد فاروقی (دہلی یونیوسٹی) پرفیسر سید محمود اللہ بختیاری (مدراس یونیوسٹی) ڈاکٹر سید جہانگیر نظامی، ڈاکٹر حبیب طیب العیدروس، مولانا قاضی اعظم علی صوفی (حیدرآباد) مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث (جامعہ نظامیہ) مولانا محمد بشیر فیضی الجیکو فی (کالی کٹ) نے پہلے اجلاس میں مقالے پیش کیے اجلاس دوم کی صدارت حضرت مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ نظامیہ نے فرمائی، دوسری نشست میں مولانا عبدالمنان، دارالھدی (کیرالا) پروفیسر ظہیر احمد باقوی راہیؔ (کڈپہ) مولانا محمد ثناء اللہ عمری (مچھلی پٹنم) محترم عزیز

برنی، ایسوسی ایٹ ایڈیٹر اردو ہفت روزہ ''راشٹریہ سہارا'' (نئی دہلی) ڈاکٹر سید عبدالقادر حسینی (سٹی کالج) ڈاکٹر شاہد علی عباسی، مولانا عبدالعلیم اصلاحی (جامعۃ البنات) مولانا سید خورشید علی (جامعہ نظامیہ) نے حصہ لیا مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ اس سمینار کے کنویز تھے، مولانا مفتی ابراہیم خلیل الہاشمی، مولانا ابوبکر الہاشمی، مولانا سید صدیق حسینی، مولانا سید حسینی القادری، مولانا سید اسرار حسین رضوی، مولانا صابر علی ابوالعلائی نے شرکت کی، مولانا سید ابراہیم شاہ قادری سجادہ نشین ہلکٹہ، مولانا سید حبیب پاشاہ مخدومی سجادہ نشین نے مہمان علماء ومشائخ صحافی حضرات کو خصوصی استقبالیہ و پر تکلف عشائیہ پر مدعو اور یادگار تحفہ بھی پیش کیا، خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالحفیظ جنیدی جو بنگلور سے تشریف لائے تھے سرکاری مہمان تھے۔

جلسہ دستار بندی وعطائے خلعت

تیسرے دن ۱۳؍اکتوبر ۱۹۹۶ء ۶؍بجے شام جلسہ دستار بندی وعطاء خلعت تقسیم اسناد گولڈ میڈلس وانعامات اور حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ کے عرس سراپا قدس کا مشترکہ انعقاد عمل میں آیا مولانا سید شاہ اکبر نظام الدین صابری امیر جامعہ (وائس چانسلر) نے صدارت فرمائی، مولانا سید شاہ عطاء اللہ حسینی (پاکستان) کے ہاتھوں دستار بندی وعطاء خلعت انجام پائی ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے ۲۴ فاضلین نے خلعت فضیلت اور ۲۱ حفاظ کرام نے سند حفظ وعبا حاصل کی جن طلباء نے سند فضیلت اور خلعت حاصل کی ان کے اسماء یہ ہیں حافظ سید ضیاء الدین (آندھرا) کے یل محمد تنویر احمد (کرناٹک) محمد منظور احمد (حیدرآباد) محمد محبوب عالم خان (بہار) محمد عبدالحسیب قادری (مہاراشٹرا) محمد عبدالحمید (کرناٹک) سید شاہ خلیل اللہ قادری (کرناٹکا) محمد غیاث الدین (کرناٹک) محمد عبدالمقیت (نظام آباد) حافظ محمد عبدالستار (حیدرآباد) حافظ عبدالعظیم (محبوب نگر) قاضی محمد ناصرالدین (بیڑ) حافظ عبدالہادی بادیان (بارکس) محمد فاروق حسین (حیدرآباد) اسمعیل ہاشمی (حیدرآباد) شمس الدین (کیرالا) محمد عبدالصمد (کرناٹک) حافظ محمد علی (حیدرآباد) حافظ محمد الیاس (آندھرا) سید خواجہ ضیاء الدین (سکندرآباد) سید اعجاز اللہ قادری (آندھرا) حافظ سید ذاکر احمد (کرنول) حافظ سید نصیرالدین (آندھرا) محمد محمود احمد (حیدرآباد) ایک کمسن طالب علم حافظ سید زبیر ہاشمی ابن مولانا حافظ سید رؤف علی قادری (صدر مدرس دارالعلوم کاورم پیٹھ محبوب نگر) نے بھی حفظ قرآن مجید کی تکمیل پر سند حاصل کی۔

حضرت مولانا سید جعفر محی الدین قادری مدظلہ (شکاگو امریکہ) کے دست مبارک سے اسنادات تقسیم کئے گئے، اور بزم طلباء قدیم جدہ کی جانب سے جامعہ کے اکابرین سے منسوب گولڈ میڈلس بھی عطاء کئے گئے، بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام گولڈ میڈل سید جمیل احمد کامل الفقہ، مولانا مفتی عبدالرحیم گولڈ مڈل حافظ ضیاء الدین، مولانا مفتی عبدالحمید گولڈ مڈل محمد عبدالحسیب قادری اور محمد محسن پاشاہ نقشبندی کو خصوصی مڈل دیا گیا، اس مبارک موقع پر جامعہ نظامیہ بقعہ نور بنا ہوا تھا ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کہکشاں زمین پر اتر آئی ہے۔ حضرت امیر جامعہ، معتمد وشیخ الجامعہ نے طلباء کے ہمراہ مراسم عرس انجام دیئے۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ ازہری نائب شیخ الجامعہ نے تعلیمی رپورٹ پیش کی اور معتمد جامعہ نے مالیہ رپورٹ پیش کی۔ صدر الشیوخ علامہ سید شاہ طاہر رضوی القادریؒ نے علم نافع وبانی جامعہ کی حیات کا تذکرہ وفضیلت

بیان کی اور تصنیفات بانی جامعہ کے بغور مطالعہ کی تلقین فرمائی۔

اس موقع پر ایک سالہ تعلیمی بیداری پروگرام کے وضع کردہ دس نکاتی منصوبہ کی تکمیل کے لئے ہندوستان کے مشہور صنعت کار محترم ہوشدار خاں صاحب (مقیم کویت) نے دولاکھ روپیہ کا کمپیوٹر عطیہ دیا اور پرنٹنگ پریس کے لئے سات لاکھ روپیوں کے گرانقدر عطیہ کا اعلان کیا، بزم طلباء قدیم ریاض کی جانب سے فیکس وزیراکس مشین کا عطیہ، مولانا محمد اظہر علی اور مولانا محمد عارف علی نے سعودی عرب سے خصوصی شرکت کر کے ارباب جامعہ کے حوالہ کیا، بزم طلباء قدیم جدہ کی جانب سے شعبہ تجلید و پرنٹنگ پریس کے قیام میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے تعاون کی ایک تاریخ بنائی گئی۔ سالنامہ مجلّہ ''انوار نظامیہ'' کی رسم اجراء مولانا قاضی ابومحمد سراج الدین فاروقی (قاضی قندہار) اور علامہ ابراہیم ادیب رضوی کی تصنیف ''امانت الہیہ'' کی رسم رونمائی سجادہ نشین گلبرگہ کے ہاتھوں ہوئی، مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم نے معتمد جشن کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے بیرونی مندوبین کے قیام وطعام کے انتظامات مولانا عرفان اللہ شاہ نوری اور مولانا حافظ عبدالقدیر شاذ نگری کے زیرنگرانی بحسن وخوبی انجام پائے۔

انڈو پاک طرحی نعتیہ مشاعرہ

قارئین کرام! چوتھے دن یعنی ۱۴؍اکتوبر طلباء جامعہ کے زیراہتمام ایک طرحی نعتیہ مشاعرہ بہ طرح

''ان کو خالق نے سب کچھ عطا کر دیا''۔

منعقد ہوا، ۸۱ (اکیاسی) شعراء کرام نے روح پرور، کیف آور نعتیہ کلام سنایا حضرت خواجہ شوقؔ، حضرت قاضی اعظم علی صوفی، ممتاز مجاہد آزادی وفرزند نظامیہ قاضی حامد تنویرؔ کو کافی پسند و سنا گیا۔ صدر الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا پر شب تین بجے مشاعرہ ختم ہوا۔ محترم نصیرالدین بسمل ناظم مشاعرہ اور مولانا شمس زماںؔ شریک ناظم تھے۔ جناب ہوشدار خاں، جناب سید سعید بھائی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی اور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر جزیل عطاء فرمائے۔

ان تقاریب میں شیوخ اساتذہ طلباء کارکنان جامعہ، جناب سید عبدالولی قادری، نواب میر زاہد علی خان ایڈیٹر سیاست، جناب سید وقار الدین قادری مدیر رہنمائے دکن، جناب عزیز برنی ایڈیٹر راشٹریہ سہارا، جناب مسعود انصاری ایڈیٹر منصف، مولانا محمد فاروق علی، مولانا حبیب محمد الحسینی، مشائخین قائدین اور مختلف شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والی ممتاز شخصیات نے اپنی پرخلوص شرکت کے ذریعہ جامعہ وبانی جامعہ سے اپنی حقیقی وابستگی کا اظہار کیا سیاسی جماعتوں مجلس اتحادالمسلمین، تلگودیشم، کانگریس، مجلس بچاؤ تحریک کے قائدین وکارکن بھی موجود تھے اس طرح جامعہ نظامیہ کے ذمہ داروں نے جامعہ کی ہمہ جہتی ترقیات کے بارے میں جو عزائم وحوصلے رکھے ہیں وہ ان کی آگہی بصیرت اور زمانہ شناسی کی علامت ہے۔

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سینہ کی انگیٹھی کو گرم رکھنا اور بادۂ عرفانِ مصطفیٰ کو ہر خاص وعام تک پہنچانا یہ جامعہ نظامیہ کا حق بھی ہے اور فریضہ بھی۔ نیک ارادوں سے نیک ساعت پر جس کام کا آغاز ہو وہ بفضلِ خدا اپنی منزل حاصل کرے گا انشاءاللہ۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
اور جامعہ نظامیہ سے آصفجاہ سابع کا تعلق خاطر

از: پیرزادہ سید جاوید قادری، چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''ارشاد'' حیدرآباد

فرمایا: یہ موسم سرما تھا اور طاعون کی وجہ سے میں ہر سال بمبئی جاکر نیبس سی روڈ کے مکان میں مہینہ دو ہفتہ قیام کرتا تھا (یہ مکان سابق گورنمنٹ حیدرآباد کا تھا)۔ وہاں مجھے ڈاکٹر ارسطو یار جنگ کا ٹیلی گرام ملا کہ مولوی صاحب کو راج پھوڑا اپشت میں نکل آیا ہے اور بروقت آپریشن نہ ہونے سے اسکی نوعیت خراب ہوگئی ہے۔ جسکی وجہ سے مولوی صاحب بوجہ تکلیف اور پیرانہ سالی شبہ ہے کہ آپریشن کو برداشت کرسکیں گے یا نہیں مگر دوسرے طرف بغیر آپریشن کوئی دوسرا علاج ممکن نہیں۔ یہ سُن کر میں نے ڈاکٹر ارسطو یار جنگ کو جواب دیا کہ جب تک سانس ہے آس ہے۔ لہذا اس حالت میں مولوی صاحب کے لئے جو کچھ ممکن ہو کرنا ضروری ہے تاکہ تکلیف سے ان کو نجات ملے اور یہ بھی ہدایت کی کہ ارسطو یار جنگ ایک دو قابل سرجن اور ڈاکٹر سے بھی مولوی صاحب کا معائنہ کراکے انکی رائے لیں۔ اس پر سے مجھے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے اطلاع دی کہ سب کی رائے یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہے خطرہ کو لیتے ہوئے کرنا ضروری ہے۔ آئندہ حیات وممات خدا کے ہاتھ ہے اور یہ بھی اطلاع دی کہ تکلیفِ مرض اور ضعف ایسا ہے کہ مولوی صاحب کو عثمانیہ ہاسپٹل نہیں لیجایا جاسکتا ہے۔ لہذا سامان آپریشن کا مدرسۂ نظامیہ میں جہاں مولوی صاحب مقیم تھے وہیں کیا جائیگا۔ اس متفقہ رائے سے میں نے اتفاق کیا۔ چنانچہ دوسرے دن مجھے ٹیلی گرام ملا کہ آپریشن ہو چکا ہے۔ جسکو مشہور سرجن ڈاکٹر ارسطو یار جنگ نے دوسرے ڈاکٹروں کی موجودگی میں کیا مگر نبض کی حالت اطمینان بخش نہیں ہے اور ایک طرح سے بے ہوشی ہے۔ مگر اسکے تیسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب راہی ملکِ بقا ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

۲۔ موت کی خبر مجھے بمبئی میں ملی اور مجھ سے دریافت کیا گیا کہ مولوی صاحب کا دفن کہاں کیا جائے۔ میں نے جواب میں کہا کہ مولوی صاحب نے حین حیات کوئی وصیت کی تھی کہ ان کو کہاں دفن کیا جائے تو مجھے جواب میں معلوم ہوا کہ کسی قسم کی خواہش مولوی صاحب نے نہیں کی تھی۔ اسکے بعد میں نے جواب دیا کہ جس مدرسہ سے مولوی صاحب کو لگاؤ یا محبت یا شغف تھا یا جس مقام پر ان کا قیام از جوانی تا پیرانہ سالی رہا تھا وہیں رکھنا مناسب ہے (یعنی مدرسہ ءنظامیہ کے صحن میں) تاکہ روح مطہر کو سکون ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مجھے بمبئی میں معلوم ہوا کہ بڑے اہتمام اور شان سے مولوی صاحب کی تجہیز وتکفین ہوئی۔ مگر مجھے افسوس اسکا رہا کہ اُوسوقت میں حیدرآباد میں نہیں تھا بلکہ بمبئی میں تھا۔ ورنہ تجہیز وتکفین میں شریک ہونا میں نہ صرف اپنا فرض منصبی بلکہ باعث سعادت سمجھتا اور آج قبر مطہر مدرسہ نظامیہ کی شان کو دوبالا کررہی ہے اور ساتھ ہی تا قیامِ مدرسۂ نظامیہ مولوی صاحب کی یادکو اور نام کو زندہ رکھے گی کہ ایسی بُزرگ ہستیاں دنیا میں کم نظر آتی ہیں جو جامع صفات ہوں۔

جریدۂ غیر معمولی

جلد (۴۵) حیدرآباد دکن ۹ خورداد ۱۳۲۶ ف م ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ نمبر (۳۳) ملحق

حکم عالیجناب نواب مدارالمہام بہادر سرکار عالی

سخت افسوس ہے کہ نواب مظفر جنگ بہادر نے بتاریخ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ شب دوشنبہ کو انتقال فرمایا۔ نظر براں باظہار رنج والم ذریعہ فرمان واجب الاذعان صادر شدہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ ارشاد خداوندی شرف نفاذ پایا ہے کہ مرحوم معین المہام امور مذہبی سرکار عالی ہونیکے علاوہ خاندان آصفیہ کے ایک قابل قدر اور ذی وقعت فرد اور مالک و ملک کے سچے بہی خواہ تھے۔ لہذا

جریدۂ غیر معمولی　　الجزو الاول

ے وفات سے اظہار رنج و غم میں جملہ دفاتر بلدہ بتاریخ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ م

۱۰ فروری ۱۹۱۸ف روز یکشنبہ بند رکھے جائیں۔

اضلاع میں جس روز خبر پہنچے اوس دن کے واسطے تمام دفاتر بند رہیں۔

ف۔ معین المہامی امور مذہبی پر مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر (جو حضرت اقدس و اعلیٰ و حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ کے استاد رہے ہیں اور اس وقت شاہزادگان بلند اقبال کے استاد ہیں) ناظم امور مذہبی و صدر الصدور صدارت العالیہ ہیں بماہوار ... ہزار روپیہ ماہوار بہ تعمیل فرمان ... بالا تقرر کیا گیا ہے۔

یہ تقرر آئندہ کے لئے کسی اور عہدہ دار کیلئے ہرگز نظیر نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خاص حالات کے لحاظ سے ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ یہ خیال تھا کہ بجز خاص حالات کے امراء کے سوا دوسرے عہدہ داروں کا تقرر معین المہامی پر نہیں ہونا چاہئے۔ فقط

محمد عصمت اللہ
مددگار معتمد فینانس

ت　م　ت

مطبوعہ مطبع سرکار عالی

بشکریہ: نواب عمر علی خان صاحب/ اسلامک ہیری ٹیج سنٹر حیدر آباد

۳ نکتہ۔ فرمایا سنا ہے چند اُون اصحاب کی زبانی جو معزز طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت مرحوم سرکار کے تعلیمی زمانہ کے حالات سے واقف تھے کہ گو مرحوم سرکار کی تعلیم کے لئے سالار جنگ اولے نے چند اساتذہ کو مقرر کیا تھا کیونکہ یہ نواب افضل الدولہ مرحوم و مغفور کے انتقال کے وقت ڈھائی سال کی عمر کے تھے۔ دوسرے طرف برٹش گورنمنٹ نے سر سالار جنگ اولے کو نہ صرف دیوان مقرر کیا تھا نظم ونسق ریاست حیدر آباد کو چلانے کے لئے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نگرانکار تعلیم و تربیت مرحوم سرکار بھی مقرر کیا تھا۔ جبکہ ان اساتذہ میں مولوی صاحب مرحوم بھی شریک تھے تو مرحوم سرکار کا لگاؤ مولوی صاحب مرحوم کے ساتھ خاص قسم کا تھا بوجہ مشفقانہ برتاؤ اُستاد کے۔ چنانچہ میری تعلیم کے زمانہ میں بھی اسی قسم کا انتظام مرحوم سرکار نے کیا تھا جبکہ میری عمر (۷) سال کی تھی۔ اور جبکہ میں اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ حویلی قدیم میں مقیم تھا اور تعلیم راحت محل میں ہوئی تھی۔ چنانچہ جو قصہ زمانہء گزشتہ کا سنا تھا اُوسکی تصدیق میرے تعلیم کے زمانہ میں مجھے مل گئی تھی۔

۴ بہر حال مثل ہے تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے مجھے بھی مثل میرے والد مرحوم اس کا ذاتی مشاہدہ ہو گیا تھا اور ہم دو شاگرد اپنے مرحوم شفیق اُستاد کے گرویدہ تھے۔

۵ خدا مولوی صاحب کو جنات النعیم میں جگہ عطا کرے کہ آج ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد رفت و گزشت واقعات یاد آ کر رکارڈ پر شیراز کے آرہے ہیں تا کہ امتداد زمانہ سے حافظہ سے محو نہ ہوں بلکہ تازہ رہیں۔ الحاصل یہ چند سطور لکھ کر میں فاتحہ پڑھتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

مرقوم: ۹ ر ستمبر ۱۹۶۱ء

طریقہ وصولیٔ چندہ برائے مدرسہ نظامیہ کس قسم کا ہے اور نظم ونسق کیسا ہے

فرمایا: بعد تقرر جدید پرزیڈنٹ کمیٹی انتظامی مدرسہء مذکورہ ان سب امور کی چھان بین ہوگی کہ ماہانہ یا سالانہ چندہ کی کیا مقدار ہے اور کون کون لوگ چندہ دیتے ہیں گو اُس افلاس کے زمانہ میں چندہ دینے کے قابل اصحاب کا کیسہ خالی ہے۔ تاہم وصولی چندہ کا باضابطہ طریقہ حساب و کتاب کیسا ہے اور نظم ونسق کس طریقہ پر چل رہا ہے۔ ان سب چیزوں پر غور و خوص ہو کر اس پروگرام میں ضروری کم و بیشی ہوگی اور جدید پرزیڈنٹ کمیٹی انتظامی مدرسہ پر لازم ہوگا کہ سالانہ موازنہ کمیٹی انتظامی پرائیوٹ اسٹیٹ نظام میں پیش کرا کے اسکی منظوری لیں۔ تا کہ دفتر ٹرسٹ بھی اس سے باخبر رہے۔ اس کے سوا زمانہ قریب میں صرف خاص سے بھی چندہ دیا جاتا ہے۔

بہر حال میری دلچسپی اپنے اُستاد مرحوم کے قائم کردہ مدرسہء دینی جو کہ علوم مشرقی کا مرکز ہے اس سے پیدا ہونا ایک ضروری اور لازمی امر ہے جس سے میں غافل نہیں رہ سکتا۔ خصوص جبکہ بانی مدرسہ نے اسکا نام میرے بزرگوں کے نام سے رکھا تھا جو زمانہ ماضی میں حکمران ریاست حیدر آباد دکن تھے۔ لہذا مزید برآن یہ خصوصیت بھی اس مدرسہ کو حاصل ہے۔

الحاصل تقرر جدید پرزیڈنٹ کے بعد ان اُمور مذکورہ پر نظر ڈال کر جدید پروگرام کے مطابق کاروبار شروع ہوگا۔

مکرر ہر سال مولوی صاحب مرحوم کے عرس کے موقع پر (بشرط میری صحت) دو گھڑی کیلئے مدرسہ آ کر قبر مطہر پر فاتحہ پڑھوں گا اور عرس کا انتظام صیغہء اعراس صرف خاص کے طرف سے انجام پائے گا

جریدۂ غیر معمولی

جلد (۴۹) | حیدرآباد دکن ۱۰ اردی بہشت ۱۳۲۵ ف م ۹ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ | نمبر (۲۹)

حکم سرکار عالی

"بہ ذریعۂ فرمان واجب الاذعان مورخہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ یہ ارشاد مبارک شرف صدور لایا ہے کہ" مدرسۂ نظامیہ اور اشاعت علوم و فنون کی صدر نگرانی مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی جو ناظم امور مذہبی مقرر ہونے والے ہیں اون سے متعلق رہیگی اور اون کی رائے سے ایک کمیٹی مقرر ہوگی جس کے توسط سے کام جاری رہیگا اور جس کے میر مجلس وہ خود رہیں گے ۔ علاوہ اس کے سرکاری کتب خانہ آصفیہ بھی اون کی نگرانی

بشکریہ: نواب عمر علی خان صاحب / اسلامک ہیری ٹیج سنٹر حیدرآباد

بشکریہ: نواب عمر علی خان صاحب/اسلامک ہیریٹیج سنٹر حیدرآباد

تا کہ شاگرد بھی جو کچھ ممکن ہوا اپنے اُوستاد مرحوم کی خدمت کرے۔

مکرر۔ بعد تقرر عبدالستار صاحب بر خدمت پرزیڈنٹ کمیٹی انتظامی مدرسہء نظامیہ انکی جو کچھ خدمت دفتر پیشی نذری باغ میں ہے اسمیں سے بڑا حصہ ان کو مدرسہء مذکورہ کی دیکھ بھال میں صرف کرنے کی اجازت دونگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے عبدالکریم صاحب جو کہ زائد معتمد پیشی کی خدمت پر کارگزار ہیں وہ دفتر پیشی کے کام کو سنبھالیں گے جسکا ان کو دیرینہ تجربہ ہے اور جن کے خدمات کو میں اچھی نظر سے دیکھتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اس ردوبدل سے اسمیں شک نہیں کہ اس مدرسہ کی نشاۃ الثانیہ ہوگی جو انقلاب زمانہ کی وجہ سے قابل امداد تھا جسکو دینے کے لئے ایک شاگرد آمادہ ہوگیا اپنا فرض منصبی سمجھکر۔ جس نے زمانہ گزشتہ میں بہ شمول شاگرد کلاں (یعنے مرحوم سرکار) ہر دو نے علم دین حاصل کر کے اپنے اوستاد کا نام دنیا میں روشن کیا تھا جس کے مولوی صاحب مرحوم مستحق تھے۔ لاشک فیہ۔

نوٹ: مولوی صاحب کی تاریخ رحلت یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ م ۱۵/مارچ ۱۹۱۸ء م ۱۱/اردی بہشت ۱۳۲۷ف یوم جمعہ تھی۔ (مطابق ریکارڈ دفتر پیشی)

مرقوم: ۱۱/ستمبر ۱۹۶۱ء.............................

(منقول از نظام گزٹ)

شکر ہے مسئلہ تقرر جدید پرزیڈنٹ کمیٹی انتظامی اُمور مدرسہ نظامیہ طئے ہوگیا

فرمایا: موجود پرزیڈنٹ کمیٹی جو صاحب تھے اُونھوں نے دفتر پیشی کو اطلاع دی ہے بتوسط تحریر کہ یہ مسئلہ طئے ہوگیا اور میری تجویز سے اتفاق کیا گیا ہے۔ نظر برآن اب عبدالستار معتمد دفتر پیشی میری ہدایات کے تحت کام شروع کریں گے جو کہ آج کے مضمون میں صراحت سے لکھا ہے جو کہ نظام گزٹ میں طبع ہوا ہے اور ہفتہ عشرہ میں منظورہ امداد یکمشت ن (۵۰۰۰) سالانہ از چیارٹی ٹرسٹ جدید مقرر کردہ پرزیڈنٹ کمیٹی کو ایصال کر کے ان سے رسید لیجائیگی۔

دیگر، صرف خاص سے جو کچھ امداد جاری ہوگی اسکا اعلان بروقت نظام گزٹ میں ہوگا زمانہ قریب میں جسکا مجھے خود انتظار ہے جو کچھ وقوع میں آنے والا ہے۔ بعونہ وکرمہ۔

آخر میں چند سطر لکھ کر اس مسئلہ کو صاف کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ دو مقام سے معتد بہ چندہ دے کر اب میں اس مدرسہء مذکورہ کا مربی وسرپرست بنا ہوں۔ لہذا اگر دیکھوں گا کہ مقررہ پروگرام کے مطابق مدرسہ کا کام اطمینان بخش طریقہ پر نہیں چلے گا اور اگر کسی طرف سے اسمیں رکاوٹ یا کہنڈت ڈالی جائیگی تو میں اسکو برداشت نہ کروں گا۔ یعنی اس کا سدّ باب جسطرح سے ممکن ہوگا کرنے پر مجبور ہو جاؤنگا کہ مدرسہ کی خوشحالی میرے پیش نظر رہے گی نہ کہ این و آن۔ لہذا مناسب سمجھا کہ قبل از قبل میرے ارادہ سے متعلقہ اشخاص کو آگاہ کردوں کہ وہ کس قسم کا ہے۔ دوسرے طرف کسی کو یہ ضابطہ یا انتظام منظور نہ ہو تو وہ خود کو کاروبار مدرسہ سے علحدہ کر لے سکتے ہیں جو کہ ان کا اختیاری فعل ہے جو کسی طرح سے ایسا فعل ان کا مدرسہ پر اثر انداز نہیں ہوسکتا وبس۔

مکرر تاریخ جائزہ خدمت سے عبدالستار معتمد پیشی کو ہدایت کروں گا کہ وہ روز آنہ (بجز جمعہ جو کہ مدرسہ کو تعطیل رہے گی بہ عوض یکشنبہ کہ یہ دینی مدرسہ ہے علوم مشرقی کا صبح (۹) بجے سے ایک بجے

تک گھر سے سیدھا مدرسہ جاکر اپنا مفوضہ کام انجام دیں۔ بعدہ دفترِ پیشی آنکر یہاں کام انجام دے کر (۵) بجے برخاست کیا کریں اور حسب سابق دوپہر کا کھانا نذری باغ میں کھائیں۔ اور اگر کسی دن خاص کام انجام دینا ہے جسکے واسطے وقت درکار ہے تو ایک بجے نذری باغ آنکر دو یا تین بجے مدرسہ جاکر وہاں سے پانچ بجے برخاست کریں جیسا کہ موقع درپیش ہو۔

نوٹ: اس موقع پر ایک چیز کو صاف کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی یا ابہام نہ رہے وہ یہ ہے کہ زمانہ گُزشتہ سے لے کر تا این وقت یہ مدرسہء نظامیہ دینی درس گاہ اور مرکز علوم مشرقی رہا ہے جسکو اُمور سیاسی یا کسی پولیٹکل پارٹی سے کبھی تعلق نہیں رہا ہے۔لہذا آیندہ بھی اس کا مسلک یہی رہے گا تا کہ آفات جہاں سے یہ محفوظ رہے۔خصوص اس حالت میں کہ اس کا مربی وسرپرست نظام سابع ہے ایسی حالت میں وہ اُمور مذکورہ کی نگرانی کرتا رہے گا تا کہ اس کے اعدایا بدخواہ کسی وقت اس مدرسہ کو پیچیدگیوں میں لاکر بدنام نہ کرے۔ کیونکہ حالات دنیا دگرگوں ہیں۔لہذا حزم واحتیاط کی سخت ضرورت ہے۔بقول

ہیچ آفت نہ رسد گوشہء تنہائی را

قطعہ متعلق مدرسہء نظامیہ

چــو مستـــی از شـــراب نـــاب گشتـــہ
ھـــمـــہ تشـــنـــہ دھـــن سیـــراب گشتـــہ
زفیـــض بـــانیـــئے اوستـــادِ سلـــطـــان
ریـــاضِ عـــلـــمِ دیـــن شـــاداب گشتـــہ

تمت بالخیر

مکرر۔ غالباً جائزہ جدید خدمت کا آیندہ یوم دوشنبہ ہوگا

اوسوقت دین یار جنگ موجود رہیں گے۔

مرقوم: ۱۲ر سپٹمبر ۱۹۶۱ء

جدید انتظام مدرسۂ نظامیہ زیر سرپرستی نذری باغ

فرمایا: حکم دینے والا ہوں چیرمن کمیٹی انتظامی پرائیوٹ اسٹیٹ نظام کو کہ ایک دن دین یار جنگ اپنے اراکین کے ساتھ مدرسہ جاکر سب اُمور کی چھان بین کریں کہ کن کن چیزوں کی یہاں ضرورت ہے اور اس کا نوٹ مرتب کر کے ایک ماہ میں میرے ملاحظہ میں پیش کریں تا کہ ان اُمور کا تکملہ ہو مگر اسکو صرفخاص اپنے پیسہ سے مہیا کرے گا۔ اسکے سوا دین یار جنگ کو بھی ہدایت دینے والا ہوں کہ ہر مہینہ میں ایکبار عبدالستار جدید پریزیڈنٹ مجلس انتظامی مدرسہء نظامیہ سے ملکر وہاں کے حالات دریافت کرتے رہیں اور کوئی بات ایسی جو میرے علم میں لانے کی ہو تو اس سے مجھ کو آگاہ کرتے رہیں۔اسلئے کہ جدید انتظام کے تحت انتظام مدرسہء مذکور چلنا ہے اور اگر کچھ خامیاں ہیں تو ان کو رفع کرنا ہے۔

دیگر۔ قدیم زمانہ کے تقاریب میں (میرے تخت نشینی کے بعد) بعض وقت مولوی صاحب مرحوم بھی ان میں شریک ہوتے تھے۔اسلئے دین دیال مصوّر سے کہدیا ہے کہ پہلے مجھے کاپی تصویر کی بتا کر اسکو لائف سائز میں تیار کرنا ہے تا کہ مدرسہ کی عمارت کے بیچ میں جہاں جگہ موزوں سمجھی جائے وہاں یہ نصب کردیجائے تا کہ بانی مدرسہء نظامیہ کی یاد ہمیشہ تازہ ہوتی رہے اور ان کا چہرہ پیش نظر رہے۔اس کے سوا ایک بڑی گھڑیال مدرسہ میں متعاقب نصب کرنا چاہتا ہوں۔مگر مشکل یہ ہے کہ ایسی گھڑیالیں اب ہمدست ہونا آسان نہیں ہے بلکہ مشکل ہے۔ بہرحال امید قوی ہے کہ بعد مرور کچھ زمانہ مدرسہ کی شکل

وصورت کہاں سے کہاں پہونچکر اپنے بانی مدرسہؒ کا جلوہ پیش نظر رکھے گی۔خصوص ان طالبعلموں کی آنکھوں میں جہاں سے وہ علوم دینی حاصل کر کے مدرسہ کے نام کو ہمیشہ اپنے قلوب میں جگہ دینگے اور مولوی صاحب کی روح مطہر پر فاتحہ خوان رہیں گے۔

نوٹ ۔فرمایا: مجھے یقین ہے کہ مدرسہء نظامیہ کی نشاۃ الثانیہ سے سب مسلم طبقہ کو خصوصاً طبقہء احناف و زیادہ مسرّت ہوگی کہ مولوی صاحب بھی اسی طبقہ سے تھے اور اُن کے دو شاگرد جوازمنۂ ماضی میں اپنے اپنے وقت میں حکمران تھے وہ بھی اسی مذہب کے پیرو تھے جو کہ ان کا خاندانی مذہب تھا جسکو وہ کسی حالت میں چھوڑ نہیں سکتے تھے ورنہ اسکی توہین ہوتی یعنے ریاست حیدرآباد دکن کا سرکاری مذہب یہی تھا۔لا شک فیہ۔

مرقوم:۱۳رسپٹمبر۱۹۶۱ء..............................

(منقول از نظام گزٹ)

مسئلہ شرکت در چندہ برائے مدرسۂ نظامیہ جو کہ مرکز دین مبین و علوم مشرقی ہے

فرمایا: مجھے معلوم ہوا کہ برادرانِ والاشان برابر روزآنہ نظام گزٹ کو پڑھ رہے ہیں جسمیں مدرسہء مذکورہ سے متعلق نذری باغ کے مضامین طبع ہورہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ بھی اپنی حد تک اپنے اپنے ٹرسٹ سے سالانہ یکمشت امداد دے کر سعادت دارین حاصل کریں گے کیونکہ یہ بھی کم عُمر شاگرد مولوی صاحب مذکور کے تھے جسکا ذکر میں نے حال میں اپنے ایک مضمون میں کردیا تھا جو کہ نظام گزٹ میں شائع ہوا تھا۔

خلاصہ یہ کہ اسی منبع کل کے یہ جزو ہیں جو کسی طرح سے جدا نہیں ہوسکتے بلکہ ہمیشہ پیوست رہیں گے۔زیادہ عمر طبعی ان کو نصیب باد بین ستین (۶۰) سبعین (۷۰) بحق ختم المرسلین وآلہ وطہ و یسین۔

نوٹ :فرمایا: مدرسہ جعفریہ جو کہ قلّت والے طبقہ کا مدرسہ ہے اور جسکے نظم و نسق کی خوبی سے متعلق صمصام شیرازی نے اپنے حالیہ شائع شُدہ شیرآز میں مدح خوانی کی تھی تو اُسکے بالمقابل مدرسہء نظامیہ کی نشاۃ الثانیہ سے جو حالت بہتر بن کر زمانہء آئندہ میں جس ترقی کے بام پر قدم رکھے گا تو پبلک دیکھے گی کہ کون میدان میں گوئے سبقت لے جاتا ہے۔یعنے اول الذکر مدرسہ یا موخر الذکر مدرسہ مگر یاد رہے کہ دنیوی اُمور غلبہ آراء سے ہی چلتے ہیں نہ کہ قلّت آراء سے اور دنیا کا یہ ایسا مسلمہ کلیہ ہے جس سے انکار ناممکن کیونکہ حقائق پر مبنی ہے۔

اس کے قطع نظر جو موخر الذکر مدرسہ کو خصوصیات حاصل ہیں یہ کسی دوسرے مدرسہ کو کبھی نصیب نہیں ہوسکتے کہ اسکا بانی ایسا جیّد عالم و فاضل تھا جسکے سامنے زمانہء گزشتہ میں دو حکمران نے اپنے اپنے زانوئے ادب وقت تدریس تہ کیا تھا جن کا احترام دونوں نے ہمیشہ پیش نظر رکھا تھا اور مدرسہ کا نام خاندان نظام کے نام سے بانی مدرسہ نے نامزد کیا تھا جسکی وجہ سے اسکو دوسرے مدارس پر فوقیت یا برتری حاصل ہونا ایک لازمی امر تھا جسکی دھوم آج حیدرآباد میں مچی ہوئی ہے۔ اللھم زد فزد۔

مرقوم:۱۴رسپٹمبر۱۹۶۱ء..............................

(منقول از نظام گزٹ)

مژدہ برائے مدرسہ ءنظامیہ

فرمایا: برادران والاشان نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اونھوں نے بھی اپنے اپنے ٹرسٹ سے سالانہ یکمشت دو ہزار روپیہ منظور کیا ہے ماہ سپٹمبر ۱۹۶۱ء سے اور اسکی تحریری اجازت فینا نشیل اڈوائزر خان بہادر تارا پور والا کو دی ہے۔کس لئے کہ مولوی صاحب مرحوم خاندان نظام کے مسلّمہ اُستاد تھے۔

یہہ سنکر میں نے جواب میں کہلا بھجوایا کہ اس توجہ سے جو کہ مدرسہ پر مبذول کی گئی ہے مجھے یقین کامل ہے کہ مولوی صاحب مرحوم کی روح مطہر دوسری دنیا میں اپنے کمسن شاگردوں کے حق میں دعائے خیر کرتی ہوئے مسرور رہے گی۔

زیادہ۔جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

قطعہ

بانیٔ مکتب کی عثماںؔ یاد بھی آتی رہے
نغمے بھی اوس ذات کے صبح ومسا گاتی رہے
برسرِ قبر مطہر کہتا ہے سارا جہاں
آمدِ فصلِ بہاری پھول برساتی رہے

مرقوم: ۱۵رسپٹمبر ۱۹۶۱ء.............................

(منقول از نظام گزٹ)

تعمیر مسجد انوار در احاطہ ءمدرسہ ءنظامیہ

فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ زمانۂ قریب میں صرف خاص کے پیسہ سے کم وبیش (۱۲۰۰۰) کی بنوادوں جسمیں برقی پنکھے وروشنی شریک رہے گی علاوہ جانمازان برائے عبادت پنجگانہ طلباء مدرسہ ءمذکور اور موذن و پیش امام کا تقرر منجانب صیغہء اعراس سے ہوگا۔جس کا بار مدرسہ کی آمدنی پر نہ ہوگا۔اسکے سوا ایک مختصر سا کتب خانہ بھی قائم ہوجائے گا اور میرے زمانہء تعلیم کے جو کچھ کُتب ہوں گے مدرسہ کو عطا کردوں گا تا کہ یہ ضروری ساز وسامان سے مکمل ہوجائے۔

دیگر۔میں نے غور کیا تو معلوم ہوا (جبکہ اسکو مرورِ زمانہ سے فراموش کردیا تھا) کہ برادرانِ والاشان کی حقیقی ہمشیرہ جسکا متّنی نام احمد النساء بیگم ہے (یہ شبِ معراج ۲۶رجب کو پیدا ہوئی تھی) اور عُرف شہزادی پاشاہ ہے اسکو بھی مولوی صاحب مرحوم نے نذری باغ میں بسم اللہ پڑھائی تھی جبکہ بچی کی عمر اُسوقت کم وبیش پانچ سال کی تھی۔

الحاصل جبکہ اسکے بھائی چندہ میں شریک ہوئے ہیں تو اس میں اسکو بھی اپنی حدتک شریک ہونا ضروری ہے جو اسکے لئے باعث خیر وبرکت ہوگا۔نظر برآن بچی بھی سپٹمبر ۱۹۶۱ء سے اپنے ذاتی ٹرسٹ سے یکمشت (۱۰۰۰) امداد دے گی تا کہ سب ذیشان افراد خاندانِ نظام اس کارخیر میں حسب حیثیت شریک رہیں جو باعث انبساط روحِ مطہر اوستاد خاندان نظام ہوگا۔

قطعہ متعلق مدرسہ ءنظامیہ

جائے ایں مکتبِ عجب پر نور شد
در تجلی مثل کوہِ طور شُد
دیدہ شان وہم حشم عثماںؔ بگفت
روحِ بانی درجنان مسرور شُد

مرقوم: ۱۸رسپٹمبر ۱۹۶۱ء.................

(منقول از نظام گزٹ)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
جامعہ نظامیہ شاہی فرامین کی روشنی میں

از: ڈاکٹر سید داود اشرف (ڈائرکٹر معاون)

جامعہ نظامیہ کے بانی فضیلت جنگ بہادرؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، وہ نہ صرف یہ کہ بانی جامعہ نظامیہ تھے۔ بلکہ انھیں سابق ریاست حیدرآباد کے آخری دو حکمرانوں نواب میر محبوب علی خاں آصف سادس اور نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع کے استاد رہنے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ بقول تمکین کاظمی ''بہ لحاظ فضیلت و علمیت حیدرآباد میں کوئی عالم آپ کے پایہ کا نہ تھا، مگر آپ کو نہ تو اپنی علمیت و فضیلت کے اظہار کا شوق تھا، نہ ہی آپ کا انکسار اور عجز اس کی اجازت دیتا تھا۔ آپ صدر الصدور اور صدر المہام امور مذہبی بھی ہو گئے تھے، مگر عہدہ دارانہ شان اور امارت آپ میں پیدا ہی نہ ہوئی، وہی عالمانہ وقار، بلکہ طالب علمانہ انکسار آپ میں تھا اور جو آخر تک رہا''۔

اس مضمون میں اس ذی احترام علمی و مذہبی شخصیت کی حیات اور کارناموں اور مدرسہ نظامیہ کے چند گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ چند گوشے صرف سات سال کی اس مدت کا احاطہ کرتے ہیں، جس کا آغاز نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع کی تخت نشینی سے اور اختتام فضیلت جنگ بہادر کے وصال پر ہوتا ہے۔ یہ مضمون آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز میں محفوظ دستاویزات و کاغذات کی چھان بین اور تحقیق کا نتیجہ ہے، مقصد یہ ہے کہ مدرسہ نظامیہ اور اس کے بانی کے بارے میں مستند مواد اہل علم کے لئے پیش کیا جائے۔ اس مضمون سے اس حقیقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سرپرستی، امداد اور فیاضی کے سلسلہ میں سابق ریاست حیدرآباد میں اس کے حکام باقاعدگی اور واجبیت کا ہر سطح پر کتنا خیال رکھتے تھے۔ آرکئیوز سے دستیاب ہونے والے مواد اور فرامین کو ذیل میں ترتیب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، جن کے غائر مطالعہ سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع نے فضیلت جنگ بہادر کی کس طرح قدردانی کی تھی اور مدرسہ نظامیہ کی ترقی میں کس درجہ دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

آصف سابع (دور حکمرانی ۱۹۱۱ء تا ۱۹۴۸ء) نے اپنے ابتدائی عہد حکومت میں مولوی انوار اللہ خاں بہادر کو محکمہ امور مذہبی میں کلیدی اور اعلیٰ ترین عہدوں پر مامور کیا تھا، جن پر کارگزار رہتے ہوئے مولوی صاحب نے اہم اور نہایت مفید خدمات انجام دیں۔ مولوی صاحب ۱۲؍مئی ۱۹۱۲ء کو صدر الصدور اور نظامت امور مذہبی کے عہدوں کے لئے معین المہام (وزیر) کا ایک جدید عہدہ ۱۹۱۳ء میں قائم کیا گیا تھا۔ جس پر نواب مظفر جنگ بہادر کا عارضی طور پر تقرر عمل میں آیا تھا، وہ اس عہدہ پر صرف سات ماہ کارگزار رہنے کے بعد ۱۲؍اپریل ۱۹۱۴ء کو انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے بعد مولوی انوار اللہ خاں بہادر کو بذریعہ جریدہ غیر معمولی مؤرخہ ۱۳؍اپریل ۱۹۱۴ء بیافت دو ہزار روپے ماہوار معین المہام امور مذہبی مقرر کیا گیا، وہ وفات پانے

تک یعنی تقریباً چار سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ آصف سابع نے اپنی سالگرہ کے موقع پر بذریعہ فرمان مؤرخہ ۲۲ را پریل ۱۹۱۷ء مولوی صاحب کو ''فضیلت جنگ بہادر'' کا خطاب عطا کیا۔ قبل ازیں نواب میر محبوب علی خاں آصف سادس نے ۱۸۸۴ء میں جشن تخت نشینی کے موقع پر مولوی صاحب کو ''خان بہادر'' کا خطاب عطاء کیا تھا۔

علم دوستی اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی کے لئے آصف سابع بڑی شہرت رکھتے تھے، یہ بات ممکن نہ تھی کہ ریاست کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ نظامیہ کی مالی امداد اور اس کی بہتر نگرانی آصف سابع کی خصوصی دلچسپی سے محروم رہتی؛ چنانچہ انہوں نے تخت نشینی کے اندرون ایک سال فرمان مؤرخہ ۲۴ رمئی ۱۹۱۲ء کے ذریعہ مدرسہ نظامیہ کے لئے دو ہزار روپے ماہانہ کی امداد منظور کی؛ اس فرمان میں انہوں نے یہ ہدایت بھی کی کہ مدرسہ نظامیہ کا انتظام مولوی انوار اللہ خاں بہادر کی زندگی تک انہیں کے سپرد رہے۔ آصف سابع نے مولوی صاحب کی تصانیف کی اشاعت کے لئے پانچ سو روپے ماہوار منظور کئے تھے؛ اس سلسلے میں سرکاری سطح پر جو کاروائی ہوئی تھی، اس کی مختصر روئیداد یہ ہے۔

مولوی انوار اللہ خاں بہادر نے آصف سابع کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی تھی، جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ مولوی حسن الزماں کو بیس پچیس سال سے تصنیفات چھپوانے کے لئے حکومت سے پانچ سو روپے ماہانہ ملتے تھے؛ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی درخواست میں یہ لکھا کہ وہ بھی ایک مدت سے اپنی حیثیت کے مطابق دینی مسائل پر کتابیں لکھ رہے ہیں؛ لہٰذا اگر وہ ماہوار ان کی تصانیف کی اشاعت کے لئے مقرر کی جائے تو اجر عظیم ہوگا۔ اس درخواست پر معین المہام فینانس نے لکھا کہ مولوی حسن الزماں کی ماہوار کی مسدودی سے متعلق مولوی انوار اللہ خاں بہادر سے رائے لینے کے بعد مسدودی کی تحریک کی گئی تھی اور پھر ماہوار کی مسدودی کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ اگر یہی ماہوار اب مولوی انوار اللہ خاں بہادر کے نام جاری ہو تو مناسب ہوگا۔ آصف سابع مناسب سمجھیں تو کوئی جدید ماہوار مقرر فرمائیں۔ آصف سابع نے اس تجویز پر فرمان مؤرخہ ۳۰ ر ستمبر ۱۹۱۲ء کے ذریعہ حکم دیا کہ اگر وہ ماہوار جو مسدود ہو گئی ہے، قابل اجراء نہیں ہے تو علحدہ از سر نو پانچ سو روپے ماہوار اس دینی کام کے لئے خاص طور پر مولوی صاحب کو دیئے جائیں، تاکہ انکے ذریعہ یہ کام جاری رہے۔

آصف سابع نے مولوی انوار اللہ خاں بہادر کے لئے احکام صادر کئے تھے کہ وہ صدر الصدوری کے کاغذات معتمد متعلقہ کی بجائے براہ راست مدار المہام (صدر اعظم) یا آصف سابع کی خدمت میں پیش کر کے ہدایات حاصل کریں۔ اس سلسلے میں ایک طویل عرضداشت میں صدر الصدور اور نظامت امور مذہبی کے کام کی صراحت کرتے ہوئے آصف سابع سے اس بارے میں احکام صادر کرنے کی گزارش کی گئی تھی کہ مدار المہام یا آصف سابع کے احکام کے لئے صدر الصدور کے دفتر کے کاغذات التزاماً معتمد امور مذہبی کے توسط سے پیش ہونے چاہئے یا معین المہام امور مذہبی وہ کاغذات بالراست پیش کر سکتے ہیں۔ اس عرضداشت پر آصف سابع نے بذریعہ فرمان مؤرخہ ۵ را پریل ۱۹۱۵ء یہ ہدایات جاری کیں

> ''فی الوقت معین المہام امور مذہبی خود صدر الصدور بھی ہیں، تو اس صورت میں سوال مذکور کے قطعی تصفیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ اگر کبھی معین المہام امور مذہبی کے علاوہ ایک جداگانہ عہدہ دار صدر الصدور مقرر

ہوگا' تو اس وقت تصفیہ کیا جاسکے گا کہ صدر الصدوری کے کاغذات بذریعہ معتمد علاقہ پیش ہونا چاہئے یا۔کیا؟ اب جب کہ صدر الصدور خود معین المہام امور مذہبی ہیں' تو وہ اپنی ذمہ داری سے صدر الصدور کے کاغذات بطور خود براہ راست مدار المہام یا سرکار میں پیش کر کے ہدایات یا احکام مناسب حاصل کرتے رہے''۔

مولوی انوار اللہ خاں بہادر نے محکمہ امور مذہبی کے ناظم اور معین المہام مقرر ہونے پر اس محکمہ میں کئی اصلاحات نافذ کیں' ریاست کے مسلمانوں اور خاص کر دیہات کے مسلمانوں کی مذہبی اصلاح اور سدھار کا کام ان کی خاص توجہ کا مرکز رہا۔ ریاست کے دیہاتوں کی مسلمان رعایا کی دینی اور مذہبی اصلاح کے لئے واعظین کے سلسلے میں آصف سابع نے فرمان مؤرخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۱۶ء کے ذریعہ ہدایات جاری کیں

> ''اس بارے میں معین المہام امور مذہبی کی رائے منظور کی جاتی ہے' حسبہ ہر ضلع کے لئے سردست ایک واعظ کا تقرر کیا جائے' ان کو پچاس روپے ماہوار اور بھتہ بیس روپے ماہانہ دیا جائے۔ ہر واعظ کے پاس ایک ایک چپراسی آٹھ روپے ماہوار متعین کیا جائے' لیکن واعظین کو اچھے طور سے ہدایت دی جائے کہ وہ اپنا وعظ اور دینیات کی تعلیم کو دورہ کر کے صرف مسلمانوں کی جماعت تک محدود رکھیں اور دوسرے مذہب والوں کی ہدایات یا مناظرہ سے کچھ تعلق و سروکار نہ رکھیں''۔

مولوی انوار اللہ خاں بہادر چاہتے تھے کہ مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو دار العلوم کے طلبہ کی طرح سرکاری ملازمتوں کا استحقاق دیا جائے۔ مولوی صاحب کی تحریک پر اس بارے میں سرکاری سطح پر جو کارروائی ہوئی تھی' اس کے خلاصے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو اس مسئلہ سے کتنی دلچسپی تھی۔ اس کارروائی کے تکمیل پانے اور اس سلسلے میں آصف سابع کا فرمان صادر ہونے سے چند ماہ قبل مولوی صاحب وفات پا چکے تھے' لیکن جو فرمان جاری ہوا تھا' وہ بڑی حد تک ان کی خواہش اور منشاء کے مطابق تھا۔ اس کارروائی کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

> ''مولوی صاحب نے آصف سابع کے نام ایک معروضے میں لکھا تھا کہ آصف سابع فیاضی سے مدرسہ نظامیہ کے طلبہ پر لاکھوں روپے صرف ہو رہے ہیں' جس کی وجہ سے ہندوستان کے علاوہ باہر کے طلبہ بھی فارغ التحصیل ہو رہے ہیں' مگر اس مدرسہ کے سند یافتہ ملکی طلبہ تیرہ سال تک تحصیل معقول ومنقول میں جاں فشانی کرنے کے باوجود سرکاری ملازمت کے لئے مستحق نہیں سمجھے جاتے' حالانکہ لیاقت میں یہاں کے طلبہ دار العلوم کے طلبہ سے کم نہیں ہیں۔ اگر آصف سابع یہ حکم صادر فرمائیں کہ جس قدر دار العلوم کے سند یافتہ طلبہ کو ملازمت کا استحقاق دیا گیا ہے' اس قدر استحقاق مدرسہ نظامیہ کے سند یافتہ طلبہ کو بھی دیا جائے تو بہت سے ملکی طلبہ بھی ملازمت کی توقع میں مدرسہ نظامیہ سے فائدہ اٹھا کر آصف سابع کے حق میں دعاء گو رہیں گے''۔

حکم

حضرت شیخ الاسلامؒ کی تجویز تقرر واعظین پر آصف سابع کے ۱۳۳۴ھ میں جاری کردہ حکمنامہ کا عکس

بشکریہ: گنجینہ دکن/ڈاکٹر داؤد اشرف

جب ایک سال سے زیادہ مدت گزر گئی اور اس بارے میں خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوئی' تو مولوی صاحب نے آصف سابع کے نام ایک اور درخواست کے ذریعہ اپنے سابق معروضے کی پذیرائی کے لئے یاد دہانی کی۔ آصف سابع نے فرمان مؤرخہ ۱۰/جنوری ۱۹۱۸ء کے ذریعہ مولوی صاحب کی درخواستوں پر کیفیت اور رائے پیش کرنے کی ہدایت دی۔

ناظم تعلیمات (سرراس مسعود)' معتمد تعلیمات (سر اکبر حیدری) اور معین المہام تعلیمات (فخر الملک) نے اس بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا کہ مدرسہ نظامیہ کے نصاب تعلیم میں دنیاوی اور سرکاری ملازمتوں کی ضرورتوں کا کم لحاظ رکھا گیا ہے' چنانچہ جغرافیہ' تاریخ' حساب اور سائنس کے مضامین داخل نصاب نہیں ہیں' اس لئے سب سے پہلے نصاب کی اصلاح ضروری ہے' اس کے علاوہ جامعہ نظامیہ کے طلبہ بھی دارالعلوم کے طلبہ کی طرح سرکاری امتحانات میں شریک ہوکر کامیابی حاصل کریں' تب انہیں بھی دارالعلوم کے طلبہ کی طرح عام سرکاری ملازمت کے لئے حقوق عطاء کئے جاسکتے ہیں۔

معین الملک سیاسیات فریدوں الملک نے لکھا کہ مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو حسب لیاقت سرکاری دفاتر میں ملازمت ملنی چاہئے' کیونکہ جس قسم کی تعلیم یہ طلبہ پاتے ہیں' اس سے ان کو عام لیاقت اس قدر حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ دفتری خدمات کے لئے کافی سمجھی جائے' البتہ اس کی ضرورت نہیں ہے کہ مدرسہ نظامیہ کے طلبہ کے لئے بھی بغرض حصول ملازمت وہی حقوق مقرر کئے جائیں' جو طلبہ دارالعلوم کو دیئے گئے ہیں۔ اس بارے میں عرضداشت پیش ہونے پر آصف سابع نے فرمان مؤرخہ ۱۰/اگسٹ ۱۹۱۸ء کے ذریعہ حکم دیا کہ

"مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو اپنی اپنی ذاتی لیاقت کی مناسبت سے سرکاری خدمات پانے کا حق حاصل رہے گا"۔

فضیلت جنگ بہادر کے وفات پانے پر آصف سابع نے ان کی رحلت کو ملک اور قوم کا عظیم نقصان قرار دیا' آصف سابع نے حسب ذیل تعزیتی فرمان مؤرخہ ۱۵/اپریل ۱۹۱۸ء کے ذریعہ مولوی صاحب کی شخصیت اور خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

"مولوی محمد انوار اللہ فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس و ورع اور ایثار ونفس وغیرہ کی خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم ، میرے نیز میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا' جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے متمتع ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور "صدر الصدور" مقرر کیا تھا اور اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہام امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کرسکے گا۔ بہ لحاظ ان

خصوصیات کے مولوی صاحب کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے پچیس پچیس روپے ماہانہ کے مولوی صاحب کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کئے جائیں' یہ وظیفے کس درجے کے طالب علموں کو کس مدت کے لئے اور کن شرائط سے دیئے جائیں گے' اس کے متعلق علحدہ تجاویز پیش کر کے میری منظوری حاصل کی جائے''۔

آصف سابع کو اپنے استاد محترم کے قائم کردہ مدرسہ سے خاص تعلق خاطر تھا' انہیں یہ بات پسند نہ تھی کہ یہ مدرسہ اصطبل میں قائم رہے' چنانچہ اپنے اتالیق کی وفات کے چند ماہ بعد ہی آصف سابع نے فرمان مؤرخہ ۲۸/جولائی ۱۹۱۸ء کے ذریعہ احکام صادر کئے کہ حکومت کی جانب سے اصطبل کا انہدام کر کے' اسی مقام پر پندرہ بیس ہزار روپے کی لاگت سے مدرسہ کے لئے ایک چھوٹی سی عمارت تعمیر کی جائے۔

آرکائیوز کے ریکارڈ سے اخذ کردہ مواد کی بنیاد پر قلم بند کردہ یہ مضمون صرف چند برسوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اگر اس موضوع پر آندھرا پردیش آرکائیوز میں محفوظ تمام متعلقہ مواد کو تجزیہ کے ساتھ پیش کیا جائے' تو یقین ہے کہ اس موضوع پر بہت سے نئے گوشے منظر عام پر آئیں گے۔

☆☆☆

تذکرۂ حضرت شاہ رضا رحمۃ اللہ علیہ

دکن کے مشہور و معروف اولیاء کرام میں بارھویں صدی کے حضرت سید شاہ رضا علی رضوی المدنی کا مقام منفرد نظر آتا ہے۔ آستانہ رضوی میں کئی بزرگان دین محو خواب ہیں، یہ آستانہ بے ہودہ مکروہ رسومات سے پاک وصاف ہے، یہاں خانقاہی نظام آج بھی سانسیں لے رہا ہے اور بندگان خدا کے روحانی علاج کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضرت سید شاہ رضا علی حسینی رضوی المدنی المعروف سید شاہ رضاؒ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اسی لئے مورخین نے آپ کو سادات رضوی لکھا ہے، آپ کے آباء واجداد مدینہ طیبہ سے تبلیغ اسلام فرماتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے تھے اس لئے ''المدنی'' آپ کے نام کا جز بن گیا۔ آپ کی حیات کی جھلکیاں

(۱) تاریخ گلزار آصفیہ

(۲) محبوب ذی المنن تذکرہ اولیاء دکن' حصہ دوم وسوم

(۳) تاریخ النوائط

(۴) مشکواۃ النبوۃ (۵) پنج گنج (۶) انوار الاخیار

(۷) حدیقۂ رحمانی (قلمی)

(۸) مرأۃ الکونین جیسی معتبر ومستند کتب ہمیں ملتی ہیں

یہ تذکرہ مبارک ان ہی کتابوں کے مستند مواد، حالات، واقعات وکرامات کی مدد سے مولانا محمد فصیح الدین نظامی نے مرتب کیا ہے، امید کہ اس زندہ ولی کے بافیض تذکرہ سے عامۃ المسلمین مطالعہ واستفادہ کر کے اپنی دینی ودنیاوی زندگی میں انقلاب برپا کریں گے۔

☆☆☆

آصف جاہ سابع
کی فروغ دینی علوم میں سرپرستی

از: مولانا پروفیسر **محمد سلطان محی الدین** صاحب' سابق صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیوسٹی، صدر جمہوریہ ایوارڈ یافتہ

سلطان العلوم، شمس الملۃ والدین نواب میر عثمان علی خاں نظام سابع مرحوم کے زرین کارناموں میں ایک روشن اور اہم کارنامہ دینی علوم کی تعلیم واشاعت ہے۔ علوم شرقیہ کی ترویج واشاعت میں حضور نظام کی سرپرستی اور عطوفات شاہانہ کو بھلایا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ آصف سابع کی زندگی کا اہم جز رہا ہے۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے جسکے ساتھ اس مختصر مضمون میں پورا انصاف تو نہیں کیا جاسکتا تاہم اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ دینی علوم والسنہ شرقیہ کے فروغ میں سلطان العلوم کی کس درجہ توجہات اور مساعی جمیلہ رہی ہیں تاکہ نئی نسل آصف جاہ سابع کی وقیع تاریخ کے اس روشن پہلو اور اہم باب سے واقف ہو اور اس کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے۔

قرآن حکیم میں کثرت سے نہ صرف سابقہ قوموں کے حالات وواقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کو ہدایت بھی دی گئی ہے کہ وہ پچھلی قوموں کے قصوں اور گزرے ہوئے واقعات اور معرکوں کو یاد دلائیں چنانچہ حکم دیا گیا۔ ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ﴾ کیونکہ ان واقعات کی حیثیت فیصلہ کن ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو یاد کرنے اور یاد دلانے، سننے اور سنانے میں بڑی مصلحتیں اور کئی فوائد مضمر ہوتے ہیں۔ ان سے آگہی اور دعوت فکر وعمل ملتی ہے۔ غفلت، بیداری سے بدلتی ہے۔ سلطان العلوم کی صدی تقاریب کا انعقاد بھی اسی قبیل کا ہے جو نہایت مفید اور بامقصد سعی مشکور ہے۔

ایک زوال پذیر معاشرہ کیلئے اس قسم کے اجتماعات سدباب اور پھر اس کے احیاء وارتقاء کیلئے ضروری اور ناگزیر ہوجاتے ہیں ایسے تقاریب کا مقصد صرف ''پدرم سلطان بوذ'' کہہ لینا نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئیے۔

لَيْسَ الْفَتٰى مَنْ يَقُوْلُ كَانَ اَبِىْ
وَلٰكِنَّ الْفَتٰى يَقُوْلُ هَا أَنَذَا

نوجوان کی بہادری یہ کہنے میں نہیں ہے کہ میرے باپ یہ تھے، ایسے تھے، بلکہ اس کی اصل بہادری تو یہ کہنے میں ہے کہ میں بھی کچھ کم نہیں۔ موافق سلف نہ ہوں تو ناخلف، خدمات وکارناموں میں ان کے برابر ہوں تو خلف اور اگر ان کارناموں میں سلف سے بھی بازی لے جائیں تو ''خلف الرشید'' کہلاتے ہیں۔ غرض کہ اسلاف کے شاندار کارناموں کے تذکرہ کی بنیاد ہی یہ ہے کہ افراد وقوم میں جذبات عملی پیہم پیدا کئے جائیں۔ ماضی سے حال کو سدھارتے اور سنوارتے ہوئے مستقبل کو درخشاں بنایا جائے۔ حضرت سعدیؒ نے اسی متن میں بڑی حکمت ودانش کی بات ہمیں بتائی ''میراث پدر خواہی علم پدر آموز'' باپ کی میراث اور ان کا مقام ومرتبہ چاہتے ہوتو ان کا علم وہنر سیکھو اور ان جیسے مہتم بالشان کارنامے انجام دو۔ ان اشارات سے یہ بتانا مقصود ہے

کہ یہ وہ یادیں ہیں جو معاشرہ کی حمیت وغیرت کو جھنجوڑتی اور جادۂ عمل پر گامزن کرتی ہیں۔کوئی بھی معاشرہ اپنے ارتقائی مراحل اس وقت تک طے نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کو اپنی منزل کا شعور نہ ہو۔معاشرہ اپنے ارتقاء کی کس منزل ومعیار پر ہے اس کا اندازہ تو اس کے علوم وفنون اور صنعتوی سے ہی کیا جاسکتا ہے دوسرے الفاظ میں کسی قوم وملت کے استحکام اور ہمہ پہلو ترقی کا راز دراصل علوم وفنون کے حصول اوران میں مشاہدات ومہارت پیدا کرنے میں پوشیدہ ہے۔اگر ہم سلطان العلوم کے درخشاں اور حیات آفریں دور کا بالا ستیعاب مطالعہ کریں تو ذہن میں عہدِ عباسی کے زرین عہد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔جدید حیدرآباد کے عظیم معمار کے عظیم وفخیم کارنامے،تاریخ اسلام کے عموماً اور تاریخ دولتِ آصفیہ کے خصوصاًدرخشاں ابواب ہیں۔

اصول سلطنت ہوں یا تدبیرِ مملکت ،نظم ونسق عامہ ہویا زراعت وتجارت،آب پاشی کا انتظام ہو کہ صنعتوں کا فروغ،قدیم علوم والسنہ کی تعلیم واشاعت ہو کہ عصری علوم فنون اور اَلسنہ جدیدہ کی ترویج وتعلیم،رعایا پروری ہو یا عام رواداری،ادب وفنون لطیفہ ہوں یا شعروسخن غرض کہ ہر شعبہ حیات میں سلطان العلوم کے نمایاں کارنامے رہنما اصولوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ کے ان عظیم الشان اور بیشمار کارناموں کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آجاتا ہے۔

زفرق　تابہ　قدم　ہرکجاکہ　می　نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

ہم اب اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ سلطان العلوم نے دینی علوم کی تعلیم واشاعت میں کیا حصہ لیا اور کسقدر سرپرستی کی؟ آصف جاہ سابع کے عہد میمنت میں تین بڑے تعلیمی ادارے تھے، جنہیں تاریخی اہمیت حاصل ہے۔دارالعلوم،جامعہ نظامیہ،اور جامعہ عثمانیہ، ۱۸۵۶ء میں دارالعلوم قائم ہوا دارالعلوم کے قیام کے کوئی ۲۷ سال بعد ۱۸۷۵ء میں جامعہ نظامیہ قائم ہوا اور جامعہ نظامیہ کے قیام کے بعد ۱۹۱۸ء میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل آیا۔

دارالعلوم ،علوم دینیہ عربیہ اور السنہ شرقیہ کا پہلا کالج تھا۔اس کا نصاب تعلیم ''درس نظامی''تھا۔علومِ متداولہ کے علاوہ دارالعلوم میں عصری ضروریات کوملحوظ رکھا گیا تھا۔اسکے دوسرے شعبہ میں انگریزی حساب اور مقامی زبانوں کی بھی بقدرضرورت تعلیم دی جاتی تھی۔اس تعلیمی ادارہ سے کئی نامور اور ممتاز علماء پیدا ہوئے۔لیکن جب عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوگئی تو دینیات کا پورا شعبہ جامعہ عثمانیہ میں منتقل کردیا گیا جس سے دارالعلوم کی انفرادیت ختم ہوگئی۔اس طرح اس کا وہ امتیاز باقی نہیں رہا جو پہلے تھا۔

جامعہ نظامیہ :۔ درس نظامی کا واحد مرکز تھا اسکے موقر بانی شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ بہادر قدس سرہٗ العزیز نے ۱۲۹۲ھ میں اس عظیم درسگاہ کو قائم فرمایا ملک کے بعض ممتاز اور بڑے بڑے علماء اسی درسگاہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ ابتداء میں یہ اہل خیر کی امداد پر چلتا رہا۔جب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ اعلحضرت کی تعلیم پر مقرر کئے گئے تو مدرسہ کے لئے پانچسو روپیہ ماہوار امداد مقرر فرمائی اب یہاں سے شاہی سرپرستی کا دور شروع ہوتا ہے۔ ۱۳۰۶ھ میں محکمہ عالی کی طرف سے دوسو روپیہ ماہوار امداد جاری ہوئی تاآنکہ آصف سابع بھی مولانا انوار اللہ کے تلامذہ میں داخل ہوئے اور جب تخت نشین ہوئے تو مدرسہ کی سالانہ امداد میں ایک ہزار تین سو ماہوار کا اضافہ فرمایا کچھ عرصہ بعد امداد دوہزار پانچسو روپیہ کردی گئی

سلطان العلوم کی شخصی سرپرستی اس کے علاوہ رہی۔ اخیر زمانہ میں معتمد امور مذہبی کی تحریک پر آصف جاہ سابع نے ذریعہ فرمان ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۶۷ھ م مئی ۱۹۴۸ء کے مراسلہ فینانس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جامعہ کے نام (۳) لاکھ سالانہ اور (۲) لاکھ امداد منظور ہوئی۔ مدرسہ اور بانی مدرسہ حضرت فضیلت جنگ سے سلطان العلوم کو جو تعلق خاطر تھا فرامین ذیل سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱) مولوی محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے۔ اور اپنے تقدس و تورع اور ایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم اور میرے، نیز دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا۔ جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے متمتع ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہامی امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا تھا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں۔ بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک وقوم کو نقصان پہونچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب کی جدائی کا سخت افسوس ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے ۲۵ ۲۵ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کئے جائیں (۱)۔

سلطان العلوم اپنے اساتذہ کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ آپ کے (۲۱) سال تک استاد رہے۔ تلمیذ مودب فرماتے ہیں۔

با ادب سرِ انگوں کردہ بہ پیش عالمے
از علومِ دیں نگر ما استفادہ کردہ ایم

درسگاہ کی شان میں ایک قطعہ موزوں فرمایا:۔

چو مستی ازشراب ناب گشتہ
ہمہ تشنہ دہن سیراب گشتہ
زفیضِ بانی استاد سلطاں
ریاضِ علمِ دیں شاداب گشتہ

جامعہ کی جدید عمارت کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر فرمایا:۔

قیمتِ جنس فزوں تر ہوئی بازاروں سے
دل بھی آباد ہوا دیکھ خریداروں سے
آمدِ بادبہاری نے جمایا نقشہ
خلشِ گُل بھی مٹی دیکھ لے توخاروں سے
بلبلیں اُڑتی ہیں ہو ہو کے چمن پرقرباں
رنگِ گل پھوٹ پڑا آج جو گلزاروں سے
دیکھ لے آج ذراشانِ علومِ دینی
صوتِ تبریک نمایاں ہے جو مزماروں سے
سنگ اور خشت نے بھی خوب دکھایا جوہر
صنعتِ قصر ہوئی دیکھ لے معماروں سے
شام کہتی ہے یہی صبحِ صفاسے سن لو
جگمگا یاہے فلک دیکھ لے تو تاروں سے

نہیں معلوم ہوا کیا ہے جبھی تو عثماں
گونج اٹھا مکتبِ انوار پرستاروں سے

۲) آصف جاہ سابع نے ایک اور فرمان مبارک میں کہا:۔

جامعہ نظامیہ کی تعلیمی حالت کو دیکھنے کیلئے بشرطِ صحت جامعہ میں آتے رہوں گا اور عرس شریف کا اہتمام صیغہ اعراس صرفخاص مبارک سے ہوگا تا کہ اس شاگرد کو فائدہ پہونچے۔

۳) فرمایا: جامعہ کی تنظیم جدید ہوگی اور اس وقت یہ جامعہ ہر قسم کی اعانت کا مستحق ہے جس کو دینے کے لئے ایک شاگرد آمادہ ہوگیا ہے۔ اپنا فرض منصبی سمجھ کر زمانہ گذشتہ میں بہ شمول شاگرد کلاں (مرحوم سرکار) ہر دو نے علم دین حاصل کر کے اپنے استاد کا نام دنیا میں روشن کیا جس کے مولوی صاحب مستحق تھے۔ لا شک فیہ۔

فرمایا:۔

بانی مکتب کی عثماں یاد بھی آتی رہے
نغمے بھی اس ذات کے صبح ومسا گاتی رہے
برسرِ قبرِ مطہر کہتا ہے سارا جہاں
آمدِ فصلِ بہاری پھول برساتی رہے (۲)

۴) ذریعہ فرمان مبارک ۳ر سپٹمبر ۱۹۶۱ء یہ ہدایت جاری فرمائی۔

''زمانہ گذشتہ سے لے کر تا ایں وقت یہ جامعہ دینی درسگاہ اور مرکز علوم مشرقی رہا ہے جسکو امور سیاسی یا کسی پولٹیکل پارٹی سے کبھی تعلق نہیں رہا لہذا آئندہ بھی اس کا مسلک یہی رہے گا تا کہ آفاتِ جہاں سے یہ محفوظ رہے۔ خصوص اس حالت میں کہ اس کا مربی اور سرپرست نظام سابع ہے ایسی حالت میں وہ امور مذکورہ کی نگرانی کرتا رہے گا تا کہ اسکے اعداء یا بدخواہ کسی وقت اس جامعہ کو پیچیدگیوں میں لا کر بدنام نہ کردے کیونکہ حالات دنیا دگرگوں ہے لہذا احترام واحتیاط کی سخت ضرورت ہے بقول

ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را

غرض کہ سلطان العلوم نے اس دینی درسگاہ کی ایسی آبیاری کی کہ سارے ہندوستان، سمرقند و بخارا، افغانستان اور بنگال سے طالبانِ علوم دینیہ نے اس سرچشمہ فیوض و برکات سے فیض حاصل کیا۔ الحمد للہ آج بھی ملک اور بیرون ملک میں اس کا فیض جاری ہے۔

امداد مدارس دینیہ:۔ سلطان العلوم نے نہ صرف جامعہ نظامیہ کی سرپرستی فرمائی بلکہ مدارس دینیہ کی امداد میں فراخدلی سے حصہ لیا ان امدادی مدارس کی فہرست بڑی طویل ہے حضور نظام سابع کی اس امداد میں شیخ الاسلام حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سفارشات کا بڑا دخل تھا۔ اس سلسلہ میں چند اہم مدارس دینیہ کے نام ''مطلع انوار'' کے حوالے سے ذیل میں دئے جاتے ہیں۔

مدرسہ	امداد
۱۔ مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف	ماہانہ ایک ہزار روپیہ
۲۔ اضافہ امداد مدرسہ دارالعلوم۔	(٦) سو روپیہ ماہانہ
۳۔ مدرسہ کوٹھا پور۔	(۲) سو روپیہ ماہانہ
۴۔ مدرسہ حفاظ خلد آباد شریف۔	(۱۰۰) روپیہ ماہانہ
۵۔ مدرسہ حفاظ مکہ مسجد۔	(۱۲۵) روپیہ ماہانہ
٦۔ مدرسہ بدایون	(۱۲۵) روپیہ ماہانہ
۷۔ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد	(۱۰۰) روپیہ ماہانہ
۸۔ مدرسہ فتح پور سیکری (دلی)	پچاس روپیہ ماہانہ
۹۔ مدرسہ میواڑ اودے پور	(۱۲۵) روپیہ ماہانہ

۱۰۔ امداد مدرسہ برار ماہوار و یکمشت برائے تعمیر مسجد

۱۱۔امداد انجمن ہدایت الاسلام اورنگ آباد پچاس روپیہ ماہانہ (۳)۔

اسی طرح سلطان العلوم نے اشاعت علوم کے لئے دائرۃ المعارف ،مجلس اشاعت العلوم ، اسلامک کلچر، ندوۃ المصنفین ، جیسے کئی علمی اداروں کی مالی سر پرستی فرمائی ۔سیرۃ النبی مولانا شبلی نعمانی کی طباعت واشاعت میں بڑی بڑی امدادیں جاری کیں ۔تراجم قرآن میں گرنقدر اعانت فرمائی ،مساجد، خانقاہوں اورمزارات کی تعمیر میں بڑا حصہ لیا، علماء وشعراء ، مصنفین اور مؤلفین کی قدر افزائی کی ۔ اسلامی معاشرہ میں جو بگاڑ اورخرابیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کو دور کرنے کے لئے اصلاحات نافذ کئے۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ :۔ ۱۸۸۸ء میں شیخ الاسلام حضرت فضیلت جنگ ،نواب عماد الملک اور ملا عبدالقیوم کی مشترکہ مساعی سے دائرۃ المعارف کا قیام عمل میں آیا۔اس شہرہ آفاق ادارے سے اب تک ۱۵۲ قدیم نادر علمی ،ادبی ،تاریخی اورثقافتی بلند پایہ مخطوطات کی تصحیح اور تعلیقات کے ساتھ طباعت اور اشاعت کی گئی حیدرآباد کا یہ وہ ممتاز اور وقیع علمی ادارہ ہے۔جس سے نہ صرف علوم اسلامیہ کی اشاعت ہوئی بلکہ دنیا میں اس سے ہمارے ملک کا نام روشن ہوا اور ہو رہا ہے۔

مجلس اشاعۃ العلوم :۔ اس موقر مجلس کو بھی حضرت فضیلت جنگ بہادر نے حضور نظام سابع کی سر پرستی میں ۱۳۲۰ھ میں قائم فرمایا،اس ادارہ کا مقصد قیام یہ ہے کہ اس کے ذریعہ علماء کی تصنیفات وتالیفات کو طبع کیا جائے چنانچہ اس ادارے سے اب تک (۱۵۰) کتب قیمہ شائع ہوچکی ہیں بیشتر حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ کی تصانیف ہیں۔

اسلامک کلچر:۔ آج سے کوئی (۷۸) سال پہلے کی بات ہے کہ حیدرآباد سے اسلامی تہذیب وثقافت کو ایک انگریزی رسالہ کے ذریعہ پیش کرنے کی تجویز ملک کے ممتاز علماء اور عمایدین نے سلطان العلوم کی خدمت میں پیش کی ۔سلطان العلوم نے اس تجویز کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اس کو شرف قبولیت بخشا ۱۹۲۵ء میں نواب عماد الملک کی صدارت میں موقر ادارہ وجود میں آیا اور ۱۹۲۷ء میں مسٹر محمد پکتھال کے زیر ادارت ''اسلامک کلچر'' کے نام سے پہلا شمارہ شائع ہوا۔مسٹر پکتھال کی وفات کے بعد مشہور مستشرق اسدوس اوران کے بعد سید ہاشمی فرید آبادی مدیر ہوئے ان کے بعد ڈاکٹر عبدالمعید خاں صاحب پروفیسر شعبہ عربی وناظم دائرۃ المعارف کو اس کا معتمد اور اڈیٹر بنایا گیا اب یہ مجلّہ پوری آب وتاب کے ساتھ شائع ہونے لگا یہ اپنے علمی معیار رکھ رکھاؤ اور مستند مواد کی بدولت بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔مغرب ومشرق کی یونیورسٹیوں میں تحقیق کرنے والے اسکالرس سے کافی مواد حاصل کرتے ہیں اور بیشتر محققین اپنی تحقیق میں اکثر اس کا حوالہ دیا کرتے ہیں۔اب یہ مجلّہ ثقافیہ نواب مکرم جاہ بہادر کی سر پرستی اور نواب مفخم جاہ کی صدارت میں پابندی کیساتھ اسی آب وتاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

غرض کہ یہ دینی علوم اوراسلامی ثقافت کی ترویج واشاعت ابتداء ہی سے سلطان العلوم کی سر پرستی کے برکات وثمرات ہیں ۔ سلطان العلوم کی دینی علوم کی تعلیم واشاعت میں سر پرستی دراصل ان کے ذاتی ذوق وشوق اوران میں دستگاہ کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ کو ممتاز اور یکتائے روزگار اساتذہ میسر آئے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقیؒ ،نواب عماد الملک

سید حسین بلگرامی اور علامہ سید علی شوستری ۔اس کے علاوہ شعائر دینی کا آپ کو بڑا الحاظ و پاس تھا جب بھی آپ مکہ مسجد تشریف لے جاتے تو لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور آداب بجالاتے آپ نے اس عمل کو سختی سے روکا اور فرمایا خدا کے گھر میں بادشاہ اور فقیر دونوں برابر ہیں۔ سب کو ایک رنگ میں خدا کے حضور کھڑا ہونا چاہئیے ۔سلطان العلوم کا یہ احساس وعمل اپنے اندر کسقدر حقیقت رکھتا ہے۔اسی طرح آپ کو صحابہ کرام کے آداب واحترام کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں جب آپ نے دلی کا سفر کیا تو آپ کے لئے خواجہ حسن نظامی صاحب نے سماع کا اہتمام کیا۔حسنِ اتفاق سے وہ دن حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا دن تھا،شمس الملۃ والدین نے خواجہ صاحب کو خط لکھا جسکا متن یہ ہے۔

''حسن نظامی صاحب ۔بعد نماز جمعہ ۱۸ ذالحجہ کو جو قوالی کی شرکت کی دعوت دی ہے تو اس کے متعلق مجھے یہ کہنا ہیکہ یہ ٹھیک ہے مگر اس دن خلیفہ سومؓ کی شہادت بھی واقع ہوئی ہے جس کا ہم کو (اہل تسنن کو) احترام کرنا ہے جو کہ داماد وصحابی جلیل رسول تھے۔اس لئے آئندہ جمعہ ۲ مارچ کو اگر یہ مجلس قوالی مقرر ہوتی تو میں درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کی زیارت سے فارغ ہو کر بعد نماز جمعہ اس میں خوشی سے شرکت کرتا اس لئے ارادہ ہے کہ آئندہ جمعہ ۱۳ مارچ کو جامع مسجد میں نماز ادا کروں۔ بہر حال ہمارا فرض ہے کہ جسکی جیسی کچھ منزلت ہے اس کا صحیح معنی میں اعتراف کریں مجھے امید ہے کہ میرا منشاء صاف ظاہر ہو جائیگا خواجہ صاحب پر(ع)''

سلطان العلوم کے ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ آپ کو صحابہ کرام کے احترام کا کس درجہ خیال رہتا تھا۔اسی طرح آپ کو اہل بیت اطہار سے بھی محبت تھی اور اولیاء کرام کا بڑا احترام کرتے تھے اور انکی درگاہوں پر حاضری دیتے تھے۔ یہاں اس موقعہ پر ایک اور واقعہ لکھا جاتا ہے کہ جس سے آصف جاہ سابع کی بندگی اور اللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ میرے خالو سید امان اللہ حسینی جو صرف خاص مبارک کے مہتمم تھے اور کبھی کبھار حضور کی پیشی میں باریاب بھی ہوتے تھے میں نے ان سے ایک دفعہ پوچھا کہ حضور نظام چامینار پر شہادت کی انگلی اٹھا کر اس طرح سلامی کیوں لیتے تو حضرت نے بتایا کہ یہی سوال کسی منہ چڑھے درباری نے حضور سے کیا،حضور نے اسے اپنے مخصوص لہجہ میں اس کی حقیقت سمجھائی ، کیا تو پرچمِ آصفی اور تاجِ آصفی کو نہیں دیکھا کہ اس پر **العظمة لله** لکھا ہوا نہیں ہے،کیا تو تشہد میں رفعِ سبّابہ نہیں کرتا؟ سن! میرے سپاہی میری تعظیم کے لئے سلامی دیتے ہیں میں نے سلامی لینے کا یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ اصل عظمت اللہ کے لئے ہے اسلئے اس طریقہ سے میری بندگی اور اللہ کی عظمت کا اظہار ہوا، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان العلوم کس قدر سچے مسلمان اور اچھے اور حقیقت پسند صوفی بادشاہ تھے۔

سیاسی نظریات میں ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ اچھا بادشاہ جمہوریت سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ A good King is better than democracy واقعی وہ ایک اچھے اور رعایا پرور بادشاہ تھے۔ بہ حالات موجودہ اس حقیقت کا صحیح اور بہ آسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آخیر میں سلطان العلوم کی خدمت میں اس موقع پر میرؔ کا یہ شعر بطور سوغات پیش ہے۔

بارے دنیامیں رہو غم زدہ یاشاد رہو
ایسا کچھ کرکے چلویاں کہ بہت یاد رہو

اس مختصر مقالہ کو جسمیں موضوع کے ساتھ انصاف نہ کیا جاسکا اس شعر پر ختم کیا جاتا ہے

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

☆☆☆

نوٹ

اعلحضرت نواب میر عثمان علیخان نظام سابع سابق حکمران حیدرآباد کا جامعہ نظامیہ سے گہرا تعلق رہا ہے اور انہیں یہ مرکز دین ودانش بہت عزیز تھا۔ مضمون بالا چونکہ مارچ ۱۹۸۳ء میں سلطان العلوم صدی تقاریب کے موقع پر ادبی اجلاس میں پڑھا گیا اور بیحد پسند کیا گیا اس لیے اس مقالہ کو شریک اشاعت کیا گیا ہے۔ (مرتب)

(بشکریہ سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ حیدرآباد ص ۲۷ تا ۳۴، ۱۹۸۴ء)

☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ، مطلع الانوار، ص ۲۹، ۳۰۔ ۱۴۰۵ھ، ناشر جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

(۲) روزنامہ ''صبح دکن'' مورخہ ۳ر نومبر ۱۹۶۱ء حیدرآباد دکن، اے پی

(۳) مولانا مفتی محمد رکن الدین، مطلع الانوار، ص ۴۸، ۴۹۔ ۱۴۰۵ء، حیدرآباد دکن (اے پی)۔

☆☆☆

حیات شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ

یہ تذکرہ ہے ایک مجدد اسلام کا، یہ مرقع ہے ایک اللہ والے کا، یہ حالات ہیں ایک عالم باعمل کے، یہ احوال ہیں ایک صوفی باصفا کے، یہ شب و روز ہیں ایک عارف باللہ کے، یہ شام و سحر ہے ایک مصلح امت کی، یہ داستان ہے ایک مجاہدِ ملت کی، دکن، تاریخ کے ہر دور میں اپنی تاریخی' علمی' ثقافتی' شعری و ادبی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔ عہد آصف جاہی کے شہرۂ آفاق مردان حق آگاہ میں شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فارقیؒ بانی جامعہ نظامیہ کی شخصیت بڑی جامع الصفات تھی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کسی جدید مسلک کے بانی نہیں بلکہ آپ ایک راسخ العقیدہ حنفی، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سچے پیرو، امام اہلسنت والجماعت اولیاء اللہ کے نہایت معتقد، بڑے سلسلہ میں منسلک، وحدت الوجود کے قائل صاحب خرقہ وخلافت تھے۔

حضرت شیخ الاسلام کے 90 سالہ عرس کے موقع پر ائمہ' خطباء' ومعزز شہریان سکندرآباد کے حسن عقیدت ایک یادگار جشن ونعتیہ محفل کا انعقاد عمل آیا، چنانچہ مفکر اسلام حضرۃ العلامہ مفتی خلیل احمد صاحب قبلہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ وفخر المشائخ حضرت سید نور الحید رحق نما شاہ صوفی نوری اعظمی قبلہ صدر قاضی سکندرآباد کے زیر سرپرستی علماء کرام ومشائخ عظام کے علاوہ محبان شیخ الاسلامؒ بانی جامعہ نظامیہ سکندرآباد حیدرآباد کی خصوصی دلچسپی وتعاون سے ایک ہزار ملٹی کلر پوسٹر، پچیس عدد بیانر، دس ہزار دستی پمفلٹس، دوسو خصوصی دعوت نامے (فرمان ٹائپ) تیار کئے گئے۔ اور حیات شیخ الاسلام کے شب و روز پر مشتمل زیر نظر کتاب بھی شائع کی گئی جس کے حصہ اردو کو مولانا محمد فصیح الدین نظامی، خطیب جامع مسجد سکندرآباد نے عام فہم انداز میں مرتب کیا جبکہ حصہ انگریزی محترمہ ڈاکٹر پروین رخسانہ صاحبہ کا تحریر کردہ ہے جو مختصر ہونے کے باوجود جامع مواد پر مبنی ہے۔ ☆☆☆

حیدر آباد کے تعلیمی امور کے بارے میں

سلطان العلوم کے چند فرامین

مضمون نگار: ڈاکٹر زیب حیدر

ہوائیں خوش گوار اب علم کی چلنے لگیں ہر سو
دل بیمار کے حق میں ہوئی گویا مسیحائی
زبان حال سے ہے جامعہ عثمانیہ گویا
عروس علم کی دیکھے کوئی تزئین وزیبائی
جو سلطان العلوم اس نے لقب پایا زمانے میں
خوشی بے حد ہوئی میری زباں پر یہ دعا آئی
الٰہی خسر وِ خاور کا جب تک دور دورہ ہو
رہے قائم یہ مرکزِ علم اور شہہ کی دارائی

(نواب قدرت نواز جنگ بہادر قدرتؔ)

نواب میر عثمان علی خان کا عہد آصف جاہی دور کا ایک درخشندہ دور رہا ہے، اس عہد کا سب سے بڑا کارنامہ علم وادب کی ترویج اور جامعہ عثمانیہ ودارالترجمہ کا قیام ہے صرف یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو ان کے نام کو زندہ رکھ سکتی ہیں، اس کے علاوہ ان کی مذہبی رواداری اور خود ان کی شاعری، رعایا پروری اور داودہش کا شہرہ اس زمانے میں عام تھا، نہ صرف حیدر آباد بلکہ ہندستان کے دوسرے شہروں کے مشاہیر، علماء تعلیمی اور مذہبی اداروں کو رقمی امداد دی جاتی تھی، اس کا اندازہ چند فرامین سے لگایا جاسکتا ہے جو ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں آپ نے جامعہ نظامیہ اور دیگر مذہبی مدارس کے اخراجات تعلیم کے عام مسئلے پر غور کرنے کے لیے کچھ اراکین کی ایک کمیٹی تشکیل دی تھی اس کے متعلق فرمان ملاحظہ ہو،

فرمان

بملاحظہ عرض داشت صیغہء فینانس معروضہ ۹/ جمادی الثانی ۱۳۴۳ء جو مدرسہ نظامیہ اور دیگر مذہبی مدارس کے اخراجات تعلیم کے عام مسئلے پر غور کرنے کی نسبت ہے۔

حکم:۔اس عام مسئلے پر غور کرنے کیلئے حسب ذیل ارکین کی ایک کمیٹی منعقد کی جائے

۱۔صدالصدور۔صدر نشین
۲۔ناظم امور مذہبی۔رکن
۳۔نائب ناظم تعلیمات۔رکن
۴۔پرنسل جامعہ عثمانیہ۔رکن
۵۔مولوی عبدالقدیر۔رکن
۶۔خورشید علی۔رکن

اس کمیٹی میں مدرسۂ نظامیہ کے اخراجات کے متعلق بھی غور کیا جائے اور کمیٹی کی رپورٹ جس قدر جلد ہو سکے باب حکومت کی

رائے کے ساتھ میرے ملاحظے میں گزرانی جائے تا تصفیۂ اخیر مدرسہ نظامیہ کو علی الحساب رقم جو سالانہ دی جاتی ہے وہ حسب حال ادا ہوتی رہے تاکہ مدرسے کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو

۱۴؍جمادالثانی ۱۳۴۵ھ شرح دستخط مبارک

دوشنبہ کنگ کوٹھی شرح دستخط امین جنگ

مدرسہ نظامیہ کے مختلف امور سے متعلق سلطان العلوم نے بذریعہ فرمان مالی امداد دی کبھی طالب علموں کو وظیفہ تعلیمی، کبھی اساتذہ کی تنخواہ میں اضافہ، کبھی یہاں کے مدرسین کی بیواؤں کیلئے مالی مدد وغیرہ جو بملاحظہ قارئین پیش کئے جارہے ہیں یہ سب فرامین رجسٹر فرامین مبارک بابتہ ۱۳۴۵ھ پیشی عالی جناب صدرالمہام بہادر مخزونہ اسٹیٹ آرکیوز حیدرآباد سے اخذ کیے گئے ہیں۔

فرمان

مدرسہ نظامیہ کے سابق مدرس سید احمد مرحوم کی بیوہ رابعہ بی کے نام پندرہ روپے ماہوار تاحیات جاری کئے جائیں

۷؍شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ شرح دستخط مبارک

پنجشنبہ شرح دستخط امین جنگ

فرمان

مدرسہ نظامیہ کے طالب علم حافظ حبیب علی بن عبداللہ کے نام مدرسہ نظامیہ کے مقررہ وظائف تعلیمی کی گنجائش سے سات روپیہ ماہانہ کا ایک وظیفہ تعلیمی ایک سال کے لئے اجرا کیا جائے۔

۲۴؍شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ شرح دستخط مبارک

یکشنبہ کنگ کوٹھی

فرمان

[illegible]

فرمان

مدرسہ نظامیہ کے مدرس سید مخدوم الحسینی کے نام غرہ رجب سنہ جاریہ سے پچاس روپیہ ماہوار تاحیات جاری کی جائے

۴؍رجب المرجب ۱۳۴۵ھ شرح دستخط مبارک

یکشنبہ کنگ کوٹھی شرح دستخط امین جنگ

(بشکریہ: ماہنامہ سب رس ص ۲۲ تا ۲۴۔ نومبر ۱۹۹۳ء)

☆٪☆٪☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

کے افکار و نظریات

افکار و نظریات — شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایقان ۔ اساسِ ایمان

ہمارے دین میں یقین ایک ضروری چیز ہے اسی وجہ سے صوفیائے کرام کو خاص قسم کی توجہ اس کے حاصل کرنے کی طرف تھی اور اس باب میں وہ تمام فرق اسلامیہ میں ممتاز ہیں جیسا کہ کتب تصوف اوران حضرات کے تذکروں سے واضح ہے۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ یقین ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس کی نوعیت وجدان سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی بوٹی کھانے سے آدمی مرجائے تو دیکھنے والے کو ابتداء میں احتمال ہوگا کہ شاید وہ بوٹی زہریلی ہو پھر جب دس بیس آدمی اس کے روبرو کھائیں اور سب مرجائیں تو وہ احتمالی کیفیت زائل ہوکر ایک ایسی کیفیت دل میں پیدا ہوگی کہ جس کی وجہ سے آدمی وہ بوٹی نہ خود کھائے گا اور نہ کسی کو کھانے دے گا اور اگر کھانے دے گا تو اسی کو جس کا مرنا منظور ہو۔ یہ اس کیفیت کا اثر ہے جو اس کے دل میں اس بوٹی کی تاثیر کی نسبت پیدا ہوئی تھی اس قسم کی کیفیت محسوسات میں تو آدمی بذریعہ تجربہ وغیرہ اپنے اختیار سے حاصل کرسکتا ہے مگر جو چیز محسوس نہ ہو اس کی نسبت یہ کیفیت پیدا کرنا آدمی کے اختیار سے خارج ہے کیوں کہ عقل ایسی باتیں تلاش کرتی ہے جن کی وجہ سے یقینی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ خدائے تعالیٰ کے وجود کے قائل ہی نہیں اور انہوں نے عالم کا کام مادہ اور اجزائے دیمقراطیسی سے متعلق کردیا کہ جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں مادہ کے انقلابات کا اثر ہے۔ ہر چند اس کے رد میں بہت سارے دلائل بیان کئے جاتے ہیں مگر ان کی عقلیں ان دلائل کے جوابات بھی تراش لیتی ہیں۔ غرضیکہ غیر محسوس امور کا یقین حاصل کرنے میں عقلیں قاصر ہیں۔ جب تک منجانب اللہ وہ کیفیت دل میں ڈالی نہ جائے یقین حاصل نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے (افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه) جس کا مطلب یہ ہیکہ حق تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر اور انکشاف نورانی ہوتا ہے جس سے آدمی اسلام کو قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد عقل اس پر دلائل بھی قائم کرلیتی ہے پھر اس شرح صدر کے مدارج مختلف ہیں اس لئے کہ جو شرح صدر انبیاء علیہم السلام کو ہوا تھا ممکن نہیں کہ عوام الناس کو ہو اسی وجہ سے یقین کے مدارج مختلف ہیں دیکھئے خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات وآیات کا یقین جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو ہوتا ہے اس پر وہ آثار مرتب ہوتے ہیں جو عوام الناس کے یقین پر نہیں ہوسکتے ہر چند اس قسم کا ضعیف الیقین شخص بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔ مگر ضعف یقین کی وجہ سے اکثر وہ امور اس سے سرزد ہوں گے جو خلاف مرضی الٰہی ہیں جس کے باعث آدمی مستحق عذاب ہوتا ہے۔ بخلاف کامل الیقین حضرات کے کہ ان کو ہر وقت حق تعالیٰ اور اس کی ذات و صفات اور جزا و سزا کا گویا مشاہدہ رہتا ہے جس سے خلاف مرضی الٰہی امور کا ارتکاب محال یا دشوار ہو۔ چونکہ اسلامی دنیا میں یہ درجات نہایت بلند اور مقصود بالذات ہے اس کو حاصل کرنے کی یہ تدبیر بتائی گئی کہ

عبادت الٰہی جہاں تک ہو سکے زیادہ کی جائے کیوں کہ عبادت کے معنی خصوع وتذلل کے ہیں اور تذلل کے معنی لغت میں فرماں بردار ہونے کے ہیں جب آدمی خدا تعالیٰ کے روبرو عاجزی کرے اور اعمال و اعتقادات میں فرماں بردار رہے تو امید قوی ہے کہ حق تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کو وہ یقین عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے کوئی امر خلاف مرضی الٰہی صادر نہ ہو چنانچہ ہر شخص کو ارشاد ہو رہا ہے **قولہ تعالیٰ واعبدربک حتی یاتیک الیقین** یعنی عبادت کیا کرو تا کہ خدا کی طرف سے وہ یقین تمہیں عطا ہو جس کی وجہ سے مرضی الٰہی کے مطابق تم سے اعمال وافعال صادر ہوں اور عبادت یقین کے ساتھ ہونے لگے جس کا حکم نبی کریم ﷺ نے اس حدیث صحیح میں فرمایا ہے **واعبدربک کانک تراہ** یعنی عبادت اس یقین کیساتھ کیا کرو گویا خدا تعالیٰ کو تم دیکھ رہے ہوں شریعت میں اس کو احسان کہتے ہیں جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الایمان میں بخاری اور مسلم سے منقول ہے کہ

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نہایت سفید لباس پہنا ہوا آ کر حضرت کے روبرو زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی شہادت دینی اور نماز، زکوۃ، روزے اور استطاعت ہو تو حج ادا کرنا۔ کہا آپ نے سچ کہا

پھر پوچھا ایمان کیا چیز ہے؟

فرمایا یقین کرنا اللہ کا اور اس کے ملائکہ اور کتابوں اور رسولوں کا اور یقین کرنا اس کا کہ خیر وشر اللہ ہی کی طرف سے ہے کہا آپ نے سچ کہا۔

پھر پوچھا احسان کیا چیز ہے؟

فرمایا **ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** یعنی اس طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیوں کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، جب وہ شخص چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والے کون تھے؟ میں نے کہا **اللہ و رسولہ اعلم**

فرمایا وہ جبرئیل تھے تم لوگوں کو دین کی تعلیم کرنے کی غرض سے آئے تھے انتہی ملخصا۔

اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ اعلیٰ درجہ کا یقین اور مشاہدہ حاصل ہونے کے بعد بھی عبادت کرنے کا حکم ہے بلکہ عبادت اسی قسم کے یقین کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے۔ غرضیکہ آیت شریفہ **واعبدربک حتی یاتیک الیقین** سے درجہ احسان کی طرف اشارہ ہے جو درجہ ایمان سے بالاتر ہے۔

نبی کریم ﷺ سے زیادہ کسی کو یقین نہیں ہو سکتا باوجود اس کے حضرت ﷺ سب سے زیادہ عبادت کرتے تھے جس کا حال تمام اکابر صوفیہ قدست اسرارہم اپنی کتابوں میں ذکر فرماتے ہیں۔

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کی ذات اور صفات کے یقین سے عبادت یعنی خضوع اور تذلل کی ضرورت ہو تو یقین کے بعد تو بطریق اولیٰ ضرورت ہوگی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کا یقین اعلیٰ درجہ کا ہو اور وہ اپنے خالق اور مالک کے روبرو عاجزی اور تذلل نہ کر کے خود سری اختیار کرے اور یہ کہے کہ میں تو کبھی اس کے روبرو سر نہ جھکاؤں گا ہاں یہ بات دوسری ہے کہ بے خود ہو جائے اور اس کو نہ اپنا خیال رہے نہ

کھانے پینے وغیرہ حوائج کا ایسے شخص کو ''مجذوب'' کہتے ہیں اور وہ مثل شیر خوار لڑکوں کے ''مرفوع القلم'' ہوجاتا ہے مگر اس حالت کو یقین سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یقین سمجھ سے متعلق ہے جیسے آفتاب کے روشن ہونے کا آدمی کو یقین ہوتا ہے اور باوجود اس کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ از خود رفتہ مرفوع القلم ہوگیا اس لئے کہ اس کی سمجھ بوجھ باقی ہے۔ غرضیکہ جب تک آدمی میں سمجھ اور عقل باقی ہے کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا یقین ہو مرفوع القلم نہیں ہوسکتا بلکہ اس یقین کی بدولت وہ سب سے زیادہ عبادت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جتنے اکابر صوفیہ گزرے ہیں سب نے عبادت الٰہی میں اعلیٰ درجہ کی جانفشانیاں کیں۔

الحاصل ان حضرات کے اصول وہی ہیں جو شریعت میں مصرح ہیں مگر ان کے یہاں اصل اصول عمل ہے، جس طرح علماء کو ذخیرۂ علمی بڑھانے کی طرف توجہ ہے۔ ان حضرات کو اعمال کا ذخیرہ بڑھانے کی فکر رہتی ہے کیوں کہ قرآن شریف میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل کا ذکر ہے اور جنت بھی بظاہر جزائے اعمال ہی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے

قولہ تعالیٰ، تلک الجنة التی أورثتموها بما کنتم تعملون

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم

یعنی کہو ان سے اے محمد ﷺ کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو جس سے خدائے تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

☆☆☆

ہیں فضیلت کا نشاں حضرت شیخ الاسلام

از: مولانا عرفان اللہ شاہ نوری سیفی، قدیم طالب علم جامعہ نظامیہ

اہل ایمان کی جاں حضرت شیخ الاسلام
علم و عرفاں کی شاں حضرت شیخ الاسلام
ہیں فضیلت کا نشاں حضرت شیخ الاسلام
ہے یہ عالم پہ عیاں حضرت شیخ الاسلام
جامعہ آپ کے انوار کا سر چشمہ ہے
آپ ہیں فیض رساں حضرت شیخ الاسلام
اہل سنت کا شریعت کا طریقت کا نقیب
کارواں تجھ سے رواں حضرت شیخ الاسلام
مدرسہ پشت پہ ہے سامنے اللہ کا گھر
تیرا روضہ ہے جہاں حضرت شیخ الاسلام
آپ کے ساتھ ہوا ہوں کہ نہیں ہے اب کچھ
خدشہ سود و زیاں حضرت شیخ الاسلام
سب پہ تصنیف و خطابت سے ہوا ہے ظاہر
آپ کا حسنِ بیاں حضرت شیخ الاسلام
جامعہ آج بھی ہے مرکزِ اربابِ وفا
تیری عظمت کا نشاں حضرت شیخ الاسلام
رات ہے بادہ خوش رنگ ہے مے خانہ ہے
آپ ہیں پیرِ مغاں حضرت شیخ الاسلام
سیفی قطرہ ہے جہاں آپ سمندر ہیں وہاں
میں کہاں آپ کہاں حضرت شیخ الاسلام

✪✪✪

افکار و نظریات شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عید میلاد، محبّ اور غیر محبّ میں امتیاز

عید میلاد کی مخالفت میں یہ کہا جاتا ھے کہ اگر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عید قرار دینا درست ھے تو پھر اللہ عزوجل نے عید الفطر و عید الاضحی کی طرح اسکو واجب کیوں نھیں فرمایا حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اس اعتراض کا بڑا پیارا جواب دیتے ھیں ۔

''اگر کہا جائے کہ بجائے عید ذی الحجہ کے اسلام میں ربیع الاول کی عید کیوں مقرر نہیں ہوئی ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ سے زیادہ ہیں اور ہر ایک نبی کا کوئی واقعہ ایسا ضرور ہوگا کہ باعث مسرت ہو مثلاً آدم علیہ السلام کی پیدائش' موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ہاتھ سے نجات پانا، ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود سرد ہو جانا وغیرہ ان تمام سے صرف اسمٰعیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جد تھے انکا واقعہ عید بنایا گیا اس سے مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ امتیوں کو نظیر ہاتھ آجائے ۔ تاکہ اگر اپنے نبی کی ولادت کے روز کو عید ٹھہرادیں تو خودسری کا الزام ان پر عائد نہو اور تعجب نہیں کہ امتیوں کے ایمان کا موازنہ بھی اس سے مقصود ہو ۔ کیونکہ یہ صاف بیان کردیا گیا ہے کہ جس کو حضرت کے ساتھ اپنی جان و مال سے زیادہ محبت نہو اسکو ایمان ہی نہیں ۔ پھر محبت کا لازمہ یہ ہیکہ اپنے محبوب کے وجود اور فضائل سے خوشی ہو اور جو خوش نہیں ہوتا اسکو محبت سے کوئی تعلق نہیں ۔ عید میلاد مقرر نہ کرنے میں یہ سر معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ روز عید مقرر کیا جاتا تو ہر شخص ادائے فرض کے لحاظ سے مراسم عید بجالاتا جس طرح حج طوعاً و کرہاً کیا جاتا ہے اور محبّ' غیر محبّ میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ محبت میرے دل میں ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کے ظاہر کرنے میں کون سی چیز مانع ہے ۔ اگر وہ کہے کہ تعیّن وقت بدعت ہے تو ہم کہیں گے کہ بدعت وہ ہے جسکی نظیر شرع میں نہ ملے اور یہاں نظیر موجود ہے یعنے عید قرباں بہر حال اگر بنانا چاہیں تو اسمیں بڑی گنجائش ہے اور ہمیں ضروری نہیں کہ ہر بات کا جواب دیں صرف اصول شرعیہ پیش کردینے کی ضرورت تھی تا کہ محبّین صادق کے لئے کوئی امر حائل اور مانع نہو ۔(۱)

روز میلاد خوشی کا دن ہے بخاری شریف سے ثبوت

حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر اظہار مسرت کا انکار کرنے والے، عوام الناس کو یہ کھکر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ھیں کہ میلاد پر خوشی کا اظہار کرنا احادیث شریفہ کے خلاف ھے اور میلاد کے موقع پر کھانا کھلانا اور دیگر چیزوں کا اھتمام کرنا دوزخ میں جانے کا راستہ بنانا ھے ۔ اس پر استاذ حضرت محدّث دکن علیہ الرحمہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ قدس سرہ رقمطرازھیں ۔

''چنانچہ مواہب میں لکھا ہے کے ثویبہ رضی اللہ عنہا نے جو

ابولہب کی لونڈی تھی ابولہب سے کہا کیا تمہیں خبر پہونچی کہ تمہارے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کو آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ یہ سنتے ہی کمال مسرت سے اسے آزاد کردیا۔ بخاری شریف وغیرہ میں روایت ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی قرابت دار نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حالت ہے کہا کیا پوچھتے ہو جب سے تم لوگوں سے علحدہ ہوا آگ میں جل رہا ہوں صرف پیر کی رات عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور انگو ٹھے اور سبا بہ (شہادت کی انگلی) کے بیچ میں اشارہ کرکے کہا کہ اس رات اس مقام سے پانی جاری ہوتا ہے جسکو میں چوستا ہوں یہ صرف اسوجہ سے ہے کہ ثو یبہ رضی اللہ عنہا نے جب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سنائی میں نے اسے آزاد کردیا اور دودھ پلانے کو کہا تھا (۲)۔

مولود شریف پڑھنا سال بھر کیلئے امن کی ضمانت

''حافظ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ جب کافر کو جس کی مذمت میں ایک سورۃ قرآن کی نازل ہوئی ہے۔ میلا د شریف کی رات خوشی کرنے کا ایسا بدلہ دوزخ میں دیا جاتا ہے تو حضرت کا جو امتی اور موحد ہو اور میلا د کی رات خوشی کرکے حسب مقدور حضرت کی محبت میں کچھ خرچ کرے اسکو کیسی جزا ملے گی۔ قسم ہے اسکی جزا یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُسے جنت میں داخل کریگا۔ اسی وجہ سے اہل اسلام ماہ میلا د شریف میں نہایت اہتمام کرتے ہیں، کھانے کھلاتے ہیں اور اظہار مسرت کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھواتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر فضل الٰہی ظاہر ہوتا ہے، منجملہ اور خاصیتوں کے اسکا تجربہ ہو چکا ہے کہ اس سال امن رہتا ہے اور مرادات حاصل ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو میلا د مبارک کی راتوں کو عید قرار دے جس کے سبب سے جو لوگ اس کام کو برا سمجھتے ہیں وہ خوب جلیں۔ انتھی ملخصاً'' (۳)۔

ہر دوشنبہ کو میلا د منانے کی ضرورت ہے

عام طور پر یہ کہا جاتا ھے کہ اظہار خوشی کیلئے ایك دن خاص کرنا اور اس میں خصوصی اہتمام کرنا درست نہیں، اسکے جواب میں حضرت بانئ جامعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ھیں: بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ اظہار مسرت میلا د کے صلہ ہر دوشنبہ کے روز ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور عین دوزخ میں ٹھنڈا پانی ملتا ہے تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک امثال روز ولا دت بھی قابل قدر اور مفید ہیں۔ الحاصل فضیلت امثال یوم ولا دت کی بحث بے فائدہ نہیں ہے اسمیں اظہار مسرت کرنا دوسرے عالم میں علی حسب مراتب دفع آفات ورفع درجات کا باعث ہے۔ یوں تو ہر دوشنبہ کو ادا کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ حضرت روزہ رکھ کر شکریہ ادا کرتے تھے مگر ہم امتیوں کو اتنا تو ضروری ہے کہ سال میں ایک مرتبہ اظہار مسرت کیا کریں۔ وَمَا تَوفِیقُنَا اِلَّا بِا للہِ (۴)۔

میلا د منانے کے لئے صدق دل وحسن نیت شرط

''صدق دل سے جو کارخیر کیا جائے اسکا کچھ نہ کچھ بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے۔ تو میلا د شریف پر اظہار مسرت کرنیکے آثار دنیا میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ بغیر صدق کے کسی کار خیر کا فائدہ نہ دنیا میں ہوتا ہے نہ آخرت میں۔ اگر کوئی وہابی مثلاً تقیہ کی راہ سے (یعنی اہل حق کی نظر میں اچھا سمجھا جانے کیلئے) اعلی پیمانہ پر محفل

میلا دمرتب کرے یا کوئی اس خیال سے کہ لوگ اپنے کو کمال درجہ کا خوش اعتقاد خیال کریں اظہار مسرت کرے کچھ فائدہ نہ ہوگا اس کا سر یہ ہے کہ مدار ثواب وعقاب کا دل کی کیفیات پر ہے۔ اچھا کام بدنیتی سے کیا جائے تو برا ہوجاتا ہے جیسے ریا کی عبادت۔ اور برا کام نیک نیتی سے کیا جائے تو اچھا ہوجاتا ہے۔ جیسے اصلاح بین الناس کے خیال سے جھوٹ کہنا۔ غرض کہ مولود شریف کے آثار اگر ظاہر نہ ہوں تو اپنا قصور سمجھنا چاہیئے۔ اگر خلوص اور صدق کے ساتھ اظہار مسرت کیا جائے تو حق تعالیٰ کی طرف سے دارین میں اسکا بدلہ ضرور عنایت ہوگا کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اور محبوب کے وجود پر جس قدر خوشی کی جائے باعث خوشنودی حبیب ہوگی اور جس سے خدائے تعالیٰ خوش ہوا سے کس چیز کی کمی ہے" (۵)۔

عیدالاضحیٰ ذبیح اللہ علیہ السلام کی دوبارہ زندگی کی یاد ہے تو حبیب اللہ ﷺ کی ولادت کے سبب یوم میلاد، عید ہے

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر سال میلاد منایا جاتا ہے۔ کیا حضور اکرم ﷺ ہر سال پیدا ہوتے ہیں۔ اسکے جواب میں حضرت بانئ جامعہ رحمۃ اللہ علیہ کس وقت کے احوال ذہن نشین ہونے کے وقت انسانی طبیعت میں تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"اگر بالفرض حضرت کی امت حضرت کی ولادت شریف کے وقت ہوتی اور انکے وہ سب فوائد ومنافع جو حضرت کی ذات سے متعلق و وابستہ ہیں سب پیش نظر ہوتے اور حضرت کے فضائل ذاتی جو صف انبیاء علیہم السلام میں آپ کو ممتاز کرنے والے ہیں سب ذہن نشین رہتے تو کہیئے کہ اس وقت مارے خوشی کے انکا کیا حال ہوتا۔ اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ حیوانات وملائکہ کو حضرت کی ولادت سے جو خوشی ہوئی تھی اس سے بدرجہ زیادہ ہوتی کیونکہ حضرت کو جوامت کے ساتھ خصوصیت ہے وہ انکے ساتھ نہیں اگر ہم مرتے دم تک حضرت کی امت میں رہیں اور خدا کرے کہ رہیں تو حضرت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے دربار عام میں قیامت کے روز حاضر ہونگے۔ یہ شرف عالم میں نہ ملائکہ کو حاصل ہوگا نہ حیوانات کو۔ غرض کہ امتیوں کو حضرت کے میلاد شریف کی خوشی ہونا ایک ضروری اور مقتضائے فطرت ہے، جسکا کوئی منصف مزاج امتی انکار نہیں کرسکتا۔ چونکہ اس خوشی سے زیادہ کوئی خوشی نہیں ہوسکتی اس لئے اس کا مقتضٰی یہ تھا کہ ہر وقت اس خوشی کا اثر دل میں لگا رہتا مگر مقتضائے طبیعت ہے کہ کیسی ہی نعمت ملے چند روز میں اس کی عادت ہوجاتی ہے اسی کو دیکھ لیجئے کہ سماعت، بصارت وغیرہ کیسی نعمتیں ہیں مگر کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ ایسی نعمتیں ہمیں دیگئیں اور دینے والے کا شکر ہم پر واجب ہے۔ ایسی نعمت کی تجدید مسرت کیلئے کسی یاد دلانیوالی چیز کی ضرورت ہے اور وہ یاد دلانے والی چیز زمانے کی معاودت ہے۔ کیونکہ عام اصطلاح کے موافق ہر ہفتہ میں ہر دن اور ہر سال میں ہر مہینہ لوٹ کر آتا ہے اور حق تعالیٰ نے بھی اسکا اعتبار فرمایا: دیکھئے عید قربانی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کل واقعات کو پیش نظر رکھنے بلکہ اس کی حکایت کرنے کو فرض کردیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی دوبارہ زندگی ہونے کی عید مسلمانوں میں قرار دی گئی۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حج اور عید ذی الحجہ کی حقیقت بظاہر سوائے اس ایک واقعہ کی حکایت کے اور کچھ بھی نہیں۔ جب اسمٰعیل علیہ السلام کی دوبارہ زندگی پر مسلمانوں کو ہر سال عید منانے کا حکم ہوا تو حضرت ابوالعالم، فخر انبیاء ورسل، مسجود خلائق صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر امتیوں کو کس قدر خوشی ہونی چاہیئے" (۶)۔

روزِ میلاد شیطان کو کمال درجہ کا غم تھا

''اسی وجہ سے تمام آسمانوں کے ملائک اس خلیفۃ اللہ کے سلام کے لئے روز میلاد حاضر ہوئے جن کا نزول اجلال تمام عالم کے حق میں رحمت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا أرسلنک الا رحمۃ للعالمین** جب آپ رحمت مجسم ہوکر اس عالم میں تشریف لائے تو کون ایسا شقی ہوگا کہ نزول رحمت سے خوش نہ ہو۔ روایت ہے کہ تمام عالم میں اس روز ہر طرف خوشی تھی مگر شیطان کو کمال درجہ کا غم تھا جس سے زار زار روتا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام اسکی یہ حالت دیکھ کر رہ نہ سکے اور ایک ایسی ٹھوکر اسکو ماری کہ عدن میں جا پڑا۔ غرض کہ جسطرح میلاد شریف کا غم کمالِ شقاوت کی دلیل ہے اسکی مسرت کمالِ سعادت کی دلیل ہوگی (۷)۔

میلاد شریف کی مسرت پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے

''جیسا کہ اِس روایت سے ظاہر ہے جو کنز العمال وغیرہ میں مذکور ہے کہ ابولہب کو جب ثویبہ نے جو اسکی لونڈی تھی خبر دی کہ تمہارے بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا اسکو اس خبر فرحت اثر سے نہایت خوشی ہوئی اور اس بشارت کے صلہ میں اسکو آزاد کردیا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اسکو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو اسنے اپنے معذب ہونے کا حال بیان کرکے کہا کہ ہر دوشنبہ کی رات اس خوشی کے صلہ میں جو محمد ﷺ کے پیدا ہونے میں ہوئی تھی مجھ سے عذاب کی تخفیف ہو جاتی ہے اور میری انگلیوں سے پانی نکلتا ہے جسکو چوسنے سے تسکین ہوتی ہے (بخاری شریف ج ۲ کتاب النکاح)۔ دیکھئے جب ایسا ازلی شقی جسکی مذمت میں ایک کامل سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہے میلاد شریف کی مسرت ظاہر کرنے کی وجہ سے ایک خاص قسم کی رحمت کا مستحق ہوا اور وہ بھی کہاں، عین دوزخ میں۔ تو خیال کیا جائے کہ حضرت ﷺ کے امتیوں کو اس اظہار مسرت کے صلہ میں کیسی کیسی سرفرازیاں ہونگی اسی مضمون کو حافظ شمس محمد بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم میں لکھا ہے۔

اذا کان ھذا کافراً جاء ذمہ
وتبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ یوم الاثنین دائماً
یخفف منہ للسرور با حمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ
باحمد مسرورا و مات موحدا (۸)

ولادت مبارک کی گھڑی دعائیں مقبول ہوتی ہیں

''اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چند ولادت شریف ایک معین دوشنبہ کے روز ہوی مگر اسکا اثر ہر دوشنبہ میں مستمر ہے اس لحاظ سے اگر ہر دوشنبہ اظہار مسرت کے لئے خاص کیا جائے تو بے موقع نہ ہوگا۔

اس وجہ سے ایک ساعت جمعہ میں ایسی ہے کہ جو دعاء اسمیں کی جائے قبول ہوتی ہے تو خیال کرو کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ساعت ولادت میں اگر دعاء قبول ہو تو کونسی تعجب کی بات ہوگی انتہیٰ'' (۹)۔

شبِ میلاد شبِ قدر سے افضل

''علماء نے اختلاف کیا ہے کہ میلاد شریف کی رات افضل ہے یا شب قدر۔ جن حضرات نے میلاد شریف کی رات کو افضل کہا ہے انکے دلائل یہ ہیں کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اسوجہ سے ہے کہ ملائکہ اسمیں

اترتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا** اور شب میلاد میں سید الملائکہ والمرسلین ﷺ کا نزول اجلال اس عالم میں ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شب قدر میں نہیں آسکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر حضرت ﷺ کو دی گئی اور شب میلاد میں خود حضرت کا ظہور ہوا جنکی وجہ سے شب قدر کو فضیلت حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو چیز ذات سے متعلق ہو بہ نسبت اس چیز کے جو عطاء کی گئی افضل ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت صرف حضرت ﷺ کی امت سے تعلق ہے اوروں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور شب میلاد تمام موجودات کے حق میں نعمت ہے اسلئے کہ اسمیں رحمۃ للعالمین کا ظہور ہے جو کل موجودات کے حق میں نعمت عظمیٰ ہے'' (۱۰)۔

میلا د خاص دن منانے کا جواز بخاری و مسلم میں

مختلف حربوں کے ذریعہ نا واقف مسلمانوں کو برکات میلاد سے محروم کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ھے ان میں سے ایك حربہ یہ بھی ھیکہ فی نفسہ میلاد منانا تو جائز ھے لیکن خاص بارہ ربیع الاول کے دن خوشی کا اظہار کرنااور اس دن خصوصی اھتمام کرنا ناجائز ھے۔ اور یہ دعویٰ کیا جاتا ھے کہ کسی دن کو کسی کے لیئے معین کرنا حدیث شریف کے خلاف ھے۔ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ نے اس اعتراض کی حقیقت کو بخاری ومسلم شریف کی حدیث سے واضح فرمایا ھے آپ علیہ الرحمہ لکھتے ھیں ۔

''اب مولود شریف کے جواز اور استحباب کی دلیلیں سنئے! نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہر سال مولود شریف معین روز میں کرنے کی اصل بخاری اور مسلم کی روایت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے دیکھا کہ یہود عاشورہ کے روز روزہ رکھا کرتے ہیں اسکی وجہ ان سے دریافت کی انہوں نے کہا کہ یہ روز وہ ہے کہ اسمیں خداے تعالی نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، اسلئے اسکے شکر یہ میں ہم عاشورہ کے روز روزہ رکھا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا **نحن احق بموسیٰ منکم** یعنے تم سے زیادہ ہم اسکے مستحق ہیں (امام محمد اسماعیل البخاریؒ، بخاری شریف ج ا کتاب الصیام ص ۲۶۸)۔ چنانچہ آپ نے بھی اس روز روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اسکا حکم فرمایا اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی اعلیٰ درجہ کی نعمت کسی معین روز میں حاصل ہوئی ہو اسکی ادائی شکر اس روز کے نظیروں میں کرنا مسنون ہے اور چونکہ کوئی نعمت رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادت سے افضل نہیں ہوسکتی اسلئے بہتر ہے کہ اس شکریہ میں اقسام کی عبادتیں مثل صدقات اور اطعام طعام وغیرہ روز میلاد شریف ادا کی جائے انتہی۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پیشتر حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسکے قریب قریب جواز مولود پر استدلال کیا ہے''۔

میلا د منانا مسنون ہونے کے دلائل

''امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دوسری اصل مولود شریف کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود بنفس نفیس اپنا عقیقہ فرمایا باوجود یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے جد امجد عبد المطلب

نے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اس اعادہ عقیقہ سے معلوم کرنا منظور تھا کہ اعلیٰ درجہ کی نعمت پر اگر اعادہ شکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس لئے میلاد شریف کے روز اظہار شکر میں کھانا کھلانا مسرت کرنا مستحب ہے انتہی''۔

رسالہ اتمام الکبریٰ علی العالم بمولد المصطفی ﷺ میں حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جزری کا قول نقل کیا ہے کہ مولود شریف کی اصل خود آنحضرت ﷺ سے ماثور ہے۔ مولود کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں ارغامِ شیطان اور سرورِ اہل ایمان ہے انتہی۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ان علماء کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ جس سے اس کا مسنون اور مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صوم عاشورہ سے جو استدلال کیا ہے اسمیں غور کیجئے کہ باوجود یکہ موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی ایک معین عاشورہ میں ہوئی تھی۔ مگر تمام سال کے ایام میں صرف اسی روز کو فضیلت حاصل ہے کہ اس نعمت کا شکر یہ اسی روز مکرر ہر سال ادا کیا جائے جس سے ثابت ہے کہ گو واقعہ مکرر نہیں مگر اسکی برکت کا اعادہ ضرور ہوتا ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ ہر دوشنبہ میں ابولہب کے لئے اسکی برکت کا اعادہ ہوتا ہے'' (۱۱)۔

صوم عاشورہ کا مقصد میلا دمنانے کی طرف توجہ دلانا ہے

''بعض علماء نے یہاں پر کلام کیا ہے کہ صوم عاشورہ منسوخ ہوگیا ہے اسلئے اسکی فضیلت باقی نہیں رہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت کے بعد اب کسی روزہ کی فرضیت نہ رہی۔ اس سے صوم عاشورہ کی علت جو حضرت ﷺ کے پیش نظر تھی اسمیں کوئی فرق نہیں، آیا اسلئے کہ اسکے منسوخ کرنے کے وقت حضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کے **نحن لسنا احق بموسیٰ منکم** جس طرح روزہ رکھنے کے وقت **نحن احق بموسیٰ منکم** فرمایا تھا اور نہ یہ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ گزر کر ایک زمانہ ہوگیا۔ ہر سال اسکا لحاظ رکھنا جائز نہیں کیونکہ اسمیں اعادہ معدوم نظر آتا ہے۔ پھر باوجود اس روزے کے منسوخ ہونے کے احادیث میں اسکے فضائل وارد ہیں جس سے ثابت ہے کہ روزے کا حکم فرمانے کے وقت جو فضیلت ملحوظ تھی وہ اب بھی ملحوظ ہے اور یہ بات مسلَّم ہیکہ فضائل منسوخ نہیں ہوسکتے اسلئے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال پر اسکے منسوخ ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اس روزہ کی فضیلت بھی منسوخ ہوگئی تو بھی کوئی ہرج نہیں۔ اسلئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات کی بیحد خوشی اگر ہوتو ان لوگوں کو ہوگی جنکو ان کے امتی ہونے کا دعویٰ تھا یعنے یہود کو، ہمیں اسکی کیا ضرورت اگر انبیائے سابق کے اس قسم کے واقعات کی خوشی ہم پر لازم ہوتو ہفتہ کے تمام ایام انہی خوشیوں میں صرف ہوجائیں گے آنحضرت ﷺ کو اس روزہ سے صرف امت کو توجہ دلانا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم ایک نبی کی نجات پر شکر یہ ادا کرتے ہیں تو تمکو ہماری ولادت کی بیحد خوشی کرنی چاہئے (۱۲)۔

حضور ﷺ کا ہر پیر کو روزہ، میلا دمنانے کی تعلیم دینا مقصود تھا

''مگر طبع غیور کو صراحتاً یہ فرمانا گوارا نہ تھا کہ ہمارے میلاد کے روز تم لوگ روزہ رکھا کرو بلکہ خود ہی اس شکر یہ میں روز دوشنبہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ اس وقت تک نہیں بتائی کہ کسی نے نہیں

پوچھا اسلئے کہ بغیر استفسار کے بیان کرنا بھی طبع غیور کے مناسب حال نہ تھا۔ یہ بات مسلم شریف کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ جب حضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ دوشنبہ کا روزہ کیوں رکھا کرتے ہیں، فرمایا کہ وہ میری ولادت کا روز ہے اور اس روز مجھ پر قرآن نازل ہوا۔ انتہی۔ (امام مسلم بن الحجاجؒ، مسلم شریف ج ا کتاب الصیام ص ۳۶۸)۔ اب غور کیجئے کہ جب خود بدولت ہمیشہ روز میلاد میں شکر یہ کا روزہ رکھا کرتے تھے تو ہم لوگوں کو کسقدر اس شکریہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ حضرت ﷺ کا وجود ہم لوگوں کے حق میں نعمت عظمٰی ہے۔ اور اگر یہی لحاظ ہوتا اپنی ولادت کا شکر یہ ضرور تھا تو فرمادیتے کہ ہر شخص اپنی ولادت کے روز شکر یہ کا روزہ رکھا کرے حالانکہ کسی روایت میں یہ وارد نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسمیں عمومی نعمت کا لحاظ تھا اور اس سے صرف تعلیم امت مقصود تھی کہ اس نعمت عظمٰی کا شکر یہ ہر ہفتہ میں ادا کیا جائے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاریؒ نے طیبیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس عالم میں ہوا اور کتاب عنایت ہوئی تو روزہ کے لئے اس روز سے بہتر کون سا روز ہوسکتا ہے۔ غرضکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میلا د مبارک کا شکریہ ہر ہفتہ میں ادا کیا جائے پھر اگر سال میں بھی ایک بار اس نعمت عظمٰی کا شکر یہ ادا نہ کیا جائے تو کس قدر بدنصیبی اور بے قدری ہے۔ غرض کہ تکرار زمانے میں گو اعادہ معدوم نہیں مگر ابتدائی فضیلت اس میں ضرور ملحوظ ہوتی ہے" (۱۳)۔

ایک الزام کا جواب

میلاد مصطفی ﷺ کے موقع پر اظہار خوشی کرنے اور محافل میلاد منعقد کرنے پر یہ کہا جاتا ہیکہ مولود شریف پڑھتے وقت درود وسلام کے موقع پر کھڑے ہو کر شرک کیا جاتا ہے اور ہر سال میلاد مناتے ہیں تو گویا آپ ﷺ کے بار بار پیدا ہونے کے قائل ہیں 'اس الزام کو حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ حدیث صحیح سے اسطرح دفع فرماتے ہیں۔

"دیکھئے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب مذبوح ہونے سے بچائے گئے جسکے سبب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشی ہوئی ہر سال اس خوشی کا اعادہ ہوا کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ اس دن عید ہوتی ہے اور اس واقعہ کے پیش نظر ہو جانے کیلئے جس قسم کے افعال وحرکات ان حضرات اور حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے صادر ہوئے اسی قسم کے حرکات کے ہم لوگ حج میں مامور ہیں۔ چنانچہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی کی تلاش میں صفا ومروہ میں سات چکر کئے تھے ہم کو بھی حکم ہے کہ اس وسیع میدان میں سات چکر کیا کریں۔ میلین اخضرین کے مقام میں وہ دوڑی تھیں ہمیں بھی وہاں دوڑنے کا حکم ہے، اسی طرح اور بہت سے افعال ہیں جن سے وہ اصلی واقعہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ اب اگر مولود شریف کے وقت سید المرسلین ﷺ کی تشریف فرمائی مسلمانوں کے پیش نظر ہو اور تعظیم کیلئے اٹھ کھڑے ہوں تو ایسی کونسی بے موقع حرکت ہوگی جس سے لعن وطعن کیا جاتا ہے اور اقسام کے الزام لگائے جاتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت ﷺ کے بار بار پیدا ہونے کے قائل ہیں، ہم پوچھتے ہیں کیا حجاج دنبہ کو ذبح کرنے کے وقت اسمعیل علیہ السلام کے بار بار ذبح کرنے کا خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ گویا حکایت اسی کی ہے (۱۴)۔

میلا د شریف کے وقت قیام کرنا شرک یا مکروہ نہیں

بخاری شریف کی کتاب الانبیاء میں روایت ہے جسکا ملخص یہ

ہے کہ سفر غزوہ تبوک میں جب آنحضرت ﷺ کا گزر مقام حجر پر ہوا تو حضرت ﷺ کو بذریعہ وحی وہاں کے حالات پر اطلاع ہوئی اور فرمایا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کوئیں کا پانی پیا کرتی تھی ۔ قوم نے اسکو اسیوجہ سے قتل کر ڈالا کہ وہ ایک روز سب پانی پی جاتی تھی ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بیحد منع کیا مگر انہوں نے نہ مانا اس پر عذاب نازل ہوا اور وہ سب ہلاک کئے گئے ۔ اب تم لوگ اس کوئیں پر اترو جو اونٹنی کے لئے خاص تھا ۔ اور دوسرے کوئیں کے پانی سے احتراز کرو ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے تو اس کوئیں کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے ۔ فرمایا وہ خمیر اور بچا ہوا پانی سب پھینکدو اور اس کوئیں کا پانی لو جو اونٹنی کے لئے خاص تھا ۔ پھر فرمایا کہ اس قوم کی سکونت گاہ میں جب پہونچو تو روتے ہوئے وہاں سے جلد گزر جاؤ ۔ اور اگر رونا نہ آئے تو بتکلف روؤ ۔ اس خوف سے کہ کہیں تم پر انکا عذاب نہو جائے ۔ چنانچہ جب اس قوم کے مکانات پر پہونچے تو آنحضرت ﷺ نے چادر سے اپنا سر مبارک ڈھانک لیا اور اونٹنی کو دوڑایا یہاں تک کہ اس وادی سے نکل گئے (یہ خلاصہ ان روایتوں کا ہے جو بخاری اور فتح الباری اور نیز ابن جریر وغیرہ میں مذکور ہیں) اسیطرح مسلم وغیرہ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حج میں وادی محسرّ جہاں اصحابِ فیل ہلاک ہوئے تھے وہاں سے جلد گزر جانا مسنون ہے ۔

اب غور کیجئے کہ حضرت ﷺ پر اس مقام میں جو خوف طاری ہوا اور سب کو رونے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ بھی تواضع کی حالت میں چادر مبارک سے سر ڈھانکے ہوئے نہایت جلدی سے اس مقام سے نکل گئے کیا یہ خیال ہوسکتا ہے کہ ان برگزیدگان حق پر اسوقت سچ مچ عذاب اترتا وہ بھی ایسی حالت میں کہ صرف خوشنودی خدا اور رسول کی غرض سے راہ خدا میں جان دینے کو چلے جارہے ہیں اور تنہا بھی نہیں بلکہ خود نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب تھے جنکی شان میں وارد ہے **وما کان اللہ لیعذ بھم و انت فیھم** یعنے خدائے تعالیٰ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرتا جن میں آپ ہیں ۔ پھر حضرت کو اس خوف سے کیا تعلق جو خود بھی جلدی سے وہاں سے گزر گئے ۔ کیا کوئی ضعیف الایمان بھی اس موقعہ میں ناشائستہ خیال کرسکتا ہے ہرگز نہیں ۔ پر یہ تمام آثار جو اصلی واقعہ کے وجود کے وقت مرتب ہونے کے لائق ہیں اسوقت کیوں ظہور میں آئے کیا اسوقت اس قوم پر عذاب اتر رہا تھا جسکے دیکھنے سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی شخص بے باکانا اس مقام میں چلا جائے تو اندیشہ ہے کہ مبتلائے عذاب ہوجائے ۔ اسلئے کمال خضوع سے روتے ہوئے جانے کی ضرورت ہوئی تاکہ خدائے تعالیٰ اس عذاب سے بچالے اس سوال کا جواب سوائے اسکے کچھ نہیں کہ صرف اصلی واقعہ اسوقت پیش نظر ہوگیا تھا، جس پر آثار خوف مرتب ہوئے ۔ پھر یہ حضرت ﷺ نے اپنی رائے سے بھی نہیں فرمایا اسلئے کہ اس ویران مقام میں کیونکر معلوم ہو کہ اونٹنی کا کواں کونسا اور قوم کے کوئیں کونسے ہیں جن سے پانی لینے کی ممانعت ہوئی بلکہ یہ سب وحی سے معلوم ہونیکی باتیں ہیں، اس سے ثابت ہے کہ یہ سب تعلیم الٰہی تھی ۔ اب فرمائیے کہ اسوقت جو صرف اصل واقعہ کے پیش نظر ہونے سے حکم تھا کہ خوف و خضوع ظاہر کریں اسی طرح میلاد شریف کے پیش نظر ہونے کے وقت آثار فرحت و تعظیم ظاہر کئے جائیں تو خدا اور رسول کی مرضی کے مخالف ہونے کی کیا وجہ کیا یہ حدیث صحیح نہیں ہے کہ صحابہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا **قوموا الی سید کم** ۔ (امام محمد اسماعیل، بخاری شریف ج ۲ کتاب المغازی ص ۹۲۶) ۔ غرض کہ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ

میلاد شریف کے وقت جو قیام کیا جاتا ہے وہ شرک یا مکروہ ہے'' (۱۵)۔

لبّیک اللّٰھم لبّیک سے قیام میلاد کے جائز ہونے کا ثبوت

''فتح الباری میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حج میں جو تلبیہ یعنے لبیک کہا جاتا ہے اسکی وجہ احادیث میں وارد ہیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا واذن فی الناس بالحج یعنے لوگوں میں پکار دو کہ حج کیلئے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے پکار دیا۔ اب جو لبیک کہا جاتا ہے اسی کا جواب ہے دیکھیئے یہ لبیک حالت احرام میں کس خضوع اور خشوع سے کہا جاتا ہے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کے روبرو بھی یہ جواب دیا جاتا تو اس سے زیادہ تواضع نہوتی۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے جو بلایا تھا اسکو ہزار سال گزر گئے اور وہی آواز ہمارے کانوں گونج رہی ہے پھر ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ ولادت تو اسکے بہت بعد ہے اگر اس وقت خاص کا نقشہ ہماری آنکھوں میں کھینچ جائے تو کون سی تعجب کی بات ہے اور جسطرح ہم وقت معین میں فداک أبی و أمی یارسول اللہ کہہ کر کھڑے ہوجائیں تو کونسی بری بات ہوگی'' (۱۶)

مولود شریف پڑھنا صحابہ کی سنت

کیا صحابہ نے میلاد منایا تھا' اگر منا یا تھا تو کیا صحابہ کے زمانہ میں اس طرح محافل میلاد منعقد ہو تے تھے ؟ ماہ ربیع الاول کے آتے ھی اس طرح کے اعتراضات تحریراً و تقریراً ھر طرح سے پھیلائے جاتے ھیں جس سے بسا اوقات بھولے بھالے مسلمان میلاد منانے سے متعلق شك میں پڑجاتے ھیں 'اور میلاد منانے کے طفیل سارے سال حاصل ھونے والی برکتوں سے محروم ھو جاتے ھیں ۔حضرت شیخ الاسلام علیه الرحمة والرضوان نے اس اعتراض کا شافی وکافی جواب دیکر امت مسلمه کو اس محرومی سے بچایا ھے حضرت لکھتے ھیں۔

''اب رہی یہ بات کہ مولود شریف قرونِ ثلثہ میں نہیں تھا، تو یہ بھی قابل تسلیم نہیں۔ اس لئے کہ جتنی روایتیں مولود شریف میں پڑھے جاتے ہیں وہ موضوع نہیں بلکہ کتب احادیث میں سب موجود اور صحابہ سے منقول ہیں جس سے ثابت ہے کہ جتنی روایتیں مولود کی کتاب میں پڑھی جاتی ہے وہ سب صحابہ کے زمانہ میں پڑھے جاتے تھے البتہ نئی بات یہ ہے کہ میلاد شریف سے متعلق حدیثیں اگر جگہ جمع کر دی گئیں مگر یہ بھی قابل اعتراض نہیں اسلئے کہ محدثین نے بھی آخر ہر قسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے جو صحابہ نے نہیں کیا تھا، پھر صحابہ وغیرہم کا دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ پیش نظر ہوتا تو اس سے متعلق جتنی حدیثیں ہوتی پڑھ دیتے، اسیطرح میلاد مبارک کا واقعہ پیش نظر ہونے سے وہ سب روایتیں پڑھی جاتی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود شریف کا پڑھنا صحابہ کی سنت ہے'' (۱۷)۔

محافل میلاد منعقد کرنے کی مصلحت

''اب اگر محل اعتراض ہے تو یہی ہے کہ میلاد شریف کی محفل قرون ثلثہ میں اس ہیئت پر نہ تھی۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اس محفل مبارک سے ایک بڑی مصلحت متعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے اقوام اپنے اپنے نبیوں کی پیدائش کے روز خوشیاں منا کر اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں۔ دور اندیش علماء نے یہ خیال کیا کہ بُعد زمانہ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کی طبیعتوں میں بے باکی پیدا ہوگئی ہے

یہاں تک کہ نماز روزہ میں بھی لوگ قصور کرنے لگے جس سے دوسرے اقوام میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اب مسلمانی برائے نام رہ گئی ہے اور وہ رعب وداب جو جانباز مسلمانوں کا انکے دل میں تھا کہ یہ لوگ اپنے نبی ﷺ کے حکم پر جان دینے کو مستعد ہیں جانے لگا۔ اگر یہی خیال انکا ترقی پذیر ہوا اور مسلمانوں میں کوئی جوش اسلامی باقی نہ رہے تو چندروز میں بالکل بے وقعتی کی نگاہوں سے وہ دیکھے جائینگے اور معرض تلف میں ہو جائینگے۔ اسلئے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے نبی ﷺ کی محبت کا جوش انکے دلوں میں پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ مجالس وعظ میں عموماً ایسے مضامین بیان کرنے لگے جو باعث ازدیاد محبت ہوں مثلاً شفاعت کا مسئلہ اور صحابہ اور اولیاء اللہ کے فضائل اور حکایات اور معجزات اور فضائل نبی ﷺ زیادہ بیان کرنے لگے جنکے سننے سے اپنے نبی ﷺ کی عظمت ذہن نشین اور باعث ترقی محبت ہو'' (۱۸)۔

ولادت کی خوشی مخالفین کو ہرگز نہیں ہوسکتی

''پھر محفل میلاد کی بنیاد ڈالی اس سے موافقین اور مخالفین کا امتیاز ہو جائے کیونکہ مخالفین کو حضرت ﷺ کی پیدائش کی خوشی ہرگز نہیں ہوسکتی بلکہ اسکا سخت صدمہ انکے دلوں پر ہوتا ہے۔ جس طرح خاص میلاد کے روز شیطان پر ہوا تھا۔ غرض کہ اسکا اثر یہ ہوا کہ ہر امیر وفقیر بقدر حیثیت اس محفل مبارک میں روپیہ صرف کر کے اسکا عملی ثبوت دیتا ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے سچے دعا گو اور آپ ﷺ کے وجود باجود سے خوش ہونیوالوں میں ہیں۔ جس سے مخالفین پر یہ ثابت ہوگیا کہ مسلمان اس بگڑی حالت میں بھی اپنے نبی ﷺ کے شیفتہ اور دل دادہ ہیں۔ نبض شناسان زمانہ خوب جانتے ہیں کہ جوش محبت اسلامی کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہی جوش مخالفوں سے انکو ممتاز اور علیحدہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ جوش محبت بھی جاتا رہے تو اکثر مسلمانوں کی حالت گواہی دے گی کہ انکو نہ احکام دینیہ سے تعلق ہے نہ اپنے نبی ﷺ سے محبت۔ اور ظاہر ہے کہ اس بے تعلقی کا کیسا برا اثر پڑے گا۔ غرض قطع نظر فضیلت اور استحباب کے مولود شریف میں ایک ایسی مصلحت ملحوظ رکھی گئی جو دین ودنیا میں محمود مطلوب ہے'' (۱۹)۔

نزولِ رحمت کے روز کو عید قرار نہ دے تو اس سے بڑھ کر ناقدر شناس کون؟

''اظہار سرور کا حال سنئے کہ باوجود یکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یحب الفرحین یعنے فرحت والوں کو حق تعالیٰ دوست نہیں رکھتا، مگر فضل اور رحمت الٰہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا یعنے لوگوں سے کہدو کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کریں''۔

مطلب ان آیتوں کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی خوشی کرے۔ اب غور کیجئے کہ آنحضرت ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے اس عالم کو عزت بخشا کیا بڑا فضل اور رحمت الٰہی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ آپ ہمہ تن فضل اور رحمت ہیں، چنانچہ النھجۃ السویۃ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام فضل اللہ بھی ہے۔ جس پر ابن وجیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولو لافضل اللہ علیکم ورحمتہ لا تبعتم الشیطان الا قلیلاً یعنے اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد ﷺ ہیں انتہی۔ اور اسی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ﷺ کے اسماء یہ بھی ہیں۔ رحمۃ. رحمۃ الامۃ. نبی الرحمۃ. رحمۃ للعالمین. رحمۃ مھداۃ اور آیۂ شریفہ وما

ارسلنک الا رحمة للعالمین کوذکر کرکے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت نہ صرف مسلمانوں کے حق میں رحمت تھے بلکہ کفار کے حق میں بھی رحمت تھے اور یہ حدیث طبرانی اور حاکم سے نقل کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رحمة مھداۃ یعنے میں اللہ کی رحمت ہوں جو تمہارے لئے ہدیہ بھیجی گئی ہے (سنن الدارمی ج ا کتاب النبی ﷺ) ۔اب کہئے کہ ایسے ہمہ تن فضل اور رحمت کے نزول کے روز کو ہم عید نہ قرار دیں تو ہم سے زیادہ ناقدرشناس کون ہو کہ خدائے تعالیٰ کے ہدیہ کی بھی ہمنے کچھ قدر نہ کی حالانکہ فضل اور رحمت الٰہی پر خوشی کرنا ہمارا فرض ہے جو آیۂ موصوفہ فبذلک فلیفرحوا سے ظاہر ہے (۲۰)۔

تعین وقت

حضرت رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارك تو چودہ سو سال پہلے ہوئی لھذا لحذا ایك گذرے ہوئے واقعہ کی یاد کیلئے کسی دن کو معین کرنا اور اس دن کو عید کا دن سمجھ کر خوشی منانا کیسے درست ہو سکتا ھے؟ اس اعتراض کا حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں بڑی ھی عمد گی سے جواب دیا ھے۔ فرماتے ھیں

''اسکا حال ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے صوم عاشورہ خود بھی رکھا اور اسکے فضائل بیان فرمائے اور اس روایت سے بھی ظاہر ہے جو بخاری شریف کی کتاب الایمان میں ہے کہ کسی یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپکی کتاب یعنی قرآن شریف میں ایک آیت ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم لوگ اسکے نزول کے دن کو عید مناتے آپؓ نے فرمایا کونسی آیت ہے کہا الیوم اکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الا سلام دینا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ آج کے روز میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ آیت کس مقام پر اور کس روز نازل ہوئی کہ حضرت ﷺ عرفات پر کھڑے تھے یعنے حج کے روز اور جمعہ کا دن تھا''۔انتہی (۲۱)

شرح بخاری شریف میں شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہودی کا سوال تھا تو یہ تھا کہ اس آیت کی جلالت شان مقتضی ہے اسکے نزول کا روز عید بنایا جاتا اور جواب میں مقام اور وقت نزول بیان کیا گیا جسکو سوال سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ جواب میں سوال کی مطابقت چاہئے۔اسکا جواب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اشارۃً جواب دیا کہ وہ دونوں روز ہمارے یہاں روز عید ہیں اور ترمذی اور طبرانی وغیرہ کی روایتوں میں یہ بتصریح موجود ہے کہ بحمد اللہ ہمارے یہاں وہ دونوں روز عید ہیں (۲۲)

حاصل یہ کہ یہودی کا مقصود تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کا دن اس قابل تھا کہ عید قرار دیا جاتا جس میں ہمیشہ خوشی ہوا کرتی ہے اس لئے کہ عید عود سے ماخوذ ہے جسکے معنے مکرر ہونے کے ہیں۔ چونکہ روز عید مکرر ہوا کرتا ہے اس لئے اسکا نام عید رکھا گیا۔عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو تسلیم کرلیا چنانچہ اسکے جواب میں کہا کہ ہمارے یہاں اس نعمت کی دوہری عید منجانب اللہ مقرر ہے ورنہ صاف کہدیتے کہ یہ تم لوگوں کی حماقت ہے کہ ایک گزشتہ واقعہ پر ہرسال خوشیاں منایا کرتے ہو (۲۳)۔

عید میلاد عیدُ الاَعیاد ہے

''اب غور کیجئے کہ جب یہ مسلّم ہے کہ کسی نعمت عظمیٰ کے حصول کا دن اس قابل ہے کہ ہمیشہ اسمیں خوشی اور عید کی جائے تو بتائے کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت ﷺ کی تشریف آوری اور نزول اجلال سے بڑھکر کونسی نعمت ہوسکتی ہے۔ پھر اگر اس روز خوشی نہ کی جائے تو کونسا دن آئیگا جس میں ایمانی طریقہ سے خوشی کی جائے گی۔ اگر اس آیۃ شریفہ کے نزول کے روز دوہری عید ہے۔ تو نزول اجلال سید المرسلین ﷺ کے روز یعنے میلاد مبارک کے روز اس سے دہ چند زیادہ خوشی اور عید ہونی چاہئے'' (۲۴)۔

متبرک مقامات میں بخُور عُود جلانا مسنون ہے

''خلاصۃ الوفا میں ابن ماجہ کی روایت مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسجدوں کو جمعہ کے روز بخور دیا کرو۔ اور لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بخوردان آیا اس کو آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا کہ اسمیں بخور جلا کر ہر جمعہ اور رمضان میں مسجد نبوی ﷺ کو بخور دیا کریں اور ایک شخص اسی کام پر مامور تھا کہ جمعہ کے دن بخور جلا کر ہر شخص کے پاس لیجائیں اور سب کو معطر کریں۔ غرض کہ اماکن اور اوقات متبرک میں بخور کی خوشبو سے اہل جلسہ کو معطر کرنا مسنون ہے'' (۲۵)

اصل واقعہ کے تخیل پر بھی آثار مرتب ہوتے ہیں

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ادب واحترام اور آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں مولود شریف اور کھڑے ہو کر سلام پیش کرنے کو بدعت شرک وغیرہ نام دئیے جاتے ہیں۔ معترضین کے اس زعم باطل کے متعلق حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی چشتی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

''اس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے لیکن تکملۃً یہاں بھی لکھا جائے تو بے موقع نہوگا۔ احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ تخیل پر اصل واقعہ کے آثار مرتب ہونا قطع نظر اسکے کہ امر طبعی ہے۔ شریعت میں بھی اسکے نظائر موجود ہیں، جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب آیت شریفہ وابیضت عیناہ پڑھی تو روتے روتے بیخود ہوگئے۔ اور آنحضرت ﷺ نے مقام تبوک میں اظہار خوف وخشیت کیا۔ اور ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کی خوشی کا دن ہمیشہ کے لئے روز عید مقرر ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات کے روز آنحضرت ﷺ نے شکریہ کا روزہ رکھا اور ترغیب امت کے لئے اس کے فضائل بیان فرمائے۔ اور اپنی ولادت باسعادت کے روز یعنی روز دوشنبہ حضرت ﷺ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور ابولہب کو دوزخ میں پانی پینے کو ملا کرتا ہے۔ خاص خاص واقعات کے آثار ان کی خاص قسم کی تخیل پر مرتب ہوا کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کے تخیل پر مسلمانوں کے دل میں فرحت پیدا ہو تو نہ شرعاً وہ مذموم ہے نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ جو اصلی واقعہ پر آثار مرتب ہوتے ہیں تخیل پر مرتب کرنا درست نہیں۔ اس بناء پر جتنی حدیثیں اس باب میں وارد ہیں کہ فرحت کے وقت کھڑے ہو جانا درست بلکہ مسنون ہے سب ہمارے مفید مدعا ہوگئیں کیونکہ جب مسلمان میلاد شریف کے حالات سنتے ہیں تو ان کو بیحد خوشی ہوتی ہے اسوجہ سے کہ حضرت ﷺ کا اس عالم میں تشریف فرما ہونا انکے لئے نجات اور فرحت ابدی ومسرت

ابدی کا باعث ہوا، کیا کوئی مسلمان ایمان کی راہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ نجات و مسرت ابدی سے زیادہ کوئی نعمت ہرگز نہیں، پھر جب کم درجہ کی فرحتوں میں قیام جائز اور مسنون ہو تو اس اعلی درجہ کی فرحت میں قیام کی کس قدر ضرورت ہوگی۔ اب ان روایتوں کو سنئے جن سے فرحت کے وقت قیام کے مسنون ہونا ثابت ہے''۔

فتح الباری میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے انکی بی بی نے انہیں مسلمان کر کے جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا تو انکو دیکھتے ہی کمال خوشی سے کھڑے ہو گئے اسی قسم کی اور روایتیں بھی ذکر کیں جنہیں حضرت جعفر علیہ السلام اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے قدوم کے وقت اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر قیام کرنا آنحضرت ﷺ کا مذکور ہے۔

بخاری شریف میں یہ روایت ہے **ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساءً و صبیا ناً مقبلین من عرس فقام ممتناً فقال اللھم انتم من احب الناس الیّ یعنی** آنحضرت ﷺ نے چند عورتوں اور لڑکوں کو دیکھا کہ کسی کے نکاح سے چلے آرہے ہیں فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا خدا جانتا ہے تم لوگ سب سے زیادہ میرے محبوب ہو۔ (امام محمد اسماعیل، بخاری شریف ج۲ کتاب النکاح ص۷۷۸)۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے قام ممتنا کی شرح میں لکھا ہے کہ **قام اللھم مسرعاً مشتد ا فی ذلک فرحا بھم** یعنے کمال فرحت کی وجہ سے نہایت جلدی سے کھڑے ہو گئے اس روایت سے ظاہر ہے کہ یہ قیام معانقہ وغیرہ کے لئے نہیں تھا اسلئے کہ عورتوں اور لڑکوں سے معانقہ درست نہیں بلکہ مقصود اس سے صرف اظہار فرحت تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قدوم احباب کے وقت جو آنحضرت ﷺ قیام فرمایا کرتے تھے اسکی وجہ بھی اظہار فرحت ہی ہوا کرتی تھی۔ تو اب مسلمانوں کو چاہیے کہ جس وقت میلاد شریف سنیں اور اس میں سردار کونین ﷺ کا اس عالم میں تشریف فرمانا پیش نظر ہو جائے جو اعلی درجہ کی فرحت کا باعث ہے تو اسوقت ان احادیث کو اپنا پیشوا اور مقتدا بنا کر خوشی سے کھڑے ہو جایا کریں اور بدعت اور شبہ فی العبادات وغیرہ شبہات کو ان روایات سے دفع کر دیا کریں یہی امور گویا محفل میلاد کے ذاتیات ہیں اور آپ نے دیکھ لیا کہ وہ فرادیٰ مسنون یا مستحب تو ضرور ہیں''۔ (۲۶)

عید میلاد بارہ ربیع الاول میں واقع ہے

بعض لوگ عید میلاد 'نو ربیع الاول کے دن ہونے کی بات کرتے ھیں اور اس پراس مقصد سے زور دیتے ھیں کہ بارھویں کی عظمت ذھنوں میں مشکوك ھو جائے اور بارہ ربیع الاول سے جو جذبات وابستہ ھے سرد پڑجائیں جب کہ جمھور علماء اس بات پر متفق ھیں کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول ھی کے دن ھوئی، حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی بارھویں شریف دو شنبہ کے دن کو یوم میلاد النبی ﷺ قرار دیا ھے چنانچہ آپ کی تحریرات سے اس بات کا ثبوت ملتا ھے۔ آپ علیہ الرحمہ لکھتے ھیں۔

''شیخ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ مولود شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت اور ابتدائے نبوت اور ہجرت اور مدینہ شریف میں داخل ہونا اور وفات شریف یہ سب امور دوشنبہ کے دن واقع ہوئے

حضرت کے معاملات میں یہ ایسا روز ہے جیسے آدم علیہ السلام کے حق میں جمعہ تھا کہ انکی پیدائش، زمین پر اترنا۔توبہ قبول ہونا اور وفات سب جمعہ کے دن ہوئے۔اس وجہ سے ایک ساعت جمعہ میں ایسی ہے کہ جو دعاء اسمیں کی جائے قبول ہوتی ہے تو خیال کرو کہ سید المرسلین ﷺ کی ساعت ولادت میں اگر دعاء قبول ہوتو کونسی تعجب کی بات ہوگی'' (۲۷)۔

غرض کہ اس حادثہ جانکاہ سے کل صحابہ کی یہ حالت تھی کہ ان پر زندگی وبال جان ہوگئی تھی اب غور کیجئے کہ جب دوازدہم شریف (بارہویں شریف) کا روز ان شیفتگان جمال نبوی ﷺ اور سوختگان آتش فراق پر آتا ہوگا تو انکی کیا حالت ہوتی ہوگی۔کیا ایسی حالت میں کسی قسم کی خوشی دل میں راہ پاسکتی ہے ہرگز نہیں۔ایک مدت تک مسلمانوں کی تقریباً اسی قسم کی حالت رہی متاخرین نے دیکھا کہ اب مسلمانوں کے دلوں پر عموماً وہ جوش محبت تو رہا ہی نہیں جو مقتضی غم وفات ہو اور حضرت ﷺ کی وفات کے معنے تو صرف اسیقدر رہیں کہ اس عالم سے دوسرے عالم کو تشریف لے گئے ورنہ حضرت کی زندگی میں کیا شک اسلئے اس غم کو جو عارضی تھا کالعدم کر کے اصلی مسرت اور خوشی کو جسکا اثر قیامت تک باقی ہے پیش نظر رکھا اور اس روز کو خالص روز عید قرار دیا جس میں کل اہل اسلام بالاتفاق اپنی محبت اور گرم جوشیاں ظاہر کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیں چنانچہ اس قرار داد علماء کو تقریباً کل اہل اسلام نے مان بھی لیا اور صورت اجماعی منعقد ہوگئی (۲۸)۔

عید میلاد بدعت ہونے کا الزام اور اسکا جواب

''دیکھئے صرف ونحو کا علم یہ حضرت ﷺ کے زمانہ میں تھا نہ صحابہ کے زمانہ میں، گو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند قاعدے بیان فرما کر اسکی بنیاد ڈالی مگر تدوین اسکے ایک مدت میں ہوئی اور نہ قال کی اصل قول ہونے پر کوئی شرعی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔مگر چونکہ قرآن و حدیث کا سمجھنا سمجھانا ان علوم سے متعلق ہے اسلئے گو وہ بدعت ہیں مگر انکی تعلیم واجب قرار دیگئی، اگر ہمارے دین سے ان علوم کو تعلق نہوتا تو ان کی حرمت پر ضرور فتوی دیا جاتا اس سے ظاہر ہے کہ اغراض صحیحہ کے لحاظ سے کبھی وجوب آجاتا ہے جسکو وجوب لغیرہ کہتے ہیں۔پھر اگر مولود شریف میں باوجود بدعت ہونے کے استحباب آجائے تو کیا عجب، غرض کہ علماء جانتے ہیں کہ اغراض مصالح اور جہات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں'' (۲۹)۔ (ترتیب: مولانا محمد حنیف قادری، کامل جامعہ نظامیہ)

۞۞۞

حواشی وحوالہ جات

(۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۱، ص ۱۰۵، ۱۰۷، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۱، ص ۹۹، ۱۰۰، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، بحوالہ: بخاری شریف ج ۲ کتاب النکاح)

(۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۱، ص ۹۹، ۱۰۰، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۱، ص ۱۰۸، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)

(۵) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ ۱۱، ص ۱۰۰، ۱۰۱، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۶) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۱۰۴، ۱۰۵، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۷) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۱۴۱، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)۔

(۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۴۱، ۴۲، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

(۹) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۴۳ مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

(۱۰) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۴۳ مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۱) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۴۴، ۴۵، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۲) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۴۵، ۴۶، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام، حصہ اول، ص ۴۶، ۴۷، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۴۷، ۴۸، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۵) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۰، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۶) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۱، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۷) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۱، ۵۲، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۲، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۱۹) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۲، ۵۳، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۰) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۶۱ تا ۶۲، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۱) امام محمد اسماعیل، بخاری شریف ج ۱ کتاب الایمان ص ۱۱۔

(۲۲) امام ترمذی، ترمذی شریف ج ۲ کتاب تفسیر القرآن، ص: ۱۳۴۔

(۲۳) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۶۲، ۶۳، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۴) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۶۳، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۵) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۶۴، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد ۱۴۰۵ھ، بحوالہ ابن ماجہ شریف ص ۵۴ ابواب المساجد والجماعۃ۔

(۲۶) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۶۴ تا ۶۷، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۷) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۴۳، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۸، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

(۲۹) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ، مقاصد الاسلام حصہ اول صفحہ ۵۴ تا ۵۵، مجلس اشاعۃ العلوم، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

☆☆☆

حامل انوار، علم دین کے وہ تاجدار

منقبت بشان حضرت عارف باللہ حافظ **محمد انوار اللہ فاروقی** فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ

از: حضرت الحاج مرزا شکور بیگ نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ

حامل انوار، علم دین کے وہ تاجدار
آپ پر سایہ فگن ہے رحمت پروردگار

علم کے انوار بڑھتے جارہے ہیں ہر طرف — اور دن دونی ترقی ہے بفضل کردگار
آندھیاں آئیں کبھی دشوار کن حالات کی — اور کبھی آئے بہت ہمت شکن لیل و نہار
شکر ہے اس آزمائش میں قوم ثابت رہے — یعنی دامن صبر کا ہونے نہ پایا داغ دار
مدرسہ چھوٹا سا وہ اب ہے مکمل درسگاہ — رہتی دنیا تک رہے گی آپکی یہ یادگار
اس کی بنیادوں میں ہے موجود اب بھی آپکی — وہ دعائیں نیم شب کی اور وہ آنسو کے تار
سابقہ پڑتا ہے اب بھی جب کسی طوفان سے — وہ دعائیں آپ کی کردیتی ہیں بیڑے کو پار
عرس کے دن تو برستے ہیں یہاں رحمت کے پھول — آتی ہے مخلوق نورانی قطار اندر قطار

ہے دعا مرزؔا کی حضرت کا لگایا یہ چمن
پھولتا پھلتا رہے دائم رہے اسکی بہار

☆☆☆☆

فی مدح شیخ الاسلام العارف بالله العلامة الحافظ محمد انوارالله فضیلة جنک

نظـمـهـا : الدکتورالحافظ سید بدیع الدین الصابری

کامل الحدیث(النظامیه)۔ رئیس القسم العربی بالجامعة العثمانیة

هو عارف بالله روح اکابر — من خلقه حبّ النبیّ الاٰخر

وہ عارف باللہ ہیں اور اکابر کی روح رواں ہیں، نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اُنکا شیوہ ہے

حضر المدینة شیخنا فی حبّه — أمر الرجوع إلی المقرّ الغابر

ہمارے شیخ حبّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد مدینہ ہوئے آپکو سابقہ مقام پر جانے کا حکم ہوا

لأساس جامعةٍ لاهل الهندجمـــ — ـعًاکی یفوزوا بالعلی والکوثر

اہلِ ہند کے لئے ایک جامعہ کے قیام کی غرض سے تاکہ وہ بلندی اور خیر کثیر سے مالا مال ہوں

الشیخ نال الفیض من قبر النّبی — فعلومه صارت کمثل الأبحر

شیخ الاسلام روضہء نبی سے فیضیاب ہوئے پس آپ کے علوم سمندروں کے مانند ہو گئے

نور الهدایة قد بدا فی عینه — کالنجم یبدو حول بدرٍ أنور

نورِ ہدایت آپ کی آنکھوں میں اس ستارے کے مانند ظاہر ہے جو بدرِ کامل کے اطراف ہوتا ہے

کشف الظّلام بعلمه متواصلا — فتهذّبت أذهان اهل مناکرٍ

آپ نے مسلسل اپنے علم سے جہل کی تاریکی کو دور فرمایا پس برے لوگوں کے ذہن پاک ہو گئے

"أنوار أحمدی" فی مدیح نبینا — سلک الفضیلة جنک مثل الجوهر

فضیلت جنگ نے کتاب "انوار احمدی" کو مدحِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موتی کے مانند پرویا ہے

و "مقاصد الإسلام" من تصنیفه — عقد اللاٰلی فیٔ جمیع الأسطر

"مقاصد الاسلام" آپ کی تصنیف ہے جس کی ہر سطر موتیوں کا ہار ہے

و "نظامیة" قد أنجمت بضیائه — قد أشرقت أنوار اسمه فی المظهر

اور "نظامیہ" آپ کی ضیاء پاشی سے روشن ہے ہر زمانے میں آپ کے نورانی کرنوں کی چمک دمک رہی

أنوارهٗ فی کلّ أرجاء الاُفق — قد طابق النّور اسمه فی المظهر

آپ کے انوار افق کے ہر گوشے میں ہیں آپ کا نورانی عمل آپ کے نام کے مطابق ہے

☆☆☆

افکارونظریات شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام میں معراج کا واقعہ گویا محک (کسوٹی) امتحان ہے جس نے اس کا انکار کیا اس کی شقاوت ازلی کا حال کھل گیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوگی کہ سب جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے جو جو نشانیاں پوچھتے گئے سب بتلادیں اور راستہ کے قافلہ کا حال پوچھا وہ بھی بیان کر دیا جس کی تصدیق بھی ہوگئی پھر بھی تصدیق نہ کی۔ اور مثل دوسرے معجزات کے اس کو بھی سحر ہی قرار دیا جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے ﴿واخرج مسلم والنسائی وابن مردویه عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله عليه وسلم لقدر أيتنی فی الحجروقريش تساء لنی عن مسرای فسألوانی عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربا ما كربت مثله قط فرفعه الله لی انظر اليه ما سألونی عن شئی الاانبأتهم به. كذا فی درالمنثور (۱) ﴾ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش مجھ سے بیت المقدس کے جانیکا حال دریافت کرنے لگے میں حطیم میں تھا بہت سی چیزیں بیت المقدس کی انہوں نے ایسی پوچھیں کہ جو مجھے بخوبی یاد نہ تھیں اس وقت مجھ کو ایسی فکر ہوئی کہ کبھی ہوئی نہ تھی تب حق تعالیٰ نے اس کو میرے پیش نظر کر دیا پھر تو وہ جو سوال کرتے میں دیکھ کر فوراً جواب دے دیتا ﴿ واخرج ابويعلى وابن عساكر عن ام هانی ثم انتهيت الى عيربنی فلان فی التنعيم يقد مها جمل اورق وها هی ذه تطلع عليكم من الثنية فقال الوليد بن المغيرة ساحر فانطلقوا فنظروا فوجدوا كما قال فرموه بالسحروقالوا صدق الوليد فانزل الله وما جعلنا الرؤيا التی ارينا ك الافتنة للناس .كذا فی درالمنثور (۲) ﴾ یعنی سفر بیت المقدس کے آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ واپسی کے وقت تنعیم میں مجھے ایک قافلہ ملا جس کے آگے آگے ایک اونٹ ہے جس کا رنگ خاکستری ہے اور وہ یہیں قریب ہے ابھی ثنیہ پر تمھیں نظر آئیگا یہ سن کر ولید نے کہا کہ یہ ساحر ہیں اور لوگ قافلہ کی خبر لانے کو گئے چنانچہ جس طور پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سب باتوں کی تصدیق ہوگئی۔ اس پر سب نے کہا ولید نے جو حضرت کو ساحر کہا تھا وہ سچ ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیۡ اَرَيۡنَاكَ اِلَّافِتۡنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۳)

اب یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نیند کی حالت میں ہوا تھا یا وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں (بانی فرقہ قادیان) ان کو کتنے واقعات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ خواب کیسا ہی عجیب وغریب ہو اس کے بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور نہ سننے والا اس کا انکار کرتا ہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس واقعہ کا بیان کرنا بخوف تکذیب قرین مصلحت نہیں سمجھا گیا تھا۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے ﴿واخرج الطبرانی وابن مريم عن ام هانی قالت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا اريدان اخرج الى قريش فاخبرهم ما

رأیت فاخذت بثوبه فقلت انی اذکرك الله انك تاتی قوما یکذبونك وینکرون مقالتك فاخاف ان یسطوبك قالت فضرب ثوبه من یدی ثم خرج الیهم فاتاهم وهم جلوس فاخبرهم۔ الحدیث کذافی الدرمنثور والحدیث مذکور فیه بطوله (۴)﴾ یہ حدیث بہت طویل ہے یہاں مقصود اسی حصہ سے متعلق ہے جو لکھا گیا ماحصل اس کا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سفر بیت المقدس کا واقعہ بیان کرکے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے رات دیکھا ہے سب قریش سے بیان کردوں۔ میں نے حضرت کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ خدا کے لئے آپ یہ کیا کرتے ہو وہ لوگ تو پہلے ہی سے آپ کی تکذیب اور آپ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ واقعہ سن کر کہیں حملہ نہ کر بیٹھیں۔ حضرت نے جھٹکا مار کر دامن چھڑا لیا۔ اور ان کے مجمع میں جا کر سب واقعہ بیان فرمایا۔ انتہی۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہ تھی پھر ام ہانی رضی اللہ عنھا کو اس کے بیان نہ کرنے پر اس قدر اصرار کیوں تھا۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب کفار نے یہ واقعہ سنا تو بہت کچھ خوشیاں منائیں۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اب حضرت کی کسی بات کو فروغ نہ ہوگا چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے﴿واخرج ابن ابی شیبة واحمد والنسائی والبزار والطبرانی وابن مردویه وابونعیم فی الدلائل والضیاء فی المختار وابن عساکر بسند صحیح عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما کان لیلة اسری بی فاصبحت فی مکة قطعت وعرفت ان الناس مکذبی فقعدت معتزلا حزینا فمربه عدوالله ابو جهل فجاء حتی جلس الیه فقال له کالمستهزئ هل کان من شئی قال نعم قال وما هو قال انی أسری بی اللیلة قال الی این قال الی بیت المقدس قال ثم اصبحت بین ظهر انینا قال نعم فلم یردان یکذبه مخافة ان یجحده الحدیث ان دعاقومه الیه قال ارأیت ان دعوت قومك اتحدثهم بما حدثتنی قال نعم قال هیا معشربنی کعب بن لؤی فانقضت الیه المجالس وجاء واحتی جلسوا الیهما قال حدث قومك بما حدثتنی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی اسری بی اللیلة قالوا الی این ؟قال الی بیت المقدس قالوا ایلیا قال نعم قالوا ثم اصبحت بعد ظهر انینا قال نعم قال فمن بین مصفق و من بین واضع یده علی رأسه متعجبا قالوا وتستطیع ان تنعت المسجد وفی القوم من سافرالیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فذهبت انعت فمازلت انعت حتی التبس علی بعض النعت فجئی بالمسجد وانا انظر الیه حتی وضع دون دار عقیل اوعقال وانا انظر الیه فقال القوم اما النعت فوالله لقد اصاب کذا فی الدرالمنثور (۵)﴾یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات میں بیت المقدس جا کر صبح مکہ میں آ گیا مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری تکذیب ضرور کریں گے اسی خیال میں میں ایک طرف غمگین بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابوجہل آکر میرے پاس بیٹھ گیا اور بطور استہزا پوچھا کیوں کیا کوئی نئی بات ہے، فرمایا ہاں کہا کیا ہے، فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے کہا کہاں، فرمایا بیت المقدس، کہا پھر صبح ہم لوگوں میں موجود ہوگئے، فرمایا ہاں، جب یہ سنا تو اس خیال سے کہ کہیں لوگوں کے روبرو انکار نہ کر جائیں تکذیب نہیں کی اور کہا کیا یہ بات آپ

لوگوں کے روبرو بیان کروگے۔ فرمایا ہاں، یہ سنتے ہی باآواز بلند پکارا اے گروہ بنی کعب بن لوی، اور فوراً جوق درجوق لوگ وہاں ٹوٹ پڑے پھر حضرت سے کہا کہ جو آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ ان لوگوں سے بھی کہئے، فرمایا: آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے لوگوں نے پوچھا کہاں، فرمایا بیت المقدس، کہا کیا ایلیا، فرمایا ہاں کہا پھر صبح آپ ہم لوگوں میں موجود ہوگئے فرمایا ہاں یہ سنتے ہی لوگوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ کوئی تو تالیاں بجانے لگا کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا پھر انہوں نے کہا کیا آپ مسجد کا حال بیان کرسکتے ہیں اور ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کا حال بیان کرنے لگا یہاں تک کہ بعض علامتوں میں کچھ اشتباہ سا ہوگیا، ساتھ ہی مسجد میرے سامنے دار عقیل کے درے رکھی گئی جس کو میں دیکھ کر بیان کرنے لگا ان لوگوں نے جب پوری علامتیں سن لیں تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ واللہ سب علامتیں برابر بتلائیں، انتہی۔ یہاں چند امور قابل یاد رکھنے کے ہیں

۱۔ یہ حدیث صحاح اور مسند امام احمد اور مختار میں ہے اور بحسب تصریح محدثین ثابت ہے کہ ان کتابوں کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

۲۔ حضرت ﷺ کا یقین کرنا کہ لوگ اس واقعہ کی تکذیب کریں گے دلیل ہے اس بات پر کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں کیونکہ خواب میں اکثر عجیب وغریب خلاف عقل واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ لوگ سن کر اس کی تکذیب کریں گے۔

۳۔ حضرت ﷺ بجائے اس کے کہ اس واقعہ معراج شریف سے شاداں وفرحاں رہتے بیان کرنے کے پہلے نہایت غمگین رہے اس وجہ سے کہ کفار اس خلاف عقل واقعہ کی ضرور تکذیب کریں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہی خیال تھا تو بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور اگر ضروری تھا تو صرف راسخ الاعتقاد چند مسلمانوں سے بطور راز کہا جاتا بخلاف اس کے ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کفار کے روبرو بیان کرنے سے بہت روکا اور خود حضرت ﷺ کو بھی کمال درجہ کی فکر دامن گیر تھی یہاں تک حزین وغمگین بہت دیر تک بیٹھے رہے، مگر آخر بیان کرنا پڑا، ان امور میں غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ﷺ اس واقعہ کے بیان کرنے پر من جانب اللہ مامور اور مکلّف تھے، اگرچہ اصل مقصود عجائب قدرت حضرت ﷺ کو دکھلانا تھا۔ مگر اس کے بعد اس مسئلہ کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہوگئی، اور ایک دینی مسئلہ ٹھیر گیا پہلے حضرت ﷺ مامور ہوئے کہ کفار اور مسلمانوں میں اس کا اعلان کردیں پھر قرآن شریف میں اس کا ذکر فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی، اور منجملہ ان مسائل کے ٹھیرایا گیا جن پر ایمان لانا ضروری ہے گو خلاف عقل ہوں جیسے مسائل بعث ونشر ومقدورات الٰہی وغیرہ، چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالیٰ ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا الایۃ (۶)﴾ یعنی وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس لے گیا، جسکے اردگرد ہم نے برکتیں دیں، اور اس لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نمونے معائنہ کرائیں۔ انتہی۔ اور اس واقعہ کے بعض اغراض اس طرح بیان کئے قولہ تعالی ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۷) یعنی یہ جو تم کو دکھایا گیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے تھا کہ لوگوں کی آزمائش ہوجائے چنانچہ آزمائش اور فتنہ کا حال بھی ابھی معلوم ہوگیا

کہ بعض مسلمان کافر و مرتد ہو گئے اور کافروں کا کفر و انکار اور بڑھ گیا۔

۴۔ کفار نے جب پوچھا کہ کیا آپ رات بیت المقدس کو جا کر صبح ہم میں موجود ہو گئے تو آپ نے اس کی تصدیق کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم کے ساتھ حالت بیداری میں تشریف لے گئے تھے ورنہ جواب میں فرماتے کہ یہ واقعہ تو خواب کا تھا میں جسم کے ساتھ یہاں سے گیا ہی کب تھا، جو پوچھا جاتا ہے کہ ﴿ثُمَّ اَصبَحتُ بَینَ ظَهرَانَیْنَا﴾ یعنی صبح یہاں موجود ہو گئے۔

معراج حالت بیداری میں ہوئی

۵۔ ایسے موقع میں تالیاں بجانا اپنی کامیابی اور خصم کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی اپنی وہ اسی میں سمجھتے تھے کہ جھوٹ ثابت کریں اور ظاہر ہے کہ خلاف عقل خواب سننے سے یہ جوش طبائع میں ہرگز نہیں پیدا ہوتا۔ اس میں توہین مقصود ہوتو زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اضغاث احلام یعنی پریشان خواب ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہ کیا جائے گا کہ کسی مخالف نے واقعہ کو سن کر پریشان خواب کہا ہو۔

۶۔ مقامی علامتیں بطور امتحان دریافت کرنا خواب کے واقعہ میں نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے کہ خواب کے بیان کرنے والے کو یہ دعوے ہی نہیں ہوتا کہ جو دیکھا ہے وہ واقعہ کے مطابق ہے۔ اسی وجہ سے اس میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے اگر یہ ذہن نشین کرایا جاتا کہ یہ واقعہ خواب میں دیکھا گیا ہے تو نہ ان کو علامات پوچھنے کا موقع ملتا نہ حضرت ﷺ کو جواب دینے کی ضرورت ہوتی اور نہ فکر و کرب طبع غیور کو لاحق ہوتی۔

۷۔ امتحان کے وقت نقشہ مسجد کا پیش نظر ہونے سے ظاہر ہے کہ کشف اس موقع میں ہوا تھا جس کی تصریح فرمادی اگر پورا واقعہ کشفی ہوتا تو اسی طرح صراحتاً فرمادیتے کہ رات بیت المقدس وغیرہ میرے پیش نظر ہو گئے تھے۔ الحاصل حدیث موصوف میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا ہے۔

کفار نے جب حضرت ﷺ سے یہ واقعہ سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر ایسی کھلی جھوٹ ہے کہ جو سنے گا عقل میں نہ آنے کی وجہ سے اس کی تکذیب کر دے گا۔ اس لئے انہوں نے پہلے یہ خیال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو فتنہ میں ڈالیں۔ جب نعوذ باللہ وہ حضرت ﷺ سے پھر جائینگے تو پھر کوئی حضرت ﷺ کی رفاقت نہ دے گا اس لئے فوراً وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہونچے، اور کہا کہ لیجئے آپ کے رفیق اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس جا کر آ گئے۔ کیا اس کی بھی تصدیق کی جائیگی۔ مگر وہاں شان صدیقی جلوہ گر تھی، ایسے بادہوائی شبہات سے کب جنبش ہو سکتی تھی۔

آپ نے فرمایا اس کی تصدیق میں کوئی تامل نہیں بشرطیکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہو، جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

واخرج الحاكم وصححه وابن مردويه والبيهقى فى الدلائل عن عائشة رضى الله عنها قالت لما اسرى بالنبى صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يحدث الناس بذلك فارتد نا س ممن كانوا امنوابه وصدقوه وسعوا بذلك الى ابى بكر فقالوا هل لك فى صاحبك يزعم انه اسرى به الليلة الى بيت المقدس قال او قال ذلك قالوا نعم قال لئن قال ذلك لقد صدق قالو فتصدق انه ذهب الليلة الى بيت المقدس وجاء قبل الصبح قال نعم انى لأصدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السماء فى غدوة اوروحة فلذ لك

سمی ابا بکر الصدیق ، کذافی الدر المنثور (۸):۔یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جاکر واپس تشریف لائے اس کی صبح وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا، جس سے بہت لوگ جو حضرت ﷺ پر ایمان لاکر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہوگئے پھر کفار ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے کہ کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کروگے۔ لیجئے وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جاکر آگئے کہا: کیا حضرت نے یہ فرمایا، کہا ہاں، کہا اگر فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے، کہا کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات بیت المقدس تک گئے اور صبح سے پہلے واپس آگئے ،فرمایا ہاں میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں یعنی جو صبح وشام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں ان کو صحیح جانتا ہوں، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی وجہ سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

حضرت عائشہ ؓ معراج جسمانی کی قائل ہیں

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا کہ حضرت ﷺ حالت بیداری میں بیت المقدس جاکر تشریف لائے اور اسی کی تصدیق پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلقب صدیق ملقب ہوئے اگر کفار نے سمجھا نہ تھا یا بہتان کیا تھا تو حضرت عائشہؓ اس کی تصریح فرمادیتیں کہ یہ کفار نے بہتان کیا تھا درحقیقت وہ خواب تھا۔ اب اس روایت کی قوت کو دیکھئے کہ باوجود یہ کہ حاکم کا میلان تشیع کی طرف تھا جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بستان المحد ثین'' میں لکھے ہیں۔اور اس حدیث سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت صدیقیت ثابت ہوتی ہے مگر قوت اسناد کے لحاظ سے مستدرک میں اس کو لکھ کر تصریح کردی کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ معراج جسمانی کے قائل نہیں ہے کیوں کر صحیح ہوگا۔ اور اس یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمانوں نے مرتد ہونے اور دین اسلام چھوڑ دینے کو گوارا کیا مگر معراج جسمانی کو نہ مان سکے جیسا کہ دوسری احادیث سے ابھی معلوم ہوا۔ واضح رہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا مجازی طور پر ہے حقیقت میں تو وہ کفار ازلی تھے۔ اور تعجب نہیں کہ برائے نام مسلمان کہلاتے ہوں کیونکہ مسلمانوں کے ایسے بودے اعتقاد نہیں ہوا کرتے۔ واخرج البزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویه والبیهقی فی الدلائل وصححه عن شداد بن اوس رضی الله عنه قال قلنا یا رسول الله کیف اسری بك فقال قد صلیت بأصحابی العتمت بمکة معلماً فاتانی جبرئیل بدابة بیضاء ان قال ثم انصرف بی فمرنا بعیر قریش بمکان کذا وکذاوقداضلوا بعیرا لهم قدجمعهٗ فلان فسلمت علیهم فقال بعضهم هذا صوت محمد صلی الله علیه وسلم ثم اتیت اصحابی قبل الصبح بمکة فاتانی ابوبکرفقال یارسول الله این کنت اللیلة قد التمستك فی مکانك فقلت اعلمت انی اتیت بیت المقدس اللیلة فقال یا رسول الله انه مسیرة شهر فصفه لی قال ففتح لی صراط کأنی انظر الیه لا تسألونی عن شئ الا انبأتکم عنه فقال ابوبکررضی الله عنه اشهد انك رسول الله وقال المشرکون انظروا الی ابن ابی کبشة زعم انه أتی بیت

المقدس الليلة فقال ان من آية ماأقول لكم انی مررت بعير لكم بمكان كذا و كذا وقد اضلوا بعيرا لهم فجمعه فلان وان مسيرهم ينزلون بكذا ثم كذاويأتونكم يوم كذاوكذا يقدمهم جمل آدم عليه شيخ اسود وغرارتان سوداوتان فلما كان ذلك اليوم اشرف القوم ينظرون حتى كان قريبا من نصف النهار قدمت العيريقدمهم ذالك الجمل الذی وصفه رسول الله صلى الله عليه وسلم. ذكره الامام السيوطی بطوله فی الدرالمنثور (۹)۔یعنی شداد بن اوس کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو بیت المقدس کس طرح لے گئے۔فرمایا: میں جب صحابہ کے ساتھ عشاء پڑھ چکا تو جبریل علیہ السلام میرے لئے سواری لائے پھر تمام واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس سے لوٹے تو فلاں مقام میں ایک قافلہ پر ہمارا گذر ہوا جو مکہ کو جارہا تھا ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا جس کو فلاں شخص نے گھیر لایا۔اس حالت میں میں ان پر سلام کیا، بعضوں نے کہا یہ تو محمد ﷺ کی آواز ہے،غرض کہ صبح سے پہلے میں مکہ کو اپنے صحابہ میں پہنچ گیا، پھر ابوبکر میرے پاس آئے اور کہا یارسول اللہ آپ رات کہاں تھے، میں آپ کو آپ کے مقام پر تلاش کیا۔میں نے کہا تم جانتے ہو میں رات بیت المقدس گیا تھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو ایک مہینے کی راہ ہے اس کا کچھ حال بیان کیجئے ،فرمایا وہ دور تو ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے ایک راستہ میرے لئے ایسا نزدیک کا کھولدیا کہ وہ میرے پیش نظر ہوگیا، وہاں کی جو بات تم پوچھو میں بتادونگا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتاہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہو، اور مشرکوں نے کہا دیکھو ابن ابی کبشہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس کو جا کر آ گئے ،حضرت ﷺ نے فرمایا میں ایک نشانی اس کی تمہیں بتلاتا ہوں کہ میرا گزر فلاں مقام میں تمہارے قافلہ پر ایسے وقت ہوا کہ ان کا ایک اونٹ فلاں مقام پر گم ہوگیا تھا جس کو فلاں شخص نے گھر لایا اور ان کی رفتار ایسی تھی کہ فلاں مقام میں اتریں گے اور فلاں روز وہ یہاں پہنچ جائیں گے، قافلہ کے آگے ایک سفید اونٹ ہے جس کی پیٹھ پر دو کالے گون اور اس پر ایک بوڑھا سیاہ رنگ سوار ہے جب وہ دن آیا تو لوگ اس قافلہ کو دیکھنے نکلے، چنانچہ دوپہر کے قریب وہ قافلہ آ پہنچا اور جس طرح حضرت ﷺ نے فرمایا تھا وہی اونٹ اس کے آگے تھا۔انتہیٰ۔

رسالت مان لی جائے تو اس کے سب لوازم مان لیئے جاتے ہیں

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت ﷺ نے طئے مکان کو اشارۃً بیان فرمایا، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسالت کی شہادت دے کر اس کی تصدیق کرلی، کیونکہ جب رسالت مان لی جائے تو اس کے سب لوازم مان لئے جاتے ہیں، دیکھئے لفظ انصرفت اور ثم اتيت قبل الصبح بمكة ، سے ظاہر ہے کہ اس رات حضرت ﷺ مکہ میں تشریف نہیں رکھتے تھے اور اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کو اس رات تلاش کیا اور نہ پایا اگر حضرت ﷺ وہاں ہوتے تو فرمادیتے کہ میں تو وہیں تھا یا فلاں مقام میں تھا بجائے اس کے صدیق اکبر کے اس سوال کے جواب میں آپ رات کہاں تھے یہ فرمانا کہ میں بیت المقدس گیا تھا بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ حضرت ﷺ مع جسم تشریف لے گئے تھے پھر ظاہر ہے کہ اس قافلہ والوں پر ایسی جلدی کی حالت میں کہ سرعت سیر برق سے کم نہ تھی سلام کرنا اسی غرض سے تھا کہ خبر معراج سن کر ان کے دل اس کی صحت پر گواہی دیں

کیوں کہ انہوں نے اپنے کانوں سے حضرت ﷺ کی آواز سن لی تھی۔

اور نیز جب کافروں نے کہا کہ حضرت ﷺ بیت المقدس کے جانے کا دعوے کرتے ہیں۔ تو ان کے جواب میں یہ ارشاد کہ جانے کی نشانی میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ علانیہ ثابت کر رہا ہے کہ ان کے قول کی تصدیق کی گئی کہ بے شک ہم گئے تھے اور اس کی نشانیاں سن لو۔ اگر خواب وغیرہ میں گئے ہوتے تو فرمادیتے کہ یہ میرا دعوے ہی نہیں۔ اور جس طرح اس حدیث سے ثابت ہے کہ معراج حالت بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی۔ ان احادیث سے بھی ہے۔

اخرج ابن جرير وابن المنذروبن ابی حاتم وابن مردويه والبيهقی فی الدلائل وابن عساكر عن ابی سعيد الخدری قال حدثنا رسول الله صلی الله عليه وسلم بالمدينة عن ليلة اسری به من مكة الی المسجد الا قصی قال بينا انا نائم عشاء بالمسجد الحرام اذ اتانی آت فايقظنی فاستيقظت۔ كذا فی الدرالمنثور (۱۰) یعنی ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہم لوگوں سے واقعہ معراج کا جو بیان فرمایا اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اس رات میں مسجد میں سوتا تھا کہ یکا یک کوئی شخص آ کر مجھے بیدار کیا، اس کے بعد پورا واقعہ اس حدیث میں مذکور ہے،

اور ایک روایت یہ بھی ہے عن ابن اسحاق وابن جرير وابن المنذر عن الحسن بن الحسين رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم بينا انا نائم فی الحجر جاء نی جبرئيل فهمزنی برجله فجلست فلم ار شيئا فعدت لمضجعی فجاء نی الثانية فهمز نی بقدمه فجلست فلم ار شيئا فعدت لمضجعی فجاء نی فهمزنی بقدمه فجلست فاخذ بعضدی فقمت معه۔ الحديث ذكره فی الدر المنثور (۱۱)، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں سورہا تھا جو مسجد الحرام میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے جگایا مگر کوئی نظر نہ آیا اس لئے پھر سورہا پھر جگایا پھر بھی کوئی نظر نہ آیا اور پھر سورہا تیسری بار کے جگانے میں اٹھ بیٹھا اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں ان کے ساتھ چلا، اس کے بعد براق وغیرہ کا قصہ مذکور ہے

اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ حق تعالی فرماتا ہے **سبحان الذی اسری بعبده ليلا من المسجد الحرام الی المسجد الأقصی** (۱۲)، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس اس رات میں جا کر آیا اور قرآن وحدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے خواب پر دلالت ہو۔ اور مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۴۰ میں لکھتے ہیں یہ مسلم ہے کہ **النصوص يحمل علی ظواهرها** اور خود آنحضرت ﷺ تصریح فرمارہے ہیں کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا اور اس پر اتنے قرائن موجود ہیں جو مذکور ہوئے پھر کسی ایمان دار کو اس کے ماننے میں کیونکر تامل ہوسکتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کو اس مسئلہ میں ذرا بھی شبہ نہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو تفسیر درمنثور میں ہے، اخرج عبدالرزاق وسعيد بن منصور واحمد والبخاری والترمذی والنسائی وابن الجرير و ابن المنذرو ابن ابی حاتم والطبرانی والحاكم وابن مردوية والبيهقی فی الدلائل عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله وما جعلنا الرؤيا التی ارينا ك الافتنة للنا س (۱۳) کی تفسیر میں ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد یہاں

رؤیت چشم ہے خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی شب معراج جو نشانیاں حضرت ﷺ کو بیت المقدس وغیرہ میں دکھلائی گئی تھیں وہ خواب نہ تھا۔

اب دیکھئے کہ باوجود یہ کہ رؤیا خواب کے معنی میں کیثر الاستعمال ہے مگر چونکہ ابن عباسؓ کو خواہ تواتر کی وجہ سے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا تھا معراج جسمانی کا یقین تھا اس لئے رؤیا کی تفسیر رؤیت چشم کے ساتھ ہی جو لازمہ معراج جسمانی ہے اگر ان کو اس بات میں ذرا بھی تامل ہوتا تو قرآن کی تفسیر اس جزم کے ساتھ ہرگز نہ کرتے اور نہ اس کو جائز رکھتے کیونکہ تفسیر بالرائے کو یہ حضرات کفر سمجھتے تھے۔

ابن عباس سے ''انـــــی متـــــو فیک'' کے معنی، ''مـــمیتک'' جو مروی ہیں اس کو مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں بار بار ذکر کرتے ہیں اور ابن عباس کے فضائل بیان کر کے لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے علم قرآن ان کے حق میں قبول ہوئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن عباس جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں وہ صحیح اور قابل وثوق ہے اس صورت میں ضرور تھا کہ مرزا صاحب ابن عباس کی اس تفسیر پر اعتماد کر کے معراج جسمانی کے قائل ہوتے مگر افسوس ہے کہ اس کو قابل اعتبار نہ سمجھا، اور اس پر توجہ تک نہ کی جس سے معلوم ہوا کہ اس احادیث کی فضیلت پر ایمان زبانی تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت مذکورہ میں رؤیت کو دو قسموں میں منحصر کیا رؤیت عینی اور رویت منامی اگر رؤیت کشفی جو مرزا صاحب کہتے ہیں کوئی علیحدہ چیز ہوتی تو اسکو بھی بیان کر دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رؤیت کشفی کو انہوں نے انہیں دو میں سے کسی ایک میں داخل کر دیا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر چہ منام میں دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مگر فی الواقع وہ چشم سر سے نہیں دیکھتا یہی حال کشفی رؤیت کا بھی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے کشف سے قیامت تک کے حالات کو بیان فرمایا ہے۔ حالانکہ ان چیزوں کا وجود ہی اس زمانہ میں نہ تھا پھر کیوں کر کہا جائے کہ حضرت ﷺ نے آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھا تھا حالانکہ ابصار کی شرط جو تقابل رائی و مرئی ہے فوت ہے اس سے ثابت ہے کہ رؤیت کشفی رؤیت عینی نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ ابن عباس نے رؤیت کشفی کو رؤیت منامی میں داخل کر کے اس کی بھی نفی کر دی اور رؤیت عینی کو ثابت کیا۔

اس موقع میں تعجب نہیں کہ مرزا صاحب اس کو بھی قبول کر لیں گے کہ حضرت صلی اللہ علیہ نے وہیں بیٹھے ہوئے آنکھوں سے کچھ دیکھ لیا، جیسا کہ ازالۃ الاوہام (ص ۳۵۴) میں ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کو انکار یا تاویل یا ردوقدح کی ضرورت صرف وہاں ہوتی ہے جہاں ان کی عیسویت وغیرہ پر کوئی اثر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسی علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہو جاتا ہے پھر جب وہ زندہ آسمان پر موجود ہوں تو احادیث کی رو سے لوگ انہیں کے انتظار میں لگ جائیں گے اور مرزا صاحب کو کون پوچھے گا۔

اس وجہ سے معراج کا انکار ہی کر دیا، اور شق القمر کے معجزہ کا کوئی اثر ان کے مباحث پر نہ تھا اس لئے اس کو مان لیا، چنانچہ ازالۃ الاوہام ص ۳۰۱ میں لکھتے ہیں کہ

معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدابیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور خدائے تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راست باز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے اس کو دکھا دیا تھا۔ انتہیٰ۔

اور ایسے بہت سے نظائر ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔

یہاں کلام اس میں تھا کہ تعجب نہیں کہ مرزا صاحب رؤیت عینی کو بھی مان لیں کیونکہ اس سے کوئی ان کا حرج نہیں۔ البتہ حرکت جسمانی کو وہ اس خیال سے محال سمجھتے ہیں کہ کہیں معراج کے ضمن میں عیسی بھی آسمان پر نہ چڑھ جائیں مگر رؤیت عینی کو اگر مان لیں تو کہا جائیگا کہ علم مناظر و مرایا میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرئی رائی سے اس قدر دور ہو کہ اس کی نسبت اس بعد کی طرف ایسی ہو جیسے ایک کی نسبت پانچ ہزار تین سو کی طرف ہے۔ تو وہ شئی نظر نہ آئیگی۔ اس صورت میں مرزا صاحب کے اس قول پر بھی حکماء ہنسیں گے جس کا ان کو بہت خوف ہے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۶) میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے بارے میں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیوں کر پہنچ گئے۔

میری رائے میں اس فکر کی ضرورت نہیں اگر طبعی اور فلسفی لوگ یہ سن لیں گے کہ مہینوں کی راہ سے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا آنکھوں سے دیکھ لینا، اور انگشت کے اشارہ سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وقوع میں آ گیا تو ایسی حیرت اور پریشانی میں پڑ جائینگے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے عروج پر ہنسنے کی نوبت ہی نہ آئے گی غرض عجائب قدرت کو شب معراج اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے دیکھنا نہ عقلا ثابت ہوسکتا ہے نہ نقلا، اور اگر معجزہ کے طور پر تسلیم بھی کرلیا جائے تو قرآن کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے (**سبحان الذی اسری بعبدہ**) اس سے تو صراحتاً حضرت کو لیجانا ثابت ہے پھر اگر لے جانا روحانی اور رؤیت جسمانی ہو تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت کی روح مبارک بیت المقدس بلکہ آسمانوں پر گئی، اور جسمانی آنکھیں بغیر روح کے مکہ میں پڑی دیکھ رہی تھیں اور نیز اس تقدیر پر لفظ اسریٰ بے معنی ہوئے جاتا ہے وہاں تو توفی کے معنی پورے صادق آ جاتے ہیں کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے (**اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری**) (۱۴)، جس کا مطلب یہ ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی وفات ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور پھر چھوڑ دی جاتی ہے پھر یہ بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بغیر روح کے بھی آنکھوں کو ادراک ہوسکتا ہے جو اس معراج میں مقصود بالذات تھا کما قال تعالی (لنریہ من آیاتنا)۔

شاید یہاں کہا جائے گا کہ آیت شریفہ (**و ماجعلنا الرویا**) کی تفسیر میں اختلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محققین مفسرین ومحدثین نے تصریح کی ہے کہ ابن عباس کا ترجمان القرآن ہونا مسلم ہے اس لئے یہ نسبت اور تفسیروں کے ان کی تفسیر زیادہ تر قابل قبول ہے اور مرزا صاحب کی تقریر سابق سے بھی یہی امر مستفاد ہے، پھر وہ روایت بھی کوئی ضعیف نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کتب صحاح میں موجود ہے اور مرزا صاحب بھی بخاری اور مسلم کی صحت اور قابل استدلال ہونے کے قائل ہیں، چنانچہ ازالۃ الاوہام ص ۸۸۴ میں لکھتے ہیں کہ اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعوے میں کیوں بار بار ان کو پیش کرتا۔ انتہیٰ۔

غرض کہ ابن عباس کی تفسیر اور بخاری شریف کی روایت دونوں مرزا صاحب کے مسلمات سے ہیں اور ان سے معراج جسمانی ثابت ہوگئی۔ وھو المقصود۔

مرزا صاحب کی موشگافیاں

کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی قدر اعتراض کیا تھا کہ اگر آپ بیت المقدس جا کر آئے ہیں تو وہاں کی نشانیاں بتلائے پھر

جب نشانیاں بتلائی گئیں تو اور کوئی اعتراض ان کو نہ سوجھا سوائے اس کہ عناد کی راہ سے ساحر کہدیا، مگر مرزا صاحب چونکہ پڑھے ہوئے اور فہم وذکاء میں ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں ضرورت سے زیادہ موشگافیاں کر کے ایسے اعتراضات قائم کئے کہ اب تک کسی کو سوجھے نہ تھے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام ص ۹۳۲ میں لکھتے ہیں کہ معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض ہے کسی حدیث میں چھت کو کھول کر جبرئیل آئے اور میرے سینے کو کھولا پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا سو وہ میرے سینے میں ڈالا گیا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گیا مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ وہ طشت طلائی جو عین بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالہ کیا گیا اور کسی حدیث میں میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان میں تھا اور تین فرشتے آئے اور ایک جانور بھی لایا گیا، اور کسی میں براق کا کوئی ذکر نہیں اور کسی میں ہے کہ میں حطیم میں تھا، یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا ،اور کسی میں ہے بعثت کے پہلے یہ واقعہ ہوا اور بغیر براق کے آسمان پر گئے اور آخر میں آنکھ کھل گئی، اور ان پانچوں واقعوں میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور بعد تخفیف پانچ منظور کرائیں، اور ترتیب رؤیت انبیاء میں بڑا اختلاف ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

جتنی باتیں مرزا صاحب نے لکھی ہیں بے شک بخاری کی احادیث میں موجود ہیں، باوجود اس کے کسی مسلمان کا ذہن ان کے ابطال کی طرف منتقل نہ ہوا، اور صحابہ کے زمانے سے آج تک باوجود ان روایات متعارضہ کے وجود معراج پر اجماع ہی رہا اس لئے کہ جب یقینی طور پر کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو اس کے عوارض میں اختلافات ہونے سے اس یقین پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، مگر چونکہ مرزا صاحب کو اپنی عیسویت ثابت کرنے کی غرض سے اس کے ابطال کی ضرورت ہے اس لئے جن امور میں اغماض ہو رہا تھا ان کو ظاہر کر دیا تا کہ ضعیف الایمان لوگوں کو اصل معراج ہی میں شک پڑ جائے۔

بہت خیر گذری کہ مرزا صاحب احادیث ہی میں تعارض پیدا کرنے کے درپئے ہوئے۔ اگر قرآن کی طرف توجہ کرتے تو اس قسم کے بہت سارے اعتراض اس میں بھی پیدا کر دیتے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ کما قال تعالیٰ (**ثم بعثنا من بعدهم موسى بآياتنا الى فرعون وملئه** (۱۵) اور کہیں فرماتا ہے کہ صرف قوم فرعون کی طرف بھیجا، کما قال (**واذنادى ربك موسى ان ائت القوم الظالمين قوم فرعون** (۱۶) اور کہیں فرماتا ہے کہ ان ہی کی قوم کی ہدایت کو بھیجا، کما قال تعالیٰ (**ولقد ارسلنا موسى باياتنا ان اخرج قومك من الظلمات الى النور** (۱۷)، اور کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ اور ہاروں کو بھیجا، کما قال تعالیٰ (**فأتيا فرعون فقولا انا رسول رب العلمين** (۱۸)۔

اور کہیں فرماتا ہے صرف موسیٰ کو بھیجا کما قال (**واذنادى ربك موسى ان ائت القوم** (۱۹) کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ نے ساحروں سے ابتداء فرمایا کہ جو تم کو ڈالنا منظور ہو ڈال دو۔ کما قال تعالیٰ (**وقال لهم موسى القوا اما انتم ملقون** (۲۰) اور کہیں فرماتا ہے کہ پہلے ساحروں نے اس بات میں تحریک کی کما قال تعالیٰ (**قالوا يا موسى اما ان تلقى واما ان نكون نحن الملقين** (۲۱) کہیں فرمایا ہیکہ فرعون کی قوم کو ڈبو دیا کما قال تعالیٰ (**ثم اغرقنا الاخرين** (۲۲) اور کہیں فرماتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا

میں پھینکدیا کما قال (فاخذناہ وجنودہ فنبذناھم فی الیم (۲۳) اوراس کے نظائر قرآن میں بکثرت ہیں ہر چند یہ ظاہر میں اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ موسی علیہ السلام کا واقعہ تعارض کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ ممکن نہیں کہ اہل ایمان کے دل میں اس تعارض کا ذرا بھی اثر ہو یا اس کو تعارض سمجھیں۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ شارع کو واقعات بیان کرنے سے کہانی مقصود نہیں ہوتی کہ جب بیان کی جائے پوری بیان کی جائے بلکہ وہاں ہر بیان میں ایک مقصود خاص پیش نظر ہوا کرتا ہے پھر متعدد بیانوں سے پورا قصہ بھی معلوم ہوجاتا ہے۔

اب معراج کے قصہ میں غور کیجئے کہ جس کو خدائے تعالی کی قدرت پر ایمان ہو کیا اس کو ان امور میں جو اس میں مذکور ہیں کچھ تامل ہوگا۔ یا جیسا موسی علیہ السلام کے قصہ میں متفرق امور مربوط ومرتب کئے جاتے ہیں یہاں ممکن نہیں کیا یہ تصدیق ممکن نہیں کہ خدائے تعالی نے کسی مصلحت سے چھت کھول کر فرشتوں کو حضرت کے مکان میں اتارا ہو، اور پھر چھت کو ملا دیا ہو، جس میں ظاہراً ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اجسام کا خرق والتیام کا حضرت ﷺ کو پہلے ہی سے مشاہدہ ہوجائے ،اور شق صدر کے وقت کسی قسم کا تردد نہ ہو اور آسمانوں کے خرق والتیام کا استبعاد بھی جاتا رہے کیا یہ محال ہے کہ فرشتوں نے حضرت ﷺ کو گھر سے مسجد میں اس غرض سے لایا ہو کہ معراج اس متبرک مقام سے ہو اور تھوڑی دیر آپ آرام فرمانے کے بعد وقت مقررہ پر جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو جگایا ہو اور کیا جبرائیل علیہ السلام کو سونے کا طشت ملنا محال تھا یا محال سمجھا گیا کہ اتنا بوجھ اوٹھا کر وہ یا ان کے ساتھ فرشتے آسمان پر کیسے چڑھ گئے اور یہ تو کسی حدیث میں نہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ﷺ کو وہ طشت ہبہ کردیا تھا پھر مرزا صاحب جو اس سونے کی طشت کی تلاش کرتے ہیں جو بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالہ کیا گیا معلوم نہیں کس خیال پر مبنی ہے جب طشت کا آسمان پر اٹھایا جانا مرزا صاحب کی سمجھ سے باہر ہے تو فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا ہرگز ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔

خدا کا فضل نہ ہو تو ایمان محال ہے

سچ تو یہ ہے کہ ایسی خلاف عادت اور خلاف عقل باتوں پر ایمان لانا ہر کسی کا کام نہیں جب تک فضل الٰہی شامل حال نہ ہو ممکن نہیں کہ آدمی خدا اور رسول کے ارشادات پر ایمان لاسکے۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے (بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین (۲۴) یعنی بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوے اسلام میں سچے ہو اگر آدمی کو ایمان لانا منظور ہو تو قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو پیش نظر رکھ کر اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کر کے ایمان لاسکتا ہے جیسے کروڑہا مسلمان باوجود ان تمام مضامین مذکورہ کے جن کو مرزا صاحب اپنی کامیابی کا سامان سمجھ رہے ہیں ایمان لاتے رہے اور جب ایمان لانا منظور نہیں ہوتا تو مشاہدہ بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ چنانچہ کفار نے باوجود یہ کہ دیکھ لیا کہ حضرت ﷺ نے ان کے تمام شبہات کے جواب دیدئے مگر جب بھی ایمان نہ لائے۔

تقریر بالا میں اگر غور کیا جائے تو مرزا صاحب کے اکثر شبہات کے جواب ہوگئے مثلاً بعض احادیث معراج میں براق کا نام چھوٹ گیا، اور بعضوں میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پہلے آرام فرمانا اور بعضوں میں حطیم کا ذکر اور بعضوں میں جبرئیل علیہ السلام کا حضرت ﷺ کو جگانا ترک ہوگیا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے موسی علیہ

السلام کے واقعات کی ہر آیت میں بعض بعض امور فروگذاشت کئے گئے۔ باوجود اس کے تعارض کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا البتہ بعض روایات میں جو وارد ہیکہ معراج قبل بعثت ہوئی وہ خلاف واقع ہے بجائے قبل ہجرت قبل بعثت کہا گیا ہے جیسے متعدد احادیث سے اور اجماع سے ثابت ہے مگر اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی بعض تحقیقات سے مستفاد ہے کہ کبھی موخر چیز مقدم بھی کہی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ انی متوفیک ورافعک میں تقدیم وتاخیر ممکن نہیں جس ترتیب سے حق تعالی نے بیان فرمایا ہے وہی واقعی ہے، اور جولوگ کہتے ہیں کہ پہلے رفع ہوا اور وفات بعد ہوگی وہ اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب تجویز کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک، اس کا مطلب ظاہر ہیکہ جو ترتیب لفظی واو کے ساتھ ہوتی ہے مرزا صاحب کے نزدیک وہ واقع کے مطابق ہوتی ہے یعنی واو بھی ترتیب کے لئے ہے اس قاعدہ کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسی علیہ السلام پہلے تھے اور ان کے بعد ایوب یونس ہارون اور سلیمان علیہم السلام وجود میں آئے کیونکہ حق تعالی فرماتے ہیں (واوحینا الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وھرون وسلیمٰن (۲۵)۔ جب بحسب تحقیق مرزا صاحب اس آیت شریفہ میں اشارۃ النص سے یہ ثابت ہوا کہ گویا حق تعالی فرماتا ہے کہ عیسی پہلے تھے اور ایوب وغیرہ بعد میں حالانکہ توراۃ انجیل واحادیث وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی بعدیت یقیناً ثابت ہے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں راوی نے اسی طرح معراج کو بعثت پر مقدم بیان کیا جیسے عیسی علیہ السلام ایوب ویونس وہارون علیہم السلام پر مقدم بیان کئے گئے جس سے نہ کذب لازم آتا ہے نہ خلاف واقع خبر دینے کا الزام۔ ☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۲۱۳
(۲) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۳۰۹
(۳) القرآن الحکیم، سورہ الاسرٰی، آیت:۶۰
(۴) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۲۶۰
(۵) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۲۲۲
(۶) القرآن الحکیم، سورہ الاسرٰی، آیت:۱
(۷) القرآن الحکیم، سورۃ الاسرٰی، آیت:۶۰
(۸) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۲۲۲
(۹) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۱۹۰
(۱۰) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۱۹۵
(۱۱) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۲۲۶
(۱۲) القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، آیت:۱
(۱۳) درمنثور، جلد:۵، صفحہ نمبر:۳۰۸
(۱۴) القرآن الحکیم، سورۃ الزمر، آیت:۴۲
(۱۵) القرآن الحکیم، سورہ اعراف، آیت:۱۰۳
(۱۶) القرآن الحکیم، سورہ شعراء، آیت:۱۰
(۱۷) القرآن الحکیم، سورہ ابراہیم، آیت:۵
(۱۸) القرآن الحکیم، سورہ الشعراء، آیت:۱۶
(۱۹) القرآن الحکیم، سورہ الشعراء آیت،۱۰
(۲۰) القرآن الحکیم، سورہ الشعراء، آیت:۴۳
(۲۱) القرآن الحکیم، سورہ اعراف، آیت ۱۱۵
(۲۲) القرآن الحکیم، سورہ صافات، آیت:۸۲
(۲۳) القرآن الحکیم، سورہ قصص، آیت:۴۰
(۲۴) القرآن الحکیم، سورہ حجرات، آیت:۱۷
(۲۵) القرآن الحکیم، سورۃ النساء، آیت:۱۶۳

☆☆☆

افکارونظریات شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

موئے مبارک، انوار و برکات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ہر جز ہمہ تن نور ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ہر جز ہمہ تن نور ہے۔ جس کو اہل بصیرت جانتے ہیں اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسری چیز میں نہیں۔ اس کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانی ہے ان حضرات کے اس خیال پر یہ روایت بھی گواہ ہے جس کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو پی لیا آپ نے اس بی بی کو فرمایا کہ پیٹ کی بیماریوں کی شکایت اب تمہیں کبھی نہ ہوگی۔ اس سے تو ثابت ہے کہ فضلات کی نسبت بھی صحابہ علیہم الرضوان کا یہی اعتقاد تھا کہ وہ سب تبرک ہیں۔ اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ وہ دواء امراض جسمانی بھی ہیں جس کی بالطبع آدمی کو رغبت ہوا کرتی ہے جب ہم خیال کرتے ہیں کہ پینے کے وقت انہیں کوئی مرض لاحق نہ تھا جس کے علاج کا اُنہیں خیال آیا ہو۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ ان حضرات کے عقیدہ میں یہ بات مستحکم تھی کہ وہ فضلات اپنی جان سے افضل اور باعث ترقی روحانی ہیں۔

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ صحابہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھتے تو ایسے سر جھکائے ہوئے بیٹھتے تھے جیسے کسی کے سر پر پرندہ بیٹھا ہے اور وہ شخص اس خیال سے کہ کہیں وہ اڑ نہ جائے سر جھکائے ہوئے بیٹھتا ہے۔ اور کوئی شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو آنکھ بھر کے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایسے مؤدب حضرات کے وہ خلاف شان اور گستاخانہ حرکات قابل تعجب ہیں اور اس پر سکوت اور رضا مندی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے زیادہ حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے مگر بات یہ ہے کہ صحابہ کے پیش نظر اس وقت یہ امر ہوتا تھا کہ اس پانی سے جو جسم مبارک تک پہنچ کر سراپا برکت ہوگیا تھا برکت حاصل کریں۔ اور وہ فضلات جس کو حضرت کے جسم مبارک سے متصل ہونے کی فضیلت حاصل ہوگئی تھی اپنے چہروں پر مل کر دارین میں سرخروئی حاصل کریں۔ اوران اشیائے فاضلہ کے استعمال کی بدولت اپنے جسم میں یہ صلاحیت پیدا ہو کہ روح پر جو جسم سے متصل یا متعلق ہے اثر ڈالے اور اسکی ترقی کا باعث بنے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اصلی یہی تھا کہ اہل ایمان کو ترقی روحانی حاصل ہو۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری بے ادبی کو نظر انداز فرمادیتے تھے اور یہ سکوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو جرأت دلاتا تھا کہ دل کھول کر یہ کام کیا جائے ورنہ کس کی مجال تھی کہ حضور نبوی میں ایسے بے ادبانہ حرکات کرسکتا۔ غرضکہ وہ فضلات بلا شبہ باعث ترقی روحانی سمجھے جاتے تھے۔ اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ صحابہ ان فضلات کو اپنے سے افضل بلکہ باعث حصول فضیلت سمجھتے تھے اور صحابہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو لاکر دیکھ لیا جائے کہ عقلا وشرعا وہ ہم سے افضل تھے یا نہیں؟ اسکے بعد خود فیصلہ ہوجائیگا کہ ہم تو کیا ہم سے افضل لوگوں سے وہ فضلات افضل تھے۔ اب جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رکھتے ہیں ان روایتوں کو پیش نظر

رکھیں تو سمجھ جائیں گے کہ حضرت ﷺ تو کہاں حضرت ﷺ کا بول وبراز بھی ہم سے بدر جہا افضل تھا۔

موئے مبارک روزانہ دست بدست سب تقسیم ہوجاتے:

موئے مبارک کا حال حدیث موصوف سے معلوم ہوگیا کہ روزانہ جو وضو کے وقت گرتے وہ دست بدست تقسیم ہوجاتے تھے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اصلاح بنوارہے تھے اور صحابہ ارد گر بیٹھے نوبت بہ نوبت اپنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر موئے مبارک کو حاصل کرتے تھے۔ ''المواھب اللدنیہ'' میں 'بخاری' و'مسلم' سے منقول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں اصلاح بنوائی تو سر مبارک کے بال ایک ایک دو دو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ انتھی ملخصا۔ شارح زرقانیؒ نے لکھا ہے کہ ایک ایک دو دو بال تقسیم کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حاضرین کثرت سے تھے اور اس سے غرض یہ تھی کہ ہمیشہ ان کے پاس وہ برکت باقی رہے اور آئندہ کے لئے یادگار رہو۔ ان احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ موئے مبارک اس غرض سے حاصل کیا کرتے تھے کہ بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں اور اپنے احباب میں تقسیم کریں وہ تبرکات کچھ تو اپنے ورثاء میں تقسیم کئے اور کچھ انہوں نے اپنے احباب کو دیئے ہونگے اور خود صحابہ جب انکی قدر کرتے تھے تو وہ جن کے پاس گئے وہاں بھی بطور تبرکات رکھے جاتے تھے جیسا کہ اب تک باوجود تیرہ سو سال منقضی ہونے کے تبرکات ہی کے حیثیت سے رکھے جاتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ اس موقع میں جہاں اس تعظیم وتوقیر کا منشاء قائم ہورہا تھا حضرت ﷺ کا سکوت فرمانا اسی غرض سے تھا کہ اہل اسلام دل کھول کر ان تبرکات سے برکت حاصل کیا کریں اور بڑی غرض اس سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو عشاق نبی ﷺ دیدار جہاں آرا سے محروم ہیں وہ اس متبرک جز کو سر اور آنکھوں پر رکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کریں اور سرفراز ہوں۔ اب رہی یہ بات کہ بعض جعل سازوں نے بھی بغرض دنیوی کارسازیاں کی ہوں گی جس سے ہر ایک میں اشتباہ واقع ہوگیا تو وہ اصل مقصود کے منافی نہیں اس لئے کہ تعظیم کرنے والا اس کو موئے مبارک سمجھتا ہے اس کے اعتقاد کے مطابق خدائے تعالی اس کو برکت عطا فرمائیگا۔ جیسا کہ اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوسکتا ہے۔ (**انما الاعمال بالنیات**)۔

حسبِ عقیدت عطائے برکت

کنز العمال کے ''کتاب المواعظ والحکم'' میں یہ حدیث شریف ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ خدائے تعالی کی طرف سے کسی کو فضیلت کی کوئی بات پہنچے اور اس کو ایمان کی راہ سے قبول کرلیا اور اس میں ثواب کی امید رکھی تو حق تعالی اس کو وہی ثواب عطا فرمائیگا جو اس کو معلوم ہوا ہے۔ اگرچیکہ وہ خلاف واقع ہو۔ انتھی ملخصا۔ مقصود یہ کہ کسی روایت سے یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں کام میں فضیلت ہے گو اس کا ثبوت باضابطہ نہوا ہو مگر عمل کرنے والا اعتقاد سے اس پر عمل کرلے تو وہی ثواب پائیگا جو اس میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی بزرگ کے پاس موئے مبارک کی زیارت ہوتی ہو اور انہوں نے کہہ دیا کہ یہ موئے مبارک آنحضرت ﷺ کا ہے تو اگر فی الواقع وہ حضرت ﷺ کا موئے مبارک نہ بھی ہو تو جو برکت اصلی موئے مبارک کی زیارت میں حاصل ہونے والی ہو وہی برکت اس موئے مبارک کی زیارت میں بھی حاصل ہوگی۔ یہ خدائے تعالی کا ایک فضل ہے جو بطفیل

حبیب کریم ﷺ آپ کی امت پر ہے واہی تباہی شبہات کی وجہ سے ایسی فضیلت سے محروم رہنا مقتضائے عقل نہیں۔ شیطان آدمی کا دشمن ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی فضیلت اور برکت کسی کو حاصل ہو۔ اس وجہ سے وہ ایسے شبہات پیش کرتا ہے جس کو عقل بھی مان لیتی ہے مگر ایمان آدمی کا مستحکم ہو تو دونوں کو جواب دیکر آدمی سعادت دارین حاصل کر سکتا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہوگیا کہ دنیا میں آنحضرت ﷺ کے ہزار ہا بلکہ لکھوکھا موئے مبارک موجود ہیں تو اب یہ خیال کرنے کی ضرورت ہی کیا کہ وہ کسی اور کا بال ہے۔ اگر صرف سو پچاس بال کا وجود احادیث سے ثابت ہوتا تو یہ کہنے کی گنجائش ہوتی کہ ہزار ہا موئے مبارک کہاں سے آگئے۔ جس کی زیارتیں ہو رہی ہیں۔ میری دانست میں اس وقت موئے مبارک کی اس قدر کثرت نہیں جس قدر صحابہ کے زمانہ میں احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

پرستش قرار دے کر لوگوں کو زیارت سے روکنا

بہر حال موئے مبارک کی زیارت نہ کر کے اس برکت سے محروم رہنا جو صحابہ کے مدنظر تھی قرین مصلحت نہیں۔ بعض حضرات اس کو پرستش قرار دیکر لوگوں کو زیارت سے روکتے ہیں اگر ایسے امور پرستش قرار دئے جائیں تو ہندوؤں کا قول صادق آجائیگا کہ مسلمان بھی مثل دیول کے کعبے کے اطراف پھرتے ہیں اور اس کی پرستش کیا کرتے ہیں مگر ہندوؤں کے قول سے ہم ان امور کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے جو بہ تعلیم آنحضرت ﷺ ثابت ہوئے اور صحابہ ان پر عامل رہے ہیں۔

موئے مبارک کی برکت سے فتح و نصرت

''تاریخ واقدی'' وغیرہ میں مروی ہے کہ جب شام میں خالد بن الولید رضی اللہ عنہ جبلہ بن ایہم کی قوم کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے ایک روز تھوڑی فوج کے ساتھ مقابل ہوئے اور رومیوں کے بڑے افسر کو مار لیا اس وقت جبلہ نے تمام رومی اور عرب مستنصرہ کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا صحابہ کی حالت نہایت نازک ہوگئی رافع ابن عمر طائی نے حضرت خالدؓ سے کہا: آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آگئی خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: سچ کہتے ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ میں اپنی ٹوپی بھول آیا جس میں آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔ ادھر یہ حالت تھی اور ادھر رات ہی کو آنحضرت ﷺ نے ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو جو افسر فوج تھے خواب میں زجر فرمایا کہ تم اس وقت سوتے پڑے ہو اٹھو اور فوراً خالد بن الولید کی مدد کو پہنچو کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔ اگر تم اس وقت جاؤ گے تو وقت پر پہنچ جاؤ گے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی وقت لشکر میں پکار دئے کہ جلد تیار ہو جاؤ چنانچہ وہاں سے وہ مع فوج یلغار روانہ ہوئے۔ راستے میں دیکھا کہ فوج کے آگے آگے نہایت سرعت سے ایک سوار گھوڑا دوڑائے ہوئے چلا جا رہا ہے اسطرح کہ کوئی اس کو پہنچ نہیں سکتا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید کوئی فرشتہ ہے جو مدد کے لئے جا رہا ہے مگر احتیاطاً چند تیز رفتار سواروں کو حکم کیا کہ اس سوار کا حال دریافت کریں۔ جب قریب پہنچے تو پکار کر کہا کہ اے جواں مرد سوار ذرا توقف کر۔ یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گیا دیکھا تو خالد بن ولید کی بی بی تھیں۔ ان سے حال دریافت کیا کہا کہ اے امیر جب رات میں میں نے سنا کہ آپ نے نہایت بے تابی سے لوگوں سے فرمایا کہ خالد بن الولیدؓ کو دشمن نے گھیر لیا تو میں نے خیال کیا کہ وہ ناکام کبھی نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک ہیں مگر جب ادھر ادھر دیکھا تو ان کی ٹوپی پر نظر پڑی جس میں موئے مبارک تھے۔ نہایت افسوس سے

میں نے ٹوپی لی اور اب چاہتی ہوں کہ کسی طرح اس کو ان تک پہنچادوں۔ ابوعبیدہ نے فرمایا: جلدی سے جاؤ خدا تمہیں برکت دے۔ چنانچہ انہوں نے گھوڑے کو ایڑ کیا اور آگے بڑھ گئیں۔ رافع بن عمر جو خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ کہتے ہیں کہ ہماری جب یہ حالت ہوئی کہ اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے تھے یکبارگی، تہلیل و تکبیر کی آواز آئی خالد رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے کہ یکبارگی روم کے سواروں پر نظر پڑی کہ بدحواس بھاگے چلے آرہے ہیں اور ایک سوار ان کا پیچھا کئے ہوئے ہے خالد رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑا کر اس سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جواں مرد سوار تو کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہاری بی بی ام تمیم ہوں تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں جس سے دشمن پر فتح پایا کرتے ہو تم نے اس کو اسی وجہ سے بھولا تھا کہ یہ مصیبت تم پر آنے والی تھی۔ الغرض وہ ٹوپی انہوں نے ان کو دی اس سے برق خاطف کی طرح نور نمایاں ہوا۔ راوی حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خالدؓ جب ٹوپی پہن کر کفار پر حملہ کیا تو لشکر کفار کے پیرا کھڑ گئے اور لشکر اسلام کی فتح ہوگئی۔ انتہی ملخصا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم موئے مبارک میں جو برکت سمجھتے تھے سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ کیا چیز ہے حسی ہے یا معنوی اور بالوں کے اندر رہتی ہے یا سطح بالائی پر کتنی ہی موشگافیاں کیا کیجئے اس کا سمجھنا مشکل تھا۔ اس روایت سے سب مشکلات حل ہوگئے۔ اور معلوم ہوگیا کہ مشکل سے مشکل کاموں میں آسانی اور جاں گداز واقعات میں امداد غیبی اس برکت کا ایک ادنی کرشمہ ہے۔ ''شمس التواریخ'' میں لکھا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے سارے فتوحات کے باعث یہی موئے مبارک ہوتے تھے۔ صاحب ''الاصابۃ فی احوال الصحابہ'' تحریر فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں یہ ٹوپی سر پر نہ تھی جب تک نہیں ملی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہایت الجھن میں رہے ملنے کے بعد اطمینان ہوا۔ اس وقت آپ نے یہ ماجرا بیان فرمایا کہ کل فتوحات کا مدار ان موئے مبارک پر تھا۔ انتہی۔ غرض کہ یہ تبرکات وہ ہیں جو بڑی جاں فشانیوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حاصل کئے اور اس کی حفاظت کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے لوگ نہ تھے کہ فضول کام میں وہ اہتمام کرتے کہ دینی ضروریات سے بھی زیادہ ہو کیونکہ اس کے حاصل کرنے میں نوبت بہ جدال وقتال پہونچنے کو ہوتی۔ جیسا کہ لفظ حدیث کادوا یقتلون سے ظاہر ہے بہ خلاف اس کے اور کسی دوسرے کام میں یہاں تک نوبت نہیں پہنچتی تھی۔ دیکھئے صف اول کی فضیلت ثابت ہے مگر جب یہاں تک نوبت پہنچی تو صاف ارشاد ہوگیا کہ صف ثانی میں بھی وہی فضیلت ہے اور اس جھگڑے کو یوں طے فرمادیا۔ بخلاف اس کے یہ حالت روزانہ ملاحظہ فرماتے اور خاموش رہ جاتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی اس اہتمام کو برا نہیں سمجھتے تھے کیونکہ حضرت جانتے تھے کہ وہ برکات انکے دارین کی صلاح وفلاح کے باعث ہیں ایسی چیز سے انکو روکنا گویا ان کو سخت ضرر پہنچانا ہے اور مقتضائے رحمت نبوی یہ نہ تھا کہ اپنے جاں نثاروں کو کسی قسم کا ضرر پہنچائیں۔ اہل انصاف غور فرماسکتے ہیں کہ صحابہ کا ہم پر کیسا احسان ہے کہ کیسی مصیبت سے انہوں نے وہ تبرکات حاصل کئے اور ان کی حفاظت نسلا بعد نسل کر کے ہم تک پہنچایا مگر افسوس ہے کہ ہمارے زمانے میں ان کی کچھ قدر نہ ہوئی کیونکہ باپ دادا کی کمائی کی آدمی کو وہ قدر نہیں ہوتی جو اپنی کمائی کی ہوتی ہے۔ ''تاریخ واقدی'' میں لکھا ہے کہ جنگ یرموک میں ایک روز خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت بیان کرتے ہوئے لشکر کفار کی طرف بڑھے ادھر سے ایک

پہلوان نکلا جس کا نام نسطور تھا اور دونوں کا دیر تک سخت مقابلہ ہو رہا تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اور خالد رضی اللہ عنہ اس کے سر پر آ گئے اور ٹوپی زمین پر گر گئی نسطور موقع پا کر آپ کی پیٹھ پر آ گیا اس حالت میں خالد رضی اللہ عنہ نے پکار کر اپنے رفقاء سے کہا کہ میری ٹوپی مجھے دو خدا تم پر رحم کرے ایک شخص آپ کی قوم بنی مخزوم سے تھا دوڑ کر ٹوپی دیدیا آپ نے اسکو پہن کر باندھ لیا اور نسطور پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ لوگوں نے اس واقعے کے بعد پوچھا کہ یہ آپ نے کیسی حرکت کی کہ دشمن قوی پیٹھ پر آ پہنچا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی اس وقت آپ اپنی ٹوپی کی فکر میں تھے جو شاید دو چار آنے کی ہوگی آپ نے کہا وہ معمولی ٹوپی نہیں تھی اس میں سرور کائنات ﷺ کے موئے مبارک تھے۔

موئے مبارک کی وجہ سے ادنیٰ شئ کی غیر معمولی قدر

اب غور کیجئے کہ اس ٹوپی کا خیال اس وقت کہ دشمن کے پورے قابو میں ہیں کس غرض سے ہوگا۔ لوگوں کو جو تعجب تھا کہ ایسی کیا قیمت اس کی ہوگی جو ایسی حالت میں اس کا خیال آیا وہ پہلے ہی آپ نے دفع فرما دیا کہ کوئی قیمتی چیز نہ تھی لیکن اس میں موئے مبارک تھے۔ غرض کہ اس وقت توجہ موئے مبارک کی طرف تھی اور اس کی طرف توجہ کرنے کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس ٹوپی سے صرف استعانت مقصود تھی کہ دشمن پر مدد حاصل ہو۔ اب غور کیجئے کہ ایسے جلیل القدر صحابی جن کی تعریف خود آنحضرت ﷺ نے کی اور سیف من سیوف اللہ فرمایا ان کی یہ حالت ہے کہ ایسے وقت میں کہ دشمن پورا قابو پا چکا ہے اور جانبری کی کچھ توقع نہیں اور دشمن خنجر بکف ہے موئے مبارک سے استمداد کر رہے ہیں اور یہ استمداد زبانی نہ تھی جیسا کہ اکثر شاعری میں استمدادی الفاظ کہدئے جاتے ہیں جن میں بندش مضمون زیادہ مقصود ہوتی ہے۔ بلکہ یہ مدد طلب کرنا عملی طور پر تھا اور زبان حال پکار پکار کر کہتی تھی اے حبیب خدا ﷺ کے پیارے موئے مبارک یہی وقت مدد ہے دشمن قوی سے بچا لیجئے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس نازک حالت میں آپ ہی کو غلبہ ہوا اس میں شک نہیں کہ وہ خدا سے ضرور مدد مانگ رہے ہوں گے مگر ظاہراً انہوں نے کوئی دعا کی نہ ایسے الفاظ کہے جس سے معلوم ہو کہ وہ بال کوئی قابل توجہ نہیں بلکہ برخلاف اسکے صاف کہدیا کہ میرے سارے فتوحات کے باعث یہی موئے مبارک ہیں اہل انصاف اگر ادنی توجہ فرمائیں تو مسئلہ استعانت بالغیر جو آج کل معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے اسی ایک واقعہ سے حل ہوسکتا ہے۔

موئے مبارک کی توہین خسارۂ دنیا وعقبیٰ

جلیل القدر صحابہ کے عمل سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ موئے مبارک نہایت واجب التعظیم ہیں تو اس کے مقابلے میں آخری زمانے کے مسلمانوں کا یہ کہنا کہ انکی تعظیم بدعت اور بت پرستی ہے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔ بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ موئے مبارک کی اس میں سخت توہین ہے کیونکہ اسے بت کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے اور آنحضرت ﷺ کی ادنی چیز کی توہین باعث عذاب ولعنت ہے کیونکہ اس سے آنحضرت ﷺ کی اذیت متصور ہے جو باعث لعنت وشقاوت: ابدی ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿انّ الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ ولھم عذاب عظیم﴾ (۱)۔ یعنی جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان پر بڑا عذاب ہوگا۔ اور ''کنز العمال'' میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جس نے

میرے ایک بال کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور اس میں یہ روایت بھی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے اپنا ایک بال ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ جس نے میرے بال کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی اس پر تمام آسمان اور زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ اور نہ اس کے نوافل قبول ہوں گے اور نہ فرائض۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر جنت حرام ہے۔ ظاہرا بال ایک ایسی چیز ہے کہ اس کو کاٹتے ہیں کترتے ہیں مگر اس کو ایذا نہیں ہوتی پھر کیا وجہ ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے موئے مبارک کو ہاتھ میں لیکر اس کی ایذا کی تصریح فرمائی یوں تو آسان ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجاز یا مبالغہ ہے۔ مگر نکتہ رس طبائع کا خلجان ایسی توجیہات سے دفع نہیں ہوسکتا۔

عالم کے تمام اشیاء کی حیات، اور انکا حضور اکرم ﷺ کو پہچاننا:

میری دانست میں آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد خاص حقیقت شناسوں کے لحاظ سے فرمایا جو صحابہ تھے کیونکہ فیضان صحبت سے وہ سب حضرات حقیقت شناس ہوگئے تھے وہ جانتے تھے کہ عالم میں ہر چیز زندہ اور ذی فہم ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم﴾ (۲)۔ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو خدائے تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتی لیکن ان کی تسبیح کو تم نہیں سمجھتے۔ یہ ظاہر ہے کہ تسبیح اور تنزیہ کرنے والے کو جب تک اس امر کا ادراک نہ ہو کہ اس کا ایک خالق ہے اور اس کے جس قدر اوصاف ہیں سب کمالات ہیں اور سب عیبوں سے وہ منزہ ہے تسبیح کرنا صادق نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تمام عالم کے اشیاء اچھی چیز کو اچھی اور بری چیز کو بری سمجھتے ہیں جو تنزیہ کا منشا ہے۔ اگر چہ اس آیۂ شریفہ میں بھی یہ احتمال تھا کہ ان کا تسبیح کرنا بزبان حال ہوگا مگر چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس امر کا مشاہدہ تھا کہ جیسے انسان کے ادراک ہیں ان کے بھی ادراکات ہیں اسوجہ سے ان کو اس آیۂ شریفہ میں تاویل کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہمیشہ وہ دیکھا کرتے تھے کہ درخت وغیرہ آنحضرت ﷺ پر سلام کیا کرتے تھے۔ ''کنز العمال'' کی ''کتاب الفضائل'' میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکان سے نکلا دیکھا کہ حضرت ﷺ کا جس درخت اور پتھر پر گذر ہوتا وہ حضرت پر سلام کرتا تھا۔ اور مجمع عام میں ستون کا رونا اور آنحضرت ﷺ سے اس کی گفت وشنود اور کنکروں کا بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھنا وغیرہ صدہا امور جو خصائص کبری وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہیں ہمیشہ پیش نظر تھے غرض کہ کثرت مشاہدات سے ان کو جمادات وغیرہ کے ادراکات میں ذرا بھی شک نہ تھا اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے موئے مبارک کو ہاتھ میں لیکر فرمایا: میرے بال کو جو ایذا دے اسکو یہ سزائیں ہیں اور انہوں نے یقین کرلیا کہ بیشک موئے مبارک کو بعض امور سے اذیت ہوا کرتی ہے اس لئے انہوں نے اسکی تعظیم وتوقیر کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اسکے روبرو مؤدب ہوجاتے اور اسکی نہایت تعظیم وتوقیر کرتے۔ بہرحال جب موئے مبارک کی نسبت کسی قسم کی گستاخی کی جائے تو ان کو اس سے اذیت ہوتی ہے اب رہی یہ بات کہ ان کو کان تو ہیں بھی نہیں پھر سننے کی کیا صورت تو اہل ایمان کے نزدیک یہ اعتراض قابل توجہ نہیں اس لئے کہ سماعت کو کان سے کوئی ذاتی تعلق نہیں بلکہ عطائی تعلق ہے چنانچہ ہم نے مقاصد الاسلام کے کسی

حصہ میں اس سے متعلق بحث کی ہے کہ خدا تعالی جس طرح کان سے سماعت کو متعلق فرمایا جس چیز سے چاہے متعلق فرمادے سکتا ہے۔ مشکوۃ شریف کے باب الاذان میں یہ روایت ہے جو کتب صحاح سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن اذان کہتا ہے تو جہاں تک اسکی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کل اشیاء خواہ وہ خشک ہوں یا ترسب قیامت میں اس کے حق میں گواہی دیں گے کہ اس شخص نے اذان کہی تھی۔ دیکھئے درخت پتھر ڈھیلے وغیرہ اگر مؤذن کی آواز سنتے نہ ہوں تو گواہی دینے کی صورت سے یہ بھی ثابت ہے کہ انکو اس کا علم وادراک بھی ہے۔ ''کنز العمال'' کی کتاب الحج میں ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ سے یہ حدیث منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص تلبیہ کہتا ہے۔ یعنی **لبیک اللھم لبیک** الخ تو جتنے پتھر ڈھیلے اور درخت اس کے داہنے اور بائیں بازو ہیں سب تلبیہ کہتے ہیں۔ اس سے سماعت ان اشیاء کی ثابت ہے۔ اس کے سوا کثرت سے احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ سوائے انسان اور حیوانات کے نباتات اور جمادات بھی سنتے اور سمجھتے ہیں غرض کہ موئے مبارک کا سننا اور انکے علمی ادراکات ثابت ہیں تو توہین سے ان کو ضرور اذیت ہوتی ہوگی اور یہ ایذا رسانی ان سزاوں کا باعث ہوتی ہے جس کی تصریح حضرت ﷺ نے فرمادی جو ابھی مذکور ہوئیں۔

جمادات ونباتات پر آپ ﷺ کا اختیار وتصرف:

کنز العمال کی کتاب الفضائل میں یہ حدیث شریف ہے کہ اسیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کو جارہے تھے ایک مقام میں مجھ سے فرمایا کہ دیکھو کوئی جگہ ایسی ہے جہاں حاجت بشری سے فراغت حاصل کی جائے وہ کہتے ہیں کہ میں بہت دور نکل گیا مگر جدھر دیکھا آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جہاں تخلیہ ہوسکے جب میں نے یہ حال عرض کیا فرمایا کہ کہیں کھجور کے چھوٹے چھوٹے درخت بھی نظر آتے ہیں جن کے بازو میں پتھروں کا ڈھیر ہو میں نے عرض کیا جی ہاں، یہ تو دیکھا ہے فرمایا: جاؤ اور ان درختوں سے کہدو کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم کرتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ملجاؤ اور یہی بات پتھروں سے بھی کہدو، وہ کہتے ہے خدا کی قسم میں نے جب درختوں کو حضرت ﷺ کا حکم پہنچادیا دیکھا کہ ان کی جڑیں اور مٹی حرکت کرنے لگی اور وہ تھوڑے عرصے میں ایسے مل گئے کہ ان میں بالکل فاصلہ نہ رہا اور جب پتھروں کو حکم پہنچایا تو پتھروں کو دیکھا کہ ایک کے اوپر ایک چڑھنے لگے یہاں تک کہ ایک دیوار بن گئی میں نے حضرت ﷺ کو اس کی خبر دی فرمایا ڈولچی میں پانی بھرلو میں پانی لیکر حضرت ﷺ کے ساتھ ہوگیا اور پاء خانے میں پانی رکھ کر میں دور ہٹ گیا۔ حضرت ﷺ جب حاجت سے فارغ ہوئے اور خیمہ مبارک میں تشریف لائے فرمایا کہ ان درختوں اور پتھروں سے کہدو کہ اپنی اپنی جگہ چلے جائیں چنانچہ بمجرد حکم پہنچانے کے ہر درخت اور پتھر اپنے اپنے مقام سابق پر آگیا انتہی ملخصا۔

اختیار ومعجزہ میں لطیف فرق:

اس سے ظاہر ہے کہ نباتات وجمادات بات سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ یہ معجزہ تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ کل نباتات وجمادات سنتے اور سمجھتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس لحاظ سے اس کو معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ مگر معجزے کی تعریف اس پر پوری طور سے صادق نہیں آتی اسلئے کہ معجزے کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے جہاں کفار کے ساتھ مقابلہ ہو اور برسر مقابلہ

دعوائے نبوت کیا جائے اور دلیل میں ایسا امر پیش کیا جائے کہ کفار میں سے کوئی وہ کام نہ کرسکے تا کہ حجت قائم ہوجائے اور یہاں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ حضرت ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت تھی اور کوئی مقام ایسا نہ تھا کہ وہاں اس سے فارغ ہوں پائخانہ تیار کرنیکے لئے پتھروں اور درختوں پر حکم صادر فرمایا دیا کہ فوراً تیار کردیں اور انہوں نے بطیب خاطر فرمانبرداری کی۔ نہ وہاں کوئی کافر تھا نہ کسی کو یہ حکومت بتلانے کی ضرورت تھی اگر ایسا ہوتا تو اعلان کر دیا جاتا کہ دیکھو ہم درختوں اور پتھروں سے یوں کام لیتے ہیں اور وہاں کل رفقائے سفر کا جو ہزار ہا تھے اژدہام ہوجاتا دراصل آنحضرت ﷺ پر یہ امر منکشف تھا کہ تمام ذرات عالم سمجھدار ہیں اگرچہ ہرکس ناکس کی بات پر وہ توجہ نہیں کرتے مگر جس کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس کا حکم نافذ ہے ممکن نہیں کہ اس کے حکم سے انحراف کریں اسلئے آپ ﷺ نے ایک غیر معروف شخص کی زبانی حکم بھیج دیا اور اس کی تعمیل فوراً انہوں نے کردی اس حکمرانی کو نبوت سے تعلق نہیں بلکہ اس کا منشاء وہ ہے جو آیت شریف میں ہے **وسخر لکم مافی السموات وما فی الارض جمیعا** (۱) الخ یعنی جو چیز زمین اور آسمان میں ہے ان سب کو تمہارے لئے مسخر کردیا۔ چنانچہ اولیاء اللہ سے بھی اس قسم کے خوارق عادات صادر ہوتے ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ **من کان للہ کان اللہ لہ** یعنی جو اللہ کا ہوگیا اللہ اس کا ہوگیا اور **من لہ المولی فلہ الکل** اور اللہ جس کا ہوگیا تو تمام عالم اس کا ہے۔ شعر

تو گردن زفرمان داور مپیچ   نہ پیچند گردن زحکم تو ہیچ

یہ امر مشاہد ہے کہ جو لوگ سلاطین کے مقرب ہوتے ہیں ان کو سب مانتے ہیں اور ہر جگہ ان کی آوبھگت ہوتی ہے پھر جس قدر تقرب زائد ہوگا اسی قدر آؤ بھگت زیادہ ہوگی یہ تو عام بات تھی۔

اب آنحضرت ﷺ کی خصوصیات پر نظر ڈالئے۔ حضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور تمام عالم حضرت ﷺ کے نور سے پیدا ہوا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا اور اس کے سوا بہت ساری خصوصیات ہیں جن کا حال کسی قدر ہم نے ''انوار احمدی'' میں لکھا ہے۔ اب کہئے کہ کونسی چیز ایسی ہوسکتی ہے کہ حضرت ﷺ کے حال سے واقف ہونے کے بعد سرتابی کرسکے؟ ایسے امور کا علم صرف جن وانس کو نہیں دیا گیا اس لئے کہ یہ معرض امتحان میں ہیں عقل اور شہوت ان کو دی گئیں اور غیبی امور پر اطلاع بھی دی گئی تا کہ عقل کی رہبری سے پہلی منزل طے کرلیں یعنی توحید اور نبوت کی ضرورت ثابت کرلیں بخلاف دوسری اشیاء کے کہ ان سے کوئی امتحان متعلق نہیں اسلئے ابتداء ہی میں ان کو ان امور کا علم دیا گیا جو الوہیت در عبودیت سے متعلق ہے غرضکہ کل عالم کی اشیاء آنحضرت ﷺ کی سیادت کو تسلیم کئے ہوئے ہیں چنانچہ اس پر قرینہ یہ روایت ہے جس کو ہم نے انوار احمدی میں نقل کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس عالم میں تشریف فرما ہوئے بمجرد ولادت مبارک ایک ابر نمودار ہوا اور آپ کو لیکر تمام بر وبحر میں اور خدا جانے کہاں کہاں لے گیا جس سے مقصود صاف ظاہر ہے کہ جو اشیاء اپنے مقام سے حرکت کر کے حاضر خدمت نہیں ہوسکتے تھے وہ اپنے آقائے نامدار کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوجائیں اور معلوم ہوجائے کہ ایک زمانے سے جن کی آمد آمد کا شہرہ اور انتظار تھا وہ تشریف فرما ہوچکے۔ جس سے ظاہر ہے کہ تمام ذرات عالم کو اس عالم میں انکی تشریف فرمائی کا حال معلوم ہوگیا تھا۔

جب ان درختوں اور پتھروں کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ بہ نفس نفیس وہاں تشریف فرما ہوں گے تو اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر ان کی کیا

حالت ہوئی ہوگی مارے خوشی کے اپنے میں پھولے نہ سماتے ہوں گے۔ ابھی آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت ﷺ کی مفارقت سے ستون مسجد کو کس قدر غم کا صدمہ تھا۔ اسی طرح حضرت ﷺ کے وصال کی مسرت کا اثر ان پر نمایاں ہوا کہ اس مژدۂ جاں فزا کے سنتے ہی فوراً حرکت کر کے تعمیل حکم میں مشغول ہو گئے۔

الحاصل۔ جمادات کا ادراک اوران کا غم وشادی ان روایات سے ثابت ہے اسی طرح ان کو ایذا پہنچنی بھی ثابت ہے۔ چنانچہ کنز العمال کی کتاب الفضائل میں یہ روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب کوئی بندہ مسجد میں تھوکنے کا ارادہ کرتا ہے تو مسجد کے ستون مضطرب ہوجاتے ہیں اور مسجد ایسی سکڑ جاتی ہے جیسے چمڑا آگ میں سکڑتا ہے۔ انتہی ملخصا

یہ امر شاہد ہے کہ کوئی مکروہ چیز کسی پر ڈالی جائی تو وہ اس سے بچنے کی غرض سے سمٹ جاتا ہے منشا اس کا یہ ہے کہ اس مکروہ چیز کے جسم پر لگنے سے روحانی اذیت ہوتی ہے اوراس میں ایک دوسری روایت ہے کہ ریٹ کی وجہ سے بھی مسجد کا یہی حال ہوتا ہے یہ بات ظاہر بینوں کے سمجھ میں آنے کے قابل نہیں ہے کہ مسجد کے ستونوں کا اضطراب اوراس کا سمٹنا کیونکر ہوگا فی الحقیقت یہ امور محسوسات سے خارج ہیں مگر ایمانی دنیا میں ان امور کا وجود گو محسوس نہ ہو مگر قابل تصدیق ہے۔ جس طرح فلسفی دنیا میں تمام عالم کا اجزائے **دیمقراطیسیہ** سے مرکب ہونا مسلم ہے اوراس قابل سمجھا گیا ہے کہ اس میں کلام کرنے کی ضرورت ہی نہیں حالانکہ اب تک کسی نے نہ اجزائے دیمقراطیسیہ کو دیکھا نہ انکے نظر آنے کی امید ہے نہ اسکی صلاحیت کیونکہ پتھر پانی ہوا اور روشنی انہی اجزاء سے مرکب ہیں پتھر کے کتنے ہی باریک اجزا نکالے جائیں ہر جز پتھر کی ماہیت میں شریک ہوگا اور پانی کے کتنے باریک اجزاء کئے جائیں ہر جز پر پانی کا اطلاق ہوگا روشنی کا کوئی جزء ایسا نہ ہوگا کہ روشنی کی ماہیت اس میں پائی نہ جائے۔ اجزائے دیمقراطیسیہ تو ایسے سخت ہیں کہ ٹوٹ پھوٹ نہیں سکتے چاہیے کہ ان کے مجموعے میں بھی یہی بات ہو مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہوا کو ہاونڈ میں کوٹیں تو ذرا بھی سختی نہیں معلوم ہوتی حالانکہ کروڑہا سخت اجزاء اس میں موجود رہتے ہیں جب فلسفی دنیا میں ان غیر محسوس اجزاء کو بغیر اس کے کہ کوئی قرینہ ان کے وجود پر قائم ہو مان لیا گیا تو ایمانی دنیا میں جمادات کی غیر محسوس حرکت مان لینے میں کونسی چیز مانع ہے فرق ہے تو اسی قدر ہے کہ وہاں فلاسفہ کا قول ہے اور یہاں خدا اور رسول ﷺ کا اگر اہل اسلام فلاسفہ کے قول کے برابر بھی خدا اور رسول کے قول کی وقعت نہ کریں تو پھر دعویٰ اسلام سے فائدہ ہی کیا۔ شعر۔

آں کس کہ زقرآن وخبر زور نرہی
آنست جوابش کہ جوابش ندہی

ان تمام روایات اور پھر دوسری روایت سے ثابت ہے کہ جمادات اور نباتات کو ادراک ہے اوران کو اذیت بھی ہوا کرتی ہے اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے بال کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی خدائے تعالی کو ایذا دی۔

''مشکوۃ شریف'' کے ''باب الطب والرقی'' میں بخاری شریف سے ایک روایت منقول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری زوجہ نے مجھکو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پیالہ پانی کا دیکر بھیجا اوران کی عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا کوئی مرض ہوتا تو ایک بڑے برتن میں پانی دیکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ

عنہا کے پاس بھیج دیتیں کیونکہ ان کے پاس آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک ایک چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا وقت ضرورت اس کو نکال کر پانی میں ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا۔ انتہی۔ بخاری شریف کی روایت سے بھی ثابت ہوگیا کہ صحابہ علیہم الرضوان موئے مبارک تبرکاً اپنے مکان میں رکھتے اور عموماً لوگ اس کی برکت حاصل کرتے اور امراض سے شفاء پاتے تھے۔

خصائص کبریٰ میں سنان بن طلق یمانی سے روایت ہے کہ وہ وفد بنی حنیفہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضرت ﷺ سر مبارک دھو رہے تھے فرمایا: تم بھی اپنا سر دھولو۔ چنانچہ حضرت ﷺ کے بچے ہوئے پانی سے میں نے اپنا سر دھویا اور اسلام لایا۔ پھر حضرت ﷺ نے مجھے کچھ لکھ دیا۔ جاتے وقت میں نے عرض کی کہ قمیص مبارک کا اگر ایک ٹکڑا عنایت ہو تو میں اس سے انست حاصل کروں گا۔ حضرت ﷺ نے مجھے عنایت فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ کپڑا ان کے پاس تھا جب کوئی بیمار بغرض شفا آتا تو اسے دھو کر اس کو پانی پلایا کرتے تھے۔ انتہی۔

موئے مبارک سے صرف عقیدت مند ہی مستفید ہوتے ہیں:

موئے مبارک کی زیارت سے ہر کس و ناکس مستفید نہیں ہوسکتا اس کے اہل وہ لوگ ہیں جن کو آنحضرت ﷺ سے پوری عقیدت اور محبت ہو پھر جس قدر عقیدت ہوگی اسی قدر فوائد ہوں گے۔ مولانا شاہ سید محمد عمر صاحب نے رسالہ ''استشفاء والتوسل'' میں کتاب ''انفاس العارفین'' مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی عبارت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''میرے والد یعنی شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ میں ایک بار ایسا سخت بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ تھی شیخ عبدالعزیز میرے خواب میں آئے اور کہا کہ آنحضرت ﷺ تمہاری عیادت کیلئے تشریف لاتے ہیں شاید اس دروازہ سے تشریف لائیں جدھر تمہارے پاؤں ہیں۔ میں اشارہ کر کے لوگوں سے کہا کہ پلنگ کا رخ پھیر دیں چنانچہ پھیر دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے تمہارا کیا حال ہے اس کلام جاں فزا کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ وجد کی سی حالت طاری ہوئی اور اتنا رویا کہ قمیص مبارک حضرت ﷺ کا میرے اشکوں سے تر ہوگیا کیونکہ حضرت مجھے اپنے گود میں لئے ہوئے تشریف رکھتے تھے اس طرح پر کہ ریش مبارک میرے سر پر تھی جب وہ حالت فرو ہوئی تو میرے خیال میں آیا کہ ایک مدت سے مجھے موئے مبارک کی آرزو ہے اگر اس وقت عطا ہو جائے تو کیا اچھا ہوگا اس خیال کے ساتھ ہی ریش مبارک کے دو بال مجھے عطا فرمائے۔ مجھے اس وقت یہ فکر ہوئی کہ یہ موئے مبارک عالم شہادت میں بھی میرے پاس رہیں گے یا نہیں اس خیال کے ساتھ ہی ارشاد ہوا اس عالم میں بھی رہیں گے چنانچہ میں جب بیدار ہوا وہ دونوں موئے مبارک موجود تھے میں نے ان کو محفوظ رکھا اور اسی روز مجھے صحت ہوگئی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد نے آخر عمر میں جب تبرکات تقسیم فرمائے مجھے بھی اس میں سے ایک موئے مبارک عطا فرمایا۔ انتہی۔

شاہ صاحب کے والد بزرگوار کس پایہ کے بزرگ ہونگے اور کس درجے کا ان کو عشق موئے مبارک سے ہوگا کہ اس حالت میں بھی ان کو موئے مبارک کا خیال لگا ہوا تھا جس کے طفیل میں اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔ یہاں ایک بہت بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ بھی حل ہوگیا

وہ یہ کہ خواب میں فقط خیالی صورتیں نظر آتی ہیں جو جسم نہیں ہوسکتیں کیونکہ خیال کا خزانہ دماغ کا ایک حصہ ہے اس میں اجسام کو کہاں گنجائش مگر موئے مبارک جو عطا ہوئے وہ جسم تھے۔ اور شاہ عبدالرحیم صاحب نے بچشم خود دیکھا کہ ریش مبارک سے علحدہ کر کے وہ دئے گئے جس سے ثابت ہے کہ ریش مبارک بھی خیالی نہ تھی بلکہ مجسم تھی پھر ریش مبارک کا حسی تعلق حضرت ﷺ کے جسم اطہر سے تھا جس سے ظاہر ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی صورت خیالی محسوس نہیں ہوئی بلک جسم مقدس کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے تھے گو دوسروں نے نہیں دیکھا جس طرح جبرئیل علیہ السلام مجلس اقدس میں بذات خود آتے تھے اور سوائے حضرت ﷺ کے ان کو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کا بنفس نفیس وہاں تشریف فرما ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے والد بزرگوار کی تکذیب ہوئی جاتی ہے ہمارا دل تو اس کو گوارا نہیں کرسکتا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تکذیب کیجائے کیونکہ ایک عالم نے ان کے علم وفضل اور تقدس کو مان لیا ہے اور ان کو جھوٹ کہنے کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ اس واقعے سے کوئی ان کا فائدہ متصور نہیں اب ان قرآئن اور اسباب سے اگر آنحضرت ﷺ کا بہ نفس نفیس مع جسم تشریف لانا ثابت کیا جائے تو معمولی عقلیں گو اس کو نہیں مان سکتیں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی عقلیں اکثر غلطی کرتی ہیں جیسا کہ ہم نے کتاب العقل میں ثابت کردیا ہے تو اب ہمارا فرض ہے کہ ایمانی راہ سے اپنی عقلوں کو مجبور کریں جس سے بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ حدیث شریف میں جو وارد ہے

﴿من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی﴾

یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا وہ مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا اس حدیث پر پورا ایمان آجائیگا اور کوئی خلجان باقی نہ رہیگا۔

کنز العمال کی کتاب الفضائل میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ تھیں ان کو میں نے اپنا قمیص دیا تاکہ جنت کا لباس انکو پہنایا جائے۔ ملخصا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے لباس مبارک میں یہ برکت تھی کہ اس عالم میں اس کا اثر ظاہر ہو حالانکہ لباس مبارک کو کوئی ذاتی تعلق حضرت ﷺ سے نہ تھا پھر موئے مبارک جو جزو بدن تھا اس کے برکات کس قدر ہوں گے بہر حال جب شارع علیہ السلام نے تبرک کی علت اور وجہ کی تصریح فرمادی تو اب کسی دوسرے کو کیا حق کہ اس میں کلام کرسکے۔

کنز العمال کی کتاب الفضائل میں ابوصالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس مشک تھا آپ نے وصیت کی کہ اپنے کفن میں وہ لگایا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے کفن کو وہ لگایا گیا تھا اس کا وہ بقیہ ہے۔ انتہی۔

منسوب کی طرف منسوب کو متبرک جاننا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کسی پر مخفی نہیں باوجود اس کے آپ نے وہ تبرک اٹھا رکھا تھا کہ قبر میں اس کو اپنے ساتھ لے جائیں پھر اس تبرک کی یہ کیفیت کہ آنحضرت ﷺ کا دست مبارک اسے لگا تھا نہ کفن مبارک کو لگنے کا اسے شرف حاصل ہوا تھا صرف اس خیال سے وہ تبرک بنایا گیا کہ جو مشک حضرت ﷺ کے لئے لایا گیا تھا اس کا وہ بقیہ ہے اگر کہیں کہ کفن مبارک کو تو نہیں لگا مگر ایک نسبت اس میں لگ گئی تھی تو وہ بھی صحیح نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اگر نسبت تھی تو اس میں تھی جو استعمال میں آیا تھا۔ البتہ نسبت ہے تو اس قسم کی کہ بقیہ مشک مستعمل یعنے

منسوب کی طرف منسوب تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اتنی ہی نسبت کو تبرک بنانے کے لئے کافی سمجھا۔ آپ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کے ارشاد پر عمل کرنا اہل ایمان کے لئے ضروری ہے جب آپ کو اس قسم کے تبرکات میں اس قدر اہتمام تھا تو معلوم ہوا کہ دین میں تبرکات کی کیسی وقعت ہے ایسی چیز کو جو لوگ بت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کس قدر ان کی زیادتی ہے خدائے تعالی ایسے عقیدوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

کنز العمال کی کتاب الفضائل میں نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ جہاں جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی ان مواقع کو تلاش کرتے یہاں تک کہ ایک درخت کے نیچے حضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی اس درخت کی نگہداشت کرتے اور اس کو پانی دیتے تا کہ وہ سوکھ نہ جائے۔ انتہی

اس سے ظاہر ہے کہ ان کا کامل اعتقاد تھا کہ ان مقامات میں ضرور برکت آ گئی ہے اور تلاش کر کے ان مقامات کی زیارت کیا کرتے تھے اور یہ بھی خیال تھا کہ آئندہ نسلوں کے لئے وہ مقامات حتی الامکان باقی رکھنے کی کوشش کی جائے جیسا کہ درخت کو پانی دینے سے معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) القرآن الحکیم، سورۂ جاثیہ، آیت ۱۳، پارہ ۲۵

(۲) القرآن الحکیم، پ ۲۷ سورۂ واقعہ آیت ۷۹

عاشق تھے مصطفیٰ کے مولانا شیخ الاسلامؒ

از: مولانا سید ہاشم عارف بادشاہ قادری حیدری
کامل الفقہ جامعہ نظامیہ، ایم۔اے (عربی)، خلفِ اکبر سجادہ نشین بارگاہ لاابالی، کرنول شریف

بانی نظامیہ کے مولانا شیخ الاسلام
عاشق تھے مصطفیٰ کے مولانا شیخ الاسلام
وہ اپنی ذات میں اک بے مثل انجمن تھے
کہتے تھے شعر بھی وہ اک ماہر سخن تھے
تحقیق جن کی یکتا، اور تبصرے انوکھے
اسلوب منفرد تھا، انداز مختلف تھے
انوارِ احمدی سے بخشی جلا دلوں کو
ساکت کیا ہے جس سے گستاخ جاہلوں کو
اسلام کے مقاصد جس نے بیاں کئے ہیں
اور فقہ کے حقائق جس نے عیاں کئے ہیں
مکار قادیانی کا پول کھول ڈالا
حقانیت کا کرکے دنیا میں بول بالا
محرم تھے وہ جہاں میں اسرارِ پاک دیں کے
تھے رازداں وہ شیخ اکبر مُحیِ دیں کے
پاکر اشارہ طیبہ سے آ گئے دکن کو
تازہ کیا گلستانِ علم و فکر و فن کو
ہیں مجلسِ اشاعت اور دائرہ سلامت
اللہ رکھے جاری فیض ان کا تاقیامت
روشن کیا چراغ اک عرفان و آگہی کا
پھیلا اُجالا جس سے شمع محمدی کا
کتنے بنے محقق، کتنے بنے ہیں عالم
فیضانِ جامعہ کو اللہ رکھے قائم
کرتے ہیں قدر دل سے اہل محبت ان کی
باقی رہے گی عارفؔ دنیا میں عظمت ان کی

تا ابد جلتی رہیں یارب نظامیؔ مشعلیں

از: محترم جلیل احمد نظامیؔ

مکتب انوار حق، اے منبع علم و ہنر　مرکز رشد و ہدایت، مسکن اہل نظر
تشنگان بادہ عرفاں کے نہر سلسبیل　طالبان منزل حکمت کے خضر معتبر
ظلم کی تاریک بستی میں اجالوں کے سفیر　عرصہ جنگ و جدل میں امن کے پیغامبر
وادی گنگ و جمن میں دار ارقم کی مثال　سینہ ارض دکن پر خواہش خیر البشر
تیرے پرچم کے تلے قائم نظام مصطفیٰ　دین فطرت کے علمبردار تیرے بام و در
جب بھی خطرے میں پڑا اہل حرم کا اتحاد　تیری حکمت نے کیا باہم انہیں شیر و شکر
خوشہ چینوں میں ترے سلطان بھی نادار بھی　تیرے آگے سر خمیدہ بندگان و تاجور
آ کے یوں ناقص تری محفل میں کامل ہوگیا　ابرنیساں کا صدف میں جیسے قطرہ ہو گہر
سازشی ذہنوں کو تو نے فتح کرکے آخرش　کرلیا طے ۱۲۵ برسوں کا سفر
روشنی کا یہ سفر اس وقت تک جاری رہے　چاند تارے جب تلک روشن رہیں افلاک پر
گلشن انوار کے پھولوں میں ہو وہ تازگی　بادصر صر کا کسی صورت نہ ہو جس پر اثر
جو کھلے غنچہ یہاں پائے وہ تاثیر خلیل　کود جائے آتش نمرود میں وہ بے خطر

تا ابد جلتی رہیں یارب نظامیؔ مشعلیں
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کا شغر

☆☆☆

رسول پاک کی رحمت کا دھارا ہے نظامیہ

از: حضرت سید حامد علی تنویرؔ نظامی

بہار باغِ طیبہ کا نظارا ہے نظامیہ
حبیب خالق کل کا دُلارا ہے نظامیہ

فضیلت جنگ کی آنکھوں کا تارا ہے نظامیہ
سمائے علم دیں کا ماہ پارا ہے نظامیہ

کئی اک اولیائے حق نے اس کو معرفت بخشی
نہایت راسخ الایماں ادارہ ہے نظامیہ

یہاں کا ذرہ، ذرہ، نور افشانِ ہدایت ہے
رسولؐ پاک کی رحمت کا دھارا ہے نظامیہ

علوم مذہب ارباب سنت کا یہ مخزن ہے
امام بو حنیفہ کا اجارہ ہے نظامیہ

جنابِ آصفِ سابع کے فیضان سخاوت سے
دکن میں آج اک روشن ستارا ہے نظامیہ

ہزاروں، تشنگان علم دین نے فیض پایا ہے
یقیناً نہر کوثر کا کنارہ ہے نظامیہ

یہاں کے فیضیاب درسِ حق گمرہ نہیں ہوتے
خدا شاہد! بڑا پکا سہارا ہے نظامیہ

کئی اک آندھیاں ٹکرائیں! لیکن ہوگئیں، پسپا!
بہت مضبوط! مثلِ سنگِ خارا ہے نظامیہ

ہمیشہ حاسدوں کی سازشیں جاری رہیں! لیکن
ذرا جنبش نہ کھایا، وہ منارا ہے نظامیہ

سوا سو سال کا ہے یہ مسافر! نوجواں اب تک
بڑی عظمت سے یہ عرصہ گذارا ہے نظامیہ

یقیناً! محترم مفتی خلیل احمد کی خدمت سے
شرف میں ہر مقاصد سے نیارا ہے نظامیہ

جنوبی ہند کے ہر اہل ایماں کا یہ نعرہ ہے
ہمارا ہے، ہمارا ہے، ہمارا ہے نظامیہ

زوال، اس کو نہیں تنویرؔ ہنگامِ قیامت تک
خدائے لم یزل کا جبکہ پیارا ہے نظامیہ

☆☆☆

افکار ونظریات — شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

آداب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

قبل اس کے کہ صحابہ کے آداب بیان کئے جائیں مناسب سمجھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے چند فضائل بیان کئے جائیں جن سے آنحضرت ﷺ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ آدمی اسی کا ادب کرتا ہے جس کی عظمت اس کے دل میں ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تو دیکھا کہ ساقِ عرش پر اور جنت میں ہر جگہ محمد ﷺ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے، عرض کیا یارب یہ محمد ﷺ کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے فرزند ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ عرض کیا یارب اس فرزند کی حرمت سے اس والد پر رحم کر۔ نداء آئی کہ اے آدم اگر تم محمد ﷺ کے وسیلہ سے کل زمین آسمان والوں کے حق میں سفارش کرتے تو بھی ہم قبول کر لیتے۔

اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب آدم علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا تو عرش کی طرف سر اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی بحق محمد ﷺ مجھے بخش دے۔ ان پر وحی ہوئی کہ محمد کون۔ عرض کیا الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اس سے میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اس سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس بلند نہ ہوگا وحی آئی کہ اے آدم تمہاری اولاد میں وہ سب نبیوں کے آخر ہوں گے اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی نہ پیدا کرتا انتھی۔

یہ روایتیں اور اسی قسم کی دوسری کئی روایتیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک جنت کے ہر مقام میں اور ہر درخت کے پتوں اور حوروں کے سینوں وغیرہ میں مکتوب ہے ہم نے ''انوار احمدی'' میں نقل کر کے ان سے متعلق ضروری مباحث بھی کیے ہیں۔ یہاں کئی امور قابل توجہ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ساق عرش پر اور جنت کے ہر مقام میں حضرت محمد ﷺ کے نام مبارک کو لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم سے لکھا ہوا ہے کیوں کہ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی جب سر اٹھا کر دیکھا تو نامِ مبارک کو عرش پر لکھا پایا۔ یہاں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ نامِ مبارک کو عرش پر اور جنت کے ہر مقام میں لکھنے سے کیا غرض ہوگی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ معاذ اللہ کسی قسم کی شرکت ملائکہ وغیرہ کو معلوم کروانا ہو جیسا کہ مشترکہ کارخانوں میں شرکاء کے نام جگہ جگہ لکھے رہتے ہیں پھر یہ لکھنا اس زمانہ میں تھا کہ حضرت کا وجود بھی نہ تھا۔ اگر لکھنے کے وقت حضرت موجود ہوتے تو یہ خیال کیا جا سکتا کہ کوئی کام حضرت کا پسند آ گیا ہوگا۔ اس لئے خاطر سے یا خوش کرنے کے لئے لکھا گیا۔ ادنیٰ تامل سے یہی ثابت ہوگا کہ حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ تمام عالم علوی میں آپ کی عظمت متمکن اور ذہن نشین ہو جائے کیوں کہ اس عالم کے رہنے والوں کی نظر جب اس نام پاک پر ہر وقت پڑتی رہے گی اور معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ہر جگہ آپ کا نام لکھا ہے تو ضرور ہر شخص کا خیال اس طرف متوجہ ہوگا جب عالم علوی کے موجودہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں سے کسی معزز و مکرم فرشتہ کا نام نہیں لکھا گیا اور جس کا نام مبارک لکھا گیا

وہ موجود نہیں تو وہ ضرور ایسے شخص ہیں کہ تمام اولین و آخرین میں سب سے افضل اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک سب سے معظم و مکرم ہیں اور ان کے قدوم میمنت لزوم کی آمد آمد کے انتظار میں تمام عالم علوی رہے گا۔ اب غور کیجئے کہ اگر کسی ملک کا بادشاہ اپنے نام کے ساتھ کسی معزز شخص کا نام مختلف مقامات میں لکھ کر لگائے تو تمام ملک میں وہ شخص کیسا معزز سمجھا جائے گا پھر جب خدائے تعالیٰ نے حضرت کے نام مبارک کو تمام عالم علوی میں ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ لکھا تو ساری خدائی میں آپ کی کس قدر عزت و عظمت سمجھنی چاہئے۔ مگر بات یہ ہے کہ عالم علوی کے حالات کو سوائے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے کون جانے عالم سفلی میں ابوالبشر علیہ السلام کی نظر کا کوئی شخص ہو تو وہ جان سکتا ہے بادشاہ کے نام کے ساتھ جس کا نام لکھا ہو اس کی عزت وہی کرے گا جو آدمی ہو جانوروں کو اس سے کیا تعلق۔ اسی طرح ناواقف بہائم سیرت حضرت محمد ﷺ کی عظمت کو کیا جانیں۔

الحاصل حق تعالیٰ نے عرش اور جنتوں میں جو آپ کا نام ہر مقام میں لکھا اس سے یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ تمام عالم میں آنحضرت ﷺ کے جیسا عظمت و عزت والا نہ کوئی فرشتہ ہے نہ آدمی۔

روایات مذکورہ میں جو وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عرش وغیرہ پر لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہے جیسا کہ دوسری روایت سے ثابت ہے اس سے ظاہر ہے کہ کلمہ طیبہ جس پر ہمارے دین میں مدارِ اسلام ہے وہ قدیم ہے۔ کل فرشتے بھی وہی کلمہ پڑھتے تھے اور جانتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہی بات اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہے جو حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت نبی تھا کہ آدم ہنوز پانی اور کیچڑ میں تھے، کیوں کہ اس وقت کوئی فرشتہ نہیں جانتا تھا کہ آدم علیہ السلام یا ان کی اولاد میں کوئی نبی ہونے والے ہیں بلکہ سب یہی جانتے تھے کہ اگر رسول اللہ ہیں تو محمد ﷺ ہیں۔ جب یہ امر بخوبی مسلمانوں کے ذہن نشین ہو جائے تو اس کے بعد ابن عبدالوہاب نجدی جس کی طرف فرقہ وہابیہ منسوب ہے اس کی تقریر پر بھی غور کر لیا جائے کہ اس نے مسلمانوں کو کیسے دھوکہ میں ڈال دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی عظمت ثابت نہ ہونے پائے اس لئے جتنی آیات و احادیث حضور کی فضیلت میں وارد ہیں ان پر کلام کر کے ان آیات و احادیث کو پیش کیا جن میں بظاہر کسر شان معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کی تعلیم میں یہ بات داخل ہے کہ اس قسم کی آیات و احادیث کو از بر کرا دیتے ہیں اور فضائل سے متعلق نصوص میں اقسام کی تاویلات اور توجیہات کرتے ہیں۔

چنانچہ رسول کے معنی میں جس قدر عظمت و علوشان تھی اسی قدر لفظ رسول سے اس نے توہین نکالی۔ لکھا ہے کہ رسول ایسے کم درجے کے نوکر کو کہتے ہیں جو کسی معزز شخص کے پاس پیام پہنچانے کی غرض سے بھیجا جاتا ہے۔ اس وجہ سے معزز و معظم وہی ہوگا جس کے پاس رسول بھیجا جائے۔ دیکھئے تعصب نے اسے کہاں سے کہاں لے گیا اور ایک جماعت اس کے تابع ہوگئی، چنانچہ تلاحق افکار سے اس میں موشگافیاں ہوتے ہوتے اب تو یہ نوبت آگئی کہ محمد رسول اللہ کو کلمہ ہی سے نکال دیا چنانچہ یہ فرقہ حیدرآباد میں اس وقت موجود ہے اب ان سے پوچھئے تو بھی کہتے ہیں کہ محمد ﷺ تو پیام پہنچا کر چلے گئے۔ اب ان سے تعلق ہی کیا۔ عمل کرنے کیلئے قرآن موجود ہے، اس دھوکہ میں بے علم مسلمان آجاتے ہیں اور اس کی جماعت بڑھتی جاتی ہے یہ لوگ غور کریں کہ جس زمانہ میں آنحضرت ﷺ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس وقت فرشتے حضور کا کلمہ پڑھتے تھے، حالانکہ حضور نے کوئی انہیں پیام نہیں پہنچایا

جس سے آپ کو رسول ماننے کی ضرورت ہو۔ بخلاف ہمارے کہ ہم حضرت کی امت میں ہیں۔ معلوم نہیں یہ لوگ کیا حضور ﷺ کے امتی ہونے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ بخاری مسلم وغیرہ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ ان کے یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے، ایماندار تو کہدے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، فرشتے اس کیلئے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے، جس سے جنت کی ٹھنڈی ہوا آتی رہے گی اور وہ اس کی سیر کرتا رہے گا اور منافق و کافر کہیں گے کہ میں نہیں جانتا لوگ جیسا کہتے تھے میں بھی کہتا تھا۔ فرشتے لوہے کے گرزوں سے اسے خوب ماریں گے۔ انتہی ملخصا۔

اب غور کیجئے کہ جو لوگ کلمہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے قبر میں ان کا کیا حال ہوگا اور جو لوگ پڑھتے ہیں وہ کیسے ناز و نعمت میں رہیں گے۔ یہ لوگ اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں اور نماز وروزہ وغیرہ بھی بڑے اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور اکثر اعتقادات میں اہل سنت وجماعت کے موافق بھی ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیاء اولیاء کی تعظیم کے مسئلہ پر مخالفت کرتے ہیں، اس کا منشا یہ ہوا کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کی عظمت کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال کیا کہ اگر کسی اور کی بھی تعظیم کی جائے تو خدائے تعالیٰ کی عظمت میں کمی ہو جائے گی، اس وجہ سے ایسے آیات واحادیث تلاش کرنے کی انہیں ضرورت ہوئی کہ جس سے ان مقربانِ بارگاہ الٰہی کی کسرِ شان ہو اور یہ خیال یہاں تک انہیں پہنچایا کہ جن نصوص میں ان حضور کی عظمت وارد ہے ان میں بھی کلام کرنے لگے اور یہ خیال نہیں کیا کہ اس سے خدائے تعالیٰ پر الزام عائد ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہر طرح کی تعظیم کی جائے۔ معاذ اللہ شرک کی بنیاد قائم کی دیکھئے حق تعالیٰ فرماتا ہے

انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا لتومنوا باللہ و رسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم

اس آیت شریفہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔ یعنی اپنی امت اور جمیع انبیاء کے کاموں پر گواہی دینے والے اور فرمایا کہ آپ اہل ایمان کو خوش خبری دینے والے اور بے ایمانوں کو ڈرانے والے ہیں۔ یہاں تک تو حضرت کی طرف خطاب تھا اس کے بعد مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے ان کو اس واسطے بھیجا ہے کہ تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام ان کی پاکی بیان کرتے رہو۔ اے رسول اللہ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے صرف اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے انتہی۔ لیجئے یہاں تو کچھ اور ہی معاملہ ہو رہا ہے کہ غیریت اٹھادی جارہی ہے اور من تو شدم تو من شدی کا مسلمانوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کی تعظیم وتوقیر کرو۔ اب اگر کہا جائے کہ یہ تعظیم آنحضرت ﷺ کی ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر کہا جائے کہ خاص حق تعالیٰ کی وہ تعظیم وتوقیر ہے تو بھی صحیح ہے، جس طرح بیعت میں کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد اگر کوئی آنحضرت ﷺ کی توہین اور کسر شان کرے تو وہ بھی خدا کی توہین ہوگی۔ چنانچہ یہی بات صاف طور پر حدیث شریف میں وارد ہے من سبّنی فقد سبّ اللہ یعنی جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی۔ گالی وہی نہیں ہوتی جو عرف میں مشہور ہے بلکہ مقصود گالی سے فقط کسرِ شان مقصود ہوتا ہے۔ اس وجہ سے جس بات میں حضور ﷺ کی کسرِ شان بیان کی جائے وہی گالی ہوگی۔ درمنثور میں تعزروہ وتوقیروہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت شریفہ کا مطلب یہ بیان

کیا کہ امر اللہ بتسویدہ وتفخیمہ و تشریفہ و تعظیمہ یعنی خدائے تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ حضرت کی سیادت تسلیم کرو اور ان کی تعظیم کرو اور ہر قسم کا شرف آپ کے لئے مسلم رکھو اور نہایت بزرگ سمجھو۔ اب غور کیجئے کہ خدائے تعالیٰ تو حضرت کی سیادت اور تعظیم کے لئے ارشاد فرماتا ہے اور آخری زمانہ کے بعض لوگ رسول کے معنی ہرکارہ لیکر توہین کرتے ہیں۔ کس قدر خدائے تعالیٰ کی مخالفت کی جارہی ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کے جوابات دے کر حضرت کی فضیلت ثابت کریں۔

استیعاب میں حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مشرکینِ قریش آنحضرت ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ ہماری طرف سے آپ جواب دیجئے اور ان کی ہجو کیجئے۔ فرمایا اگر حضور مجھے اجازت دیں تو میں یہ کام کردوں گا۔ لوگوں نے حضور سے درخواست کی کہ علی کرم اللہ وجہہ کو اجازت دی جائے۔ فرمایا کہ علی اس باب میں اس درجہ میں نہیں ہیں جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیاروں سے مدد کی۔ زبان سے مدد کرنے میں ان کو کوئی چیز مانع ہے۔ یہ سن کر حسان بن ثابت ؓ آمادہ ہوئے ان سے فرمایا تم ان کی کس طرح ہجو کرو گے، حالانکہ میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں ابوسفیان کی تم کس طرح ہجو کرو گے وہ تو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں ان میں سے آپ کو ایسے علحدہ کرلوں گا جیسے خمیر سے بال، فرمایا ابوبکر ؓ کے پاس جاؤ، کیوں کہ وہ ان لوگوں کے انساب سے تم سے زیادہ واقف ہیں، چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس جا کر انساب سے وقفیت حاصل کی۔

مشکوٰۃ میں بخاری شریف سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان بن ثابت ؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر وہ آنحضرت ﷺ کے مفاخر وفضائل بیان کرتے اور کفار جو حضور کی ہجو کرتے اس کا جواب دیا کرتے تھے اور حضور ﷺ فرماتے تھے کہ جب تک حسان ؓ کفار کے جواب دینے میں رسول اللہ ﷺ کا فخر بیان کرتے ہیں حق تعالیٰ روح القدس سے ان کو تائید اور مدد دیتا ہے۔ انتہی

دیکھئے آنحضرت کے فضائل بیان کرنے اور ہجو کے جواب دینے کا بارگاہ نبوی میں کس قدر اہتمام تھا کہ جس طرح احکام شرعیہ بیان کرنے کے لئے منبر رکھا جاتا ہے، اس کے لئے بھی رکھا جاتا تھا اور حسان بن ثابت ؓ جو اس کام کے لئے موزوں تھے اس پر کھڑے ہوتے اور علی رؤس الاشہاد بطور خطبہ اشعار نعتیہ پڑھتے اور جو لوگ حضور کی ہجو کرتے ان کا جواب دیکر ان کی ہجو کرتے اور جب تک وہ اس کام میں مصروف رہتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے روح القدس ان کی مدد کرتے رہتے۔ ہر چند آنحضرت ﷺ کی طبیعت میں کمال درجہ کی تواضع اور حلم اور عفو تھا نشست وبرخاست میں کسی قسم کی تعلیٰ ظہور میں نہ آتی۔ جیسا کہ سیر میں مصرحہ ہے مگر جب کوئی ہجو کرتا ہے تو آپ منجانب اللہ مامور ہوتے کہ اس کا جواب آپ نہ دیں بلکہ کسی مسلمان سے دلوادیں اب اہلِ اسلام غور کریں کہ یہ جو لوگ آنحضو ﷺ کی کسرِ شان کرتے ہیں ان کا جواب دینا اور آنحضرت ﷺ کے فضائل ان کے مقابلہ میں بیان کرنا مسلمانوں کا فرض ہے یا نہیں، اور یہ امر مسنون سمجھا جائے گا یا نہیں پھر جو کہا جاتا ہے کہ واعظین بجائے وعظ ونصیحت کے اس قسم کے مضامین وعظ میں بیان کرتے ہیں اس کے اصلاح کی ضرورت ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے۔ ان احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تک واعظین اور مصنفین اس کام میں مصروف رہیں، منجانب اللہ بذریعہ روح القدس ان کی تائید ہوتی رہے گی۔

(اقتباس مقاصد الاسلام حصہ یازدہم)

☆☆☆

افکارونظریات

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

بلا وجہ کسی حدیث کوموضوع کہہ دینا گناہ سے خالی نہیں ہے اور یہ صریح ممنوع ہے۔ کما ورد عن سلیمان قال رسول اللہ ﷺ من کذب علی معتمدا فلیتبوا بیتا فی النار ومن ردحدیثا بلغه عنی فانا نخاصمه یوم القیامة واذا بلغکم عنی حدیث فلم تعرفونه فقولوا اللّٰہ اعلم طب کذافی کنزالعمال ۔یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے قصداً جھوٹ بات بنا کر اس کی نسبت میری طرف کی تو چاہئے کہ وہ شخص اپنا گھر دوزخ میں بنالے اور جس نے رد کیا اس حدیث کو جو پہنچی ہے اس کو مجھ سے تو قیامت کے دن میں اس کا دشمن ہوں گا اور جو پہنچے تم کو ایسی حدیث جو نہ جانتے ہو تم بہ سبب نہ معروف ونہ مشہور ہونے اس کے تو (اللہ اعلم کہہ دو) روایت کی اس کو طبرانی نے۔ بہرحال حدیث کو بلاوجہ رد کردینا یا اس سے انکار کرنا سوائے اس کے نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو دشمن بنالینا ہے۔ عیاذاً باللہ۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو سکوت چاہیے نہ یہ کہ حکم بالوضع کرنا جو من وجہ رد ہے۔ امام سیوطیؒ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کوموضوعات میں داخل کیا من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابه مرض فلایلومن الانفسه یعنی جس نے چہارشنبہ یا شنبہ کے دن پچھنے لگایا اور کسی بیماری میں مبتلا ہوگیا تو وہ اپنے کو ملامت کرے۔ پھر آخر بحث میں یہ واقعہ نقل کیا کہ محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو اس حدیث میں کلام تھا وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اس کی پروا نہ کر کے (چہارشنبہ کے دن) فصد لی ساتھ ہی مرض برص مجھ پر نمایاں ہوا۔ خوش قسمتی سے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اپنی حالت عرض کی۔ فرمایا خبردار اب سے میری حدیث کی کبھی استہانت نہ کرنا۔ یہ عبارت تعلیقات کی اس پر شاہد ہے ثم روی الدیلمی بسنده عن ابن عمرومحمد بن جعفر بن مطر النیشابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فاقتصدت یوم الاربعاء فاصابنی برص فرایت رسول اللہ ﷺ فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک والاستهانة بحدیثی

اس پر اور ایک بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشاپوری نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے ان کو اس حدیث کی پوری تصدیق ہوگئی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیقات مذکور میں لکھا ہے حدیث من عزی مصابافله مثل اجره یعنی جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اس کو بھی مثل اسی مصیبت زدہ کے ثواب ہوتا ہے۔ یہ روایت علی بن عاصم نے محمد بن سوقہ سے کی ہے جن میں محدثین کو کلام ہے چنانچہ اسی وجہ سے ابن جوزی نے اس حدیث کوموضوعات میں داخل کیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ علی بن عاصم

حدیث (من عزی مصابا) ابن سوقہ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ آپ نے فرمایا حضرت ﷺ نے فرمایا ہاں۔ بیہقی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد محمد بن ہارون جب کبھی اس حدیث کو روایت کرتے رو دیتے کما قال واخرج البیھقی فی شعب الایمان عن محمد بن ھارون وکان ثقة صدوقا قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی المنام فقلت یا رسول اللہ ﷺ علی بن عاصم الذی یرویہ عن ابن سوقة "من عزی مصابا". ھل عنک قال نعم فکان محمد بن ھرون کلما حدث ھذا الحدیث بکی اور صحیح مسلم میں ہے حدثنا علی بن مسھر قال سمعت انا و حمزة الزیات من ابان ابن ابی عباس نحو من الف حدیث قال علی لقیت حمزة فاخبرنی انہ رائی النبی ﷺ فی المنام فعرض علیہ ماسمع ما ابان فما عرف الاشیا یسیر اخمسة اوستة ۔یعنی علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عباس سے قریب ہزار حدیثوں کے سنی بعد چند روز کے ہمزہ زیات سے میں نے ملاقات کی تو مجھکو کہنے لگے کہ میں خواب میں آنحضرت ﷺ کی رویت سے مشرف ہوا اور جتنی حدیثیں ابان سے سنی تھیں وہ پیش کیں۔ حضرت نے سوائے پانچ چھ حدیثوں کے کسی حدیث کی تصدیق نہیں فرمائی۔ امام مسلم نے اس روایت کو ان روایات میں ذکر کیا ہے جن میں ان کو راویوں کے عیوب بیان کرنا مقصود ہے۔ غرض یہ کہ ابان کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں پس ان قرائن اور تصریحات اور ان احادیث سے جو آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے باب میں وارد ہیں مثل من رانی فی المنام فقدرای الحق وغیرہ کے یہ بات سمجھ میں آ سکتی کہ مثل محدثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سے حدیثیں خواب میں یا کشف صحیح سے آنحضرت ﷺ سے تصحیح کر لیتے ہوں گے جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلم ہوجائے تو اس بناء پر ان کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد نہ ہوگا۔ اگر بالیقین یہ مسلمہ مسئلہ معلوم کرنا ہو کہ اولیاء اللہ عالم بیداری میں کس قدر دریافت کر سکتے ہیں تو کواکب زاہرہ میں دیکھ لیں جس کو شیخ ابوالفضل عبدالقادر بن حسینؒ نے صرف اس مسئلہ کی تحقیق میں تصنیف کی ہے اور بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت کر دیا کہ حالت بیداری میں رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف ممکن بلکہ واقعی ہوتی ہے۔

تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا وعید سخت ہو چنانچہ "تدریب الراوی" میں لکھا ہے ومنھا الافراط بالوعید الشدید علی الأمر الصغیر والوعد العظیم علی الفعل الحقیر و ھذا کثیر فی حدیث القصاص والأخیر راجع الی الرکة۔

مگر اس پر بھی قطعیت وضع کی معلوم نہیں ہوسکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار تو فضل الٰہی پر ہے۔ دیکھ لیجئے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ، لیلة القدر خیر من الف شھر اور حدیث بطاقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کما فی المواھب وشرحہ للزرقانی حدیث البطاقة مشھور قد رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجة وابن حبان والحاکم و صححہ البیھقی من حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص یرفعہ بلفظ ان اللہ

يتشخص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق يوم القيامة فينشر عليه تسعة وتسعون سجلا كل سجل منها مثل مدالبصر ثم يقول اتنكر من هذا شيئا اظلمک كتبتی الحافظون فيقول لايارب فيقول افلک عذر فيقول لايارب لفظ الحديث عند المذكورين فيقول افلک عذر اوحسنة فهاب الرجل فيقول لايارب فيقول بلى ان لک عندنا حسنة وانه لا ظلم عليک اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد اعبده و رسوله فيقول احضر وزن فيقول يارب ماهذه البطاقةمع هذه السجلات فقال انک لا تظلم قال فوضع السجلات فی كفة والبطاقة كفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا يثقل مع اسم الله شئ.

یعنی روایت ہے عبداللہ بن عمرو ابن العاص ﷛ سے کہ فرمائے رسول اللہ ﷺ نے بلائے گا حق تعالیٰ میرے امتیوں میں سے ایک شخص کوتمام خلائق کے روبرو قیامت کے دن پس کھولے گا اس کے روبرو ننانوے ۹۹ سجل ہر سجل اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہونچتی ہے اور فرمائے گا کیا تجھے انکار ہےاس سے کسی چیز کا کیا تجھ پرظلم کیا لکھنے والے میرے فرشتوں نے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیک کام ہے سوائے اس کے۔ یہ سن کر اُس شخص کو ہیبت ہوجائے گی اور عرض کرے گا اے پروردگار اس کے سوا نہ کوئی نیک کام ہے نہ کوئی عذر۔ پھر ارشاد ہوگا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر نکالے گا حق تعالیٰ ایک پرچہ کاغذ کا جس میں اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد اعبده ورسوله لکھا ہوگا اور حکم ہوگا کہ اب جا اپنے اعمال تلنے کی جگہ وہ عرض کرے گا اے پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوگا تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ رکھے جائیں گے وہ تمام دفتر ایک پلہ میں اور وہ پرچہ ایک پلہ میں اور جب وزن کیا جائے گا تو وہ تمام دفتر ہلکے ہوجائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ روایت کی اس کو ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند میں روایت کی اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط مسلم پر۔ اب دیکھئے کہ گناہوں کے اتنے بڑے بڑے ننانوے ۹۹ دفتر کے مقابلہ میں ایک چھوٹی چٹھی کلمۂ طیبہ کی کس شمار میں ہے مگر جب فضل خدا ہوتو وہ سب طے رکھے رہیں گے اور سینکڑوں برس کی عبادت کا جو نتیجہ ہوتا ہے ایک چھوٹی سی چٹھی سے نکل آیا۔ پس معلوم ہوگیا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب مستبعد نہیں۔ جب یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہوگئی تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی جس کے ماننے میں تردد ہو اور خواہ مخواہ اس کو قرینہ وضع کا بنالیا جائے۔ اور اسی طرح یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال للعباس ابن عبدالمطلب يا عباس يا عماه الا اعطيک الا امنحک الا احبوک الاافعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر الله لک ذنبک اوله واخره قديمه وحديثه خطأ وعمدا صغيرة و كبيرة سرة وعلانية ان تصلی اربع ركعات تقرأ فی كل ركعة فاتحة الكتاب و سورة فاذا

فرغت من القراة فی اول رکعة وانت قائم قل سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر خمس عشر مرة ثم ترکع فتقولها وانت راکع عشرا ثم ترفع راسک من الرکوع فتقولها عشرا ثم تهوی ساجدا فتقولها وانت ساجد عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد فتقولها عشرا ثم ترفع راسک فتقولها عشرا فذلک خمس وسبعون فی کل رکعة تفعل ذلک فی اربع رکعات ان استطعت تصلیها فی کل یوم مرة فافعل فان لم تستطع ففی کل جمعة مرة فان لم تفعل ففی کل شهر مرة فان لم تفعل ففی کل سنة مرة فان لم تفعل ففی عمرک مرة رواه ابو داود و ابن ماجه والبیهقی فی الدعوات و روی الترمذی عن ابی رافع نحوه اور ترمذی کی روایت میں ہے ولو کانت ذنوبک مثل رمل عالج غفرها الله لک.

یعنی روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلبؓ سے کہ اے عباس اے میرے چچا کیا نہ عطا کروں میں تم کو کیا نہ بخشش کروں میں تم پر کیا نہ دوں تم کو کیا نہ احسان کروں میں تمہارے ساتھ اس قسم کا کہ جب کرو تم وہ کام جو بتلاتا ہوں میں تم کو تو بخش دے گا حق تعالیٰ تمہارے گناہ اول و آخر کے۔ پرانے اور نئے۔ خطا سے کئے ہوئے یا قصداً۔ چھوٹے اور بڑے۔ پوشیدہ اور ظاہر اگرچہ بکثرت مثل ریتی کے ہوں وہ یہ ہے کہ پڑھو تم چار رکعت ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسرا ایک سورہ پھر بعد قرأت کے حالت قیام میں کہو سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر پندرہ مرتبہ پھر رکوع کرو اور وہی کلمہ دس مرتبہ پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اُٹھا کر دس مرتبہ پھر سجدہ میں دس مرتبہ۔ پھر جلسہ میں دس مرتبہ، پھر سجدہ میں دس مرتبہ، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر قیام سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ اسی کلمہ کو کہو۔ اس ترکیب سے ایک رکعت ہوئی جس میں پچھتر مرتبہ وہ کلمہ پڑھا گیا پھر ہر رکعت میں ایسا ہی کرو اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز ہر روز ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایک بار ورنہ برس میں ایک بار اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔ روایت کی اس کو ابوداؤد اور ترمذی ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے انتہی۔ دیکھئے کس قدر رحمت الٰہی ہے کہ صرف چار رکعت پڑھنے سے عمر بھر کے گناہ اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ وغیرہ سب معاف ہوجاتے ہیں۔ تھوڑے فعل سے کثرت ثواب اور کیا اس سے زیادہ ہوسکتا ہے مگر شاید اسی وجہ سے کہ بہ نسبت حیثیت عمل کے ثواب بہت زیادہ ہے۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کردیا اور یہ علت قائم کی کہ اس کی اسناد میں صدقہ ضعیف ہیں۔ اور موسی بن عبدالعزیز مجہول اور موسی بن عبیدۃ غیر معتبر ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی پر رد کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے خصال مکفرہ میں لکھا ہے کہ برا کیا ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا اور امالی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے قرأت خلف الامام اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ابن شاہین و اجری و خطیب و ابو سعید سمعانی و ابوموسیٰ و ابوالحسن و ابن الفضل منذری و ابن صلاح و نووی رحمہم اللہ وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے خاص اس بات میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور کہا دیلمی نے فردوس میں کہ صلوۃ التسبیح اور نمازوں سے زیادہ ترصحیح ہے۔ روایت کی بیہقی وغیرہ نے ابی حامد

مشرقی سے کہ ایک بار میں مسلم کے پاس بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حدیث صلوۃ التسبیح تھی جو بہ روایت عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے۔ مسلم نے دیکھ کر کہا کہ اس باب میں اس سے بہتر کوئی اسناد نہیں اور ذکر کیا ترمذی نے کہ ابن مبارک وغیرہ اہل علم نے بھی صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور اس کی فضیلت بیان کی ہے اور کہا بیہقی نے کہ اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ کئی طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے جس کو ابن راہویہ وابن خزیمہ وحاکم وطبرانی ودارقطنی وابن شاہین وابونعیم وعبدالرزاق وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے جو صدقہ کی نسبت کلام کیا ہے سو شاید ان کو صدقہ ابن یزید خراسانی سمجھا ہے جو متروک ہیں۔ حالانکہ یہ صدقہ ابن عبداللہ ہیں جن کا لقب سمین ہے اور وہ متروک نہیں۔ اور جو موسیٰ بن عبیدہ میں کلام کیا ہے وہ بات مردود ہے اس لئے کہ موسیٰ کذاب نہیں ہے اور موسیٰ بن عبدالعزیز کو جو مجہول کہا اس میں بھی خطا کی اس لئے کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے اُن کی توثیق کی اور بہت لوگوں نے ان سے روایت لی ہے۔ انتہیٰ ملخصا

پوری عبارت تعقبات کی یہ ہے۔ حدیث العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوۃ التسبیح فیہ صدقۃ بن یزید الخراسانی ضعیف و حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما فیہ موسی بن عبدالعزیز مجھول و حدیث ابی رافع فیہ موسی ابن عبیدۃ لیس بشیٔ قلت قد اکثر الحفاظ من الرد علی ابن جوزی فی ھذا الحدیث قال الحافظ بن حجر فی الخصال المکفر ۃ اساء ابن الجوزی یذکرہ ایاہ فی الموضوعات قال وقولہ ان موسی عبدالعزیز مجھول لم یصب فیہ فان ابن معین والنسائی وثقاہ قال فی امالیہ

حدیث ابن عباس اخرجہ البخاری فی القرأۃ خلف الامام و ابوداؤد و ابن ماجہ وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ والبیھقی وغیرھم وقال ابن شاھین فی الترغیب سمعت ابابکر بن ابی داؤد یقول سمعت ابی یقول صح فی صلوۃ التسبیح ھذا قال موسیٰ بن عبدالعزیز وثقہ ابن معین والنسائی وابن حبان و روی عنہ خلق واخرج لہ البخاری فی القرأۃ ھذا الحدیث بعینہ واخرج فی الادب حدیثا فی سماع الرعد وببعض ھذا الامور ترفع الجھالۃ وممن صحح ھذا الحدیث او حسنہ غیر من تقدم ابن مندہ والف فیہ کتابا واجری والخطیب و ابو سعید السمعانی و ابوموسیٰ و ابوالحسن وابن الفضل والمنذری وابن الصلاح والنووی فی تھذیب الاسماء واخرون وقال الدیلمی فی مسند الفردوس صلوٰۃ التسبیح اشھر الصلوۃ واصحھا اسنادا وروی البیھقی وغیرہ عن ابی حامد الشرقی قال کنت عند مسلم بن الحجاج ومعی ھذا الحدیث عن عبدالرحمن بن بشر یعنی حدیث صلوۃ التسبیح من روایۃ عکرمۃ عن ابن عباس فسمعت مسلما یقول لایروی فیھا اسنادا حسنا من ھذا وقال الترمذی قدروی ابن مبارک وغیرہ من اھل العلم صلوۃ التسبیح وذکر بی الفضل فیہ وقال البیھقی کان عبداللہ ابن المبارک یصلیھا و تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع قال الحافظ ابن حجر واقدم من روی عنہ عند فعلھا

صریحا ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ البصری من ثقات التابعین وثبت ذلک عن جماعۃ بعدہ واثبتھا ائمۃ الطریقین من الشافعیۃ ولحدیث ابن عباس ھذا طرق فتابع موسی بن عبدالعزیز عن الحکم بن ابان ابراھیم بن الحکم ومن طریقہ اخرجہ ابن راھویہ وابن خزیمۃ والحاکم وتابع عکرمۃ عن ابن عباس عطا واخرجہ الطبرانی و ابو نعیم بسند رجالہ ثقات و ابوالجوزا اخرجہ الطبرانی والدارقطنی فی صلوٰۃ التسبیح من طریق عنہ و مجاھد اخرجہ الطبرانی فی الاوسط فھذا ست طرق واما حدیث العباس فاخرجہ الدارقطنی فی الافراد و ابن شاھین فی الترغیب قال الحافظ ابن حجر وظن ابن الجوزی ان صدقۃ الذی فیہ ابن یزید الخراسانی ولیس کذلک انما ھو ابن عبداللہ المعروف بالسمین ضعفہ من قبل حفظہ وثقہ جماعۃ فیصلح فی المتابعات بخلاف الخراسانی فانہ متروک ولہ طرق اخری اخرجھا ابراھیم ابن احمد الحرفی فی فوائدہ وفی مسند حماد بن عمروالنصی کذبوہ و اما حدیث ابی رافع فاخرجہ الترمذی وابن ماجۃ قال الحافظ وقول ابن الجوزی ان موسی بن عبیدۃ علۃ الحدیث مردود ف انہ لیس بکذاب مع مالہ من الشواھد وقد ورد حدیث صلوٰۃ التسبیح من حدیث الفضل بن العباس اخرجہ فی قربان المتقین وابن عمر واخرجہ ابو داؤد والدارقطنی وابن شاھین فی الترغیب والدارقطنی والطیبی من طرق عنہ وعلی اخرجہ الدارقطنی والواحدی فی الدعوات من طریق عنہ وجعفر بن ابی طالب اخرجہ عبدالرزاق والدارقطنی من طریق عنہ وانہ عبداللہ اخرجہ الدارقطنی ام سلمۃ اخرجہ ابو نعیم والانصاری ھوجابر بن عبداللہ وقال الحافظ انہ ابو کبشۃ الانماری ومن مرسل اسماعیل بن رافع اخرجہ سعید بن منصور والخطیب فی صلوٰۃ التسبیح انتھی ملخصا . من امالی الاذکار.

ہر چند اس بحث میں تطویل ہوئی لیکن اس کے ضمن میں یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد واستدلال ایک قسم پر نہیں ہیں کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے۔ کہا ابن جوزی نے کہ ان اسنادوں پر مجھے اطلاع نہ تھی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ ابن جوزی بڑے فاضل تھے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے وفیات الاعیان میں ان کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں علامہ اور امام وقت تھے ان کے تصانیف اس قدر ہیں کہ ان کی عمر کا اور تصانیف کا حساب کیا گیا تو روزانہ نو جز ہوتے ہیں ان میں سے اکثر فن حدیث میں ہیں۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (ابن جوزی) نے خاص کتابت حدیث کے لئے یہ اہتمام رکھا تھا کہ حدیث لکھنے کے لئے جب قلم تراشتے تو اس کا تراشہ اٹھا رکھتے وہ اس قدر جمع ہوگیا تھا کہ انتقال کے قریب وصیت کی کہ میرا غسل کا پانی اسی سے گرم کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تراشہ پانی گرم کرنے کے لئے کافی ہوا بلکہ کچھ بچ رہا۔ باوجود اس جلالت شان کے ان کی نظر ان کتب متداولہ پر جن سے تصحیح حدیث صلوۃ التسبیح ہوتی ہے کیا نہ ہوگی۔ غرض کوئی ایک علت قائم کر کے حدیث کو موضوع قرار دینے سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث

صحیح سمجھی جائے تو لوگ اس پر اعتماد کر کے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں۔ اسی طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت نبی کریم ﷺ کی ممانعت میں اس قدر زور دیا کہ جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں ان سب کو موضوع قرار دیا۔ اس خیال سے کہ زیارت و توسل و استغاثہ وغیرہ سے شرک لازم آتا ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی رد میں شفاء السقام تصنیف کی اور اس میں اس خیال کی تغلیط کر کے رجال اسانید اور تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے اور ثابت کر دیا کہ وہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے۔ چنانچہ مولانا محمد عبدالحی نور اللہ مرقدہ ظفر الامانی میں لکھتے ہیں قال السخاوی وممن افرد بعد ابن الجوزی فی الموضوع کرامیة الرضی الصنعانی اللغوی ذکر فیها احادیث من الشبهات للفضاعی والنجم للاقلیشی وغیرهما کالاربعین لابن ودعان وفضائل العلماء لمحمد بن سرور البلخی والوصیة لعلی بن ابی طالب وخطبة الوداع و ادب النبی ﷺ و احادیث ابی الدنیا الاشج ونسطور و نعیم بن سالم و دینار الحبشی و ابی هدبة ابراهیم و نسخة سمعان انس رضی اللہ عنہ عن وجهها الکثیر ایضا من الصحیح والحسن ومافیه ضعف یسیر وللجوز فانی ایضا کتاب الاباطیل اکثر فیه من الحکم بالوضع بمجرد مخالفة السنة وهو خطاء الا ان یتعذر الجمع وکذا صنف عمر بن بدر الموصلی کتابا سماه المغنی عن الحفظ والکتاب بقولهم لم یصح شئ فی هذا الباب وعلیه فیه مواخذات کثیرة وان کان له فی کل من ابوابه سلف من الائمة خصوصاً المتقدمین انتهی کلامه قلت ومن هذا القبیل رسالة الشوکانی المسماة الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة فان فیها احادیث صحاحا وحسانا قد ادرجها بسوء فهمه وتقلیده بالمشد دین المتساهلین فی الموضوعات فعلی العارف الماهر لتوقف فی قبول کلامه و تنقیح مرامه فی هذا الباب بل فی جمیع مسائل الذهنیة فان له فی تالیفاته الحدیثیة والفقهیة اختیارات شنیعة مخالفة لاجماع الامة وعلماء الملة وتحقیقات مخالفة للمعقول والمنقول کما لایخفی علی ماهر الفروع والاصول۔

یعنی موضوعات میں صنعانی نے ایک رسالہ اور جوز فانی نے کتاب الاباطیل اور عمر بن بدر موصلی نے مغنی لکھی جن میں صحیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں اور اسی طرح شوکانی نے ایک رسالہ لکھا جس میں نافہمی اور تقلید سے صحیح اور حسن حدیثیں داخل کر دیں اور سوائے اس کے انھوں نے اکثر تصانیف میں ایسے اُمور اختیار کئے جو مخالف اجماع ہیں ان کے اقوال میں توقف کرنا چاہئے غرض کبھی جرح و تعدیل میں قول معتمد علیہ کی تائید مقصود ہوتی ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ علیہ حنفیہ کے استدلالی حدیث کی تردید کے وقت راویوں کے حال میں اقوال جرح نقل کرتے ہیں پھر اپنے مذہب کے استدلال میں جب کوئی حدیث انھیں راوی سے روایت کی جاتی ہے تو اس پر استدلال کر لیتے ہیں۔ اس بات کو علامہ علاء الدین ماردینی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر النقی میں متعدد جگہ ثابت کر دیا ہے اسی طرح کنز العمال میں حدیث فضائل عسقلانی کے بحث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا۔ لیکن

ابن حجر عسقلانی نے قول مسدد میں اس کی تردید کی۔ الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ بحسب مقتضی وشان طبیعت وغیرہ اک صحیح غرض محدثین کے پیش نظر ہوتی ہے جس کے لحاظ سے اسناد پرغور کر کے جرح وتعدیل میں ان اقوال پر اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعیٰ ہوں۔ دیکھ لیجئے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو مستدرک کی تصنیف کے وقت ملحوظ تھا کہ جس قدر روایتیں شیخین یا احدہما کی شرط پر مل جائیں جمع کردوں چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت جمع ہوگئیں جس کی نسبت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھتے ہیں۔

ان المستدرک للحاکم کتاب کثیر جدا یصفوله منه صحیح کثیر زائد علی مافی الصحیحین علی ماذکر المصنف بعد دھومع حرصه علی جمع الصحیح الزائد علی الصحیحین واسع الحفظ کثیر الاطلاع غزیر الروایت فبعد کل البعد ان یوجد حدیث بشرط الصحة لم یخرجه فی مستدرکه.

پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین اس کی تنقیح کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت سی حدیثوں میں کلام کر کے ان کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت کردیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تصحیح کی طرف تھی اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تنقیح کی طرف۔ ایسے موقع میں خواہ مخواہ بعض اُمور نظر سے فروگذاشت ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور ضعاف جمع کرنے کی طرف توجہ کی اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعاف میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''علل متناہیہ فی الاحادیث الواہیہ'' ہے۔ اور اس قدر جمع کیا کہ بعض بخاری ومسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور ضعاف میں داخل کردیا۔ علی ہذا القیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھتا یا تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جتنی حدیثیں اپنے مفید مدعی ہوسکیں سب ذکر کردیئے جائیں اور حتی الامکان ان کی ضعف وعلل کے اٹھانے میں بحث کی جائے اگر کوئی اس کی تردید کی طرف متوجہ ہوتو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ ان دونوں کا مبنی نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر بمقتضائے طبع وہ مجبور ہے اور ممکن ہے کہ بمصداق حب الشی یعمی ویصم کے خطا بھی ہوجائے اصل مقصود سے تقریر خارج ہوگئی کلام تو اس میں تھا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب کا ہونا قرینہ وضع نہیں جیسا کہ حدیث صلوٰۃ التسبیح سے ثابت ہوا اسی طرح چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا موضوعیت حدیث پر قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا اسی طرح ترغیب و ترہیب منذری۔ وزواجر وغیرہ کتب سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ریا وسمعہ وغیرہ پر کیسی کیسی وعیدیں وارد ہیں اور سوائے اس کے خود قرآن شریف میں ہے ومن قتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیه ولعنه واعدله عذابا الیما.

یعنی جس نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو جزا اس کی جہنم ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور غضب اور لعنت کرے گا حق تعالیٰ اس پر اور مہیا کر رکھا ہے اس کے واسطے بڑا عذاب۔ اگرچہ قتل گناہ کبیرہ ہے مگر جزا اس کی مثل جزائے کفر کے خلود نار جو اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتی ہے اور یہ جزا بہ نسبت اس فعل کے بہت سخت ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس آیت شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو ہم کہیں گے اچھا ویسی ہی اس حدیث میں بھی تاویل کرسکتے ہیں۔ صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ الحاصل ان قرینوں سے یہی ثابت نہیں ہوسکتا کہ اس سے حدیث قطعاً موضوع ہوجائے اب رہے وہ قرائن جو خارجی

ہیں اوران سے موضوعیت حدیث کی جانی جاتی ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اس کو روایت نہ کی ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اس لئے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو اور لوگ بھی اس جماعت کے اس کو روایت کرتے۔ غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ کل حدیثیں تو محدثین کو پہونچی ہی نہیں تا یقین ہو کہ کسی دوسرے نے اس کو روایت نہیں کی اور کل احادیث کا نہ پہونچنا یوں ثابت ہوسکتا کہ محدثین کی کتابوں میں ایک لاکھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ جواہرالاصول میں شیخ ابوالفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا۔ جس کا یہ ترجمہ ہے حصر احادیث کا امکان سے بعید ہے مگر ایک جماعت محدثین نے تتبع کتب میں کر کے نہایت کوشش کے ساتھ حساب کیا چنانچہ ابوالمکارم کہتے ہیں کہ متون احادیث جو آج تک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہونچے ہیں۔ حالانکہ اوپر یہ بات معلوم ہو چکی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں کی خبر دی ہے اور اگر تعمق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوا کہ ساڑھے سات لاکھ میں انحصار کل احادیث کا نہیں ہوسکتا اس لئے آنحضرت ﷺ کے اقوال اگر دن رات میں دس گیارہ ہی فرض کئے جائیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً ایک لاکھ ہو جاتے ہیں اور روایت پر قول کی اگر دس ہی صحابیوں سے ہو اس وجہ سے کہ ہر صحابی کی روایت منقول ایک حدیث سمجھی جاتی ہے تو صرف اقوال احادیث دس لاکھ سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ بدیں لحاظ کہ مبنی نبوت کا کلام اور ارشادات پر ہے۔ اور صحابہ بھی ہزارہا تھے۔ دس لاکھ بھی بہت کم ہوں گے۔ پھر احادیث افعال و تقریر اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال اور اخبار کتب ماضیہ وغیرہ امور جن پر کہ اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں۔

قال السخاوی رحمة الله علیه فی الفتح المغیث و کذا اٰثار الصحابة والتابعین وغیرهم وفتاوٰهم مما کان السلف یطلقون علی کل حدیثا ۔

اس پر ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ کل حدیثیں کس قدر ہوں گی۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نکت میں نقل کرتے ہیں کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے مسند حدیثوں کا انھوں نے انتخاب کیا ہے۔ امام ذہبی نے طبقات میں لکھا ہے کہ احمد بن فرات کا یہ قول تھا

کتبت عن الف سبعمأة شیخ و کتبت الف الف حدیث و خمسائة الف فعملت من ذلک فی التوالیفی خمسمائة الف

یعنی سات لاکھ حدیثیں مجھے شیوخ سے پہونچی ہیں۔ پھر یہ احتمال نہیں کہ ان میں کوئی حدیث موضوع وغیرہ ہو۔ کیونکہ ابن عدی کا قول اسی میں نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کوئی منکر روایت کی ہے کیونکہ وہ اہل صدق اور حفظ سے تھے اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین نے ان کی روایتوں کی توثیق کی ہے۔ طبقات الحفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابوعسال کے احوال میں لکھا ہے وہ کہتے تھے کہ صرف قرأت میں مجھے پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تقلید شخصی کی شرعی حیثیت

حق تعالیٰ فرماتا ہے مااتکم الرسول فخذوہ یعنی نبی ﷺ جو کچھ فرماویں اس کو قبول کرلو جس کا مطلب یہ ہوا کہ چوں و چرا کی اجازت نہیں صرف آپ کے ارشاد کو بلا دلیل مان لیا کرو مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز دو رکعت ہے تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ دو رکعت مقرر ہونے کی کیا وجہ اور قرآن میں کہیں اس کا ذکر بھی ہے یا نہیں۔ یہ بحث دوسری ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع کو تقلید کہتے ہیں یا نہیں مگر صورۃً تقلید ہونے میں کلام نہیں۔ اسی طرح صحابی نے جب کہہ دیا کہ انما الاعمال بالنیات مثلاً حدیث ہے تو تابعی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس کے حدیث ہونے کی کیا دلیل البتہ یہ ضرور ہے کہ جس کی تقلید کی جائے وہ شخص معتمد علیہ اور راستباز ہو اسی وجہ سے محدثین کو رجال کی بحث کرنے کی ضرورت ہوئی جس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص عادل صادق معتمد علیہ ہو اس کی تقلید کی جائے یہ بات قریب میں معلوم ہوگی کہ رجال کی جرح وتعدیل کا مدار تقلید ہی پر ہے۔

تقلید کی ضرورت

فقہا کی تقلید کی ضرورت قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم ۔

یعنی اے مسلمانوں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور ان اولی الامر کی بھی جو تم میں سے ہوں۔ اگرچہ اولی الامر کے معنی اُمرا کے ہوسکتے ہیں مگر قرائن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اولی الامر سے مراد علماء فقہاء ہیں اس لئے کہ مقصود اس آیت شریف میں اطاعت خدا و رسول اور اطاعت اولی الامر ہے اس مطلب کو ادا کرنا صرف حرف عطف سے ہوسکتا تھا یعنی اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر سے یہ مقصود معلوم ہوجاتا تھا لفظ اطیعوا کو مکرر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ کلام بلیغ میں خصوصاً کلام الٰہی میں کوئی لفظ بے کار نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اس زیادتی سے کچھ دوسرا ہی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو کوئی ضمنی نہ سمجھ لے اور یہ خیال نہ کرلے کہ قرآن شریف میں جتنے احکام ہیں انہی میں حضرت کی اطاعت ضروری ہے اس خیال کے دفع کرنے کے لئے یہ تکرار لفظ اطیعوا مثل اطیعوا اللہ کے مستقل طور پر اطیعوا الرسول ارشاد ہوا جس سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فرمائیں خواہ قرآن میں ہو یا نہ ہو سب مان لیں اور اطاعت کریں۔ اور اس کے بعد اولی الامر کے ساتھ لفظ اطیعوا کا ذکر نہ ہوا جس سے یہ بات معلوم کرادی گئی کہ ان کی اطاعت ضمنی ہے یعنی جو احکام حضرت ﷺ نے بیان فرمائیے ہیں انہی میں ان کی اطاعت کی جائے کیونکہ جو لوگ خلاف شرع حکم کرتے ہیں ان کے باب میں وارد ہے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون اور ھم الظلمون اور ھم الکفرون۔

اب اولوالامر کو یہ معلوم کرنا ضرور ہوا کہ ہم اس آیت شریفہ کی رو سے کون سے اُمور کے امر کرنے کے مجاز ہیں جن کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کل آیات واحادیث سے ایسے اُمور کا نکالنا جو واجب الاتباع ہیں فقیہ کا کام ہے۔ غرضکہ اولوالامر کو ضرور ہوا کہ خود فقیہ ہوں یا فقہاء سے مدد لے کر امر کریں بہرحال دونوں صورتوں میں اولی الامر کی اطاعت فقہا ہی کی اطاعت ہوئی پھر اگر اطاعت کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حاکم عالم نہیں تو مشتبہ اُمور میں ان کو ضرور ہوگا کہ علماء سے دریافت کریں کہ وہ امر واجب الاطاعت ہیں یا نہیں اور اگر وہ فتویٰ دیں کہ اِن اُمور میں اطاعت جائز نہیں تو انہی کی اطاعت واجب ہوگی جس سے معلوم ہوا کہ فقہاء اور امرا متعارض ہوں تو اہل اسلام مامور ہیں کہ فقہاء کا امتثالِ امر کریں اور امرا کی اطاعت نہ کریں جیسا کہ اس روایت سے بھی ظاہر ہے۔

عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لاطاعة فی معصیة الله انما الطاعة المعروف متفق علیه کذافی المشکوة کتاب الافادة.

یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ معصیت میں کسی کی اطاعت درست نہیں اطاعت صرف انہی اُمور میں ہے جو دین میں معروف ہیں۔

اب دیکھئے کہ امیر اور فقیہ کے اقوال متعارض ہونے کی صورت میں فقیہ کا قول جب واجب العمل ہو تو امرا اولوالامر ہوئے یا فقہا اسی وجہ سے جابر ابن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عطا اور مجاہد اور ضحاک اور ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ نے اولی الامر کی تفسیر میں فقہاء اور علماء ہی لکھا ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ سے واضح ہے کیونکہ نہ ہو آنحضرت ﷺ نے علماء ہی کو اپنا جانشین قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

عن الحسن ابن علی رضی الله عنها قال قال رسول الله ﷺ رحمة الله علی خلفائی قیل ومن خلفائک یا رسول الله قال الذین یحیون سنتی ویعلمون بها الناس رواه ابوالنصر السجزنی فی الامانة وابن عساکر وفی معناه رواه الطبرانی والرامهرمزی وابن ابی حاتم کذافی کنزالعمال.

یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کرے میرے خلفا پر کسی نے پوچھا آپ کے خلفا کون ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو سنت کی تعلیم کرتے ہیں۔

غرضکہ فقہاء کی اطاعت قرآن شریف سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے بھی اسی وجہ سے عمران بن عبدالعزیزؒ نے شہروں میں حکم جاری کر دیا کہ جس باب میں فقہاء کا اتفاق ہو اسی پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے جو دارمی میں ہے

عن حمید قال قیل لعمر بن عبدالعزیز لو جمعت الناس علی شی فقال ما لیونی انهم لم یختلفوا قال ثم کتب الی الافاق والا مصار لیقضی کل قوم بما اجتمع علیه فقهاؤهم.

دیکھے عمر ابن عبدالعزیز نے جو تمام ممالک اسلامیہ میں عام حکم جاری کر دیا کہ فقہاء کے اقوال پر عمل کیا جائے اس سے انھوں نے ثابت کر دیا کہ اولی الامر جن کی اطاعت واجب ہے وہ صرف فقہاء ہیں حکام کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

ابن حزم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ تقلید کو حرام سمجھتے

ہیں مگر فقہاء کی تقلید کے وہ بھی قائل ہیں جیسا کہ ان کی اس عبارت سے ظاہر ہے جو الفصل فی الملل میں لکھا ہے

نعم ان التقلید لایحل البتة وانما التقلید اخذالمرء قول من دون رسول اللہ ﷺ ممن لم یامرنا اللہ عزوجل باتباعه قط ولا باخذ قوله بل حرم علینا ذلک ونهانا عنه.

یعنی اس میں شک نہیں کہ تقلید ہرگز حلال نہیں مگر تقلید اسی کا نام ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی ایسے دوسرے شخص کا قول مان لیا جائے جس کی اتباع اوراس کے قول پر عمل کرنے کا حکم خدا نے کبھی نہ دیا ہو بلکہ ان کے ماننے سے منع فرمایا اوراس کو حرام کردیا ہو۔ حاصل یہ کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کی اتباع کا حکم خدائے تعالیٰ نے دیا ہوتو اس کی اتباع اور پیروی کو تقلید ہی نہیں کہتے۔

ابن حزمؒ کے اس قول سے کہ ان التقلید لایحل البتة سے دھوکا ہوتا تھا کہ انھوں نے مطلقاً تقلید کو حرام کردیا اس لئے انھوں نے فقہا کی اتباع کوسرے سے تقلید ہی میں داخل نہیں کیا کیونکہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ تقلید ایسے شخص کی اتباع کو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس کے اتباع کا کبھی حکم نہ دیا ہو۔ اور چونکہ فقہا کے اتباع کا حکم واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے دیا ہے اس لئے وہ تقلید ہی نہیں اس سے مقصود ان کا معلوم ہوگیا کہ اگر تقلید ہر طرح سے مذموم ہوتو فقہاء کی تقلید کو ہم تقلید ہی سے خارج کردیں گے۔ اسی وجہ سے انھوں نے تقلید مذموم میں ایسی قید لگادی کہ تقلید اصطلاحی پر وہ صادق ہی نہیں آتی جب ابن حزم جیسے متشدد شخص تقلید فقہا کو بری نہیں سمجھتے تو ان کے پیروؤں کو ضرور ہے کہ اس بات میں اغماض کرجائیں۔ اور مقلدوں کو مشرک نہ بنائیں یوں تو فقہاء اور مجتہدین بہت سے گزرے ہیں اور امام بخاری بھی فقیہ اور مجتہد تھے مگر جو بات اہل مذاہب اربعہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ یہ بات شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے بھی معلوم ہوتی ہے جو الانصاف میں لکھا ہے:

وخصلة رابعة قتلوها وهی ان تنزل له القبول من السماء فیقبل الی علمه جماعات فقه من العلماء من المفسرین والمحدثین والاصولیین و حفاظ الفقه ویمضی علی ذلک القبول والاقبال قرون متطاولة حتی یدخل ذلک فی صمیم القلوب.

یعنی مجتہد کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ اس کی قبولیت آسمان سے اترے جس کی وجہ سے علماء اور مفسرین اور محدثین واصولیین اور حفاظ کتب فقہ اس کے علم کی طرف متوجہ ہوں اوراس قبول واقبال پر مدتیں گذرجائیں یہاں تک کہ لوگوں کے دل میں یہ باتیں داخل ہوجائیں''۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سب باتیں مذاہب اربعہ پر صادق آتی ہیں شاہ صاحب ممدوح نے ''عقد الجید فی مسائل التقلید'' میں اس امر میں ایک باب ہی مدون کیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

باب تاکید الاخذ بهذا المذاهب الاربعة والتعذیر فی ترکها والخروج عنها اوراس میں لکھتے ہیں اعلم ان فی الاخذ بهذا المذاهب الاربعة مصلحت عظیمة وفی الاعراض عنها کل مفسدة کبیرة نحن نبین ذلک بوجوه حاصل اس کا یہ کہ مذاہب اربعہ کی تقلید نہایت ضروری ہے۔ اوراس میں بڑی مصلحت ہے اور اس سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے جس کے متعدد وجوہ ہیں پھر بہت سے وجہ بیان کئے جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔ الحاصل تمام روئے زمین پر اہل سنت کے چار ہی مذہب مشہور

ہیں اور پانچواں مذہب بخاری کہیں سنا نہیں گیا بلکہ جو لوگ بخاری شریف کو مانتے ہیں، سب سے بڑے ہوئے ہیں۔ وہ سبھی امام بخاری کی تقلید کو عار بلکہ بعضے تو شرک ہی سمجھتے ہیں اور حرمت تقلید پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء وقولہ تعالیٰ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ماالفینا علیہ اباء نا وقولہ تعالیٰ اتتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ.

اور اصل یہ اور اس قسم کی کئی روایتیں کفار کی شان میں نازل ہوئیں اس وجہ سے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ بت پرستی وغیرہ چھوڑ دو تو کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اس لئے آپ کی نہیں سنتے اور اصل اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کو نبوت ہی کی تصدیق نہ تھی پھر جب تصدیق کرتے تو فوراً بتوں کو توڑ دیتے تھے۔ چونکہ یہ آیتیں مقلدوں پر چسپاں کی جاتی ہیں اس لئے ان کی حالت پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ آیا ان کو نبوت پر ایمان ہے یا نہیں اور اگر ہے تو باوجود ایمان کے اپنے نبی کی بات جو خاتم الانبیاء کے بعد پیدا ہوئے اور ان پر وحی اترنے کے بھی قائل ہیں جس کی وجہ سے ان کے مقرر کئے ہوئے احکام کو ناسخ اور پہلے نبی کو یعنی سیدنا محمد ﷺ کی بات کو منسوخ سمجھتے ہیں اس کی تحقیق یوں ہوسکتی ہے کہ کسی جاہل سے جاہل مقلد سے پوچھ لیا جائے تو وہ ہرگز نہ کہے گا کہ میں اپنے امام کو نبی سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے ان کے قول کو واجب الاتباع جانتا ہوں۔ اس سے یقینی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ کفار جو آباو اجداد کے طریقہ کو نبی کے مقابلہ میں جس وجہ سے پیش کرتے تھے وہ وجہ تو یہاں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کہ اس کا منشا تکذیب نبی تھا اور کوئی مقلد تکذیب نبی نہیں کرسکتا بلکہ نبی ﷺ نے جو کہ مجتہدوں کو اجتہاد کرنے کی اور اس پر عمل کرنے کی ہم کو اجازت دی ہے اس لئے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ البتہ احادیث جب مذہب کے خلاف پیش کی جائیں تو یہ ضرور کہا جائے گا کہ احادیث ہمارے سر آنکھوں پر اور وہ سب واجب التعظیم ہیں اسی وجہ سے بخاری شریف کے ختم کو ہم باعث انجاح مرام سمجھتے ہیں اور اس قدر دلدادہ ہیں کہ اہل حدیث بھی نہ ہوں گے مگر چونکہ کل احادیث کے معنی بخاری شریف وغیرہ میں نہیں اور جس قدر ہیں وہ امام بخاری وغیرہ کے اجتہادی ہیں جو ہمارے امام کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ اس وجہ سے ان معنی کو نہیں مانتے جو ہر شخص اپنی رائے سے بیان کرے بلکہ اس تحقیق کو مانتے ہیں جو تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر ایک جلیل القدر امام الوقت بیان کرے۔ اور ہم لوگ اس کے مامور بھی نہیں کہ جو شخص قرآن و حدیث کو پیش کرے اس کو مان ہی لیں بلکہ سلف صالحین نے ہمیں یہ طریقہ دکھلا دیا ہے کہ غیر معتبر شخص قرآن بھی سنائے تو نہ سنا جائے چنانچہ سنن دارمی میں یہ روایت ہے۔

عن اسماء بن عبید قال دخل رجلان من اصحاب الھوأ علی ابن سیرین فقال یا ابابکر انا نحدثک قال لاقالا فنقراء علیک آیۃ من کتاب اللہ قال لالیقومان عنی اولاقومن فقال بعض القوم یا ابابکر وما علیک ان یقراء علیک آیۃ من کتاب اللہ تعالی قال خشیت ان یقراء علی فیحرفا فانھا فیقر ذلک فی قلبی.

یعنی ابن سیرین کے پاس دو شخص آئے جو اہل ہوا سے تھے اور کہا کہ ہم ایک حدیث آپ کو سناتے ہیں فرمایا میں نہیں سنتا پھر کہا

قرآن کی ایک آیت ہی سن لیجئے کہا نہیں اور فرمایا تم یہاں سے چلے جاؤ میں اُٹھ جاتا ہوں۔لوگوں نے کہا حضرت اگر آپ قرآن کی آیت سن لیتے تو کیا نقصان تھا فرمایا اگر وہ آیت پڑھ کر اس کے مضمون میں تحریف کردیتے اور وہی بات میرے دل میں جم جاتی تو خوف کی بات تھی۔ دیکھئے ان لوگوں نے ابن سیرینؒ کو کیسا متعصب اور جاہل اپنی قوم میں جاکر بنایا ہوگا کہ انھوں نے نہ حدیث سنی نہ قرآن بلکہ یہ آیت پڑھ کران کا کفر بھی ثابت کردیا ہوگا جوحق تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو بجائے اس کے کہ سن کر چپ رہتے انھوں نے سننا بھی گوارا نہ کیا پھر کس طرح وہ مستحق رحمت ہوسکتے ہیں اور خدا جانے کیسی کیسی موشگافیاں کر کے ان کو کافر بنانے میں کوشش کی ہوگی۔مگر اہل اسلام ایسے جلیل القدر تابعی کی نسبت یہ گمان ہرگز نہیں کرسکتے کہ انھوں نے قرآن کے سننے سے انکار اس وجہ سے کیا کہ آیت شریفہ **واذا قری القرآن فاستمعوا له**۔ ان کو یاد نہ تھی یا اس پر عمل کرنا ان کو منظور نہ تھا بلکہ سبب اس کا یہ تھا کہ قرآن بہ نیت تلاوت یا وعظ نیک نیتی سے پڑھا جائے تو اس کا سننا واجب ہے اور اہل ہوا کو ایسے موقعوں میں یہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کے ذریعہ اپنے خیالات فاسدہ ان کے ذہن نشین کریں۔

اغراض کا مختلف ہونا اس حکایت سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے جو ایک مولوی صاحب نے مجھ سے کلکتہ کا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ مقلدوں کی مسجد میں ایک غیر مقلد صاحب آ کر جماعت میں شریک ہوگئے جب امام نے آمین کہی تو انھوں نے حسب عادت بآواز بلند آمین کہی اب تمام اہل مسجد مقلد حیران رہے کہ نماز کی حالت میں اس کا کیا تدارک کیا جائے مگر بے چین طبیعتیں کب چپ رہ سکتی ہیں ایک صاحب نے فوراً ان کے جواب میں بآواز بلند (شالا) کہہ دیا جو وہاں گالی سمجھی جاتی ہے غیر مقلد صاحب تھے بڑے جری ان سے اس گالی کی برداشت نہ ہوسکی اور اس کے جواب میں پھر آمین بہت زور سے کہی مقلد صاحب یہ لفظ دوبارہ سنتے ہی آگ بگولا بن گئے اور بلند آواز سے (شالا بٹا شالا) اسی آمین کے لہجہ میں ادا کیا پھر انھوں نے کمال غضب سے اسی آمین کو اور پھینک مارا غرضیکہ چند بار یہ سب وشتم طرفین سے ہوتا رہا۔اس کے بعد لات مکھی کی نوبت آئی مقصود یہ کہ مقلد صاحب کو جو (شالا بٹا شالا) کہنے سے تشفی ہوتی تھی غیر مقلد صاحب کو لفظ آمین سے بھی وہی تشفی ہوتی تھی اب کہئے کہ انھوں نے اس متبرک لفظ کو گالی کے موقع میں استعمال کیا یا نہیں۔

غیر مقلدوں کو جب منظور ہوتا ہے کہ مقلدوں کو علانیہ گالی دیں تو ان کی مسجد میں جا کر آمین بآواز بلند کہہ دیتے ہیں۔جس سے ایک ہنگامہ برپا ہوجاتا ہے بخلاف اس کے وہی مبارک لفظ شافعیہ وغیرہ بھی نہایت بلند آواز سے کہتے ہیں مگر کسی کو برا نہیں معلوم ہوتا اس وجہ سے کہ ان کو صرف امتثال امر اور تلاوت مقصود ہوتی ہے۔

الحاصل جس طرح اس متبرک لفظ کے کہنے سے مقصود دوسرا تھا اسی طرح اہل ہوا کا قرآن وحدیث سنانے سے مقصود دوسرا ہی ہوا کرتا ہے یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود ایمان اور تبحر علم کے ان حضرات کو اس درجہ کی احتیاط تھی کہ غریب مذہب والوں سے قرآن کی آیت بھی نہیں سنتے تھے اس خیال سے کہ کہیں اس کے عقائد فاسدہ کا اثر اپنے دل پر نہ پڑ جائے اور اس زمانہ میں ہر

کم علم بلکہ بے علم شخص بھی اہل مذہب باطلہ کے اقوال کو سننے اور دیکھنے کی کچھ پروانہیں کرتا بلکہ اس کو دینداری اور حق پسندی سمجھ کر اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جن حضرات کو اپنے ایمان اور اعتقادات کی قدر ہے اور قرآن وحدیث پر پورا ایمان اور جزا وسزا پر کامل یقین ہے ان کو احتیاط کرنے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ خود فطرت انسانی کا مقتضی ہے کہ جس چیز کو آدمی بے بہا اور عزیز الوجود سمجھتا ہے اس کی حفاظت میں کمال درجہ کی احتیاط کو کام میں لاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دوست سے بھی بدگمان رہتا ہے سعدی علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

نگھدارو آں شوخ ور کیسہ دُر
کہ داند ہمہ خلق را کیسہ برُ

اب دیکھئے کہ ایک جماد کی حفاظت میں یہ احتیاط ہو تو ایمان جس پر نجات اُخروی اور ابدالاباد کی بہبودی کا مدار ہے اس کی کس قدر احتیاط چاہئے اور حدیث شریف میں بھی اس کی تعلیم کی گئی ہے۔ چنانچہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی نے یہ حدیث نقل کی ہے

قال النبی ﷺ احترسوا من الناس بسوء الظن رواہ احمد وغیرہ۔

یعنی لوگوں سے بدگمانی کرکے اپنی حفاظت کرلو جب تک طبیعتیں تقلید کی جکڑ بندی کی عادی تھیں اہل سنت و جماعت کا ایک گروہ ایک کثیر التعداد اشخاص پر شامل تھا اور جب تک ترک تقلید سے آزادی طبیعتوں میں آگئی ہے ایسے نئے نئے فرقہ بن جاتے ہیں جن کا وجود خیال میں نہیں آتا تھا اور لامذہبی کا شیوع اس وقت جو صدیوں میں نہیں ہوا تھا اب مہینوں بلکہ دنوں میں ہورہا ہے اور یہ جتنے نئے فرقہ بنتے جاتے ہیں انہی مقلدوں کے ہم مشرب لوگ ہیں جو اب جانی دشمن بن گئے ہیں۔ غرضکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے متدین علماء نے جو تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر کمال جانفشانی سے دینی احکام کو منقح کرکے کتب فقہ میں لکھ دیئے ان کو ہرگز نہ چھوڑیں اور مخالفین گو آیات و احادیث پیش کریں ان کو قابل التفات نہ سمجھیں کیونکہ جتنے مذہب والے اپنے کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں سب کا استدلال قرآن وحدیث ہی ہے اب کہئے کہ آدمی کس کس کی پیروی کرے پھر جس طرح قرآن سے ہدایت کا تعلق ہے کبھی ضلالت کا سبب بھی وہی ہوجاتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا

اس لئے مقتضائے عقل یہی ہے کہ اہل مذاہب باطلہ سے نہ قرآن سنے نہ حدیث بلکہ جس طرح کروڑہا اہل سنت و جماعت جن میں علماء محدثین اور اولیاء اللہ شریک ہیں قرناً بعد قرنٍ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کے مقلد رہے ہم کو بھی چاہئے کہ ان ہی کی پیروی کریں۔ کیونکہ اسلام میں اجماع بھی بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔

یہ بات مشاہد ہے کہ جس کسی کو مقتدا بننا منظور ہوتا ہے تو چند آیات و احادیث میں غور وفکر کرکے اور اقوال سلف اور عقل سے مدد لے کر کسی بات کو مہتمم بالشان بنادیتا ہے اور جہلا جن کو دین کی عقل نہیں ہوتی اس کے دام میں پھنس جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کا ایک فرقہ بن جاتا ہے اور وہ سب اس کے تابع اور مقلد کہلاتے ہیں اور وہ ان کا مقتداء اور جو عقلمند ہوتے ہیں وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہمیں جاہل سمجھ کر چاہتا ہے کہ اپنے تابع اور مقلد بنالے اور خود ہمارا پیشوا اور حاکم بنے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مجتہد تو ہو ہی نہیں سکتے کسی نہ کسی کی تقلید کا قلاوہ

ہماری گردن میں ضرور ہوگا تو ہرکس و ناکس کا تقلید کا عار کیوں قبول کریں اور ایسے شخص کی تقلید کیوں نہ کریں جن کے تدین اور اورع اور اعلم اور افقہ ہونے پر امام بخاریؒ کے صدہا اساتذہ نے گواہی دی ہے اور اسی زمانہ کے اکابر محدثین نے ان کو اپنا مقتدا مان لیا اور لاکھوں علماء نے جن میں اکثر صحاح ستہ کی احادیث سے بخوبی واقف تھے ان کی تقلید ایسے جلیل القدر امام کی تقلید کو چھوڑ کر کسی آخری زمانہ والے کے ہاتھ میں اپنا قلاوہ دینا عقل سے بعید ہے۔

مثل مشہور ہے

اذا سرقت فاسرق الدرة

غرض کہ مقلدین جو اپنے آباواجداد کے طریقہ پر ہیں یہ بات ان کو بتواتر معلوم ہوئی کہ امام صاحب نے اکابر محدثین کے مجمع میں تحقیقات کر کے فقہ مدون کی تھی جو نسلاً بعد نسل ان تک پہونچی ہے اب اگر اسی کا نام تقلید آبائی رکھ کر کفار کی تقلید آبائی کے ساتھ وہ برابر کردی جائے تو تمام مسلمانوں پر یہی الزام لگ سکتا ہے کیونکہ نہ انھوں نے اپنے نبی کو دیکھا نہ ان کی باتیں سنیں نہ معجزے دیکھے بلکہ اپنے آباواجداد ہی سے سن کر ایمان لائے مگر جو لوگ سمجھدار ہیں وہ یہی کہیں گے کہ ہر زمانہ کے معتمد علیہ مسلمان خصوصاً اپنے آباواجداد جن پر اعتماد زیادہ ہوتا ہے جب ان تمام امور کی گواہی دیتے آئے تو بعد والوں کو نبوت کا یقینی علم ہوگیا اب اگر یہ تقلید بھی ہے تو ایسے امر میں ہے جو اسلام میں ضروری سمجھا گیا ہے اور جس کا وجود تواتر سے ثابت ہوگیا ہے اسی طرح مقلدین کی تقلید آبائی کا حال ہے۔

☆☆☆

حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ

(شخصیت علمی وادبی کارنامے)

سرچشمۂ علم وفضل، استاذ شاہاں، مصنف انوار احمدی، موسس جامعہ نظامیہ ودائرۃ المعارف فضیلت جنگ حضرت محمد انوار اللہ فاروقی انورؔ علیہ الرحمہ کی دینی علمی خدمات، حیدرآباد بلکہ پورے جنوبی جغرافیے کا ورثہ عظیم ہیں ایسی متبرک ہمہ جہت شخصیت پر جتنا کام کیا جائے کم ہے، قابل مبارک باد ہیں مولانا ڈاکٹر حمید اکبر صاحب جنھوں نے حضرت شیخ الاسلام، شخصیت، علمی وادبی کارنامے کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا، جس پر یونیورسٹی آف پونہ نے انہیں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی پروفیسر اعظم (احمد نگر) کی نگرانی میں ڈاکٹر حمید اکبر صاحب نے یہ مقالہ ترتیب دیا اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد کی مجلس اشاعت العلوم نے اس گراں قدر مقالے کو ۳۳۵ صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب کی صورت میں شائع کرکے ایک اہم فریضہ انجام دیا ہے، یہ مقالہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جو آئندہ نسلوں کی رہبری کا کام کرے گا، کتاب میں شامل علماء فقہا اور صوفیا کی آرا ملاحظ ہوں (۱) ایسی شخصیت کے تعلق سے کسی نے قلم نہیں اٹھایا، یہ عظیم کام عبدالحمید اکبر صاحب کے حصے میں تھا جو انہوں نے بڑی محبت اور رجاں فشانی سے انجام دیا، (حضرت سید شاہ محمد حسینی سجادہ نشین روضہ بزرگ گلبرگہ شریف) (۲) ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر صاحب لائق صد تحسین وآفرین ہیں کہ انہوں نے اس تحقیقی مقالے کے ذریعے تمام مسلمانوں خصوصاً اہلیان دکن پر عائد ایک قرض وفرض ادا کیا ہے۔

(سردار سلیم/روزنامہ منصف، اتوار 5/اگسٹ 2001ء حیدرآباد، آندھراپردیش)

☆☆☆

افکار ونظریات

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

عمل بالحدیث کی حقیقت

یہ بات یادرہے کہ اس زمانہ میں تقلید مذاہب اربعہ سے بہتر کوئی مستحکم قلعہ نہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی لکھا ہے اگر تقلید آبائی کا فقرہ سن کرکسی کو عار آجائے اوراس قلعہ سے باہر نکل پڑے تو کسی نہ کسی مکار غدار کا ضرور شکار ہوجائے گا۔ کیونکہ ہر شخص کا کام نہیں کہ مخالفوں کے دلائل کو رد کرکے اپنا حقانی دین ومذہب ثابت کرسکے۔اس صورت میں ضرور کسی ایسے شخص کی تقلید کرنی ہوگی کہ نہ اس کو دین سے کام ہے نہ مذہب سے غرض بلکہ صرف جاہلوں کا مقتدا بننا اوران کو اپنے مقلد بنانا منظور ہوگا۔اس موقع پر بعض لوگ یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم اپنی تقلید کرانا نہیں چاہتے بلکہ عمل بالحدیث چاہتے ہیں۔ یہ ایسا فقرہ ہے کہ بھولے بھالے مسلمانوں کے دلوں پر افسوں کا کام کرجاتا ہے مگر اہل علم سمجھتے ہیں کہ عمل بالحدیث ہر شخص کا کام اس کیلئے اعلیٰ درجہ کی قوت اجتہادیہ کی ضرورت ہے۔ دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب مناظرہ کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد درست نہیں اس وقت صحیح حدیث پیش کی جس کو صدیق اکبرؓ بھی جانتے تھے۔ باوجود اس کے انھوں نے جہاد کی ضرورت سمجھی اور خدا جانے کونسی آیات واحادیث پیش نظر ہوگئی تھیں کہ انھوں نے اس حدیث پر عمل کرانا درست نہیں سمجھا۔آخر کل صحابہ نے اس حدیث کو ترک کرکے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد ہی کو مان لیا۔اس سے ظاہر ہے کہ وہی احادیث اوران کے معنی دین میں معتبر ہیں جو مجتہدوں کے ذریعہ سے پہونچیں اگر صحیح حدیث کے پیش ہوتے ہی اس پر عمل واجب ہوتا تو صدیق اکبر کو اجتہاد پر کبھی جرأت نہ ہوتی غرضکہ بخاری شریف کی حدیثیں اسی وقت واجب العمل ہوں گی کہ مستند مجتہد کے اجتہاد میں واجب العمل قرار پائیں۔مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے عقدالجید میں لکھا ہے کہ کسی خصوصیت مقام اور قرائن خاصہ کی وجہ سے صحت حدیث ثابت ہوتی ہے اور جدلی اُمور کلیہ سے اس کا ابطال کرنا چاہتا ہے سو اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کسی پتھر کو دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ وہ پتھر ہے مگر جدلی اس میں شک ڈالنے کی غرض سے کہتا ہے کہ ہر چیز کی شناخت رنگ اور شکل وغیرہ سے ہوتی اور چونکہ اِن اُمور میں تشابہ ہوتا ہے اس لئے اس کے پتھر ہونے کا یقین نہیں ہوسکتا جب قرائن خاصہ سے حدیث کی صحت ثابت ہوجائے تو جدلی کا قول قابل اعتبار نہ ہوگا بلکہ ایسے موقع پر سکون اور اطمینان قلب دیکھا جاتا ہے جو مشاہدہ اور قرائن سے حاصل ہوا تھی۔اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ میں صحت کسی حدیث کی ثابت ہوجائے اور دوسرے احادیث یا قرائن سے مجتہد کو سکون اور اطمینان حاصل نہ ہو تو انکو ضرور ہوگا کہ اجتہاد کرکے ایسا حکم مستنبط کریں جس سے ان کو اطمیان حاصل ہو اسی وجہ سے اکثر ان کو صحیح حدیثیں چھوڑنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ صحابہ کرام کے طریقہ عمل سے ثابت ہوا۔

غرضکہ جن کو درجہ اجتہاد حاصل نہیں ان کو سکون اور اطمینان قلبی حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تحقیق کرلیں کہ معتمد علیہ مجتہد نے بھی حدیث مجوث عنہ کو واجب العمل قرار دیا یا نہیں اگر ہر طالب کے کہنے سے عمل بالحدیث کرنے لگیں تو ان طلبہ کے مقلد بازیچۂ اطفال بن

جائیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مجتہد بننا ہرگز قرین قیاس نہیں اسی وجہ سے کہ مجتہد کو ضرور ہے کہ اجتہاد کر کے ہر مسئلہ میں اطمینانی کیفیت حاصل کرے کہ یہی شارع کی مراد ہے اور کسی مسئلہ دینیہ میں اطمینانی کیفیت اس وقت تک نہیں پیدا ہوسکتی کہ تمام آیات واحادیث اور تمام اقوال صحابہ جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں پیش نظر نہ ہوں جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے انصاف میں لکھا ہے وثانیهما ان یجمع الاحادیث والاثر فیحصل احکامها ویتنبه بماخذ الفقه ویجمع مختلفها اور صحیح صحیح احادیث وآثار کا مفقود ہوجانا یقیناً ثابت ہے تو یہ چند موجودہ حدیثیں ان لاکھوں کے قائم مقام کیونکر ہوسکیں پھر احادیث میں قابل اعتماد وہ حدیثیں ہوتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کا آخری قول یا فعل مذکور ہو جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال الزهری وانما یوخذ من امر رسول الله ﷺ الاخر جب لاکھوں حدیثیں تلف ہوگئیں تو اس قسم کی بھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں ضرور تلف ہوئی ہوں گی۔ ہاں اگر اصحاب صحاح ستہ یہ تصریح کردیتے کہ کل صحیح حدیثیں ہمیں پہونچ گئی ہیں مگر کسی مصلحت سے ہم نے بیکار حدیثوں کو ترک کردیا اور کام کام کی حدیثیں صحاح میں لکھ دیں تو ان کے اعتماد پر یہ کہنا ممکن تھا کہ تلف شدہ حدیثوں کو دین کے معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا۔ اس لئے ان کا تلف ہونا ہی اچھا ہوا جس سے حفاظت کی مصیبت سر سے ٹل گئی مگر یہ بھی ثابت نہ ہوا اس لئے کہ کسی محدث نے یہ دعویٰ کیا ہی نہیں کہ مجھے کل صحیح حدیثیں پہونچی ہیں اور میں نے ان حدیثوں میں سے وہی حدیثیں انتخاب کر کے اپنی کتاب میں لکھی ہیں جن میں حضرت ﷺ کے آخری قول اور فعل ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صحاح ستہ میں ہر مسئلہ سے متعلق ایک ہی حدیث ہوتی۔ حالانکہ بخاری وغیرہ کتب صحاح میں اکثر متعارض حدیثیں موجود ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف ناسخ اور معمول بہا حدیثوں کے لکھنے کا انھوں نے التزام نہیں کیا۔ دیکھئے بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے قال ابو الدرداء کیف کان عبدالله یقرؤ واللیل اذا یغشی قال والذکر والانثی فقال ابو الدرداء مازال هولاء حتی کادوا یشکونی وقد سمعتها من رسول الله ﷺ اگر بخاری شریف میں کل روایتیں واجب العمل ہوتیں تو سورۃ اللیل میں کوئی نہیں تو اہلحدیث ضرور والذکر والانثی پڑھتے حالانکہ غالباً وہ بھی ایسا نہ پڑھتے ہوں گے اس سے ظاہر ہے کہ بخاری شریف میں بھی واجب العمل اور غیر واجب العمل ہر قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ اب بتائیے کہ کیا ممکن ہے کہ آخری زمانہ والے اجتہاد کے مدعی تمام صحیح اور ناسخ حدیثیں حاصل کرلیں جس سے اطمینانی کیفیت دل میں پیدا ہو۔ اس زمانہ میں اطمینانی کیفیت پیدا ہونے کی تدبیر سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ لاکھوں حدیثیں کان لم یکن فرض کرلیجائیں اور یہ خیال کرلیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ فرمایا ہی نہیں مگر یہ تصور خلاف واقع ہوگا اور جو اجتہاد اس پر متفرع ہوگا وہ بناء الفاسد علی الفاسد ہوگی۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ چند صحاح ستہ کی حدیثیں اس وقت غنیمت اور کافی سمجھی جاتی کل احادیث کا ماحصل اور خلاصہ ہمارے پاس نہ ہوتا۔ مگر جب اکابرین کی شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ فقہ حنفیہ تقریباً کل حدیثوں کا ملخص ہے تو مقتضائے عقل یہی ہے کہ اسی کو قائم مقام کل حدیثوں کے تصور کرلیں۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوی گل را از کہ جویم از گلاب

یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خود محدثین نے کہا کہ ابوحنیفہؒ نے احادیث کو محفوظ کردیا۔

غرضکہ جب امام صاحب نے تمام آیات واحادیث وآثار کو

جمع کر کے ان سے مسائل جزئیہ کے استخراج کا بارگراں اپنے ذمہ لیا اور اس کام میں جس قدر ضرورتیں پیش آئیں سب کو نہایت اہتمام اور احتیاط سے پوری کیا تو ان کی محنت شاقہ کو کان لم یکن کر کے طے شدہ اُمور کو بے بضاعتی کی حالت میں از سر نو شروع کرنا کس قدر بے ضرورت اور فضول ہے اگر اسی فقہ پر ظن غالب کرلیا جائے کہ تمام احادیث وآثار کا خلاصہ ہے تو اس کو تائید دینے والے بہت سے اکابر دین کی شہادتیں موجود ہیں بخلاف اس کے اب جو اجتہاد کیا جائے گا اس پر ہرگز حسن ظن نہیں ہوسکتا کہ وہ کل احادیث کا خلاصہ ہے اور جب تک کسی چیز پر ظن غالب نہ ہو وہ شریعت میں قابل اعتبار نہیں اسی وجہ سے امت مرحومہ میں مذاہب حقہ وہی چار تسلیم کئے گئے ہیں جن کی تدوین صحاح ستہ کی تدوین سے پہلے ہوچکی ہے جس زمانہ میں تقریباً کل صحیح حدیثیں موجود تھیں اور اس کے بعد مفقود ہوگئیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ انصاف میں لکھتے ہیں کہ اہل حق کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ واجب اصلی یہ ہے کہ امت میں ایک شخص ایسا ہو کہ احکام فرعیہ اور تفصیلیہ سے معلوم کرے چونکہ مقدمہ واجب ہے تو اگر کسی واجب کے حاصل کرنے کے کئی طریقہ ہوں تو کسی ایک طریقہ کا حاصل کرنا واجب ہوگا اور جب ایک ہی طریقہ اس کا معین ہوجائے تو صرف اسی طریقہ کو حاصل کرنا واجب ہے مثلاً کوئی شخص حالت مخمصہ میں مبتلا ہو جس سے خوف ہلاکت ہو تو اس مخمصہ کو دفع کرنے کے لئے غذا خریدے یا جنگل سے میوے وغیرہ چن کر کھائے یا شکار کرے غرضیکہ ان مختلف طریقوں سے کوئی ایک طریقہ دفع ہلاکت کے لئے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر سب طریقہ مسدود ہوں اور ایک ہی طریقہ کھلا ہو مثلاً خریدی غذا کا تو اس پر واجب ہوگا کہ کچھ خرید کر کھائے۔ انتہی دیکھئے جب کل احادیث خصوصاً ناسخ حدیثوں کے حاصل کرنے کے سب طریقے مسدود ہوگئے اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں مفقود ہوگئیں تو اب واجب یہی ہے کہ فقہ کی تقلید کی جائے جس کے خلاصہ احادیث ہونے کا ظن غالب ہے کیوں کہ بخاری وغیرہ پر ظن غالب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کل احادیث کا مجموعہ یا خلاصہ ہے یہی وجہ ہے کہ لاکھوں علماء باوجود یکہ صحاح ستہ کو خوب جانتے تھے مگر مذہب کی تقلید کرتے رہے۔

ترک تقلید:

یہاں یہ بات بھی معلوم کرنے کے لائق ہے کہ ابتدا کن لوگوں نے ترک تقلید کر کے خودسری اور تحقیق کا دعویٰ کیا۔ کتب احادیث و تواریخ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ وہ تھے جن کو صحابہ نے خوارج کا لقب دیا تھا ہر چند اس لفظ کے اور بھی معنی ہیں مگر اس لحاظ سے بھی یہ لقب ان پر صادق آجاتا ہے کہ وہ تقلید سے خارج ہوگئے تھے بمناسب مقام تھوڑا سا حال ان کا یہاں لکھا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں متعدد جنگیں ہوئیں اور تجویز قرار پائی کہ طرفین سے حکم مقرر ہوں اور ان کی رائے پر فیصلہ قرار پایا۔ یہ بات ان لوگوں کو ناگوار ہوئی جن کو کمال تقویٰ اور علم کا دعویٰ تھا وہ لوگ علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر سے یہ کہہ کر علحدہ ہوگئے کہ حکم کرنا خدائے تعالیٰ کا کام ہے جب علی رضی اللہ عنہ دوسرے کے حکم بننے پر راضی ہوئے تو وہ کافر حلال الدم ہوگئے اب ان کی اتباع اور تقلید جائز نہیں۔ ابوالفرح ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ یہ لوگ اپنے علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ سمجھتے تھے ہر چند ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تمام مہاجرین وانصار ہیں جن میں قرآن نازل ہوا وہ تم سے زیادہ قرآن کے معنی جانتے ہیں ان کے جیسا ایک شخص بھی نہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور

کئی سوال کئے جن میں ایک یہ تھا کہ خدائے تعالیٰ تو فرماتا ہے ان الحکم الا للہ اور علیؓ نے آدمیوں کو حکم مقرر کیا۔ آدمیوں کو حکم بننے سے کیا تعلق تلبیس ابلیس کی یہ عبارت ہے قالوا ما احدنهن فانه حكم الرجال فی امر الله و قال الله تعالیٰ ان الحكم الا لله فماشان الرجال والحكم بعد قول الله اوراس میں لکھا ہے کہ خوارج میں سے حرقوص وغیرہ نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہالا حكم الا الله آپ نے بھی فرمایا لا حکم الا اللہ یہ سن کراس نے کہاجب یہی بات ہے تو توبہ کرواور اپنے فیصلہ سے رجوع کرواور اگر ایسا نہ کروگے تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔ لکھا ہے کہ جب جنگ شروع ہوئی تو خوارج کی فوج میں ہر ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تهيئو للقاء الرب الرواح الرواح الى الجنة۔ یعنی اپنے رب سے ملنے کے لئے آمادہ ہوجاؤ اور چلو جنت کی طرف جلدی چلو، بڑی عبرت کا مقام ہے کہ وہ کیسے قوی الایمان لوگ تھے کہ راہ خدا میں جان دینا ان پر ذرا بھی گراں نہ تھا بلکہ ان کے یہ چند گراں بہامعنی خیز الفاظ ان کے دلی ولولوں کو کس وضاحت سے بیان کررہے ہیں کہ ان کی عمر کا وہ ایک ہی دن تھا جس میں عمر بھر کی سعی اور جانفشانیوں کا نتیجہ پیش نظر ہوگیا تھا ان کا ایمان اور صدق ہرگز گوارا نہیں کرتا تھا کہ وہ دن ٹل جائے موت کی تاخیر کو وہ ایک صدمہ جانکاہ سمجھتے تھے حور وقصور اور جنت کے تمام سامان پیش نظر ہوگئے تھے کہ اب کوئی دم میں وہاں پہنچ کر مصائب دنیوی سے سبکدوش ہوجاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کی ملاقات جس کی تمنا عمر بھر رہی اب ہونے کو ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بزرگان دین کی توہین اور خودسری وترک تقلید نے سب آرزوؤں کو خاک میں ملادیا اور بجائے جنت کے دوزخ کا مستحق بنادیا۔ اگر چوں وچرا کرکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تقلید کرلیتے تو وہ آرزوئیں پوری ہوتیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کے مستحق ہوجاتے۔ (حقیقۃ الفقہ حصہ دوم صفحہ ۵۱ تا ۷۳) ☆☆

مثنوی ''رخ چندا''

مثنوی ''رخ چندا''، دکن کے مشہور ومعروف اولیائے کرام میں سے ایک قطب الاقطاب حضرت سید شاہ چندا حسینی رحمۃ اللہ علیہ کوگی شریف کی مفصل سوانح حیات ہے۔ آپ کا سن وصال 858ھ ہے جو''رخ چندا'' کا ابجد ہے۔ حضرت سید شاہ چندا حسینی رحمۃ اللہ علیہ کوگی شریف، حضرت خواجہ بندہ نواز کے ہم عصر اور جنوبی ہند کے مشہور فیض رساں بزرگ ہیں آپ کی اور آپ کی اولاد کی کشف وکرامات، اشاعت دین اور خدمت خلق کی ایسی تجلیات ہیں جن کو عوام الناس تک پہنچانے کے جذبہ صادق نے ''رخ چندا'' کی تصنیف کا شاعر کے دل میں خیال پیدا کیا۔ حضرت سید شاہ چندا حسین رحمۃ اللہ علیہ کوگی شریف کے اجداد کی مدینہ منورہ سے روانگی، عراق ایران سے ہوتے ہوئے گلبرگہ شریف اور پھر کوگی شریف کو تشریف آوری کی تفصیل کو سو سے زائد اشعار میں ایسا بیان کیا گیا ہے گویا ان برگزیدہ ہستیوں کا سفر مدینہ سے کوگی تک اور دوران سفر کراماتیں ہماری ان ظاہری آنکھوں کے سامنے رونما ہوئی ہوں۔ آپ کی ولادت مبارکہ اور ولادت کے وقت آسمانوں میں ہورہے جشن کو حضرت خواجہ بندہ نواز کا ملاحظہ کرنا۔ دربار خواجہ میں آپ کا استقبال اور چندا کے لقب سے ملقب کیا جانا اور آپ کی دیگر کرامتوں کے سانچے میں ڈھلتی گئی ہے۔ جہاں حضرت سید شاہ چندا حسینی رحمۃ اللہ علیہ کوگی شریف کے صاحبزادہ دوم اور دکن کے مشہور بزرگ قطب رائچور حضرت سید شاہ شمس عالم حسینی رحمت اللہ علیہ رائچور کی سوانح حیات بھی شامل نظم ہے وہیں آپ کے پوتے حضرت سید شاہ قتال حسینی رحمۃ اللہ علیہ کولم پلی اور حضرت سید شاہ جلال حسینی رحمۃ اللہ علیہ گلرم شریف کے حالات بھی مثنوی رخ چندا میں شامل ہیں۔ اس کے مصنف شاعر حضرت مولانا سید یوسف حسینی کامل، صاحبزادہ سجادہ نشین بزرگ کوگی شریف ہیں جو ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عثمانیہ کے ایم اوایل اور کامل علیگ ہیں اور انجمن آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کالج بیجاپور میں پروفیسر اور صدر شعبہ عربی کی حیثیت سے کرناٹک کے ماہرین تعلیم میں ایک ہیں انکی نثری تصنیف ''شمس جلالت'' شائع ہوچکی ہے۔

(روزنامہ ''سیاست'' 4 رنومبر 2006ء، حیدرآباد، اے۔ پی)

افکار ونظریات شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی ﷫

اجتہاد، ضرورت، اہمیت، افادیت

یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ اجتہاد ایک مشکل کام ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ؒ نے ''عقد الجید'' میں لکھا ہے کہ اجتہاد کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت ہے مثلاً علم تفسیر، حدیث، اقوال علماء، سلف، ناسخ منسوخ، لغت، طریقہ استنباط احکام، مجمل، مفسر وغیرہ جن کی فہرست اگر لکھی جائے تو ایک چھوٹا رسالہ ہوجائے گا۔ انہی اُمور کے مباحث میں ایک بڑا فن ''اصول فقہ'' مدون ہے۔ اِن اُمور میں کامل دستگاہ حاصل کرنا ہر کسی کا کام نہیں اسی وجہ سے صحابہ میں بھی دس پانچ ہی مجتہد ہوئے جن سے فتوے پوچھے جاتے تھے انھیں حضرات کے اجتہاد کو دیکھ کر مجتہدین نے اجتہاد کے طریقے مدون کئے۔ اور طبیعت خداداد سے ایسے اجتہاد کئے کہ عموماً محدثین نے بھی ان کو اپنے مقتدا مان لئے۔

اب ہم چند نظائر اجتہادات صحابہ واکابر دین کے پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ ائمہ مجتہدین نے جو اجتہاد کئے ہیں وہ انہی حضرات کی اتباع تھی۔ منتقی الاخبار میں ابن تیمیہ نے روایت کیا ہے **عن عمرو بن العاص ؓ انہ لما بعث فی غزوۃ ذات السلاسل قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ شدیدۃ البرد فاشفقت ان اغتسلت أن أھلک فتیممت ثم صلیت بأصحابی صلاۃ الصبح فلما قدمنا علی رسول اللہ ﷺ ذکروا ذلک لہ فقال یا عمرو اصلیت باصحابک وأنت جنب فقلت ذکرت قول اللہ تعالیٰ ولا تقتلوأ انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فتیممت ثم صلیت فضحک رسول اللہ ﷺ ولم یقل شیئا** رواہ احمد وابوداؤد والدار قطنی۔ یعنی عمرو بن عاص ؓ کہتے ہیں کہ جب غزوہ ذات السلاسل میں لشکر بھیجا گیا تو ایک رات مجھے احتلام ہوا چونکہ سردی نہایت شدت سے تھی اور غسل کرنے میں خوف ہلاک تھا۔ اس لئے میں نے تیمّم کرلیا اور نماز صبح میں اپنے رفقاء کی امامت کی۔ جب ہم واپس ہوئے تو لوگوں نے یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں امامت کی میں نے عرض کی کہ مجھے خدائے تعالیٰ کا یہ کلام یاد آیا **ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما** یعنی مت قتل کرو تم اپنی جانوں کو اللہ کا تم پر رحم ہے اس لئے میں نے تیمّم کرکے نماز پڑھی۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے تبسم کیا اور کچھ نہ فرمایا۔ دیکھئے جب اس واقعہ میں صحابہ کی شکایت بارگاہِ نبوی میں پیش ہوئی اور حضرت ﷺ نے کسی قدر سختی سے سوال فرمایا کہ کیا تم نے جنابت کی حالت میں امام کی اس وقت انھوں نے جواب میں اپنا اجتہاد پیش کیا کہ گو صراحۃً ایسے موقعہ میں تیمّم کی اجازت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں مگر میں نے اپنے اجتہاد سے یہ رائے قائم کرلی۔ کہ **قولہ تعالیٰ ولا تقتلوا انفسکم** کی نہی عام ہے اس لئے اس موقع پر غسل جائز نہیں اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی اجازت ہے اس لئے خوف ہلاک کی صورت کو اسی پر قیاس کرکے تیمّم کرلیا۔ پھر اس اجتہاد اور قیاس پر یہ وثوق اور اعتماد کہ اپنی ہی نماز نہیں سب کی نمازوں کا بار اپنے ذمہ لیا اور یہ بھی نہ کہا کہ صاحبو مجھے امامت سے معذور رکھو میں ضرورۃً اپنی نماز ادا

کر لیتا ہوں اور اس اجتہاد کی تقلید سب صحابہ نے کی اور کسی نے یہ نہ کہا حضرت ایسے اشتباہی استدلال کو ہم نہ مانیں گے اور یہ قیاس اول من قاس ابلیس کی رو سے صحیح نہ ہوسکتا۔ اس لئے آپ نماز کے مختار ہو ہمیں اقتدا سے معاف رکھئے پھر اسی اجتہاد کو کمال استقلال سے آنحضرت ﷺ کے حضور میں پیش کیا جس کو کمال خوشنودی سے حضرت ﷺ نے منظور اور مقبول فرمایا جس سے مجتہدوں کے حوصلے بڑھے اور معلوم ہو گیا کہ اہلِ رائے کا اجتہاد اور قیاس بھی دین میں ایک باوقعت چیز ہے۔

عن زید بن ارقمؓ قال اتی علی رضی الله عنه بثلاثة وهو باليمن وقعوا على امرأ فی طهر واحد فسال اثنين اتقران لهذا بالولد قال لاحتى سالهم جميعا فجعل كل سال اثنين قالا لافاقرع بينهم بالحق الولد بالذى صارت عليه القرعة وجعل عليه ثلثى الدية قال فذكر ذلك للنبى ﷺ فضحك حتى بدت نواجذه رواه ابوداؤد یعنی جب علی کرم اللہ وجہہ یمن میں تشریف رکھتے تھے یہ مقدمہ پیش ہوا کہ تین شخص ایک عورت کے ساتھ ایک ہی طہر میں مرتکب ہوئے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد دعویٰ پیش ہوا۔ آپ ان میں دو دو شخصوں سے پوچھتے تھے کہ کیا تم منظور کرتے ہو کہ وہ لڑکا اس تیسرے شخص کا ہے جب کسی نے منظور نہ کیا تو آپ نے قرعہ ڈالا اور جس کے نام پر قرعہ نکلا بچہ اس کے حوالے کر کے دو ثلث دیت اس سے دونوں کو دلا دیا۔ جب یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے روبرو عرض کیا گیا آپ نہایت خوش ہوئے۔ بخاری اور مسلم میں ایک روایت ہے جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو بعض عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا حضرت ابوبکرؓ نے انسے جہاد کرنا چاہا حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کے ساتھ جہاد کیونکر جائز ہوگا وہ تو لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله فقد عصم منى ماله ونفسه الا بحقه و حسابه على الله تعالىٰ یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو گیا اس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچالیا اور اندرونی معاملہ اور محاسبہ ان کا خدا کے ساتھ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ان لوگوں سے جہاد کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں حالانکہ دونوں حقوق اللہ ہیں یہ بات حضرت عمرؓ کے بھی سمجھ میں آ گئی چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا اور کل صحابہ نے بھی اس کو مان لیا۔ یہ حدیث آئندہ نقل کی جائے گی۔

دیکھئے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کرنا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے بلکہ ظاہر حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ درست نہیں مگر اجتہاد سے یہ مسئلہ ثابت ہوا اور کل صحابہ کے مان لینے سے جواز اجتہاد پر صحابہ کا اجماع بھی ثابت ہو گیا۔

بخاری شریف میں روایت ہے عن عبدالله بن عبيدالله ابن ابى مليكة قال توفيت ابنة لعثمان رضى الله عنه بمكة وجئنا نشهدها و حضرها ابن عمر وابن عباس رضى الله عنهم وانى لجالس بينهما اوقال جلست الى احدهما ثم جاء الآخر فجلس الى جنبى فقال عبدالله بن عمرؓ لعمرو بن عثمان الاتنهى عن البكاء فان رسول الله ﷺ قال ان الميت ليعذب ببكاء اهله عليه فقال ابن عباس رضى الله عنهما قد كان عمرؓ يقول بعض ذلك ثم حدث قال صدرت مع عمرؓ من مكة حتى اذاكنا بالبيداء اذا هو بركب تحت ظل سمرة فقال اذهب فانظر من هولاء

الرکب قال فنظرت فاذا صهيب فاخبرته فقال ادعه الی فرجعت الی صهيب فقلت ارتحل فالحق امیرالمؤمنين فلما اصيب عمر دخل صهيب يبكی يقول وا اخاه واصاحباه فقال عمرؓ يا صهيب أتبكی علی وقد قال رسول الله ﷺ ان الميت يعذب ببعض بكاء اهله عليه قال ابن عباس رضی الله عنهما فلما مات عمر ذكرت ذلك لعائشة رضی الله عنها فقالت يرحم الله عمر والله ماحدث رسول الله ﷺ ان الله ليعذب المؤمن ببكاء اهله عليه لكن رسول الله ﷺ قال ان الله ليزيد الكافر عذابا ببكاء اهله عليه وقالت حسبكم القرآن ولا تزر وازرة وزر اخری قال ابن عباس رضی الله عنهما عند ذلك فالله هو اضحك وابكی قال ابن ابی مليكة والله ماقال ابن عمر رضی الله عنهما شيئا (۱)

ماحصل اس کا یہ ہے کہ ابن ابی ملیکۃ کہتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا اور لوگ جنازہ میں حاضر ہوئے جن میں ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی تھے زنانے سے رونے کی آواز آئی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند سے کہا کیا آپ عورتوں کو رونے سے نہیں منع کرتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل میت کے رونے سے میت پر عذاب کیا جاتا ہے اس پر ابن عباسؓ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ بھی کچھ ایسا ہی کہا کرتے تھے چنانچہ جب وہ زخمی ہوئے تو صہیب رضی اللہ عنہ آئے اور وا اخاہ اور واصاحباہ کہتے ہوئے زار زار رونے لگے حضرت عمرؓ نے اس حالت میں ان سے کہا کہ اے صہیب کیا تم مجھ پر روتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب میت کے علاقہ دار اس پر روتے ہیں تو بعض اسباب سے اس پر عذاب کیا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا تذکرہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا انھوں نے فرمایا خدائے تعالیٰ عمرؓ پر رحم کرے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ کسی کے رونے سے مسلمان پر عذاب ہوتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ رونے سے کافر پر عذاب زیادہ ہوتا ہے اور اس پر کافی استدلال یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا تزروا زرۃ وزر اخری یعنی کسی پر دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ ابن عباسؓ نے یہ بیان کر کے کہا رلانا اور ہنسانا خدا ہی کا کام ہے۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ دیکھئے عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث سے استدلال کیا تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجتہاد کر کے فرمایا کہ پہلے تو اس حدیث میں مسلمان کا ذکر ہی نہیں پھر قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے گناہ کی سزا دوسرے کو نہیں دی جاتی اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رونے کی وجہ سے کافروں پر عذاب زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ ان کو عذاب کرنا ہر طرح مقصود ہے جب رونے والے اس کی نسبت کوئی تعظیمی الفاظ وغیرہ کہتے ہیں تو فرشتوں کا غضب زیادہ ہو جاتا ہے اور سخت عذاب کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آیات و احادیث کا مطلب سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں اس کے سمجھنے کے لئے دوسرے احادیث و آیات سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے فہم کامل اور رائے صائب کی ضرورت ہے اس لئے کہ ہر کلام کے وقت کوئی ایک مقصود پیش نظر رہتا ہے جس کے اظہار کے لئے وہ کلام کہا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ جمیع پہلو اور جوانب پر نظر ڈال کر اس کو مثل تعریف کے جامع و مانع بنا دیا جائے مثلاً اگر کہا جائے کہ ابوحنیفہؒ اہل الرائے میں ہیں۔ تو

اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ سمجھدار اور صاحب رائے تھے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ ان کو حدیث آتی نہ تھی۔ اور نہ یہ کہ اپنی رائے سے وہ خلاف قرآن وحدیث مسئلے نکالتے تھے اور نہ یہ کہ سوائے ان کے کسی محدث کو رائے صائب نصیب ہی نہ ہوئی پھر اگر اس کے ساتھ کچھ قرائن بھی ہوں تو بحسب قرائن دوسرے مقاصد بھی معلوم ہوں گے۔ مثلاً یہی جملہ مدح کے مقام میں دوسرے محدثوں کے ذکر کے ساتھ کہا جائے تو اس سے متکلم کا مقصود یہ معلوم ہوگا کہ تمام محدثین میں وہ اعلیٰ درجے کے شخص تھے۔ احادیث کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ اکابر محدثین نے اسی غرض سے ان پر اس لفظ کا اطلاق کیا تھا جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہے مگر حاسدوں کو صرف لفظ سے موقع مل گیا اور دوسرے قرائن کو نظر انداز کر کے کہنے لگے کہ ان کو حدیث آتی ہی نہ تھی۔ صرف عقل سے باتیں بنایا کرتے تھے غرضکہ ہر کلام میں ایک خاص مقصود پیش نظر ہوتا ہے جو قرائن سے معلوم ہوتا ہے تمام مضامین کا احتوا اس سے مقصود نہیں ہوتا اس لئے اہل رائے اور مجتہدین قرائن اور معانی اور دوسرے احادیث وآیات پر نظر ڈال کر اس کا حکم اسی حصہ کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو وہاں مقصود ہوتا ہے اور دوسرے احکام پر اس کا اثر نہیں ڈالتے۔ بخلاف اس کے جن کو اس درجہ کی قوت نہیں ہوتی اس کو ظاہر پر حمل کر کے مقصود فوت کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ اس حدیث شریف سے جو مسلم میں ہے، یہی بات ظاہر ہے مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ عروہؓ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اگر کوئی شخص صفا ومروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ انھوں نے فرمایا کیا وجہ میں نے کہا اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما** یعنی صفا ومروہ نشانیاں ہیں اللہ کی جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اس کو طواف کرے ان دونوں میں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سعی نہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی کرلے تو مضائقہ بھی نہیں۔ انھوں نے فرمایا بات یہ ہے کہ جاہلیت میں وہاں دو بت تھے جن کا نام اساف اور نائلہ تھا۔ انصار کی عادت تھی کہ سمندر کے کنارے سے احرام باندھ کر آتے اور ان کا طواف کرتے اور بعض منات کے نام سے احرام باندھتے تو وہ صفا ومروہ کے طواف کو حرام سمجھتے تھے پھر جب وہ مسلمان ہوئے اور حج کرنا چاہا تو ان بتوں کے خیال سے صفا ومروہ کی سعی کو مکروہ سمجھنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر سعی کریں تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اب نہ وہ بت رہے نہ وہ نیت پھر آنحضرت ﷺ نے خود سعی کی اور تمام مسلمانوں نے اقتداء کی جس سے سعی مسنون اور ضروری ہوگئی۔ اگر یہ مقصود ہوتا کہ طواف نہ کریں تو مضائقہ نہیں جیسا کہ تم نے خیال کیا ہے تو **فلا جناح علیہ ان لایطوف بھما** ہوتا۔ اب دیکھئے کہ ظاہر قرآن سے ہر شخص یہی سمجھے گا کہ طواف نہ کرنا بہتر ہے مگر چونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا شان نزول پر مطلع اور اس واقع سے واقف تھیں اس لئے اسی آیت سے جواب دیدیا کہ آیت میں یہ کہاں ہے کہ طواف نہ کریں تو مضائقہ نہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو اور یہ بات ثابت کردی کہ اس موقع پر اسی قدر ضرورت تھی کہ طواف کو جو مکروہ سمجھتے تھے ان کے ذہن سے نکل جائے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ ضروری ہے یا نہیں اور اس کا وقت کونسا ہے اور اس کے نہ کرنے میں مواخذہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ سو یہ اُمور دوسرے ہیں ان سب کا فیصلہ ایک ہی بات میں کردیا گیا رسول اللہ ﷺ جو کچھ فرماویں اس کو قبول کرلو کما قال تعالی **ماآتاکم الرسول فخذوہ**

ومانھاکم عنه فانتھوا ۔اس سے ظاہر ہے کہ ہر چند قرآن شریف میں سب کچھ ہے اور بحسب آیۂ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم دین کی تکمیل بھی ہوچکی، مگر بغیر قبول احادیث کے کسی کا دین کامل نہیں ہوسکتا۔ غرضکہ فہم مضامین میں ہر کسی کا کام نہیں۔

درمنشور میں ہے واخرج احمدو عبد ابن حمید والبخاری و مسلم وابن المنذر وابن مردویة عن علقمه قال قال عبدالله ابن مسعودؓ لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمضات والمتفلجات لحسن المغیرات لخلق الله فبلغ ذلک امراة من بنی اسد یقال لھا ام یعقوب فجاء ت الیه فقالت انه بلغنی انک لعنت کیت وکیت قال ومالی لا العن من لعن رسول الله ﷺ وھو فی کتاب الله قالت قرأت مابین الدفتین فما وجدت فیه شیئا من ھذا قال لئن کنت قرأته لقد وجدتیه اما قرأت وما اتاکم الرسول فخذوه وما نھاکم عنه فانتھوا. قالت بلی قال فانه نھی عنه یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو چٹلا لگاتی ہیں اور لگواتی ہیں اور چہرہ کے بال نچواتی ہیں۔ اور دانتوں کو ریت کے حسن کی غرض سے تخلیق الٰہی میں تغیر کردیتی ہیں۔ یہ سن کر قبیلہ بنی اسد سے ایک عورت آئی جس کو اُم یعقوب کہتے تھے اور کہا کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ آپ فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں فرمایا جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی اور خود قرآن میں موجود ہو تو مجھے لعنت کرنے میں کیا تامل۔ کہا میں نے پورا قرآن پڑھا اس میں تو یہ بات کہیں نہیں فرمایا اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اس کو ضرور پاتی۔ پھر فرمایا کیا یہ آیت نہیں ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ الایة یعنی رسول جو حکم تمہیں دیں اس کو قبول کرو اور بجالاؤ اور جس بات سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اس نے کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا حضرت ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھئے قرآن میں ان عورتوں پر لعنت ہونے کا کہیں ذکر نہیں مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استنباط کر کے صاف کہہ دیا کہ وہ قرآن میں مذکور ہے۔

اجتہاد امام بخاریؒ

اہل علم جانتے ہیں کہ اگر تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اجتہاد لکھے جائیں تو ایک مستقل کتاب ہوجائے گی۔ یہ سلسلہ امام بخاریؒ تک بھی جاری رہا چنانچہ انھوں نے بھی بہترے مسائل میں اجتہاد کئے جو بخاری شریف میں مذکور ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آدمی کے بال جس پانی سے دھوئے جائیں وہ پانی پاک ہے اگرچہ صراحۃً یہ بات نہیں لکھی گئی مگر ایک باب مدون کیا جس کا عنوان یہ ہے باب الماء الذی یغتسل به شعر الانسان اور اس میں اس حدیث کو نقل کیا۔ عن ابن سیرین قال قلت لعبیدة عندنا من شعر النبی ﷺ اصبناه من قبل انس اومن قبل اھل انس فقال لان تکون عندی شعرة منه احب الی من الدنیا وما فیھا. یعنی ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے یہاں چند موئے مبارک نبی ﷺ کے ہیں جو انسؓ کے یہاں سے ہمیں ملے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ان میں سے ایک موئے مبارک بھی میرے پاس ہوتا تو وہ دنیا اور اس میں جتنی چیزیں ہیں سب سے زیادہ تر محبوب ہوتا۔ قسطلانیؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ترجمۃ الباب سے اس حدیث کو یہ مناسبت ہے کہ حضرت انسؓ نے موئے مبارک کی حفاظت کی اور حضرت عبیدہؒ نے اس کی آرزو کی اس سے معلوم ہوا کہ

مطلقاً بال پاک ہیں اور جب وہ پاک ہیں تو جس پانی سے وہ دھوئے جائیں وہ بھی پاک ہوگا مگر اس پر اعتراض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک فی نفسہ مکرم ہیں۔ ان پر دوسرے بالوں کا قیاس کیونکر صحیح ہوگا۔ اور اس کا جواب دیا گیا کہ خصوصیت بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوسکتی اور اصل عدم خصوصیت ہے مگر اس کا بھی معارضہ کیا گیا جس کا بیان طویل ہے انتہی۔

یہ بحث دوسری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں۔ ان پر ہر کس وناکس کے بالوں کا قیاس کرنا اور اس سے یہ مضمون پیدا کرنا کہ ان کا دھویا ہوا پانی پاک ہے عقلاً اور اعتقاداً درست ہے یا نہیں حالانکہ نیل الاوطار میں قاضی شوکانیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کا پیشاب پی لیا مگر حضرت نے سوائے اس کے کچھ نہ فرمایا کہ تمہارے پیٹ میں اب کوئی بیماری نہ ہوگی غرضکہ حضرت کے فضلات وغیرہ کے خصوصیات کچھ اور ہی تھے ان پر قیاس نہیں ہوسکتا مگر اس سے یہ تو ضرور ثابت ہے کہ امام بخاریؒ نے بھی اجتہاد کیا۔

غرضکہ اجتہاد کے باب میں جو احادیث وروایات وارد ہیں بکثرت ہیں ہر چند اجتہاد کا مفہوم ایسا وسیع ہے کہ قیاس مجتہدین بھی اس میں داخل ہے مگر چونکہ قیاس کے جواز وعدم جواز میں جھگڑے پڑے ہوئے ہیں چنانچہ بعض اول من قاس ابلیس کے لحاظ سے قیاس کو جائز نہیں رکھتے اور بعض اس میں یہاں تک توسیع کردیتے ہیں کہ ابلیسانہ قیاس کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے اس لئے اس میں بحث کی ضرورت ہے تاکہ حدافراط وتفریط پیش نظر رہے اور معلوم ہوجائے کہ کس قسم کا قیاس جائز ہے اور کس قسم کا ناجائز۔ سنن دارمی میں روایت ہے عن الحسن انه تلاهذه الاية خلقتنی من نارو خلقته من طین قال قاس ابلیس وهو اول من قاس ۔یعنی حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ ابلیس نے حق تعالیٰ سے کہا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو کیچڑ سے۔ حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ ابلیس نے قیاس کیا اور سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہی ابلیس ہے۔ یہاں غور وتامل کرکے اس قیاس کی حقیقت کو پہلے سمجھ لیجئے تاکہ آئندہ تطبیق کے وقت پیروانِ ابلیس اور پیروانِ سنت میں فرق کرنا آسان ہو۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ابلیس نے جو قیاس کیا اس سے مقصود اس کا یہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے سجدہ کا حکم جو اس کو فرمایا تھا وہ باطل کردے اور اُلٹی اپنی فضیلت ان پر ثابت کرے اس غرض سے اس نے یہ قیاس پیش کیا کہ جس طرح نار خاک سے افضل ہے میں بھی آدم علیہ السلام سے افضل ہوں اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو بات قرآن وحدیث سے صراحۃً ہو اس کے ابطال کی غرض سے قیاس پیش کیا جائے تو وہ پیروی ابلیس ہوگی، سلفِ صالح نے جس قیاس کی مذمت کی ہے وہ یہی قیاس ہے دارمی میں شعبیؒ سے روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شریحؒ سے کسی نے پوچھا کہ انگلیوں کی دیت کیا ہے انھوں نے کہا دس دس درہم اس نے کہا کہ خنصر اور ابہام برابر ہیں شریحؒ نے کہا کہ کان اور ہاتھ کی دیت بھی برابر ہے حالانکہ کان کو سر کے بالوں اور عمامہ سے ڈھانپ سکتے ہیں پھر کہا تمہارے قیاس پر سنت سابق ہے اسی کی اتباع کرو اور بدعت سے بچو۔ اور جب تک تم سنت کی اتباع کرتے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ پھر شعبیؒ نے کہا کہ اگر احنف جو عقل وتدبر میں ضرب المثل ہے مارا جائے تو اس کی دیت اور اس لڑکے کی دیت برابر ہوگی جو ہنوز گھوارہ میں پڑا

ہوا ہے۔ دیکھئے سائل کا مقصود تھا کہ بحسب عقل خنصر اور ابہام کی دیت برابر نہیں ہوسکتی اس لئے کہ ان دونوں کی قوت اور مصالح و فوائد میں فرق بین ہے یہی قیاس ابلیسانہ ہے۔ اس لئے کہ اس سے حکمِ شرعی کا ابطال یا اس پر اعتراض مقصود ہے اس قسم کے قیاس کا مقتضی یہی ہے کہ حلال چیزیں حرام ہو جائیں اور حرام حلال۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے **عن الشعبی قال واللہ لئن اخذتم بالمقائس لتحرمن الحلال ولتحلن الحرام رواہ الدارمی** یعنی اگر تم قیاس کرنے لگو گے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دو گے۔ اس لئے کہ جب احکام شرعیہ کے مقابلہ میں اپنی عقل سے کام لیا جائے تو وہی دین بن جائے گا جو تراشیدہ عقل ہے اور خدا کا مقرر کیا ہوا دین باقی نہ رہے گا پھر اس تراشیدہ دین سے دین اسلام کو تعلق ہی کیا اور جب اس دین کو اسلام سے تعلق نہ ہو تو اس دین کو تراشنے والے اور عمل کرنے والے کو کیا تعلق غرضکہ جو کوئی ابلیسانہ قیاس کر کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دے اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے چہ جائے کہ سید الفقہاء وغیرہ القاب جو محدثین نے امام اعظمؒ کی نسبت استعمال کئے ہیں اب اور سنئے بجائے اسکے کہ امام صاحب کے قیاسات سے حرام حلال اور حلال حرام ہونے کا خیال کیا جائے۔ اکابر محدثین کی تصریح سے ثابت ہے کہ اگر ان کے اقوال کو کوئی نہ دیکھے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دے گا۔ اور انہی قیاسات اور تفقہ پر وہ حضرات اعتراف کرتے ہیں کہ ہم عطار اور آپ طبیب ہو اور امیر المومنین فی الحدیث کہہ رہے ہیں کہ جب تک ابوحنیفہ سے مجھے ملاقات نہ ہوئی حلال و حرام کے اُصول مجھے معلوم نہ ہوئے اور اس کے سوا جو تعریفیں ان کے علم و تفقہ وغیرہ کی محدثین نے کی ہیں وہ تو بے حساب ہیں۔ اگر فی الواقع آپ کے قیاس مخالف حدیث ہوتے تو جتنے محدثین نے آپ کی توثیق اور مدح کی ہے وہ معاذ اللہ ایک کافر یا فاسق کی توثیق اور مدح سمجھی جاتی اور اس تقدیر پر بحسب اصول فن حدیث ان اکابر دین کی جرح و تعدیل بے اعتبار محض ثابت ہوتی۔ اور اس بے اعتباری کا اثر جرح و تعدیل تک محدود نہ ہوتا بلکہ ان کی کل احادیث مرویہ بھی بے اعتبار ہو جاتے اور اس کے ساتھ ہی یہ ضرورت واقع ہوگی کہ بخاری شریف سے وہ حدیثیں خارج کر کے ایک نئی بخاری بنائی جائے۔ اور چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ جن حضرات پر احادیث صحیحہ کی اسناد کا مدار ہے وہ سب امام صاحب کے مداح ہیں۔ اس وجہ سے تعجب نہیں کہ پوری بخاری شریف ہاتھ سے جاتی رہے غرضکہ امام صاحب کے قیاسوں اور رائے میں کلام کرنے کا یہ اثر ہوگا کہ بخاری بلکہ کل صحاح بے اعتبار ہو جائیں گے۔ اس لئے اہل حدیث کو طوعاً و کرہاً یہ ماننا پڑے گا کہ امام صاحب کے قیاس اور رائے ہرگز مخالف شرع شریف نہیں۔ روایت ہے کہ کسی نے امام صاحب کے قیاس پر اعتراض کر کے **اول من قاس ابلیس** کہا تھا آپ نے جواب دیا کہ ابلیس نے اپنے قیاس سے خدا کے کلام کو رد کیا تھا جس سے کافر ہوا اور ہم قیاس کو کتاب و سنت اور اقوال صحابہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ جس سے اتباع مقصود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب اُس قسم کے قیاس کو کفر سمجھتے تھے۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) بخاری شریف، ج ۱ باب القول النبی ص ۱۷۱، **یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ**

افکارونظریات　شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

قیاس، قرآن اور حدیث کے تناظر میں

قیاس اور قرآن حکیم:

پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ قیاس کا طریقہ خود قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم بآخذیه الا ان تغمضوا فیه۔

اس میں ارشاد ہے کہ اپنے پاکیزہ مال کو خرچ کرو کیونکہ جس طرح تم بری چیز کے لینے کو ناپسند کرتے ہو دوسرا بھی اس کے لینے کو ناپسند کرے گا۔ دیکھئے اس میں مال خبیث کے دینے کا قیاس اس کے لینے پر کیا گیا۔

قیاس اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اور اس حدیث شریف سے بھی یہی ظاہر ہے

عن ابن عباسؓ ان امراۃ من جھینة جاء ت الی النبی ﷺ وقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنھا قال نعم حجی عنھا ارأیت لو کان علی امک دین اکنت قاضیة اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء رواہ البخاری

یعنی ایک عورت نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں نے حج کی نذر کی تھی اور بغیر ایفائے نذر کے مرگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں فرمایا ہاں اگر تیری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا نہ کرتی۔ پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے حق کو ادا کرو وہ زیادہ تر اِس کا مستحق ہے کہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔

دیکھئے آنحضرت ﷺ نے نذر کا قیاس قرضہ پر فرما کر مجتہدوں کو اجتہاد کا طریقہ بتلادیا ورنہ نظر پیش کرنے اور قیاس کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی **نعم حجی عنھا** فرمادینا کافی ہے۔ اسی طرح حضرت کا قیاس فرمانا اس روایت سے ثابت ہے

عن ابی ھریرہؓ ان اعرابیاً اتی رسول اللہ ﷺ فقال ان امراء تی ولدت غلاما اسود وانی انکرتهٗ فقال رسول اللہ ﷺ ھل لک من ابل قال نعم قال فما الوانھا قال حمر قال بل فیھا من ازرق قال ان فیھا اذرقا فقال فاین تری ذلک قال عرق نزعھا قال فلعل عرق نزعه ولم یرخص له فی الانتفاء منه متفق علیه المشکوۃ.

یعنی ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میری عورت نے سیاہ رنگ کا لڑکا جنا ہے اس لئے میں نے اس کا انکار کردیا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے یہاں اونٹ ہیں کہا ہیں فرمایا ان کے رنگ کیسے ہیں کہا سرخ، فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی بھی ہے کہا ہے فرمایا سرخ رنگ والوں میں خاکی کہاں سے آگیا۔ کہا شاید اصل میں کوئی اس رنگ والا بھی ہوگا۔ فرمایا تمہارے لڑکے میں بھی یہی بات

ہوگی غرضکہ یہ قیاس پیش کر کے نفی نسب کی رخصت نہ دی۔ دیکھئے یہاں بھی وہی قیاس ہے کہ اونٹ کے رنگ پر آدمی کے رنگ کو قیاس فرمایا اور یہ روایت بھی اس کی موید ہے۔

عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن الصائم یقبل قال لاباس ریحانة یشمها کذافی کنزالعمال.

یعنی کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر روزہ دار بوسہ لے تو اس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں وہ ایسا ہے جیسے ریحان کو سونگھنا۔اور کشف بزدوی میں یہ روایت نقل کیا ہے۔

قوله عليه السلام لأم سلمة رضى الله عنها وقد سئلت عن قبلة الصائم قال هلا اخبرتيه انى اقبل وأنا صائم۔

یعنی ام سلمہ سے کسی نے پوچھا کہ صائم کے بوسہ لینے کا حکم کیا ہے انھوں نے حضرت سے ذکر کیا۔ارشاد ہوا کہ تم نے سائل سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ میں روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتا ہوں مقصود اس سے قیاس کی تعلیم تھی کہ حضور ﷺ کے فعل پر اوروں کے فعل کو قیاس کر کے کیوں نہیں جواب دیا۔اور اس کی تائید ان حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن میں احکام کے ساتھ علتیں بھی بیان کی گئیں۔مثلاً فرمایا کہ بلی کا جھوٹا نجس نہیں اس لئے کہ وہ گھر میں پھرتی رہتی ہے مقصود یہ کہ ان سے پانی کا بچانا مشکل ہے۔اس علت کے بیان فرمانے سے مقصود حضرت کا ظاہر ہے کہ جن جانوروں میں یہ علت پائی جائے ان کا جھوٹا نجس نہ ہوگا۔ورنہ اس علت کا بیان کرنا بے فائدہ ہوتا۔انہی اُمور پر غور کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیاس کا طریقہ سیکھ لیا۔اور ان میں جو اہل رائے تھے وہ برابر قیاس سے استنباط مسائل کیا کرتے تھے اگر اس کی کل نظائر لکھی جائیں تو کتاب ضخیم ہو جائے گی۔اس لئے چند نظائر بطور مشتے نمونہ ازخروارے یہاں لکھی جاتی ہیں۔

عن عروةؓ ان عائشة رضى الله عنها اخبرته انه جاء افلح اخوابى القعيس يستاذن عليها بعد مانزل الحجاب وكان ابوالقعيس ابا عائشةؓ من الرضاعة قالت عائشة فقلت والله لاآذن لا فلح حتى استاذن رسول الله ﷺ فان ابا القعيس ليس هوار ضعنى ولكن ارضعتنى امراته قالت عائشة فلما دخل رسول الله ﷺ قلت يا رسول الله ان افلح اخا ابى القعيس جاء نى يستاذن على فكرهت ان اذن له حتى استاذنك قال قالت فقال النبى ﷺ ائذنى له قال عروة فبذلك كانت عائشة تقول حرموا من الرضاعة ماتحرمون من النسب۔(رواہ مسلم)

حاصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو صرف رضاعی چچا کے روبرو ہونے کی اجازت دی تھی اس پر انھوں نے قیاس کر کے کہا کہ جو نسبی ناتے حرام ہیں، وہ ناتے رضاعی بھی حرام ہیں۔

قیاس اور صحابہ کرام:

عن ابى هريرةؓ قال لما توفى رسول الله ﷺ واستخلف ابوبكرؓ بعدهٗ وكفر من كفرمن العرب قال عمر ابن الخطابؓ لابى بكرؓ كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله فقد عصم منى ماله ونفسه الا بحقه وحسابه على الله تعالى فقال ابوبكر لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة فان الزكوة حق المال والله لومنعونى

عقالا كانوا يودونه إلىٰ رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعه فقال عمر ابن الخطاب فوالله ماهو الا ان رأيت الله قد شرح صدر ابى بكر للقتال فعرفت انه الحق رواه البخارى و مسلم۔

ماحصل اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ایک انقلاب عظیم برپا ہوا کہ بعضے عرب تو بالکل کافر ہو گئے اور بعضے مرتد تو نہ ہوئے مگر زکوٰۃ دینے سے انکار کر گئے حضرت ابوبکرؓ نے مرتدوں سے جہاد کر کے چاہا کہ ان لوگوں سے بھی جہاد کریں جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں۔حضرت عمرؓ نے کہا آپ ان لوگوں سے کیونکر جہاد کرو گے وہ تو لا اله الا الله کے قائل ہیں۔اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص لا اله الا الله کا قائل ہو گیا اس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچالیا اور اندرونی معاملہ اور محاسبہ اس کا خدا کے ساتھ ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ان لوگوں سے ضرور جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں کیونکہ زکوٰۃ حق مال ہے قسم ہے خدا کی اگر رسی کا ایک ٹکڑا جو حضرت ﷺ کے زمانہ میں ادا کرتے تھے مجھے نہ دیں تو میں ان سے ضرور جنگ کروں گا، حضرت عمرؓ یہ سن کر قائل ہو گئے۔اور کہا کہ ان کو اس باب میں شرح صدر ہوا اور میں سمجھ گیا کہ وہی بات حق ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہی''۔

اب دیکھئے حضرت عمرؓ کو وہ حدیث یاد تھی کہ من قال لا اله الا الله عصم منى ماله و نفسه اور حضرت صدیق اکبرؓ بھی اس کو جانتے تھے مگر حضرت صدیق اکبرؓ کے اجتہاد نے یہ فتویٰ دیا گو وہ لوگ کلمہ گو ہیں مگر مستوجب قتل ہیں اس لئے وہ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں حالانکہ دونوں خدائے تعالیٰ کے حکم ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ کسی قبیلہ کے لوگ نماز چھوڑ دیں تو ان سے جہاد کیا جاتا ہے پھر کیا وجہ کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد نہ کیا جائے۔

غرضکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے زکوٰۃ کا قیاس نماز پر کر کے حضرت عمرؓ کو ساکت کر دیا اس لئے کہ حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ مجتہد کا قیاس شریعت میں قابل وقعت اور واجب التعمیل ہے اس لئے عین مناظرہ میں انھوں نے اس کو مان لیا اور یہ نہ کہہ سکے کہ حضرت میں ایک صحیح نص قطعی پیش کر رہا ہوں جس کا علم آپ کو بھی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ کوئی کلمہ گو زکوٰۃ نہ دینے کے جرم میں قتل نہ کیا جائے اور آپ ایسے نص کے مقابلہ میں اپنا قیاس پیش کرتے ہو جو اول من قاس ابليس سے ناجائز ثابت ہوتا ہے۔

اب اس قیاس کے پرزور اثر اور قوی طاقت کو دیکھئے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا خون اس نے ہدر کر دیا۔اور کسی صحابی نے چوں و چرا نہ کیا جس سے صحابہ کا اجماع اس بات پر ثابت ہو گیا کہ دین میں قیاس مجتہد بھی گویا ایک مستقل حجت ہے۔اگر قیاس مجتہد صحابہ کی دانست میں قابل اعتبار نہ ہوتا تو اس عروج اسلام کے زمانہ میں جس میں حمیت اسلامی کا جوش ہر ایک مسلمان کے رگ و پے میں بھرا ہوا اور نمایاں تھا ممکن نہیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کی ترجیح کو وہ گوارا کرتے اور نبی ﷺ کے ارشاد صریح کے مقابلہ میں حضرت ابوبکرؓ کی قیاسی بات چل جاتی۔کیونکہ وہ زمانہ وہ تھا کہ خلاف شرع کسی کی کوئی بات نہیں چل سکتی تھی۔

تہذیب التہذیب میں امام بخاری کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ بیٹھے تھے اور آپ کے اطراف مہاجرین وانصار کا مجمع تھا آپ نے ان حضرات سے خطاب کر کے کہا کہ اگر کسی کام میں

میں تن آسانی کروں تو آپ لوگ کیا کرو گے بشر ابن سعد نے کہا کہ اگر آپ ایسا کرو گے تو ہم آپ کو ایسے سیدھے کر دیں گے جیسے کوئی تیر کو سیدھا کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا

انتم اذا انتم

یعنی تم اس وقت تم ہو گے یعنی ایسا ہی کرو گے تو صحابہ سمجھے جاؤ گے۔ اس موقع پر اہل سنت و جماعت میں تو کسی کی مجال نہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے قیاس کرنے پر اعتراض کر سکے یا صحابہ کے اجماع کو نہ مانے یا اس حدیث کی صحت میں کلام کرے۔

اول من قاس النبی ﷺ:

اہل حدیث فقہ کی توہین میں اول من قاس ابلیس نہایت جرأت سے کہا کرتے تھے۔ سو بفضلہ تعالیٰ یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ مجتہدوں کے قیاس پر اس کا اطلاق غلط محض ہے وہاں یہ کہنا صادق ہے

اول من قاس النبی ﷺ وتبعه الصديق وغيره من الصحابة رضى الله عنهم ۔

نیل الاوطار میں قاضی شوکانیؒ نے جو اس مقام میں لکھا ہے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جس کا مطلب اسی کے قریب ہے جو بیان کیا گیا۔

وهو هذا وقد اجتمع فى هذه القضية الاحتجاج من عمرؓ بالعموم ومن ابى بكر بالقياس ودل ذلك على ان العموم يخص بالقياس وان جميع ماتضمنه الخطاب الوارد فى الحكم الواحد من شرط واستثناء مراعى فيه و معتبر صحة فلما استقر عند عمر صحة رأى أبى بكر وبان له صوابه تابعه على قتال القوم وهو معنى قوله فعرفت انه الحق يشير الى انشراح صدره بالحجة التى اتى بها والبرهان الذى اقامه نصا ودلالة۔

قاضی شوکانیؒ نے جو لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی صحت رائے حضرت عمرؓ پر ظاہر ہو گئی اس سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ حضرت عمرؓ کی شان میں کان رأيه موافقا للوحى والكتاب وارد ہے مگر حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے ان سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔ امام صاحب جو اصحاب الرائے کے سرگروہ مانے جاتے ہیں، اس کی وجہ یہی تفاضل رائے ہے یعنی اکابر محدثین نے دیکھا کہ صاحب الرائے تو سبھی ہیں مگر اس قابل کہ اصحاب الرائے کہے جائیں ابوحنیفہ اور انکے اتباع ہیں اس وجہ سے وہ ان کا لقب ہی ٹھہرا دیا مگر اہل حسد نے بجائے مدح اس میں مذموم معنی پیدا کئے جیسے اہل کتاب آنحضرت ﷺ کو راعنا کہہ کر اس سے مذموم معنی مراد لیتے تھے۔

عن عبدالله قال لماقبض رسول الله ﷺ قالت الانصار منا اميرومنكم امير فاتاهم عمرؓ فقال يا معشر الانصار الستم تعلمون ان رسول الله ﷺ قد امر ابابكرؓ ان يوم الناس فايكم تطيب نفسه ان يتقدم ابابكر رضى الله عنه فقالت الانصار نعوذبالله ان نتقدم ابابكرؓ رواه الامام احمد فى المسند۔

یعنی نبی کریم ﷺ کے انتقال کے ساتھ ہی انصار نے مہاجرین سے کہا کہ اب ایک امیر ہم سے ہو گا اور ایک تم میں سے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کی امامت کریں اب کہئے کہ آپ حضرات میں کس کا نفس گوارا کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے آگے بڑھے انصار نے کہا

نعوذ باللہ ہم ہرگز ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

دیکھئے حضرت عمرؓ نے اس نازک موقع میں قیاس ہی سے کام لیا کہ جس طرح ابوبکرؓ امامت میں مقدم کئے گئے تھے امارت وخلافت میں بھی مقدم کئے جائیں اور انصار اس قیاس کو رد نہ کرسکے اور کسی کو یہ کہنے کی مجال نہ ہوئی کہ حضرت ہمیں ان کی خدمت پیش امامی میں کلام نہیں ہر نماز میں ہم ان کی اقتدا کیا کریں گے۔ مگر ہمارا کلام امامت و خلافت میں ہے جس سے تمام اہل اسلام کے جان و مال وحقوق اور حکمرانی اور اشاعت اسلام وغیرہ امور متعلق ہیں۔ اب قیاس کی وقعت و برکت کو دیکھئے کہ کیسے عظیم الشان معاملہ کو جس میں لاکھوں جانیں تلف ہوا کرتی ہیں، کس آسانی سے طے کردیا۔ وجہ اس کی کیا تھی انصار رضی اللہ عنہم کا تدین اور احقاقِ حق کی خواہش جب انہوں نے اس قیاس میں غور کیا اور آثار حقانیت ان سے نمایاں ہوئے ازراہ تدین فوراً اس کو قبول کرلیا گو اس میں ان کا سراسر نقصان تھا غور کیجئے کہ اسلام میں پہلا مہتمم بالشان واقعہ جو پیش آیا وہ امر خلافت تھا اور وہ بمقابلہ مہاجرین و انصار صرف قیاس سے طے ہوا۔ یہ واقعہ تمام صحابہ کی گواہیاں پیش کررہا ہے کہ کل صحابہ قیاس کو فقط مانتے ہی نہ تھے بلکہ بڑے بڑے مہتم بالشان مسائل کا فیصلہ اسی پر محمول کرتے تھے اور اہل رائے کے اتباع اور امتثال کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اب اس سے بڑھ کر قیاس کے مشروع ہونے پر کونسا اجماع ہوسکتا ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قلت لعثمان ماحملکم علی ان عدمتم الی سورۃ الانفال وھی من المثانی والی سورۃ براءۃ وھی من المئین فقرنتم بینھما ولم تکتبو بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم فوضعتموھا فی السبع الطوال فماحملکم علی ذلک قال کان رسول اللہ ﷺ ممایاتی علیہ الزمان وھو ینزل علیہ من السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشیء دعا بعض من یکتب لہ فیقولوا ضعوا ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا واذا نزلت علیہ الایات قال ضعوا ھذہ الایات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذاوکذا اذاانزلت علیہ الایۃ قال ضعواھذہ الایۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذاوکذا وکانت سورۃ الانفال من اوائل ماانزل بالمدینۃ وکانت سورۃ براءۃ من اواخرما انزل من القرآن قال فکانت قصتھا شبیھا بقصتھا انھا منھا و قبض رسول اللہ ﷺ ولم یبین لنا انھامنھا فمن اجل ذلک قرنت بینھما ولم اکتب بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم. ووضعتھافی السبع الطوال، رواہ امام الاحمدؒ فی المسند۔

یعنی ابن عباس نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ آپ نے سورہ انفال کو جو چھوٹی سورت ہے سورہ برأت کے ساتھ کیوں ملا دیا کہا کہ حضور ﷺ پر متعدد سورتیں اترتی تھیں اور جب آیتیں اترتیں تو فرماتے کہ جس سورۃ میں فلاں قسم کا ذکر ہے اس میں ان آیات کو لکھ دو اور سورۃ انفال مدینہ میں اوائل میں اترا تھا اور سورہ توبہ قرآن کے آخر میں اترا اور حضرت ﷺ نے ان کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اور مضمون دونوں کے باہم مشابہ تھے۔ اس لئے اسی قیاس پر ہم نے دونوں کو ملا دیا جو حضور ﷺ بلحاظ مضمون آیتوں کو سورتوں میں داخل فرماتے تھے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی۔ دیکھئے حضرت عثمانؓ نے ترتیب قرآن میں بھی قیاس کو دخل دیا۔

عن علیؓ قال لما توفی ابوطالب اتیت النبیﷺ فقلت ان عمک شیخ قدمات قال اذھب فواره ثم لاتحدث شئیا حتی تأتینی قال فواریتہٗ ثم اتیته قال اذھب فاغتسل ثم لاتحدث شئیا حتی تأتینی قال فاغتسلت ثم اتیته قال فدعالی بدعوات مایسرنا ان لی بھاحمر النعم وسودھا قال وکان علیؓ اذا غسل المیت اغتسل رواه الامام احمدؒ فی مسند۔

یعنی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ابوطالب کی وفات ہوئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ آپ کے بوڑھے چچا مرگئے۔ فرمایا جاؤ ان کو خاک میں چھپادے کر بغیر اس کے کہ کوئی دوسرا کام کرو میرے پاس چلے آؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ جاؤ اور غسل کر کے فوراً میرے پاس چلے آؤ اور کوئی دوسرا کام نہ کرو۔ جب میں غسل کر کے حاضر ہوا تو حضرت نے میرے لئے ایسی دعائیں کیں کہ اگر سرخ وسیاہ اونٹ ان کے معاوضہ میں مجھے مل جائے تو ویسی خوشی مجھے نہ ہوتی۔

راوی کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ کی عادت تھی کہ جب کسی میت کو غسل دیتے تو آپ بھی اس کے بعد غسل کرلیتے۔ دیکھئے آنخضرت ﷺ نے نہ علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا نہ اور کسی سے کہ غسل میت بھی موجب غسل ہے مگر علی کرم اللہ وجہہ نے اس حکم خاص پر قیاس کر کے ہر میت کے غسل کے بعد غسل کرنے کا التزام کرلیا تھا۔

☆☆☆

خطباتِ فلاح (چار حصے)

ترجمہ وترتیب: مولانا محمد تسلیم انصاری، کامل الحدیث جامعہ نظامیہ

بلاشبہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر علماء کرام پر ایک فریضہ ہے جس کو تقریر وتحریر اور عملی کاوشوں کے ذریعہ پورا کیا جانا اہم ذمہ داری ہے۔ یہ بات وثوق اور اطمینان کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ہماری دینی تاریخ ایسی مبارک کاوشوں سے اور ان کی تفصیلات سے مزین ہے۔ مولوی محمد تسلیم انصاری مولوی کامل جامعہ نظامیہ نے خطبات فلاح کی ترتیب کے ذریعہ اس مبارک سلسلہ کو جاری رکھنے میں مخلصانہ سعی کی ہے جو بہر حال قابل ستائش وقدر ہے۔ جمعہ کے موقع پر پڑھے جانے والے خطبات اور ان کی فضیلت و اہمیت افادیت وضرورت سے سبھی واقف ہیں ان خطبات کا اردو ترجمہ اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ ہمارے ملک اور ہماری ریاست میں اردو داں حضرات کو ان سے کما حقہ استفادہ اور حصول برکات کے زیادہ مواقع حاصل ہوں گے۔ یہ درحقیقت 56 خطبات کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جو 13 خطبوں پر مبنی ہے، مابقی تین حصے یکے بعد دیگرے طبع ہوں گے (طبع ہو چکے)۔ مولوی محمد تسلیم انصاری نے جو استاذ دار العلوم عربیہ کاورم پیٹھ جڑ چرلہ بھی ہیں اس مجموعہ کی ترتیب میں اپنی عمدہ علمی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ عربی متن کے ساتھ اس کا سلیس اور رواں ترجمہ ان خطبات کی معنویت اور مقصدیت کو واضح کرنے میں بڑا مؤثر ہے۔ ابتداء میں علمائے جامعہ نظامیہ کی تقاریظ ہیں۔ آغاز سخن میں مرتب گرامی نے خطبات فلاح کی ترتیب و اشاعت کی تفصیلات بیان کی ہے۔ سہ رنگی خوبصورت ٹائٹل، بڑی کتابی سائز، بہترین کاغذ، اعلیٰ کمپیوٹر کتابت، شاندار طباعت جیسی وضعی خصوصیات کے باوصف اس مجموعہ خطبات کا ہدیہ 75 روپئے رکھا گیا ہے جو بہر حال مناسب ہے۔ خطبات فلاح (حصہ اول) دار العلوم عربیہ کاورم پیٹھ جڑ چرلہ محبوب نگر کے علاوہ حیدرآباد میں مکتبہ انوار المصطفیٰ مغلپورہ، مکتبہ اہل سنت و جماعت عقب مسجد چوک اور کمرشیل بک ڈپو چارمینار پر دستیاب ہے۔

(روزنامہ سیاست مورخہ 13-8-1999)

افکار ونظریات شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام میں بیعت کی حقیقت

عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو کسی کے ہاتھ بیچتا ہے تو پہلے اس چیز کی قیمت مقرر کی جاتی ہے۔اس کے بعد بیچنے والا کہتا ہے کہ میں نے اس قیمت پر اس چیز کو بیچا اور خریدنے والا کہتا ہے کہ میں نے اسے خرید لیا ہے۔اس کے بعد ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے۔یہ علامت اس بات کی تھی کہ طرفین سے معاہدہ ہوا اور یہ معاہدہ اور وعدہ مکمل ہو گیا اور طرفین سے کوئی وعدہ خلافی نہ کرے گا۔نہ بائع چیز دینے سے انکار کرے گا اور نہ مشتری قیمت ادا کرنے سے، یہ عام دستور تھا کہ جس وعدہ کو مستحکم کرنا منظور ہوتا تو ہاتھ میں ہاتھ ملا کر وہ وعدہ کیا کرتے تھے۔جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے **عدة المومن كأخذ الكف** یعنی مسلمان کا وعدہ ہاتھ میں ہاتھ ملانے سے کم نہیں۔ اس لئے بیع میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا کہ طرفین سے جو وعدہ خرید و فروخت ہوا ہے وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔اسی ہاتھ میں ہاتھ ملانے کا نام ''بیعت'' ہے۔چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے **البيعة الصفقة على ايجاب البيع** اور **صفقه** کے معنی منتہی الارب میں لکھا ہے یک باردست زدن در بیع۔غرضیکہ لفظ بیعت عرب میں بیع وشری کے موقع میں مستعمل تھا۔اسی بنا پر حق تعالیٰ بیعت اسلامی میں بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔اس آیت شریف سے صرف اسی قدر معلوم ہوا کہ مسلمان بیعت کیا کرتے تھے۔یعنی کسی چیز کو بیچتے اور ہاتھ میں ہاتھ ملا کر اس کو موکد کرتے تھے۔مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ بائع کون ہے اور مشتری کون اور کس چیز کو بیچے تھے سو اس کا ذکر دوسری آیت میں ہے جو ارشاد ہے۔

ان الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة یعنی خدا نے مسلمانوں کی جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان بائع ہیں اور خدائے تعالیٰ مشتری اور ان کی جان و مال مبیع اور جنت قیمت ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احکامِ الٰہی مسلمانوں کو پہونچا دیئے اور یہ بھی معلوم کرا دیا گیا کہ اگر تم یہ سب کام کرو گے تو خدائے تعالیٰ تمہیں جنت دے گا تو مسلمانوں نے بصدق دل اس کو قبول کرلیا۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری ذاتوں میں اور مالوں میں جو تصرف خدائے تعالیٰ نے کیا ہے کہ فلاں کام اپنے اعضاء سے کرو اور فلاں مت کرو۔اور مال فلاں اُمور میں خرچو اور فلاں میں مت خرچو سب ہمیں قبول ہے ہم یہ نہ کہیں گے کہ ہمارے مال میں یہ تصرف کیوں کیا جاتا ہے کہ اس میں سے ایک حصہ خدا کی راہ میں دیں یا اسراف نہ کریں۔اور ہمارے نفوس میں یہ تصرف کیوں کیا جاتا ہے کہ اپنی خواہشوں کو روکیں اور مثلاً حسد وبغض وغیرہ سے احتراز کریں۔غرضکہ حق تعالیٰ نے جتنے خواہشات وصفات آدمی میں پیدا کئے سب میں اپنا تصرف جاری فرمایا۔مثلاً فلاں قسم کی بات کرو فلاں قسم کی بات نہ کرو۔ اسی طرح دیکھنے سننے کھانے پینے وغیرہ اُمور طبعیہ میں ایک ایک حد مقرر کردی اور حکم دیا کہ انھیں اُمور میں ان کو استعمال کریں جن کی اجازت ہے۔اسی طرح کل خواہشوں سے متعلق احکامت شرعیہ مقرر کئے اور نیز جتنے صفات پیدا کئے مثلاً سخاوت، شجاعت، دوستی، دشمنی

وغیرہ سب میں ایک ایک حد مقرر کر دی۔ مثلاً دوستی رکھو تو خدا کے واسطے اور دشمنی رکھو تو خدا کے واسطے۔ علی ہذا القیاس کل اُمور طبعیہ کا حال یہی ہے کہ مطلق العنانی کے ساتھ مسلمان کوئی کام نہیں کرسکتا۔ ہر کام میں جو طریقہ بتایا گیا اسی طریقہ پر وہ کام کرنا چاہئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اب نہ ان کے نفوس ان کے ہیں نہ ان کے اموال۔ بلکہ وہ سب ان کے پاس امانت ہیں جس طرح امانتی چیزوں کو آدمی خود مختاری سے اپنی خواہشوں میں استعمال نہیں کرسکتا بلکہ انہی کاموں میں استعمال کرسکتا ہے جن کی اجازت مالک نے دی ہو اسی طرح مسلمان ہاتھوں سے مثلاً کام لیں تو وہی جن کی اجازت ہے۔ پاؤں سے کام لے کر کہیں جائیں تو وہیں جہاں جانے کی اجازت ہے، آنکھوں سے کام لینا چاہیں تو وہی چیزیں دیکھیں جن کے دیکھنے کی اجازت ہے۔ کانوں سے سننا چاہیں تو وہی باتیں سنیں جن کے سننے کی اجازت ہے۔ خیال سے کام لینا چاہیں تو وہی خیال کریں جو منع نہیں۔ جان دینا چاہیں تو اسی موقع میں جہاں جان دینے کی اجازت ہے۔

الحاصل ان احکامات کے مقرر کرنے سے ثابت ہو گیا کہ جان و مال سب خدا کی ملک ہیں۔ ہمارے اختیار میں صرف بطور امانت دیئے گئے ہیں نہ جان پر ہمارا خود مختارانہ تصرف رہا نہ اعضاء پر نہ مال پر۔ جب ان باتوں کو مسلمانوں نے قبول کرلیا تو گویا یہ کہہ دیا کہ ہم نے اپنا جان و مال جنت کے معاوضہ میں خدا کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ اس کے جواب میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین أنفسھم و أموالھم بأن لھم الجنۃ** یعنی تم نے اگر جان و مال کو بیچ دیا تو ہم نے بھی بمعاوضہ جنت خرید لیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان بائع ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ مشتری۔ اور جان و مال مبیع ہیں اور جنت ان کی قیمت۔ جب یہ قرار طرفین سے ہو چکا تو حسب عادت صفقہ اور بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ ملانے کی ضرورت ہوئی تا کہ بیع وشراء پوری اور حتمی وعدہ ہو جائے۔ اب مسلمان تو صفقہ کے لئے ہاتھ بڑھا سکتے ہیں مگر خدائے تعالیٰ کی شان نہیں کہ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ نبی ﷺ کے ہاتھ کو ہمارا ہاتھ سمجھ لو۔ اور ان کی بیعت کو ہماری بیعت۔ چنانچہ ارشاد ہے **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ** یعنی اے نبی ﷺ جو لوگ ظاہراً آپ کے ہاتھ میں ہاتھ ملاتے ہیں وہ آپ کا ہاتھ نہیں ہمارا ہاتھ ہے۔ **ید اللّٰہ فوق أیدیھم** کیونکہ پیشتر ہی سے مبیع اور اس کی قیمت کا تصفیہ ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی اس بیعت کو توڑ دے اور اپنی جان و مال میں اپنی ذاتی خواہش اور خود مختارانہ تصرف کرنے لگے اور یہ بھول جائے کہ وہ بطور امانت ہمارے پاس ہیں تو اس کا نقصان اسی کو ہوگا کہ ہم بھی قیمت یعنی جنت نہ دیں گے۔ **کما قال، فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ** اور جو شخص اس وعدہ کو جو ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا تھا جس سے تکمیل بیع ہو چکی تھی پورا کرے تو ہم اس کو اجر عظیم دیں گے **کما قال اللہ تعالیٰ، ومن أوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ أجرا عظیما.**

آیت موصوفہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ خدائے تعالی کے طرف سے بیعت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہاتھ ملاتے تھے اور آپ کا ہاتھ خدائے تعالیٰ کا ہاتھ سمجھا جاتا تھا اور یہ مقصود تھا کہ خدائے تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ تم نے اپنے جان و مال کو خدا کے ہاتھ بیچ دیا تو خدائے تعالیٰ بھی ان کی قیمت ادا کرے گا یعنی جنت دے گا۔ ظاہراً اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیعت خاص ہوگی کیونکہ **یبایعونک** کا خطاب خاص حضور ﷺ سے ہے اور یہ شرف کہ آپ ﷺ کا ہاتھ خدائے تعالیٰ کا ہاتھ ہے حضور اکرم ﷺ ہی کے لئے زیبا ہے مگر جب خلفائے راشدین نے بھی بیعت لی اور اس سے بھی

یہی مقصود تھا کہ اہل اسلام معاہدہ پر قائم رہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے خلفائے کرام وعدہ کرکے اس بیع وشراء کو مستحکم کریں تو اس سے معلوم ہوا کہ یداللّٰه فوق أیدیھم وہاں بھی صادق ہے اس لئے کہ یہ بیع وشراء کوئی نئی نہیں۔ بیع وہی جان و مال ہیں۔ اور قیمت وہی جنت کیونکہ ان حضرات کا مقصود اس بیعت سے یہی تھا کہ مسلمان خدا اور رسول کی اطاعت کریں۔ پھر جب دنیادار بادشاہ بھی بیعت لینے لگے اور اس سے ان کا مقصود اسی قدر تھا کہ ہم کو مستقل بادشاہ مانو اور ہماری اطاعت کرو۔ خواہ موافق شریعت حکم دیں یا مخالف ورنہ ہم تمہیں قتل کرڈالیں گے تو یہ بیعت وہ نہ رہی جس میں جان و مال کے معاوضہ میں جنت تھی۔ اس وجہ سے یہاں یداللّٰه فوق أیدیھم صادق نہیں آسکتا چونکہ وہ بیعت جو سنت نبوی تھی اس زمانہ میں فوت ہونے لگی تو بزرگان دین نے اس بیعت کا طریقہ جاری کردیا۔ اور اپنے مریدوں کو تلقین کی کہ اپنی جان و مال خدا کے ہاتھ بیچ دو۔ یعنی احکام الٰہی کی تعمیل کروتو تمہیں خدائے تعالیٰ جنت دے گا۔ جب انھوں نے قبول کرکے بیعت کی یعنی ہاتھ میں ہاتھ ملایا اور ان حضرات نے بھی خدا کی طرف سے ہاتھ میں ہاتھ ملایا تو وہ اصلی بیعت پوری ہوگئی۔ اب اگر کوئی بیعت کے وقت ان اُمور کا لحاظ نہ رکھے اور وہ غرض جس کے لئے بیعت موضوع تھی فوت ہوجائے تو وہ بیعت بھی مثل بیعت سلاطین ہوجائے گی جس کو دین سے کوئی تعلق نہیں اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی پیر جی اپنے مریدوں کو احکام شرع شریف ادا کرنے سے روکیں یا توجہ نہ دلائیں اور تلقین کریں کہ نماز روزہ حج وزکوٰۃ جو قرآن وحدیث وفقہ میں مذکور ہیں کوئی چیز نہیں بلکہ ان کا مطلب ہی کچھ اور ہے اور ظاہر شریعت بیکار چیز ہے تو اس بیعت کو ہمارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے دین سے کوئی علاقہ نہیں اس لئے مسلمانوں کو مشائخین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے وقت یہ خیال کرنا ضرور ہے کہ ہم نے اپنی جان و مال کو خدائے تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور پیر صاحب بھی یہی تعلیم وتلقین کریں کہ اب تمہیں ضرور ہے کہ ہر کام میں اپنی خواہشوں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق کام کیا کرو۔

''روض الریاحین'' میں امام یافعیؒ نے لکھا ہے کہ عبدالواحد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تیاری جہاد میں مشغول تھے ایک شخص نے یہ آیت پڑھی ان اللّٰه اشتری من المؤمنین أنفسھم وأموالھم بأن لھم الجنة ایک جوان لڑکا جس کی عمر ۱۵ سال کی ہوگی اُٹھا اور کہا کہ اے عبدالواحد کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری جان و مال کو جنت کے عوض میں خریدلیا۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا میں آپ کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے اپنی جان و مال کو جنت کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا۔ میں نے کہا تلوار کی دھار بہت سخت ہوتی ہے اور تم لڑکے ہو شاید صبر نہ کرسکو گے کہا کیا اب میں اس بیع کو چھوڑ سکتا ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ غرض اس لڑکے نے تمام مال جو اس کی میراث میں ملا تھا خیرات کرکے آمادۂ سفر ہوگیا۔ جس روز ہم لوگ جہاد کے لئے نکلے وہ بھی گھوڑے پر سوار اور مسلح ہوکر ہمارے ساتھ ہولیا۔ راستہ میں اس کی یہ حالت تھی کہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز پڑھتا اور ہماری حفاظت بھی کرتا۔ جب ہم دارالروم میں پہونچے اور دشمن کا لشکر نمودار ہوا، اس لڑکے نے لشکر کفار پر حملہ کرکے نو آدمیوں کو قتل کیا اور خود بھی شہید ہوگیا۔ حالتِ نزع میں جب ہم اس کے نزدیک پہونچے تو دیکھا کہ مارے خوشی کے اس کی ہنسی تھم نہیں سکتی تھی۔ چنانچہ اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا انا للّٰه وانا الیه راجعون سچی بیعت یہ تھی جس

طرح صحابہ اپنی جان و مال سے اپنا تصرف اٹھالیتے تھے ان بزرگوار نے بھی ایسا ہی کیا بیعت یعنی بک جانا اور اس کے لوازم پورے کرنا ایک سخت کام ہے اور اگر لوازم پورے نہ کئے جائیں یعنی انہی خواہشوں کے مطابق کام کرنے لگیں تو بیعت ٹوٹ جائے گی اولیاء اللہ کو درجہ ولایت وتقرب الٰہی اس وجہ سے حاصل ہوا اور ہوتا ہے کہ بیعت کو انھوں نے پوری کی۔ اور کرتے رہتے ہیں۔ الحاصل خالد رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ پیر کامل یعنی خلیفہ وجانشین رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ جب بیعت کی وہ خدا کے ہاتھ پر بیعت ہوچکی۔ اس کے بعد اگر حمیت اور غیرت شجاعت وغیرہ سے اپنے نفسانی خواہش کے مطابق کام لیا جائے تو وہ بیعت توٹ جاتی ہے اور جب بیعت ٹوٹ گئی تو قیمت یعنی جنت کا استحقاق باقی نہیں رہتا اور عمر بھی کی جانفشانیاں اکارت ہوتی ہیں۔ اس لئے اس ذلت پر صبر کرنا ان پر آسان ہوگیا ورنہ ممکن نہیں کہ فاتح عراق وشام ہزاروں ہم چشموں کے مجمع میں کھڑے رہ کر اظہار کردیں۔ اور ایک ضعیف آدمی ان کے گلے میں رسی ڈالکر کھینچے اور ٹوپی سر سے اتارلے اور وہ دم نہ ماریں۔ یہ صرف اسلام کی برکات ہیں جو نفسانی خواہشوں کو پامال کرکے مہذب بنادیتا ہے۔

یہاں ایک بات اور معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ نے جو صحابہؓ کے حالات کی خبر دی ہے **والذین معہ أشداء علی الکفار رحماء بینھم** یعنی صحابہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ اس سے اس کیفیت کا مشاہدہ بھی ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اسراف کی سزادی وہ بھی بجا تھی کیونکہ ان کو یہ کہنے کی مجال ہی نہ تھی کہ ہم اپنے مال کے مختار ہیں اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ اب اپنا مال رہا ہی نہیں وہ تو جنت کے معاوضہ میں بک گیا۔ جس کو خدا کی جانب سے خلیفۂ برحق نے مول لیا اسی وجہ سے انھوں نے قبول بھی کرلیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیرِ کامل کو اپنے مرید کے مال میں تصرف کرنے کا حق ہے جیسا کہ بعضے اولیاء اللہ سے مروی ہے مگر یہ نہیں کہ خود غرضی سے تصرف کرے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کا مال بیت المال میں داخل کردیا۔ جس سے حضرت عمرؓ کو کوئی ذاتی فائدہ مقصود نہ تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو اس ذلت کی حالت میں کہا کہ حضرت عمرؓ کے ہوتے فتنہ کا کیا احتمال ہے۔ اس سے عقلاً اندازہ کرسکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا انتظام پوری سلطنت میں کس قدر ہوگا۔ کیونکہ یہ اس وقت کہہ رہے ہیں کہ فتنہ پیدا ہونے کا ظن غالب ہوگیا تھا کیونکہ ایسے شخص کو ذلیل کرنا جس کو موافق ومخالف نے بڑی بڑی سلطنت کا فاتح تسلیم کرلیا تھا اور اس مقام میں کہہ رہے ہیں جو مدینہ منورہ سے صدہا کوس پر واقع ہے۔ یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ حضرت خالدؓ کو کیونکر معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں فتنہ کا احتمال نہیں۔ حالانکہ ناسخ التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو لوگ **فظا غلیظ القلب** کہتے تھے اور وہ عام ناراضی کا سبب ہوتا ہے جس کا ثبوت خود قرآن شریف سے ملتا ہے کہ حق تعالیٰ نے نبی ﷺ کی شان میں فرمایا **ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک** یعنی اگر آپ سخت گو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔ پھر آپ کے کام بھی ایسے ہوتے تھے جو دل شکنی کے اسباب ہیں۔ چنانچہ واقعات مذکورہ سے ظاہر ہے پھر حضرت خالدؓ نے جو کہا اسی کے موافق ظہور میں بھی آیا۔ اس لئے کہ آپ کے پورے زمانہ خلافت میں کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ آپ کے زمانہ میں کُل وہ بہادران اسلام موجود تھے جنھوں نے عرب، عراق، شام، مصر وغیرہ کو فتح کیا اور بعد کی خلافتوں میں ان میں کے اکثر حضرات معرکوں میں شہید ہوگئے

اور بعضے انتقال کر گئے۔ باوجود اس کے ان خلافتوں میں بہت سے فتنے پیدا ہوئے۔ ان تمام اُمور پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے یہ خیال کیا کہ اپنا دل جس میں خوف و ہراس کا گزر ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ کے نام سے گھبراتا ہے اور ہیبت و رعب اس قدر طاری ہوتا ہے کہ بات کرنی مشکل ہوجاتی ہے تو اس سے وہ سمجھ گئے کہ اس میں حضرت عمرؓ کے فعل کو کوئی دخل نہیں یہ صرف ہیبت حق ہے۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اس پر انھوں نے قیاس کیا کہ آپ کی خلافت میں ممکن نہیں کہ کوئی فتنہ پرداز سر اٹھاسکے۔ یہ بات تو قرآن شریف سے بھی ثابت ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ یعنی جب اے نبی ﷺ تم نے بدر کی لڑائی میں ایک مٹھی کنکریاں کفار پر پھینک ماریں وہ تم نے نہیں پھینکا، اللہ نے پھینکا۔ یقیناً ہر چند کنکریوں کو پھینکنا آنحضرت ﷺ کا فعل تھا مگر حق تعالیٰ وہ فعل اپنی طرف منسوب فرماتا ہے اور اس کی تصدیق بھی اسی طرح ہوگئی کہ ایک مٹھی کنکریاں تمام لشکر کفار کی آنکھوں میں لگیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فعل برائے نام تھا، دراصل وہ فعل الٰہی تھا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے افعال ہی سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ باوجود اس تذلیل وتوہین کے شجاعان عرب میں سے کسی نے آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ کیا وہ تاثیر بندوں کے فعل میں ہوسکتی ہے، یہ اللہ کے ہی فعل کی شان ہے کہ سب کو مقہور اور مسخر بنادے کیوں نہ ہو حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کے خلیفہ جانشین اور ظل اللہ تھے۔ اسی وجہ سے ان کو اس قسم کے حکم کرنے میں تامل نہیں ہوتا تھا۔

(اقتباس رمقاصد الاسلام حصۂ دہم ص ۵۰ تا ۶۱ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد)

☆☆☆

علامہ ابوالوفاء الافغانی رحمۃ اللہ علیہ اہل نظر کی نظر میں

آج سے ۱۳۶ سال قبل سرزمین دکن پر عارف وقت، عالم زماں، شیخ الاسلام علامہ ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز نے ایک دانش گاہ علم وفن، ایک میخانۂ معرفت کی داغ بیل ڈالی جو ہمنام مدرسہ بغداد شہرۂ آفاق جامعہ نظامیہ، حیدرآباد اور لاکھوں قلوب کی دھڑکن بنا ہوا ہے اس کا ابر کرم شش جہات میں پھیل رہا ہے۔ اس کے فیض یافتہ فرزند علم وادب کے ایوانوں میں تحقیق وتدقیق، تصحیح وتعلیق، تصنیف وتالیف کے جوہر آبدار ماضی کی طرح آج بھی بکھیر رہے ہیں الحمد للہ علی ذلک، اسی ریاض علم کے ایک گل سرسبد فقیہ الامۃ، محدث جلیل، عالم کبیر، محقق شہیر، حضرت العلامہ حافظ وقاری سید محمود شاہ بن مبارک شاہ المعروف بہ علامہ ابوالوفاء الافغانی علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات عالی مرتبت ہے جن کے تبحر، تفحص، تدین، توکل کو فصحائے عرب اور بلغائے دہر خراج فکر ونظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''علامہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے اور سرزمین دکن میں آیۃ من آیات اللہ تھے، کسی نے کہا کہ'' مجھے اپنے محدود دائرے ملاقات میں کوئی شخصیت بسطۃً فی العلم والعمل والجسم کی ایسی مصداق یاد نہیں پڑتی''، کسی نے کہا'' دل کے ساتھ دماغ بھی متاثر ہوتا چلا گیا اور آپ کا تبحر علمی، طرز استدلال اور اس عمر میں بھی غیر معمولی حافظہ گرہ عقیدت میں جکڑتا چلا گیا''، کسی نے تحریر کیا ''جس انہاک وشغف اور عشق ومحبت سے علمی خدمت کی اس کی نظیر ہم نے کبھی دیکھی نہ سنی اور نہ دیکھتے تو یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ ایسی کوئی ہستی بھی ہوگی جو اس انداز سے خدمت کرتی ہو''، کسی کا تاثر یہ ہے کہ ''متقدمین کے کارناموں کی یاد تازہ کردی''، کوئی رقمطراز ہے کہ ''وہ ایک آدمی'' نہیں ''اکاڈمی'' تھے۔ ان تمام باتوں کی تفصیل آپ کو اس کتاب کے اوراق میں ملے گی جس میں عرب وعجم کے اہل علم واہل نظر کے تاثرات کو ۸۰ صفحات میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ☆☆☆

افکار ونظریات شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

فتنۂ تَوَھُّب احادیث کی روشنی میں

دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے۔اور جس کسی کی طبیعت میں گستاخی اور بے ادبی ہو ضرور ہے کہ تدین میں اس کے کچھ نہ کچھ علت ہوگی۔سبب اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شیطان نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں گستاخانہ' انا خیر منه ' کہا اور ابدالآباد کے لئے مردود بارگاہ کبریائی ٹھیرا اسی وقت سے آدمیوں کی عداوت اس کے دل میں جمی اور انکی خرابی کے درپے ہوا کما قال، ولا غوینهم اجمعین (۱) اقسام کی تدابیر سوچیں مگر اس غرض کو پوری کرنے میں اس سے بہتر کونسی تدبیر ہوسکتی ہے جس کا تجربہ خود اس کی ذات پر ہو چکا ہے۔یعنی دعوی انانیت اور ہمسری بزرگان دین۔ جب دیکھا کہ گستاخی اور بے ادبی کو مردود بنانے میں نہایت درجہ کا اثر اور کمال ہے اس لئے' ان انتم الا بشر مثلنا (۲) کی عام تعلیم شروع کردی چنانچہ ہر زمانہ کے کفار نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں یہی کہا کہ اب اس کلام کو دیکھئے تو اسمیں بھی وہی بات ہے جو' انا خیر منه ' میں تھی۔اور اگر کسی قدر فرق ہے تو وہ بھی بے موقع نہیں کیونکہ تابع ومتبوع کی ہمتوں میں اتنا فرق ضرور ہے جس پر تفاوت درجات ودرکات مرتب ہوں۔غرض کہ انبیاء علیہم السلام نے ہزارہا معجزے دکھائے مگر کفار کے دلوں میں ان کی عظمت اس نے جمنے نہ دی۔ پھر جن لوگوں نے انکی عظمت کو مان لیا اور مسلمان ہوئے ان سے کسی قدر اس کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ ان سے تو وہ بے باکی نہیں ہوسکتی تھی جو کفار سے ظہور میں آئی یہاں اس فکر کی ضرورت ہوئی کہ وہ چیز دکھائی جائے جو دین میں بھی محمود ہو آخر یہ سونچا کہ راست گوئی کے پردے میں یہ مطلب حاصل ہوسکتا ہے۔

بس یہاں سے دروازہ بے ادبی کا کھول دیا۔اب کیسی ہی ناشائستہ بات کیوں نہ ہو اس لباس میں آراستہ کر کے احمقوں کے فہم میں ڈال دیتا ہے اور کچھ ایسا بے وقوف بنادیتا ہے کہ راست گوئی کی دھن میں نہ ان کو کسی بزرگ کی حرمت وتوقیر کا خیال رہتا ہے نہ اپنے انجام کا اندیشہ۔چنانچہ کسی بے وقوف نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جو یہ مال بانٹتے ہیں اس میں عدل وانصاف کیجئے چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه انه قال بینما نحن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یقسم قسما اذ اتاه ذو الخویصرةوهو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول الله اعدل فقال ویلك ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم أکن أعدل فقال عمرؓ یا رسول اللّٰه! ائذن لی فیه فاضرب عنقه فقال له دعه فان له أصحابا یحقر أحدکم صلوته مع صلوتهم وصیامه مع صیامهم یقرئون القراٰن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة ینظر الی نصله فلا یوجد فیه شئ ثم ینظر الی رصافه فلا یوجد فیه شئ ثم ینظر الی نضیّه وهو قدحه فلا یوجد فیه شئ ثم ینظر الی قذذه فلا یوجد فیه شئ قد سبق

الفرث والدم آيتهم رجل أسود احدى عضديه مثل ثدى المرأة أو مثل البضعة تدردر و يخرجون على حين فرقة من الناس ابو سعيد فاشهد انى سمعت هذا الحديث من رسول الله صلى الله عليه وسلم و أشهدان على ابن أبى طالب قاتلهم وانا معه فامر بذلك الرجل فالتمس فاتى به حتى نظرت اليه على نعت النبى صلى الله عليه وسلم الذى نعته(۳)۔

ترجمہ: روایت ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ ذوالخویصرہ آیا جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا۔ اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ عدل کیجئے حضرت ﷺ نے فرمایا: تیری خرابی ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا۔ اور جب میں نے عدل نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حکم دیجئے کہ اس کی گردن ماروں۔ فرمایا: جانے دو۔ اس کے رفقاء ایسے لوگ ہیں کہ ان کی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز و روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلے کے نیچے نہ اتریگا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ باوجود یہ کہ اس جانور کے پیٹ کی آلائش و خون میں سے پار ہوتا ہے۔ مگر نہ اس کے پیکاں میں کچھ لگا ہوتا ہے نہ اسکے بدن میں جس سے پیکاں باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پر میں۔ نشانی انکی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ایک بازو مثل عورت کی پستان کے یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتا ہوگا۔ وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں بھی علیؓ کے ساتھ تھا انہوں نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اس شخص کی تلاش کی جائے جس کی خبر حضرت ﷺ نے دی تھی۔ چنانچہ جب اسکی لاش لائی گئی دیکھا میں نے کہ جتنی نشانیاں اس کی حضرت ﷺ نے کہی تھی سب اس میں موجود تھیں۔ انتہی

الحاصل۔ شیطان نے اس احمق کے ذہن میں یہی جمایا کہ عدل بیشک عمدہ شئے ہے اگر صاف صاف حضرت ﷺ سے اس بارے میں کہہ دیا جائے تو کیا مضایقہ۔ اس بے وقوف نے یہ نہ خیال کیا کہ بات تو چھوٹی ہے۔ مگر بہ نسبت شان نبوی کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اس کا کیا ہوگا چنانچہ اسی بے ادبی پر واجب القتل ہوگیا تھا۔ مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کو منظور تھا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام مشربوں کے ساتھ مارا جائے اسلئے باوجود حضرت عمرؓ کی درخواست کے اس وقت اغماض فرمایا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن نبيط بن شريط قال لما فرغ على من قتال أهل النهروان قال اقلبوا القتلى فقلبنا هم حتى خرج فى آخرهم رجل أسود على كتفهٖ مثل حلمة الثدى فقال على اللّٰه أكبر والله ما كذبت ولا كذبت كنت مع النبى ﷺ وقد قسم فيئا فجاء هذا فقال يا محمد ﷺ اعدل فوالله ما عدلت منذ اليوم فقال النبى ﷺ ثكلتك أمك ومن يعدل عليك اذا لم أعدل فقال عمر بن الخطاب يا رسول اللّٰه! ألا أقتله فقال النبى ﷺ لا دعه فان له من يقتله فقال صدق الله ورسوله۔ خط كذا فى

کنزالعمال (۴)۔

ترجمہ: روایت ہے نبیط ابن شریط سے کہ جب فارغ ہوئے علی رضی اللہ عنہ اہل نہروان کے قتل سے کہا کشتوں میں اس شخص کو تلاش کرو جب ہم نے خوب ڈھونڈا تو سب کے آخر میں ایک شخص سیاہ فام نکلا جس کے شانہ پر ایک گوشتپارہ مثل سرپستان کے تھا یہ دیکھتے ہی علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر قسم ہے خدا کی نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی نہ میں اسکا مرتکب ہوا ایک بار ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور حضرت ﷺ غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ یہ شخص آیا اور کہا: اے محمد ﷺ عدل کیجئے کہ آج آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: تیری ماں تجھ پر روئے جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا اس کو قتل نہ کروں؟ فرمایا: نہیں چھوڑ دو اسکو قتل کرنے والے کوئی اور شخص ہیں۔ علیؓ نے یہ کہہ کر صدق اللہ (اللہ نے سچ فرمایا) کہا انتہی۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے اس کی لاش سب لاشوں کے نیچے تھی۔ اب دیکھئے کہ اس ایک گستاخی نے اس شخص کو کہاں پہنچادیا اور وہ کثرت عبادت اور ریاضت اس کے کس کام آئی۔ جس کی تصریح اس حدیث میں ہے۔

عن ابی برزة قال اتی رسول الله ﷺ بدنا نیر فجعل یقسمها وعندہٗ رجل اسود مطموم الشعر علیه ثوبان ابیضان بین عینیهٖ اثر السجود وکان یتعرض لرسول الله ﷺ فلم یعطه فاتاه فعرض من قبل وجههٖ فلم یعطه واتاه من قبل یمینه فلم یعطه شیئا ثم اتاه من قبل شماله فلم یعطه شیئا ثم اتاه من خلفه فلم یعطه شیئا فقال یا محمد ما عدلت منذ الیوم فی القسمة فغضب رسول الله ﷺ غضبا شدیدا ثم قال والله لا تجدون احدا اعدل علیکم منی ثلاث مرات ثم قال یخرج علیکم رجال من قبل المشرق کان هذا منهم هکذا یقرئون القراٰن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة ثم لایعودون الیه ووضع یده علی صدره سیماهم التحلیق لایزالون یخرجون آخرهم مع المسیح الدجال فإذا رأیتموهم فاقتلوهم ثلثا! هم شر الخلق و الخلیقة یقولها ثلثاء حم ن وابن جریر طب، ك کذا فی کنزالعمال (۵)۔

ترجمہ: روایت ہے ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہیں سے دینار آنحضرت ﷺ کے پاس آگئے تھے اسکو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرت ﷺ کے پاس ایک شخص جو سیاہ فام تھا سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا جس کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرمادیں۔ مگر حضرت نے کچھ نہ دیا۔ روبرو آکر سوال کیا کچھ عنایت نہ فرمایا داہنی طرف سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا بائیں طرف سے آکر مانگا کچھ نہ ملا پیچھے سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ پایا کہا: اے محمد (ﷺ) آج آپ نے تقسیم میں عدل نہ کیا حضرت ﷺ اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدت غضب سے تین بار فرمایا خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جو تم پر مشرق کے طرف سے نکلیں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے

نکل جاتا ہے پھر نہ لوٹیں گے دین کی طرف اور دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا نشانی ان کی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کریں گے۔ ہمیشہ وہ لوگ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہوں گے پھر تین بار فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھو تو قتل کر ڈالو وہ لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں یہ جملہ تین بار فرمایا۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور نسائی اور ابن جریر اور طبرانی اور حاکم نے انتہی۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرت صلوۃ سے پیشانی میں اسکے گٹھا پڑ گیا تھا غرض کہ ان احادیث میں تامل کرنیکے بعد ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ باوجود کثرت عبادت اور ریاضت شاقہ کے وہ شخص اور اس کے ہم خیال جو واجب القتل اور بدترین مخلوقات ٹھیرے۔ وجہ اس کی سوائے بے ادبی اور گستاخ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔ اب اس قوم کا حال سنئے جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے بے ادب اصحاب فرمایا ہے۔ ابن اثیرؒ نے تاریخ کامل (جلد ثالث ص:۱۲۷) میں لکھا ہے ابتداء اس گروہ یعنی خوارج کی یہ ہوئی کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں طرفین سے ہزارہا صحابہؓ اور تابعین شہید ہوئے آخر یہ ٹھیرا کہ دونوں طرف سے دو شخص معتمد قرار پائیں جو موافق کتاب وسنت کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ لڑائی موقوف ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائیں۔ چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابو موسی عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور طرفین سے عہد نامہ لکھا گیا۔ پھر اشعث بن قیس نے اس کاغذ کو لیکر ہر ہر قبیلہ میں سنانا اور اس کا اشتہار دینا شروع کیا۔ جب قبیلہ بنی تمیم میں پہنچے عروہ بن اویہ تمیمی نے ان کو کہا کہ اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہیں سوائے اللہ تعالی کے کوئی حکم نہیں کرسکتا یہ کہہ کر اشعث بن قیس کے سواری کے جانور کو تلوار ماری اور اس پر سخت جھگڑا ہوا (۶) جب علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی فرمایا بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے اگر وہ لوگ سکوت کریں تو ہم ان پر مصیبت ڈالیں گے اور اگر گفتگو کریں تو ان پر دلیل قائم کریں گے اور اگر مقابل ہوں تو ہم ان سے لڑیں گے یہ سنتے ہی یزید بن عاصم محاربی اٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہوسکتے۔ یا اللہ پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے کہ اپنے دین میں دناءت اور کم ہمتی کو عمل میں لائیں کیونکہ اس میں مداہنت ہے اللہ کے امر میں اور ذلت ہے جو اللہ تعالی کے غصہ کی طرف لیجاتی ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ کیا ڈراتے ہو تم ہم کو قتل سے آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی میں امید رکھتا ہوں کہ مارینگے ہم تم کو تلواروں کی دھار سے تب تم جانو گے کہ ہم میں سے کون مستحق عذاب ہے پھر اسکے بھائی نکلے اور خوارج کے ساتھ مل گئے اسی طرح روز بروز جمعیت ان کی بڑھتی چلی ایک روز سب عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے اور اس نے خطبہ پڑھا جس میں دنیا کی بے ثباتی اور خواہش دنیا کی خرابیاں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت بیان کی۔ پھر کہا کہ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں ہمیں لازم ہے کہ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جائیں تاکہ ان گمراہ کرنے والی بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت ہو جائے اس کے بعد حرقوص ابن زہیر کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ لوگو متاع اس دنیا کی بہت تھوڑی ہے اور جدائی اس سے قریب ہے کہیں زینت اور تازگی اس کی تمہیں اسی میں مقام کرنے پر آمادہ نہ کرے اور طلب حق اور انکار ظلم سے نہ پھرے اور یہ آیت پڑھی۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (۷)۔ یعنی اللہ تعالی

متقیوں کے ساتھ ہے۔

اس خطبہ کے بعد حمزہ ابن سنان اسدی نے کہا: اے قوم رائے وہی ہے جو تم نے سوچی ہے مگر اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک شخص مقرر ہو جو متولی تمامی امور کا ہو سکے سب نے زید بن حصین طائی پر اتفاق کیا مگر اس نے امارت کو قبول نہ کیا۔ پھر حرقوص ابن زہیر پر سب کی رائے قرار پائی اس نے بھی انکار کیا اسی طرح حمزہ بن سنان اور شریح ابن اوفی عبسی نے بھی انکار کیا۔ پھر سب نے عبداللہ بن وہب کی طرف رجوع کیا جب اس نے دیکھا کہ کوئی قبول ہی نہیں کرتا بہ مجبوری قبول کیا اور کہا: خدا کی قسم مجھے اس امارت کے قبول کرنے میں مطلقا خواہش دنیوی نہیں اور نہ موت سے خوف ہے کہ اس سے باز رہوں غرض کہ میں نے صرف اللہ کے واسطے قبول کیا ہے اگر اس میں مرجاؤں تو کچھ پرواہ نہیں پھر سب شریح ابن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے۔

اس مجلس میں ابن وہب نے کہا: اب کوئی شہر ایسا دیکھنا چاہئے کہ ہم سب اسی میں جمع ہوں اور اللہ تعالی کا حکم جاری کریں کیونکہ اہل حق اب تمہی لوگ ہو سب نے بالاتفاق نہروان کو پسند کیا اور روانہ ہو گئے (۸)۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو نامہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' طرف سے عبداللہ علی امیر المؤمنین کے زید بن حصین اور عبداللہ بن وہب اور ان کے اتباع کو۔ معلوم ہو کہ وہ دو حکم جن کے فیصلہ پر ہم راضی ہوئے تھے انہوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی جب انہوں نے قرآن وسنت پر عمل نہیں کیا تو اللہ اور اللہ کے رسول اور سب اہل ایمان ان سے بری ہو گئے۔ تم لوگ اس خط کے دیکھتے ہی ہماری طرف چلے آؤ تاکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف نکلیں اور اب ہم اپنی اسی پہلی بات پر ہیں۔ انتہی۔

اس نامہ کے جواب میں انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں نفسانیت شریک ہے۔ اب بھی اگر اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ انتہی۔

اب دیکھئے کہ وہ لوگ کیسے بڑے موحد تھے کہ جن کے نزدیک آدمی کو حکم بنانا شرک تھا اور بدعت سے انہیں کس قدر تنفر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو اس خیال سے کہ بدعتیوں کا شہر ہے چھوڑ دیا اور دنیا کی بے ثباتی اور زہد وتقوی کی ترغیب وتحریص اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام اور امارت کے قبول کرنے میں ہر ایک کا عذر وحیلہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جو شخص سنے کمال دینداری پر اس گروہ کے گواہی دینے کو مستعد ہو جائے اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود صحابہؓ کو ان کی حقانیت کا دھوکا ہوتا تھا جیسا کہ حضرت جندبؓ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ عن جندب قال لما فارقت الخوارج علیاً خرج فی طلبھم وخرجنا معه فانتھینا الی عسکر القوم فاذا لھم دوی کدوی النحل من قراء ة القرآن واذا فیھم اصحاب النقبات واصحاب البرانس فلما رأیتھم دخلنی من ذلك شدة فتنحیت فرکزت رمحی ونزلت عن فرسی و وضعت برنسی فنشرت علیه درعی واخذت بمقود فرسی فقمت اصلی الی رمحی وانا اقول فی صلاتی اللھم ان کان قتال ھؤلاء القوم لك طاعة فأذن لی فیه وان کان معصیة فارنی برأیك فاناكذلك اذ

اقبل علی بن ابی طالبؓ علی بغلة رسول الله ﷺ فلما جاء الی قال تعوذ بالله یا جندب من شر السخط فجئت اسعی الیه ونزل فقام یصلی اذ اقبل رجل فقال یا امیر المؤمنین ألك حاجة فی القوم قال وما ذالك قال قطعوا النهر فذهبوا قال ما قطعوه قلت سبحان الله ثم جاء آخر فقال قد قطعوا النهر فذهبوا قال ماقطعوه قال سبحان الله ث م جآء آخر قدقطعوا النهر فنبهوا قال ما قطعوہ ثم جآء آخر فقال قد قطعو النهر فنهبوا قال علی ما قطعوه ولا یقطعوه ولیقتلن دونه عهد من الله ورسوله ثم رکب فقال لی یا جندب اما انا فابعث الیهم رجلا یقرء المصحف یدعو الی کتاب ربهم وسنة نبیهم فلا یقبل علینا بوجهه حتی یرشقوه بالنبل یا جندب اما انه لا یقتل منا عشرة ولا ینجو منهم عشرة ثم قال من یأ خذ هذا المصحف فیمشی به الی هولاء القوم فیدعوهم الی کتاب الله وسنة نبیهم وهو مقتول وله الجنة فلم یجبه الاشاب من بنی عامر بن صعصعة فقال له علی خذ هذا فأخذ المصحف اما انك مقتول ولست مقبلا علینا بوجهك حتی یرشقوك بالنبل فخرج الشاب بالمصحف الی القوم فلما دنا منهم حیث یسمعوا قاموا ونشبوا الفتی قبل ان یرجع فرماه انسان فاقبل علینا بوجهه فقعد فقال علی دونکم القوم قال جندب فقتلت بکفی هذه ثمانیة قبل ان اصلی الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة کما قال۔ طس کذا فی کنزالعمال(۹)۔

ترجمہ: روایت ہے جندبؓ سے کہ جب خوارج علیحدہ ہوگئے علی رضی اللہ عنہ انکی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو ایک شور قرآن شریف پڑھنے کا سنا گیا اور حالت انکی یہ کہ تہمد بندھے ہوئے اور ٹوپیاں اوڑھے ہوئے یعنی کمال درجہ کے زاہد وعابد نظر آتے تھے انکا یہ حال دیکھنے سے تو انکا قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا اور ایک طرف نیزہ گاڑھ کر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دیا اور گھوڑے سے اتر کر نیزہ کی طرف نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اس میں یہ دعا کی کہ الٰہی اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری اطاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو۔ ہنوز اس سے فارغ ہوا نہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: اے جندب شر نارضامندی سے پناہ مانگو میں یہ سنتے ہی ان کی طرف دوڑا اور وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا: یا امیر المؤمنین کیا آپ کو ان لوگوں سے کچھ حاجت ہے۔ فرمایا: کیا بات، کہا: وہ سب نہر سے پار ہوگئے یعنی اب انکا تعقب مشکل ہے فرمایا: پار نہیں ہوئے میں نے کہا: سبحان اللہ۔ پھر دوسرا شخص آیا اور کہا کہ وہ لوگ نہر کے پار اتر گئے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے کہا سبحان اللہ۔ پھر تیسرا شخص آیا ویسا ہی کہا اور وہی جواب پایا پھر چوتھا شخص آیا اور وہی کہا فرمایا: نہ وہ پار اترے اور نہ اتریں گے اسی طرف سب قتل کئے جائیں گے۔ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے یہ بات ٹھیری ہوئی ہے۔ پھر سوار ہوئے اور فرمایا: اے جندب میں ایک شخص کو ان کی طرف بھیجتا ہوں جو قرآن پڑھ کے ان کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف بلائے دیکھ لینا کہ وہ شخص ہماری طرف متوجہ ہونے نہ پائے گا کہ اس کو تیروں سے مارلیں گے۔ اب جندب ہم میں سے دس شخص نہ مارے

جائیں گے اوران میں سے دس آدمی نہ بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے کہ یہ مصحف اس قوم کی طرف لیجائے اور ان کو اللہ تعالی کی کتاب اوران کے نبی علیہ کی سنت کی طرف بلائے اور مارا جائے پھرا سکے لئے جنت ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا سوائے ایک جوان کے جو بنی عامر سے تھا فرمایا کہ یہ مصحف لیجاؤ اورتم لوٹ کے نہ آ ؤ گے۔ وہ جوان قرآن لیکران کی طرف روانہ ہوا جب ایسے موقع پر پہنچا کہ اس کی آواز ان تک پہنچے لگی وہ لوگ کھڑے ہوگئے اور تیر مارنا شروع کیا۔

قبل اس کے کہ وہ لوٹے اک شخص کا تیراس کو لگا وہ جوان تیر کے لگتے ہی ہمارے لشکر کی طرف منہ کیا اور بیٹھ گیا اس وقت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ اب اس قوم کو لو۔ جندبؓ کہتے ہیں کہ میں نے قبل نماز ظہر اس ہاتھ سے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اوران کے دس آدمی نہ بچے روایت کیا اس کو طبرانی نے انتہی ۔

دیکھئے جندب رضی اللہ عنہ پر ان کے زہد و عبادت کا کس قدر اثر پڑا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کو تردد ہوگیا تھا۔ اگر وہ تمام پیشن گوئیاں علی کرم اللہ وجہہ کی وقوع میں نہ آتیں تو معلوم نہیں کہ ملال اس کا کیوں کر رفع ہوتا۔ باوجود اسکے قتل کے بعد پھر ان کے حالات کا سب کو خیال آیا اور یہ فکر ہوئی کہ کہیں بہترین آدمی ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہوئے ہوں اوراس فکر نے یہاں تک اثر ڈالا کہ سب کے سب رونے لگے۔

کما فی کنزالعمال عن طارق بن زیاد قال خرجنا مع علی الی الخوارج فقتلهم قال اطلبوا فان نبی الله صلی الله علیه وسلم قال انه یخرج قوم یتکلمون بکلمة الحق لایجاوز حلوقهم یخرجون من الحق کما یخرج السهم من الرمیة سیما هم ان فیهم رجلا اسود مخرج فی یده شعرات سود فانظروا ان کان هو فقد قتلتم شر الناس وان لم یکن فقد قتلتم خیر الناس فبکینا فقال اطلبوا فطلبنا فوجدنا المخرج فخررنا سجوداو خر علیؓ معنا۔ الدورتی وابن جریر۔(۱۰)

ترجمہ: روایت ہے طارق بن زیاد سے کہ نکلے ہم علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خوارج کی طرف اوران کو قتل کیا پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ ایک قوم نکلے گی جنکی بات حق ہوگی لیکن انکے حلق کے نیچے وہ بات نہ اترے گی نکل جائیں گے وہ لوگ حق سے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ علامت انکی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص ہوگا اور اس پر سیاہ بال ہوں گے اس کو ڈھونڈ و اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے سب آدمیوں سے بدتر لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھو کہ سب سے اچھے لوگوں کو تم نے قتل کیا۔ یہ سنکر سخت پریشانی ہوئی اور سب رونے لگے فرمایا ڈھونڈ وتو سہی جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی تمام اہل لشکر مارے خوشی کے سجدہ شکر میں گرے اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے ساتھ سجدہ شکر بجالایا۔ انتہی ۔

اب خیال کرنا چاہئے کہ اس قوم کا تقوی اور تورع اور عبادت وزہد کس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ بعد قتل کے ان حضرات کو اس قدر خوف ہوا ورنہ یہی حضرات لشکر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برابر قتل کرتے رہے جن میں ہزار ہا صحابہ وتابعین شریک تھے پھر کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ ان کے قتل میں ایسے متردد ہوئے ہوں اس قوم کی عبادت کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباسؓ کے سے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد میں نے

کبھی نہیں دیکھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں مصرح ہے جس کو امام نسائیؒ نے خصائص علی کرم اللہ وجہہ میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ عن ابی زمیل سماك الحنفی قال حدثنا عبدالله بن عباس رضی الله عنهما قال لما خرجت الحرورية اجتمعوا فی دار وهم ستة آلاف اتيت عليا فقلت يا امير المؤمنين ابرد بالظهر لعلی آتی هولاء القوم فاكلمهم قال انی اخاف عليك قلت كلا قال فخرجت اليهم ولبست احسن ما يكون من حلل اليمن قال ابوزميل كان ابن عباس جميلا جهيرا قال ابن عباس فاتيتهم وهم مجتمعون فی دارهم قائلون فسلمت عليهم فقالوا مرحبابك يا ابن عباسؓ فما هذه الحلة قال قلت ما تعيبون علی لقد رأيت علی رسول الله صلی الله عليه وسلم احسن ما يكون من الحلل ونزلت (قل من حرم زينة الله التی اخرج لعباده والطيبات من الرزق) قالوا فما حالك قلت اتيتكم من عند صحابة النبی صلی الله عليه اٰلهٖ وسلم من المهاجرين والانصار لابلغكم ما يقولون وتخبرون بما يقولون فعليهم نزل القرآن وهم اعلم بمايوحی منكم وفيهم انزل وليس فيكم منهم احد فقال بعضهم لا تخاصمو قريشا فان الله تعالی يقول بل هم قوم خصمون قال ابن عباس واتيت قوما لم أر قوما قط اشد اجتهاد منهم منهمة وجوههم من السهر كان ايديهم وركبهم تثني عليهم قمص مرحضة فقال بعضهم لنكلمنه ولننظرن ما يقول قلت اخبرونی ما ذا نقمتم علی ابن عم رسول الله ﷺ وصهره والمهاجرين والانصار قالوا ثلثا قلت ما هن قالوا اما احداهن فانه حكم الرجال فی امرالله تعالی وقال الله تعالی (ان الحكم الا لله) وما للرجل وما للحكم فقلت هذه واحدة قالوا واما الاخرى فانه قاتل ولم يسب ولم يغنم فلئن كان الذی قاتل كفارا لقد حل سببهم وغنيمتهم ولئن كانوا مؤمنين ما حل قتالهم قلت هذه ثنتان فما الثالثة قالوا انه محی اسمه من امير المؤمنين فهو امير الكافرين قلت اعندكم سوی هذا قالوا حسبنا هذا فقلت لهم ارأيتم ان قرأت عليكم من كتاب الله ومن سنة نبيه صلی الله عليه وسلم ما يرد به قولكم اترضون قالوا نعم فقلت اما قولكم حكم الرجال فی امر الله تعالی فانا اقرا عليكم ما قد رد حكمه الی الرجال فی ثمن ربع درهم فی ارنب ونحوها من الصيد فقال (يا ايها الذين آمنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم الی قوله تعالی يحكم به ذوا عدل منكم) فنشدتكم الله احكم الرجال فی ارنب ونحوها من الصيد افضل ام حكمهم فی دمائهم وصلاح ذات بينهم وان تعلموا ان الله تعالی لو شاء لحكم ولم يصر ذلك الی الرجال وفی المرأة وزوجها قال الله عزوجل (وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما) فجعل الله تعالی حكم الرجال سنة مامونة اخرجت عن هذه قالوا نعم قلت واما قولكم قاتل ولم

يسب ولم يغنم اتسبون امكم عائشة رضى الله عنها ثم تستحلون منها ما يستحل من غيرها فلئن فعلتم فقد كفرتم وهى امكم وان قلتم ليست بامنا لقد كفرتم ان الله تعالى يقول (النبى اولى بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهاتهم) فانتم تدورون بين ضلالتين ايهما صرتم اليها صرتم الى ضلالة فنظر بعضهم الى بعض قلت اخرجت من هذه قالوا نعم قلت اما قولكم محى اسمه من امير المؤمنين فانا انبئكم بمن ترضون وأريكم قد سمعتم ان النبى صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية كاتب سهل بن عمرو وابا سفيان بن حرب فقال رسول الله ﷺ لامير المؤمنين اكتب يا على هذا ما اصطلح عليه محمد رسول الله ﷺ فقال المشركون لا والله ما نعلم انك رسول الله لو نعلم انك رسول الله ما قاتلناك فقال رسول الله ﷺ اللهم انك تعلم انى رسول الله ﷺ انك تعلم انى رسول الله اكتب يا على هذا ما اصطلح عليه محمد بن عبدالله فوالله لرسول الله خير من على وما اخرجه من النبوة حين محى نفسه قال عبدالله بن عباس فرجع من القوم الفان وقتل سائرهم على ضلالة۔ انتهى قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم (۱۱)۔

ترجمہ: روایت ہے ابوزمیل سماک حنفی سے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب نکلے حروریہ اور جمع ہوئے چھ ہزار شخص اپنے مقام میں، میں نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ یا امیر المؤمنین نماز ظہر میں کسی قدر توقف کیجئے میں چاہتا ہوں کہ اس قوم میں جاؤں اور ان سے کچھ گفتگو کروں۔ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ تمہیں کہیں ضرر نہ پہنچائیں میں نے کہا: کچھ خوف نہ کیجئے پھر میں عمدہ حلہ یمنی پہنکر نکلا ابوزمیل کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور بلند آواز تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں اس قوم میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے اور ان پر سلام کیا انہوں نے اس کے جواب میں کہا مرحبا اے ابن عباس اور یہ حلہ کیسا؟ میں نے کہا: مجھ پر کیا عیب دھرتے ہو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے عمدہ سے عمدہ حلہ دیکھا ہے اور یہ آیت قرآن شریف میں موجود ہے۔ قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده والطيبات من الرزق (۱۲) یعنی کہئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اپنے بندوں کے لئے پھر میں نے کہا کہ نبی ﷺ کے صحابہ کے پاس سے جن میں مہاجرین و انصار موجود ہیں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں ان کے اقوال پہنچادوں وہ لوگ وہ ہیں جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ تم سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں انہیں کے معاملات میں قرآن نازل ہوا اور ان میں سے تم میں کوئی نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو بعضوں نے کہا: قریش سے مباحثہ مت کرو کیونکہ حق تعالی ان کی شان میں فرماتا ہے۔ هم قوم خصمون (۱۳) (ترجمہ: یعنی وہ لوگ جھگڑنے والے ہیں) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ایسی قوم میں گیا کہ عبادت میں کوشش کرنے والے ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا تھا چہرے ان کے زیادہ جگنے سے سوکھے سوکھے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ٹیڑھے ہیں سفید کپڑے پہنے ہوئے غرض بعضوں نے مباحثہ سے انکار کیا اور بعضوں نے کہا کہ ہم مباحثہ کرتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں میں نے کہا یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ

ﷺ کے ابن عم اور داماد میں اور مہاجرین وانصار میں تم نے کیا عیب دیکھا ہے؟ کہا: تین عیب، میں نے کہا: وہ کیا؟ کہا ایک تو یہ کہ انہوں نے اللہ کے کام میں لوگوں کو حکم بنایا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ان الحکم الا للہ (۱۴) یعنی نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے آدمی کو حکم سے کیا علاقہ۔ کہا دوسرا یہ کہ انہوں نے جنگ کیا پھر نہ ان لوگوں کو قید کیا نہ ان کا مال لوٹا، اگر وہ لوگ کافر تھے تو ان کا مال حلال اور غنیمت تھا اور اگر مسلمان تھے تو ان کے ساتھ لڑنا ہی درست نہ تھا۔ کہا میں نے دو ہوئے تیسری بات کیا ہے کہا انہوں نے اپنے نام سے لفظ امیر المؤمنین کو مٹا دیا تو اب وہ امیر الکافرین ہیں۔ میں نے کہا: اس کے سوائے بھی کچھ اور الزامات ہیں۔ کہا بس یہی ہیں۔ میں نے کہا: اگر ان اعتراضات کے جواب میں قرآن کی آیتیں اور نبی ﷺ کی حدیثیں پڑھوں تو کیا تم راضی ہوگے؟ کہا: ہاں، میں نے کہا کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالی کے امر میں انہوں نے آدمیوں کو حکم بنایا سو یہ آیت سنو کہ حق تعالی نے ربع درہم کے معاملہ کو آدمیوں کی رائے پر رکھا یعنی محرم اگر خرگوش برابر جانور کو شکار کرے تو اس کی جزا میں جس کا اندازہ ربع درہم ہوگا دو شخص عدل کے حکم کی ضرورت ہے۔

کما قال اللہ تعالی، یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقتلو الصید وانتم حرم الی قولہ تعالی یحکم بہ ذوا عدل منکم (۱۵)۔

اب میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ آدمیوں کا حکم ہونا خرگوش کے باب میں افضل ہے یا مسلمانوں کے خون اور ان کے اصلاح کے معاملہ میں۔ اور تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالی چاہتا تو اس معاملہ میں خود ہی حکم فرماتا اور اسی طرح عورت اور مرد کے مقدمہ میں حکم بنانے کی اجازت اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہے۔ قال تعالی: وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما (۱۶)۔ ترجمہ: اور اگر تم کو میاں بیوی کی باہمی مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو اگر وہ صلح کرا دینی چاہیں تو اللہ تعالی ان میں باہم موافقت پیدا کریگا)۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمیوں کو حکم بنانا سنت جاریہ ہے کیا اس اعتراض کا جواب ہوگیا؟ کہا: ہاں، پھر میں نے کہا: تم جو کہتے ہو کہ انہوں نے جنگ کیا مگر کسی کو قیدی نہ بنایا اور نہ غنیمت لی سو میں پوچھتا ہوں کیا تم اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنالو گے اور ان سے حلال سمجھو گے جو اوروں سے حلال سمجھتے ہو؟ اگر اس کے قائل ہوئے تو کافر ہوگئے کیونکہ وہ تمہاری ماں ہیں۔ اور اگر تم نے کہا کہ ماں نہیں ہیں تب بھی کافر ہوگئے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے۔ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم (پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بی بیاں ان کی مائیں ہیں)

اس صورت میں تم دو گمراہیوں میں سرگرداں رہو گے جس کو اختیار کیا گمراہ ہوئے یہ سنتے ہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: اس اعتراض کا بھی جواب ہوگیا؟ کہا: ہاں، پھر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ لفظ امیر المؤمنین کو مٹا دیا سو میں ان کے حال سے خبر دیتا ہوں۔ جس سے تم راضی ہو جاؤ گے اور میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بھی سنا ہوگا کہ جب حدیبیہ کے روز نبی ﷺ نے سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب کے ساتھ مصالحت کی اور صلح نامہ امیر المؤمنین کے ہاتھ لکھوایا۔ فرمایا: اے علی! لکھو ھذا ما اصطلح علیہ محمد

رسول اللہ۔ ان لوگوں نے کہا یہ نہ ہوگا۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ورنہ جنگ ہی نہ کرتے حضرت ﷺ نے فرمایا: یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں۔ لکھو اے علی: ھذا ما اصطلح علیه محمد بن عبداللہ۔ خدا کی قسم آپ ﷺ بہتر ہیں علی سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظ رسول اللہ کو مٹانے سے رسالت سے ہرگز نہیں نکلے۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ تقریر سنکر دو ہزار شخصوں نے توبہ کی اور باقی اسی گمراہی پر مارے گئے۔ انتہی۔

اس حدیث سے ان کے عبادات اور خیالات کا حال معلوم ہوا احتیاط کا یہ حال تھا کہ بات بات پر قرآن وحدیث سے دلیل طلب کی جاتی تھی اور رائے سے بالکل احتراز تھا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن علی بن ابی ربیعة قال: سمعت علیاً علی المنبر واتاه رجل فقال یا امیر المؤمنین ما لی اراك تستحل الناس استحالة الرجل ابله أبعهد من رسول اللہ ﷺ او شیئا رأیته قال واللہ ما کذبت ولا کذبت ولا ضللت ولا ضل بی بل عهد من رسول اللہ ﷺ عهده الی وقد خاب من افتری عهد الی النبی ﷺ ان اقاتل الناکثین و القاسطین والمارقین۔ البزارع کذا فی کنزالعمال (۱۷)۔ ترجمہ: روایت ہے علی ابن ابی ربیعہ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ آدمیوں کی خونریزی ایسی حلال سمجھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنے اونٹوں کو ذبح کرتا ہے کیا کوئی وصیت آنحضرت ﷺ کی اس بات میں آپ کو ہوئی ہے یا آپ اپنی رائے سے یہ کام کرتے ہو فرمایا: قسم ہے اللہ کی کہ نہ میں نے جھوٹ کہا نہ مجھ کو جھوٹی خبر دی گئی اور نہ گمراہ ہوا نہ گمراہ کیا گیا اور بے نصیب ہے جو افترا کرے۔ نبی ﷺ نے مجھ کو وصیت کی کہ جو لوگ عہد شکنی کریں اور حق بات سے عدول کریں اور خروج کریں تو ان کے ساتھ جنگ کروں۔ انتہی۔ اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہے۔

عن الحسن قال لما قدم علی البصرة فی امر طلحة واصحابه قام عبداللہ بن الکوا و ابن عباد فقالا: یا امیر المؤمنین اخبرنا عن مسیرك هذا أوصية اوصاك بها رسول اللہ ﷺ ام عهد عهده ام رأی رأيته۔ الحدیث رواه بن راهویه وصحح، کذا فی کنز العمال (۱۸)۔ ترجمہ: روایت ہے حسن بصریؒ سے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے بارہ میں بصرہ کو تشریف لائے عبداللہ بن کوا اور ابن عباد کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین خبر دیجئے کہ یہ آپ کا جانا کیسا ہے کیا آنحضرت ﷺ نے وصیت کی ہے یا اقرار لیا ہے یا صرف آپ کی رائے ہے۔ انتہی۔

مقصود یہ کہ اگر رائے ہو تو ہم اتباع نہ کریں گے۔ ان لوگوں کو رائے سے کچھ ایسا احتراز تھا کہ اس کو بالکل بیکار ہی کر دیا تھا اسی وجہ سے بھانجے اور بھتیجوں کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز رکھتے تھے اس لئے کہ قرآن شریف میں صرف لڑکیوں اور بھانجیوں بھتیجیوں کی حرمت کا ذکر ہے ان کی اولاد کا ذکر نہیں یہ بات عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھی ہے (۱۹) اور قرآن شریف پر عمل کرنے میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ جب تک نص قطعی سے کوئی بات ثابت نہ ہو کسی کی نہ مانیں یہاں تک کہ زانی کے رجم کے قائل نہ تھے اور نہ اس حد قذف کے قائل تھے جو محصن مرد کو کوئی گالی دے اس لئے کہ ان دونوں

مسئلوں کا حکم صرف حدیث سے ثابت ہے۔ صراحۃً قرآن شریف میں مذکور نہیں۔ کذا فی الملل والنحل (۲۰)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ بات بات پر قرآن سے دلیل طلب کرتے ہیں تو تنگ ہوکر ایک بار قرآن منگوایا اور کہنے لگے اے قرآن ان لوگوں سے تو ہی بات کر۔ کما روی عن عبداللہ بن عیاض بن عمرو الفارسی قال جاء عبداللہ بن شداد فدخل علی عائشۃؓ ونحن عندھا جلوس مرجعہ من العراق لیالی قتل علیؓ فقالت لہ یا عبداللہ بن شداد ھل انت صادق عما اسالک عنہ حدثنی عن ھولاء القوم الذین قتلھم علیؓ قال ان علیا لماکاتب معاویۃ وحکم الحکمین علیہ خرج علیہ ثمانیۃ الاف من قراء الناس فنزلوا ارضا یقال لھا حرور امن اجانب الکوفۃ وانھم عتبوا علیہ فقالوا انسلخت من قمیص البسک اللہ واسم سماک اللہ بہ ثم انطلقت فحکمت فی دین اللہ ولا حکم الا للہ فلما بلغ علیا ما عتبوا علیہ وفارقوہ امر موذنا فاذن لا یدخل علی امیر المؤمنین الا رجل قد حمل القرآن فلما ان امتلات الدار من قراء الناس دعا بمصحف امام عظیم فوضعہ بین یدیہ فجعل یصکہ بیدہ ویقول ایھا المصحف حدث الناس فقالوا یا امیر المؤمنین مانسأل عنہ فانما ھو مداد فی ورق ونحن نتکلم بما روینا منہ فما ترید قال اصحابکم ھولاء الذین خرجوا بینی وبینھم کتاب اللہ۔ الحدیث حم والعدنی ع ک کرص کذا فی کنزالعمال

(۲۱)۔ ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن عیاض سے کہ ایک بار عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے عائشہؓ ان سے پوچھیں۔ اے عبداللہ! سچ بتاؤ کہ علی رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو قتل کیا ان کا حال کیا تھا؟ کہا: جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے صلح نامہ لکھا اور دو شخصوں کو حکم قرار دیا آٹھ ہزار قاری قرآن علیحدہ ہوگئے اور حرورا میں جو ایک مقام ہے کوفہ کے گرد ونواح میں جا ٹھیرے اور علیؓ پر الزام لگایا کہ جو قمیص اللہ نے تمہیں پہنایا تھا اس کو تم نے نکال دیا اور جو لقب کہ اللہ کی طرف سے تمہیں ملا تھا اس کو تم نے مٹا دیا اور اپنے ہاتھ سے آپ ہی معزول ہوگئے۔ اور اللہ کے دین میں تم نے حکم بنایا حالانکہ حکم خاص اللہ کے لئے ہے۔ علیؓ نے یہ سن کر اعلان دیا کہ جو شخص امیر المؤمنین کے پاس آئے قرآن ساتھ لیتے آئے جب دارالحکومت قاریوں سے بھر گیا مصحف امام کو منگوا کر روبرو رکھا اور اس کو مار مار کہنے لگے اے مصحف ان لوگوں سے بات کر انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم قرآن سے نہیں پوچھتے وہ تو سیاہی ہے کاغذوں میں۔ ہم اس میں کلام کرتے ہیں جو ہم سے بیان کیا گیا ہے آپ چاہتے کیا ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ تمہارے ساتھ والے جو علیحدہ ہوگئے ہیں۔ ان کے اور میرے بیچ میں کتاب اللہ ہے۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور عدنی اور ابویعلی اور حاکم اور ابن عسا کرنے۔ انتہی۔

قیاس کرنا چاہئے ان لوگوں نے دلائل پوچھ پوچھ کر حضرت علیؓ کو کس قدر دق کیا ہوگا کہ یہ حرکت ان سے صادر ہوئی۔ اور تنزیہ جناب باری میں ان لوگوں کو اس بلا کا احتیاط تھا کہ سورہ یوسف کو قرآن شریف سے اس لحاظ سے خارج کردیا کہ خدائے تعالی کی شان سے بعید ہے کہ عشق کا قصہ بیان کرے (۲۲) اور عمل میں ان کو اس قدر اہتمام تھا

کہ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار اور صغیرہ پر اصرار کرنے والوں کو مشرک کہتے تھے (۲۳) صاحب ملل ونحل نے انکا قول نقل کیا ہے (۲۴) کہ نماز کو ترک کرنیوالا کافر ہے نہ اس وجہ سے کہ نماز کو ترک کیا بلکہ اس وجہ سے کہ حق تعالی کو نہیں جانا کیونکہ اگر جانتا اور اعتقاد رکھتا کہ حق تعالی تمام احوال پر مطلع اور طاعت پر جزا اور معصیت پر سزا دینے والا ہے تو اس گناہ پر جرأت نہ کرتا اس جرأت سے معلوم ہوا کہ اس نے جانا ہی نہیں اور اگر جانا ہے تو تکلیف کی کچھ پروانہ کی۔ اس باب میں تارک الصلاۃ اور ہر مرتکب کبیرہ کافر ہونے میں برابر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس صرف کبیرہ کے مرتکب ہونے سے کافر ہوا کہ باوجود حکم کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ورنہ اس کی توحید میں کسی قسم کا شک نہیں (۲۵) اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھ لینا یا چھوٹی جھوٹ کہنا صغیرہ ہے اور جب اس پر اصرار ہو تو شرک ہو جاتا ہے۔ (۲۶)

خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن لوگوں نے یہ اصول مان لئے ہوں گے ان کے اعمال کا کیا حال ہوگا۔ جتنے ذریعے نجات کے آدمی خیال کرسکتا ہے وہاں سب منقطع ہیں۔ دوزخ ہر وقت پیش نظر ہے کہ جہاں امر الٰہی کے امتثال میں سستی ہوئی یا کوئی حرام فعل صادر ہو گیا قطعا دوزخی بن گئے اب نہ کسی کی شفاعت سے کام چلتا ہے نہ خدائے تعالی کی رحمت کی امید ہے کیونکہ کفار کا رحمت الٰہی سے مایوس ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اس خیال شبانہ روزی نے ان کے چہروں پر کیسا رنگ خضوع جمایا ہوگا۔ اور اعضاء پر کیسی کیفیت انکسار طاری ہوگی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے کہا: ان کی سی حالت کسی قوم کی میں نے نہیں دیکھی اور ظاہر بھی یہی ہے اس لئے صحابہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے اور خدا تعالی کی رحمت کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ صرف عمل سے کبھی نجات نہیں مل سکتی پھر ان حضرات پر انکی سی مصیبت ہی کیوں آتی جو ویسی حالت بنتی۔ غرض کہ توحید عبادت زہد وتقوی وغیرہ وغیرہ امور جن کا حال بتفصیل معلوم ہوا ان لوگوں میں نہایت درجہ بڑے ہوئے تھے۔ اگر یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ ہوتے تو بادی النظر میں اولیاء اللہ سمجھے جاتے۔ اور ان کے مخالف کو نہیں معلوم لوگ کیا سمجھتے۔

مگر الحمد للہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کارروائیوں اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے تمامی اہل اسلام پر ان کی قلعی کھل گئی اور بے دین اور دوزخی ہونا ان کا ثابت ہو گیا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ کونسی بات تھی جس نے باوجود ان اوصاف کمال کے ان پر بے دینی کا حکم صادر کردیا اصل منشا اگر دیکھا جائے تو صرف بے باکی اور بے ادبی ان کی پیش نظر ہو جائے گی جس سے پہلی خرابی یہ ہوئی کہ بزرگان دین کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں تقلید کی صلاحیت نہ رہی اور ہمسری کا دعوی کر کے خود مجتہد بن بیٹھے۔ حضرت علیؓ کے قول کا جب ان کے نزدیک کچھ اعتبار نہ تھا اور ہر بات میں ان سے دلیل طلب کرتے تھے تو اور کسی بزرگ کے قول کو وہ کب مانتے تھے حالانکہ علیؓ کا قول وفعل خود واجب القبول اور بجائے خود دلیل تھا آخر یہی ترک تقلید جس کو انہوں نے تحقیق سمجھا تھا عین مادہ گمراہی ہوا دیکھ لیجئے جب مسئلہ حکم ان کے سمجھ میں آیا تب بھی تقلید نہ کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شرک وکفر کا الزام لگا دیا اور خود کافر بنے نعوذ باللہ من ذلک اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور بے ادبی ہوگی کہ کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کی انہوں نے تکفیر کی جس کا حال معلوم ہوگا اور مخبر صادق کی بشارتوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ ملل ونحل میں لکھا ہے (۲۷)

زیاد بن امیہ نے عروہ ابن اوبیہ سے جو خارجی تھا پوچھا کہ

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا کیا حال تھا؟ کہا: اچھے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا: ابتدا میں چھ سال تک ان کو میں بہت دوست رکھتا تھا پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں ان سے علیحدہ ہوگیا۔ اس لئے کہ وہ آخر میں نعوذ باللہ کافر ہوگئے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے جب حکم بنایا نعوذ باللہ کافر ہوگئے اسلئے ان سے بھی علیحدہ ہوگیا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو ان کو ایک سخت گالی دی۔ پھر زیاد بن امیہ نے اپنا حال پوچھا کہا: تمہارا اول حال زینت تھا اور آخر گزندگی اور دونوں حالتوں کے بیچ میں تم اپنے رب کے نافرمان ہو زیاد نے اسکی گردن مارنے کا حکم دیا وار اسکے غلام کو بلا کر کہا کہ اسکا مختصر سا حال بیان کر۔ کہا: جب میں اسکے پاس کھانا لیجاتا یا بچھونا کرنے کو جاتا غرض ہر حال میں یہی اعتقاد اور اجتہاد اس کا دیکھتا تھا۔ لکھا ہے (۲۸) کہ طلحہ، زبیر، عائشہ، عبداللہ بن زبیر اور تمام اہل اسلام جو ان کے ساتھ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین سب کی تکفیر کیا کرتے اور سب کو مخلد فی النار کہتے تھے نعوذ باللہ من ذلک۔ اور ان کا یہ بھی قول تھا (۲۹) کہ جائز ہے کہ حق تعالی ایک ایسا نبی بھیجے کہ بعد نبوت کے کافر ہوجائے یا قبل نبوت کے کافر رہا ہو اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا (۳۰) کہ حق تعالی عجم میں ایک نئی ملت صابیہ سے پیدا کریگا اور اس پر ایک کتاب وقت واحد میں نازل ہوگی جو آسمان پر لکھی جاچکی ہے اور وہ حضرت محمد مصطفے ﷺ کی شریعت کو چھوڑ دے گا۔ ملل ونحل میں سوائے اسکے اور کئی اعتقاد ان کے نقل کئے ہیں بخوف تطویل اسی پر اکتفا کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسر شان نبوت بھی انکو مقصود تھی چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن ابی یحیی قال سمع رجلا من الخوارج وهو يصلى صلوة الفجر يقول ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك لئن اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين قال فترك سورته التى كانت فيها قال وقرأ فاصبر ان وعدالله حق ولا يستخفنك الذين لا يوقنون۔ (۳۱) روایت ہے ابی یحییٰ سے کہ ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی۔ ولقد اوحی الیک (۳۲) یعنی آپ کی طرف اور اگلے نبیوں کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر شرک کروگے تم تو تمہارے عمل اکارت ہوجائیں گے اور بنوگے تم نقصان پانے والوں میں سے۔ انتہی

پھر اس سورہ کو چھوڑ کر دوسرے سورہ کی یہ آیت پڑھی۔ فاصبر ان وعدالله حق (۳۳) یعنی صبر کرو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نہ ہلکا کریں آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے اس قسم کی آیتیں چن چن کے پڑھنے سے مقصود اس شخص کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ عظمت آنحضرت ﷺ کی لوگوں کے دلوں سے کم ہوجائے کیونکہ اگر اسکو قراءت ہی مقصود ہوتی تو مرتب آیتیں پڑھتا راوی کو بھی حیرت ہوئی پھر وہ سمجھ گئے کہ یہ بات مسلمان سے ہو نہیں سکتی بعد تحقیق کے پہلے تصریح اس امر کی کردی کہ وہ شخص خارجی تھا پھر وہ قصہ بیان کیا اگر اس شخص کی برائی بیان کرنا راوی کو مقصود نہ ہوتا تو اس قصہ کے بیان کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ قرآن ہر شخص نماز میں پڑھتا ہے۔ ان تمام احادیث وغیرہ سے اس قوم کا طریقہ اور طرز رفتار معلوم ہوگیا کہ جب اپنی سمجھ کے کوئی بات خلاف پائے اس پر اعتراض کر بیٹھے اور ادب کو پاس آنے نہ دیتے۔ توحید کی حفاظت اور شرک وبدعت کے مٹانے کو اپنا فرض منصبی ٹھہرایا تھا۔ پھر اس ٹٹی کے آڑ میں ہزارہا مسلمانوں کی تکفیر کردی جو آیتیں کفار کی

شان میں نازل ہوئیں مسلمانوں کو ان کا مصداق بنایا جیسا کہ۔ ھم قوم خصمون (۳۴) کو جو کفار قریش کی شان میں ہے صحابہ کے مقابل پڑھ دیا۔ آنحضرت ﷺ کی تنقیص شان کی آیتیں ڈھونڈھا کرتے وغیر ذلک۔

الحاصل گستاخیوں اور بے ادبیوں میں وہ لوگ ہر زمانہ کے بے ادبوں کے پیشوا اور مقتدا تھے۔ جس مسئلہ و مقام میں انہوں نے کچھ کلام کیا ان کے پیرووں میں وہ مسئلہ معرکتہ الآرا بنا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا پھر ان بے دینیوں پر ان کو اتنا وثوق تھا کہ اپنے مخالفوں کو کافر اور ان کے مال کو غنیمت سمجھے تھے کما فی الملل والنحل (۳۵) ظاہرا اس بات پر وہ لوگ دلیل بھی رکھتے تھے کہ نہ ان کا سا کوئی عابد و زاہد اس وقت تھا نہ صاف صاف کہنے والا۔ دینی امور میں کسی کی رعایت نہیں خواہ ولی ہو یا صحابی یا نبی جہاں خلاف بات دیکھی فوراً کہہ دیا۔

ہر چند یہ دلیل ظاہراً قوی معلوم ہوتی ہے مگر انجام کار کے معلوم ہونے سے ہمیں تو یقین ہوگیا کہ واقع میں وہ دلیل بالکل باطل اور سیدھی دوزخ میں لیجانی والی تھی اب ان کے انجام کار کا حال سنئے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن سعید بن جهمان قال كانت الخوارج قد دعونی حتی كدت ان ادخل فيهم فرأيت أخت ابی بلال فی المنام كانها رأت ابا بلال قالت فقلت يا اخی ما شانك قال فقال جعلنا بعدكم كلاب اهل النار (۳۶)۔

روایت ہے سعید بن جهمان سے وہ کہتے ہیں کہ خوارج مجھے اپنے طرف بلاتے اور ترغیب دیتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں ان میں مل جاؤں ایک رات ابی بلال کی بہن کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہا کہ ہم لوگ تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنائے گئے۔ انتہی

یہ خواب تصدیق اس حدیث شریف کی ہے جو کنز العمال میں ہے۔ عن ابی غالب قال كنت فی مسجد دمشق فجاؤا بسبعين راسا من رؤس الحرورية فنصبت علی درج المسجد فجاء ابو امامة فنظر اليهم فقال كلاب جهنم شر قتلی قتلوا تحت ظل السماء ومن قتلوا خير قتلی تحت ظل السماء وبكی و قال يا ابا غالب تقرء آل عمران ؟ قلت نعم قال (منه آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَامَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ تعالی (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَامَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوْا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ)۔ قلت يا ابا امامة انی رأيتك تهريق عبرتك قال نعم رحمة لهم انهم كانوا من اهل الاسلام قال افترقت بنو اسرائيل علی واحدة وسبعين فرقة وتزيد هذه الامة فرقة واحدة كلها فی النار الا السواد الاعظم عليهم ما حملوو عليكم ما حملتم وان تطيعوه تهتدوا ، السمع والطاعة خير من الفرقة والمعصية فقال له رجل يا ابا امامة امن رأيك تقول هذا ام شئ سمعته من رسول الله ﷺ قال انی اذا لجریء بل سمعته من رسول الله ﷺ غير مرة ولا مرتين ولا ثلثة حتی ذكر سبعا۔ ش وابن جرير (۳۷)۔

ترجمہ: روایت ہے ابو غالب سے کہ خارجیوں کے ستر سر دمشق میں مسجد کی سیڑیوں پر نصب کئے گئے ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے انکی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں اور بدتر ہیں تمام روئے زمین کے مقتولوں سے اور انکے قاتلوں سے جو شہید ہوئے وہ تمام روئے زمین کے مقتولوں سے بہتر ہیں پھر یہ آیتیں پڑھیں اور کہا کہ جتنے فرقہ سواد اعظم کے سوا ہیں سب دوزخی ہیں کسی نے کہا: اے ابوامامہ! یہ باتیں کیا آپ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا حضرت ﷺ سے سنی ہیں کہا: اگر میں اپنی رائے سے ایسی باتیں کہوں تو مجھ میں بڑی جراءت ہوگی یہ باتیں ایک دوبار نہیں سنیں سات بار سے زیادہ سنی ہیں روایت کیا اس کو ابن شیبہ اور ابن جریر نے۔ انتہی ملخصا

اور یہی روایت بادنی اختلاف مستدرک حاکم میں دو طریقوں سے مروی ہے ایک میں ان کا کلاب النار ہونا مصرح ہے۔ غرضکہ اس قوم کا دوزخی بلکہ دوزخ کے کتے ہونا آنحضرت ﷺ کے کئی بار کے ارشاد سے ثابت ہے اور تصدیق بھی اس خواب سے ہوگئی۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود ان فضائل کے دوزخ میں آدمی بھی نہیں کتے بنے اسکی کیا وجہ ہوگی۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں کتوں کی صفت غالب تھی کہ بزرگان کی شان میں زبان درازی کرنا اور ہر کسی پر بے باکانہ حملہ کرنا گویا ان کا شعار ہوگیا تھا۔ چونکہ یہ صفت راسخ تھی اس عالم میں اسکا یہ اثر ہوا کہ صورت ظاہری بھی اسکے تابع کر دی گئی نعوذ باللہ من ذلک اس قوم کی ایک ظاہر نکبت یہ تھی کہ جس کے دل میں انکی محبت آئی آثار برکت کے اس سے جاتے رہے چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ عن ابی الطفیل ان رجلا ولد له غلام علی عهد النبی ﷺ فدعا له واخذ ببشرة جبهته فقال بها هكذا وغمز جبهته ودعا له بالبركة قال فنبت شعرة فی جبهته كانها هلب فرس فشب الغلام فلما كان زمن الخوارج احبهم فسقطت الشعر عن جبهة فاخذ ابوه يقيده مخافة ان يلحق فيهم قال فدخلنا عليه فوعظناه وقلنا له فيما نقول الم تر ان بركة دعوة الرسول ﷺ قد وقعت من جبهك فما زلنا به حتى رجع عن رأيهم قال فرد الله اليه الشعرة بعد فی جبهة وتاب واصلح۔ كذا فی مصنف ابن ابی شيبة (۳۸)۔ ترجمہ: روایت ہے ابو الطفیل سے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا آنحضرت ﷺ نے اس کو دعا دی اور اسکی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دبایا۔ اثر اسکا یہ ہوا کہ پیشانی پر اسکی خاص طور پر بال اگے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے وہ لڑکا جوان ہوا اور خوارج کا زمانہ پہنچا اور ان سے اس کو محبت ہوئی ساتھ ہی وہ بال جو دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے اسکے باپ نے جو یہ حال دیکھا اسکو قید کر دیا کہ کہیں ان میں مل نہ جائے ابو الطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اسکے پاس گئے اور وعظ و نصیحت کی اور کہا دیکھو تم جوان لوگوں کی طرف مائل ہوئے رسول اللہ ﷺ کے دعا کی برکت تمہاری پیشانی سے جاتی رہی غرض جبتک وہ شخص انکی رائے سے رجوع نہ کیا ہم اسکے پاس سے ہٹے نہیں پھر جب انکی محبت اسکے دل سے جاتی رہی حق تعالی نے وہی نشانی دست مبارک کی اسکی پیشانی میں پھر پیدا کر دی پھر تو اس نے بالکلیہ انکے عقائد سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہوگیا۔ انتہی۔

اس حدیث سے کئی امور مستنبط اور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں آنحضرت ﷺ کا دست مبارک لگ گیا اس مقام کو ہمیشہ ایک خصوصیت اور برکت حاصل ہوگئی پھر کبھی تو حق تعالی نے اسکے آثار

ظاہر بھی فرمادیئے اور اگر کبھی ظاہر نہ فرمائے تو اس مقام میں برکت تو ضرور رکھی اسی وجہ سے بخاری شریف وغیرہ کتب صحاح سے ثابت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ حضرت ﷺ کے ماثر کو تلاش کرنے میں نہایت اہتمام کیا کرتے تھے انشاء اللہ تعالی کسی مقام میں یہ بحث بھی مفصل آجائیگی۔

دوسرا یہ کہ ان آثار کے ظہور کیلئے وہ مقامات خاص کئے جاتے تھے جو برگزیدہ ہوں پھر جہاں کسی قسم کی ان میں خرابی آگئی وہ آثار اور صلاحیت وہاں سے جاتی رہی تا کہ طالبان حق کو اس سے عبرت حاصل ہو تیسرا یہ کہ ان آثار کے اثر کے لئے بھی وہی لوگ خاص کئے جاتے تھے جو اہل حق ہوں یعنی اس برکت کے قابل اہل ایمان ہی ہوا کرتے تھے اہل باطل کو اس طرف توجہ نہ تھی۔

چوتھا یہ کہ جسکو حضرت ﷺ نے براہ شفقت دست مبارک لگا دیا عقائد باطلہ کا اثر اسکے دل میں ہونے نہ پایا دیکھ لیجئے اگر اس شخص کے دل میں اول عقائد کا پورا اثر ہو جاتا تو پھر اس کے رجوع کی امید نہ تھی جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا اور انشاء اللہ تعالی آئندہ بھی معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کے عقائد کا پورا اثر جس کے دل میں ہو جاتا ہے تو کبھی راہ راست پر نہیں آتا۔ احادیث و آثار جو خوارج کے باب میں ہیں اس کثرت سے وارد ہیں کہ ان کی نقل کیلئے کئی جز چاہئے جن لوگوں کو حق تعالی نے فہم سلیم دیا ہے اتنا بھی انکے لئے کافی ہے ہر چند یہ فرقہ خاص ان عقیدوں کے ساتھ جس پر بانی مذہب نے بنا کیا معلوم نہیں اب تک موجود ہے یا نہیں مگر اتنا تو یقین ہے کہ اس رفتار پر چلنے والوں سے کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور مردود بنانے کے باب میں شیطان کے پاس بے ادبی اور بے باکی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جسکا تجربہ خود اس کی ذات پر ہو چکا ہے اور بے باکیاں اور بے ادبیاں اس فرقہ کے اصول میں داخل ہیں اور سوائے اس کے اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ظاہر ہے۔

عن ابی جعفر الفراء مولی علی رضی الله عنه قال شهدت مع علی رضی الله عنه النهر فلما فرغ من قتلهم قال اطلبوا المخرج فطلبوه فوجدوه فی وهدة رجل اسود منتن الریح فی موضع یده کهیئة الثدی علیه شعرات فلما نظر الیه قال صدق الله ورسوله فسمع احد ابنیه اما الحسنؓ او الحسینؓ یقول الحمدلله الذی اراحا امة محمد ﷺ من هذه العصابة فقال علی رضی الله عنه لو لم یبق من امة محمد ﷺ الا ثلثة لکان احدهم علی رأی هولاء انهم لفی اصلاب الرجال وارحام النساء کذا فی کنز العمال (۳۹) ترجمہ: ابو جعفر فراء کہتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہروان کی لڑائی میں شریک تھا جب علی رضی اللہ عنہ ان کے قتل سے فارغ ہوئے فرمایا اس شخص کو ڈھونڈو جسکا ہاتھ ناقص ہے چنانچہ اس شخص کی لاش ملی وہ شخص سیاہ فام تھا اور اس سے بدبو آتی تھی اور اس کے ہاتھ کہ جگہ بشکل پستان ایک گوشت پارہ تھا جس پر چند بال تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: سچ کہا خدائے تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے اور انہوں نے امام حسن یا امام حسین علیہما السلام کو یہ کہتے سنا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے امت محمدی کو ایسی صحیح پیشن گوئیاں دکھلائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ کی امت میں سے صرف تین ہی شخص رہ جائیں ان میں بھی ایک شخص اس فرقہ کی رائے اور طریقہ پر ہوگا وہ لوگ ہنوز مردوں کی پیٹھ

اور عورتوں کے رحم میں ہیں روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط میں انتہی ۔

اور اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کریگا۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ یخرج ناس من المشرق یقرء ون القرآن لا یجاوز تراقیھم کل ما قطع قرن نشأ قرن حتی یکون آخرھم یخرج مع مسیح الدجال، حم طب ك حل (۴۰) ترجمہ: روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کئی لوگ مشرق کے طرف سے نکلیں گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر ان کے حلق کے نیچے نہ اتریگا جب ایک سینگھ کاٹا جایئگا تو دوسرا نکلے گا یعنی جب ایک فرقہ کا استیصال کیا جاویگا تو دوسرا ظہور کریگا یہاں تک کہ وہ آخر میں دجال کے ساتھ رہیں گے۔ روایت کی اسکو امام احمد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ نے۔ انتہی ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج بھی مشرق ہی کے طرف سے نکلے اور وہابی بھی جنکا فتنہ مدتوں ملک عرب میں رہا غالبا یہ وہی فرقہ ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اللھم بارك لنا فی شامنا وفی یمننا قالوا وفی نجدنا قال قال اللھم بارك لنا فی شامنا وفی یمننا قالوا وفی نجدنا قال قال ھنالك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان رواه البخاری (۴۱) ترجمہ: روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں۔ مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرت ﷺ دعا میں شریک فرمالیں پھر وہی دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو پھر صحابہ نے نجد کے لئے عرض کی حضرت ﷺ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگھ نکلے گا۔ روایت کی اس کو بخاری نے۔ انتہی ۔

اس حدیث شریف سے بتصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہونگے اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے اگر چہ شرق عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے شرق ہی میں واقع ہے مگر مدینہ طیبہ کے عام وخاص لوگ نجد ہی کو شرق اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے ہیں جن کی اقامت ملک نجد میں ہے پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں کا فتنہ مراد ہے پھر آنحضرت ﷺ نے انکی چند علامتیں بیان فرمائیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور ایک یہ کہ بات نہایت عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ یخرج فی آخر الزمان سفھاء الاحلام یقولون من قول خیر البریة یقرء ون القرآن بالسنتھم لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة فمن لقیھم فلیقتلھم فان فیه اجرا لمن قتلھم کذا فی کنز العمال (۴۲)۔ ترجمہ: روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نکلیں گے آخر زمانہ میں بیوقوف لوگ بات نہایت اچھے لوگوں کی سی کہیں گے اور قرآن پڑھیں گے مگر وہ انکے حلق سے نیچے نہ اترے گا جو شخص ان سے ملے چاہیے کہ ان کو قتل کر ڈالے کیونکہ ان کے قتل میں ثواب ہے۔ انتہی ۔

ظاہر ہے کہ ان کا دعوی یہی تھا کہ شرک وبدعت کو مٹاتے ہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے چنانچہ اس

حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ یخرج من امتی قوم یقرء ون القرآن لا یجاوز حناجرهم یقتلون اهل الاسلام فاذا خرجوا فاقتلوهم ثم اذاخرجوا فاقتلوهم فطوبی لمن قتلهم و طوبیٰ لمن قتلوه کلما طلع منهم قرن قطعه الله عزوجل۔ حم کذا فی کنز العمال (۴۳)۔ترجمہ: روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نکلے گی ایک قوم میری امت سے کہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نہ اترے گا قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو خوشخبری ہے اسکو جس نے انہیں قتل کیا اور جسکو انہوں نے شہید کیا جب کوئی شاخ انکی نکلے گی حق تعالی اس کو قطع کردیگا۔ روایت کی اسکو امام احمد نے۔انتہی۔

یہ بات ثابت ہے کہ ہزار ہا مسلمانوں کو ان لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور تمامی ملک عرب پر تسلط کرلیا تھا اب بے با کی کو انکی دیکھئے حق تعالی فرماتا ہے: **ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم** (۴۴)۔یعنی جو شخص مسجد حرام میں شرارت سے کجروی کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اسکو عذاب دردناک۔انتہی

حافظ محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں۔ ان تقتل فیه من لا یقتلك او تظلم من لا یظلمك (۳۹بصف ثانی) یعنی الحاد بظلم یہ ہے کہ قتل کرے تو اس شخص کو جو تجھکو نہ مارے یا ظلم کرے تو اس پر جو تجھ پر ظلم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے لو ان رجلا هم بخطیئة لم یکتب علیه ما لم یعملها ولو ان رجلا هم بقتل رجل بمکة وهو بعدن او ببلاد آخر اذاقه الله من عذاب الیم۔ اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جب تک اسکا وقوع نہ ہوگا گناہ لکھا نہ جائیگا بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو تو اسکے قتل کے قصد پر عذاب الیم چکھایا جائے گا اگر چہ کہ قصد کرنیوالا عدن میں ہو یا دوسرے شہر میں۔اور مدینہ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے۔

عن عائشة بنت سعد رضی الله عنها قالت سمعت سعدا قال سمعت النبی ﷺ یقول لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء رواه البخاری (۴۵)۔یعنی بخاری شریف میں روایت ہے سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ مکر وحیلہ کرے تو ایسا گلے گا جیسا نمک پانی میں پگھلتا ہے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ: قال رسول الله ﷺ لا یرید احد اهل المدینة بسوء الا اذابه الله فی النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء (۴۶) یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مدینہ والوں کو برائی پہنچانے کا ارادہ کرے گلائے گا اس کو حق تعالی دوزخ میں مثل سیسہ کے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔انتہی

جب مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور برائی کے ارادہ پر یہ سزائیں ہوں تو جنہوں نے وہاں قتل عام کیا اور وہ اذیتیں پہنچائیں جس سے ہزار ہا لوگ جلاوطن ہوگئے ان کا کیا حال ہوگا۔ اور ایک علامت اس قوم کی یہ کہ قرآن پڑھینگے جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوچکی۔قرآن شریف پڑھنے کا اس قوم میں اس قدر اہتمام تھا کہ

دلائل الخیرات کے صدہا نسخے جلادئے تا کہ اسکا وقت بھی تلاوت قرآن ہی میں صرف ہو جیسا کہ درر السنیۃ میں مذکور ہے ایک علامت یہ ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہوا سکے پھرنے کی توقع نہیں۔

عن ابی بردة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج فی آخر الزمان قوم کان ھذا منھم یقرء ون من القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیة ثم لا یرجعون الیہ سیماھم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرھم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموھم فاقتلوھم ھم شر الخلق والخلیقة، ش حم ن طب ک، کذا فی کنز العمال (۴۷)

ترجمہ: روایت ہے ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہ اتریگا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر نہ پھریں گے اسلام کی طرف، علامت انکی یہ ہے کہ سر منڈایا کریں گے یہ قوم ہمیشہ خروج کرتی رہیگی یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہونگے جب کبھی تم ان سے ملوانکو قتل کر ڈالو کیونکہ وہ کل آدمیوں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ روایت کی اسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمد نسائی طبرانی اور حاکم نے۔ انتھی۔

اس میں شک نہیں کہ کوئی باطنی نکبت اس فرقہ میں ضرور ہے جسکی وجہ سے مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ دین میں نہ آئیں گے مگر بظاہر ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور دفع شرک وبدعت کے غرور میں محبوبان بارگاہِ الٰہی کی نہ صرف توہین کرتے ہیں بلکہ مثل اصول دین کے تعلیم وتعلم میں اسکو داخل کرتے ہیں جسکی وجہ سے غیرت الٰہی انکو تباہ کر دیتی ہے اور ایک علامت یہ کہ بنی تمیم سے ہونا جیسا کہ درر السنیہ میں کتاب جلاء الظلام سے نقل کیا ہے (۴۸) کہ ظن غالب ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب ذوالخویصرہ تمیمی کی اولاد سے ہوگا جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں دی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال ان من ضئضئی ھذا او فی عقب ھذا قوما یقرء ون القرآن لا یجاوز حنا جرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل عاد۔ رواہ البخاری۔ ترجمہ: روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: نبی ﷺ نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر انکے حلق سے نہ اتریگا دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں انکو پاتا تو قتل کرتا مثل قوم عاد۔ انتھی۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔ انتھی۔

اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو مسلم شریف میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بینا نحن عند رسول اللہ ﷺ وھو یقسم قسما اتاہ ذوالخویصرة وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ ﷺ اعدل قال رسول اللہ ﷺ ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اعدل فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ ﷺ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ

قال رسول الله ﷺ دعه فان له اصحابا يحقر احدكم صلوته مع صلوتهم وصيامه مع صيامهم و يقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية (۴۹) ترجمہ: روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے حضرت ﷺ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ والا ایک شخص آیا جسکا نام ذوالخویصرہ تھا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! عدل کیجئے فرمایا حضرت ﷺ نے: خرابی ہو تیری اگر میں نہ عدل کروں تو پھر کون کریگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اسکی گردن ماروں فرمایا: جانے دو اس کے ساتھ والے ایسے لوگ ہونگے کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکی نماز و روزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھوگے وہ قرآن پڑھیں گے مگر حلق سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے۔ انتہی ملخصا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ذوالخویصرہ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی تمیمی ہے تعجب نہیں کہ اس کی نسل سے ہو اور اگر نہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونے میں شک نہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کریں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے ابھی معلوم ہو چکا۔

عن عمر رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يخرج قوم من المشرق حلقان الرؤوس يقرء ون القرآن لا يجاوز حنا جرهم طوبى لمن قتلوه وطوبى لمن قتلهم. ابو نصر السجزى فى الابانة والخطيب وابن عساكر كذا فى كنز العمال (۵۰)۔ ترجمہ: روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم مشرق سے نکلے گی جو سر منڈوائے ہوئے ہونگے پڑھیں گے وہ قرآن مگر انکے حلق سے نہ اتریگا خوشخبری ہے اسکو جو انکے ہاتھ سے شہید ہوا اور جس نے ان کو قتل کیا انتہی۔

درر سنیہ میں بخاری اور مسلم سے یہ روایت نقل کیا ہے (۵۱)

کہ قال رسول الله ﷺ يخرج ناس من المشرق ويقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية لا يعودون فيه حتى يعود السهم الى فوقه سيماهم التحليق (باب قرأة الفاجر والمنافق اصواتهم وتلاوتهم لا يجاوز حناجرهم) جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک فرقہ نکلے گا کہ قرآن پڑھیں کے مگر نکل جائیں گے دین سے پھر نہ لوٹیں گے جیسے تیر شکار سے نکل کر لوٹتا نہیں علامت انکی یہ ہے کہ سر منڈوایا کریں گے۔ انتہی۔

پھر قول عبدالرحمٰن اہدل مفتی زبید کا نقل کیا کہ ابن عبدالوہاب کے رد میں کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں صرف یہ نشانی کافی ہے جسکی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے کہ (سر منڈوایا کرینگے) کیونکہ اس شخص نے جیسا سر منڈوانے میں اہتمام کیا تھا کسی فرقہ میں نہ ہوا اس نے دستور ٹھیرا دیا تھا کہ جو شخص اس کی ملت میں داخل ہو اسکو سر منڈوانا ضرور ہے یہاں تک کہ عورتوں میں بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا ایک روز کسی عورت گرفتار سے بحسب عادات سر منڈوانے کو کہا اس نے جواب دیا کہ عورتوں کے سر کے بال اور مردوں کی ڈاڑھیاں برابر ہیں اگر مردوں کی ڈاڑھیاں منڈوائی جائیں تو عورتوں کے سر کے بال منڈوانا بجا ہوگا یہ سنکر مبہوت ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا (۵۲)

الحاصل علامت مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مخبر صادق ﷺ فرقہ وہابیہ کے نکلنے کی خبر دے چکے ہیں اور جو علامتیں بیان فرمائیں

سب اس میں پائی گئیں اور سوائے احادیث مذکورہ بالا کے درر سنیہ میں کئی حدیثیں نقل کئے جن میں علامتیں اس گروہ کی مذکور ہیں اور وہ سب ان میں پائی گئیں احادیث مذکور سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ فرقہ خوارج کی وہ ایک شاخ ہے مگر اس وجہ سے کہ نئے طور پر اس کا خروج ہوا اسلئے اسکا نام جداگانہ قرار پایا اور اس کے بانی کی طرف منسوب کیا گیا اسی وجہ سے یہ لوگ محمدی کہلاتے ہیں مگر محتاط علماء نے جب دیکھا کہ عوام الناس انکو ضرور گالیاں دینگے اور اسمیں توہین لفظ نام مبارک ہوگی کی اسلئے محمد ابن عبدالوہاب کے نام سے جزء دوم کی طرف منسوب کر کے باختصار لفظ وہابی مقرر کیا۔ غرض وہابی اور محمدی کے یہاں ایک معنی ہیں، محمد ابن عبدالوہاب کا مجملا حال یہ ہے (سنہ ۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ) میں وہ پیدا ہوا اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے (سنہ ۱۱۴۳ھ گیارہ سو تینتالیس) میں اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے کے واسطے خطہ نجد میں گیا پہلے صرف اسی بات پر زور دیا کہ اس زمانہ میں شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام کی حالت روز بروز گھٹتی جارہی ہے اس وقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ توحید کو رواج دینے اور شرک کو مٹانے کی فکر کرے چونکہ یہ دعویٰ قابل تسلیم تھا لوگ اس کے دام میں پھنسنے لگے چنانچہ سنہ (۱۱۵۰ھ گیارہ سو پچاس) میں اسکی شہرت ہوئی اور درعیہ اور اسکے اطراف وجوانب کے لوگ اسکے تابع ہوگئے اور روز بروز ترقی ہونے لگی جب کسی قدر مجمع ہوگیا جہاد پر آمادہ ہوا اور اپنے ہواخواہوں کو جمع کر کے لکچر دیا کہ سوائے اس خطہ کے اسوقت کل روئے زمین پر شرک پھیلا ہوا ہے اور سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک ہیں اب ہمکو ضرور ہے کہ جہاد کر کے مشرکوں کو قتل کریں تمہیں یاد رہے جو کوئی مشرک کو قتل کرتا ہے اس کیلئے جنت ہے پھر سب سے بیعت لیکر جہاد کا حکم دیا۔ یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزار ہا مسلمانوں کو شہید اور جلاوطن کر دیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کر کے کئی سال بالاستقلال حکمرانی کی آخر سنہ ۱۲۲۷ھ (بارہ سو ستائیس) میں بحکم سلطان محمود حرمین وغیرہ سے نکالے گئے مادہ تاریخ انکے اخراج کا قطع دابر الخوارج (۱۲۲۷ھ) ہے اس فتنہ کی کسی قدر تفصیل اور حال ان مصیبتوں کا جو اہل حرمین شریفین پر گذریں شیخ دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر السنیہ میں لکھا ہے (بیان نشأتہ وظہور امرہ، ص: ۱۴۸) اس فرقہ کو بھی مثل خوارج کے عمل میں نہایت اہتمام تھا یہاں تک کہ تارک فرض کو کافر حلال الدم سمجھتے اور توحید میں انکو اس قدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہنے والے اور بزرگوں سے مدد مانگنے والے کو کافر سمجھتے ابن عبدالوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو شخص نبی ﷺ کا توسل کرے وہ کافر ہے اور زیارت قبور ناجائز سمجھی جاتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ ایک قافلہ احسا سے مدینہ طیبہ کو آنحضرت ﷺ کی زیارت کیلئے گیا تھا واپسی کے وقت جب درعیہ پہنچا جہاں وہ تھا اس نے انکی یہ سزا ٹھیرائی کہ ڈاڑھیاں سب کی منڈوائی جائیں اور گدھوں پر اس رسوائی کے ساتھ سوار کئے جائیں کہ دم کی طرف منہ ہو اور یہی حالت احسا تک رہے جہاں انکا گھر ہے تاکہ تشہیر ہوجائے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کی زیارت کو جائے اسکی یہ سزا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (۵۳) بدعت سے ان لوگوں کو اس قدر احتراز تھا کہ صدہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم کی کتابیں جلادی گئیں (۵۴) اس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان کے بعد منارہ پر بآواز بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے ابن عبدالوہاب نے ان کو منع کیا جب انہوں نے نہ مانا قتل کرڈالا اور کہا کسی عورت کے گھر سے رباب کی آواز درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں

پر پڑھا جائے اور مولود شریف کسی کو پڑھنے نہ دیتا صرف ونحو وفقہ وغیرہ علوم کے مطالعہ سے منع کرتا (۵۵)۔ اسکا قول تھا کہ اصل شریعت ایک تھی ان لوگوں کو کیا ہوا جو اس میں چار مذہب کر دئے کبھی کہتا کہ قول ائمہ اربعہ بالکل قابل اعتبار نہیں اور کبھی کہتا وہ تو حق پر تھے مگر ان کے اتباع کتابیں تصنیف کر کے خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا (۵۶)۔

شیخ سلیمان بن سحیم بن حنبلی نے جو معاصر ابن عبدالوہاب کے ہیں ایک استفتا کیا جسکا جواب علامہ احمد بن علی قبتانی نے دیا ہے استفتا میں لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نے یہاں اقسام کی بدعتیں نکالیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھی ہے منجملہ انکے چند یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ہر جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑھنے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسی بدعت ہے کہ اس سے آدمی دوزخی بن جاتا ہے (۵۷) دلائل الخیرات اور روض الریاحین کے کئی نسخے اس نے جلا دئے اسکا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نام پر لفظ سیدنا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت ہوگی قبہ شریف کو آنحضرت ﷺ کے ڈھادیگا۔ زید بن خطاب اور ان کے ساتھ والے صحابہ علیہم الرضوان کی قبروں کو کھدوا ڈالا۔ غرضکہ اسکے بے باکیاں اور گستاخیاں کوئی شمار وحساب نہیں رکھتے اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود آنحضرت ﷺ کی نسبت کمال بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سنکر چپ رہتا ہے چنانچہ رسول کے معنی طارش کہتا ہے جو ان لوگوں کی زبان میں ہرکارہ کو کہتے تھے اور اسکی اتباع کہتے تھے کہ جتنا اس عصا سے کام نکلتا ہے اتنا بھی ان سے نہیں نکلتا اور وہ ایسی باتیں سنکر خوش ہوتا اور سوائے اسکے صدہا خرافات ان لوگوں کے زبان زد تھے (۵۸) یہ فرقہ نجد میں اب تک موجود ہے اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ کون مسلمان ایسا ہوگا کہ ان اعتقادوں کو پسند کرے گا مگر ہمارے حضرات زیادتی کر کے ادنی احتمال پر کسی کو بھی وہابی کہہ دیتے ہیں جو قطع نظر فتنہ وفساد کے شرعاً جائز بھی نہ ہوگا۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) ترجمہ: تو میں ان سب کو بہکاؤں گا۔ سورۃ الحجر آیت: ۹۳

(۲) ترجمہ: تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔ سورہ ابراہیم، آیت ۱۰

(۳) محمد بن اسماعیل، بخاری شریف، جلد ثانی ص ۱۲۴، جلد اول ص ۵۰۹

(۴) کنز العمال۔ حدیث ۱۲۴۔ ص ۳۰۷۔ جلد ۱۱۔ جدید طباعت، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

(۵) کنز العمال۔ حدیث ۱۲۱۶۔ ص ۲۹۳۔ جلد ۱۱۔ جدید طباعت

(۶) تاریخ کامل، جلد ثالث، ص: ۱۳۲

(۷) القرآن الحکیم الآیۃ۔ ۱۲۸، سورۃ النحل

(۸) التاریخ کامل، جلد: ثالث، ص: ۱۲۵۔

(۹) کنز العمال حدیث: ۱۱۸۰، جلد: ۱۱، ص: ۲۷۴

(۱۰) کنز العمال، حدیث: ۱۲۰۶، ص: ۲۸۹، جلد: ۱۱، جدید طباعت۔

(۱۱) مستدرک جلد ثانی صفحہ ۱۵۰ کتاب قتال اهل البغی۔

(۱۲) القرآن الحکیم الایۃ: ۳۲، سورۃ الاعراف

(۱۳) القرآن الحکیم الآیۃ: ۵۸، سورۃ الزخرف

(۱۴) القرآن الحکیم الایۃ: ۵۷، سورۃ الانعام

(۱۵) القرآن الحکیم الایۃ: ۹۵، سورۃ المائدۃ

(۱۶) القرآن الحکیم الایۃ: ۳۵، سورۃ النساء

(۱۷) کنز العمال حدیث: ۱۲۸۱، ص: ۳۱۷، جلد: ۱۱

(۱۸) کنز العمال حدیث: ۱۲۸۲، ص: ۳۱۸، جلد: ۱۱

(۱۹) فی بیان الخوارج، ص: ۳۷

(۲۰) فی بیان الخوارج، ص:۶۹

(۲۱) کنز العمال، حدیث:۱۱۸۶،ص:۲۷۸،جلد:۱۱،جدید طباعت

(۲۲) الملل والنحل فی بیان الخوارج، ص:۷۳

(۲۳) الملل والنحل فی بیان الخوارج، ص:۶۹

(۲۴) فی بیان الخوارج، ص:۷۵

(۲۵) الملل والنحل، ص:۶۹،جلد:۱

(۲۶) الملل والنحل، ص:۶۹،جلد:۱

(۲۷) ص:۶۸،جلد:۱،فی بیان الخوارج۔

(۲۸) الملل والنحل، ص:۶۹،جلد:۱،فی بیان الخوارج۔

(۲۹) الملل والنحل، ص:۶۹،فی بیان الخوارج

(۳۰) الملل والنحل، ص:۷۷،فی بیان الخوارج

(۳۱) مصنف ابن ابی شیبہ باب ماذکر فی الخوارج، ص:۷۳۱،حدیث:۱۱،جلد:۸

(۳۲) القرآن الحکیم الایۃ ۶۵،سورۃ الزمر

(۳۳) القرآن الحکیم الایۃ ۶۰،سورۃ الروم

(۳۴) القرآن الحکیم الایۃ:۵۸،سورۃ الزخرف، ترجمہ: بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں

(۳۵) الملل والنحل ص:۷۶

(۳۶) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۱۵،جلد:۸،باب ماذکر فی الخوارج۔

(۳۷) کنز العمال، حدیث:۱۲۱۰،ص:۲۹۲،جلد:۱۱،جدید۔

(۳۸) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۲۴،جلد:۸،باب ماذکر فی الخوارج۔

(۳۹) حدیث:۱۱۸۱،ص:۲۷۷،جلد:۱۱،جدید

(۴۰) کنز العمال، حدیث:۸۷۵،ص:۱۸۰،جلد:۱۱،جدید

(۴۱) کنز العمال، ص:۱۴۱،جلد:اول

(۴۲) کنز العمال کتاب الفتن، ص:۴۹،جلد:۱۱۰

(۴۳) کنز العمال حدیث:۸۸۰،ص:۱۸۱،جلد:۱۱،جدید

(۴۴) القرآن الحکیم الآیۃ:۲۵،سورۃ الحج

(۴۵) باب اثم من کاد اہل المدینہ، ص:۲۵۲،جلد:۱

(۴۶) باب اثم من کاد اہل المدینۃ، ص:۸۱،جلد:۴

(۴۷) کنز العمال، حدیث ۸۸۱،جلد: قدیم، سادس۔

(۴۸) باب اخبار النبی ﷺ بابن عبد الوہاب واتباعہ، ص:۱۷۸

(۴۹) مسلم شریف، باب بیان الخوارج واحکامھم، جلد:۱،ص:۳۴۱

(۵۰) الحدیث:۸۷۴،جلد:۱۱

(۵۱) باب اخبار النبی ﷺ بابن عبد الوہاب واتباعہ، ص:۱۷۱

(۵۲) الدرر السنیۃ باب اخبار النبی ﷺ بابن عبد الوہاب واتباعہ، ص:۱۷۲۔

(۵۳) الدرر السنیہ ص:۱۴۱

(۵۴) الدرر السنیہ ص:۱۴۲

(۵۵) الدرر السنیہ ص:۱۴۲

(۵۶) الدرر السنیہ ص:۱۴۴

(۵۷) باب ردود اہل العلم علی محمد بن عبد الوہاب، ص:۱۴۲

(۵۸) باب ردود اہل العلم علی محمد بن عبد الوہاب، ص:۱۴۵

☆☆☆

ذکر قطب رائچور حضرت سید شاہ ابو طٰہٰ حسینی قادری قدس سرہ العزیز

آپ بہت ہی قدیم بزرگ ہیں۔ رائچور میں پہلے آپ ہی تشریف لائے۔ آپ کا آبائی وطن گیلان تھا بچپن ہی سے آپ راہ خدا میں نکل گئے آپ کی کرامات کا چرچہ عام تھا جو بھی آپ کی زبان سے نکلتا ہوکر رہتا آپ کفار سے فرماتے کہ تم ایک خدا کو چھوڑ کر اغیار سے رشتہ جوڑ رکھے ہو یہ تمہاری گمراہی ہے کفار جاکر اپنے گرو سے کہتے بہت سارے جادوگر آپ سے مقابلہ کرتے رہے اور کوئی بھی کامیاب نہ رہا۔ اپنی ناکامی پر نادم ہوکر تائب ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوکر ولایت حاصل فرمائی۔ آپ خاندان بہمنیہ کے مرشد ہیں، خاندان بہمنیہ کا بادشاہ علاء الدین اور اس کا پوتا محمد شاہ آپ کے مرید و معتقد تھے۔ شہر رائچور پر آپ پہلی مرتبہ تشریف لائے ۷۸۳ھ میں محمد شاہ کو رائچور کی فتح عنایت فرمائی اور آپ وہیں پر رشد ہدایت کا کام انجام دیتے رہے۔ آپ کا وصال شریف ۲۷ شعبان المعظم ۸۸۰ھ ہوا۔ محمد شاہ آپ کے مزار مبارک پر گنبد تعمیر کرنا چاہا تو اسی روز بشارت فرمائی کہ ہمارا گنبد نہیں ہوگا اور نہ ہی ہمیں کسی کی رقم سے ہمارا آستانہ تعمیر ہو لہٰذا محمد شاہ آپ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اپنے خیال کو ترک کر کے قریب میں اپنے ایک عزیز اور اہل خاندان بہمنیہ کی گنبد بنائی۔ آپ کا روضہ بمبئی۔ مدراس ریلوے لائن کی پڑیوں کے قریب محلہ عروب میں واقع ہے جو زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

حضرت سید شاہ کلیم اللہ قادری قدس سرہ العزیز

آپ صاحب زہد و تقویٰ بزرگ ہیں۔ آپ کی ولادت با سعادت ارکاٹ میں ہوئی آپ حضرت قطب الکونین سید شاہ پیارے حسینیؒ کے مرید خاص اور حضرت سید شاہ محمد قادری نور دریاؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ حضرت نور دریاؒ کے ساتھ رائچور تشریف لائے۔ آپ فقیہ و عالم دین ہونے کے باعث کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ جس میں سے دو کتابیں تصوف اور شریعت کو دکھنی زبان میں سمجھایا گیا ہے۔ ابتدائی اوراق تو گم ہوگئے ہیں۔ آخر میں آپ کے نام کے ساتھ اختتام ہوا ہے۔ آپ نے حضرت نور دریاؒ کی مدح میں بہت سارے اشعار بھی قلم بند کئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ شاعر بھی ہیں۔ آپ کا وصال شریف ۱۱ر شعبان المعظم ۱۱۰۶ھ ہوا۔ آپ کا مزار مبارک لال پہاڑی کے پاس ایک باؤلی جو آپ کے مرید فقیر نے کھدوائی تھی سرہانے ایک چوکھنڈی میں واقع ہے اور بہت سارے مزارات بھی وہاں ہیں اور آپ کے آگے حضرت سید احمد کبیر نشان بڑا اولیؒ کی درگاہ بھی ہے۔ اکثر لوگ اس علاقہ کو لال پہاڑی راستہ عرب محلّہ کہتے ہیں۔

﴿پیشکش﴾

خادم قوم وملت **سید مکرم ولد سید حفیظ میاں** صاحب مرحوم۔ صدر نشین اسٹانڈنگ کمیٹی مجلس بلدیہ رائچور۔ کرناٹک

منقبت

شیخ الاسلام عارف باللہ عاشق رسول اللہ جامع علوم ظاھری و باطنی امام اھلسنت

حضرت العلامہ الحاج الحافظ **محمد انوار اللہ شاہ فاروقی** فضیلت جنگ و بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان

اس جامعہ پہ رحمتِ باری ہے دیکھئے
فیضان علم آج بھی جاری ہے دیکھئے

وہ اک شجرِ علم جو ایسا ہے سایہ دار
کتنوں نے زیر سایہ گزاری ہے دیکھئے

نورِ نبیؐ کے فیض سے پر نور ہے فضاء
اک نور ذرے ذرے پہ طاری ہے دیکھئے

ہیں شاد عندلیب تو شاداب ہیں شجر
کیسی چمن میں باغ وبہاری ہے دیکھئے

اللہ کے ولی کو کبھی خوف ہے نہ رنج
ارشادِ پاک حضرتِ باری ہے دیکھئے

انوار کا ہے ذکر فضیلت کی بات ہے
ٹھنڈک سی چشم وقلب پہ طاری ہے دیکھئے

حکمِ نبیؐ سے شہر مدینہ کو چھوڑکر!!
قسمت دکن کی آکے سنواری ہے دیکھئے

تھی آرزو مدینہ میں رہنے کی عمر بھر
وہ بھی نبیؐ کے حکم پہ واری ہے دیکھئے

جو فیض علم ساتھ مدینے سے لائے وہ
وہ فیضِ علم آج بھی جاری ہے دیکھئے

خونِ عمل سے سینچ کر حضرت نے عمر بھر
رونق چمن کی کتنی نکھاری ہے دیکھئے

تھی ان کے پاس دولت دنیا بھی دیں کیساتھ
وہ بھی نظامیہ ہی پہ واری ہے دیکھئے

وابستہ جامعہ سے رہے تھے وہ عمر بھر
وابستگی وہ آج بھی جاری ہے دیکھئے

جسم اور روح دونوں بھی، سیراب جس سے ہیں
سر چشمۂ حیات وہ جاری ہے دیکھئے

چشمِ کرم حضورؐ کی اس جامعہ پہ ہے
اس دورِ پرفتن میں وہ جاری ہے دیکھئے

رؤیا میں شاہِ دین نے فرمائی دستخط
مقبولیت سند کی ہماری ہے دیکھئے

عشقِ نبیؐ میں ڈوب کے لکھتے رہے ہیں وہ
تحریر دل نشین ہے پیاری ہے دیکھئے

انوارِ احمدی میں ہے نورِ نبی کی بات | کتنوں کی اس نے فکر سدھاری ہے دیکھئے
لکھا ہے قادیانی کا دندان شکن جواب | فاروقیت کی ضرب یہ کاری ہے دیکھئے
تصنیف، درس دین وتصوف ہے دن تمام | راتوں کو پھر یہ گریہ وزاری ہے دیکھئے
عشقِ نبی سے ان کو عجب ارتباط تھا | یہ روشنی اسی کی تو ساری ہے دیکھئے
دستر تھا ان کا مظہر اطعموا الطعام | ان کی ادا خدا کو بھی پیاری ہے دیکھئے
احسان ان کا آج بھی اہلِ دکن پہ ہے | ارضِ دکن فجور سے عاری ہے دیکھئے
شاگرد و معتقد رہے شاہانِ وقت بھی | لیکن بشانِ فقر گزاری ہے دیکھئے
دنیا سے جب چلے تو نہ تھے زر زمین کچھ | کس سادگی سے عمر گزاری ہے دیکھئے
علم وعمل کا ایک حسین امتزاج تھے | انعام حق کی بات یہ ساری ہے دیکھئے
اک شخصیت میں کتنے جمع تھے خصوصیات | حیرت سی سب پہ آج بھی طاری ہے دیکھئے
انوار کے چمن میں محدث فقیہہ ادیب | حافظ کوئی ہے اور کوئی قاری ہے دیکھئے
ایک ایک خوشہ چیں چمنستانِ علم کا | مسند نشین فقہ وبخاری ہے دیکھئے
اس جامعہ کے خوشہ چیں مثلِ نجوم میں | ظلمت میں اُن سے روشنی جاری ہے دیکھئے
نقشِ قدم پہ انکے چلائے خدائے پاک | سب کے لئے دعا یہ ہماری ہے دیکھئے
مرقد بھی اُن کی مرکزِ انوار ہے فہیم | جس پر نزولِ رحمتِ باری ہے دیکھئے

مدحت میں جب سے انکی ہے رطب اللسان فہیم
اک کیفیت سی قلب پہ طاری ہے دیکھئے

نتیجۂ فکر

حضرت مولانا حافظ وقاری سید صادق محی الدین صاحب قبلہ نائب مفتی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

باب نہم

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

کا ذوق شعر و سخن

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کلام الانوار، انوار الکلام

از: حضرت قطب معین الدین انصاریؒ (سوانح نگار امام انوار اللہ فاروقیؒ)

دنیا میں چہل پہل باعث جذبات ہی ہے، انسانی معاشرت کی بنیادیں ان ہی پر قائم ہیں اور یہی انسانیت کے طرۂ امتیاز ہیں۔ جب یہ ایک خاص قاعدہ کے موافق لفظوں کا لباس پہن لیتے ہیں تو شعر کہلاتے ہیں۔ جذبات کے معنی خواہشات نفسانی کے ہی نہیں بلکہ انفعالات نفسانی کیفیات وجدانی کے ہیں۔ اس ہی لئے کہا گیا۔ ان من الشعرلحکمة وان من البیان لسحرا۔

صحیح جذبات مخربِ اخلاق نہیں۔ شعر، جن کی بنیاد جذبات صحیحہ پر ہو دلوں کو گرماتے حوصلوں کو بڑھاتے بگڑے اخلاق کو سنوارتے۔ گری ہوئی قوموں کو ابھارتے اور گمراہوں کو صراطِ المستقیم پر لگا دیتے ہیں۔

علامہ حضرت حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ علماء ربانین سے زبردست معلمِ اخلاق، جیّد رہنمائے قوم وملّت' علم وعمل، زہد وتقوی کے پیکر، پارسائی اور خدا ترسی کے نمونہ گزرے ہیں، جن کے فیوضات شاہ سے گدا تک یکسر جاری وساری رہے۔

جیسا کہ بعض محققین نے کہا ہے۔ دنیوی کاموں کی کثرت سے ذہن میں تیزی آجاتی ہے۔ مگر دل مرجھا جاتا ہے اگر کوئی علاج دل کو بہلانے اور تروتازہ رکھنے میں چپکے چپکے مگر نہایت قوت کے ساتھ مدد دیتا ہے تو وہ شعر کا اثر اور شاعری کا مشغلہ ہوتا ہے۔

اس کے بموجب حضرت موصوفؒ کے دل پر جب کبھی علمی مشغولیت، انتظامات، امور مذہبی کی مصروفیت، قوم کی بے مائیگی وفلاکت، وفور شوق ومحبت الٰہی کے اثرات مرتب ہوئے تو جذبات موزوں شعر کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں، جو قلمبند کر لئے جاتے ہیں۔

آپ کا علمی تبحر شعر کہنے والے ایک شاعر سے بہت ماوراء تھا۔ جس کے سامنے شاعر کی کوئی خاص وقعت نہ تھی۔ شاعری فنون لطیفہ سے ایک فن ہے۔ کارِ بیکاراں سمجھ کر آپ نے اس کو چھوڑ دینا پسند نہ فرمایا۔ اپنے شریف، قدسیانہ جذبات موزوں اشعار میں فصاحت لفظی وبلاغت معنوی کے ساتھ ظاہر فرمادیئے۔ طرائے امتیاز یہ کہ شاعرانہ غلو نام کو نہیں۔ سوز وگداز اور تاثیر کا یہ عالم کہ دردآشنا' واقفِ راز سامع شعر سن کر وجدانی کیفیت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کلام میں رنگینیٔ خیال کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ زہد وتقوی کے باوجود حضرت مولانا کے ہم عصر، عظیم المرتبت شاعر حضرت مفتی امیر احمد مینائیؔ کے کلام میں بلا کی شوخی ورنگینی پائی جاتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے امام الفن حافظ فصاحت جنگ جلیلؔ کا کلام ملاحظہ فرمایا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ زہد وتقوی چیزے دیگر یست۔ یہ کہنا کہ۔

''عالم شاعر نہیں ہوتا اگر وہ شعر کہنے لگے تو متشاعر ہوجاتا ہے۔ اور شاعری فنا ہوجاتی ہے''۔ سارے مفروضات ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عالم جو عربی وفارسی اور مختلف زبانوں اور علوم

سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ وہی آسانی کے ساتھ اپنے خیالات وجذبات کو اپنی مادری زبان میں بحُسن وخوبی ظاہر کرسکتا ہے۔اس کے سامنے مختلف زبانوں کے اسالیب بیان ہوتے ہیں اور وہ ان ہی سے قادر الکلام ہوتا ہے۔فن عروض سے اچھی طرح واقفیت اسی کو حاصل ہوتی ہے۔

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ عربی زبان میں خیالات و جذبات کے سموئے جانے کی جو وسعت ہے نو زائدہ اور اس کی خوشہ چین زبانِ اردو میں نہیں۔ پھر عربی داں عالم بھی سمندر کی گہرائیوں سے واقف تیراک اوتھل پانی سے تیر نا نہ جانے۔غضب ہے۔ یہ کچھ خلافِ عقل معلوم ہوتا ہے مجبوراً کہنا پڑتا ہے ۔

گلست سعدی در نظر دشمناں خاراست

دنیا میں کسی کا کوئی فعل وقول ایسا نہیں جس پر کوئی اعتراض نہ کیا جاسکے۔اور کوئی اعتراض ایسا نہیں جس کا کوئی جواب نہ دیا جاسکے۔

مفتی صدر الدین آزردہؔ جید عالم وفاضل بعہد بہادر شاہ ظفؔر دلّی کے مفتی وقت اساتذہ کلام اردو سے گزرے ہیں اور ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ دور کاہے کو جائیں۔موجودہ دور میں حیدر آباد کے استاد العلماء مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ موجود ہیں۔اور ان کا کلام اس خصوص میں دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔

حضرت کا ایک شعر مرزا غالبؔ وحیرتؔ کے شعر سے بطور تقابل یہاں پیش کیا جاتا ہے۔اہلِ تنقید خود عالم کے کلام سے شعریت کی روح اُجاگر ہونے کا صحیح اندازہ کرلیں۔

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاؔس
(غالبؔ)

میں الم میں ہوں دل زار کو لے جا ظالم
آہ بیمار کو رکھتے بیمار کے پاؔس
(حیرتؔ)

چشمِ بیمار کی جانے دلِ بیمار ہی قدر
قدرِ بیمار ہوا کرتی ہے بیمار کے پاؔس
(مولانا انوارؔ)

حضرت کے کلامِ عشق کی رنگینی فصیح انداز میں ملاحظہ ہو:۔

خنجر ابرو سے اب لیجئے مدد
تیغِ برّاں کی روانی دیکھ لی

نہ خنجر پاس ہے انکے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں

مہر و نجوم پُر ضیا عکس جمال یارِ من
درہمہ چیز برملا عکسِ جمالِ یارمن

''شمیم الانوار'' حضرت کے مجموعہ کلام سے نمونے از خروارے۔

شرک ہر چند برملا تو نہیں
دیکھو دل میں وہ چھپ گیا تو نہیں
دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں
خود سروں کے وہ قصے کہتے ہیں
وہ ہمارا ہی ماجرا تو نہیں
دل کو وہ توڑتے ہیں یہ کہہ کر
بتکدہ خانہء خدا تو نہیں
پھر سوئے کعبہ لے چلا ہے دل

دیکھئے اس میں کچھ دغا تو نہیں
واں بدلتی ہے قلب کی حالت
خاک یثرب کی کیمیا تو نہیں

نہ خنجر پاس ہے اُن کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں
نہیں رہتا ہے دل قبضے میں ان کی ہمکلامی سے
نہیں معلوم باتوں میں وہ کیا تسخیر رکھتے ہیں
کہیں شوریدگی میں دل نہ بھٹکے اس لئے اسکو
کسی کی زلف کا ہم بستہء زنجیر رکھتے ہیں
کماں کے سامنے چلّے کا جھکنا دامِ مقصد ہے
جوانانِ سعادت مند قدرِ پیر رکھتے ہیں
قصور اپنا ہے ورنہ ساکنانِ شہرِ خاموشاں
زبانِ حال پر ہر قسم کی تقریر رکھتے ہیں

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے
ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے
الٰہی یہ دل ہے کہ مہماں سرا ہے
چلے آتے ہیں کارواں کیسے کیسے
نہ ہوں تہلکے ملکِ دل میں تو کیا ہو
مسلط ہیں واں حکمراں کیسے کیسے
ہوئی خانہء دل کی تعمیر مٹ کر
بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے

ہوئے کیا وہ سب کس نے چن چن کے توڑے
تھے گلشن میں گُل، باغباں کیسے کیسے
ذرا دیکھو انوؔر کہ انوار غیبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

خنجر ابرو سے اب لیجئے مدد
تیغ براں کی روانی دیکھ لی
واعظا ہم نے توفیض عشق سے
قہر میں بھی مہربانی دیکھ لی

رہے خوب لطف وکرم پہلے پہلے
عدم میں بھی تھے محترم پہلے پہلے
ہمارے لئے اب غذا وہ بنی ہے
جسے ہم سمجھتے تھے سم پہلے پہلے

دیکھئے جس کو ہے بس نام وری کا پابند
رہے وہ عنقا جو ہو خلقت سے جدا نام سے دور

زندگی سولی پہ منصور نے کاٹی الحق
اہلِ تحقیق کو ہے دارِ اماں دار کے پاس

بر جمال خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی وخود پروانہ سازی خویش را

عاشقِ زارے گہے وزجاں براری ہائے ہوئے
گاہ جاں باشی گہے جانا نہ سازی خویش را
کیست کو در بندِ عشقِ خویش آرد مرترا
بہرِ صید خویش دام ودانہ سازی خویش را
آں کراز ہرہ کہ دعوائے شناسائی کند
دیدہ ودانستہ چوں بیگانہ سازی خویش را
گر طمع داری دلا گنجینۂ اسرار را
پیشتری بایدت ویرانہ سازی خویش را
مستی خمخانۂ روز الستت بس نبود
تاکہ مست جرعۂ پیمانہ سازی خویش را
توہمائے دولتی آشیانت بے نشاں
پس چہ افتادت کہ مرغ خانہ سازی خویش را
انورا با آنکہ بیروں نامدی از خویشتن
تابکے در غیریت افسانہ سازی خویش را

ہر کسے تو رازے دیگرے
نازو انداز ونیازے دیگرے
عاشقاں رادر بیانِ راز ہاست
ہر حقیقت را مجازے دیگرے

مہرو نجوم پُرضیاء عکسِ جمالِ یارِمن
درہمہ چیز برملا عکسِ جمالِ یارِمن
پردہ ہمیں کہ برشود صبر وشکیب دار بود
کرد بہ فتنہ مبتلا عکس جمالِ یارِمن
بہر نظارہ جوق جوق گشتہ رواں زِفرطِ شوق
کرد قیامتے بپا عکسِ جمالِ یارِمن
ہوش وحواس عالمے برد بیک کرشمے
روح فزاو دل ربا عکسِ جمالِ یا رِمن

جُز تو بناشد مطلب زحقیرے
اینست مارا مقصود اقصٰے

انــت قــریــب مــنــی ولــکــن
بــاتــقــرب مــاذا یــفــعــل اعــمــی

اس سلسلہ میں ''قصیدہ انوار احمدی'' کا تذکرہ خاص طور پر نہایت ضروری ہے۔ یہ حضرت کا ادبی شہکار، قدسیانہ جذبات کا آئینہ دار، آب وہوا مدینہ کی پیداوار، عشقِ نبی سے سرشار ہے۔ نعتِ نبی میں کعب بن زہیرؓ نے ''بانت سعادُ'' امام شرف الدین ابومحمد البوصیریؒ نے بردہ شریف جیسے بڑے بلند پایہ قصائد کہے۔ حضرت مولانا نے بھی اردو زبان میں اُن ہی بنیادوں پر قصیدہ کے اکسٹھ بند کہے۔ ساتھ ہی حدیث وقرآن کی روشنی میں شرح بھی فرمادی جو تین سوتیں صفحات پر مشتمل ہے۔ مدینہ آپ سے کیا چھوٹا قصیدہ بھی نامکمل چھوٹ گیا۔ مکہ پہونچے تو حضرت عارف باللہ حاجی امداد اللہؒ کی صحبت ملی۔ راہ سلوک طے کرنے میں لگ گئے۔ اجلہ علماء ہند کے پیر نے بڑی توجہ سے قصیدہ اور اس کی شرح سُنی۔ ''انوار احمدی'' سے عام استفادہ کی غرض طباعت کے لئے ارشاد فرمایا و نیز تقریظ میں یہ فرمایا:

جـاء بـالـنـور فـوقـه نـور
الـمـصـنف، كـاسـمـه انـوار
ارجـو ان تـنـفـع دلائـلـه
وتـطـمـئن الـقـلـوب بـالاذكـار

تفصیل کی اجمال یہ ہے کہ اسلام شعر وشاعری کو کلیتاً وقیع نظر سے نہیں دیکھتا۔ کلام اللہ نثر میں ہے اور اس کی آیت **الشعراء یتبعھم الغاون** عدم جواز کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت نے عالم باعمل ہونے کے باوجود شاعری کو اپنایا اور اس کے جواز کو ثابت کر بتلایا۔ آپ نے یوں فرمایا۔

لکھا اسکو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہِ دیںؐ

اس کی شرح میں صحاح ستہ سے ترمذی ونسائی کی حدیث جس کی حضرت انسؓ نے روایت کی ہے پیش فرمایا کہ آنحضرت ﷺ قضاء عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہورہے تھے۔ آگے آگے ابن رواحہؓ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ٹوکا۔ اے ابن رواحہؓ رسولِ اکرم کے سامنے حرم محترم میں تم اشعار پڑھتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عمرؓ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کے اشعار کفار کے دلوں پر تیر سے تیز تر سرایت کرتے ہیں۔ ونیز مشکوۃ شریف سے حدیث بیان فرمائی کہ کعب بن مالکؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! حق تعالی نے شعر کی برائی میں آیت شریف نازل فرمائی یعنی اب شعر کا لکھنا درست نہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ''المومن يجاهد بسيفه ولسانه الذی نفسی بیده لکانما ترامونهم به''

ارشاد فرمایا: ایمان والے تلوار اور زبان سے جہاد کرتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کفّار کے مقابل تمہارا شعر کہنا مثل تیر چلانے کے ہے۔

علاوہ ازیں مواہب لدنیہ کے حوالے سے کعب بن زہیرؓ کا واقعہ تحریر فرمایا کہ کعب اپنے قصور سے تائب حاضر حضورؐ ہوئے اور اپنا قصور بخشوانے پر رسالت پناہ کی شان میں قصیدہ کہہ سنایا۔

آنحضرت ﷺ نے جسم اقدس سے رداء مبارک نکال کر کعب کو دی اور مصرعہ ثانی میں جوانہوں نے سیوف الہند کہا تھا سیوف اللہ کی اصلاح فرمائی۔

حضرت مولانا نے ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اشعار باثواب کے کہنے سننے اور اصلاح دینے کا جواز ثابت کردیا۔ اور خوش ہوکر شاعر کو شعر کا صلہ دینا سنت نبویؐ قرار دیا۔ علی ہذا روح الامین کا شاعرِ حسان بن ثابتؓ کا ہم نوا ہونا اور مسجد نبوی میں اشعار سنانے ان کے لئے منبر کا رکھوانا بہت ساری دلیلیں عالمانہ انداز میں آپ نے بیان فرمائیں۔ طوالت کے باعث سب کو چھوڑتے قصیدہ کے چند بند ہدیہء ناظرین کئے جاتے ہیں۔ یقیناً ایمان افروز اور حب نبی کو دوبالا کرنے والے ثابت ہوں گے۔

ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیاء
جن کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا
رفعِ ذکر پاک ثابت ہے کلا م اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہِ لولاہ ہے
ہے درود پاک ہی ذکرِ شہ عالی مقام
ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اس فخرِ عالم پر مدام

اور فرشتے دائماً مشغول ہیں جس میں تمام
کیسی طاعت ہوگی وہ جسمیں ہوخودحق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کانہیں کوئی شریک
دفع ہوں سب ہم وغم جو کوئی پڑھتا ہو مدام
نکلیں اسکی وجہ سے دونوں جہانکے سارے کام
جو پڑھے دائم رہے منصور و محبوبِ اَنام
ذکرِ خالق اور دعا ذکرِ نبیؐ کے سات ہے
کیا صلوۃ احمدیؐ بھی افضل الطاعات ہے
عرض کی خاتوں نے حضرت مہر ہو اوّل ادا
بولے یارب مہر کیا دوں حق تعالی نے کہا
صاحبِ لولاہؐ پر پڑہ لو درود باصفا
نعت وہ ہے جسکا حضرتؐ نے کیا خود اہتمام
حق تعالی نے لیا جملہ نبیوںؑ سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اُسکا ناتمام
اور جو دشمن ہو تو اُسکے کفر میں پھر کیا کلام
کی بذاتِ خود خدا نے نعت جب محبوبؐ کی
پھر ثنا دل سے کریں کیونکہ نہ سب محبوبؐ کی

حضرت معاذؓ سے روایت ہے فرمایا آنحضرتؐ نے کہ نبیوں کا ذکرایک قسم کی عبادت ہے۔اور ذکرصالحین کا گناہوں کا کفارہ ہے اور ذکرموت کا صدقہ ہےاور یادکرنا قبرکا جنت سےتم کونزدیک کرتا ہے۔

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو
اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو
فیض بخش کن فکاں گنجینہ اسرار ہو

کنجِ تاریک عدم جولانگہِ انوار ہو
نورسے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمدؐ اس رکھا نام حمداً لا یزال
الغرض اس نور سے پیدا کیا عالم تمام
لکھا پھر ہر جائے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام
نام ان کا لیکے نبیوں نے نکالے اپنے کام
دی یہ شہرت انکو تا جانیں انہیں سب خاص و عام
پھر کیا ایک شان سے آدم میں ان کو جلوہ گر
رکھا پیشانی میں تا ہو سجدہ گاہ بوالبشر
پھر ملائک سے کرائے سجدے باصد کروفر
اور لیا اقرار سب پیغمبروں سے معتبر
کہ وہ ختم الانبیاء اور خیر خلق اللہ ہیں
ہیں وہ شمس الانبیاء گر انبیاء سب ماہ ہیں

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت شاعر حق آگاہ

ڈاکٹر عقیل ہاشمی، سابق صدر شعبہ اُردو، جامعہ عثمانیہ

دنیائے علم وادب میں عرفان یا ادراک کی اپنی اہمیت ہے اور یہ عرفانِ ذات ہی ہے جسکے توسط سے حق تعالیٰ کا عرفان ممکن نظر آتا ہے مگر محض منطق ورائے واستدلال سے کوئی شخص عارفِ خود شناس وحق شناس ہوتا تو بقول کسے شیخ بوعلی سینا جیسے فلسفی کی ولایت میں کسی کو شک نہ ہوتا اور نہ فخر الدین رازیؔ کے راز دار دین ہونے میں کسی کو اختلاف ہوتا عقل شاید حق تعالی کے در تک تو پہنچا دیتی ہے لیکن اسکے آگے کا قدم صرف اور صرف فضل وعنایت پر موقوف ہے۔

عقل رہبر و لیک تا درِ او
داں عنایت رساندت براو

چنانچہ عرفان نفس کے لئے قرآن مجید کی رہنمائی کافی ہے لیکن یہاں یہ بات بھی درست ہوگی کہ کوئی بھی صلاحیت یا فن انسان کو ودیعت نہیں ہوا جسکا تعلق فطرت سے نہ ہو سارے الفاظ اس چیز کی ترجمانی کرتے ہیں جو فطرت ظاہر کرنا چاہتی ہے ہیئت داں، ریاضی داں اور فلسفی اپنی اپنی دانست میں انہی چیزوں کا اظہار کرتے ہیں جوان کے فہم وفکر کے دائرہ میں آجاتی ہیں جیسے اخلاقیات کے فلسفی قدرتی نیکیوں، بدیوں اور جذبات انسانی کو بنیاد بناتے ہوئے اس بات کی تلقین وہدایت کرتے ہیں کہ قدرت کی پیروی کی جائے اس میں نفع زیادہ اور ضرر کی گنجائش کم ہوگی اسی طرح دنیا میں شاعر کی ذات ایک انوکھی دلچسپ کردار کی حامل ہوگی شاعر ایک طرف قدرت میں پھیلی ہوئی اشیاء سے اکتساب کرتا ہے دوسری سمت اپنے زور تخیل سے تخلیقات سے متحیر کر دیتا ہے تب ہی تو قدیم زمانوں میں شاعر کو سر فہرست رکھا گیا اس تمہیدی گفتگو کا مقصد حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے علمی ادبی کارناموں خصوصا شاعری کے بارے میں تفصیلات مہیا کرنا ہے۔

نیز نگیوں سے یار کے حیراں نہ ہو جیو
ہر رنگ میں اسی کو نمودار دیکھنا

حضرت شیخ الاسلامؒ کی ہستی نابغہ روزگار، عالم دین، مجتہد العصر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعر حق آگاہ اور واقف اسرار محبت ومودّت سے جدا نہ تھی دراصل شاعری کو نقل کا فن سمجھا جاتا ہے لیکن اس میں لطف ومسرت کا بھی جزو شامل ہوگا اہل علم نے شاعری کے مختلف زاویوں کی نشاندہی کی ہے اسکی پہلی قسم خدا کی ذات بے ہمتا، یا اسکی نا قابل بیان صفت کا نقل کرنا ہے ان کی مثال حضرت داؤدؑ کے گیتوں وحضرت سلیمانؑ کے ''غزل الغزلات'' اور اقوال وغیرہ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی ''اس میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو آسمانی کتاب کا شاعرانہ حصہ ہیں ان کے خلاف کوئی شخص نہ ہوگا جو روح القدس کا احترام کرتا ہو'' (۱)۔

شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں فلسفیانہ یا اخلاقی امور کو

موضوع بنایا جاتا ہے اور تیسری قسم اس شاعری کی ہے جو صحیح معنوں میں انسانوں کے عقل وشعور کو متاثر کرتی ہے گو اس میں فطرت میں پھیلی ہوئی تمام تر رنگینیوں کی وضاحتیں ہونگی یونانی حکماء نے ایسے ہی شاعروں کو اولین رتبہ دیا اور انہیں واٹیز (Vates) سے مردِ آگاہ مراد لیا جسے بعد میں ان کی فہم وبصیرت کی وجہ سے شاعر کہا جانے لگا کیونکہ یہی لوگ قدرت کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے نئی نئی باتیں (اجتہاد) تخلیق کرتے ہیں اور تعلیم دینے، لطف ومسرت بہم پہنچانے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو روبعمل لاتے ہیں۔ انسانوں کو تعلیم دینے کا مقصد نیکی سے واقفیت دلانا ہے اس مرحلہ پر ان کا رتبہ مورخ اور فلسفی سے زیادہ ہے کہ مورخ ہدایت سے عاری ہوتا ہے کیونکہ اسکا تعلق ''جو کچھ ہونا چاہئے'' کے بجائے ''جو کچھ ہوا'' سے ہوتا ہے اور فلسفی محض ہدایت دینے ہی کو اہم سمجھتا ہے شاید اسلئے شاعر کو اثر انگیزی کے لئے اہم مانا گیا اسطرح شاعر کا راست تعلق تعلیم وتعلم سے ہوگا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی شاعری کا مطالعہ یقیناً اس امر کا ثبوت مہیا کریگا کہ حضرت ممدوح کی شعر گوئی کا مقصود تعلیم وتلقین سے الگ نہیں چنانچہ اپنی اس شاعری کے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

''جس زمانے میں کہ آقائے دارین نے بہ نظرِ کمالِ بندہ پروری اس ناچیز کی حضوری افضل البلاد مدینہ طیبہ زادہا شرفاً میں منظور فرمائی تھی چند روز ایسے گذرے کہ کوئی درس وتدریس وغیرہ کا تعلق نہ رہا چونکہ نفسِ ناطقہ بیکار نہیں رہتا یہ بات دل میں آگئی کہ چند مضامین میلاد شریف وفضائل ومعجزات سرور عالم ﷺ کے کتب احادیث وسیر سے منتخب کر کے منظوم کئے جائیں ہر چند فنِ شاعری میں کسی سے تلمذ ہے نہ مہارت نہ اہلِ ہند کے محاورات سے واقفیت مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اہلِ اسلام کو اس سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو چند اشعار لکھے'' (۲)

چنانچہ آپ کی مشہور زمانہ تالیف منیف ''انوار احمدی'' کے آخر میں ایک طویل مسدس ملتی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کے فضائل میلاد شریف ومعجزات شامل ہیں اور انوار احمدی کا سبب تالیف بھی درج ہے۔

شکرِ حق اس نظم میں ہیں وہ مضامینِ دل پذیر
جس سے ایمان تازہ ہو اور ہوں دلِ اعدا پہ تیر
ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلاریب ونکیر
جو محدث ہیں وہ اس کو مان لیں گے ناگزیر
گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں
لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہِ دیںؐ
تھا یہی لم جو مدحِ حساں کے تھے رُوحُ الامین
کعب اور ابن رواحہؓ کو اسی کا تھا یقیں
ذکر ختم المرسلیں اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تاابد ممدوح اور محمود ہے (۳)

اسطرح ''انوار احمدی'' جو اسم بامسمّٰی ہے مسلمانوں کے لئے خصوصاً عاشقانِ رسولؐ اکرم کے حق میں سوغاتِ دین وایمان ہے اس میں علاوہ متذکرہ مسدس کے ایک قصیدہ نعتیہ اور چند فارسی غزلیں بھی

ملتی ہیں جو بعد میں آپ کے مجموعہ کلام ''شمیم الانوار'' میں شامل کر لی گئیں، حضرت شیخ الاسلامؒ کا تعارف کرواتے ہوئے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ اپنی کتاب ''داستانِ ادب حیدر آباد'' میں لکھتے ہیں۔

''یہ قندھار کے قاضی تھے اور علوم اسلامی کے ماہر
نواب محبوب علی خاں غفران مکاں اور عثمان علیخاں
سلطان العلوم دونوں کے استاد اور حیدر آباد کے علماء
میں ممتاز تھے، وزیر امور مذہبی کی خدمت پر بھی فائز
رہے تھے اور اس شہر میں مذہبی اصلاح اور علوم دینی
کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا پچاس سے زاید کتابیں
مختلف موضوعات پر لکھیں اور چھپوائیں، اردو اور
فارسی کے شاعر بھی تھے انورؔ تخلص کرتے تھے اور حیدر
حسین حیدؔر فرزند شیخ حفیظ دہلوی کے شاگرد تھے ان
کے کلام کا ایک مجموعہ ''مطلع الانوار'' چھپ چکا ہے
اور دوسرے مجموعہ کا قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں
محفوظ ہے ان کی تصنیفات میں ''انوار احمدی''
مقاصد الاسلام کئی جلد میں مشہور ہیں'' (۴)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہیکہ حضرت ممدوح کو نثر و نظم پر کامل دستگاہ حاصل تھی شاعری کی ذیل میں قابل لحاظ کلام اپنی یادگار چھوڑا ڈاکٹر زورؔ نے جسے ''مطلع الانوار'' کہا غالبًا وہی ''شمیم الانوار'' کے عنوان سے شائع ہوا جبکہ ادارہ میں محفوظ دوسرے قلمی نسخہ کا کوئی عنوان نہیں بتایا مزید حضرت شیخ الاسلامؒ کے تلمذ اختیار کرنے کی بابت ڈاکٹر زورؔ کے تسامح کو عرصہ بعد ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر نے اپنے مضبوط استدلال اور داخلی شواہد سے دور کیا کہ حضرت ممدوح ایک فطری شاعر تھے آپ نے کسی سے تلمذ اختیار نہیں کیا (تفصیلات کے لئے کتاب ''حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی شخصیت علمی وادبی کارنامے'' ملاحظہ کیجئے) شاعری کی حیثیت سے حضرت فضیلت جنگؒ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا جیسا ارشاد نبی ﷺ ہے انّ من الشعر لحکمۃ و انّ من البیان لسحرا (بخاری شریف) ویسے بھی علماء ربانی اور صوفیاء عظام کی شاعری شاعری نہیں بلکہ وہ سراپا راز و نیاز، پند و نصائح، محبتِ خدا اور محبتِ رسول ﷺ کی شرح ہوتی ہے۔ شاعری کے مختلف اصناف سے واقف ہوتے ہوئے وہ حضرات اپنے عرفان ومکاشفات نیز عشق کی واردات، کیف وسرور، جذب وحال، سرشاری، سرمدی ومشاہدہ عینی کو اپنے کلام میں سمودیتے ہیں ویسے بھی اہل اللہ کا تصوف سے تعلق عشق کے مختلف مدارج کا اظہار ہے اور پھر جیسا کہ کہا جاتا ہیکہ ''تصوف برائے شعر گفتن خوب است'' کی روشنی میں احوال و کیفیات کے تفصیلات کے لئے شعر سے موزوں طریقہ کوئی اور نہیں اس فن میں صوفیاء کرام نے شاعری کی بہت ساری اصطلاحات کو مرادی معنوں میں تغیر وتبدّل کے ساتھ اپنایا مثلاً عشقیہ شاعری میں معشوق کے حسن ناز و انداز، عشوہ وغمزہ، وفا و جفا، وصال وفراق کو صوفیہ نے یوں تبدیل کر لیا جیسے چند اصطلاحات دیکھئے، مئے عشق ومحبت، شراب خانہ یا میکدہ: عالم ملکوت، دلدادہ: عالم شہود، خمخانہ: عالم تجلیّات، پیر خرابات: مردِ کامل، خمار: پیرومرشد، ابرو: الہام، ہستی: مشاہدہ جمال، خط سیاہ: عالم غیب، چشم مست: سرِّ الٰہی، زلف: عینیت کی شان، گیسو: طریق طالب شریعی، کثرت التفات، نالہ: مناجات، سخن: اشارات الٰہی وغیرہ (۵)۔

حضرت انوار اللہ فاروقیؒ کی شاعری اپنے اعلیٰ اور ارفع

تصورات واعتباراتِ عشق پر مبنی ہے جو حق تعالیٰ کی معرفت، رسولؐ اکرم کی محبت اسکی سرشاری، ذوق و وجدان سے عبارت ہے صوفیانہ رنگ شاعری خصوصاً فارسی ادب جس میں لذت ہجر، قرب کی آرزو، بے خودی، حال ووجد، استغراق ومحویت، تسلیم ورضا کے تصورات کو عاشقانہ والہانہ انداز میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ عہد قدیم سے ہی حضرات معروف کرخیؒ، جنید بغدادیؒ، ذوالنون مصریؒ، بایزید بسطامی، رابعہ بصریؒ اور دیگر بزرگان دین نے اس انداز وطریق سے اجاگر کیا کہ صوفیہ کرام میں کچھ اصحاب خوفِ خدا، مشیّت قہاریت پروردگار کے جلال پر زیادہ زور دینے لگے لیکن خدا کی محبت اسکے جمال قدرت، چاہت، عفووکرم، فضل وعطا سے قریب ہونے والے حضرات نے اپنے ذوق وشوق کو عشق ومستی کو اپنے واردات قلبی کو شاعری کے ذریعے ظاہر کیا، اوراسی کو اپنی زندگی کا ترجمان بنادیا بعضوں نے توتوحید ومعرفت کے رازہائے دروں کو آشکارا کرنے کی سعی بھی کی اکثر نے محض تشبیہات واستعارات پر اکتفا کیا حضرات ابوسعید ابوالخیر، عراقیؔ، سنائیؔ عطارؔ و رومیؔ سعدیؔ وجامیؔ وغیرہ اسی عشق کی حرارت وسوز سے واقف اسکے نشہ سے سرشار تھے چنانچہ حضرت فضیلت جنگؒ کو بھی ہم اسی سلسلے کی ایک کڑی متصوّر کرتے ہیں حضرت علامہ نے اپنے اشعار میں اسی عشق کی گرمی کو اجاگر کرنے کی دانستہ سعی فرمائی اسکے لئے انہوں نے اپنے واردات ومعاملاتِ عشق کو شعرہی کے قالب میں ڈھالا حمد پروردگار کے یہ اشعار دیکھئے

مہر ونجوم پُر ضیاء عکسِ جمالِ یار من
درہمہ چیز برملا عکسِ جمال ِیارمن
در دلِ ودیدہ و نظر در ہمہ چیز جلوہ گر
درخور و ماہ تاسہا عکسِ جمال یارِ من
ہوش وحواس عالمے برد بیک کرشمہ
روح فزا و دل ربا عکسِ جمال یار من
حال چگویم انوؔرا تاچہ نمود لطفہا
بردز خویشتن مرا عکس جمال ِیارِ من(۶)

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک کے اظہار میں جس محبت اخلاص، جذبہ فدویت' احترام وادب کوملحوظ خاطر رکھا وہ دیدنی ہے۔

مجسم پاکیزہ زجانی بجاں چہ گویم کہ جانِ جانی
مراچہ یارا کہ گویم آنی بردن زتخمین ہر گمانی
کلیمؑ مدہوش لن ترآنی حبیب مامور من رآنی
مرتبہ فرق درمیانی از انست ظاہر چنانکہ دانی
تو اولیں صُنعِ کبریائی محمدیؐ زانکہ دل ربائی
بہرچہ حمدت کنم سزائی کہ مبدا امر کن فکانی
زمین وافلاک فرش راہت مقام محمود جائیگاہت
ملائک وانس وجاں سپاہت تو درعوالم شہ شہانی
بہ کوئے تواو فتادہ انوؔر زکار ماندہ بہ جمال ابتر
بہ نقش اے شاہ بندہ پرور ہرآنچہ می خواہی می توانی(۷)

حضرت شیخ الاسلامؒ کی شاعری کا محور ومرکز آں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے آپ نے اپنے اشعار سے جس والہانہ وابستگی کا شعار بتلایا وہ دیدنی ہے سچ تو یہ ہیکہ عشق رسولؐ دیگراست والا معاملہ ہے اس غزل پر عشقِ رسولؐ کے صحیح معنوں پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اصل عشق تو اتباع رسولؐ ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز مکتوبات میں فرماتے ہیں:

''در ہر جز کہ از اخلاق وشمائل محبوب یافتہ می شود آں چیز نیز بہ تعبیت محبوب، محبوب می گردد، وبیان ایں رمز است در آیہء کریمہ فاتبعونی یحببکم اللہ پس در متابعت او علیہ الصلواۃ والسلام کوشیدن منبر بمقام محبوبیت آمد'' (۸)

ترجمہ:

''ہر چیز جو محبوب کے اخلاق وعادات اطوار وگفتار سے علم میں آئے تقلید کی دھن میں محبوب سمجھا جائے یہی رمز اس آیت شریف میں ہے رب العزت فرماتا ہے فاتبعونی یحببکم اللہ (اگر تم خدا سے محبت کے دعویدار ہو تو تم میری اتباع کرو) ایسی صورت میں خود خدا تمکو اپنا محبوب بنالیگا''

بالفاظ دیگر تقلید واتباع، عشق ہی کا دوسرا نام ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی مثال یاد رہے کہ آپ اتباع رسولؐ میں اسقدر سرگرم عمل تھے اور تقلید نبوی پر ایسے کاربند کہ آپ نے ساری عمر خربوزہ اسلئے نہیں کھایا کہ آپ کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ میوہ کس طرح کھایا تھا اسی کامل تقلید کو عشق کہا جاتا ہے اور اگر تم اس عشق میں پختہ ہوجاؤ تو پھر تمہیں دنیا کی کوئی طاقت زیر نہیں کرسکتی علامہ اقبالؔ نے اپنے اشعار میں اسکی طرفداری کی ہے۔

کیف ہا خیزد از صہبائے عشق
ہست ہم تقلید از اسمائے عشق
کامل بسطامؒ در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
عاشقی؟ محکم شواز تقلید یار
تا کمندِ تو شود یزداں شکار

اسی طرح حضرت شیخ الاسلامؒ کے شاعرانہ کلام کی خصوصیات کا مطالعہ کریں تو یہ وصف نمایاں اور غیر معمولی دکھائی دیگا فارسی کلام کے بعد ''شمیم الانوار'' کے اردو کلام پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح طور پر ہمارے سامنے آئے گی کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے زبان وبیان کا خیال رکھا تخیل میں پاکیزگی، لفظیات کا انتخاب، تشبیہات واستعاروں میں حسنِ سلیقہ، تلمیحات تصوف کی ندرت، شاعرانہ اصول وضوابط کی پابندی، کہیں کہیں صنائع بدائع کا وصف سلاست اور روانی کو لطف وانبساط کے ساتھ پیش کیا ہے دراصل یہی منزل شاعر کے لئے ''الشعراء تلامیذ الرحمٰن'' کے مصداق ہوگی کہ جس نے اپنے ضمیر کی آواز سنی، روح کی بیداری، عشق کی سرمستی والہانہ طرز اظہار، کلام کی برجستگی، تصوف کی چاشنی، علم وعرفان، پند ونصیحت، اخلاق واخلاص کی دلآویزی مشاہدات ومکاشفات کا ذکر وغیرہ سبھی کچھ کلام کے توسط سے ایمانیات کو تروتازہ کردے، دل میں اتر جانے والی کیفیات سے ہم آہنگ ہو جس سے یقیناً کہنے والے کی شخصیت اور اسکی عظمت کا اظہار ہو، دیکھا گیا ہے کہ اہل اللہ نے تہذیب انفس وآفاق کے لئے جن علمی موضوعات پر اپنا قلم اٹھایا ہے تو پھر اس موضوع سے انصاف بھی کیا ان کی تحریروں میں ایمان وایقان کی لاتعداد شمعیں روشن وتابناک ہوجاتی تھیں جسکا مقصد عوام الناس کی اصلاح اور خواص نیز وابستگان طریقت کے راہ سلوک کی رہبری ہوتی چنانچہ حضرت شیخ الاسلام نے اسلامی تعلیمات کے مدنظر اپنے کلامِ بلاغت نظام میں اسکا خاص خیال رکھا کہ پیرایہ بیان صاف سیدھا سادہ لیکن اسلوب عالمانہ ہو آپ کے اسی رنگ وآہنگ پر گفتگو

کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالحمید اکبر لکھتے ہیں:

''مولانا انواراللہ کی شاعری میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک اچھے شاعر میں ہونی چاہئے انکی شاعری مجموعی طور پر صوفیانہ ہے جس میں زیادہ تر مظاہر قدرت کی عکاسی نظر آتی ہے اور یہ ہماری شاعری کا مزاج بھی رہا ہے۔ خواجہ میر دردؔ کے کلام میں صوفیانہ افکار کی جلوہ گری زیادہ ہے دردؔ کے انہی افکار کو مزید سہل بنا کر مولانا انواراللہ انورؔ نے اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ علامہ انورؔ کی زبان دانی مسلم ہے انکا کلام اغلاط سے پاک ہے۔ زبان کی صفائی کے ساتھ ساتھ فصاحتِ رندانہ روزمرہ بے تکلفی انکے کلام میں دلکش پیرائے میں ملتے ہیں ان تمام مذکورہ شعری لوازمات کے پیش نظر حضرت انورؔ اپنے طرز خاص کے موجد ہیں جس میں حسن ادا کا پہلو بالکل فطری ہے''(۹)

اس اقتباس کے بعد ذیل کے یہ چند اشعار دیکھئے جس سے یقیناً اس امر کی توثیق ہوگی کہ حضرت ممدوحؒ کی شاعری کا دائرہ عمل خالصتاً عوامی ہے جس میں افہام وتفہیم کا وصف نمایاں اور کارگر ہوگا اور شاید یہی ان کی شاعری کا اختصاص ہے۔

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے
ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے
ہوئی خانہ دل کی تعمیر مٹ کر
بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے

●●●●●●

زردی رنگ وآہ و فغاں اشک و لاغری
ہے عشق و جاں گذار کی تاثیر ایک ایک
عارف کو فہم آیہء تخلیق کے لئے
اوراق گل ہیں نسخہء تفسیر ایک ایک

●●●●●●

شرک ہر چند برملا تو نہیں
دیکھو دل میں وہ چھپ گیا تو نہیں
دل کو ہر چیز سے تعلق ہے
کہیں در پردہ دل ربا تو نہیں

●●●●●●

کیا کرتے ہیں طے راہِ عدم آہستہ آہستہ
کھنچے جاتے ہیں اُس جانب کو ہم آہستہ آہستہ
کڑی ہیں منزلیں ہر چند راہِ عشق کی لیکن
بڑھ جاتا ہے رہرو کا قدم آہستہ وٓہستہ

●●●●●●

رحم واظہار وفا خوئی دلارام سے دور
صبر و آسودہ دلی عاشق ناکام سے دور
جس کو دل جمعی میسر ہو جہاں میں انورؔ
مثل مرکز رہے وہ گردشِ ایام سے دور

●●●●●●

کون جانے دے ہمیں انجمن یار کے پاس
مثل سایہ کے پڑے رہتے ہیں دیوار کے پاس
دل آشفتہ ہی رہبر ہو تو کچھ ہو ورنہ
کہیں ملتا ہے پتہ یار کا اغیار کے پاس

دل ربائی میں نیا ڈھنگ ہے انکا انوؔر
معذرت سنتے ہیں اور آکے گنہگار کے پاس (۱۰)

جب کہ ہم جانتے ہیں کہ ''شمیم الانوار'' میں شامل تمام کلام دورانِ قیام مدینہ منورہ تصنیف ہوا چنانچہ حضرت ممدوح کے ہاں مضامینِ الہیات کے ساتھ ساتھ عشق رسول اکرم ﷺ کا موضوع بھی نظر آتا ہے اس باب میں جس حزم واحتیاط سے محبت رسول سے آگاہی والہانہ ربط وتعلق واگذاشت ہوا وہ دیدنی ٹھہرا، نعتِ رسول کا اہتمام عین ایمان اور خوشنودی پروردگار سے جدا نہیں اور پھر جیسا کہ مشہور ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید ایں جا

حضرت علامہؒ نے مکمل انہماک وابستگی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی محبت اور آپ کے عشق کو اپنے ہی فضل وکرم لانہایت کے تصور سے سرکار دوعالم ﷺ کے محامد ومحاسن بیان کرنے کی سعی مشکور کی اس سلسلے میں حضرت علامہؒ عشق الٰہی کے ہمراہ عشقِ رسول کی دولت بے بہا ولا زوال سے اپنے قلب وروح کو مالا مال کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ قلب سے مراد وہ تمام فضائلِ قلبی ہیں جن میں اعلیٰ وارفع نعمت قرب ومعیت آپ کا حصول شامل ہے نعت شریف کے مضامین میں قرآن واحادیث وسیرۃ مبارکہ، اخلاص نیت واسرار عارفانہ سے اظہار ہی وصف خاص ہے۔

ہر کسے رامی میکش بخوبی در جہاں
ماب‌حمداللہ پیش شاہ خوباں آمدیم
رحمتے برحال زار ماکہ از دور و دراز
زیر بار معصیت افتاں و خیزاں آمدیم

●●●●●●

والضحیٰ را وجہ می یابی کہ قصد روئے کیست
معنیٔ واللیل میدانی کہ آں گیسوئے کیست
کیست آنکہ روضہ اش کروبیاں راشد مطاف
سجدہ گاہِ آسماں ہا بر زمیں مشکوئے کیست
آنکہ خواندش رحمۃ اللعالمین ربّ العلی
سرّ معنی را ازاں دریاب تاہم خوئے کیست

●●●●●●

تابعرش وفرش روداری تہ وبالاستی
ثم وجہ اللہ را یک روشو و ادراک کن

●●●●●●

ازنگا ہم تا بطوف گنبد خضراستی
دل بصد جانست مصروفِ طواف دیدہ ام (۱۱)

فارسی کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اردو میں بھی اپنے عارفانہ کلام سے اہل عشق ومحبت، دانشوروں کو متاثر کیا ہے گو اردو اشعار (کلام) کی تعداد زیادہ نہیں لیکن اس میں سہلِ ممتنع کی سی کیفیت ملتی ہے دراصل شاعر اس حسن کے اسرار کا عارف ہے جو پیکر یا صورت میں ہوتا ہے اور جس کے بغیر حسنِ حقیقت یا حسنِ معنی تک رسائی محال ہے یہی وجہ ہیکہ علامہ کے اسلوب میں بیک وقت منطقی ترتیب اشارات، استدلال جمالیاتی تہذیب، عقیدت ومحبت کی چاشنی کا احساس نمایاں ہوگا اسکے علاوہ فکری اجتہاد واختراع کا وصف، زبان وبیان کی خوبیاں مترشح ہوتی ہیں۔ سیدھے سادے الفاظ تشبیہات و استعارات یا اور دوسری صنعتیں ان میں بڑی حکیمانہ انداز سے سموئی ہیں بالفاظ دیگر حضرت شیخ الاسلام کی شاعری دل ودماغ کو آسودہ ہی

نہیں کرتی بلکہ ایمان وایقان کی منزلوں سے قریب کردیتی ہیں ان میں استفسار اور تامل کی تلقین کی تازگی اور عشقِ محمدی کا پاکیزہ احساس بھی ہے گو یا مومن کی فراست اسکی بصیرت، درد مندی، اخلاص، معاشرہ اسلامی کی تابنا کی سبھی کچھ ہے، چنانچہ سید الکونین سرور کائنات حضور اکرم ﷺ کے ظہور قدسی سے متعلق کس محبت ومودّت، ادب واحترام سے اشعار کہے ہیں وہ لائق تعریف وتحسین ہیں۔

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو
اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو
فیض بخش کن فکاں گنجینہء اسرار ہو
کنجِ تاریکِ عدم جولاں گہِ انوار ہو
نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمدؐ اس کا رکھا نام حمداً لا یزال
پس وہ نورِ پاک رب العالمیں پیدا ہوئے
مبدأ کونین وختم المرسلیں پیدا ہوئے
جانِ عالم قبلۂ اہلِ یقیں پیدا ہوئے
شکرِ ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے
دھوم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نورِ قدمِ طالع ہوا
سامعیں سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا
تھا ذبیح اللہ کا فرحت فزا جو واقعہ
وہ معیّن روز، روزِ عید ٹھہرایا گیا
تہنیت کے سب رسوم اس روز ہوتے ہیں ادا
روز میلاد نبیؐ جس میں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیونکر واجب تعظیم پیش حق مدام(۱۲)

حضرت شیخ الاسلام کی ہمہ جہت شخصیت، نورِ الٰہی کی روشنی ہے جو کبھی عالم، صوفی، مصلح، عابد شب زندہ دار، فقیہ، محدث ومفسر کی حیثیت سے ابھرتی ہے تو کبھی ایک فلسفی دانشور ومفکر ادیب اور شاعر کے روپ میں اجاگر ہوتی ہے جسے ہم صاحبِ عصرِ رواں، نابغۂ روزگار، پیکرِ علم وعمل کہہ سکتے ہیں۔

عبارت مختصر! حضرت انوار اللہ فاروقیؒ کی ہستی کا شمار اردو عربی زبان وادب کے عظیم معماروں میں ہوتا ہے مولوی اکبر الدین صدیقی اپنی کتاب ''مشاہیر قندھار'' میں شیخ الاسلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''مولانا کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی عدم الفرصتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے لیکن اس پر بھی مولانا اپنے وقت کے سب سے بڑے مصنف ہیں آپ نے جتنی کتابیں اس زمانے میں لکھیں ان سے حیدرآباد کی ادبیات میں انقلاب پیدا ہوگیا'' (۱۳)۔

مزید حضرت ممدوح کی طبیعت میں ادبیت اور شعریت کی ایک موزونیت ملتی ہے۔ اپنی علمی دینی اور مذہبی مصروفیات کے باوجود شاعری سے رغبت یقیناً اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اگر وہ اس جانب سنجیدگی سے توجہ کرتے تو ایک غیر معمولی شاعر ہوتے پھر بھی جسقدر کلام دستیاب ہے اس کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی فکرِ صحیح، تخیل کی پاکیزگی کے ہمراہ کلام اللہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ قرآنی آیات، احادیث شریفہ کا برمحل استعمال انکے اسلوب کی پہچان بن گیا اپنی اس گفتگو کو حضرت علامہ کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

مراد ونامرادی عاشقوں کے پاس ہیں یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غمِ تاخیر رکھتے ہیں(۱۴)

حواشی و حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو ص ۲۴۸۔

(۲) حضرت شیخ الاسلام، انوار احمدی، ص ے، مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد۔

(۳) حضرت شیخ الاسلام، انوار احمدی، ص ۳۳۱ مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد۔

(۴) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، داستاں ادب حیدرآباد، ص ۱۷۳

(۵) خیام شبلی بی کام، جون ۱۹۴۲ء، لاہور، پاکستان۔

(۶): حضرت شیخ الاسلام، شمیم الانوار، ص ۵، مطبوعہ ۱۳۳۶ھ، مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدرآباد

(۷) حضرت شیخ الاسلام، شمیم الانوار، ص ۹، مطبوعہ ۱۳۳۶ھ، مجلس اشاعۃ العلوم شبلی گنج حیدرآباد

(۸) حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۴، ص ۵

(۹) ڈاکٹر عبدالحمید اکبر، حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی شخصیت علمی و ادبی کارنامے، ص ۳۰۱

(۱۰) حضرت شیخ الاسلام، شمیم الانوار، ص ۳۲، مطبوعہ ۱۳۳۶، مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد

(۱۱) حضرت شیخ الاسلام، شمیم الانوار، ص ۱۶، مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد

(۱۲) حضرت شیخ الاسلام، انوار احمدی، ص ۳۳۶، مطبوعہ، مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد

(۱۳) اکبر الدین صدیقی، مشاہیر قندہار، ص ۱۰۰

(۱۴) حضرت شیخ الاسلام، شمیم الانوار، ص ۳۱، مطبوعہ ۱۳۳۶ھ، مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد

☆☆☆☆

اردو شعر و ادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ

جامعہ نظامیہ نے صرف دین کی ہی نہیں اردو ادب کی بھی خدمت کی ہے اس جامعہ سے فیض یاب ہونے والے کئی مشہور شاعر ہیں جن میں خاص طور پر امجدؔ حیدرآبادی صفیؔ اورنگ آبادی، علی افسر (شاعر محمد نامہ) ابوزاہد یحیٰ قدرؔ عریضی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر کتاب حضرت شیخ الاسلامؒ کے ادبی و شعری تسلسل کی ایک زرین کڑی ہے جس میں آپ کے بنا کردہ دبستان علم و ادب جامعہ نظامیہ کے فرزندوں کی اردو شعر و ادب کے میدان میں خدمات کا وسیع پس منظر میں جائزہ کی کوشش کی گئی ہے۔ جامعہ کی ادبی تاریخ میں بلا مبالغہ یہ ایک اولین کوشش ہے۔ جس کے نتیجہ میں عوام اور ارباب علم و فضل بالخصوص اردو دنیا کے سامنے جامعہ کی ادبی خدمات کے وہ گوشے آ گئے جو اب تک اوجھل رہے۔

اس کتاب کے ذریعہ علمی دنیا میں جہاں اردو زبان و ادب کے نئے گوشوں اسالیب اور شعری آہنگ کا انکشاف ہوگا وہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت صفیؔ، حضرت امجدؔ، حضرت روحیؔ قادری، ابن احمد تابؔ، حامد تنویرؔ، علی افسر اسد انصاری، جیسے قد آور بلند پایہ شاعروں کا علمی و ادبی تعلق مرکز علم و فن ''جامعہ نظامیہ'' سے رہا ہے اور وہ اس کے فیض یافتہ فرزند ہیں، جس کے ثبوت میں ''دکن میں اردو'' مؤلفہ جناب نصیر الدین ہاشمی ''تلامذہ صفیؔ'' مؤلفہ جناب محبوب علی خاں اخگرؔ قادری ''جنوبی ہند میں رباعی گوئی'' جناب سید مظفر الدینؔ صاحب حیدرآبادی اور ''سخنوران دکن'' مؤلفہ تسکینؔ عابدی جیسی تاریخی اور مستند و معتبر کتب کے حوالے دئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے زیر اہتمام عمل میں آئی، اردو اکیڈمی آندھرا پردیش نے جزوی تعاون کے علاوہ مولف مولانا محمد فصیح الدین نظامی کو ادبی توصیفی ورقمی ایوارڈ عطا کیا۔☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کا اعلیٰ ذوقِ شعر و سخن

تحقیق و تبصرہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد الحمید اکبر، صدر شعبہ فارسی و اردو گلبرگہ یونیورسٹی، گلبرگہ (کرناٹک)

حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کی زندگی علوم اسلامی کی تحصیل سے لے کر ان کی وفات تک اسی شہر حیدرآباد میں گزری، جس کا بانی محمد قلی قطب شاہ ہے جو خود اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر کہلاتا ہے۔ اس شہر کو آغاز سے لے کر آج تک بڑے ادیبوں اور شاعروں سے سابقہ رہا۔ جن لوگوں نے اس شہر کو آباد کیا اور گولکنڈہ اور اس کے اطراف و اکناف سے آ کر اس میں بس گئے وہ خود بھی شعر و سخن اور علم و ادب کے اعلیٰ ذوق سے متصف تھے۔

قلی قطب شاہ کے دور میں ملا وجہی کا نام اُردو شعراء میں اور اس کی کتاب ''قطب مشتری'' اُردو شاعری میں معروف ہوئے۔ اس کے بعد ملاّ غواصی اور اس کی کتاب ''سیف الملوک'' کا نام لیا جاتا ہے۔ حیدرآباد کے دوسرے دور میں ابن نشاطی ایسا صاحب کمال شاعر اُٹھا جس کو غواصی اور وجہی کی طرح شاہی دربار سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے اپنی مثنوی ''پھولبن'' کے ذریعے عوامی شہرت حاصل کی۔ اس کے علاوہ حیدرآباد میں ''شاہ راجو، میراں جی حسن خدا نما وغیرہ نے علم تصوف کے ساتھ ساتھ شعر و ادب میں بھی نام کمایا۔ (۲)

گیارہویں صدی ہجری میں ابوالحسن تانا شاہ کی شکست اور قید کے بعد شہر کی مرکزیت ختم ہوگئی اور بہت سے شاعر و ادیب یہاں سے نکل گئے۔ اس دور انتشار میں جو شعراء یہاں باقی رہ گئے تھے، ان میں قاضی محمود بحری کا نام قابل ذکر ہے۔ بحری نے تصوف و عرفان سے متعلق اُردو میں ''من لگن'' اور فارسی میں ''عروسِ عرفان'' لکھی لیکن ''من لگن'' کافی مقبول ہوئی۔ اس عہد کا ایک بڑا شاعر سید محمد خاں عشرتی بھی ہے۔ جس نے اردو میں دیوان غزلیات کے علاوہ دو مثنویاں یادگار چھوڑی تھیں جو ''دیپک پتنگ'' اور ''چت لگن'' کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اس دور کے آخری چند سالوں میں نظام الملک آصف جاہ اول کی علم دوستی کی وجہ سے کچھ اور شاعر و ادیب حیدرآباد آئے اور اپنے فضل و کرم سے شعر و ادب کو یہاں پھر سے زندہ کیا۔ آصف جاہ اول فارسی کے علاوہ اُردو میں بھی لکھا کرتے تھے۔ آصف اور شاکر ان کے تخلص تھے۔ انھیں ملاّ عبد القادر بیدلؔ سے تلمذ حاصل تھا۔ (۳)

آصف جاہی دور کے اردو شاعروں میں میر بخشی علی خاں ایماؔ اور غضنفر حسین بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ آصف جاہ دوم کی تخت نشینی کے بعد ۱۱۸۴ھ میں اورنگ آباد کی جگہ شہر حیدرآباد سلطنت آصفیہ کا دارالحکومت بنا تو جملہ دکن کے علاقوں کی علمی چہل پہل اور شعر و سخن کی سرگرمیاں یہاں منتقل ہوئیں۔ اس دور کے سب سے مشہور شاعر نوازش علی شیداؔ تھے جنھوں نے حیدرآباد کو دوبارہ آباد کرنے اور قطب شاہی خصوصیات کے احیاء میں بڑا حصہ لیا تھا۔ اس دور کی آخری بڑی شخصیت شاہ تجلی کی تھی جو اُردو زبان کے اچھے شاعر تھے۔

تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں ارسطو جاہ کا عہد اردو زبان کی ترقی و ترویج میں بہت مبارک ثابت ہوا۔ شاعروں اور ادیبوں کی ہر طرح

سرپرستی کی گئی۔اس زمانے میں میر اسد علی خاں تمنا کو بڑی شہرت ملی۔(۴) ۱۲۲۰ھ کے بعد ماہ لقا چندا بائی اُردو کی پہلی شاعرہ ہے جس نے ایک مکمل دیوان اپنی یادگار چھوڑا اور ارسطو جاہ اور میر عالم کے بعد حیدرآباد کی علمی و ادبی مرکزیت کو برقرار رکھنے میں اس نے نمایاں حصہ لیا۔ چندا کے آخری قدرداں مہاراجہ چندو لال تھے جو اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ مہاراجہ کا تخلص شاداں تھا۔ فارسی کے علاوہ اُردو میں بھی کلام موزوں کرتے تھے۔اس دور میں شاہ نصیر اور شیخ حفیظ بہت مقبول ہوئے۔اسی عہد میں حافظ میر شجاع الدین حسین جو مولانا انوار اللہ کے چچا پیر تھے فارسی کے علاوہ اردو میں بھی ایک مذہبی مثنوی ''کشف الخلاصہ'' کے نام سے لکھی جس کو اس زمانے کی عورتیں زبانی یاد کرتی تھیں (۵)۔ یہ دور اُردو شعر وسخن کی ترقی کا دور کہلاتا ہے۔ فقیر اللہ شاہ حیدر، محمد علی الفت حیدرآبادی اس دور کے قابل ذکر شعراء ہیں۔

شمس الامراء شمس الدین فیض کے دور میں بھی بے شمار شعراء اُبھرے۔فیض نے چار آصفی بادشاہوں نظام علی خاں، سکندر جاہ، ناصر الدولہ اور افضل الدولہ کا زمانہ دیکھا ہے۔ انہی کے عہد میں غلام حسین خاں اُردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔حیدر علی حیدر بھی ایک بلند پایہ استاد سخن تھے جو فیض کے مد مقابل سمجھے جاتے تھے۔

۱۲۸۰ھ تا ۱۳۲۰ھ کے اس چالیس سالہ دور میں شعر وادب کی کافی ترقی ہوئی اور مظفر الدین مزاج، بہاری لال رمز، میر احمد علی عصر اردو شاعری میں نامور ہوئے۔شمس الدین فیض کے بعد سب سے زیادہ مرزا داغ دہلوی حیدرآباد کے مشاعروں میں چھائے ہوئے تھے۔ان کے اس دور میں محمد نعیم، مسکین شاہ، اصغر حسین نامی، سجاد حسین سجاد وغیرہ مشہور ہوئے۔داغ دہلوی نے تو حیدرآباد کی دنیائے سخن میں انقلاب پیدا کردیا۔ چنانچہ محبوب علی خاں نظام ششم ان کے شاگرد ہوئے اور آصف تخلص کرتے تھے (۶)۔ مختار الملک سالار جنگ اول نے نظم ونسق کے سلسلے میں جن اصحاب کو باہر سے حیدرآباد بلایا تھا ان میں مہدی علی خاں، محسن الملک، نواب آغا مرزا سرور الملک، مشتاق حسین وقار الملک، چراغ علی اعظم یار جنگ، ڈپٹی نذیر احمد، سید حسین عماد الملک جیسے مشاہیر شامل تھے جنھوں نے اپنے قیام حیدرآباد کے زمانے میں علم وادب کی بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ ۱۳۰۰ھ میں مختار الملک کا انتقال ہوا اور ان کے فرزند لائق علی خاں سالار جنگ دوم کے عہد کی یہ خصوصیت اُردو تاریخ میں اہمیت رکھتی ہے کہ انھوں نے ۱۳۰۱ھ میں نظام ششم محبوب علی خاں آصف کے ذریعے جریدہ غیر معمولی میں یہ حکم جاری کروایا کہ حیدرآباد کی سرکاری درباری زبان فارسی کے بجائے اُردو رہے گی۔اس طرح اُردو نظم ونثر کا رواج بڑھنے لگا (۷) ہندوستان کے مختلف علاقوں سے علماء کو حیدرآباد بلایا جانے لگا، گویا حیدرآباد دکن نے چھوٹے پیمانے پر سہی، حقیقت میں قرطبہ اور بغداد کی علمی وادبی مجلسوں کی یاد تازہ کردی تھی۔ملک کے گوشے گوشے سے ارباب کمال کھنچ کھنچ کر سرزمین دکن میں پہنچ گئے تھے (۸) علامہ شبلی بھی اسی زمانے میں حیدرآباد آئے تھے۔انھوں نے بھی شعر وادب کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔اس عہد کے دیگر حیدرآبادی شعراء میں معین الدین اقبال یار جنگ اقبال، وزیر علی جوش، میر محمد علی رنج، میر قادر حسین فرق، میر تراب علی زور، محمد حسین سامان، فیض الدین فیض، میر حسین علی خاں امیر، مخدوم حسینی رفعت، خیرات علی خاں سخی کے نام اور کام بھی تاریخ حیدرآباد میں یاد رہیں گے۔(۹)۔ ۱۳۲۰ھ کے بعد میر محبوب علی خان نے کشن پرشاد کو وزیر اعظم بنایا۔کشن پرشاد شاعر اور ادیب بھی تھے، اپنی ڈیوڑھی میں مشاعرے کرواتے اور سب سے پہلے آصف

(میر محبوب علی خاں) کی غزل سنائی جاتی اور شادؔ (کشن پرشادؔ) ہر ماہ جو گلدستہ ''محبوب الکلام'' شائع کرتے تھے وہ بھی آصف کی غزل ہی سے شروع کیا جاتا تھا (۱۰) شادؔ نے حیدرآباد کے شعراء و مصنفین کی آخری وقت تک سرپرستی اور امداد کی۔ ہندوستان کے جملہ مشاہیر علم و ادب سے ان کے ذاتی تعلقات بھی تھے۔ شاعرؔ نے بچولال تمکینؔ کے بعد مظفر الدین معلیٰ (شاگرد شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ) سے بھی استفادہ کیا۔ اسی زمانے میں امیر مینائیؔ، داغؔ دہلوی، عزیز جنگ ولاؔ، امیر حمزہ، منتخب الدین تجلی (تمکین کاظمی کے والد)، اقبال یار جنگ اقبالؔ، غلام صمدانی خاں گوہرؔ، مولانا انوار اللہ فضیلت جنگ انورؔ اور عثمان علی خاں عثمانؔ نامی شعراء تھے۔

حیدرآباد شعر و ادب کے اس تاریخی تسلسل کے پس منظر کے بعد جس میں مولانا انوار اللہ کی شاعری کا آغاز ہوا تھا اب ان کی شاعری موضوعات کا انتخاب، بحور و اوزان کا استعمال اور شعری خصوصیت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

شعر گوئی کا آغاز

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے علمی ادبی کارناموں میں ان کی شاعری بھی اہمیت کی حامل ہے۔ مولانا انوار اللہ نے شعر گوئی کا آغاز ''انوار احمدی'' کے منظوم متن سے کیا جو باسٹھ (۶۲) مسدسات پر مشتمل ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے فضائل معجزات اور میلاد شریف کے موضوعات شامل ہیں۔ مولانا نے مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران ان موضوعات کو احادیث اور سیرت کی کتابوں سے منتخب کر کے منظوم کیا تھا جس کی تشریح خود مولانا موصوف نے سادہ اُردو نثر میں کی اور اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کو حرف بہ حرف سنایا۔ حاجی صاحبؒ نے کمال مسرت سے اس کتاب کا نام ''انوار احمدی'' تجویز کیا اور توصیفی کلمات سے نوازا۔ حیدرآباد میں مولانا انوار اللہ انورؔؒ کی اہلیہ انور بی صاحبہ کا انتقال ۲۶ر رمضان ۱۳۰۴ھ میں ہوا اور ۱۳۰۴ھ میں مولانا نے حجاز کا سفر کیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حرم پاک سے متصل ایک مقدس جگہ قیام کیا۔ سوائے چند ضروری حاجتوں کے ہمیشہ حرم محترم یا کتب خانوں میں اپنا وقت گزارتے۔ اس تیسرے سفر حج میں مولانا نے تین سال مدینہ طیبہ میں گزارے۔ ممکن ہے کہ اہلیہ کے انتقال کے بعد ایک کرب کی سی کیفیت پیدا ہوئی ہو اور اسی حالت کرب میں مولانا، حضور اکرم ﷺ کے تعلق قلبی کو مزید بڑھایا ہو، جس کے اظہار کے لئے مولانا نے شاعری کا سہارا لیا۔ چنانچہ اس عرصے میں آپ نے اہل اسلام کے فائدے کے پیش نظر چند اشعار لکھے جن کا ہر لفظ حب رسول ﷺ کی صدا دیتا ہے۔ انہی چند اشعار کی نثری وضاحت کا نام ''انوار احمدی'' ہے۔ اس کے علاوہ مولانا نے فارسی میں بھی چند نعتیہ غزلیں اسی زمانے میں کہی تھی جن کو آپ نے ''انوار احمدی'' کے ساتھ شامل کر کے مظفر الدین معلیٰؒ کے قطعہ تاریخ کے مطابق ۱۳۲۳ھ میں طبع کروایا تھا۔ مولانا شاعری میں اپنا تخلص انورؔ استعمال کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا نے تخلص کے استعمال میں اپنی اہلیہ انور بی سے اس رشتہ محبت کی رعایت رکھی ہو اور انور تخلص فرما کر تسکین و مسرت محسوس کی ہے۔

مسدسات کے ان اشعار کی تکمیل اور چند اشعار کی تشریح کے پندرہ سال بعد ''انوار احمدی'' کی طباعت ہوئی۔ اس تاخیر کی وجہ بتلاتے ہوئے خود مولانا انوار اللہ اپنے تمہیدی کلمات میں عرض کرتے ہیں:

''وہ اجزاء (انوار احمدی) اب تک یوں ہی رکھے ہوئے تھے اور مشاغل ضروریہ سے اس قدر فرصت نہ ملی کہ ان کی طباعت ہو سکے۔ ان دونوں بعض اصحاب خیر خواہ قوم وملت نے اس بات پر زور دیا کہ جس قدر شرح لکھی جاچکی ہے وہی طبع کروادی جائے، چونکہ حضرت ممدوح (حاجی امداد اللہ صاحبؒ) کا ارشاد بھی اس کے چھپوانے کے لئے تھا اس لئے امتثالاً للامر (تعمیل حکم) میں اس کتاب کے طبع کا ارادہ کیا گیا اور چند قصائد غزلیات بھی اس کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے۔ اگر چہ وہ اس قابل نہیں کہ اہل کمال کے روبرو پیش کئے جائیں مگر چونکہ زمانہ حضوری میں عرض کئے گئے تھے اس لئے خالی از مناسبت نہیں''۔(۱۱)

''انوار احمدی'' کے شعری متن کے علاوہ مولانا کا ایک مجموعہ کلام ''شمیم الانوار'' کے نام سے مولانا کے انتقال کے بعد ''اشاعت العلوم'' سے طبع ہوا۔ اس مجموعے میں فارسی کی چوبیس (۲۴) نعتیہ غزلیں ایک قصیدہ نعتیہ (۱۰) غزلیں شامل ہیں، جن میں مولانا نے تصوف واخلاق کے موضوعات کو شعری لوازمات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ کلام انورؔ (قلمی نسخے) میں فارسی غزلوں کے ساتھ اردو کی (۲) غزلیں بھی شامل ہیں جو مطبوعہ کلام سے علاحدہ ہیں۔

حضرت مولانا محمد انوار اللہ فضیلت جنگ انورؔ کے شعری ذوق کے متعلق محمد رکن الدینؒ لکھتے ہیں:

''مولانا علیہ الرحمہ (باضابطہ) شاعر نہیں تھے، تصوف سے لگاؤ کے باعث جو خیالات اور جذبات اٹھتے تھے ان کو کبھی کبھی نظم فرمادیا کرتے تھے آپ کا کلام یقیناً عام مذاق کے مطابق نہ ہوگا، البتہ وہ لوگ جو صوفیانہ مذاق رکھتے ہیں ضرور اس سے حظ (لطف) اٹھائیں گے، کلام کا اکثر حصہ توحید و نعت میں ہے''۔(۱۲)

پروفیسر محمد اکبر الدین صدیقی بھی کچھ اسی طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

مولانا کہنہ مشق شاعر نہ تھے لیکن جذبات کے اظہار کے لئے (جو تصوف میں ڈوبا ہوا ہو) بہترین ذریعہ اشعار ہیں اور اسی بناء پر وہ مجبوراً شعر کہتے تھے''۔(۱۳)

حضرت انورؔ شعری مزاج رکھنے والوں سے اشعار سننے کے علاوہ خود بھی شعر سناتے اور جو کچھ سناتے صاف اور بے عیب شعر سناتے لیکن کسی مشاعرے یا محفل شعر میں آپ نے اپنا کلام نہیں سنایا البتہ شعروادب کا ذوق رکھنے والے دوست احباب سے ملاقات کے وقت ماحول کی مناسبت سے شعر سنتے اور سناتے تھے۔ اس سلسلے میں سید مصباح الدین تمکینؔ کاظمی لکھتے ہیں:

''مرے والد مرحوم (سید منتجب الدین تجلیؔ) سے مولانا (انوار اللہ) کے مراسم بڑے قدیم اور پر خلوص تھے جس کی وجہ سے مجھ پر بڑی شفقت و عنایت فرمایا کرتے تھے اور جب بھی حاضر خدمت ہوتا مجھ سے بڑی بے تکلفی کے ساتھ مخاطبت فرماتے، چونکہ میں بچپن ہی سے شعر وسخن کا ذوق رکھتا اور اساتذہ کا کلام مجھے بہت یاد تھا اس لئے مجھ سے فرمائش کر کے شعر سنتے تھے اور اگر موڈ اچھا ہوتا تو اپنے شعر مجھے سناتے...... اس میں شک نہیں کہ مولانا صاف اور بے عیب شعر کہتے تھے''۔(۱۴)

جن شعراء کے ساتھ حضرتؒ انور کے مراسم تھے ان میں تمکین کاظمی کے والد تجلّی کے علاوہ اقبال یار جنگ اقبالؔ اور مظفرالدین معلّیؔ کے ساتھ بھی ان کے مراسم گہرے تھے۔ مظفرالدین معلّیؔ، کشن پرشاد کے استاد سخن ہیں اور علوم اسلامی کی تحصیل میں حضرت مولانا انوار اللہ انورؔ کے شاگرد رشید ہیں۔ حضرت انورؔ کی شعری حس میں جہاں ان کے تصوف سے لگاؤ کو دخل ہے وہیں ان کے اظہار میں ان مذکورہ شعراء کے مراسم کا اثر بھی شامل ہے۔ اس لئے حضرت انورؔ کا کلام فکر کے علاوہ فن میں بھی ممتاز حیثیت کا حامل قرار پاتا ہے۔

حضرت انورؔ کی شعر گوئی کا مقصد

حضرت انورؔ کی شاعری کا مقصد حضور اکرم ﷺ کی مدح سرائی کے ساتھ ان کی عظمت و رفعت کو اُجاگر کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اصلاح معاشرہ اور اشیاء کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ بہ الفاظ دیگر حضرت انورؔ کی شاعری برائے شاعری نہیں بلکہ عبادت تھی۔ اپنے اس مقصد کا ذکر ایک نعتیہ مسدس میں آپ اس طرح کرتے ہیں۔

لکھا اس کو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں　　کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دیں

تھا یہی لم جو مدحِ حسّان کے تھے روحُ الامیں　　کعب اور ابنِ رواحہ کو اسی کا تھا یقیں

ذکرِ ختم المرسلیں اس نظم سے مقصود ہے　　جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے (۱۴)

حضرت انورؔ کی یہ شاعرانہ انکساری ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں شاعر نہیں ہوں اس طرح کا انکسار ہمیں مولانا رومؔ کے یہاں بھی ملتا ہے جیسے:

''من نہ دانم فاعلاتن فاعلات''

یعنی یہ فاعلاتن فاعلات کیا بحر ہے اور کیا وزن ہے نہیں جانتا۔ مجھے صرف اپنے مقصد و مدعا کو پیش کرنا ہے۔ ردیف قافیے کا اہتمام اصل مقصد نہیں۔ مقصد تو صرف یہ ہے کہ اپنے منشاء کی تکمیل اور اس کی صحیح تبلیغ و ترسیل ہو۔ شعری اظہار بیان میں چونکہ اثر پذیری کا امکان زیادہ ہے اس لئے اپنے موضوعات کو پیش کرنے کے لئے شعری لباس اپنایا گیا ہے۔ کچھ یہی خیال حضرت انورؔ کے یہاں بھی موجود ہے جو مذکورہ مسدس میں ''ہر چند میں شاعر نہیں'' سے واضح ہوتا ہے۔

فن شاعری میں حضرت انورؔ کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ عاشق رسول ﷺ تھے، انھیں تصوف کی راہ بھی بڑی راس آئی اور اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لئے اشعار کہہ گئے۔ بقول شخصے کہ ''تصوف برائے شعر گفتن خوب است''، یعنی شعر گوئی کے لئے تصوف کا میدان بہت موزوں ہے۔ اسی لئے تاریخ میں کئی ایسے صوفی بزرگوں کا ذکر ملتا ہے جو اشعار تو خوب کہتے تھے مگر کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ ایک سوال پر حضرت رضا بریلویؒ نے بھی کہا تھا کہ عاشق کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبالؔ نے عبدالمجید خاں سالکؔ کو ان کے ایک عریضے کے جواب میں لکھا تھا کہ:

''ہر شخص کو طبیعت آسمان سے ملتی ہے اور زبان، زمین سے۔ اگر آپ کی طبیعت شعر گوئی کے لئے موزوں ہے تو آپ خود بخود اس پر مجبور ہوں گے۔ میرے نزدیک یہ حقیقت ہے کہ شاعری میں کسی پیرو استاد کی ضرورت نہیں''۔ (۱۵)

حضرت انورؔ کی طبیعت، مزاج، فکر، شعر گوئی کے لئے موزوں تھی یہی وجہ تھی کہ فارسی، عربی کے علاوہ اُردو زبان میں پختہ کلام انھوں نے یادگار چھوڑا۔ طبیعت کی موزونیت کی وجہ سے ممکن ہے کہ کسی سے مشورہ سخن کئے بغیر ہی شعر کہے ہوں۔ یہ ان کے کمال سخن کی علامت ہے۔ اب تک کی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت انورؔ فن شاعری میں کسی استاد کے شاگرد نہیں رہے لیکن ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ نے اپنی کتاب ''داستانِ ادب حیدرآباد'' میں حضرت انورؔ کو حیدر حسین حیدرؔ کا شاگرد بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''(انوار اللہ فضیلت جنگ) اُردو فارسی کے شاعر بھی تھے، انور تخلص کرتے تھے اور حیدر حسین خاں حیدرؔ فرزند شیخ حفیظ کے شاگرد''۔ (۱۶)

پتہ نہیں ڈاکٹر زورؔ نے حضرت انورؔ کو حیدر کا شاگرد کس بنیاد پر لکھ دیا۔ خود حضرت انورؔ اپنی کتاب ''انوار احمدی'' کی تمہید میں یوں رقمطراز ہیں:

''ہر چند فن شاعری میں (مجھے) کسی سے نہ تلمذ ہے نہ مہارت نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت، مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اہل اسلام کو اس سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو، چند اشعار لکھے''۔ (۱۷)

محولہ بالا الفاظ مولانا انوار اللہ انورؔ نے اس وقت لکھے جبکہ ان کی کتاب انوار احمدی کی طباعت ۱۳۲۳ھ میں ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت انورؔ کی عمر اُنسٹھ برس تھی اور ڈاکٹر زورؔ نے حیدر کا زمانہ ۱۲۵۰ تا ۱۲۸۰ھ لکھا ہے اور ۱۲۸۰ھ میں حضرت انور صرف سولہ سال کے تھے جبکہ حیدرؔ کا یہ بالکل آخری زمانہ ہے۔ ڈاکٹر زورؔ کے بموجب حیدرؔ کے والد شیخ حفیظؔ کا انتقال ۱۲۴۷ھ میں ہوا۔ (۱۸) اور اس وقت ان کے فرزند حیدرؔ کی عمر اگر دس سال بھی فرض کر لی جائے تو ۱۲۸۹ھ میں حیدر کی عمر ۴۳ سال قرار پاتی ہے۔ حیدر کے اس آخری دور میں بھی حضرت انورؔ کی حیدرآباد میں آمد کا ثبوت نہیں ہے۔ حضرت انورؔ ۱۲۸۱ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حیدرآباد آئے اور ۱۲۸۲ھ میں مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور ان کے فرزند مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے علوم اسلامی کی تحصیل فرمائی۔ اگر واقعتاً حضرت انورؔ حیدر کے شاگرد ہوتے تو انوار احمدی کی تمہید میں ضرور ذکر کرتے۔ مذکورہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ملاقات حیدرؔ سے نہیں ہوئی لہذا حضرت انورؔ، حیدرؔ کے شاگرد نہیں بلکہ حضرت انورؔ کے تمہیدی کلمات جو انوار احمدی میں شامل ہیں، ان کی روشنی میں ڈاکٹر زورؔ کا قول درست قرار نہیں پاتا البتہ حضرت انورؔ کے قول کا اعتبار قائم ہو جاتا ہے کہ وہ فن شاعری میں کسی کے شاگرد نہیں رہے۔

اب رہی بات محاورے اور روزمرہ کی، کہ حضرت انور کے دور میں حضرت داغ اور حضرت امیرؔ مینائی وغیرہ بھی تھے۔ چونکہ محاورے اور روزمرہ کی بحثیں ان دونوں بزرگ شعراء کے علاوہ دیگر ہم عصروں میں بھی خوب چلتی تھیں، اسی لئے ممکن ہے اس فنی نوک جھونک کی وجہ سے حضرت انورؔ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے نہ تو محاورات اہل ہند سے واقفیت اور نہ ہی فن شاعری میں مہارت حاصل ہے۔ لیکن شیخ الاسلام حضرت علامہ انورؔ حیدرآبادی کے فارسی اور اردو کلام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شاعری کے تمام رجحانات سے واقف تھے اور ان کا اسلوب سخن بھی ان کے اپنے دور کا ترجمان دکھائی دیتا ہے۔

کلامِ انورؔ میں بحور اور اوزان کا استعمال

حضرت انورؔ نے اپنی غزلوں کے لئے عموماً ان بحروں کا انتخاب کیا ہے جن سے کلام میں روانی اور ترنم پیدا ہوتا اور ایسے موزوں الفاظ کا بھی استعمال کیا جس سے شعر میں موسیقیت پیدا ہو جاتی ہو۔ ترنم اور موسیقیت کی اس خصوصیت کو ڈاکٹر اقبالؔ نے بھی رواج دیا ہے اور ان کے بعد دوسرے

شعراء نے بھی عام طور پر اس کو اختیار کیا۔مگر حضرت انورؔ نے اس خصوصیت کو جس خوبی سے برتا ہے دوسروں میں یہ وصف کم ہی نظر آتا ہے۔

حضرت انورؔ کی شاعری کی آواز، آوازِ ربانی کا احساس دلاتی ہے۔ یہاں پروفیسر نورالحسن نقوی کا قول درست معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات حقیقت سے دور نہیں کہ جو شاعر کلام اللہ کی تشریح وتفسیر کررہا ہو، اگر اس کا اسلوب قرآنی اسلوب سے متاثر ہوجائے تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔(۱۹) چنانچہ حضرت انورؔ کے کلام میں یہ قرآنی طرز کہیں لفظوں کے آہنگ سے پیدا ہوا ہے کہیں ردیف وقافیے سے اور کہیں بحروں کے حسن انتخاب سے واضح ہوا ہے۔اس مقصد کے حصول میں حضرت انورؔ نے بحرِ متقارب کا استعمال کیا ہے۔بحرِ ہزج، بحرِ مضارع اور بحرِ رمل کی مختلف شکلوں سے انھوں نے اپنے کلام میں موسیقی اور ترنم بھی پیدا کیا ہے۔

حضرت انورؔ کے کلام کا مجموعہ ''شمیم الانوار'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔جس میں فارسی کی (۲۴) چوبیس غزلیں ایک قصیدہ نعتیہ اور ایک مثنوی کے علاوہ اردو کے دس (۱۰) غزلیں بھی شامل ہیں۔حضرت انورؔ کے غیر مطبوعہ کلام میں (۲) اردو کی غزلیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔اسی طرح حضرت انورؔ کے موجودہ اُردو شعری سرمائے میں جملہ بارہ (۱۲) غزلیات اور باسٹھ (۶۲) بندھوں پر مشتمل نعتیہ مسدس (جو انوار احمدی کا منظوم متن کہلاتا ہے) شامل ہیں۔اب حضرت انورؔ کے اشعار میں بحروں کا انتخاب اور ان کے اشعار کی تقطیع ملاحظہ ہو۔

حضرت انورؔ کے مطبوعہ کلام ''شمیم الانوار'' کی پہلی اور چوتھی غزل میں ''بحرِ متقارب''، مثمن سالم کا استعمال ہوا ہے فعولن ایک مصرع میں چار بار اور پورے شعر میں آٹھ بار پہلی غزل کا مطلع اور مقطع اس طرح ہے۔

مطلع: جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے　　ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے

مقطع: ذرا دیکھو انورؔ کہ انوار غیبی　　نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

بحر:	فعولن	فعولن	فعولن	فعولن
مطلع:	جہاں میں ہیں اسرا	ہیں جلوے ردل میں	عیاں کیہ نہاں کیہ	سے کیسے سے کیسے
مقطع:	ذرا دے عیاں کس	کھوانور قدر ہیں	کہ انوا نہاں کیہ	رغیبی سے کیسے

چوتھی غزل

مطلع:	رہے خو عدم میں	ب لطف و بھی تھے مح	کرم پہہ ترم پہہ	لے پہلے لے پہلے
مقطع:	ہوانے وگرنہ	کیا ہم تھے ثابت	کو بربا قدم پہہ	دانورؔ لے پہلے

دوسری غزل بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف میں ہے

بحر:	مفعول	فاعلات	مفاعیل	فاعلن رفاعلات
مطلع:	مژگاں ہیں اورتار	عاشقوں موئے زلف	کے لئے تیر ہے زنجیر	ایک ایک ایک ایک
مقطع:	وعدوں پہ میں جان	انورؔ اک تا ہوں نفس	ہیں اس کے نہ کی تزویر	بھولئے ایک ایک

تیسری غزل کا وزن: بحر خفیف مسدس مجنون محذوف یا مقصود ہے۔ خواجہ حالیؔ کی مثنوی ''حب وطن'' اسی بحر میں ہے مثنوی کے لئے سات (۷) مقررہ اوزان میں سے ایک ہے لیکن حضرت انورؔ کی جدت ہے کہ انھوں نے اس بحر کو غزل کے لئے منتخب کیا ہے۔

بحر:	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن رفعلن
مطلع:	شرک ہر چن	د برملا	تو نہیں
	دیکھو دل میں	وہ چھپ گیا	تو نہیں
مقطع:	دیکھتے ہیں	یہ بات کر	تے نہیں
	انورؔ اتم	پہ وہ خفا	تو نہیں

پانچویں اور ساتویں غزل کی بحر اس طرح ہے: بحر ہزج مثمن سالم: (ہر مصرع میں چار مرتبہ)

بحر:	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
مطلع:	کیا کرتے	ہیں طے راہ	عدم آہس	تہ آہستہ
	کھنچے جاتے	ہیں اس جانب	کو ہم آہس	تہ آہستہ
مقطع	رہے گی ہس	تئ موہو	م انورؔ تا	بکے باقی
	مٹ ہی جائے	گا یہ نقش	قدم آہس	تہ آہستہ

ساتویں غزل

بحر:	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
مطلع	نہ خنجر پا	س ہے ان کے	نہ وہ شمشی	رر کھتے ہیں
	مگر ابرو	کی جنبش میں	عجب تاثی	رر کھتے ہیں
مقطع	سر تسلی	م جن کا طا	ق ابرو میں	ہے خم انوؔر
	سر سجدہ	کو وہ غرقِ	نم تشوی	رر کھتے ہیں

یہ بحر اس قدر مقبول ہوئی کہ حفیظ جالندھری نے ''شاہنامہ اسلام'' کے لئے اور ڈاکٹر اقبالؔ نے اپنی نظم ''طلوع اسلام'' کے لئے اس بحر کو پسند کیا۔(۲۰) بہادر شاہ ظفؔر کی ایک غزل بھی اس بحر اور اسی ردیف میں ہے۔(۲۱)

آٹھویں غزل کی بحر: بحر ہزج مثمن اشتر (اونٹ کے چلنے کی آواز) ہے۔

بحر:	فاعلن	مفاعیلن	فاعلن	مفاعیلن
مطلع	وصل یا	رکی کس کو	آرزو	نہیں آتی
	ہیں طلب	میں ہم لیکن	جستجو	نہیں آتی
مقطع	یوں تو ہے	زباں انوؔر	بات ہی	کے کہنے کو
	پر زبا	ں پر دل کی	گفتگو	نہیں آتی

چھٹی اور نویں غزل میں حضرت انوؔر کے بحر رمل مثمن مجنون مشعت مقصود کو منتخب کیا ہے۔

بحر	فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلان رفعلن
مطلع	رحم واظہار	روفا خو	ئے دلارا	م سے دور
	صبر آسو	دہ دلی عا	شق ناکا	م سے دور
مقطع	جس کو دلج	معی میس	سر ہو جہاں	میں انوؔر
	مثلِ مرکز	رہے وہ گر	دشِ ایا	م سے دور

نویں غزل

بحر:	فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلان رفعلن
مطلع:	کون جانے	دے ہمیں ان	جمن یا	ر کے پاس
	مثل سایہ	کے پڑے رہ	تے ہیں دیوا	ر کے پاس
مقطع:	دل ربائی	میں ہے نیا ڈھ	نگ ان	کا انورؔ
	معذرت سن	تے ہیں اور آ	کے گنہگا	ر کے پاس

حضرت انورؔ نے اپنی دسویں (۱۰) غزل بحر رمل مسدس محذوف مکشوف میں کہی ہے جو مطبوعہ کلام ''شمیم الانوار'' کی آخری اردو غزل ہے۔

بحر:	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
مطلع	جاں کی ہم نے	لن ترانی	دیکھ لی
	ناطقے کی	خوش بیانی	دیکھ لی
مقطع	اپنا بھی مض	موں نہ سمجھا	انورا
	بس تمہاری	نکتہ دانی	دیکھ لی

حضرت انورؔ کا یہ کلام متلون ہے۔ متلون کلام کی تعریف یہ ہے کہ کوئی ایسا کلام جو کئی وزنوں پر پڑھا جاسکے۔ ڈاکٹر یعقوب عمر نے لکھا ہے کہ اس کے تین وزن ہیں:

(۱) فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
(۲) مفتعلن	مفتعلن	فاعلن
(۳) فاعلاتن	فعلاتن	فاعلن۔ (۲۲)

موضوعات کا انتخاب

مولانا انوار اللہ انورؔ کی شاعری کے موضوعات وسیع اور متنوع بھی ہیں۔ انھوں نے تصوف واخلاق، حُبِ رسول، مناظرِ قدرت، پندونصائح جیسے موضوعات پر اشعار کہے ہیں۔ حضرت انورؔ نے شعر کے ذریعہ اسرارِ حق کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ درس ونصیحت کے لئے بھی ایک خوبصورت ذریعہ انھیں ہاتھ آیا لیکن یہ پندونصائح عام رواج کے مطابق نہیں بلکہ اس کے لئے انھوں نے یہ ایسا دھیمہ لہجہ اختیار کیا جس سے شعریت بھی باقی رہے اور نصیحت بھی ہوجائے۔ حضرت انورؔ کی شاعری کا وہ حصہ یقیناً قابل توجہ ہے جس میں انھوں نے مظاہرِ فطرت کو موضوع فکر بنایا۔ مظاہرِ فطرت

گویا آیاتِ الٰہی ہیں جو معرفت کے حصول کا ذریعہ ہیں اور کچھ مظاہرِ فطرت ایسے ہیں جن کے ذریعہ عبرت حاصل کرنے کے درس بھی ملتے ہیں۔

حضرت انورؔ کے شعری سرمائے میں معرفت اور درسِ عبرت حاصل کرنے کے مناظر موجود ہیں۔ وہ مظاہرِ فطرت جو آیاتِ الٰہیہ کہلاتے ہیں جن کے ذریعہ خدا کی جلوہ سامانی ہوتی ہے جو عاشق کے دل کے لئے سکون کا باعث ہوتے ہیں اور عرفان الٰہی کے لئے منازل طے کرنے میں مدد بھی دیتے ہیں۔ یہ وہ اسرار الٰہی ہیں جن کی معرفت کے ذریعہ خدا کی صفات تک رسائی ہوتی ہے۔ اور یہ وہ مجاز ہیں جن کے ذریعہ حقیقت تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔ جن مظاہر فطرت کو حضرت انورؔ نے اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے وہ اس طرح ہیں:

گل، گلشن، عمارت، دل، مہمان، سرا، زلف، مژگاں، نظر، خنجر، ابرو، شمشیر، تیر، کمان، چلہ وغیرہ جن کو مولانا انوار اللہ انورؔ نے اپنے ان مختلف اشعار میں استعمال کیا ہے۔

اشعار ملاحظہ ہوں:

۱۔ جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے

۲۔ عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لئے اوراقِ گل ہیں نسخہ تفسیر ایک ایک

۳۔ رنگ تیرا ہی ظاہر گلشن جہاں میں ہے کونسا ہے گل جس میں تیری بو نہیں

۴۔ ہوئی خانہ دل کی تعمیر مٹ کر بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے

۵۔ الٰہی یہ دل ہے کہ مہماں سرا ہے چلے آتے ہیں کارواں کیسے کیسے

۶۔ ہاتھ آئے جس کو سلسلہ زلفِ عنبریں توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

۷۔ مژگاں ہیں عاشقوں کے لئے تیر ایک ایک اور تار موئے زلف ہے زنجیر ایک ایک

۸۔ نظر جب دور بیں ہونے لگے آثارِ قدرت میں تو دل ہوجائے گا خود جامِ جم آہستہ آہستہ

۹۔ نہ خنجر پاس ہے ان کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں　　مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں

۱۰۔ کماں کے سامنے چلّے کا جھکنا دامِ مقصد ہے　　جوانانِ سعادت مند قدرِ پیر رکھتے ہیں

موضوعات کا انتخاب شاعری کے داخلی پہلو سے عبارت ہے۔ داخلی پہلو سے مراد وہ خیالات اور افکار ہیں جن کو مولانا انوار اللہ نے حیات انسانی اور کائنات کے مختلف موضوعات اور مسائل کے بارے میں پیش کئے ہیں۔

نوجوانوں کی اخلاقی تعلیم کے لئے بزرگوں کی اطاعت کو سعادت مندی قرار دیتے ہوئے حضرت انورؔ کہتے ہیں:

کمال کے سامنے چلّے کا جھکنا دام مقصد ہے
جوانان سعادت مند قدر پیر رکھتے ہیں

خوشی اور غمی گویا دور زمانہ ہے، ان ہر دو صورتوں میں راضی برضا رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

مثلاً حضرت انورؔ کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

یک روش دور زمانہ کا نہیں رہ سکتا
رکھی رہتی ہے صراحی بھی کبھی جام سے دور

اسی طرح عمر رواں سے عبرت حاصل کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

عمر کی طرح نہیں لوٹ کے پانی آتا
سرِ پل جا کے بھی تم نے یہ تماشا دیکھا

بخل سے بچنے کی تعلیم بھی حضرت انورؔ کے کلام میں موجود ہے:

انورؔا بخل کے انجام کو دیکھا تم نے
ابر آتا ہے نہیں پانی برستا دیکھا

ٹوٹے دلوں کو جوڑنا دراصل کوئی عمارت تعمیر کرنے سے بہتر ہے۔ اس خیال کو حضرت انورؔ نے اپنے اس شعر میں پیش کیا ہے جو انسانیت نوازی کی بہترین مثال ہے۔

کیا لطف سنگ و گل کی عمارت میں منعمو
شکستہ دل ہیں قابلِ تعمیر ایک ایک

جبر وقدر کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

لکھا تھا جو ازل میں وہ ہرگز ٹلا نہیں
ہر چند کی خلاف میں تدبیر ایک ایک

خوف آخرت، سزا اور جزاء کا تصور بھی ان کے کلام میں ملتا ہے:

کیا حال ہو جو حشر کے دربارِ عام میں
بہر سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک
جو ہم سے کام ہوتے ہیں غفلت کے خواب میں
محشر میں پیش آئے گی تعبیر ایک ایک

بچے کا پیدا ہوتے ہی رونا دراصل عدم سے بچھڑنے کے غم میں ہوتا ہے۔ اس خیال کو حضرت انورؔ نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے:

رہے خوب لطف و کرم پہلے پہلے　　عدم میں بھی تھے محترم پہلے پہلے
یہاں آتے ہی رو دیا بے تکلف　　جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے

ہر شئے میں خدا کی جلوہ گری ہے۔ اس سلسلے میں حضرت انورؔ حیدرآبادی یوں کہتے ہیں:

ہر چیز میں ہے صنعتِ خلاق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابلِ تصویر ایک ایک
رنگ تیرا ہی ظاہر گلشنِ جہاں میں ہے
کون سا ہے گل جس میں تیری بو نہیں آتی

حضور اکرم ﷺ کی مدح میں حضرت انورؔ کے یہ شعر لازوال قدروں کے حامل ہیں ملاحظہ ہوں:

کی صدقِ دل سے جس نے اطاعت رسول کی
عالم میں اس کی کرتا ہے توقیر ایک ایک
طیبہ کی سرزمیں کی مہوّس کو قدر کیا
خاشاک و خاک واں کی ہے اکسیر ایک ایک
واں بدلتی ہے قلب کی حالت
خاک طیبہ کی کیمیا تو نہیں

حضرت انورؔ کے مطبوعہ کلام ''شمیم الانوار'' کے علاوہ ان کے قلمی نسخے ''کلام انورؔ'' میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں اور باسٹھ بندوں پر مشتمل ایک نعتیہ مسدس بھی ہے جس کو مولانا انوار اللہ نے ''انوار احمدی'' میں شامل کیا ہے:

''کلامِ انور'' (قلمی نسخہ) سے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

دیکھا سب کچھ بہ یقیں جس نے مدینہ دیکھا
دین کا ملجا اور ایمان کا ماوا دیکھا
انبیاء و ملک و جن میں ہے ذکرِ نبوی
ہر طرف آپ کے اوصاف کا چرچا دیکھا

نعتیہ مسدس سے چند بند پیش کئے جاتے ہیں:

گرچہ ان کی مدح میں قرآں ہے ناطق سربسر — وصف ان کی کرسکے کیا کوئی بیچارہ بشر
رتبہ ان کا کوئی کیا جانے جو دیوے کچھ خبر — عقل حیراں ہے یہاں اور وہم کے جلتے ہیں پر
ہر مسلماں چھوڑ دے کیونکر نعت کو بالکلیہ
لیس یترک کل مالا یدرک بالکلیہ

گرچہ حضرت ہیں محمد ﷺ پر ستودہ ہے خدا — کیونکہ جملہ حمد راجع ہیں سو رب العلا
لیک جب خود حق تعالیٰ نے محمد کہہ دیا — پھر محمد ہم نے گران کو کہا تو کیا ہوا
عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبریٰ ہیں وہ

حضرت مولانا انوار اللہ انوؔر عالم باعمل اور صوفی باصفا بھی تھے۔ درسِ تصوف میں نظریہ وحدت الوجود کے بانی شیخ اکبر محی الدین عربی کی مشہور کتاب بنام ''فتوحاتِ مکیہ'' شامل تھی۔ مولانا نے اس کتاب کا درس برسوں دیا ہے اور اس درس میں ہمیشہ اہل دل اور اہل عرفان ہی حاضر رہتے۔ حضرت انوؔر عاشق رسول بھی تھے اس لئے اکثر نعتیہ اور صوفیانہ اشعار بہ رنگ غزل کہے ہیں۔ نعتیہ اشعار کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر گیا ہے۔ اب تصوف کے موضوع پر مولانا انوار اللہ انوؔر کے شعر ملاحظہ ہوں:

عدم شکلِ ہستی میں بن بن کے آیا — کہیں کیا ہوئے امتحاں کیسے کیسے
ہوئی خانہ دل کی تعمیر مٹ کر — بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے

☆☆☆

زردی رنگ و آہ فغاں اشک و لاغری — ہے عشقِ جاں گداز کی تاثیر ایک ایک
عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لئے — اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

☆☆☆

تجلی عشق کی جن کے دلوں پر جلوہ افگن ہے
بجائے مردمک وہ یار کی تصویر رکھتے ہیں

مرادو نا مرادی عاشقوں کے پاس ہے یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غمِ تاخیر رکھتے ہیں

کماں کے سامنے چلّے کا جھکنا دامِ مقصد ہے
جوانانِ سعادت مند قدرِ پیر رکھتے ہیں

☆☆☆

سیر عارف کی بدایت ہے نہایت کا مقام
دائرہ میں نہیں آغاز ہے انجام سے دور

☆☆☆

دردِ دل وا بھی اگر ہو تو ہے تہمت نفس
ہے عبادت کدہ یہ خانہ خمار کے پاس

حال ، عاشق کے ہے پہچانے میں تارِ برقی
ایک ہے دور و قریب آہِ شرر بار کے پاس

☆☆☆

دل کو ہر چیز سے تعلق ہے
کہیں در پردہ دل ربا تو نہیں

☆☆☆

ذرا دیکھو انوؔر کہ انوارِ غیبی
نہاں کس قدر ہیں ، عیاں کیسے کیسے

☆☆☆

محاورات کا استعمال:

شاعر اور ادیب نظم ہو یا نثر ہر ایک میں محاورات کے استعمال کو بڑی وقیع نظر سے دیکھتے ہیں، مولانا الطاف حسین حالؔی کا خیال ہے کہ محاورہ شعر میں ایسا ہے جس طرح کوئی خوبصورت عضو، انسان کے بدن میں اس کے حُسن کو بڑھاتا ہو: محاورہ اگر عمدہ طور پر باندھا جائے تو بلاشبہ پست شعر کو بلند اور بلند کو بلند تر کر دیتا ہے۔(۲۳)

محاورہ اور روزمرہ کے استعمال سے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''فارسی محاوروں اور روزمرہ کا یہ رجحان نہ صرف ولؔی کے بعد کے دور میں نظر آتا ہے بلکہ میرؔ وسوؔدا، ناسؔخ وآتشؔ میرؔ حسؔن اور غالبؔ واقبالؔ تک قائم رہتا ہے۔اس رجحان نے اردو شاعری کے دامن کو وسیع کر کے اظہار کی قوتوں کو دوبالا کیا ہے''۔(۲۴)

حضرت انوؔر کے کلام میں بھی محاورہ کا لطف ملتا ہے۔اشعار ملاحظہ ہوں:

دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں

جو ہم سے کام ہوتے ہیں غفلت کے خواب میں　محشر میں پیش آئے گی تعبیر ایک ایک

ہوا نے کیا ہم کو برباد انوؔر　وگرنہ تھے ثابت قدم پہلے پہلے

جوانی ڈھلتے ہی ہر دم خدا یاد آنے لگتا ہے　پئے سجدہ ہوئے جاتے ہیں خم آہستہ آہستہ

ہاتھ آئے جس کو سلسلہ عنبریں　توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

رقصِ بسمل میں گزارا دن تمام　کیوں ہماری سخت جانی دیکھ لی

جاں کی ہم نے لن ترانی دیکھ لی　ناطقے کی خوش بیانی دیکھ لی

اپنا بھی مضموں نہ سمجھا انوؔرا　بس تمہاری نکتہ دانی دیکھ لی

شعری خصوصیات:

اردو شاعری فارسی سے پیدا ہوئی، اس لئے اس میں ادائے خیال کے وہی ضابطے استعمال کئے گئے جو فارسی میں مروج تھے۔ چنانچہ حضرت انوؔر نے بحور و اوزان اور موضوعات کے انتخاب کے ساتھ صنائع بدائع وغیرہ کے استعمال میں بھی فارسی کی تقلید کی لیکن فن اور اسلوب کے اعتبار سے آپ اپنے دور کے مزاج سے ہم آہنگ بھی ہیں۔ حضرت انوؔر کی شاعری کا خارجی پہلو صنائع بدائع کے ساتھ ساتھ دیگر شعری خصوصیات کا حامل ہے جن کی بنیاد پر انھیں ایک قادر الکلام شاعر کہا جاسکتا ہے۔ حضرت انوؔر کے اشعار میں صنائع بدائع کا استعمال بھی شعری حسن کو بڑھاتا ہے اس لئے چند مروجہ صنعتوں کے تحت ان کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

حسنِ تعلیل:

یہ ایک لطیف صنعت ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شاعر ایک ایسی چیز کو کسی چیز کی علّت فرض کرتا ہے جو درحقیقت اس کی علّت (وجہ) اور اس

میں لطافت اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب وہ وصف جس کی کہ علت بیان کرنی ہے تخیل (خیالات) پرمبنی ہو۔(۲۵) مثلاً حضرت انورؔ کا یہ شعر:

یہاں آتے ہی رو دیا بے تکلف
جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے

یعنی بچے کے پیدا ہوتے ہی یہاں رونے کی یہ علّت بتائی کہ عدم یعنی عالم روحانیت بچھڑنے کے غم میں روتا ہے۔

کہیں شوریدگی میں دل نہ بھٹکے اس لئے اس کو
کسی کی زلف کا ہم بستۂ زنجیر رکھتے ہیں

حضرت انورؔ نے دل کے بھٹکنے کی علت شوریدگی یعنی دیوانگی کو قرار دیا ہے اور زلف کہہ کر مراد کسی سلسلۂ طریقت سے وابستہ ہو جانا لیا ہے تا کہ بھٹکنے سے بچ جائے۔

مراعات النظیر (رعایت لفظی):

مراعات النظیر کو تناسب یا توفیق بھی کہتے ہیں، لیکن اصطلاح میں مراعات النظیر سے مراد کلام میں ایسے الفاظ کو یکجا کرنا جن میں باہم مناسبت ہو اور یہ مناسبت تضاد اور تقابل کی نہ ہو۔(۲۶)

شبلی نعمانی کے نزدیک، الفاظ کی رعایت کو بھی کہتے ہیں، یہ وہی صنعت ہے جو آج بھی عوام کا سرمایہ ناز ہے۔(۲۷)

حضرت انورؔ کے کلام میں مراعات النظیر کی مثالیں مل جاتی ہیں:

ہوئے کیا وہ سب کس نے چن چن کے توڑے
تھے گلشن میں گل باغباں کیسے کیسے

عشاق کے دلوں کو پھنسانے کا دام ہے
ہر تار موئے زلف گرہ گیر ایک ایک

صنعتِ تضاد:

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال ایک ساتھ کیا جائے جس میں معنی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے جیسے آگ اور پانی عرش اور فرش وغیرہ۔(۲۸)

حضرت انورؔ نے اپنے کلام میں صنعت تضاد کو اکثر برتا ہے، کہیں تضاد لفظی اور کہیں تضاد معنوی کو انھوں نے بے ساختگی کے ساتھ استعمال کیا ہے، صوفیہ کرام کا ایک اصول ہے کہ **تعرف الاشیاء بأضداد ھا** یعنی چیزیں ان کی اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔اس لئے اہل معرفت کے نزدیک

حق کی پہچان تضاد کے بغیر ممکن نہیں۔حضرت انوؔر عارف باللہ بھی کہلاتے ہیں ان کے کلام میں تضاد کی مثالیں اکثر و بیشتر ملتی ہیں جیسے:

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے
ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے
ہوئی خانۂ دل کی تعمیر مٹ کر
بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے

کنارے تعلق کے پابندیوں سے
تھے آزاد شکل عدم پہلے پہلے

سیر عارف کی بدایت ہے نہایت کا مقام
دائرہ میں نہیں آغاز ہے انجام سے دور

مراد ونامرادی عاشقوں کے پاس ہے یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غم تاخیر رکھتے ہیں

ذرا دیکھو انوؔر کہ انوارِ غیبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

ایہام:

ایہام کے معنی یہ ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں، ایک معنی مراد ہوں اور دوسرے معنی مراد نہ ہوں، لیکن مقدم اور موخر الفاظ سے اس کو مناسبت ہو۔(۲۹) مثلاً حضرت انوؔر کا یہ شعر:

جنگ جو ہے براں ہے دست یار میں شمشیر
پر یہ عیب ہے چل کر تا گلو نہیں آتی

اس شعر میں ''چل'' کا لفظ استعمال کر کے حضرت انوؔر نے ایہام یعنی وہم کی کیفیت پیدا کر دی کہ محبوب ابھی فن میں ناقص ہے کہ تلوار چلانا آ تا

تو ہے لیکن اس کی شمشیر براں کی پہنچ عاشق کی گردن تک نہیں ہوتی یعنی وہ ابھی اپنے فن میں خام ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کا خیال ہے کہ ایہام کا عمل جہاں مصنوعی اور شعوری ہے وہاں حد درجہ ہنر مندی کا بھی طالب ہے، ذرا سی لغزش سے معنی کا رشتہ ٹوٹ کر شعر کو بے ربط بنا سکتا ہے (۳۰)

ڈاکٹر جالبی مزید لکھتے ہیں:

''ایہام کے معنی یہ ہیں کہ وہ لفظ ذو معنی ہو جس پر شعر کی بنیاد رکھی گئی ہے شعر میں شاعر کی مراد معنی بعید سے ہو قریب سے نہیں''۔(۳۱)

اس سلسلے میں حضرت انورؔ کا دوسرا شعر ملاحظہ ہو:

زلف کے دام میں دانا بھی پھنسے جاتے ہیں
کون ایسا ہے بھلا جور ہے اسلام سے دور

یہاں دوسرے مصرعے میں ''اسلام'' کا لفظ اصل میں اس لام ہے اور لام سے مراد ''زلف'' کا لام ہے جو پہلے مصرعے میں موجود ہے۔اب مطلب یہ ہوا کہ زمانہ میں ہر کوئی ''زلف'' کے اس ''ل'' میں پھنسا ہوا ہے اور نزاکت یہ کہ دانا شخص اسلام کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔ممکن ہے حضرت انورؔ کو یہ اشارہ شرف الدین علی خاں پیام اکبر آبادی متوفی ۱۱۵۷ھ کے اس شعر سے ملا حظہ ہو:

لام نستعلیق کا ہے اس بت کافر کی زلف
ہم تو کافر ہیں اگر بندے نہ ہوں اسلام کے (۳۲)

لف ونشر:

''لف'' کے لغوی معنی لپیٹنا اور نشر کے معنی پھیلانا ہے اور اصطلاح میں لف سے مراد چند چیزوں کا جمع کرنا اور نشر کا مطلب ان چیزوں کے مناسبات کو بلا تعین بیان کرنا۔

(۳۳) لف ونشر کہیں مرتب ہوتا ہے یعنی لف کی ترتیب سے نشر کی ترتیب ہوتی ہے اور کبھی غیر مرتب یعنی مناسبات کا ذکر بلا ترتیب ہوتا ہے۔

حضرت انورؔ کے کلام سے لف ونشر مرتب کی مثالیں:

مراد و نامرادی عاشقوں کے پاس ہے یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غم تاخیر رکھتے ہیں

عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لئے
اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

لف ونشر معکوس الترتیب یا غیر مرتب کی مثالیں:

کماں کے سامنے چلے کا جھکنا دامِ مقصد ہے
(پیر) (مرید)

جوانانِ سعادت مند قدرِ پیر رکھتے ہیں
(مرید) (پیر)

زلف و رخسار کا ہر وقت جو رہتا ہے خیال صبحِ عاشق نہیں رہتی ہے کبھی شام سے دور

تجاہلِ عارفانہ:

کسی چیز کے جاننے کے باوجود شاعر کا کسی خاص نکتے کی وجہ سے لاعلمی ظاہر کرنا جیسے حضرت انورؔ کا یہ شعر کہ

خود سروں کے وہ قصے کہتے ہیں
وہ ہمارا ہی ماجرا تو نہیں

تلمیح:

کلام میں کسی آیت، حدیث، مشہور شعر یا ضرب المثل کسی مسئلہ یا اہم واقعہ کی طرف اشارے کرنا تلمیح کہلاتا ہے(۳۴) جیسے مولانا انوار اللہ انورؔ نے منصور کے نعرہ ''انا الحق'' اور سولی کے واقعہ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

زندگی سولی پہ منصور نے کاٹی الحق
اہلِ تحقیق کو ہے دارِ اماں دار کے پاس

حضرت انورؔ کے کلام سے چند نادر لطیف تشبیہیں اور استعارے ملاحظہ ہوں:

کون جانے دے ہمیں انجمنِ یار کے پاس
مثلِ سایہ کے پڑے رہتے ہیں دیوار کے پاس
جس کو دل جمعی میسر ہو جہاں میں انورؔ
مثلِ مرکز رہے وہ گردشِ ایام سے دور

کسی کی زلف کہہ کر سلسلہ طریق سے استعارہ بڑی خوبی سے باندھا ہے۔ مثلاً

کہیں شوریدگی میں دل نہ بھٹکے اس لئے اس کو
کسی کی زلف کا ہم بستۂ زنجیر رکھتے ہیں

عشاق کے دلوں کو پھنسانے کا دام ہے
ہر تار موئے زلفِ گرہ گیر ایک ایک

استعارہ بالکنایہ کے لئے یہ شعر بہت خوب ہے:

سرِ تسلیم جن کا طاق ابرو میں ہے خم انوؔر
سرِ سجدہ کو وہ غرق نمِ تشویر رکھتے ہیں

اور کنایہ کی بہترین مثال کے لئے یہ شعر ملاحظہ ہو:

خوش بیانیاں ساری غائبانہ آتی ہیں
ایک بات بھی لب تک روبرو نہیں آتی

حضرت انوؔر کے کلام میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ کے ساتھ ساتھ تمثیلی اظہار بھی خوب ہے۔ خاص کر مرکز اور دائرے کی تمثیل کا اظہار اپنے مختصر سے اردو اشعار میں کئی جگہ کیا ہے، مثلاً

سیر عارف کی بدایت ہے نہایت کا مقام
دائرہ میں نہیں آغاز ہے انجام سے دور

یعنی ہر آغاز میں ہی اس کی اپنی انتہا شامل ہے گویا ہر حقیقت اپنی انتہا میں اپنے ہی آغاز کی طرف لوٹتی ہے لیکن یہ بات یہاں واضح رہے کہ نقطہ کا یہ سفر اپنے مرکز کے اطراف ہی ہے اور جب کوئی نقطہ اپنے سفر میں کسی مرکز کا تابع نہیں ہوتا تو اس کی انتہا کا کوئی انجام نہیں ہوتا اور جس کا انجام نامعلوم رہتا ہے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور بالآخر بھٹکنا ہی اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ دائرہ کی تمثیل کو انہوں نے کئی معنوں میں استعمال کیا ہے جیسے۔

۱۔ دائرہ جو محیط اور مرکز سے عبارت ہے۔

۲۔ محیط نقطہ کا وہ سفر جو اپنے مرکز کے اطراف کرتا ہے

۳۔ مرکز جس کے بغیر دائرہ کا تصور ممکن ہی نہیں

۴۔ مرکز اور محیط ایک دوسرے کے بغیر جن کا وجود نہیں، محیط کے بغیر مرکز محض نقطہ ہے اور مرکز کے بغیر محیط صرف خط ہے جس کی کوئی سمت نہیں۔ اس تمثیل کے ذریعہ انہوں نے روحانی سطح پر احدیت اور نیابت کے مسئلہ کی تشریح کی ہے اور اس کے ساتھ بشریت اور اطاعت کے تقاضوں کو بھی سمجھایا ہے کہ بندہ اپنے نقطہ آغاز سے اپنے انجام کو پہنچ کر مکمل محیط بن جانے کے باوجود بھی مرکز میں یعنی خدا میں ضم نہیں ہوسکتا اور مرکز محیط نہیں بن جاتا، چنانچہ یہیں پر محی الدین ابن عربی کی تعلیم واضح ہوجاتی ہے کہ بندہ کتنی ہی ترقی کرلے خدا نہیں ہوتا اور خدا کتنا ہی بندہ سے قریب ہوجائے بندہ نہیں ہوتا۔

اس کی تمثیل کو مادی سطح پر بھی حضرت انوؔر نے علائق دنیوی سے خود کو دور رکھنے کی تعلیم کے لئے استعمال کیا ہے۔ جس طرح دائرہ کے بنانے میں مرکز کا اہم رول ہے اور مرکز کی خصوصیت ہے کہ وہ دائرہ میں ضم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس مادی دنیا کی ساری سرگرمیاں اپنی باقی ذات سے جڑی ہوئی ہیں ملی ہوئی نہیں۔ حضرت انوؔر کے یہاں مومن کو جب دل جمعی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ مرکز کی طرح دنیوی علائق سے متعلق ہو کر بھی دور رہتا ہے۔ یعنی وہ اپنی ذات سے ان سرگرمیوں میں معنویت پیدا کرتا ہے مگر خود اس میں ملوث نہیں ہوتا۔ اس کی ذات سے یہ سرگرمیاں جلا پاتی ہیں، لیکن وہ خود ان میں ضم نہیں ہو جاتا بلکہ آزاد رہتا ہے جیسے:

جس کو دل جمعی میسر ہو جہاں میں انوؔر
مثلِ مرکز رہے وہ گردشِ ایام سے دور

حضرت انوؔر کے یہاں دائرہ کی یہ تمثیل اور اس کا اظہار بہت نادر ہے اور تازہ بھی۔ اس کے علاوہ اردو شاعری میں فارسی اور عربی زبان کے الفاظ اس طور پر انہوں نے استعمال کئے ہیں کہ قاری پر گراں نہیں گزرتے۔ خصوصاً قافیوں کے استعمال میں ان کے یہاں یہ رجحان زیادہ ہے جیسے:

قافیہ	''تشویر''	شمیم الانوار	ص ۳۱
ایضا	''ارمغاں''	ایضا	ایضا ۲۶
ایضا	''تزویر''	ایضا	ایضا ۲۸
ایضا	''خمار''	ایضا	ایضا ۳۲

جدید تراکیب:

مولانا انوار اللہ انوؔر کو عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل تھا، اس لئے انہوں نے ایسی تراکیب بھی ایجاد کی ہیں جو مفہوم کئی جملوں میں ادا نہیں ہوسکتا وہ ان چند الفاظ سے ادا ہو جاتا ہے۔ ان مرکب الفاظ کو حضرت انوؔر نے بڑے سلیقے سے باندھا ہے جس سے زبان کا لطف بھی ملتا ہے۔ یہ خصوصیت دراصل غالبؔ اور مومنؔ کے زمانے میں عام ہوئی اور جن شعراء کو عربی و فارسی زبان پر قدرت حاصل نہیں وہ اس خصوص میں ناکام رہے۔ مگر حضرت انوؔر کی کامیابی نمایاں ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

مژگاں ہیں عاشقوں کے لئے تیر ایک ایک   اور تار موئے زلف ہے زنجیر ایک ایک

☆☆☆

ہاتھ آئے جس کو سلسلۂ زلفِ عنبریں   توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

☆☆☆

زردی رنگ وآہ و فغاں اشک و لاغری　　ہے عشق جاں گداز کی تاثیر ایک ایک

☆☆☆

طلوعِ مہرِ درخشاں کو ہے لازم سب پہ روشن ہے　　کہ سایہ خود بخود ہوتا ہے کم آہستہ آہستہ

☆☆☆

رحم و اظہار وفا خوئے دلارام سے دور　　صبر آسودہ دلی عاشقِ ناکام سے دور

☆☆☆

زلف و رخسار کا ہر وقت جو رہتا ہے خیال　　صبحِ عشق نہیں رہتی ہے کبھی شام سے دور

☆☆☆

قصور اپنا ہے ورنہ ساکنانِ شہرِ خاموشاں　　زبانِ حال پر ہر قسم کی تقریر رکھتے ہیں

☆☆☆

سرِ تسلیم جن کا طاقِ ابرو میں ہے خم انوؔر　　سرِ سجدہ کو وہ غرقِ نمِ تشویر رکھتے ہیں

☆☆☆

دردِ دل وابھی اگر ہو تو ہے تہمت نفس　　ہے عبادت کدہ یہ خانۂ خمّار کے پاس

☆☆☆

حال عاشق کے ہے پہچانے میں تار برقی　　یک ہے دور و قریب آہِ شرر بار کے پاس

☆☆☆

عارف کو فہمِ آیۂ تخلیق کے لئے　　اوراقِ گُل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

☆☆☆

انوؔرا اہل زمیں نے کیا طاعت میں قصور　　اس لئے عادتِ آثار سما بدلی ہے

☆☆☆

خنجرِ ابرو سے اب لیجئے مدد　　تیغِ براں کی روانی دیکھ لی

☆☆☆

ان مذکورہ تراکیب کے علاوہ حضرت انوؔر حیدرآبادی نے لفظ ''مہوس'' کو اردو میں کیمیا گر کے معنی میں استعمال کیا ہے جو اردو شاعری میں کمیاب ہے۔شعر یہ ہے:

طیبہ کی سرزمیں کی مہوس کو قدر کیا
خاشاک و خاک واں کی ہے اکسیر ایک ایک

رشید حسین خان کی تحقیق ہے کہ فرہنگ آصفیہ میں ''مہوس'' کو کیماگر کے معنی میں ''اردو'' لکھا گیا ہے، یہ درست ہے کیماگر کے معنی میں یہ اردو نژاد ہے اور خواجہ میر دردؔ قائمؔ اور میرؔ سوز نے اس لفظ کو کیماگر کے معنی میں استعمال کیا ہے (۳۵)

مولانا انوار اللہ انورؔ نے مشہور شعراء کے رنگ میں بھی اشعار کہے ہیں: مثلاً

درد مندوں سے تمہیں دور پھرا کرتے ہو کچھ
پوچھتے ورنہ سبھی آتے ہیں بیمار کے پاس
(میر تقی میرؔ)(۳۶)

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھوں ہے ہے
خوب وقت ائے تم اس عاشق بیمار کے پاس
(غالبؔ)(۳۷)

چشم بیمار کی جانے دلِ بیمار ہی قدر
قدر بیمار ہوا کرتی ہے بیمار کے پاس
(حضرت انورؔ)

دئے داغ نے امتحاں کیسے کیسے
مٹائے ہیں ان کے گماں کیسے کیسے
(داغؔ)(۳۸)

رہا وصل عشاق ہی کو مُسلّم
بظاہر تھے ان پر گماں کیسے کیسے
(حضرت انورؔ)

شبِ فرقت میں اس کے مجھ کو مثل شمع سرتاپا
گھلاوے گا یہ مرا سوز غم آہستہ آہستہ
(بہادر شاہ ظفرؔ)(۳۹)

زمانے تک رہا رونا عدم کے چھوٹ جانے پر
فرو ہوتا گیا پھر رنج وغم آہستہ آہستہ
(حضرت انورؔ)

حضرت انورؔ کی شاعری کا اسلوب:

حضرت انورؔ کے شعری سرمایے کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ ایک کہنہ مشق اور قادر الکلام شاعر ہیں اور ان کو زبان و بیان پر دست رس حاصل ہے۔ان کی شاعری کا طرہ امتیاز ان کے یہاں زبان کی سلامت اور روانی ہے۔فارسی کی بڑی بڑی تراکیب اور ثقیل الفاظ مشکل ہی سے نظر آئیں گے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار پڑھنے سے قاری پر ایک سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

ان کی غزلوں کے اکثر و بیشتر اشعار مربوط ہوتے ہیں اور قطعہ بند کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ابتدائی دو دو تین تین اشعار تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے ایسے اشعار جب تک تسلسل کے ساتھ نہ پڑھے جائیں پورے معنی نہیں دیتے اور اس تسلسل میں نظم کی سی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔زبان کی صفائی کے ساتھ ساتھ محاوروں کا رکھ رکھاؤ اور الفاظ کی رعایتیں بھی حضرت انورؔ کی خصوصیات میں سے ہیں جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

زبان و بیان کے سلسلہ میں دورِ حاضر کے معتبر ادیب اور عظیم نقاد شمس الرحمٰن فاروقیؔ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''علامہ انوار اللہ انورؔ کے کلام میں کلاسیکی پختگی اور مشاقی قدم قدم پر نمایاں ہے، زبان نہایت ٹکسالی اور بامحاورہ ہے''(۴۰)

تمکینؔ کاظمی کا خیال ہے کہ مولانا (انوار اللہ انورؔ) صاف اور بے عیب شعر کہتے ہیں(۴۱) کسی شاعر کا انداز بیان ہی اس میں وہ انفرادیت پیدا کرتا ہے جس کی بنا پر ہم اس کو پہچانتے اور یاد رکھتے ہیں، حضرت انورؔ کا اسلوب بیان سنجیدہ اور متین ہے۔ان کے لب ولہجہ میں موضوع اور مقصد کے علاوہ ان کی سیرت کو بھی بڑا دخل حاصل ہے۔

حضرت انورؔ نے تعلّی وتفاخر سے کام نہیں لیا۔ان کے مقطعوں میں سلف وخلف کی پیروی نظر نہیں آتی۔چونکہ ان کے مزاج میں سادگی اور شہرت سے دوری تھی جس کا پرتو ان کے کلام میں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

حضرت انورؔ شاعری کے تمام رجحانات سے واقف تھے اس لئے اردو غزل کی روایت کے پیش نظر صنعتوں کے اظہار کے لئے یا غزل کے فن کو ظاہر کرنے کے لئے عام فہم اور سلیس اشعار کہے جس کے لئے ایسا اسلوب اختیار کیا جو اپنے دور کا ترجمان ہوتے ہوئے بھی اپنی شناخت میں انفرادیت کا حامل ہے اور یہی ان کے کامیاب شاعر ہونے کی علامت ہے۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

نمبر شمار	نام مصنف/مرتب	نام کتاب/رسالہ	صفحہ نمبر
۱	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ	داستان ادب حیدرآباد	24
۲	ایضاً	ایضاً	51
۳	ایضاً	ایضاً	86
۴	ایضاً	ایضاً	124
۵	ایضاً	ایضاً	173
۶	ایضاً	ایضاً	236
۷	ایضاً	ایضاً	241
۸	ماہر القادری	یادرفتگان (جلد دوم)	332
۹	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ	داستان ادب حیدرآباد	248
۱۰	ایضاً	ایضاً	253
۱۱	مولانا محمد انوار اللہ فاروقی	انوار احمدی (تمہید مصنف)	ط
۱۲	مفتی محمد رکن الدین	مطلع الانوار	24
۱۳	محمد اکبر الدین صدیقی	مشاہیر قندھار	100
۱۴	مولانا محمد انوار اللہ فاروقی	انوار احمدی (منظوم متن)	317
۱۵	محمد طاہر فاروقی۔ ایم اے	سیرت اقبال	111
۱۶	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ	داستان ادب حیدرآباد	270
۱۷	مولانا انوار اللہ فاروقی	انوار احمدی (تمہید مصنف)	ط
۱۸	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ	داستان ادب حیدرآباد	166
۱۹	ڈاکٹر نور الحسن نقوی	اقبال فن اور فلسفہ	44
۲۰	طاہر فاروقی	سیرت اقبال	162
۲۱	بہادر شاہ ظفر	انتخاب کلام (مرتبہ عتیق رحمانی)	59
۲۲	ڈاکٹر یعقوب عمر	درس بلاغت (مضمون صنائع لفظی)	76

۲۳	مولانا الطاف حسین حالؔی	مقدمہ شعروشاعری	165
۲۴	ڈاکٹر جمیل جالبؔی	تاریخ ادب اردو (جلد اول)	555
۲۵	علامہ شبلی نعمانی	موازنہ انیس ودبیر	120
۲۶	وہاب اشرفی	تفہیم البلاغت	187-188
۲۷	علامہ شبلی نعمانی	موازنہ انیس ودبیر	122
۲۸	ابوالفیض سحؔر	(مضمون درس بلاغت)	52
۲۹	علامہ شبلی نعمانی	موازنہ انیس ودبیر	115
۳۰	ڈاکٹر جمیل جالبی	تاریخ ادب اردو (جلد دوم حصہ اول)	220-221
۳۱	ایضاً	ایضاً	191
۳۲	ایضاً	ایضاً	132
۳۳	وہاب اشرفی	تفہیم البلاغت	152-153
۳۴	محمد عبیداللہ الاسدی	تسہیل البلاغہ	204-205
۳۵	رشید حسن خان	زبان اور قواعد زبان	142-143
۳۶	میر تقی میؔر	انتخاب میر (مرتبہ عماد الملک سید حسین بلگرامی)	43
۳۷	مرزا اسداللہ خان غالبؔ	دیوان غالبؔ (مقدمہ نور الحسن نقوی)	102
۳۸	نواب مرزا خان داغؔ دہلوی	دیوان داغؔ (مرتبہ ڈاکٹر محمد علی زیدی)	154
۳۹	بہادر شاہ ظفؔر	انتخاب کلام ظفؔر (مرتبہ عتیق رحمانی)	59
۴۰	شمس الرحمٰن فاروقی	شخصی مکتوب مورخہ ۲۲/ اکتوبر ۱۹۹۳ء	-
۴۱	تمکینؔ کاظمی	نقوش کا شخصیات نمبر (۲) (مضمون) اکتوبر ۱۹۵۶ء	1263

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا منتخب حمدیہ فارسی وعربی کلام

پردہ از کون ومکاں بر لا مکاں انداختہ

اے ہوایت طرحِ رنگِ کن فکاں انداختہ — طبعِ عشق اندر ہیولائے جہاں انداختہ

نوعُروسانِ ازل دریک ندائے دلکشت — شور رستاخیز گوئی درجہاں انداختہ

ساحتِ قدست کہ بالا تر بوداز لامکاں — پردہ از کون ومکاں برلا مکاں انداختہ

در سرشتِ مہوشانِ سرمدی اندر ازل — رنگِ نیرنگِ تجدّد از زماں انداختہ

مرۃ الصّفراء کثرت ریخت حکمت درحواس — چاشنئ وحدت اندر کام جاں انداختہ

کافراں بیہودہ تازیہابسے کردند لیک — شحنہء توحید شاں بر آستاں انداختہ

عشق تاپرواز کرداندر ہوائے معرفت — ہیبتش مرعقل را از آشیاں انداختہ

ایکہ عشقت شد فروکش ہر کجا کاندروجود — عقل رابیرونِ سرحد موکشاں انداختہ

قطرہ می زد آگہی را عقل و سرزد حیرتے — وزنخستیں پایہ اش ازنردباں انداختہ

صورتِ وہمی بکارت دانشِ عقل کل است — فہم بر رواز عرقہا طیلساں انداختہ

ہر کہ بے باکانہ پرزد درفضائے معرفت — دور باش غیرتش از آسماں انداختہ

زینتِ فتراک عرفاں داد بیشک از یقیں — در ہوایت ہر کہ تیرے ازکماں انداختہ

ہر کہ بوئے از ربوبیت بمغز جانش زد — قفل تعبیراتِ مکنوں بربیاں انداختہ

ہر کہ سدّ پیش وپس برکند ووضع خویش دید — ہستئ موہوم خود را از میاں انداختہ

در حریم بارگاہت اعتبار مسکنت — رشک اندر نخوت گردن کشاں انداختہ

اوج رفعت در حضیض وضع گر مضمر نبود — آدمے راگندمے چوں از جناں انداختہ

درفضائے غیریت چوں نام شاں بکشود بال — غیرتت شاہیں بہ ناموسِ شہاں انداختہ

سربُروں آوردہر کو در ہوائے خود سری — معرض آماجگاہش بے اماں انداختہ

من کہ باشم عارفیں راہیں کہ خود بینی چکرد — ازفضائے لا مکاں بر خاکداں انداختہ
سُرخی رُوئے عمل رابے نیازی بر نتافت — درشکستِ وضعِ رفعِ شائگاں انداختہ
صولجانِ قدرتت از وسعت آبادِ عدم — درخلائے محض گوئے آسماں انداختہ
حادثات دہر بغنودہ بہ پہلوئے صفات — شیر خواراں درکنار دائگاں انداختہ
ریخت کرّو فرِ عشق اندر سرشتِ عاشقاں — مایۂ نازش بطبع مہوشاں انداختہ
عرض تمکیں جوہر تلویں بہائے بے بہا — فیض تکویں رائگاں درجیب کاں انداختہ
صنعِ اعجوبہ گرے در فطرت خمیازہا — سرعتِ امواج بحرِ بیکراں انداختہ
درمیان آتش وبارانِ رزم وزخمہا — خوابِ راحت خیز برشیر ژیاں انداختہ
بردرگنجینہء اسرار و خلوت گاہ خویش — قفل وسو اس از خیالِ ایں و آں انداختہ
مشتبہ بر ہر کہ راہِ معرفت شد انـــــــــــوّرا — تیرہ بخشیش زرہ چوں کہکشاں انداختہ
جرم ہائے بیحدم در عرض حال مدّعا — عقدہ ہائے محکم از عقداللساں انداختہ
محض ذاتی رحمتت برمن گمارائے ذوالمنن — شوم استعداد و حالم ازمیاں انداختہ

مِنکَ وَبِکَ اَعُوذُ یٰارَبُ

اے آنکہ بروں وہم درونی — بے پردہ برخ نقاب چونی
پیدا پنہاں توئیست لیکن — بے چوں ہستی و بے چگونی
نازم بفسونِ تو کہ ازما — باعین ظہور در کمونی
حیراں ماندم ز اصطلاحت — بے سو سویت کہ رہنمونی
آنسو جستہ بہ جستجویت — کردہ نگہم بسے حرونی
پیش تو خیالِ ماچہ باشد — کزوہم و خیال ہم برونی
مــــنک وبک اعــوذ یـــارب — فـــالـخـلـق لـمـا یـزاحـمـونـی
مشکل گویم وگر نہ گویم — یا رب چہ کنم بدیں زبونی
لَـوْ تَـطْـلُـبُ حِیْـلَۃً لِـقَتْـلِـیْ — قَـلْبِـیْ یَهْـوِیْکَ فَـاقْتُـلُوْنِـی
انـــــــــــوّر رہِ وصل یارجوئی — فرزانۂ یا کہ در جنونی

یَا مَنْ رُجُوْعُ الْخَلْقِ اِلَیْهِ

اے جملہ واز جملہ مبرا — تا کے حجابت باشد من وما
ظاہر توئی درجملہ عوالم — پوشد ترا ہیچ حاشا و کلا
یَـامَـنْ رُجُـوْعُ الْـخَـلْـقِ اِلَیْـهِ — اِنَّـا تِـعْـبَـنَـا مِـنْ ظَـعْـنِـنَـا ذَا
ازبود خود سیر گشتم لقایت — امروز خواہم دور است فردا
قَـدْ طَـالَ عَهْـدِیْ مِـنْکَ مَـدِیْـداً — فَـالْـعَیْـنُ تَبْـکِـی وَالْـقَلْـبُ یَهْوِیْ
جز تو نباشد مطلب زچیزے — اینست ما را مقصودِ اقصٰی
اَنْــتَ قَــرِیْــبٌ مِـنِّــی وَلٰـکِـنْ — بِـالْـقُـرْبِ مَـاذَا یَـفْـعَـلُ اَعْـمٰـی
مَـوْلٰـی لَـنَـا اٰخِـذٌ بِـالـنَّـوَاصِیْ — کُـلٌّ مِـطَـیْـعُـوْهُ طَـوعـاً وَکَـرهـاً
خوش دل رُبائے کاندر نگاہے — نادیدہ مفتوں کند عالمے را
خود بینی ما از خویش رفتن — سرمایہء مابے حاصلیہا
آئینہ صدہا گو درمیانست — آں نور فائض نوریست یکتا
چوں مرضئ اوست انـــــــــوؔر مسلم — پس خواہشِ ما دخلیست بیجا

عکسِ جمالِ یارِ من

مہر ونجوم پر ضیا عکس جمالِ یارمن — درہمہ چیز برملا عکسِ جمالِ یارِمن
در دل و دیدۂ ونظر درہمہ چیز جلوہ گر — درخورو ماہ تاسہاعکسِ جمالِ یارِمن
پردہ ہمیں کہ برکشود صبر وشکیب دربود — کرد بہ فتنہ مبتلا عکسِ جمالِ یارِمن
بہرِ نظارہ جوق جوق گشتہ رواں زفرطِ شوق — کرد قیامتے بپا عکسِ جمالِ یارِمن
ہوش و حواس عالمے بردبیک کرشمہء — روح فزا و دل رُباعکسِ جمالِ یارِمن
ازپےء امتحان نخست پردہ کشود درالست — بردبمعرض بلاعکسِ جمالِ یارِمن

حال چگویم انوؔرا تاچہ نمود لطفہا
بردز خویشتن مراعکسِ جمالِ یارِمن

همه دیده گوئی که نادیده شد

خیالت مرا مردمِ دیدہ شد
کزاں ہر چہ دیدم رخت دیدہ شد

چو عکسِ رخت تافت برجانِ من
ہمہ دیدہ گوئی کہ نادیدہ شد

چناں مست گشتم بنظارہ ات
کہ ہر چیکہ پیدا ست پوشیدہ شد

دلے داشتم درہوائے تورفت
سرے بود اونیز شوریدہ شد

کنوں نوبتِ جانست اوہمچناں
چوروئے تو دید از رہِ دیدہ شد

ز بلبل شنوزانکہ نشنیدہ
توآں سر کہ از گل نیو شیدہ شد

چوشدجانت انوؔر بجاناں چہ غم
اگر استخوا نہات بوسیدہ شد

شمع خود باشی وخود پروانه سازی خویش را

برجمالِ خویشتن دیوانہ سازی خویش را
شمع خود باشی وخود پروانہ سازی خویش را

عاشقِ زاری گہےوز جاں براری ہائے ہوئے
گاہ جاں باشی گہے جانا نہ سازی خویش را

کیست کو دربند عشق خویش ارد مرترا
بہرصید خویش دام ودانہ سازی خویش را

آں کرا زہرہ کہ دعوائے شنا سائی کند
دیدۂ ودانستہ چوں بیگانہ سازی خویش را

گر طمع داری دلاگنجینہء اسرار را
پیشترمی بایدت ویرانہ سازی خویش را

مستیِ خمخانۂ روز الستت بس نبود
تا کہ مست جرعہء پیمانہ سازی خوایش را

توہمائے دولتی واں آشیانت بے نشاں
پس چہ اُفتادت کہ مرغ خانہ سازی خویش را

انوؔرا با آنکہ بیروں نامدی از خویشتن
تا بکے در غیریت افسانہ سازی خویش را

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا منتخب فارسی نعتیہ کلام

نعت سرورِ سروراں، امام رسولاں،

شاہ پیغمبراں، مرسل مرسلاں، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

اصل دوجہانی وز کونین جدائی

اے آنکہ تجلّی نخستینِ خدائی — اصل دوجہانی وز کونین جدائی

بالا تری از عرشِ معلّٰی تو بآغاز — حیف است کہ گفتند تراہمسر مائی

حلمِ توچہ حلمے کہ بآں فوج ملائک — مجروحی واز بہرجزا لب نہ کشائی

گردید ہمہ سِرّ بہفتہ زتومکشوف — آئینہ رو شنگرِ اسرار خدائی

آرام گہت را نرسد وہم فلک ہم — ہر چند کہ در خیمہ گہِ ارض وسمائی

زاں وجہ کہ دوری نتواں یافت بعقلت — ویں طرفہ کہ با اینہمہ نزدیک بمائی

بوئے کہ بما ہست نشاں میدہد از تو — از ماشدی دور کہ گوئیم کجائی

باز آونگا ہے بکن از لطف بر انور

رفتی نہ چناں دور کزاں باز نیائی

کلیم مد ہوش لن ترانی حبیب مامور من رأنی

بجسمِ پاکیزہ تر زجانی بجاں چہ گویم کہ جانِ جانی — مراچہ یارا کہ گویم آنی بروں زتخمینِ ہر گمانی

کلیم مد ہوش لن ترانی حبیب مامور من رآنی — بمرتبہ فرق درمیانی از انست ظاہر چنانکہ دانی

بیک دم از لطفِ کبریائی جمیع افلاک طے نمائی — عجب تر آنکہ ز عرش آئی بہ کاخِ چوبینِ اُمہانی

تو اولیں صنعِ کبریائی محمدی زانکہ دل ربائی — بہر چہ حمدت کنم سزائی کہ مبدأ امرِ کُن فکانی

بہ کرسئ حق تو باشی آندم کہ نفسی نفسی بگوید آدم — تراچہ نسبت بود بہ عالم مگر پئے مصلحت ازانی

فلک حبابے زبحرِ جو دت نمے بحار ازیمِ وجودت — جناں گل از گلشنِ نمودت تواصل ایجاد دوجہانی

زمین وافلاک فرش راہت مقامِ محمود جائگاہت — ملائک وانس وجاں سپاہت تو درعوالم شہِ شہانی

بکوئے تو اوفتادہ انوؔر ز کار ماندہ بحال ابتر

بخقش اے شاہِ بندہ پرور ہر آنچہ میخواہی میتوانی

ما بحمدالله پیش شاہِ خوباں آمدیم

تشنہ کاماں درجوارِ آبِ حیواں آمدیم — پیشِ عیسیٰ اُستخوانے چند بیجاں آمدیم

گرچہ از روزِازل خود زیرِ فرماں آمدیم — حالیا از فیضِ لطفت زیرِ داماں آمدیم

خواہ بخشی خواہ بکشی مابصد شوق وہرس — با امید وبیم تو خندان و گریاں آمدیم

ہر کسے رامی کشد میلش بخوبے درجہاں — ما بحمد اللہ پیش شاہِ خوباں آمدیم

رحمتے برحالِ زار ماکہ از دور ودراز — زیرِ بار معصیت افتاں و خیزاں آمدیم

شکر آں فارس کہ مارا کرد سوئے خودرواں — تابہ فیضِ ہمتش چوں گوبمیداں آمدیم

برمساکیں ہم نگاہے تاشود رفعِ علل — اے وائے درد منداں بہر درماں آمدیم

در فراقت کارِ ما از ضبطِ بیروں رفتہ بود — بیخودانہ زیں سبب چوں اشک غلطاں آمدیم

ماکجاؤ ذاتِ پاک تو کجا لیکن زدور — ذرّہ آسا درہوائے شمس رقصاں آمدیم

سرخ رو آمد ہر آنکو درمدینہ آمدست

انوؔرا از معصیت ہا ما پشیماں آمدیم

معنی واللیل میدانی کہ آں گیسوئے کیست

یا الٰہی دل زدستم می بردایں بوی ٔکیست — ویں رواروہائے جانہائے عزیزاں سوئے کیست

یارب ایں آشوبِ صدشامِ غریباں موئ کیست — فتنہء روزِ قیامت قامتِ دل جوئے کیست

والضحی راوجہ می یا بی کہ قصد روئ کیست — معنی واللیل میدانی کہ آں گیسوئے کیست

کیست آنکہ روضہ اش کروبیاں راشد مطاف — سجدہ گاہِ آسمانہا برزمیں مشکوئے کیست

باکہ مانی اے قمر تا منظرت شدد لپذیر — ویں حکایت اے ہلالِ عید از ابروے کیست

آنکہ خوانندش رحمۃ للعلمین رب العلے — سرِّ معنی را ازاں دریاب تا ہمخوئے کیست

ہر کہ می جوید احد گوئیش احمد را بجوئے — تا کشاید بروے ایں معنی کہ جست وجوئے کیست

ناصحا گوئی کہ تسکینِ دلم ہر گز مجوئے — از نفس ہر دم نمی دانی کہ ہائی ہوئے کیست

درس گیرد ناعتِ آں شہ ز استاد ازل — رتبہ اش ہر کس کجا داند کہ ہم زانوئے کیست

انوؔرا قصدِ تقرب باسگِ کویش کنی
ہیچ میدانی کہ آں سگ پاسبانِ کوئے کیست

خورشید پئے آنکہ دھد نور بسایہ

محتاجِ گدا جود کند اہلِ کرم را — از سکّہ بود دام دل آویز درم را

از مہر فزا سعی کند ہم تگ کافور — خورشید بکف مشعلہء نور ظلم را

کے جز بعرق ریزی اجرام تواں شد — آرایشِ انواعِ حلل خاک وژم را

از فیضِ دلِ نطق سرا منبعِ الہام — منقارِ نواسنج بود چوب قلم را

افراشت زپا مردی روح ملک اسپاہ — برخاک فتادہ تنِ افسر دہ علم را

استاد ازل محض پے تربیتِ شاں — آردبہ دبستانِ وجود اہلِ عدم را

بنی طبق چرخ پر از انجم رخشاں — ہر صبح نثاریست چنیں خاک وژم را

خورشید پئے آنکہ دہد نور بسایہ — در راہِ تعقب نہ کند سُست قدم را

درکام حسد نفس بصد حیلہ بریزد — بے منّ واذی لذات اصناف نعم را

گر طفل زمادر سپرد راہ تغافل — از شیر بمہرش کند آمادہ سقم را

رو تابدوہم سر کشد از مہر مہ نو — لیک او بعطارہ ندہد کاہش و کم را

زاں ساں کہ ز آرام گہش رحمتِ عالم
کردہ پئے بہبودِ جہاں رنجہ قدم را

☆☆☆

در نعتِ تو با فکر ردیف است خیالم

اے نیّرِ برجِ شرف اسرارِ قدم را
سو زندہ بیک دم زدن اظلال عدم را

مہر شرفت راز شرف نیست ہبوطے
گو چند خساں قدر ندارند خدم را

زاں ساں کہ محاق است بدز روبفلک کاں
دائم کند انگشت نما بدرِ اتم را

سرباز بمانداست کہ تابدوشی سر
زاں روکہ براں سر بسجود داست صنم را

عزمت چو قمر زہرۂ شیراں بشگافد
اُنست برد از آہوئے وحشت زدہ رم را

عشاق درت شاں نظر اندازنمایند
حوراں کہ بیارند بجلوہ خم وچم را

کیفِ عجبش را بدر آرد زتناہی
کمیّکہ باضعاف رسیدہ زتو کم را

طبعت چو شود ملتفتِ خاطر اصلاح
از تغذیہ چارہ نبود قوتِ سم را

زاں بحر سخایت کہ محیط است بعالم
نم سر زدۂ و نام پدید آمدہ یم را

آں روز کہ حق مسندِ اقبال تو آراست
افراشت پےء ظلگیش ہفت خیم را

آں کیست کہ گوئی سبق از تو برباید
گوطے بکند اشتر رقصاں رہ سم را

از فیض گدایان تو گر دد شہ شاہاں
ہم پہلو خاک آنکہ کند مسند جم را

مدحے کہ زندم باصابت زرہِ فخر
از فکر ونظر دور بیفراشت علم را

واں مدح کہ نازند حریفان بادالیش
نسبت بجناب توشبیہ آمدہ ذم را

برنعت نہ ہر خیرہ سرے چیرہ تواں شد
منطق نتواں کرد بفن جذرِ اصم را

پالغززہت ایں نتواں رفت گراں سر
زیبد کہ زسر باز تراشند قدم را

نے ہیچو کسانے کہ سپرد ند ہمیں راہ
لیکن زسرِ فخر عصا کر دہ منم را

زاں روکہ خطا سر زدہ زانہا بفزونی
آنجا کہ خجالت بود افزونی یم را

بل از سر محو یکہ زہستی بدر آرد
دستے نبود نیز برآں محض عدم را

تا بیخود و با خود ہمہ تن نعت تواں شد
وزیر توش انوار دہدست ظلم را

نعتت چویم ومدح سراہیم ازاں نم
ازبے سروپائی کہ بود صورت نم را

با فعلیت حسن نہی کار من اررہن | دادیم من وکار بہر تہلکہ ہم را
در نعتِ تو بافکر ردیف است خیالم | زاں ساں کہ بجستم زپئے قافیہ غم را
ورنہ چہ سرو کار رہے را بچنیں کار | آقا تو رہائی زغمِ فکر اُمم را

عمریست کہ از عشق تو دم میزندانوؔر
قربانِ تو درکارکن ایں تیغ دو دم را

یک نظر بربندہ ات ہم صاحبِ لولاک کُن

دل زلوثِ خاطرِ اغیار کلّی پاک کن | آنگہاں معنئ قربت راز خود ادراک کن
رفت شب صبحِ سعادت دم زواز موی سپید | وقتِ صوم آمد زمیل ماسوٰی امساک کن
دیوارا چیزی نما چیزی ملائک رابدہ | ہر دورا مشغول ساز و سیر برا فلاک کن
آفتابِ نورِ مطلق راعیاں بینی ولیک | یک دمی چوں صبحِ برخیز وگریباں چاک کن
برزمیں افگند از افلاک میل گندمت | ترک گندم گوئ ومسکن باز بر افلاک کن
تا بعرش وفرش روداری تہ وبالاستی | ثم وجہہ اللہ رایک روشو ادراک کن
جسم خاشاک است وروحت چشمہء آبحیات | آب را گرصاف خواہی دفع آں خاشاک کن
گرنگاہِ اہل دل راصیدمی خواہی نمود | دردِل خود شوق را چوں دام زیرِ خاک کن
انعکاسِ ماہرویانِ ازل خواہی اگر | دل ززنگِ خاطرِ اغیار کلی پاک کن
بر سر افرازاں نگاہ لطفِ تو خود دائمست | یک نظر بر بندہ ات ہم صاحبِ لولاک کن

پائے بند خود است انوؔر مے ناید ازو
صید بستہ راہگیر وزنیت فتراک کن

عالمے مست پئے بانگ درایت رفتے

خوشترآں بودے کہ جانم بفدایت رفتے | مردمِ دیدہ بسر تاسرِ پایت رفتے
سردمہر یست کزوکارمن انجام نیافت | کاشکے بر سرمن تیغ جفایت رفتے
درکفم آمدے سر خطّ بقائے جاوید | عمرگردرپئے آں زلفِ دوتایت رفتے

جلوہ پالودے اگر محمل نازت بارے　　عالمے مست پئے بانگ درایت رفتے

گر تو میخواندی بکوئے تو گہے انوؔر

از خود آں شیفتہء بے سروپایت رفتے

دل بصد جانست مصروف طواف دیدہ ام

حبّذا اے چشم کز تو دیدہ‌نہا دیدہ ام　　مرحبا اے گوش کز تو مژدہا بشنیدہ ام

اے نگاہم تابطوف گنبد خضراستی　　دل بصد جانست مصروفِ طواف دیدہ ام

اے مشامم جملہ اجزائے دماغم محو تست　　بوئے انس از خاک پاک پائے توبوئیدہ ام

اے دلِ رہبر فدایت باد سرتاپائے من　　کو بطفیلت دیدہ ام لطفیکہ اینجا دیدہ ام

از سرِ ذوق مسرت جاں بلا گردانِ اوست　　تابریں در گہ فرود آمد سر شوریدہ ام

از پےء بوسہ لبم خم میشود برپائیٔ من　　زانکہ از سعیش رسید اینجاتنِ کا ہیدہ ام

خندہ ام باد افدائے مقدمت اے گریہ ام　　زاب یاریِ تومن برخویشتن بالیدہ ام

قامتم گشتہ دو تاازبارِ احسانِ سرم　　جبہہ را تا برسرِ خاک درش سایدہ ام

ہست ممنونت سراپا یم کہ از توبردرش　　ایستادم با ادب اے قامت بگزیدہ ام

کسے تو اند چشم گریا نم ادائے شکر تو　　اے دہاں اینجا بتومن شاد ماں خندیدہ ام

اے لبا نم جان من مرہون احسان شماست　　ہست از فیض شماکیں عتبہ را بوسیدہ ام

چشمِ من صرفِ قدومت اے خیالِ یارِ من　　کز تو شد بیدار بختِ روزہا خوابیدہ ام

مردمِ چشم زدستِ من بجاں منت کش اند　　گرد کوئے یار تابر روئے شاں مالیدہ ام

حالیا خود خویش می باید فدائے خود شدن　　لائقش چیزے ندیدم مدتے کوشیدہ ام

خود فدائے خود شوم انوؔر کہ مانم خود بجائے

سخت حیراں بودہ ام از حالتِ پیچیدہ ام

☆☆☆

ہزاراں لطف واحساں بر دل بیچارہ ام کردی

الٰہی آنکہ نامش را بنامِ خویش ضم کردی
مراسویش نمودی رہ چہا برمن کرم کردی

جزاک اللہ خیراً گر جفا کردی ستم کردی
ہزاراں جور برعشاق کردی باز کم کردی

ہلال ایں خم کہ میداری بدیں حسن ازچہ روباشد
مگر ابروئے یارم دیدۂ تاپشت خم کردی

دلا تسلیمِ زلفے شوکہ صد چین ست تسخیرش
سراپا آہوت خوانم اگر زیں دام رم کردی

بیک تیر نگاہت یافت تسکینی زبیتابی
ہزاراں لطف واحساں بر دل بیچارہ ام کردی

زتیغِ ابروت قطعِ تعلق سخت دشوارست
نہ پیچم سر سرِموگرجدا ازتن سرم کردی

رواں تاساحلِ مقصود کردی کشتیِ عمرم
نگاہِ لطف واحساں برمن اے چشمِ ترم کردی

بشادی میتواں مردن بکوئ یار اے انورؔ
نباشی لائقِ ایں بارگہ گرچشمِ نم کردی

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کے متفرق فارسی اشعار

جسے آپ نے اپنی مختلف تصانیف میں عبارات کے درمیان ''**لمؤلفہ**'' سے ممتاز فرمایا ہے

فدائے آنکہ رساند بکوئے دوست مرا
بہ بندگیش بنازم کہ خواجہ اوست مرا
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 69)

جانانہ زرخ نقاب برداشت
وقت است کہ جاں نثار سازیم
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 73)

زبلبل شنو زانکہ نشنیدۂ
تو آں سرکہ از گل نیوشیدہ شد
شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند وبس
کہ نہ ہر کو ورقے خواند معانی دانست
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 73)

حال جاں سوختگان سوختہ جاناں دانند
خام زیں مرحلہ دور است ازانش چہ خبر
بلبل زار بفریاد و فغاں مرد و ہنوز
گل تر خندہ زناں ناز و تبختر دارد
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 74)

عشق از جانب معشوق بریدیست کہ او
دل برد اول و جاں نیز برد آخر کار
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 75)

نازش بہ بیں کہ سربہ نہادیم زیر تیغ
پرداخت بارقیب و سوما نظر نہ کرد
طغیان ناز بیں کہ جگر گوشۂ خلیل
در زیرِ تیغ رفت و شہیدش نمی کنند
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 75)

چوعکسِ رخت تافت بر جانِ من
ہمہ دیدہ گوئی کہ نادیدہ شد
(مقاصد الاسلام حصہ دہم ص 89)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا منتخب اردو حمدیہ و صوفیانہ کلام

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے

جہاں میں ہیں جلوے عیاں کیسے کیسے
ہیں اسرار دل میں نہاں کیسے کیسے

الٰہی یہ دل ہے کہ مہماں سرا ہے
چلے آتے ہیں کارواں کیسے کیسے

شیاطین و جن و ملک جملہ عالم
ترے درپہ ہیں پاسباں کیسے کیسے

نہ ہوں تہلکے ملک دل میں تو کیا ہو
مسلط ہیں واں حکمراں کیسے کیسے

عدم شکلِ ہستی میں بن بن کے آیا
کہیں کیا ہوئے امتحاں کیسے کیسے

رہا وصل عشاق ہی کو مسلّم
بظاہر تھے اُن پر گماں کیسے کیسے

عدم احتیاج و قصور و مذلت
میرے ساتھ ہیں ارمغاں کیسے کیسے

ہوئی خانۂ دل کی تعمیر مٹ کر
بنے لامکاں میں مکاں کیسے کیسے

ہوئے کیا وہ سب کس نے چن چن کے توڑے
تھے گلشن میں گل باغباں کیسے کیسے

ذرا دیکھو انورؔ کہ انوارِ غیبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے

اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

مژگاں ہیں عاشقوں کیلئے تیر ایک ایک
اور تار موئے زلف ہو زنجیر ایک ایک

ہاتھ آئے جس کو سلسلۂ زلف عنبریں
توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

عشاق کے دلوں کو پھنسا نیکا دام ہے
ہر تار موئے زلفِ گرہ گیر ایک ایک

زردی رنگ و آہ وفغاں اشک ولاغری
ہے عشقِ جاں گداز کی تاثیر ایک ایک

کی صدق دل سے جس نے اطاعت رسول کی
عالم میں اُس کی کرتا ہے توقیر ایک ایک

کیا حال ہو جو حشر کے دربار عام میں
بہرِ سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک

کیا لطف سنگ و گل کی عمارت میں منعموا
شکستہ دل ہیں قابل تعمیر ایک ایک

جو ہم سے کام ہوتے ہیں غفلت کے خواب میں
محشر میں پیش آئے گی تعبیر ایک ایک

لکھا تھا جو ازل میں وہ ہر گز ٹلا نہیں
ہر چند کی خلاف میں تدبیر ایک ایک

ہر چیز میں ہے صنعتِ خلاّق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابل تصویر ایک ایک

عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لیے
اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

یثرب کی سرزمیں کی مُہوّس کو قدر کیا
خاشاک و خاک واں کی ہر اکسیر ایک ایک

وعدوں پہ انوؔرا کہیں اس کے نہ بھولئے
میں جانتا ہوں نفس کی تزویر ایک ایک

☆☆☆

خاک یثرب کی کیمیا تو نہیں

شرک ہر چند برملا تو نہیں
دیکھو دل میں وہ چھپ گیا تو نہیں

دل ٹھکانے نہیں ہے کیا باعث
وہ کسی زلف میں پھنسا تو نہیں

خودسروں کے وہ قصے کہتے ہیں
وہ ہمارا ہی ماجرا تو نہیں

دل کو وہ توڑتے ہیں یہ کہہ کر
بتکدہ خانۂ خدا تو نہیں

دل کو ہر چیز سے تعلق ہے
کہیں در پردہ دل رُبا تو نہیں

پھر سوئے کعبہ لے چلا ہے دل
دیکھئے اس میں کچھ دغا تو نہیں

واں بدلتی ہے قلب کی حالت
خاک یثرب کی کیمیا تو نہیں

دیکھتے ہیں پہ بات کرتے نہیں
انوؔرا تم پہ وہ خفا تو نہیں

رہے خوب لطف و کرم پہلے پہلے

رہے خوب لطف و کرم پہلے پہلے
عدم میں بھی تھے محترم پہلے پہلے

یہاں آتے ہی رودیا بے تکلف
جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے

کنارے تعلق کی پابندیوں سے
تھے آزاد شکل عدم پہلے پہلے

نہیں جانتے تھے جہاں میں کسی کو
مگر ایک اپنے کو ہم پہلے پہلے

ہمارے لیے اب غذا وہ بنی ہے
جسے ہم سمجھتے تھے سم پہلے پہلے

ہوا نے کیا ہم کو برباد انوؔر
وگر نہ تھے ثابت قدم پہلے پہلے

پئے سجدہ ہوئے جاتے ہیں خم آہستہ آہستہ

کیا کرتے ہیں طے راہِ عدم آہستہ آہستہ
کھنچے جاتے ہیں اُس جانب کو ہم آہستہ آہستہ

جوانی ڈھلتے ہی ہر دم خدا یاد آنے لگتا ہے
پئے سجدہ ہوئے جاتے ہیں خم آہستہ آہستہ

زمانے تک رہا رونا عدم کے چھوٹ جانے پر
فرو ہوتا گیا پھر رنج و غم آہستہ آہستہ

کڑی ہیں منزلیں ہر چند راہ عشق کی لیکن
بڑھا جاتا ہے رہرو کا قدم آہستہ آہستہ

طلوع مہر درخشاں کو ہے لازم سب پر روشن ہے
کہ سایہ خود بخود ہوتا ہے کم آہستہ آہستہ

نظر جب دور بیں ہونے لگے آثارِ قدرت میں
تو دل ہوجائے گا خود جامِ جم آہستہ آہستہ

رہے گی ہستی موہوم انوؔر تا بکے باقی
مٹ ہی جائے گا یہ نقشِ قدم آہستہ آہستہ

کون ایسا ہے بھلا جو رہے اسلام سے دُور

رحم و اظہار وفا خوئی دلارام سے دور
صبر و آسودہ دلی عاشق ناکام سے دور

زلف کے دام میں دانا بھی پھنسے جاتے ہیں
کون ایسا ہے بھلا جو رہے اسلام سے دور

زلف و رخسار کا ہر وقت جو رہتا ہے خیال
صبح عاشق نہیں رہتی ہے کبھی شام سے دور

دیکھئے جس کو ہے بس نام وری کا پابند
ہے وہ عنقا جو ہو خلقت سے جدا نام سے دور

سیر عارف کی بدایت ہے نہایت کا مقام
دائرہ میں نہیں آغاز ہے انجام سے دور

ایک روش دور زمانہ کا نہیں رہ سکتا
رکھی رہتی ہے صراحی بھی کبھی جام سے دور

جس کو دل جمعی میسر ہو جہاں میں انورؔ
مثلِ مرکز رہے وہ گردشِ ایام سے دور

سرِ سجدہ کو وہ غرقِ نمِ تشویر رکھتے ہیں

نہ خنجر پاس ہے ان کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں

نہیں رہتا ہے دل قبضے میں ان کی ہمکلامی سے
نہیں معلوم باتوں میں وہ کیا تسخیر رکھتے ہیں

کہیں شوریدگی میں دل نہ بھٹکے اس لیے اس کو
کسی کی زلف کا ہم بستہ زنجیر رکھتے ہیں

جلو میں عاشقوں کے پیش و پس لڑکوںکا لشکر ہے
اگر مجنوں بھی کہلائیں تو یہ توقیر رکھتے ہیں

کماں کے سامنے چلے کا جھکنا دام مقصد ہے
جوانانِ سعادت مند قدرِ پیر رکھتے ہیں

تجلی عشق کی جن کے دلوں پر جلوہ افگن ہے
بجائے مردمک وہ یار کی تصویر رکھتے ہیں

قصور اپنا ہے ورنہ ساکنانِ شہرِ خاموشاں
زبانِ حال پر ہر قسم کی تقریر رکھتے ہیں

مراد اور نامرادی عاشقوں کے پاس ہے یکساں
وہ کب تعجیل کا شوق اور غمِ تاخیر رکھتے ہیں

سرِ تسلیم جن کا طاق ابرو میں ہے خم انورؔ
سرِ سجدہ کو وہ غرقِ نمِ تشویر رکھتے ہیں

کونسا ہے گل جس میں تیری بو نہیں آتی

وصلِ یار کی کس کو آرزو نہیں آتی
ہیں طلب میں ہم لیکن جستجو نہیں آتی

جنگ جو ہے براں ہر دست یار میں شمشیر
پر یہ عیب ہے چل کر تاگلو نہیں آتی

غیریت کا پردہ ہے پھر گلے ملیں کیونکر
تیغ بھی تو قاتل کی تاگلو نہیں آتی

رنگ تیرا ہی ظاہر گلشن جہاں میں ہے
کونسا ہے گل جس میں تیری بو نہیں آتی

خوش بیانیاں ساری غائبانہ آتی ہیں
ایک بات بھی لب تک روبرو نہیں آتی

یوں تو ہے زباں انوؔر بات ہی کے کہنے کو
پر زباں پر دل کی گفتگو نہیں آتی

کہیں ملتا ہے پتا یار کا اغیار کے پاس

کون جانے دے ہمیں انجمن یار کے پاس
مثل سایہ کے پڑے رہتی ہیں دیوار کے پاس

اُن کے دنداں کا بندھا رہتا ہے جب سے کہ خیال
نہیں کچھ قدر گہر چشم گہربار کے پاس

چشم بیمار کی جانے دل بیمار ہی قدر
قدر بیمار ہوا کرتی ہے بیمار کے پاس

دل آشفتہ ہی رہبر ہو تو کچھ ہو ورنہ
کہیں ملتا ہے پتا یار کا اغیار کے پاس

کس طرح پہنچیں عدم بار علائق لے کر
یک قدم چلنا ہے دشوار گر انبار کے پاس

درِ دل وا بھی اگر ہو تو رہی تہمت نفس
ہے عبادت کدہ یہ خانۂ خُمّار کے پاس

حالِ عاشق کے ہے پہنچانے میں تار برقی
ایک ہے دور و قریب آہِ شرربار کے پاس

زندگی سولی پہ منصور نے کاٹی الحق
اہلِ تحقیق کو ہے دارِ اماں دار کے پاس

دل ربائی میں نیا ڈھنگ ہے ان کا انوؔر
معذرت سنتے ہیں اور آ کے گنہگار کے پاس

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کا منتخب اردو نعتیہ کلام

منظوم مسدس متن انوارِ احمدی

متعلقہ بہ میلا دسرورِ سروراں، مرسل مرسلاں، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

(۱) شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامینِ دلپذیر — جس سے ایماں تازہ ہو اور ہوں دلِ اَعدا پہ تیر
ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلاریب ونکیر — جو محدث ہیں وہ اُسکو مان لیں گے ناگزیر
گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اسمیں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اسمیں نہیں

(۲) لکھا اسکو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں — کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دیں
تھا یہی لم جو مُمد حسّان کے تھے روح الامیں — کعب اور ابنِ رواحہ کو اُسی کا تھا یقیں
ذکرِ ختم المرسلیں اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تاابد ممدوح اور محمود ہے

(۳) حضرتِ عباسؓ نے جب نعت میں اس شاہ کی — اک قصیدہ لکھا جس سے ہو خجل سحبان بھی
سنکے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی — ہمنے دی اسکے صلہ میں سلطنت اسلام کی
مل گیا پروانہ بامہر قضا اک بات میں
سلطنت کی کنجیاں دیں خانداں کے ہاتھ میں

(۴) ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیاء — اور از قسمِ عبادت ہو جو ذکرِ انبیاء
پھر ہو ذکرِ سرورِ عالم کا کیا مرتبا — جن کا ذکرِ پاک ہے گو یا کہ ذکرِ کبریا
رفعِ ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہِ لو لاہ سے

(۵) ذکرِ نام پاک سے نارِ جہنم سرد ہو — اور سَمی حضرتؐ کا دوزخ میں نجائیگا کبھو

بوالبشرؑ نے کی وصیّت وقت آخر شیث کو — کہ قرینِ ذکرِ حق ذکرِ محمدؐ کی جیو
وحشتِ آدم گئی نامِ شہِ لولاکؐ سے
مردہ زندہ ہوگئے تاثیرِ نامِ پاک سے

(۶) حضرتِ آدمؑ نے اُس فرزند سے یہ بھی کہا — میں تفرح کیلئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکرِ احمدیؐ میں ہر مَلک مصروف تھا — اور ہر ایک پتہ پہ جنت کے نام اُنکا لکھا
سینے حورونکے ملائک کی جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہی عالمِ علوی میں نقش

(۷) ہے درودِ پاک ہی ذکرِ شہِ عالی مقام — ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اس فخرِؐ عالم پر مدام — اور فرشتے دائماً مشغول ہیں جسمیں تمام
کیسی طاعت ہوگی وہ جسمیں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بَری جس کا نہیں کوئی شریک

(۸) کیا فضیلت ہے پڑھے یکبار گر کوئی درود — بھیجتا ہے اسپہ ستر رحمتیں رب وَدُود
اور ملائکہ کے درود اسپر کریں پیہم وُرود — ہو مدام اس کی ترقیٔ مدارج زود زود
دیکھ لیگا قبلِ موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے بااحترام

(۹) محو ہوتے ہیں گنہ پڑھنے سے اوسکے لاکلام — دفع ہوں سب ہم وغم جو کوئی پڑھتا ہو مدام
نکلیں اسکی وجہ سے دونوں جہانکے سارے کام — جو پڑھے دایم رہے منصور و محبوبِ انام
ذکرِ خالق اور دعا ذکرِ نبیؐ کے سات ہے
کیا صلوۃِ احمدیؐ بھی افضل الطاعات ہے

(۱۰) جو وضو کیوقت حضرتؐ پر نہ پڑھتا ہو صلوٰۃ — ہے طہارت اسکی ناقص اسمیں ہیں کیا کیا نکات
بے صلوۃ احمدیؐ کامل نہ ہو ہرگز صلوٰۃ — التحیات اسکی ہو جاتی ہے بالکل واہیات
اور جو نام شاہِ دین سنکر نہ پڑھتا ہو درود
جائے رغماً نار میں وہ ابخل الناس عنود

(۱۱) حضرت آدمؑ کو پہلے میلِ طبعی جب ہوا عرض کی خاتون نے حضرت مہر ہو اوّل ادا
بولے یارب مہر کیا دوں حق تعالیٰ نے کہا صاحبِ لولاہؐ پر پڑھ لو درودِ باصفا
یعنی استحلال چاہیئے درودِ پاک سے
تاکھلیں گُل رشک افلاک وملائک خاک سے

(۱۲) جتنا کل اہل زمیں پاویں عمل کرکے ثواب لیجئے اتنا پڑھکے دم بھر میں درود مستطاب
لکھی جائیں نیکیاں اُسکی بدولت بے حساب ساتھ اُسکے جو دعا کیجئے ہو بیشک مستجاب
ہے فضیلت میں زیادہ تر وہ سب طاعات سے
حج سے اور صدقات سے اعناق سے غزوات سے

(۱۳) جو کہ پڑھتا ہو درود اسکو شفاعت ہو نصیب راضی ہوگا حق گواہی دینگے جب اسکے حبیبؐ
عرش کا سایہ ملے گا ہوگا حضرت کے قریب ہوئے روزِ عید اُس کو حشر کا روزِ مہیب
اور اس کثرت سے ہوگا نور اُسدن اسکے ساتھ
جسکی وسعت میں سماسکتی ہو ساری کائنات

(۱۴) ہے بہت سارے فرشتونکی عبادت بس یہی کہ کریں دایم تلاش شخص ہمنامِ نبیؐ
پھر جو پاویں ٹھیریں اسکے گھر پہ صدق دلی دیکھئے کس طرح ہے تعظیم نامِ پاک کی
صرف نام پاک جب ہووے ملائک کا مطاف
کیوں نہ در ان کا ہو روحوں کا محلِ اعتکاف

(۱۵) جس مکان میں ہو سمی حضرتؐ کا وہ گھر دائماً رزق و برکت سے رہے مملو بصد نشو و نما
توبہ حضرت صفی اللہ قبول اس دم ہوا کہ وسیلہ شاہِ دینؐ کے نامِ اطہر کو کیا
خاتَم حضرت سلیمانؑ میں جو وہ تسخیر تھی
نقشِ نام شاہؐ جن وانس کی تاثیر تھی

(۱۶) گرچہ انکی مدح میں قرآن ہے ناطق سر بسر وصف انکی کرسکے کیا کوئی بیچارہ بشر
رتبہ انکا کوئی کیا جانے جو دیوے کچھ خبر عقل حیراں ہے یہاں اور وہم کے جلتے ہیں پر
ہر مسلماں چھوڑے کیونکر نعت کو بالکلیہ
لیس یترک کل مالا یدرک بالکلیہ

(۱۷) خود خدا نے کی ثنائے رحمۃً للعالمیں　انبیاء دایم رہے مداحِ ختم المرسلیں
اور جماد و جانور بھی نعت سے چھوٹے نہیں　بت زبانِ قال سے کرتے تھے وصفِ شاہؐ دیں
ہاں مگر شیطاں کو شاید ہو تو ہو اسمیں کلام
ماسوٰی کی اس نے جب تعظیم سمجھی ہے حرام

(۱۸) نعت وہ ہے جسکا حضرتؐ نے کیا خود اہتمام　حق تعالٰی نے لیا جملہ نبیوںؑ سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اُسکا ناتمام　اور جو دشمن ہو تو اُسکے کفر میں پھر کیا کلام
کی بذاتِ خود خدا نے نعت جب محبوبؐ کی
پھر ثنا دل سے کریں کیونکہ نہ سب محبوبؐ کی

(۱۹) کیونکہ دل میں جب کسی کی ہو محبت جاگزیں　اُسکو بے ذکر وثنائے دوست چین آتا نہیں
جسطرح ہوتا ہے دلمیں جب کسی سے بغض وکیں　اُسکی بدگوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب چیں
قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں ضرور
دلکی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور

(۲۰) بہرِ خطبہ جب ہوا منبر کا مستحکم اساس　اور سُتوں نے جانِ عالم کو نپایا اپنے پاس
عاشقِ صادق تھا جب دیکھا کہ ہے قربت سے یاس　گریہ وزاری لگا کرنے وہ غمگیں بے قیاس
تھا تو چوبِ خشک پر عشقِ نبیؐ میں تازہ تھا
زمرۂ عشاق میں نادر بلند آوازہ تھا

(۲۱) ہے جو خالق کو محبت ان سے اسکا ذکر کیا　ہو جو تابع انکا اُسکو دوست اپنا کہدیا
جسکو ان سے ہو محبت ہے وہ محبوبِ خدا　رتبہ اُسکا پا نہیں سکتی کبھی عقلِ رسا
ہوگا روزِ حشر خود خیر الوریٰؐ کے ساتھ وہ
پاوے عالی مرتبہ بے کثرتِ طاعات وہ

(۲۲) حق نے جب اولیاء اللہ میں دیکھو کیا کہا　کہ میں ہو جاتا ہوں اونکے چشم وگوش ودست وپا
جب محبت ہو طفیلیوں سے یہ بے انتہا　حُبّ شاہؐ مرسلیں ہو کس قدر سوچو ذرا
انتہا اس حُب کی عقلوں سے ہماری دور ہے
مــــا رَمیــــتَ کی حقیقت جس طرح مستور ہے

(۲۳) الغرض یہ حمد ہے اور نعتِ محبوبِ خدا — لب پہ ہو صلِّ علیٰ اور قلب میں جلّ وعلا
ہو زباں پر نام احمدؐ کا احد دل میں چھپا — چاہئے اب ہوں سراپا چشم وگوش اہلِ صفا
جلوہ نورِ خدا از خود عیاں ہونے کو ہے
راز جو مخفی تھا خود صرف بیاں ہونے کو ہے

(۲۴) یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو — اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو
فیض بخش کن فکاں گنجینۂ اسرار ہو — کُنجِ تاریکِ عدم جولانگہِ انوار ہو
نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمدؐ اسکا رکھا نام حمداً لایزال

(۲۵) گرچہ حضرت ہیں محمدؐ پرستودہ ہے خدا — کیونکہ جملہ حمد راجع ہیں سوربُّ العلا
لیک جب خود حق تعالیٰ نے محمدؐ کہدیا — پھر محمدؐ ہم نے گر اُنکو کہا تو کیا ہوا
عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخِ کبریٰ ہیں وہ

(۲۶) حمد ہے اسی خالق کون ومکاں کو بیعدد — جس نے اُنکو کردیا ذاتِ محمدؐ ابد
اور مقام انکا کیا محمود باصد شدومد — پھر بنایا ان کو حامد اپنا وہ رب صمد
تھی جو اصل خلق بس لایق انھیں کے تھا یہ کام
تاہو انکا حمد سب کے حمد کے قایم مقام

(۲۷) الغرض اُس نور سے پیدا کیا عالم تمام — لکھا پھر ہر جائے اپنے نام کیساتھ انکا نام
نام انکا لیکے نبیوںؑ نے نکالے اپنے کام — دی یہ شہرت انکو تا جانیں انھیں سب خاص وعام
وہ نبی اسوقت تھے کہ آدم آب وگل میں تھے
جاں جب آئی ان میں وہ جان میں زبان پر دل میں تھے

(۲۸) پھر کیا یک شان سے آدم میں اُسکو جلوہ گر — رکھا پیشانی میں تاہو سجدہ گاہِ بوالبشرؑ
پھر ملایک سے کرائے سجدے باصد کروفر — اور لیا اقرار سب پیغمبروںؑ سے معتبر
کہ وہ ختمؐ الانبیاء اور خیرِ خلق اللہ ہیں
ہیں وہ شمس الانبیاء گر انبیا سب ماہ ہیں

(۲۹) تھا جو منظورِ خدا ہو مستقل اُس کا ظہور — منتقل ہونے لگا اولادِ آدم میں وہ نور
جو کہ قابل تھا ہوا اُس نور کا اُس میں مُرور — جسمیں آیا وہ ہوا اُس جا کرامت کا وفور
اُسکی ٹھنڈک سے کہیں گلزار بن جاتی تھی نار
حُسن کی گرمی کہیں کرتی دلوں کو بے قرار

(۳۰) الغرض پھر ظہور نورِ عینِ جان ودیں — ٹھیرے عالم میں عرب منظورِ رب العالمیں
تا کہ ہو ویں مطلع اس رمز سے اہلِ یقیں — کہ ہے جسمانی تعین کا عبور اورکچھ نہیں
گو مَقَر اُس کا عرب ہے پر وہ کل کاشاہ ہے
سایہ گستر دو جہاں پر ایک ظل اللہ ہے

(۳۱) رفتہ رفتہ صلبِ عبداللہ میں آیا وہ نور — جلوہ گر اُنمیں ہوا جسوقت مثلِ شمعِ طور
عشق سے ہونے لگے دل قابلوں کے چور چور — یعنی شیدا ہوتی تھیں اونپر زنانِ رشکِ حور
پر ہر اک عورت قرین ہر شرف ہوتی نہیں
قابل یک دانہ گوہر ہر صدف ہوتی نہیں

(۳۲) اس امانت کیلئے تھیں آمنہ خاتوں بنی — آمنہ تھیں ہر طرح سے جو کہ وہ امِ نبی
رکھا ایمان کا مادّہ اونمیں تھا پہلے سے ہی — پھر تو پھیلی امن وایمان کی انہیں سے روشنی
جسکے ہو فرزند وہ اُسکو شرف کیونکر نہ ہو
گوہرِ نایاب سے فخرِ صدف کیونکر نہ ہو

(۳۳) گرچہ رسمِ جاہلیت ان دنوں تھا بیشتر — لیک تھا حافظ خدا اُس خاندان کا سر بسر
اسلئے سب تھے بری اس رسم سے تابوالبشر — پس نکاح اُن کا ہوا دینِ خلیل اللہ پر
تھی یہ وہ شادی کہ جسکی آسماں پر دھوم تھی
تہنیت کی ہر طرف کون ومکانمیں دھوم تھی

(۳۴) تھا فقط منظور کہلانا بشر ورنہ وہ نور — جسکی دولت آدم وجملہ جہاں کا ہو ظہور
اُسکو رحمِ مادر و صلبِ پدر تھے کیا ضرور — عقل عاجز ہے یہاں اورفہم ہے جفتِ قصور
جب خدا قدرت نمائی کا کوئی ساماں کرے
کیا ہے جز تسلیم مقدور اور جو انساں کرے

(۳۵) میں ہوں ابنِ دو ذبیح ارشاد حضرتؐ نے کیا　　یعنی اسمٰعیل جو جدِّ عرب ہیں برملا
اور عبداللہ جو ہیں والدِ خیرؐ الورٰی　　ذبح کرنیکے لئے تھا باعث الھام کیا
اس میں یک نکتہ ہے یعنی جسکے ہو ایسا پسر
باپ دادا چاہئے قرباں ہوں اسپر سربسر

(۳۶) الغرض وہ نورِ پاکِ حضرتِ خیر الورٰی　　شمس کے مانند جب برجِ حمل میں آ گیا
شام مثل صبح گھر سے آپکے روشن ہوا　　بلکہ تھی ساری زمیں اسوقت واں چہرہ نما
ہو نہ کیونکر روشنی تھی آمد عالیجناب
صبحِ صادق چاہئے قبلِ طلوعِ آفتاب

(۳۷) پھر تو ہر جانب سے عالم میں بشارت کی تھی دھوم　　پڑھتے تھے اشعار ہاتف تہنیت کے جھوم جھوم
اور تھے یوں نغمہ سرا سب نکتہ سنجانِ علوم　　کہ مٹے جاتے ہیں اب ساری نحوست کے رقوم
ہاں رہیں ہشیار ظاہر حق ہوا چاہتا ہے اب
ہے یہ قطعاً صدرِ باطل شق ہوا چاہتا ہے اب

(۳۸) تھے جہاں بتخانے بت واں سب نگوں سر ہوگئے　　الٹے اورنگِ جہاں باناں خود سر ہوگئے
سبزے لہرانے لگے دن قحط کے سر ہوگئے　　قلعہ ہائے دولت واقبال سب سر ہوگئے
کشتِ عالم سبز ہے بادِ بہاری آتی ہے
صاحبِ اِنّا فَتحنا کی سواری آتی ہے

(۳۹) صرف اہلِ عقل ہی میں تھا نہ اسکا اہتمام　　وحشیوں میں بھی مبارکباد کی تھی دھوم دھام
کوئی تو کہدے سنا ہے اس طرحکا جشنِ عام　　ابتدائے عالمِ تکویں سے تا یوم القیام
ہوگی خلاقِ جہاں کو اُن دنوں کیسی خوشی
جسکے پر تو سے عیاں تھی ہر طرف ایسی خوشی

(۴۰) جب ولادت کا زمانِ باسعادت آگیا　　پہنچیں خدمت کیلئے جلدی سے مریم آسیا
باندھیں حوروں نے پرے جس سے تھا سارا گھر بھرا　　اور ملائک آفتابے لے کھڑے تھے جابجا
شب برات وقدر ہو جسپر فدا کیا رات تھی
تھا نمایاں جلوہ شانِ خدا کیا رات تھی

(۴۱) پس وہ نورِ پاک ربّ العالمیں پیدا ہوئے　　مبدا کونین و ختمُ المرسلیں پیدا ہوئے
جانِ عالم قبلہء اہلِ یقیں پیدا ہوئے　　شکرِ ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے
دھوم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالِع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نورِ قِدم طالع ہوا

(۴۲) پھر تو سب اصنام سر کے بل زمیں پر گر گئے　　اور گرے ایوانِ کسریٰ کی بھی کتنے کنگرے
اُٹھ گئیں ناریں پڑے بیکار سب آتشکدے　　واسطے تعظیم کے تارے بھی سارے جھک گئے
تھا غرض تعظیم کا ارض وسما میں اہتمام
کوئی راکع کوئی ساجد کوئی تھا صرفِ قیام

(۴۳) سامعیں سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا　　تھا ذبیح اللہ کا جو فرحت فزا جو واقعہ
وہ معیّن روز روزِ عید ٹھیرایا گیا　　تہنیت کے سب رسوم اُس روز ہوتے ہیں ادا
روزِ میلادِ نبیؐ جس میں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیونکر واجب التعظیم پیشِ حق مدام

(۴۴) مجلسِ میلاد بھی حاکی ہے وقت خاص کی　　جس میں حسبِ حکمِ خالق خَلق نے تعظیم کی
پھر بھلا تعظیم وقتِ ذکرِ میلادِ نبی　　ہو خلافِ مرضی حق یہ نہیں ممکن کبھی
حق تعالیٰ تو کراوے سجدے باصد عزوشاں
اور کھڑا رہنا نہو جایز یہ کیسا ہے گماں

(۴۵) بولہب جسکی ہے ذم میں سورۂ تبت یدا　　مژدۂ میلادِ حضرتؐ جب ثُویبہ سے سنا
ہوکے شاداں أنــتِ حُــرہ اِذْهَبِــی اسکو کہا　　ساتھ اس کہنے کے اس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا
عین آتش میں ہے جاری آب اُسکے ہاتھ سے
جسکے پینے سے ہے تسکیں پیاس کے صدمات سے

(۴۶) یہ اثر اَلـــلّٰـــہ اَکْبَـــرْ مجلسِ میلاد کا　　کفر و دوزخ میں ہو جسکی آبیاری برملا
پھر جو ایماں بھی ہو ساتھ اس جشن کے سونچو ذرا　　مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائیگا
یہ نہیں ممکن کہ رنج و شادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

(۴۷) پھر ہوا ظاہر مکان میں ایک نورانی سحاب — چھپ گئے سردارِ عالم اُسمیں مثلِ آفتاب
اور منادی کیا پھر غیب سے اسکو خطاب — جلوہ گر سارے عوالمِ میں اُنہیں کردے شتاب
تاخدائی جملہ اُنکو دیکھ لے پہچان لے
یعنی ہر ایک اپنے آقا کو بخوبی جان لے

(۴۸) پس ہوئے حضرتؐ روانہ جانب بَرو بحار — تاکہ حیوانات بروبحر کودیں افتخار
پھر ہوئے روحانیونکی سمت شاہ دیں سوار — تاکہ ارواح ملایک کو بھی کرلیویں شکار
پھرتو ہر ایک کی زباں پر تھا کہ لومعراج ہے
رویتِ نورِ خدا ہم کو میسّر آج ہے

(۴۹) پھر حلیمہ وہ کہ جنکا خاندان تک سعد تھا — آئیں خدمت میں تو دیکھا اُنکو شہ نے مسکرا
داہنی جانب کا اُنکے دودھ نوشِ جاں کیا — جانبِ چپ اُنکے بچے کیلئے رکھی بچا
طفل بھی گرتھے تو دانش تھے طفیل انکی رسا
عدل واحسان وکرم تھی جلوہ گر صبح ومسا

(۵۰) شاہؐ دیں کو پھر سواری کے جو لائیں متصل — تین سجدے شکر کے اُسنے کئے باصدق دل
پھر بڑھی سب سے اگر چہ تھے بہت ہی مضمحل — یہ عجائب دیکھکر سب ہوگئے تھے پا بگل
بولی تم کچھ جانتے ہو میرا راکب کون ہے
آج میں وہ ہوں کہ مجھ پر شاہؐ ہر دو کون ہے

(۵۱) جب شہِ ارض وسما کو لائیں خاتون اپنے گھر — تھے پئے گھوارہ جنبانی مَلَک باندھے کمر
دل کے بہلانے کو تھا حلقہ بگوشانہ قمر — جس طرف کرتے اشارہ ساتھ ہی جھکتا اُدھر
مہد میں بھی ہیں تو سیرِ عالم ملکوت ہے
فکرِ تمہید مہادِ رونقِ ناسوت ہے

(۵۲) جب ہوا رفتار کا عزم اک تماشا تھا بپا — خاک کی پابوسیاں تھیں دم بدم رشکِ سما
دھوپ میں رہتا تھا سر پر ابر رحمت چتر سا — یاچھپا لیتا تھا منہ خورشید از فرطِ حیا
تابش خورخنکی رحمت سے ہو کیونکر قریں
زیب خاورعرش کی زینت سے ہو کیونکر قریں

(۵۳) پھر تو شاہِ بحر و بر کا جسطرف ہوتا گذر ۔۔۔ سجدۂ تعظیم کرتے جھاڑ، پتھر، جانور
تھے جو مرفوع القلم کرلیتے سجدے بے خطر ۔۔۔ بلکہ تھا کچھ حکمِ خالق ہی اُنہیں اس طور پر
ورنہ یاں تو تھا تواضع کا کچھ ایسا اہتمام
کرنہیں سکتا تھا کوئی دست بوسی یا قیام

(۵۴) پھر جو چاہا حق نے اظہارِ نبوت برملا ۔۔۔ حالتیں پھر وہ کہاں نقشہ دگرگوں ہوگیا
عالمِ اسباب کی تاثیر کا خاکہ کھنچا ۔۔۔ اور دبستاں عبدیت کے رسم و آئیں کا کھلا
آفتاب حسن پر ابرِ تعصب چھاگیا
دیدۂ خفاش کا پردہ دلوں پر آگیا

(۵۵) یعنی اہلِ کفر کی ہر سمت سے یورش ہوئی ۔۔۔ درپئے آزار ختم المرسلیں تھا ہر شقی
کافروں نے کو تہی ایذا رسانی میں نہ کی ۔۔۔ جس سے ایذا خود خدائے پاک کو ہونے لگی
پھر تحمل آپ کا قدرت خداکی تھی عیاں
صبر تھا یا سربسر رحمت خدا کی تھی عیاں

(۵۶) اک اشارہ سے بھلا شق القمر جس نے کیا ۔۔۔ اُس کے آگے لشکرِ کفار کا کیا حوصلہ
پر فقط اخفائے اسرارِ خدا منظور تھا ۔۔۔ دیکھ لو الحرب خدعہ سے اشارہ کردیا
پھر پہاڑوں سے بھلا تائید لیتے کس طرح
اور ملایک کو مدد کا حکم دیتے کس طرح

(۵۷) باوجود اسکے اٹھائے جبکہ صدمے اسقدر ۔۔۔ تب کیا دعوی کہ ہوں میں بھی تمہیں سا یک بشر
ورنہ جو مسجود اک عالم کا ہووے سربسر ۔۔۔ اہلِ دانش کس طرح رکھتے وہ دعوی معتبر
کس مصیبت سے چھپایا راز کو اغیار سے
پھر بھی لَستُ مثلکم فرمادیا اخیار سے

(۵۸) اولیں و آخریں کا علم گو موجود تھا ۔۔۔ پر بحسبِ مصلحت کرتے تجاہُل بارہا
تھی غرض تعلیم گو کرتے تھے شوریٰ ظاہرا ۔۔۔ حق نے لمّا یعلم اللّٰہ گر کہا تو کیا ہوا
حوصلہ چاہیئے عالی چشم پوشی کے لئے
چاہیئے ہو شرحِ صدر ایسی خموشی کیلئے

(۵۹) جتنے تھے اصحاب سب یہ جانتے تھے بالیقیں　　کہ ہیں واقف موت سے ہر یک بشر کے شاہِ دیں
بلکہ تاخیرِ اجل چاہیں تو کچھ دقت نہیں　　جس کی جو مرنیکی جا ٹھیراتے وہ مرتا وہیں
اہلِ خلد و نار کا رکھا تھا دفتر ہاتھ میں
گویا تھا ہر شخص کا نقشِ مقدر ہاتھ میں

(۶۰) دست کی توصیف میں ہیہات قاصر ہے زباں　　کیونکہ دستِ عقل خود پہنچا نہیں ابتک وہاں
کل خزانوں کی اُنہیں ہاتھوںمیں سب کنجیاں　　اور اُنہیں ہاتھوں سے ہوگی فتحِ ابوابِ جنان
ہو تصرف کیوں نہ پھر اُس ہاتھ کا اکوان میں
جسکو خالق نے یداللہ کہہ دیا قرآن میں

(۶۱) تھا نظر سے شاہِ دیں کے قدرتِ حق کا ظہور　　یعنی تھا پیش نظر یک طور پر نزدیک و دور
دیکھتے تھے مقتدیوں کے خواطر کو حضور　　ایکساں تھی چشمِ نورانی کو تاریکی و نور
دیکھتے تھے واقعے روزِ قیامت کے عیاں
جس طرح ہیں دایماً احوال امت کے عیاں

(۶۲) حضرتِ موسیٰؑ نے جب دیکھی تجلی طور پر　　گو نہ دیکھا حق کو مگر بڑھ گئی ایسی نظر
کہ شبِ یلدا میں دس فرسخ پہ چونٹی ہوا گر　　دیکھ لیتے طور کی رُویت کا تھا یہ کچھ اثر
پھر جو خود اللہ کو دیکھا شہِؐ دیں نے دوبار
کونسی شئے ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

کے معاصر عالمی علماء و مشائخ کرام

شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
کے معاصر عالمی علماء ومشائخ

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ دکن

حضرت شیخ احمد عرب یمنی شروانی

(صاحب نفحة اليمن) :

مقام حدیدہ شہر زبید (یمن) کے باشندے تھے اس لئے آپ کو یمنی کہا جاتا ہے تیرہویں صدی کے مشہور ادیب اور صاحبِ ذوق عالم تھے۔ نظم ونثر دونوں پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ برجستہ اشعار کہنے میں مہارت تامہ حاصل تھی چنانچہ مشہور شاعر مرزا قتیل کے ساتھ آپ کے مراسلات ومناظرات نظم ونثر ہر دو میں بکثرت ہوتے رہے بارہویں صدی ہجری کے اواخر یا تیرہویں صدی کے آغاز میں ہندوستان آئے اور بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہے۔ موصوف نے ایک اہم حادثہ کے سلسلہ میں آپ سے مراسلت بھی کی تھی مولوی اوحدالدین بلگرامی صاحب ''نفائس اللغات'' آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

علامہ خیرالدین زرکلی نے ''اعلام'' میں آپ کی تاریخ وفات 1353 ھجری لکھی ہے۔ نفحۃ الیمن فیما یزول بذکر الشجین، متی لمزڈن صدرالمدرسین کلکتہ کی خاطر ''مناقب حیدریہ'' غازی الدین حیدر فرماں روائے لکھنو کی خاطر تصنیف کی ان کے علاوہ ''اخوان الصفا'' ''الجواهر الوقادفى شرح بانت سعاد'' حديقة الافراح لازالة الاتراح، شمس الاقبال فى مناقب بهوپال " اور انشاء عجيب العجاب فيما يعنيه الكتاب آپ کی تصانیف ہیں(۱)۔

جرجی بن حبیب زیدان (لبنان)

1278ھ مطابق 1861ء بیروت میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشو ونما پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی فراغت کے بعد مصر گئے وہاں مجلّہ ''الہلال'' بیس برس تک ان کی ادارت میں نکلتا رہا فلسفی، لغوی، باکمال صحافی، مقبول ناول نویس اور بڑے تاریخ داں تھے۔ تاریخ وادب لغت واجتماعیت کے موضوع پر متعدد بیش قیمت تصانیف کے مصنف ہیں:

(۱) تاريخ التمدن الاسلامی
(۲) تاريخ مصر الحديث (۲) جلد
(۳) تاريخ للعرب قبل الاسلام
(٤) تاريخ الماسونية العالم
(٥) تراجم مشاهير الشرق (۲) جلد
(٦) فلسفه لغوية
(۷) تاريخ اللغة العربية (٤) جلد
(۸) الشاب العربية القدماء
(۹) علم الفراسة الحديث

(۱۰) طبقات الامم

(۱۱) عجائب الخلق

(۱۲) التاریخ العالم

(۱۳) مختصر تاریخ الیونان والرومان،

(۱٤) مختصر جغرافیة مصر، علوم العرب وغیرہ

آپ کی علمی یادگار ہیں۔ آپ نے 1332 ھجری م 1914 عیسوی میں وفات پائی ۔ تاریخ ادب عربی میں سنہ وفات 1924ءدرج ہے۔

علامہ حسین بن محمد مصطفیٰ الجسر طرابلسیؒ

علامہ حسین بن محمد مصطفیٰ الجسر 1261 ھجری میں طرابلس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مصر آئے اور 1279ھ میں جامعہ ازھر میں داخلہ لیا اور 1284ھ تک مختلف علوم وفنون کی تعلیم پائی اور جید عالم ہو کر طرابلس واپس ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جسر کا خاندان مصری الاصل تھا۔

1170ء کے لگ بھگ ان کے اسلاف دمیاط سے نکالے گئے تھے اور وہ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

آپ فقہ وادب کے بہترین عالم جانے اور مانے جاتے تھے آپ نے مفید کتابیں بھی تالیف کیں جن میں ''الرسالة الحمیدیة فی حقیقة الدیانة الاسلامیة ''بہت مشہور ومعروف اور مقبول کتاب ہے۔ اس میں آپ نے شریعت اسلام کے عقائد و رموز واسرار اچھوتے انداز میں بیان کئے ہیں اور فلسفہ جدید کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا ہے یہ کتاب عمدگی کی بناء پر بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب کرلی گئی۔ اس کے علاوہ آپ نے

الحصول الحمیدیة فی العقائد الاسلامیة

نزھة الفکر

اشارات المطاعة فی حکم صلواة الجماعة

ریاض طرابلس الشام (۱۰) جلد

الکواکب الدریة فی الفنون الادبیة تصنیف فرمائی اور ''طرابلس'' کے نام سے ایک اخبار بھی نکالا تھا

آپ نے طرابلس ہی میں 1327 ھجری میں وفات پائی۔

علامہ فتحی پاشاہ زغلولؒ

علامہ فتحی پاشاہ زغلول ایک جلیل القدر فقیہ اور محقق تھے قانون مدنی (CIVIL LAW) کے شارح کتاب المحاماة کے مصنف، گوسٹاف لوبون کے مترجم اور القوانین المصریہ کے مصنف ہیں۔ 1914ء میں انتقال ہوا۔

علامہ شیخ طاہر الجزائریؒ

علامہ شیخ طاہر الجزائریؒ حضرت شیخ الاسلامؒ کے عہد کے مستند و معتمد علیہ مورخ دمشق کے جلیل القدر ادیب و عالم تھے۔ 1925ء میں ان کا انتقال ہوا۔

علامہ فقیہ شہاب الدین الوسیؒ (صاحب تفسیر روح المعانی)

سید محمود شکری الوسی (عراق) ادیب کے پوتے تھے جنہوں نے تین جلدوں میں ''بلوغ الادب فی احوال العرب ''نامی کتاب تصنیف کی۔ حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے چھ سال بعد 1923ء میں ان کا انتقال ہوا۔

علامہ سید جمال الدین افغانیؒ

مشہور زمانہ عالم وقائد علامہ جمال الدین افغانیؒ حضرت شیخ

الاسلامؒ کے ہمعصر علماء میں ایک امتیازی مقام کے حامل تھے افغانستان کے ضلع کابل میں جو شیخ الاسلام کا آبائی وطن اور آپ کے جد اعلی حضرت شہاب الدین علی المعروف فرخ شاہ کابلی کا مسکن بھی تھا 1832ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد سید صفدر افغانیؒ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان کا چشم و چراغ تھے۔ مروجہ نصاب کے مطابق علوم عربیہ ادبیہ شرعیہ وعقلیہ کے ساتھ ساتھ عربی فارسی ترکی فرانسیسی زبانوں کے ماہر تھے عظیم شخصیت کے مالک' متواضع' جرأت مند' فیاض طبیعت' شیریں مقال اور فصیح اللسان تھے۔ استعماری قوتوں کو ختم کر کے تمام عالم اسلامی کو ایک کرنے کے نیک مقصد کے لئے ساری زندگی وقف کردی۔ اس راہ میں جیل جانے کو ریاضت جلا وطنی کو سیاحت اور قتل ہو جانے کو شہادت سمجھتے تھے۔

افغانستان کے بادشاہ محمد اعظم کے وزیر بنے اور شورائی نظام قائم کیا انگریزوں کی سازش کے نتیجہ میں یہ نظام قائم نہ رہا۔

اسی دوران علامہ جمال الدین افغانیؒ اپنے ایک تاجر دوست کے پاس حیدر آباد دکن آئے اس وقت آصف جاہ سادس سلطنت آصفیہ کی زمام اقتدار سنبھالے ہوئے تھے اور حضرت شیخ الاسلام' آصف جاہ سادس کے اتالیق خاص تھے۔

علامہ جمال الدین افغانیؒ، حیدر آباد کے عوام میں اپنی بے باکی وجرأت مندی اور اخلاص کی وجہ سے مقبول اور ہر دلعزیز ہونے لگے تو انگریزوں نے انہیں کلکتہ منتقل کر دیا' دو ماہ بعد انہیں ہندوستان سے نکل جانے کا حکم ملا۔ ہندوستان چھوڑتے وقت انھوں نے انگریزوں کے خلاف ایک مختصر لیکن انقلاب انگیز تقریر کی۔ علامہ آخری سانس تک استعمار کے خلاف لڑتے رہے اور مسلمانوں کو متحد کرنے کی زبردست تحریک چلائی آخر کار اس مرد مجاہد نے 9 / مارچ 1897ء کو وفات پائی۔ (۲)

علامہ امام محمد عبدہ (مصر)

الامام محمد عبدہ بن عبدہ بن حسن خیر اللہؒ مصر کے شہر بحیرہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے معاصر علماء میں آپ کا نمایاں مقام ہے۔ حفظ قرآن مجید کے بعد آپ نے قدیم ترین اسلامی درس گاہ ''جامعہ ازہر'' میں تعلیم حاصل کی علامہ جمال الدین افغانی کی صحبت اور شاگردی میں آپ نے بے پناہ ترقی کی اوران کی قیادت وسیادت سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ خود علامہ سید جمال الدین افغانیؒ بھی انہیں بہت زیادہ چاہتے تھے علوم عقلیہ نقلیہ لسانیہ کی تحصیل کے بعد 1294ھ میں انہیں درجہ عالیہ کی سند مل گئی۔

اسی سال حضرت شیخ الاسلامؒ نے اعزہ واحباب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حرمین شریفین کا پہلا سفر کیا اور شیخ وقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو مکہ مکرمہ میں بلا طلب خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

اور جس طرح حضرت مہاجر مکیؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کو اپنے فیض صحبت سے مشرف کر کے صاحب رشد وہدایت بنا دیا تھا اور دکن کے شاگردوں کو سلوک وحل مشکلات میں حضرت شیخ الاسلامؒ سے رجوع ہو کر ان سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ ادھر علامہ جمال الدین افغانی کی صحبت بافیض نے امام محمد عبدہ کو وسیع العلم، کریم الخلق' صاحب بصیرت' جادو بیان، صائب الرائے بنا دیا تھا یہاں تک کہ جب وہ مصر سے جارہے تھے تو انہوں نے کہا تھا ''میں مصر میں شیخ محمد عبدہ کے علم کی بڑی دولت چھوڑ کر جارہا ہوں''۔

خدیو کو معزول کرنے کا فتوی جاری کرنے کی پاداش میں امام

محمد عبدہ کو جلاوطن کر دیا گیا یہ ملک شام چلے گئے چھ سال بعد اپنے استاذ محترم علامہ جمال الدین افغانی کے پاس پیرس چلے گئے اور علم وادب' دین کی دعوت عام کرنے میں پر جوش حصہ لیا مغربی علوم وتمدن کی حقیقت سے واقفیت کیلئے فرانسیسی زبان بھی سیکھی' درس تفسیر قرآن کے ساتھ منصب افتاء پر فائز ہوئے۔

جس طرح سرزمین دکن پر حضرت شیخ الاسلام نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جامعہ نظامیہ کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کیا ادھر سرزمین مصر کے اس عالم جلیل محمد عبدہ نے اپنے فکر وعلم کا آفتاب طلوع کر کے باطل کی تاریکیوں کو کافور کر دیا اور حق کی بنیادوں کو استوار و محکم کیا۔جس طرح زبان وادب کی آڑ میں بنیادی عقائد اسلام کی غلط تاویلات کرنے والے اصحاب قلم کی فکری غلطیوں کی نشاندہی کے لئے حضرت الاسلام نے مدلل ودلپذیر انداز اختیار کرتے ہوئے کتابیں تحریر کیں اور رسالہ ''مقاصد الاسلام'' جاری کیا تھا۔اسی طرح امام محمد عبدہ نے درس وتدریس کے علاوہ ''الجریدة الرسمية ''نامی رسالہ کے ذریعہ جس کے وہ ایڈیٹر تھے مضامین کا سلسلہ جاری کیا تھا جس میں غلط تحریروں کی نشاندہی کے ساتھ اس کی اصلاح کی جاتی تھی۔

جس طرح حضرت شیخ الاسلام کے فیضانِ علم سے اکتساب کرنے والوں میں بادشاہ، وکلاء امراء' صحافی' قانون داں عوام طلبہ سبھی شریک تھے اسی طرح امام محمد عبدہ کے درس میں بھی وکلاء، ادباء، صحافی، ماہرین تعلیم شامل ہوتے تھے۔

تیز نگاہ، بلیغ وخوش مقال، قوی الحافظہ، ذہین وفطین، زندہ دل، پاکیزہ عقل، صاحب عزیمت، بیباکی وحق گوئی کا پیکر، ابن خلدون سے بہت حد تک مشابہ مفتی محمد عبدہ کا شمار ان عظیم مجتہدین مصلحین، علماء و محققین میں ہوتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ تجدید دین اور حق کی تائید ونصرت کیلئے منتخب فرمالیتا ہے۔علم وفضل کا یہ بطلِ جلیل 1323ھ اسکندریہ میں وفات پا گیا قاہرہ میں آخری آرام گاہ ہے۔(۳)

علامہ سید محمد عمر حسینی قادری حیدرآبادیؒ

حضرت شیخ الاسلام کے ہمعصر علماء میں علامہ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ تبحر علمی' دینداری' تقوی وپرہیز گاری کے ساتھ صاحبِ تصنیف وتالیف شمار کئے جاتے تھے۔شمالی ہند کے مشہور عالم وشاعر مولانا احمد رضا خاں رضاؔ فاضل بریلی آپ کے بہت قدرداں اور مداح تھے۔

حضرت پیر پرورش علی شاہؒ کے خانوادہ میں 1282 ھجری محلّہ قاضی پورہ میں تولد ہوئے۔چار سال کی عمر میں والد محترم کا سایہ اُٹھ گیا۔اسی سال والدہ محترمہ کے ہمراہ حرمین شریفین کا سفر کیا مکمل ایک سال وہاں قیام کیا فیوضات حرمین سے فیضیاب ہوکر وطن واپس لوٹے۔

ابتدائی تعلیم مادر مہربان سے حاصل کی اس کے بعد حضرت زماں خاں شہیدؒ کے ''مدرسہ محبوبیہ'' میں شریک ہوئے جہاں صرف ونحو' لغت وادب کی تحصیل کے ساتھ ساتھ تفسیر حدیث فقہ منطق وغیرہ حاصل کیا۔اپنے برادر کلاں حضرت سید محمد صدیق عرف خواجہ میاںؒ سے بھی اکتساب علم وفن کیا۔

آپ کو شعر وسخن سے بھی کافی دلچسپی تھی فن تجوید میں قرأت سبعہ کی مشہور کتاب ''شاطبیہ'' کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔

آپ اپنے عہد کے جلیل القدر مفسر بھی تھے جسکا اندازہ آپ کی ہزاروں صفحات پر مشتمل تفسیر کو دیکھنے سے ہوتا ہے۔جو ''تفسیر قادری'' کے نام سے 1319ھ سے کئی سال تک ماہانہ شائع ہوتی رہی اردو میں اس قسم کی تفسیر بہت کم ملتی ہیں یہ تفسیری خزانہ میں بیش قیمت اضافہ بھی

ہے اور اردو زبان و ادب میں گراں مایہ درجہ کی حامل ہے۔

آپ پہلے تفسیر القرآن، اسکے بعد تفسیر بالحدیث، تفسیر باقوال الصحابہؓ اقوال تابعین و اقوال ائمہ سے استدلال کرتے، تفسیر قادری کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں جگہ جگہ عربی عبارات موجود ہیں اگر درمیان میں سے اردو عبارت کو ہٹالیا جائے تو ایک عربی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔ اس تفسیر کو آپ کے بڑے فرزند حضرت سید محمد بادشاہ حسینی لئیقؒ جنہوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی خاص نگرانی و سرپرستی میں جامعہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی تھی، مکمل کیا اس کے علاوہ تاج العروج (متوفی 707ھ) مصنفہ تاج الدین اسکندری کا اردو ترجمہ ''رہبر طریقت'' اور متروکہ کے مسائل پر مشتمل ایک منظوم رسالہ ''فرائض قادری'' بھی تحریر کیا۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خلیقؒ کے آپس میں گہرے مراسم اور پرخلوص روابط تھے اعلیٰ حضرت، سادات ہونے کی وجہ سے آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ دار العلوم منظر الاسلام بریلی کے سالانہ اجلاس میں حضرت خلیقؒ کو اعلیٰ حضرتؒ نے مدعو کیا تھا جہاں آپ نے وعظ کیا تھا۔ ان دونوں حضرات کے آپسی تعلقات کا اس بات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب حضرت خلیقؒ کا انتقال ہوا تو فاضل بریلیؒ نے بطور تعزیت عربی قصیدہ منظوم کیا۔

ألا سقى الله قبرا صوب غادية
وجاد بالجود جودا و هو همار
قبرا ثوى بثواب الله فيه عمر
معمور نور الهدى للدين عمار
نجل لغوث البرايا سيد سند
بالغوث معترف بالغيث مدرار
باللطف معتصم بالرأف مبتسم
بالعرف متسم بالعرف معطار
سر أسر له في السر أسرار
بر أبر له في البر أبرار
ربح لآل هدى حرب لأهل ردى
بحر لسيل ندى حبربل أحبار
علم و حلم و سلم في تقى و نقى
سيادة سؤدد فضل و إيثار
بقدرة الله تمت قادريته
فزادها القدر والمقدار أقدار
وعاد حبه حب الحب في خلده
كجنة الخلد أزهار و أنوار
حماه عن كل ضير من يقال له
حامي الحقيقة نفاع و ضرار
قال الرضا اسفا في عام فرقته
محمد عمر الفاروق شطار (۴)
۰ ۱ ۳ ۱ ھ

49 رسال کی عمر میں بتاریخ 20 صفر 1330ھ آپ کا وصال ہوا۔ حیدرآباد کی 400 سالہ تاریخی مکہ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد محلّہ فلک نما کے قریب بمقام ''قادری چمن'' تدفین عمل میں آئی (۵)۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانیؒ (فلسطین)

حضرت شیخ الاسلامؒ کے معاصر عالمی علماء اعلام میں فلسطین کے علامہ یوسف بن اسمٰعیل بن یوسف بن اسمٰعیل بن محمد ناصر الدین بن نبہانیؒ بڑے مشہور متبحر، صاحب قلم اور خداداد خوبیوں کے مالک تھے،

حضرت شیخ الاسلامؒ کی طرح دین اسلام کی خدمت ان کا سرمایہ حیات تھا اور حدیث شریف کی تبلیغ واشاعت ان کا وظیفہ زندگی۔

علامہ نبہانی 1265 ھجری 1849ء میں عرب کے ایک بادیہ نشین قبیلہ نبہان میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے نبہانی کہلاتے ہیں والد ماجد شیخ اسماعیل نبہانی سے قرآن مجید پڑھا۔ پھر جامعہ ازھر مصر میں محرم الحرام 1282ھ سے رجب 1289ھ تک تحصیل علم میں مصروف رہے۔

علامہ نبہانیؒ کو ان کے ایک استاذ علامہ ابراہیم السقاؒ نے سند دیتے ہوئے ان القاب سے نوازا۔

الامام الفاضل والهمام الكامل والجهبذ الابر اللوذعى الاديب والالمعى الاديب ولدنا الشيخ يوسف بن الشيخ اسمعيل النبهانى الشافعى ايده الله بالمعارف ونصر۔

اسی طرح حضرت شیخ الاسلامؒ کے ایک جلیل القدر استاذ محترم علامہ عبدالحئ لکھنوی فرنگی محلی نے اپنی کتاب ''حل المغلق فی بحث المجهول المطلق'' کی تصنیف کے وقت شیخ الاسلام کی ذہانت و فطانت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی تھی۔

''الفقهاء حين قرأة الذكى المتوقد المولوى الحافظ انوار الله بن المولوى الحافظ انوارالله بن المولوى شجاع الدين الحيدرآبادى على شرح السلم لمولانا محمد حسن الكهنوى''(٦).

دکن میں جب حضرت شیخ الاسلام کے تبحر علمی ولیاقت دینی کا شہرہ ہوا تو حکومت آصفیہ کے چھٹویں تاجدار سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں نے آپ کو امور مذہبی کا وزیر مقرر کیا اسی طرح جب علامہ نبہانی کے علم وفضل کا چرچا ہوا تو بیروت میں محکمۃ الحقوق العلیا کے رئیس مقرر کئے گئے حضرت شیخ الاسلام اور علامہ نبہانی کے اکثر اعمال وافکار میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے حضرت شیخ الاسلام ایک عرصہ مدینہ منورہ قیام پذیر رہے اور آستانہ رسول سے مفارقت گوارانہ کی اور وہاں دیگر مصروفیات کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایسے ہی علامہ نبہانی ایک عرصہ تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے اور مختلف موضوعات پر تالیف وتصنیف کا تسلسل برقرار رکھا۔

علامہ نبہانی کی کتب کے کئی ایڈیشن چھپ کر مقبول ہو چکے ہیں۔ اسلام اور دیگر ادیان کے تقابل اور عیسائیت کے رد میں آپ نے **القصيدة الرائية** تحریر کیا جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ سنت کی تعریف اور بدعت واہل بدعت کی مذمت میں پانچ سو اشعار منظوم فرمائے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ان قصائد کو آڑ بنا کر آپ کو 1330ھ مدینہ منورہ میں ایک ہفتہ نظر بند کر دیا گیا۔ علامہ نبہانی کے ہم عصر علماء ومشائخ سے گہرے مراسم تھے چند علماء نے آپ سے ملاقات کر کے رہائی کی اپیل کی اجازت چاہی علامہ نبہانی نے اسوقت بڑا ہی ایمان افروز جواب دیا اور کہا اپیل کرنا منظور ہے تو سلطان وقت کی بجائے سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں استغاثہ کریں۔ اس کے تین دن بعد ہی گرفتاری پر معذرت کرتے ہوئے سلطان عبدالحمید نے رہا کر دیا۔

علامہ نبہانی قلم کے دھنی تھے ان کی تصانیف مدلل مستند معتبر مواد سے بھرپور ہیں۔ مورخین نے ان کی تعداد پچاس سے زائد بتائی ہے۔ یہاں چند کتب کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

١۔ الفتح الکبیر فی ضم الزیادات الی الجامع الصغیر (حروف تہجی کے اعتبار سے چودہ ہزار چار سو پچاس حدیث مع راوی)

ا۔منتخب الصحیحین۔(تین ہزار دس احادیث کا مجموعہ)۔
۳۔وسائل الوصول الی شمائل الرسول
۴۔افضل الصلوات علی سید السادات
۵۔خلاصۃ الکلام فی ترجیح دین الاسلام
۶۔ہادی المرید الی طریق الاسانید۔
۷۔الورد الشافی یشتمل علی الادعیۃ والاذکار النبویۃ
۸۔المزدوجۃ الغرافی الاستغاثۃ باسماء اللہ الحسنٰی
۹۔البرہان المسدد فی اثبات النبوۃ
۱۰۔سبیل النجاۃ فی الحب فی اللہ والبغض فی اللہ
۱۱۔تہذیب النفوس فی ترتیب الدروس
۱۲۔جامع کرامات اولیاء(دو جلدوں میں)
۱۳۔تفسیر قرۃ العین من البیضاوی والجلالین
۱۴۔الاسالیب البدیعۃ فی فضل الصحابۃ واقناع الشیعۃ
۱۵۔ارشاد الحیاریٰ فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاریٰ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ اپنی تصنیف ''شواہد الحق''میں ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

''وہ ابن تیمیہ کے پانچ سو سال بعد آیا اور اس کی بدعت کو زندہ کر کے ایسے فتنے اُٹھائے کہ ان کے سبب شر اور بلا عام ہوگئی۔خون کے سمندر بہا دئے گئے اور اتنے مسلمانوں کی جانیں تلف کی گئیں کہ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے''(۷)

حضرت شیخ الاسلامؒ رقمطراز ہیں۔

''محمد بن عبدالوہاب کا مجملاً حال یہ ہے ۱۱۱۱ھ (گیارہ سو گیارہ) میں وہ پیدا ہوا۔اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے ۱۱۴۳ھ (گیارہ سو تینتالیس) میں اپنے خیالات فاسدہ کو رواج دینے کیواسطہ خطہ نجد میں گیا.................... لوگ اس کے دام میں پھنسنے لگے چنانچہ 1150ھ اسکی شہرت ہوئی اور درعیہ اسکے اطراف و جوانب کے لوگ اسکے تابع ہو گئے.................... ایک لکچر میں کہا: سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک ہیں .... پھر سب سے بیعت لے کر جہاد کا حکم دیا۔یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزار ہا مسلمانوں کو شہید اور جلا وطن کر دیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کر کے کئی سال بالاستقلال حکمرانی کی آخر 1227ھ بحکم سلطان محمود حرمین وغیرہ سے نکالے گئے مادہ تاریخ اُن کے اخراج کا ''قطع دابر الخوارج''(۱۲۲۷ھ)ہے''(۸)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت شیخ الاسلامؒ اور ان کے ہم عصر علامہ نبہانی دونوں ہی کس قدر راسخ العقیدہ اور جادۂ حق پر بلاخوف لومۃ لائم گامزن تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ اور علامہ نبہانیؒ کی یہ ہم آہنگی زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے کیونکہ دونوں کی محبت وعقیدت کا مرکز ومحور ایک ہی ذات رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء ہے۔

''ماو مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق''

ذوقِ سلیم' لطیفِ عمیم کے حامل اور سوادِ اعظم کے قائد عظیم رمضان المبارک 1350ھ اپنے پروردگار سے جا ملے۔

حضرت الامام شاہ احمد رضا خاںؒ

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رضاؔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے ہمعصر علماء میں روشنی کا مینار تھے آپ کا سال ولادت 1856ءاور سال وصال 1921ء ہے۔آپ کی پینسٹھ سالہ زندگی برصغیر پاک

وہند میں انگریزی دوراقتدار میں گذری۔

امام اہلِ سنت کی چشم شعور وا ہوائی تو بریلی کا مکتب علم وفکر برصغیر کے تشنگان علوم اسلامیہ کو چشمۂ فیض بن کر سیراب کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں (م 1297ھ) اور تایا حافظ کاظم علی خاںؒ، اور شاہ رضا علی خاںؒ (م 1286) بریلی کی علمی اساس تھے۔ اس خانوادہ نے برصغیر کے اہل علم کو اپنی علمی نظریاتی روشنیوں اور مقناطیسی قوت سے متاثر کیا تھا۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلویؒ۔ مولانا نقی علی خاںؒ (والد مکرم) اور مولانا عبدالعلی رامپوریؒ (م 1303ھ) نے درسیات میں آپ کی تربیت میں بڑی محنت سے کام لیا وسط شعبان 1286ھ 1869ء علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اسی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔

حضرت سید شاہ آل رسول مارہرویؒ (تلمیذ خاص شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) نے اپنے تین خلفاء کو ارشاد وہدایت کا فریضہ سپرد کیا تھا ان میں مولانا سید ابوالحسین احمد نوریؒ، حضرت اشرفی میاں کچھوچھویؒ اور مولانا احمد رضا خاںؒ شامل تھے۔

ان کے علاوہ آپ نے حرمین شریفین کے علامہ شیخ احمد زینی دحلان شافعیؒ قاضی شیخ حسین صالح جمل اللیلؒ امام مسجد حرام مفتی الشیخ عبدالرحمٰن سراجؒ جیسے شہرۂ آفاق مشائخ سے بھی اکتساب فیض کیا۔

علمی ادبی اعتقادی رنگ وآہنگ کا آئینہ دار ترجمہ قرآن ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' 1320ھ۔ 1911ء میں مکمل ہوا۔ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے بعض تفسیری حواشی بھی ہیں جو آپ کی قرآن فہمی پر شاہد عدل ہیں۔ فن حدیث میں آپ کی نمایاں مقام حاصل تھا والد ماجد مولانا نقی علی خاںؒ، حضرت سید شاہ آل رسول مارہرویؒ، حضرت سید عابد سندھیؒ، اور علامہ زینی دحلانؒ سے سند حدیث کی اجازت حاصل تھی۔

آپ کا بارہ جلدوں پر مشتمل ''العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ'' فقہی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف کے بیان کے مطابق ڈاکٹر اقبالؔ نے کہا تھا کہ ''ان فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغہء روزگار فقیہ تھے''۔ عقائد وکلام منطق وحکمت کے علاوہ آپ ایک ماہر فلسفی بھی تھے۔

امامِ اہلِ سنت عالم محقق اور کئی کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور اردو کے ماہر قادر الکلام اور نازک خیال شاعر بھی تھے۔ نعت، غزل قصیدہ، مثنوی، مستزاد، قطعہ، رباعی متعدد اصناف میں آپ نے طبع آزمائی کی آپ کا ایک شعر اسطرح ہے

ملک سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادئے ہیں

ہرفن میں آپ کو درک حاصل تھا پرفیسر محمد مسعود احمد مجددی کے بموجب ایسے علوم وفنون کی تعداد ۴۵ ہے۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی تحریر کرتے ہیں کہ ''آپ کے قدم اور قلم رضا وغضب ہر حالت میں اعتدال وسنجیدگی کے ساتھ اٹھتے اور کوئی فیصلہ شدت مزاج کی نذر نہ ہوتا''۔ اس مقام پر مجھے حضرت شیخ الاسلامؒ کے شاگرد خاص مورخ نظامیہ مولانا شاہ ابوالخیر کنج نشین کی وہ تحریر یاد آرہی ہے جوانہوں نے عرض حال کے عنوان سے ''مطلع انوار'' میں تحریر کی تھی۔

''حضرت قبلہ (مولانا انواراللہ فاروقی) ایک ممتاز عالم دین،

عظیم قلمکار، ذی مرتبت، وسیع سیرت اور زبردست اثرات کے مالک ہونے کے باوجود کسی بھی قسم کے تحزب وتعصب سے ہمیشہ دور رہتے تھے آپ کا ایک مخصوص نظریہ اور طرز فکر تھا یہی وجہ سے کہ آپ کی زندگی ہرقسم کے خرافات سے پاک دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ جس مسئلہ کو اپنے دانست میں صحیح سمجھتے اس کا حکیمانہ انداز میں اظہار فرماتے لیکن دوسروں کی علمی ثقاہت کو مجروح نہیں فرماتے''(۹)

عشقِ رسول آپ کی پہچان، سادات کرام کا احترام آپ کا وطیرہ تھا اور علم رسول کے آپ کس انداز سے قائل تھے خود اپنی تصنیف ''انباء المصطفی''میں تحریر فرماتے ہیں۔

''علمِ الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خَلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث۔ وہ نامخلوق یہ مخلوق۔ وہ نامقدور یہ مقدور وہ ضروری البقاء یہ جائز الفناء وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔''

مولانا ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں

''حضرت فاضل ممدوح (شیخ الاسلامؒ) نے علمِ غیب رسول کے مسئلہ کو جس دل نشین پیرایہ میں واضح کیا ہے وہ ان کے تبحر علمی اور قوت استدلال کی بہترین مثال ہے اس مسئلہ میں صحابہء کرام کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

جتنے تھے اصحاب سب یہ جانتے تھے بالیقیں
کہ ہیں واقف موت سے ہر اک بشر کے شاہِ دیں
بلکہ تاخیرِ اَجل چاہیں تو کچھ دقت نہیں
جس کی جو مرنے کی جا ٹھہراتے وہ مرتا وہیں
اہلِ خلد و نار کا رکھا تھا دفتر ہاتھ میں
گویا تھا ہر شخص کا نقشِ مقدر ہاتھ میں

اس مسئلہ پر حضرت فاضل ممدوح کا ایک اور استدلال ملاحظہ فرمائیں دلیل کی اساس بالکل وہی ہے جو اعلٰی حضرت فاضل بریلیؒ کے اس شعر میں جلوہ گر ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

فکر کی ہم آہنگی پر حیرت کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایمان کا نصب العین دونوں کے یہاں مشترک ہے اب پوری توجہ کے ساتھ حضرت ممدوح کا یہ بند پڑھئے۔

حضرت موسیٰ نے جب دیکھی تجلّی طور پر
گو نہ دیکھا حق کو پھر بھی بڑھ گئی ایسی نظر
کہ شب یلدا میں دس فرسخ پر چیونٹی ہو اگر
دیکھ لیتے طور کی رویت کا تھا ایسا اثر
پھر جو خود اللہ کو حضرت نے دیکھا دو بار
کونسی شئ ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار (۱۰)

اگرچہ ان دونوں حضرات کی ملاقات تاریخ سے ثابت نہیں۔ لیکن مراسلت اور خط وکتابت کے سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالحمید اکبر گلبرگوی رقمطراز ہیں۔

''مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلی کے مکتوبات دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کے جلیل الشان علماء سے مراسلت قائم رکھی تھی لیکن کسی عالم کی کتابوں کو اس درجہ شوق سے طلب نہیں فرمایا جس طرح مولانا انوار اللہ فاضل حیدرآبادیؒ کی تصانیف کو قیمتاً طلب فرمایا چنانچہ مولانا احمد رضا خان نے جب ''افادۃ الافہام'' کا مطالعہ کیا تو ایک مثبت تاثر ان کے مزاج میں قائم ہوا اور انہیں مولانا

انواراللہ فاروقیؒ کی دیگر تصانیف بھی دیکھنے کی خواہش ہوئی چنانچہ اپنے خط میں اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔کل تصانیف گرامی کا شوق ہے اگر بہ قیمت ملتی ہوں قیمت سے اطلاع بخشی جائے۔ دو جلد قادیانی مخذول (افادۃ الافہام) کے چند صفحات دیکھتے تھے ایک صاحب سے ان کی تعریف کی وہ لے گئے۔(۱۱)

فاضل بریلیؒ نے اپنی تصانیف میں جابجا محرمات اور منکرات شرعیہ، بدعات وخرافات کے خلاف لکھا ہے اور مسلمانوں کوان سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے مفتی اول مولانا مفتی محمد رکن الدین ''مطلع انوار'' میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی اصلاحی خدمات کے زیر عنوان تحریر کرتے ہیں۔

''قدیم سے یہ دستور تھا کہ اعراس کے موقع پر طوائف، اولیاء کرام کے مزارات پر آ کر مجرا دیا کرتی تھیں جس سے اقسام کی لغویات ہوتے تھے اور یہ یقیناً اولیاء کرام کی ناراضی کا سبب بھی تھا آپ (شیخ الاسلامؒ) نے (بحیثیت ذمہ دار عالم و وزیر امور مذہبی) حکم جاری فرمایا کہ آئندہ سے درگاہوں پر طوائف کے مجرے نہ ہوا کریں۔''

پہلے بعض درگاہوں میں عرس کے ساتھ مینا بازار (زنانہ بازار) کا بھی انتظام کیا جاتا تھا آپ نے مینا بازار ہی بند کروادئے تا کہ نہ بناء فساد رہے نہ فساد ہونے پائے۔(۱۲)

مولانا احمد رضا خاںؒ فاضل بریلی کے متعلق حکیم عبدالحئی رائے بریلی سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کا تاثر ملاحظہ فرمائیں۔

''بہت سے فنون بالخصوص فقہ واصول میں اپنے ہمعصروں پر فائق تھے''(۱۳)

یہی مولانا عبدالحئی حضرت شیخ الاسلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

وکان اوحد فی زمانه فی العلوم العقلية والنقلية

یعنی اور وہ (حضرت شیخ الاسلام) علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانہ روزگار تھے۔(۱۴)

الغرض حضرت شیخ الاسلام کے معاصرین علماء اعلام میں بقول حضرت علامہ مفتی عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ

''مولانا احمد رضا خاںؒ صاحبِ سیف الاسلام اور مجاہد اعظم گذرے ہیں۔اہل سنت وجماعت کے مسلک وعقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔آپ کا مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت واحترام رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور اولیاء امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا خاصہ اثر پڑا اور انکا گستاخانہ لب ولہجہ ایک حد تک درست ہوا بجا طور پر آپ امام اہل سنت وجماعت ہیں آپ کی تصنیفات وتالیفات علوم کا ایک بحرِ زخّار ہیں''(۱۵)۔

علامہ شیخ محمد امین بن فتح اللہ کردیؒ

علامہ شیخ محمد امین الدین اردبیلی کردی شافعی حضرت شیخ الاسلام کے ہمعصر علماء میں وہ عظیم اور متاثر کن شخصیت تھے جن کے متبعین میں انابت الی اللہ، عبادت، اخلاقی دولت اور زہد وتقوی جو ایک مومن کی زندگی کا سرمایہ ہے موجود تھے۔ شیخ محمد امین کا شمار صوفیاء کی نقشبندی تحریک کے شیوخ میں ہوتا تھا چنانچہ آپ کے شیخ ومرشد عمر ضیاء الدین سراج نقشبندی نے آپ کو خلیفہ مجاز کیا تھا۔مکہ مکرمہ میں ایک سال قیام کے دوران آپ کا سینہ فیوضات حرم سے پرنور ہوگیا۔وہاں سے قاھرہ مصر آئے اور عالم اسلام کی قدیم اسلامی یونیورسٹی جامع ازہر میں قانون اسلامی میں تخصص اور دیگر علوم اسلامیہ کی سند اور مہارت حاصل کی۔

''تنویر القلوب فی معاملة علوم الغیوب'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، یہ تصنیف عقائد، فقہ شافعی اور علم تصوف کا مستند ذخیرہ اور دستاویزی حیثیت کی حامل ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش دستیاب نہ ہوسکی۔ حضرت شیخ الاسلام سے تین سال قبل یعنی 1914ء میں علامہ شیخ محمد امین کا انتقال ہوگیا (۱٦)۔

علامہ شیخ محمد بدرالدین حسنی دمشقیؒ

تیرہویں صدی ہجری میں جن نابغۂ عصر وفحول زمانہ ہستیوں نے اپنے علم وفن علم وعمل، خوف ورجا، ورع وتقوی سے ایک دنیا کو متاثر کیا اور خدمت دین وملت کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا تھا ان میں محدث دمشق علامہ شیخ محمد بدرالدین حسنیؒ بن یوسفین بدرالدین حسنی حنفی دمشقی بھی شامل ہیں۔

علامہ بدرالدین حسنی 1264ھ 1850ء دمشق میں پیدا ہوئے، حیرت انگیز حافظہ کے مالک تھے۔ علوم اسلامیہ میں متون کے بیس ہزار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے آپ کے سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف مع سند ومتن حدیث یاد تھے۔ اس کے علاوہ فن منطق اور علم لغت میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف وعبادت و ریاضت میں آپ نمونۂ سلف تھے۔ تقریباً ہر علم پر آپ کی تصانیف پائی جاتی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کو شیخ شعیب ارنوط اور شیخ عبدالوکیل الدروبی نے جمع کیا۔

دمشق کے آسمان علم وفن کا یہ ماہتاب جو بیک وقت محدث، فقیہ حنفی، مفسر، لغوی، مفتی، زاہد، عابد شب زندہ دار اسلاف کرام کی زندہ یادگار تھا۔ 1935ء میں دار فنا سے دار بقا کی وادی میں غروب ہوگیا۔ (۱۷)

علامہ شیخ اویس البراویؒ (صومالیہ)

علامہ شیخ اویس البراوی صومالیہ کے جنوبی ساحل پر واقع شہر براوہ میں پیدا ہوئے۔ وطن میں فقہ شافعی تفسیر قواعد عربی اور تعلیمات تصوف حاصل فرمانے کے بعد عروس البلاد بغداد پہنچے تاکہ اپنی نسبت قادریت کی تکمیل کرلیں یہاں کئی برس آپ نے شیخ مصطفیٰ بن السید سلمان الجیلانیؒ کی خدمت میں رہ کر طریقہ قادریہ کی تکمیل کی اور خلیفہ مجاز گردانے گئے۔ الحمدللہ شیخ اویس براوی میں ایک شیخ طریقت کے سارے کمالات اخلاق عالیہ اور ارشاد خلق کی کامل استعداد پیدا ہوچکی تھی شیخ نے اس استعداد کو کام میں لاکر اپنے مریدین ومتبعین کو فروغ واشاعت دین کی سرگرمیوں میں مشغول فرمادیا۔ اور اس طرح اویسی قادریہ سلسلہ صومالیہ کے جنوبی علاقہ اور زائر (Zaire) کے مشرقی علاقہ میں اسلام کی توسیع کا سبب بنا۔ علامہ شیخ اویس نے دینی سرگرمیوں کے دوش بدوش شہر براوہ کے شمال میں 150 میل دور بلاد الامین اور بئیولے (Biolay) میں زرعی اصلاحات نافذ کیں۔ ان دینی سرگرمیوں کے سبب براوہ سے زنجبار اور پھر کانگوتک قادریہ سلسلہ کی عظیم تحریک کا موثر علاقہ بن گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ جو کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ لازماً قادری ہوتا ہے۔

شریعت کے عالم، قادری طریق کے شیخ اور افریقہ کے اس مبلغ اعظم نے 1909ء 63 سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (۱۸)

حضرت سید محمد دیدار علی شاہ رضوی الوریؒ (پاکستان)

مرجع الفقہاء والمحدثین مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ ابن سید نجف علی، محلّہ نواب پورہ، الور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عم مکرم، مولانا سید نثار علی شاہ علیہ الرحمہ نے آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی ولادت سے قبل بشارت دیتے ہوئے فرمایا بیٹی تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دین مصطفوی کو روشن کرے گا اس کا نام ''دیدار علی'' رکھنا آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، آپ کے آباء واجداد مشھد (قدیم طوس) سے ہندوستان آئے اور الور میں قیام پذیر ہوئے الور میں ابتدائی تعلیم کے بعد مولانا کرامت اللہ خانؒ سے دہلی میں درسی کتابوں اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی، فقہ ومنطق مولانا ارشاد حسین رام پوریؒ سے، سندِ حدیث مولانا احمد علی سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے حاصل کی۔ حضرت سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اور مولانا وصی احمد محدّثِ سورتیؒ آپ کے ہم درس تھے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت مولانا سید علی حسین کچھوچھویؒ اور سلسلۂ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے خلیفہ مجاز ہوئے۔

ہندوستان کے مختلف مدارس جامعات میں تدریسی خدمات انجام دیکر لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خان میں خطابت کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا ۱۹۲۵ء میں ''مرکزی انجمن حزب الاحناف'' قائم کی اور ''دارالعلوم حزب الاحناف'' کی بنیاد رکھی جہاں سے سینکڑوں علماء فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے۔ حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں، بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی مخالفتوں کے طوفان آپ کے پایہءثبات کو جنبش نہ دے سکے علم وفضل کے گویا سمندر تھے کسی مسئلہ پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا سورۂ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا آپ کے بے شمار تلامذہ میں بعض علماء نے ملک کے طول وعرض میں بڑا نام پیدا کیا ہے خصوصاً مولانا رکن الدین الوری نقشبندیؒ نے رسالہءدینیات موسوم بہ ''رکن دین'' لکھ کر ہندو پاک کے اردو داں مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ آپکی یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں مسائل کے لئے مرجع بنی ہوئی ہے دوسرے جلیل القدر عالم مولانا عبدالقیوم ہزاروی امداللہ حیاتہ للاسلام والمسلمین ناظم جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لاہوری گیٹ لاہور (پاکستان) سے 1991ء میں ملاقات رہی ماشاءاللہ عالم باعمل ہیں۔ حضرت سید دیدار علی شاہؒ کی محققانہ تصانیف میں تحقیق المسائل بڑی معرکتہ الآراء کتاب ہے جو اہل دیوبند کے مولانا رشید احمد گنگوہی سے بعض فقہی مسائل کے سلسلہ میں خط وکتابت کا مجموعہ ہے جس میں مولانا گنگوہی عاجز آ گئے تھے۔ ۲۲/رجب المرجب ۱۳۵۴ھ کو رب کریم کے دربار میں حاضر ہوئے اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں محو خواب ہیں۔ (۱۹)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی جیلانی قدس سرہٗ العزیز

ماہِ شریعت، مہرِ طریقت، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ابن حضرت مولانا پیر سید نذر الدین شاہ قدس سرھا یکم رمضان المبارک (۱۲۷۵ھ) بروز دوشنبہ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور ۳۶ واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

قرآن مجید پڑھنے کے بعد مولانا غلام محی الدین بزوری سے

کافیہ تک کتابیں پڑھیں پھر بھوئی ضلع راولپنڈی میں مولانا محمد شفیع قریشی کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود (مرید خاص حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ) سے پڑھا اور کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت مولانا احمد حسن کانپوری سفر حرمین طیبین کے لئے تیار تھے اس لئے آپ استاذ الکل مولانا لطف اللہ علیگڑھی کی خدمت میں حاضر ہوگئے معقولات اور ریاضی کی کتب عالیہ کا درس لیا مولانا احمد علی کانپوری محشی بخاری سے درس لیا اور ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء میں سندِ حدیث حاصل کی سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے مشرف۔ تکمیل علوم کے بعد ایک عرصہ تک درس وتدرس کے ذریعہ تشنگان علوم کو سیراب کیا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی اور مبلغ ۱۳۰۷ھ۔ ۱۸۹۰ء میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے تو حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی قدس سرہ آپ کے ہمراہ تھے مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ کے علم وفضل سے بہت متاثر ہوئے مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ نائب مدرس مدرسہ صولتیہ آپ کے فضل وکمال کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ ہمیشہ کیلئے گولڑہ شریف آ گئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ مثنوی شریف کا درس دے رہے تھے ایک شخص مثنوی شریف کے ایک شعر کے بارے میں تشفی حاصل کرنا چاہتا تھا حضرت حاجی صاحب کی اجازت سے حضرت پیر صاحبؒ نے اس شعر کی ایسی عارفانہ تقریر کی کہ حاجی صاحب وجد میں آ گئے اور آپ کو سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں اجازت سے نوازا۔

مدینہ منورہ کے سفر میں وادی حمراء میں ڈاکوؤں کے خطرے کی بنا پر حضرتؒ عشاء کی سنتیں ادا نہ کر سکے خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء سے مستفیض ہوئے حضور نے فرمایا:

"آلِ رسول را نبا یدکه ترک سنت کند"۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے عمر بھر شریعت وطریقت کی بے مثال خدمات انجام دیں مسلک اہل سنت کی حمایت اور بدمذہبوں کی سرکوبی پر خاص طور پر توجہ فرمائی۔

مولانا فیض احمد گولڑوی لکھتے ہیں:

حضرت نے امکان کذب باری تعالیٰ کو محال۔ علم غیب عطائی اور سماع صوت کو برحق اور ندائے یارسول اللہ! زیارت قبور، توسل و استمداد انبیاء واولیاء علیہم السلام اور ایصال ثواب کو جائز قرار دیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشن گوئی کے مطابق آپ کی مساعی جمیلہ نے فتنۂ قادیانیت کی سازشوں پر پانی پھیر دیا۔ ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء میں آپ نے ''شمس الہدایہ'' لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کئے آپ کے خلاف وہابیوں کے مشتعل ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ نے ''سیفِ چشتیائی'' میں مدعیان نبوت کا ذکر کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب اور مرزا قادیانی کے ساتھ ساتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بھی شمار کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑی شریعت وطریقت کے رہنما تھے۔ انہوں نے ملکی سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن جب تحریک خلافت اٹھی تو آپ نے کسی کی پرواہ کئے بغیر شرعی نقطہ نظر کو وضاحت سے پیش کیا آپ کی محققانہ تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱)سیف چشتیائی

۲)شمس الہدایہ

۳)تحقیق الحق

۴)عجالہ بردرسالہ

۵)الفتوحات الصمدیہ

۶)اعلاء کلمة الله فی بیان اُهِلّ به لغیرالله

۷)فتاوی مہریہ۔

۲۹ رصفر المظفر ۱۳۵۶ھ، ۱۱رمئی ۱۹۳۷ء بروز سہ شنبہ آپ کا وصال ہوا گولڑہ شریف میں آپ کے مزار مبارک کا گنبد دور سے دعوت نظارہ دیتا ہے ہر سال آپ کے عرس کے علاوہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا عرس بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔(۲۰)

علامہ شیخ محمد بخیت بن حسین

علامہ شیخ محمد بخیت بن حسین المطیعی الحنفی ،مصر کے شہر ''مطیعہ'' میں 1271 ھجری کو پیدا ہوئے۔مشہور زمانہ جامع ازہر مصر میں تعلیم حاصل کی۔اور 1297 ھجری میں منصب کی حیثیت سے عدلیہ میں مامور ہوئے۔اس سے قبل درس وتدریس سے وابستہ رہے۔

1914ء میں مفتی کے عہدہ پر ترقی دی گئی جس پر شیخ نے سات برس کام کیا۔شیخ محمد بخیت کو علامہ جمال الدین افغانی سے نظری اختلاف تھا۔آپ اپنے وقت کے جلیل القدر مصنف بھی تھے۔حکومت مصر کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے خدمت افتاء سے سبکدوش ہو گئے کبھی بھی حکومت کی غلط پالیسی کے آگے اپنا سر خم نہیں کیا۔

آپ کا انتقال 1935ء قاہرہ مصر میں ہوا۔

حضرت مولانا حسن الزماں حیدرآبادیؒ

اسلامی ہند میں سلطنت آصفیہ نظام شاہی کی مرکزیت و مرجعیت محتاج ذکر و بیان نہیں، دارالسلطنت حیدرآباد کا چپہ چپہ مشائخ کبار اور علماء یگانہ کے وجود سے ضوبار تھا، قدوۃ المحد ثین رئیس المتصوفین حضرت مولانا خواجہ حسن الزماں چشتی نظامی فخری سلیمانی حافظیؒ کی ذات مبارک شمعِ انجمنِ عرفان تھی وہ علوم اسلامیہ کے مہرِ منیر اور بدرِ کامل تھے تو عشق ومعرفت کے ماہتاب تھے۔انہوں نے علم حدیث کی خدمت ایک انداز سے کی تمام مسائل محققہ اہل سنت والجماعت کا اثبات روایاتِ اہل بیت سے کیا اس مجموعہ کا نام ''الفقہ الاکبر فی علوم آلِ بیت الاطہر'' تجویز فرمایا۔یہ آپ کا بے نظیر کارنامہ ہے پہلی جلد کی اشاعت کا اہتمام نواب میر محبوب علی خاں نظام نے کیا۔

حضرت حیدرآبادی علم حقائق کے بیان میں اپنے عہد کے شیخِ اکبر تھے آپ نے حضرت مولانا فخر الدین فخر پاک کی مبارک کتاب فخر الحسن کی مبسوط محقق ومدلل شرح ''القول المستحسن'' کے نام سے تحریر فرمائی جس میں علوم کا سمندر مواج ہے''۔

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی ،مولانا موصوف کی شخصیت اور علمی کارناموں کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

''ہمارے زمانہ میں یہی فاضل اجل مولانا مولوی محمد حسن الزماں صاحب جوفن حدیث میں یدطولیٰ رکھتے ہیں ایک کتاب حدیث میں لکھی اوراس میں وہ حدیثیں جمع کیں جن کی اسنادوں میں اہل بیت میں سے کوئی ایک مذکور ہوں اور سبب تالیف اس کا یہ لکھا کہ شیعہ کا اعتراض ہے کہ اہل سنت و جماعت کو علوم اہلِ بیت نہیں پہونچے اس پر مجھے غیرت آئی اور یہ کتاب لکھنی شروع کی۔اس کتاب سے مقصود مولوی

صاحب کا صرف یہ بات معلوم کرادینا ہے کہ ان حضرات کی روایتیں ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔اس سے شیعہ کوالزام دینا مقصودنہیں کہ انہوں نے ان حدیثوں کے مطابق عمل نہیں کیا اور اعتقاد نہیں رکھا کیونکہ وہ تو ان کتابوں کو اور ان روایتوں کو صحیح اور قابل اعتبار سمجھتے ہی نہیں اور نہ مولوی صاحب کا یہ مقصود ہے کہ اہل حدیث ان روایتوں پر عمل کریں کیونکہ وہ تو سوائے بخاری کے کسی کتاب کو مانتے ہی نہیں۔

(حقیقۃ الفقہ ص ۱۰۶۔۱۰۷)

مولانا کو اس کتاب سے یہ ثابت کرنا مقصود نہیں کہ اہل بیت کا مذہب یہی تھا بلکہ جس طرح امام سخاویؒ نے الجواہر المکللہ میں ان احادیث کو ذکر کیا جن کی اسنادوں میں کسی قسم کا التزام ہے۔اسی طرح مولانا ممدوح نے صرف اُن احادیث کا اُس میں التزام کیا جن کے اسنادوں میں حضرات اہل بیت میں سے کسی کا نام ہو خواہ وہ صحیح ہو یا نہ ہو اور وہ کسی کا مذہب ہو یا نہ ہو اسی وجہ سے آغانی تک کی روایتیں اُس میں لی گئیں۔(ص ۱۰۹)

اس کتاب کے دیکھنے سے اکثر علما مولوی صاحب کے مخالف ہو گئے اور اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ایک فتنہ کی بنیاد ڈالی جس کا اثر خاص مقلدوں پر پڑنے والا ہے اس لیے کہ نہ شیعہ اس کی طرف التفات کریں گے نہ اہل حدیث البتہ مقلدین میں جو حضرات اہل بیت سے خوش اعتقاد ہیں خصوصاً مشائخین و مریدین جن کا انتساب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرف ہے وہ ضرور یہ خیال کریں گے کہ جس طرح طریقت میں حضرت کی اتباع ضرور ہے شریعت میں بھی بہتر بلکہ ضرور ہے مگر غور کیا جائے تو یہ الزام مولانا ممدوح کی طرف لگانا زیادتی ہے اس لیے کہ انہوں نے یہ کب دعویٰ کیا کہ طریقت اور شریعت میں ایک ہی کی اتباع ضروری یا بہتر ہے اور ممکن نہیں کہ وہ اس کے قائل ہوں کیونکہ خود ان کے پیر حضرت حافظ محمد علی صاحب قدس سرہ اور ان کے پیر حضرت شاہ سلیمان صاحب اور مولانا فخر صاحب وغیرہم سب حنفی تھے اور خود حضرت محبوب الٰہی مولانا نظام الدین قدس سرہ العزیز بھی حنفی تھے جیسا کہ فوائد الفواد کی جلد چہارم مجلس دہم ماہ رمضان ۷۱۰ھ سے ظاہر ہے کہ خود حضرت نے اپنے حنفی المذہب ہونے کا اعتراف کر کے امام اعظم کوفیؒ کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں اور حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز وغیرہ اکثر حضرات یہی حنفی المذہب تھے پھر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلۂ چشتیہ کے اکابر شیوخ سے ہیں اُن کا حال بھی اوپر معلوم ہوا کہ کس طرح امام صاحب کے معتقد تھے اسی طرح تذکروں سے ثابت ہے کوئی طریقہ ایسا نہیں کہ جس کے اکابر اور مقتدا مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے مقلد نہ ہوں اگر اہل طریقت کو اہل بیت کی تقلید ضروری یا بہتر ہوتی تو یہ حضرات سوائے اہل بیت کے کسی کی تقلید نہ کرتے۔(۲۱)

علامہ محمد عبدالسمیع بے دلؔ انصاریؒ

نام محمد عبدالسمیع اور تخلص ''بے دلؔ'' ہے، آپ اپنے وطن رام پور منیہاران، ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے جو سہارن پور، شاملی، دہلی برانچ لائن پر سہارن پور شہر سے تقریباً اڑتیس کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ آپ کا نسبی رشتہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کے واسطے سے مشہور صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم پایۂ حرمین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی (بانی مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ، متوفی ۱۳۰۸ھ) سے حاصل

کی۔مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے ۱۲۷۰ھ سے قبل قصبہ کیرانہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا، اس مدرسہ سے سینکڑوں تشنگانِ علوم نے پیاس بجھائی، اسی مدرسے میں مولانا رام پوری نے مولانا کیرانوی سے تعلیم حاصل کی، ان کے علاوہ مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا سعادت علی سہارن پوری، مولانا شیخ محمد تھانوی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی سے بھی تعلیم پائی۔

پھر ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں آپ نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مرکز علم وادب دہلی کا رخ کیا اور علمائے دہلی خصوصاً صدرالصدور حضرت مولانا مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی سے عربی علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔انہیں ایام میں شعر گوئی کا شوق ہوا تو اردو کے مشہور شاعر مرزا اسداللہ خاں غالبؔ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی شاگری اختیار کی۔''بے دل'' تخلص تھا۔ابتدا میں طبیعت غزل کی طرف زیادہ مائل رہی۔بعد میں اس رسمی شاعری کو چھوڑ کر اپنی تمام تر توجہ مذہبی علوم ومسائل پر محدود کردی۔

حمد باری، نور ایمان اور سلسبیل جیسے منظوم رسالے آپ کی شاعرانہ مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ان کے علاوہ ایک نعتیہ دیوان بھی ہے۔

مولانا رام پوری سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں اپنے وقت کے مشہور مرشدِ طریقت شیخ المشائخ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ فاروقی چشتی تھانوی مہاجر مکی علیہ الرحمہ (م ۱۳۱۷ھ) سے بیعت تھے۔آپ کو حضرت حاجی صاحب موصوف سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، آپ نہایت محتاط، تقویٰ شعار، پرہیزگار اور کامل الاحوال بزرگ تھے۔

مشہور مخیرّ رئیس حافظ عبدالکریم، رئیس لال کرتی میرٹھ نے اپنے لڑکوں کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ کو بارہ روپئے اور روٹی پر مدرس رکھ لیا۔ مدرس ہونے کے بعد دونوں وقت انواع واقسام کے کھانے پہنچنے لگے، مگر آپ کا معمول یہ رہا کہ ان میں سے کچھ بھی تناول نہ فرماتے، صرف روٹی کھا کر پانی پی لیتے۔حافظ عبدالکریم صاحب کو خبر ہوئی۔بلا کر تحقیق حال کرنی چاہی اور پوچھا کہ کیا کھانا پسند نہیں آتا، کہ آپ ایسا کرتے ہیں؟ آپ نے بڑی سادگی سے دوٹوک جواب دیا: کھانے میں کوئی کمی نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ معاملہ طے کرنے کے وقت صرف ''روٹی'' طے ہوئی تھی، اس لیے باقی چیزوں کے کھانے کا مجھے حق نہ تھا۔

آپ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ان خلفا میں تھے جنہیں حاجی صاحب نے از خود خلافت دی تھی۔آپ نے پوری طرح مذہب اہل سنت کے عقائد و افکار اور مشربِ صوفیہ کے وظائف و معمولات میں اپنے شیخ ومرشد کی پیروی کی اور مشائخ کے روحانی فیوض وبرکات سے بہرور ہوئے۔

امداد المشتاق میں خود حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنے خلفا کے بارے میں فرمایا:

''میرے خلفا دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جنہیں میں نے از خود خلافت دی ہے۔دوسرے وہ جن کو تبلیغ دین کے لیے ان کی درخواست پر اجازت دی ہے''۔

جن خلفا کو از خود خلافت دی ہے انہوں نے پوری طرح حاجی صاحب کی اتباع کی۔مثلاً مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفی ۱۳۳۴ھ)، مولانا احمد حسن کان پوری (متوفی ۱۳۲۲ھ)، مولانا محمد حسین الٰہ آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ) اور مولانا عبدالسمیع رام پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ)۔

(شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن بھی انہیں خلفاء میں شامل ہیں۔(مرتب)

اورجن خلفانے حاجی صاحب سے اختلاف کیاان میں مولوی محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ)، مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۲ھ) اورمولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کے نام سرفہرست ہیں۔

اردو کےمشہورادیب اورقلمکار مالک رام نے تلامذۂ غالب میں لکھا کہ مولانارام پوری کی فارسی اورعربی کی استعداد بہت اچھی تھی۔خود آپ کی کتاب انوارساطعہ کا انصاف و دیانت کے ساتھ مطالعہ کرنے والااس نتیجے پر پہنچے بغیرنہیں رہ سکتا کہ مذہبی علوم وفنون اورعلوم عقلیہ میں آپ کا پایہ بہت بلند اور آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا، جیسا کہ ان کے بزرگوں اورمعاصرعلمائے کرام نے انوارساطعہ پر اپنی تقریظات میں کھلے دل سے ان کے علمی تبحر وکمال کا اعتراف کیا ہے۔انوارِساطعہ میں مولانا نے اس عالمانہ اسلوب میں بحث کی ہے کہ طبیعت پھڑک اٹھتی ہےاوردل کی اتھاہ گہرائیوں سےان کے لیے دعانکلتی ہے۔

مولانارام پوری علیہ الرحمہ نے اسی،نوے کے درمیان عمرپائی اورمیرٹھ میں ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوااور وہیں قبرستان حضرت شاہ ولایت قدس سرہ میں مدفون ہوئے۔مولانا حکیم محمد میاں آپ کےفرزند تھے،۱۹۴۰ء میں ان کی رحلت ہوگئی۔حکیم صاحب کی اولادمیں صرف دولڑکیاں تھیں،اولادِنرینہ کوئی نہ تھی۔

مولاناعبدالسمیع رام پوری علیہ الرحمہ نے درج ذیل کتابیں یادگارچھوڑی ہیں:

(۱) نورایمان (منظوم)(۲)سلسبیل (منظوم)(۳) راحت قلوب (۴) بہارجنت (۵) مظہرحق (۶) انوارساطعہ دربیان مولود و فاتحہ(۷)حمدباری۔ (۲۲)

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانیؒ

اعلیٰ حضرت قدسی منزلت مخدوم الاولیاء مرشدالعالم مخدوم سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی محبوب یزدانی قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۶ء کو بوقت صبح صادق ہوئی،غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ کے والدحضرت حاجی سیدشاہ سعادت علی قدس سرہٗ نے سب سے پہلے خاندان اشرفیہ کی روایت اولیٰ انجام دی کہ آپ کے دست مبارک میں قلم تھمایااور اسے پکڑکر دوات میں ڈبودیا اوراپنے ہاتھ کے سہارے کاغذ پر''اسم جلالت'' لکھوادیا۔یہ روایت خاندان اشرفیہ میں علم وفضل کی ترسیل و تحصیل کی علامت مانی جاتی ہے۔اس کے بعدآب زم زم میں ملا ہوا شہد چٹایااورحضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم پاک کے آستانے کا''کاجل'' آنکھوں میں لگایایوں خاندانی روایت کی تکمیل ہوئی،حضور پرنوراعلیٰ حضرت مخدوم الاولیاء کا اسم گرامی''علی حسین'' رکھا گیاحضور ''محمدعلی حسین'' نام نامی تحریرفرمایا کرتے تھے۔ابواحمد کنیت تھی اس میں جوسرہےاس کواہل حقائق جانیں گے۔

حضور پرنور مخدوم الاولیاء محبوب ربانی قدس سرہٗ علمائے نامدار، محدثین کبار، اساتذہ روزگار کی مجلسوں کی زیب و زینت و رونق ثابت ہوئے علوم وفنون میں غیرمعمولی رسوخ رکھنے والی شخصیتیں آپ کی بزم عرفانی میں سربزانومؤدب بیٹھتی تھیں۔آپ کی بصیرت قلبی کےسامنے یہ علماءیگانہ اپنی علمی بے چارگی اوربےاطمینانی کوصاف صاف محسوس کرتے تھے۔آپ کی مجلس نورانی کی برکتوں سےان پرفاش ہوجاتا تھا کہ:

''علم کتابی اورہےاورعلم الٰہی اورہے''۔

حضور پرنور قدسی منزلت مخدوم الاولیاء مرشد العالم محبوب ربانی قدس سرہٗ کے گرد اہل علم وفضل کا مجمع رہتا تھا۔ حدیث پاک کے ماہرین بھی حاضر رہتے فقہ وافتاء کے راسخین کو بھی حضوری کی سعادت حاصل رہتی منطق وفلسفہ اور علم کلام کے مرد عقل ودانش کے صدر نشین حاضر خدمت رہتے، شعر وادب کے تاجور بھی اور نقادان فن بھی باریابی کا شرف حاصل کرتے، جدید علم گاہوں کے دانشور بھی جگہ پاتے۔ غرض کہ ہر طبقہ اور ہر فن کے اکابر کا مجمع رہتا۔ حضور پرنور ان کے ذوق و معیار کے مطابق بھی گفتگو فرماتے مگر اصل حقیقت وہ تھی جن کا بیان جامع کمالات صوری ومعنوی مجمع العلوم حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ:

''رحمت الہیہ نے ہر کسی کے حصے مقرر فرمادیئے ہیں کسی کو خدمت الفاظ، کسی کو خدمت معانی کسی کو تحصیل مقاصد، کسی کو ایصال الی المطلوب''۔

راہ سلوک: تکمیل علم ظاہری کے بعد جذب الٰہی نے کشش کی اور آپ کا میلان خاطر تصوف وسلوک کی طرف غیر معمولی طور پر ہوا۔ اس گام پر آپ کے برادر حقیقی حاجی الحرمین اشرف الاولیاء حضرت مولانا سید شاہ اشرف حسین صاحب قیام قدس سرہٗ نے اپنا دست کرم آپ کی طرف بڑھایا اور آپ سے بیعت طریقت لے کر ۱۲۸۲ھ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی اور راہ سلوک کی تعلیم وتلقین شروع فرمائی، مجاہدہ وریاضت اور بزرگان قدیم کی روش وطریقہ پر چلہ کشی کرائی۔

۱۲۹۰ھ میں جب حسب ارشاد ارواح بزرگان ایک سال کامل آستانہ اشرفیہ پر حسب قاعدہ مشائخ چلہ کشی فرمائی۔ اسی حجرۂ چلہ کشی میں مردان خدا اولیائے پروردگار نے بفیض روحانی حضرت محبوب یزدانی تشریف لاکر حضور کو فیض یاب فرمایا اور بہت سے اولیائے پاک آپ کی ذات پاک سے فیض یاب ہوئے۔

سجادہ نشینی: راہ سلوک کی روز افزوں ترقی اور اولوالعزمی کو ملاحظہ فرما کر حضور پرنور کے پیر ومرشد حضرت اشرف الاولیاء مولانا شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ نے ۳ر ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۶۱ء کو حضرت مخدوم الاولیاء کو سجادگی کا منصب بھی عطا فرمادیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف کا اکیسواں برس تھا۔

حج اول اور دربار نبوی کا عطیہ: اعلیٰ حضرت مخدوم الاولیاء محبوب ربانی قدس سرہٗ کے باطنی احوال جذب وکیف سے معمور تھے، باطنی اضطراب بے پایاں تھا۔ دربار نبویؐ میں حاضری کا جذبہ دل پر ضربیں لگایا کرتا تھا، پہلے تو عالم خواب میں دربار نبویؐ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا پھر بحالت بیداری بارہا حاضری ہوئی۔ پھر ۱۲۹۵ھ کا وہ زمانہ بھی آ گیا جب بحالت جسمانی بھی حاضری کا شرف حاصل ہوگیا۔

۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ محبوب ربانی مولانا شاہ ابو احمد سید علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں قدس سرہٗ کی سرپرستی اور حضرت علامہ ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف جیلانی ولی عہد سجادہ نشین سرکار کلاں قدس سرہ کے اہتمام وانصرام میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ جامعہ برسہابرس کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کرتا رہا اسی جامعہ کے شیخ الحدیث محدث اعظم ہند، استاذ گرامی مولانا عماد الدین سنبھلی، مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب، علامہ مفتی عبد الرشید خاں صاحب، علامہ سید شاہ محی الدین اشرف اشرفی جیلانی (اور ان کے خلف ارشد حضرت مولانا سید شاہ معین الدین اشرف) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نیز دیگر اکابرین علماء مختلف عہدوں میں ہوتے رہے اور یہاں

کے فارغین طلبہ آج اکابر ملت اسلامیہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ حاجی محمد زبیر صاحب نائب ناظم کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اپنی مؤقر تصنیف ''اسلامی کتب خانہ'' میں رقمطراز ہیں:

''تیرہویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی سجادہ نشین سرکار کلاں نے ایک بار پھر خاندانی وقار کو بلند کیا اور حضرت مخدوم کی سنت عالیہ کو زندہ کرنے میں پوری تندہی کے ساتھ دلچسپی لی بقول میر غلام بھیک نیرنگ مرحوم حضرت اشرفی میاں کی تاریخی اہمیت خانوادۂ میں وہی ہے جو بنی امیہ میں حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو حاصل تھی۔

آپ نے کتب خانہ اشرفیہ کی بھی اصلاح فرمائی اور مختلف مقامات سے نادرات منگوائے، حضرت اشرفی میاں نے اپنے ذاتی مصارف سے اشرفی پریس قائم کیا جس میں بعض نادر کتابیں طبع ہوئیں اور ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۸ء اسی پریس سے مجلّہ اشرفی نکلتا رہا جس کی ادارت کے فرائض حضرت مولانا ابوالمحامد سید محمد محدث نے بحسن خوبی انجام دیئے، اسی مجلّہ کے ذریعہ لطائف اشرفی کا اردو ترجمہ بالاقساط پیش کیا گیا۔

کتب خانہ اشرفیہ اعلیٰ حضرت مخدوم الاولیاء کی گراں قدر جدوجہد کا ثمرہ ہے، اس وقت آپ کے پر پوتے حضرت صدر المشائخ مولانا الحاج سید شاہ اظہار اشرف صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی ہمت و توجہ سے درجۂ عروج پر پہنچ رہا ہے، حضرت صدر المشائخ نے خانقاہ سرکار کلاں میں کتب خانہ کے لیے ایک وسیع و عریض شاندار فلک نما عمارت تعمیر کرادی ہے جس کا نام حضرت عالم ربانی کے نام نامی پر حضرت مولانا احمد اشرف ہال ہے اور حضرت مخدوم المشائخ قدس سرہٗ کے نام نامی سے برکت لینے کے لیے کتب خانہ کا نام حضرت مختار اشرف لائبریری خانوادہ اشرفیہ کے تبرکات وملبوسات اور قلمی نوادر کے لیے ایک مخصوص حصہ حضرت اشرف حسین میوزیم بھی بن گیا ہے، لاکھوں روپیوں کے سرمایہ سے دور دور سے بلند پایہ مصنفین کی مطبوعہ و قلمی کتابوں کا ذخیرہ بھی جمع کیا جارہا ہے، وہ وقت قریب آرہا ہے، جب کتب خانہ علم وتحقیق کے تشنگان کے لیے سیرابی کا انتظام کردے گا۔

ماہنامہ اشرفی کا اجراء: کچھوچھا مقدسہ کا آستانہ معرفت وعلم کے امتزاج کا مرکز تھا یہاں کے اکابر و اولیاء بھی تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے مگر طباعت و اشاعت کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدسی منزلت حضور پرنور مخدوم الاولیاء مرشد العالم محبوب ربانی قدس سرہ کے دور ارشاد اور عہد بابرکت کے برکات میں مجلّہ علمیہ روحانیہ کا اجراء بھی شامل ہے حاجی محمد زبیر صاحب ناظم مسلم یونیورسٹی علیگڑھ لائبریری رقم طراز ہیں۔

''حضرت اشرفی میاں نے اپنی ذاتی مصارف سے اشرفی پریس قائم کیا جس میں بعض نادر کتابیں طبع ہوئیں ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۸ء اسی پریس سے مجلّہ اشرفی نکلتا رہا جس کی ادارت کے فرائض حضرت مولانا ابوالمحامد سید محمد محدث نے بحسن وخوبی انجام دیے۔ اسی مجلّہ کے ذریعہ لطائف اشرفی کا اردو ترجمہ بالاقساط پیش کیا گیا''۔

وصال: حضور پرنور قدسی منزلت نے نہایت شد و مد سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر جوار قدس کی راہ لی اور صورت بےصورتی آمد بروں باز شد۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. حضور کے نماز جنازہ کی امامت، جانشین حضرت اقدس مخدوم المشائخ سرکار کلاں قدس سرہ نے فرمائی۔ تدفین اور ذکر پاک کے بعد مرقد منور پر گل باری کی گئی۔ (۲۳)

حضرت عبدالمقتدر قادری بدایونیؒ

حضرت عبدالمقتدر بدایونیؒ علم وعمل میں اسلاف کی نشانی اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اولیاء متقدمین کا نمونہ تھے۔ محبت غوث اعظمؓ گھٹی میں پلائی گئی تھی اور پھر ایک فنافی الغوث کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ حضرت علامہ تاج الفحولؒ کے بعد آپ کو خرقۂ سجادگی پہنایا گیا۔ حضرت کی ولادت ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت عالی مرتبت ولی کامل بزرگ تھے۔ شب وروز عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے آپ کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبّ رسول عبدالقادر قدس سرہ فرماتے تھے کہ ''مولانا میرے شاگرد اور مرید ضرور ہیں مگر ان کی شان بالاتر ہے۔ کاش میں مولانا کا مرید ہوتا''۔

آپ نے دربار حرمین شریفین کی زیارت کی اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور خاندانی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بغداد معلّٰی بھی حاضر ہوئے۔ گو کہ آپ کی صرف ایک حاضری ہوئی لیکن اسی ایک حاضری میں اتنا نوازے گئے کہ برسوں کے حاضر باش آپ کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ بھی ویسا ہی عجیب و غریب معاملہ پیش آیا جیسا کہ آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت تاج الفحولؒ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یعنی آپ کو بھی نقیب الاشرف صاحب سجادہ نے بغیر کسی واقفیت اور شناسائی کے اول نظر میں پہچان لیا۔

آپ ۱۳۳۲ھ میں بغداد معلّٰی حاضر ہوئے تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی اور خطیب اعظم حضرت حکیم عبدالماجد بدایونی بھی تھے۔ اس وقت مسند سجادگی پر حضرت سید عبدالرحمٰن المحض القادری ابن سیدنا سلمان گیلانی رونق افروز تھے۔

واقعہ کی تفصیل مولانا ضیاء القادری صاحب نے یوں لکھی ہے۔

''جب حضرت شیخی ومرشدی سیدی ومولائی مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ میں حاضر دربار مقدس ہوئے پہلی ملاقات میں کہ اس سے پیشتر حضرت نقیب صاحب قبلہ مولانا سید پیر عبدالرحمٰن صاحب دامت برکاتھم نے نہ صورت دیکھی تھی نہ نام سے واقف تھے نظر اول ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا

هـذا أشبـه بـجـده فضل الرسول

لكن لحيته اطول منه

یہ اپنے دادا فضل رسول کے ساتھ بہت مشابہ ہیں لیکن ان کی داڑھی ان سے لمبی ہے۔

اس کے بعد آپ بغداد معلّٰی میں حضرت نقیب الاشرف کے مہمان رہے اور غوث اعظمؓ کے دربار فیض وکرامت سے مستفیض ہوئے۔

سبحان اللہ آپ کو بارگاہ خداوندی کا کتنا قرب حاصل تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ وصال کے وقت آپ فجر کی نماز کے لیے حسب معمول بیدار ہوئے اور سنتیں ادا کرنے کے بعد فرض کی نیت باندھی تو زندگی کا آخری سجدہ بارگاہ خداوندی میں ادا کیا۔ سر جھکایا تو روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

سر جھکائے ہوئے تو سب نے دیکھا
سر اٹھاتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا

آپ بحالت سجدہ ۱۳۳۴ھ میں اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ (۲۴)

مولانا مفتی تراب الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضیلت جنگ مرحوم کے قریبی ساتھیوں اور رشتہ داروں میں سے ایک حضرت مفتی تراب الدین صدیقی مرحوم مفتی بنولہ جاگیرو خطیب قصبہ بھینسہ تھے۔ دونوں حضرت زماں خاں شہید (استاذ محبوب علی خاں نظام ششم کے شاگرد) فضیلت جنگ کا وطن قندھار ضلع ناندیڑ تھا وہ وہاں کے محتسب (انعامدار) تھے۔ ان کی شادی امیر الدین صاحب محتسب قصبہ بنولہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے شیخ الاسلامؒ سے مفتی تراب الدین مرحوم کی رشتہ داری تھی۔ جب یہ طئے پایا کہ شیخ الاسلام کا ہر ایک ساتھی عالم سلطنت آصفیہ کے ہر ایک ضلع میں جاکر وہاں دینی ادارہ قائم کرے۔

فضیلت جنگ نے اپنے رشتے کے بھائی مفتی تراب الدین مرحوم سے کہا کہ میرا اور آپ کا تعلق بھی ناندیڑ سے ہے۔ چونکہ جامعہ نظامیہ کے قیام کے بعد میرا قیام حیدرآباد میں ضروری ہے۔ اس لیے میرے بجائے آپ ناندیڑ جاکر وہاں دینی علوم کی درسگاہ قائم کریں۔ فضیلت جنگ کے مخلصانہ مشورہ پر مفتی تراب الدین مرحوم نے مستقر ناندیڑ جاکر وہاں پہلی دینی درسگاہ قائم کی اور وہاں پر آپ کی تعلیم و تربیت سے کئی علماء فارغ التحصیل ہوئے۔ مفتی تراب الدین مرحوم کے فرزند اول مفتی وخطیب حضرت عبدالرحمٰن فخری مرحوم سابق صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عیدروسیہ وامام محلّہ مسجد دربار (جو جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل تھے) بھی 38 سال تک ان خدمات پر فائض اور تاحیات درس وتدریس میں مصروف رہے اور دونوں نے ایک صدی تک ضلع ناندیڑ میں اشاعت علم میں اپنی عمریں صرف کیں۔ ان کی ان تعلیمی خدمات کا اعتراف وتذکرہ مولانا احمد علی بیگ چغتائی نے اپنی کتاب ''تاریخ ناندیڑ'' میں کیا ہے۔ مفتی تراب الدین مرحوم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں حج وزیارت کا ارادہ کیا۔ ان کے اس سفر کی روانگی کے وقت ان کے تمام شاگرد علماء انہیں وداع کرنے جمع ہوئے۔ سب علماء نے ٹانگہ (پرانی گھوڑے کی سواری) کے پائیدان میں اپنے عمامے عقیدت سے رکھ دئے کہ ان کے استاد محترم اُن پر پیر رکھ کر ٹانگے میں سوار ہوں۔

اس پر ان کے استاد نے انہیں مخاطب کرکے کہا کہ میں نہ صرف حج و زیارت کے ارادے سے بلکہ ہجرت کی نیت سے جارہا ہوں۔ اگر آپ کو اپنے استاد سے خلوص ہے تو یہ دعا کرو کہ میرا خاتمہ حرمین شریفین میں ہو اور میں واپس نہ آؤں''۔ استاد کے اس اظہار پر تمام شاگردوں نے اپنے عمامے ٹانگے کے پائیدان سے نکال لئے اور دعا کی کہ خدا استاد کی نیت اور آرزو کو پورا کرے۔ مفتی مرحوم کے سفر حرمین میں ان کے ایک شاگرد احمد اللہ شاہ نقشبندی فرزند محمود شاہ نقشبندی مرحوم (خلیفہ حضرت مسکین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) اپنے استاد کی خدمت کے لیے ان کے ساتھ گئے تھے۔

وفات: مفتی مرحوم نے حج کی تکمیل کے بعد مزدلفہ سے منٰی اونٹ پر واپس ہورہے تھے۔ ایک دو دن پیشتر سے مفتی مرحوم کو پیچش کا عارضہ لاحق ہوکر نقاہت زیادہ ہوچکی تھی۔ دوران سفر اونٹ پر فجر کے بعد حالت احرام میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ سیدھے ہاتھ میں تسبیح تھی، بایاں ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ کر آنکھ بند کرلی۔ ان کی وفات پر ان کے شاگرد پریشان تھے کہ پردیس میں استاد کی تجہیز وتکفین کیسے ہوگی۔ شہر منٰی پہو نچنے پر ڈیرے میں میت کو لٹا کر شاگرد سر کو ہاتھ لگائے پریشان میت کے قریب بیٹھے تھے کہ باہر سے آواز آئی۔ مفتی تراب الدین حیدر آبادی فی این؟ (مفتی تراب الدین حیدرآبادی کہاں ہیں)۔ اب احمد شاہ مرحوم کو اطمینان اور تعجب ہوا کہ ان کے استاد کے ملاقاتی اس ملک میں

بھی موجود ہیں۔ ڈیرہ کے باہر جا کر وہ اجنبی عرب صاحب کو اندر بلا کر لائے۔ انہوں نے کہا خوف مت کرو۔ مرحوم میرے دوست ہیں۔ میں ان کی مکمل تجہیز و تکفین کروں گا۔ اجنبی نے گھڑے سے پانی لایا۔ خود میت کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ مسجد خیف منیٰ میں نماز جنازہ پڑھایا اور مسجد کے پیچھے ایک پرانے قبرستان میں تدفین کی گئی۔ بعد تدفین احمد شاہ نے ان سے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے اپنا نام حبیب علی بتایا۔ احمد شاہ مرحوم نے مفتی صاحب کے وصال کی اطلاع خط کے ذریعہ ان کے فرزند مفتی عبدالرحمٰن فخریؔ کو دی۔ جب عیدروس صاحب نانديڑ تشریف لائے تو مفتی صاحب کے فرزند نے اپنے والد کی وفات کی اطلاع انہیں دی۔ انہوں نے دعائے مغفرت کی۔ جب فخریؔ مرحوم نے حبیب عیدروس صاحب قبلہ سے دریافت کیا وہ اجنبی حبیب علی کون ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا وہ میرے رشتہ کے چچا ہیں اور بڑے کامل بزرگ ہیں۔ چونکہ آپ کے والد سے مجھے بہت خلوص ہے۔ اس لیے میں نے ان سے خواہش کی تھی کہ وہ آپ کے والد کی تجہیز و تکفین کرے۔

کیسے تھے پچھلے زمانے کے لوگ

حضرت سید شاہ ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

شریعت مطہرہ کے دفاع کے لیے علماء کاملین کشمیر سے کنیا کماری تک سینکڑوں مورچوں پر ڈٹے ہوئے تھے تا کہ ناپاک طاقتیں دامنِ اسلام کو داغدار نہ کرسکیں اور یہ ثابت بھی کر دیا کہ صبح قیامت تک تحفظ اسلام کے سپوتوں کی نہ کوئی کمی ہے نہ ان کے خون کی گرمی کبھی سرد ہوسکتی، نہ ہی دشمن انہیں کسی مورچے پر مغلوب کرسکتا ہے! انہیں فرزندانِ اسلام میں ایک شخصیت ہے مجاہد ملت حضرت شاہ محمد ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی جو ایک طرف شریعت مطہرہ کے تحفظ کے لیے شمالی ہندوستان کے شہر لکھنؤ و بدایون سے لے کر دکن ہندوستان کی سرزمین مدراس حیدرآباد اور صوبہ کرناٹک کے اکثر شہروں میں سرگرم عمل تھے کہ ہندوستان کے کونے کونے میں اسلام اور اہلسنت والجماعت کا وقار برقرار رہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم حضرت ابوالبرکات علامہ مولانا مفتی عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی شفیق اسلامی و روحانی درسگاہ میں ہوئی جہاں سے آپ عالم و فاضل محقق و مفتی بن کر نکلے۔

اپنے والد محترم سرکار الشاہ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلا خرقۂ خلافت و ارادت حاصل کیا۔ دوسرے مرحلے میں اعزازی خلافت ارادت کا خرقہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ تیسرا اعزازی خرقۂ خلافت و ارادت اپنے والد محترم سرکار شاہ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پیر محترم حضرت شاہ عبدالقادر ویلوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت شاہ رکن الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

دینی واصلاحی خدمات کا مختصر جائزہ:

انگریزوں کی پیدا کردہ و پروردہ غلام احمد قادیانی کی تحریک احمدیہ کی جڑواں تحریک ''تحریک صدیق چنبسو ویشور'' دکن ہندوستان کے مذاہب میں خصوصاً ہندوازم اور اسلام کے عقائد کے امتزاج ایک انوکھے نظریئے کا سنگم پیش کر دیا جس کو قبول کر کے نہ مسلمان! مسلمان رہے نہ ہندو! ہندو رہے! اس انتہائی خطرناک تحریک ''صدیق چنبسو یشور'' کو نیست و نابود کرنے والی واحد شخصیت کا نام مجاہد ملت عارف باللہ سیدنا شاہ محمد ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

جامعہ نظامیہ کے بانی حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد) کا یہ مخلص روحانی بھائی جن کو حضرت

سید احمد دہلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد ملت کے خطاب سے یاد فرمایا تھا حقیقتاً اپنے کردار سے آپ نے کشمیر سے کنیا کماری تک اپنی حیات میں ثابت بھی کر دیا کہ مجاہدۂ ظاہر و باطنی کا حقیقی معیار صرف اور صرف خدا کی رضا اور مخلوق خدا کی خدمت ہے۔

قومی وملی خدمات کا تجزیہ:

''بنام مدنی مسجد'' شہر دھارواڑ کے صدر بازار میں ایک عظیم الشان مسجد وسیع وعریض یعنی خطۂ اراضی پر تعمیر فرمائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ نیز ''انجمن اسلام کے نام سے شہر ہبلی میں ایک اسلامی ادارہ قائم فرمایا جس میں آپ کے مریدین وطالبین نے خصوصاً تعاون فرمایا جن میں حضرت سردار ونواب محبوب علی خاں صاحب، جناب شاہدی صاحب اور جناب حسین بیگ صاحب فوجدار (فاروقی) وغیرہ حضرات مشہور ومعروف ہیں۔ ادارہ ہذا آج صوبۂ کرناٹک کا رئیس ترین اور مصروف عمل ادارہ ہے کہ جس کے تحت پرائمری اسکولوں سے لے کر ڈگری کالج اور ہسپتال تک خدمت خلق کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ہلگور تعلقہ شہنور وشہر بیجاپور کے دیہاتوں میں کئی مساجد کے علاوہ چھوٹی چھوٹی دینی درسگاہیں بھی قائم فرمائی تاکہ مسلمان دینی اور دنیوی علوم سے محروم نہ رہ سکے۔ آپ کی مشہور زمانہ تصنیفات یہ ہیں۔

جواز فاتحہ ودُعا:

یہ کتاب قبر پرستی اور بدعت کے الزام کی آڑ میں فاتحہ اور دُعا کو مشرکانہ عقائد ثابت کرنے کی خبیث اور ناپاک کوشش کرنے والے دین فروش علماء کے منہ پر تازیانہ حق ثابت ہوئی اور یہ وہ پہلی مستند کتاب ہے جو وہابیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔

ثبوتِ سماع موتیٰ:

بزرگان دین کو مردہ سمجھ کر ٹھٹا کرنے والے وہابیت کے علمبرداروں کو سرِ بازار بے نقاب کرنے والی یہ وہ مدلل ومفصل کتاب ہے جو وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرتے ہوئے قرآن اور احادیث کریمہ کے روشن دلائل سے مسلمانوں کے عقائد حقہ کو عشق رسول کا سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیوار بنا دیتی ہے جس سے ٹکرا کر گستاخانِ رسول ﷺ اور دشمنان اولیاء اللہ سیدھے اپنے انجام تک پہنچ جاتے ہیں۔

راہ سلوک:

گمراہ اور گمراہ کن پیروں کے لیے یہ کتاب مشعل ہدایت کا درجہ رکھتی ہے پہلے اس کتاب کی روشنی میں خود کی ظاہری وباطنی کیفیت اللہ اور اُس کے رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کی رضا کے مطابق ڈھال لیں تاکہ اپنے طالبین یا سالکین اور مریدین کی رہنمائی کا فریضہ حسب منشائے خداوندی ادا کر سکیں۔

جواہر العرفان:

یہ وہ مقدس تصنیف ہے جس میں اسرار ومعارف کے دریا بہا دیئے گئے ہیں سلسلہ قادریہ کے معیاری بزرگوں کی تصنیفات میں جواہر العرفان وہی مقام رکھتی ہے جو کتاب کے مضمون ومفہوم سے پہلے کتاب کا عنوان رکھتا ہے۔ یہ کتاب سلوک الی اللہ کے مسافر کے لیے شمع توفیق وہدایت ہے لہٰذا اگر کسی کو پیر کامل نہ میسر آئے تو کتاب جواہر العرفان طالب کے لیے انشاء اللہ پیر کامل ثابت ہوگی۔

تفہیماتِ کلمہ کی گل

جو غیر مطبوعہ تھی اور اب یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ

کے ہاتھوں میں موجود ہے مطالعہ کیجئے بعد مطالعہ کہ آپ خود ہی کہہ اُٹھیں گے کہ ''جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے ہی کے لیے ہے۔

ملتِ اسلامیہ کا یہ عظیم رہنما و سپوت سن 1925ء میں اس دارِ فانی سے عالم جاویدانی کی طرف رواں دواں ہوا اور (موت العالم موت العالم) (ایک عالم ربانی کا انتقال درحقیقت ایک جہاں کا انتقال ہے) کے مصداق دنیا کی آنکھوں سے اُجھل ہوگیا۔(۲۶)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) تذکرہ علمائے ہند باغی ہندوستان، بحوالہ تذکرہ حضرت محدث دکنؒ، اسپیڈ پرنٹس، سعید آباد، حیدرآباد۔

(۲) تلخیص بحوالہ تاریخ ادبیات عربی ص 401 اسرار کریمی پریس' الہ آباد 1985

(۳) اخذ و استفادہ' تاریخ ادبیات عربی' ص 406-407' اسرار کریمی پریس' الہ آباد۔1985ء۔

(۴) مولانا پروفیسر محمد سلطان محی الدین /علماء العربیۃ ومساھماتھم فی الادب العربی فی العھد الآصفجاہی ص ۱۲۱'

(۵) یادگار مجلّہ ''انوار سنت ص 71-72' 1994''بمسرت جشن دس سالہ' ناشر کل ہند مرکزی مجلس اہل سنت و جماعت حیدرآباد۔

(۶) مولانا عبدالحئی لکھنوی، حل المغلق، ص۱، مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۲ھ

(۷) علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ' شواہد الحق ص 56

(۸) امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ' انوار احمدی' ص 328' مجلس اشاعۃ العلوم' حیدرآباد 2002ء۔

(۹) شاہ ابوالخیر کنج نشین، مطلع الانوار/ مولانا مفتی رکن الدینؒ عرض حال 1405ھ

(۱۰) مولانا ارشد القادریؒ تلخیص و تسہیل انوار احمدی' ص 37' مکتبہ جام نور دہلی (بار اول)

(۱۱) ڈاکٹر عبدالحمید اکبر' مولانا محمد انوار اللہ فاروقی شخصیت' علمی و ادبی خدمات ص ۴۸ مجلس اشاعت العلوم شبلی گنج حیدرآباد۔

(۱۲) مفتی محمد رکن الدین قادریؒ مطلع الانوار' ص 54-55' جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد 1405ھ

(۱۳) حکیم عبدالحئی لکھنوی' نزھۃ الخواطر جلد 8 ص 38

(۱۴) حکیم عبدالحئی لکھنوی' نزھۃ الخواطر جلد 8

(۱۵) ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ (کانپور) ص 20-21' ستمبر 1976' انٹرویو از حضرت علامہ مفتی عبدالحمید صاحبؒ شیخ الجامعۃ النظامیہ حیدرآباد دکن۔

(۱۶) تذکرہ محدث دکن ص ۳۰۴' مولانا ڈاکٹر عبدالستار خان نقشبندی' ۱۹۹۹ء

(۱۷) (The Relince of Traveller) بحوالہ تذکرہ حضرت محدث دکنؒ ص ۳۰۵ (۱۹۹۹ء)

(۱۸) (The Relince of Traveller) (بحوالہ تذکرہ محدث دکنؒ ص ۳۰۷، مطبوعہ 1999)

(۱۹) ڈاکٹر عبدالستار خاں، تذکرہ محدث دکنؒ، ص 546 تا 551۔ (1999ء) اسپیڈ پرنٹس حیدرآباد)

(۲۰) ڈاکٹر عبدالستار خاں، تذکرہ محدث دکنؒ، (1999ء) اسپیڈ پرنٹس حیدرآباد)

(۲۱) حیات مخدوم الاولیاء ص ۱۴۵، مولانا محمود احمد رفاقتی / امام محمد انوار اللہ فاروقی / حقیقۃ الفقہ جلد دوم، مجلس اشاعۃ العلوم، حیدرآباد۔ ۲۰۰۰ء

(۲۲) انوار ساطعہ، ص۹ تا ۱۱۱، ناشر۔طلبہ درجۂ فضیلت جامعہ اشرفیہ، مبارکپور ۱۴۲۸ھ)

(۲۳) حیات مخدوم الاولیاء / مولانا محمود احمد رفاقتی

(۲۴) ماہنامہ مظہر حق، تاج الفحول نمبر، ص ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۳، بدایون شریف یوپی۔

(۲۵) بقلم و بشکریہ: فرزند مرحوم حضرت عبدالقیوم صدیقی واصلؔ صاحب، ساکن مانصاحب ٹینک، حیدرآباد

(۲۶) تلخیص مضمون از قلم: حضرت سید شاہ ولی اللہ قادری عرف باشاہ پیراں، تفہیمات کلمہ کی کل ص 100 تا 109، 2007ء مالا پور، دھاروار کرناٹک)۔

☆☆☆

باب یازدہم

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مشاہیر عالم کی نظر میں

مرتب: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

شیخ العرب والعجم حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ

''ان دنوں ایک عجیب وغریب کتاب لاجواب مسمی بانوار احمدی مصنفہ حضرت علامۂ زماں وفرید دوراں، عالم باعمل وفاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری و باطنی عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی وچشتی سلمہ اللہ تعالی فقیر کی نظر سے گزری اور بلسان حق ترجمان مصنف علامہ اول سے آخر تک بغور سنی تو اس کتاب کے ہر ہر مسئلہ کی تحقیق محققانہ میں تائید ربانی پائی گئی کہ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے''۔(۱)

بسم الله الرحمن الرحيم ونصلی علی سيدنا محمد نبی الكريم

فقیر بر مضمون ایں کتاب از اول تا آخر بخوبی مطلع شد بغایت پسند ید وخوشنود گردید فی الحقیقت ایں ہدایتے است طالبان صادق راوتنبیہی است مرآں ناتجربہ کاراں ناآشنا را مابین شریعت و طریقت مغائرت می گویند و ہر دو را اخلاف مذہب اہلِ تحقیق لازم وملزوم نمی دانند حالانکہ مذہب و معائنہ حقانیاں این است کہ ایمان دو جز دارد یکے اقرار بلساں چوں مومن مقر توحید الٰہی شد وتمام جوارح ظاہری خود را متبع احکام الٰہی وارشاد حضرت رسالت پناہی ساخت و سر مو رقبہ ظاہری خود را از قلادہ انقیاد جناب باری بیرون نیاورد اقرار بلساں از و صادق شد و بموجب شرع شریف مومن ومسلم شد لیکن ہنوز تصدیق بالقلب از و واقع نشدہ تا آنکہ از مرتبہ انقیاد ظاہری ترقی کردہ قلب خود را ہم بہمہ وجوہ مطیع مرضیات الٰہی ساختہ ہمہ مشیت ہائے خود را در مشیت موجود حقیقی فنا سازد و بالکلیہ از مطلوبات خود دل را پر داختہ باطن خود را نیز در دست رضا وتسلیم الٰہی تسلیم نماید ایں وقت تصدیق بالقلب از و صادق آمد و مرتبۂ ایمان کامل حاصل شد و در مقام طریقت رسید پس مرتبہ اول شریعت است ومرتبہ ثانی طریقت و بے یکے دیگرے ہرگز حاصل نمی شود ومعنی حدیث انما الاعمال بالنیات ہمیں تصدیق بالقلب است واللہ در المولف دام فیضہ کہ توضیح ہمیں حدیث شریف جامع باحسن وجوہ واوثق ثبوت از آیات بینات واحادیث مستندات نمودہ کسے را دریں کتاب مجال گرفتن نیست حقا کہ طالبانِ شریعت وطریقت را انوار اللہ است ہر کہ در لمعات ایں انوار سالک خواہد شد بتائیدِ الٰہی بمنزلِ مطلوب خواہد رسید **والله ولی الهداية والارشاد منه الامداد والسداد فقط**

حرره الفقير امداد الله چشتی مهاجر مكه (۲)

حضرت علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی کتاب ''**حل المغلق فی بحث المجهول المطلق**'' میں حضرت شیخ الاسلام کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

الْفُتُهَاحِينَ قِرأةِ الذّكِي الْمُتَوَقِّدُ الْمولَوِىُ الحَافِظُ مُحَمَّدُ اَنْوَارُ اللّٰه بِن المولَوى شُجَاعُ الدِّين الحَيْدر آبادِى۔

ترجمہ: اس کتاب کو میں نے اس وقت تحریر کیا جب کہ انتہائی ذہین و فطین مولوی حافظ محمد انوار اللہ ولد مولوی شجاع الدین حیدرآبادی زیر درس تھے۔(۳)

حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ

شیخ الافضل واستاذ الاکمل، قدوۃ العلماء الکرام وعمدۃ الفضلاء العظام، جامع شریعت وطریقت شیخ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ، المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ کی ذات ستودہ صفات جبین حیات اہل زمن کیلئے عموماً اور اہل وطن کے لئے خصوصاً باعث فخر ومباہات تھی۔ خدائے پاک نے آپ کو حسب ونسب اور وجاہت ظاہری و باطنی میں ہر طرح سے ممتاز فرمایا تھا اس امتیاز کے ساتھ آپ کے وجود باوجود سے ملک وملت کو جو فیض وانوار حاصل ہوئے وہ اسم بامسمی تھے راقم الحروف نے ۱۳۰۸ھ سے سن وصال ۱۳۳۶ھ تک ۲۹ سال خدمت میں رہ کر آپ کے زہد وتقوی، دینداری اور عبادات مالی وبدنی کو بہ چشم خود دیکھا اور ہر امر کو شریعت بیضاء کے مطابق پایا۔ اس لئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی ہستی اس زمانہ میں بہ اعتبار اعمال کے برگزیدگان امت مرحومہ سابق اولیاء اللہ وعلماء باللہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی مقدس ہستیوں کا نمونہ تھی۔(۴)

اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں

آصف جاہ سابع (سابق مملکت آصفیہ)

مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ بہادر (علیہ الرحمہ) اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس وتورع وایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامتہ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم اور میرے نیز میرے دو بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے متمتع ہوتے ہیں، مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا اور مظفر جنگ کے انتقال ہونے پر معین المہامی اور امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کر سکے گا۔ بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہونچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔(۵)

صاحبزادہ میر احمد الدین علی خاں، ایم۔اے

مولوی انوار اللہ خاں صاحب المخاطب بہ نواب فضیلت جنگ مرحوم جو اس زمانے میں اپنی علمی ادبی خدمات میں ممتاز تھے ان کو (سلطان العلوم کی) عربی دینی تعلیم کے لئے مقرر کیا گیا۔ مولوی انوار اللہ خاں صاحب بہادر مدرسہ نظامیہ کے بانی اور صدر المہام امور مذہبی حیدرآباد کی مایہ ناز ہستیوں میں سے تھے۔ نہ صرف ایک زبردست عالم بلکہ اعلی درجہ کے انشاء پرداز بھی تھے۔ انہوں نے متعدد موضوعوں پر اردو کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں اکثر نہایت اہم ہیں اور اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔(۶)

حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا خاں رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام کے نام تحریر کردہ مکتوبات میں ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے۔

''کل تصانیف گرامی کا شوق ہے، اگر بہ قیمت ملتی ہوں، قیمت سے اطلاع بخشی جائے دو جلد قادیانی مخذول کے چند صفحات دیکھے تھے، ایک صاحب سے ان کی تعریف کی وہ لے گئے۔'' (۷)

محقق کبیر عالم جلیل مولانا محمد علی الحوبانی

ایڈیٹر مجلّہ ''العروبۃ''، دمشق

مجھے اس جامعہ میں آنے اور آپ حضرات سے ملاقات کر کے بے انتہاء مسرت وخوشی ہوئی میں نے اس سے قبل جامعہ عثمانیہ کا معائنہ کیا اس خوبصورت عمارت اور علوم عربیہ مغربیہ کی تعلیم نے جو تاثرات میرے قلب ودماغ میں پیدا کئے وہ نہایت فرحت افزاء ہیں۔

جامعہ عثمانیہ کی عظیم عمارت قصر حمراء کی یاد کو تازہ کرتی ہے جہاں علوم عصریہ جدیدہ کی تعلیم وتدریس باحسن الوجوہ ہوا کرتی ہے لیکن اس جامعہ سے جو تاثرات میرے دل ودماغ میں پیدا ہوئے وہ جامعہ عثمانیہ کے تاثرات سے کہیں زیادہ اور نہایت ہی روح افزاء وخوشگوار ہیں جہاں علوم دینیہ مشرقیہ کی حفاظت اور نشر واشاعت سے دین وملت کی حفاظت کا کام کیا جارہا ہے اگر میں یہ کہوں تو بیجانہ ہوگا کہ جامعہ عثمانیہ اور جامعہ نظامیہ کی مثال جسم وروح کی طرح ہے جس طرح روح بغیر جسم باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح جسم بغیر روح کے باقی نہیں رہ سکتا۔ گویا آپس میں یہ متلازم، جامعہ عثمانیہ اپنی مادی ترقی میں قوم وملت کی دنیاوی ترقی کی جانب رہنمائی کرتا ہے تو جامعہ نظامیہ اپنی روحانی ترقی اور اشاعت علوم دینیہ کے ذریعے مذہب وملت کی حفاظت کرتا ہے میں یہ کہنے میں دریغ نہ کروں گا کہ جامعہ نظامیہ علوم دینیہ کی اشاعت میں جامعہ ازھر کی طرح ہے اور جامعہ عثمانیہ اپنے علوم عصریہ مغربیہ کی ترقی میں جامعہ مصریہ کی طرح ہے میں ان جامعات کے طلبہ سے توقع رکھتا ہوں کہ علم کے ذریعہ اپنی اصلاح کر کے ایک دوسرے اور قوم کی اصلاح میں منہمک رہیں گے۔ مدیر جامعہ نظامیہ اور جمیع اساتذہ کرام کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو اپنی ملاقات سے بہرہ ور فرمایا۔ (۸)

حضرت نظام الدین بدایونی نظامی

(انوار اللہ خاں حاجی مولوی) تعلقہ قندھار ضلع ناندیڑ کے قاضی زادہ اور صحیح معنی میں دکنی تھے۔ ابتدائی تعلیم بھی دکن میں پائی۔ بعدۂ فرنگی محل (لکھنو) میں جا کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ حضور نظام میر عثمان علی خان سلطان دکن کے استاد تھے اور ندوۃ العلماء کے ایک ممتاز رکن۔ آپ نے دارالعلوم ندوہ کی حالت پر دولت آصفیہ کو توجہ دلائی۔ آپ کی تحریک سے سلطان دکن خلد اللہ ملکہ کو خواجہ غریب نوازؒ کے آستانے پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اجمیر شریف میں خدام درگاہ کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ہائی اسکول مدرسۂ دینیات اور یتیم خانہ کے قیام کی کوشش کی جو مدرسہ معینیہ کے نام سے مشہور ہے۔ سلطان دکن نے تخت نشین ہونے کے کچھ عرصے بعد نواب مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر مولانا مرحوم کو صدر الصدور اور معین المہام امور مذہبی کے جلیل القدر عہدے پر مامور کیا اور ۱۹۱۷ء میں نواب فضیلت جنگ بہادر کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ ہی کی کوشش سے دکن میں عشرہ محرم میں شیر اور بھیڑیوں کے سوانگوں اور ''دولہا'' وغیرہ کی مذموم رسوم کا انسداد ہوا۔ اس بدعت کے دور کرنے کے سبب مولانا کا نام ہمیشہ دکن کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ ۱۴/ مارچ ۱۹۱۸ء کو بوقت شب بمرض

''سرطان'' حیدرآباد میں انتقال فرمایا۔ آپ نے اکثر کتابیں محاسنِ اسلام کے ثبوت اور بعض مسائل متنازعہ کی تحقیق میں لکھیں۔ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد آپ ہی کی یادگار ہے۔(۹)

حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ صاحب دامت برکاتہم آپ ریاست حیدرآباد کے معین الہام امور مذہبی اور شاہ دکن غفران مکان میر محبوب علی خان نور اللہ تربتہ اور حال فرمانروائے دکن نظام الملک آصفجاہ سابع نواب میر عثمان علی خان بہادر دام اقبالہ وزاد اجلالہ و خلداللہ ملکہ و سلطنتہ اور شاہزادگان بلند اقبال بارک فی عمرہم و علمہم ورقاہم علی ذروۃ الکمال والاجلال کے استاد ہیں۔ علوم معقول ومنقول کے جامع، فاضل مسلم الثبوت مانے جاتے ہیں۔ علم سلوک اور معرفت عرب شریف پہنچکر حضرت قبلہ عالم حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر حاصل کیا دولت خلافت اور اجازت سے مشرف ہو کر واپس ہوے۔ باوجود امیر ہونے اور امراء وزراء کی جماعت میں زندگی بسر کرنے کے اتباع ظاہری اور باطنی میں اس وقت عدیم النظیر ہیں۔ جب حیدرآباد میں ایسے امراء جمع ہوے کہ آزاد اور نیچریوں اور دہریوں سے ملتے تھے تحریر اور تقریر سے انکا رد کیا اور ''کتاب العقل'' دہریوں کے رد میں ایسی جامع کتاب لکھی کہ اس سے پہلے ایسی کوئی کتاب نظر سے نہ گذری تھی اور جب وہاں بعض پنجاب کے مرزائی پہنچے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو تھے ان کے رد میں ایک کتاب ''افادۃ افہام'' ایسی مدلل لکھی کہ بیخ و بنیاد سے ان کے مذہب کو اکھیڑ دیا۔ آپ کی تصانیف میں ''حقیقۃ الفقہ'' ہر دو حصہ اہلِ سنت وجماعت کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوے ہیں۔ کتاب ''انوار احمدی'' کو پڑھ کر عاشقان حضور سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور حضرت مولانا کے حق میں دعائیں کرتے ہیں رسائل ''مقاصد الاسلام'' آپ کی طرف سے شائع ہوکر مسلمانوں کے اسلام کو تازہ کرتے ہیں غرض وجود باجود شیخ الاسلام وقت حضرت مولانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ صاحب عم فیضہ کا مسلمانوں کے حق میں سحاب کرد کا کام دے رہا ہے کہ دور ونزدیک سب ان کے فیض سے سیراب ہورہے ہیں۔ **بارک اللہ فی عمرھم وعلمھم وعرفانھم و عزتھم آمین**۔(۱۰)

حضرت مولانا سلیمان علوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد انوار اللہ خان صاحب بہادر من سجایاہ والفاظہ بہاء ودُر آپ کو عالیجناب شیخ الشیوخ مولانا مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب چشتی قبلہ کہ جن سے ایک عالم کو فیض پہونچا ہے اور بڑے بڑے علماء کرام ومشائخ عظام حضرت ممدوح سے ہندوستان وغیرہ میں مستفید ہوے ہیں ایسے بافیض کامل شیخ سے آپ کو طریقہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت حاصل ہے اور خلافت بھی۔ آپ خاص اسی ملک کے ہیں اور فخر اہالی دکن۔ آپ کا طور ہی جدا ہے اور رنگ ہی نرالا۔ آپ حافظ کلام اللہ ہیں اور عالم احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت آپ کے پاس قال اللہ وقال رسول کا مشغلہ رہتا ہے، طریقہ محمدیہ علیہ الف الصلوٰۃ والتحیہ کو برتنا دن رات آپ کا کام ہے۔ خوش حال اس شخص کا کہ جو اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو برتے اور دنیا ومافیہا سے خبر نہ رکھے۔ ہم کو صرف ماہ صیام میں صائم رہنا بار ہوتا ہے آپ ماشاء اللہ اکثر اوقات صایم رہتے ہیں۔ شب بیدار اور تہجد گذار جیسے آپ ہیں شاید اس زمانے میں آپ جیسے اور چند خاصان خدا ہوں اور ہم ان کو نہ جانتے

ہوں ان خصلتوں کا جو شخص ہو اس میں زہد و اتقا کس قدر ہو گا اس کا بیان کرنا تحصیلِ حاصل ہے۔ آپ کی ذات بابرکات جامع الصفات سے۔ مدرسہ نظامیہ میں بھی بہت کچھ ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے اور یہ مدرسہ خاص اسلامی ہے اور یہاں کے قوانین دیگر مدارس سرکاری سے جدا ہیں۔ یتیم بچوں کو پرورش کرنا اس مدرسہ کا کام ہے مفلوک الحال طلبہ کی پورے طور سے خبر گیری کرنا ان میں مدام ہے۔ علماء و فضلاء کا مجمع بھی بیشک اس مدرسہ میں لاکلام ہے سچ یہ ہے کہ ان ہی سب باتوں سے مدرسہ نظامیہ کا بڑا نام ہے۔ بنا اس مدرسہ کی ۱۲۹۱ ہجری میں مولوی قاسم صاحب مہاجر مرحوم کے وقت سے پڑی ہے۔ فی زمانناآپ کے وقت میں بہت ہی اس مدرسہ میں اسباب ترقی کے نمایاں ہوے ہیں آپ کو اعلحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی نے آپ سے استفادہ کلام اللہ فرمایا ہے و نیز ولیعہد سلطنت ابدمدت نواب میر عثمان علی خان بہادر اطال اللہ عمرہ و ادام اللہ اقبالہ نے بھی آپ ہی سے کلام مجید پڑھا ہے اور ابتک دیگر علوم عربی وغیرہ کا درس آپسے نواب صاحب ولیعہد سلطنت ابدمدت جاری ہے۔ باوجود اس خصوصیت کے آپ نہایت متواضع و متورع ہیں اور وسیع الاخلاق و کثیر الاشفاق۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ اسم بامسمی خدا کے نور ہیں بلکہ نورٌ علی نور، سبحان اللہ کیا لوگ ہیں کہ کسی حالت میں اپنے معبود کی یاد سے غافل نہیں۔ غور کا مقام ہے کہ جس شخص نے باوجود حصول عزت و شہرت کے اپنی جوانی و بڑھاپے کو صرف اللہ کی یاد میں صرف کرنے کا پورا خیال جمالیا ہو اس کو کیسے کچھ علوّ مدارج اُخروی حاصل ہوئے ہو نگے۔ اللہ تعالی آپ جیسے حضرات کو سلامت رکھے کہ آپ سے ایک عالم فیضاب ہے اور مذہب اسلام منور۔ (۱۱)

حضرت الحاج محمد الیاس برنی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

ایم اے، ایل ایل بی (علیگ)

''مولانا انوار اللہ شاہ صاحب، اعلیٰ حضرت حضور نظام نواب میر عثمان علی خاں کے استاذ خاص تھے۔ بڑے ذی اثر بارعب اور حکومت میں بے حد دخیل، عجب شخصیت کہ اس کے رسوخ سے حکومت کا پلڑا جھک جائے۔ اکابر ملت کی شان نظر آئے تبحر علمی کا یہ عالم کہ تقریبا 100 تصانیف چھوڑیں۔ میں نے ایک جرمن عالم کو ان کی چند کتابیں بھیجیں تو اس نے تین یونیورسٹیز کو دیں اور مجھے لکھا کہ ہندوستان میں صحیح معنی میں مجھے یہی عالم معلوم ہوتے ہیں میں ان سے ملنے حیدرآباد آنا چاہتا ہوں لیکن وہ جنگ عظیم میں گرفتار ہو گیا۔ (۱۲)

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

''یہ (حضرت شیخ الاسلام) قندھار کے قاضی تھے اور علوم اسلامی کے ماہر، محبوب علی خاں غفران مکاں اور عثمان علی خاں سلطان العلوم دونوں کے استاذ اور حیدرآباد کے علماء میں ممتاز تھے، وزیر امور مذہبی کی خدمت پر بھی فائز ہوئے اور اس شہر میں مذہبی اصلاح اور علوم دینی کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا، پچاس سے زیادہ کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں اور چھپوائیں۔ اردو کے علاوہ فارسی کے شاعر بھی تھے۔ انور تخلص کرتے تھے اور حیدر حسین خاں فرزند شیخ حفیظ کے شاگرد، ان کے کلام کا ایک مجموعہ ''مطلع الانوار'' چھپ چکا ہے اور دوسرے شعری مجموعہ کا قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں محفوظ ہے، انکی تصنیفات میں انوار احمدی، مقاصد الاسلام (کئی جلدیں) مفاتیح الاعلام وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ (۱۳)

رئیس القلم حضرت مولانا ارشد القادریؒ

ناظم جامعہ حضرت نظام الدین دہلی۔ جنرل سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن

''جامعہ نظامیہ اپنے عظیم المرتبت بانی شیخ الاسلام مولانا حافظ شاہ محمد انوار اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت سے ایک باوقار دارالعلوم اور ایک عظیم مرکز علم وفن کی حیثیت سے سارے اقطاع ہند میں جانا پہچانا جاتا ہے۔ جامعہ میں حاضری کے موقع پر وہاں کے اساتذہ نے ازراہ علمی قدر دانی حضرت شیخ الاسلام کی چند گرانقدر تصنیفات بھی مجھے عنایت فرمائیں۔ جن میں مقاصد الاسلام اور انوار احمدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

انوار احمدی کا مطالعہ کر کے میں حضرت فاضل مصنف کے تبحر علمی، وسعت مطالعہ، ذہنی استحضار، قوت تحقیق، ذہانت ونکتہ رسی اور بالخصوص ان کے جذبہ حبِّ رسول اور حمایت مذہب اہل سنت کی قابل قدر خصوصیات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔(۱۴)

حضرت مولانا سید عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

''جامعہ نظامیہ ایک باخدا انسان کا لگایا ہوا درخت ہے جسکی بنیادیں تقویٰ پر رکھی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ باوجود حوادث دہر یہ ایک سو برس آب وتاب سے چل رہا ہے اور انشاء اللہ العزیز مدتوں جاری رہے گا۔ اور ایک دور اس پر وہ بھی آئے گا جبکہ حسب تمنائے حضرت سلطان العلوم آصف سابع یہ جنوبی ہند کا جامعہ ازہر ہوگا **وما ذلک علی اللہ بعزیز**.

مولانا وبالفضل اولٰنا حضرت نواب فضیلت جنگؒ اور ان کے نیک نہاد شاگرد رشید حضرت آصف جاہ سابع نور اللہ مرقدھما نے اپنی تمام عمر اس تناور درخت کی آبیاری کی تھی۔ اب یہ ہمارا نہایت اہم فریضہ ہے کہ ہم ان دونوں بزرگوں کے اس زندہ جاوید کارنامہ کو نہ صرف باقی رکھیں بلکہ ان کی نیک تمناؤں کو اپنے صحیح اقدام کے ذریعہ عملی جامہ پہنائیں اور عنداللہ وعند الناس ماجور ہوں۔(۱۵)

محترمہ ڈاکٹر زینت ساجدہ (ایم۔اے، ایم فل، پی ایچ ڈی)

مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگؒ دکن کے سربرآوردہ اور برگزیدہ علماء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے علم وفضل، حلم وانکسار اور فراست وتدبر کی وجہ سے عوام اور سرکار دونوں میں ممتاز مقام حاصل کرلیا تھا۔ وہ حضرت شاہ رفیع الدین قندھاریؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، یہ خاندان کابل سے آکر قندھار میں بس گیا تھا، مولانا انوار اللہ قندھار ہی میں پیدا ہوئے علوم دینی کی تکمیل مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی، مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے کی اور وہ کمال پیدا کیا کہ ان کے معاصرین میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ وہ غفران مکاں، حضور نظام اور شہزادوں (اعظم جاہ و معظم جاہ) کے استاد رہے ہیں۔ حضور نظام کے عہد میں وہ پہلے نظامت امور مذہبی اور پھر معین المھامی کے عہدے پر مامور ہوئے اور انتقال تک مؤخر الذکر منصب پر فائز رہے ان کے عہد میں سررشتہ امور مذہبی میں بڑی اصلاحیں ہوئیں اور اس کا وقار بہت بڑھ گیا۔

مولانا جامعہ نظامیہ کے بانی تھے جو آج بھی بہت بڑی دینی درس گاہ ہے۔ مولانا کا دوسرا کارنامہ مجلس اشاعۃ العلوم ہے جس نے حیدرآباد اور حیدرآباد کے باہر کے علماء کی بعض قابل قدر تصانیف شائع کی ہیں۔

مولانا علوم اسلامی میں سند تھے۔ ان کی تصانیف میں انوار احمدی، افادۃ الافہام، انوار الحق، اور مقاصد الاسلام قابل ذکر ہیں۔(۱۶)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد عبد الحمید صاحب علیہ الرحمہ

سابق شیخ الجامعہ نظامیہ وامیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش رکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد لولیه والصلوة والسلام علی حبیبه وعلی اله وصحبه امابعد! حضرت عارف باللہ مولانا انوار اللہ نور اللہ مرقدہ ان اذکیاء وعقلاء امت سے ہیں جنکی ذہانت وذکاوت کی ان کے اساتذہ اور جنکے زہد وتقویٰ اور علم وفضل کے انکے مرشدین نے تعریف کی ہے چنانچہ مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی نے نور الانوار کے حاشیہ میں اور حضرت مرشد العلماء حاجی امداد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب (انوار احمدی) کو اہل معرفت کے مشرب ومسلک کی تائید بتلائی ہے۔

حسب نام کتاب بلاشبہ پرنور کتاب میں آنحضور سراپا نور کے انوار جلوہ گر ہیں جس سے بخوبی ثابت ہے کہ خالق کائنات کے نزدیک آنحضور ﷺ کی شان کس قدر عالی ہے اور آپ کی ذات بابرکات کتنی گرامی ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ ملکوت کے گلزار آپ کے گلہائے جمال سے پر بہار مرغزار ہیں اور جبروت کے حیاض وانہار آپ کے فیض انوار سے جوش زن وفوارہ واں ہیں اس مبارک کتاب کے مطالعہ سے مومنوں کے دل آپکی عظمت سے مالا مال اور آپ کی محبت سے ان کو ایمان کا کمال حاصل ہوتا ہے پس آپ کی اطاعت واتباع سے رضاء الٰہی کا حصول آسان ہے۔

فصلوات اللّٰه وسلامه من الازل الی الابد۔

العاجز عبده الاثیم الراجی شفاعته، من هو بالمومنین رؤف الرحیم۔(۱۷)

حضرت علامہ مولانا سید محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین خانقاہ حسنیہ کچھوچھہ درگاہ شریف ضلع فیض آباد

نحمده ونصلی علی رسوله المختار

مورخہ ۲۷/ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴/ مارچ ۱۹۸۲ء یوم چہارشنبہ کو بسلسلہ شرکت اجلاس جامعہ نظامیہ وتقسیم اسناد حاضری کا اتفاق ہوا۔ جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ اور تعلیمی درسگاہوں کا معائنہ کیا۔ اراکین مدرسہ خصوصاً مہتمم معتمد جامعہ نظامیہ وشیخ الجامعہ مدظلہما کی دلچسپی وحسن انتظام دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی مجموعی تعلیمی حالات اطمینان بخش وبہتر ہیں مولی تعالی اس چمن مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز وشاداب رکھے اور ایسے پھول کھلتے رہیں جو عالم کو اپنے خوشبو سے مہکائیں اور اراکین معاونین کی خدمات کو قبول فرمائے آمین۔(۱۸)

حضرت مولانا الحاج سید کاظم پاشاہ قادری الموسوی صاحب

خانقاہ موسویہ، حسینی علم، حیدرآباد

علماء کرام وارثین انبیاء ہیں جو حیات نبی، اختیار نبی کا اقرار کرتا ہے وہی حقیقی عالم ہے۔ حضرت شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ایسے ہی علماء ربانین میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ کے خلیفہ اجل ہیں۔ آپ نے ساری دنیا میں صبغۃ اللہی رنگ کو پیش فرمایا۔ یہ شخصیت اگر شمالی ہند میں پیدا ہوتی تو ساری دنیا میں ڈنکا بجتا۔ آپ کی تصانیف انوار احمدی اور مقاصد الاسلام علوم کا سمندر ہیں جو قرب نبوی بخشتی ہیں۔ آپ کی شخصیت اشداء علی الکفار سے متصف تھی۔ اسلام رشتہ داری کا مذہب نہیں وفاداری کا مذہب ہے۔ علم کے ساتھ عشق بھی حاصل کیا جائے۔ یہی

حضرت شیخ الاسلام کی فکر ہے۔ جامعہ نظامیہ کے قیام کو بھی حضرت شیخ الاسلام نے فیضان نبوت کا عطیہ قرار دیا۔ آپ عارف باللہ بعطاء الٰہی ہیں۔ ہماری حجت ودلیل ہیں۔ آپ کا مسلک مسلک عشق ومحبت سے ہے۔ جشن شیخ الاسلام کی اس شب کو شرف قبولیت حاصل ہو۔ (۱۹)

حضرت الحاج بیکل اتساہی

رکن پارلیمنٹ (انڈیا)

بحمدہ آج حضرت مولانا خادم رسول صاحب مصباحی کی کفش برداری میں جامعہ نظامیہ میں حاضری کا شرف ملا، ایک عرصہ سے یہ حسرت تھی کہ اس قدیم اور ہم مسلک ادارہ میں حاضری دوں یہاں علماء ادارہ اور طلباء سے ملنے کا موقع ملا نہایت متین مہذب اور ہر چہرہ سنت نبوی علیہ الصلاۃ والتسلیم، ہر نشست و برخاست میں اسلاف کی جھلکیاں نظر آئیں۔

اشاعت العلوم کے کارہائے نمایاں سے بے حد متاثر ہوا۔ عربی، فارسی، اردو کے کتب ضروریہ دینی مسلکی اور معیار انسانیت کو بلند کرنے کی نوعیت کی تحریرات، مسودات، غیر مجلد کتب کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ خاموش تبلیغ سنیت کا مرکز محسوس ہوا۔ میری بدنصیبی کہ مجھے کم وقت نصیب ہوا وقت ہوتا تو تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملتا پھر میں اپنے جذبات کا صحیح اظہار کرسکتا۔ بہر حال علماء اور دیگر عمائدین ادارہ کا خلوص ومحبت، محنت سلوک مہمان نوازی سے اس قدیم ادارہ کو پھر ماضی کی تابنا کی، مقبولیت، مستقبل قریب میں مرکز بنے کا فخر ملے گا۔ انشاء المولی القدیر۔

اگر ہے عزم مستحکم تو پھر منجدھار کا ڈر کیا
میری کشتی ہر اک طوفاں کا سینہ چیر سکتی ہے (۲۰)

جناب عزیز برنی صاحب

ایڈیٹر راشٹریہ سہارا اردو حیدرآباد ولکھنو

جامعہ نظامیہ کے 125 ویں جشن کے موقع پر میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ بالخصوص ان منتظمین اور مدرسین کو جن کے قابل تعظیم اور تقلید عمل نے گذشتہ 125 برسوں میں لاکھوں طلباء کی زندگی کو علم دین کی روشنی سے منور کیا اور آج جامعہ نظامیہ کے یہ روشن چراغ دنیا کے گوشے گوشے میں دین کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

میں سلام کرتا ہوں اس عظیم تاریخ ساز شخصیت عالی جناب شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کو جنہوں نے 19 ذی الحجہ 1292ھ میں اس دینی درسگاہ کی داغ بیل ڈالی۔ بیشک آج وہ جسمانی اعتبار سے ہمارے بیچ نہیں ہیں لیکن ان کی روحانی موجودگی کو ہم اس وقت بھی محسوس کررہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ یہ انہیں کے ذریعہ جلائی گئی شمع کی روشنی کا کمال ہے کہ آج یہاں دنیا بھر سے آئے دین کے چاہنے والوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا موقع ملا۔

میں شکر گذار ہوں پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب و دیگر منتظمین کا جنہوں نے مجھے اس عظیم الشان تقریب میں شرکت کی دعوت دے کر اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔

اظہار خیال کے لیے دیئے گئے مختلف عنوانات میں سے میں نے اپنے نظریات آپ تمام حضرات تک پہنچانے کے لیے جو موضوع منتخب کیا ہے وہ ہے۔ دینی تعلیم قومی تناظر میں

ہم ہندوستان میں رہتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ مذاہب کے ماننے والے کثیر تعداد میں رہتے ہیں اور اکثر و بیشتر دینی تعلیم کی کمی

کی بنا پر فرقہ وارانہ کشیدگی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم لوگ یعنی تمام ہندوستانی اپنے اپنے مذہب کی باریکیوں کو سمجھیں تو یقیناً ایسے حالات سے بچا جاسکتا ہے کیونکہ کوئی بھی مذہب ایک دوسرے سے نفرت کا پیغام نہیں دیتا۔ یہی بات اسلام کے ماننے والوں کے بارے بھی کہی جاسکتی ہے کہ اگر وہ اپنے دین کی تعلیم سے پوری طرح آراستہ ہوں گے تو خود بھی اپنے مذہب کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے اور دیگر ہم وطنوں کو بھی سمجھا جاسکیں گے۔

یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑا طبقہ اسلام کے متعلق یہ رائے رکھتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے، اسلام اپنی خوبیوں کی بنا پر پھیلا ہے اور اس کے پھیلنے میں رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور سیرت کا بہت بڑا رول رہا ہے اس حقیقت کو دنیا میں تمام مذاہب کے ماننے والے جانتے اور مانتے ہیں۔

اگر یہی حقیقت ہم اپنے ملک کے تمام لوگوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ امر یقیناً ملک میں قومی یکجہتی کی فضا بنانے میں بہت مددگار ثابت ہوگا اور اسلام کا پیغام ہم اپنے دیگر بھائیوں تک پہنچانے میں بھی کامیاب ہوں گے جس سے نہ صرف ان کی غلط فہمی دور ہوگی بلکہ وہ دین اسلام کی حقیقت سے بھی واقف ہوں گے۔

پروردگار عالم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

☆ ناحق خون نہ بہاؤ اور لوگوں کو گھر سے بے گھر نہ کرو۔

☆ بے ایمانی سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور رشوت نہ دو۔

☆ گھمنڈ کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا اور نہ کنجوسی اسے پسند ہے اور نہ فضول خرچی۔

☆ شراب اور جوا سب گندے اور شیطانی کام ہیں۔

☆ دوسروں کے دین کو برا مت کہو۔

☆ امانت میں خیانت نہ کرو۔ ☆ برائی اور بے حیائی سے بچو۔

☆ کوئی وعدہ کر کے نہ توڑو۔

☆ جھوٹی باتوں سے بچو اور غرور نہ کرو۔

☆ بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔

☆ مرد غیر عورتوں اور عورتیں پرائے مردوں سے نظر بچا کر رکھیں۔

☆ مجرموں کی مدد نہ کرو۔

☆ کسی کا مذاق نہ اڑاؤ اور عیب نہ لگاؤ۔

☆ بدگمانی سے بچو اور کسی کی غیبت نہ کرو۔

یہ اور اس جیسی بے شمار نیک ہدایات دین اسلام میں دی گئی ہیں جو دنیا میں ہمیں ایک اچھی زندگی جینے کا طریقہ بتاتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ دینی درسگاہوں اور دینی تعلیم کے بغیر یہ بیش قیمت خزانہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا آج ضرورت جہاں اس بات کی ہے کہ معاشرے میں بہتر زندگی جینے کے لیے اچھی ملازمتیں حاصل کرنے کے لیے جدید تعلیم حاصل کی جائے وہیں ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہم دینی تعلیم حاصل کریں، دین کو اچھی طرح سے سمجھیں، اس پر عمل کریں اور دوسروں کو دین سے واقف کرائیں۔

اگر ہم خود دین اسلام سے اچھی طرح واقف ہوں گے اور اس پر عمل پیرا ہوں گے تو بے شک ہمارا کردار ایک سچے پکے مسلمان کے جیسا ہوگا جسے معاشرے میں بھی اچھی نگاہ سے ہی دیکھا جائے گا اور وہ دوسروں کے لیے مشعل راہ بھی بنے گا ساتھ ہی جب جب سیاست دانوں کے ذریعہ مذہب کو آڑ بنا کر فرقہ وارانہ کھیل کھیلنے کی کوشش کی

جائے گی مذہب کی دیواریں کھڑی کر کے ایک دوسرے کو لڑانے کی کوشش کی جائے گی تو یہی لوگ جو اپنے مذہب سے پوری طرح واقف ہوں گے آگے آکر لوگوں کو یہ سمجھا سکیں گے کہ دین کیا ہے، دینی تعلیم کیا ہے اور اسلام کا اصل پیغام کیا ہے۔

آج جو نام نہاد مذہبی اور سیاسی پیشوا مذہب کے نام پر اپنی سیاسی دکانیں چلا رہے ہیں ان کو بے نقاب کرنے میں بھی یہ دینی مدارس بہت کارگر ثابت ہوں گے کیونکہ ذاتی اور سیاسی اغراض سے اوپر اٹھ کر یہاں دینی تعلیم دی جائے گی جسے حاصل کر کے لوگ جذباتی استحصال کرنے والوں سے خود کو بچا سکیں گے لہٰذا میری رائے ہے کہ ملک کے موجودہ تناظر میں دینی تعلیم کی ازحد ضرورت ہے جو ملک اور قوم کی نئی تعمیر میں بہت مددگار ثابت ہوں گے۔ جامعہ نظامیہ اس ضمن میں ہمارے لیے مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں بہت سی دینی درسگاہوں کا قیام اس عظیم مقصد کی کامیابی میں مددگار ثابت ہوگا۔

آخر میں ایک بار پھر میں جامعہ نظامیہ کے 125 سالہ جشن پر سہارا انڈیا پریوار کی جانب سے مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔......خدا حافظ (۲۱)

عالی جناب محمد رحیم الدین انصاری

صدر نشین اردو اکیڈمی، آندھرا پردیش

حیدرآباد تقریبا چار سو سالوں سے علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ نظام دکن میر عثمان علی خان نے مشاہیر علم و فن، علماء اور دانشوروں کو شمالی ہند اور دنیا کے دوسرے حصوں سے حیدرآباد دکن میں علم و فن کے ارتقاء کا ایسا ماحول بنایا تھا کہ وہاں سے جامعہ عثمانیہ، دائرۃ المعارف اور دیگر دینی اداروں سے دین اور اسلام کی خدمت کرنے والی بے مثال شخصیتیں نکلیں، یہ کہنا غلط ہے کہ حیدرآباد میں ان علماء نے دیوبند یا ندوۃ العلماء کی طرز کا دینی ادارہ قائم نہیں کیا۔ جناب محمد رحیم الدین انصاری نے بتایا کہ فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خانؒ نے جامعہ نظامیہ قائم کیا اور اس نے نہ صرف اپنا ایک عمدہ معیار بنایا بلکہ آج یہاں کے فارغ التحصیل علماء کی ساری دنیا میں قدر ہے یہ جامعہ، دیوبند کے ساتھ ہی قائم ہوا اور اسکے معیار کا اندازہ اس رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جو امیر شریعت بہار واڑیسہ جناب منت اللہ رحمانی نے ۱۹۸۶ء میں مرتب کی تھی جس میں جامعہ نظامیہ حیدرآباد کو نہ صرف معیاری قرار دیا بلکہ لکھا کہ جامعہ ازہر میں داخلہ کے لئے ہندوستان کی دیگر دینی جامعات کے طلبہ کو داخلے کا امتحان دینا پڑتا ہے لیکن جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے طلباء کو سند بتلانے کے ساتھ ہی داخلہ دیدیا جاتا ہے۔ (۲۲)

☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

(۱) انوار احمدی۔ بار پنجم مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد اگست ۲۰۰۲ء

(۲) تقریظ دلپذیر، ہادی مراحلِ تحقیق و کاشف رموزِ تدقیق، جامعِ شریعت و طریقت، منبعِ حقیقت و معرفت، مہبطِ انوارِ معارفِ لدنیہ، کاشفِ اسرارِ علومِ دینیہ، رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین، مولانا و مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ انوار التمجید فی ادلۃ التوحید، ص ۱۴۰۔ مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد اے پی، ۱۳۴۱ھ

(۳) مطلع الانوار، صفحہ ۱۳، طبع دوم زیر اہتمام جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ ۲۱ / رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

(۴) مطلع الانوار صفحہ ۶ / ۷ زیر اہتمام، جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، رجب ۱۴۰۵ھ

(۵) مطلع الانوار صفحہ ۲۹ / ۳۰ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ

(۶) ''عہد عثمانی میں اردو خدمات'' از: میر احمد الدین علی خاں، ایم۔اے

(۷) مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۸۶، مرتبہ مولانا پیر محمود احمد قادری صاحب

(۸) مجلّہ نظامیہ /اسفندار ۱۳۴۸ فصلی /مدیر مولانا شاہ ابوالخیر کنج نشین جنیدی، حیدرآباد

(۹) قاموس المشاہیر (جلد اول ص:۱۱۲) مرتبہ: نظام الدین بدایونی نظامی

(۱۰) مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ، انوار العاشقین ص ۹۰، مطبوعہ: ۱۳۳۲ھ

(۱۱) مولانا سلیمان علویؒ تحفۃ الطلاب ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۱۳۱۷ھ، مطبع مفید عام آگرہ۔

(۱۲) قول طیب صفحہ (۴۰۶) ملفوظات حضرت الیاس برنیؒ مؤلفہ الحاج محمد عبدالحلیم الیاسی چشتی قادری۔

(۱۳) داستان ادب حیدرآباد مصنفہ ڈاکٹر زورؔ، ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد، گولڈن جوبلی ایڈیشن ۱۹۸۲ء

(۱۴) تلخیص وتسہیل انوار احمدی صفحہ۔۸، ناشر مکتبہ جام نور دہلی ۱۹۸۹ء

(۱۵) کتاب الرائے دفتر معتمدی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ اے پی

(۱۶) حیدرآباد کے ادیب، جلد دوم، صفحہ ۴۰۱ آندھراپردیش ساہتیہ اکیڈمی، حیدرآباد ۱۹۶۲ء

(۱۷) مولانا مفتی محمد عبدالحمید شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ، انوار احمدی، تیسرا ایڈیشن، مینار بک ڈپو حیدرآباد ۱۳۹۷ھ

(۱۸) کتاب الرائے دفتر معتمدی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

(۱۹) خطاب بموقع 90 سالہ جشن شیخ الاسلام، مسجد صوفی عیدگاہ بال امرئی سکندرآباد، اے پی، 24/ جمادی الاولی 1426ھ 2 جولائی 2005ء

(۲۰) کتاب الرائے دفتر معتمدی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن، مورخہ ۵/ مارچ ۱۹۷۸ء

(۲۱) عزیز برنی: ایسوسی ایٹ ایڈیٹر، راشٹریہ سہارا، بموقع کل ہند قومی سمینار، بضمن ۱۲۵ سالہ جشن تاسیس، ۱۹۹۶ء لائبریری ہال جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن

(۲۲) روزنامہ منصف، ۱۹/ اپریل ۲۰۰۱ء حیدرآباد

☆☆☆

منقبت

بحضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

سرورِ دیں سے تھی یوں قربتِ شیخ الاسلامؒ
حُبِّ سرکارؐ بنی زینتِ شیخ الاسلامؒ

میرا منہ اور کہاں مدحتِ شیخ الاسلامؒ
ہیں فضیلت کا نشاں حضرتِ شیخ الاسلامؒ

رفعتِ علم سے ہے رفعتِ شیخ الاسلامؒ
کیوں زمانے میں نہ ہو شہرتِ شیخ الاسلامؒ

علمِ دیں سے ہوئے سیراب کئی تشنہ دہن
آج ہر قلب میں ہے عزتِ شیخ الاسلامؒ

لے کے آقاؐ سے اجازت وہ دکن میں آئے
کیا سمجھ پائے کوئی عظمتِ شیخ الاسلامؒ

جامعہ علم کا ہے ایسا سمندر ان کا
بٹتی ہے آج تلک دولتِ شیخ الاسلامؒ

درِ عالی پہ یہ افضلؔ بھی ہوا ہے حاضر
علمِ حق کردو عطا حضرتِ شیخ الاسلامؒ

از: مولوی محمد افضل حسین افضلؔ نقشبندی القادری نظامی

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

القاب وآداب کے آئینہ میں

جامع ومرتب: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

شیخ العرب والعجم حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ زماں وفرید دوراں، عالم باعمل، وفاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری و باطنی عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی وچشتی سلمہٗ اللہ تعالیٰ''۔(۱)

حضرت امام احمد رضا خاں رضاؔ قادری رحمۃ اللہ علیہ

''بشرف ملاحظہ والائے حضرتِ بابرکت، جامع الفضائل، لامع الفواضل،شریعت آگاہ،طریقت دستگاہ حضرت مولانا الحاج محمد انوار اللہ خاں صاحب، بہادر بالقابہ العز''۔(۲)

علامہ مولانا ابوسعید محمد رحمت اللہ، حیدرآباد

'' تاج العارفین، مفید الطالبین، جمیل الاخلاق، مرکز الوفاق، مشہور آفاق، علامۃ الامام، قدوۃ الھمام، عامر المساجد، حافظ المعابد، منار المذاہب،غوث الطالب،فیصل الحق، العالم العامل، عابد و فاضل و زاہد، قائم اللیل،صائم النہار،علامہ عصر،فہامۂ دہر،حافظ شریعت،مطلع اسرار طریقت،فضل رحمانی،مطلع نور یزدانی،آفتاب آسمان افاضت،مہر فلک ہدایت، تیراک سباح شریعت، سیاح آفاق طریقت،غواص بحر حقیقت،صراف نقود معرفت،محی معالم طریق،مجدد مراسم معارف''۔(۳)

محقق مورخ مصنف مولانا محمد عبد الجبار خاں آصفی نظامی

''بحر علوم عقلیہ ونقلیہ، کاشف معضلات احادیث نبویہ،محی سنت مصطفویہ، اسوۂ علمائے ربانی، قدوۂ کملائے زمانی، رئیس المفسرین، تاج المحدثین، الفاضل الفاصل بین الحق والباطل، ذوالمجد والتفاخر، مولانا مولوی معنوی محمد انوار اللہ خاں بہادر''۔(۴)

حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمہ اتالیق شاہزادگان آصف سابع دکن

''شیخ الافضل، استاذ الاکمل، قدوۃ العلماء الکرام، عمدۃ الفضلاء العظام، جامع شریعت و طریقت، شیخ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہٗ المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ سید المشائخ والعلماء''(۵)

الادیب الاریب حضرت علامہ سید ابراہیم ادیب رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

''قدوۃ الاماثل، اسوۃ الافاضل، شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت الحافظ مولانا الشیخ محمد انوار اللہ المعین المہام بالامور المذھبیۃ دامت جلابیب ظلالہ تشمل الضاحین وشابیب افضالہ تغمر العارفین''۔(۶)

حضرت علامہ مولانا محمد سلیمان علوی رحمۃ اللہ علیہ

''محمد انوار اللہ خاں صاحب بہادر من سجایاہ والفاظہ بہاء ودر''۔(۷)

حضرت علامہ مفتی سید مخدوم حسینی القادری النظامیؒ، مفتی صدارت العالیہ مملکت آصفیہ دکن

''شیخ الملۃ والامۃ، العالم العامل، العارف الکامل، الفاضل الباذل، مسلم الفضل عند کل سالم، ومناضل العابد، الزاہد المنیب، الاواب الاواہ مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد انوار اللہ معین المہام فی الامور المذہبیۃ افاض اللہ علی العلمین فیوضہ الموھبیۃ بفضل اللہ عجائب فوائدہ، قد عمت غرائب شواہدہ، قد تمت قرر بیانہ وحررہ ببنانہ الفقیر الی اللہ الغنی الباری السامی السید محمد مخدوم الحسینی القادری النظامی حماہ اللہ بفضلہ الحامی''۔(۸)

حضرت محمد یوسف علی خلف سید مدد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

''حسب فرمائش جناب معلّٰی صدر العلماء الکرام، رأس الفقہاء العظام، خادم دین رسول اللہ حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب اُستاد حضرت ولی عہد بہادر ادام اللہ اقبالہ وافضالہ''۔(۹)

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ صاحب نزہۃ الخواطر

''الشیخ الفاضل العلامۃ انوار اللہ بن شجاع الدین بن القاضی سراج الدین العمری الحنفی القندھاری احد العلماء المشھورین''۔(۱۰)

برہان الملۃ والدین مولانا السید برہان الدین قادری مہاجر مدینہ رحمۃ اللہ علیہ

''ہادی العصر والآوان، مجدد الزمان، قامع المبتدعہ واہل الضلال، حامی الدین علی الکمال، مائدتہ وسیعۃ لکل حاضر وباد،

افادتہ العلوم عام لمن استفاد، مدرسۃ منبع العلوم الدینیۃ ومجمع العلماء والفضلاء، یفرغ فیہ فی کل عام من تحصیل العلوم کثیر من الطلباء، ہمتہ مصروفۃ لاشاعۃ العلوم الدینیۃ وتائید المسلمین، یداہ مبسوطتان لانجاح حوائج الفقراء والمساکین، فذاتہ مفیض الخلائق بغذاء الروح والبدن، المشتہرۃ واوصافہ فی الاقالیم والمدن، صاحب الخلق الحسن، قاضی القضاۃ بلاد دکن، اسمہ من الاسماء تنزل من السماء، العالم الفاضل، العارف الکامل، مولانا الحافظ محمد انوار اللہ خاں بہادر لازالت امطار برکاتہ علی الخلائق نازلۃ، ومابرحت انوار فیضانہ علی الانام فائضۃ''۔(۱۱)

مولانا محمد ولی الدین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

''بآبیاری تخلبند کن فکاں وکدیور کون ومکاں نظم گوہر باریختہ ملک فیض سلک، حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، عارف باللہ عالی جناب مولانا الحافظ الحاج محمد انوار اللہ خاں بہادر المخاطب بہ فضیلت جنگ بہادر نور اللہ مرقدہٗ صدر الصدور صوبہ جات دکن ومعین المہام امور مذہبی سرکار عالی۔(۱۲)

مولانا الحاج السید برہان الدین قادری مہاجر حرمین شریفین رحمۃ اللہ علیہ

''جناب فضیلت مآب، قاضی قضاۃ دکن، حامی السنۃ، قامع البدعۃ مولانا محمد انوار اللہ خان بہادر، معین المہام امور مذہبی''

حضرت ابوالحسنات حکیم محمود صمدانی حنفی قادری چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

''حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، ماہر رموز فنون عقلیہ، واقف اسرار علوم نقلیہ، بحر ذخار، شیخ الطریقت، امام الشریعت، سید الاقطاب، ہادی اولی الالباب، قدوہ اولیائے کرام، زبدۂ عرفائے علام، صفوۃ الفضلاء والمتکلمین، قدوۃ الفقہاء والمحدثین، شیخ الاسلام، استاذ ظل سبحانی، مولائی المفخم الیلمعی، مرشدی المحترم اللوذعی، اخی المعظم المکرّم، عارف باللہ حضرت مولانا مولوی، حافظ حاجی، مفسر، محدث، فقیہ محمد انوار اللہ المخاطب بہ خان بہادر، فضیلت جنگ سابق صدر المہام امور مذہبی ممالک محروسہ سرکار عالی نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مقامہٗ''۔ (۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان محی الدین صاحب (پریسڈنٹ ایوارڈ یافتہ)

''الامام الربانی، المحدث الفقیہ، الاصولی المتکلم، المحقق المدقق، جامع العلوم والمفاخر، صاحب التصانیف والمآثر، ذوالمعالی والمناقب، شیخ الاسلام الحافظ محمد انوار اللہ''۔(۱۵)

مولانا محمد ولی الدین صاحب مہتمم اشاعۃ العلوم

''ناہج مناہج تحقیق، عارف معارف تدقیق، عالم باعمل، فاضل بے بدل، سالکِ مسالک شریعت وطریقت، واقف

اسرار معرفت وحقیقت، عارف باللہ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب، قبلہ حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ"۔

بر کتاب ''حضرت علامہ مولانا محمد غوث نائطی ارکاٹی رحمۃ اللہ علیہ

''العلامۃ الاکرم والفہامۃ الاعظم، بحر علوم الشریعۃ، کنز لآلی الطریقۃ، مولانا الحافظ الحاج العارف باللہ محمد انوار اللہ لازالت شموس فیوضہ بازغۃ واقمار علومہ طالعۃ''۔(۱۷)

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) انوار احمدی (تقریظ) مطبوعہ اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ' حیدر آباد

(۲) مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۸

(۳) از: کتاب بشیر التہنیہ فی جلوس سلطان الدکن علی اریکۃ السلطنۃ

(۴) شمائل رسول (مقدمہ) مولانا عبد الجبار خاں صوفی

(۵) مطلع الانوار۔۱۴۰۵ھ، جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ، حیدر آباد 1405ھ

(۶) خاتمہ الطبع جامع مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد

(۷) تحفۃ الطلاب ص ۸۲ تا ۸۴

(۸) شرح الحجب والاستار فی مقامات اہل الانوار والاسرار، ص ۲۷، مطبوعہ ۱۳۳۲ھ

(۹) کتاب معدن اسرار حقیقت ۱۳۲۵ھ

(۱۰) نزہۃ الخواطر جلد ۸، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد

(۱۱) از کتاب: انوار البہیۃ ص ۱۔۲

(۱۲) از کتاب: دیوان شعری، شمیم الانوار رشیخ الاسلام رمجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ حیدر آباد

(۱۳) از کتاب: فوز المرام فی طبقات اولیاء الکرام ص ۱

(۱۴) از کتاب: اصول فقہ ص ۴ رمولانا حکیم محمود صمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۵) از کتاب: علماء العربیہ ومساہماتہم فی الادب العربی فی العہد الاصفجاہی ص ۱۲۶

(۱۶) از کتاب: خدا کی قدرت، مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ، حیدر آباد

(۱۷) از کتاب: نثر المرجان فی رسم نظم القرآن۔ جلد ۷، مطبوعہ ۱۳۳۱ھ

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

کی شخصیت وخدمات پر تحقیقی کتب/مقالات/مضامین

جامع ومرتب: شاہ محمد فصیح الدین نظامی مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن

۱۔	مطلع الانوار	علامہ مفتی محمد رکن الدین قادریؒ	مطبوعہ ۱۴۰۵ھ ناشر جمعیۃ الطلبہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد
۲۔	نورالانوار (دوجلد، قلمی)	مولانا محمد قطب الدین انصاری	مخزونہ کتب خانہ مولانا سید راجو حسینی ثانی صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت راجو حسینیؒ، حیدرآباد
۳۔	سوانح حیات شیخ الاسلام	علامہ مفتی محمد رحیم الدین قادریؒ	مجلّہ انوار نظامیہ، ۱۹۶۸ء ناشر مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ حیدرآباد
۴۔	معارف انوار	علامہ مفتی عبدالحمیدؒ	مطبوعہ حیدرآباد
۵۔	شیخ الاسلام نمبر ماہنامہ اسلامی افکار کا خصوصی نمبر،	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	نومبر ۱۹۹۴ء مطبوعہ او ایس گرافکس نارائن گوڑہ حیدرآباد
۶۔	حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی شخصیت، علمی وادبی کارنامے	ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر	مقالہ پی ایچ ڈی' شعبۂ اردو پونہ یونیورسٹی مطبوعہ ۱۹۹۵ء ناشر مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد
۷۔	حیات شیخ الاسلام	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	ناشر مجلس محبان شیخ الاسلام سکندرآباد، آندھراپردیش ۲۰۰۵ء بموقع ۹۰ سالہ جشن شیخ الاسلامؒ
۸۔	ملامح انوار	محترمہ نفیس النساء بیگم	مرکز احیاء الادب الاسلامی، المعھد الدینی العربی، شاہ علی بنڈہ حیدرآباد ۲۰۰۷ء
۹۔	خدمات الجامعة النظامية و مؤسسها شيخ الاسلام فی نشر اللغة العربيه و آدابها	محترمہ نفیس النساء بیگم	مقالہ پی ایچ ڈی عربی شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ۲۰۰۷ء
۱۰۔	موقف شيخ الاسلام من التاؤيلات الباطلة فی نصوص القرآن الكريم والسنة	مولانا جلال رضا فاضل نظامیہ	عربی/جامع ازہر، جمہوریہ مصر

۱۱۔	الاتجاه الصوفی فی افکار العلامه محمد انوار الله الفاروقی	مولانا الحافظ محمد منیر الباکستانی	قلمی عربی ر جامع ازہر، جمہوریہ مصر
۱۲۔	شاعرِ حق آگاہ	ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی	۲۰۰۶ء
۱۳۔	الجامعة النظامیه و مساهماتها فی الادب العربی (قلمی)	مولانا شیخ محمد عبدالغفور صاحب	مقالہ ایم فل، شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد ۱۹۹۲ء
۱۴۔	شیخ الاسلام حیاته و خدماته (عربی)	ڈاکٹر سید جہانگیر نظامی	سابق صدر مرکز ادبیات عربی سیفل حیدرآباد
۱۵۔	آصف سابع اور فضیلت جنگ	ڈاکٹر داؤد اشرف	روزنامہ سیاست حیدرآباد، آندھرا پردیش
۱۶۔	آصف سابع اور علامہ فضیلت جنگ	پروفیسر محمد سلطان محی الدین	جامعہ نظامیہ سپلیمنٹ روزنامہ سیاست مورخہ ۱۹ر اگست ۲۰۰۱ء حیدرآباد
۱۷۔	حضرت فضیلت جنگ کی خدمات جلیلہ	پروفیسر نثار احمد فاروقی	دہلی یونیورسٹی۔الانوار، ناشر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ حیدرآباد
۱۸۔	علامہ انوار اللہ فاروقیؒ	ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی	پی ایچ ڈی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد
۱۹۔	فضیلت جنگ نمبر، ماہنامہ ارشاد کا خصوصی نمبر	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاویدؔ	مطبوعہ حیدرآباد نومبر ر ڈسمبر ۱۹۶۱ء
۲۰۔	مجموعه منتخبة من الصحاح (مخطوطہ شیخ الاسلام)	تحقیق، مولانا شبیر احمد یعقوبی نظامی	تحقیقی مقالہ دکتوراہ، شعبۂ تحقیقات جامعہ نظامیہ
۲۱۔	بیسویں صدی میں دکن کی علمی دینی اصلاحی وادبی شخصیتیں	مولانا محمد محبوب شریف نظامی	مطبوعہ ۲۰۰۴ء، ناشر: رحمت ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی، حیدرآباد
۲۲۔	رد قادیانیت میں حضرت شیخ الاسلام کی خدمات	مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ ۲۰۰۰ء، شبلی گنج، حیدرآباد

۲۳۔	علماء العربیه و مساهماتهم فی الادب العربی فی الدولة الاصفجاهیه	پروفیسر محمد سلطان محی الدین نظامی صاحب سابق صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی	مقالہ پی ایچ ڈی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد۔۲۰۰۵ء
۲۴۔	مؤسس جامعہ نظامیہ علامہ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ ۲۰۰۰ء، شبلی گنج، حیدرآباد
۲۵۔	امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد محسن پاشاہ قادری	مطبوعہ ۱۹۹۳ء
۲۶۔	مکانة شیخ الاسلام فی الحدیث النبوی	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ۔۱۹۹۸ء
۲۷۔	الشیخ محمد انوار الله الفاروقی وجهوده فی الفکر الإسلامی	محمد جلال رضا نظامی	بقسم الفلسفة الإسلامية بكلية دار العلوم جامعة القاهرة بمصر
۲۸۔	اردو شعر وادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	ناشر مجلس اشاعۃ العلوم، شبلی گنج، حیدرآباد ۲۰۰۱ء
۲۹۔	شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ فاروقی استاذ سلاطین آصفیہ	مولوی حافظ فراست علی صاحب	مجلّہ انوار نظامیہ ۲۰۰۱ء
۳۰۔	حیات شہید	مولوی سید شاہ خلیل اللہ بشیر اولیس یم اے عثمانیہ یونیورسٹی	حیدرآباد، اے پی الہند
۳۱۔	حضرت شیخ الاسلام کی سماجی خدمات	مولانا محمد ساجد حسین قادری، بانی المعہد انوار الحق، سکندرآباد	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج حیدرآباد۔۱۹۹۸ء
۳۲۔	تقلید پر اعتراضات کے جوابات شیخ الاسلام کی تحریرات میں	مولوی محمد آصف الدین نظامی استاذ المعہد الدینی العربی حیدرآباد	مرکز احیاء ادب الاسلامی، شاہ علی بنڈہ حیدرآباد۔۲۰۰۵ء
۳۳۔	دور علماء الهند فی علم الحدیث النبوی	ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی صاحب صدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد ۱۹۹۸ء
۳۴۔	تفسیرات انوار (تالیف)	مولانا محمد حنیف قادری نظامی، استاذ المعہد الدینی العربی	مرکز احیاء الادب الاسلامی حیدرآباد ۲۰۰۵ء

۳۵۔	الاسناد الاعظم باعلی سند یوجد فی العالم	حضرت مولانا محمد اعظم حسین خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۰۸ ہجری
۳۶۔	مساهمة علماء حيدر آباد في فن التجويد	محترمہ نفیس النساء بیگم صاحبہ صدر معلّمہ کلیۃ البنات	مقالہ ایم فل، شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی
۳۷۔	شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ شخصیت اور خدمات	مولانا پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی القادری صاحب، پاکستان	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۸۳ء
۳۸۔	سلطان العلوم کی دینی علوم میں سرپرستی	پروفیسر محمد سلطان محی الدین صاحب صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۸۴ء
۳۹۔	حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ	ڈاکٹر عقیل ہاشمی صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۲ء
۴۰۔	شيخ الاسلام العارف بالله ومآثره، العلمية الدينية	ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صدر شعبہ عربی عثمانیہ نیورسٹی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۲ء
۴۱۔	خدمات الجامعة النظاميه اثرها في المجتمع الاسلامي بالهند	مولانا شیخ محمد عبدالغفور صاحب، پی ایچ ڈی عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۲ء
۴۲۔	حضرت فضیلت جنگ بحیثیت بلند پایہ مصنف اور ادیب وشاعر	ڈاکٹر عقیل ہاشمی صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۴ء
۴۳۔	الامام مؤسس الجامعة النظامية في ضوء خدماته و انتاجه العلمية	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی، نائب شیخ الفقہ، جامعہ نظامیہ	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۴ء
۴۴۔	شیخ الاسلام شخصیت اور علمی خدمات	مولانا محمد انوار احمد، استاذ جامعہ نظامیہ،	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۵ء
۴۵۔	شيخ الاسلام العلامه انوار الله قدس سره'	پروفیسر محمد سلطان محی الدین	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۵ء
۴۶۔	حضرت شیخ الاسلام تعلیمی بیداری کے محرک	پروفیسر کے محمد عبدالحمید اکبر، صدر شعبہ فارسی و اردو گلبرگہ یونیورسٹی	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔۱۹۹۸ء

۴۷۔	بانی جامعہ نظامیہ اوررد وہابیت	مولانا محمد لطیف احمد، استاذ جامعہ نظامیہ	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔ ۱۹۹۸ء
۴۸۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۲۰ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۴۹۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۲۳۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۰۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۲۵۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۱۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۲۷۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۲۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۲۸۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۳۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۲۹۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۴۔	فرمان اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع دکن	پیرزادہ سید غوث محی الدین قادری جاوید	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۳۰۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۵۔	یا استاد یا پیر	حضرت مفتی سید محمود صاحب کان اللہ لہ، تلمیذ وخلیفہ شیخ الاسلامؒ	ماہنامہ ارشاد کا خصوصی فضیلت جنگ نمبر ص ۳۱۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۶۔	مختصر حالات بانی نظامیہ	جناب اکبر الدین صدیقی، ایم اے،	ماہنامہ ارشاد، نومبر، ڈسمبر ص ۳۵۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۷۔	فضیلت جنگ بہادر کی خدمات، بحیثیت صدر الصدور معین المہام دولت آصفیہ	مولانا قطب معین الدین انصاری	ماہنامہ ارشاد، نومبر، ڈسمبر ص ۳۹۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۸۔	مولوی صاحب حضرتؒ	قاضی برہان الدین احمد صدیقی (علیگ)	ماہنامہ ارشاد، نومبر، ڈسمبر ص ۴۶۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء
۵۹۔	کلام الانوار، انوار الکلام	مولانا قطب معین الدین انصاری	ماہنامہ ارشاد، نومبر، ڈسمبر ص ۴۹۔ مطبوعہ ۱۹۶۱ء

۶۰۔	افادۃ الافہام۔ایک مطالعہ	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری	ماہنامہ صوفی اعظم ص۔۲۷،اکتوبر؍نومبر۲۰۰۳ء
۶۱۔	فضیلت جنگ اور بانی ومؤسس رسالہ ہذا (صوفی اعظم)	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری (مدیراعلیٰ)	ماہنامہ صوفی اعظم ص۔۲۴،اگست۲۰۰۴ء
۶۲۔	شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ	مولانا ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی قادری	ماہنامہ صوفی اعظم ص۔۳۵،اگست۲۰۰۴ء
۶۳۔	ہیں فضیلت کا نشاں حضرت شیخ الاسلام	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	ماہنامہ صوفی اعظم ،ص۔۴۳،اگست۲۰۰۴ء
۶۴۔	دکن کی تاریخ ساز علمی شخصیت	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری (مدیراعلیٰ)	(اداریہ) ماہنامہ صوفی اعظم اگست۲۰۰۳ء
۶۵۔	حضرت فضیلت جنگؒ تاریخ ساز شخصیت اور کارنامے	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری (مدیراعلیٰ)	ماہنامہ صوفی اعظم ،ص۲۲۔اگست۲۰۰۳
۶۶۔	حضرت شیخ الاسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت واشاعت	پروفیسر محمد سلطان محی الدین، صدر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی	ماہنامہ اسلامی افکار کا شیخ الاسلام نمبر ص۲۱، نومبر ۱۹۹۴ء
۶۷۔	حضرت شیخ الاسلام کی آفاقی شخصیت	مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی ریڈر عثمانیہ یونیورسٹی	ماہنامہ اسلامی افکار کا شیخ الاسلام نمبر،ص ۳۹،نومبر ۱۹۹۴ء
۶۸۔	تلخیص وتسہیل انوار احمدی (مصنفہ حضرت شیخ الاسلامؒ)	علامہ ارشد القادریؒ	ناشر مکتبہ جام نور،نئی دہلی۔۲طبع اول،اگست۱۹۸۹ء
۶۹۔	نظام قضاۃ حضرت فضیلت جنگ کا عظیم کارنامہ	ڈاکٹر حسن الدین احمد آئی اے ایس	روزنامہ سیاست حیدرآباد۔۱۴؍اکتوبر۱۹۹۳ء
۷۰۔	حضرت شیخ الاسلام اصحاب علم و دانش کی نظر میں	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	ماہنامہ اسلامی افکار، شیخ الاسلام نمبر ص۵۷۔نومبر ۱۹۹۴
۷۱۔	ایک جامع الکمالات شخصیت	ڈاکٹر عقیل ہاشمی، ریڈر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد	ماہنامہ اسلامی افکار، شیخ الاسلام نمبر ص ۶۸۔ نومبر۱۹۹۴ء
۷۲۔	حضرت شیخ الاسلام کے علمی دینی واصلاحی کارنامے	ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری لکچرار شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی	ماہنامہ اسلامی افکار،ص۴۷۔نومبر۱۹۹۴ء

۷۳۔	حضرت شیخ الاسلام بحیثیت مجدد دکن	مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر پی ایچ ڈی، گلبرگہ یونیورسٹی	ماہنامہ اسلامی افکار، ص ۸۳۔ نومبر ۱۹۹۴ء
۷۴۔	حیدرآباد کے ادیب' جلد دوم (۱۹۰۰ سے ۱۹۶۰ء تک)	محترمہ زینت ساجدہ	ص ۴۰۱ ناشر آندھراپردیش ساہتیہ اکیڈیمی، حیدرآباد ۔ اگست ۱۹۶۲ء
۷۵۔	مسلک بانی جامعہ نظامیہ	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، جامعہ نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔ ۱۹۸۴ء
۷۶۔	شیخ الاسلام شاہ محمد انوار اللہ فاروقیؒ کے صوفیانہ افکار	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	مجلّہ رضویہ' ص ۲۱، ۲۰۰۵ء مدیر اعلیٰ حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی
۷۷	شیخ الاسلام مؤسس الجامعة النظامية (عربی)	السيدة امة المتين سوده	مجلّہ الاضواء' ص ۷۲، المعھد الدینی العربی، حیدرآباد ۔ ۲۰۰۵ء
۷۸۔	حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ	محمد ابوالکلام قاسمی	دکن کی علمی وثقافتی خدمات' ص ۱۰۸۔ ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد ۲۰۰۲ء
۷۹۔	انوار احمدی کی تلخیص وتسہیل۔ ایک جائزہ	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	ماہنامہ اسلامی افکار، شیخ الاسلام نمبر، ص ۴۵، نومبر ۱۹۹۴ء
۸۰۔	شخصية شيخ الاسلام الفاروقیؒ فی ضوء مؤلفاته	الاستاذ الحافظ محمد لطیف احمد استاذ جامعہ نظامیہ	التنویر سالنامہ ص ۸۰، شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی۔ مطبوعہ ۲۰۰۴ء
۸۱۔	شيخ الاسلام امام محمد انوار الله الفاروقی	الحافظ شیخ محمد موسی القادری مولیس مولوی کامل نظامیہ	سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ، شبلی گنج، حیدرآباد۔ ۲۰۰۲ء
۸۲۔	حضرت شیخ الاسلام بحیثیت محدث	مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ	روزنامہ سیاست مورخہ ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء حیدرآباد
۸۳۔	ایمان کیا ہے؟ رسالہ تحقیق الایمان نئے قالب میں	مولانا محمد وجیہ الدین'	اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار، حیدرآباد

۸۴۔	سوانح نواب فضیلت جنگ (قلمی)	علامہ حکیم کبیر الدین/اقبال یار جنگ	۱۹۷۰۔ ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد۔ (تاحال عدم دستیاب، تلاش جاری ہے)
۸۵۔	انوار اللہ فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ	سید مراد علی طالع	اولیائے حیدرآباد جلد چہارم مینار بکڈپو چارکمان حیدرآباد۔۱۳۹۵ ہجری، ۱۹۷۵ء
۸۶۔	آفتاب دکن	مولانا محمد فرید الدین امجد پاشاہ لطیفی نظامی	سالنامہ اللطیف ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳ء دارالعلوم لطیفیہ ویلور، مدراس
۸۷۔	مزايا المخطوطات العربية بمكتبة الجامعة النظاميه	ڈاکٹر محمد فاروق حسین نظامی کامل الحدیث جامعہ نظامیہ	جنوری ۲۰۰۷ء، مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ
۸۸۔	حضرت شیخ الاسلام	مولانا محمد عبدالشکور نظامی	انوار قادریہ، ص ۵۶، ناشر: حضرت نور دریا ایجوکیشنل ٹرسٹ، رائچور، کرناٹک (۹۵۔۱۹۹۴ء)
۸۹۔	شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ خاں، بانی جامعہ نظامیہ	قاری طیب پاشاہ قادری طیبؔ	حیدرآباد میں نعت گوشعراء آزادی کے بعد ص ۲۴ تا ۲۶/تحقیقی مقالہ ایم فل/سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد ۱۹۹۸ء
۹۰۔	حضرت فضیلت جنگ، بانی جامعہ نظامیہ/آصف سابع	شاہ محمد فصیح الدین نظامی	روزنامہ سیاست، مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء حیدرآباد
۹۱۔	مقاصد الاسلام حصہ یازدہم ایک مطالعہ	مولانا سید قبول بادشاہ شطاری جانشین حضرت کاملؒ، رکن مسلم پرسنل لا بورڈ۔	مجلّہ الانوار، ستمبر ۲۰۰۲، انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ
۹۲۔	انوار احمدی۔ایک مطالعہ	ڈاکٹر شاہ محمد عارف الدین ملتانی قادری، پی ایچ ڈی عربی، فارسی	مجلّہ الانوار ستمبر ۲۰۰۳ء انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ حیدرآباد
۹۳۔	فہرست گشتیات مجموعہ احکام محکمۂ صدارت العالیہ حصہ (اول)	نواب لطف الدولہ بہادر صدر المہام	صدارت العالیہ سرکار عالی ۱۳۵۱ھ
۹۴۔	فہرست گشتیات مجموعہ احکام محکمۂ صدارت العالیہ (حصہ دوم)	نواب صدر یار جنگ صدر الصدور	ممالک محروسہ سرکار عالی ۱۳۵۱ھ

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر / حوالہ
۹۵۔	بشیر التھنیہ. بجلوس سلطان الدکن علی اریکة السلطنة	مولانا ابوسعید محمد رحمت اللہ	ص ۲۴ تا ۲۳، سنہ کتابت ۱۳۲۹ھ قلمی مخزونہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد
۹۶۔	حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ	محمد رضوان اللہ یزدانی نقشبندی	اولیاء اللہ کے آستانے قومی یکجہتی کے مظہر، ص ۸۵ تا ۹۰، ریاض الحسنات حیدرآباد ۲۰۰۶ء
۹۷۔	مشاہیر قندھار	پروفیسر اکبر الدین صدیقی	شمس المطابع مشین پریس، حیدرآباد ۱۳۵۵ھ
۹۸۔	قول طیب	ملفوظات حضرت الیاس برنی علیگ ؒ	مرتبہ: مولانا عبدالحلیم الیاسی، حیدرآباد
۹۹۔	نزھة الخواطر (جلد ھشتم عربی	مولانا عبدالحئی حسنی	مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، پہلا ایڈیشن، ۱۳۹۰ھ
۱۰۰۔	داستان ادب حیدرآباد،	ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ	ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد، گولڈن جوبلی ایڈیشن۔ ۱۹۸۲ء
۱۰۱۔	مختصر احوال علماء واولیائے حیدرآباد	ڈاکٹر محی الدین قادری ہادیؔ	پرنٹو پرنٹرس حیدرآباد۔نومبر ۱۹۹۰ء
۱۰۲۔	انوار العاشقین	مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی	مجلس اشاعة العلوم حیدرآباد۔۱۳۳۲ھ
۱۰۳۔	عہد آصف جاہی میں اردو نعتیہ شاعری	ڈاکٹر اطہر النساء	تحقیقی مقالہ، مخطوطہ مخزونہ کتب خانہ حضرت خواجہ بندہ نواز، گلبرگہ
۱۰۴۔	نقوش (شخصیات نمبر)	تمکین کاظمی	اکتوبر ۱۹۵۶ء لاہور پاکستان
۱۰۵۔	قاریان ہند۔(جلد سوم)	قاری کرنل بسم اللہ بیگ، بی اے	ناشر: میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی، پاکستان۔ ۱۹۷۰ء
۱۰۶۔	شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی نمبر خصوصی اشاعت	چیف ایڈیٹر محمد بادشاہ شریف صاحب	ماہنامہ انوار رضا، جون ۲۰۰۷ء علم القرآن سوسائٹی حیدرآباد۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

و آثارہٗ العلمیۃ والدینیۃ
والدعویۃ والثقافیۃ

مولانا أنوار اللّٰه الحيدرآبادىؒ

المعروف بـ ''فضيلت جنغ''

بقلم : فضيلة الشيخ عبدالحئ الحسنى الكهنوىؒ، صاحب ''نزهة الخواطر''

الشيخ الفاضل العلامة أنوار الله بن شجاع الدين بن القاضى سراج الدين العمرى الحنفى القندهارى الحيدرآبادى أحد العلماء المشهورين۔

ولد بقندهار قرية جامعة من أعمال نانديز من أرض الدكن لأربع خلون من ربيع الآخر سنة أربع وستين ومأتين وألف، وحفظ القرآن وقرأ المختصرات على اساتذة بلاده، وقرأ على الشيخ عبدالحليم الأنصارى اللكهنوى، ثم لازم ابنه الشيخ عبدالحى اللكهنوى ببلدة حيدرآباد، وأخذ التفسير عن الشيخ عبدالله اليمنى، وتخرج فى التصوف والسلوك على والده، وحصلت له الإجازة منه، وبرع فى كثير من العلوم والفنون، وتوظف فى الحكومة، واستقال بعد مدة قصيرة، وحج حجة الإسلام فى سنة أربع وتسعين ومأتين وألف، ولقى الشيخ الكبير الحاج إمداد الله المهاجر المكى وبايعه، وحصلت له الإجازة منه۔

واختير معلما لصاحب الدكن سمو الأمير محبوب على خان النظام السادس سنة خمس وتسعين ولقب ''بخان بهادر'' سنة إحدى وثلاث مأة وألف، وفى سنة إحدى وثلاث مأة وألف حج الحجة الثانية، وفى سنة خمس وثلاث مأة وألف حج الحجة الثالثة وأقام بالمدينة المنورة ثلاث سنين، ورجع إلى حيدرآباد سنة ثمان وثلاث مأة وألف، وعين معلما لولى العهد الأمير عثمان على خان، ولما مات صاحب الدكن الأمير محبوب على خان سنة تسع وعشرين وثلاث مأة وألف، وولى الأمير عثمان على خان النظام السابع ولاه الصدارة والإحتساب، وكان ذلك سنة ثلاثين وثلاث مأة وألف، وولاه وزارة الأوقاف سنة اثنتين وثلاثين، ولقبه ''نواب فضيلت جنغ'' (وفى ربيع الأول سنة اثنتين وثلاثين وثلاث مأة وألف عين معلما لولى العهد وصنوه، وحصلت له الوجاهة العظيمة والكلمة النافذة فى الأمور الدينية والمسائل الشرعية، وقام باصلاحات كثيرة، وانتفع به البلاد والعباد)۔

وكـان أوحـد زمـانـه فـى الـعلوم العقلية والنقلية، شديد التعبد، مديم الإشتغال بالتدريس والمذاكرة ومطالعة الكتب والتصنيف، شديد النكير على أهل البدع والأهواء، أسس المدرسة النظامية بحيدرآباد سنة ثلاث وتسعين ومأتين وألف، وأسس مجمعا علميا للتأليف و والنشر، سماه إشاعة العلوم۔

(وكـان مـديـد الـقـامة، عريض مابين المنكبين، صدعا من الرجال، قوى البنية، أبيض اللون، مشربا بـالـحمرة، واسع العينين، كث اللحية، وكان قليل التكلف فى الطعام واللباس، مواظبا على الرياضة البدنية إلـى آخر حياته، متورعا فى الأموال و المكاسب والوظيفة، حليما متواضعا، يعود المرضى ويحضر الجنائز، وكـان صـاحـب معروف وبرّ، لا يدّخر المال ولايهتمّ به، عفّ اللسان، بعيدا عن الهجر والفحش، وكان يدرس الـفتـوحات المكية بعد المغرب إلى نصف الليل، وكان عظيم الاعتقاد فى الشيخ محيى الدين ابن عربى، وفى آخـر حيـاتـه كـان يـقـضى ليله فى الاشتغال العلمى، وكان ينام بعد صلاة الفجر إلى أن يتعالى النهار، وكان مشغوفا بجمع الكتب النادرة)۔

وله مصنفات كثيـرة بالأردو والعربية، منها: إفادة الافهام فى مجلدين فى الرد على القاديانى، وكتاب الـعـقل فى الفلسفة القديمة والجديدة، وحقيقة الفقه فى مجلدين فى وجوه ترجيح الفقه ومناقب أبى حنيفةؒ، وأنـوار أحـمـدى فـى مـولـد الـنبى صلى الله عليه واله وسلم، ومقاصد الإسلام فى أحد عشر جزءا، كلها فى أردو، وله غير ذلك من المؤلفات۔

مـات سـلخ جمادى الآخرة سـنة سـت وثـلاثيـن وثـلاث مأة وألف، ودفن فى المدرسة النظامية التى أسسها۔

(نـزهة الـخـواطـر، جـلـد۸، ص:۷۸، ۷۹، ۸۰، الـعـلامة الشريف عبدالحئ الحسنى مطبوعه دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد الهند۔ ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۱ء)

شيخ الإسلام العلامة محمد أنوار الله الفاروقي رحمه الله تعالى
(1264هـ - 1336هـ)

فضيلة الشيخ البروفيسور محمد سلطان محي الدين
رئيس القسم العربي الأسبق بالجامعة العثمانية

الإمام الرباني ، المحدث الفقيه ، الأصولي المتكلم ، المحقق المدقق ، جامع العلوم والمفاخر ، صاحب التصانيف و المآثر ، ذو المعالي و المناقب ، شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار الله بن أبي محمد شجاع الدين بن القاضي سراج الدين بن بدر الدين بن برهان الدين ابن سراج الدين بن تاج الدين بن القاضي عبد الملك العمري ، المولود سنة 1264هـ والمتوفى سنة 1336هـ رحمه الله تعالى .

ولد في قندهار قرية من مديرية نانديز بأرض الدكن . كان والده عالما كبيرا ، وأمه كانت عابدة زاهدة . ينتهي نسبه إلى الخليفة الراشد أمير المؤمنين سيدنا عمر بن الخطاب τ بسبع و ثلاثين سلسلة . و كان في أجداده الشيخ شهاب الدين علي الملقب بفرخ شاه الكابلي بن الشيخ إسحاق من كبار علماء كابل و هاجر إلى الهند و مكث فيها فاستوطنها . و الحري أن يذكر هنا أن حضرة الشيخ فريد الدين كنج شكر و الإمام الرباني الشيخ أحمد السرهندي المعروف ب " مجدد الألف الثاني " أيضا كانا من ذرية فرخ شاه الكابلي و كلاهما قاما بإقامة الشريعة الإسلامية في المجتمع الهندي ، و خاصة الشيخ العلامة المجدد الألف الثاني قام بمحاربة البدع و الإلحاد أي " الدين الإلهي " الذي أبدعه الأمبراطور المغولي جلال الدين أكبر ، فكرس حياته ضد دينه المحدث ، فتصادف مصاعب و محنا بمواجهة الباطل و الذود عن حمي الإسلام و الشريعة المطهرة الخالدة ، فنصره الله نصرة باهرة ، و جعل الحق حقا والباطل باطلا على رغم أنف امبراطور .

و قد ورد في كتب التاريخ أن جد أنوار الله السادس الشيخ تاج الدين بن القاضي عبد الملك كان من العلماء الأجلاء المتازين بالعلم و الفضل في عهد الأمبراطور المسلم محي الدين أورنگ زيب عالمگير – رحمه الله ، فعينه قاضيا بقندهار فصدر فيه المرسوم الملكي ، و منذ ذلك الزمان استوطنها القاضي . و كذا الملك مير نظام

علي خان النظام الثاني في مملكة النظام عين مولانا الشيخ برهان الدين حفيد الشيخ تاج الدين على منصب القضاء بمرسومه الملكي في شوال سنة 1181هـ . وخلف بعده على هذا المنصب الجليل القاضي الشيخ سراج الدين حفيد الشيخ برهان الدين في المحرم سنة 1209هـ . و كان منصب القضاء تلك الأيام منصبا فخما كقاضي المحكمة العالية و الاستئناف ، يحكم فيها القاضي في الخصومات و القضايا ، لا يفوض هذه الخدمة الرفيعة إلا إلى العلماء الكبار والشخصيات الفخمة الذين ينالون القداسة و التقدير في المجتمع بعلمهم و فضلهم ، وصلاحهم و تقواهم . فهذا الفضل و الشرف حصل لأسرة الشيخ السعيدة و أفرادها السعداء في فترات التاريخ حتى الشيخ العلامة أنوار الله أحرز هذه المناصب الباهرة - (ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) .

والده الماجد :

الشيخ أبو محمد شجاع الدين كان عالما كبيرا ، ولد بقندهار سنة 1225هـ ، حصل التعليم الابتدائي في قندهار من العالم الشهير المولوي غلام جيلاني ، و بعد ذلك قدم إلى حيدرآباد ، وحفظ القرآن و أخذ التجويد و قرأ العلوم الدينية على الشيخ كرامة على تلميذ الشيخ الأجل الإمام شاه عبد العزيز المحدث الدهلوي ونال قسطا موفورا من العلوم الظاهرة منها و الباطنة . وبايع جده لأمه الشيخ شاه محمد رفيع الدين القندهاري خليفة الشيخ شاه رحمت الله نائب رسول الله في السلسلة القادرية و النقشبندية وحصلت له الخلافة والإجازة منه . وكان الشيخ رحمه الله - عالما حبيرا بالقرن الثاني عشر ، وبتصانيفه الممتعة يعد من أشهر العلماء ، وكانت له مكانة مرموقة في جماعة الصلحاء . ثم بايع الشيخ الحافظ محمد علي الخيرآبادي - نزيل حيدرآباد - في السلسلة الجشتية ، وكانت عليه نظرة خاصة من شيخه ، بذلك كان يسمع المثنوي الشريف الفارسي تأليف الشيخ جلال الدين البلخي الرومي منه في حلقة درسه . وكان الشيخ شاه سعد الله خليفة حضرة الشيخ شاه غلام علي الدهلوي شيخ صحبته ، و بعد ما نال الكمال و الصيت في العلوم الظاهرة و الباطنة درس و أفاد . عينه الأمير سراج الملك مدار المهام منصفا (قاضي المحكمة) لدهارور سنة 1263 هـ فتولى هذه الخدمة أربع عشرة عاما بالجودة و الديانة . فعينه الأمير الكبير السير سالار جنگ الأول رئيس العدلية بنرمل ثم بأورنك آباد . فاستعفى عن الخدمة لكبر سنه و فساد صحته و انتقل إلى حيدرآباد على التقاعد بحسن خدماته سنة 1281

ه ، و اشتغل بالإرشاد والوعظ و الطاعات و العبادات حتى توفاه الله تعالى سنة 1288 هـ بعارضة ضيق النفس في الثالث و الستين من عمره ، و دفن بمقبرة الشيخ شاه شجاع الدين البرهانفوري الواقعة بربن بازار ببلدة حيدرآباد .

نشأته و تعليمه :

نشأ شيخ الإسلام محمد أنوار الله العمري بقندهار و ترعرع في أحضان الدين والعلم و الثقافة ، و تربى تحت رعاية أبيه الكريم ، و تلقى منه التعليم الابتدائي . حفظ القرآن الكريم على الشيخ الحافظ أمجد علي وكان سنه الحادي عشر . أخذ التفسير عن الشيخ الأجل مولانا عبد الله اليمني – نزيل حيدرآباد – و أسند في الحديث النبوي الشريف منه . و الفقه و المعقول على الشيخين الجليلين الشيخ مولانا عبد الحليم الفرنجي محلي و ابنه مولانا عبد الحي الإمام اللكهنوي ، و لازمه مدة من الزمان . و قرأ بعض الكتب من الفقه على الفقيه مولانا فياض الدين الأورنك آبادي . و أدبه أبوه العلام و ثقفه ، و تدربه في الزهد و السلوك أيضا ، فبايعه في جميع السلاسل فحصلت له الإجازة منه .

كان مولعا بالعلم و شديد الحرص على طلبه ، كان يذهب بالمواظبة إلى بيت سماحة أستاذه الإمام عبد الحي للتعلم حتى لا يمنعه المطر . و إذا لم يكن رفيقه وحيد الزمان موجودا هناك فيسرع إلى بيته و يأتي به للدرس . و بهذا الولع و الشوق يحبه أستاذه ويقدره كثيرا و مدحه في رسالته : " حل المغلق في بحث المجهول المطلق " وكتب فيه :

" ألفتها حين تدريسي للذكي المتوقد المولوي الحافظ محمد أنوار الله بن المولوي شجاع الدين الحيدرآبادي " .

زوجه :

تزوج كريمة الحاج محمد أمير الدين المحتسب ببلدة " بنوله " سنة 1282 هـ . وتوظف إدارة الاتاوة على وظيفة كاتب الحساب ، لكنه لما رأى فيها العمل خلاف الشرع المتين بكتابة الحسابات الربوية ، و إعداد ملاحظتها و محضرها في الملف فاستقال مستعجلا من هذه الخدمة ، و أخذ يشتغل بالتعليم متوكلا على الله (وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ) .

رحـــلاتـــه :

سافر إلى الحجاز المقدس ثلاث مرات ، وكانت رحلته الأولى سنة 1294هـ ، فحج و زار و لقي هناك الشيخ الحاج إمداد الله المهاجر المكي ، و بايعه وحصلت له الإجازة منه . و لما رأى المرشِد في المسترشد آثار الاهتداء و الإرشاد و علائم المعالم والمعارف أعطاه خرقة الخلافة للدكن . و عزم الشيخ أنوار الله بهذه الفرصة السعيدة أن يحضر الأرض المقدسة المباركة كل خمسة أعوام بالتزام لاستفادة .

و اشتغل بالدرس و التدريس و مطالعة الكتب ، و إصلاح الأمة . و عُـيِّن معلّما لصاحب السمو الملكي مير محبوب علي خان الآصفجاه النظام السادس سنة 1301 هـ . وكان صاحب السمو يحبه و يجله ويكرمه كثيرا ، فلقبه " بخان بهادر " و أجرى له (2000) الف روبية المنصب الشهري . و في هذه السنة قصد الشيخ الحجاز و حج الحجة الثانية و زار ، مكث بالمدينة المنورة لا يريد أن يهجرها لكن مع عدم توافق قلبه وخاطره عاد إلى الوطن لأمور مهمة ، و أخذ يشتغل بالأشغال العلمية والنشاطات الثقافية الدينية بجد وحماس ، و شمر ذيله عن ساق الجد بتحقيق أهداف المدرسة النظامية التي أنشأها . ثم سافر إلى الحرمين الشريفين سنة 1305هـ ، بدأ هذا السفر أولا إلى مصر ، وبعد قيام قليل بها رحل إلى الحجاز من طريق الينبوع ، فأقام بالمدينة المنورة في بيت الرفاعي بزقاق البذور جوار الحرم النبوي ع ثلاث سنين . يعتكف في الحرم المدني أو يبذل أوقاته في المكتبات و يجول فيها . و ما ترك ههنا عمل التأليف و التصنيف ، فصنف أبان إقامته بالمدينة المنورة كتاب " أنوار أحمدي " هذا الكتاب المستطاب جرة مملوءة بشراب الحب النبوي ع ، و من يغترف منه غرفة أو غرفات يصير محب الرسول الأكرم و متبعه .

ومن أهم مهمات هذه الرحلة المباركة مهمة هامة نافعة و ها هي أنه اشتغل بنقل النوادر العلمية التي تتوفر في مكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت والمكتبة المحمودية بالحرم النبوي . فاهتم بنسخ المخطوطات الهامة النادرة على مصاريفه الكثيرة مثل " كنـــز العمال في سنن الأقوال و الأفعال " للشيخ علي المتقي الهندي ، و " جامع مسانيد الإمام أبي حنيفة النعمان " و " الجوهر النقي على سنن البيهقي ". و قد اقترح الشيخ إنشاء المجمع العلمي لطبع ونشر هذه النوادر القيمة ، فأنشئت " دائرة المعارف النظامية " (ثم العثمانية) وفق اقتراحه و مشروعه لتحقيق هذا الهدف السامي . فطبعت هذه النوادر فيها في المرحلة الأولى .

و في أثناء إقامته بالمدينة المنورة ماتت أخته الكبيرة بحيدرآباد ، و بعد أيام ابتلي الشيخ بالحمى و أصبح يضعف يوما فيوما ، و بجانب آخر مرض معه ابنه الوحيد الصغير محمد عبد القدوس بالحمى الشديدة و مات في شوال سنة 1307 هـ بالمدينة المنورة على صاحبها ألف تحية إذ كان في الحادي عشر من سنه ، فلم يقل الشيخ " أف " لموت ولده ، و ما تخرج من فمه كلمة تأسف و حزن ، و قال لأصحابه : اذهبوا بي إلى جنازته ا وقال في أذن ولده المتوفى : يا بني ! بلغ عني سلامي إلى سيدنا رسول الله ع فداه كل شيء ! و عاد إلى منـزله و خر مغشيا عليه ، و بعد هذه الصدمة الهائلة ألح عليه أصحابه أن يرجع إلى حيدرآباد و أصر على ذلك أيضا أهل المدينة ، فاضطر و عاد إلى حيدرآباد ، واشتغل بمعمولاته العلمية .

و بالإضافة إلى ذلك أن النظام السادس عينه معلما لولي عهده مير عثمان علي خان (النظام السابع) فدرسه و رباه تربية دينية نحو إحدى و عشرين سنة ، فاستفاد منه هذا الطالب الجاد كثيرا ، وتخرج على يده . و ما زالت العلاقات تزدهر بين المعلم والمتعلم ، يكرمه إلى حد كبير ، يأخذ منه الدروس بكمال أدب و احترام ، فقال التلميذ السلطان بنفسه في أشعاره :

مثل درویشاں بہ جسم خود لبادہ کردہ ایم — وقت تدریس اجتناب از شرب بادہ کردہ ایم
با ادب سر را نگوں کردہ بہ پیش عالمے — از علوم دین وتقوی استفادہ کردہ ایم

و قال بعد وفاة شيخه الجليل :

چراغ دیں پے اولاد ما بود — ہمیشہ شان او در یاد ما بود
لیکن عثماں سرت خم پیش تصویر — چہ عکسے آں مگر استاد ما بود

تعلم منه الملك العلوم الشرعية مع إدارة الحكومة و نظمها ، وتدرب على يد الشيخ ، و صار صاحب صلاح و سلاح ، وامتاز بين جميع الولاة الآصفجاهية ، مع المهابة و الجلالة كان يحب الأستاذ و يجله .

و إنا نرى في العصور التاريخية أن الملوك لا يجلون العلماء ، و هكذا شأن بعض العلماء الذين بذلوا العلم حسب رضا الملوك و مشيتهم ، فسار المثل " الناس على دين ملوكهم " كما جرى في عهد أمبراطور

المغولي أكبر فاقتبس الأحكام فيه حسب ما تقتضيه المصلحة و كما يشتهي السلطان صوبها العلماء إلا ما شاء الله ، كالفيضي الضال و أبي الفضل و غيرهما ، أجازوا سجدة التعظيم فسجدوا له ، وبالعكس إذا نظرنا شخصية شيخ الإسلام محمد أنوار الله فوجدناها فريدا أنه ما درس السلاطين و لا علمهم إلا باحتفاظ الشريعة و بقاء الغيرة الدينية ، و تمام توقير العلم والمعرفة ، وإصلاح النفس ، و لم يعمل بالآداب الملكية و مراسمها اللادينية . وكذلك نحن نرى بجانب آخر أيضا أن الملك يوقره إلى حد كبير و يعظمه ، وكان يرحب به بكمال أدب و إخلاص في الاحتفالات في القصر الملكي الجبار ، و لا تبدأ المائدات إلا بحضور شيخه ، و جميع حضار الحفل كانوا ينتظرونه ، و لما تأتي عربة شيخ الإسلام إلى القصر الملكي تقدم إليه الملك بنفسه و يسلم عليه و يصافحه وفق التعليم الإسلامي فيأتي به في المجلس . و ذات يوم لم يصل الشيخ في المجلس على وقته ، فكرهه الملك و ظن أنه ما جاء من المرح و الكبر لكنه في الواقع كان خرج من بيته على وقته ، و ما استطاع أن يصل على الوقت الموعد بازدحام الطريق و موانعه التي حدثت على الطريق ، فغضب السلطان ، و ذكر ذلك لبعض وزراء الدولة ، وأكدهم بإبلاغ هذا النبأ و الكيفية ، فلما أتى الشيخ جلس الملك على مجلسه الملكي ، و لم يقم للشيخ من موضعه كما كانت عادته و لم يرحب به . فالشيخ فهم الأمر و سكت و لم يتكلم ، فرجع و بعث من بيته استقالته نفس اليوم إلى الملك . و ما كتب فيها إلا أنه قد ضعف و اشتد عليه الكبر و لا يناسب له أن يبقي على هذه الخدمة الجليلة . كتب في الاستقالة كلمة " الكبر " التي قالها الملك قبل بمعنى ، لكن استعملها الشيخ بمعنى آخر . فلم يقبل الملك استقالته و ما قبل عذره و لا أجاب . فبعث الرسالة مرة ثانية حتى بلغ عدد الرسالات إلى أربع ، فأصدر الملك بانعقاد حفلة خاصة لهذه القضية . و دعا فيها الشيخ ، فاضطر الشيخ إلى أن شهد الحفلة ، فقدم إليه الملك ، و رحب به ترحيبا حارا على عادته القديمة المستمرة فحسب ، بل أكثر تبجيله . و بمناسبة هذه الفرصة السارة أنشد النظام في شأن شيخه قصيدة سامية وبالغ في مدحه و سعى لطيب نفسه و تأليف قلبه بكل طور و أسلوب حسب ما أمكن له ، فرجع الشيخ إذن عن الاستقالة .

و من المعلوم أن أكثر الملوك إذا غضبوا على أحد لا ينصرفون عن غيظهم وغضبهم ، ولا يحيدون عن موقفهم بأي حال . و نجد في التاريخ أمثلة كثيرة في هذا الصدد . وكذلك نرى كثيرا من العلماء يحيدون عن موقفهم و يغيّرون آراءهم بآرائهم الأولى السديدة و يتملقون هم وينشدون قصائد كبيرة فرعها في السماء

و لا تولي أكلها في أي حين في مدح الملوك و السلاطين ، يبالغون فيها - و أما شأن هذا العالم و هذا السلطان منقطع النظير . فهل يجد مثل هذا المعلم ذي نجابة و مهابة ؟ و المتعلم ذي سلطة ودبدبة في مجتمعنا الحاضر ؟ و الجواب : بالقُوى يمكن و بالفعل لا يمكن .

رحلته إلى بـغداد :

و في سنة 1314 هـ سافر شيخ شيوخنا إلى بغداد . و كان معه في هذا السفر جمع من العلماء و رفقائه . أقام بها في منـــزل الشيخ إبراهيم نقيب الأشراف و زار ضريح سيدنا الشيخ الكبير عبد القادر الجيلاني قدس سره . و زار كربلاء المعلى والنجف الأشرف ، و لاقى هناك بعضا من حملة العلم و الإرشاد . واستضاف

من الشيخ إبراهيم في بغداد .

أوصافـه و خلـقـه :

كان رحمه الله مديد القامة ، قوي البنية ، عريض ما بين المنكبين ، واسع العينين ، أبيض اللون مشربا بالحمرة ، كث اللحية . وكان متواضعا حليما ، يقري لضيف ، ويعود المرضى ، و يحضر الجنائز ، وكان متجنبا عن الكبر و الرياء و السمعة ، متورعا في الأموال و المكاسب ، قليل الكلام و طيبه ، ليس خطيبا طبعا . كان يواظب مع عباداته و التلاوة و الأذكار على الرياضة البدنية ، و في بعض الأحيان يخرج للتنـــزه مع طلبة المدرسة النظامية . و كان شديد النكير على أهل البدع والأهواء . بذل قصارى جهوده في إقامة الدين و تعليماته الطاهرة النقية ، و إزالة الشرك و البدع و الانحراف والتقاليد الضالة و الأوهام عن المجتمع الإسلامي ، و أنار ضوء التعليمات الإسلامية بإنشاء المدارس و المعاهد العلمية و الدينية . وكانت له وجاهة عظيمة وحب شديد في قلوب الخواص والعوام ، وكلمة نافذة في المسائل الدينية والأحكام الشرعية . و أنفذ الإصلاحات والتحسينات ، وأجرى التعديلات المفيدة في الشون الدينية ، فانتفع بها جميع أهل الدكن عامة ، و المسلمون خاصة .

و ولاه الملك الآصفجاه النظام السابع أولا إدارة الشون الدينية ثم عينه "صدر الصدور" يعني "شيخ الإسلام" في مملكته ، ثم ولاه سنة 1323هـ على منصب وزارة الشون الإسلامية والأوقاف ، و لقبه " بفضيلت جنگ " و عينه معلما لولي العهد وصنوه .

منــهــج أدائــه لأعماله الرسمية :

وكان يذهب إلى مكتب الوزارة بزى رسمي على وقته المعتاد ، و يشتغل في الأعمال الرسمية إلى آخر الدوام . و لما انتقل المكتب في داره كان يدخل غرفة مكتبه في زي رسمي و يهتم به مثل السابق . فقال بعض رفقائه : لم تهتم بهذا الزي الرسمي وأنت في بيتك ؟ و يمكن لك أن تحضر في لباس ساذج ! فقال لهم : إنما البيت الذي يكون فيه صاحبه حرا يجلس أين يشاء و كيف يشاء و يفعل ما يشاء و يقول ما يريد ، لكن الغرفة التي وضع فيها المكتب الحكومي هي مصلحة رسمية خالصة لا يطلق عليها اسم " البيت " فلا يليق لي أن أدخلها بملابس البيت ، و أحسب أن هذا الطريق لا يلائم و لا يجدر بي ، بل هو من نوع من التكاسل و الإهمال ، و أنا مسؤول عنها عند أحكم الحاكمين يوم القيامة .

و كان لا يعمل الأعمال الغير الرسمية في ساعات المكتب ، و يكره شديدا إذا جاء أحد من أصحابه و أقربائه في المكتب لزيارته ، و يأمره بنهاه أن يزوره في المكتب ، يقول : إنها للشوون الرسمية لا للزيارة ، و لا للامور الشخصية ..

تدينــه :

و ذات يوم مسته الحاجة الشديدة إلى الخيار أو القثاء و ذهب الخادم إلى السوق لشرائه ، و لكن مع بحث شديد لم يجده ، و أرسل الملك النظام مربي المدرسة النظامية في ذاك اليوم الفواكه لطلبتها بما فيها قثاء و خيار ، فالخادم جاء به من المدرسة في الاضطرار ، فلما علم الشيخ به أمر بأداء ثمنه مباشرا ، ومع أنه كان ينفق آلافا من رواتبه على المدرسة و يتحمل بعض مصارفيها ، لكن ما أجاز له استعمال قثاء المدرسة لنفسه . فهذا ورعه وتقواه الذي اقتبسه من تعاليم الإسلام و أسوة رسول الله ﷺ .

قضــاؤه : أما منهاج قضائه في فصل الخصومات ، فكان أضبط ما يكون و أحوطه أسوة للاختيار و التقليد . قال له بعض رفقائه من الأمراء والحكام مرة أن بعضا من المحامين يسعون بدلائلهم العقلية و مغالطاتهم

المنطقية لا طائلة أن يجعلوا الحق باطلا والباطل حقا ، و يبدلوا الصدق كذبا و الكذب صدقا ، فكيف يمكن لك أن تحكم بالعدل و القسط ؟ فقال الشيخ : إني أجتهد كل الاجتهاد و أسعى حق السعي بالفراسة المؤمنة لمعرفة الحق بالشواهد و القرائن و أفوض أمري إلى الله لأن أصل إلى الحق و الصواب ، ثم قال : لا يعلم الغيب إلا الله ، و مع ذلك لما جئت إلى المكتب وقعدت على كرسي الحكم أتوجه إلى الله سبحانه وتعالى و أُراقبه و أصلّي و أسلّم على سيد المرسلين محمد النبي الأمي وأستعين الله و أقول : أنا ذرة بل مثال ذرة ، أفوض أمري إليك ، و إن لم تنصرني فلا أهتدي إلى سواء السبيل ! ثم أرفع القلم لكتابة الحكم . و كان هذا أيضا دأبه إذا دخل المكتب أن يدعو بهذا الدعاء :

" اللهم إن قلوبنا و نواصينا و جوارحنا بيدك ، لم تملكنا منها شيئا ، فإذا فعلت ذلك بنا فكن أنت ولينا و اهدنا إلى سواء السبيل ".

لباسه :

كان يتزيا بلباس ساذج على طريق السنة النبوية ، و على طريق أصحاب الفضيلة و الصلحاء ، و يكره الإسراف في زيّه . لكنه يلبس العمامة و الجبة عند الصلاة وكان قد يلتحف الرداء فوق العمامة يواظب عليها ولو في الحر الشديد ، وسأله صديق له يوما عن هذا العمل ؟ فقال : و إني قرأت القرآن و وجدت فيه هذه الآية (خُذُواْ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ) فترك الزينة و عدم اهتمامها عند الصلاة خلاف أمر الله تعالى ، و نحن نلبس لباسا فاخرا نفيسا عند لقاء الناس و عند مصاحبة الملوك و الأمراء فكيف لا نلبس لباسا نظيفا و نفيسا عند لقاء الله عز وجل ، و نترك الاهتمام ! فهذا خلاف الشرع أيضا . أما ما عدا الصلاة والأيام المتبركة لم يجتهد الشيخ أبدا لإبراز شخصيته و مهابته ، و ظهور منــزلته أمام الناس ، نعم يقدم إلى حضرة السلطان بالقلنسوة الآصفجاهية (الدستار) و الحزام (بكّلوس) . فقال أحد من أصدقائه : ينبغي للملك أن يعفو لك دستور اللباس و التزام التكة نظرا إلى قداستك ! فقال الشيخ : لا حاجة إليه ، الدستار والتكة من شعائر الحكومة و هيئتها ، فلا بد من أن توضع الدنيا حسب طورها و أوضاعها ، فلا يليق أن يتخذ الدين وسيلة للدنيا وقد رخص له عند الصلاة . ولذلك كان يأتي في الجامع " مكة مسجد " لأداء صلاة الجمعة بغير تكة . كذلك حصلت له الرخصة في كل الصلاة .

نشاطاته العلمية :

أنشأ الشيخَ أنوار الله المدرسة النظامية العريقة ، و مجلس دائرة المعارف العثمانية ، ومجمعا علميا لإشاعة العلوم ، و المكتبة الآصفية ، و جمعية إصلاح المسلمين (أي قسم الدعوة و الإرشاد) و أقام المدارس الدينية في العاصمة ومديريات المملكة . و اهتم ببعثة الوعاظ و الخطباء في البلدان و القرى .

مؤلفاته :

قد ذكرنا قبلُ أنه قد اختار الشيخ لقضاء حياته التعليم و التثقيف و تأليف الكتب . صنف و ألف مع كثرة المشاغل الرسمية . فينشأ في الأذهان هذا السوال : فكيف كان تسنح له الفرصة لتأليف الكتب القيمة الضخمة مع تلك الأشغال الحكومية والإدارية آناء الليل و النهار ؟ و هذا من قدرة الله تعالى وتوفيقه ، ولنعم ما قال الشاعر :

وليس على الله بمستنكر   أن يجمع العالَم في واحد

و قال ابن دريد :

و الناس ألف منهم كواحد   و واحد كالألف أمر عرا

التزم الشيخ على نفسه أن لا ينام في الليل إلا اليسير ، فيدرس " الفتوحات المكية " بعد المغرب ، وكان عظيم الاعتقاد في الشيخ محي الدين ابن عربي . و بعد الفراغ من الدرس كان يشتغل بمطالعة الكتب و التصنيف و التأليف ، وألف كتبا كبيرة وصغيرة يبلغ عددها نحو ثلاثين بالأردية و العربية ، فمنها بالعربية :

1- " منتخب الصحاح " تأليف نفيس جمع فيه الأحاديث المنتخبة المختارة تحت كل باب من كتب الصحاح ، واستخرج منها فوائد فريدة و منافع كثيرة بصورة الملاحظات ، فهذا التأليف بشكل مخطوطة قيمة محفوظة في قسم المخطوطات بمكتبة الجامعة النظامية بخط المؤلف العلام في فن الحديث الرقم القديم 59 و الرقم الجديد 22 ، محتويا على 300 صفحة بالتقطيع الأوسط .

2- " انتخاب الفتوحات المكية " في التصوف مخطوطة غير مطبوعة - الرقم 19 بقسم المخطوطات بمكتبة الجامعة النظامية .

و منها بالأردية :

(1) كتاب العقل - مزايا العقل الإنساني وصنعته

(2) أنوار أحمدي - خصائص المصطفى ع

(3) إفادة الأفهام في إزالة الأوهام (في مجلدين) ، رد على المتنبي القادياني

(4) حقيقة الفقه (في مجلدين) تاريخ محيط لتدوين الفقه الإسلامي

(5) مقاصد الإسلام (أحد عشر جزءًا) ، مقالات متفننة في عدة مواضيع

(6) الكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع : كتاب منيف جم الفوائد .

(7) مسألة الربوا

(8) رسالة خلق الأفعال

(9) رسالة " أنوار الله الودود في مسألة وحدة الوجود "

(10) كتاب التوحيد

(11) خدا كي قدرت

(12) رساله چهل حديث (شرح أربعين حديثا)

(13) رساله بشرى الكرام

(14) رساله أنوار الله

(15) ديوان " شميم الأنوار "- وقد نظم الشعر في الفارسية و الأردية .

و بالإضافة إلى ذلك فقد ساهم شيخ الإسلام مساهمة كبيرة في إنشاء المعاهد و المدارس للتربية و التثقيف ، و ساعد مساعدات مالية لإشاعة العلم والمعارف ونشر الكتب . وكذلك أجرى المساعدات المالية لبناء المساجد و تصليحها في جميع المدن والقرى من قبل الحكومة .

1. فأجري المساعدة المالية لدعم جامعة دار العلوم بديوبند (600) روبية شهريا .

2. أسس المدرسة المعينية بأجمير و أجرى لها (1000) ألف روبية شهريا .

3. لمدرسة كوطا بور (200) روبية شهريا . وكذلك أقام المدارس الكثيرة للتربية وأجرى لها المساعدات .

المساعدات العالية لبناء المساجد من قبل الدولة الآصفية بمملكة النظام .

1. أجرى المساعدة الخطيرة لبناء مسجد اوستراليا (40) أربعين ألف روبية .
2. والمساعدة لبناء مسجد بصرة .

واجتهد الشيخ لقمع البدعات والمحدثات والخرافات والتقاليد التي دخلت في الدين وليست منه وتمكنت في المجتمع . و قدم خدمات هامة في جميع النواحي من حياة المسلمين ومجتمعهم لا ينساها التاريخ .

وفاته :

توفي رحمه الله سنة 1336هـ بمرض السرطان . و دفن في رحاب الجامعة النظامية بإصدار المرسوم الملكي من جلالة الملك مير عثمان علي خان النظام السابع . وأصدر المرسوم الملكي بعد وفاته كما يلي نصه (التعريب) :

" كان الشيخ مولانا أنوار الله فضيلت جنگ عليه الرحمة و الرضوان عالما ربانيا و فاضلا جليلا من كبار مشايخ الدين بهذه البلاد ، وكان له مكان احترام وقداسة في عامة المسلمين و مكانة مرموقة بين أعيان الدولة و بين الناس . و كان معلم أبي المغفور له و معلمي و معلم نجلي . أسس المدرسة النظامية لدراسة العلوم العربية الدينية و ترويجها ، فالتحق بها طلاب العلوم الإسلامية من البلاد الشاسعة لاكتساب المعارف والعوارف الدينية ويتمتعون بها . قد عيّنتُ الفقيدَ الراحل أولا مديرا للهيئة الشوون الدينية ، ثم جعلته وزيرا لهيئة الشوون الدينية . فأدخل التعديلات و الإصلاحات و التحسينات القيمة المفيدة في المصلحة فهي جديرة أن تعد من السنيات و الحسنات والباقيات الصالحات . و أن يعمل بهذه التعديلات المفيدة ويسعى بتحقيقها ، فتتقدم الهيئة و تزدهر في المستقبل . فإنني أتأسف شديد الأسف على وفاة مولانا وحزنت حزنا شديدا . فوفاته نقصان عظيم للمملكة و الملة الإسلامية حرمان من فيوضه و بركاته . و علاوة على هذه الوجوه فحسب ، بل بعلاقة التلمذ به و تعلقه الخاطر أن لي حزن شديد بفراق سماحة أستاذي المغفور له . و أريد أن أصدر المنحتين الدراسيتين في المدرسة النظامية لتذكاره ".

توقيع الملك

12/رجب 1336 هـ

و زار جلالة الملك قبره و قرأ الفاتحة و الدعاء له ، و أمر حكام مملكته أن يبنوا على قبر الشيخ قبة ، فبنوا قبة جميلة امتثالا بأمره . فكان جلالته يأتي لزيارة قبره و يدعو له المغفرة و يقرأ عليه الفاتحة . فأصدر مراسم ملكية في شأن أستاذه و مدرسته .

و قال الآصف النظام السابع ذات يوم في مرسومه الملكي :

بانیٔ مکتب کی عثماں یاد بھی آتی رہے　　　نغمہ بھی اسی ذات کا صبح و مسا گاتی رہے

بر سر قبر مطہر کہتا ہے سارا جہاں　　　آمد فصل بہاری پھول برساتی رہے

وأصدر المرسوم الملكي في صيانة المدرسة و تقدمها سنة 1340هـ منبها على الأمة :

" العالم الفاضل مولانا محمد أنوار الله قد صرف حياته كلها في العبادات و الطاعات ، واحترز عن المعاملات الدنيوية ، فأسس المدرسة النظامية ، و هي إنشاؤه الخاص ، و تذكاره الهام بعده . فمن اللازم عليّ أن أتوجه إليها و أعتني ببقائها و صلاح أمورها ، ولكن الأسف الشديد على هذا أن المدرسة الملية الدينية التي تخدم خدمة الدين و الملة منذ أعوام ، و هي تذكار عالم كبير و أثر من آثار فاضل فخيم ، وبها عناية البلاد والدين العظيم ، يصادفها الناس أن يمحوها ، و يسعون في إضرارها و فسادها ، ومع ذلك يزعمون أنهم مسلمون و وفيون بالدولة الآصفية ، آكلون ملحها و شاربون ماءها . فتصاب المدرسة كل يوم من حوادث جديدة ، و كوارث حديثة . فأنا أنبههم أن يحترزوا عن التدخل في أمورها . و لا بد من أن تثمر هذه الشجرة الطيبة كثيرا و تنتشر أضواؤها أرجاء العالم . لكن الأسف على أن أصولها تضعف و تقتلع من الداخل .

فيجب عليكم يا قومِ ! أن تسعوا في بقاء المدرسة و رقيها ، وتقدمها ، و ازدهارها ، قلبا و جسما ، قولا و عملا ، درهما ودينارا . ألا ! إن هذه المدرسة العريقة وحيدة منفردة في دولتنا وبلادنا ، و هي محافظة للعلم والدين الحنيف . فأدعو الله سبحانه و تعالى الذي أنزل هذه الآية ﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا ﴾ أن يأمنها ويصونها و يحفظها من الشرور و الفتن – آمـــين " (1)

تقدم القرآن الكرام أبياتا من القصيدة الهمزية أنشأها سماحة الأستاذ سيد طاهر الرضوي رحمه الله شيخ الجامعة النظامية في مدح مؤسس الجامعة النظامية شيخ الإسلام أنوار الله . و هذه القصيدة محتوية على (101) بيتا تتناول ذكر الله و ذكر رسوله و آله و أصحابه و الأمثال و الحكم ، فمنها ما يلي :

و ذا الباني شيـــخ مستقيم	ومن أنواره هذا الضيـــاء
سراج للمعارف و العلوم	و نور الله ليس له انطفاء
و تاج العارفين و من سواهم	و من فيضانه يروى الظماء
و نشكره على الإحسان شكرا	جزيلا ليس يحصيه الوفـــاء
و ندعو الله أن يبقـــى النظامـــ	ـــية ما أنجمت هذي السماء

* * * * *

و قصيدة أخرى أنشأها فضيلة الأستاذ حبيب عبد الله المديحج الحضرمي رئيس قسم التصحيح والتحقيق بدائرة المعارف العثمانية سابقا في رثائه كما يلي :

لعمرك ما التأبين في الخطب ينفع	و إن المنـــايا كالسيوف تقطع
و ما النوح و النعي على من فقدته	بمجد لمن في ذلك الأمر مـــولع
يجـــده على خلق عظيم كـــأنه	يسائله ما فيه يهوي و يطمـــع
و إن عرضت آراء قوم و رأيـــه	فآراؤهم تعنو لذاك و تخضـــع
ولا سيما الهند المريـــع فإنـــه	يحوقل مما نابـــه و يرجـــع
فمن بعده يدرأ عن ديـــن أحمد	أباطيل أهل الزيغ و الشرع يرتع

(1) مطلع الأنوار ، معارف الأنوار ، مجلة أنوار النظامية 1968م ص 79 ، حياة إقبال يار جنگ ص 132- 133 ، مقالة تاريخية على أخبار جمعية دائرة المعارف العثمانية ص 112 ، حيات عثماني ص 154 ، حيدرآباد دكن كي تعليمي ترقي ص 35 ، مشاهير قندهار ، نزهة الخواطر ج 8 ص 78 .

و زار جلالة الملك قبره و قرأ الفاتحة و الدعاء له ، و أمر حكام مملكته أن يبنوا على قبر الشيخ قبة ، فبنوا قبة جميلة امتثالا بأمره . فكان جلالته يأتي لزيارة قبره و يدعو له المغفرة و يقرأ عليه الفاتحة . فأصدر مراسم ملكية في شأن أستاذه و مدرسته .

و قال الآصف النظام السابع ذات يوم في مرسومه الملكي :

بانی مکتب کی عثماں یاد بھی آتی رہے　　نغمہ بھی اسی ذات کا صبح و مسا گاتی رہے
بر سر قبر مطہر کہتا ہے سارا جہاں　　آمد فصل بہاری پھول برساتی رہے

وأصدر المرسوم الملكي في صيانة المدرسة و تقدمها سنة 1340هـ منبها على الأمة :

" العالم الفاضل مولانا محمد أنوار الله قد صرف حياته كلها في العبادات و الطاعات ، واحترز عن المعاملات الدنيوية ، فأسس المدرسة النظامية ، و هي إنشاؤه الخاص ، و تذكاره الهام بعده . فمن اللازم عليَّ أن أتوجه إليها و أعتني ببقائها و صلاح أمورها ، ولكن الأسف الشديد على هذا أن المدرسة الملية الدينية التي تخدم خدمة الدين و الملة منذ أعوام ، و هي تذكار عالم كبير و أثر من آثار فاضل فخيم ، وبها عناية البلاد والدين العظيم ، يصادفها الناس أن يمحوها ، و يسعون في إضرارها و فسادها ، ومع ذلك يزعمون أنهم مسلمون و وفيون بالدولة الآصفية ، آكلون ملحها و شاربون ماءها . فتصاب المدرسة كل يوم من حوادث جديدة ، و كوارث حديثة . فأنا أنبههم أن يحترزوا عن التدخل في أمورها . و لا بد من أن تثمر هذه الشجرة الطيبة كثيرا و تنتشر أضواؤها أرجاء العالم . لكن الأسف على أن أصولها تضعف و تقتلع من الداخل .

فيجب عليكم يا قومِ ! أن تسعوا في بقاء المدرسة و رقيها ، وتقدمها ، و ازدهارها ، قلبا و جسما ، قولا و عملا ، درهما ودينارا . ألا ! إن هذه المدرسة العريقة وحيدة منفردة في دولتنا وبلادنا ، و هي محافظة للعلم والدين الحنيف . فأدعو الله سبحانه و تعالى الذي أنزل هذه الآية ﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا ﴾ أن يأمنها ويصونها و يحفظها من الشرور و الفتن - آمـــين ”(1)

نقدم القرآن الكرام أبياتا من القصيدة الهمزية أنشأها سماحة الأستاذ سيد طاهر الرضوي رحمه الله شيخ الجامعة النظامية في مدح مؤسس الجامعة النظامية شيخ الإسلام أنوار الله . و هذه القصيدة محتوية على (101) بيتا تتناول ذكر الله و ذكر رسوله و آله و أصحابه و الأمثال و الحكم ، فمنها ما يلي :

و ذا الباني شيـــخ مستقيم	ومن أنواره هذا الضيـــاء
سراج للمعارف و العلوم	و نور الله ليس له انطفاء
و تاج العارفين و من سواهم	و من فيضانه يروى الظماء
و نشكره على الإحسان شكرا	جزيلا ليس يحصيه الوفـــاء
و ندعو الله أن يبقـــى النظامـــ	ـــية ما أنجمت هذي السماء

* * * * *

و قصيدة أخرى أنشأها فضيلة الأستاذ حبيب عبد الله المديحج الحضرمي رئيس قسم التصحيح والتحقيق بدائرة المعارف العثمانية سابقا في رثائه كما يلي :

لعمرك ما التأبين في الخطب ينفع	و إن المنـــايا كالسيوف تقطع
و ما النوح و النعي على من فقدته	بمجد لمن في ذلك الأمر مـــولع
يجـــده على خلق عظيم كـــأنه	يسائله ما فيه يهوي و يطمـــع
و إن عرضت آراء قوم و رأيـــه	فآراؤهم تعنو لذاك و تخضـــع
ولا سيما الهند المريـــع فإنـــه	يحوقل مما نابـــه و يرجـــع
فمن بعده يدرأ عن ديـــن أحمد	أباطيل أهل الزيغ و الشرع يرتع

(1) مطلع الأنوار ، معارف الأنوار ، مجلة أنوار النظامية 1968م ص 79 ، حياة إقبال يار جنگ ص 132- 133 ، مقالة تاريخية على أخبار جمعية دائرة المعارف العثمانية ص 112 ، حيات عثماني ص 154 ، حيدرآباد دكن كي تعليمي ترقي ص 35 ، مشاهير قندهار ، نزهة الخواطر ج 8 ص 78 .

و من بعده للقادياني و حزبه   دعاة الأضاليل به تتضعضع

له حجج أمضى من الغضب فيهم   يصنفها في دحضهم و ينوع

و صلى عليك المسلمون جميعهم   بحسن اعتقاد و العيون تدمع

فقد كان للقوم ثمالا و ملجأ   و روضًا خصيبًا و هو من ذاك أمرع

ففي العلم طود راسخ الأصل شامخ   وفي الجود بحر للصعاليك تسرع

إلهي ! أقم للمسلمين مقامه   حليف لوحي الله بالحق يصدع

عليم كريم احوذي مهذب   خبير بإتقان الأمور مبرع

خضمّ العلوم موجه متلاطم   رحيب الذراع أروع متورع

يناضل عن شرع الرسول محمد (ص)   يفوق على الأقران للفضل مجمع

أخو العدل ميال إليه بطبعه   فلن يزوه عنه الذي جاء يشفع

وما اللائق الأحرى بذا الوصف غير من   غدا شيخ إسلام يطاع و يسمع

★★★★★★★★★

ساعة مع العارف الكبير

الشيخ العلامة محمد انوار اللّٰه الفاروقی رحمه اللّٰه

فضيلة الشيخ الدكتور المقرى محمد غوث الحيدرآبادى،موسس دارالعلوم الاسلامية بأمريكا

كان الشيخ محمد أنوار الله رحمه الله قندهاري الأصل، شريف النسب، فأسرة أنوار الله لم تنبت إلا أنوار الله، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم.

تعلم الشيخ كما كان يتعلم شباب زمانه فی بلاده اللغة الفارسية والعربية على نهج الدروس النظامية ولم يميّز بها إلّا بدارسة واسعة فی الفلسفة الاسلامية والتصوف وغيرهما، ودرس بالصبا فی حيدرآباد وفاز بمناصب جليلة وساح سياحة طويلة فی الأقطار الاسلامية وراح إلى مكة المكرمة، فاكتسب بذلك تجارب علمية واسعة وخبرة عريضة بمعاشرة العرب، ولما وقعت فی بلاد حيدرآباد متنازعات سياسية عمن يتولى الوزارة الدينية قام مقام وزير الشؤون الدينية ففاق أقرانه وصار صدر الصدور وشيخ الاسلام فی عهد الحكومة الاسلامية وخوطب لفضله بلقب "فضيلت جنغ" وكان أحق به.

فی ذاك الوقت كان الأدب والثقافة ملكا على الولاة والحكام فكل حاكم كان سيد الوجود فی زمانه يأكل مال الناس غصبا ولايلام عليه من غضب، ولكن يمدح على ما أنفق، فالفن والأدب والشعر والنثر كل هذا كان موسيقى لطربه، الأديب الصغير مداح للغنى الصغير، والأديب الكبير مداح للأمير الكبير، فطلع أنوار الله رحمه الله فسخّر الأدب لخدمة الشعب يطالب بحقوقه ويدفع الظلم عنه ويحرض الناس أن يخرجوا من الظلمات إلى النور، أراد الشيخ أن ينادي إلى إصلاح المسلمين دينا وسياسة واجتماعا على غراز المسلمين المصلحين فی عهد الخلفاء الراشدين رضی الله عنهم من حيث العقيدة والصفات الحميدة.

إن حياة الشيخ مملوء ة بالدعوة الحارة إلى الدين و التوحيد، إنه من كبار أولياء الله ومن عظام العارفين.

تشرفت بولادته بلاد حيدرآباد رابع ربيع الآخر سنة أربع وستين ومائتين بعد الألف (١٢٦٤ ھ)

فى نـانـدير من أعمال حيدرآباد ان ذاك، وحكم على القلوب والأرواح بينما كان الملوك فى عصره يحكمون الناس على أجسامهم و أموالهم، وأعرض عن الدنيا فسقطت على قدميه۔

وهكـذا شـأن الـعـارفيـن فى كل زمان أنهم يزهدون فى الدنيا ونعيمها فتنهال عليهم الدنيا بنعيم لا يتـصـوره الـملوك والاغنياء، ويرغبون عن المناصب والأموال، فتأتى إليهم المناصب والأموال طائعة مذللة بـطـريـق لا يعرفه أهل المناصب العظيمة وأصحاب العزة الرفيعة من أهل الدنيا، وكلما قطع الانسان علاقته عن المظاهر والأسباب المادية ورجع إلى الله بقلبه وقالبه رجع الله إليه قائلا:

سـل! تـعـطه، استغفر! تغفر! ادع! تستجب۔ انقطع الشيخ محمد انوار الله رحمه الله إلى تزكية الروح وتصفية القلب كما أتاه الله من الحكمة والمعرفة نصيبا وافرا۔

وقـد رزقـه الله أستاذا من كبار أسـاتذة هذا الطريق مثل الشيخ عبدالحي الفرنجى محلى فقد مدحه بهـامـش شـرح السـلم لملامبين وذكره بلفظ "الولد الذكي" وأعطاه الله مرشدا فلم يوجد له نظير فى المعرفة الألهية والتـزكية الـروحية، أعـنـى بـه الشيخ إمداد الله رئيس المشايخ فى عصره الذى بلغ الدرجة العليا من الحكمة والمعرفة، فاستفاد منه الشيخ أنوار الله ما أوصله إلى الله وبلغ به إلى قمة العز والمجد والشرف وإن الـطريقة التى يتصل بها الشيخ كانت تهدف إلى قيادة دينية للملك سلطان العلوم ومربى هذه الجامعة النواب ميـر عثـمـان عـلـى خـان۔ متعنا الله بطول حياته زمنا طويلا حتى تقوم الدولة الاسلامية على أساس الدين والـعقيدة وينشأ المجتمع الاسلامى صحيحا، يحمل فى أبنائه وأعضائه روحا وثابة للسيطرة على الأوضاع الفاسدة۔

قـام الشيـخ بـاصـلاح نزعات الدولة الفاسدة فى عصره والقضاء على الشبهات والفتن الجديدة التى ثـارت حـول الاسـلام وجـرحـت روح الـديـن والتـفكير فى مستقبل الاسلام والمسلمين فى هذه البلاد۔ وفى ناحية أخرى ما قطع صلته عن الملوك والأمراء وما أعرض عنهم لكى يفهموا كلامه ويعملوا بنصائحه۔

وقـدوجـد الشيـخ عـصـر ملكين تتابعا فى عرش حيدرآباد واحد ا إثر آخر، وكان الشيخ أستاذهما الشفيق۔ إن الشيخ أنوارالله رحمه الله اهتم بأمور الدولة وأحوال المسلمين بالغ الاهتمام، وكان دائم التفكير

فى مستقبل الاسلام والمسلمين شديد الحرص على أن يرى للاسلام دولة تقام فيها الحدود وتنفذ فيها الشرائع الاسلامية وتكون فيها للمسلمين كلمة نافذة، وكان يحب أن يقبل تلميذه السلطان النواب مير عثمان على خان على إصلاح الأحوال و أن يبسط نفوذه حسبما يأمره الاسلام، ويفهم أنه خليفة الله فى أرضه بالعدل فلا يعلو ولا يطغى بل يتبع آثار خلفاء الاسلام ويتخذهم أسوة ويصوغ حياته فى قالبهم حتى يعود للاسلام شوكته المثلومة وللمسلمين مجدهم السالف۔ إنه أراد تربية الملوك والأمراء وأراد أن يريهم أن الدنيا وكل ما فيها شئ تافه لا قيمه له فى جنب ما هيأ الله تعالى من نعيم الجنة لمن استخدم الدنيا كوسيلة، ولم يتخذها غاية۔

إن المنصب الذى كان يشتغل به الشيخ أزال من قلبه دوافع العداوة والانتقام بتاتا و استوى فى نظره الصديق والعدو، فكان يدعو لأعدائه الذين يتربصون به الدوائر على الدوام۔

وقد رزقه الله عاطفة جياشة من الحب والشفقة وخاصة كان يحب المسلمين ومريديه وطلابه حبا يفوق حب الأم الحنون لولدها، وليس مصدر هذا الحب لدى هؤلاء المشايخ والعارفين إلا مما ورثوه من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام۔

ألف الشيخ كتبا كثيرة فى أحكام الاسلام والرد على الباطل وهى: ١۔مقاصد الاسلام، ٢۔وإفادة الأفهام، ٣۔وحقيقة الفقه، ٤۔والكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع، ٥۔وشميم الأنوار، ٦۔وأنوار الله الودود فى مسألة وحدة الوجود۔ وغيرها۔

ومن كلماته:۔ قال مرة! إن الزهد فى الدنيا ليس معناه أن يخلع الانسان ملابسه ويلف خرقة فيجلس فى مكان متعزل عن الناس، وإنما الزهد فى الدنيا أن يتمتع الانسان بلذائذها حق التمتع ولكن لا يقبل على جمعها، ولا يعلق قلبه بشئ منها۔

وقال: إن الطاعة على نوعين: لازم ومتعد، فاللازم: ما يحصر نفعه فى حياة المطيع مثل الصلاة، والصيام، والحج، والأوراد، والأذكار، وأما الطاعة المتعدية: فهى ما يتعدى نفعه إلى غير المطيع كالاصلاح بين الخصمين والشفقة على الناس، وهذا النوع من الطاعة ليس لثوابه حد ولا نهاية۔

إن لتربية الشيخ رحمه الله تأثيرا واسعا عميقا فى النفوس والقلوب حتى تجاوز هذا التأثير حيدرآباد مقر الشيخ إلى أرجاء الهند وخارجها على السواء۔

واستفاد الناس من هذه النفحات العلية والبركات القدسية عظيم الاستفادة، ووجدوا فيها ضالتهم فأمنوا بعد الخوف، واهتدوا إلى سبيل الرشد بعد أن كانوا يتخبطون فى سبيل الغى، وعلموا أن النجاح كلمة فى أن يتصل الانسان بالله ويوثق معه صلته۔

إن للشيخ رحمه الله فضلا عظيما مجتمع إسلامى رشيد فى هذه البلاد الفاخرة، والذى نراه اليوم من وعى دينى فى القلوب واهتمام بالشعائر الدينية والعمل بها فى أكثر طبقات المسلمين والذى نراه اليوم من آثار إسلامية من المدارس والمعاهد والجوامع والزوايا، ومن احترام مظاهر الاسلام وقوانينه، إنما يرجع الفضل فى ذلك إلى جهوده الضخمة التى بذلها فى إصلاح المجتمع بحيدرآباد، وقد بعث الروح الدينية فى القلوب، وتلك خصال لاينساها التأريخ على مر العصور والأجيال۔

ومن أعماله الأخرى

أن الشيخ أسس الجامعة النظامية فى هذه البلاد۔ وأراد بدرسه النظامى توسيع عقول الطلبة وتعليم الحربة فى البحث۔

وقبل وفاته بشهر أخذته حالة من الحيرة والإستغراق وجس الطبيب نبضه وقال: إن الشيخ مريض بمرض السرطان، وبعد ذلك جرحه الطبيب وقال: لا باس طهور إن شاء الله، وإذا أفاق قليلا كان يقول: هذايوم الجمعة يتذكر فيه الحبيب وعد حبيبه، وكان يسأل فى نفس هذه الحالة : ألم يدخل وقت الصلاة، وهل صليت أنا! وهكذا يردد ذلك ويقرأ أوراده، واستمرت هذه الحالة إلى وقت وفاته (٣٠/ ربيع الآخر/ ١٣٣٦ه)۔

والحقيقة أن الحياة التى عاشها الشيخ تمثل حياة المسلم المؤمن وتصور السلوك الانسانى والسيرة المثالية التى يتوخاها الاسلام فى أتباعه ويطلبها من كل من يؤمن بكلمة الله العليا، ولا شك فى أن مصدر ذلك كله إنما هى الصلة الوثيقة بالله تعالى والرجوع إليه بجميع قلبه وقالبه فى كل عمل مبتغيا وجهه متوخيا رضاه۔

وبالجملة ! كان رحمه الله قليل الاحتفال بالمآكل والمشارب، قليل النوم كثير السهر، قوى العارضة فى الرد على فرق الضلال، كان له مذهب فى الكلام، هو رفيع النسب عزيز الحسب، عظيم الجاه عالى المنزلة فى دينه وشرفه، وفى ناحية أخرى كان قائدا ممتازا وفاز بمناصب جليلة أصلح بلاد الدكن إصلاحا تاما.

ويحلو لى فى هذه المناسبة أن أختتم كلامى هذا بما كتبه الامام الغزالى رحمه الله فى كتابه "المنقذ من الضلال" وهو يتحدث عن حقيقة التصوف وطريق السعادة واليقين فيقول.

"إنى علمت يقينا أن الصوفية هم السالكون لطريق الله تعالى خاصة، وأن سيرتهم أحسن السير وطريقتهم أصوب الطرق وأخلاقهم أزكى الأخلاق، بل لو جمع عقل العقلاء وحكمة الحكماء وعلم الواقفين على أسرار الشرع من العلماء ليغيروا شيأ من سيرهم وأخلاقهم ويبدلوه بما هو خير منه لم يجدوا إليه سبيلا، فان جميع حركاتهم وسكناتهم فى ظاهرهم وباطنهم مقترسة من نور مشكاة النبوة وليس وراء نور النبوة على وجه الأرض نور يستضاء به".

وقد فاز الشخ أنوارالله بأنوار هذه المشكاة الفاخرة نور الله مرقده بالأنوار الساطعة.

وختاما، أشكر سلطان العلوم النواب مير عثمان على خان لا زالت شموس أفضاله طالعة. على ما أعان هذه الجامعة وصار مربيا و وقاها حوادث هذا الزمان الذى ثارت فيه الفتن وأرجوه أن يكرم أستاذه ويزيد فى نظر مايحكم ماليتها إحكاما تاما.

وأتشرف بخطابه، وأقول أيها الملك الماجد الهمام! أبقاكم الله حرزا للإسلام والمسلمين، وسيفا مسلولا على الباطل يمحى به الظلام، فى عيش رغيد، وظل ظليل، وعز وشرف، وتكلأكم عين الله تعالى وينصركم بتأييده.

وأدعوالله أن يبقيكم على أبناء هذه الجامعة ويرفع شأنكم فى هذه البلاد.

وأهنئكم على جهودكم البالغة ويجعل الله سعيكم مشكورا. وتفضلوا بقبول لائق التحية وفائق الاحترام والإجلال.

☆☆☆

الإمام مؤسس الجامعة النظامية في ضوء خدماته وانتاجه العلمي

بقلم: **فضيلة الاستاذ الحافظ سيد ضياء الدين النقشبندى**، نائب شيخ الفقه بالجامعة النظامية

الحمد لله الذي أعزالعلم في الأعصار، وأعلى حزبه والأنصار، والصلاة والسلام على سيد المرسلين المختار وآله الطيبين الطاهرين الأبرار، وأصحابه الأكرمين الأفضلين الأخيار، وعلى المقتبسين من مصابيح الأنوار. أما بعد!

فهذه كلمات بسيطة عن الإنتاج العلمي لشخصية فذة بارزة قد تعطر من نفحاته القدسية الاجواء، وطابت بها النفوس وتحولت القيعان إلى رياض ذات بهجة، ما من أحد إلا وقد تمتع بها، ولم يزل الناس ينتفعون ويهتدون بها ويقتبسون من نورها حتى خرجوا من الظلمات إلى النور، وتلك الشخصية العطرة العظيمة: قدوة العارفين، شيخ الإسلام العارف بالله الإمام الأوحد المحدث الجليل، الفقيه النبيل المتفاني في حب الرسول، الحافظ "محمد انوارالله" الفاروقي الملقب بفضيلت جنك، مؤسس الجامعة النظامية. أنزل الله عليه شآبيب رحمته. وكان داعية كبيرا من العارفين، ومن أجلى آيات السلف الصالحين الذين كرسوا حياتهم في سبيل نشر الدين المتين مرضاة لله رب العالمين، ان الله جل وعلا قد وضع وألقي له القبول في قلوب أهل الارض، وكان له مكانة عظيمة مرموقة في قلوب الأبرار والأخيار ورجال الورع والصلاح والدين، والسلاطين و الملوك والمسلمين والعامة أجمعين.

قد تولي رحمه الله تعالى وزارة الدعــوة والإرشاد وأوقاف المسلمين والشؤون الدينية بالمملكة المسلمة "المملكة الآصفية" بحيدرآباد. وإلى جانب مسؤلية ذلك لم يزل يقوم بنشر الدعوة إلى الله وبث العلوم الدينية والمعارف الإسلامية، وبالتطبيق على القانون الاسلامي والشريعة الغراء الاسلامية في جميع الدوائر الرسمية في الدولة وانشاء المدارس الإسلامية وتدعيمها بالمساعدة المالية، وتطويرها العلمي إلى المستويات العالية، وإصلاح المجتمع البشري وتغيير المنكرات والبدع والخرافات وتسيير المجتمع على

المعروف وعقيدة أهل السنة والجماعة الصحيحة السليمة عن كل زيغ۔

واستخدم رحمه الله تعالىٰ في سبيل ذلك كافة الوسائل المتاحة له في عصره مستعينا بالله سبحانه وتعالى۔ يطيب بنا لتقديم وتقدير خدماته الجليلة استعراض الأحوال والظروف الخطرة التي أحاطت بالمسلمين آنذاك، أما الإستعراض الشامل فهذه المقالة الوجيزة لاتسعه، ولكن ألقي اليه نظرة خاطفة، ان ذلك العصر كان مسمما بالتيارات الانحرافية واللادينية وقويت فيه الرافضة، والحشوية الزائغة الذين يدعون إلى عدم تقليد السلف الصالح والمتنبئة والدهرية وغير ذلك من الفرق الضالة المضلة وعلى الوجه الأخص الفرقة القاديانية الباطلة التي اجتمعت الأمة على كفرها كانت قد رفعت رأسها، وهم الذين قد مدوا شبكاتهم ومصائدهم لتوريط المسلمين وإحداث الشغب والفتن في صفوفهم، وكانت وراء ها سيطرة الانجليز الماكرين تشجعها وتثيرها من كل حدب وحدر، وبدأت تتسرب السموم في طيات صفوف المسلمين وتستأصل الأسس الدينية، كما تسيطرت الأفكار الكاسدة والاوهام الفاسدة في انطلاق المجتمع إلى المزعومات والخز عبلات والجهالات العمياء التي لا طائل وراء ها۔

ففي ذلك العصر الرهيب أنشأ الرب جل وعلا عبدا صالحا ومجاهدا فاتحا، الشيخ العارف بالله محمد انوار الله الفاروقى رحمه الله تعالى، يدعوا إلى حب الرسول محمد المصطفى صلى الله عليه وسلم وإتباعه وإتباع الصحابة الكرام واتباع الأئمة المجتهدين فى الدين الحنيف وقد زين الله سبحانه وتعالى عبده الصالح ووليه الكامل بالصلاح والزكاة وبطهارة السريرة وبكرامة الأخلاق، وأنه إلى جانب مسئولياته الضخمة ونشاطاته الدينية المهمة كان يقوم بتدريس العلوم الشرعية فقام بتأسيس الجامعة النظامية الإسلامية العظيمة العريقة التي عبرت شهرتها سبعة أبحر وذاع صيتها في جميع القارات المسكونة لهذا الكوكب الأرضي بالإشـــارة النبوية على صاحبها افضل الصلوات واكمل التسليمات في المنام لدي إقامته بالمدينة المنورة زادها الله شرفا وكرامة، كما قام بالتأليف والتصنيف حرصا على تربية المسلمين للحفاظ على العقيدة الصحيحة وردا على الفرق الضالة وإحقاق الحق وإبطال الباطل على اسلوب حكيم وموعظة حسنة بكل اخلاص وبكل حماسة مجتنباعن الجدال والشجار۔

فوطدت مؤلفاته القيمة النفوذ في نفوس الناس حتى خمدت نيران الفتن وانكبس الفاتنون، ويبلغ عدد تأليفاته البديعة إلى اربعين حول موضوعات دينية شتى، ألفها بصورة واضحة ملموسة امينة للمجتمع الاسلامي بعيدا عن الاتجاهات الفردية والنوازع الداخلية والإنعكاسات الخارجية، مبرهنة بالنصوص القرانية والأحاديث النبوية والأخبار الصحيحة والأقوال المأثورة من الصحابة والتابعين، قد رزقه الله فيها أثر او نفوذا وقبولا، فما من قارئ إلاوهي تنبت فيه نباتاحسنا وهي كالحصون الحصينة يصون بها الإنسان دينه وأمانته، وهي تميز بين الغث والسمين والخالص والزائف والاصيل الدخيل، يستطيع القارئ الواعي ان يقتبس منها نورا كاملا على كل مايتصل بالحياة، أقدم إلى حضرات القارئين تعليقا بسيطا للتعارف على بعض مؤلفاته يقدر به قيمة الكتاب وأهميته كما يلي:

(1) **كتاب العقل**۔ هذا كتاب مستطاب يكشف الغطاء عن الواقعية أن العقل قد يخطئ مهما ترقي، وقد ذكر المؤلف رحمه الله فيه كثيرا من القضايا التي زلت فيها اقدام الحكماء القدامي الذين يعولون على العقل، لأن الإنسان إذا لم يهذب ولم ينشأ على القواعد الدينية والروحية والأسس الشرعية لم يستطع ان يهتدي بعقله ويتمتع به فيما يتعلق بحياته الأخروية، وقد وضح المصنف رحمه الله أن المعولين على العقل لم يتفقوا حتى الأن في إدراكهم كنه العقل وحقيقة العلم وماهية البصر إلى غير ذلك من الأشياء الواضحة الملموسة التي يستفيد منها الانسان في كل حين وآن، كما عبر المؤلف ان القول بأن الإسلام هو دين الفطرة لا يخالف ولا ينافي العقل، بل معناه ان الإسلام هو دين فطرة وعقل سليم وان لم يدركه ذو والعقول السخيفة۔

(2) **الأنوار الأحمدية** (**انوار احمدی**) كتاب بديع، عديم النظير، ممتلئ بنور الإيمان وحب النبى صلى الله عليه وسلم ألفه في المدينة المنورة، هو عظيم القدر، قليل المباني كثير المعاني، رزقه الله تعالى حسن القبول، يفوح منه العرف الشذي، كتاب شامل يحتوي على موضوعات جليلة تتعلق بمناقب النبى صلى الله عليه وسلم وسيرته، وأسمائه، وصفاته، ومعجزاته، بصورة رائقة يزداد به القارئ إيمانا وحبا للنبي صلى الله عليه وسلم، ويتصور كأنه واقف في مواجهته صلى الله عليه وسلم ويتشرف ويسعد لزيارته صلى الله عليه وسلم، نقدره بتقريظ شيخه قطب الأولياء ومرشد العلماء من العرب العجم إلى الحق المدعو

"امداداللـه" الحنفي الجشتي الصابري المهاجر إلى مكة المكرمة دامت بركاته القدسية حيث انه كتب مقرظا عـليـه"اني سمعت هذا الكتاب من أوله إلى أخر بحث الآداب' ووجدته موافقا للسنة السنية' فسميته "بالأنوار الأحـمدية" وانما هذا مذهبي وعليه مدار مشربي' تقبله الله بقبول المقبولين وجعله ذخيرة ليوم الدين' آمين وبارك في علم المصنف القمقام وشرفه بنعمه حسن الختام' أمين'بجاه طه ويٰس' ونظم في نهايته بيتين:

"جـــاء بـــالـــنـور فـوقـــه نـــور | الـــمـــصـــنف كـــإســـمـــه أنـــوار
أرجـــو ان تـــنـــفـــع دلائـــلــــــه | وتـــطـــمـــئـــن الـقـلـوب بـــالأذكـــار"

وهـذا الـكـتـاب الـجـميل مؤيد من الله تعالى' ولله درالمصنف بحث عن القضايا حول ذات المصطفى صلى الله عليه وسلم واستنبطها من الكتاب والسنة وأتي بالدلائل القوية من النقلية والعقلية' ما من فقـــرة أو جـمـلة إلا وهـي تـدعـوا إلـى الـحـق ومـذهـب أهـل الـسـنة۔ ومـن مـوضـوعـاته: ذكره صلى الله عليه وسلم والـصـالـحـيـن كفارة الذنوب وسبب نزول الرحمة وازدياد الإيمان' فضائله ومناقبه موهوبة من الله تعالى لا مدخل فيها من الكسب' وانه صلى الله عليه وسلم لممدوح محمود في الأرض والسماء وما بينهما من الأزل الى الأبد' ختمت به النبوة وهو خاتم النبيين' وصفة الختم له صفة ازلية وأبدية' نافية لإمكان النظير۔

(3)**الكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع** : فهذا كتاب مهم كثير الجود والجدوي' حامل فـوائـد جـمة' يستـطيـع القارئ الواعي ان يدرك مكانة المؤلف الرفيعة في علم الحديث النبوي الشريف ورجاله والأسبـاب والـعـلـل لـلـجـرح والتـعديل' بحث فيه المصنف القمقام رحمه الله تعالى' عما هو الحديث الموضوع' وكيف السبيـل إلـى مـعرفته، وهو يحتوي على كل ما يتعلق بالموضوع من الجرح والتعديل والى غير ذلك' وانه ذكـر فيـه قـرائن وضع الحديث قد يعرف الوضع بإقرار واضعه أو معنى إقراره أو قرينة في الراوي أو المروي' فـقـد وضـعـت احـاديث يشهد بوضعهاركاكة لفظها و معانيها' وليس من قرائن الوضع أن يكون الحديث مخالفا لـلـعـقل مثلا حديث التقرب بالنوافل' فإن عقول العامة لاتقبله' ولكن الإمام البخاري رحمه الله تعالى أورد هذا الـحـديـث فـي صحيحه الجامع' قد يشتبه إسم الراوي' فيعد روايته في الموضوعات' كما أن الشيخ ابن الجوزي أدخـل حـديثـا في الموضوعات بسبب سدي أحد رواته' لعل ابن الجوزي ظنه محمد بن مروان السدي الصغير

وهو ليس كذلك، بل هو سدي اسمعيل بن عبدالرحمن الكبير أحد رجال مسلم، والحكم بالصحة وغيرها إنما هو بحسب الظاهر، لو قالوا في حديث إنه غير صحيح، ليس ذلك قطعا في أنه كذب في نفس الامر، اذ قد يكون صدقا في الحقيقة وأنما المراد به لم يصح اسناده على الشرط المذكور، وقد وضح المؤلف رحمه الله تعالى الفرق بين الفقهاء والمحدثين والحاجة اليهم أجمعين، كما ذكر أصول العلامة ابن الجوزي والإمام جلال الدين السيوطي رحمه الله، ونقد على جرأة الشيخ ابن تيمية في منع زيارة النبي صلى الله عليه وسلم، وبحث عن أحاديث البخاري ومسلم التي أدخلها ابن الجوزي في الموضوعات ورد عليه ردا جميلا۔

وذكر في دواعي تقليل الرواية، منهم من أخذ الحزم نظرا إلى الحديث الشريف "من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار"

ومنهم من لم يأخذ الرواية عمن رأى فيه شيئا، سأل احد الإمام شعبة: لما تركت الرواية عن فلان؟ قال: رأيته يركض على برذون فتركت روايته، سأل أحد الإمام مسلما لما ذا تركت رواية صالح البري؟ قال: ما يصنع بصالح! ذكروه يوما عند حماد بن سلمة فامخط حماد۔

ومنهم من ترك من التعصب حتى أن بعض المحدثين تركوا الرواية عن الإمام البخاري بسبب عقيدته، "لفظي بالقرآن حادث" وبحث شيخنا المؤلف بحثا شاملا عن عقيدة الإمام البخاري "لفظي بالقرآن مخلوق" وذكر أبو عمرو أن البخاري قد تبرأ عن تلك العقيدة كما في مقدمة فتح الباري:من زعم من أهل نيشابور وسمى غيرها من البلدان، انني قلت "لفظي بالقرآن مخلوق" فهو كذاب، فاني لم أقله إلا أني قلت: أفعال العباد مخلوقة، وقد ختم المؤلف رحمه الله كتابه بالبحث عن حديث فضائل الأعمال، وقال:

الأخذ بالحزم في العقائد والأحكام،واما الفضائل فلا نسخ ولا تعارض فيها كما هو مسلم عند الفقهاء والمحدثين۔

على كل حال لا غرو في أن نقول إن هذا الكتاب في موضوعه لممتاز بديع لا ينقطع نفعه مدي الدهور، وصلى الله تعالى وسلم على خير خلقه سيدنا محمد وآله وأصحابه وأتباعه وأشياعه أجمعين والحمدللّٰه رب العالمين۔☆☆☆

شخصية شيخ الإسلام الفاروقي رحمه الله

في ضوء مآثره العلمية

"هيهات أن يأتي الزمان بمثله"

فضيلة الاستاذ الحافظ **محمد لطيف احمد**، أستاذ اللغة العربية بالجامعة النظامية، وباحث الدكتوراة بالقسم العربي، الجامعة العثمانية

الحمد لله الذي له الاسماء الحسنى والصفات العلِيّة، والصلاة والسلام على خير البرية وأكرم البشرية، وعلى آله ذوي النفوس القدسية وأصحابه نجوم الهدى النيرة، وعلى كل من أشرق منار العلوم وأنار سراج المعارف بأنواره البهية، وبعد!

الحديث عن شخصية شيخ الإسلام في ضوء مآثره العلمية حديث ذوشجون ويحتاج إلى دراسة مستفيضة۔

هو الإمام الجليل الفقيه المحدّث شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار اللّٰه بن أبي محمد شجاع الدين بن القاضي سراج الدين الفاروقي الحنفي الملقب بفضيلت جنك وخان بهادرابن الشهاب فرخ شاه الكابلي، مؤسس الجامعة النظامية الإسلامية في حيدرآباد الدكن۔

ولد رحمه اللّٰه تعالى في قرية قندهار بمديرية نانديره من بلاد الدكن في ٤/ربيع الثاني سنة أربع وستين ومائتين بعد الالف من الهجرة۔

وكان والده الشيخ أبو محمد شجاع الدين عالما متديّناً، ذامكانة عالية في قريته (قندهار) كما كانت أمه سيد ة فاضلة ذات دين تنتسب إلى أسرة كريمة للشيخ الروحي أحمد كبير الرفاعي رحمه الله تعالى۔ وينتمي سلالة أبيه إلى الخليفة الثاني سيدنا عمر الفاروق رضي الله عنه، حيث انتزح آباؤه عن بلاد العرب من طريق أفغانستان إلى الهند۔ وظهرت عليه علائم النبوغ ومظاهر النجابة منذ صغره بل وقبل ولادته في المبشّرات التي أريت لهٗ في المنام، فأتمّ حفظ القرآن الكريم وعمره إحدى عشرة سنة بقندهار۔ وتلقّى دروسه الدينية الأوّلية على أبيه وتفقّه على الشيخ فياض الدين الاورنك آبادي۔ ولمّا انتقل إلى حيدرآباد فاتصل بالعلماء الأعلام فقرأ التفسير والحديث على الشيخ عبداللّٰه اليمني وتلمذ في العلوم

النقلية والعقلية للشيخ عبدالحليم الفرنجي محلى وابنه الشيخ عبدالحى الفرنجي محلى لارواء غلته العلمية۔

ومن أبرز تلاميذه: جلالة الملك مير محبوب على خان آصفجاه السادس وجلالة الملك مير عثمان عليخان آصفجاه السابع وابناه أعظم جاه ومعظم جاه والشيخ محمد مظفر الدين المعلّى والقاضى محمد شريف الدين الفالمى ناظر دائرة المعارف النظامية ومولانا عبدالجبار خان الآصفى مصنف "تذكرة أولياء الدكن" والمفتى محمد ركن الدين مفتى الجامعة النظامية والأديب السيد ابراهيم الرضوى أستاذ اللغة العربية وآدابها بالجامعة العثمانية ومحدث الدكن الشيخ عبدالله شاه النقشبندى صاحب "زجاجة المصابيح" و المفتى السيد احمد على الصوفى القادرى والشيخ السيد محمود مفتى الشافعية والشيخ السيد غوث الدين القادرى شيخ الفقه بالجامعة النظامية والمفتى محمد رحيم الدين مدير الجامعة النظامية والطبيب مولانا محمود الصمدانى مدير المستشفى اليونانى المركزى والشيخ ابوالوفاء الافغانى مؤسس لجنة "احياء المعارف النعمانية" والشيخ محمد ولى الدين مدير مجلس اشاعة العلوم۔رحمهم الله تعالى۔

أنشأ الجامعة النظامية فى ١٩/ذى الحجة ١٢٩٢هـ۔ ١٨٧٥م و لجنة للتأليف والنشر باسم "مجلس اشاعة العلوم"، ولا يذهب علينا أنه أحدُ من يرجع الفضل إليه فى تأسيس دائرة المعارف العثمانية والمكتبة الآصفية المركزية؛ فعمّ نفعها فى الناس وذاع صيتُها فى الأقطار وأصبحت شخصيته علماً من أعلام الإسلام وأعيانه حتى برز إماماً يقتدٰى؛ لا يقادٰى ولا يمادٰى ورائدالفكر الإسلامى الوحيد فى مناطق الدكن على الاطلاق؛ واستولت عليها فكرته المعتدلة البنّائة وأخذ الولاة والقضاة والعلماء والزعماءُ يسيرون تحت رايته ويستنيرون بأفكاره النيّرة ويسترشدون بإرشاداته الرشيدة۔

سافر للحج اربعا فتعرف الى رجال العلم والفقه والحديث فى مصر والحجاز والعراق۔

توفّى رحمه اللّٰه تعالى فى ٢٩ / جمادٰى الأولى ١٣٣٦هـ ١٣/مارس ١٩١٨م، يوم الأربعاء ودفن بأمر الملك عثمان عليخان فى رحاب الجامعة النظامية۔(١)

وهذه حقيقة لا يختلف فيها اثنان ولا ينتطح فيها عنزان أن هذا الموضوع لا يمكن لمثلى أن يستوعب جميع زواياه ويحيط بخباياه؛ وانّى يمكن ذلك لأحد إذ أثنى عليه الأعلام والمشاهير و شهدوا

بفضله فعلى رأسهم شيخه فى الطريقة قدوة السالكين الحاج امداد الله المهاجر الى مكة عليه سحائب الرحمة والرضوان كما فى مقدمة كتاب "الانوار الأحمدية" فقال فى شعره:

جـاء بـالـنـور فـوقـه نـور

الـمـصـنف كـإسـمـه أنـوار

أرجـو ان تـنـفـع دلائـلـه

تـطـمـئـن الـقـلـوب بـالأذكـار (٢)

وذكره أستاذه العلامة ابوالحسنات اللكنوى فى رسالته "حل المغلق فى بحث المجهول المطلق" ونصّه كما يلى:

الّفتها حين قراء ة الذكى المتوقّد المولوى الحافظ محمد انوارالله بن المولوى شجاع الدين الحيدرآبادى (٣)

وأخبرنا فضيلة الشيخ المفتى محمد ولى الله ــ رحمه الله تعالٰى ــ مفتى الجامعة النظامية الاسبق "سمعت تلميذه الملك عثمان على خان آصفجاه السابع يقول حينما يزور قبره: أتعرفون من هذا؟ هذا شيخى واستاذى، لم ترعينى نظيره وقلما تلد نساءُ الهند مثله"۔(٤)

وكما كان جمّاعة للكتب ومغرىً بجمع المخطوطات فاستنسخ من علماء داغستان (٥) على نفقته الخاصّة ــ حينما زار المدينة المنورة سنة ١٣٠٥هـ نوادر مكتباتها من المكتبة المحمودية ومكتبة شيخ الاسلام عارف حكمت بك (٦) وتوفّرت لديه مالم تتوفّر لدى غيره وذخرت خزانته بالنفائس من "جامع مسانيد الامام الاعظم ابى حنيفةؒ" لأبى المويّد الخوارزمى، "كنزالعمال" لعلى المتقى الهندى، "الجواهر المكلّلة فى الاخبار المسلسلة" للحافظ السخاوى، "الجوهر النقى فى الردّ على البيهقى" لابن التركمانى، "الاتحافات السنية فى الاحاديث القدسية" للشيخ محمد بن محمود المدنى الطربزونى الحنفى، "افتتاح القارى لصحيح البخارى"، و"تحفة الأخبارى بترجمة البخارى" لمحمد ابن ناصر الدين القيسى الدمشقى، تسهيل السبيل الى كشف الالتباس لابن غرس الدين الخليلى، لقط اللآلى المتناثرة فى الاحاديث المتواترة للسيد محمد مرتضى

الحسيني الزّبيدى وحيٰوة الأنبياء للبيهقى ــ رحمهم الله تعالى ــ ولم يطلع على بعض منها اهل الهند بل واهل العالم من قبل، فاعتنى بطبع بعض منها ونشره. واما كتاب "الجواهر المكلّلة فى الاخبار المسلسلة فيقوم بتحقيقه كاتب هذه المقالة تحت اشراف فضيلة الشيخ المفتى خليل احمد مفتى الديار الدكنية فى الهند بقسم البحث والتحقيق فى الجامعة النظامية.

تأييداً لما اسلفنا وتاكيداً لما بيّنا نذكر انطباعات نخبة الأفاضل ممّن عاصروه وأثنوا عليه وأشادوا بذكره واعترفوا بفضله:

☆يقول الشيخ أبوالحسن الأمروهىؒ، المصحّح بدائرة المعارف النظامية (العثمانية) فى خاتمة الطبع على "كنز العمال":

وكانت النسخ من هذا الكتاب "كنزالعمال" قليلة جدّا متفرقة فى البلاد حتى كان من قلّة وجوده كالاسم يسمّى ولايوجد له المسمّى، فوفّق الله لاستخراج هذا الكنز المدفون واشهار ذلك الجوهر المكنون...... واتفق بداية هذا الأمر بأنه سافر العالم الفاضل قدوة العلماء، زبدة الفضلاء المويّد بامداد الله مولانا المولوى الحافظ محمد انوارالله (خان بهادر) زاد مجده ودام فضله ــ الى حج البيت الحرام، وزيارة المدينة الطيبة على صاحبها افضل الصلوات والسلام، وجد هناك نسخة واحدة من "كنزالعمال" فاهتمّ فى تحصيلها وبذل فى انتساخها كثيرالمال. شكرالله جهده وأسعد جدّه. (٧)

☆وكتب سماحة الشيخ السيد ابراهيم الاديب الرضوىؒ فى تقريظه على "جامع مسانيد الامام الأعظم":

والحمدلله على طبعه فى القرن الحميد والعصر السديد زمن الملك الرشيد نظام الملك آصف جاه مير عثمان على خان بهادر بادشاه، وكان ذلك بأمرقدوة الاماثل وأسوة الافاضل شيخ الاسلام والمسلمين حضرة الحافظ الحاج مولانا الشيخ محمد انوارالله معين المهامّ بالأمور المذهبية دامت جلابيب ظلاله تشمل الضاحين وشأبيب افضاله تغمر العافين. (٨)

☆ويقول الشيخ الحسن بن أحمد الحنفىؒ مدير مطبعة دائرة المعارف فى خاتمة الطبع على "الجوهر

النقی" لابن التركمانی:

تمّ طبع هذا الكتاب بعون الله الملك الوهاب ...... قد بذلنا الجهد فی التصحيح والمقابلة لكن لم يتيسّر فی أوان الطبع الا نسخة واحدة للشيخ مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد انوارالله خان بهادر سلمه الله۔ (٩)

☆ وذكر الشريف عبدالحی الحسنیؒ فی "نزهة الخواطر" فقال:

"وكان أوحد زمانه فی العلوم العقلية والنقلية، شديد التعبد، مديم الاشتغال، أسّس المدرسة النظامية بحيدرآباد سنة ثلاث وتسعين ومائتين وألف ـــ (فيه تسامح، والأصح سنة اثنتين وتسعين) ـــ وأسّس مجمعا علميّا للتأليف والنشر، سمّاه اشاعةالعلوم۔

وفی آخر حياته كان يقضی ليله فی الاشتغال العلمی، وكان ينام بعد صلوة الفجر الی أن يتعالی النهار، وكان مشغوفا بجمع الكتب النادرة۔

وله مصنفات كثيرة بالاردوية والعربية"۔ (١٠)

فأقدم اليكم بعض الجوانب والملامح المهمّة من الموضوع مقتبسا من تصانيفه القيمة۔ إننا علی معرفة تامّة بأن الدكن قبل قرن والنصف كانت شاعت فيها المنكرات والأثام و اعتقد المسلمون فی بعض اوهام الهندوس واتبعوا أهوائهم وتقاليدهم كما أن الأنجليز المحتلّة كانت تحيط بدولة حيدرآباد الدكن فتتسرّب شرورهم ومكائدهم من الحدود المجاورة لها وكانت تهبّ علی أهلها عواصف الفسوق والضلالة وفساد العقيدة من الرافضية والوهابية والسلفية والدهرية والعلمانية والقاديانية۔

وكان شيخ الإسلام عُني أعظم عناية بصيانة الدين المتين فثارت غيرته الفاروقية وحميته الإسلامية وشحامته الدينية فرفع القلم وحرك البنانٗ وردّ عليهم ردّا قاطعا شافی البيانٗ مويّدا بالبرهان وكتب مؤلفات قيمة جمة المنافع وترك مأثر علمية أثریٰ بها المكتبة الإسلامية، وهو يسلك فيها مسلك علماء الحق العاملين ويسير فيها مسير القصد والإعتدال من غير افراط ولا تفريط۔ وهذا هو المنهج السليم الذی دعا الإسلام اليه كما فی قوله تعالی ﴿وكذلك جعلٰنكم امة وسطا﴾ وقال عليه الصلوة والسلام "خير الامور

أوسطها" فهو يختار فى الأمور الخلافية والفروع المختلف فيها أسلوبا حكيما وجانبا ليّنا متمسّكا بقوله عليه الصلوة والسلام "يسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا"۔ ويتبع السواد الأعظم ولا يتفرد فيها تفردا مائلا عن إجماع الامة۔(۱۱)

أولًا أسرد أسماء مؤلفاته ومن ثمّ أعرّف بعضا منها بالإيجاز وهى كما يلى:

۱)المجموعة المنتخبة من الصحاح الستة	باللغة العربية
۲) المجموعة المنتخبة من الفتوحات المكية	باللغة العربية
۳) حاشية على "مسلّم الثبوت" لمحبّ الله البهاريؒ	باللغة العربية
٤) الاربعون فى فضل العلم والعلماء	باللغة العربية
٥) انوار الله الودود	بالارديّة
٦) مقاصد الإسلام(فى أحد عشر جزءا)	بالأردية
۷) الأنوار الأحمدية	بالاردية
۸) الكلام المرفوع	بالاردية
۹) إفادة الأفهام فى إزالة الأوهام (جزئان)	بالاردية
۱۰) كتاب العقل	بالاردية
۱۱) انوارالحق	بالاردية
۱۲) حقيقة الفقه (جزئان)	بالاردية
۱۳) مسئلة الربٰو	بالاردية
۱٤) خدا كى قدرت	بالاردية
۱٥) أنوار التمجيد فى أدلة التوحيد	بالفارسية
۱٦) شميم الأنوار۔ (ديوان شعره)	بالفارسية والأردية
۱۷) رسالة "خلق افعال"	بالاردية

١٨) مفاتيح الأعلام باللغة الاردية

١٩) بشرى الكرام باللغة الاردية

كما رأيت على شتّى الكتب من شرح المواهب للزرقانیؒ وارشاد السارى للقسطلانیؒ والفتوحات المكّية وغيرها تعليقات بخطه لِتنبيه الى فوائد فيها۔

ويدلّ هذا التنوع على علم غزير، وفهم عميق ووعى بصير۔ وكان عالما متفنّنا مجيدا فى اللغات الثلاث ومتضلّعا منها ويعتبر أديبا ناثرا ناظما يشار إليه۔ ولكنه اختار لإبلاغ رسالته وعموم نفعها فى المجتمع الهندى اللغة الأردية المحلية نظرا إلى قول اللّٰه تعالى ﴿وما ارسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم﴾۔ فكان شيخ الإسلام كما يبدولنا فى مرآة من تصانيفه عارفا كبيرا، عالماً ربّانيا، داعية اسلاميا ومجدّدا عظيما وكان بارعا فى العلوم النقلية من التفسير والحديث والفقه والأصول والتصوف والتاريخ ومتبحرا فيها كما كان له باع طويل ونظر دقيق فى العلوم الآلية والعقلية من الأدب واللغة والمنطق والكلام والفلسفة والحكمة وعلم الاكتشافات الحديثة وإلى غير ذلك فيبحث عما يتعلق بها من خلال تصانيفه واذا تكلم على قضية او مسئلة سرد و ذكر من دلائل العقل والنقل على التتابع والتوالى ما تجعل القراء مطمئنين مرتوين، فكان قوى الحفظ، واسع الاطلاع على كتب السلف، خصب الفكر ودقيق النظر فيها۔ فلنتعرض هنا لتعريف بعض من مؤلفاته:

١۔ **المجموعة المنتخبة من الصحاح الستّة**: يتكوّن الكتاب من نخبة أحاديث الكتب الستة، إنتخبها الإمام الفاروقى لفوائد كامنة و معانى مكنونة۔ وترجم لها تراجم جديدة تناسبها فهى تشهد على تفقهه فى الدين و تضلعه من العلوم الحديثية۔ ومازال الكتاب مخطوطا فى مكتبة الجامعة النظامية لم يطبع بعدُ، يقوم بتحقيقه وتعليقه فضيلة الأخ الاستاذ محمد شبير احمد المدرس بالجامعة۔

٢۔ **مقاصد الإسلام**: إن مؤلفه الشهير العبقرى المفعم بالمعارف الإسلامية المعروف بـ"مقاصد الإسلام" المكون بأحد عشر جزءا إنه دائرة المعارف الإسلامية التى تنير قلب كل مستنير وترشد كل مسترشد۔ يتضمّن الكتاب مجموعة من المقالات فى أغراض متنوعة دينية وعلمية و ثقافية واجتماعية

وتـاريـخية۔ ويهدى كل مستهد إلى سواء السبيل فى كل قضية شائكة للمجتمع المسلم مثلا عن حقيقة الايمان وعـقيـدتـه وهل هناك فرق بين الايمان والاسلام؟ وختم النبوة والرسالة والرفض والخروج والجبر والقدر وضرورة الـمـعـجـزات وإثبـات الـولاية والكرامة و حقيقة الإنسان و رؤية داروين عن الإنسان وغيرها من الموضوعات المهمّة ولا شك فى أنها درر منثورة نظمها الشيخ فى سلك واحد۔

٣۔ الأنـوار الأحمدية: وأمـا كتـابـه "الانـوار الاحـمـدية" فهـو كتـاب جليل القدر عظيم النفع كثير الـفـائـدة ما صنف مثله فى معناه۔ فلا يكاديوجد ما تضمنه من بدائع الفوائد وفرائد القلائد فى كتاب سواه۔ ويشتـمـل عـلـى جـمـلة مـن الـمسـائل تتضمّن الكلام على فضائل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ومناقبه وآدابه وفضائل الصلوة والسـلام عـليـه وفـوائده ومسئـلـة زيـادة الإيـمان ونـقصه و استحباب القيام عندالسلام ۔وهـوردّ بـليـغ على الوهابية ٗكتبه أيام اقامته بالمدينة المنورة موافقا للسنة السنية ۔والكتاب يبعث السرور والـحـبـور الـى ذهـن الـقـارئ ٗ ففاق على أقرانه وتميز على اشكاله باللغة الأردية۔ويضمّ الكتاب تقريظا منيفا كتبـه شيخ العرب والعجم مولانـا امداد الله المهاجر الى مكة رحمه الله تعالى ونوّه فيه بالكتاب ومؤلفه ودعمه بـمـوافـقتـه وختـمه۔ فاليكم ـ ايها الاعزاء ـ قبسة من تقريظه:"إنى سمعت هذا الكتاب من اوله إلى آخر بحث الآداب ووجدته موافقا للسنّة السنية فسمّيته بالانوار الاحمدية۔ وإنما هذا مذهبى وعليه مدار مشربى۔(١٢)

٤) كتـا ب العقل: وهـو كتـاب رد فيـه عـلـى الـدهـر يـيـن الـمـلحدين والحكماء اليونـانيين والعلماء الـمـنـحـرفيـن عـن الإسـلام ردّا إلـزاميـا محتجّا باصولهم العقلية الموضوعة و أوضح مكانة العقل وحقيقته ورحاب عمله فى ضوء العقل واستخدامه وحدّه الاقصى لدى الإسلام۔

٥) الكلام المرفوع: وهـو كتـاب صـغير الجسم عظيم القدر قليل المباني كثير المعانى ٗ ألفه خلال اقـامتـه بـالـمـدينة المنورة وتكلّم فيه على الحديث الموضوع مما يتعلق بواجبات الفقهاء والمحدثين وقرائن الـوضـع والـجمع والتطبيق بين الأحاديث المتعارضة والكلام عليها سندًا ومتناوأسبابا وعِلَلا وقام بتنقيح الاحـاديـث التى أدرجت فى الموضوعات۔ والكتاب فى الحقيقة جزء من كتابه "الانوار الأحمدية" أفرده بأمر الشيـخ امـداد الـلـهؒ نـظراً لأهمّية محتوياته۔ والآن طبع مرة ثالثة بعد ما ترجمه استاذنـا فضيلة شيخ الحديث

محمد خواجه شریف حفظه اللّٰه تعالی إلی العربیة۔

٦) **افـادة الأفهام** : یتکون الکتاب من جزء ینْ یهدف المؤلف من خلاله إلی الکشف عن حقیقة المتنبّئ القادیانی وإبطال دعاویه الکاذبة وردّ علیه رداّ إلزامیّا فی ضوءِ أقاویله المتعارضة ومفتریاته الزائفة۔ وهو أول کتاب فی موضوعه لم ینسج علی منواله بعدُ۔

ولمّا اطلع علیه العالم الجلیل مولانا أحمد رضا خان القادریؒ تاق إلیه و کتب إلی مؤلّفه الهمام یطلبه الکتاب۔ فقال: انّی أشتاقُ الی جمیع تصانیفك، لوتباع بالثمن فأخبرنی عن ثمنها، قرأت صفحتین من کتابك عن القادیانی المخذول "افادة الأفهام" أشدت به علٰی أحدٍ من الاخوان فذهب به۔(١٣)

٧) **حقیقة الفقه** : هذ الکتاب له جزئان: فالجزء الأوّل یحتوی علی حقیقة الفقه وضرورته وتعریفه وسبب إختلاف الأحادیث وتعارضها فی الظاهر و واجبات المجتهدین والمحدثین وجهود المحدثین فی تدوین الحدیث ومکانة الامام الأعظم أبی حنیفةؒ لدی المحدثین وثناء هم علیه و الردّ علی نصوص الکتاب "سیرة النعمان" التی تکدر ذهن القاری وتختلجُ فی صدره۔

وأمّا الجزء الثانی منه فیتحدث عن تدوین الفقه الحنفی واشتهاره فی الآفاق وانتشاره فی الناس وضرورة تقلید الائمة واتفاق أئمة الحدیث علی إمامة الإمام الأعظم أبی حنیفة وبیان أن لفظة أهل الرأی مدح لاذمّ۔(١٤) وان بناء الفقه الحنفی علی الکتاب والسنة۔

ونظراً إلی أهمیة الکتاب وجامعیته ذکره الدکتور محمد حمید الله الحیدرآبادی فی مقال له کمرجع یحال علیه فی موضوعه۔

فانظروا ـ أعزّائی القراء ـ هذه العبارة الرائعة من الکتاب "الکلام المرفوع" کمثال لنبوغه الکامل فی علم الحدیث النبوی الشریف علی صاحبه الصلوة والسلام وهی کما معناه:

"وقد اثبت ابن حجر رحمة الله علیه فی فتح الباری رؤیة النبی صلی الله علیه وسلم ربّه واستدل علیه بروایة صحیحة عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما وکما نقل ابن حجر قول الحسن البصری رحمه الله تعالی والذی کان یقسم ویقول إن محمدا صلی الله علیه وسلم رأی ربه"۔ انتهی۔

انـظـروا ـ ايها الاعزاء ـ الى تعليق شيخ الاسلام على هذا الكلام وإثبات رؤية النبى صلى الله عليه وسلم ربه فقال:

"فـقـد هان على هؤلاء السادة الحلفُ باللّٰه على ردمارأت سيدتنا عائشة رضى اللّٰه عنها بسبب ثقتهم الـكـامـلة فـى بـاب رؤيتـه صـلـى اللّٰه عليه وسلم ربه مع ان الحلف شئ عظيم۔ فلم يخرج الإمام البخارى تلك الـروايـات۔ فهل يعقل أن هذه الروايات لم تبلغ البخارى؟ مع ان رواية عائشة رضى الله عنها ليست مرفوعة وانـمـا كـانـت مـن اجتهـادهـا كـما يظهر ذلك من استدلالها ولكن اخرجها فى صحيحه فقد كان اجتهاد الإمام البـخـارى مـوافـقـا لإجتهـاد سيـدتـنـا عـائشة الـصـديـقة رضـى الـلـه عنها لذلك روى الإمام البخارى نفس الروايات"۔(١٥)

أيها الاعزاء! لشيخ الإسلام جنب هذا تاليفات شعرية فى النظم۔

وانـا لسـت شـاعـرا ولـكـن مـن خـلال مطالعة شخصية الإمام الفاروقى أحاول أن اقدم لكم تـحـليلى الـمتـواضـع عـن شـعـره الـوارف الـعـميق معناه بأنه مستوحى من قلب ذاكر وخاشع متضرع يعطى رسـالته الروحية ويدخل الروح والريحان فى قلب المستمع وإنه لطيب مستخرج من الكتاب والسنة۔

صفوة الـكـلام أن مـأثـره الخالدة ستذكر العالم عن شخصيته، وفوق كل ذلك ان مؤلفاته مستلهمة من الـقـراٰن المجيد والحديث النبوى الشريف۔وجلّ مؤلفاته مقتطفة من ثمار الروضة النبوية فكل من جناها ارتوت نـفسهٗ و شبـعـت روحـه وتـطهرت من الادران والاوساخ فى مجـال الـحيٰـوة الـدنيوية والاخروية۔ فمحتوياتُها بـديعة المنال، منيعة المثال انفرد شيخ الاسلام بتدقيقه فيها عن نظرائه واشتهر بتحقيقه لها عن قرنائه۔

وبهذه الأعمال الجليلة والاسهامات النبيلة التى خلّفها الإمام الفاروقى متوخّيا دار البقاء، زاهدًا بدار الفناء استحق قول الشاعر:

هيهات أن يأتى الزمان بمثله   إن الزمان بمثله لضنين

أكتـفـى بهـذا الـقـدر من الحديث عن شخصية هذا الإمام الجليل فى ضوء مأثره العلمية۔ ونسأل اللّٰه تعالى أن يجعلنا نترسّم خطاه وخطا أهل العلم العاملين والدعاة إلى الحق المخلصين۔

الهوامش:

١﴾ملخصا من مطلع الانوار للمفتی محمد رکن الدینؒ، ورسالة الدکتوراة: د/محمد عبدالحميد اكبر۔

٢﴾ مقدمة الامام محمد انوارالله الفاروقیؒ علی "الانوار الاحمديه"۔

٣﴾ مطلع الانوار، إحالة علی "حل المغلق" للامام أبی الحسنات اللکنوی، وانی رأيت نحوهٗ فی حاشيتهٖ۔"مصباح الدجٰی فی لواء الهدٰی"۔

٤﴾ حوار فضيلة الشيخ المفتی محمد ولی الله رحمه الله، شيخ المعقولات السابق بالجامعة النظامية۔

٥﴾ حوار فضيلة الشيخ ابی بکر محمد الهاشمی، رئيس المصححين بدائرة المعارف العثمانيه۔

٦﴾ مطلع الانوار: المفتی محمد رکن الدینؒ۔

٧﴾خاتمة الطبع للشيخ ابی الحسن الأمروهیؒ، علی "کنز العمال" ج:٨، الطبعة الاولی ١٣١٤هـ۔

٨﴾ تقريظ سماحة الشيخ السيد ابراهيم الاديب الرضویؒ علی 'جامع مسانيد الامام الاعظم"۔

٩﴾ خاتمة الطبع للشيخ الحسن بن أحمد الحنفیؒ، علی "الجوهر النقی"(٢/٢٧١) الطبعة الاولی۔ حيدرآباد۔

١٠﴾ نزهة الخواطر :(٨/٧٨) العلامة الشريف عبدالحی الحسنیؒ

١١﴾ ملخصا من مقدمة المفتی محمد عبدالحميدؒ علی "مقاصد الاسلام" (ج:١)

١٢﴾ تقريظ سماحة الشيخ امداد الله المکیؒ علی "الانوار الأحمدية" للامام الفاروقیؒ۔

١٣﴾ رسالة الدکتوراة :د/ محمد عبدالحميد اکبر، مکاتيب الشيخ احمد رضا خان البريلویؒ (ص:٨٦)

١٤﴾وممّا يدلّ علی هذا المعنی ما ذکره الحافظ الذهبی أثناء ترجمة الامام أبی الحسن علی بن موسی القمّی شيخ الحنفية بخر اسان فقال: "کان عالم أهل الرأی فی عصره بلا مدافعة .... فکان المحدثون إذ ذاك أئمّة عالمين بالفقه أيضا، وکان أهل الرأی بصراء بالحديث، قد رحلوا فی طلبه، وتقدّموا فی معرفته، وأمّا اليوم فالمحدث قد قنع بالسکة والخطبة، فلا يفقه ولايحفظ، کما أنّ الفقيه قد تشبّث بفقه لا يجيد معرفته ولا يدری ما هو الحديث۔ (الذهبی : سيراعلام النبلاء ١١ /٢٦٨)

١٥﴾ الکلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع ص ـ ٤٥ : الامام الفاروقی ' تعريب : فضيلة الشيخ محمد خواجه شريف شيخ الحديث بالجامعة النظامية ـ

☆☆☆

"قلائد النحور فی مدح صدر الصدور"

قصیدة فی مدح الشیخ الاکبر الحافظ المولوی محمد انوار الله المخاطب بنواب فضیلت جنگ المعین المهام

امور مذهبی وصدر الصدور فی الدولة الآصفیة

نظمها: فضیلة الشیخ یحیٰی بن محمد الیافعیؒ (یمن)

تمهید

الفضل لا بالمال والدینار — ولا رکوب بالخیل والسّیّار

لاکن بتقوی الرب جل جلاله — وکثرة الاوراد والأذکار

والزهد فی الدنیا وعلم نافع — ومجالس الاخیار والأبرار

العالمین العاملین بعلمهم — الصالحین الاتقیا الأخیار

مدح

فاذا سألت لتعرفنّ حالهم — فابو الجمیع محمد الأنوار

لا تحسبنّه الیوم نورا واحدا — بل ذاك جمع ضاء للأبصار

الشمس والبدر یغیبان وذا — ابدا یضئ لغیبة الاقمار

الاسم نور والخطاب فضیلة — فکفی بذا فخرا علی الأغیار

صدر الصدور وقطبهم امامهم — عون المهام وسید الأحرار

وله التصانیف التی ما مثلها — جاست خلال المدن والأمصار

نشر العلوم وبثّها فی هندنا — لولاه کانوا وسط جرف هار

بطل شجاع لا یخاف صولة — هزم العدوّ بجیشه الجرّار

کهف البلاد الآصفیه غیثها — غمر الجهات بوبله المدرار

نور الهدی إحسانه عمّ الوری — ومجدّد الوقتِ بلا إنکار

لا یمکن الانسان عدّ صفاته — ابعدّ طشّ هواطل الأمطار

ان کان اعطاك الملیك منزلا — ایضا جعلت خلیفة المختار

بشری لنا اذکنت حقا شیخنا — بك نر الجدوٰی من الغفار

	لا عمل لی فی غدینجی سویٰ	حب لشیخی محمد الأنوار
	اذ کل شخص یستضئ بنوره	فهو حرام قربه للنّار
	دم فی علاً یهناك عز دائم	فی هذه الدنیا وتلك الدار
	دار صفت او قاتها لا هالها	وخلت من الاضرار والأکدار
حال العلم	من اجل علمٍ قد ترکتُ بلادنا	لا رغبةٍ فی الورق والدینار
	ونزلت مدرسة النظامیة التی	معروفة للناس فی الأقطار
	وحسوت کاسات الفراق لاجله	ففی الغداة حمد فعل الساری
	قد کنت قبل بلا ذکا ودرایةٍ	لا اعرف الوِرد من الإصدار
	والیوم من جود الاله وفضلکم	صرت اقول احسن الأشعار
	والوقت ذاك فی ابتداء کهولة	والیوم شاب عارضی عذاری
	وذکرت مَن صاحبتهُم فی بلد ة	سقیت بمزن الصیّب المدرارِ
	ان تاذنوالی فالفقیر مسافر	فضلا لمن امسی غریب الدار
	ان الغریب من تکون عریفه	فاذا یکون بغایة استبشار
	سأبثّ فی الیمن القصیّ نورکم	فیضئ منتشرا علی الأقطار
	فههنا لالی صدیق ناصحٌ	ولا معین فی قضا الأوطار
دعا	فنسئل الله الکریم بفضله	ومحمد والصحب والانصار
	لیدیم نعماه علیکم بالشفاء	من سائرا لا مراض والاشرار
	آمین قولوا یا الهی جُدله	لطفا وعافیة من الاضرار
	وادع لنا بالفیض من انوارکم	انتم آهالی الفیض للزوّار

وتاریخ عند تمام النظم جاء تاریخه

جد ذا صفادم جامعی الأنوار

۱ ۳ ۳ ٦ ھ

رؤيته من وراء ظهره صلى الله عليه وسلم

فضيلة الأستاذ محمد شبير أحمد النظامي

أستاذ اللغة العربية بالجامعة النظامية

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على أشرف المرسلين سيدنا محمد وآله الطيبين الطاهرين، وأصحابه الأكرمين الأفضلين ، وعلى من والاهم وتبعهم بإحسان إلى يوم الدين ، وبعد !

فإن القرآن والسنة هما مناطا الإسلام ، القرآن كلام الله تعالى ، لا تبين معانيه ومطالبه إلا بالحديث النبوي على صاحبه الصلاة والسلام . والمسائل الفقهية و شوون الإسلام كلها لا يتضح معناها بغير الحديث النبوي و ترتكز على الهدى النبوي . فنظرا إلى هذه الضرورة لا يزال يهتم تأليف السنة وتدوينها من أول يوم .

الحديث الشريف لروايته ودرايته لا بد له 65 (خمسة وستون) علما بعد معرفة علوم الأدب ، الصرف ، النحو ، علم المعاني ، علم البيان ، علم البديع ، علم العروض .

فلهذه الحاجة الأساسية خاصة عُني بتدريس الحديث النبوي على صاحبه الصلاة والسلام أصولا وفروعا عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم قال : نضر الله عبدا سمع مقالتي فحفظها و وعاها وأداها[1].

وقد أُلفت مآت من كتب الأحاديث المباركة ، لكن منها ستة كتب مشهورة ، المعروفة بالصحاح الستة ، وهي : الصحيح للبخاري ، الصحيح لمسلم ، السنن لأبي داود ، السنن للنسائي ، الجامع للترمذي ، السنن لابن ماجه . فالمحدثون الكرام رحمهم الله تعالى قد أحسنوا إلى الأمة المسلمة إحسانا عظيما حيث الهم قاموا بتأليف كتب الحديث وتدوينها ، يتمتع بها المسلمون (إلى يوم القيامة) مر الدهور وكر العصور

[1]- راجع أبو داود ..... .

، فمن هؤلاء الشخصيات العباقرة : شيخ الإسلام العارف بالله محمد أنوار الله العمري عليه الرحمة والرضوان ، وهو يعد من كبار أهل التصوف ، و من كبار المحدثين في عصره ، وقد حصل الحديث من الشيخ عبد الله اليمني – نزيل حيدرآباد ، ومن الطرق الأخرى أيضا حصل الحديث النبوي الشريف .

منصبه في الحديث الشريف :

مراتب أصحاب الحديث أربعة : الحاكم ، الحجة ، الحافظ ، المحدث .

الأمور التي تتحتم على محدث كانت في شخصية شيخ الإسلام ، وكان مطلعا ومستحضرا على أحاديث الجوامع والسنن والأسانيد ، كما هو يعرف صحة الحديث وضفعه ، وإنما تتبين هذه الأمور المشار إليها من تصانيفه القيمة ، لا تظهر جدارة علم بكثرة تصانيفه إلا بالاستيعاب العلمي وغموض المطالب ، فمؤلفات شيخ الإسلام ممتازة مرموقة في المعاني والأغراض وبيان الأسلوب واستنباط المسائل واستخراجها وفي حل المبهمات ، وهو أرفع وأسمى من كل جهة في الرواية والدراية .

الرواية :

ذكر أقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وأفعاله وتقريره وأحواله وذكر سندها . والمعرفة أنها في أي كتاب و من أي سند فهي الرواية .

الدراية :

والدراية شرح الأحاديث و معرفة السند والمتن يعني مراتب الحديث الشريف من كونه متواترا أو مشهورا أو خبر واحد أو صحيحا أو حسنا أو ضعيفا أو متصلا أو منقطعا . ورجاله في أي درجة وأي أحكام تستنبط منه ، وإن كان متعارضا كيف يرفع عنه التعارض هذه الأمور كلها تتعلق بالدراية .

وذكر شيخ الإسلام رحمه الله تعالى في تصانيفه المباركة : الرواية والدراية بحسب الضرورة ، وبحث عنهما إجمالا وتفصيلا .

مؤلفته المخطوطة المسمى بمجموعة منتخبة من كتب الصحاح ، تبرز من هذا الكتاب المنيف غزارة علمه وسعته وتبحره في العلم والبسطة فيه . وهناك مكتوب على هذا الكتاب العبارة التالية :"محتوية على فوائد مزيدة ومنافع كثيرة" .

اختار شيخ الإسلام هذه المخطوطة من الصحيح لمسلم والبخاري ومن شروح القسطلاني والنووي ومن كتب الصحاح . هذا الكتاب من مختارات الحديث ، وقد ذكر فيه شيخ الإسلام الأحاديث الشريفة ضمن أبواب الصحاح ثم ذكر الحاشية الجديدة وأتى بباب بديع واستنبط المعاني الطريفة : كإصلاح الباطن ، الاستبراك بالآثار ، تزكية النفس ، حب الرسول صلى الله عليه وسلم وما عدا ذلك من الفوائد المهمة .

ومن ميزات هذا الكتاب النادر أن التعليق وجيز جدا شامل على أغراض واسعة ، كأنه بحر في كوب ، وإن شاء الله المستعان سيتوفر أجود مواد في تحقيق هذا الكتاب والبحث عنه .

يقدم نموذجان من مواضيع هذا الكتاب الميمون :

(1) الحديث الذي ذكر الإمام البخاري في باب "إذا خاف الجنب على نفسه المرض" وهو عن أبي وائل قال قال أبو موسى لعبد الله بن مسعود رضي الله عنه : إذا يجد الماء لا يصلي . قال عبد الله : لو رخصت لهم في هذا كان إذا وجد أحدهم البرد ؟ قال : هكذا ، يعني تيمم وصلى . فعنوان شيخ الإسلام رحمه الله على الحاشية يذكر الحديث الشريف "بلحاظ المصلحة في الفتوى مع أنه خلاف النص"، واستنبط قانونا واسعا لأصول الفقه ، وبين في فقرة يتمتع بها قضاة المسلمين في العالم الإسلامي .

(2) الحديث الذي أتى به الإمام البخاري رحمه الله الباري في باب فضل من بات على الوضوء وهو عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم : إذا أتيت مضجعك فتوضأ وضوئك للصلاة ، ثم اضطجع على شقك الأيمن ، ثم قل "اللهم أسلمت وجهي إليك ، وفوضت أمري إليك ، وألجأت ظهري إليك ، رغبة و رهبة إليك ، لا ملجأ ولا منجا إلا إليك، اللهم آمنت بكتابك الذي أنـــزلت وبنبيك الذي أرسلت ، فإن مُتَّ من ليلتك فأنت على الفطرة ، واجعلهن آخر ما تتكلم به . قال : فرددتها على النبي صلى الله عليه وسلم ، فلما بلغت "اللهم أمنت بكتابك الذي أنزلت" قلت: ورسولك ، قال : لا و نبيك الذي أرسلت . فعلق عليه شيخ الإسلام رحمه الله تعالى بهامش نادر وأتى بعنوان جديد وهو "التأثير

ما ورد في الحديث دون معناه"، فقد جمع فيه بحر الأغراض الرامزة . وهكذا هذا الكتاب كله يتطيب بمواضيعه المتعطرة .

و إن أسلوب شيخ الإسلام كأسلوب قدماء المحدثين بأن يكون التقرير وجيزا ضد المتأخرين ، فإن تقريرهم يكون أطول ، وهذا الكتاب يتعلق بالتصوف وجوهره .

(1) أعطيت الشفاعة:

وهو دليل على أنه قد أذن له في الشفاعة (أخرجه البخاري)

الفائدة المستنبطة من 7- كتـــــــاب التيمم – صحيح البخاري

إن الشفاعة من أعظم خصائصه صلى الله عليه وسلم ، والشفاعة باعتبار الشافعين قسمان : الشفاعة الكبرى ، الشفاعة الصغرى .

الشفاعة الكبرى لا يشفعها إلا رسولنا صلى الله عليه وسلم ، حتى إن هذه الشفاعة تنفع الكفار أيضا من حيث يبتدئ الحساب والكتاب ببركتها ويتخلصون من شدة الوقوف و يشفع صلى الله عليه وسلم الشفاعة الكبرى في أول وقت حينما يظهر العدل الإلـــهي ، لا يجترئ حينئذ غيره من الأنبياء الكرام عليهم الصلاة والسلام .

والشفاعة الصغرى عند ظهور الفضل الإلـــهي و يشفع بهذه الشفاعة كثير من الخلائق ، كالقرآن والكعبة وشهر رمضان وغيره .

فملخص القول أنه صلى الله عليه وسلم قد أذن بالشفاعة و يتمتع الأنبياء عليهم السلام أيضا يوم القيامة بشفاعته صلى الله عليه وسلم .

اللهم صلى على سيدنا محمد صلاة دائمة مقبولة تؤدي بها عنا حقه العظيم

الماء الذي يغسل به شعره أحب من الدنيا وما فيها[2] :

الفائدة المستنبطة من 4- كتـــــــاب الوضوء - صحيح البخاري (ج: 1)

170- عن ابن سيرين قال : قلت لعبيدة : عندنا من شعر النبي صلى الله عليه وسلم أصبناه من قبل أنس أو من قبل أهل أنس ، فقال : لأن تكون عندي شعرة منه أحب إليّ من الدنيا وما فيها .

التحقيق والشرح :

اختار شيخ الإسلام الإمام محمد أنوار الله رحمه الله هذا الحديث الشريف من باب "الماء الذي يغسل به شعر الإنسان" وأتى بهامش جديد يفوح منه مسك العظمة والطهارة لشعر النبي صلى الله عليه وسلم ، فشعره معظم مكرّم وأطهر ، فكيف لا وقد جاءت الأخبار بطهارة فضلاته عليه السلام فضلا عن شعره الكريم (ويذكر إن شاء الله تعالى الأحاديث الكريمة في فضيلة شعره - صلى الله عليه وسلم - الكريم) .

وهناك أقوال في شعر بني آدم عليه السلام :

وفي العيني قال ابن بطال : أراد البخاري بهذه الترجمة رد قول الشافعي أن شعر الإنسان إذا فارق الجسد نجس ، وإذا وقع في الماء نجسه إذ لو كان نجسا لما جاز اتخاذه خيوطا وحبالا ، ومذهب أبي حنيفة رحمه الله أنه طاهر[3]. وأما شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو مكرّم بل قسم للتبرك والاستبراك ، وقد وردت أحاديث كثيرة أن جماعة شربوا دم النبي صلى الله عليه وسلم ، منهم : أبو طيبة الحجام ، وغلام من قريش حجم النبي عليه الصلاة والسلام ، وعبد الله بن الزبير شرب دم النبي صلى الله عليه وسلم . وروي أيضا أن أم أيمن شربت بول النبي صلى الله عليه وسلم - رواه الحاكم والدارقطني والطبراني وأبو نعيم . وأخرج الطبراني في الأوسط في رواية سلمى امرأة أبي رافع أنها

---

[2]- من الباب 33 : الماء الذي يغسل به شعر الإنسان ، ص 52 .

[3]- راجع العيني ، ص 3- 35 .

شربت بعض ماء غسل به رسول الله عليه الصلاة والسلام ، فقال لها : حرم الله بدنك على النار[4].
وفي الشفاء ص 52 ، الجزء الأول : عن عبد الله بن الزبير في امرأة شربت بوله فقال لها لن تشتكي وجع بطنك أبدا .

وكانت الصحابة رضي الله تعالى عنهم يتخذون شعر النبي عليه الصلاة والسلام للتبرك ويستبركون به ، كما ان خالد بن الوليد رضي الله عنه جعل في قلنسوته من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فكان يدخل بها في الحرب و يستنصر ببركته ، فسقطت عنه يوم اليمامة فاشتد عليها شدة وأنكر عليه الصحابة ، فقال : إني لم أفعل ذلك لقيمة القلنسوة ، لكن كرهت أن تقع بأيدي المشركين وفيها من شعر النبي عليه الصلاة والسلام .

وقد ذكر شيخ الإسلام موسس الجامعة النظامية رحمه الله في كتابه "مقاصد الإسلام" (الجزء التاسع) عن فضيلة فضلاته وشعره صلى الله عليه وسلم - وهذا تعريب عبارته : كل جزء جسمه نور يعرفه أهل البصيرة فيه بركة وفضيلة لا توجد في غيره توصيله في باطننا سبب لرقي روحي ، تؤيد هذه الرواية عقيدتهم التي نقلها القاضي عياض رحمه الله في الشفاء[5] عن عبد الله بن الزبير رضي الله عنه في امرأة شربت بوله ، فقال لها : ''لن تشتكي وجع بطنك أبدا''. فثبت أن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يعتقدون أن فضلاته صلى الله عليه وسلم كلها متبركة ، وثبت أيضا بقوله صلى الله عليه وسلم على أنها دواء للأسقام البدنية والعصبية يرغبها الإنسان طبعا .

وإذا نتصور أنه لم يكن المرض لاحقا لها حينما كانت تشرب (بوله) صلى الله عليه وسلم بأن خطر ببالها لمداواة المرض بل إنهم كانوا يعتقدون أن فضلاته صلى الله عليه وسلم أفضل عندهم من أنفسهم ، وإنما سبب للازدهار الروحي .

4- عمدة القارئ 35/3 .

5- راجع كتاب الشفاء لقاضي عياض 52/1 .

وكان صلى الله عليه وسلم يعطيهم من شعره كما روى مسلم في صحيحه : عن أنس قال : لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم والحلاق يحلقه وأطاف به أصحابه ، فما يريدون أن تقع شعرة إلا في يد رجل[6].

وكتب شارح زرقاني : "وإنما قسم شعرة في أصحابه ليكون بركة باقية بينهم وتذكرة لهم"[7].

وفي فتح الباري 239/1 (المطبوع القديم) وفيه التبرك بشعره صلى الله عليه وسلم وجواز اقتنائه .

اللهم صلى على سيدنا محمد صلاة دائمة مقبولة تودي بها عنا حقه العظيم

(2) رؤيته صلى الله عليه وسلم من وراء ظهره:

الفائدة المستنبطة من 8- كتـــاب الصـــلاة - صحيح البخاري (ج: 1، ص: 108)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : صلى لنا النبي صلى الله عليه وسلم صلاة ثم رقى المنبر ، فقال في الصلاة و في الركوع : إني لأراكم من وراء كما أراكم .

اختار شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار الله رحمه الله تعالى هذا الحديث الشريف من كتاب الصلاة "باب عظة الإمام الناس في إتمام الصلاة وذكر القبلة " للبخاري وعنوانه :"رؤيته من وراء ظهره" في الحقيقة أن هذا العنوان واسع الذيل طويل الأطراف ، لأنه يشتمل ويندمج على علم رسول الله الكريم صلى الله عليه وسلم ، وسيوضح إن شاء الله تعالى بتفصيل ما كي تتبين وتتضح عقائد علماء أهل السنة والجماعة ، وسبب اختيار شيخ الإسلام هذا العنوان وما هي الدواعي التي تتعلق به وهي أن الله سبحانه تعالى أعطى كل إنسان قوة نظرية يحصل لها الجلاء بنظره وفكره ويترقى في إدراكها بالرياضة ومجاهدة النفس ، وتنكشف عندها الحقائق ، و هناك يستوي المتبع للشريعة وغيره .

---

[6]- راجع الصحيح لمسلم ، كتاب الفضائل 256/2

[7]- راجع .....

ولكن لا يصل إلى الحقائق الواقعية وصولا صحيحا إلا من يتبع الوحي الإلــهي ، أي القرآن الكريم والسنة النبوية الشريفة . وعند ذلك ينفتح له باب عالم الغيب ، و ينكشف و يظهر له الوقائع العديدة ، و يزور الملائكة وأرواح الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم في النوم واليقظة ويستفيد منهم .

ومن أمثال ذلك الإمام حجة الإسلام أبو حامد الغزالي ، اتجه إلى علم التصوف و كنهه بعد ما حصل على العلوم الإسلامية حيث أنه بين سبب اتجاهه إليه قائلا : إني علمت يقينا أن الصوفية هم السالكون لطريق الله خاصة ، و أن سيرتهم أحسن السير ، و طريقهم أصوب الطرق ، وأخلاقهم أزكى الأخلاق ، و أن جميع حركاتهم وسكناتهم في ظاهرهم وباطنهم مقتبسة من نور مشكاة النبوة وليس وراء نور النبوة على وجه الأرض نور يستضاء به ، ثم قال بعد ذلك (وهذه نكتة أريد أن ألفت نظر القارئ إليها) ومن أول الطريقة تبتدئ المكاشفات والمشاهدات حتى أنهم في يقظتهم يشاهدون الملائكة وأرواح الأنبياء ويسمعون منهم أصواتا ويقتبسون منهم فوائد ، ثم يترقى الحال من مشاهدة الصور و الأمثال إلى درجات يضيق عنها نطاق النطق و يفوتها الحصر[8]. وكذلك العبد إذا واظب على الطاعات بلغ إلى المقام الذي يقول الله سبحانه (في الحديث القدسي) : كنت سمعا وبصرا . فإذا صار نور جلال الله سبحانه سمعا له سمع القريب والبعيد ، وإذا صار ذلك النور بصرا له رأى القريب و البعيد ، و إذا صار ذلك النور يدا له قدر على التصرف في الصعب والسهل .

قال الشيخ الشاه ولي الله المحدث الدهلوي رحمه الله تعالى مخبرا عن نفسه وكماله وترقي علومه : إني لم أزل أعبر تجليا بعد تجل حتى وصلت إلى اسم الرحمن أصل التجليات وملاك أمرها ، فبلغت به ما بلغت إليه ، فلما انحدر إليه في معدني رأيت كل مقام وكل علم وكل كمال حصل لأول الأفراد الإنسانية . (إلى أن قال) وقد أحطت بكمال الأفلاك والمعادن والأشجار والبهائم والملائكة والجن واللوح والقلم وإسرافيل ، وكل ما دخل تحت الوجود إحاطة تامة شاملة . (إلى أن

[8]- المنقذ من الضلال ، ص 33 - من عقائد أهل السنة والجماعة .

قال) وعندي علوم لا يكاد يحيطها . سماء ولا بر و بحر وساحل . ولكن أبناء الزمان وجدهم ، تساوي لديهم عاقل ثم بالغ[9].

وقال الشاه محمد إسماعيل الدهلوي إمام الديابنة في كتابه "صراط مستقيم": وهكذا قلوب الأولياء الكرام عند تنـــزهها عن صدء الغفلة والتوجه إلى ما سوى الله تعالى تصير مرايا لحظيرة القدس (الجنة) مثلا إذا قضى في حظيرة القدس بشيء يراه أكثر الصالحين في المنام أو اليقظة قبل وقوعه . وقال المولوي أنور شاه الكشميري الديوبندي في كتابه "فيض الباري" : ثم اعلم أن ما يراه الأولياء من الأشياء قبل وجودها في العالم لها أيضا نحو من الوجود كما أن با يزيد البسطامي رحمه الله تعالى لما مر من جانب مدرسة وهبت ريح قال : إني أجد منها ريح عبد من عباد الله ، فنشأ منه الشيخ أبو الحسن الخرقاني . وكما قال النبي صلى الله عليه وسلم : إني أجد نفس الرحمن من اليمن فنشأ منه الأويس القرني ، وقد قال صلى الله عليه وسلم : اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله ثم قرأ قوله تعالى **إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ** أي المتفرسين[10]. فإذا كانت هذه سعة مشاهدة أولياء الله الكاملين فما هي سعة مشاهدة الأنبياء والمرسلين بالأخص لسيد الأنبياء والمرسلين صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى منح حبيبه صلى الله عليه وسلم قوة عظيمة باهرة بحيث تعجز العقول عن إدراكها والوصول إلى كنهها . منها قوة مشاهدته صلى الله عليه وسلم .

قال سيدنا حسان بن ثابت رضي الله عنه :

لـــه همم لا منـــتهى لكبار وهمته الصغرى أجل من الدهـــر
له راحة لو أن معشار جودها على البر كان البر أندى من البحر

إن الهاتف و الإذاعة والحاسبة والحاسوب والشبكة العالمية من مخترعات هذا الزمن ، وأنها تطوي بنا الدنيا ونحن ههنا لم ننتقل و لم نتحرك شيئا ، و نحن نرى الحركات والسكنات ، و نسمع

9- التفهيمات لولي الله الدهلوي ، ص 307 من عقائد أهل السنة والجماعة .

10- الترمذي عن أبي سعيد ، ص 308 .

الأصوات من أنحاء العالم بوسيلتها حتى نرى صلوات الحرمين الشريفين عبر التلفزيون و نسمع أذانها وأخبارها ، أليس الله تعالى بقادر على أن يكشف لنبيه صلى الله عليه وسلم خلائقه من تحت الثرى إلى العرش . يجدر بي أن أنقل ههنا بعض الأحاديث المباركة فيما تتعلق برؤيته صلى الله عليه وسلم ظاهرة وباطنة :

(1) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : هل ترون قبلتي ههنا ، فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركوعكم ، إني لأراكم من وراء ظهري[11] .

تبين من هذا الحديث المبارك أنه صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى أجساد المصلين خلفه فقط بل كان يلاحظ كيفيات قلوبهم أيضا ، فإن الخشوع كيفية القلب .

(2) عن أبي هريرة رضي الله عنه : إنكم ترون أنه يخفى على شيء مما تصنعون ، والله إني أرى من خلفي كما أرى من بين يدي[12] .

(3) عن عائشة رضي الله عنها قالت : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرى في الظلماء كما كان يرى في الضوء[13] .

(4) قال صلى الله عليه وسلم : إني فرط لكم وأنا شهيد عليكم ، وإني والله لأنظر إلى حوضي الآن[14] .

(5) أشرف النبي صلى الله عليه وسلم على أطم من آطام المدينة فقال : هل ترون ما أرى ، إني لأرى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر[15] .

---

[11]- صحيح البخاري ..... .

[12]- مشكاة المصابيح ، ص 77 .

[13]- الخصائص الكبرى ، عبد الرحمن بن أبي كبر السيوطي ، 61/1 .

[14]- صحيح البخاري ....

[15]- من صحيح البخاري 252/1

(6) قال النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما صلى صلاة الكسوف وحمد الله تعالى وأثنى عليه ما من شيء لم أكن أريته إلا رأيته في مقامي هذا حتى الجنة والنار[16].

(7) عرض على ما هو كائن من أمر الدنيا وأمر الآخرة رواه أبو بكر الصديق رضي الله عنه [17].

(8) عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إن الله قد رفع لي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كأنما إلى كفي هذه[18].

وقوله صلى الله عليه وسلم فأنا أنظر إليها جملة اسمية خبرها فعل مضارع ومثل هذه الجملة يدل على الدوام التجددي كما بين في علم المعاني فمعنى الحديث أنه صلى الله عليه وسلم كان يشهد وينظر إلى الدنيا وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة على سبيل الدوام التجددي .

و الآن تكتب من الآيات والأحاديث التي تدل على رؤيته واطلاعه على أعمال أمته :

(1) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : لما تجلى الله تعالى لموسى عليه السلام كان يبصر دبيب النملة على الصفاقي الليلة الظلماء من مسيرة عشرة فراسخ[19].

رأى سيدنا موسى عليه السلام تجليا صفاتيا حينما تجلى الله تعالى للجبل فتحدد بصره إلى أن كان ينظر و يبصر دبيب النملة على الصفاقي اليلة الظلماء من مسيرة عشرة فراسخ فكيف حدة بصر نبينا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم حيث أنه رأى ربه ليلة المعراج ، قال تعالى ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ﴾ (سبحان الله) .

(2) قال صلى الله عليه وسلم : إنكم تعرضون علي بأسمائكم وسيماكم فأحسنوا الصلاة علي[20].

---

[16]- صحيح البخاري 126/1 .

[17]- مسند الإمام أحمد بن حنبل 4/1 .

[18]- كنـــز العمال ، ص 378 ، لعلي المتقي البرهان فوري .

[19]- محمود الآلوسي ، روح المعاني 53/9 .

[20]- كنـــز العمال لعلي المتقي 498/1 .

(3) قال صلى الله عليه وسلم : حياتي خير لكم تحدثون و يحدث لكم ، فإذا أنامت كانت وفاتي خيرا لكم ، تعرض على أعمالكم فإن رأيت خيرا حمدت الله تعالى وإن رأيت شرا استغفرت لكم[21].

ورسول الله صلى الله عليه وسلم يشاهد أعمال أمته ويسمع صلاة المصلين عليه .

(4) وفي رواية الطبراني عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ليس من عبد يصلي على الا بلغني صوته حيث كان قلنا وبعد وفاتك قال : وبعد وفاتي إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء[22].

(5) أخرج الإمام صاحب دلائل الخيرات السيد محمد بن سليمان الجزولي رحمه الله تعالى في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : أسمع صلاة أهل محبتي وأعرفهم وتعرض على صلاة غيرهم عرضا .

(6) عن ابن مسعود رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : فإذا صلى أحدكم فليقل "التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين " فإنكم إذا قلتموها أصابت كل عبد صالح في السماء والأرض[23].

ههنا نتأمل أن المصلي إذا صلى سواء كان في الشرق أو الغرب ، وفي البر أوفى البحر في الأرض أو الفضاء هو مأمور بأن يقدم تحيات العبادات إلى حضرة العلي الأعلى سبحانه ثم يسلم على النبي المختار صلى الله عليه وسلم بصيغة الخطاب والنداء محضرا في قلبه النبي صلى الله عليه وسلم كما قال الإمام الغزالي في إحياء العلوم المجلد الأول واحضر في قلبك النبي صلى الله عليه وسلم وشخصه الكريم فقل السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته .

إثبـــات مشاهدته صلى الله عليه وسلم من أقوال المفسرين والفقهاء والعلماء

21- كنـــز العمال لعلي المتقي 407/1 .

22- جلاء الأفهام لابن القيم الجوزي ، ص 63 .

23- صحيح البخاري 115/1 .

قال صاحب تفسير روح البيان في تفسير هذه الآية ﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا ﴾[24] فإنه لما كان أول مخلوق خلقه الله كان شاهدا بوحدانية الحق وشاهدا بما أخرج من العدم إلى الوجود من الأرواح والنفوس والأجرام والأركان والأجساد والمعادن و النبات و الحيوان و الملك والجن و الشيطان والإنسان وغير ذلك لئلا يشذ عنه ما يمكن للمخلوق و أسرار أفعاله وعجائبه . وقال متقدما فشاهد خلقه و ما جرى عليه من الإكرام والإخراج من الجنة بسبب المخالفة ، وما تاب الله عليه إلى آخر ما جرى الله عليه ، و شاهد خلق إبليس و ما جرى عليه .

فعلم أنه صلى الله عليه وسلم شاهد قبل ظهوره في العالم أحوال كل مخلوق و مواقفه واعتباراته ثم قال متقدما قال بعض الكبار : إن مع كل سعيد رفيقه من روح النبي صلى الله عليه وسلم هي الرقيب العتيد عليه ، ولما قبض الروح المحمدي عن آدم الذي كان به دائما لا يضل ولا ينسى جرى عليه ما جرى من النسيان وما يتبعه .

فالمؤمن إذا عمل صالحا عمل بعنايته صلى الله عليه وسلم وبركته ، و إذا عمل سيئا عمل بعدم عنايته ، قال سيدنا أبو حنيفة في قصيدة النعمان : و إذا سمعت فعنك قولا طيبا وإذا نظرت فلا أرى الاك ، وفي "تفسير روح البيان" في تفسير سورة الملك من أواخرها قال قال الإمام الغزالي : والرسول عليه السلام له الخيار في طواف العالم مع أرواح الصحابة رضي الله تعالى عنهم ، لقد رآه كثير من الأولياء ، قال جلال الدين السيوطي في كتابه "انباء الأذكياء في حياة الأولياء" : النظر في أعمال أمته والاستغفار لهم من السيئات والدعاء بكشف البلاء عنهم والتردد في أقطار الأرض والبركة فيها وحضور جنازة من صالحي أمته فإن هذه الأمور من أشغاله كما وردت بذلك الأحاديث والآثار .

قال الإمام الغزالي رحمه الله في كتابه "المنقذ من الضلال" :''أرباب قلوب مشاهدة مي كنند در بيداري أنبياء وملائكه را وهم كلامي شوند بايشان''. أي أن أرباب القلوب يشاهدون الأنبياء

[24]- سورة الفتح ، آية رقم 45 .

والملائكة مستيقظين و يتكلمون معهم . قال الإمام جلال الدين السيوطي في شرح الصدور : إن اعتقد الناس أن روحه ومثاله في وقت قراءة المولد وختم رمضان وقراءة القصائد يحضر حاز ، و في در المختار المجلد الأول في باب كيفية الصلاة :''ويقصد بألفاظ التشهد الإنشاء ، كأنه يحيي على الله ويسلم على نبيه نفسه''. وقال الشامي ضمن هذه العبارة لا يقصد الأخبار والحكاية عما وقع في المعراج منه عليه السلام ومن ربه ومن الملائكة . فعلم بعبارات الفقهاء والعلماء أنه صلى الله عليه وسلم يشاهد و يراقب ويطلع على أحوال وأعمال أمته و ينفعهم بإذن ربه ، وفي المرقاة في باب ما يقال عند من حضره الموت في آخره ولا تباعد عن الأولياء حيث طويت لهم الأرض و حصل لهم أبدان مكتسبة متعددة وجدوها في أماكن مختلفة في آن واحد وفي الشفا إن لم يكن في البيت أحد فقل "السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته". قال ملا علي القارئ في شرح هذه العبارة : لأن روح النبي صلى الله عليه وسلم حاضر في بيوت أهل الإسلام قال الإمام القسطلاني في المواهب المجلد الثاني (ص 387) في الفصل الثاني زيارة قبره الشريف : و قد قال علماؤنا : لا فرق بين موته وحياته عليه السلام في مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم و نياتهم وعزائمهم وخواطرهم ، وذلك جلي عنده لا خفاء به . وقال ملا علي القارئ في شرح مشكاة المصابيح : وقال الغزالي سلم عليه : إذا دخلت في المسجد فإنه عليه السلام يحضر في المساجد . وفي مدارج النبوة المجلد الثاني في حياة الأنبياء (ص 450) – هذا تعريب نصه : إن الله أعطى جسمه صلى الله عليه وسلم حالة وقدرة يروح ويذهب أينما شاء بنفس الجسم أو بجسمه المثالي في السماء أو في القبر ، وله نسبة خاصة بالقبر في كل حال – انتهى . وقال الشيخ شهاب الدين السهروردي في كتابه مصباح الهداية ص 165 - هذا تعريب نصه : فليعلم العبد أن الله تعالى يعلم سره وخفائه في كل حين و وقت و زمان ، هكذا رسوله صلى الله عليه وسلم أيضا يعلم ظاهره وباطنه كي يكون تعظيمه و رؤية وجهه دليلا لحضرته وجنابه ، و أن يستحيي من مخالفته ، و أن لا يترك الجهد والوسع في أدب صحبته ، و أن يبذل أقصى جهده في تعظيمه صلى الله عليه وسلم . قال شيخ الإسلام الإمام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقي – موسس الجامعة النظامية في كتابه "مقاصد الإسلام" (الجزءا العاشر ، ص 97)- هذا

تعريب نصه الأردي : تأملوا أن الصلاة عبادة خاصة وردت الأخبار في حقها أنها معراج المؤمنين فيها أمر أن ينادى المصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم في التشهد لو لم يناد لما تمت الصلاة ، بل كانت ناقصة ، و عليه أن يعيد الصلاة و يراجعها ، فإنه لا محدث ولا فقيه يظن أن التحيات ليست بلازمة و واجبة في الصلاة . فأما التشهد فيه جملة ندائية ، وهي أيها النبي ، والغرض بهذا النداء أنه صلى الله عليه وسلم يستغرق دائما في مشاهدة جمال الإلـــه تعالى ، فمن الذي يقدر أن يوجهه إليه ، فياله من فضله و لطفه و كرمه صلى الله عليه وسلم قد أذن لنا أن تنادوني كلما تشاؤون ، فنتوجه إليكم وخاصة إذا كنتم تقربتم إلى الله بالصلاة فسلموا متوجهين إلى هذا سر التحيات ، أما الطبيعة الحكيمية فهي لا تقبل على أنه كيف يتوجه إلى جميع المسلمين في وقت واحد ، فهذه مناقشة أخرى حتى أن الحكماء لم يذعنوا بهذه المسئلة حتى أنهم جعلوا الله معطل الوجود في هذا الأمر وصرحوا أن الله تعالى ليس له علم الجزئيات (العياذ بالله من هذه العقيدة الفاسدة) لكن أهل الإيمان يعلمون أن مثل هذه الأوهام من وساوس الشيطان وهم يعلمون أن الله عنده مفاتح الغيب وهو عالم الغيب والشهادة ويعلم السر وأخفى وهو يتوجه كل آن و وقت إلى العالم كله حتى الذرات ، وهو قادر أن يعطي نبيه صلى الله عليه وسلم قوة إذا ناداه أحد من أمته فيتوجه إليه وإلى جميع من يناديه في وقت واحد ، لو كان هذا مستحيلا لما كلف الله الرسول أن يأمر أمته بالتسليم عليه في التشهد بالسلام عليك أيها النبي . وإن الله تعالى ليعلم أن عشرات ملايين من أمته صلى الله عليه وسلم في مشارق الأرض و مغاربها يوجهونه إليهم كل حين بقولهم السلام عليك أيها النبي ، وقد ناقشنا في هذه المسئلة بتفصيل ما في كتابنا (الأنوار الأحمدية) فهذا البحث و صلاة الحاجة التي فيها هذا النداء يا محمد إني أتوجه بك إلى ربك و المباحث الأخرى مذكورة في ذلك التصنيف ، لو يطالع " الأنوار الأحمدية " ليكون نافعا بل أنفع .

النداء في التحيات الذي يسلم به رسول الله صلى الله عليه وسلم إنا حضرنا إلى جناب الإلـــه تعالى وفق أمركم وليس فينا استعداد ولياقة بين يديه تعالى وما كنا أهلا لحضرته ولا تعادل عبادتنا لحضرته سبحانه ، وله الكبرياء فأنت ناصر و غوث ومساعد أن تبلغ عبادتنا ودعائنا بك إلى

درجة القبول والإجابة ، وقد كانت الصحابة ينادونه صلى الله عليه وسلم عند المصائب والشدائد فإنهم يعلمون أن له تصرفا في ذلك العالم ، كما ثبت بالقرائن والرؤيا – انتهى . وقد نقل شيخ الإسلام مؤسس الجامعة النظامية رحمه الله في هذا الكتاب أن الصحابة رضي الله عنهم كانوا ينادونه صلى الله عليه وسلم في الحروب والمعارك ويقولون وا محمداه وا محمداه يا محمد واغوثاه واحمداه وا اسلاماه كيد قومي ورب الكعبة . فمن يجسر أن يقول أن الصحابة أصبحوا مشركين لأجل استمدادهم وندائهم رسول الله صلى الله عليه وسلم (العياذ بالله) . فاتضح لنا أن النداء والاستمداد سنة الصحابة بل عين الثواب . وإنه صلى الله عليه وسلم يطلع ويشاهد أمته كل حين بإذن ربه فله ابصار حقيقي خاص به صلى الله عليه وسلم شرقا وغربا في الحياة وبعد الوفاة إلى يوم القيامة .

وفي القسطلاني[25]: رؤية حقيقية اختص بها عليكم ، و الرؤية لا يشترط لها مواجهة ولا مقابلة ، وإنما تلك أمور عادية ، يجوز حصول الإدراك مع عدمها عقلا أو كانت له عليه الصلاة والسلام عينان بين كتفيه مثل سم الخياط يبصر بهما لا تحجبها الثياب أو غير ذلك مما ذكرته في المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ، وفي فتح الباري (77/2) ولمسلم : "إني لأبصر من ورائي كما أبصر من بين يدي" وفيه دليل على المختار أن المراد بالرؤية الإبصار ، وظاهر الحديث أن ذلك يختص بحالة الصلاة ، ويحتمل أن يكون ذلك واقعا في جميع أحواله ، وقد نقل ذلك عن مجاهد . وحكى بقي بن مخلد أنه صلى الله عليه وسلم كان يبصر في الظلمة كما يبصر في الضوء .

اللهم صلى على سيدنا محمد صلاة دائمة مقبولة تؤدي بها عنا حقه العظيم

[25]- جـ 2 ب 40 ص 76 .

موقف شيخ الإسلام من التأويلات الباطلة في نصوص القرآن الكريم والسنة النبوية المطهرة

إعداد: فضيلة الدكتور محمد جلال رضا
فاضل الجامعة النظامية حيدرآباد الدكن(الهند)[1]
خريج كلية أصول الدين جامعة الأزهر الشريف القاهرة مصر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد!

فإن المطلع على تاريخ الإسلام يدرك جيدا أن التأويل المذموم في نصوص القرآن الكريم أو السنة النبوية المطهرة قد عرض الأمة الإسلامية بأكملها بمخاطر جسيمة,ولا تزال آثارها السلبية تنخر جسم الأمة شيئا فشيئا إلى يومنا هذا كالسرطان الدفين وما من فرقة إسلامية انفصلت عن أصل الأمة إلا ولها صلة بهذاالتأويل, بدءا من الخوارج ثم الشيعة والباطنية إلى القاديانية والنيشرية.

و قد صدق من عدّ التأويل المتسيب من جملة العوامل أوالمعاول التي أدّت إلى انهيار الحضارة الإسلامية.

وإن نظرة عابرة في التاريخ الإسلامي تكشف أن صحابة النبي-رضي الله عنهم-كانو يهابون من القول في القرآن أو السنة بالرأي المجردهية شديدة,وقد كان لهذين المصدرين في قلوبهم و وجدانهم من التوقير والتعظيم ما لا مزيد عليهما حتى ليتوقف كبار الصحابة عن الخوض في معنى كلمة أو تفسير لفظة اعتمادا على الرأي الشخصي لأن في ذالك من شائبة الجرأة على الله- تعالى- ومن التقدم بين يدي الله و رسوله.

[1] كتب هذا البحث بحضر رسالة الماجستير بعنوان" الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي وجهوده في الفكر الإسلامي" بقسم الفلسفة الإسلامية بكلية دار العلوم جامعة القاهرة بمصر.

وعندما سئل أحد كبار الصحابة عن قوله- تعالى- "و فاكهة و أبّا"[2]قال أي سماء تظلني وأي أرض تقلني إذا قلت في كتاب الله ما لا أعلم.

وعندما قرأ سيدنا عمر- رضي الله عنه - هذه الآية قال:"كل هذا قد عرفناه فما الأب؟"ثم رفع عصا بيده و قال: "هذا لعمر الله التكلف وما عليك يابن أم عمرألا تدري ما الأب؟ثم قال اتبعوا ما بين لكم من هذا الكتاب وما لا فدعوه."[3]

غير أن هذا الاحترام وتلك القدسية بدأا يتضائلان شيئا فشيئا في قلوب معظم الناس بمرور الزمن وبسبب التباعد عن عصر النبوة ومشاهدة نزول الوحي و شهود المعجزات الحسية.

إلا أن طائفة من علماء الحق المهديين بهدي النبوة مازالوا ولايزالون منذ البداية عاضين على منهج الصحابة بالنواجذ ويبينون خطورة التأويل ومغبة التدخل غير المنضبط في المصادرالمقدسة للتشريع الإسلامي.

وكان الشيخ العلامة العارف بالله محمد أنوار الله الفاروقي الهندي علي رأس هولاء الحماة عن هذا المنهج الأصيل في القرن التاسع عشر في شبه القارة الهندية.فإنه بيّن تهافت هذا المنحى الفكري في أكثر من مولف وأكثر من موضع وقد خصص مولفا ضخما وقيما في تفنيد مزاعم العقلانيين المزعومين وبيان العلاقة بين العقل والنقل وتوضيح قدرات العقل ومجالاته في الأمور الميتافيزيقية والمحسوسة كل ذالك بالمنهج العقلاني الرصين وهو الكتاب المسمى ب "كتاب العقل".

و سنتناول في هذه الدراسة الموجزة السريعة موقف الشيخ من التأويلات و المتأولين وتعقيباته على بعض معاصريه في أرائهم الشاذة في النصوص قطعية الثبوت وقطعية الدلالة.

فقد قال الشيخ في هذا الصدد في"كتاب العقل"و ملخّص ذالك: أطلب أهل الإسلام أن يكونوا على بصيرة وعلى بيّنة من الأمر أن المسلمين لم يكونوا قط على قدم واحدة أو سواسية في الالتزام بأحكام الشريعة الإسلامية,وقد ظل هناك- منذ فجر الإسلام- فرق و درجات في التمسك والالتزام بأحكام القرآن والسنة بين الخواص والعوام خصوصا في الأمور التعبدية النافلة(وقد قال المولى- عزوجل- ثم أورثناالكتاب

---

[2] عبس 31

[3] وانظر تفسير القرطبي و تفسير بن كثير.

الذين اصطفينامن عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات بإذن الله ذالك هو الفضل الكبير.[4])

وقد ظل هذا التفاوت في العمل والتطبيق في كل زمان ومكان مع ملاحظة أن هـذا التفاضـل أو التمايزفي البدايات الأولى إنما كان في الأمور العملية فحسب, أما الأمور الاعتقادية أو القضايا الإيمانية فلـم يكن قط أي مفارقة فيها بين أفراد هذه الأمة , كل ما كان فيه من التمايز بين الخواص وعامة النـاس إنمـا كان راجعا في معظم الأحيان إلى الإجمال والتفصيل,فربما كان يتميزالعلماء عن جمهـور النـاس بالمعرفـة التفصيلية للقضايا العقدية الدقيقة بينما كان عامة الناس يشاطرونهم في الإيمان الإجمالي وكانوا يقولون بكلمة واحدة "آمنا بكل ما قال الله أو قال الرسول".

كما كانوا يصدّقون علماءهم الموثوق بهم,والمشهود لهم بالخير فيما قصرت عنه أفهامهم وانكشفت لهم دونهم من المعارف لامتيازهم عن البسطاء بالاهتمام بالبحث والتنقير وتفـوقهم في تـصفية بواطنـهم ودقتهم في تحلية ظواهرهم بأحكام الشرع المطهر.

هذا ما كان عليه الأمر في أسلافنا الأمجاد وظل عليه الأمر قبيل ما نحن فيه غيرأن الأمر في عـصرنا هذا قدانقلب رأسا على عقب وقد امتزج القـصوروالإهمال في العمـل بـاختلال صـارخ في العقيـدة أيضا,ولايزال هذا الفساد والخلل في تزايد مستمر.[5]

وبعد أن أوضح لنا شيخ الإسلام- رحمه الله تعالى- هذه الخلفية التاريخية وألقى الضوء على المفارقة التي وقعت بين السلف والخلف تناول بالتحليل المنطقي الدقيق للكشف عن الأسباب والدوافع الـتي أدت الأمة إلى هذا المنزلق الخطيروالانحطاط المستمر في جميع مجالات الحياة.

وموجز ماأفاده الشيخ في نفس الكتاب سابق الذكر:والسبب الحقيقي لهذا الفساد الفكـري إنمـا يكمن في أن معظم الناس في الآونةالأخيرة قدأصيبوا بداءالعجب والاعتزاز بالرأي ترى كل من هبّ و دبّ يباهي بفكرته ويثق ثقة مطلقة بمنهجه الذي ارتضاه دون أدنى اهتمام بالفكرالمتوارث المجمع عليه,وقد رسخ

4 فاطر32

5 "كتاب العقل"ص1و2 بتلخيص وترجمة.

في أذهان الناس أنهم قادرون على حلّ أية معضلة عقدية عن طريق المنهج العقلي المجرد زاعمين أن كل مايخالف مقررات عقولهم- على حد زعمهم- فهو مناف للواقع ومجاف للحقيقة.

ومن هنا بدأوا يؤولون نصوص القرآن الكريم والسنة النبوية المطهرة التي تبيّن المعجزات الحسية وخوارق العادة زعما منهم بأنها معارضة لقرارات العقل الحتمية ويختلقون فيهاألوانا من التأويلات لسدرا ذالك التعارض المتوهم.

ومن أشد البلايا أن بعض علماءنا المعاصرين أيضا يدلون فيها بدلوهم ويصرحون تصريحا مطلقا وبغاية من الاعتزاز بأن ديننا موافق للعقل حذوالنعل بالنعل,مما دفع كلّ غبيّ وجاهل إلى استخدام عقله المتحرر في القضايا الكبيرة من الدين,وكان من واجبات هؤلاء العلماء الناصحين أن ينبهوا الناس أن الدين مطابق للعقل- ولاشكّ في ذالك - ولكن أي عقل ذالك؟ وفي عقول الناس تفاوت كبير و يجب أن نؤكد هنا أن الإسلام موافق للعقل غير أنه ليس هذا العقل العادي المشوب برواسب الجاهلية والأهواء,والذي لم يتجاوز إطار المحسوسات و لم يضع قدمه قط فيما وراء المدركات الحسية.

وللأسف الشديد لايخطر ببال أحد أن الأمر لو كان بهذه البساطة وأن الدين لابد أن يكون مطابقا للعقل وأن القضايا الدينية التي تبدو معارضة للعقل يجب التأويل فيها وصرفها من معانيها الظاهرة المتبادرة إلى المحامل المتكلفة التي ترضي العقل,أقول لو كان الأمر بهذه البساطة لما تميّز دين الإسلام عن غيره وتلاشت الفوارق بين الحق والباطل لأنه مامن أمر ديني إلا ويمكن فيه للمتاول أن يختلق فيه ألوانا من التأويل(فخذ على سبيل المثال أمر الصلاة في الإسلام وافترض أن يعتقد متأول منحرف أن الصلاة تعني التوجه إلى الإله بغاية من التذلل أيا كان ذالك الإله ثم يقول في العبادة الهندوسية للأصنام أن الهندوس أيضا يعبدون الله كالمسلمين لأنهم يتوجهون بغاية من التذلل إلى من اعتقدوه إلها فالهندوس والمسلمون مصلون لله,أو يدعي أحد منهم أن المسلمين والمسيحيين سواء في عقيدة التثليث لأن المسلمين أيضا قائلون بقدم الصفات الإلهية والأشاعرة منهم معتقدون بزيادة الصفات على الذات مع أن المسيحيين إنما قالوا بقدم الأقانيم الثلاثة فقط

بينما المسلمون قالوا أكثر من ذالك إذ قالوا بقدم الصفات السبعة المشهورة من السمع والبصر والقدرة والكلام وغيرها وقس عليهما بقية القضايا الأخرى[6])

وبذالك يمكن لأي شخص من القائلين بوحدة الأديان أن يخترع اعتقادا شخصيا في كل قضية من القضايا الإسلامية ويكوّن موقفا مختلفا في كل عقيدة من العقائد الإسلامية ثم لو وجد عقيدة في الديانات الأخرى تعارض أو تناقض الاعتقادات المبتدعة أوّلها لتطابق وتنسجم معها وبعد هذه العملية الجراحية يمكن أن يصدق على هذا الخليط بأنه خلاصة جميع الأديان والمذاهب ومنظومة متكاملة لجميع الديانات والنحل ويمكن حينئذ أن يحكم بأنه لاتعارض بين الأديان ولامنافاة بين الديانات والدين واحد.

غيرأن هذا الافتراض باطل كما هو بين بنفسه ولا أحد من أتباع الديانات-مهما كانت باطلة- يرضى بهذه الفكرة بالإضافة إلى ذالك سيصبح الدين مطوّعا وليس مطاعا وتابعا وليس متبوعا.

ولوأننا افترضنا عدم الالتزام بمقتضيات النصوص الإسلامية وإطلاق عنان العقل فماالذي يحدّ من شطط العقل؟وهو مجبول بفطرته على التدقيق والتشقيق حقا أو باطلا وفي غريزته حب الاستكشاف عن الأسباب واللوازم ولايخفينّ عنك أن هناك تفاوتا كبيرا بين عقل و عقل وتفاضلا واضحا في الذكاء بين شخص وشخص فزمام الأمر لومنح للعقل وحده لأدى ذالك إلى التنازع في الأفكاروالآراء والتفرق في الاتجاهات والمواقف.

وبعد هذا التحقيق الرائع نرى غيرته الإسلامية في أحلى صورها وحماسته العارمة في أبهى شكلها.

فيقول شيخ الإسلام- رحمه الله تعالى-:خلاصة القول إن هذا التبجح بالأفكار والتفاخر بالذكاء كان له أثر سيئ للغاية ومفعول سلبي بعيد المدى وكان من آثاره أن بدأ يحتلّ الإلحاد مكان الإيمان والزندقة محل الهداية- والعياذ بالله تعالى- وإن كان الأمر قد انفلت من السيطرة ولايمكن القضاء عليه بالحوار والنقاش لكن النصيحة للإسلام والمسلمين توجب أن نجهر بالحق ونبين للناس طريق النجاة والفلاح سواء أصغت له الآذان أم أصمت.[7]

---

[6] هذان المثالان مزادان من الباحث للتوضيح.

[7] "كتاب العقل"ص3بتلخيص و ترجمة.

ويجب أن نؤكد هنا أن الإسلام-عقيدة وشريعة وخلقا- دين موافق تمام الموافقة للطبيعة البشرية النقية ومطابق للعقل الرشيد- كما أشار إليه شيخ الإسلام فيما سبق نقلا عنه آنفا-

غيرأن هناك أمورا كثيرة لاتستقل العقول البشرية وحدها بإدراكها وتحتاج في استيعابها وإدراكها لهذه القضايا الى نور كاشف يوضح لها دروبها وإلى معين يأخذ بأيديها إلى حقائق الأشياء بطريق آمن ومضمون بعيد عن المتاهات والمشوشات.

وليس فيه حجر على نشاطات العقل وانطلاقاته بل هو في حقيقة الأمرفضل من الله-عزوجلّ-على العقل البشري لأنه وجّهه إلى المسار الصحيح لئلا يكبو فيه وليوفّر عليه الوقت والجهد ليتفرغ في التفكير في هذا الكون الفسيح ليدرك الأسباب والنظم التي تحكمه لتسخيره في مصالح العباد والبلاد وللاهتداء بمعرفة العجائب المبثوثة في نظام هذا الكون والعبور من خلالها إلى قدرة خالقه العظيم وتقديم الشكر له على هذا الفضل.

وفي الإسلام للعقل مكانة متميزة وقد جعله مناطا للأحكام الشرعية وحرّم كلّ ما يضرّالعقل أو يعطّله أويتلفه,وأزال عن طريقه جميع العوائق والموانع وحرره من كل قيد يعرقل نشاطه الطبيعي,وحضّ على استعمال العقل والفكر بكل لون من ألوان الحض الإغراء بل جعل من لا يستعمل عقله أضلّ من الحيوان وقد نشأ في ظلّ تعليمات الإسلام شخصيات مبدعة في مختلف المجالات العلمية والنظرية والتجريبية وعقول جبارة قادرة على الإبداع والعطاء وصفحات التاريخ أعدل شاهد على ذالك,وفيه كفاية لدحض افتئات بعض المستشرقين الذين يتهمون الإسلام بتقييد العقل وحجرجولاته.

وليس معنى هذا أن العقل ليس له دور في الأمور الميتافيزيقية أجل! إن له دورا في فهمها وشرحها,في أضواء الوحي ولكن ليس له حق التصرف في النصوص الشرعية بالتأويل وصرفها عن مراد الله - عزوجل- ومراد رسول الله - صلى الله عليه وسلم-

وقد أشارشيخ الإسلام- رحمه الله تعالى- إلى أهمية احترام النصوص الشرعية وعدم انتهاك قدسية القرآن الكريم والسنة النبوية المطهرة بالتلوية والتحريف.

ونوجز هنا ما قاله:و لما كان محل إجماع المسلمين جميعا أن الدين الحقيقي هو الذي قد قرره وأكده القرآن الكريم والسنة النبوية المطهرة وهذه حقيقة لاخلاف فيها إطلاقا وجب بناءا على ذالك أن يطوّع العقل الفردي المحتمل للصواب والخطأ للدين المتوارث وأن يخضع الفكر للوحي الإلهي المنزل.

وقد نبه شيخ الإسلام- رحمه الله تعالى رحمة واسعة وأسكنه فسيح جناته- في هذالسياق على مكانة الإيمان بالغيب قائلا:إن التكليف بالإيمان بالقضايا العادية المألوفة لايستحسن عقلا وإنما يستحسن هذا النوع من التكليف في الأمور التي في التصديق بها شيئ من الكلفة أوالمشقة على العقل البشري,فهل من المعقول أن يطلب من الإنسان الإيمان بأن الشمس طالعة؟ ألا يعدّ هذا الطلب من قبيل العبث؟ أليس هذا الأمر- حسب مصطلح الفلاسفة- "تحصيلا للحاصل"؟

ولاعجب أن يكون في القرآن الكريم أو السنة النبوية المطهرة بعض الأمور التي تكشف عن قدرة المولى- عز وجلّ- و يصعب على العقل البشري تصديقها- قياسا على قدرة الإنسان المحدودة -.

وهذه هي القضايا التي إذا آمن بها شخص ما وصدقها بقلب سليم نال من المولى -عزوجل- لقب "المومن" ويتشرف بالالتحاق في زمرة الجماعة الميمونة التي قال الله-عزوجل- في التنويه بشأنها:"يؤمنون بالغيب".

ولما كان التصديق بهذه القضايا الخطيرة وأمثالها صعب المرتقى وبعيد المنال عن طريق العقل العادي منّ الله – عز وجلّ- كرما وفضلا بمعجزات باهرة للعقل وخصّ بها من اصطفاهم من خلقه واختارهم لمقام النبوة والرسالة,لأن هذه المعجزات تخضع العقل أمام الخالق وتكسر حدته و تحدّ من شططه و تخفّف من كبرياءه وتبيّن من عجزه وتكشف عن قدرة الله الخارقة المتمثلة في معجزات أنبياءه و رسله التي يظهرها على أيديهم لتكون أمارات على صدق نبوّتهم وشواهد على عظمة الله – عزوجلّ-.

والجدير بالملاحظة أن العقل لم يجترئ على اقتحام النصوص الشرعية والتصرف فيها بالتأويل والتحريف إلا في الفترات التي خفّت فيها سطوة المعجزات في قلوب الناس بسبب التباعد عن عهد النبوة الميمون والجهل بمصداقية المعجزات.

و يبدي غضبه الإيماني وغيرته على الإسلام حيث يقول:" وقد بلغ الأمر في عصرنا هذا إلى أن يستأذن العقل في تطبيق كلّ أمر من آوامر المولى- عز وجلّ - والعمل بتوجيهات سيدنا رسول الله - صلى الله عليه وسلم- وأن نخضع القلوب والجوارح لأهواء العقول السائبة ضاربين عرض الحائط الأوامر الربانية والإرشادات النبوية الكريمة السامية!

وعلى أية حال قد فقد اليقين الإيماني ثباته المطلوب وتزعزعت أركان الإيمان في قلوب الناس في العصر الحاضر.

والعجب كل العجب من هذا الانحطاط في قوّة الإيمان والقصورالفكري فكل عقيدة إسلامية مقررة يقبلها العقل المعاصر تبقى صالحة للاعتقاد وما لايستطيع أن يستوعب منها ترفض بدعوى أنها لاجدوى تحتها ولاصلاحية فيها لمواكبة التطورات العصرية أو يقال فيها ببساطة شديدة أن المراد منها ليس الظاهر المتبادرثم يتأول فيها تأويلا مهملا وتنفض اليد نهائيا من المنطوق المقرر المتوارث قرنا بعد قرن منذ عهد الصحابة!وقد تجاهل هؤلاء القوم ومن حذا حذوهم ذالك الوعيد الشديد والإنذارالإلهي العنيف في القرآن الكريم يقول الله- عزوجل-:"أ فتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذالك منكم إلا خزي في الحياة الدنيا ويوم القيامة يردون إلى أشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون."[8]

وبصنيعهم هذا قد اتهموا أسلافهم الأمجاد العقلاء بالسفه والغباء و لم يدروا أن استئناف البحث من جديد في المقررات الإسلامية والمسلمات العقدية في حدّ ذاته من أكبر الغباء ومن أبين السفاهة.[9]

هذه عصارة ما قاله شيخ الإسلام والمسلمين أستاذ الملوك والسلاطين الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي- رحمه الله تعالى- في كتابه الفريد"كتاب العقل" الذي هو في رأيي " تهافت الفلاسفة " في العصر الحديث الذي زلزل الصروح الوهمية المبنية على أسس التأويل المتسيب.

وقد عقد الشيخ في كتابه"مقاصد الإسلام" مقارنة بين السلف الأوائل وبين زعماء المسلمين في العصر الحاضر وكشف من خلالها ذالك البون الشاسع بين السابقين واللاحقين في تفاني الأوائل من هذه

[8] البقرة85
[9] " كتاب العقل" بتلخيص وترجمة.

الأمة في الذود والدفاع عن هذه العقيدة القرآنية المقررة , واستعذابهم كلّ أنواع العذاب والبطش والقهر والظلم والإهانة في سبيل الحفاظ على دينهم الحنيف و بذل أرواحهم ومهجهم في الحماية عن هذه العقيدة الحقة لصالح الأجيال القادمة , لكن المسلمين في عصرنا هذا لايحترمون تلك العقيدة الغالية التي ظلّ يؤمن بها ملايين من البشر قرنا بعد قرن وتناقلتها ملايين من الكتب الإسلامية الصحيحة في بطونها وبعد أن أصبحت تلك الحقائق كالشمس في رابعة النهار جاء جيل من الناس بدأوا يضحّون بهذا التراث الثمين الذي سبق أن بذلت في الحفاظ عليه النفائس والنفوس, ويتنازلون عن هذا الميراث القيّم مقابل عرض ضئيل زائل سريع الزوال من حطام الدنيا أو لطمع في رقي منصب دنيوي.

وبهذه المقارنة السريعة ندرك مدي تخلفنا عن ركب السلف في الإيمان واليقين, فأسلافنا الأقوياء قد استرخصوا النفوس لأجل هذا الدين والمسلمون المعاصرون يتخلّون عن هذا الدين ذاته لإرضاء أعداء الإسلام وكسب خواطرهم لأن إغضابهم ربما يفوّت عليهم ما يرجون من رقي في الدنيا.

وقد تحايلوا على رفض التراث الفقهي الإسلامي بدعوى أنه ليس كلام الله المنزّل كما أنه ليس كلام الرسول– صلى الله عليه وسلم– وإنما هي مجموعة من الأراء الإجتهادية الفقهية التي تصيب و تخطئ,كما أنهم يرفضون الأحاديث النبوية المطهرة بأنها أيضا لاطائل تحتها لأنها ليست متواترة, أما بالنسبة للقرآن الكريم فإنهم يرفضون تفسيراته من المفسرين والمحدثين من سلف هذه الأمة بأنها من قبيل سفاسف الأقوال التي لاتجدر بأدنى اهتمام وإنما التفسير الصحيح العقلاني الواقعي ما يفسرونه هم ثمّ يقومون بتأويلات مهملة لاعلاقة لها بالتراث ولا بالمنطق السليم ولا بالذوق العربي الأصيل فمن جملة ما بنوا عليه هذا التفسير "أن جميع المضامين القرآنية التي تناقض العقل أو تتعارض مع نظم الطبيعة –على حدّ زعمهم– يجب أن تؤول".ثمّ أقحموا في تأويلاتها كلّ ما أملته عليهم أهواءهم , وبهذا قد خرقوا لهم قرآنا جديدا غير الذي توارثه المسلمون منذ أربعة عشر قرنا وربع القرن من الزمان , وبصرف النظر عن القيل والقال والخوض في الجدال نقول لا داعي إلى الإيمان بهذا القرآن الحديث الحادث لأنه ليس فيه مضمون يفوق على العقل فيحتاج إلى الإيمان.

والفيصل في الأمر أن تحدي كلام الله- عزوجل- ومعارضة سنن رسـول الله -صـلى الله عليـه وسلم- بالعقل السقيم وتقديم الأهواء الجامحة على مقررات القرآن الكريم ومسلمات السنة النبوية المطهـرة مناف بكل المقاييس لروح الإسلام ومتصادم مع مقتضيات الإيمان الراسخ, ألا ترى أن الإسلام يعني لغـةً التسليم أي تسليم النفس إلى الله- عزوجل- وذالك يقتضي أن يطوّع المسلم عقله وإرادته وهوايته لمراد الله - عزوجل- ومراد رسوله -صلى الله عليه وسلم-.[10]

هذا وقد أبدى الشيخ دهشته لمن يرتكب أمثال هذه التأويلات ويخضعون المعتقـدات الإسـلامية الثابتة المتوارثة للأهواء الفردية المغرضة ويلفت أنظار هولاء إلى النتائج السلبية التي تترتب على هذا المنـهج الفكري,يقول شيخ الإسلام في "مقاصد الإسلام": فمن كان شاكّا في قدرة الله - عزوجل- وزاعما أنه - عزوجلّ- غير قادر على خرق هذا النظام المبثوث في أركان هذا العالم إذا كان هذا اعتقاده في الخـالق - عزوجلّ- فماذا يمكن أن يرجى منه في احترام الرسول - صلىالله عليه وسلم- والصحابة وعلماء الأمـة الإسلامية بعد هذه الإهانة الجلية في شأن المولى -عزوجل- وقد جهلوا أو تجاهلوا كم تستتبع تلك القاعدة الباطلة من نتائج خطيرة من جحود معجزات الأنبياء جميعا جملة واحدة بالإضافة إلى تكذيب الحشر والبعث والجنة والنار ووجود الجن والملائكة مع أن هذه القضايا قد أكّدها القرآن الكريم بطريقة لا مجال لشكٍّ فيها إطلاقا والتأويل فيها - في الحقيقة- تكذيب لله- عزوجلّ- وتكذيب لرسول الله - صلى الله عليه وسلم- هدانا الله وإياهم سواء السبيل.[11]

وقد سفّه شيخ الإسلام هذا النوع من التأويل في تفسير سورة "الفيل" حيث قال:وبعد أن طـوّع القرآن الكريم لحكم العقل المزعوم لم يبق هناك داعية للإيمان إطلاقا خذ على سبيل المثال سورة "الفيل" فإنها تحدثت عن إهلاك المولى - عزوجلّ- جنودا مهيبة بطيور صغيرة وفي التصديق به نوع من الاختبار للعقـل البشري حيث امتحن العقل هل ينقاد لإخبار المولى - عزوجل- و يصدّق هذا الحادث الغريب بلا تردد أم يرفضه بدعوى معارضته للعقل؟

---

[10] " مقاصد الإسلام" الجزا الأول ص132و133بتلخيص وترجمة.
[11] المرجع السابق ص139.

ولكن إذا فسّرت هذه السورة بأن المراد بها إهلاكهم بنوع من الأوبئة كالجدري أو أيّ مرض آخر وما كان هناك ما يسمى بالطير ولا الحجارة وكلّ ما قيل في تفسيرها من وجود الأبابيل ورميها بالحجارة وما نقلت فيها من القصة الشهيرة التي ظلّ ملايين من الناس يؤمنون بها منذ نزول هذه السورة إلى يومنا هذ خرافة لا أساس لها من الصحة إطلاقا فهل يبقى بعد هذا من داعية إلى الإيمان بها؟

ولو طالبنا هؤلاء المؤولين بأن يؤمنوا بمضمون هذه القصة المتوارثه منذ أكثر من أربعة عشر قرنا لقالوا بصراحة تامة " أنؤمن كما آمن السفهاء".

وحسبنا دفاع الله –عزوجلّ-عنّا وعن إخواننا الذين سبقونا بالإيمان بقوله – تعالى-"ألا إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون"[12].[13]

وجلّ هذه الانتقادات من شيخ الإسلام – رحمه الله تعالى- موجّهة بصفة أساسية إلى سر سيد أحمد خان وأتباعه وميرزا غلام أحمد القادياني وأذنابه من عملاء المحتلين الإنجليز.

و بعد هذه الجولة العاجلة في انتقادات شيخ الإسلام – رحمه الله تعالى- وتعقيباته على المؤولين أذناب الاستعمار وتلاميذ المستشرقين يجب أن نؤكد في ختام هذه الدراسة أن الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي- رحمه الله تعالى – من أفذاذ علماء الأمة الإسلامية ونوادرها وفي كتاباته الأصيلة حلول ومقترحات دقيقة لنهوض الأمة الإسلامية من حضيضها.

ولا يمكن أن نتصور نهضة هذه الأمة من كبوتها واسترداد مجدها الضائع إلا بالرجوع إلى نفس المبادئ والأسس التي ساد في ضوءها أسلافنا الأمجاد أعلى الأمم المتحضرة في ذالك العصر وليس من المعقول أن يرجى العنب من شجرة الحنظل ولا نتصورحياة هذه الأمة بدماء غيرها فإن طبيعتها ومزاجها وبيئتها ومكوّناتها مختلفة تماما من الأمم الأخرى.

وصلى الله تعالى على خير خلقه وعلى آله وصحابته ومن أحبهم وتبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

[12] البقرة13
[13] "مقاصد الإسلام"الجزا الأول ص142.

مولانا محمد جلال رضا نظامی از ہری

مولانا محمد جلال رضا ولد محمد سلامت صاحب مرحوم کی تاریخ پیدائش یکم جنوری ۱۹۷۵ء ہے۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد ۳۰ رمئی ۱۹۸۹ء بجماعت پنجم داخلہ لیا اور درجہ بہ درجہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ م ماہ دسمبر ۱۹۹۶ء میں فاضل دوم بدرجہ اول امتیازی کامیاب کیا۔

اس طرح موصوف نے مادر علمی جامعہ نظامیہ میں آٹھ سال کا طویل عرصہ گذارا اور اکتساب علم وفن کیا۔ مولانا جلال رضا نظامی کی تالیفات وتراجم میں

(۱) القادیانیہ (ترجمہ عربی)

اپنی تالیف القادیانیۃ کا انتساب شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ الفاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ کی طرف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اهداء

الى روح الامام الهمام شيخ الاسلام العارف بالله مولانا الحافظ أنوار الله الفاروقى. مؤسس الجامعة النظامية. بحيدرآباد. الدكن (الهند) رحمه الله رحمة واسعة، وأسكنه فسيح جناته، الذى كان له الفضل الكبير فى تنوير حياتى.

فقد قضيت ثمانية أعوام من عمرى المتواضع بجوار ضريحه واستفدت كثيرا و كثيرا من أخلد ذكرياته. الجامعة النظامية. الغراء. بصفة خاصة، ومن مؤلفاته القيمة بصفة عامة، فجزاه الله عنى و عن المسلمين خير الجزاء. محمد جلال رضا

(۲) الفلسلفة والاسلام۔ (عربی ترجمہ)

(۳) الافاضات الاحمدیہ (مصنفہ علامہ میرزا احمد دائم ہندیؒ) کی تحقیق وتعلیق ہے۔ اس کے سرورق کی عبارت اس طرح ہے۔

الافاضات الأحمدية

تأليف: الشيخ العلامة الشريف ميرزا محمد دائم الهندى

شرح: الحقيقة المحمدية

تأليف: الشيخ العلامة وجيه الدين أحمد الجوجراتى (الهندى)

(٩١٠. ٩٩٨هـ)

تحقيق: محمد جلال رضا

فاضل الجامعة النظامية، حيدرآباد، الهند، خريج كلية أصول الدين. جامعة الازهر. القاهرة. ماجستير الفلسفة الاسلامية

كلية دارالعلوم. جامعة القاهرة. مطبعة الكيلانى. ٢٢ ش الأديب كامل كيلانى. باب الخلق

ت: ٣٩١٨٥٩٨. ٢/٣٩٥١٥٤٣

(۴)۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (انگریزی) مطبوعہ جمہوریہ مصر۔

مولانا محمد جلال رضا نظامی، فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد ''جمیعة الطلبة الباحثين'' جامعہ از ہر مصر میں زیر تعلیم سنی ہندوستانی طلبہ کی علمی، ادبی اور ثقافتی انجمن کے صدر اور مولانا آفتاب عالم فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد جوائنٹ سکریٹری ہیں۔ اس کو جامعہ کے سینئر اساتذہ کی حمایت اور قاہرہ کے بعض

مشائخین عظام کی سرپرستی حاصل ہے۔

انجمن کے اغراض و مقاصد کو مختصراً سات نکات پر تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت اور اس کے سلسلے میں پیدا کی جانے والی غلط فہمیوں کا علمی اور تحقیقی سطح پر ازالہ۔

۲۔ ہندوستان کے علماء اہل سنت اور مصر کے علماء اہل سنت کے درمیان روابط کی کوشش۔

۳۔ ہندوستانی علماء اکابرین کی تصنیفات کے عربی ترجمے اور تخریج و تحقیق کے بعد مصر میں اشاعت اور اپنے اسلاف کی علمی و دینی خدمات سے علماء مصر کو روشناس کرانا۔

۴۔علماء مصر کی تصنیفات کے اردو ترجمے اور ہندوستان میں ان کی اشاعت نیز علماء ہند کی عربی کتب کے ترجمے۔

۵۔سرزمین مصر سے ایک سہ ماہی عربی مجلّہ کا اجراء جو انجمن کا علمی و دینی نقیب و آرگن بھی ہو اور علماء ہند اور مصر کے درمیان علمی رابطہ کا ذریعہ بھی۔

۶۔عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء و اکابرین کی تواریخ و وصال پر ازہر میں اجتماعات کا انعقاد۔

۷۔ازہر میں زیر تعلیم دنیا بھر کے سنی طلبہ کے درمیان باہم روابط اور دینی و علمی سرگرمیوں میں ایک دوسرے کا تعاون۔

(ماہنامہ اشرفیہ، مئی ۲۰۰۰ء مبارکپور، یوپی، انڈیا)

مولانا جلال رضا نظامی کو شعر و ادب کا ذوق جامعہ نظامیہ میں طالب علمی سے ہی رہا ہے۔انہوں نے درجہ فضیلت میں مادر علمی جامعہ نظامیہ کے بانی شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو بھرپور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے عربی اشعار کہے تھے جو اس کتاب میں شامل ہیں۔ جو جامعہ نظامیہ کے سالانہ ترجمان ''مجلّہ انوار نظامیہ'' میں شائع ہوئے۔مولانا جلال رضا نظامی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سخن سرا ہیں

ألاصحبی أنیروا فی الظلام	فهذا شمس مولانا الامام
یبدّد نورها حجب الدیاجی	ویهدیکم الی سبل السلام
ویملأ قلبکم بسَنا الیقین	وحب المصطفی خیر الأنام
ألم تسمع لأصوات تُنادی	هلموا ههنا حُسن المُقام
لدی "أحمد رضا" زَین	عظیم الجود والفیض المدام
له صوت وصیت فی	وذکر طیب عندالکرام
له حُججُ اذا عجز الفُحول	وقول قاطع وقت الخِصام
أدلته شفاء للنفوس	وأمن الخائفین من الحِمام
وبرق فوق رأس المارقین	وسیف فوق أعناق اللئام
بریٔ عن هوی نفس	وعن تاجِ العلا والإحتشام
عظیم همة فوق الجبال	وماض فی الاراد ة کالحسام
وسباق الی نیل المعالی	بلارد ومنع وازدحام

قـــویُّ الـــعـــزم فـــی حـــل ونـــفـــاذ إلـــی قـــمـــم الـــمـــرام
ومستـــوح مـــن الـــقـــرآن رشـــداً وهـــدی الـــمـــصـــطـــفـــی خیـــر الأنـــام
فـــلا یتـــجـــاوز الـــمـــرمـــی جُـــزافـــا اذا هـــدفـــا رمـــاه بـــالسهـــام
وشـــاهـــده عـــلـــی مـــا أدّعیـــه رجـــال، صـــفـــوة البـــلـــد الـــحـــرام
ســـقـــی الـــمـــولـــی ثـــراه کـــلّ آن إلـــی یـــوم الـــقیـــامة بـــالـــدَّوام
وأنـــزل فـــوق مـــدفـــنـــه شـــأ بیبـــاً کـــأمـــطـــار الـــغـــمـــام
أجـــب هـــذا دعـــاء مـــن أثیـــم لـــه أمـــل الـــی حســـن الـــختـــام

حضرت وجیہ الدین احمد گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مدح میں یوں زمزمہ خواں ہیں

هـــذا وجیـــه الـــدیـــن ذو الأمـــجـــاد ذو الـــفـــضـــل والتـــقـــوی و ذو الارشـــاد
والـــمـــجـــد فیـــه مـــحـــکـــم الأرکـــان ارث مـــن الآبـــاء ولا أجـــداد
قـــد فـــجـــر الأنهـــار مـــن عـــرفـــان تـــجـــری عـــلـــی الأغـــوار والأنـــجـــاد
قـــد رفـــرفـــت مـــن ذکـــره رایـــات فـــی أقـــرب البـــلـــدان والأبـــعـــاد
غـــنـــت طیـــور الـــمـــدح بـــالأنـــغـــام فـــی مـــدحـــه الأشـــعـــار بـــالانشـــاد
فـــی کـــل قـــطـــر مـــن بـــلاد الـــعـــالـــم أبـــنـــاء ه فـــی الـــعـــلـــم کـــالأ جـــنـــاد
لـــو رمـــت نـــظـــم الـــفـــضـــل فـــی الأشـــعـــار أعیـــی مـــزیـــد الـــفـــضـــل عـــن تـــعـــداد

(الافاضات الاحمدیہ' مطبوعہ مصر 2007ء)

جامعہ نظامیہ کے اس فاضل جلیل سے رابطہ کا پتہ یہ ہے۔

مولانا محمد جلال رضا نظامی ازہری
47/شارع الکابلات' وادی حوف
حلوان، القاهره۔ مصر
فون نمبر: 0020101869587

از: مرتب کتاب۔ شاہ محمد فصیح الدین نظامی

☆☆☆

الاتجاه الصوفي في أفكار

العلامة محمد أنوار الله الفاروقي

إعداد: فضيلة الدكتور محمد منير الباكستاني
رئيس التحرير مجلة "ضياء الثقافة" باكستان
الحاصل على الماجستير بجامعة الدول العربية القاهرة

يهدف التصوف إلى إصلاح الذات وتزكيـــة النفس وتطهيرها من الآفات الأخلاقية وتحليتها بالفضائل علما وعملا وسلوكا ، وتصفيتها من الكدورة ، والسعى بها إلى تحقيق المحبة والإخلاص ، والسمو إلى أفق إنسانى شامل ، متأسية فى ذلك بأخلاق النبوة الزكية .[1]

لقد حقق التصوف أهدافـــاً منشودة في شبه القارة الهندية، فقد قام الصوفية بمهمة نشر الدعوة الإسلامية فى شبه القارة التي كان معظم سكانها وما زالوا وثنيين غير أنهم استطاعوا أن يخرجوا الملايين من ظلمات الكفر والشرك إلى نور الإسلام ثم اهتموا بتزكية نفوس المسلمين وغرس الحب الإلهي وحب الحبيب المصطفى صلى الله عليه وسلم في نفوسهم ، ونذكر أسماء بعض أولئك الصالحين على سبيل المثال لا الحصر ، مـــنـــهم الشيخ علي بن عثمان الــهـــجـــويري .[2]
والشيخ معيـــن الديـــن الجشتـــي الأجميـــري [3] والشيخ نظـــام الديـــن الجشتـــي البـــدايـــونـــي [4]
والشيخ بهـــاء الديـــن السهـــروردي الملتـــانـــي (5) والشيـــخ أحمد السرهندي ..[6]

والطرق الصوفية السائدة في كل من باكستان وبنجلاديش والهند تتمثل في الطرق الجشتية ، والقادرية ، والنقشبندية ، والسهروردية ، ولا يتسع المجال هنا للدخول في تاريخ هذه الطرق حتى لا نبتعد عن الموضوع الذي نحن بصدده .

هذا وما زال مشايخ الطرق الصوفية يلعبون دورهم الإصلاحي حتى اليوم وقد كان والد العلامة محمد أنوار الله الفاروقى ، وجده من كبار الصالحين قام كل منهما بمهمة الإصلاح والتزكية في عصره .

وقد نشأ العلامة محمد أنوار الله الفاروقى في حضن أم تقية صالحة بارة عرفت بورعها وزهدها كما تربي على يد والده الشيخ القاضى أبو محمد شجاع الدين الذي طار صيت زهده واجتهاده في العبادة لله عز وجل وأخذ الطريقة الجشتية من الحاج محمد إمداد الله المهاجر المكى بالإضافة إلى أنه تعلم على يد أساتذة مهرة في العلوم الإسلامية، وهكذا نشأ العلامة محمد أنوار الله الفاروقى في جو ديني وروحي نشأة رائعة هيأته للقيام بدور إصلاحي فعال في شبه القارة الهندية من أجل النهضة العلمية والروحية .

ومن الجدير بالذكر أن العلامة محمد أنوار الله الفاروقى كثير الأخذ معارف روحانية من العلماء الربانيين الذين كرّسوا حياتهم لإصلاح الظاهر عامة، وإصلاح الباطن خاصة خشية من الحبيب الحقيقى بإمكانية غضبه ورضاه، ولذلك ذكر الله عز وجل مكانتهم فى القرآن "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ.[7]"

قال الحافظ ابن كثير فى تفسير هذه الآية "إنما يخشاه حق خشية العلماء العارفون به، لأنه كلما كانت المعرفة للعظيم القدير العليم الموصوف بصفات الكمال المنعوت بالأسماء الحسنى، كلما كانت المعرفة به أتم والعلم به أكمل، كانت الخشية له أعظم وأكثر، فأضاف ابن كثير بذكر رواية ابن عباس بأنه قال بشأن العلماء الربانيين هم "الذين يعلمون أن الله على كل شيء قدير . [8] "

وفى هذا الإطار لا يخلو من الفائدة ذكر الرواية التى نقلها ابن كثير عن أحمد بن صالح المصرى، عن ابن وهب، عن مالك قال "أن العلم ليس بكثرة الرواية وإنما العلم نور يجعله الله فى القلب، قال أحمد بن صالح المصرى، معناه أن الخشية لا تدرك بكثرة الرواية وأما العلم الذى فرض الله عز وجل، أن يتبع فإنما هو الكتاب والسنة، وما جاء عن الصحابة، رضى الله عنهم، ومن بعدهم من أئمة المسلمين، فهذا لا يدرك إلا بالرواية ويكون تاويل قوله "نور "يريد به فهم العلم، ومعرفة معانيه . [9] "

ومن هذا المنظور أن الصوفية هم العلماء الربانيون بفضل تركيزهم تركيزا بالغا على فهم الكتاب والسنة، والعمل بهما فى سياق الإطار الإخلاص والإحسان .

ومن أهم الشيوخ الذين أثروا وحزّو فى نفس العلامة محمد أنوار الله الفاروقى، والده القاضى أبو محمد شجاع الدين، والحاج إمداد الله المهاجر المكى رحمهما الله تعالى —وإنه أخذ الاجازة والخلافة فى الطريقة القادرية من والده .

ثم ينعكس الفيض الروحى على العلامة محمد أنوار الله الفاروقى من الشيخ رفيع الدين القندهارى، والشيخ الحافظ محمد على الخيرآبادى بواسطة والده، وأما الحاج إمداد الله المهاجر المكى فشيخ حسن السمعة والصيت فى عالمى العرب والعجم، فاعطى العلامة محمد أنوار الله الفاروقى إجازة وخلافة، وذلك بسبب إستعداده التام لأخذ البركات الروحية، لأنه طهّر نفسه ونفسيته قبل الحضور عند الشيوخ، بل أعد ذاته منذ طفولته لتلقى العلوم من عالم الروحانية، ومما يثير انتباهنا أن العلامة محمد أنوار الله الفاروقى ينسجم فكره انسجاما إلى حد ما مع العلامة محي الدين العربى، وقال الدكتور محمد عبد الحميد أكبر مشيرا بذلك "إلى أنه بدأ إلقاء درسه من كتاب الفتوحات المكية لابن عربى بحيدرآباد، على أهل العلم، والطلاب الذين يأتون من كل فج عميق لاغتراف اللآلى العلمية، والمعارف الروحية من بحور علمه، وكانت حلقته العلمية مشهودة بشخصيات موقرة يأتون لإعطاءه الفيض الروحى، كما يقول الناس انهم رأوا السيد عبد القادر الكيلانى رحمه الله تعالى، والرسول الأعظم الحبيب المعصوم —صلى الله عليه وسلم —فى مجلسه " (10)

ومن هنا ظهر أنه يريد إشاعة أفكار ابن العربى فى الأعراف الصوفية فى شبه القارة الهندية، لكن هناك سؤالا مهما بشأن فكره المتجسد فى القضايا المعنية، وها هى تتلخص فى المحاور الثلاثة :

النفس

القلب

الروح

هذا ثالوث النفس والقلب والروح، أصل التصوف الإسلامى الذى كان ولا يزال مأخوذا من الكتاب والسنة، فما موقف العلامة محمد أنوار الله الفاروقى تجاه هذا الثالوث ؟ وللإجابة على هذا الطرح ندخل مجالات فكره للتوصل إلى حل سليم، فإننا نأخذ هذا الثالوث للقيام بتحليله فى ضوء التصوف الإسلامى

الذى أخذه العلامة محمد أنوار الله الفاروقى، وللتفصيل ندخل صلب البحث فى مايأتى :

1- النفس :هى الذات التى تصدر منها الأعمال الحسنة أو القبيحة، هذه النفس تتنوع إلى ستة أقسام متفقة بين الأوساط العلمية، المتسمة بالتصوف الإسلامى، وهى مما يلى :

النفس الأمارة :هى النفس تأمر الانسان بالأعمال الشنيعة التى تسبب البعد والعزوف عن الله ورسوله -عليه والصلاة والسلام -كما جاء فى القرآن فى سياق سورة يوسف "وَمَا أُبَرِّىءُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلاَّ مَا رَحِمَ رَبِّيَ . (11) "

النفس اللوامة :وهى النفس التى تلوم الانسان على ما ارتكب من السيئات والقبائح والبدع التى ليست أصلا من الشريعة الإسلامية، ونجد هذه الظاهرة المتمثلة فى اعتراف إخوة يوسف -عليه الصلاة والسلام -عندما لامت أنفسهم على جرائمهم فقالوا "قَالُواْ يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ. (12)"

النفس الملهمة :هى النفس التى ترشد الانسان إلى التمييز بين الخير والشر كما جاء فى سياق سورة الشمس "فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا . (13) "

النفس المطمئنة :هى التى تطمئن عند سماع ذكر الله تعالى ورسوله -عليه الصلاة والسلام -، والتوصل إلى مقامات سامية فى حظيرة القدس الإلهى كما ورد فى القرآن "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ، ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. (14)"

النفس الراضية ، النفس المرضية ، هاتان النفسان ترضيان على ما أعطاهما الله من علم ورزق وروحانية، وكذلك يرضى الله على ما قدمتا لله من أعمال صالحة، وانقياد وامتثال لجميع الأوامر المستقاة من الكتاب والسنة، وهذا ما أورده القرآن فى سياق سورة الفجر "ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ، وَادْخُلِي جَنَّتِي . (15) "

ومن هذا المنظور أن معرفة النفس من أهم الأمور فى الطريق إلى الله عز وجل، ولذلك من كان عرفانه كثيرا، يكون سلوكه تابعا من الكتاب والسنة، وهذا ما أكده العلامة محمد أنوار الله الفاروقى فى كتابه مقاصد الإسلام بأن "اقتضاء الحكمة أن تودع فى النفس نماذج صفات الكمالات الإلهية من الوجود،

والتجرد، والسمع، والبصر، والمشيئة، والإرادة، والقدرة، والكلام، وأن النبى -عليه الصلاة والسلام -بيّن جميع هذه المعانى فى جملة وجيزة، من عرف نفسه فقد عرف ربه . (16) "

ومن هنا ظهر أن الالمام بمهمات النفس بجميع الأشكال والأنواع أمر منشود، فيها سر من أسرار الله عز وجل، ولذلك أمر الانسان بالمجاهدة بالنفس كما أخبر القرآن بها "وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (17) "هذا ما أكده الشيخ محمد ركن الدين فى وصف العلامة محمد أنوار الله الفاروقى "بأنه عالم يحب صفاء الظاهر والباطن، لأن النفس تتطهر بالمجاهدة المتواصلة، والتخلى عن الرذائل والتحلى بالصفات الحسنة والأخلاق الفاضلة، وأنه طهّر ذاته من كل رذيلة من الرذائل التى تشين الذات الإنسانية وجاهد فى سبيل الله من قهر النفس، والصوم، والتقليل فى الطعام والشراب والنوم، بالاضافة إلى ذلك أنه بذل الجهد بكل ما فى وسعه فى سبيل السلوك إلى الله عز وجل حتى صار ذا أخلاق إسلامية . (18) "

فالنفس التى تكون تابعة لإرادة الله ورسوله -عليه الصلاة والسلام -فهى مقصودة بالذات فى التصوف الإسلامى .

2- القلب

هذا هو الموضوع الثانى الذى تبلور فى الحلقات الصوفية، لأن القلب مهبط الأنوار الإلهية، يسع وجود الله عزوجل، هذا الذى يطمئن بذكر الله، وله مهمة يقوم بها فى الاستنارة من نور الله ورسوله -عليه الصلاة والسلام -والمؤمنين الذين امتحنوا قلوبهم للتقوى، وقد جاء بتأكيد حاسم فى القرآن بقوله تعالى " :وَقُلِ اعْمَلُواْ فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (19) "على أن المؤمنين يتصرفون فى قلوب الآخرين للتوجه إلى رعاية الخلق وعبادة الله عز وجل وحب النبى -عليه الصلاة والسلام . -

تأسيسا على ذلك نقل الدكتور محمد عبد الحميد أكبر قصة طريفة تلقى ضوءا على قدرة التصرف التى يملكها العلامة محمد أنوار الله الفاروقى بسبب طاعة الله ورسوله -عليه الصلاة والسلام -، تلك القصة التى ذكرها المفتى محمد ركن الدين عن العلامة عبد الصمد بأنه قال "كنت نائما ذات ليلة بينما العلامة

محمد أنوار الله الفاروقى كان عكوفا على قراءة الكتب فإذا شعرت بالضيق والحرج فى صدرى، وظل هذا الضيق على هذه الحالة الحرجة إلى أن استيقظت فتوجهت إلى مولانا، فقال لى إيت بكأس من الماء، فقدمت الكأس مليئة بالماء إلى سيادته فشرب، ثم نمت نوما هادئا، ففى اليوم التالى قال العلامة محمد أنوار الله الفاروقى بأنى كنت مشغولا بالمطالعة البارحة، فأحسست عطشا شديدا فليس أحد موجودا بجنبى إلا عبد الصمد وكنت أعرف تصرفات الأولياء الصالحين، وانطلاقا من هذا تصرفت فى قلبه، فقام من نومه، وقدم إلى ماءا فشربته . [20] "

وأن هذا التصرف سالف الذكر قد ذكره مولانا أمام الناس من قبيل الشكر لله عز وجل وبيان تحديث النعمة كما أدعم القرآن هذه الفكرة بقول الله تعالى " :وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [21] "وهذا ما يؤيده الحافظ ابن كثير بذكر رواية أبي داود عن جابر ابن عبد الله انه قال قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم " –من أعطى عطاء فوجد فليجز به، فإن لم يجد فليثن به، فمن أثنى به فقد شكره، ومن كتمه فقد كفره . [22] "

هذا الحديث يوضح تمام الوضوح بأن بيان النعمة من قبيل الشكر الذى يستوجب زيادة النعم فى الأزمان القادمة .

3– الروح

هى التى سبب الحياة الظاهرة والروحية، لأن الروح طاهر بدوامة فى جميع الحوال بسبب علاقة بالسماء، ولذلك سمى جبريل –عليه الصلاة والسلام –بالروح كما نلمس هذا فى الآية القرآنية مما يلى :

1 "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ . [23] "
2 "تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ . [24] "

ومن هذا يتكشف أمامنا بشأن الإنسان، له جانبان أحدهما انتماءه إلى عالم الأجسام وثانيهما علاقته بعالم الروحانية، وهذا واضح من الآيات القرآنية، وإننا نشهد هذا التأكيد فى سياق سورة الأعلى " قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى ، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى، بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ، إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى [25] "فإن أهمية الحياة الروحية ليست مذكورة فى القرآن

فحسب بل ذكرها الشرائع السماوية السابقة .

ومن هذا المنظور انطلق العلامة محمد انوار الله الفاروقى إلى "أن الذين يعرفون حقيقة الروح فلا يستغربون بالايمان بالحديث النبوى على صاحبه أفضل الصلاة والتسليم بأنه قال "إن الله خلق آدم على صورته، فهذا الانسان هو نموذج رائع ليس له نظير بل يكون جوهره مأخوذا من نور الله عز وجل [26] "

هذه الظاهرة البادهة تؤكد بان انعكاسات الرحمة الإلهية تترأى فى الوجود الإنسانى الذى كرمه الله تعالى بصفة متميزة عن الخلائق كلها، وهذا كله يمكن الوقوع فى نفس الأمر لأن الله تعالى قال " :لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ [27] "هذا الحسن فى الوجود الانسانى بسبب النفس المطمئنة والقلب الصافى والروح الطاهرة ويمكن رؤية هذا الحسن فى كل زمان ومكان كما قال الشاعر :

عباراتنا شتى وحسنك واحد وكل إلى ذاك الجمال يشير

ومن البديهى أن الروح تحب الجمال، ولذلك تسعى سعيا جميلا وراءه لكشف سر الجمال الإلهى الذى يكمن فى وجود الحبيب المعصوم –عليه الصلاة والسلام –كما قال العلامة محمد أنوار الله الفاروقى "بأن المقصود من الكلام ذكر ختم المرسلين محمد –صلى الله عليه وسلم –الذى كان يمدح من الأزل، ولا يزال حمده إلى أن يرث الله الأرض ومن عليها . [28] "

فموجز الكلام أن المبدأ الثلاثى المتكوّن من النفس والروح والقلب، يكشف النقاب عن وجه أسرار الله ورسوله –عليه الصلاة والسلام –ثم يحاول هذا المبدأ الثلاثى قدر المستطاع لإصلاح المجتمعات البشرية، وتجسير المسافات الشاسعة بين الله عز وجل وعباده، ولذلك ركز العلامة محمد أنوار الله الفاروقى تركيزا هاما على هذا المبدأ الثلاثى خلال إبداعاته المنطوية على النثر والشعر طوال حياته مؤكدا بأن صفاء هذا المبدأ تمهيد للدخول إلى بحر أسرار الله عز وجل، فيها درر ثمينة يمكن إخراجها من أعماقه بالحب الخالص لله ورسوله –عليه الصلاة والسلام . -

الحواشى

(1)هذه الفكرة التي وصل إليها الباحث بمطالعة العديد من الكتب ، ومن أراد التفصيل فليعد إلى :
– الدعوة الإسلامية وتطورها في شبه القارة الهندية، رسالة العالمية "الدكتوراه "، مكتبة الرسائل بكلية أصول الدين

، جامعة الأزهر -القاهرة ، تحت رقم . 385
– 2الأستاذ الدكتور عاطف جودة نصر ، شعر عمر بن الفارض ، دراسة في فن الشعر الصوفي ، ط .بيروت بدون تاريخ ص من 7إلى . 37
– 3الإمام محمد الغزالي ، مقدمة المنقذ من الضلال ، كتبها الإمام الدكتور عبد الحليم محمود ، ط .دار المعارف -القاهرة س 1970م ص . 23
– 4الشيخ عبد الحكيم شرف القادري ، الإمام أحمد رضا خان ، بحث علمي وقد نشر في صوت الأزهر العدد 172الجمعة 7من ذي القعدة 1423هـ ص . 10
-5العلامة محمد أنوار الله الفاروقي، مقاصد الإسلام، ط .مجلس إشاعة الإسلام، حيدرآباد ، الهند ، س 1994م .

(2)هو أحد الشيوخ في الطريقة الجنيدية ، ولد في "غزني "أفغانستان سنة 400هـ في عهد كان فيه السلطان محمود الغزنوي حاكم البلاد آنذاك ، وبعد ما درس العلوم الابتدائية اشتاق قلبه لتحصيل مزيد من العلوم إلى عراق وبلاد ما وراء النهر ، ونهل من ينابيع روحانية الشيخ أبو الفضل بن حسن الختلي ، وأخذ منه الخلافة في الطريقة الجنيدية التي توضح أساليب الشيخ جنيد البغدادي في التصوف ، فعزم السفر إلى لاهور بأمر شيخه لنشر العلوم الإسلامية ، ودخل في الإسلام كل من سمع أقواله وتأثر بسيرته ، وله مؤلفات عديدة منها :ديوان الشعر ، كشف المحجوب ، كتاب الفناء والبقاء ، أسرار الخلق والمؤنات ، كتاب البيان لأهل العيان ، بحر القلوب ، منهاج الدين ، شرح كلام منصور الحلاج ، وقد وافاه الأجل المحتوم سنة 465هـ في لاهور حالياً بباكستان ، ودفن هناك .

(3)ولد الشيخ معين الدين الجشتي الأجميري من سلالة مولانا الإمام الحسين في عام 537للهجرة الموافق 1142 للميلاد بمدينة سجستان من بلاد فارس ، ففي مطلع صباه حفظ القرآن الكريم ودرس علوم التفسير والحديث والفقه ، ولما اشتد شوقه إلى التصوف ارتحل إلى العراق بمدينة "هارون "والتقى بالشيخ العارف بالله عثمان الهاروني ، وأخذ منه الطريقة الجشتية ثم سافر إلى بلدة أصفهان حيث لقي هناك الشيخ محمود الأصفهاني ومن هنا انتقل إلى المدينة المنورة واستقر بها مدة ثم انتقل إلى مدينة أجمير بإشارة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام ، وقد حظي بمكانة مرموقة لدى رجال العلم والأدب ، وقد دخل الإسلام على يده عدة ملايين من الهندوس ، ويعرف بسلطان الأولياء في الهند ، توفي يوم الاثنين السادس من رجب سنة سبع وعشرين ، وقيل اثنين وثلاثين ، وقيل ثلاث وثلاثين وستمائة ، وله خمس وستون ، وقبره مشهور ظاهر بمدينة أجمير ، يزار ويتبرك به .
انظر :نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر للشريف عبد الحي اللكنوي ، ط .مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدرآباد الدكن -الهند س 1382هـ ج 1ص . 104
وانظر :تاريخ الإسلام في الهند للدكتور عبد المنعم النمر ص . 218
وانظر :ممتاز أحمد سديدي ، الشيخ أحمد رضا خان شاعراً عربياً ، ص . 300

(4هو أحد شيوخ الطريقة الجشتية ، ولد في "بدايون "الهند سنة 636هـ ، ومات أبوه عندما بلغ عمره خمس سنوات ، فربته والدته تربية حسنة وأرسلته إلى مدرسة مولانا علاء الدين لتلقي العلوم والمعارف ثم سافر إلى دلهي وهو ابن خمس عشرة سنة ، وتحلى بالعلوم من الأساتذة الأجلاء ، وأخذ الإجازة والرواية في الحديث من المحدث الشهير الشيخ محمد بن أحمد كمال الدين زائد واجتمع مع الشيخ فريد الدين مسعود الأجودهني على مائدة الروحانية وبايع على يديه وأخذ منه الخلافة في الطريقة الجشتية وتلقى الدروس الخصوصية منه في كتاب عوارف المعارف للشيخ شهاب الدين السهروردي ، ثم رجع إلى دلهي بأمر شيخه وأستاذه واشتغل بنشر الوعي الإسلامي بين أبناء المذهب الهندي فأسلم عدة ملايين على يديه ، وكان الشيخ نظام الدين كثير البكاء ، صاحب مشاعر جياشة للنبي عليه الصلاة والسلام ، وتوفي في دلهي سنة 725هـ ودفن هناك وأصبح ضريحه ملجأ للخلائق .
انظر :مولانا سيد أبو الحسن علي الندوي ، تاريخ دعوت وعزيمت "باللغة الأردية ، ط .ندوة العلماء للكناؤ س 2000

ص . 101

(5)الشيخ الإمام العالم المحدث زكريا بن محمد بن علي القرشي الأسدي شيخ الإسلام بهاء الدين بن وجيه الدين بن كمال الدين أبو محمد الملتاني المتفق على ولايته وجلالته ، ولد بقلعة كوث كرور من أعمال ملتان يوم الجمعة لثلاث ليال بقين من رمضان سنة ست وستين ، وقيل :ثمان وسبعين وخمسمائة من بطن بنت الشيخ حسام الدين الترمذي ، ولما بلغ الثانية عشرة من عمره توفي والده فسافر إلى "بخارا "وأخذ العلم بها على كبار الأساتذة ثم سافر إلى الحجاز فحج وزار وأقام بالمدينة المنورة خمس سنين ، أخذ الحديث عن الشيخ كمال الدين محمد اليماني ثم رحل إلى القدس الشريفة ، وزار المسجد الأقصى ومقامات مشاهير الأنبياء عليهم السلام ، ثم رحل إلى بغداد وأخذ الطريقة عن الشيخ شهاب الدين عمر بن محمد السهروردي صاحب كتاب عوارف المعارف ، ثم عاد إلى ملتان وتصدر للإرشاد فرزق من القبول ما لم يرزق أحد من المشايخ ، وكانت وفاته يوم الخميس سابع صفر سنة ست وستين وستمائة ، وله مائة سنة من العمر ، غسله الشيخ عمر العمودي وصلى عليه ولده صدر الدين محمد ودفنوه في حصار ملتان القديم .
انظر :يونس الشيخ إبراهيم السامرائي ، علماء العرب في شبه القارة الهندية، ط وزارة الأوقاف بغداد --عراق س 1986ص . 24-25
وانظر :أبو المعالي أطهر المباركفوري ، رجال السند والهند ص . 121-122

(6)هو أحد الشيوخ النقشبندية في بلاد الهند الشيخ أحمد الفاروقي السرهندي ، ولد يوم عاشوراء سنة إحدى وسبعين وستمائة في بلدة "سرهند "تلقى العلوم كلها معقولها ومنقولها عن والده ومحققي زمانه حتى ترك العلماء الأجلاء له قصب السبق واشتغل بالطرق الثلاث القادرية والسهروردية والجشتية واجتمع بالعارف بالله الشيخ محمد الباقي فأخذ عنه الطريقة النقشبندية فوض شيخه تربية المريدين ، وله مؤلفات :المكتوبات باللغة الفارسية عربها العلامة محمد مراد الرسالة الهيليلية ، ورسالة إثبات النبوة ، ورسالة المبدأ والمعاد ، تعليقات على عوارف المعارف ، شرح الرباعيات للشيخ الباقي بالله ، توفي سابع عشر صفر الخير سنة أربع وثلاثين وألف وسنة ثلاث وستون ، ودفن في مدينة سرهند .
انظر :الشيخ محمد أمين الدين الكردي ، كتاب المواهب السرمدية في مناقب السادة النقشبندية ، ط .القاهرة بدون تاريخ ص من 73إلى 78بتصرف .
وانظر :يونس الشيخ إبراهيم السامرائي ، علماء العرب في شبه القارة الهندية ، ط .وزارة الأوقاف بغداد العراق 1986ص . 408-409-410

(7)سورة فاطر، الآية . 28 :

(8)ابن كثير ، تفسير القرآن العظيم ، ط .دار الغد الجديد ، القاهرة ، س 2002م ، ج 3، صـ . 514

(9)نفس المرجع السابق ، صـ . 514

(10)د /محمد عبد الحميد اكبر ، محمد أنوار الله الفاروقي حياته وأعماله ، ط .مجلس إشاعة العلوم ، حيدرآباد ، الهند ، س 2000م ، صـ 125 .

(11)سورة يوسف ، الآية . 53 :

(12)سورة يوسف ، الآية . 57 :

(13)سورة الشمس ، الآية . 8 :
(14)سورة الفجر ، الآية . 28 -27 :

(15)سورة الفجر ، الأية . 30 -28 :

(16)العلامة محمد أنوار الله الفاروقى ، مقاصد الإسلام ، ج3، صـ . 14

(17)سورة العنكبوت، الأية . 69 :

(18)د /محمد عبد الحميد أكبر ، العلامة محمد انوار الله الفاروقى حياته وأعماله ، صـ . 129

(19)سورة التوبة ، الأية . 105 :

(20)د /محمد عبد الحميد أكبر ، العلامة محمد أنوار الله الفاروقى حياته وأعماله ، صـ . 130

(21)سورة الضحى ، الأية . 11 :

(22)ابن كثير ، تفسير القرآن العظيم ، ج 4، صـ . 488

(23)سورة الشعراء ، الأية . 193 :

(24)سورة القدر ، الأية . 4 :

(25)سورة الأعلى ، الأية . 19 -14 :

(26)د /محمد عبد الحميد أكبر ، العلامة محمد أنوار الله الفاروقى حياته وأعماله ، صـ . 127

(27)سورة التين ، الأية . 4 :

(28)د /محمد عبد الحميد أكبر ، العلامة محمد أنوار الله الفاروقى حياته وأعماله ، صـ . 157

صارت له الهند من أمر النبى وطنا

فى مديح مؤسس الجامعة النظامية

الناظم:الاستاذ محمد جلال رضا،الفاضل بالجامعة النظامية وخريج الجامع الازهر مصر

بـاللّٰـه ذا عـارف فـى الأرض قد سكنا
لـكـن رتبتـــه قــد فــاقــت الـقـمـرا

مـن عـلـمـه مـورد عـذب لـمـن حضـرا
وفيــضـــه لـم يـزل لـلـدهـر مـنـفـجـرا

فــى ظـلـمة الـليـل صبــت عينـه عبـرا
وقـت الـنهــار قـضـى فـى الدين مفتكرا

لــمـــا تــلـظـت مـن الاعــداء شتــرتهـم
بـــحــــر عـــلا مـوجــه واطـفــأ الشـررا

لا تـــمـــطــر الـغيـم إلا فـى مـواسـمهــا
والـمـــزن مـن عـلـمـــه مـــا انفك منهـمرا

كـم ذرة أقـــمـــرت مـن فيـضـــه الـعـمـم
وكـــم فـلا ة هـــزت وأنـتـــجـــت ثـــمـــرا

صــارت لـه الهـنـد مـن أمـر النبى وطنا
فـــالبـعـد عـنـــه انـجـلـى وفـر منتشـرا

یاأنورا إنی أتیتک سائلا

في مدح شيخ الاسلام مؤسس الجا معةالنظامية قدس سره العزيز

نظمها: فضيلة الاستاذ الحافظ محمد قاسم الصديقي تسخير، الاستاذ بالجامعةالنظامية

لا تـعـذل الـمـخـمور فی اهوائـه ان الـمـحبة مـنـه فـی سـودائـه

قـلبـی أسيـر فـی هـواه متيـه لیـس الـحیـاة بـدونـه ولـقـائـه

أن الـمـلامة والـنـصيـحة فی الهوی کـالـمـاء لـلـنـار اللظی لـنـوائـه

لـوکـنـت نلتـه یـاملامة بـرهة مـن فـضـلـه لسبقتـنـی بـفـدائـه

وهـوالـذی قـصـر الـمـفـاخـر دونـه شهـد السـمـاء بـعـزه وعـلائـه

عـمـرالـعـظيـم الـعـدل من أجـداده فـالشيـخ ذا الـمـطبـوع من آبـائـه

هـو قـائـم لیـلا یـصـوم نهـاره فـقـضـی حیـاتـه مـخـلصابوفـائه

عشق الـنبـی الـمـصـطـفـی بکـمـاله مـکـث الـمـدینة هـاجـر لـفـنـائـه

نـال الـمـعـارف والهـدی من ذاتـه ثـاب البـلاد مـجـددا بـقـضـائـه

قـد اصبـح الـلیـل البهیم بـنـوره طـاب الـفـضـاء بـارضـه وسمـائه

زکـی سـلاطیـن البـلاد وإنـمـا زکـی البـلاد بـعـلـمـه وذکـائـه

فـمـجـاهـد فی الـلـه حق جهـاده مـن حـولـه ولسـانـه وصـفـائـه

مـاخـاف لـومة لائـم فی نـصحـه بـذل الـنـصيـحة لـلـوری بـولائـه

قـد کـان سـدا مـانـعـا لـضـلالة وتـقـفـلـت ابـوابهـا بـإبـائـه

تهـدی مـآثـر عـلـمـه بـوضـاءة کـالبـد ر یهـدی فـی الـظلام بضوئه

غـرس الـحـديـقة لـلـعـلوم تـوکـلا بـاشـارة مـن شـافـع لـرضـائـه

فتـفـتـحـت أزهـارهـا وتـکـثـرت أثـمـارهـا وقـطـافهـا بسـقـائـه

یـارب زدهـا بهـجة ونـضـارة مـادام ورد زاهیـا ببهـائـه

وأنـخـت رحـلـی فی ذراه تـقـربـا مـمـا بـه و أقـر من حـوبـائـه

یـاأنـورا إنـی أتیتك سـائـلا

نـورا یـنـیـر الـقـلـب من ایـرائـه

الجامعة النظامية
(تعريف و جيز)

أسس شيخ الاسلام العلامة الحافظ الإمام محمد أنوارالله الفاروقى قدس سره العزيز الجامعة النظامية سنة ١٢٩٢ه الموافق لسنة ١٨٧٢م ' فبرزت الى حيزالوجود و أخذت تقدم و تزدهر على مر الزمان حتى أصحبت شجرة باسقة تؤتى اكلها كل حين و عم صيتها داخل الهند و خارجها' فأخذت جماعات من طلبة العلم تتدفق إليها من ادانى الهند و اقاصيها و من بخارا و سمرقند و أفغانستان و سرى لنكا وحصل أهل بلاد الشام و الكويت والمانيا و غيرها من أنحاء العالم على شهادات الدكتوراه من هذه الجامعة۔

أهداف الجامعة :

١۔ هدفها الرئيسى دراسات العلوم الاسلامية ' فهو يضم المبادئ الشرعية والعلوم المختلفة من القرآن الكريم إلى التفسير ' و علم الحديث النبوى و أصوله و علم الفقه الإسلامى و اصوله ' و علم العقائد والكلام ' واللغة العربية و آدابها ' والبلاغة والبيان ' والتاريخ ' والمنطق والفسلفة الحساب والجغرافيا ' و مبادئ العلوم العصرية۔و اعتبر كل منها قسما : قسم التفسير ' و قسم الحديث النبوى و أصوله و قسم الفقه الإسلامى و أصوله ' وقسم العقيدة وقسم اللغة العربية و آدابها ۔

٢۔ الدعوه إلى التمسك بالشريعة الإسلامية و اتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم و إحيائها و صيانة الشعائر الإسلامية و صيانة الإسلام من كل زيغ من : الدهرية ' والشيوعية و ما إلى ذلك من انحراف ۔

٣۔ نشر العلوم الإسلامية والمحافظة عليها و استعادة المجد الإسلامى المغصوب و بث الوعى الإسلامى ' و ازالة الجهالة والبدع و الخرافات و العوده إلى إقامة المجتمع الإسلامى وفق الكتاب والسنة على طريق أهل السنة والجماعة ۔

٤۔ إعداد البحوث العلمية و تشجيعها فى مجلات العلوم الاسلامية۔

شهادات الجامعة

تمنح الجامعة الشهادات الآتية بعد استكمال مناهجها الدراسية اللازمة للناجحين فى الامتحان النهائى ۔

١۔ شهادة المولوى (الثانوية)

٢ـ شهادة العالم (المتوسطة)

٣ ـ شهادة الفاضل (البكالوريوس)

٤ ـ شهادة الكامل (الماجستير)

٥ ـ شهادة الدكتوراة (دورة التخصص)

و تعقد الإمتحانات السنوية لاهل الخدمات الشرعية : الائمة ` والخطباء ` والقضاة ` والمؤذنين ـ

الاعتراف بشهاداتها :

يعترف بشهادات الجامعة فى ولاية آنذرا براديش الهند و خارجها `مثل الجامعة العثمانية بحيدرآباد ` والجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة ` و جامعة الملك عبدالعزيز بمكة المكرمة ` وجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية بالرياض ` و جامعة قطر وغيرها ` التحق خريجو هذه الجامعة بالجامعات العربية و بجامعة الازهر بمصر ـ

القسم الإنجليزى :

و لما كانت ظروف العالم تتطلب تعليم اللغة الإنجليزية ان الجامعة أنشات قسما يقوم بتعليم اللغة الإنجليزية ـ

النظام الداخلى و شروط القبول

لكل مرحلة بالتفصيل

تبدأ الدراسة فى جميع مراحلها من ١٥ شوال ،و تنتهى فى شعبان ـ

و شروط القبول و التسجيل كمايلى :

١ــ المرحلة الأولى الابتدائية

ان لا يكون سن الطالب أقل من أربع سنوات

٢ــ المرحلة الثانية المتوسطة :

أن يكون الطالب ناجحا فى المرحلة الأولى أو يكون ملما باللغتين الأردية (المحلية) والفارسية كتابة و قراء ة و أن يكون ملما بالتاريخ العام و الجغرافيا والحساب وبالإضافة إلى ذلك يجب

أن يكون قد أكمل القرآن الكريم تلاوة

٣ــ المرحلة الثالثة الثانوية :

(المولوى) أن يكون الطالب ناجحا فى المتوسطة أوحائزا ما يعادلها من الشهادات أو ملمابقواعد اللغة العربية و قادرا على قراء ة النصوص العربية و أن لا يكون سنه أقل من اثنتى عشرة (١٢) سنة

٤ــ المرحلة الرابعة قبل التخرج :

(الف) "العالم" (العالية)أن يكون ناجحا فى امتحان الثانوية "المولوى" أو حائزا ما يعادله من الشهادات كما يقبل اذا كان ممن درس المقررات الهامةمن المرحلة الثالثة فى الجامعات و المعاهد الأخرى الأهلية بعد اجتيازالإختبار .

(ب) "الفاضل" (البكالوريس) أن يكون ناجحا فى امتحان "العالم" أوحائزا ما يعادله من الشهادات.

٥ــ المرحلة للدراسات العليا :

(الف) "الكامل" (الماجستير):

أن يكون حاصلا على شهادة الفاضل أو ما يعادلها من الشهادات من داخل البلاد و خارجها.

(ب) قسم البحث و التحقيق :

أن يكون حاصلا على شهادة "الكامل" أو ما يعادلها من الشهادات من الجامعات الأخرى من داخل البلاد و خارجها۔

٦ــ قسم تحفيظ القرآن الكريم :

أن يكون الطالب مجيدا فى تلاوة القرآن الكريم .

٧ــ دار الإقامة:

يشترط لإسكان الطالب فى دار الإقامة ألا يقل عمره عن عشر (١٠) سنوات

ملاحظة :

يجب على الطالب فى أى مرحلة من مراحل الدراسات إضافة إلى الشروط المذكورة أعلاه ان يكون متحليا بالأخلاق الاسلامية۔

خدمات الجامعة النظامية

ومؤسسها شيخ الإسلام فى نشر اللغة العربية وآدابها

بقلم : السيدة/سيده **نفيس النساء بيغم**، رئيسة المعلمات كلية البنات التابعة للجامعة النظامية

ألـحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وآله وأصحابه ومحبيه والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين أجمين.

أما بعد:

فـإنـي ســعيدة حيث وقفت من الله جل وعلا بتقديم هذه الأطروحة موضوعها خدمات الجامعة النظامية ومؤسسها شيخ الإسلام العارف بالله محمد أنوار الله الفاروقى فى نشر اللغة العربية وآدابها.

وفـى الـحـقيـقة هـذا الـموضـوع شيق جدا ونحن رأينا الناس يخوضون فى مثل هذا الموضوع مـولـعيـن إلـى مـعـرفة اللغة العربية وكيفية إنتشارها في أرض الهند وبالأخص فى حيدرآباد، والجدير بـالـذكـر إن الـلـغة الـعـربية أول لغة نطق بها الإنسان في هذا الكوكب الأرض وبالأخص فى بلاد الهند، وذلك لأن أول البشـر أبـانـا سيدنا آدم عليه السلام الذى هبط من الجنة إلى جزيرة سرأنديب، وهى من بـلاد الهند وهناك اختلف في ما هى أول لغةٍ نطق بها سيدنا آدمُ عليه السلام قيل: كانت سريانيةً. وقيل: كـانـت عـربية. كما ذكر سحبان الهندغلام على آزاد البلغرامى فى كتابه "سبحة المرجان"، والأظهر أنها كـانـت عـربيةً لأنـه هبـط مـن الجنة وهى لغة حبيبة، ولغة أهل الجنة عربيةٌ وهى لغة الملآئكة ولغة سيد الـمرسـلـين أفضل الأنبياء وأول الخلائق سيدنا محمد المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم، ولا شك أن بلاد الهـنـد رامية الأطـراف ومـن بيـن أطرافها تشرفت المنقطة الجنبية علٰى سائر أطرافها بهبوط أول البشر عـليهـا، وبـالـلغة العربية نطق بها الإنسان أول مرة ومما لا غرو فيه أن اللغة العربية لغة حلوة تمتازُ بين الـلـغـات الأخرىٰ بالترادف والإستعارات والكنايات وحُسن التعبيرات وجمالِ أساليب البلاغة وإلى غير ذلك من محسنات بديعية لفظاً ومعنىً.

على أية حال إن موضوع معرفة كيفية إنتشار اللغة العربية فى الهند موضوع شيق، ومن المعلوم

أن مسلمي العرب دخلوا أولاً فى ولاية مليبار كيرلا، ثم توجهوا إلى شمال الهند، وحيثما دخل الإسلام دخل معه لغته ودستورة القرآن والحديث حتى انتشر الإسلام فانتشرت لغة دستوره فى جميع بلاد الهند، وأما العوامل التى لعبت دوراً هاماً في نشر اللغة كثيرة فمنها: رجال الإمارة، رجال العلم ورجال الدعوة والملوك والسلاطين والعلماء والأدباء والكتّاب والشعراء، لكلٍ دور مرموق فى نشر العلوم الدينية وثقافة الإسلامية واللغة العربية، ولكن الفضل يرجع إلى العلماء حيث أولاً إنهم شمّروا أذيالهم وعكفوا نفوسهم، وكرّسوا أكبر همتهم في تثقيف الناس بالعلوم الدينية حفاظا على اللغة العربية وقاموا فى كل بقعة من بِقاع الهند، وفى كل ولاية من الولايات ومدينة من مُدُن الهند شرقاً وغرباً بإنشاء المعاهد والمدارس والكليات والجامعات وبإنشاء المؤسسات والحركات الدينية، فى بثّ الوحى الإسلامى وتدريس العلوم الإسلامية ونشر وتعليم اللغة العربية وآدابها، حتى اشتهرت الهند فى خدمة العلم والأدب العربى فى أمصار العَالم وبالأخص إشتهرت مدينة حيدرآباد باسم بِلاد العلماء، ومن اولٓئك الشخصيات البارزة العباقرة شخصية شيخ الإسلام العارف بالله محمد أنوارالله الفاروقي الذي نحن هم فى صدده وهى شخصية عظيمة عبقرية فى العلم والمعرفة ومجدد فى عصره، وإنه أسّسَ الجامعة النظامية التى لعبت دوراً هامّا فى تخريج العلماء البارعين والدعاة الصالحين وشخصيات عظيمة فى العلم والمعرفة الذين طبقوا العالم بالعلم والحكمة ونحن نرىٰ حولنا فى مجالات العلم والأدب فى بلادنا وخارجها خريجى الجامعة النظامية، لهم مكانة مرموقة فى أوساط الناس، فلمؤسسه منة علينا، فكانت شخصيته مصدراً للعلم والعرفان، ومنبعاً للنور والهداية على أرض الدكن، وإنه وقف حياته لإعلاء كلمة الله إخلاصاً لله تعالىٰ وقلب نظام الحكومة إلى سبيل الحق وربىٰ سلاطين البلاد تربيةً دينيةً وأقام نظام الهداية والإرشاد لأبناء الوطن، لتنفيذِ الشريعة الإسلامية الغرّاء وجاهد فى إصلاح العوام والخواص، واستخدم فى هذا السبيل من كل ما كانت فى يده من الطاقات الظاهرة والباطنة، وحرّك فى هذا السبيل لسانه وقلمه فأتىٰ تصانيفه وتأليفاته ومآثره العلمية كالشّمس التى يُضِيئ نورها على أرض الدكن خاصةً وسائر بلاد الهند عامة ليلاً ونهاراً.

وهـذه الـظـروفُ أنبتـت فِـيَّ رغبةً شـــــديدة فى معرفة هذه الشخصية وخدماتها، ودفعتنى إلىٰ اختيارِ هذا الموضوع بنَيل شهادة الدكتوراة فاستشرت فيه من المشائخ فلمّا تمت موافقتهم عزمت عليه.

هيئة الرسالة:

اِن رسـالتـنـا هذه ـ بحمد الله و توفيقه ـ تعني بتقييد البحوث العلمية ذات العلاقة بتاريخ الجامعة الـنـظـامية و خـدمـاتهـا و مـؤسسها، و لا بد لنا قبل التعريج على هيئة الرسالة الترتيبية أن نقدم لقرائنا شيـئًـا مـن مثـل هـذا الـمـوضـوع، و ذلك اِن الـحديث عن العلماء مما ينفع الأمة أكبر النفع، لأن فيه وصل الـحـاضـر بـالـمـاضي ، و حث المتأخر على الاِقتداء بسجايا الخير التي تحلو بها، و فيه معرفة طلبة العلم بـحـال عـلـمـائهـم و سيـرتهـم و فقههم و تقواهم و صلاحهم، فينهلوا مما نهل فيه أولئك العلماء حتى يلحق الـركـب بـالـركب، و يقع الحافر على الحافر، و فيه تعريف أجيال الأمة المتلاحقة بأن أمتهم و دعوتهم ما وصـلـت اِلـى عـلـو الشـأن اِلا بـتـوفـيـق الله و اِعـانته ثم بجهد و عمل بذله من تقدمهم، فاِن تواصل العمل تواصلت الزيادة ، و اِلا فالنقص ثم الزوال ، و في الكلام عن العلماء فوائد لا تحصى .

و مـن أولـئك الـعـلـماء العاملين ، و الجهابذة المحققين الذين أثروا في حياة بلاد الدكن بل بلاد الهند و خارجها و الناس تأثيرًا ، تعليمًا و دعوة و قيادة و قدوة العلامة ومحدث الفقهاء و داعية التوحيد، و مؤسس الجامعة النظامية الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي الملقب بخان بهادر .

و رسـالتـنـا الـمـنـقسـمة اِلى قسمين تفرد قسمًا أولا لتقييد الخدمات لمؤسس الجامعة النظآمية ، و خـدمتهـا تتـعلق بنشر اللغة العربية و علومها بما فيها نشر الدين الحنيف الذي يقوم به القرآن الكريم و الأحاديث النبوية و ما تتفرع بهما العلوم .

القسم الأول:

أيا كان، اِن هذا القسم يقسم غزارة مواده اِلى ستة فصول ، كما يستعرض **الفصل الأول** ترجمة الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي ـو هو مؤسس الجامعة النظامية ـ فيقوم هذا القسم بأحواله من مولده اِلى أن تخرج في العلوم الشرقية فكما يدرس القارئ فيه أنه تسمى بمحمد أنوار الله و انتمى نسبه اِلى عمر بن

الـخـطـابؓ حتى اشتهر بالفاروقي ، و كان مولده بقندهار و نشأته في بيئة علمية و مجتمع زكي حيث أن أبـاه و رجال أسرته كانوا أهل علم و دعوة و جهاد، فنشأ هذا المولود على قاعدة الدين و العمل و الغيرة للّٰه حتـى صار معلمًا بارزًا لنبوغه و صوفيًا لتزكية نفسه و مجاهداته المتصوفة، و هذا يحتاج للتفصيل و الفصل يسرده .

و الـفصل الثاني : يسلـط الأضـواء ، و لـو ببـعـض الوجازة ، على كل ما باشره من الكسب و الـوظـائف ، و مـا قـام بـخـدمـات مـن إصلاح المجتمع البشري بل إنما يضيف إلى ما نهض به من رحلات طـويـلة فـي ربوع الحرمين الشريفين و العراق و مصر سعيًا وراء العلم و تحصيل المعارف ، و كان شديد الـنهـم إلـى الـعلم و شديد الإقبال و الصبر عليه، لا يجد للحياة معنى بمعزل عنه و كان إلى جانب معارفه المتصوفة مقرئًا و محدثًا و فلسفيًا .

و الـفـصـل الثالث: وهـو مـن الأهـمية بـمـكـان، فهـو يـعـالج موضوعًا خطيرًا ، ألا وهو يضبط بـخـدمـاتـه الـجـليلة في ميادين تثقيف الجيل و تزويدهم بالعلوم الدينية و الدنيوية و نشرها ، فخدماته تتـنـوع كما يضاف إليها إنشاء المركز العلمي الجليل الذي لا يزال في ساحة العمل منذ تنشئته حتى اليوم الـحـاضـر يشتهـر بـالـجـامـعة الـنظامية ، و يضاف إلى جانبها إنشاء دائرة المعارف العثمانية و كما كانت خدماته العلمية في إبطال الفرق الضالة .

و بـالإضـافة إلـى كـل مـا ذكـر بـأن الـفـصل يكشف لنا بعض جوانبه التقديرية و الشخصية كما تـكشف لنا الفصل عن مناصبه التي باشرها فنرى من بينها أنه مؤدب لسلطان وقته فتأدب السلطان على يد شيخنا حتى تكرمه بألقاب بلاطية مثل فضيلت جنغ و خان بهادر .

و آخـر مـواد الـفصل يقيد لنا بصفاته الخلقية و الخلقية بأنه كان ـ رحمه اللّٰه ـ دينا ورعًا صالحًا عـفيف الـنـفس غير متزلف لذي جاه أو نفوذ شديد الإحتمال ، و في الجملة كانت عيشته ساذجة تطبيقًا لـلسـنة النبوية ، و كان في مجال الخلق أحس الخلق و لم يوجد مثله في عصره فيعامل مع كل من الزملاء والـمـوظـفيـن و الـعـاملين باللين ، و إنه إلى جانب الجود و السخاء يضع في صدره قلبًا رقيقًا ذا رحمة و

رأفة فينفق على الفقراء و المساكين والأرامل .

و الفصل الرابع: هو عصارة جهوده التي بذلها في تهذيب النفوس و تزويد الطلاب من التعليمات الدينية و العربية ، و لا غرو أنه قضى معظم حياته في التدريس فضلًا عن أنه اشتغل بالتأليف فكما تخرج عليه عدد كبير من العلماء و الأصفياء و الفقهاء والأدباء و الشعراء و المحدثين و المفسرين و المتكلمين و الأطباء و الحكماء و غيرهم، و الفصل يُعنى بتسجيل الأسماء المشهورة للمتأدبين على يد الشيخ ، ثم يضيف الفصل اِليه من تصوير شخصيته العلمية حتى أن قال فيه من قال: اِن شخصيته كانت كالغيث و السحاب الممطر النافع لعامة المسلمين و خواصهم .

و الفصل الخامس: يسرد لنا مسلك الشيخ و مشربه ، و مواد الفصل يشير اِلى أنه حنفي المذهب يتبع الاِمام الأعظم أبا حنيفة ، و صوفي المشرب يسلك مسلك الأولياء و السلف الصالح عن طريق الاِقتصاد بين الاِفراط و التفريط بعيدًا عن غلو الشيعة و القدرية و الروافض و عن شدة الوهابية الجبرية و الخوارج ، و تأليفه "مقاصد الاسلام" يدل على كل ما أشرنا اِليه ، و هذا دفعه اِلى مواظبة القيام بالواجبات و الاِهتمام البالغ في مراعاة الأوقات .

و هذا الفصل يفرد بعض التفاصيل عن سلطانين للدكن اللذين تلمذا على الشيخ و عما تدرسا من الشيخ ، ألا وهما الملك السادس مير محبوب على خان و الملك السابع مير عثمان علي خان ، و للتفصيل يرجع اِليه .

و الفصل يفرد أيضا بين عناوينه عنوانًا على نبوغه في العلم الديني ، وهو في دلك كما أثبت شيخه عبد الحي الفرنكي المحلي انطباعاته : اِني ألفت رسالتي "حل المغلق في بحث المجهول المطلق" لقراء ة الذكي المتوقد المولوي الحافظ محمد أنوار الله ..... وكان أوحد زمانه في العلوم العقلية و النقلية .

و الفصل ربما يستوعب بِانطباعات أخرى لكبار العلماء و الأدباء من ذلك العصر و هي تقوم لنا بتصوير شخصيته العلمية .

و هناك عنوان يستعرض اِقتراحات الشيخ القيمة التي تم صدورها لتنفيذ الأحكام الاِسلامية و

المراسيم الدينية طبق الدين الحنيف وهو الاِسلام و هذا ينم عن أسوته الحسنة ، و هذا هو الباب الأول يموج بمواده المتسع.

الفصل السادس: يطنب البحث عن الهند و اللغة العربية ، و هو ربما يكون مبتكرًا كما يكشف لنا أن الهند يرجع اِليها الفضل كله حيث أن أبا البشر آدم عليه السلام قد أهبطه الله تعالى من الجنة اِلى أرض الهند ، و آدم فهو أول من تكلم باللغة العربية فالله علمه سائر اللغات ﴿و علم آدم الأسماء كلها﴾ وهذا الفصل يوضح هذه المعلومات ، و الفصل طويل لكونه يقوم في أواخره بتراجم عديدة بارعين في اللغة العربية رغم أن جنسيتهم هندية ولغة أمهم غير العربية، و نراهم يلعبون دورًا بارزًا في شتى المجالات العلمية ينم عن النشاط العلمي في مناخ حيدرآباد .وقد ذكرنا فيه عن بعض خرجي الجامعة النظامية وتلاميذ الشيخ ـ

الفصل السابع :وفيه ذكرنا عن مؤلفات الشيخ القيمة وماثره العليمة ومنها عن مجلس اشاعة العلوم وخدماته.

القسم الثانی :

و هذا من الأهمية بمكان فهو يعالج موضوعًا خطيرًا ، ألا وهو خدمات الشيخ في سبيل نشر العلم و اِصلاح المجتمع ، و أن عبقرية الأفذاذ ـ في الحقيقة ـ تقاس بمقدار ما يقدمونه لبلادهم، و شيخنا كان أحد أفذاذ هذا البلد و جاء في حظه العلم و المعرفة و المجد في غاية التواضع و النزاهة ، و قد أثرت في تثقيف المسلمين و تزويدهم بالعلوم الدينية و تصريف زمام السلطية اِلى الدين ، و له خدمات جليلة أكثر مما أن يعرفه المؤرخون ، و هذا الباب يفصل كل ما قام به شيخنا ، و خدماته تتنوع اِلى اِحياء مدارس البلاد الهندية كما كانت بها قائمة مندرجة في هذا الباب ، و اِلى الاِعتناء بِاِصدار الملفوفات المالية لمسؤلي المدارس و لتشجيع رجال الدين ، و اِلى انشاء و تعمير المساجد في أقطار بلاد الدكن و خارجها ، و أنه في الجملة مجموع الصفات الحسنة رغم أنه متواضع و معتدل بعيد عن الغلو في شأن الدين ، و قد حقق الله على يده اِنجازات عظيمة في شتى ميادين الحياة من خدمة الاِسلام و الدين و لتثقيف

الناس و تهذيبهم بالخلق العظيم .

و بالإضافة إلى ذلك إن الباب يضبط مفصلاً بحد التصوف و تاريخه الذي كان له دور كبير في بلاد الهند عامة و في بلاد الدكن خاصة ، و تجدر بي إشارة أن شيخنا الذي نحن في صدده هو أحد المتصوفين ، بل إنما كان أستاذًا كبيرًا لتدريس الكتب المتصوفة و إخصائيًا في تدريس الدروس من كتاب " الفتوحات المكية" .

و العلم كان له فروع ، ومن أكبر الفروع النظم والنثر ، فشيخنا هذا لم يتخلف عن أي فرع من العلوم فكما نراه شاعرًا ترك خلفه ديونًا، اختبر زناده الفكري في موضوعات متعدده ، و هذا الباب يفرد بحثًا مستقلاً لشعره ، بل ربما يناقش بعض مشاهير شعراء الدكن الذين عاصروا شيخنا.

و كما سلف الذكر أن مقالتنا هذه منقسمة بين قسمين كبيرين بل إنما عنوانه بنفسه يشير إلى ذلك ، ألا وهو خدمة الجامعة النظامية و مؤسسها في نشر اللغة العربية و الأدب ، و الجامعة يعود فضلها كله إلى مؤسسها الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي .

و هذا القسم يقوم بضبط تاريخها و أهدافها العلمية ، و هي تبذل جهدها الكبير في تعليم أمهات الكتب الأدبية و العلوم الإسلامية حتى يتخرج طالبها في العلوم الإسلامية خاصة و مستعدًا في الأدب العربي عامة بل إنما يتجند الكفاء ات على المستوى العالي ، والجامعة ينسب إليها إنشاء المراكز العلمية المتعددة كما نرى بينها مراكز النشر العربي و معاهد التزويد لأبناء الشعب الإسلامي من التعليمات ، فهذا القسم الثاني يستعرض هذا كله ، فمن أهمها إنشاء دائرة المعارف العثمانية الشهيرة بخدماتها العربية في العالم كله ، و تأسيس إحياء المعارف النعمانية التي تفرد إهتماما كبيرًا في تحقيق و نشر المواد المتعلق بالمذهب الحنفي و بما قام به المتقدمون ، و لجنة إشاعة العلوم التي قد أنجزت طباعة الكتب العربية يبلغ عددها إلى مئات كما تسردها هذه المقالة .

و المقالة في نهايتها تثبت قائمات للمحتويات و للمراجع .

خدمات الجامعة النظامية
واثرها فى المجتمع الإسلامى بالهند

فضيلة الاستاذ شيخ محمد عبدالغفورالقادرى ، نائب شيخ التجويد والقرائات بالجامعة النظامية

الـحـمـد لـلـه الـعـلـيـم الخبير الذى لاشريك له فى علمه ، والذى علم الانسان مالم يعلم، وجعل العلم وسيـلة الـفـوزو الـرقـى. والـصلاة والسلام على من أوتى علم الأولين والآخرين ولم يؤت احد مثل ما أوتى، وعلى صحابته الخياروآله الأبرار الذين هم نجوم العلم والهدى. وبعد!

ان الهـنـد مـن بلاد اللّٰه السعيدة التـى هبـت عـليهـا نـفـحـة من نفحات الإسلام منذ تاريخ الإسلام، وادركتهـا الـعـنـاية الإلٰهية مـن الـقـرن الأول ، فـلـم تزل محط رجال المسلمين من الغزاة والفاتحين والعلماء والـصـلحاء، وجذبت ارض الهند عددا من خبرة العالم الإسلامى وانجبت رجالا هم نجوم الهداية فى الارض ومـفاخر المسلمين جميعا، فضلا عن مسلمى الهند ، من ولاياتها حيدرآباد الدكن خاصة بلدة سعيدة عريقة. تـمتازبخصائصها العلمية والأدبية ، ولها ميزات ، وانها تعرف فى العالم بثقا فتها الممتازة و جامعاتها الكبيرة ومـكتّبـاتهـا الـقـيـمة ومآثرها الجميلة ،كما انها تعر ف بحضانة العلم والأدب والعلماء ورجال التعليم والتربية والـكـتّـاب والشـعـراء. واسـتـوطـنهـا اصـحـاب البراعة فدرسوا وافادوا التلاميذ فى جامعاتها ومراكزتعليمها ، وخلق اللّٰه تعالى فيها رجالا جلت هممهم وشخصيات فذة بار زة.

لاشك فـى ان كـل مجتمع انسانى يحتاج الى دعـاة الخير والصلاح، لان الله تعالى قال "ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولٓئك هم المفلحون ".

وان الـديـن الـحـنيف اهتـم بهذا الجانب اهتمامابالغا حيث حرض المسلم على طلبه، وكيف لا وهو قـوام الـحـضـارات والتـطـورات. فـقام علماء الهند باقامة الدين و نشر علومه ، واقاموا مراكز علمية و معاهد ديـنية وثـقـافية ، وان البيـئة التـى نعيش فيها تـحتاج الى تفكير عميق و دراسة ركيزة لتثقيف الجيل المسلم الـنـاشـى بثـقافة دينية ، فاخذ بعض المخلصين هذه الفكرة بانشاء جامعة تقوم بنشرالدين الحنيف وتعاليم

الكتاب والسنة بلغتها الحقيقية مباشرة ، فمن هولاء العلماء والدعاة المخلصين بدينهم شيخ الاسلا م العلامة العارف باللـه المحد ث الفقيه الحافظ الإمام محمد انوارالله الفاروقى الحنفى رحمه الله، الذى اسس معهدا علميا دينيا علـى التقوى باسم "المدرسة النظامية" فى ١٩ ذى الحجةسنة ١٢٩٢ من الهجرة النبوية ، ثم تحولت الى الجامعة النظامية وتطور مستواها التعليمى الى المستوى الجامعى.

ويبلغ عدد الذين تعلموا فى هذه الجامعة حوالى مائة الف طالب ، واستقوامن منهلها العلمى من اهل الدكن والهند وخارجها من العر ب وبلا د افريقيا والبلادالاخرى من اليمن وفلسطين و حضرموت و بخارىٰ وسمر قند و ايران و افغانستان وباكستان الى غيرذلك.

ولعلماء الجامعة النظامية اسلوب جذاب فى نشرالعلوم الإسلا مية وتغييرالحياة الانسانية فى الهند بصفةعامة وفى ولاية آندهراابراديش بصفة خاصة، والعلماء الذين تخرجوا من هذه الجامعة لهم مساهمات كثير ة وعظيمة فى نشر العلوم الاسلا مية وفى تصحيح العقيدة الصحيحة الحقة بين عامة المسلين ، والرد على العقائد الباطلة و الضالة ، والمحافظة على الشعائر الاسلا مية والدفاع عن اصول الدين، وانجبت الجامعة ائمة الدين وعلماء الإسلا م ورجال الفكر والدعوة والإرشاد وهؤ لاء العلماء قاموا بدورهام فى تشكيل المجتمع الإسلا مى واقامة المدارس الدينية والحركات الدينية والإسلا مية فى الهند، فاثروا على حيا ة المسلمين وخدموا الإسلا م والمسلمين خدمات هامة غالية فى كل ناحية من نواحى الحياة الإنسانية والعلمية والفكرية والإجتماعية والثقافية والسياسية ، ولايزال علماء الجامعة يكرسون جهودهم فى نشرالدين الحنيف.

منهم البطل الإسلا مى فضيلة الشيخ العلامة مفكرالإسلا م المعتصم بالكتاب والسنة جم الفضائل والمحاسن والمحامد الدكتور المحترم محمدحميد الله الحيدرآبادى المهاجر الى باريس نورالله تعالى مرقده وانـزل اللّٰه على قبره رحمته، وهوالذى بذل مجهوداته كلها فى نشر الدعوة الاسلا مية وتبليغ الدين الحنيف ونشر العلوم الدينية والثقافية الإسلا مية بعلمه محتسبا وجه الله تعالى، واخرج الناس من الظلمات الى النور بخطاباته وتآليفهٖ ، باللغات الكثيرة العالمية. هو صاحب تصانيف عديد ة يبلغ عدد تصانيفه الى الف تقريبا

، ومن تصانيفه الهامة ترجمة القرآن الكريم وسيرة النبى ﷺ فى اللغة الالمانية ، واسلم على يده مئات من الفرنجيين وتاب المسلمون على يده من العادات المذمومة ، وهوثروة غالية وشمس مشرقة فى هذا العصر اللاديني، ويستفيد من اشعته العلمية كل من له المام بالعلم والدين ، ومنهم العالم الجليل المترجم الشهيرالمبلغ الكبير حامى السنة وماحى البدعة الشيخ السيد نورالله القادرى، الذى بذل جهوده فى تبليغ الدين الحنيف فى لغة محلية "تيلجو" واسلم على يده كثيرمن الوثنيين فى آندهرابراديش ،وله قدرة كاملة ومهارة تامة فى اللغات الكثيرة، وترجم الشيخ مئات من الكتب فى اللغات المختلفة فى لغة تيلجو، واسس عشرات مدارس اسلامية وكذلك اتخذت الجامعة منذ نشأتها اساليب متنوعة لنشراللغة العربية ، فانجبت رجالا اكفاء وكتابا نابغين وفحول الشعراء الذين قاموا بدور عظيم فى اعداد البحوث النادرة باللغة العربية.

واما فى مجال الشعر العربى فنجد علماء الجامعة ومشائخها منذبداية قديحملون ذوقاادبيا رفيعا يقرضون بالعربية ويتجاذبون اطراف الاناشيد فى المناسبات التى تجمع امثالهم من العلماء والادباء المحتشمين ويتجنبون مايمس كرامتهم غير ان اشعارهم تفيض رقة وعذوبة وبلاغة ، فكم من قصائد رنانة لو جمعت فى ديوان لكانت زادا كريما للادب العربى وتحفة نادرة للشعراء والادباء، منهم فضيلة الشيخ السيد ابراهيم الرضوى ، كان من اساتذة وشيوخ الجامعة ومن عباقرة الأدب وافذاذه يستحق ان يعد فى طليعة الشعراء المفلقين المجيدين وكتّاب اللغة العربية القديرين، قلما انجبت الهند مثله فى سعة الإطلاع على الشعرو الأدب والعروض و قواعد اللغة العربية ، وكذلك الشيخ صالح بن سالم باحطاب الشافعى والشيخ حبيب عبدالله المديحج والمفتى السيد مخدوم الحسينى وامثالهم

ومن الكتّاب البارعين والمصححين، المحقق الشهير فارس الفقه الحنفى عامل الكتاب والسنة الذى انارفى الهند مصباح فقه الحنفى واخلص حياته لاعلاء كلمة الله واحياء العلوم الاسلامية الشيخ الكبير العلامة البحّاثة السيد محمود بن المبارك المعروف بابى الوفاء الافغانى من خريجى هذه الجامعة ، بعد التخرج اسند اليه التدريس والتعليم ثم اسس لجنة باسم "مجلس احياء المعارف النعمانية "،كتب الشيخ عبدالفتاح ابوغدة الحلبى فى كتابه "العلماء العزاب الذين آثروا العلم على الزواج " وكان هورئيس اللجنة بل

كان هو اللجنة، والقائم باعمالها وانجازاتها خير قيام يبذلها من وقته وماله وعلمه ماستطاع ، متطوعا محتسبا لو جه اللّه تعالى ،ومنهم الحكيم محمود الصمدانى ، والمفتى محمد رحيم الدين، والشيخ محمدعبدالحميد الى غيرذلك من امثالهم.

وكذلك تخرج من الجامعة اصحاب العلم والفكر. ولهم قلوب خافقة للامة المسلمة لم يئسوا من اصلاح المجتمع فى او ان فسادها بل تسابقوا واسسو المدارس الاسلامية لتعليم وتربية اولاد المسلمين، منهم المفتى محمد سعيد شيخ الجامعة سابقا ، اسس المدرسة الصديقية العربية بولاية تامل نادو. واسس المقرئ محمدعبدالكريم تسكين مدرسة "مدينة العلوم العربية" بمديرية محبوب نغر ولاية آندهرابراديش

واسس المقرى العلامة السيد نورالله القادرى مدارس كثير ة منها "سراج العلوم" و"مصباح العلوم" وغيرهما فى قرى مديرية كرنول ، واسس فضيلة الشيخ محمدخواجه شريف "المعهد الدينى العربى" بمدينة حيدرآباد ،وكذلك اسس الشيخ عبدالرزاق من تلاميذ شيخ الاسلام مؤسس الجامعة العلامة الحافظ محمدانوارالله الفاروقى كلية عصرية باسم" انوارالعلوم كالج "للبنين والبنات ، وقد تخرج منها الوف من المهرة فى الآداب والعلوم والتجارة ، وكذلك مدرسة "دارالعلوم النعمانية" اسسها فضيلة الشيخ الحافظ المقرى المفتى محمد ولى الله شيخ العقائدوالمعقولات بالجامعة النظامية، برَّد الله مضجعه وانزل عليه رحمته فى مسجد غالب جنغ فى حارة ركاب كنج و أسماها على اسم الامام الاعظم ابى حنيفة النعمانؒ الفقيه المحدث ابوالوفاء الافغانیؒ وكما أنشأ الحافظ الشيخ احمد محى الدين بنفس الاسم مدرسة۔ وكذلك "انوارالعلوم اللطيفية" اسسهاالسيد عبد اللطيف القادرى رحمه الله.

وخريجوا الجامعة خدموا الإسلام والعلوم الدينية بالكتابة والخطابة ، ولهم خدمات جليلة فى شتى الميادين من الصحافة والانشاء والدعوة والإرشاد وإصدارالمجلات والجرائد الاسبوعية والشهرية واليومية ، منهامجلة "الواعظ "اسبوعية للشيخ عبدالوهاب عندليبؔ ، فهذه المجلة ادت حظاموفورا فى توحيد صفوف المسلمين وتصحيح العقيدة طبقا لكتاب اللّٰه واحاديث رسول اللّٰہﷺ و "مجلة نظامية "للشيخ ابى الخير كنج نشين شهر يا ، وكذلك مجلة "ارشاد"لغوث محى الدين جاويدؔ شهريا ، وجريدة

"الصحيفة" يومية و"الصحيفة" اسبوعية لشيخ اكبرعلى ، هذه المجلات والجرائد كلها كانت تصدر من حيدرآباد ولها مقام رفيع فى المجلات والجرائد التى تصدر فى البلاد.

وعلماء الجامعة بذلوا جهودهم مااستطاعوا فى الدعوة الى الله وتبليغ الدين الحنيف ، ومن الدعاة المخلصين المفلحين الذين هدوا الى الصراط المستقيم وكرسوا جهودهم لتصحيح العقيدة ، واستفاد المسلمون بخطاباتهم الجليلة من الدراسات الاسلامية وما يطلب القرآن والحديث من الامة المسلمة ومن هولاء الدعاة المفسرالكبير مفكرالاسلام فضيلة الشيخ السيد محمدبادشاه الحسينى، وفضيلة الشيخ محمد نورالله القادرى وفضيلة الاستاذ الحافظ محمد عبدالحفيظ الجنيدى ، وغيرهم۔

وكذالك أسس خريجوا الجامعة لجنات علمية لنشرالعلوم الاسلامية لايقل عددهم من المعاهد الدينية فى الولايات الاخرى من الهند ،منها مجلس "احياء المعارف النعمانية "وهذا المجلس تستهدف طباعة ونشر امهات الكتب فى الفقه الحنفى ۔ ولجنة "انوار المعارف العلمية" لصاحبها الحافظ محمدعزيزبيك ، هذه اللجنة قد ادت حظا موفورا فى نشرالكتب من الأحاديث النبوية والرجال و"مجلس انوار علمية " الى غير ذلك من اللجنات العلمية. ولهم مساهمات فى تطوير "مجلس اشاعة العلوم "الذى انشاه مؤسس الجامعة لطباعة تأليفات العلماء متخرجى الجامعة النظامية وغيرها ، وهو تقع فى رحابها.

الجامعة النظامية جامعة دينية بتمامها لاعلاقة لها بالسياسة الراهنة من اول اليوم ، ولها مجالات اخرى قدالتحق بها بعض متخرجيها ولعبوا دورا هاما فى تلك المجالات، وبذلوا جهودهم ما استطاعوا فى تنشيط مواهبهم الفاطرة وتشجيعهم، منهم المحامى الشهير محمد عبدالواحد الأويسى رئيس مجلس اتحاد المسلمين، والشيخ محمد مظهرعلى رئيس مجلس اتحادالمسلمين.

نسأل الله تعالى ان يحفظ هذه الجامعة من الشرور والفتن وحوادث الزمن (آمين) والحمدلله رب العالمين.

بأنوارک قد تنير القلوب

فی مدح شيخ الاسلام العارف بالله الحافظ محمد انوار الله فضيلت جنگ نورالله مرقده

نظمه: فضيلة الاستاذ محمد مجيب خان النظامی، الفاضل بالجامعة النظاميه

وبالله أنت النسيب النجيب — لحبّ الإله لأنت الحبيب

ونلت من الله سعدا عظيما — وقدرا رفيعا ومنه القريب

رجعت إلينا بحكم النبی — فوالله عنه قريب تنوب

لقد قال فيك الشفيع الأنام — وخير الأناس أ انبی الحبيب

ولا شك أنت ولی الإله — بأنوارك قد تنير القلوب

أياذ المعالی فنظر اعطوفا — لمرضی القلوب لأنت الطبيب

أيا ديك مالا تعد و تحصی — بأثارك قد تضيئی الحقوب

و منها النظامية الله يبقی — سناهادو اما و خيراً يثيب

وبالكتب أحسنت منا إلينا — بها كل فرد ضليل مصيب

وأوضحت فيها ضلا لاوهديًا — وفيها البراهين مالا ضريب

وكالبحر فی العلم يا ذالعلاء — إلی بنظر لأنی طلوب

أعنی بفضل فنعم المعين

وللسائلين لأنت المجيب

☆☆☆

نبذة على
مكتبة الجامعة النظا مية

كتبها :الدكتور الحافظ محمد فاروق حسين النظامى
كامل الحديث (الجامعة النظامية)، والدبلوم لتربية المدرسين جامعة(E.F.L.U)

كـا نـت مـكتبة الـجـامعة أولا با سم "امداد المعارف" ثم ان شيخ الا سلا م العارف باللّٰه محمد انوار اللّٰه الـفـاروقـى مـؤ سـس الجا معة النظا مية وقف مكتبته التى كانت با سم "انوار المعارف" فى حيا ته و صارت مـجـموعة المكتبتين "امداد المعارف" و"انوار المعارف" فاصبحت مكتبة الجا معة كنزا مخفيا ومكتبة ممتا زة كبيـرـة فـى انـحـا ء الـعـالـم فيهـا كتب مختلف الفنون والعلوم و فيها قسم للمخطوطات العر بية والفا رسية والأردية و يـو جـد فيهـا قسـم خـاص لتـا ليـفـات علماء النظامية وخر يجيها وكما يوجد فيها قسم لمساهمات ومـقـالات البـاحـثيـن مـن ابناء الجامعة ومن سواهم الذين قدموها لنيل شهادة الدكتوراة وفيها قسم للكتب الدراسية يستعيرها الطلبة فى بداية السنة الدراسية ويرجعونها فى ختام العام الدراسى كل سنة .

واما قسم الـمـطبـوعـات عـد دهـا يبـلـغ عشـرات الألـوف ولـكـنـنى لست ابحث عنها واما بحثى عن المخطوطات العر بية بمكتبة الجامعة النظامية .

ومن المخطوطات ما تعتبر من نوادر قيمة التى توجد فى مكتبة الجامعة النظامية ٴ اسمائها كما يلى :

١ـ كتا ب التبصرة في القر آء ات السبعة سنة الكتا بة : ٦٥٢هـ
٢ـ اثبا ت الواجب سنة الكتا بة : ٩٥٢هـ
٣ـ شرح الوقاية، الفن : الفقه سنة الكتابة : ٩٩٤هـ
٤ـ الجا مع الصغير، الفن : الفقه سنة الكتا بة : ٨٨٤هـ
٥ـ جواهر التفسير (فا رسي) اسم المصنف : ملا حسين واعظ كا شفي عليه الرحمة سنة الكتابة : ٨٩٧ھ
٦ـ فتوح الحر مين (نستعليق فا رسى ٴ مطلا) اسم المصنف: على بن الموفق سنةالكتابة : ٩٧٣ھ
٧ـ نفحات الا نس الفن: التصوف اسم المصنف : ملا عبد الرحمن عليه الرحمة، سنة

الكتا بة : ٨٧٤هـ

٨ـ كلشن زار الفن : التصوف

٩ـ تحفة النصا ئح ، الفن : الاخلاق، اسم المصنف : الشيخ السيد شا ه را جو قتال يو سف الحسيني رحمه الله. سنة الكتابة : ٧٩٥هـ

١٠ـ وقا ئع ايام محا صرة :الفن : التا ريخ، اسم المصنف : السيد نعمت خان عالي رحمه الله، سنةالكتابة : ١٠٥٨هـ .

هذا من المعلوم للجامعة مكتبة كبيرة عامرة من المخطوطات والمطبوعات القيمة فلهذا تعتبر هـذه الـمـكتبة من أقدم وأوثق واشهر المكتبات الإسلامية وأثمنها بحيدرآباد الدكن ومعظم كتبها فى العلوم الا سلامية ؛ الـقـر آن الـمـجيـد ؛ الـتـفسيـر؛ والـحد يث ؛ الفقه و أ صوله؛ التصوف؛ العقيدة والكلام ؛ السير؛ المنطق؛ الفلسفة ؛ الأدب؛ الشعر؛ الفلكيات والطبيعيات وغيرها.

وفيها كتب مختلف لفنون والعلوم ومخطوطات عربية وفارسية ومطبوعة وإلى غير ذلك.

وقـام بتـأسيسهـا الامـام الـعـارف بالله مولانـا الحافظ محمد انوارالله الفاروقى العمرى الملقب بـفـضيـلـت جنغ بهادر قدس الله روحهٗ وهو كان مولها ومولعا باقتناء الكتب القديمة وجمع نفائسها، فجمعها بصرف كثير بمصارفه.

قـد اشـتـرى لهـا الـكـتـب الـدراسية فـى مـخـتـلـف الـعـلـوم والفنون واللغات، سجلت فيها كتب بـنـوعيـن، الاول: الانـوار، والـثـانـى: الامداد، ولكل واحد منهما سجل مستقل، وهناك ايضا سجلات على أسـاس الـلـغـات وسـجـلـت الكتب فيها على اختلاف العلوم والفنون مع صراحة اسم المؤلف وسنة التأليف والطباعة.

ولـلـمـكتبة نـظـام خـاص ويـتـولى الأشراف على شؤون المكتبة امينها فضيلة الأستاذ محمد فـصيـح الـدين النظامى ومساعدوها، وهذه المكتبة تقع فى رحاب الجامعة النظامية ولها اقسام وهى التراث الثمين ولها بناء مستقل حسب تطلبات عصرية فلها قسمان :

١ـ قسم المطبوعات يبلغ عد دها ٢٨٥٥٠

٢ـ قسم المخطوطات يبلغ عددها ١١٣٠ مجلد في مختلف اللغات والفنون والعلوم والى غير ذلك.

فيكون المجموع : ٢٩٦٨٠ كتابًا

٣- قسم الكتب

٤- قسم المطالعة، فى دا خل انتم تجدون قاعة للمطالعة والكتب الدراسية والى غير ذلك .

وهنا توجد تراجم القرآن الكريم في اللغات العالمية المختلفة كما فى "اللغة الفارسية، والأر دوية،و الصينية، و الانجليزية، و الفرنسية" و ما الى ذلك .

ان المخطوطات فى و قت الرا هن محتا جة الي عنا ية اكثر" وذا بقيت على ما هى عليه فستكون معرضة الى مز يد من التآ كل والتلف.

ان العنا ية بالمخطوطات واجب مهم يقع على عاتق المؤسسات العلمية والثقافية حتى لا تضيع هذه المخطوطات او يلفها الاهمال والتلف والنسيان.

كما اهتم الأوربيون لصيانة ثقافتهم حضارتهم اهتماما كبيرا فمثل ذلك يجب علينا ان نحفظ ثقافتنا وحضارتنا الإسلامية بصيانة المخطوطات الد ينية والتاريخية والعلمية والإجتماعية والفنية والطبية والرياضية.

إن صيا نة المخطوطات العربية هى مسئولية مهمة لنا فى هذا الزمن وبها نحن نستطيع ان ننقل الثقا فة الا سلامية للا جيا ل المقبلة ,كما ننظر الى المخطوطات تعرض لسوء الا ستعمال والا همال كما ساعدت العوامل الطبيعية علي تلف بعض المخطوطات و تقا د مها وتأ كل اورا قها" وتغير الوا نها" وفقدان الكثير من خصا ئصها" كما لم يسلم المخطوط العربى الا سلامى من السرقات والنهب.و أقدم التقدير الى مركز جمعة الما جد للثقا فة والتراث (دبى) الذى شرع عملا جيدًا وهو صيا نة المخطوطات العر بية حيث ما وجدت ، وقد قدم مسئولوا المركز مساهمات بناءة في صيانة مخطوطات الجامعة النظامية وهيئوا آلات صيانة المخطوطات بالأساليب المتطو رة و قاموا بعناية جيدة و رعاية تامة فى ترتيبه" و قد اهتم هذا المركز بإعداد أقراص مخطوطا ت الجامعة النظامية الشاملة على شتى الفنون و التى تبلغ الي مائة ١٠٠ قرص(C.D). والمخطوطات العربية الإ سلامية تر اث أمة يمتد على أكثر من ار بعة عشر قرنا تنافس على تأليفها و كتابتها آ لاف العلماء والأ دباء والنساخ والخطاطين .

و من المعلوم أن مخطوطاتنا العر بية ترا ث ذا ت حقبة طو يلة من الزمن" امتدت على أكثر من ا ربعة

عشر قرناً فقد تنافس على تأليفها واستنساخها الوف من العلماء والأدباء والخطاطين طوال هذه القرون المتعاقبة حتى بلغ ما صنفوه فى فنون المعرفة المختلفة الادبية والتاريخية والدينية والعلمية والاجتماعية والفنية والفلسفية والطبية والرياضية رقما ينوف أربعة ملايين مخطوطة منتشرة فى جميع انحاء العالم (وهذا الرقم تقديرى لا يصل درجة الحقيقة الثابتة) و من هنا كانت كتب التراث الخطية ذات أهمية فى ربط حلقات الاجيال المتعاقبة و وصل اسباب التقارب العلمى والتفاهم الفكرى بين ابناء البشرية جمعاء.

المخطوطات ودورها فى ازدهار العالم

المخطوطات وهى خزائن مكنونة ومعادن علمية نفيسة اغلى وأثمن من الذهب والفضة والجواهر والزخارف المادية. فيحسن بنا اولا ان نتعرف عن المخطوطات ما وما دورها فى تثقيف الانسان وازدهار العالم.

المخطوطات وهى موضوع حساس دقيق متعلق بعبر القرون وبعلوم الأمة الاسلامية وله أهمية كبيرة وهى صلة بالماضى متصل بتراث هذه الامة وهى ماخوذة من خط بالقلم خط يخط خطا (من باب نصر) بمعنى كتب فالمخطوط هو المكتوب باليد لا بالمطبعة وهى تتضمن ما كتب او خط او نقش على الاوراق او على الالواح او الحجارة اوعلى اى مادة اخرى ايا كانت لغته وهى فى الحقيقة تراث الانسانية كلها يحمله الاخلاف من الاسلاف ينهل منه العلماء والباحثون ومنه حسن مفيد فيستحسن وغامض يوضح ومجمل يفسر.

من المعلوم ان المخطوطات هى تراث حقبة طويلة من الزمن اكثر من أربعة عشر قرنا. لقد تنافس عن تأليفها واستنساخها الوف من العلماء والادباء واهل الله وخاصته والنساخ والخطاطين طوال هذه القرون المتعاقبة حتى بلغ ماصنعوه فى الفنون المختلفة من الدينية والادبية والتاريخية والفلسفية والطبية والى غير ذلك من المواد الكونية الى حد يستحيل احصاء عددها بالاجمال الكلى وقال بعض الاحصائين ان المخطوطات العربية التى عثر عليها الأجيال يفوق عددها اكثر من اربعة ملايين مخطوطة.

انما المخطوطات هى خلاصة افكار اصحاب العقول وعصارة تجاربهم الطويلة العلمية والعملية ومحصل مجهودات العلماء الاعلام وآرائهم المفيدة وخبراتهم القيمة وهى تراث امة تمتد اربعة عشر قرنا وان الذى له المام بالتاريخ يعرف جيدا بأن بناء تطور العالم علميا ونهضته فى جميع المجالات من الازدهار والابهار حتى الاكتشافات الحديثة كلها رهين بالمخطوطات الاسلامية التى كتبها علماء الاسلام وفلاسفة

الأكوان فى بلاد المسلمين شرقا وغربا وشمالا وجنوبا .

هذه حقيقة مامن موضوع كونى الا وقد خاض فيه علماء الاسلام انطلاقا بآى من القرآن العظيم .

(اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ) وقوله تعالى: (وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ)

وقوله تعالى : "وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ" فخاضوا فى بحار التحقيق والبحث عن حقائق الا كوان ونظام الشريعة الغراء وكتبوا فيه كتبا وسجلات فوق ما تحملها الحمولات وامتلأت بها المكتبات وهى شا هد صدق عليها .

واما مراكز المخطوطات ما من مدينة فى العالم عامة وفى عالم الاسلام خاصة الا توجد فيها المخطوطات ومن أعظم المراكز الاسلامية تركيا، ايران، مصر، العراق، السعودية، المغرب، سوريا، تونس، اليمن، افغانستان، الجزائر، الباكستان، والهند . من المعلوم أن تركيا لها اهتمام كبير بالعلم والكتب وهى اكبرمراكزالمخطوطات، وكذ لك بلاد الهند وهى مترامية الاطراف وشبه قارة .

قد حكم عليها المسلمون حوالى ثمانية قرون لم تتخلف فى هذا المجال من جمع المخطوطات لان الملوك والامراء والمشا ئخ كانت لهم تنافس فى اقتناء هذه النفا ئس المخطوطات وبا لأخص مد ينتنا حيدرآباد التى تعتبر بلاد العلماء ومد ينة الثقا فة توجد فيها عد دكبير من المكتبات العر بية ومن أهمها عشرة مكتبات، شا ع صيتها فى معظم البلدان وسا ذكرها فى آخر هذا الفصل من القسم الثا نى واما الذى نحن فى صدده المخطوطات العر بية بمكتبة الجامعة النظامية التى هى من اقدم واثمن الجامعات والمكتبات فى الهند. قد أسست عا م الف وما ئتين واثنين وتسعين ١٢٩٢هـ . توجد فيها اكثر من الفين مخطوطة فى لغات شتى . واما باللغة العربية عد دها ٢٣٠ وهى متنوعة فى موضوعاتها ومنها النوا در، مثلا : (كتاب التبصرة فى القراء ات العشرة للشيخ **للاما م محمد المكي بن ابي طا لب بن محمد بن مختار القصي**. ولها نسخ فى استنبول والمدن الا خرى وقد سبق التحقيق على نسخة مكتبة الجامعة النظامية للبا حث خريج ندوة العلماء والجا معة النظامية الد كتور المقرى محمد غوث النظامى حفظه الله ثم جاء البا حثون الآ خرون على النسخ الأخرى وقد ذكر أحمد حسن فر حات فى مقا لته التى

قد مها فی الدورة التد ريبية الأولی بد بی بتا ريخ ٢٦ / ذی الحجة ١٤٢٧هـ الی ٩ / محرم ١٤٢٨هـ ان النسخة والفروق بينهما كبيرة ومنها كتاب فتح العلی فی جمع الخلا ف بين ابن حجر والرملی للشيخ السيد عمر بن الحبيب حامد بن عمر بن عبد الرحمن با فرج العلوی .

هذه مخطوطة ذا ت أهمية لم توجد الا فی مكتبة الجامعة النظامية بحيد رآ باد . وهی من الخزائن الثمينة المكنونة قد قامت حا ليا بالبحث والتحقيق عليه البا حثة شفا حسن هيتو ونا لت شها دة الد كتوراة من الجامعة النظامية . ومنها الجواهر المكللة فی الأخبار المسلسلة للشيخ ابی ا الخير شمس الدين ابی عبد الله محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخا وی الشا فعی رحمه الله.

وقد ذكرت تفا صيلها فی موضوع المخطوطات ٔ وان الحديث عن عالم المخطوطات العر بية ذو شجون وهی جزء من عقول مؤلفيها المسلمين بل هی خلا صة علمهم و نتيجة افكارهم العالية ومعارفهم العظيمة امضوا حيا تهم فی جمعها و بثوا فيها آخر انفاسهم فهی كائنات حية وانی لشاكر علی نعماء الله جل وعلا علی ان وفقنی للكشف عن التراث العلمی المخطوطات بالجامعة النظامية التی لم تطبع فهرسها حتی الساعة الما ضی بالحا ضرة ونبنی عليها الجسر المستقبل .الله المو فق.

اسماء المخطوطات العربية بمكتبة الجامعة النظامية كما يلی :

١= القرآ ن المجيد٢= القر آن المجيد ٣= القرآ ن المجيد ٤= السور الخمسة ٥= القرآ ن المجيد ٦= القرآن المجيد (الذهبی) ٧= القرآ ن المجيد (الذ هبی)٨= القرآ ن المجيد ٩= القرآ ن المجيد (المصری) ١٠= القرآ ن المجيد (السا ذ ج)١١= القرآن المجيد (الساذج) ناقص الطرفين ١٢= الــم (الجزء الا ول السا ذج)١٣= سيقول (الجزء الثانی الساذ ج)١٤= تلك الرسل (الجز ء الثا لث السا ذج) ١٥= لن تنا لوا البر (الجز ء الرابع السا ذج)١٦= والمحصنت (الجزء الخامس الساذج) ١٧= لا يحب الله الجهر(الجزء السادس، الساذج)١٨= واذا سمعوا ما انزل الی الرسول(الجز ء السابع)١٩= ولوانـنانزلنااليهم الملائكة (الجزء الثامن الساذج) ٢٠= قال الملأ (الجزء التاسع الساذج)٢١= واعلموا انما غنمتم (الجزء العاشرالساذج)٢٢= يعتذرون اليكم (الجزء الحادی عشرالساذج)٢٣= ومامن دآبة (الجزء الثانی عشر الساذج)٢٤= وماأبرئ نفسی(الجزء الثالث عشر الساذج) ٢٥= ربمايود الذين(الجزء الرابع عشر الساذج)٢٦= سبحان الذی اسری(الجزء الخامس عشر الساذج) ٢٧= قال الم اقل لك(الجزء السادس

عشر الساذج)٢٨= اقترب للناس (الجزء السابع عشر)٢٩= قد افلح المؤمنون (الجزء الثامن عشر)٣٠= الٓمٓ (الجزء الاول الساذج)٣١= سيقول (الجزء الثانی الساذج)٣٢= تلك الرسل (الجزء الثالث الساذج) ٣٣= لن تنالواالبر(الجزء الرابع الساذج)٣٤= والمحصنت (الجزء الخامس الساذج)٣٥=لا يحب الله الجهر(الجزء السادس، الساذج)٣٦= واذاسمعواما انزل الى الرسول (الجزء السابع) ٣٧= ولواننانزلنااليهم الملا ئكة(الجزء الثامن الساذج)٣٨ = قال الملأ (الجزء التاسع الساذج)٣٩= واعلمواانماغنمتم (الجزء العاشرالساذج)٤٠= يعتذرون اليكم(الجزء الحادی عشرالساذج) ٤١= ومامن دآبة (الجزء الثانی عشر الساذج)٤٢= ومآأبرئ نفسی(الجزء الثالث عشر الساذج) ٤٣= ربما يود الذين (الجزء الرابع عشر الساذج)٤٤=سبحان الذی اسری(الجزء الخامس عشر الساذج) ٤٥= قال الم اقل لك(الجزء السادس عشر الساذج)٤٦= اقترب للناس (الجزء السابع عشر) ٤٧= قد افلح المؤمنون (الجزء الثامن عشر)٤٨= وقال الذين لايرجون (الجزء التاسع عشر) ٤٩= أمن خلق السموت (الجزء العاشر عشر) ٥٠= أتل ما أوحی (الجزء الحادی والعشرون)٥١= ومن يقنت (الجزء الثانی والعشرون)٥٢= ومالی لا أعبد(الجزء الثالث والعشرون)٥٣= فمن أظلم (الجزء الرابع والعشرون)٥٤= اليه يرد اليه علم الساعة(الجزء الخامس والعشرون)٥٥= حـــم (الجزء السادس والعشرون) ٥٦= قال فماخطبكم ايهاالمرسلون (الجزء السابع والعشرون) ٥٧= قد سمع الله (الجزء الثامن والعشرون)٥٨= تبارك الذی (الجزء التاسع والعشرون) ٥٩= عم (الجزء الثلاثون)٦٠= سورة الكهف ٦١= القرآن المجيد٦٢= الشاطبی ٦٣= رسالة تلا وة الاكبر السنان٦٤=كتاب التبصرة فی القرآءة السبع والعشرة ٦٥= الفتح الربانی فی الرد علی التبيانی ٦٦= مولود النبي ﷺ ٦٧= معراج النبی ﷺ ٦٨= النهجة السوية فی الأسماء النبوية ٦٩= سيرةالنبی ﷺ ٧٠= التفسير الكبير ٧١= أنوار التنزيل وأسرار التأويل (تفسير البيضاوی) ٧٢= مدراك التنزيل وحقائق التأويل. تفسير النسفی(من سورة الفاتحة الی سورة الكهف) ٧٣= تفسير البيضاوی ٧٤= تفسير الكهف والرقيم ٧٥= المباحث الكريمة ٧٦= الحاشية لأبی القاسم (تفسير سورة الفاتحة)٧٧= المنتخب فی النوب فی الواعظ ٧٨= شرح شواهد فی الاتقان ٧٩= آی من القرآن٨٠= مشكاة المصابيح ٨١= مشكاة المصابيح٨٢= مرقاة شرح مشكاة المصابيح(النصف الأول)٨٣= مرقاة شرح مشكاة المصابيح(النصف الآخر)٨٤= صحيح البخاری ٨٥= صحيح المسلم ٨٦= الخصائص الكبری(الخصائص

المصطفوية)٨٨= جمع الفوائد جامع الأصول ومجمع الزاوئد٨٩= شفاء الصد ور لأهل الحضور٩٠= العلل المتناهية ٩١= الأزهار المتناثرة فى الا خبار المتواتر ة ٩٢= افتتاح القا رى لصحيح البخارى ٩٣= كنز العمال فى تبويب سنن الأقوال والأفعال ٩٤= الد رج المنيفة ٩٥= الأ حاديث المو ضوعة ٩٦= الجواهر المكللة فى الأخبار المسلسلة٩٧= جامع المسانيد ٩٨= البنيان فى آداب حمل القرآن ٩٩= حاوى الأرواح الى بلاد الأفراح ١٠٠= حصن الحصين ١٠١= رسالة اصول الحديث ١٠٢= مسند الاما م أحمد بن حنبل رحمه الله ١٠٣= ما ثبت بالسنة فى ايام السنة ١٠٤= تسهيل السبيل١٠٥= لباب الأ خبار ١٠٦= الحبائك فى اخبار الملائك١٠٧= مجموعة اجازة الأحاديث ١٠٨= النكت لا بن حجر العسقلانى ١٠٩= عين المو ضوعات١١٠= الخصائص فى فضائل عليكرم الله وجهه ١١١= الفو ائد المتكاثرة فى الأخبار المتواتر ة ١١٢= دعاء صحيح البخارى(ابن زينى الدحلا ن) ١١٣= تمييز الطب ١١٤= اسئلة عبد الله بن سلام بر واية عبد الله بن عباس(رضى الله عنهما) ١١٥=اللفظ المكرم بخصائص النبى الأكرم ﷺ ١١٦= مجموعة لفظ اللآلي ١١٧= مجمو عة الر سائل ١١٨= كتاب الو سائل الى معر فة الأوائل ١١٩= مجموعة الرسائل فى حياة الأنبياء ١٢٠= مشير العزم الساكن الى مشرف الاماكن ١٢١= كنز العمال (المجلد الاول) ١٢٢= كنز العمال (المجلد الثانى)١٢٣= كنز العمال (المجلد الثا لث) ١٢٤= كنز العمال (المجلد الرا بع) ١٢٥= كنز العمال (المجلد الخامس) ١٢٦= كنز العمال (المجلد السادس) ١٢٧= كنز العمال (المجلد السابع) ١٢٨= كنز العمال (المجلد الثامن) ١٢٩= الاكمال فى اسماء الرجال ١٣٠= المغنى فى أسماء الرجال١٣١= طبقات الحفاظ١٣٢= كتا ب الروح ١٣٣= الا بانة عن اصول الد يا نة ١٣٤= المقالات المجردة لابى الحسن الأشعرى ١٣٥=كتاب شرح الصد ور فى شرح أحوال الموتى والقبور ١٣٦= جواهر المعانى ١٣٧= شرح الصدور فى شرح احوال الموتى والقبور ١٣٨= عوارف المعارف ١٣٩= كتاب الفر اسة ١٤٠= كتاب سيف الملوك ١٤١= الد رج المنيفة ١٤٢= الحاشية على شرح التجريد(للخيالى) ١٤٣= حاشية البا جورى ١٤٤= الحاشية القد يمة للطوسى ١٤٥= الحاشية الحقيقية للخيالى ١٤٦= الحاشية على شرح التجربد ١٤٧= ذ خير ة الخير ١٤٨= حا شية ملا جلال ١٤٩= الدرة الفاخرة فى تحقيق مذهب الصو فية والمتكلمين والحكماء ١٥٠= رشيد ية ١٥١= رسائل علم الكلام لكمال باشاه ١٥٢= رسائل علم الكلا م الا ربعين (١٣) ١٥٣= شفاء الاسقام فى زيارة خير الأنام ١٥٤= حا شية قول

أحمد على حاشية الخيالى وعلى شرح التجريد ١٥٥= كتاب المقيدة فى بيان احكام العقيدة ١٥٦= شرح العقائد للنسفى ١٥٧= قصد السبيل ١٥٨= بحر الافكار فى الخيالى ١٥٩= رسالة ملا جلال ١٦٠= الاثبات فى واجب الوجود ١٦١= بذل الهمة فى طلب براءة الذمة ١٦٢= تطهير الاعتقاد عن ادراك الالحاد ١٦٣= الفجر المنير ١٦٤= مسالك الحنفاء فى والدى المصطفى ﷺ ١٦٥= أسرار الآيات وأنوار البينات ١٦٦= الدرة السنية فى الصلوة على خير البرية ١٦٧= التصور والتصديق ١٦٨= الكفاية فى الكلام ١٦٩= شرح ميزان ١٧٠= شرح ميزان ١٧١= شرح ميزان ١٧٢= شرح الشمسية ١٧٣= شرح ملا جلال على التهذيب ١٧٤= الحاشية لابى الفتح على رسالة الشريفة ١٧٥= حاشية سيدشريف على شرح المختصر١٧٦= قاضى مبارك (ناقص الآخر) ١٧٧= شرح مير زاهد ١٧٨= الحاشية الخامسة لمير زاهد ١٧٩= تقريب التهذيب فى المنطق ١٨٠= تقريب التهذيب فى المنطق ١٨١= حاشية عبد الحكيم ١٨٢= الحاشية الجديدة على شرح المطالع ١٨٣= سلم العلوم ١٨٤= شرح سلم العلوم ١٨٥= القطبى ١٨٦= حاشية ملا جلال على التهذيب ١٨٧= شرح سلم العلوم ١٨٨= ابو ريحان فى اسطر لاب ١٨٩= رسالة الهيئات ١٩٠= شرح هداية الحكمة ١٩١= التذكرة الهيئة ١٩٢= شرح حكمة العين١٩٣= شرح شرح مجسطى ١٩٤= شرح جغمينى ١٩٥= اظهار البديعة فى علم الطبيعة ١٩٦= شرح مجسطى ١٩٧= كتاب النجاة فى الفلسفة والحكمة ١٩٨= مجموعة الميزان المقنطرات ١٩٩= اتحاف البينة ٢٠٠= كتاب التصرف ٢٠١= المقصد الأسنى فى أسماء الله الحسنى ٢٠٢= اثبات الواجب ٢٠٣= المقصد الأقصى ٢٠٤= التدبيرات الالهية فى اصطلاح المملكة ٢٠٥= بلغة الغواص ٢٠٦= كتاب الأسرى الى مقام الأسرى ٢٠٧= الدقائق المحكمة فى شرح المقدمة ٢٠٨= كتاب الفنا فى المشاهدة ٢٠٩= الكواكب الزاهرة ٢١٠= خواص كلمة لا اله الا الله ٢١١= أجلة التأييد فى شرح أدلة التوحيد ٢١٢= حل الرموز فى مفاتيح الكنوز ٢١٣= القول الدال على حياة الخضر٢١٤= شرح منازل السائرين ٢١٥= احياء العلوم (الجلد الثالث) ٢١٦= درة المفاخر٢١٧= كتاب نسخة الحق ٢١٨=كلمة الحق ٢١٩= مجموعة فيوض القدس ٢٢٠= نصوص شرح فصوص الحكم٢٢١= شرح فصوص الحكم ٢٢٢= فصوص الحكم ٢٢٣= فصوص الحكم (ناقص الآخر) ٢٢٤= شرح فصوص الحكم فى التصوف٢٢٥= مطلع خواص الكلم فى معانى فصوص الحكم.

☆☆☆

تعليم النساء وكلية البنات التابعة للجامعة النظامية

بقلم : الدكتوره **سيده نفيس النساء بيغم**، رئيسة المعلمات كلية البنات التابعة للجامعة النظامية

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين و آله و صحبه والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين اجمعين، اما بعد:

فقد قال تعالى "و اذكرن ما يتلى فى بيوتكن من آيات الله والحكمة" (الاحزاب الاية ٣٤) هذه الايه الكريمة تنبئى عن مدى اهمية تعليم النساء ومن المعلوم انه جل و علا قد تكفل بصيانة كتابه و شريعته الغراء و دينه المبين بقوله جل شانه "انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون" و أنشأله فتيانا و فتيات و نساء رجالًا عكفوا نفوسهم على صيانته و نشره فى الآفاق و فى أرجاء العالم و مهدلم طريقاً يسلكون فيها ذللاً ليبلغوا مرامهم فى سبيل الدعوة والارشاد و تأدية رسالة الاسلام الى عباده فى جميع أنحاء العالم فقاموا بالتبليغ والدعوة و القاء الخطب و انشاء مجالس الذكر و حلقات الدروس و زوايا التربية و السلوك و بالتاليف والتصنيف و نشر الكتب والكتيبات و بتأسيس المدارس والمعاهد و الكليات و الجامعات فى كل زمان و مكان للبنين والبنات والرجال والسيدات و مما لاشك فيه ان المدارس من أعظم سبيل للنشر والدعوة يتخرج منها حفظة القرآن الكريم و حملة العلم والعرفان والعالمون العاملون والو عاظ والدعاة و رجال القلم والتاليف والكتابة و فيها يتثقف الرجال والنساء و فيها يتعلم البنون والبنات مايجب علهيم وما يستحب لهم مما ينفعهم فى ديناهم و عقباهم و يتخرج فيها المجاهدون والمجهادات فى سبيل الله و هذا فى جلاء البيان أن العلم حياة الاسلام كما ورد فى الحديث الشريف "العلم حياة الاسلام و عماد الدين" (كنزالعمال) و انه صلى الله عليه و سلم اعتنى به من أول يوم وجعل دار أرقم كالمدرسة للذين آمنوا وهى لم تزل مدرسة فى مكة المكرمة حتى هاجر صلى الله عليه وسلم و كما بعث انه صلى الله عليه و آله و صحبه وسلم قبل هجرته مصعبا رضى الله تعالىٰ عنه الى المدينة المنورة كالمقرى و هو نزل فى بيت سعد بن معاذ رضى الله تعالىٰ عنهما و جعله كالمدرسة يدعوهم الى الهدى ويعلمهم الدين وكان الناس يأتونه فيتعلمون

الدين والاحكام حتى هاجر رسول الله صلى الله عليه آله و صحبه وسلم اليها فبنى مسجداً و بنى امامه صفة كالمدرسة و جعل بيوت أمهات المؤمنين رضى الله عنهن أجمعين مدارس للبنات والسيدات حيث قال جل و علا آمراً لأزواجه المطهرات "واذكرن ما يتلى فى بيوتكن من آيات الله والحكمة" (الاحزاب) و هذه الآية الكريمة تدل بكل صراحة و ضوح على اهميه تعليم النساء و هى تشمل أن تكون النساء معلمات بالاضافة الى تعلمهن و مما لا يخفى على كل من له المام بتوجيهات الشريعة أن طلب العلم من أول واجبات المسلمين والمسلمات و قد حض و رغب الشارع صلى الله عليه و آله وسلم على طلب العلم للنساء خاصة، أخرج الامام البخارى عن ابى بردة عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة لهم اجران ...... و رجل كانت عنده أمة يطاها فأدبها و أحسن تأديبها و علمها فأحسن تعليمها ثم أعتقها فتزوجها فله اجران (باب تعليم الرجال امته و أهله) ومن الملاحظه أن الامام البخارى بوب فى الجامعه لتعليم النساء ترجمة خاصة عظة الامام النساء و تعليمهن كما بوب لتعليم الاماء ترجمة تعليم الرجل امته واهله و هذه حقيقة أن سيدتنا عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها كانت من أعلم الناس فى الأمة، فى الحديث الشريف قال صلى الله عليه وسلم : خذواشطر دينكم من الحميراء (النهاية لابن الاثير) هناك عدد كبير من الصحابيات يروين الأحاديث و كن مرجعا فى العلم للرجال والنساء، ولما تفقدنا التاريخ الاسلامى نرى عدداً ملحوظاً من النسائى النابغات فى جيمع المواد من العلوم الاسلامية حتى فى الطب و قد ترجم الامام البخارى فى صحيحه فى كتاب الطب هل يداوى الرجل المرأة والمرأةالرجل و اخرج فيه عن ربيع بنت معوذ بن عفراء قالت كن نغزو مع النبى صلى الله عليه وسلم نسقى القرم و نخدمهم و نرد القتلى والجرحى الى المدينة و كما اخرج الامام مسلم فى صحيحه عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بأم سليم و نسوة من الانصار معه اذا غزا يسقين الماء و يداوين الجرحى و فى رواية عن أم عطية قالت غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سبع غزوات ...... و اُداوى الجرحى و اقوم على المرضى (مسلم) و هذه الروايات فيها دلالات على تعليم النساء الطب۔ و ان من اهم مسؤلياتهن تعليم الاولاد و ان حجورهن و احضانهن كالمدارس للاولاد لأن الولد يولد و يتربى و ينشأ فى حجور هن و هى اول

مدرسة لهم، أخرج الامام البخارى فى صحيحه قال صلى الله عليه وسلم

و هـذه نبذة يتضح بها مدى أهمية مدارس البنات والنساء السيدات ولاجل ذلك اهتم بها المسلمون فى كل عـصـر و فـى كـل مـكان ولم يتخلف مسلموا الهند فى هذه المهمة، و أن الهند هى مترامية الاطراف و فيها ولايـات كثيـرة و أنهـم بـنـوا فـى أرجـائها شرقا و غرباً شمالًا و جنوباً مدارس و معاهد وكليات و جامعات للبنات، والتى نحن فى صددها هى كلية البنات فى مدينة حيدرآباد التى تقع فى وسط الهند و تعرف بمدينة الـعـلـماء و هذه الكلية تقع فى وسط المدينة بحى "قاضى فورة" الملائمة للتنقلات و هذه الكلية تمتاز و تفوق بين شقيقاتها من جهة المناهج الدراسية والمستويات العلمية۔

وهـى تـأسـسـت انـطـلاقاً بالأوامر الشرعية و تجسيداً لقرارات المهرجان المئوى والخامس والعشرين على تأسيس الجامعة النظامية فى الثامن ٨/من شهر صفر عام ١٤١٨ھ الموافق ١٤/يونيو ١٩٩٨م

وهـى فـى بداية الأمر كانت تعمل فى بيت مؤجر بحى موتى غلى خلوت و قد از داد اقبال الدارسات من اول يوم و لا يزال يزداد يوما فيوماً ولم تمض عليها الامدة يسيرة مست الحاجة الى بناية كبيرة مزودة مـن جـمـيـع التسهيـلات والمرافق فاشترت لها الادارة بناية كبيرة ملائمة بها فى وسط المدينه بحى قاضى فورة مساحتها حوالى الف واحد عشر (١١٠٠) ذراعاً مربعاً ومن ثم لم تزل تأتى فيها التطورات و أنشئت فـى جـانـب الـجـنـوب أنشـأت بـناية جميلة ذات طابقين و كما انشأ فى الدور الثانى قاعة كبيرة لـلـمكتبة وهـى فـى أمـس الـحـاجة الـى تـزويـد الـرفوف و توفير الكتب الأدبية والدراسية والاضافية والـقـواميـس والشـروح لأمهات الـكـتـب من العلوم العالية والآلية و مما لاشك فيه ان للذين يقومون بهذه المهمة اجراً عظيماً عند الله جل و علا۔

ولـلـه الـحـمـد فـازدهـرت كليتنا و تطورت الى حد كبير و هى الان تضم جمعيا المراحل الدراسية من الاعـدادية و والثانوية والكلية والمرحلة العليا (الماجستير) وتسمى شهاداتها باسم المولوى والعالم وشهادة الكلية باسم الفاضل والماجستير باسم الكامل، والكامل أقسام التفسير، والحديث البنوى على صاحبه و آله صـحـبـه الـصلاة والسلام والفقه المقارن، والعقيدة والادب العربى، والتاريخ و تستحق الطالبات بعد اجتياز

المرحلة العليا (الماجستير) الالتحاق بقسم الدكتوراه۔

ويطيب بى أن أذكر عن منهجها الدراسى: و ميزاتها

لا بـد لـلـطـالبة من انهاء الكتب الدراسية من البداية الى النهاية و بالاخص كتب الحديث الشريف فلا تـمتـحن ولا تستحق الشهادة الا بـعـد اكـمـالهـا مـن الأول الـى الآخـر۔ والكتب التى لا بدلها من اكمالها، و فى التـفسيـر الكشاف للزمخشرى والبيضاوى والمدارك للامام النسفى و تفسير الجلالين والاتقان للامام جلال الـديـن السيوطى و أسباب النزول للسيوطى الناسخ المنسوخ للنحاس احكام القران للجصاص۔ فى الحديث الشـريف و اصـولـه الـصـحـيـح لـلامـام البخارى و الصحيح لمسلم و سنن أبى داؤد و سنن النسائى والجامع لـلامـام التـرمـذى، و سـنـن ابـن مـاجة و شـرح مـعانى الآثار للامام الطحاوى والموطا للامام مالك و مشكوة الـمـصـابيـح لـلـخطيب التبريزى و زجاجة المصابيح للامام أبى الحسنات سيد عبدالله شاه محدث الدكن و شـرح نـخبة الفكر۔ و فى الفقه و اصوله: الهداية، و شرح الوقاية، و مختصر القدورى، و كتاب الأصل، للامام مـحـمـد رحـمـه الـلـه و بـداية الـمـجتهـد للقاضى ابن رشد و أصول الشاشى و نور الأنوار و مسلم الثبوت و التـوضيـح والتلويح، و فى الفرائض السراجى و فى الأدب مقامات بديع الزمان الهمدانى و مقامات الحريرى، وسبـع الـمـعلقات و كليلة و دمنة والبلاغة الواضحة والمطول، و فى العقيدة: العقيدة الطحاوية و شرح الفقه الاكبـر و شـرح الـعـقـائـد الـنسفية و فى المنطق والفسلفة والمناظرة المرقات، والقطبى و شرح مسلم العلوم لـملامبين و هداية الحكمة والرشيدية فى المناظرة و قبل الدخول فى المرحلة الثانويه يلزم للطالبة ان تكون متـقنة فى النحو والصرف و قراء ة النصوص والعبارات و كما يوجد فى الكلية قسم لتجويد القرآن المجيد و قـراء تـه وهـناك مجلس للدارسات فيها باسم المنتدى لتنشيط المواهب الخطابية و الكتابية باللغة العربية و الاردية و هـو يتهـم يـعـقـد الـحـفـلات الاسبـوعيـه والفصلية والنسويةالمسباقات العلمية والأدبية كما يوفر الـمـنـتـدى فـرصـا لـكـتـابة المقلات و تحضير الابتكارات فى شتى الموضوعات و كما ان ادارة الجامعة تهتم بتوزيع الجوائز للمتفوقات والجوائز التشجيعية و جوائز الحضور بالمواظبة للملتزمات و بتوزيع المداليات الذهبية و الفضية للمتفوقات الممتازات، والشهادات للناجحات و هى تمنح فى المهرجان السنوى الكبير الذى

تعقد فی نهاية شهر جمادی الاولی كل سنة و ان ادارة الجامعة تتحمل جميع نفقاتها من الرواتب و كاليف الادارة ويجدر بالذكر ان عدد الطالبات حالياً حوالی أربعمائة و خمسين (٥٤٠) طالبة و عدد المعلمات و الشيوخ (١٢) معلمة و هن متقنات فی اللغة العربية و آدابها ولهن مقدرة علی اساليب التعبير با للغة العربية و هن خريجات الجامعة النظامية و منهن من درست فی البلدان العربية و منهن من نالت شهادة الدكتوراه و ان طالبات الكلية محتجبات و ملتزمات بالشريعة يأتين من النواحی البعيدة يتحملن الصعوبات فی التنقلات اذ لاتوجد لدی الادارة باصات النقل و هی من أمس الحاجات۔ و ان الذی يقوم بهذه المهمة لتسديد الضرورة الماسة اجر عظيم و سعيه مشكور و هو مجزی عندالله جل و علا، و ان العام الدراس يبدأ من التاسع (٩) من شهر شوال وينتهی الی الخامس عشر ١٠/ من شهر شعبان ولله الحمد هذه الكلية قد لعبت دوراً كبيراً و قضت شوطاً عظيماً فی تثقيف البنات المسلمات فی مدينة حيدرآباد و ايجاد البيئة العلمية و ايقاظ المجتمع من الرقدة و تنشيط المواهب الفاترة و انهاض الصحوة العلمية و النهضة الأدبية فی اوساط المسلمات وهی كعلم العلم والتقی و منارة المعرفة والهدی الامية والدجی و أنارت بنورها آفاق البلاد ولا تزال تنير مدی الدهر ان شاء الله۔

و تهتم الادارة فی شهر جمادی الاخری لعقد حفلة كبيرة فشرف فيها مجموعة كبيرة من عامة النساء و خاصتهن بالمشاركة الميمونة ويقدم فيها البيان السنوی وهی فرصة كريمة لمشاهدتهن تطورات الكلية بأعينهن۔

ولله الحمد اولاً و آخراً انه تعالیٰ جعل الكلية كالحصن الحصين لتعليم البنات المسلمات و للحفاظ علی ثقافة الاسلام و تادية رسالته الی شتی العائلات، فنسأل الله جل و علا أن يديم عليها شآبيب الرحمة و يتقبل منا هذا العمل لازدهار المسلمين والمسلمات ولخدمة العلم والاسلام۔ وصلی الله تعالیٰ وسلم علی خير خلقه و آله وصحبه اجعمين والحمدلله رب العالمين۔

☆☆☆

علاقة العرب بالجامعة النظامية

فضيلة الشيخ محمد خواجه شريف. شيخ الحديث، بالجامعة النظامية

إن اللغة العربية قد سادت عقول و قلوب الأمم قبل الإسلام و بعد الإسلام و هى لغة العلوم والمعارف حيث أنها أصبحت لغة القرآن الكريم، والحديث النبوى الشريف على صاحبه الصلاة والسلام، حتى أن الأوربا والأمريكا والذين أرادوا الإطلاع على العلوم والإسلام اضطروا إلى إجادة هذه اللغة العربية الكريمة. والهند أول بلد من بلد ان العجم دخلتها اللغة العربية قبل قرون للميلاد المسيحى بسبب التجارة الحرة بين الهند والعرب و هكذا ابتدأت أواصر العلاقات بينهما ولم تزل تتكرر رحلات العرب إلى الهند حتى استوطن عدد ملحوظ من العرب سواحل الهند، ومن ثم جذبتهم أرض الدكن إليها و توجه إلى الدكن ألوف من الحضارم و انخرطوافى سلك الوظائف فيها ومنهم من كان عالما و مقرنا و شيخا روحيا هكذا ازدهرت العلاقات بين الهندر العرب.

ومن ثم نشات الحركة التعليمية و قام العلماء بتأسيس المدارس والجامعات فى الهند عامة و فى الدكن خاصة لتثقيف الشعب بالحضارة الإسلامية فجلت تلك المدارس العلماء والدارسين من خارج الهند، والدراسات الإسلامية والعربية فى الهند لاقت اهتماما كبيرا ومن اولئک العلماء الربانيين الولى الكبير شيخ الإسلام العارف بالله محمدأنوار اللّٰه نور اللّٰه مرقده (أرشد خلفاء الولى الكبير المهاجر المكى إمداد اللّٰه رحمه اللّٰه) وكان وزيرا للشئون الإسلامية بدولة النظام أنه أسس الجامعة النظامية حينما تشرف فى رؤياه بزيارة النبى صلى الله عليه وسلم فى المدينة المنورة يامره بالعودة إلى الدكن وباقامة المدرسة الدينية فعاد الشيخ و أسس الجامعة النظامية لبث الوعى الإسلامى و تدريس العلوم الإسلامية العالية على أساس التقوى والتوكل على اللّٰه أخذت الجامعة تتقدم و تزدهر على مر الزمان و أصبحت جامعة كبيرة ولاقت اقبالا شديدا من قبل الدار سين تبارک اللّٰه فى نظامها التعليمى حتى عم صيتها فى العالم و توجه إليها مآت من الطلاب من ولايات الهند و أنحاء العالم من سرى لانكا، ماليزيا، اندونيسيا ومن بخارا و سمرقند و الأفغانستان واليمن والدول العربية وهم التحقوا بالجامعة و درسوا فيها و تخرجوا منها و يجدر بالذكر أن منهجها الدراسى و أسلوبها التدريسى و مسلكها المقتصد والمعتدل بين التفريط والإفراط تلقى اعجاب جهابذة العلماء والشخصيات الاسلامية العباقرة.

قد بلغ عدد خريجيها إلى مات الألوف، منهم أئمة الدين و علماء الاسلام و رجال الفكر والدعوة، و منهم تخصص فى اللغة العربية و آدابها و تفسير القرآن الكريم والحديث النبوى الشريف على صاحبه الصلاة والسلام و الفقه

الإسلامی و نالت خدمات عدد كبير من خريجها اعجاب العالم من العرب و العجم و حازوا على جوائز الدول، ومنهم من قام بتاليف كتب قيمة باللغة العربية وباللغات الأجنبية، ومنهم من عنى بتعليقات أنيقة على أمهات الكتب الإسلامية باللغة العربية و المسلمين بخصوص نشر اللغة العربية و قرض الشعر العربى فإن خريجى الجامعة النظامية ذا ع و عم صيتهم فى العالم و كان عمالقة اللغة العربية و آدابها يفتخرون بزيارتهم مع هولاء الجهابذة النظاميين. منهم الأديب الأريب العلامة سيد ابراهيم الرضوى خريج الجامعة و الأستاذ بقسم اللغة العربية بالجامعة العثمانية، و كان شعراء العرب يقبلون يد الشيخ و يضعونها على رؤوسهم تيمنا ومنهم الشيخ الدكتور عبدالحق خريج الجامعة النظامية رئيس القسم العربى بالجامعة العثمانية و نال اتقانه بالعربية اعجاب العالم، و هكذا الداعية الاسلامية الشهير الدكتور محمد حميد الله لذى أصبح داعية مثاليا للعالم الإسلامى، هو متخرج من الجامعة النظامية و الشيخ أبو الوفاء الأفغانى الذى قام بإنشاء مجلس احياء المعارف النعمانية و بشر الفقه الإسلامى الذى نال شهادة التقدير من رئيس الجمهورية الهندية.

ومن أهم مؤلفات علماء الجامعة النفيسة و تعليقاتهم القيمة "نثر المرجان فى رسم نظر القرآن" سبعة مجلدات، و المختارات من الصحاح الستة و دروس الفتوحات المكية لمؤسس الجامعة، و التعليقات على أمهات الكتب الفقهية الإمام أبى يوسف وللإمام محمد رحمهما اللّٰه، عنى بها الشيخ سيد محمود أبو الوفاء الأفغانى قدس سره. و شرح لامية العرب، قصيد ة لامية الدكن للعلامة إبراهيم الأديب و القصيدة الهمزية للعلامة الشيخ طاهر الرضوى، و زجاجة المصابيح خمسة مجلدات فى الحديث الشريف على صاحبه الصلاة و السلام لتلميذ مؤسس الجامعة الشيخ سيد عبدالله شاه، وما إلى ذلک من البحوث العلمية، و الكتيبات المتنوعة فى شتى الفنون إلى جانب طباعة عدد كبير من تأليفات العلماء الاعلام و التى عنى بطبعها المؤسسات العلمية التى أسسها خريجو الجامعة النظامية و الجامعة نظرا إلى خدماتها العلمية الممتدةأكثر من قرن و ربع قرن جذبت و تجذب كل عملاق عربى، فكل عملاق من العمالقة العرب عندما يزور الهند يتوجه إلى الجامعة و عدد الزوار من الشخصيات البارزة يفوق مآت زائر و علماء و شيوخ الأزهر الشريف منهم فضيلة الدكتور عبدالحليم محمود شيخ الأزهر، فضيلة الشيخ محمد سعيد الطنطاوى، و الشيخ جوده سعيد، و الشيخ السيد محمد العربى، و الشيخ سيد حكمت شاهين، و الشيوخ من المملكة العربية السعودية معالى الوزير عبدالله التركى، فضيلة الشيخ عمر بن محمد فلاتة الأمين العالم للجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، و شيوخ دولة قطر فضيلة الشيخ عبدالمعز عبدالستار أحمد رئيس توجيه العلوم الشرعية بقطر، و فضيلة الشيخ الدكتور يوسف القرضاوى و فضيلة الشيخ عبدالفتاح محمد أبو غده رحمة اللّٰه عليه عضوهيئة التدريس بجامعة الإمام محمد الرياض، و شيوخ

الأمارات المتحدة العربية فضيلة الشيخ الدكتور محمد فواد البرازى و شيوخ دولة الكويت فضيلة الشيخ الدكتور محمد حسن هيتو مؤسس المركز الإسلامى الدولى بألمانيا، و فضيلة الشيخ القاضى السيد محمد السيد يوسف السيد هاسم الرفاعى قاضى المحكمة بالكويت و فضيلة الشيخ عناية اللّٰه ابلاغ أستاذ الفقه بجامعة الكويت، فضيلة الأستاذ الدعيج الشمرى مدير لجنة مسلمى آسيا بدولة الكويت. و فضيلة الاستاذ محمد بيطار عكرمة و من شيوخ السودان الأستاذ عثمان على الند مساعد سكرتيرقسم الحكومة المحليةالذاتية، ومن شيوخ فلسطين فضيلة الشيخ عكرمة الصبرى مفتى أكبر للقدس والديار الفلسطينية. و إنهم قد تأثروا بفخامة دراسات الجامعة النظامية و ضخامة مبانيها و تربيتها الدينية الخالصة، و قد كتبوا أنطباعاتهم الشخصية البارزة عن الجامعة من كلمات الإعجاب والتقدير و قد سرهم كل ما سمعوا و رأوا من أساتيذها الكرام و جهودهم المتواصلة فى سبيل الإسلام و نشر اللغة العربية و تدريس العلوم الإسلامية العالية على شتى المراحل حتى الجامعية ومن ثم الدكتوراة و فى الوقت المعاصر قد اشتد اقبال العرب على الجامعة النظامية لكتابة الاختيارات من طلبة الأمارات المتحدة، و جمهورية اليمن ومن دولة الكويت وهم يفتخرون بانتماء هم و انتسابهم إليها، حيث أنها جامعة حبيبة و مقبولة لدى رجال الدين فى العالم و شهاداتها معترفه لدى الجامعات الإسلامية فى معظم بلدان العرب.

فملخص القول! إن علاقة العرب مع الهند على وجه عام و مع الجامعة النظامية بالأخص على ازدياد مستمر و توطيد متين و أن هذه العلاقات الهندية والعربية ستزداد يوما فيوما وسيرجع نفعها على شعبنا الهندى كما أن الجامعة النظامية هى بمثابة الأصل لجميع المدارس و الجامعات والمراكز العلمية المنشأة بعدها فى الدكن حيث أن دائرة المعارف العثمانيه و مجلس أحياء المعارف النعمانية والمكتبة الآصفية المركزية الحكومية وكلية أنوار العلوم للعلوم المعاصرة والجامعة العثمانية الضخمة التى أسسها الملك السابع تلميذ مؤسس الجامعة النظامية أن تلاميذه و شيوخ الجامعة هم العناصر الأساسية على إنشاء و بدء تلك الدور والمراكز سواء كانت مباشرة أو غير مباشرة و أنهم خدموا الإسلام والمسلمين والعلوم والبلاد خدمة جليلة فى كل مجال من مجالات الحياة الإنسانية.

واكتسب علماء هذه الجامعة إجلا لاواحتراما و مودة بين المسلمين و هو كرسوا حياتهم دون جرى وراء السمعة ومن الجدير بالذكر أن دائرة المعارف العثمانية الحكومية والتى لعبت دورا هاما فى توطيد العلاقات بين الهند والعرب، عبر طبع ونشرالكتب النادرة القيمة، معظم عدد المصححين فيها من العلماء البارعين هم متخرجو الجامعة النظامية.

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه و آله و صحبه و بارک وسلم عليهم أجمعين و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

يا من تسمّى بأنوار لقد نشرت

نظمها: فضيلة الشيخ محمد خواجه شريف، حفظ الله، شيخ الحديث بالجامعه نظاميه، حيدرآباد

يا من له الفخر فى الازمان بالرّتب ... يامن تحقّق فى الأكوان كا لقطب

يا من تسمّى بأنوار لقد نشرت ... أنواره للورىٰ فى البعد والكثب

يا عالى القدر منك الفضل والشرف ... يكفيك فضلا إلى الفاروق فى النسب

اضواء نجم بعلم منك قد ضئلت ... يا حبذا جودك فى البحر والشصب

واللّٰه منك ينابيع العلوم جرت ... شرقا وغربا وفى فالاٰفاق كالحلب

كلّ الخلائق من فيضانك رويت ... والغيم مستسقيا يا تيك بالأدب

أى البلاد التى لم ترومن ظماء ... فى الهند كان سواء داخل العرب

أسّست انت على التقوى النظامية ... أنفقت فيها من الأموال والنشب

أكرم بجدّمن تاسيس جامعة ... للقوم الّفت مالابدّ من كتب

بالخير فاستبشروا ياساكنى الدكن ... من رحمة لم تزل تنصب كالهضب

يبلى الرجال ولا تبلى النظامية ... أبناء ها العلما فى القوم كالشهب

من عالم واعظ مفسر فقه ... محدث واديب قائد نجب

☆☆☆

تعارف: الكلام المرفوع

فيما يتعلق بالحديث الموضوع

فنعمة الله تمت ترجمة الكتاب المنيف ''الكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع'' إلى العربية و قد اقبلت إلى تعريبه نزولا على طلب فضيلة الشيخ المفتى خليل احمد شيخ الجامعة نظرا إلى اهمية هذا الكتاب و شعور ابحاجة الناس إليه و هو واحد من مؤلفات القيمة لمؤلفه شيخ الاسلام العارف بالله محمد انوار الله المتوفى ١٣٣٦ه نورالله مرقده و بحث فيه عن مسئلة قطع الحكم بوضع الحديث و قرائنه و احاط بجميع جوانبه و استدل على ما جاء به من البحوث بالآثار و اقوال المحدثين و قام بتعليق نفيس على ما توغل فيه العلامة ابن الجوزى فى ضمن الموضوعات و انه الفه اثناء اقامته بالمدينة المنورة زادها الله شرفا حيث امره به شيخه فى الطريقة الحاج محمد امداد الله المهاجر المكى المتوفى ١٣١٧ھ

و قد روعى فى تعريبه الامور التالية:

١. ان تكون الترجمة فى اسلوب علمى و سهل الفهم

٢. وان تكون سلسة مع مراعاة الترجمة لجميع كلماته

و هذا الكتاب بالاردية طبع فى المرة الأولى بالمطبع الهاشمى بمدينة ميرته (الهند) و فى المرة الثانية من مجلس اشاعة العلوم بالجامعة و إلى جانب ذلك قد أنشئى فى الجامعة مركز للبحوث الاسلامية و لتحقيق حل القضايا المعاصرة والمسائل الفقهية و ان المجلس العلمى لمركز البحوث نظرا الى خطورة الكتاب قرر بطبعه تحت إشرافه و هو كتاب شامل يتحدث عن جميع جوانب موضوعه مفصلا. قلما يوجد كتاب مثله فى ذلك المرضوع.

و انىيئسعهد يهث و فقت بتعربيه من الله جل و علا و أشكر كل من ساعدنى فى هذا العمل الخير و أسال الله تعالىٰ ان يتقبله منا و ان ينفع به جميع المسلمين فا لله هو الموافق و هو المستعان.

محمد خواجه شريف ، شيخ الحديث و مدير مركز البحوث بالجامعة النظامية حيدرآباد الهند.

☆☆☆

دائرة المعارف العثمانية

مركز قديم لاحياء التراث الاسلامي و نشر الكتب النادرة

بقلم : فضيلة الشيخ البروفيسور محمد عبدالمجيد النظامي، مدير دائرة المعارف سابقاً

ان دائـــرة المعارف العثمانية من أقدم المعاهد وأعظمها في الهند في مجال البحث والتحقيق ونشر العلوم العربية والإسلامية وهى تقع في رحاب الجامعة العثمانية، بحيدرآباد، الدكن. وهي تخدم خدمة جليلة في احياء التراث الإسلامي القديم وهي مركز قديم لنشر الكتب النـــادرة وقد نالت مطبوعات الدائرة اعجاب العلماء والمحققين والباحثين في كافة البلاد العربية والإسلامية، والفضل يرجع في تأسيس الدائـــرة إلى فضيلة الشيخ شيخ الإسلام محمد انوارالله الفاروقي فضيلت جنغ، والعالم الكبير ملا عبدالقيوم وكان شخصية بارزة في السلك الحكومي انذاك وكان له شرف الإتصال بالشيخ جمال الدين الأفغاني بمناسبة زيارته لمدينة حيدراٰباد عام١٨٧٦م ومن الذين ساعدوا على فكرة تأسيس الدائرة سيد حسين بلغرامي، عماد الملك واستقر رأى الثلاثة على تأسيس معهد للحفاظ على المخطوطات العربية في مختلف العلوم والفنون. وقد بدأت الفكرة فيقلب شيخ الإسلام محمد انوار الله الفاروقي رحمه الله اولا حين كان مقيما بالمدينة المنورة بمناسبة الحج والزيارة وكان يقيم الشيخ في بيت يجاور الحرم النبوي الشريف وقد أقام هناك لثلاث سنوات، وكان يقضى معظم اوقاته في الحرم الشريف او في المكتبات واشتغل هناك بنقل النوادر من المخطوطات لمكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت والمكتبة المحمودية بالحرم النبوي الشريف وكان من أهم المخطوطات كنزالعمال للشيخ على المتقى وجامع مسانيد الإمام لأبي حنيفة النعمان والجوهر النقى على سنن للبيهقى من هنا جآء ت فكرة تأسيس معهد لطبع هذه النوادر القيمة. وأسس المجلس العلمي وكان النواب سبر وقار الامراء اول رئيس له، وقدم المجلس اقتراحا لتأسيس دائرة المعارف إلى النظام السادس مير محبوب على خان وأحس النظام أهمية الحفاظ على المخطوطات وتم اصدار مرسوم ملكي لموافقة الحكومة على تأسيس دائرة المعارف النظامية عام ١٣٠٨هـ - ١٨٨٨م.

وأقيمت الدائرة اولا في مبنى كائن بقرب من مسجد تشوك في مدينة حيدراٰباد القديمة ثم تم نقلها إلى مبنى ايجار في رحاب الجامعة العثمانية قبيل استقلال الهند، ولا زالت قائمة هناك حتى عام١٩٦٠م، ثم انتقلت إلى مبنى مستقل لها في الحرم الجامعي نفسه، وقد وضع حجراساس المبنى الجديد الدكتور همايون

كبيـر وزيـر الـمـعـارف والبـحـوث لـحكومة الهند وذلك في١٣٧٩هـ - ١٩٦٠م. وزالت الدائرة تقدم الخدمات بمجهودات العلماء الكبار وأرباب الحكومة وهم كرسوا حياتهم فيسبيل الدراسات والبحوث. وتمتاز الدائرة بيـن الأوسـاط الـعـلـمية فـي تحقيق ونشر العلوم العربية والإسلامية وطبعت مؤلفات اثرية قيمة في مختلف الـعـلـوم والفنون من التفسير والحديث والفقه والكلام والعقائد والتصوف والطبيعيات والرياضيات والهيئة والانسـاب والتاريخ والفلسفة وما إلى ذلك من المخطوطات القيمة التى الفت خلال فترة تبدء من القرن الأول إلى الثامن من الهجري لأن الفتـــرة المذكـورة ذات خصب في النشاطات العلمية.

المطبوعات: قـد تـم تـقـديـم أكثـر من (١٦٠) كتابا من أمهات الكتب المشتملة على ٤٧٠ مجلدا ضخما في مختلف العلوم والفنون الآتية:

التفسير، الحديث الشريف، أصول الحديث، الرجال والأسانيد
السير والمناقب، التراجم، الفقه، الكلام والعقائد
الفلسفة، الرياضيات والهيئة، الانساب، علم الزراعة

وأهم مطبوعاتها كالآتى:

١) اعجاز البيان في تأويل أم القراٰن، لصدر الدين القونوى
٢) نظم الدرر في تناسب الآيات والسور، لابى الحسن عمر البقاعي
٣) نزهة الأعين النواظر، لابن الجوزى
٤) معرفة علم الحديث، للحاكم النيسابورى
٥)جامع مسانيد الإمام الأعظم أبى حنيفة، ابو المويد الخوارزمى
٦) السنن الكبرى، للبيهقى
٧) شرح تراجم ابواب صحيح البخارى، شاه ولى الله الدهلوى
٨) كنز العمال، على المتقى الهندى
٩)مشكل الأثار، ابوجعفر الطحاوى
١٠) التاريخ الكبير، لمحمد بن اسماعيل البخارى
١١) تذكرة الحفاظ، الذهبي
١٢) تهذيب التهذيب، ابن حجر العسقلاني

١٣) الخصائص الكبرى، جلال الدين السيوطي
١٤) صفة الصفوة، ابن الجوزي
١٥) نزهة الخواطر، عبدالحي اللكنوى
١٦) كتاب الاصل، الامام محمد الشيباني
١٧) كتاب الروح، ابن القيم
١٨) رسائل ابن العربي، محى الدين بن العربي
١٩) انباء الغمر بانباء العمر، ابن حجرالعسقلاني
٢٠) كتاب البيروني في تحقيق ماللهند، البيروني
٢١) رسائل ابن رشد، ابن رشد
٢٢) كتاب القانون، ابو ريحان البيروني
٢٣) كتاب الأنواء، ابن قتيبة
٢٤) تذكرة الكحالين، على بن عيسى الكحال
٢٥) كتاب الحاوي في الطب، الرازى

أقسام الدائرة :

والدائـــرة تحتوي على أقسام عديدة منها، قسم التصحيح وقسم تصنيف الحروف وقسم الطباعة والتجليد وقسم المبيعات و قسم الادارة، واهم اقسامها التصحيح والذي يشتمل على نخبة من العلماء المهرة في العلوم العربية الإسلامية، ومستوى التحقيق في الدائرة عال جدا وله دور بارز في انتشار كتب الدائرة في جميع مكتبات العالم.

المجلس العلمي:

يتكون المجلس العلمي من الباحثين والعلماء وهو المسئول عن اتخاذ البرنامج للتحقيق والطباعة.

المجلس الاداري:

يدير الدائرة مجلس الادارة ويرأسها كبير وزراء ولاية آندرابراديش و نائب رئيس الجامعة العثمانية، نائب رئيس والمدير هو المسئول فهو سكرتير المجلس و هو المسئول لجميع أعمال الدائرة. ☆☆☆

قائمة المطبوعات

بدائرة المعارف العثمانية بحيدرآباد ـ الهند

رقم التسلسل	اسم الكتاب	اسم المصنف	سنة الطبع	الاجزاء	عدد الصفحات
		١ـ التفسير			
١ـ	اعجازالبيان فى تاويل أم القرآن (الطبعة الثالثة)	صدرالدين القونوى المتوفى ٦٧٣ ھ	١٤٠٧ھ ١٩٨٧ م	١	٣٩٣
٢ـ	اعراب ثلاثين سورة من القرآن	ابن خالوية المتوفى ٣٧٠ ھ	١٤٦٠ ھ ١٩٤١م	١	٢٥٦
٣ـ	الكهف والرقيم فى شرح بسم الله الرحمن الرحيم (الطبعة الرابعة)	عبدالكريم الجيلى المتوفى ٨٢٦ھ	١٤٠٥ ھ ١٩٨٥م	١	٤٩
٤ـ	نظم الدرر فى تناسب الآيات والسور	أبوالحسن إبراهيم ابن عمر البقاعى المتوفى ٨٨٥ ھ	١٤٠٢ ھ ١٩٨٢م	١٩	٥٣٢
	(الطبعة الأولى)	"	١٤٠٣ ھ ١٩٨٣م	٢٠	٥١٠
	"	"	١٤٠٤ ھ ١٩٨٤ م	٢١	٤١٤

	نظم الدرر فى تناسب الآيات والسور	أبوالحسن إبراهيم ابن عمر البقاعى	١٤٠٤ ھ ١٩٨٤ م	٢٢	٤٥٧
٥۔	نزهة الأعين النواظر فى علم الوجوه والنظائر (الطبعة الثانية)	ابن الجوزى المتوفى ٥٩٧ ھ	١٤٠٩ ھ ١٩٨٨م	١	٣٢٠
	"	"	١٤٠٩ ھ ١٩٨٩م	٢	٣٧٣

٢۔ اُصول الحديث

٦۔	الاعتبار	ابوبكر الحازمى المتوفى ٥٨٤	١٤٠١ھ ١٩٨١م	١	٢٥٨
٧۔	رسائل خمسة أسانيد				
	١۔ الأمم لإيقاظ الهمم	برهان الدين الكورانى المتوفى ١١٠٢ھ	١٣٢٨ ھ ١٩١٠م	١	١٣٤
	٢۔ بغية الطالبين	أحمدالنخلى المتوفى ١١١٤ھ	"	١	٨٤
	٣۔ الإمداد	عبدالله البصرى المتوفى ١١٣٤ھ	"	١	٩٢
	٤۔ قطف الثمر	صالح العمرى المتوفى ١٢١٨ ھ	"	١	٧٦

	٥- إتحاف الأكابر	أبوعلى الشوكانى المتوفى ١٢٥٥ هـ	"	١	١١٩
٨-	الكفاية في علوم الرواية (الطبعة الثانية)	الخطيب البغدادى المتوفى ٤٦٣ هـ	١٣٩٠ هـ ١٩٧٠م	١	٦١٢
٩-	مشكل الحديث (الطبعة الثالثة)	ابن فورك المتوفى ٤٠٦ هـ	١٤١٥ هـ ١٩٩٤ م	١	٢٨٦
١٠-	معرفة علوم الحديث (الطبعة الثالثه)	الحاكم االنيسابورى المتوفى ٤١٥ هـ	١٤٠١ هـ ١٩٨١ م	١	٢٦٩

٣- الحديث

١١-	الاتحافات السنية فى الأحاديث القدسية (الطبعة الثانية)	محمدالمدنى المتوفى ١٢٧١ هـ	١٣٥٨ هـ ١٩٣٩ م	١	١٩٥
١٢-	جامع مسانيدالإمام الأعظم أبى حنيفة	أبوالمؤيد الخوارزمى المتوفى ٦٦٥	١٣٣٢ هـ ١٩١٣ م	١	٥٦٢
"	"	"		٢	٦٠٣
١٣-	الجوهر النقى	ابن التركمانى المتوفى ٦٦٥ هـ	١٣١٦ هـ ١٨٩٨ م	١	٣٧٠
	"	"	"	٢	٢٨١
١٤-	السنن الكبرى وفى ذيلها الجوهرالنقى	أبوبكر البيهقى المتوفى ٤٥٨ هـ	١٣٤٤ هـ ١٩٢٥ م	١	٥١٥

١٤۔	السنن الكبرى وفى ذيلها الجوهرالنقى	أبوبكر البيهقى المتوفى ٤٥٨ ھ	١٣٤٦ ھ ١٩٢٨ م	٥٦٨	"
"	"	"	١٣٤٧ ھ ١٩٢٨ م	٣	٤٩٢
"	"	"	١٤٥٢ ھ ١٩٣١ م	٤	٤١٦
"	"	"	١٣٥٢ ھ ١٩٣٢ م	٥	٤٠٠
"	"	"	١٣٥٢ ھ ١٩٣٢م	٦	٤٣٣
"	"	"	١٣٥٣ ھ ١٩٢٤ م	٧	٥٥٠
"	"	"	١٣٥٤ ھ ١٩٣٥ م	٨	٤٠٢
"	"	"	١٣٥٦ ھ ١٩٣٧ م	٩	٤١٢
"	"	"	١٣٥٥ ھ ١٩٣٦ م	١٠	٤٠٧
١٥۔	شرح تراجم أبواب صحيح البخارى	شاه ولى الله الدهلوى المتوفى ١١٧٦ ھ	١٤١٥ ھ ١٩٩٥ م	١	١٦٢
١٦۔	عمل اليوم والليلة	ابن السنى المتوفى ٣٦٤ ھ	١٣٩٨ ھ ١٩٧٨ م	١	٢٣٥

۱۷۔	القول المسدد فی الذب عن المسند	ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ ھ	۱٤۱۵ ھ ۱۹۹٤ م	۱	۱۲۰
۱۸۔	کنزالعمال فی سنن الأقوال والأفعال الطبع الجدید فی القطع الأوسط	علی المتقی الهندی المتوفی ۹۷۵ ھ	۱۳٦٤ ھ ۱۹٤۵ م	۱	۵٦۱
	"	"	۱۳٦۹ھ ۱۹۵۰م	۲	٤۵٦
۱۸۔	"	"	۱٤۰۲ ھ ۱۹۸۲ م	۳	۵٤۹
	"	"	۱٤۰۳ ھ ۱۹۸۳ م	٤	٤۱۰
	"	"	۱٤۰٦ ھ ۱۹۸٦ م	۵	۵۳٦
	"	"	۱٤۱۳ ھ ۱۹۹۳ م	٦	٤۸۸
	"	"	۱٤۱٦ ھ ۱۹۹۵ م	۷	۵٦۱
	"	"	۱٤۱۸ ھ ۱۹۹۷ م	۸	
	(الطبعة الثانية)	"	۱۳۸۱ ھ ۱۹٦۲ م	۹	٤۳۲

۱۸۔	كنزالعمال فى سنن الأقوال والأفعال الطبع الجديد فى القطع الأوسط(الطبعة الثانية)	على المتقى الهندى المتوفى ۹۷۵ ھ	۱۳۸۲ ھ ۱۹۶۲ م	۱۰	٤۳۳
			۱۳۸۳ ھ ۱۹۶۳ م	۱۱	۳٦۲
	"	"	۱۳۸٤ ھ ۱۹٦٤ م	۱۲	۳۸۷
	"	"	۱۳۸۵ ھ ۱۹٦۵ م	۱۳	۳۹٦
	"	"	۱۳۸۷ ھ ۱۹٦۷ م	۱٤	۳۵٦
	"	"	۱۳۸۸ ھ ۱۹٦۸ م	۱۵	۳۷۰
	"	"	۱۳۸۹ ھ ۱۹٦۹ م	۱٦	۳۲۱
	"	"	۱۳۹۰ ھ ۱۹۷۰ م	۱۷	۳۰٦
	"	"	۱۳۹۱ ھ ۱۹۷۱ م	۱۸	۳۸٤

١٨ـ	كنزالعمال فى سنن الأقوال والأفعال الطبع الجديد فى القطع الأوسط (الطبعة الثانية)	على المتقى الهندى المتوفى ٩٧٥ ه	١٣٩٢ ه ١٩٧٢ م	١٩	٣١٣
	"	"	١٣٩٣ ه ١٩٧٣ م	٢٠	٣٧٥
	"	"	١٣٣٤ ه ١٩٧٤ م	٢١	٤٨١
	"	"	١٣٩٥ ه ١٩٧٥ م	٢٢	٢٨١
١٩ـ	المستدرك على الشيخين مع التلخيص للذهبى	الحاكم النيسابورى المتوفى ٤٠٥ ه	١٣٣٤ ه ١٩١٤ م إلى ١٣٤٢ه ١٩٢٤م	١ـ٤	
٢٠ـ	المسند	أبوداؤد الطيالسى المتوفى ٢٠٤ ه	١٣٢١ ه ١٩٠٣ م	١	٤٠٤
٢١ـ	المسند (الطبعة الثانية)	أبو عوانة المتوفى ٣٠٦ ه	١٣٦٢ ه ١٩٤٣ م	١	٤٦٤
٢١ـ	المسند (الطبعة الثانية)	أبو عوانة المتوفى ٣٠٦ ه	١٣٨٥ ه ١٩٦٥ م	٢	٤٦٧
	"	"	١٣٨٥ ه ١٩٦٥ م	٤	١٣ ه

	المسند	أبو عوانة	١٣٨٦ ھ ١٩٦٦ م	٥	٥٣٣
٢٢۔	مشكل الآثار (الطبعة الثانية)	الإمام أبو جعفر الطحاوى المتوفى ٣٢١ ھ	١٣٨٨ ھ ١٩٦٨ م	١	٤٦٣
	"	"	١٤٠٦ ھ ١٩٨٦ م	٢	٥٠٢
	"	"	١٤٠٧ ھ ١٩٨٧ م	٣	٤٣٣
	"	"	١٤٠٨ ھ ١٩٨٨ م	٤	٤٣٧
	مشكل الآثار (الطبعة الثانية)	الإمام أبو جعفر الطحاوى المتوفى ٣٢١ ھ	١٤٠٩ ھ ١٩٨٩ م	٥	٤٤١
	"	"	١٤١١ ھ ١٩٩٠ م	٦	٥٥٠
	(الطبعة الأولى)	"	١٤١٢ ھ ١٩٩٢ م	٧	٤٨٨
	"	"	١٤١٣ ھ ١٩٩٣ م	٨	٤٥٠
	"	"	١٤١٤ ھ ١٩٩٤ م	٩	٥١٨
	"	"		١٠	
٢٣۔	المعتصرمن المختصر (الطبعة الثانية)	القاضى يوسف الحنفى المتوفى ٣٢١ ھ	١٣٦٢ ھ ١٩٤٣ م	١	٣٦٨
	"	"	"	٢	٤٠٨

٤۔ الرجال والأسانيد

٢٤۔	الاستيعاب فى معرفة الأصحاب مع الفهرس (الطبعة الثانية)	الحافظ ابن عبدالبر القرطبى المتوفى ٤٦٣ ھ	١٣٣٦ ھ ١٩١٦ م	١	٣٨٨
	"	"	١٣٣٦ ھ ١٩١٦ م	٢	٨٨٤
٢٥۔	التاريخ الكبير ١۔ (محمد ۔ازهر) رقم الترجمة ١۔١٤٧٦ (الطبعة الثانية)	الإمام محمد بن إسماعيل البخارى المتوفى ٢٥٦ ھ	١٤٠٣ ھ ١٩٨٣ م	١/١	٤١٩
	التاريخ الكبير ٢۔ (أحمد ۔ حسين) ١٤٧٧ ۔ ٢٨٩٤ (الطبعة الثانية)	"	"	٢/١	٤٠٦
	٣۔ (حصين ۔ سعيد) ١۔ ١٧٥١ (الطبعة الثانية)	"	"	١/٢	٤٩٤
	٤۔ سليمان ۔ ظبيان ١٧٥٢ ۔ ٣١٧٢ (الطبعة الثانية)	"	"	٢/٢	٣٩٠
	٥۔ (عبدالله ۔ عبيد) ١۔١٤٨٤	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧٠ م	١/٣	٤٦٠

	٦۔ (عبید ۔ عمیر) ١٤٨٥ ۔ ٣٢٦٩ (الطبعة الثانیه)	"	١٣٩١ ھ ١٩٧١ م	٣/٢	٥٥٥
	التاریخ الکبیر ٧۔ عباس ۔ مخلد ١۔١٩١٦ (الطبعة الثانیة)	الإمام محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ٢٥٦ ھ	١٣٩٨ ھ ١٩٨٧ م	٤/١	٤٥٩
	٨۔ (مدرك ۔ یحیی) ١٩١٧ ۔ ٣٦٥٢ (الطبعة الثانیة)	"	"	٤/٢	٤٦٨
٢٦۔	تجرید اسماء الصحابة مختصر اسد الغابة لابن الأثیر الجزری الهمزة ۔ ع) ١۔٤٥٩٣	الحافظ شمس الدین الذهبی المتوفی ٧٤٨ ھ	١٣١٥ ھ ١٨٩٥ م	١	٤٦٣
	٢ (غ ۔ ی) ١۔٤٢١٦	"	١٣١٥ ھ ١٣٩٥ م	٢	٣٦٤
٢٧۔	تذکرة الحفاظ ١ (من الطبقة الأولی إلی السابعة) (لطبعة الرابعة) ٢۔ (الثامنة ۔ العاشرة)	"	١٣٨٨ھ ١٩٦٨م	١	٤٤٥
	٣۔ (الحادیة عشرة ۔ الرابعة عشرة)	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧٠م	٣	٤٤١

	تذكرة الحفاظ ٤ـ (الخامسة عشرة ـ الحادية والعشرين) فهرس الأسماء	الحافظ شمس الدين الذهبى المتوفى ٧٤٨ ه	١٣٩٠ ه ١٩٧٠ م	٤	٤٧٧
٢٨ـ	تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة	الحافظ ابن حجر العسقلانى المتوفى ٨٥٢ ه	١٣٢٤ ه ١٩٠٤ م	١	٥٧٥
٢٩ـ	تهذيب التهذيب ١ـ (أحمد ـ توبة) ١ـ ٩٦١	"	١٣٢٥ ه ١٩٠٥م	١	٥١٦
	٢ـ (ثابت ـ حكيم) ١ـ ٧٩٠	"	"	٢	٤٥٤
	٣ـ (حماد ـ سعوة) ١ـ٩١٢	"	١٣٢٥ ه ١٩٠٥ م	٣	٤٨٨
	٤ـ (سعد ـ ضميرة) ١ـ٨٠١	"	"	٤	٤٦٤
	٥ـ (طارق ـ عبدالله) ١ـ٦٦٤	"	١٣٢٦ ه ١٩٠٦ م	٥	٣٩١
	٦ـ (عبدالله ـ عبدة) ١ـ٩٥١	"	"	٦	٤٦٣
	٧ـ (عبيدالله ـ عمر) ١ـ٨٥٢	"	١٣٢٦ ه ١٩٠٦	٧	٥٠٧
	٨ـ(عمرو ـ ليث) ١ـ٨٣٥	"	"	٨	٤٧٠

	۹۔(محمد ۔ محمد) ۱۔۸۸۸	"	"	۹	٥٤٦
	۱۰۔(الماضی۔ نیار) ۱۔۸۸۷	"	۱۳۲۷ھ ۱۹۰۷م	۱۰	٤٩٤
	۱۱۔(هارون۔یونس) ۱۔۸۷۱	"	"	۱۱	٤٥٣
	۱۲۔(ابوإبراهيم أم سلمة) ۱۔۳۰٤۳	"	"	۱۲	٥٠٤
۳۰	تقدمة الجرح والتعديل	الحافظ ابن أبی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ھ	۱۳۷۱ھ ۱۹٥۲م	۱	٤۱٥
۳۱	الجرح والتعديل ۱۔(أحمد۔جبيرة) ۱۔۲۲۹۳	"	"	۱/۱	٥٦٦
	۲۔ (الحسن بن أسامة ۔ زيرك أبی العباس) ۱۔۲۸۲٦	"	۱۳۷۱ھ ۱۹٥۲م	۲/۱	٦٤۱
	۳۔ سعيد بن اياس۔ ظالم بن سارق) ۱۔۲۲۱٥	"	۱۳۷۲ھ ۱۹٥۲م	۱/۲	٥۱٤
	٤۔(عبدالله بن انيس عبيد بن كرب) ۱۔۱۹۱٦	"	۱۳۷۲ھ ۱۹٥۳م	۲/۲	٤۱۷

	٥۔(عبید بن مهران عیاض بن بکر ١۔٢٢٩٤	"	١٣٦٠ھ ١٩٤١م	٣/١	٤٢٦
	٦۔(عدی بن حاتم محمد بن عبدالرحمن) ١۔١٧٦٤	"	١٣٦١ ١٩٤٢م	٣/٢	٣٤١
	٧۔ (محمد بن عبیدالله۔ ندی) ١۔٢٣٤٩	"	١٣٧٢ھ ١٩٥٣م	٤/١	٥٢٨
	٨۔(الولید بن ایمن۔ام هانی ١۔٢٣٨٣	"	١٣٧٣ھ ١٩٥٣م	٤/٢	٤٧٦
٣٢	الجمع بین رجال الصحیحین	ابن القیسرانی المتوفی ٥٠٧ھ			
	١۔(احمد۔عجلان) ١۔١٥٧٠	"	١٣٢٣ھ ١٩٠٣م	١	٤٠٨
	٢۔(غیلان۔ابویونس) ١٥٧١۔٢٤٠٥	"	"	٢	٧٠٨
٣٣	قرة العین	عبدالغنی البحرانی	١٣٣٥ھ ١٩٠٥م	١	٦٣
٣٤	كتاب الكنى والأسماء (القطع الكبير) (الطبعة الأولى)	أبوبشر الدولابی المتوفی ٣٠١ھ "	١٣٢٤ھ ١٩٠٤م	١ ٢	٢٠٢ ٢٦٧

٣٥	كتاب الكنى (الطبعة الثالثة)	الإمام البخارى المتوفى ٢٥٦هـ	١٣٩٨هـ ١٩٧٨م	١	١٠٦
٣٦	لسان الميزان	ابن حجر			
	١۔(آدم۔ أيوب) رقم الترجمة ١۔١٥٢٤	العسقلانى المتوفى ٨٥٢هـ	١٣٢٩هـ ١٩٠٩م	١	٤٩٢
	٢۔(بابويه۔زينب) ١۔٢٠٥٩	"	١٣٣٠هـ ١٩١٠م	٢	٥١٤
	٣۔(سابق۔عبدالرحمن) ١۔١٧٤٢	"	"	٣	٤٤٨
	٤۔(عبدالرحيم۔ليث) ١۔١٥٧٧	"	"	٤	٤٩٣
	٥۔(مالك۔محمد) ١۔١٤٥٠	"	١٣٣١هـ ١٩١٢م	٥	٤٤٠
	٦۔(محمود۔والدة أم حكيم) ١۔٥٩٩١	"	"	٦	٨٨٠
٣٧	الموضح لأوهام الجمع والتفريق	الحافظ الخطيب البغدادى المتوفى ٤٦٣هـ	١٣٧٨هـ ١٩٥٩م	١	٤٨٦
"	"	"	١٣٧٩هـ ١٩٦٠م	٢	٥٢٢
٣٨	بيان خطأ البخارى فى تاريخه (لطبعة الثانية)	ابن أبى حاتم الرازى المتوفى ٣٢٧هـ	١٤١٧هـ ١٩٩٦م	١	٢٠٦
٣٩	الثقات	الحافظ محمد بن حبان البستى المتوفى۔ ٣٥٤هـ	١٣٩٣هـ ١٩٧٣م	١	٣٢٢

"	الثقات	الحافظ محمد بن حبان البستی المتوفی۔ ٣٥٤ھ	١٣٩٦ھ ١٩٧٦م	٢	٣٥٣
"	"	"	١٣٩٧ھ ١٩٧٧م	٣	٤٧٣
"	"	"	١٣٩٨ھ ١٩٧٨م	٤	٤٠٦
"	"	"	١٣٦٩ھ ١٩٧٩م	٥	٦٠٢
"	"	"	١٤٠٠ھ ١٩٨٠م	٦	٥٠٠
"	"	"	١٤٠١ھ ١٩٨١م	٧	٦٧٧
"	"	"	١٤٠٢ھ ١٩٨٢	٨	٥٣٤
"	"	"	١٤٠٣ھ ١٩٨٣م	٩	٣٠٣
٤٠	التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید	الحافظ ابن نقطة المتوفی ٦٢٩ھ	١٤٠٣ھ ١٩٨٣م	١	٣٧٢
"	"	"	١٤٠٤ھ ١٩٨٤م	٢	٣٦٧
٤١	نزھة الالباب فی الألقاب	الحافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ٨٥٢ھ	١٤١٥ھ ١٩٩٤م	١	٦١٠

٥۔ السير و المناقب والتراجم

الف۔السير

٤٢	الخصائص الكبرى (القطع الكبير)	الحافظ جلال الدين السيوطى المتوفى ٩١١ھ	١٣١٩ھ ١٩٠٠	١	٦٨٦
"	"	"	١٣٢٠ھ ١٩٠١م	٢	٣٠٤
٤٣	دلائل النبوة (الطبعة الثالثة)	ابونعيم الأصفهانى المتوفى ٤٣٠ھ	١٣٩٨ھ ١٩٧٨م	١	٥٨٣
٤٤	فتح المتعال	أحمد المغربى المتوفى ١٠٤١ھ	١٣٣٤ھ ١٩١٥م	١	٤١٩
٤٥	كتاب وسيلة المتعبدين(الى سيرة سيدالمرسلين	أبو حفص الموصلى المتوفى ٥٧٠ھ	١٣٩٠ھ ١٩٧٠	٢/٢	٣٧٦
"	"	"	١٣٩١ھ ١٩٨٢م	٢/٣	٢٧٨
	"	"	١٣٩٣ھ ١٩٧٣م	٣/٢	٣٣٨
	"	"	١٣٩٨ھ ١٩٧٨م	٣/٣	٤٣٤
	"	"	"	٤/٢	٢٨٧

٤٥	كتاب وسيلة المتعبدين	أبو حفص الموصلى المتوفى ٥٧٠هـ	١٣٩٩هـ ١٩٧٩م	١/٥	٣٥٠
	"	"	١٤٠٠هـ ١٩٨٠م	٢/٥	٣٧٧
	"	"	١٤٠٣هـ ١٩٨٣م	١/٦	٢٣٨
	"	"	١٤٠٤هـ ١٩٨٤م	٢/٦	٣٩٥
٤٦	المصباح المضى فى كتاب النبى الأمى ورسله (الطبعة الثانية)	ابن حديدة الانصارى المتوفى ٧٨٣هـ	١٣٩٦هـ ١٩٨٦م	١	٣٥٠

ب۔المناقب

٤٧	مناقب الإمام الأعظم	ابو المؤيدالمكى المتوفى ٥٦٨هـ	١٣٢١هـ ١٩٠٣م	١	٢٨٢
	"	"	"	٢	٢٥٦

ج۔التراجم

٤٨	الدرر الكامنة (الطبعة الثالثة)	الحافظ ابن حجر العسقلانى المتوفى ٨٥٢هـ	١٣٩٢هـ ١٩٧٢م	١	٥٨٧
	"	"	١٣٩٤هـ ١٩٧٤م	٢	٤٠٥
	"	"	"	٣	٣٠٥

	الدرر الكامنة (الطبعة الثالثة)	الحافظ ابن حجر العسقلانى المتوفى ٨٥٢ھ	١٣٩٥ھ ١٩٧٥م	٤	٣٣٣
	"	"	١٣٩٦ھ ١٩٧٦م	٥	٥٢٨
	"	"	١٣٩٧ھ ١٩٧٧ھ	٦	٢٦٨
٤٩	الجواهر المضية فى طبقات الحنفية (الطبعة الثانية)	عبدالقادر الحنفى المتوفى ٧٧٥ھ	١٤٠٧ھ ١٩٨٧م	١	٤٥٦
	"	"	١٤١٠ھ ١٩٨٩م	٢	٤١٨
	"	"	١٤١٣ھ ١٩٩٢م	٣	٤٢٥
	"	"	١٤١٤ھ ١٩٩٤م	٤	٥٠٩
٥٠	صفة الصفوة (الطبعة الثانية)	ابوالفرج ابن الجوزى المتوفى ٥٩٧ھ	١٣٨٨ھ ١٩٦٨م	١	٣٤٣
	"	"	١٣٨٩ھ ١٩٦٩م	٢	٣١٦
	"	"	١٣٩٠ھ ١٩٧٠م	٣	٣٠٣
	"	"	"	٤	٤٣٧

٥١	نزهة الخواطر(فى تراجم أعيان الهند)	عبدالحى الكهنوى المتوفى ١٣٤١ه			
	١۔ فى أعيان القرن الأول إلى القرن السابع (الطبعة الثانية)	"	١٤٠١ه ١٩٨١م	١	٢٢٨
	٢۔ فى أعيان القرن الثامن(الطبعة الثالثة)	"	١٤٠٧ه ١٩٨٧م	٢	١٩٧
	٣۔ نزهة الخواطرفى أعيان القرن التاسع (الطبعة الثالثة)	"	١٤٠٨ه ١٩٨٨م	٣	١٥٨
	٤۔ فى أعيان القرن العاشر (الطبعة الثالثة)	"	١٤١٠ه ١٩٨٩م	٤	٣٨٧
	٥۔ فى أعيان القرن الحادى عشر (الطبعة الثالثة)	"	١٤١١ه ١٩٩٠م	٥	٤٩٧
	٦۔ فى أعيان القرن الثانى عشر(الطبعة الثانية)	"	١٣٩٨ه ١٩٧٨م	٦	٤٦٥
	٧۔فى أعيان القرن الثالث عشر(الطبعة الثانية)	"	١٣٩٩ه ١٩٧٩م	٧	٦٠٦
	٨۔ نزهة الخواطر فى أعيان القرن الرابع عشر(الطبعة الثانية)	"	١٤٠٢ه ١٩٨١م	٨	٦٠٢

٥٢	الهند فی العهد الإسلامی	"	١٣٩٢ھ ١٩٧٢م	١	٥٢٣
٥٣	نزهة الأرواح وروضة الأفراح فی تاريخ الحكماء والفلاسفة	شمس الدين الشهرزوری المتوفی ٦٨٧ھ	١٣٩٦ھ ١٩٧٦م	١	٤٣٨
	"	"	"	٢	٢٥٠
٥٤	طبقات الشافعية	ابن قاضی شهبة المتوفی ٨٥١ھ	١٣٩٨ھ ١٩٧٨م	١	٤٦٠
	"	"	١٣٩٩ھ ١٩٧٩م	٢	٤٤٠
	"	"	١٣٩٩ھ ١٩٧٩م	٣	٢٧٣
	"	"	١٣٩٩ھ ١٩٧٩م	٤	٥١٩

٦۔ الفقة

٥٥	احكام الوقف	هلال البصری المتوفی ٢٤٥ھ	١٣٥٥ھ ١٩٣٦م	١	٣٤٤
٥٦	الأمالی (الطبعة الثالثة)	الإمام محمد الشيبانی المتوفی ١٨٩ھ	١٤٠٧ھ ١٩٨٦م	١	٨٥
٥٧	شرح السير الكبير	الإمام السرخسی المتوفی ٤٨٣ھ	١٣٣٥ھ ١٩١٦م	١	٣٨٦
	"	"	"	٢	٣٢٦

٥٧	شرح السير الكبير	الإمام السرخسى المتوفى ٤٨٣هـ	١٣٣٦هـ ١٩١٧م	٣	٣٤٨
	"	"	"	٤	٥١٢
٥٨	كتاب الأصل (المبسوط) مع الفهرس	الإمام محمد الشيبانى المتوفى ١٨٩هـ	١٣٨٦هـ ١٩٦٦م	١	٥٢٤
	"	"	١٣٨٨هـ ١٩٦٩م	٢	٥٥٧
	"	"	١٣٩١هـ ١٩٧١م	٣	٥٤٦
	"	"	١٣٩٢هـ ١٩٧٣م	٤/١	٤٦١
	"	"	١٣٩٤هـ ١٩٧٤م	٤/٢	٢٦٩
٥٩	أقضية رسول الله صلى الله عليه وسلم	أبوالفرج القرطبى المتوفى ٤٩٧هـ	١٤٠٣هـ ١٩٨٣م	١	٤٥٨

الكلام والعقائد

(الف) الكلام

٦٠	الأربعين فى أصول الدين	فخرالدين الرازى المتوفى ٦٠٦هـ	١٣٥٣هـ ١٩٣٤م	١	٤٩٨
٦١	استحسان الخوض (الطبعة الثانية)	أبوالحسن الأشعرى المتوفى ٣٣٠هـ	١٤٠٠هـ ١٩٨٠م	١	١٨

٦٢	الروضة البهية	أبو عذبة المتوفى ١٢٢٥هـ	١٣٢٢هـ ١٩٠٢م	١	٧٨
٦٣	كتاب الروح (الطبعة الخامسة)	ابن قيم الجوزية المتوفى ٧٥١هـ	١٤١٥هـ ١٩٩٥م	١	٤٨١

(ب) العقائد

٦٤	الرسائل السبع (الطبعة الثالثة)	-	١٤٠٠هـ ١٩٨٠م	-	-
	١۔ شرح الفقة الأكبر	أبو منصور الماتريدى المتوفى ٣٣٣هـ	"	١	٢٨
	٢۔ شرح الفقه الأكبر	المغنيساوى	"	١	٤٢
	٣۔ الرسائل السبع الجوهرة المنيفة	ملا حسين اسكندر	١٤٠٠هـ ١٩٨٠م	١	٨٠
	٤۔ كتاب الابانة	أبوالحسن الأشعرى المتوفى ٣٣٠هـ	"	١	٨٠
	٥۔٦۔الضميمة الأولى والثانية	عنايت على	"	١	٦٨
	٧۔ الذب عن الأشعرى	أبوالقاسم درباس	"	١	٦
٦٥	الرسائل التسع (الطبعة الثالثة)	جلال الدين السيوطى المتوفى ٩١١هـ	١٣٨٠هـ ١٩٦٠م		
	١۔ مسالك الحنفاء	"	"	١	٧٤
	٢۔ الدرج المنيفة	"	"	١	٢٢

	٣۔ المقامة السندسية	"	"	١	٢٥
	٤۔التعظيم والمنة	"	"	١	٥٩
	٥۔ نشر العلمين	"	"	١	٢١
	٦۔ السبل الجلية	"	"	١	٢٠
	٧۔ انباه الأذكياء	"	"	١	٢٠
	٨۔ تنزية الأنبياء	"	"	١	٢١
	٩۔ تبييض الصحيفة فی مناقب أبی حنيفة	"	"	١	٤٢
٦٦	شفاء السقام فی زيارة خيرالانام (الطبعةالثالثة)	تقی الدين السبكی المتوفی ٧٤٦ھ	١٤٠٢ھ	١	٢٥٥
٦٧	الصارم المسلول علی شاتم الرسول	الحافظ ابن تيمية المتوفی ٧٨٣ھ	١٣٢٢ھ ١٩٠٢م	١	٦٠٠
٦٨	الفقه الأكبر (الطبعة الثالثة)	الإمام أبوحنيفة المتوفی ١٥٠ھ	١٣٩٩ھ ١٩٧٩م	١	١٣

التصوف والمتعلقات

٦٩	الأربعين فی التصوف (الطبعة الثالثة)	ابوعبدالرحمن السلمی المتوفی ٤١٢ھ	١٤٠١ھ ١٩٨١م	١	١٧
٧٠	رسائل ابن عربی(مع المقدمة للاستاذ آربری)الجزء الأول	محی الدين ابن عربی المتوفی ٦٣٨ھ	١٣٦١ھ ١٩٤٢م		

	۱۔کتاب الفناء فی المشاهدة	محی الدین ابن عربی المتوفی ٦٣٨ھ	١٣٦١ھ ١٩٤٢م	١	٩
	٢۔کتاب الجلال والجمال	"	"	١	١٧
	٣۔کتاب الألف وهو کتاب الاحدیة	"	و	١	١٣
	٤۔کتاب الجلالة وهو کلمة الله	"	"	١	١٣
	٥۔کتاب ایام الشأن	"	١٣٦٢ھ ١٩٤٣م	١	١٨
	٦۔کتاب القربة	"	"	١	٩
	٧۔کتاب الاعلام	"	"	١	١٠
	٨۔کتاب المیم والوا والنون	"	١٣٦٧ھ ١٩٤٨م	١	١٦
	٩۔ رسالة القسم الإلهی	"	"	١	٢٩
	١٠۔کتاب الیاء	"	"	١	١٥
	١١۔کتاب الأول	"	"	١	١٦
	١٢۔ رسالة الأنوار	"	"	١	١٩
	١٣۔کتاب الاسراء	"	"	١	٩٢
	١٤۔ رسالة فی سوال اسماعیل بن سودکین	"	"	١	٥

	١٥۔ رسالة الشيخ إلى الإمام الرازى	محى الدين ابن عربى المتوفى ٦٣٨ھ	١٣٦٧ھ ١٩٤٨م	١	١٤
	١٦۔ رسالة لايعول عليه	"	"	١	٢٠
	١٧۔ كتاب الشاهد الجزء الثانى	"	"	١	٢٠
	١٨۔ كتاب التراجم	"	"	١	٦١
	١٩۔ كتاب منزل القطب	"	"	١	١٨
	٢٠۔ رسالة الانتصار	"	"	١	١٩
	٢١۔ كتاب الكتب	"	"	١	٥٦
	٢٢۔ كتاب المسائل	"	"	١	٣٦
	٢٣۔ كتاب التجليات	"	"	١	٥٣
	٢٤۔ كتاب الأسفار	"	"	١	٦٣
	٢٥۔ كتاب الوصايا	"	"	١	٥
	٢٦۔ كتاب حلية الابدال	"	"	١	١٠
	٢٧۔ كتاب نقش الفصوص	"	"	١	١٢
	٢٨۔ الوصية	"	"	١	٧
	٢٩۔ كتاب اصطلاحات الصوفية	"	"	١	١٨
٧١	السمط المجيد	صفى الدين القشاشى المتوفى ١٠٧١ھ	١٣٢٧ھ ١٩٠٧م	١	١٨٤
٧٢	المنحة السراء	ارتضاء على خان المتوفى ١٢٧٠ھ	١٣٣٧ھ ١٩١٨م	١	١٤٤

۹۔ التاریخ و جامع العلوم

(الف)۔ التاریخ

۷۳	تاریخ جرجان (معرفۃ علماء اھل جرجان)(الطبعۃ الثانیۃ)	حمزۃ بن یوسف السھمی المتوفی ۴۲۷ھ	۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷م	۱	۹۲۲
۷۴	کتاب التیجان فی ملوک حمیر	المؤرخ ابن ھشام المتوفی ۲۱۸ھ	۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸م	۱	۴۹۹
۷۵	دول الإسلام (الطبعۃ الثالثۃ)	شمس الدین الذھبی المتوفی ۷۴۶ھ	۱۴۰۸ھ ۱۹۸۷م	۱	۲۹۹
	"	"	"	۲	۲۵۸
۷۶	کتاب المحبر	ابوجعفر البغدادی المتوفی ۲۴۵ھ	۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲م	۱	۷۵۸
۷۷	مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان وقائع سنۃ ۱۔۲۰۰ھ	الیافعی المتوفی ۷۶۸ھ	۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸م	۱	۵۴۶
	۲۰۱۔۴۰۰ھ	"	۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹م	۲	۵۰۶
	۴۰۱۔۶۰۰ھ	"	"	۳	۵۹۲
	۶۰۱۔۷۵۰ھ	"	۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰م	۴	۴۸۱
۷۸	مرآۃ الزمان فی تاریخ الأعیان المجلد الثامن ۴۹۵۔۶۵۴ھ	یوسف بن قز اوغلی سبط ابن الجوزی المتوفی ۷۲۶ھ	۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱م	۱۔۲	۹۰۶

٧٩	ذيل مرآة الزمان وقائع سنة ٦٥٤-٦٦٢هـ	قطب الدين اليونينى المتوفى ٦٥٤هـ	١٣٧٤هـ ١٩٥٤م	١	٥٨٠
	٦٦٣-٦٧٠هـ (مع الفهارس)	"	١٣٧٥هـ ١٩٥٥م	٢	٦٦٥
	٦٧١-٦٧٧هـ	"	١٣٨٠هـ ١٩٦٠م	٣	٤٥٧
	٦٧٨-٦٨٦هـ (مع الفهارس)	"	١٣٨٠هـ ١٩٦١م	٤	٥٣٠
٨٠	المنتظم مع فهرس الأسماء وقائع سنة ٢٥٧-٢٨٤هـ	ابوالفرج ابن الجوزى المتوفى٥٩٧هـ	١٣٥٧هـ ١٩٣٨م	٥	١٩٤
	٢٨٥-٣٤٩هـ	"	"	٦	٤٣٧
	٣٥٠-٤١١هـ	"	١٣٥٨هـ ١٩٣٩م	٧	٣٣٧
	٤١٢-٤٧٤هـ	"	١٣٥٩هـ ١٩٤٠م	٨	٣٧١
	٤٧٥-٥٢٠هـ	٤١٢-٤٧٤هـ	"	٩	٢٩٣
	٥٢١-٥٧٤هـ	٤١٢-٤٧٤هـ	١٣٥٨هـ ١٩٣٩م	١٠	٣١٨
٨١	كتاب البيرونى فى تحقيق ما للهند (الطبعة الثانية)	ابوالريحان البيرونى المتوفى ٤٤٠هـ	١٣٨٩هـ ١٩٧٨م	١	٦٩٦

۸۲۔	المنمق	محمد بن حبيب البغدادى المتوفى ۲۴۵ ھ	۱۳۸۴ ھ ۱۹۶۴ م	۱	۶۰۹
۸۳۔	كتاب الإلمام(تاريخ حروب الإسكندرية) (الطبعة الثانية)	محمدبن قاسم النويرى المتوفى ۷۷۵ ھ	۱۴۱۵ ھ ۱۹۹۵ م	۱	۳۳۱
		"	۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ م	۲	۳۷۱
	(الطبعة الأولى)	"	۱۳۹۰ ھ ۱۹۷۰ م	۳	۲۷۷
	(الطبعة الأولى)	"	۱۳۹۰ ھ ۱۹۷۰ م	۴	۳۵۷
	"	"	۱۳۹۳ ھ ۱۹۷۳ م	۵	۴۳۷
	"	"	"	۶	۴۴۱
	"	"	۱۳۹۶ ھ ۱۹۷۶ م	۷	۲۵۰
۸۴۔	إنباء الغمر بابناء العمر (الطبعة الثانية)	الحافظ ابن حجر العسقلانى المتوفى ۸۵۳ ھ	۱۴۱۵ ھ ۱۹۹۵ م	۱	۳۲۶
	"	"	۱۴۱۶ ھ ۱۹۹۵ م	۲	۳۸۶
	(الطبعة الأولى)	"	۱۳۸۹ ھ ۱۹۶۹ م	۳	۴۲۷

	"	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧٠ م	٤	٣٥٦
	"	"	١٣٩٢ ھ ١٩٧٢ م	٥	٣٥٦
	"	"	١٣٩٣ ھ ١٩٧٣ م	٦	٢٥٧
			١٣٩٤ھ ١٩٧٤م	٧	٤٨٦
	"	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧٥ م	٨	٣٥٦
	"	"	١٣٩٦ ھ ١٩٧٦ م	٩	٢٥٨
٨٥۔	كتاب الفتوح	أبو محمد أحمد بن أعثم الكوفى المتوفى ٣١٤	١٣٨٨ ھ ١٩٦٨ م	١	٣٦٠
	"	"	١٣٨٩ ھ ١٩٦٩ م	٢	٥٠٩
	"	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧٠ م	٣	٣٣١
	"	"	١٣٩١ ھ ١٩٧١ م	٤	٢٧١

٨٥	كتاب الفتوح	أبو محمد أحمد بن أعثم الكوفى	١٣٩٢ ھ ١٩٧٢ م	٥	٣٢٦
	"	"	١٣٩٤ ھ ١٩٧٤ م	٦	٣٣٥
	"	"	،	٧	٣٣٤
	"	"	١٣٩٥ ھ ١٩٧٥ م	٨	٣٦٧
٨٦۔	ذيل تاريخ بغداد (الطبعة الثانية)	الحافظ ابن النجار المتوفى ٦٤٣ھ	١٤١٥ ھ ١٩٩٤ م	١	٤٦٠
	"	"	١٤١٦ ھ ١٩٩٥ م	٢	٣٢٦
	(الطبعة الأولى)	"	١٤٠٢ ھ ١٩٨٢ م	٣	٣٨٦
	"	"	١٤٠٤ ھ ١٩٨٥ م	٤	٣٧٩
	"	"	١٤٠٦ ھ ١٩٨٦ م	٥	٣٠٧
٨٧	المستفاد من ذيل تاريخ البغداد (الطبعة الثانية)	ابن الدمياطى المتوفى ٧٤٩ ھ	١٤٠٨ ھ ١٩٨٧ م	١	٢٩٨

(ب) جامع العلوم

۸۸۔	دستور العلماء (الطبعةالثانية)	القاضی عبدالنبی أحمد نگری المتوفی ۱۲۷۳ ھ			
	(الف ۔ ج)	"	۱٤۰٤ھ ۱۹۸٤ م	۱	٤۹٦
	(ح ۔ ع)	"	۱٤۰٥ھ ۱۹۸٥ م	۲	٤٦٤
	(غ ۔ ی)		۱٤۰۷ھ ۱۹۸٦ م	۳	٥۷۷
	ضميمة	"	۱٤۰۷ھ ۱۹۸۷ م	٤	۲٦٦
۸۹۔	مفتاح السعادة (الطبعة الثانية)	طاش کبری زاده المتوفی ۹٦۸ ھ	۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ م	۱	٥۲۳
	"	"	۱٤۰۰ھ ۱۹۸۰ م	۲	٤۷٦
	(الطبعة الأولى)	"	۱۳٥٦ھ ۱۹۳۷ م	۳	٤۷۷
۹۰۔	معجم الأمكنة (التی لهاذکرفی نزهة الخواطر)	معين الدين الندوی	۱۳٥۳ھ ۱۹۳٤ م	۱	٦٤

١٠۔ الأدب وما يتعلق به

٩١۔	احسن السبك في شرح قفا نبك	شرح معلقة امرئ القيس (لمحمد يار جنگ المتوفى ١٣٦١ ھ	١٣٦٠ ھ ١٩٤١ م	١	٢٢٤
٩٢۔	الأمالي الشجرية	ابن الشجري المتوفى ٥٤٢ ھ	١٤٠٧ ھ ١٩٨٧ م	١	٤٣٩
	"	"	١٤٠٧ ھ ١٩٨٧ م	٢	٤١٤
٩٣۔	كتاب الآمالي (مع الفهارس)	أبو عبدالله اليزبدي المتوفى ٣١٠ ھ	١٣٦٧ ھ ١٩٤٨ م	١	٢١٣
٩٤۔	الجليس الصالح والأنيس الناصح	المعافي بن زكويا أبو الفرج المتوفى ٣٩٠ ھ	١٤١٣ ھ ١٩٩٢ م	١	٧٣٥
٩٥۔	كتاب الحماسة	ابن الشجري المتوفى ٥٤٢ ھ	١٣٤٥ ھ ١٩٢٦ م	١	٣٢٧
٩٦۔	كتاب الخيل (الطبعة الثانية)	أبو عبيدة معصر بن المثنى المتوفى ٢٠٩ ھ	١٤٠٢ ھ ١٩٨٢ م	١	١٨٣
٩٧۔	كتاب المجتنى (الطبعة الرابعة)	ابن دريد المتوفى ٣٢١ ھ	١٤٠٠ ھ ١٩٨٠ م	١	٨٣

۹۸۔	مصدق الفضل شرح قصیدة بانت سعاد لكعب بن زهير	شهاب الدين الدولة آبادى المتوفى ۸۴۸ ھ	۱۳۲۳ ھ ۱۹۰۵ م	۱	۲۳۸
۹۹۔	كتاب المعانى الكبير	ابن قتيبة المتوفى ۲۷۶ ھ			
	۱۔ (كتاب الحيل والسباع والطعام والضيافة) مع المقدمة وفهرس الكتاب والأبواب	ابن قتيبة المتوفى ۲۷۶ ھ	۱۳۶۸ ھ ۱۹۴۹ م	۱	۶۵۲
	۲۔ (كتاب الذباب والوعيد والبيان والحرب)	"	"	۲	۵۴۵
	۳۔ فى الميسر والشعر والشيب والآداب وغيرها مع فهارس اسماء الشعراء وغيرهم	ابن قتيبة المتوفى ۲۷۶ ھ	۱۳۶۹ ھ ۱۹۵۰ م	۳	۳۴۸
۱۰۰۔	الديوان مع مقدمة المصحح	ابن سناء الملك أبوالقاسم هبة الله المتوفى ۶۰۸ ھ	۱۳۷۷ ھ ۱۹۵۷ م	۱۔۳	۱۰۴۲
۱۰۱۔	المستصقى فى أمثال العرب	الزمخشرى المتوفى ۵۳۸ ھ	۱۴۸۱ ھ ۱۹۶۲ م	۱	۴۹۹

	"	"	"	٢	٤٤٦
١٠٢۔	الحماسة البصرية	صدرالدين المتوفى ٦٥٩ ھ	١٣٨٣ ھ ١٩٦٤ م	١	٣٣٦
	"	"	"	٢	٥٣٤
١٠٣۔	المحمدون من الشعراء	ابن القفطى المتوفى ٦٤٦ ھ	١٣٨٥ ھ ١٩٦٦ م	١	٤١٦
	"	"	١٣٨٦ ھ ١٩٦٦ م	٢	٢٨٠
١٠٤۔	خاص الخاص	الثعالبى المتوفى ٤٢٩ھ	١٤٠٥ ھ ١٩٨٤ م	١	٨٣١

۱۱۔ اللغة والنحو والمعانى

(الف) ۔ اللغة

١٠٥۔	كتاب الأفعال (الهمزة ۔ الذال)	ابن القطاع المتوفى ٥١٥ ھ	١٣٦٠ ھ ١٩٤١ م	١	٤٠٣
	(الراء ۔ الفاء)	"	"	٢	٥٥٠
	(القاف ۔ الياء)	"	١٣٦١ ھ ١٩٤٢ م	٣	٣٨٠
	فهرس كتاب الأفعال	المستشرق الدكتور سالم الكرنكوى	١٣٦٤ ھ ١٩٤٤ م	١	١٣٤
١٠٦۔	كتاب الأمثال	زيد بن رفاعة المتوفى ٣٧٣ھ	١٣٥١ ھ ١٩٣٢ م	١	١٤١

۱۰۷۔	التحفة النظامية فى الفروق الاصطلاحية (الطبعة الثانية)	على اكبر النجفى المتوفى ۱۳۰۲ ھ	۱۳٤۰ ھ ۱۹۲۱ م	۱	٥٤
۱۰۸۔	جمهرة اللغة (الهمزة والياء)	ابن دردید المتوفى ٥۲۱ ھ	۱۳٤۳ ھ ۱۹۲٥ م	۱	۳٥٥
	(التماء ۔ الراء)	"	۱۳٤٥ ھ ۱۹۲٦ م	۲	٤۲۷
	(الزاى آخرالكتاب)	"	"	۳	٥۲۹
	(فهارس الجمهرة)	"	۱۳٥۱ ھ ۱۹۳۲ م	٤	۸٤۲
۱۰۹۔	جوامع اصلاح المنطق	زيد بن رفاعة المتوفى ۳۷۳ ھ	۱۳٥٤ ھ ۱۹۳٥ م	۱	۲۷٥
۱۱۰۔	الفائق فى غريب الحديث (الهمزة ۔ الشين)	الزمخشرى المتوفى ۸۳٥ ھ	۱۳۲٤ ھ ۱۹۰٥ م	۱	۳٤۰
	(الصاد ۔ الياء	"	"	۲	۳۳۹
۱۱۱۔	المغرب فى ترتيب المعرب (الهمزة ۔ الصاد)	أبوالفتح المطرزى المتوفى ٦۱٦ ھ	۱۳۲۸ ھ ۱۹۰۸ م	۱	۳۱۲
	(الضاد ۔ الياء) مع ذيل المغرب	"	"	۲	۳٤۰

١١٢۔	غريب الحديث	أبو عبدالقاسم ابن سلام المتوفى ٢٤٤هـ	١٣٨٤ هـ ١٩٦٤ م	١	٢٧١
	"	"	١٣٨٤ هـ ١٩٦٥ م	٢	٣١٠
	"	"	١٣٨٥ هـ ١٩٦٦ م	٣	٤٨٨
	"	"	١٣٨٧ هـ ١٩٦٧ م	٤	٥٠٣
١١٣۔	الغريبين	الهروى المتوفى ٤٠١ هـ	١٤٠٦ هـ ١٩٨٦ م	١	٤٠٣
	"	"	"	٢	٤٦٩
	"	"	١٤٠٨ هـ ١٩٨٨ م	٣	٤٤٣
	"	"	١٤١٠ هـ ١٩٨٩ م	٤	٣٦٠
	"	"	١٤١١ هـ ١٩٩١ م	٥	٤٠٨
	"	"	١٤١٢ هـ ١٩٩٣ م	٦	٣٠٥

(ب) النحو والمعانی

۱۱۴۔	الاشباہ والنظائر (الطبعة الثانية) (الفن الأول)	جلال الدين السيوطی المتوفی ۹۱۱ ھ	۱۳۶۰ ھ ۱۹۴۰ م	۱	۳۴۸
	(الفن الثانی - الخامس)	"	۱۳۶۰ ھ ۱۹۴۱ م	۲	۳۳۸
	(الفن السادس والسابع)	"	"	۳	۳۱۰
	تكملة الفن السابع	"	۱۳۶۱ ھ ۱۹۴۲ م	۴	۲۶۵
۱۱۵۔	كتاب الاقتراح	"	۱۳۵۹ ھ ۱۹۴۰ م	۱	۹۲
۱۱۶۔	النفائس الارتضية فی شرح الرسالة العزيزية	ارتضا علی خان المتوفی ۱۲۷۰ ھ	۱۳۲۸ ھ ۱۹۱۰ م	۱	۸۸
۱۱۷۔	المنتخب من كنايات الأدباء وإشارات البلغاء	الجرجانی المتوفی ۴۸۲ ھ	۱۴۰۳ ھ ۱۹۸۳ م	۱	۴۷۳

۱۲۔ الفلسفة و مابعد الطبيعيات : (الف) الفلسفة

۱۱۸۔	كتاب الذخيرة	علاء الدين الطوسی المتوفی ۸۸۷ ھ	۱۳۴۴ ھ ۱۹۲۵ م	۱	۲۷۲

۱۱۹۔	المباحث المشرقية في علم الإلهيات والطبيعيات	فخرالدين الرازى المتوفى ٦٠٦ ھ	١٣٤٣ ھ ١٩٢٤ م	١	٧٠٦
	"	"	"	٢	٥٤٨
۱۲۰۔	الكتاب المعتبر في الحكمة	هبة الله البغدادى المتوفى ٥٧٤ ھ			
	١۔ الجزء الأول في العلوم المنطقية	"	١٣٥٧ ھ ١٩٣٨ م	١	٢٩٣
	٢۔ الجزء الثانى في الطبيعيات	"	١٣٥٨ ھ ١٩٣٨ م	٢	٤٦٢
	٣۔ الجزء الثالث في الإلهيات	"	"	٣	٢٥٦

(ب)۔ مابعد الطبيعيات

۱۲۱۔	رسائل ابن رشد	ابن رشد المتوفى ٥٩٥ ھ			
	١۔ كتاب السماع الطبيعى	"	١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	١٢٨
	٢۔كتاب السماء والعالم	"	١٣٦٥ ھ ١٩٤٥م	١	٨١
	٣۔كتاب الكون والفساد	"	١٣٦٥ھ ١٩٤٥ م	١	٣٥

	٤۔ الآثار العلوية	"	"	١	١٠٢
	٥۔ النفس	"	١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	٩٣
	٦۔ مابعد الطبيعة	"	١٣٦٥ ھ ١٩٤٥ م	١	١٨٢
١٢٢۔	رسائل ابن سينا	الشيخ الرئيس أبوعلى ابن سينا المتوفى ٤٢٨ ھ			
	١۔ رسالة فى الفعل والانفعال	"	١٣٥٣ ھ ١٩٣٤ م	١	١١
	٢۔ ذكر اسباب الرعد	"	١٣٥٣ ھ ١٩٣٤ ھ	١	٦
	٣۔ فى سر القدر	"	"	١	٥
	٤۔ الرسالة العرشية	"	"	١	١٩
	٥۔ رسالة فى السعادة	"	"	١	٢٢
	٦۔ فى الحث على الذكر	"	"	١	٥
	٧۔ فى الموسيقى	"	"	١	١٦
١٢٣۔	رسائل الفارابى	أبو نصر الفارابى المتوفى ٣٣٩ ھ			
	١۔ رسالة فى اثبات المفارقات	"	١٣٤٥ ھ ١٩٢٦ م	١	٨

	۲۔ مقالة فی اعراض مابعد الطبیعة	"	۱۳۴۹ ھ ۱۹۳۰ م	۱	۸
	۳۔ کتاب تحصیل السعادة	"	۱۳۴۵ ھ ۱۹۲۶	۱	۴۸
	٤۔ التعلیقات	"	۱۳٤٦ ھ ۱۹۲۷ م	۱	۲٦
	۵۔ کتاب التنبیه علی سبیل السعادة	"	۱۳٤٦ ھ ۱۹۲۷ م		۲٦
	٦۔ تجرید رسالة الدعاوی القلبیة	"	۱۳۴۹ ھ ۱۹۳۰ م	۱	۱۱
	۷۔ شرح رسالة زینون الکبیر	"	"	۱	۱۱
	۸۔ کتاب السیاسیات المدنیة	"	۱۳٤٦ ھ ۱۹۲۷ م	۱	۷٦
	۹۔ کتاب الفصوص	"	۱۳۴۵ ھ ۱۹۲٦ م	۱	۲٤
	۱۰۔ رسالة فی فضیلة العلوم والصناعات	"	۱۳٦۷ ھ ۱۹٤۸ م	۱	۱۷
	۱۱۔ رسالة فی مسائل متفرقة	"	۱۳٤٤ ھ ۱۹۲۵ م	۱	۲٤

١٣۔ الریاضیات والهیئة

١٢٤۔	رسائل ابن سنان	ابراهیم بن سنان الحرانی المتوفی ٣٣٥ ھ			
	١۔ رسالة فی الأسطر لاب	"	١٣٦٧ ھ ١٩٤٨ م	١	١١
	٢۔ مقالة فی طریق التحلیل والترکیب		١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	٩٣
	٣۔کتاب فی حرکات الشمس	"	"	١	٧٠
	٤۔ مقالة فی رسم القطوع الثلاثة	"	١٣٦٢ ھ ١٩٤٣ م	١	١٤
	٥۔ کتاب مساحة قطع المخروط المکافی	"	١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	١١
	٦۔ رسالة فی الهندسة والنجوم	"	"	١	٩٩
١٢٥۔	رسائل ابن قرة	ثابت بن قرة الحرانی المتوفی ٢٨٨ ھ			
	١۔ کتاب فی الأصول الهندسیة لأرشمیدس	"	١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	١٨
	٢۔ الدوائر المتماسة لأرشمیدس	"	"	١	٢٩

۱۲۶۔	رسائل ابن الهيثم (الطبعة الثانية)	ابن الهيثم المتوفى ٤٣٠ ھ			
	١۔ رسالة فی اضواء الكواكب	"	١٤٠٥ ھ ١٩٨٥ م	١	٨
	٢۔ رسالة الضوء	"	"	١	٢١
	٣۔ المزايا المحرقة بالقطوع	"	"	١	١٥
	٤۔ المزايا المحرقة بالدائرة	"	"	١	١٦
	٥۔ المكان	"	"	١	١٢
	٦۔ شكل بنی موسى	"	"	١	١٦
	٧۔ المساحة	"	"	١	١٨
	٨۔ ضوء القمر	"	"	١	٥٨
	٩۔ خواص المثلث	"	"	١	١٦
۱۲۷۔	رسائل البيرونی	أبو ريحان البيرونی المتوفى ٤٤٠ ھ			
	١۔ رسالة استخراج الأوتار فی الدائرة	"	١٣٦٧ ھ ١٩٤٨م	١	٢٢٦
	٢۔ رسالة افراد المقال فی امرالظلال	"	"	١	
	٣۔ رسالة تمهيد المستقر لتحقيق معنى الممر	"	"	١	١٠٧

	٤۔ مقالة فی راشیکات الهند	"	"	١	٣٠
١٢٨۔	رسائل أبی نصر ابن عراق إلی البیرونی	أبو نصر منصور ابن عراق الجیلی المتوفی ٤٢٥ ھ			
	١۔ رسالة الأسطر لاب	"	١٣٦٦ ھ ١٩٤٦ م	١	٢٢
	٢۔ رسالة فی امتحان الشمس	"	"	١	١٥
	٣۔ رسالة تصحیح زیج الصفایح	"	"	١	٥٥
	٤۔ رسالة جدول التقویم فی زیج حبش لحاسب		١٣٦٣ ھ ١٩٤٣ م	١	٧١
	٥۔ رسالة جدول الدقائق	"	١٣٦٢ ھ ١٩٤٣ م	١	٤٠
	٦۔ مقالة الرؤیة الأهلة	"	١٣٦٦ھ ١٩٤٧ م	١	١٤
	٧۔ رسالة ضمیمة کتاب الأصول	"	"	١	٦
	٨۔رسالة فی معرفة القسی الفلکیة	"	"	١	١٣

	۹۔ رسالة كرية السماء	"	"	۱	۲۱
	۱۰۔ رسالة المسائل الهندسية	"	"	۱	۲۱
	۱۱۔ رسالة فی البرهان علی عمل حبش فی مطالع السمت فی زيجه	"	"	۱	۹
	۱۲۔ مقالة فی اصلاح شكل كتاب مالاناوس	"	۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷ م	۱	۱۹
	۱۳۔ مقالة فی منازعة اعمال الأسطر لاب	"	"	۱	۹
	۱۴۔ رسالة دوائر السماوات فی الأسطر لاب	"	"	۱	۲۷
	۱۵۔ رسالة فی صنعة الأسطر لاب بالطريق الصناعی	"	"	۱	۱۹
۱۲۹۔	الرسائل المتفرقة فی الهيئة للمتقدمين ومعاصری البيرونی				
	۱۔ مقالة فی استخراج تاريخ اليهود وأعيادهم	محمد بن موسیٰ الخوارزمی المتوفی ۲۳۰ ھ	"	۱	۹

	٢۔ فصل فی تخطیط الساعات الزمانیة	ابن حاتم النیریزی المتوفی ٣١٠ ھ	١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	٥
	٣۔ مقالة فی استخراج تاریخ الیهود	ابن بامشاد القلبی	"	١	٦
	٤۔ مقالة فی استخراج الساعات	"	"	١	٥
	٥۔ رسالة فی اقامة البرهان علی الدائرة من الفلك	أبوالوفاء البوز جانی المتوفی ٣٧٦ ھ	١٣٦٢ ھ ١٩٤٣ م	١	١٤
	٦۔ رسالة فی مساحة المجسم المكافی	أبو سهل ویجن بن رستم القوهی	١٣٦٧ ھ ١٩٤٧ م	١	١٥
	٧۔ كتاب فی كیفیة تسطیح الكرة علی شكل الأسطر لاب	أحمد بن محمد الصنعانی المتوفی ٣٨٠ ھ	١٣٦٨ ھ ١٩٤٨ م	١	٦٢
	٨۔ رسالة فی أن الأشكال كلها من الدائرة	نصر بن عبدالله	١٣٦٨ ھ ١٩٤٩ م	١	١٧
	٩۔ رسالة فی المقادیر المشتركة والمتباینة	أبو عبدالله المعروف بابن البغدادی	١٣٦٦ ھ ١٩٤٧ م	١	١٠٨
	١٠۔ رسالة فی الشكل القطاع	أحمد بن محمد السجزی	١٣٦٨ ھ ١٩٤٨ م	١	٢٤
	١١۔ رسالة فی الأبعاد والأجرام	كوشیار الجیلی	١٣٦٢ ھ ١٩٤٢ م	١	١٩

۱۳۰۔	الرسائل السبع للطوسی	نصیرالدین الطوسی المتوفی ٦٧٢ ھ			
	١۔کتاب المعطیات لأقلیدس	"	١٣٥٨ ھ ١٩٣٩ م	١	٤٧
	٢۔کتاب الأکر لثاوذوسیوس	"	"	١	٥٤
	٣۔ الکرة المتحرکة لأوطولوقس	"	"	١	١١
	٤۔ المساکن لثا وذو سیوس	"	"	١	١٢
	٥۔ المناظر لأقلیدس	"	١٣٥٨ ھ ١٩٣٩ م	١	٢٥
	٦۔کتاب ظاهرات الفلك لأقلیدس	"	"	١	٣٤
	٧۔ الأیام واللیالی لثا و ذوسیوس	"	"	١	٣٧
۱۳۱۔	الرسائل التسع (السلسلة الثانیة)				
	١۔کتاب معرفة مساحة الاشکال لبنی موسی	"	١٣٥٩ ھ ١٩٤٠ م	١	٢٧
	٢۔کتاب المفروضات لثابت بن قرة	"	"	١	١٤

	٣۔ المأخوذات لأرشميدس	"	"	١	١٧
	٤۔ جرمی النیرین لاسطرخس	"	"	١	٢١
	٥۔ کتاب الکرة والاسطوانة		١٣٥٩ ھ ١٩٤٠ م	١	١٣٤
	٦۔ الطلوع والغروب لاوطواوقس	"	"	١	٢٨
	٧۔ فی المطالع لا یسقلاوس	"	"	١	٦
	٨۔ الرسالة الشافیة	"	"	١	٤٠
	٩۔ کتاب مانالاوس	"	"	١	١٤٨
١٣٢۔	صور الکواکب الثمانیة والأربعین	أبوالحسین عبدالرحمن الصوفی المتوفی ٣٧٦ ھ	١٣٧٣ ھ ١٩٥٤ م	١	٤٣٢
١٣٣۔	کتاب القانون المسعودی	أبو ریحان البیرونی المتوفی ٤٤٠ ھ	١٣٧٣ ھ ١٩٥٤ م	١	٥٠٨
	"	"	١٣٧٤ ھ ١٩٥٥ م	٢	٤٨٣
	"	"	١٣٧٥ ھ ١٩٥٦ م	٣	٦٤٧

١٣٤ـ	كتاب الأنواء (الطبعة الثانية)	ابن قتيبة المتوفى ٢٧٦ ھ	١٣٩٨ ھ ١٩٧٨ م	١	٣٢٤
١٣٥ـ	كتاب العمل بالأسطرلاب	عبدالرحمن الصوفى المتوفى ٣٧٦ ھ	١٣٨١ ھ ١٩٦٠ م	١	٣٨٥

(ب) ـ الأنساب

١٣٦ـ	الأنساب (الطبعة الثانية)	الحافظ أبو سعد السمعانى المتوفى ٥٦٢ ھ	١٤٠٠ ھ ١٩٨٠ م	١	٤٦٤
	"	"	١٣٩٩ ھ ١٩٧٩ م	٢	٤٣٢
	"	"	١٤٠٠ ھ ١٩٨٠ م	٣	٤٨٠
	الأنساب	الحافظ أبو سعد السمعانى	"	٤	٣٤٦
	"	"	"	٥	٤٧٤
	"	"	"	٦	٣٨٨
	"	"	١٤١٢ ھ ١٩٩٢ م	٧	٣٧٦
	"	"	١٤١٣ ھ ١٩٩٢ م	٨	٤١٦
	" (الطبعة الثانية)	"	١٤١٣ ھ ١٩٩٣ م	٩	٤٤٤
	"	"	١٤١٤ ھ ١٩٦٦م	١٠	٥٦٥
	(الطبعة الأولى)	"	١٤٠٠ ھ ١٩٨٠ م	١١	٢٥٢

	"	"	١٤٠١ ھ ١٩٨١ م	١٢	٥٥٥
	"	"	١٤٠٢ ھ ١٩٨٢ م	١٣	٥٥٧

۱۵۔ العلوم المختلفة

١٣٧۔	الإکمال (فی المختلف والمؤتلف) (الطبعة الأولی)	الأمیر ابن ماکولا المتوفی ٤٧٥ ھ	١٣٨١ ھ ١٩٦٦ م	١	٦٨٠
	(الطبعة الثانیة)	"	١٣٩٢ ھ ١٩٧٢ م	٢	٦٠٢
١٣٧۔	الإکمال (فی المختلف والمؤتلف)	الأمیر ابن ماکولا المتوفی ٤٧٥ ھ	١٤٠٣ ھ ١٩٨٣ م	٣	٤٢٦
	"	"	١٤٠٥ ھ ١٩٨٥ م	٤	٥٩٤
	(الطبعة الأولی)	"	١٣٨٥ ھ ١٩٦٦ م	٥	٢٩٤
	الإکمال (الطبعة الأولی)	لابن ما کولا المتوفی ٤٧٥ ھ	١٣٨٦ ھ ١٩٦٧ م	٦	٤٣٣
	"	"	١٤٠٦ ھ ١٩٨٦ م	٧	٣٨١
	"	"	١٤٠٧ ھ ١٩٨٨ م	٨	٤٣٢
١٣٨۔	تنقیح المناظر (فی علم المناظر)	کمال الدین الفارسی المتوفی ٧٢٠ ھ	١٣٤٧ ھ ١٩٢٨ م	١	٦٠٠
	"	"	١٣٤٨ ھ ١٩٢٩ م	٢	٤٢١

۱۳۹۔	الأزمنة والأمكنة (فی الزمان والمكان	أبو علی المرزوق المتوفی ۴۳۵ ھ	۱۳۳۲ ھ ۱۹۱۲ م	۱	۳۴۶
	"	"	"	۳	۳۹۸
۱۴۰۔	انباط المياه الخفية	أبوبكر الكرخی المتوفی ۴۱۰ ھ	۱۳۵۹ ھ ۱۹۴۰ م	۱	۷۵
۱۴۱۔	الجماهر فی معرفة الجواهر	أبو ريحان البيرونی المتوفی ۴۴۰ ھ	۱۳۵۵ ھ ۱۹۳۶ م	۱	۲۸۴
۱۴۲۔	كتاب ميزان الحكمة (ووجوه الوزن بها مايتعلق به)	السيد عبدالرحمن الحازنی المتوفی ۵۰۰ ھ	۱۳۵۹ ھ ۱۹۴۰ م	۱	۱۸۴
۱۴۳۔	تذكرة السامع (فی ادب العالم والمتعلم)	ابن جماعة الكنانی المتوفی ۷۳۳ ھ	۱۳۵۳ ھ ۱۹۳۴ م	۱	۲۶۷
۱۴۴۔	مناظرات الرازی	فخرالدين الرازی المتوفی ۶۰۶ ھ	۱۳۵۵ ھ ۱۹۳۶ م	۱	۴۳
۱۴۵۔	كتاب الفلاحة(ترجمة فی اللغة الهندية)	أبو زكريا الإشبيلی	۱۳۴۵ ھ ۱۹۲۵ م	۱	۶۸۵
	"	"	۱۳۵۰ ھ ۱۹۳۰ م	۲	۵۱۵
۱۴۶۔	الجليس والأنيس	المعافی بن زكريا المتوفی ۳۹۰ ھ	۱۴۱۴ ھ ۱۹۹۴ م	۱	۷۷۱
	"	"	"	۲	
۱۴۷۔	ذيل التقييد (الطبعة الأولی)	تقی الدين الفاسی المتوفی ۸۳۲ ھ		۱	

١٤٨ـ	المقفى الكبير	تقى الدين المقريزى المتوفى ٨٤٥ ھ		١	

١٦ـ الطب

١٤٩ـ	كتاب العمدة فى صناعة الجراحة (الطبعة الثانية)	ابن القف المتوفى ٦٨٥ ھ	١٤١٤ ھ ١٩٩٤ م	١	٢٧٨
	"	"	"	٢	٢٨٢
١٥٠ـ	المختارات	ابن هبل المتوفى ٦١٠ ھ			
	١ـ الأصول الكلية	"	١٣٦٢ ھ ١٩٤٣ م	١	٣٤٨
	٢ـ الأصول الكلية	"		٢	٣٤٠
	٣ـالأصول الكلية	"	١٣٦٣ ھ ١٩٤٤ م	٣	٤٦٢
	٤ـالأصول الكلية	"	١٣٦٤ ھ ١٩٤٥ م	٤	٣٢٩
١٥١ـ	كتاب الحاوى فى الطب	أبوبكر محمد بن زكريا الرازى المتوفى ٣١٣ھ			
	١ـ فى امراض الرأس (الطبعة الثالثة)	"	١٤١٦ ھ ١٩٩٦ م	١	٥٠٣
	٢ـ فى امراض العين (الطبعة الثانية)	"	١٣٩٦ ھ ١٩٧٦ م	٢	٤٦٤
	٣ـ فى امراض الأذن والأنف والأسفان الطبعة الثانية)	"	١٣٩٧ ھ ١٩٧٧ م	٣	٤٧٣

٢٦٣	٤	١٣٩٨ ھ ١٩٧٨ م	"	٤۔ فی أمراض الرئة (الطبعة الثانية)	
٢٨٠	٥	١٣٩٩ ھ ١٩٧٩ م	"	٥۔ فی أمراض المرئ والمعدة (الطبعة الثانية)	
٣٠١	٦	"	"	٦۔ فی الاستفراعات والتسمين والهزال (الطبعة الثانية)	
٣٢٢	٧	"	"	٧۔ فی أمراض الثدی والقلب والكبد والطحال(الطبعة الثانية)	
٢٢١	٨	"	"	٨۔ فی قروح الأمعاء والزحير(الطبعة الثانية)	
١٩١	٩	١٣٩٩ ھ ١٩٧٩ م	"	٩۔ فی امراض الرحم والحمل (الطبعة الثانية)	
٣٤٣	١٠	"	"	١٠۔ فی أمراض الكلی ومجاری البول (الطبعة الثانية)	
٣١٩	١١	١٣٨١ ھ ١٩٦٢ م	"	١١۔ فی امراض الحيات والديدان فی البطن والبواصير وداء الفيل وغيرها(الطبعة الأولی)	
٢٥١	١٢	"	"	١٢۔ فی امراض السرطان والأورام والدماميل والدبيلات	

٢٥٧	١٣	١٣٨٢ ھ ١٩٦٢ م	"	١٣- فی امراض الرض والفسخ الذی ينشق منه داخلا ، والقروح فی اعضاء التناسل والمقعدة وغيرها	
٣٥٣	١٤	١٣٨٢ ھ ١٩٦٣ م	"	١٤- فی امراض الحميات والبراز والقئ وغيرها	
٢٢٦	١٥	"	"	١٥- فی الحمی المطبقة والأمراض الحادة	
٣٢٧	١٦	١٤٠٥ ھ ١٩٨٥ م	"	١٦- فی حميات الدق والذبول والناقض وغيرها(الطبعة الثانية)	
٢٦٤	١٧	١٤٠٥ ھ ١٩٨٠ م	"	١٧- فی الجدری والحصبة والطواعين (الطبعة الثانية)	
٢٢٩	١٨	١٣٨٥ ھ ١٩٦٥ م	"	١٨- فی البحران وما يتعلق به	
٤٥٠	١٩	١٣٨٦ ھ ١٩٦٦ م	"	١٩- فی البول وما يتعلق به والنهش والسموم	
٦١٧	٢٠	١٣٨٧ ھ ١٩٦٧ م	"	٢٠- فی الادوية المفردة	
٣٩٧	١/٢١	١٣٨٨ھ ١٩٦	"	١/٢١- فی الأدوية المفردة	

	٢/٢١ ـ فى الأدوية المفردة	"	"	٢/٢١	٣٦٧
	٢٢ـ فى الصيدلة وفى جداول استنباط الأسماء والأوزان والمكائيل	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧١ م	٢٢	٤١٥
	١/٢٣ ـ فى قوانين استعمال الأطعمة والأشربة وفى النوم واليقظة وفى أمراض التى تعدى وتتوارث وغيرها	"	١٣٨٩ ھ ١٩٦٩ م	١/٢٣	٣٣٠
	٢/٢٣ ـ فيما يعرض للجلد من البهق والبرص والجذام وفى خضاب الشعر واليد	"	١٣٩٠ ھ ١٩٧٠ م	٢/٢٣	٢٣٧
١٥٢ـ	تذكرة الكحالين (مع المقدمة الانكليزية)	على بن عيسى الكحال المتوفى ٤٠٠ ھ	١٣٨٣ ھ ١٩٦٤ م	١	٤٢٧

١٧ـ المتفرقات

١٥٣ـ	تذكرة النوادر (من المخطوطات العربية)	السيد هاشم الندوى رفيق الدائرة المتوفى ١٣٩١ ھ	١٣٥٠ ھ ١٩٣١ م	١	٢٢٨
١٥٤ ـ	مقالة تاريخية فى العربية	الإدارة	١٣٥٤ ھ ١٩٣٤ م	١	٢٨

۱۵۵۔	مقالة تحفظ العلوم القديمة (فى اللغة الهندية)	"	۱۳۵۵ ھ ۱۹۳۵ م	۱	۷۴
۱۵۶۔	الرسالة العلمية التاريخية	"	۱۳۵۶ ھ ۱۹۳۷ م	۱	۳۲
۱۵۷۔	المباحث العلمية تذكار ورود البعثة الأزهرية فى احتفال الدائرة	"	۱۳۵۸ ھ ۱۹۳۹ م	۱	۲۷۹
۱۵۸۔	الثمرات العلمية	"	۱۳۷۰ ھ ۱۹۵۱ م	۱	۱۶
۱۵۹۔	الخدمات العلمية (نسخة الانكليزية)	"	"	۱	۱۶
۱۶۰۔	لمعات دائرة المعارف العثمانية (فى العربية) ۱۸۸۸۔۱۹۵۶م	"	۱۳۷۵ ھ ۱۹۵۶ م	۱	۱۶
۱۶۱۔	لمعات دائرة المعارف العثمانية (نسخة فى الإنكليزية)	"	"	۱	۱۶

انطباعات الشخصيات البارزة عن الجامعة النظامية

الجامعة النظامية لا يزال يقوم بزيارتها شخصيات عالمية، فيتأثرون بفخامة دراساتها و ضخامة مبانيها وتربيتها الدينية الخالصة، ويجدر بنا أن نذكر نبذة يسيرة منها فيمايلى مما كتبه العلماء الكبار والزعماء العظام من كلمات الإعجاب والتقدير:

شيخ الأزهر فضيلة الدكتور / عبدالحليم محمود

بسم الله الرحمن الرحيم

كان مما أثلج صدرى هذا اليوم أن أزور المدرسة النظامية بحيدرآباد، وسرنى كل ما سمعت من أساتيذتها الكرام، وجهادهم المتواصل فى سبيل الإسلام واللغة العربية، أسأل الله تعالى أن يبارك عملهم ويقيمهم عليه من فضله، إنه نعم المولى ونعم النصير.

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

٧/١١/١٩٧٥م شيخ الأزهر عبدالحليم محمود

فضيلة الشيخ / عمر بن محمد فلاته

أمين عام الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم : وصلى الله وسلم على نبينا الأمين

وبعد! فقد سعدت بزيارة الجامعة النظامية ظهر يوم الثلاثاء تاريخ ٢/١٢/١٣٩٩ه، واجتمعت بالمسؤلين فيها وبعض المدرسين، وتجولت فى أقسامها التعليمية، ودار الإشاعة للعلوم العربية، ومكتبتها العامرة، ومركز القرآن الكريم، وسررت لما شاهدته من اهتمام وعناية، وحرص القائمين عليها باشاعة

العلوم الدينية، وحفظ التراث الإسلامی۔

وإن كان لی من شئ أقوله فهو أنی أدعو الله تعالى مخلصا بأن يجزى العاملين فيها خير الجزاء، وينفع بهم الإسلام والمسلمين، ويجعل من هذه المعاهد معاقل للخير، ومواطن لحفظ هذا الدين الحنيف، ويجعل من هذه الجامعة الأشبال اليامين الذين يحفظ الله بهم دينه، ويعلى بهم كلمته، إنه على كل شئ قدير۔

وكتبه عمر بن محمد فلاته ۔ أمين عام الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

۲/۱۲/۱۳۹۹ھ

فضيلة الشيخ/ عبدالمعز عبدالستار أحمد

رئيس توجيه العلوم الشرعية۔ قطر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله، بنعمه تتم الصالحات وتستق الخيرات، وصلوات الله وسلامه على إمام المرسلين وسيد الهداة والخيريين نبينا محمد ﷺ وعلى آله وأصحابه ومن اهتدى بهديه۔

سعدت بزيارة الجامعة النظامية التی ما زلنا نسمع عنها ونحن فی زيارتنا، فقد رأيت بحمدالله صورة مما كان عليه سلف هذه الأمة فی طلب العلم والعمل معا۔

وأسأل الله أن يجعل غدهم خيرا من يومهم وكما جعل يومهم خيرا مِن أمسهم، وأن يطلع أيديهم طلائع وأئمة هدى يعملون لمجد الإسلام والمسلمين وخير الناس أجمعين۔

وأسأل الله أن يوفقنا للقيام بحقهم والتعاون معهم، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وأصحابه۔

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

٤/ ربيع الثانی سنة ١٣٩٨هـ م ١٦/٣/١٩٧٨م

عبد المعز عبدالستار أحمد

رئيس توجيه العلوم الشرعية، قطر

فضيلة الشيخ/ محمد سعيد الطنطاوى و زملاؤه (مصر)

بسم الله ا لرحمن الرحيم

الحمدلله الذى يوفق للخير أهله، وصلاة الله وسلامه على رسوله الكريم الذى بين طريق الحق ووضح سبيل الخير، و رضى الله عن أصحابه الكرام وأتباعه الذين استقاموا على السنن، فنقلوا الأمم إلى نور العلم والإيمان بعد ظلمة الجهل والضلال وكانوا الأساتذة الهداة لهذه الأرض۔

وقد شغل عالم الإسلام بعد يقظة، وتأخروا بعد تقدم، انحطوا بعد رفعة، لكن العمل لله القوى المعين عظيم، فهذه المدرسة الكريمة التى ذكرنا بمدارس العهد الإسلامى المشرق، وهؤلاء الأساتذة الأجلاء، والعلماء الأفاضل، نسأل الله تعالى أن يعيد فيهم سيرة السلف من العلماء الصالحين العاملين، وأن يوفق الله عز وجل هذا المدير القدير۔ حفظه وزاده علما وفضلا۔ للنهوض بهذه المدرسة بمعونة العلماء الأفاضل الذين سيكونون۔ إن شاء الله۔ قدوة الخير ونموذجا لخلق الإسلام وآدابه حتى يتأسى بهم الطلاب النجباء إن شاء الله فينشروا الخير الذى قبسوه ويحيى الله بهم الأرض۔

وأتقدم بتواضع إلى سادتى المدير الكريم والأساتذة الأفاضل بما هم ذاكرين له من العناية يروح الطلاب وسلوكهم وتوجيههم من جهة، والإجتماع والإتصال مع علماء هذا البلد والبلاد الأخرى ليعم الخير ويعود السلام بالإسلام إلى الأرض ۔ إن شاء الله۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

محمد سعيد الطنطاوى

باسمه واسم إخوانه

الأساتذة: جودت سعيد، السيد محمد العربى، السيد حكمت شاهين

فضيلة الشيخ / عبد الفتاح محمد أبوغدة

عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية بالرياض

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله حق حمده، والصلاة على سيدنا محمد رسوله وعبده، وعلى آله وصحبه وجنده.

وبعد! فقدأسعدنى الله تعالى بزيارة الجامعة النظامية فى حيدرآباد الدكن للمرة الثانية فى ٢/من ذى القعدة لعام ١٣٩٠هـ، فاستفدت من باهر فرائدها وآثارها، وبهجة علومها و أنوارها، والله أسأل أن يجعلها منارا للعلم والدين ومأرزا لأهل الحق واليقين، وأن ينزل على أهلها والقائمين عليها تشبيته المتين، وتوفيقه المبين، لتكون مشقا نافعا للناس أجمعين، والله يتولاها ويتولى من قام بخدمتها، وهو أرحم الراحمين.

وكتبه بقلمه

خادم العلم

٢/١١/١٣٩٠هـ عبدالفتاح أبو غدة

الأستاذ/ عثمان على الند

مساعد سكرتير قسم الحكومة المحلية الذاتية حكومة سودان ـ الخرطوم

زرت المدرسة النظامية فى يوم الأحد ١٧/٧/١٩٦٦م، وسرنى انكباب الطلبة على دراسة العلوم العربية الدينية الإسلامية، وبها مكتبة عربية إسلامية ضخمة، جمعها فضيلة مولانا محمد أنوارالله. مؤسس هذه المدرسة قبل مائة عام، ويبدو لى أن هذه المكتبة تحتوى على ذخيرة طيبة من العلوم العربية الدينية، آمل أن يستفيد منها الجمهور الإسلامى فى كل بقاع المعمورة.

أتمنى لهذه المدرسة كل تقدم بعون الله

عثمان على الند

السودان

الأستاذة/ اناميرى شمل

بر و فيسور جامعة هارود (أمريكا)

تشرفت اليوم بزيارة الجامعة النظامية، وتحيرت وتعجبت جدا ما كنت أعرف أن هذه المؤسسة

المفيدة الحسنة لا تزال تجلب من مئات من طلاب العلم، وسررت سرورا عظيما لما شاهدت المدرسة وأساتذتها المحترمين، ورأيت ما رأيت من الكتب القيمة والمخطوطات العزيزة، الوجود، وأسأل من الله تعالى التوفيق كل توفيق للمدرسة وأساتذتها وتلامذها، وبارك الله فيكم.

الفقيرة إلى رحمة ربى

انا ميرى شمل

هارود يونيورسٹی

الأستاذ / محمد سعيد من بيروت ـ لبنان
دار الكتاب اللبنانى

بسم الله الرحمن الرحيم

والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى۔

سررت جدا بزيـارة الجامعة النظامية جعلها الله منبرا خلّاقاً ومناراً للاجيال الاسلامية۔

تمنياتى الخالصة للجامعة بالتقدم والنجاح والازدهار مع مزيد الشكر۔

محمد سعيد

من بيروت ـ لبنان

دار الكتاب اللبنانى

الفاضل الممجد السرى المولوى شرف الدين احمد الاحمدى

بسم الله الرحمن الرحيم

قـال يـقرظه علامة المعقول والمنقول فهامة الفروع والاصول صاحب الكشف واليقين الفاضل الممجد السرى المولوى شرف الدين احمد الاحمدى من احفاد شيخ الشيوخ مخدوم العالم احمد عبدالحق الرد ولوى العمرى صاحب الطريقة الجشتية الصابرية المقيم في حيدرآباد الدكن صانها الله عن نوائب الزمن.

نـحـمـدك يـا من قرب من خواطر الظنون. وبعد عن ملاحظة العيون. وهو المتفرد بالكمال. والمتردّى بـالـعـظـمة والـجـلال، نـطـقـت الـكـائنات بأنه الصانع المبدع. ولاح من صفحات ذرّات الوجود بأنه الخالق الـمـختـرع. ونصلى ونسلّم على هادى العباد إلى الرشاد. وافصح من نطق بالضاد. وخير من بعث إلى الأمم. الـذي اوتـي جـوامـع الـكلم. محمد صاحب التاج والبراق والعلم. بدر الدجى كهف الورى مصباح الظلم. وآله وصـحـبـه بـدور الـحكم ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمداً عبده ورسوله. وبعد فانّ عـلـم الفقه بعد علم السنة النبوية والكتب الا لهية اعظم العلوم قدراً وافخم شرفاً وفخراً. اذ به تؤسس قواعد احـكـام الشـريـعة الإسلامية. وبه تظهر تفاصيل مجملات الآيات القرآنية. وان من انفس كتبها كتاب الجوهر الـنـقـى الـذي تـقـريـر ويتـه عين السعيد والشقى لان الجامع قد اظهر من كنوز مطالبها العالية ابريز البلاغة وابرز. وحازقصب السبق في ميدان البراعة واحرز. واتى من النفائس بما لم يسبق إليه. ولا عرّج احد عليه. وانـفـرد بـكـثـرـة فرائد فوائد. وزوائد عوائد. حتى اسلتذت بحلاوتها الشفتان. وتعطر باستنشاق رياحين عبارتها المنخران. كما قال الفارض.

تم طبع هذا الكتاب بعون الله الملك الوهاب في شهر شعبان سنة (١٣١٦) من هجرة سيد ولد عدنان وما امكن قد بذلنا الجهد في التصحيح والمقالة لكريم لم تيسر في اوان الطبع الا نسخة واحدة للشيخ المولانا الـحـافـظ الـحـاج الـمـولـوى مـحـمـد انـوارالله خان بهادر سلمه الله ثم قوبلت النسخه المطبوعة مع النسخة الـمـوجودة في مكتبة رياسة رامفور فرتب فهرس الاغلاط و مع ذلك بقي في بعض المقامات شكوك وشبهات فـالـمـرجـو مـن الـعـلـمـاء ذوى الـنـظـر والامـعـان ان يـصـحـحوها بقدر الوسع والامكان ولا ينسبوا المطبع والـمـصـحـحيـن إلـى الـتـغـلـيـط والتقبيح فان النسخ القلمية كان فيها التصاحيف الكثيرة حيث لا يقدر على تصحيحها الا بمقابلة اصول صحيحة وما صحت من الأغلاط اكثر جدا مما بقيت فلينظروا إلى ما احتملنا من الـمـحـنة والـمشقة ولا ينسونا في دعاء الخير والمغفرة والله المستعان وعليه التكلان وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين.

﴿نظم﴾

وهـي التـي فـاقـت حسـان زمـان

بـالـحسـنى والافـضـال والاحسـان

ولـجـميع مـا فيهـن مـن اوصـافهـا

فـي ذاتهـا طـراً بـلا بهتـان

وهـى التى لا تشترى الا بانفس الأشيا. وهو نفوس العلماء. اولى الفضل والكمال من الورى. ما احسن البائع والمبيع والمشتري ونعم المشترى. كما قال الفارض.

لا تـعـجبـوا ان عـلا كتـب الذين مضوا

فـان فـي الـخـمـر معنى ليس فى العنب

فـلـذا رجح على غرة من الكتب بعد كتاب الله والسنة وتحركت بالثناء عليه الالسن والشفاء. اذا خطر فـي الـخـاطر المخاطر ان اقرظه تقريظاً امزج فيه مزجاً لعيز فيه الأصل من التقريظ بالحمرة والمداد. ليدرك الـعـلـمـاء سـريـعاً المراد. ونشكرالله سلطان هذه البلاد صانه الله عن الشر والفساد. لأنه رحيم على العباد. ومـعـدن الـعـدل والـحكم. صاحب الجود والكرم. اعنى مير محبوب عليخان نظام الملك آصف جاه خلد الله دولتـه إلـى يـوم التـنـاد. بـحق النون والصاد. ثم نشكر على من شهر بطبع هذا الكتاب لنفع الخاص والعام. راجيـا ذا الـطـول والأنـعـام. والـحـمـدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد على آله وصحبه اجمعين.

(از : الجوهر النقى فى الرد على البيهقى

جلد ثاني صفحه (٢٧١ تا ٢٧٣)،

مطبوعه: دائرة المعارف العثمانية سنة١٣١٦هـ،

(حيدرآباد، اے پی)

✪✪✪

خطبة ميلاد خير البرية

خطبة ميلاد النبي صلى الله عليه وسلم فى تاريخ اثنا عشر شهر ربيع الأول

فضيلة الشيخ / محمد عبدالوهاب عندليبؒ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العلمين الوليّ الوفيّ المعبود الرحمن الرحيم وهو الغفور الودود 0 الذي اباد عادا و أهلك ثمود۔ ودمّر أصحاب الفيل ومزّق ملك نمرود۔ وزيّن الوجود بأشرف مولود 0 النبى العربي الذي شرف به الآبآء والجدود 0 وبعثه رحمة للكهول والشيوخ والاطفال الذين فى المهود 0 أشهد ان لآ اله الّا الله وحده لا شريك له شهادة تنفع قآئلها فى ضيق اللّحود 0 واشهد انّ سيدنا ونبيّنا ومولانا محمدًا عبدهٗ ورسوله الذى اباد أهل النّفاق والجحود 0 اللهم صلّ وسلّم على سيدنا محمد وعلى اٰله وأصحابه الموفين بالعقود 0 اما بعد! يا ايها الناس اتقوا واحذروا دائما تنطق الجلود۔ واعلموا ان فى مثل هٰذا الشهر الشريف ولد من لولاه لما خلق الوجود 0 ولا يصوّر والد ولا مولود 0 ولد يوم الاثنين لاثنى عشر ليلة خلون من الربيع الاوّل فاصبحت بطحآء مكّة ترقص طرباً. واهتزّ الحرم فرجاً وعجباً. واستبشرت أهل السّمٰوت بولادته وفازت اٰمنة بسعادته۔ ونطق الضّبّ برسالته۔ واقرّ الذئب بنبوّته وجلالته۔ فله النّسب الرّفيع المشرّف فهو محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم سيد بنى عدنان۔ فمن عظّم ليلة مولده بمآ امكنه من التعظيم والإكرام۔ كان من الفآئزين بدار السلام. فقد روى انّ ابا لهب أعتق جاريته ثويبة حين بشّرته بولادة صاحب الهيبة۔ فهو يخفّف من عذابه فى كل ليلة اثنين۔ كرامة لفرحه بولادة سيد الثقلين۔ وعن كعب الاحبار رضى الله تعالى عنه لمّا اراد الله ان يخلق المخلوقات بسط الأرض ورفع السمآء وقبض قبضة من نوره وقال لها كونى

محمّدا فصارت عمودا من نوره فعلا حتى انتهى الى حجب العظمة فسجد وقال فى سجوده الحمد لله۔ فقال الله سبحانه وتعالى لهذا خلقتك وسمّيتك محمّدا۔ منك ابدء الخلق۔ وبك اختم الرّسل۔ وبقى ذلك النور فى فطرة آدم عليه السلام۔ واسجد له الملئكة۔ واسكنه الجنّة حتى اصاب المعصية۔ فاخرجه منها فتوسّل بمحمد صلى الله عليه وسلم إلى ربّه۔ فقبل توبته واجتباه۔ وغفرله ذنبه وخطاياه۔ اللهمّ اعزّ الإسلام والمسلمين۔ واذلّ الكفرة والمشركين بدوام سلطنة عبدك السلطان بن السلطان مولنا السلطان (یہاں خلیفۂ وقت کا نام لیا جائے) خلّد الله ملكه وسلطنته۔ اللهم أنصره وانصر عساكرهٗ (تین بار کہے) اللهم انصر عبدك السلطان ابن السلطان۔ مولنا السلطان مير عثمان على خان خلّد الله ملكهٗ وسلطنته اللهم انصره نصرا عزيزا وافتح له فتحا مبينا۔ ولا تجعل لاعدائه سبيلا۔ برحمتك يا ارحم الرّاحمين۔ اللهم يا مقلّب القلوب ثبّت قلوبنا على طاعتك واتباع رسولك صلى الله عليه وسلم بارك الله لنا ولكم هٰذا العيد۔ ورزقنا الله وإيّاكم بما لديه مزيد۔ أعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ بارك الله لنا ولكم فى القرآن العظيم ونفعنا وايّاكم منه بالايات والذكر الحكيم۔ إنّه تعالى جوّاد كريم قديم ملك برّ رؤف وربّ حليم. [شعبان ۱۳۴۲ هجرى]۔

نوٹ: خطبہ عید میلاد النبی ﷺ جو بارہویں ربیع الاول کو دکن کی تاریخی مکہ مسجد میں بوقت صبح پڑھا جاتا ہے اس کی بناء حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی تھی الحمد للہ آج بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ موجودہ خطیب حضرت مولانا حافظ وقاری محمد عبداللہ قریشی ازہری نائب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ اس مقدس فریضہ کو انجام دیتے ہیں۔

ماخوذ: اربعین عندلیب، شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ

(بشکریہ مولانا قاضی غلام غوث صدیقی اشرفی صاحب، صدر قاضی بلاری، ریاست کرناٹک، انڈیا)

☆☆☆

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ

Reformer of The Millennium

IMAM MUHAMMAD ANWARULLAH FAROOQUI

Personality and Work

Mrs. Parveen Rukhsana Farooqui

The maternal grand father of Maulana Anwarulla was muhammad saad-ulla. He gets in the ninth generation with his paternal side which is as follows :-

Qazi Muhammad saad -ulla son of Qazi Azizulla, son of Qazi Abdul Qadir ,son of Qazi murad , son of Qazi Ali , son of Qazi Mahmood , son of Qazi Muhammad Kabiruddin (the ninth ancestor on the paternal side).

The twenty ninth ancestor of Maulana Anwarulla was shahbuddin entitled as Faruq-shah of Kabul . He was a distinguished nobleman of Kabul who migrated to India . The great Sufis and Saints of India Khwaja Fareeduddin Ganj-e-Shakar and Hazrath Imam Rabbani sheikh Ahmed of Sarhind belong to his family.In the sixth generation , Qazi Tajuddin was a distinguished scholar .At that time Aurangzeb was the Emperor of India, who by a firman had appointed him as the Qazi of Qandhar, district Nanded. From that time, he became the native of that place.During the period of Nawab Mir Nizam Ali Khan , the fourth Nizam , his grand -son Qazi Muhammad Burhanuddin , was appointed as a Qazi. The post of the Qazi was equal to the post of a session judge.

Qazi Abu Muhammad Shujauddin was the father of Maulana Anwarulla. He was born in 1225A.H. (1808A.D) .He got his early education at his native place Qhandar under the tutorship of Ghulam Jeelani. Then he came to Hyderabad and learnt by heart the Holy Quran and studied theology under Maulvi Karamat Ali.

In the year 1263 A.H., he was appointed as the Munsif of Dharoor where he sarved for fourteen years. In 1277A.H.(1860 A .D.) Nawab Sir Salar Jung I appointed

him as the Chief Munsif of Nirmal .In the year 1281A.H. (1864 A.D) he was transfered to Aurangabad but he was unable to continue his service owing to his old age and sickness . He retierd on pension in the year 1281 A. H. and returned to Hyderabad and died in 1288 A.H.He had two wives.The second wife who was the daughter of Muhammad Saadulla, Qazi of Kalamnoor ,had two sons .The first was Maulna Muhammad Anwarulla , the second was Maulana Muhammad Ameerulla.

Maulana Muhammad Anwarulla was born on 4th Rabius-Sani 1264 A.H. (1847 A.D.) at Nanded. He received his early educatoin at the hands of his father and while memorizing the Holy Quran he was guided by a blind scholar, Hafiz Amjad Ali. He completed his "Hifz" (memorising the Holy Quran), at the early age of eleven years. He studied some books on "Fiqh" from his father and later on Maulvi Fiazuddin, Maulana Abdul Haleem of Farangi Mahal, Lucknow and Maulana Abdul Hai of Fararngi Mahal Lucknow taught him. He studied the Tafsir under Sheikh Abdullah of Yamen, who had come to Hyderabad. His biographer states that he took keen interest in his education, and concentrated on his studies.

After his formal education he became interested in Suluk, performed Bai"at his fathers hands and accepted him as his Murshid. He was initiated in all the my"stic paths according to the various fraternities. When he later visited Arabia (Hedjaz) he repeated his Bai" at Macca at the hands of Maulana Imadulla Muhajir.

Maulana Anwarulla married the daughter of Haji Muhammad Ameeruddin in the year 1282 A.H.,(1865 A.D.) Three years later, he was appointed as a précis writer in the department of revenue in the Nizam's dominion.But he resigned his post after only 11/2 years in the year 1287 A. H. The reason of his resignation is very interesting and important as they throw light on his character and religious out-look. As a précis writer, he had to go through different types of files of the revenue department .Once

He was given a file which dealt with the case of a loan with intrest. As in Islam, intrest on money is prohibited and one who gives or one who takes or even the third person who keeps the account-all are liable to be punished, so Maulana Anwarulla who was very keen in his religious observances refused to summarize that file.He resigned his job telling the authorities that it was impossible for him to discharge his duties in such an environment where he had to maintain the records of interest.In response to his resignation his afficer granted him a concession that he would not be given such files pertaining to transaction of interest . But the honest Anwarulla replied, "as a servant , I must discharge all the duties as per the governament orders . Moreover , for the time being during the tenure of the officer I will be given such a concession, later on, perhaps, the new officer may not continue to show that concession".In that way, with utmost honesty and sense of duty , he resigned his job. As a result, he had to face severe economic crisis.When he submitted his resignation he had a family and had to look after several members. Even then religion was more important to him than the governament service or family affairs. Unfortunately, his faher expired after one year, and the economic difficulties assumed a very grave shape. But the composure and courage of this great man was not at all shaken.

There is another story about his resignation.One of his student Maulana Mufti Syed Mahmood who was closely associated with him while giving an interview to the editor of "Irshad"a monthly Urdu magazine says:

"Maulana Anwarulla Khan was appointed in the revenue department. Mr. Dunlop was his immediate officer and Mr.Walker was the revenue minister.In those days, Maulana Anwarulla Khan used to offer his early after noon prayers in the mosqueof Hussaini Alam (which is now known as Masjid Abdulla Shah Saheb). During the prayers, he was so much lost in prayers that often he forgot the timings of his office.

One day Mr.Dunlop called him and said came to know that the Maulana had not yet returned from the mosque.The English officer wondered and said "service and the namaz-what is the combination?". The jamedar or the attender ,who had very much regard for the Maulana, informed this.As a result ,the Maulana immediately tendered his resigration.(1)

the two stories regarding the resignation of Maulana Anwarulla are different from each other, but the point common to both of them was the stress on religion.

The general opinion about the teachers is that when all the doors of employment are closed, a candidate for service becomes a teacher. But, in the case of Maulana Anwarulla, he himself closed all the doors of employment and entered in the field of education with a new zeal to remove the darkness of ignorance.When Maulana Anwarulla tendered his resignation from governament service, he started a small 'Maktab' in the Afzal -Gunj mosque at Afzal-Gunj, a locality on the banks of the river Musi. Thus the greart man entered the field of education with a divine vision and heavenly courage.

When Maulana Anwarulla was conducting a Maktab (school) in the Azal-Gunj mosque, a noble- man Maulana Hafiz Ghulum Qader Saheb by name who had come from Madina planned to start a religious school on a larger scale and with a broader base. He consulted his friends, particularly Maulana Muhammad Muzaffaruddin Moalla, who was then the Deputy Director of the Postal Department. These people called a meeting at the house of Muhammad Muzaffaruddin Moalla and decided unanimously to start a religious school. Thus 19th Zil-Hijj,1292A.H . (1875.A.D.) can be regarded as the date of birth of the Madrase-Nizamia and persons assembled at the house of Muzaffaruddin Moalla can justly be described as the fisrt working committee of this institution.Before this committee the important question was the

selection of the head of the school. The members gathered at Mr. Moalla's house rightly selected Maulana Anwarulla as the head of this new institution. (2)

It is a matter of regret that the biographers of Moulana Anwarulla and the workers of Jamia Nizamia have not recorded the names of other teachers who were then appointed to assist Moulana Muhammad Anwarulla.

According to Moulana Ruknuddin, there was no permanent source of incoe. However, the new-born institution was run by the contributions of the Muslims. After the payment of the salaries to all the teachers the little balance that was left over, was sent to Maulana Anwarulla's home, and he was content with such a low income. Though he did not have enough resources yet he had planned to visit Arabia. By the grace of Allah, he fulfilled his ambition in the year 1294 A.H. In those days, at Mecca, Hazrath Hafiz Imdadulla was regarded as a great spiritual personality. Maulana Anwarulla repeated the 'Bai'at', oath of allegiance and acknowledged Hazrath Haji Imdadulla as his Murshid and thus, he was initiated into the mystic cult at Mecca. During his stay at Mecca and Madina, he wrote a narrative poem (Musaddas) and its commentary, in which he has expressed his thoughts on religion. Fortunately, his Murshid Hazrath Haji Imdadullah wrote a few sentences by way of praise to this book. At Madina, he used to spend his days and nights in prayers and meditation. He used to spare some time to go to a library which was located at 'Babe-Jibraiel'.

He copied many manuscripts and later on these rare books were published by the old students association of Jamia Nizamia. After spending the month of Ramadan at Madina, he came to Mecca and presented himself before his Murshid. At that time he got very important order in his dream from prophet Muhammad, (peace be on him), ordered Anwarulla to return to his native place, Hyderabad and to rejoin the school to propagate the Islamic teachings. But the love of Madina and the

soul-satisfying green tomb of Prophet Muhammad (peace be on him) were so pleasant to him, that he was reluctant to return to his native place. As a punishment, his sister fell ill and died and later on, his young son too expired. This was a clear alarm indicating that the divine power was angry with him, as he had not carried out what he had been told in the kind vision granted by the holy Prophet Muhammad, (peace be upon him) and his order was not obeyed. His Murshid, Moulana Imdadulla Muhajir of Mecca also instructed him to return to Hyderabad and continue the same service at the religious school. Such a story purely based on faith and affection might not have any attraction for those people who have no faith in such supernatural events. For their satisfaction I would like to emphasize its importance in another way. Service of humanity, or service as a teacher to propagate the teachings of the holy Quran and the preachings of the Prohpet, (peace be on him), are far better than migration to Madina or Makkah.

Maulana Anwarulla returned from Mecca in obedience to the order given by Prophet Muhammad, (peace be on him). Thus the Madrase-Nizamia, a new-born religious school started in the mosque of Afzal-Gunj got the divine patronage of Allah and the blessings of Prophet Muhammad, (peace be on him). This was an important thing for those who had full faith in such visions. Therefore with great zeal and courage the Moulana worked in the institution. The miracle continues and we see many of its effects in the history of Jamia-Nizamia and also in the pious life of Moulana Anwarulla. When the Maulana was serving the school, a historic incident took place in the city of Hyderabad. In those days, Nawab Mir Mahboob Ali Khan was the ruler of the state. But, at that time he was a minor, therefore Sir Salar jung-I had become the regent with shamsul- Umara to assist him in the adminstration as co-regent. The young king was given good education by eminent scholars in different subjects. Moulvi

Muhammad Zaman Khan Shaheed was his teacher for religious education. Unfortunately the teacher of the king was killed by a Mahdavi Pathan on 6th Zil-Hijj 1292 A.H. (1875 A.D.). The martyrdom of Moulana Muhammad Zaman Khan was not an ordinary incedent. In those days, there was quarrel between the two sects of Muslims-Sunnis and Mahdavis. A considerable number of Pathans had accepted the Mahdavi cult and there was a tension in the city of Hyderabad. As a result an irritated Mahdavi Pathan put certain questions on religion to Maulana Zaman Khan. When he was not satisfied with the answers, given by the Maulana, the pathan assaulted the royal teacher. To fill this vacancy the younger brother of Muhammad Zaman Khan whose name was Maseehuz-Zaman Khan was appointed to teach the young king. But Moulvi Maseeh-uz-Zaman Khan had other duties to perform in the royal palace. He did not find sufficient time to educate the young king. This was brought to the notice of Sir Salar Jung I and Nawab Rasheeddding Khan who were responsible to look after and manage the government. In these circumstances, Maulana Anwarulla Khan was requested to give his time to train the young king. At first, Moulana Anwarulla Khan who had devoted his life for the service of the public refused to accept this honour. But the friends and other nobles of the court prevailed upon him to accept this post as they had already taken permission of appointment with a hope that Moulana Anwarulla would accept the offer. In case of refusal the nobles of the court had to face disappointment and perhaps it would have been understood as a dishonour to decline the royal offer. Maulana Anwarulla who was peacefully and in a contented manner rendering his services to the public felt himself in a tight corner. He, at first did not accept the offer and replied, that he would think over the matter and consult higher power by means of 'Isteqara'. (3)

At night after his prayers, he felt as though he was entering the royal court-hall

with some papers and files. He took this vision as a permission to accept the new service to teach the young Nizam.

It is interesting to see how a simple clerk of the revenue department resigns his post because of his honesty and purity of thought and the Almighty Allah rewarded him in a better way. From the treasury of Sarf-e-Khas (royal estate) his salary was paid at the rate of rupees four hundred per month and he became the teacher of the king and was responsible to train the king in religious and devotional matters. The young king had a great respect and regard for his teacher. At the time of his coronation in the year 1301 A.H. (1883 A.D) the king honoured his teacher with the title of 'Khan Bahadur'.

Apparently Maulana Anwarulla Khan was attached to the royal court, but his service to the school still continued and even in a more zealous way.

Love for Prophet Muhammad, (peace be on him), unquenched in the heart of Moulana Anwarulla Khan. In the year 1301 A.H. (1883 A.D.) he went on a pilgrimage. Again he decided to settle down at Madina, but when his wife expired on 26th Ramadan in the year 1302 A.H., he returned to Hyderabad.

Again in the year 1305 A.H. (1887 A.D) he visited Egypt and Arabia and dwelt at Madina for a period of three years. This was an important journey from the point of view of academic activities. During this stay, he visited the famous libraries of Madina and copied many important and rare manuscripts. He spent many thousand rupees on these academic activities, as he used to draw a handsome pension from the Nizam's court even while at Madina.

During this period, he was again put to a test by the divine power. He fell seriously ill. A close colleague of his native place, Qazi Muhammad Shareefuddin insisted upon him to return to Hyderabad. Many other prominent citizens of Madina

suggested him to return to Hyderabad. Any how after the pilgrimage in the year 1308 A.H., he came back to Hyderabad.

At Hyderabad, the king Mahboob Ali Khan who was his sincere student offered him new service to teach his young prince Nawab Mir Osman Ali Khan. This service was continued till the 7th Ramadan, 1329 A.H. (1911 A.D.) the historic date of the coronation of the seventh Nizam Mir Osman ali Khan.

When Mir Osman Ali Khan was enthroned in the year 1329 A.H., Maulana Anwarulla was free from all duties. But in the year 1321 Fasli (1911 A.D.) he was given the office of the Director of the Ecclesiastical Department. In those days, this post of religious affairs commanded respect and importance as the decisions taken by this department were accepted in the court of law. Though Moulana anwarulla was above 55 years and according to service rules, on should not be continued in service after that age, therefore special concession was granted to him and the king explained that no one was competent to handle that post except his teacher. In the year 1332 A.H, (1913 A.D), when Muzaffar Jung the minister for religious affairs died, Moulana Anwarulla Khan was promoted to the post of the minister and the important portfolio of the ministry of religious affairs was given to him and a salary of rupees two thousand per month was awarded to him by a special royal farman, dated 16th Jamadi-ul-Awwal 1332 A.H. (1913 A.D.)

Nawab Mir Osman Ali Khan, like his father Nawab Mir Mahboob Ali Khan had a great regard and respect for his teacher. The 7th Nizam had two sons, Nawab Azam Jah Bhadur and Nawab Moazzam Jah Bahadur. The old teacher who had trained the two royal generations now got an opportunity to serve the third generation also. Like Amir Khusroo, the famous vazir of Delhi Sultanate, who had served five kings of Delhi, Maulana Anwarulla Khan also trained the minds of the three generations of the

Nizam's family.

In the year 1335 A.H. (1917 A.D.) on the occasion of his birthday, the 7th Nizam was pleased to honour his teacher and confer the title of 'Fazilat Jung' on him. A biographer (4)

of Fazilat Jung Nawab Anwarulla Khan, rightly points out that the title 'Fazilat Jung' was a unique title never granted to any noble man of the royal court during the tenure of the last six kings of the Nizam's dynasty. The meaning of 'Fazilat' is 'full of honour' as the word 'Fazilat' stands for reverence and excellence. Rightly Moulana Anwarulla was a combination of various types of 'Fazal' or excellence in his personality. He was a pious man fully obedient to his Creater. He was a true lover of Prophet and a scholar with an aptitude to impart education and thus serve man-kind. His social status was also great as he was the teacher of kings and the minister of the state. In the field of education, he was a torch-bearer. His many-sided personality resembled the many sided diamond which shines brightly on all sides. Fazilat Jung was greatly honoured by his pupil, the seventh Nizam who himself was a great scholar and a man of noble and lofty ideas.

This tired scholar who had saved continuously for the propagation of religious education in public life, as a teacher in the royal palace and looked after the ecclecesiastical affairs of the state died of cancer in the year 1336 A.H. (1918 A.D.). The famous surgeon of Hyderabad Arasto - Yar - Jung with the help of other doctors had operated on him, but their efforts were in vain. At the time of his death, the king Osman, his beloved pupil, was not at Hyderabad, he was in Bombay. Thus it was a sad occasion for the noble pupil, as he was unable to attend the funeral. However, on telephone he ordered that his teacher may by buried in the campus of Jami'a-Nizamia so that his soul and body might continue the never ending relation with the institution

founded by him, even after death. The dead body was brought to Mecca Masjid the historic mosque of the Qutub Shahi period, where the Namaz-e-Janazah (funeral prayer) was performed by tens of thousands of his admirers.

As we have mentioned earlier, Maulana Anwarullah Khan Fazilat Jung, was a combination of various types of great qualities. His greatest deed was the foundation of Jamia Nizamia. Although, he was compelled to perform many other services, yet his relation with the jami'a was so near and dear to him that he could rightly be called the founder of the religious education in the modern Hyderabad. His greatest deed was the foundation of Jamia Nizamia. His energy, wealth and his good offices all were reserved for the Jami'a. On account of his influence and owing to his eminent scholarship, a group of scholars gathered around himand in on Organization was started at the right time and in an Organization was started at the right time and in an appropriate way to remove the darkness of ignorance and kindle the lamps of religious philosophy in the precincts of a princely state where pomp, glory, luxury and ease were the orders of the day, religion and education were usually kept in the background.

Refrences

(1) "The Irshad", monthly Urdu Magazine, edited by Javeed Qadri, Nov.Dec1961-p31

(2)Matla-ul-Anwar, Mufti Muhammad Ruknuddin, p.12, published by the Old Students'Association,1353 A.H

(3) Meaning of 'Isteqara' - to seek divine help after the night prayer. A person who is facing difficulty to decide at a critical situation must pray to God and seek His divine guidance. During the sleep one can get guidance about.

(4) Moulvi Qutub Moinuddin, who is writing a biography of Moulana Anwarulla Khan is kind enough to permit me to go through the papers drafted by him.

☆☆☆

Reformer of the Millennium

(Hazrath Maulana Mohammad.Anwarullah Farooqui(R.A)
(1264-1336 A.H)

By : Abu Zahid S.S. Waheed Ullah Hussaini -Al- Quadri -Ul- Multani
Kamil -Ul- Hadees Jamia Nizamia, M.Com Osmania University.

When we go through the recitation of Quranic Verses we come to know that the Qur'an has a number of examples and stories. It has an incredible impact on the conduct of an individual as well as society at large. As far as the former is concerned Allah describes its benefits as stated below :

"Such are similitudes which we propound to men, that they reflect." (Al-Hashr. V. 21)

Further :

"So relate the story; perchance they may reflect." (Al-Araf V.176).

In the light of the above Quranic Verses it is very useful to describe the life and work of a great reformer and spiritual leader of Islamic Society. Islam has its own unique culture that is the strength of this religion. By and large many streams have contributed to this unique culture through spreading of Islamic teaching. Among such men is The Shaikh-Ul-Islam Hafiz Hazrath Maulana Anwarullah Farooqui Fazilat Jung. His contribution towards the development of Arabic Language and Islamic thought was noblest. A number of scholars wrote useful bibliographies of Shaikh-Ul-Islam which can be made use of by those who wish to pursue the subject further. I write this article with the hope of paying a humble tribute to his person and ideas, to his identification with the larger causes of Islam and to his great intellect and sympathy for the muslims and their problems which made a very great impact on the muslim community. I would like to present his life and work at a glance before the readers. He was born on 04-04-1264 A.H in Nanded district in a religious family who enjoyed deep

respect of the populace. Every one had a lot of esteem for his pious family. Inspite of the splendour and abundance surrounding his kin Shaik-ul-Islam was not inclined to worldly wealth. He continued to tread the path of piety and altruism as he climbed to the highest degree of Shaik-Ul-Islam. From the very beginning of his adult life he was closely associated with Islamic culture. He had his early schooling from his father Maulana Qazi Shuja Uddin Qandhari, then he joined Maulana Abdul Halim Farangi Mahali, Maulana Abdul Hai Farangi Mahali, Maulana Abu Muhammad Shuja Uddin and Maulana Fayaz Uddin Aurangabadi, for further education. He went to Haj four times in his life at one of which he performed along with Shah Syed Muhammad Hussaini -Al- Quadri -Ul- Multani, devotee of Hazrat Shah Syed Peer Hussaini -Al- Quadri -Ul- Multani, Muhaqqiq and Khalifa of Hazrat Shah Syed Abdur Raheem Hussaini -Al- Quadri -Ul- Multani, Khadim and founder of Islamia College Warangal. When he went first in 1294 A.H to perform Haj he met one of the eminent spritiual saints of his time Haji Imdad Ullah Muhajir Makki (R.A). The person who influenced him most in his life was Muhajir Makki. Shaikh-Ul-Islam was highly impressed with the Muhajir Makki's catholicity of views and his disarming love for the whole of humanity in general and the muslim community in particular. Without deviating from the faith of his forefathers the Shaikh-Ul-Islam became a devotee of the Muhajir Makki (R.A) because of his spiritual loftiness and dazzling personality. Muhajir Makki did realise his worth and groomed him as his Khalifa. He was a strict follower of Islamic tradition at a time when the muslim community was mostly fascinated with non islamic culture and religion. He was deeply conscious of Islamic self-respect and reacted strongly and felt angry at any disrespect shown to Islamic rule. Throughout his life he remained a staunch pious muslim. The basic aim of his life was to mobilize muslims towards believing that the values established in Islam were the ones that must be respected

and enforced, both, in attitude and behaviour. Islamic values know no limits of geography. These are cosmopolitan in the true sense of the word, not meant for citizens of a particular state only, but for human beings as a whole. The most striking thing about him is that the eminence in teaching and scholarship produced, in his case, only a spirit of humility, which has always been the characteristic of an authentic seeker of knowledge. Philosophy of Islam had been to him not just a body of knowledge but also a way of life. He practised what he preached and translated his ideas into practice. He did not simply theorise, but devoted himself to essential practices as a man of action, his approach to social, educational and political questions displays basic consistency and dedication. He was a man of few words. He was quite sharp and very alert in decision making and a remarkable personality of his time. He also appointed minister of Ecclesiastical Department. He bitterly criticises man's selfish conduct. His life of selfless devotion to the community is a lesson and an insentive to service to the country. He determined to devote himself fully to educational and spiritual activities and stressed the need of constructive work in Islamic field. He was well grounded in Arabic literature, Islamic scriptures and was very fond, at the same time, of research works. He had varied Islamic research interests and contributed widely to the field of Islamic research. He had a flair for writing and for composing poems. He expressed great thoughts in perfect aesthetic, effective precise and powerful language and reflects originality and uncultivated freshness of poetic talent. Because he has pure love of the Prophet (SAW), the wisdom of a learned philosopher and imagination of an epic poet. He came into prominence among the Islamic refermists by writing researched books. He had a fame as a writer of a large number of works and articles in Arabic, Persian and Urdu. In the field of research his activities have not been confined to Hyderabad only. He had

travelled abroad extensively and set an example to others. In his compilations he made an attempt to trace Islamic history in his books and he showed high professional skill in combining readability with sound judgement in his masterly pieces of historical writing some of which are the Anwar-e-Ahmadi, Kitabul Aql, Anwarul Haq, Anwarut tamjid, Intikhab-i- Sihah Sitta (Manuscript), Ifadatul Ifham (2 Vol), Haqiqatul Fiqh (2 Vol), Maqasidul Islam (11 Vol) and Intikhab-i-Futuhat-i-Makkiyah are very prominent and popular among people, students and scholars these books had a fabulous impact on muslim community and their influence is still felt today. Inspite of that he wrote a number of valuable and thoroughly researched articles in which he tried to furnish true Islamic insights. With clarity and precision, Shaikh-ul-Islam wrote all his articles which provide a wealth of detail and enable the readers to get a comprehensive picture and a clear idea about Islam with reference to its Political, Moral, Religious, Educatoinal, Social, Financial and administrative aspects. However his collection of books is undoubtedly a richly eloquent and stimulating work, which deserves to be read and re-read. His books are based on exhaustive studies, the majority being well-documented, and offering a balanced, critical and analytical exposition, a masterly piece of historical writing, which will remain as an original and unique work of reference for many years to come. He has also been associated with a large number of institutions engaged in religious and educational work. His munificence in the social field was proverbial; there were countless cases of his private charity. Prof. Akbar Uddin Siddqui rightly said that his social activities were innumerable. Prof. Ata Ullah Hussaini -Al- Quadri -Ul- Multani, Qudsi (Pakistan) pointed out as follows :

"He establised a number of Madrasas in Deccan, granted financial aid to the sub continent's madrasas, sent a huge

amounts to construct masjids in Australia and Basra" (Article published in Anwar-i-Nizamia 1983).

He was a true visionary and took up the fight against ritualism, ceremories and superstitions, and urged the people to imbibe the spirit of Islamic teaching. He soon mobilized muslims and aroused the community from its slumber. He realised the educational backwardness of muslims and launched a massive campaign for removing it. Simultaneously Shaikh-Ul-Islam was ostentatious in his way of living, critical of social evils like neglect of moral values, the defective system of religious preaching and of keeping marraige records. He worked very hard to achieve a reasonable level of literacy in the community. He tried hard to eradicate social evils such as dowry, and inadequate alimonies to divorces. In addition to these meritorious services, he became the founder of the Jamia Nizamia, (19-12-1292 A.H) a well known Arabic University in India. Now a days it has 120 affiliated schools and a vast network throughout the world. Followers of all the four schools of muslim jurisprudence viz those of Imam Abu Hanifa (699-767 C.E), Imam Malik (710-795 C.E), Imam Shafai' (767-819 C.E) and Imam Ahmed bin Hanbal (775-855 C.E), despite minor differences in these schools were provided higher education under one roof in the Jamia Nizamia. This University produced a number of world famous scholars one of whom is the celebrated world-renowned scholar Dr. Hamid Ullah whose contribution to literature and law is recognised on international level, Dr. Hamidullah's works cross geographical boundaries as a result of which many non muslims embraced Islam. He delivered lectures in Paris, Italy, Istambul and many other Universities. He disclosed many unknown and historical facts in his works. He stressed the importance of manuscripts in the study of Islam.

Apart from Jamia Nizamia his memorable thing is Dairatul Ma'arif (est.1308 A.H).

In the founding of this world known institution Shaikh-Ul-Islam played a vital role. Prof. Md. Suleman Siddiqui Vice Chancellor Osmania University writes:

> **"Taking into consideration the systematic growth of education and realising the deplorable condition of rare and invaluable Arabic manuscripts, educationists and scholars like Nawab Imadul Mulk Sayyid Husain Bilgrami, Nawab Fazilat Jung Maulana Anwarullah Khan and Mulla Abdul Qayyum established a committee called Dairatul Maarif to edit and publish these works. All three of these scholars deserve to be acclaimed for their significant contributions in the field of education and academic progress in the Nizam's State. (Islamic Culture)**

Innumerable Arabic manuscripts, books incl. the Kanz ul Ummal (11 Vol) were edited and published from this valuable institute. according to Prof. Md. Suleman Siddiqui :

> **"During the past 123 years, the Daira has published more than 300 rare books running into over 800 volumes which deal with subjects like literature, fine arts, history, sufism, philosophy, Quranic comentaries, Hadith, Fikh, metaphysics, medicine, mathematics, geography, astrology, astronomy etc. Manuscripts on these subjects were obtained from Madina, Khediviah libraries of Cairo, India office library, School of Oriental Studies, the British Museum, Oxford University, Berlin, Constantinople,**

Sindh, Bihar, Lucknow, Bankipur, Patna, Delhi, Madras, Rampur, Deoband, Bombay and Aligarh. (Ibid)

To promote learning and scholarship Kutub Khana -i- Asafiya was founded in 1308 A.H Nawab Imadul Mulk Sayyid Husain Bilgrami, Mulla Abdul Qayyum and Shaikh-Ul-Islam played a very important role in its establisment. At that time there was no other library existing in the Asaf Jahi State. This library was later named the State Central Library. SCL has been acclaimed by a number of students reputed scholars, scientists irrespective of caste and creed.

He also founded Majlis -i- Isha'tul Uloom in 1330 A.H. The founder aimed at collecting rare islamic books to get them published by the Majlis-i- Isha'tul Uloom.

Fazilat Jung can be called the reformer of the Millenium. Admittedly there are a number of reformers in every sphere of life. but their efforts and constructive activities are confined to limited areas, the Shaikh-Ul-Islam's work got international fame and attracted the whole world, because his intention behind every work was sincere. It is truely said that every action reflects the intention. Umar bin Al-Khattab once said, I heard Allah's apostle saying "The reward of deeds depends upon intentions and every person will get the reward according to what he or she has intented. So whoever emigrated for worldly benefits or for a woman to marry, his emigration was for what he emigrated for." (Sahih Bukhari)

To, sum up, his aimed to give today's technological civilization a moral character and an ethical direction which is absent at present. His life and work not only show us the straight path but also provide us wonderful images, analogies, similies and metaphors making our philosophy and literature rich and variegated.

☆☆☆

BLISSFULLY FELICITOUS EXPRESSIONS OF A HUMBLE

WELL WISHER OF BENEVOLENT JAMIA NIZAMIA

BY: ALHAJ MIRZA MUNAWWAR ALI BAIG,
M.A., LL.B. (Alig.),Senior Advocate, High Court of A.P.,
Member of A.P. State Bar Council of A.P., Member of A.P. State Wakf Board.

Equally proud are we, of our tremendoustly great and unsupassed **JAMIA NIZAMIA**.

Behold! quarter and one century old, is the excellently triumphant **JAMIA NIZAMIA**.

EGYPTIANS, do rightly boast of the supermost and first ever (University) **JAMIA-AL-AZHER**, We **INDIAN MUSLIMS**, too, boast of the outstandingly foremost and prominent **JAMIA NIZAMIA**.

Oldest and best, perhaps, in the Sub-Continent, is our **JAMIA NIZAMIA**.

Known for its Comprehensive Oriental and secular studies, is **JAMIA NIZAMIA**.

Thousands of Scholars had their thirst quenched in the far eastern globe, at **JAMIA NIZAMIA**.

Knowledge, Unversity, are the Nizamians catering, acquired from the fountain head of **JAMIA NIZAMIA**.

Partons and benefactors, were **NIZAMS, THE EXALTED HIGHNESSES,** of **JAMIA NIZAMIA**.

Porentate Kings and supreme monarchs. were they, besides benign curators of **JAMIA NIZAMIA**.

Peace, plenty and equal treatment the subjects enjoyed during the golder regime of the **NIZAMS.**

Home they brought faculties of lingua franca by establishing **JAMIA OSMANIA AND JAMIA NIZAMIA**.

Unique prerogation the Deccan Plateau had demonstrated, breeding on its soil three **GIGANTIC HAQS**,

The Seer pious and founder to **JAMIA NIZAMIA**, is **HAZRAT MOHAMMED ANWARULLAH ALIAS ANWARUL HAQ** .

Literary attained personality in Urdu and English, is **BABA-E-URDU, Dr. ABDUL HAQ**.

SIR SYED OF SOUTH INDIA (Kurnool)privileged in extablishing (7) Grade-I Degree Colleges, is **Dr. ABDUL Haq**.

Wonder ful are the ways of pious men and wonderful are the miracles of **SAINTS.**

SHAIKUL ISLAM HAZRAT MOULANA HAFIZ MOHAMMED ANWARULLAH FAROOQUI (R.A.) was the founder SAINT.

Rightly indeed, **H.E.H SIR MIR OSMAN ALI KHAN**, Conferred on him the title of **FAZILAT JUNG BAHADUR**

Coinciding are the 125th Anniversary Celebrations with the URS-E-SHARIF of the Founder **SAINT (R.A)**

Truth in abundance could be seen as dreamt by **HAZRAT MOULANA SHARFUDDIN, EVEN TADAY**.

Out-going qualified students of this Alma Mater, in their dreams, sight the **HOLY PROPHET (S.A.W.S) EVEN TODAY**,

'Rahmat' of **RAHMAT-UL-LIL-ALAMEEN (S.A.W.S.)** is felt as being showered on the taught,

With no adequate funds, running of the prominently sizable Jamia, is

a living miralcle, **EVEN TODAY**.

Beside being the seat of legal opinion, '**DARUL- IFTA**', the subjects tought in **JAMIA NIZAMIA**.

Are '**TAFSEER**' (Exegesis of the **HOLY QURAN) HADITH** (Tradition of the **HOLY PROPHET (S.A.W.S.)** and the **JAMIA NIZAMIA**.

Always propounds '**FIQHA**' (Jurisprudence) which is the forerunner of modern Jurisprudence of the world,

Top of all, '**MOULVIES', 'QAREES'**and **'HUFFAAZ'** recieve basic training of human rights in this **JAMIA NIZAMIA**.

Always bedecked, Scholars of high repute, the dignifies seat of **VICE-CHANCELLOR**, known as **AMEER-E-JAMIA**,

Graceful it is, **MOULANA SYED AKBAR ALI NIZAMUDDIN SAHEB**, is the **AMEER-E-JAMIA**.

Equally well read, man of erudition and piety has adorned the distiguished seat of **SHAIK-UL-JAMIA**,

Auspiciously and advantageously, **MOULANA MUFTI KHALEEL AHMED SAHED**, is the **SHAIK-UL-JAMIA**,

How Glad it is, **CHAIRMA OF THE RECEPTION COMMITTEE**, is providentially sent **PERSON,**

HAZRAT MOULAN SYED SHAH MOHAMMED MOHAMMED-AL HUSSAINI, is the **CHIRPERSON**,

Being the **SAJJAADA NASHEEN OF DARGAH HAZRAT BANDE NAWAZ GESUDARAZ (R.A.) of GULBARGA SHARIF**,

Marvellous! the prestigeous mantle of **SECRETARYSHIP**, is put on **Dr. MOHAMMED SULTAN MOHIUDDIN'S PERSON.**

WITH PROFOUN RESPECT AND GREAT VENERATION.

Hazrath Shaik - UL - Islam

Moulana Mohammed Anwarullah Farooqui (RH)

" Personality, Academic & Literary Works ''

By. Dr. Mohammed Abdul Hameed Akbar

The title of the thesis is self evident. In this thesis, the life, personality, thoughts, knowledge and greatness and authority in urdu prose and poetry of Moulana, has been presented. It was the need of the time and circumstances, to undertake the research work about the academic and literary achievements of Moulana, which was not done before in urdu literature. Though, some matter about Moulana has been presented in this respect. Such as, Dr. Akbaruddin Siddiqui has portrayed his impressions about academic and literary services of Moulana in his book called as "Mashaheer-e-Quandhar". One important article on "Sufism" written by Moulana is included in a publication entitled "Hyderabad Ke Adeeb" Vol. 11 (1900 to 1960 A.D.) edited by Dr. Zeenath Sajeda. She has praised the Moulana for his distinguished academic and literary career. One of the Moulana's favourite protegies, Mufti Mohammed Ruknuddin is the author of "Matla-Ul-Anwar". In which, the life and academic works are recorded. An article as named ''Moulana Anwarullah Khan" by Tamkeen Kazimi, has been published in "Shakhsiyat Number" of the "Nuquoosh" Lahore. The writer has praised the personality of Moulana, his ability and interest in poetry. One manuscript named as "Noor-Ul-Anwar" scribed by Moulana Qutub Moinuddin Ansari, is in safe custody of Hazrath Sajjada Nasheen of Dargah Hazrath Raju Quattal Hussaini (RH) Hyderabad. In this manuscript, the matter has been collected regarding the life and work of Moulana, his academic and practical life, reforms towards the muslims, the grooming of Asifi rulers, religious and political reforms in Deccan.

These are the only books, journals and articles, in which we find some matter

relating to Moulana's personality, prose writings, poetry and other academic works. But it is strange to note that, so far, no research work has been undertaken in any University or academic institution of India, to highlight the personality and achievements of Moulana. I feel it is an obligation and favour of Allah The Almighty that a humble and meager person like me, has tried to undertake this valuable research work. However, this work has been completed after the year's hard work. In this connection, I have visited may libraries of Hyderabad. Such as, Salarjung library, Osmania University Library, Asifya Library, Library of Idara-e-Adabiyat-e-Urdu, Library of Jame Nizamia and even Library of Dargah Bandanawaz of Gulbarga and Public Library Bidar to collect material of my thesis. Besides, I made personal contacts with Scholars and men of letters of Hyderabad. As a result, I culd get a manuscript of Moulana's poetry named as "Kalam-e-Anwar" from Idara-e-Adabiyat-e-Urdu Hyderabad. In this manuscript some unpublished verses are included. The photo copy of unpulished verses is included in this thesis.

Moulana Anwarullah Khan's period starts after the first war of Independence. At that time, Mighty Moghal Empire had collapsed. As a result, Muslim Civilization suffered decadence and urdu language and literature also was about to decline. At that time, fore-runners of urdu literature, such as Moulana Mohammed Hussain Azad, Sir Syed, Shibli and Hali were catering towards development of this embryonic language and literature through their literary compositions and compilations. The British Government was also watching the scene keenly. Hyderabad, which forms as an important part of Deccan was making headway towards progress under the royal patronage of Late Mehboob Ali Khan the sixth ruler of Asifi Kingdom. In this context, Moulana Anwarullah Khan Farooqui has left behind his valuable compositions and collections of poetry named as "Shameem-Ul-Anwar" to serve the nation, which is an important source of this period of decadence.

Indeed, the purpose to compile this thesis is to highlight the academic, reformative and literary works, particularly, his writings in prose.

This thesis comprises five chapters. First chapter has two parts. The first part deals with the life of Moulana. The personality of Moulana is dealt with in the second part. In the first part, under the life, lineage, genealogical chart, native place, birth, child-hood, home atmosphere, education and training, Baiat (Initiation as a saint's disciple), marriage, Issues and disciples, search for livli-hood, employment, resignation, publication of Maquasid-ul-Islam, educational and reformative services, journey, establishment of Madrasa-e-Nizamia and Dairat-ul-Ma-arif, Quadiyani movement and his role in refutation, comments on views and thoughts of Sir Syed and Shibli, struggle for Quaza-at issue and other reformative affairs. Acceptance of the post of Sadrus-sudoor and title of Fazeelat Jung, severe illness and sad demise and his spiritual activities etc. are mentioned in detail.

Under second part of the first chapter, the study of Moulana's personality, learning, faith, school of thought, abandonment, fear of Allah etc. are discussed. In the same part, Moulana as mentor of rulers of Deccan, Moulana as an authority in Islamic studies and his greatness is also dealt. In order to implement the Islamic tenets, practical proposals of Moulana are discussed in detail.

The second chapter is divided in three parts. The first part deals with the back-ground of his ideas and thoughts. By this, we can guage the Innovative vision of Moulana during his period. In the second part "Sufism" and its evolutionary history is dealt. In "Sufism" he is in favour of "Wahdat-ul-Wujood" (Unity of being). An attempt has been made to present his ideas and thoughts about different topics of "Sufism" such as, Nafs-e-Natequa, Wajd (ecstasy), Sama, Jabr-o-Taqdir khush khulqui (good manner), Sulh pasandi (amity) Tasleem-o-Riza (Subservience) etc.

In the third part, under "Reforms" different topics, such as social reforms,

reforms of faith and views, reforms of shrines (dargas) and the training of Sajjadagan are discussed in detail.

In third chapter, Moulana's comments and way of argument on Tafseer, Hadith, Fiqua, Logic, Kalam and literature, selection of subjects in poetry, usage of metres, variety in verses and his poetic characteristics are fully dealt.

The fourth chapter is reserved for compositions and creations of Moulana. In which, the list of the books and important subjects of each book are mentioned in brief. The total impact of Moulana's writings is towards character building and moral up-grading. The main object of his creations is the alround development of humanity. An attempt has been made to review the characteristics of his writings in each book.

The fifth chapter is an important one comprising his "Individual style of writings". Being an author of many books he has covered different subjects. I am more interested in his style of writings, rather than the contents of his compositions. I have strived to show, how much he has contributed in this direction. The consistency of his style in all his writings, is an integral form which evolves his characteristic technique. In order to portray this phenomenon, the definition and nature of style is mentioned in this chapter. The elements of literature and thoughts are also discussed. Then an artistic analysis of style has been made on the basis of different extracts of his writings.

Lastly, the place of Moulana in Urdu literature is determined. I am of the opinion that his unique style predominates over the contents and his can not be denied in the growth of urdu prose. I am confident that the academic and literary contributions of Moulana will be ever appreciated.

The Index is prepared alphabetically on the basis of the sources and books, which were under study during the preparation of this thesis.

☆☆☆

A Brife Story of

Jamia Nizamia

Mrs. Parveen Rukhsana Farooqui

Jamia Nizamia is an Islamic University, established purely on the teaching of Prophet Mohamed(PBUH), the everlasting asset of whole Ummah.

Jamia Nizamia is located in Hyderabad; a well known Islamia University Sciences and Spiritual Practices like other Islamic University in different parts of India and in the Muslim world.

Jamia was established during the reign of Asif Jah's dynasty. Jamia emerged with revolutionary mission in reorganising ethos and insertion of Islamic spirit of Muslim community.

Jamia received word-wide reputation within a short period of time. The foundation of Jamia revealed a great influence on Muslim world and inspired scholars from Bukhara, Afghnistan, Indonesia, Malaysia, Baluchistan, Turkistan, Yemen, China, Saudi Arabia and different parts of Muslim world to join this University and benefited with honour. However, it holds credibility with same texture and it's doors are open.

Highly qualified scholars and preachers have been graduated from Jamia who are engaged in spreading Islam in different parts of world.

Founder :

Sheikh al Islam Arif Billah Hazat-al-Allamah Moulana Hafiz Muhammed Anwarullah Farooqui Fazilat Jung (1264 - 1336 Hijra) - RAH.

Date and Place of Foundation :

Established on the 19th of Dhilhajj 1292 Hijra / 1875 A.D. in Hyderabad, India.

Number of Graduates:

More than 160,000 scholars have been graduated in different capacities of Islamic Sciences, namely: Mufassir(Exegete i.e. Master of Exegesis of The Holy Quraan), Muhaddith (Traditionalist i.e. Master over Tradition-Sayings of Prophet Mohammed /PBUH), Mutakalim (Theologian i.e. Master of Divines studies), Faqih (Jurist i.e. Master over Jurisprudence), Mufti(Jury/ Adjudicator i.e. Master of Issuing Verdicts), Khatib (Orator i.e. Master in Speech), Muballigh (Propagator), Adeeb(Writers i.e. Master of Literature Writing), Hafiz-al-Quraan (The Holy quraan Memorizer), Qari (Reciter i.e. Reciting with Skills).

Faculties:

Faculty of Tafseer (Exgesis)

Faculty of Hadith (Tradition)

Faculty of fiqh (Jurisprudence)

Facutly of Ilm Al Kalaam (Theology)

Faculty of Khitabat (Oratory)

Faculty of Islamic History

Facutly of Research

Faculty of Editing & Publishing

Faculty of Tahfiz Al Quraan (Quraan Memorisation)

Faculty of Tajweed (Recitation of Quran with Skills)

Facutly of Logic and philosophy.

Faculty of Specialisation:

The faculty of specialisation is a unique feature of the academic excellence of Jamia, Which undertakes research projects on specific topics and literary subjects. Many foreign students from countries like Qatar, Kuwait, Iraq, Syria ... are engaged in Pre-doctorate and Doctoral Sciences.

Academic Schedule

Besides Specialisation faculty, the curriculum classical schedule of Jamia covers Primary (Awwal), throgh Secondary, Intermediate, Graduation and Post-Graduate (Maulvi Kamil). The complete course requires a period of 16 years.

Professional Courses

Computer Centre: Jamia Nizamia has a computer centre within the campus to give training to the graduates and post graduates to provide job oriented facilities to the students as technical training uder the supervision of a qualified tutor in order to face the new challenges of the present day.

Research Cell: The Majlis Isha'at Ul Uloom (Research and publication Cell) formed by the founder himself takes upon the publication of books in various Islamic Studies, particularly the books written by the founder Hazrat Moulana Anwarullah Farooqui.

English Language Department

Keeping in view the importance of English language, Jamia has a detailed academic course. The objective is to teach English wich can be of help to scholars and preachers & in propagation of Islam and Islamic Sciences. Further

it strengthens in finding suitable jobs.

External Courses:

Jamia has an External Courses Department where professionals train students and counduct examinations for the following courses:

1. Qirat 2.Imamat

3. Muazzin 4. Qazat

A number of boys & girls appear in respective courses of their interest, not only from Hyderabad but also from other states.

Recognition of Jamia's Degrees

Jamia's degrees are recognised by University Grants Commission (UGC) in India; and in overseas Ialmic Universities such as Umm Al Qura University (Makkah Al Mukarramah), Madina University (Madina Al Munawwarah), Al Azher University (Egypt), Qatar University (Qatar) and Imam Mohammed Bin Saud University (Riyadh, KSA).

Present Strength

More than 25,000 students are enrolled in Jamia and its affiliated institutions. The total strength of jamia alone is about 1,000 there of, 550 students are residents provided with facilities like boarding, lodging, Medical and books (free of charge).

Other Departments of Jamia:

Dar-ul-Ifta- Legal Verdicts Issuing Dept.:

By the grace of Almighty Allah, the department has issued more than 300,000 legal Verdicts. One Grand Mufti and Two Mufis are appointed to solve

the various problems within the frame of Quran and Sunnah. These legal verdicts are recognised in all legal courts of India. There is a special service for despatching verdicrts.

Council of Publications:

This department is quite active in publishing valuable books on numerous topics of Islamic Sciences & research.

Library:

Jamia's library is one of the biggest libraries in Hyderabad. It accommodates more than 100,000 books on different Islamic subjects. In addition, other religious books like Ramayana and Mahabahrta are also available for comparative study. There are unique manuscripts available for referece used by research students.

Oratory Department:

In order to build "powr in speech", this department trains students to improver their capabilities to orate in public in a commandable manner in Arabic and Urdu on Islam.

Other Remarkable Services of The Founder of jamia In Educational And Religious Fields:

Fazilut Jung paid yeoman services for the cause of Islam and its propagation. In this context it is worth mentioning that, his far panoramic vision, tireless efforts, spiritual devotion, sacrifices, gave birth to real gems. They are:

Dairat Al Maarif:

This is a great Islamic Research Centre well known in the Muslim world.

Not only that - the identity of Hyderabad is because of this Centre in the eyes of scholars around the globe. Thousands of books and manuscripts are available on Islam and Literature. All scholars and researchers serving in this centre were graduated from Jamia. They review, research and publish books and provide information on historical Islamic treasure. It is a centre of reference.

Majlis Ahya Al Maarif Al Numania:

The Numania Research Centre was established by Maulana Abul Wafa Afghani - one of the legends of Jamia. He had collected material and woked on Hanafi School of Thought for research and reference. A number of books were released in Arabic from this centre.

Asifia Central Library:

This is the biggest library of Hyderabad. It has more than one million books on different faculties, subjects, languages, established with the efforts of Fazilut Jung.

Madrasa-e-Huffaz:

It is located in the vicinity of historic mosque called "Makkah Masjid". Thousands of Huffaz bear the name of this Madrasa and it still functioning with same spirit.

Nizam-e-Qazat:

Fazilut Jung felt the requirement of recording marriage documents, hence, established an unique system as a seperate department based on Quran & Sunnah which is governed by Muslim Waqf Board.

Disciples of Fazilut Jung & Luminaries of Jamia:

It would be a long list if taken into account, so few personalities are enlisted:

1. King Mir Mahboob Ali Khan, Nizam the VIth

2. King Mir Osman Ali Khan, Nizam the VIIth
3. Maulana Abdul Razzaq, founder of Anwar-ul-Uloom College, Hyd.
4. Maulan Abul Wafa Afghani, founder of Idarah Ahya-al maarif-al-Naumania
5. Maulana Abdullah Shah Saheb, Mohaddith-e-Deccan
6. Moulana Syed Ibrahim Razvi, Adeeb, Ex-Head of Arabic Department, Osmania University, Hyd.
7. Maulana Mufti Maqdum Baig.
8. Maulana Mufti Ruknuddeen.
9. Maulana Mufti Mohammed Raheemuddin
10. Maulana Maqdum Hussaini
11. Maulana Badeshah Hussaini (renowned Muffasir of Tafsir-e-Hussaini)
12. Maulana Hakim Abul Fida
13. Maulana Habeeb Abdullah Al Madihij
14. Maulana Abul Qasim Syed Shah Muhammed Shuttari.
15. Maulana abdul Wahid Owaisi, Fqr-e-Millat.

Present Personalities / Graduates of Jamia:

As pointed out earlier, there were 160,000 scholars graduated from Jamia, are segregated around the globe. However, we mention here only a few of them due to lack of space:

1. Prof. Maulana Dr. Hamidullah, a renowned Islamic thinker, Jurist, Exegete, Writer, who has command over many languages, now residing in France. His contribution to Islam includes the translation of

Quraan in French, and has written several books to counter-act the fiction presented against Islam by the European authors. His on-going services in propagation helped thousands to embrace Islam - Al Hamdu Lillah.

2. Maulana Noorullah Qadri, who has devoted his life in spreading Islam, has written hundres of books on various Islamic topics in Urdu, Telugu and Arabic. He is a well-known personality of Karnool, A.P.

3. Maulana Dr. Jafar Mohiuddin Qadri, Chicago, USA.

4. Prof. Syed Ataullah Hussaini, Karachi, Pakistan

5. Maulana Habeeb Ullah Qadri Rasheed Pasha, Jalatul Ilm, Ex-Vice Chancellor of Jamia.

6. Maulana Syed Taher Razvi, Sadr-al-Shuyuuk Jamia.

7. Maulana Mufti Khalil Ahmed, Sheikh-al-Jamia

8. Maulana Mufti Mohammed Azimuddin

9. Maulana Mohammed Khaja Sherif, Sheikh-al-Hadeeth Jamia

10. Maulana Abdullah Al-Azhari, Khateeb of Makkah Masjid

11. Prof. Sultan Mohiuddin, Ex-Head of Arabic Departmen, Osmania University, Hyderabad.

12. Maulana Mufti Ibrahim Khalil Hashmi, Sheikh-al-Fiqh, Jamia

13. Maulana Waliullah, Shiekh-al-Maqulat, Jamia

Non-Muslim Luminaries:

It is very interesting to know that there are many non-muslims who obtained the degree of Munshi Fazil (Bachelor's degree) from Jamia, namely Dr. Ram Krishna Rao, former Chief Minister and Dr. M. Baga Reddy, M.P.

Source of Income & Expenses:

Jamia's monthly expenses are not less than Rs. 500,000.- Neither it receives any financial aid from the Government nor from foreign countries. This is the grace of Almighty Allah, that Jamia is running with donations given by generous people in shape of cash, alms, skin of sacrificed animals (chirm-e-qurbani), and the rents from Jamia's trust property. Indeed, it is Almighty's blessings, which kept Jamia functioning in its normal manner and still flourishing.

Conclusion

Fazilat Jung devoted his life in the service of Islam and Humanity, which cannot be forgotten in any age by the citizens of Deccan for generations to come. He did his level best to eradicate the innovations in Islam influenced by the obsolete traditions, culture, and rituals innovated among Muslim sects.

It is a great pride and pleasure for every Muslim that Fazilut jung's efforts, devotion, sacrifice, services, brought fruits in the form of Ulema, Adeeb, Mufti, Mufasir, Huffaz ... So, let us join our hands in strenghtening Jamia by contrigiting our best possible resources to understand Islam, Human values, Islamic culture and mark.

Nizamia Varsity in India

Marks 125th anniversary

By: Mustafa Hashmi

Special to Arab News (K.S.A)

The intenrationally renowend jamia Nizamia in Hyderabad, south India recently celebrated its 125th anniversary. This university has rendered great service for the cause of Islam. During its 125 years of existence, the jamia hs produced 169,000 graduates and scholars. it has also saved several rare medieval Arabic classics for posterity.

However, its plan to build upon its collection of Islamic literature has Officals of the institute have sent out appeals to Indian expatriates in the Gulf states to collect funds as part of a rescue package.

Some of the old alumni of the institute in Riyadh point out that till recently the institute was operating on a shoe-string budget of 300,000 rupees ($8,00) comprising mainly grant-in-aid from the state exucation departemnt and the Osmania University, to which the institute is affiliated.

The amount is not enough even to disburse the employees salary, let alone meet its exucationals needs.

The degrees granted by the institute are recoginzed by the world's renowned universities, such as Al-Azhar, Ummul Qura, etc. It has published over 600 books, each running into 15 to 18 volumes of not less than 500 pages apiece. What is more-all books are rare medieval Arabic classic hitherto unpublished.

There is hardly a library in the literary world that could claim to possess such manuscripts, a spokesman of the institue told Arab News.

The scientific research and literary contributions of Arab writers have been recognized as land marks in the development of human knowledge. Geographically, the Arab world had become the meeting place of the west by virtue of its accomplishments in materialistic and spiritual sciences, countries.

The wealth of original material and information contained in the manuscript published by the jamia has earned the appreciation of researchers from all over the world.

The books published on various subjects inculude commentaries, biographical dictionaries, canon law, dialectics and digmaencyclopedia, history, literature, meatphysics, mathematics and astronomy and medival sciences.

'Kunuzul Umma' of 1567 AD is a the saurus of traditions. While Nazamud Durar of Burhanuddin Al-Biqai is a well known commentary on the holy Qur an wherein the author has critically dealt with the philauthor has critically dealt with the philosophical interpretation of Qur anic verses.

As part of its development plans, Nizamia's administative body has set up a girls' Islamic college this year. Besides, 15 religous schools have been started during this period in various districts of Andhra pardesh and other states.

It will be a fitting tribute to the institute during its 125th anniversary if the institute's authorites could get into an academic exchange program with Imam Muhammad ibnsaud Islamic University for exchange of scholars and publications.

(بحوالہ: عرب نیوز (انگریزی روزنامہ) مورخہ ۲۹/اکٹوبر ۱۹۹۷ سعودی عرب)

☆☆☆

An institute of higher learning

Report By. Mr. Nagesh

Tucked away in the crowded Shibligunj area, two kilometers west of Charminar, is a hoary institution of higher learning, the Jamia Nizamia.

Few people outside the circle of Islamic scholars or the more religious minded Muslims know about the existence of the 120 year old Jamia (University). Though it has produced nearly one lakh religious scholars, including Ulamas, Faqueehs (jurisprudents), poets, writers and leaders, the Jamia has shunned publicity to such an extent that it held its first ever press conference recently.

Founded by Hazrat Mohammed Anwarullah Farooqui in the last century, the main objective of Jamia Nizamia ia to impart education of oriental leanings in general and Arabic studies in particular for the guidance of Muslims. Hazrat Anwarullah, who was tutor of Nizams VI and VII, guided the destinies of the institution for nearly 43 years.

Hailing from a devout family, Anwarullah joined as a précis writer in the Revenue Department but resigned after 18 months.

The institution founded by him today has more than 50 branches in kerala, Tamil Nadu, Karnataka, Maharshtra and Andhra Pradesh. An in-house institute, named Majlis-e-Ishaat-ul-Uloom has published 100 books in Arabic, Persian, Urdu, Telugu and English. Jamia's library is a treasure houses for Islamic research scholars the world over. Here, Urdu versions of even Ramayana and Mahabharata are available.

The Jamia offers undergraduate and post graduate courses in Arabic and Islamic studies and its degrees are recognized by Osmania and other Universities. At

present, its examinations are conducted only in Arabic and Urdu. Prior to 1948, examinations were also conducted in Persian. The first ever Chief Minister of Hyderabad State, Burugula Ramakrishna Rao, passed the Persian examination of Munshi and Munshi Fazil.

Students who passed through the portals of Jamia Nizamia have settled in Pakistan, England, Bangladesh and other countries and gained world-wide repute among Muslims for their scholarship. Dr. Mohammed Hameedullah of France and Dr, Syed Jafar Mohiuddin Quadri of USA are two of the many distinguished alumni.

Apart from higher learning, the Jamia provides free school education, boarding and lodging to 500 students and proposes to extend it to 500 more finances permitting. Money, in fact has been a constaint for the Jamia ever since its founding. In spite of his influence, Anwarullah never sought assistance from nawabs and jagirdars and even today the institution does not receive any aid from the State Government. After 18 years of Jamia's establishment, the Nizam VII sanctioned a meager aid of Rs. 50 a month and periodically raised the amount. It meets its present annual expenditure of Rs. 35 lakhs from rental income (about Rs. 7 lakhs) and donations.

Jamia Nizamia is regarded as an institution of religious guidance on par with the famous Darul-uloom of Deoband near Delhi. Muslims from all over the country seek solutions to their religious problems and act according to the replies (fatwas) of the Jamia. Its fatwas are accepted in the courts in the country.

The Ameer-e-Jamia (Chancellor) of Jamia Nizamia, Moulana Syed Abdul Wali Qadri, a structural engineer by training, is not unduly perturbed by the emergence of a number of more popular institutes of Islamic studies in the twin cities. 'We are doing our job, they are doing theirs. It is all for the good".

(THE HINDU,Daily Friday, December 11, 1992, Hyderabad)